



إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام فیض التیام یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ المسمی بہ

تحفۃ الشیعہ

سنہ ۱۳۱۲ ہجری نبوی

من تصنیفات فضائل آیات مقبول بارگاہ رب العزت جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء ممتاز الفضلاء مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہ

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید حسن علی طبع شد

اشتہار واجب الاظہار

تحفۃ الاشعریۃ

بعض صاحبان نازک طبع عدیم الفرصت کی خدمت میں عرض ہے کہ اگرچہ اس اشتہار کا اسی کتاب کے ساتھ چھاپنا مناسب تھا مگر بخیال اسکے کہ شاید کوئی صاحب صرف اشتہار ہی کو ملاحظہ فرماکر دریافت کرلیں کہ یہ کتاب کس مضمون میں ہے اور شوق ملاحظہ ہو لہذا چھاپا جاتا ہے ۔

کتاب مندرجۂ عنوان اشتہار ہذا بجواب ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی شیخ محمد قاسم ساکن دیوبند از روئے تحقیق و انصاف کمال شد و مد سے نہایت عمدہ سلیس اردو عبارت میں ہر ایک متنفس کے فہم کے لائق مطبع ہذا میں چھپکر تیار ہوگئی ہے بنائے تحریر اس کتاب کی یہ ہے کہ ایک شخص میرزا نادر علی صاحب ساکن کھیرتل علاقہ الور نے ایک خط بخدمت جناب مولانا و مقتدانا مفتی دین و مرشد راہ شرع متین مولوی حاجی سید عمار علی صاحب ساکن سونی پت ضلع دہلی بدریافت سوالات مفصلہ ذیل روانہ کیا - اول یہ کہ جناب رسول خدا صلعم کے نطفہ سے کتنی صاحبزادیاں تھیں دوسرے یہ کہ حضرت ام کلثوم دختر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا نکاح کس سے ہوا تھا تیسرے یہ کہ بیبی تسلی باغ فدک کے مقدمہ میں ہوئی یا نہیں ہوئی - چونکہ یہ تنازعات واقعات تنقیح طلب ہیں عامۂ خلائق کی رائے اسکا فیصلہ نہیں کرسکتی اور نیز میر صاحب سے مجادلہ و مکابرہ حتی کہ مناظرہ بھی انکی بے علمی و ہم مذہب ہونیکی وجہ سے منظور نہ تھا لہذا قلم برداشتہ انکی فہم و فراست کے موافق جو سمجھ میں آیا لکھدیا صرف اطمینان خاطر برادر مومن منظور تھا اتفاقاً وہ خط شیخ محمد قاسم اہل جماعت کے ہاتھ جا پڑا انہوں نے معارضۃً اسکا جواب لکھا اور ہدیۃ الشیعہ اسکا نام رکھا اور وہ کلمات ناشایستہ اور الفاظ بیہودہ اسمیں مندرج کئے کہ جو شان اہل علوم سے بالکل بعید ہیں اور جا بجا طعن و تشنیع و ہجو و مذمت تمام شیعوں اور انکی مثل طریقہ بازاریوں کے کی کہ جناب مولوی صاحب ممدوح کو مجبوراً جواب ترکی بترکی اکثر مواقع پر لکھنا پڑا اور بعض عقائد تو انکے اہل جماعت کے نزدیک بھی ایسے منجر بکفر و الحاد ثابت ہوئے کہ اہل جماعت نے ناچار ہوکر انکی نسبت کفر کا فتویٰ دیدیا چنانچہ فتاویٰ مہری اس کتاب کے خاتمہ پر ثبت ہیں (۱) خصم کو جن جوابات مدللہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ سے معقول و لاجواب کیا ہے اس قابل نہیں کہ کوئی جزو اسکا بطور نمونہ بذریعہ اشتہار ہذا کے پیش کیا جائے بلکہ شائقین جسوقت اس کتاب کو طلب فرماکر ملاحظہ کرینگے تو میرے بیان کی تصدیق ہوجائیگی (۲) جن اشخاص کو کچھ بھی اپنے مذہب کا پاس و جوش ہے اور بعض اوقات انکو مخالفین سے مجادلہ یا مکابرہ کی نوبت پہنچتی ہے اور بسبب اپنی ناواقفیت کے انکے اعتراضات باطلہ و دلائل ناقصہ کو سنکر خاموش ہونا پڑتا ہے انکے لئے یہ ایک اعلیٰ درجہ کا دستور العمل ہے کہ جسکو وہ اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اپنی فتحیابی سے شادکامی حاصل کرینگے (۳) اکثر برادران مومنین بعض مکاران حیلہ جو کے اغوا [illegible] سے اکثر مسائل مباحثہ میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مخالفین کو پورا پورا جواب نہیں دے سکتے ایسے اشخاص کے لئے اگر اس کتاب کا نام طلسم حیرت افزا رکھا جائے تو بیجا نہیں (۴) ہر ایک مومنین خصوصاً شائقین و محققین مذہب کے پاس اس کتاب کا ہونا اہم امورات سے ہے جس نے اس کتاب کو نہیں دیکھا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ گویا اس نے مناظرہ کی کوئی کتاب ہی نہیں دیکھی (۵) اصحاب عالی ہمم سے امید ہے کہ اس کار خیر کی اشاعت میں کمر ہمت باندھکر حسب حیثیت و علی قدر مراتب کسیقدر جلدیں خرید کر غربا مومنین کے مطالعہ کے لئے وقف فرماویں اور متوسطین اپنی جیب خاص سے خرید کر مطالعہ میں لاکر حظ وافر اٹھائیں ۔

اعلان یہ کتاب موجب قانون ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء داخل بہی رجسٹری گورنمنٹ ہوچکی ہے [illegible] خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی صاحب بدون اجازت راقم کے قصد طبع نفرمائیں کیونکہ حق تالیف اس کتاب کا جناب مصنف دام ظلہم نے بندہ کو ہبہ کردیا [illegible] جن صاحبوں کو جسقدر کتب مطلوب ہوں نیچے لکھی قیمت فی جلد قسم اول عہ - قسم دوم ۱۲ - قسم سوم ۸ ، بھیجکر طلب فرمائیں محصول ڈاک ذمہ خریدار کے دو آنے بابت رجسٹری قیمت کے ہمراہ آنی چاہئیں

المشتہر سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایامِ فیضِ انتمام یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائلِ ساطعہ و براہینِ قاطعہ و حججِ قویہ بجوابِ رسالہ ہدیۃ الشیعہ المسمے بہ

تحفۃ الشعریۃ

سنہ ۱۳۰۲ ہجری

مِن تصنیفاتِ فضائل مآب مقبولِ بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جنابِ افتخار العلماء ممتاز الفضلاء مقبولِ بارگاہ لم یزل

بمطبع یوسفی دہلی باہتمام سید محمد علی

ے یہ امر حاکی
نے تمہارے کفر کا فتویٰ لکھا اور
کرنا اور آپکو اس آفت میں پھنسانا سوائے
نکا اشارہ تھا مگر آپکا تو اسمیں خسارہ تھا اب تو
خط موصوف میں مندرج ہیں کہ اب کون اسکے
سول نے کر مقدار اسبارہ میں ہاتھ پاؤں مارے ہیں
معقول نہ بن پڑیگا سوائے نہ لیات بکنے کے
با اختتام ہدیۃ الشیعہ ان اوراق کا نام رکھا
ے حق میں یہ رسالہ زیادہ تر مفید ہے اہل سنت کے
کریں تو ذریعہ حصولِ ایمان ہے اقول شیعیان
ت رسول مقبول سے ثابت ہے چنانچہ احادیث
نْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ انکو تمہارے
سے کام لیا انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ اور آپنے
کا نام بگیم رکھنے سے کیا کچھ نام ہو جاتا ہے
سکا لکھا ہے یہ صحیح ہے اس راست گوئی کو ہم مان
ں میں حجِ استدلال میں تو تین چیزوں سے
ے نزدیک مسلّم اقول ہر چند یہ تینوں شیعوں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی دمغ راس من تکبر وطغی۔ وبعث لکل فرعون موسیٰ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد الذی قطع دابر من
کفر وغوی۔ وعلی اہلبیتہ الذین ہم مصابیح الدجی۔ ومفاتیح کنوز الہدی۔ بعد اسکے کہتا ہے خاکسار امیدوار آمرزش پروردگار اضعف عباد اللہ الصمد سید محمد
ب نور سرہ ... ابی واستادی جناب مولوی سید ... صلوات اللہ
کہ عرصہ چند سال کا ہوا کہ میر نادر علی صاحب ... تین امروں کا استفسار مرقوم تھا ایک تو یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے کتنی صاحبزادیاں تھیں اور حسب
علیہم اجمعین ماحی بدعات مخالفین ... السلام کا نکاح کس سے ہوا اور تیسرے یہ کہ میری تسلی مقدمۂ فدک میں نہیں ہوتی اور وہ شخص سائل شیعوں ہی میں سے ہیں
دام ظلہ کی خدمت میں روانہ کیا تھا مولوی صاحب ممدوح نے انکی سمجھ کے موافق جواب مختصر لکھ بھیجا اور جناب مولوی صاحب ممدوح نے جو انکو جواب لکھا۔
وہ مسترشد کہ جنکی تصدیق ہو جائیگی انہوں نے قلم برداشتہ میر نادر علی صاحب موصوف کو لکھا اور بغور تامل کر کے وہ خط نہیں لکھا تھا حسب اتفاق وہ خط مولوی
نوبت پہنچتی ہے اور بسبب اپنی ناواقفی سے ایک شخص ناصبی مولوی شیخ محمد قاسم کے ہاتھ جا پڑا اس نے اسکا جواب لکھا اور نام اسکا ہدیۃ الشیعہ رکھا لیکن اسمیں
اپنے پاس رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اپنی رقت ... بہت بعید ہے اور جابجا مولوی صاحب ممدوح کی اور شیعوں کی ہجو اور مذمت کہ جیسے ہاجیوں کا اور بازاری آدمیوں
میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مخالف علمائے اسمیں درج کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا اور بعضے فقرات جواب میں ایسے لکھے کہ اہل سنت بھی انکو دیکھکر مضحکہ کریں اور بعضے
... اہل سنت نے اسکے کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور ہمارے مولوی صاحب ممدوح کے خط سے معلوم ہوگا
... شائقین ومحققین ... میں نہایت متانت اور استحکام کے ساتھ اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے کہ جسکا جواب نہیں ہو سکتا ہے اور یہ شیخ اسکے
کتاب ہی نہیں دیکھی (۵) ... مشہورہ کی روایتوں کا انکار کرتا ہے اور یا یہ لکھتا ہے کہ شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی
خرید کر غربا مومنین کے مطالعہ کیلئے ... کچھ خرافات قرآن کے کم ہو جانے کے مقدمہ میں اور کچھ آیتیں صحابہ کے فضائل کے ذکر میں اور کچھ نہ لیات بدا اور تقیہ کے
اور بعد اسکے جواب خط کا لکھا ہے اور ایسا بیہودہ لکھا ہے کہ تحریر اس ناصبی کی دیکھکر بے اختیار دل نے چاہا کہ بمقتضای

اعلان یہ کتاب بموجب عبارت میں کہ جیسے اس ناصبی نے لکھا ہے یا اس سے بڑھکر لکھے مگر بعض احباب دیندار مانع ہوئے اور فرمایا کہ گو وہ یاوہ گوئی
راقم کے بقصد طبع نفرمائیں کیونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں ہمکو صبر ہی ضرور ہے اور ایسے آدمی بازاری دہن دریدہ گمنام کے رد میں تضییع اوقات کی جاوے
تی جلد قسم اول عہ۔ قسم دوم مخالفین میں سے ہوتا کہ جسکا قول کل اہل سنت تو کہاں اگر سو پچاس آدمیوں کے نزدیک بھی مستند ہوتا تو اسکی تردید کلام میں
تو اسی کے مذہب والوں نے فتویٰ کفر کا دیا ہے پس جو شخص کہ راندۂ درگاہ موافق اور مخالف ہو اسکے مقابلہ میں کچھ لکھنا ضائع
تھی لیکن بعضے اہل سنت کہ جو بندہ سے ملاقات رکھتے تھے پیرایہ میں گفتگو کی خود مستدعی اس امر کی ہوئی کہ جواب لکھا

جائے اور کہا کہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ اس کتاب میں کوئی دلیل علمی قابل تسلیم نہیں ہے مگر طبع آزمائی و زبان زوری مصنف قابل دید نی ہے کس طرح دلائل عقلیہ ملکارانہ و دانشمندانہ سے اپنے مزعوم کو ثابت کیا ہے اگرچہ جواب انکا یہی دیا گیا کہ جب تحریر مصنف فاضلانہ نہیں ہے بلکہ جاہلانہ اہلکارانہ ہے تو جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اور زبان زوری کی جو تعریف کرتے ہو تو اس زمانہ میں صدہا مختار اور وکیل عدالت انگریزی میں موجود ہیں ایک دوسرے کی دلیل کو اپنی زبان زوری سے قطع کر کے حق کو باطل اور باطل کو حق ظاہر کرتا ہے یہ امر قابل تحسین نہیں ہے بہر حال جب انکو اسمیں زیادہ مصر پایا تو دل نے چاہا کہ گو مہلت نہیں ہے اور احباب ہی شعور مانع بھی ہیں مگر مہر خموشی جاہل نا انصافوں کے منہ پر لگی ہوئی نہ ہوگی اسواسطے باعانت اور توجہ جناب مولوی صاحب ممدوح بر جلد اسکا لکھنا شروع کیا اور اسکے دو مقصد مقرر کئے مقصد پہلا تو اُن خرافات کے جواب میں ہے کہ جو اس شیخ نے خط کے جواب سے پہلے لکھے ہیں اور مقصد دوسرا خط کے جواب کے رد میں ہے اور نام اسکا **تحفۃ الاشعریہ** رکھا **مقصد اوّل** اُن خرافات کے جواب میں جو اس شیخ نے خط کے جواب سے پہلے لکھا ہے **قال الشیخ الاشعری** بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ ہیچمدان گمنام محمد قاسم نام متخلص جاگیا ہی علماء ناظران اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اواخر رجب ۱۲۸۳ہجری میں مخدوم العلماء مطاع الفضلاء مجمع الکمالات منبع الحسنات زیب طریقت حامی شریعت فخر احباب افتخار اصحاب ملجاء انام مرجع خاص و عام معلم قوانین طاعت و انقیاد محرک سلسلہ رشد و ارشاد جامع کمالات ظاہری و باطنی مخدومنا و مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی دام رشدہ و ارشادہ نے ایک خط متضمن بعضے خرافات شیعہ جو مولوی عمار علی صاحب کی طرف سے بنام میرزا در علی صاحب ساکن کھیر تل نواح الور تھا اس ہیچمدان کے پاس باین غرض بھیجا کہ اُن خرافات کے جواب لکھکر روانہ خدمت مولانا ممدوح کروں **اقول** اس عبارت سے آپ کی ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد کے اشارہ سے امر قبیح پر آپنے کمر باندھی ہے اے عقل کے دشمن تم یہ نہ سمجھے کہ اگر جواب خط صداقت نمط کوئی کار سہل ہوتا تو مولوی گنگوہی اس امر سے پہلو تہی کر کے تمکو اس آفت میں کیوں ڈالتے تم خود لکھتے ہو کہ مولوی صاحب مذکور بڑے عالم و فاضل بلکہ مطاع علماء ہیں اور آپ بہ نسبت اُنکے جاہل ہیں ورنہ نادان سے نادان آدمی اسکو خوب جانتا ہے کہ مناظرہ علماء کا کام ہے سوائے علماء جو کوئی اسمیں قدم رکھے اُسکو نادان کہنا چاہئے اور جب عالم اس کار دشوار سے پہلو تہی کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس دال میں کچھ کالا ہے کسی لم سے یہ امر خالی نہوگا سو آپ انکے کہنے سے شیخی میں آگئے اور ازراہ نادانی جواب کے لکھنے پر مستعد ہوئے اور آخر کو نادانی اور جہالت سے ایسے مضامین خط کے جواب میں لکھے کہ علماء اہل سنت نے تمہارے کفر کا فتویٰ لکھا اور مقام غور ہے کہ اگر خط صداقت نمط کے اعتراضات کا کچھ جواب ہوتا تو وہ خود ہی اس شرف مناظرہ سے اپنے تئیں کیوں معاف رکھتے انکا پہلو تہی کرنا اور آپکو اس آفت میں پھنسانا سوائے ہوشیاری اور پرکاری مولوی صاحب اور کچھ نظر نہیں آتا جب یہ امر ثابت ہو گیا تو آپ کو لازم تھا کہ آپ خود سمجھ جاتے گو کہ اُنکا اشارہ تھا مگر آپکا تو اسمیں خسارہ تھا آپ یہ طوق بدنامی اور قشقہ ضلالت آپکے سر و گردن میں آپڑا ہے تمکو اتنا تو خیال ضرور تھا کہ استدلالات فرقہ حقہ بمقدمہ فدک جو خط موصوف میں مندرج ہیں کواٹ کون اُسکے جواب میں سر نہیں مار گیا ہے انجام کو سوائے خفت کے اور کچھ حاصل نہوا شیخ عزیز دہلوی سے تو تم زیادہ نہیں ہو دیکھو انہوں نے کس قدر اسبار دمیں ہاتھ پاؤں مارے ہیں لیکن سوائے خفت کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور تم تو کس کھیت کے تھوے ہو اگر تمام روے زمین کے سنی جمع ہو کر اسکا جواب دیں تو ہرگز جواب معقول نہ بن پڑیگا سوائے نہ لیات بکنے کے اور یہ سیاہی کا دھبہ حضرات خلفا کی پیشانیوں پر ایسا نہیں جما ہے کہ کسی کے چھڑائے سے چھوٹ سکے **قال الشیخ الاشعری** اور بعد اختتام ہدیۃ الشیعہ ان اوراق کا نام رکھا اور وجہ اس نام رکھنے کی حالانکہ یہ رسالہ مؤید اہل سنت ہے اور اسوجہ سے ہدیۂ اہل سنت کہنا مناسب تھا یہ ہے کہ بہ نسبت اہل سنت شیعوں کے حق میں یہ رسالہ زیادہ تر مفید ہے اہل سنت کے لئے تو اسمیں اتنا ہی فائدہ ہے کہ کچوں کے لئے مفید یقین اور پکوں کے لئے باعث اطمینان ہے پر شیعوں کے حق میں اگر انصاف کریں تو ذریعہ حصول ایمان ہے **اقول** شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کو تو روز ازل سے خداوند کریم نے نور ایمان و الیقان بخشا ہے بلکہ سرشت اُنکی بقیہ طینت ذرّیت رسول مقبول سے مخمر ہے چنانچہ احادیث متکاثرہ مندرجہ کتب فریقین اسکی شاہد ہیں اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے حضرت علیؑ کی طرف خطاب کر کے کہ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ انکو تمہارے اس کلام مجنونانہ سے کیا حاصل ہوگا اور یہ نام رکھنا محض متابعت صاحب تحفہ ہے جب آپ کچھ نام نہ رکھ سکے تو سنت عزیزیہ سے کام لیا اُنہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ اور آپنے ہدیۃ الشیعہ نام رکھا ہے نہ وہ تحفہ اثنا عشریہ ہے بلکہ تحفہ عزیزیہ ہے اور نہ یہ ہدیۃ الشیعہ ہے بلکہ ہدیۂ ناصبیہ ہے اور گھر میں مرغی کا نام بیگم رکھنے سے کیا کچھ نام ہو جاتا ہے منہ پاس ہے جو چاہو سو کہو ثابت تو وہ ہی کہ جو ٹکسال میں پوری اُترے اور جسکو مان جائیں اور بہ نسبت اہل سنت کے جو مفید ہونا اسکا لکھا ہے یہ سچ ہے اس راست گوئی کو ہم مان گئے کچوں کے لئے گمراہی اور پکوں کے لئے حصول تزلزل این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند **قال الشیخ الاشعری** ان اوراق میں جو استدلال ہیں تو تین چیزوں سے استدلال ہیں قرآن مجید یا احادیث صحیحہ معتبرہ شیعہ یا دلائل عقلیہ و اصحۃ الدلالات سے سوا ان تینوں کا مسلم ہونا شیعوں کے نزدیک مسلم **اقول** ہر چند یہ تینوں شیعوں کے نزدیک مسلم ہیں لیکن آپکے استدلالات صحیح نہیں ہیں قرآن کا تو یہ حال ہے کہ آپ پیرو . . بکر اور عمر کے ہیں اور آپ کے پیشوا ہمیشہ معانی قرآن کے سمجھنے میں عاجز رہے

ہیں چنانچہ پیر اول آپ کے بیان معانی قرآن میں فرما گئے رہے ہیں کہ کہتا ہوں میں اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے سمجھو اور جو غلط کہوں تو میرے اور شیطان کی جانب
سے جانو اور دوسرے پیر کا حال قرآن دانی میں ظاہر ہے کہ زنان پردہ نشین سے الزام کھاتے تھے اور ہر مسئلہ میں پناہ بجناب حلال مشکلات دین مبین و وارث
علوم النبیین لیجاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ لولا علی لہلک عمر جب تمہارے پیشواؤں کا یہ حال ہے تو تم کس شمار میں ہو اور معانی قرآن کو تم کیا جانو اور جب آپکے
بزرگان دین کا قرآن دانی میں یہ حال ہو تو آپکا دعوی اس مقدمہ میں بیجا ہے اور چھوٹا سا منہ بڑی بات آپ کو زیبا نہیں ہے اور احادیث کا یہ حال ہے کہ انکی
طرف سے تم نے کیا تمہارے بڑے بڑے عالموں نے جھوٹی کتابیں اور جھوٹی روایتیں شیعوں کی طرف منسوب کردی ہیں اور روایت کے اول کو بیان کیا اور اسکے
آخر کو جسکے بیان سے مطلب فوت ہوتا تھا محذوف کردیا اور یہ سب انشاء اللہ تعالی بعد اسکے معلوم ہو جائیگا اور دلائل عقلیہ کا تمہارے وہ حال ہے کہ اکثر گفتگو تمہاری مجانین
کی سی ہے کہ شیعہ تو کیا اہل سنت بھی اسکو پسند نکریں اور بعضے مضامین تم نے ایسے لکھے ہیں کہ تمہارے حق میں علماء اہل سنت کی جانب سے فتوی کفر کا صادر ہوا ہے اور
یہ تحریر آپ کی ایسی ہے کہ بقول مشہور جس بیاہ کو گھر والوں نے سراہا اسکا کیا بگڑا اور تردید بطلان قول آپ کی کا ظاہر ہے جسوقت یہ خیالی باتیں آپکے تابعین ائمہ الطاہرین
کے پیش نظر آئینگی تو بحول و قوت پروردگار عالم حق باطل سے جدا ہوکر کالشمس فی وسط النہار واضح ہو جائیگا اور ناظرین اوراق اسکو دیکھکر قدرت خدا کا تماشا
کرینگے اور احادیث کتب معتبرہ شیعہ کے عدم دستیابی کا تو آپ اوراق آئندہ میں خود مقر ہیں اقراری منکر ہوکر پھر اثبات دعوی حدیث دانی کا عقلاء کے نزدیک
سمجھ لیجئے کون کہلاتا ہے اور استدلال عقلی پر فخر کرنا اپنی بے خردی پر آپ شہادت دینا ہے حصر عقل خداوند عالم نے ایک شخص پر نہیں کیا ہے ایک دوسرے سے بہتر
اور برتر ہے اور آپ کی تو وہ عقل ہے کہ جسکا اشارہ ہم اوپر کرچکے قال الشیخ الا شعری ہے مگر یہ سنکر بوجہ گمنامی احقر شاید کسیکو یہ بدگمانی ہو کہ استدلال سبھی کرتے
ہیں پر استدلال کسی کسیکو آتا ہے سو اسکا جواب یہی ہے کہ رسالہ موجود ہے ہمارا اور نہ کیجیے اس رسالہ کو دیکھ لیجیے صاحب دیوانہ ہوں ولیکن کہتا ہوں بات ٹھکانے کی
بہ برکت اہل بیت کرام اور صحابہ عظام امیدیوں ہے کہ انشاء اللہ منصفان فہمیدہ آفریں ہے کہیں گے اور کوئی بات کہے تو یہ کہیگا گاہ باشد کہ کودک ناداں۔ بغلط
بر ہدف زند تیرے **اقول** ہاں استدلال کسی کسیکو آتا ہے اور اکثر کو نہیں آتا ہے اور استدلال کے نہ جاننے والوں میں ایک آپ ہیں کہ آپنے فدک کے مقدمہ میں قرآن سے
ایسا استدلال کیا ہے کہ اس استدلال پر تمہارے علماء اہل سنت نے تمہارے کفر کا فتوی دیا ہے اور اس رسالہ ہی کو تمہارے دیکھکر استفتا کیا گیا تھا سو تمہارے کفر کا
فتوی حاصل ہوا اس کفر کو اپنے تم ٹھکانے کی بات کہتے ہو اور جیسے تم دیوانہ ہو ایسا ہی تمہارا کلام بھی دیوانوں کا سا ہے ٹھکانے کی کوئی بات نہیں ہے اور تم جو احکام
کو خدا کے لکھتے ہو کہ یہ احکام خدا کی طرف سے بندوں پر اسکے نہیں ہیں بلکہ رسول خدا صلعم کی طرف سے لوگوں پر ہیں اور رسول خدا صلعم کو لکھتے ہو کہ وہ مرے نہیں اور
قبر کے گوشہ میں زندہ بیٹھے ہیں اور وہ حضرت دنیا میں کسی چیز کے مالک نتھے اور سوائے اسکے اور بہت سے امور جو تم نے لکھے ہیں یہ کلام دیوانوں کا سا ہے کہ جسکا کوئی مسلمان
قائل نہیں ہے اور پھر لکھتا ہے ان کلمات مجنونہ کے باب میں کہ منصفان فہمیدہ آفریں ہی کرینگے لے دیکھ لے اب تو تجھپر آفریں کے بعوض نفرین کر گئے ہیں تیرے ہی مذہب
کے فہمیدہ اور باوجود اسکے تو طالب اپنی مدح کا ہے اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے اور ایسے پوچ کلام کے بھروسے تعلی کی باتیں لکھتا ہے اے پیر نابالغ کس خیال
میں بھولا ہے اس دار ناپائدار میں کون کون نواصب خوارج نہیں ہو گزرے ہیں اور کس کس نے اپنے دعوی باطل کو پیش نہیں کیا ہے مگر خالق ارض و سما
نے ہر فرعون اور مغرور کے لئے ایک ایک سرکوب بھی انکے ساتھ پیدا کیا ہے کہ جس نے حق کو باطل سے جدا کرکے دکھلا دیا ہے آپ تو کس قطار و شمار میں ہیں بجائے
آفریں یقین ہے کہ جبتک یہ اوراق آپ کے صفحہ روزگار پر موجود رہیں گے ضد اسکی آپ طعن سنان ملام اہل اسلام کے نشانہ رہیں گے اور عقبی میں جو نصیب ہوگا وہ تو
ظاہر ہے اور اہل بیت کرام کی برکت تو آپکے کہاں نصیب ہے جنکے آپ کہلاتے ہیں انہیں کی آفت میں اور انکی اصلاح حال میں آپ گرفتار رہیں گے اور منصفان
فہمیدہ کی جانب سے جو بے موزوں بات کو آپنے موزوں کیا ہے محض آپ کی خام خیالی ہے کیونکہ تیر تدبیر آپکا نشانہ پر نہیں پہنچا ہے اور ایک واہی باد ہوائی
تحریر تھی کہ گوز شتر ہوگئی البتہ بعد ملاحظہ اوراق ہذا منصفان فہمیدہ یہ ضرور کہیں گے کہ اے بر پیر مرد نامعقول عمر خویش صرف کرد فضول ٭

قال الشیخ الا شعری سو یہ سب سچ ہے اپنے آپ کو کون نہیں جانتا غرض اپنی نسبت جو کچھ لکھئے بجا ہے اس رسالہ کی حقانیت کا دعوی بھی بیجا نہیں
انشاء اللہ تعالی بعد ملاحظہ معلوم ہو جائیگا ہاں نادان متعصب اگر دو چار باتوں میں تکرار کریں تو نادانوں کا کام یہی ہے انکی زبان سے قرآن تو چھوٹا ہی نہیں
یہ ہیچمدان تو کس شمار میں البتہ دانشمند ذی علم ایسا کریں تو ہمیں بھی شکایت ہے کیونکہ کسی رسالہ یا کسی کتاب کے یہ معنی نہیں کہ تمام استدلالات کو باطل کردیجے
جیسا کہ اس ہیچمدان نے بہ نسبت خط مولوی عمار علی صاحب کیا ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالی واضح ہو جائیگا ورنہ ایک دو بات تو ہر کسی کی قابل گرفت ہوتی ہے

جناب من بشر ہوں اور بشر بھی سب سے کمتر خدا نہیں رسول نہیں جو غلطی کا احتمال نہو بھول چوک سے انکار نہیں کیا جاتا پر کتاب کی صحت اور اعتبار باعتبار اکثر کے ہوتی ہے
سو اگر کسی صاحب کو خیال جواب ہو تو بندہ ہیچمدان کی روش پر چلیں یعنی ہر مضمون کے ہر پہلو پر گرفت کرے نہیں تو اس سے بھی کیا کم کہ موافق قواعد علم مناظرہ ہر دعوی
کے استدلال پر اعتراض کریں ورنہ دو چار باتوں کی تغلیطوں سے کام نہیں چلتا اسکا تو میں خود مقر ہوں کہ خطا و نسیان سے مبرا نہیں کیا عجب ہے کہ کچھ غلطی ہو گئی ہو

اقول - سبحان اللہ آپکی تحریر کیا عجیب و غریب ہے کہ جسکے دیکھنے سے ہر ذی شعور کو تعجب آتا ہے شروع میں تو یہ فخر و مباہات اور انجام کو اقرار اغلاط اول میں جو
آپنے اپنے تئیں دیوانہ لکھا ہی صحیح اور درست ہے مگر آپ کچھے ہیں بات کہی لیکن کہنی نہ آئی ایسی تحریر مموّہ کا طالب جواب ہونا آپ ہی کا کام ہے حقانیت مضامین رسالہ
کا دعوی آپکے ہی بیان سے باطل ہو گیا جب دو چار باتوں کی غلط ہونیکا آپ کو یقین ہو گیا اور آپ کے اس رسالہ کے بعضے مضامین تو وہ ہیں کہ جو آپکے کفر پر
دلالت کرتے ہیں اگر اسی کو حقانیت کہتے ہو تو چشم ما روشن اور دانشمندان ذی علم ہی نے تمہارے کفر کا فتوے دیا ہے نہ نادانوں نے اور ہمنے تمہارے کل رسالہ
کا رد کیا ہے نہ دو چار باتوں کا کہ ناظرین اوراق قدرت خدا کا تماشا کریں کہ ہم نے تمہاری تقریر لایعنی و وسوسہ شیطانی کو کیونکر ہباءً منثورا کر دیا ہے ہمکو منصفان
فہمیدہ سے امید ہے کہ بعد ملاحظہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ہی فرمائینگے اور ابتدا میں تو یہ طمطراق اور انجام میں یہ خوف و اضطراب اگر کوئی دانشمند
ذی علم لکھتا تو ہم کو جائے شکایت بھی جو شخص ایک خط کی تین چار باتوں کے لکھنے میں اسقدر فخر و ناز کرے اور وہ بھی سراسر پوچ اور واہی اگر کسی کتاب کا جواب لکھتا
تو یقین ہے کہ زمین پر قدم نہ رکھتا ہمکو نہیں دیکھتا کہ کیونکر آزادانہ تیری جمیع ہفوات اور دلائل واہیات کو رد کرتے ہیں اور حرف بیہودہ ستائش زبان پر نہیں ہے اور یہ ہم
خوب جانتے ہیں کہ آپ خدا نہیں رسول نہیں لیکن یہ کلمات فخریہ آپکے مقبول نہیں ہیں کہ شیطان آپ کو اغوا کرتا ہے اور یہاں جواب لکھتے ہیں کہ میں خدا نہیں
رسول نہیں جو مجھ سے غلطی نہو یہ کہنا بھی آپ کا غلط ہے اسواسطے کہ بعد اسکے آپ فدک کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ سے غلطی ہوئی کہ اپنے بھائی ہارون کے
بال پکڑ کر کھینچے اور حضرت داؤدؑ نے غلط حکم دیا اور ملاحظہ فرمایئے کہ قواعد علم مناظرہ میں آپکو وقوف ہی نہیں ہے اور یہ پیش بندی جو آپنے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اگر دو چار باتوں
میں میری گرفت کریں تو آدمی سہو و نسیان سے بھرا ہوا ہے کچھ عجب نہیں کہ خطا ہوئی ہو یہ آپ کی مکاری اور پرکاری ہے چونکہ آپ پہلے ہی خود جان رہے ہیں کہ تمام
تحریر میری ایک سفسطہ محض اور مثل تار عنکبوتی کے ہے ادنے توجہ ماہران فن مناظرہ میں سب قلعی کھلجائیگی اسواسطے آپنے اس ہوشیاری کو پہلے ہی کام فرمایا ہے
یہ نہ جانتے تھے کہ اپنے مخالف سے کہاں چھوٹکر جاینگے اور ایسے آپکے کسقدر اعتراض اور استدلال ہیں کہ جن میں سے دو چار تو ضرور ہی غلط اور قابل گرفت ہیں میاں
آنکھیں کھولو اور مراقبہ و مجاہدہ شیطانی سے سر اٹھاؤ اور رسالہ کو دیکھو کہ آپکے رسالہ میں کل تین چار ہی تو باتیں ہیں کہ جسکو آپنے اسقدر طول دیا ہے رسالہ کی ضخامت
کو دیکھکر جانا ہوگا کہ میں نے کسقدر بے انتہا مقدمات لکھے ہونگے اور اگر آپ کو نظر ثانی کا اس رسالہ پر اتفاق نہیں ہوا ہے تو کیا مضائقہ ہے بندہ درگاہ نیابۃً دیکھکر عرض کرتا
ہے کہ اول حفظ قرآن کا ذکر ہے اور اسکی تحریف کا اور کچھ صحابہ کے فضائل کا اور بعد اسکے بداء اور تقیہ کا ذکر ہے اور خط میں مقدمہ کلثوم اور رقیہ دختران خدیجہ زوجہ رسول خدا
صلعم کا اور نکاح حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہراءؑ کا اور بعد اسکے فدک کا ذکر ہے اب فرمائیے کہ جب اسمیں دو چار باتیں تو آپکے نزدیک بھی غلط ہیں تو پھر وہ صحیح کیا رہا
ایک مختصر خط جناب ممدوح کے جواب میں جو مثل نامۂ اعمال اپنے کے ایک دفتر سیاہ کیا ہے کوئی بات ٹھکانے کی بھی ہے اکثر مضامین منحوس اپنے بلا سند خلاف طریقہ علماء
مناظرہ کے لکھکر دل اپنا خوش کیا ہے اور جسوقت آپ یہ اوراق ملاحظہ فرمائینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب خوش فعلیاں آپکی مبدل برنج ہو جائینگی قال الشیخ لا شعری
القصہ اہل انصاف سے امید ہے کہ قطع نظر پریشانی تقریر اس رسالہ کے دعووں اور دلائل پر حرف گیر نہوئیں بلکہ آفریں اور تحسین سے پیش آویں اور اگر بہ نسبت انبیاء مرسلین
و بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھکر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں بناچاری
بغرض الزام شیعہ آگیا ہے اسکا بار انہیں کی گردن پر ہے یہ سب انہوں نے کرایا ہے خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بہزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں محبت بزرگان
مذکور کو اپنی سعادت اور انکے حسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر مردمان فہمیدہ سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے پیشتر ہی شہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں **اقول**
تماشا ہے اہل انصاف کہ دیکھیں اس تقریر لایعنی اور تحریر بے معنی اس بے معنی کو اور نفریں اور ملامت کریں اس لچر اور پوچ عبارت پر یا تو وہ دعوے ہمہ دانی اور یا
نادانی سو آپکے رسالہ میں سوائے اسکے اور کیا ہے دعووں اور دلائل کے اعتراضات کو پریشانی کی علت سے بچایا اور دعووں اور دلائل کے اعتراض کو منت سماجت
مچھر ملایا اب اہل انصاف بجائے تحسین و آفریں طعن و ملامت یاد کریں تو بجا ہے اور کیونکر بنیں آئیں اہل انصاف تحسین و آفریں سے تیری تحریر پر جسوقت تیری تحریر
مجنونانہ ہو اور بعضی فقرات منجر بکفر ہوں اے بے شعور عقل سے مجبور وہاں تو ہر پہلوی تقریر کی گرفت کا خواستگار اور یہاں تقریر اول سے بیزار کسکو درست اور کسکو

نادرست تصور کیا جائے بجز اسکے کچھ خیال میں نہیں آتا کہ آپ شراب تعصب کے نشہ میں ایسے مدہوش ہوئے ہیں کہ فرق سر و پا اور نیک و بد کا باقی نہیں رہا ہے مجنونانہ جو زبان پر آیا کہدیا اگر کچھ پاس دین و ایمان کا ہوتا تو خیال میٹیں و بیس کا رہتا آپکی دروغگوئی کے اثبات کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ دروغگو را حافظہ نباشد اور اس علامہ کی نسبت صاحبان انصاف سے امید انصاف کی رکھنی گویا اپنے ہاتھ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنی ہے اور اس بیرنا بالغ کو کس آفت نے گھیرا ہے کہ ایسے نامعقول تحریر کا طالب جواب ہے نعوذ باللہ منہا محبت ثلاثہ اور عداوت شیعیان علیؑ بن ابیطالب نے اس ناصبی کو ایسا نابینا کیا ہے کہ خود مقر ہے کہ شیعوں کی ضد میں میں نے اہانت انبیا کرام اور اہل بیتؑ کی کی ہے اسکے نزدیک شیعوں کی ضد میں اگر نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کی نسبت بے ادبی کریں اور نصاریٰ کی ضد میں حضرت عیسیٰؑ کی اہانت بیان کریں تو اہل سنت کے نزدیک سب درست ہے سبحان اللہ کیا خوب مذہب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ بار اسکا شیعوں کی گردن پر ہے اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ گناہ تو کرے تو اور اسکے عقاب میں شیعہ گرفتار ہوں اسکو کونسا عقیل پسند کریگا اور معلوم ہوا کہ اہل سنت کا جو قرآن پر عمل نہیں ہے تو شیعوں ہی کی ضد میں نہیں ہے قرآن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور یہ کہتا ہے کہ میں نے جو اہانت انبیا و اہل بیت علیہم السلام کی کی ہے اسکا گناہ شیعوں کی گردن پر ہے اور سوائے اسکے اور بہت امور شرعیہ ایسے ہیں کہ اہل سنت نے شیعوں کی ضد میں انکو ترک کیا ہے جیسے کہ انگشتری دست راست میں رکھنا اور قبر کا مربع بنانا اور ائمہ معصومین تنہا درود انکا بھیجنا اور خود ہی لکھتے ہیں کہ ہمنے اسواسطے ترک کیا ہے اور اس شیخ نجدی نے تو سب کے کان کترے کہ انبیا اور اہل بیت کی بدگوئی کو شیعوں کی ضد میں درست رکھا ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی بھی نعوذ باللہ بے ادبی ایسے تو کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ سے قبیح کے صادر ہونے کو تو جائز ہی جانتے ہیں چنانچہ کتب معتبر انکی ایسی خرافات کی شہادت دے رہے ہیں اور تہمت بدا فی المعنا لغیر کے ناحق آپنے دی ہے اب یہ نصیبت آپ ہی پر ٹوٹی شیعہ بیچارے تو ہمیشہ اس تہمت سے بری اور اس عقیدہ فاسدہ سے جو مکنون اہل سنت کا ہے بیزار ہیں اور استغفار کرتے ہیں اپنی کلچھن اور انکو لگاتے ہو اور جس بات میں آبروی ثلاثہ بچتے دیکھی اور انکی عیب پوشی کے لائق پایا اسی کو لے دوڑے اسمیں خواہ خدا تعالیٰ کی بے ادبی ہو خواہ انبیا اور اہل بیت کی اہانت ہو نہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا خیال آیا اور نہ انبیا کے مراتب کا اور اہل بیت بیچارے تو کسی شمار ہی میں نہیں ہیں کہ وہ تو بسبب عداوت شیعیان زیر مشق ہیں بلکہ دشمن دکھائی دیتی ہیں اور جتنے محبت ثلاثہ میں جو کلمات اہانت بہ نسبت ان حضرات کے آپ سے سرزد ہوئے ہیں اسکی آپ خود مقر ہوئے ہیں گو بظاہر لوگوں کے دکھانے کو اور شرم کے مٹانے کو دفع دخل اسکا آپنے کیا ہے مگر وہ تو آپکے نامۂ اعمال میں ثبت ہو چکے ہیں ہرچند آپکا یہ عذر باطل ہے کہ وبال اسکا شیعہ بیچاروں پر ہے اور یہ مزعوم آپکا مطابق مزعوم آپکے پیشوائے عالی مکان معاویہ ابن ابی سفیان کی ہے کہ جس وقت حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں معاویہ پلید بزید خلیفہ حق یعنی امام صدق اہل سنت کے مریدوں کے ظلم سے شہید ہوئے تو عمرو عاص نے کہا کہ قاتل عمار کا دوزخ میں جائیگا کیونکہ حدیث نبوی مجھکو یاد ہے کہ حضرت فرماتے تھے کہ عمار بہشت میں ہے اور قاتل اسکا دوزخ میں یہ بات سنکر آپکے پیشوا معاویہ نے کیا فی البدیہہ جواب دیا مطابق آپکی رائے اور تقریر کے کہ قاتل عمار کا علی ہے نہ وہ اسکو اپنے ہمراہ لاتا نہ وہ مارا جاتا حضرت علیؑ نے سنکر فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو معلوم ہوا کہ قاتل امیر حمزہ کے جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ وہ انکو ہمراہ اپنے لیجاتے نہ وہ شہید ہوتے سو آپنے پیروی کی بدشگنی کے واسطے اپنی ناک کاٹی ہے اسکا وبال آپ کی ہی گردن پر ہے اور ابد الآباد اسمیں آپ خوف رہیں گے اور نسبت محبت اہل بیت اطہار کی اور بد عقیدگی سے انکی بیزار ہونا جو آپنے ظاہر کیا ہے یہ دعویٰ آپکا محض لسانی ہے آپکو محبت اہل بیت کرام سے موت آتی ہے اگر خالص محبت ذریت رسول مقبول ہی کرتے تو اصول و فروع میں انکی پیروی کرتے پھر یہ خنے دین پسندیدہ میں کیوں پڑتے اور زید اور بکر کو ہر بار منہ پر کیوں لاتے کیا محبت اہل بیت طاہرین کی یہی معنی ہیں کہ جناب باری تو کلام مجید میں انکو معصوم فرمائے اور تم برعکس اسکے انکی نسبت عقیدہ فاسدہ رکھو چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا یعنی سوائے اسکے نہیں کہ چاہتا ہے اللہ کہ دور کرے تم سے پلیدی کو اے اہل بیت محمد صلعم اور پاک کرے تم کو خوب پاکیزہ کرنا اب بدیدہ بصیرت دیکھ لیجیے کہ وہ مزعوم آپکا خلاف حکم خدا ہے یا نہیں اللہ جل شانہ نے اس تھوڑی سی عبارت میں کسقدر لطف و کرم فرما کر کس درجے توصیف ان حضرات کی فرمائی ہے قربان ہو جاؤں میں اس لطف و کرم کے کہ اپنے حبیب کی اہل بیت کو بنظر شفقت یوں فرماتا ہے کہ اے اہل بیت ہم چاہتے ہیں تمکو پاک کرنا جمیع پلیدی سے اور کیسا پاک کرنا کہ جو حد پاک کرنے کی ہے اور یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا کس اعلیٰ درجہ کا توجہ آمیز کلمہ ہے کہ ایک ایک حرف سے اسکے وہ چاشنی شفقت خداوندی ٹپک رہی ہے کہ تشنگان وادی محبت کے لئے قوت تازہ اور سیرابی بلا اندازہ حاصل ہوتی ہے اور یہ شفقت آمیز کیوں نہو کہ روز ازل سے انکو خاص نور محمدی سے پیدا کر کے مقرب بارگاہ صمدیت قرار دیا تھا انمیں پلیدی اور نجاست معاصی کیسے ہوتی یہ ارشاد تو محض اتمام حجت مریضان حسد کے لئے صادر ہوا ہے تاکہ وہ لوگ متنبہ ہو کر اپنے مرض کو دور کریں مگر وائے بری قساوت قلب کہ اپنے مزعوم فاسد سے باز نہ آئے اور اس آیت کے شرف میں اعدا اہل بیت نے ازواج رسول خدا صلعم کو داخل کرنا چاہا اور بہت ہاتھ اور پاؤں مارے مگر راہ مقصود تک نہ پہنچ سکے چنانچہ ذکر اسکا انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بعد اسکے اس شیخ کے قول کے رد میں آئیگا جس جگہ کہ آیت تطہیر کو ازواج کی شان میں لکھیگا اب ملاحظہ فرمائیے کہ منکران عصمت اہل بیت کے جناب باری عز اسمہ نے کیسی

گردن توڑی ہی گمرہاں آپکو تو معانی قرآن سے اور اُسپر عمل کرنے سے کچھ کام نہیں ہے آپ تو کثرتِ تلاوت بے معنی سے کام رکھتے ہیں چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالی یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائیگا مگر ہم فخر و مباہات کرتے ہیں عقیدۂ حقہ اثنا عشریہ پر کہ جمیع ائمہ اطہار ذریت حضرت خیر الانام کو معصوم سمجھتے ہیں اور کیوں فخر و مباہات نکریں اپنے عقیدۂ حقہ پر کہ مطابق قرآن مجید کے ہے عقیدہ اُنکا اور پیروان خاص اُنہیں حضرات کے ہیں جو کہ وارثان علوم رسول مقبول صلعم ہیں اور روا ہے اُس گروہ بے شکوہ پر جو ایسے صراط مستقیم کو چھوڑ کر بہ تلبیس ابلیس لعین بکر و زید کی تقلید کا پٹہ کہ جو جہلا تھے اپنی گردنوں میں ڈالکر بادیہ ضلالت میں سرگرداں ہیں کہ خسر الدنیا والآخرہ انہیں لوگوں کی شان میں ہے اور جھوٹا دعوی لسانی لوگوں کے دکھانے کو محبت اہل بیت کا کرتے ہو اور جن بزرگیوں سے یہ مشرف ہوئے ہیں اُنکو بدلائل نامعقول منقطع کرتے ہو اور روایات فضائل اُنکے کی تکذیب اور تضعیف کرتے ہو اور ثلاثہ کی نسبت جن بزرگیوں سے کہ اُنکو بہرہ نہیں ہے بہ تکلف و براہین فضول اُنمیں ثابت کرتے ہو اگر اسی کو آپ کے مذہب میں محبت کہتے ہیں تو ایسی محبت کو سلام ہے البتہ دعوی محبت ثلاثہ آپکا بجا اور درست ہے کہ اُنکے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہو کہ جیسا بلّی گوہ کو چھپاتی ہے اے نادان بھائیو کچھ تو غور کرو کہ تمہارے بزرگوں نے تو باوجود اسقدر تاکید شدید جناب باری عز اسمہ کے اہل بیت کرام کو قائم رکھا ہی نہیں کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے شرف و منزلت اُنکا رسول خدا صلعم کے زمانہ میں دیکھا تھا اور آیات بیّنات خاص اُنہیں کے متنبہ کرنے کو جناب باری نازل فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یعنی وہ روضات جنت وہ ہیں کہ خوشخبری دیتا ہے خدا بندوں اپنے کو جو کہ ایمان لائے ہیں اور عمل کئے ہیں اُنہوں نے نیک اور ایمان اور عمل صالح کے ساتھ واسطے حاصل ہونے روضات جنت کے یہ فقرہ بھی بعد اسکے بڑھایا کہ اگر وہ نہوگا تو بہشتیں حاصل نہونگی اور وہ یہ ہے کہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ یعنی کہہ تو اے محمدؐ کہ نہیں سوال کرتا ہوں میں تمسے رسالت اور بشارت کے پہنچانے پر مگر دوستی کرنے اپنی قرابتوں میں کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں کہ اُنسے دوستی کرو اور بعد اسکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا یعنی اور جو کوئی کماوے نیکی کو کہ وہ محبت اہل بیت ہے تو زیادہ کرینگے ہم واسطے اُسکے اُسمیں نیکی کو کہ ثواب چند در چند عطا کرینگے اب ملاحظہ فرمائیے کہ جناب باری نے ایمان کے ساتھ کیا کیا قیود اور شرائط لگائے ہیں کہ جب یہ سب پوری ہو جائیں تو اُسوقت یہ بشارت فیض اشارت بہشت کی راست آتی ہے یہ نہیں کہ صرف ذاتِ خدا اور رسول کو مان لیا اور عمل صالح نکئے اور عمل صالح بھی کئے مگر محبت اہل بیت رسول صلعم سے نرکھی تو وہ بشارت جو دیگئی ہے صاحبان ایمان کو کافی نہوگی سو مودّت پیغمبر کی ذوالقربے کی بھی ضروریات ایمان سے ہے جب تک یہ پوری نہو جائے ایمان کامل نہیں ہو سکتا کیونکہ جناب باری نے اجر رسالت جناب سرور کائنات اس محبت کو قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رسالت وہ رکن اعظم ہے کہ جسپر بنیاد دین اسلام کی رکھی گئی ہے اگر رسالت نہوتی تو دنیا میں کوئی متنفس ایمان سے بہرہ ور نہوتا پس محبت اہل بیت اُس رکن اعظم کا صلہ ہے اسواسطے جناب باری عز اسمہ نے مودّت کو ایمان کی شرط گردانا ہے اور بہشت کو اُسکی جزا مقرر کیا ہے اب ذرا چشم انصاف کو کھولکر دیکھو کہ کیا یہی شرط محبت ہے کہ حضرت سیدۃ نساء العلمین پارۂ جگر خاتم المرسلین صلعم کو اُسکے حق سے محروم کریں اور وہ فاطمہ کہ جسکی شان میں کثرت سے حدیثیں اُسکی مناقب کی کتب فریقین میں موجود ہیں اور وہ مظلومہ تو دعوی پیش کرے اور عمال ریاست دنیا اُسپر تہمت دروغ کی رکھکر اُسکے دعوے کو رد کریں اور اُسکو رنج اور آزار پہنچائیں اور اُسکو ایسا غضبناک کریں کہ تا دم واپسیں پھر وہ مظلومہ اُنسے کلام نکرے اور یہ سب مفصل انشاء اللہ تعالی بعد اسکے فدک کے ذکر میں آئیگا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ایذا دینا فاطمہ کا مجھکو ایذا دینا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ سو بموجب آیت شریفہ اور قول رسول مقبول صلعم فاطمہ زہرا کے ایذا دینے والے پر خدا تعالے نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے تمہارے چھڑانے اور بات بنانے سے کیا ہوتا ہے وہ تو ایک مرحلہ ہو چکا اسمیں بھلا ہمارا اور تمہارا کیا چارہ چلتا ہے اگر کسی شیعہ بیچارہ نے کوئی بات اپنے منہ سے نکالی ہوتی تو جائے شکایت تھی وہ تو محض پیروی حکم خدا میں بدنام ہیں ان بیچاروں سے عداوت کرکے ناحق اپنے دین اور ایمان کو تم کھوتے ہو ہائے افسوس جنکے پیشواؤں کا محبت ذوالقربے میں یہ حال ہو کہ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کا وہ مصداق ہوں اور اُنکے پیرو محبت ذوالقربی کا شیعوں کے منہ چڑھکر دعوی کریں اور امید بہشت کی رکھیں کونسا عقیل اُنکو نادان نہ سمجھیگا اور ایسی ہی پیروی اہل بیت کی نہیں کرتے ہیں اصول میں فروع میں اور جب اُنکی پیروی نہ کی تو قرآن شریف کی بھی پیروی نہ کی اسواسطے کہ بموجب حدیث ثقلین جو کہ تفسیر قرآن کی ہے وہ اُنکے ہی پاس ہے اور اللہ تعالی نے اُن حضرات کو محض احکام رسانی اپنی ہی کیلئے تو پیدا کیا ہے کہ جو احکام جناب رسول خدا صلعم خدا کے یہاں سے لائے ہیں اُنکو یہ پہنچاتے رہیں اور اسیواسطے کلام مجید کو آپنے اُنکے سپرد کیا ہے اور بلا عمل صرف پڑھنے اور حفظ کرنے کے واسطے نازل نہیں کیا ہے سو مطلب قرآن کو اُنکے پاس سے لینا اور سمجھنا چاہئے اور اگر شیعوں کی ضد میں اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کا اور قرآن کے سمجھنے کا ارادہ نہیں ہے تو تو ہم کہتے نہیں ہیں ہماری نہ مانو اپنے رسول کی تو مانو کہ وہ فرماتے ہیں مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجَىٰ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ یعنی مثال اہل بیت میری کی تم میں مثل کشتی نوح کی ہے جو کوئی سوار ہوا اُسمیں نجات پائی اور جس نے تخلف کیا اُس سے وہ غرق اور ہلاک ہوا پس اب تو ہمکو یقین کامل ہے کہ اگر کچھ بھی مایہ سعادت باقی ہے تو اُس کلام خدا اور حدیث مقبول فریقین کو سنکر اپنے عقیدۂ فاسدہ سابقہ سے

بیزار ہوکر یقین کامل حاصل کرچکے اور حق سے منہ نہ موڑو گے اور یہ بڑا ماننے کی بات نہیں ہے حق کو جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے محض قبول کرنیکے واسطے ہی پیدا کیا ہے حق سے انکار
کرنا نادانوں کا شعار ہے اسکو بھی کوئی نہ سمجھے تو اسکو خدا سمجھے ہمارا کام کہنے کا تھا سو کہہ سُنایا وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ **قال الشیخ الاشعری** ہاں بوجہ بے سروسامانی احقر
کسی شیعہ کو نقل روایات میں کچھ تامل ہو تو چند وجہ سے بجا ہے اول تو کتب شیعہ کسے میسر سنیوں کو کیا غرض جو فراہم کریں شیعوں کو بحکم مثل مشہور اَهْلُ الْبَيْتِ أَدْرَىٰ بِمَا فِيهِ
یعنی گھر والے گھر کی بات کو خوب جانا کرتے ہیں بلحاظ خوبی مضامین سنیوں کے دینے میں دار و گیر طعن و تشنیع کا اندیشہ پھر کوئی سُننے والے تو کہاں سے لائے جو کوئی روایت مفید مطلب
شیعیان کسی رسالہ میں درج کی جائے **اقول** اگر بے سروسامانی تجھکو حاصل تھی اور کتاب شیعہ تجھکو میسر نہیں ہو سکتی تھی تو کس واسطے تو نے جھوٹی باتیں لکھنے کو یہ بار گراں اپنی
گردن پر رکھا اور معلوم ہوا کہ جھوٹی روایتیں تو نے شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں اپنے جی سے بنا کر اور اس رسالہ میں اپنی کوئی روایت آپنے کتب شیعہ کی مندرج نہیں فرمائی
کہ اسکی صحت و دروغ میں تامل ہو اور محض دروغ اور تقریر پریشان اور تحریر بے سروسامان بازاری عامیانہ سے اپنے نامۂ اعمال کی کاغذ سیاہ کئی ہیں آپ خاطر جمع رکھئے -
ماشاء اللہ اس علم مناظرہ سے اللہ تعالیٰ نے آپکو بے بہرہ رکھا ہے اور جب کوئی روایت سُنی سُنائی یا کسی کتاب میں سنی مذہب کی دیکھی دکھائی درج بھی کی ہے تو وہ کسی وجہ سے
اعتبار نہیں رکھتی ہے اول تو یہ کہ آپ خود منکر ملاحظہ کتب شیعہ ہیں اور دوسرے یہ کہ آپکے مذہب کے کل مصنفوں کا طریقہ مستمرہ ہے کہ جب اعتراضات شیعوں سے گلو خلاصی تلاش نظر نہیں
آتی تو مضامین مزعومی اور مفروضی لکھکر اور کسی کتاب کا حوالہ دیکر لکھدیتے ہیں کہ یہ کتاب شیعہ کی ہے اور اسمیں یہ لکھا ہے چنانچہ کوئی کتاب تصنیف سنی اس علم میں ایسی نہیں
ہے کہ جسکا جواب مدلل شکن جانب شیعہ سے نہ لکھا گیا ہو اور ان روایات مندرجہ کی قلعی نہ کھولی گئی ہو اور دروغ اور بہتان مصنفین پایۂ ثبوت کو نہ پہنچایا ہو سوا ایسی روایات
نقل بنقل کا مندرج رسالہ کرنا سوای نادانی اور پشیمانی مصنف رسالہ اور کچھ نہیں ثابت ہوتا اور عدم تیسیر کتب شیعہ تقریر لغو جو آپنے بت بنائی کی ہے وہ محض آپکا
دروغ اور بہتان ہے اور فضل الٰہی سے کتب شیعہ کو بکو اور خانہ بخانہ شائع اور ذائع ہیں لیکن کتب شیعہ قابل اعتراض ہرگز نہیں ہیں اور جسکو اہل سنت اعتراض کہتے ہیں وہ
حقیقت میں اعتراض نہیں ہوتا اور قابل اعتراض کتب اہل سنت ہیں کہ شیعہ ان کتابوں میں دیکھکر طرح طرح کی اعتراض خلفاء ثلاثہ پر کرتے ہیں اور غرض واسطے جمع کرنے کتب خصم
کے واسطے تحریر جواب کے ہوتی ہے سو جو اعتراضات کہ شیعہ خلفاء ثلاثہ پر کرتے ہیں اسکا جواب اہل سنت کتب شیعہ سے حاصل نہیں کر سکتے جیسے کہ شیعہ کتب اہل سنت سے اہل سنت کو جواب
دیتے ہیں پھر جب مقصود اہل سنت کا کتب شیعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا تو وہ کتب شیعہ کو کاہیکو جمع کرینگے اور کتب شیعہ کے دیکھنے کی ممانعت بھی ہے کہ ایسا نہو کہ ثلاثہ کے عیوب دیکھکر
مذہب میں تزلزل آجائے اور اسی واسطے واعظین کو اہل سنت کے مذہب میں ممانعت ہے حسنین علیہما السلام کے مقتل اور صحابہ کے نزاعوں اور جھگڑوں کے ذکر کی کہ اسمیں صحابہ سے
بغض ہو جائیگا لوگوں کو انکا حال سنکر چنانچہ صواعق محرقہ میں قول امام غزالی کا لکھا ہے کہ وَيَحْرُمُ عَلَى الْوَاعِظِ وَغَيْرِهِ ذِكْرُ مَقْتَلِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَمَا جَرَىٰ
بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ التَّشَاجُرَاتِ وَالْمُنَازَعَاتِ لِأَنَّهُ يَجُرُّ إِلَىٰ بُغْضِ الصَّحَابَةِ اور طعن اور تشنیع تو اہل سنت شیعوں پر کیا کرینگے کہ شیعوں کے اعتراضوں کے جواب ہی سے آجتک
اہل سنت کو فرصت حاصل نہیں ہے اور اہل سنت بخوف اس امر کے بھی کتب شیعہ کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ جمع کرتے ہیں کہ ایسا نہو کہ کہیں مطلب کو سمجھ کر مذہب حق کہ جو مذہب شیعہ
ہے وہ قبول کرنا پڑے اسکے مطالعہ سے بے نصیب ہو جاتے ہیں اور بقول آپکے سنیوں کو تو کتب حقہ شیعہ کی فراہم کرنے سے کچھ غرض نہیں ہے اور انکے مطالعہ سے باغوای شیطان محروم
ہے تو پھر دعوی مناظرہ کرکے میدان میں آنا اور اس بارہ میں کاغذ سیاہ کرنا بڑی دلیل حماقت کی ہے اے عقل کے دشمن جب بناء دعوی ہی غلط ہو گیا تو اسکی سرسبزی کا امیدوار
ہونا سوای مردمان بوالہوس کے اور کسیکا کام نہیں ہے اور کتب فروع حقہ شیعہ مثل کتب سنیان بوالفضول نہیں ہیں کہ کوئی مضحکہ کرے دیکھو شرح وقایہ وغیرہ کتب فقہیہ میں
کہ مذہب امام اعظم اہل سنت کو کیا مضحکہ طفلاں تحریر کیا ہے نماز کہ جو رکن اعظم عبادت اسلام ہے اسکی کیا خرابیاں کی ہیں کہ نبیذ سے وضو کرنا اور بجائے قرأت دو برگ سبز
کہنا فارسی میں اور سجدہ میں مثل ٹھونگ مارنے کوے کے اکتفا کرنا اور سلام کے عوض گوز مارنا اور پوست سگ کو بمقدار کف دست نجاست میں آلودہ کرکے پہننا اور اس نجس سے
نماز پڑھنی چنانچہ علماء شافعیہ نے بھی محمود غزنوی کے سامنے اس نماز کو امام اعظم کی اداکرکے مذہب حنیفہ سے اسکو بیزار کر دیا تھا اور یہ سب تواریخ علماء اہل سنت میں لکھا ہے اور
ایسا ہی کلام بڑے پیر جی صاحب کا ہے کہ جسکو دیکھکر ہر وضیع و شریف خندہ زن ہو غنیۃ الطالبین میں علاوہ دیگر خرافات کے قصہ رنگیاں اور تماشا دکھلانا حضرت سرور
کائنات کا اپنے کندھے پر سوار کرکے بی بی عائشہ کو اور مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو کے سامنے ایک شخص فخریہ یہ قصہ بیان کرتا تھا کہ میرا گزر ہوا اور میں نے ڈانٹا اور کہا کہ کہاں گئی شرم
اسلام اور دین و ایمان تیرا کہ ایسی تہمت معصوم کے ذمہ لگاتا ہے اور ایک مضحکہ خلاف مذہبوں کو یاد دلاتا ہے اور یہ بڑے پیر وہ صاحب ہیں کہ جنکی گردن پر جناب رسالتمآب شب
معراج پاؤں رکھکر آسمانوں پر گئے تھے تعجب ہے ان نادانوں کی سمجھ پر کیا کیا مزخرفات ایسے دین پسندیدہ اسلام میں شامل کرکے خندہ طفلاں بنایا ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ اپنی تکمیل
اوروں کو لگاکر اپنے عیوب کھولتے ہیں ورنہ خدا آگاہ ہے کہ ہمارا ارادہ کسیکی پردہ دری کا نہ تھا - بلکہ عیب پوشی کی نیت سے خداوند کریم ان دشمنان دین کو سمجھ **قال الشیخ الاشعری**

اگر فرض کرو کہ ملیں بھی تو مجھ سے بے سر و سامان کے ملنے کی تو کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ اپنی کتابیں جب پاس نہوں تو دوسروں کی کتابیں کیا ہونگی تیسری نقل مشہور المرء یقیس علی نفسہ شیعوں کی دروغ مذہبی نے شیعوں کے نزدیک سنیوں کا اعتبار بھی نہیں رکھا ہی پھر حسب مثل مذکور اگر شیعہ اس سنی مشرب کو جھوٹا سمجھیں تو سمجھ کی بات ہے بالجملہ بوجوہ مذکورہ خاص کر وجہ قول سبات میں کسی شیعہ کو تامل ہو تو بجائے خود ہی سو اسلئے یہ داستان باز بھی عرض پرداز ہے کہ الصدق ینجی و الکذب یہلک یعنی سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں تباہی ہو واقعی اس بے سر و سامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا **اقول** ہم تو پہلے ہی آپ کی بے سر و سامانی اور کم مائگی کا یقین رکھتے تھے کہ آپ بقول شخصے پڑھے نہ لکھے نام کو محمد فاضل خون لگا کر شہیدوں میں ملا چاہتے ہیں مگر بقول شخصے حق بر زبان جاری ہوا الحمد للہ علی احسانہ اپنی ہی زبان سے آپنے اقرار عدم مطالعہ کتب حقہ کر لیا صاحبان انصاف بجائے خود سمجھ گئے کہ یہ تقریر و تحریر آپکی بے دیکھے بھالے ہے سنی سنائی کا اعتبار سوائے جہلاء بدشعار اہل علم کب کرتے ہیں صرافان بازار معنی کو کلام کی کسوٹی پر کھوٹ آپکا ظاہر ہو گیا اور صداقت کلام آپ کا پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گیا پہلے ہی اگر آپ نے تئیں منکہ مشغول و مہربانم نہ لکھتے تو یہاں تک دوسری خامہ فرسائی کیوں کرنی پڑتی ہاں اسپر دانا کند کند ناداں لیکہ بعد از خرابی بسیار انجام کو سچ سچ اور جھوٹ جھوٹ ظاہر ہو گیا آپکے پاس جب اپنی کتابیں بھی نہیں ہیں تو واقعی میں کتب حقہ تو کہاں حرام الکتب حقہ اس صورت میں ایک دھوکہ بازی ہے اور سچ یہ دھوکہ بازی آپکے مذہب کی ایک سنت سنیہ بلکہ واجبہ ہے کیونکہ یہ طریقہ کچھ جدید اپنی طرف سے آپنے ہی نہیں نکالا ہو کیا ہی بلکہ بزرگان اسلاف سے مروج چلا آتا ہے جب اعتراضات شیعوں سے تمہارا قافیہ تنگ ہوتا ہے تو اس وقت ایک دو روایت بجوڑی لکھکر اور کتب شیعہ کا حوالہ دیکر اپنی گلو خلاصی کرتے ہو جیسے کہ مولوی عبد العزیز صاحب و نصر اللہ کابلی وغیرہ نے کیا ہی انجام کو محققین فضلاء شیعہ کے ہاتھ سے ویسی ہی اپنی پردہ دری کرائی آپنے یہ نقل اپنے حال کے بالعکس لکھی ہی کہ الصدق ینجی و الکذب یہلک آپکے حسب حال تو الکذب ینجی و الصدق یہلک موزوں تھا کیونکہ جھوٹ میں آپکا بچا چھوٹنا ہی اور سچ میں آپکی تباہی ہی اور راستی اور درستی مذہبی شیعوں کی کلام مجید و اہل بیت کی پیروی اور محبت کی جہت سے موافق مضمون حدیث ثقلین کے ظاہر اور ہویدا کالشمس فی وسط النہار ہی مگر آپنے جو لفظ دروغ نسبت شیعیان آل اطہار درج اوراق کیا ہی وہ یہ ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ جیسا درس ویسا برس جیسے آپ تھے ویسا ہی شیعوں کو اپنے اوپر قیاس کیا مگر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہاں نور کجا نار ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا حق حق ہی اور باطل باطل ہی دونو کو یکساں قیاس کرنا سوای نادانوں کے کسیکا کام نہیں ہے اور جھوٹ آپکا کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جنکے تم پیرو ہو انشاء اللہ تعالی بعد اسکے واضح ہو جائیگا البتہ اسقدر سچ ہی کہ سنیوں کا اعتبار شیعوں نے کھو دیا سو مہربان من اسمیں شیعہ بیچارے ناچار ہیں کہ حق بات ظاہر کرنے شیعوں پر واجب ہے اور حق ظاہر ہو جاتا ہے تو قاعدہ ہے کہ باطل کا اعتبار جاتا رہتا ہی اسمیں شیعوں نے آپکے پیشوایان سلف کے تو دھری ڈھکی رکھی ہی نہیں ہے راستبازی میں اور صاف گوئی میں آپکا ملاحظہ کر بیگی عدم مطالعہ کتب حقہ نے آپکی جمیع تحریر مکر و تزویر کی آبرو کو پایۂ اعتبار سے ساقط کر کے خاک سیاہ کر دیا ہے حضرت سلامت عیب کرنے کو ہنر چاہئے اگر بسبب بے استطاعتی خود کتب حقہ میسر نہیں آتی تھیں تو مستعار تو بہر حال ہر جگہ سے مل سکتی تھیں اُس سے اپنی کارروائی کرتے اور جو شکوک بسبب دست بردی نفوس شیطانی مانع اور مزاحم حق تک پہنچنے کے تھے اُسکو رفع کر لیتے مگر میں بھولا معاف کیجیگا آپکو تو سرے سے حق پسندی نہیں حق کی تحقیق ہی تو آپکو کمال ہی نفرت ہے اگر پسند ہوتا تو ضلالت اور گمراہی پر اسقدر اصرار کیوں کرتے آپ سے ایسی سمجھ کی بات کہنی گویا آئینہ داری در مجلس کوراں و نصیحت کردن ستوراں ہی و من یضلل اللہ فما لہ من ہاد جسکو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسکو کون ہدایت کر سکتا ہی **قال الشیخ الاشعری** پر ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا موافق مصرع ع کافی ہی تسلی کو تری ایک نظر بھی ۔ اور کتاب نہ سہی ایک تحفہ ہی بہت ہے **اقول** تحفۂ عزیزیہ کو تحفہ سمجھنا گویا اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی کا مارنا ہے اور اُسکے استدلال پر مدعی ہونا اپنی آبرو کا کھونا ہے کیونکہ آپ تو شاید واقف نہیں مگر جو صاحبان علم و فضل ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس تحفہ کے مصنف نے جو اپنی مدۃ العمر میں بمکائد نفسانی و بہتانات بے پایانی شیرازہ بندی کی تھی شیعیان آل اطہار نے بہمہ وجوہ اُسکی پریشانی کر دی یعنی ایک فقرہ کی کئی تردید اور ایک کلمہ کے گوناگون بطلان اُنہیں کی کتب معتبرہ سے ظاہر کر دیے اور بیسیوں رد اور جواب اُس کتاب کے کو بکو موجود ہیں اور جو کچھ ملمع بازی اور کارسازی اُسمیں کی تھی اِن حضرات شیعہ نے اُسکی سب قلعی کھولدی اگرچہ اُس کتاب کے مکائد عظیم تھے مگر آپ جانتے ہیں کہ خدا سے عز اسمہ کو کید کب پسند ہے کیونکہ خود اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے واللہ خیر الماکرین یعنی اور خدا بہتر سزا مکر کی دینے والوں کا ہی اور جب خدائے عز و جل اُنکو مقابلہ مکاران دنیا خیر الماکرین فرمائے تو مصنف تحفہ کس شمار و قطار میں ہیں اور اُنکے مکائد کہاں قائم رہ سکتے ہیں حضرت من یہ عروس بیا آپکی جسکو دکھلا کر آپ ناچ رہے ہیں یعنی وہ ابکار افکار شاہ صاحب جبتک حجلہ نشین خانگی یا دامن و آغوش میں مستور تھی تب تک ہی اُنکی خیر تھی اور اُسیوقت تک حسن کلام کا دعوی خاص مؤلف اور مریدان مؤلف کو زیبا تھا اور جسوقت کہ وہ بر سر بازار ہر آشنا اور بیگانہ کے ہم آغوش ہوئی پھر تو یاران مست بادہ محبت حیدر کرار اُسکو ہاتھوں ہاتھ لے اُڑے اور خوب ہی اپنے دل کی حسرتیں نکالیں اور وہ وہ کارروائیاں پردہ دری

میں کہیں کہ شاہ صاحب کا دل ہی جانتا ہوگا چنانچہ اسی رنج میں پشت بہ بہشت ہوئے عقل کے دشمن ہفوات اور بہتانات عزیزیہ عرصہ ہوا کہ مثل ہباءً منثوراً کے پراگندہ
ہو چکے ہیں اگر تجھ کو لکھنا تھا تو پہلے تحفہ کے جوابوں کو دیکھ لیا ہوتا اور جواب اُسکا سوچ لیا ہوتا تب کچھ لکھا ہوتا لیکن تو نے اُس کلام مردود ہی پر اکتفا کر کے اپنی آبرو کو کھو دیا اور
اُسکے متن اور حواشی کے دعووں سے اپنی تحریر کو بیکارہ کر دیا کاش اپنی ہی جانب سے استدلال کا دعویٰ کرتے تو گو عقیل تو طرز تقریر سے آپکے علم و فضل کو جان ہی جاتے مگر
تاہم بادی النظر میں عوام کالانعام کو تا حین مطالعہ آپکے رسالہ کی کسیقدر رسائی رہتی لیکن کیا اور کرنہ جانا اپنے ہاتھوں سے شیخ چلی کا سا گھر بنا بنایا بگاڑ ڈالا اور تحفہ ایک
تقویم پارینہ تھی جسکے کل استدلالات منسوخ اور مردود ہو چکے ہیں اُسپر دعویٰ آپکا محض خام خیالی آپکی ہی **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ مؤلف تحفہ حجۃ اللہ فی العالمین
خاتم المحدثین والمفسرین زبدۃ المتکلمین عمدۃ المناظرین مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے نام کے سُنّی تو دیوانہ ہیں پر علماء شیعہ بھی جاہلوں کو میں نہیں کہتا اُنکے تبحر و تحقیق
کو بنسبت دونو مذہبوں کے اپنے دل میں تو خوب ہی جانتے ہیں زبان سے کہیں یا نکہیں جو روایات کتب شیعہ میں سے اس رسالہ میں منقول ہوئی ہیں ماخذ اُسکا یا متن تحفہ
مطبوع یا اُسکے حواشی ہیں جو غالباً تمہیں معلوم ہوتے ہیں **اقول** صاحب تحفہ اگر حجۃ اللہ فی العالمین ہیں یا خاتم المحدثین ہیں تو اہل سنت کے نزدیک ہونگے اور شیعہ تو
اُنکو اکذب الکاذبین جانتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنی کتاب تحفہ کو سینکڑوں دروغوں اور بہتانوں سے پر کیا ہے اور نہ یہاں کسی کے تبحر سے کام ہے یہاں تو حق گوئی سے
مقصود ہے اور حق گوئی اُنمیں ہرگز نہ تھی اور دعویٰ تبحر شاہ صاحب میں جو دروغ کو آب و فروغ دیتے ہیں یہ محض آپکی یاوہ گوئی ہے کہ شاہ صاحب کا حال تبحر ظاہر
ہو چکا ہے کہ علماء شیعہ نے اُنکی تحقیق اور تصانیف کی کیا کیا تردید کی ہے اور کیا کیا کذب و دروغ اُنکا ظاہر کر دیا ہے کہ جسکا جواب آج تک اُنکے کسی اہل نحلہ سے بن نہ آیا بلکہ
علماء اہل سنّت خود جوابات شیعہ دیکھکر اپنے دل میں سمجھ گئے گو زبان سے نہ کہیں کہ شاہ صاحب نے محض براہ عام فریبی اور دھوکا دہی کتب شیعہ کا حوالہ دیا تھا اور
کتب شیعہ میں اُن روایات کا وجود بھی نہیں جن بعضی روایتوں کا کہ حوالہ دیا ہے آپنے ناحق اُنکی تعریف اور توصیف میں تضییع اوقات کی مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار
گوید اُنکے حالات سے ہم خوب واقف ہیں کہ مثل اُنکے دروغگو مفتری کون ہوگا کہ خاص اسی تحفہ میں صدہا دروغ لکھے ہیں کہ کچھ اُنمیں سے بعد اسکے مذکور بھی ہونگے اور
شیعوں پر بہتان باندھے ہیں کہ جسکی پیروی میں آپ بھی عرق ریزی کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسکے جواب میں اُنکا اور آپکا حال کھل جائیگا مگر آپ بڑے پرکار
سلیقہ شعار معلوم ہوتے ہیں کہ بظاہر دوستی میں آپنے جال دشمنی اُنکے واسطے بچھایا ہے کہ گڑے مُردوں کو گور سے اُکھڑوایا ہے کہ کوئی بُرا کہیگا تو اُنکو کہیگا نہ مجھکو کہ میں تو اُنکے قول
کو نقل کرتا ہوں ہمکو بھی آپکی خاطر عزیز ہے خوف نہ کیجے مثل آپکے میں دہن دریدہ نہیں ہوں گو بظاہر تحریر میں تتبع آپکا ہی مگر بات ٹھکانے کی کہتا ہوں منصفان فہمیدہ آپکی
گفتگو لایعنی اور کلمات ناموزوں کو میری تقریر برجستہ کے ساتھ موازنہ کر کے خود واہ واہ کہدینگے کہ اسکی راستگوئی میں شک نہیں ہے ایسے نادان شیعیان علی بن ابی طالب
علیہ السلام صاف گو راستباز سخت گیر ہیں سچ بات کہتے ہیں کسی کی رو و رعایت یا لگی لپٹی نہیں رہنے دیتے اور علماء کو شیعوں کے شاہ صاحب کا تبحر اور محقق ہونا کیا تبلاتا ہے کہ اُنہوں
نے شاہ صاحب کے خرافات کا بالکل استیصال کر دیا ہے اور تبحر کا اُنکے یہ حال ہے کہ ایک روز مجمع عام میں ایک شخص نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ شیعہ حضرت عائشہ صدیقہ کے
باب میں کچھ کلام کرتے ہیں آپکا اسمیں کیا ارشاد ہے آپنے بعد تامل بسیار فرمایا کہ میاں حضرت عکاشہ صحابی کا قصہ سنا ہوگا کہ ایکدفعہ مہر نبوت پر بوسہ دیا تھا جناب رسالتماب صلعم نے
فرمایا کہ اے عکاشہ تجھپر آتش دوزخ حرام ہوئی پس قیاس کر لینا چاہیے کہ صدیقہ تو شرف ہمبستری سے آپکے ہمیشہ مشرف تھیں ہمیشہ مس مہر نبوت سے ہوتا تھا ایکدفعہ کے مس نے جب عکاشہ کو آتش
دوزخ سے نجات دی تو اُنپر بدرجہ اولیٰ آتش دوزخ حرام ہوگی سائل خاموش ہو کہ جواب معقول مسکت پایا مگر ایک طفل قریب شاہ صاحب سے جو اُسوقت بازیچہ طفلانہ میں مشغول
تھا یہ سنکر چونکتا ہوا کیونکہ بموجب مقولہ مصنف رسالہ تبحر تو اس خاندان کا مشہور ہے اُس صاحبزادہ بلند ارادہ کو یارای ضبط نرہا اور عرض کی کہ جناب کیا ارشاد ہوا میں نے یہ سنا ہے کہ
ابو طالب آپکا چچا کافر تھا اور آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ راہ ہدایت پر آجاے کہ آتش دوزخ سے نجات پائے جب وہ ایمان سے محروم رہا تو آپنے اُسکے تمام جسم کو اپنی زبان مبارک سے مس
کیا جب نوبت تہ کف پا پہنچی تو اُسوقت حکم جناب باری نازل ہوا کہ بس اس مقام کو مس نہ کرنا کہ اس جگہ سے آتش دوزخ اثر کریگی پس زبان کہ تمام جسم میں اولیٰ اور افضل ہے
جب مس زبان نبی ابو طالب کو کچھ فائدہ نہ بخشا تو مس جسم کیا فائدہ بخش سکتا ہے وریہ قول موافق عقیدۂ اہل سنت کے ہے نہ موافق اعتقاد اہل حق کے اور باقی تقریر دلپذیر اُس
طفل صغیر کی سنکر اور بھی حظ اُٹھانا چاہیے کہ بعد اسکے اُس نے بیان کیا کہ حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کی زوجہ اور حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا حال مشہور و معروف ہے
چنانچہ آیات بینات سورۂ تحریم اخیر پارۂ اٹھائیس قرآن مجید میں خاص واسطے تہدید ازواج حضرت رسالت پناہی کے نازل ہوئی ہیں اور پسر نوح علیہ السلام کہ خاص صلب سے حضرت
نوح کے تھا جب عذاب آسمانی نے اُنکو نہیں چھوڑا تو اس دلیل سے بچنا حضرت صدیقہ کا محال ہے یہ قصہ محض بنظر تفریح طبائع ناظرین درج اوراق ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ خالی از لطف نہ
ہوگا اور کلام تبحر شاہ صاحب میں ہے یعنی شاہ صاحب نے جو بجنت شا قدرت العمر میں یہ کتاب لکھی ہے تو اسمیں صرف شاہ صاحب ہی کا کید نہیں ہے بلکہ باقی ان مکائد کا اول نصر اللہ

کابلی تھا اُس نے یہہ ضلالت نامہ عربی میں لکھا تھا اور شاہ صاحب نے اُسکا ترجمہ فارسی میں کر کے نام اُسکا تحفہ رکھا اور کچھہ بہتان بندی اپنی طرف سے
اُسمیں اضافہ کر کے یہہ کید نامہ تیار کیا ہے مگر قربان جائیے قادر ذوالجلال ایزد متعال کے کہ ہمیشہ باطل کو مغلوب اور حق کو غالب کرتا ہے مگر آفرین ہے عالی ہمتی
گروہ باشکوہ فرقہ حقہ شیعہ کو کہ کیا ہی حق دوست اور راست پسند با حمیت لوگ ہیں کہ جسنے سر اُٹھایا اُسی کے سر کوبی کو آمادہ و تیار ہوئے چنانچہ بفور
شایع ہونے کید عزیزی کے جناب مستطاب معلی القاب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد صاحب مرحوم و مغفور اور جناب غفران مآب مجتہد العصر والزمان
حجۃ اللہ فی العالمین حامی دین مبین دافع بدعات اہل کین مولانا و مقتدانا سید دلدار علی صاحب قدس سرہ و فاضل بے نظیر و عالم بے بدل جناب
مرزا محمد صاحب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب فخر المحققین و زبدۃ المتکلمین مولانا السید محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ و جناب ملا ابو القاسم صاحب و
جناب مولوی خیرالدین صاحب وغیرہ نے اُن مکائد عزیزیہ کی خبر لے اور اُنہیں کے کتب معتبرہ سے بطلان اُنکا ظاہر او ہویدا کر دیا اور جو جو بہتان کہ کتب
شیعہ سے روایت کر کے لکھی تھی اُنکو کالشمس فی وسط النہار اسیطرح ظاہر کر دکھایا کہ شاہ صاحب کو اپنا چھپا چہرہ اُٹھانا دشوار ہو گیا اور کسی صاحب کا جواب
شاہ صاحب سے بن نہ آیا انجام کو زمین کے اندر اپنا مونہہ چھپا لیا چنانچہ تصانیف ان صاحبان بلند شان کے ہر شہر اور دیہہ میں موجود اور شایع ہیں مثل
تمہاری اُنکی تعریف اور توصیف کی کچھہ ضرورت نہیں ہے مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار گوید یہہ حال آپکے شاہ صاحب کے تبحر کا ہے اور فرقہ حقہ کے مقابلہ
میں تحفگی تحفہ اور تبحر شاہ صاحب کا بیان کرنا محض نادانی آپکی ہے وہ ایک تقویم پارینہ تھے جسکے بیسیوں رد ہو چکے اُسکی خرافات سے کیا استدلال ہو اور
جو دلائل کہ پہلے مردود ہو چکے ہیں اُنکے جواب کا طالب ہونا آپسے حمقا کا کام ہے اور جب آپکے کل دلائل رد ہو چکے تو اب ہمکو مجدداً اُنکا جواب دینا سوای
تحصیل حاصل اور کچھہ متصور نہیں ہوتا جوابات سابقہ کافی اور وافی ہیں اپنی تسکین کر لیجے **قال الشیخ الاشعری** سو تحفہ کا حوالہ اہل انصاف
کے نزدیک خود اُن کتب کے حوالہ سے کم نہیں جن کا اس رسالہ میں نام لکھا گیا **اقول** تحفہ کا حال اوپر گذر چکا کہ تحفہ ایک تقویم پارینہ ہے کہ جسکی کثرت
سے جواب ہو چکے ہیں اہل انصاف خود جان گئے ہیں کہ اُسکی استدلال مقدوح اور مردود ہیں اور تحفہ واسطے تسلی کے کافی نہیں ہے اگر کوئی امر جدید ظاہر
کرتا تو مقام ناز و فخر تھا اُس پر نازاں ہونا اپنا حمق ظاہر کرنا ہے اور جو کتب شیعہ کا حوالہ اندروی تحفہ ہے وہ بھی قابل التفات نہیں ہے کیونکہ خود جوابات تحفہ
میں بہتان بندی شاہ صاحب ظاہر ہو چکی ہے اور اگر کسی روایت میں کوئی بات ہے بھی تو ویسا ہی اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے چنانچہ بعد
اسکے واضح ہو جائیگا اور چونکہ اس شیخ نے یہاں مجمل لکھا ہے اسواسطے ہمنے بھی اجمال ہی پر اکتفا کیا **قال الشیخ الاشعری** اسوجہ سے اس احقر نے بے تامل
اُن کتب کا حوالہ رقم کر دیا ہے **اقول** اللہ ری مکاری تیری یہہ بار بھی اپنے ذمہ نہیں لیا اسکا بھی بوجھ بہار شاہ صاحب کی گردن پر دھرا اگر غلط
نکلے تو شاہ صاحب سے مواخذہ ہوگا اور اُنکو ہی لوگ نفرین کرینگے اور ہم بری الذمہ ہیں بقول نقل ہندی دہوبی بیٹا چاند سا سیٹی اور بٹاخ یہہ پرکاری سوای
آپکے کون کر سکتا ہے اس تحریر اور عذر سے آپ کی اس جگہہ بیچپا آپکا نہیں چھوٹتا ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ روایات اور استدلالات تحفہ پہلے ہی مقدوح
و مردود ہو چکے ہیں اُسکے اعتبار پر جو آپنے حوالہ لکھے ہیں وہ بھی منجملہ اُنہیں کے ہیں اور شاہ صاحب تو اپنی دروغگوئی میں بہسی ہوئی تھی مگر آپ بھی
طعن سنان لام اہل حق سے نجات نہ پائیں گے **قال الشیخ الاشعری** - صاحب تحفہ کی راست بازی اور تبحر ہی کے بھروسہ منصفان شیعہ کی خدمت
میں عرض پرداز ہوں کہ فقط میری بے سر و سامانی کے خیال سے بیداغی نظر اوپر نقل کو اصل سے مطابق کر دیکھیں اکثر کتب منقول عنہا کتب مشہورہ
معتبرہ شیعہ ہیں نادر الوجود کمیاب نہیں **اقول** - راست بازی صاحب تحفہ کی آپ پر ہم پہلے اس سے منکشف کر چکے کہ علماء اہل سنت میں اُنکی برابر کوئی عالم
دروغ نویس نہوگا اگر اُنکی کتاب تحفہ کے دروغ مجتمع کئے جائیں تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور جب صاحب تحفہ کے بزرگان خدیعت شعار کے دروغ و بہتان شیعہ
ظاہر کر چکے تو صاحب تحفہ کس شمار میں ہیں اُنکو تو قدیم سے عام فریب جانتے ہیں اور بیداغی شیعان با صفا کا کام نہیں ہے نقل کو اصل سے بعد تصنیف
تحفہ کے مطابق کر لیا ہے اور دروغ صاحب تحفہ دریافت کر کے فارغ البال ہوئے ہیں اب کچھہ ضرورت مطابق کرنے کی نہیں ہے لیکن بعد اسکے اپنے اپنے
مقام پر اطلاع کر دی جائیگی **قال الشیخ الاشعری** اسکا اندیشہ نکریں کہ مطابقت ہوئی تو ماننا پڑیگا خدا نے خود فرمایا ہے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ
لَہٗ **اقول** مطابق نکرنا روایات کا کار اہل سنت کا ہے اور شیعوں کی کتاب کو اس اندیشہ سے نہیں دیکھتے ہیں کہ مذہب میں تزلزل پیدا ہوگا اور
شیعان علی بن ابیطالب مطابقت کرنے سے کبھی اندیشہ مند نہیں ہوتے کہ اہل سنت کے علماء کا دروغ اُنپر واضح ہو گیا ہے یہ جانتے ہیں کہ مطابقت

میں اہل سنت ہی جھوٹے نکلینگے پھر اندیشہ کس بات کا کریں اور مطابقت روایات میں آپکو ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے اسی واسطے مثل اپنے شیعوں پر بھی اپنا قیاس جاری کیا نعوذ باللہ منہا جو امر حق ہے شیعہ اُسکے پیرو ہیں اُنکے عقیدہ میں کسی طرح تزلزل ہی نہیں ہوتا یہہ کام تو آپکی ہی گروہ کا ہے کہ حق کو ہمیشہ پوشیدہ رکھتے ہیں اور باطل پر اصرار کرتے ہیں نافرمانی خدا اور رسول سے کچھہ اندیشہ تمکو نہیں ہے چنانچہ فرمان واجب الاذعان جناب رسولخدا صلعم ایتونی بقرطاس صادر ہونا اور اُسکو نہ ماننا اور وہ حضرت فرماویں کہ جہزوا جیش اسامہ اور اُس سے تخلف کرنا تمہارے بزرگوں کا شعار ہر وضیع اور شریف پر ظاہر اور ہویدا ہے اپنی کلپھن اوروں کو کیوں لگاتے ہو اور یہہ آیت جو لکہی اس سے یہہ مراد نہیں ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ خدا گمراہ کرتا ہے بلکہ مراد اُس سے یہہ ہے کہ خدا جسکو گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور یہہ آیت اہل سنت ہی کی شان میں ہے کہ وہ خود مقر ہیں کہ فاعل حقیقی لوگوں کے افعال کا خدا ہے اور وہی گمراہ کرتا ہے اور بندے مجبور ہیں اور شیعہ بیچارے تو قدیم سے اس عقیدہ سے بری ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر کیا اندیشہ ہے خدا کی فرمائی ہوئی باتوں میں تو یہہ بات پائی ہی نہیں جاتی کہ جو سمجھہ میں آجائے تو اُسکو ماننا ہی پڑے **اقول** خدا کی باتوں میں تو ہمیشہ یہی بات ہے کہ جو سمجھہ میں آجائے اُسکا ماننا ضرور اور واجب ہے مگر آپکو تو پیروی اپنے بزرگان سلف کی ہے کہ ہمیشہ ارشاد فیض بنیاد جناب رسالتمآب سنتی تہے اور برای العین دیکھتے تہے اور بخوبی سمجھہ میں آتا تہا اور پھر منحرف ہوجاتے تہے چنانچہ قصہ حدیث غدیر خم مشہور و معروف ہے کہ بعد ارشاد آنحضرت بخوبی سمجھہ گئے اور بخ بخ لک یا علی کہہ چکے اور جو جو مدارج مبارکباد کی تہی وہ ادا کر چکے اور پھر بعد رسول مقبول اپنی پاشنوں پر ہٹ گئے سو دیکھہ لو کہ کون سمجھہ کر نہ ماننے والوں میں سے ہوا ایسی عبارات فضول سے سوا اپنی خرابی کے اور کچھہ فائدہ اُس سے نہیں اُٹھاتے ہو اور جو بہت بناہے کرتے ہو وہ آپ ہی کی گردن میں طوق ہو جاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اس گنہگار سمجمدان کی بات میں یہہ بات کہاں **اقول** یہی حق ہے کہ آپ کی بات میں راستی کجا کہ جو کوئی اُسکو مانے وساوس شیطانی ہیں جسوقت لاحول زبان سے نکلی فوراً دفع ہو گئی **قال الشیخ الاشعری** معہذا حق تو ماننے ہی کے لیئے ہے اگر حق کو تسلیم ہی کر لیا تو کیا نقصان ہے **اقول** مومنین اور اہل حق کا تو تسلیم کیا ہوا حق روز ازل سے ہے کیونکہ یہہ لوگ بقیہ خمیر ذریت رسول مقبول سے پیدا ہوئی ہیں مگر آپ کو حق کے ماننے میں بڑی خرابیاں دکھلائی دیتی ہیں کہ حق آل رسول صلعم جو غصب ہوا ہے اگر اُسکو مان لیں تو سُنت شیخین درہم و برہم ہو جائے اسواسطے کہ چونکہ آپکو خوف معلوم ہوتا ہے حق کے مان لینے میں اوروں پر بھی آپکا یہی قیاس ہے نعوذ باللہ منہا اس خیال فاسد کو فرقہ حقہ شیعان پاک سے دور رکھئے اللہ تعالیٰ خود اُنکا حافظ اور ناصر ہے **قال الشیخ الاشعری** تطبیق میں کاہلی نکریں مع مطابقت اگر فرق نکلے تو وہ میری ذمہ **اقول** ہمنے تطبیق میں کاہلی نہیں کی بلکہ مطابقت کی تو بہت فرق پایا اور جب فرق پایا تو آپکا ہم کیا کر سکتے ہیں بجز نفرین کرنے اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کے اور ایسی گفتگو عامیانہ کرنے سے نہ معلوم اس شخص کو کیا فائدہ ہے نہ یہہ طریقہ مناظرہ کا ہے نہ تمیز والوں کا مگر یہہ بیچارہ کیا کرے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست علم و شعور سے تو بے نصیب ہے مناظرہ کو جی چاہا تو کچھہ خرافات تحفہ سے نکالکر اور کچھہ بازاری گفتگو اپنی طرف سے ایجاد کر کے اُسکا ایک مجموعہ تیار کیا اور صاحب تصنیف کہلانیکو آمادہ ہو بیٹھے تُف ہے ایسی خواہش نفسانی اور وساوس شیطانی پر **قال الشیخ الاشعری** مگر میں جانتا ہوں کہ میرے بے کہے شیعہ اس بات کو جانتے ہونگے کہ اہل سنت کے نزدیک جھوٹ بولنا خصوصاً دین کے مقدمہ میں سخت ممنوع اور منجملہ کبائر ہے **اقول** سب فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ بلکہ تمام مردمان روی زمین و ساکنان ملاء اعلےٰ بخوبی تہہ دل سے جان رہے ہیں کہ فرقہ اہل سنت و جماعت بلکہ تمام بزرگان سلف اُنکے دروغ گو کذاب مفتری حق فراموش محسن کش مفسد بانی فساد طالب دنیاء دوں ہیں علے الخصوص مقدمہ دین میں سوائے کذب و افتراء صریح کے اور کچھہ کام اس فرقہ کا نہیں چنانچہ اس فعل قبیح کے خود خلیفہ ثانی صاحب اپنی زبان سے پیش جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مقر ہیں کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے سو طریقہ حضرت علیؑ کا یہہ نہ تہا کہ بے سبب کسی کو متہم بہ کذب کریں اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ اور روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ بصرہ میں جسوقت عایشہ نے سنا کہ یہہ حواب وہی مقام ہے کہ جسکی رسول خدا صلعم نے خبر دی تہی اور فرمایا تہا کہ ایسا نہو کہ اے عایشہ وہ تو ہی ہو اُسوقت عایشہ نے ارادہ کیا کہ میں بصرہ سے اُلٹی پھر جاؤں تو ابن زبیر نے چالیس مسلمانوں سے جھوٹی گواہی دلوائی کہ یہہ حواب وہ مقام نہیں ہے جسکی رسولخدا صلعم نے خبر دی تہی سو طریقہ دروغگوئی کا اہل سنت میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور یہہ باتیں آپکی معتبر کتابوں میں لکھی ہیں اگر کچھہ شرم دنیا اور حیاء عقبیٰ ہے تو اپنی کتابوں میں برائی العین مشاہدہ کر کے تصدیق کلام اس نحیف کے کریں مگر آپکو تو فضل الٰہی سے جھوٹ بولنے کی شرم نہیں ہے

ور اگر ظاہر بھی ہوا تو کیا اور دروغگوئی پر تمہاری تو کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کی دروغ گوئی پر بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں تمکو ہم مطلع کرینگے اور
دروغگوئی اگرچہ ہر ملت و مذہب اہل دنیا میں منجملہ کبائر ہے لیکن فرقہ اہل سنّت میں سنّت خلفاء ثلثہ ہے اور اگر آپ قیام سنّت سلف پر نکرینگے تو اس مذہب
سنّت جماعت سے خارج ہوجائینگے **قال الشیخ الاشعری** وہ ہم نہیں کہ مثل مولوی عمار علی صاحب مشار الیہ پیشوا و پیش امام شیعہ کہ وہ بظاہر مولوی
عمار علی سونی پتی معلوم ہوتے ہیں غلط موضوع کو صحیح اور ضعیف کو قوی اور غیر معتبر کو معتبر کہدیں یا محض بے اصل کے جھوٹ سچ کو اصل گھڑ دیں چنانچہ
ناظران رسالہ پر واضح ہوجائیگا کہ مولوی صاحب موصوف نے خط مذکور میں کیا کیا ستم کئے ہیں **اقول** خدا نکرے کہ آپ مثل جناب مستطاب مولوی عمار علی
صاحب کے ہوں انکی مثل نہونیکا قول آپکا سچا ہے کہ وہ نور ہیں اور آپ نار ہیں اور وہ روز روشن ہیں اور آپ شب تار ہیں اور وہ آفتاب درخشندہ علوم
نبوی ہیں اور آپ ظلمت جہالت اشعری ہیں آپکو ان سے کیا نسبت اور انکو آپ سے کیا مشابہت اور وہ بیشک پیشوا و پیش امام شیعہ اور دین مبین
سیّد المرسلین ہیں اور سونی پتی ہونا انکا کالشمس فی وسط النہار واضح اور ہویدا ہے کلمات مشتبہ سے یاد کرنا انکا آپکی تیرہ درونی اور بے بصیرتی پر دلیل
قاطع ہے اور غلط موضوع کو صحیح اور ضعیف کو قوی اور غیر معتبر کو معتبر کہنے کی تہمت انپر گویا چاند پر خاک ڈالنا ہے یہہ پیشہ علماء فرقہ سنّت و جماعت کے
حصّہ میں آیا ہے اور علماء شیعہ اس سے بری اور پاک ہیں ایسے بزرگواروں پر ایسی تہمت کرنے اپنے دین و ایمان کا خراب کرنا ہے مگر آپکو دراصل دین
و ایمان سے کچھ بہرہ ہی نہیں ہے اسکا کیا ڈر ہے اگر کچھ شرم و حیا تھی تو اس دعوی کو آپ لکھتے کہ فلاں روایت موضوع ہے اور انہوں نے اسکو صحیح اور
فلاں روایت ضعیف تھی اسکو قوی لکھدیا ہے اور بغیر دلیل کے قول آپکا قابل التفات عقلا نہیں ہے کیونکہ جن جن کتابوں کا حوالہ جناب مستغنی التوصیف
نے دیا تھا انکو دیکھکر ضعیف و قوی اور معتبر اور غیر معتبر کی سند لاتے تو اسوقت آپکا کلام قابل سماعت تھا اب تو آپکی وہی نقل ہے کہ ناچ نجانوں آنگن ٹیڑھا
مطالعہ کتب حقّہ سے تو اقراری بے نصیبی آپکو حاصل تھی اور اس تحریر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اپنی کتب معتبرہ کے دیکھنے سے بھی آپ بے بہرہ و محروم ہیں
اور ظاہر ہونا ستم کا جو نسبت جناب ممدوح الذکر کے آپ لکھتے ہیں آپکا رسالہ حرف بحرف باطمینان خاطر دیکھا گیا کہ کسی جگہہ سوائے لغویات اور ہفوات کچھ
ثبوت آپکے دعوی کا نہ دیکھا اور ستم کرنا آپکا ہے بعد مطالعہ رسالہ ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگیا **قال الشیخ الاشعری** ہمکو یہہ گمان تھا کہ شیوہ دروغ
بنا ہی زمانہ سابق کے علماء شیعہ پر ختم ہوچکا مگر غنیمت ہے کہ انکے خلف الرشید اب تلک بہت باقی ہیں **اقول** یہہ بدگمانی آپکی محض مبنی بہ بے ایمانی
ہے علماء شیعہ کی راستبازی قدیم سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اپنی علماء دین بلکہ ائمہ معتبرین کی کلہن علماء شیعہ کو کیوں لگاتے ہو
ابو حنیفہ کی خبر نہیں لیتے کہ بقول امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد شرع نبوی کو منقلب کر دیا اور پلٹ دیا اور ابو یوسف کا ہاروں رشید کی خاطر سے
جھوٹے فتاوی دینی تاریخ الخلفاء میں موجود ہے اپنے گریبان میں مونہہ ڈالکر دیکھو کہ امام مالک جو استاد اور امام برحق شافعی اور حنبل کے ہیں انہوں نے
بطمع دنیا بپاس خاطر خلفاء جور کیا فتوے دیئے ہیں کہ جن سے کتب مملو ہیں حاجت اظہار نہیں مخالفت باہمی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ کیا کیا ستم دروغ اور بہتان سے خلاف حکم خدا و رسول ظاہر ہوتے ہیں تفصیل کو اسکے باعث بخش ناظرین سمجھہ کر درج اوراق نہیں کیا اپنی مخاطب
کی طرح مجمل ہی عرض کیا اور مولوی عبد العزیز صاحب تو اسقدر دروغ نویس ہیں کہ جس کی انتہا ہی نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے کچھ معلوم ہی ہوجائیگا
اور اس کاذب نے تو سبھوں کے سروں پر خاک ڈالی اور اپنے علماء کی تہمت علماء شیعہ پر باندھی لیکن کیا ہوتا ہے اس فرقہ ضالہ نے کب و کس
زمانہ میں ایسے امور میں کوتاہی اور کمی کی ہے صدیقین اور صالحین اسلام کے باب میں کیا کیا زیادتی نکی ابتدای اسلام سے آجتک یہہ لوگ نور ہدایت
و یقین کے چھپانے میں مصروف ہیں مگر خدا تعالی بحکم جاء الحق و زہق الباطل ایک ایسا ہادی پیدا کرتا ہے کہ وہ اس نور کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔
قال الشیخ الاشعری دعوی ہبہ فدک حضرت زہرا کے طرف سے سنّیوں کی معتبر کتابوں کے حوالہ سے بیان کرنا اور حضرت رقیہ اور حضرت امّ کلثوم اور
حضرت زینب رضی اللہ عنہا دختران رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کرنا یہہ مولوی عمار علی
صاحب جیسے مقتدا و پیشوای شیعہ سے ہوسکتا ہے **اقول** دعوی ہبہ فدک حضرت زہرا کی طرف سے اہل سنّت کی بیس کتب معتبرہ سے زیادہ ثابت
ہے چنانچہ بعد اسکے انشاء اللہ تعالی خط کے جواب کے رد میں اسکا ذکر آئیگا تو نام ان کتابوں کے لکھے جائینگے اسوقت تیری آنکھیں کھلینگی اسکا انکار
کرنا زمین و آسمان کا انکار کرنا ہے اسواسطے کہ کتب معتبرہ سنیوں کے مملو اس قصہ سے ہیں اسکی کتب معتبرہ میں ہونے سے تیری تو کیا اصل ہے

اگر تمام روے زمین کے سنّی متفق ہوکر انکار کریں تو کچھ نہیں ہوسکتا اگر کچھہ شرم و حیا غلطی تھی تو جن کتابوں کا حوالہ ہمارے مولوی صاحب نے دیا تھا انہی
کتابوں میں دیکھہ کر معلوم کرتا کہ یہہ حوالہ راست ہے یا دروغ ہے اور بغیر دیکھے بہالے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کے دہوکا دینے سے جو تو انکار
صریح کرتا ہے تو یہہ ایسا ہے جیسے کہ مشہور ہے دروغ گویم بروئ تو اور یہہ امر ایسا مشہور و معروف ہے کہ اسکا انکار کرنا مثل انکار ذاتِ خدا ہے اور حضرت رقیہ
و امّ کلثوم اور زینب کو جو لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلعم کی نسبت سے منقطع کر دیا تو جناب ممدوح نے یہہ روایت مثل آپکی منجوڑی درج خط نہیں فرمائی ہے بلکہ بموجب
روایت کتب حقہ تحریر فرمائی ہے چنانچہ بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں معلوم ہوگا قال الشیخ الاشعری کیونکہ متابعت بزرگان ایسے ہی بزرگوں کا کام
ہے کہ جھوٹ بولنے کو جی چاہتا تہا تو ایسا بولتا تہا کہ پیش جا سکتا اور کسیکی خیال میں آسکتا ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تہا کہ ایک شخص کے سنّی
ہو جانیکی اندیشہ سے نہ خدا تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمائے اور نہ ائمہ معصومین کا کچھہ پاس و لحاظ کیا اقول افسوس ہے کہ تونے
مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی سے اپنا ایمان خراب کیا کہ دعوی فدک کا انکار کیا اور جن کتابوں کا حوالہ دیا تہا اُنہیں ندیکھا اور مولوی
عبد العزیز صاحب نے انکار اُس امر کا کیا ہے کہ جو اہل سنّت کی تیس تیس کتابوں میں لکھا ہے اور اُنکی پیروی سے تونے انکار کیا ہے کوئی ایسا ہی جھوٹ
صریح بولتا ہے کہ اسقدر کتابوں کا انکار کرے اُسکو کون تسلیم کریگا مگر متابعت بزرگان ایسی ہی بزرگوں کا کام ہے کہ جھوٹ بولنے کو جی چاہتا تہا تو ایسا
بولتا تہا کہ پیش جا سکتا اور کسیکے خیال میں آسکتا ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تہا کہ بیس تیس کتابوں کی تحریر کا انکار کیا نہ خدا تعالی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمای اور نہ خلفاء ثلثہ کا کچھہ پاس و لحاظ کیا اور دعوی ہبہ فدک جو اسقدر کتابوں میں لکھا ہے تو ایسا یقینی ہے کہ
جیسے سورہ الحمد اور قل ہو اللہ کا قرآن میں ہونا یقینی ہے اور انکار اسکا ایسا ہے جیسے کہ الحمد اور قل ہو اللہ کے قرآن میں ہونیکا انکار ہو اور ایسے
امر واضح کو یہہ شیخ دروغ کہتا ہے اور طوفان تبلاتا ہے اگر ہم کہیں کہ قرآن شریف میں قل ہو اللہ لکھا ہوا ہے اور یہہ شیخ اُسکے جواب میں کہے
کہ یہہ جھوٹ ہے اور ایسا طوفان کہیں نہیں سنا تھا تو اس سے کچھہ بعید نہیں ہے ارے نادان حضرت سیدۃ نساء العالمین فرزند خاص رسولِ خدا
صلعم کو جنکی شان میں احادیث متواترہ کتب فریقین میں مثل آفتاب درخشاں کے مندرج ہیں تیرے بزرگوں نے دعوی ہبہ فدک میں جھوٹا قرار
دیا اور حق وراثت سے مثل فرزند عاق کے محروم رکہا اگر تو اُنکے کسی فرزند حق گو راستی پسند کو جھوٹا قرار دی تو کیا عجب ہے قال الشیخ الاشعری حضرت ام
کلثوم بنت سیدۃ النساء کے خلیفہ ثانی سے نکاح کا ذکر نکرنا تو اسپر بھی تبکلف محمول ہوسکتا ہے کہ ایک کو ذکر نہیں کیا تو باقیوں سے انکار بھی نہیں کیا پر
یہہ بات کہ حضرت رقیہ وغیرہ رضی اللہ عنہا دختران سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہیں اقول یہہ ناصبی کس طرحکا نامعقول ہے کہ مکرر سہ کرر وہی
ایک عبارت و مضامین خلاف داب مناظرہ کے لکھہ کر داعی جواب ہوتا ہے اور شرم نہیں کرتا کہ دو سطر پہلے ہی تو یہہ ذکر تھا اور اسکے درمیان میں حضرت
ام کلثوم کے نکاح کا ایک جملہ معترضہ چھیڑ دیا اور صرف اسی مقام میں یہہ تکرار اسکا نہیں ہے بلکہ آئندہ جہاں سے کہ جواب خط شروع کیا ہے وہاں ذکر اسکا زیادہ
ہے انشاء اللہ تعالی ناظرین اوراق جواب اسکا دندان شکن اور مسکت ملاحظہ فرماکر حظ وافر اوٹھائینگے اور بعد اُسکے ذکر حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ نساء
العالمین کا ہے کہ اُنکا نکاح عمر سے ہرگز نہیں ہوا ہے اور مفصل بیان کیا جائیگا قال الشیخ الاشعری اور حضرت زہرا کا دعوی ہبہ فدک کرنا اہل سنت کی
معتبر کتابوں سے ایسا دروغ صریح ہے کہ کسی احتمال صحیح پر کسی طرح منطبق نہیں ہوسکتا چنانچہ بعد ملاحظہ رسالہ ہذا انشاء اللہ میرے قول کی بخوبی صحت
معلوم ہو جائیگی یہہ وہی مثل ہے دروغ گویم بروی تو اقول دیوانوں کی سی باتیں جو پہلے لکھہ چکا ہے پھر وہی لکھتا ہے ارے عقل کے دشمن ہم
پہلے اس سے تنبیہ کر چکے ہیں کہ مندرج ہونا دعوی ہبہ فدک کا کتب معتبرہ اہل سنت میں ایسا یقینی ہے کہ جیسا سورہ الحمد اور قل ہو اللہ کا قرآن مجید میں
مندرج ہونا یقینی ہے کہ کسی احتمال پر دروغ ہونا اُسکا منطبق ہی نہیں ہوسکتا جیسے آفتاب درخشاں کا روز روشن میں اور ماہ تاباں کا شب ہمارہم
میں اگر کوئی منکر وجود ہو تو اُسکا ہی منکر ہوسکتا ہے جسوقت ہم ہبہ فدک کے ذکر میں روایتیں دعوی ہبہ کی تیری کتب معتبرہ سے نقل کرینگی اُسوقت
تیری آنکھیں کہلینگی جھوٹ تو تو لکھتا ہے اور ہماری طرف جھوٹ کو منسوب کرتا ہے اور تونے ایسا دروغ صریح لکھا ہے کہ اسمیں تونے تمام روی زمین کے
جھوٹوں کی ناک کاٹ ڈالی مقام افسوس ہے کہ دروغگویاں سلف کو اسکی موت آئے اور اس کذب لکا ذبین کا سہرا ہی کبھی نہیں مرکہتا اسکی نقل وہی
مشہور ہے کہ دروغ گویم بروی تو اور ایسے دروغ گو ہٹ دہرم کا کیا بگڑتا ہے اگر اہل حق کے مقابلہ میں یہہ ہی کہدے کہ ہماری جن کتابوں کا تم حوالہ

دیتے ہو یہہ کتابیں ہماری نہیں ہیں کسی شیعہ نے لکھہ کر ہماری نام سے منسوب کردی ہیں اور جب جواب اُن روایتوں کا نہیں آتا ہے تو یہہ تو کہتے ہی ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہہ روایتیں اپنے مطلب کی داخل کردی ہیں اور جب کوئی مقام گریز نہیں پاتے ہیں تو جھوٹی کتابیں اپنے دل سے تجویز کرکے شیعوں کیطرف منسوب کردیتے ہیں چنانچہ بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں اسکا بھی ذکر ہوگا اور یہہ جو لکھتا ہے کہ بعد ملاحظہ رسالہ ہذا انشاء اللہ میرے قول کی صحت بخوبی معلوم ہوجائیگی سو اُس مقام میں سوائے انکار روایت کے اسنے کچھہ نہیں لکھا اور ہم اسکے انکار کے جواب میں بیس کتابوں سے زیادہ کا حوالہ دینگے کہ جن میں یہہ روایت دعوی ہبہ فدک کے موجود ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن بغور دیکھیئے تو مولوی صاحب کی بھی اسمیں کچھہ تقصیر نہیں آخر مذہب اہل سنت بشہادت کلام اللہ وعترت رسول صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ عترت رسول سر تا سر غلط ہے **اقول** اپنے مونہہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی تمہارے پاس ہے اہل سنت کے مذہب کے اچھے ہونیکی اور شیعوں کے مذہب کے غلط ہونے کی بلکہ حق یہہ ہے کہ مذہب شیعہ بشہادت قرآن اور محبت اور تقلید عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ہے اور مذہب اہل سنت بعداوت اہل بیت اور عدم تمسک عترۃ سراسر غلط ہے قرآن میں تو خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی سو عوض مودت کے کونسی عداوت اہل بیت اطہار سے بانی مبانی مذاہب اہل سنت نے اُٹھا رکھی ہے یعنی حق دختر رسول خدا صلعم کا غصب کرنا اور اُس سیدہ نساء العالمین کو ایذا پہنچانے اور اُسکے برادر اور وصی برحق کا حق خلافت غصب کرنا اور خانہ فاطمہ کے گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیجانے اور سبطین جگر گوشہ رسول الثقلین پر وہ زیادتی کرنے کہ آجتک اُن کے مصائب کو یاد کرکے روتے ہیں اری نادان جس نے حضرت زہرا کا حق غصب کیا وہ مذہب اہل سنت کا پیشوا کیا نتھا جس نے ارادہ فاطمہ زہرا کے گھر جلانیکا کیا کیا وہ مرشد کامل مذہب اہل سنت کا نتھا اور جس نے کلام اللہ جلوایا اور عایشہ نے اُسکے حق میں کہا کہ اُقْتُلُوا نَعْثَلًا کیا وہ سرکردہ مذہب اہل سنت نتھا اور جس نے حضرت امام حسن کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنیکی خبر سنکر تکبیریں کہیں کیا وہ بانی مذہب اہل سنت نتھا بلکہ صواعق محرقہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس مذہب کا نام سنت جماعت اُسی نے رکھا ہے اور خلیفہ حق و امام صدق اُسکو لکھا ہے اور یہہ معاویہ وہ شخص تھا کہ مدۃ العمر حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا رہا اور اُسکے ہمراہی جو کہ محاربہ کرنیوالے نفس رسول کے تھے کیا وہ پیشوایان اہل سنت نتھے اور جس نے خامس آل عبا کو شہید کروایا کیا وہ مرید ثلثہ کا اور سنت جماعت میں سے نتھا اور جن بنی اُمیہ اور بنی عباس نے اولاد رسول مقبول کو قتل کروایا اور زہر دلوایا اور دیواروں میں چنوایا بے جرم وخطا کیا وہ سنی مذہب کے نتھے محبت کا تو اہل بیت علیہم السلام کے یہہ حال ہے اور پیروی اہل بیت کی نکرنے کو بھی علمائے اہل سنت خود ہی لکھتے ہیں کہ ہم اُنکی پیروی نہیں کرتے بلکہ امامیہ اُنکی پیروی کرتے ہیں چنانچہ بعد اسکے اسکا بھی ذکر آتا ہے پس مقام شرم ہے کہ شہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلعم سے ایسے مذہب کو برحق لکھنا اور دعوی اسلام کرکے بمقابلہ اہل حق آنا نہایت بے حیائی ہے اگر کچھہ بھی حیا ہوتی تو اس شہادت کو زبان پر بھی نلاتے بلکہ اہل حق کو مونہہ تک نا کہاتے اور عترت رسول مقبول وہ عترت ہے کہ جن کی شان میں خود جناب رسولخدا صلعم حدیث ثقلین میں فرماتے ہیں کہ کلام اللہ اور عترت پاک اپنے کو میں درمیان تمہارے چھوڑے جاتا ہوں اگر متمسک ہوگے تم ان دونوں سے تو کبھی ضلالت وگمراہی میں نپڑوگے سو مودت ذوالقربی تو آپکے پیشوایان مذہب کے معلوم ہوگئے کہ مودت کی عوض میں عداوت کی اور شہادت حدیث سے بھی یہہ مذہب اہل سنت غلط صریح ہے کہ آجتک اہل سنت کو تمسک عترت رسول خدا صلعم سے نہیں ہے اور یہہ امر اظہر من الشمس ہے اسواسطے کہ اہل سنت اصول میں تو پیرو ابوالحسن اشعری اور ابو المنصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں مقلد ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کے اگر کہیں ہوسکے ایسے روایت عترت رسول سے کتب معتبرہ میں آپکی آئی ہے تو اُسکے مقابلہ میں دیگر اشخاص غیر عترت رسول کو ترجیح دیکر اُسکو رد کردیا ہے چنانچہ اثبات اسکا آئندہ انشاء اللہ تعالی خاطر نشان ناظرین ہوگا بس اگر حقانیت مذہب اہل سنت بجائے مودت عداوت اور بجائے پیروی برات ہے تو تف ہے ایسی حقانیت پر اور اف ہے ایسے مذہب پر اب ناظرین باانصاف کو بخوبی ثابت ہوگیا کہ کونسا مذہب صحیح ہے اور کونسا مذہب سراسر غلط ہے **قال الشیخ الاشعری** اور باوجود اسکے پھر اپنے پیشواؤں کو دیکھا کہ مذہب شیعہ کو حق اور مذہب اہل سنت کو باطل کہتے ہیں تو مولوی صاحب موصوف بحسب اعتقاد بزرگان یہہ سمجھہ بیٹھے کہ حق غلط ہی با تونکو کہا کرتے ہیں اور کیونکر نہ سمجھیں آخر مولوی صاحب عمدہ علمائے شیعہ ہیں **اقول** جناب مستطاب ممدوح کے عمدہ علماء شیعہ ہونے میں کچھہ شک نہیں ہے ہر موافق اور مخالف اُنکے فضل وکمال کا قائل ہے اہل حق تو جان ودل سے ذات مقدس جناب ممدوح کو ہادی دین مبین ومفتی شرع مبین سید الاسلام والمسلمین سمجھہ کر اپنی جان کو اُنپر نثار کرتے ہیں اور مخالفین بھی جاہلوں کا توشل بمخاطب کے

ذکر نہیں ہے اُنکے علم و تحقیق و تقوی و زہد کو دل میں سمجھ رہے ہیں گو زبان سے کہیں یا نہ کہیں اور غلط کو حق سمجھنا اور پیروی اُن پیشوایان
سلف کی کرنا جو کہ جہلاء محض اور طالبان دنیا تھے یہہ طریقہ نامرضیہ شعار اہل سنت کے علماء کا ہے اور علماء شیعہ ایسے امور نازیبا سے اور ایسی حرکات
بیجا سے منزہ اور پاک ہیں کہ وہ پیرو وارثان علوم نبی ہیں اُن سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ غلط کو حق سمجھیں اور غلط کو حق سمجھنے والے وہی
لوگ ہیں کہ جو جہلاء کے مثل ابوبکر و عمر کے پیروی کرتے ہیں اور شیعوں کے نسبت ایسے کلمات دور از عقل اور ایسے احتمالات لاطائل لکھکر اپنی بے ایمانی
اور ناصبیت کا ظاہر کرنا ہے کیونکہ جناب ممدوح علماء دین مبین اور جگر گوشگان جناب سیدۃ النساء العالمین بنت خیر المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین
میں سے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بعد ازیں کلام اللہ کی تلاوت کا جو بہولے چوکے اتفاق ہوا تو سورہ احزاب میں یہہ آیت نکل آئی وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیِیْ
مِنَ الْحَقِّ یعنی اللہ تعالی حق بات سے شرم نہیں کرتا چونکہ مولوی صاحب کو بزعم خود کمال اتباع خداوندی مدنظر ہے تو اپنے عندیہ میں غلط باتوں
پرہیز کرنا خلاف اخلاق خداوندی سمجھکر جھوٹ بولنے سے شرم طاق میں اُٹھا دہری اور بے ساختہ مثل پیشوایان قدیم کہ اُنکی متابعت بھی بزعم مولوی صاحب
موجب سعادت ہے اور حضرت ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُنکے حق میں بددعائیں کی ہیں اور اُنکو جھوٹا بتلایا ہے اور اُنکی باتوں سے رنج اُٹھایا
ہے اُنہوں نے بھی افترا پردازیوں پر کمر باندہی تاکہ اُنکی متابعت کے صدقے حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم کی دعا نہیں تو بد دعا ہی میں شریک
ہو جائیں **دوہرہ** رس رس کے اے سکھی تیرے دونوں سبا سہائے ؛ ٹھنڈے تتے نیر جوں دونوں آگ بجھائے ؛ قطع کیجے ؛ تعلق ہمسے کچھہ
نہیں ہے تو عداوت ہی سہی **اقول** بے ارادہ بہولے چوکے تلاوت قرآن کرنا کام تمہارا ہے اور ہم تلاوت قرآن کی بصدق دل اور نیت خالص
کرتے ہیں اور اتباع خداوندی ہمارے مولوی صاحب کو اعتقاد صحیح سے ہے اور زعم سے اتباع خداوندی شعار تمہارا ہے اور غلط باتوں سے
پرہیز کرنا خلاف اخلاق خداوندی تمہارے علماء سمجھتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے اُنکو شرم نہیں آتی علی الخصوص مولوی عبدالعزیز صاحب
مولف تحفہ کہ اُنہوں نے اپنے تحفہ کو جھوٹ باتوں سے پُر کیا ہے چنانچہ بعد اسکے تجھکو بخوبی معلوم ہو جائیگا جسوقت ہم اہل سنت کی کتابوں سے
اُنکا دروغ لکھنا ثابت کرینگے اور ہمارے مولوی صاحب کا کام دروغ نویسی نہیں ہے وہ تو جو کچھہ لکھتے ہیں روایات کتب اہل سنت سے لکھتے ہیں اور
بعضے محل پر شیعوں کے روایت کے موافق لکھتے ہیں لیکن تصریح کر دیتے ہیں کہ یہہ روایت کتب اہل سنت کی ہے یا کتب شیعہ کی اور ہمارے پیشوا
سب اہل حق تھے اور جب وہ حق پر ہوئے تو واقع میں پیروی اُنکی البتہ موجب سعادت ہے زعم کو اس میں کیا دخل ہے اور ائمہ علیہم السلام نے
اُنکے حق میں بد دعا نہیں کی ہے اور بعد اسکے جو تو اُنکا نام لکھیگا اور ہم اُسکا جواب لکھینگے تو معلوم ہوگا کہ اُنمیں سے اکثر پر تو افترا تیرا ہے کہ اُنکے
حق میں ہرگز بد دعا نہیں کی ہے اور اُنمیں سے اگر کسی بعضے کے حق میں جو بد دعا کی ہے تو اسواسطے کہ وہ اشخاص اُس زمانہ میں مذہب باطل
پر تھے اور خلاف حق کے بیان کرتے تھے اور بعد اسکے اُنہوں نے مذہب حق کو اختیار کیا تھا اور وہ حق ہی پر مرے بھی تھے اور جب حق کیطرف
رجوع کی تو ائمہ علیہم السلام نے اُنکی مدح کی ہے چنانچہ بعد اسکے ہم لکھینگے اور جھوٹے تیری علما تھے کہ خوشامد سلاطین بنی اُمیہ اور بنی عباس سے جھوٹے
مسائل جی سے جوڑکر واسطے حاصل کرنے انعام کے بیان کرتے تھے تیری ہی کتابوں میں یہہ لکھا بھی ہے اور بعضی باتوں کو اُنکی انشاء اللہ تعالی
بعد اسکے ہم ذکر بھی کرینگے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی کہ اہل سنت کا مذہب ثقلین یعنی کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے موافق ہے اور شیعوں کا مذہب مخالف ثقلین اور یہ بات کہ پیشوایان شیعہ کے حق میں حضرات ائمہ نے کیا کیا کچھ کہا ہے اس رسالہ مختصر میں سما نہیں سکتے
لیکن بطور نمونہ ایک ایک دو دو باتیں عرض کرنی ضرور پڑیں اہل انصاف اُس ہی سے سمجھ جائیں گے مشتے نمونہ خروارے بعد ازآں اُس خط کے تردید مناسب
وقت کی جائیگی **اقول** تفصیل اس تیرے اجمال کی سب باطل ہے اور اہل سنت کا مذہب ہرگز موافق کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہے
بلکہ شیعوں کا مذہب دونوں کے موافق ہے اور جس فرقہ سے استفسار کروگے یہی کہیگا کہ شیعوں کا مذہب موافق مذہب عترت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہے
کہ وہ اُنکی ہی پیروی کرتے ہیں اور مذہب اہل سنت کا موافق مذہب اہل بیت کے نہیں ہے کہ وہ اُنکی پیروی نہیں کرتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی مقر ہیں اس امر کے
کہ شیعہ تو پیروی عترت رسول خدا صلعم کی کرتے ہیں اور اہل سنت اُنکی پیروی نہیں کرتے ہیں چنانچہ جامع الاصول میں کہ جامع صحاح ستہ کی ہے لکھا ہے کہ علی بن موسی رضا
مجدد مذہب امامیہ ہے اور مجدد مذہب اہل سنت کا ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کو لکھا ہے اور سید شریف نے جو نامہ امیر تیمور کو لکھا تھا اُسمیں مائۃ اولی میں تو مجدد مذہب

امامیہ امام جعفر صادق کو لکھا ہی اور مائۃ ثانیہ میں علی بن موسی الرضا کو لکھا ہی اور جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ اہل سنت اپنے عقائد میں متمسک صحابہ
سے ہوتے ہیں اور شیعہ تتبع کرنیوالے ہیں اُن روایتوں سے کہ جو اُنکے اماموں سے منقول ہیں اور بعد اسکے تفصیل سے انشاء اللہ تعالی ان روایتونکو جامع الاصول کی اور شرح عقائد
کے میں لکھونگا منتظر رہنا چاہیئے اور سوا اسکے اور کتابوں میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہی اب ملاحظہ کرنا چاہیے کہ علماء اہل سنت تو لکھتے ہیں کہ مذہب شیعوں کا مذہب عترت رسول
خدا صلعم کے موافق ہی اور یہ شیخ نجدی مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کی پیروی سے مخالف اسکے لکھتا ہی اور مذہب اہل سنت کا جو مخالف انکے مذہب کے ہے اور موافق مذہب
ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک کے ہی اسکو موافق مذہب عترت رسول خدا صلعم کے لکھتا ہی کس طرح کا دروغگو ہے اور جسوقت کہ ثابت ہوا مذہب شیعہ موافق مذہب اہل بیت علیہم السلام کے
ہے تو موافق کلام اللہ کے بھی یہی مذہب ہو گا اسواسطے کہ مضمون قرآن کا کما حقہ انکے ہی پاس تھا کہ سینہ بسینہ جناب رسول خدا صلعم سے انکو علم پہنچا تھا چنانچہ اہل سنت
کی بھی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت علیؑ کے سب صحابہ سے زیادہ عالم ہونے اور صحابہ کی مسائل میں غلطی کرنے کی اور حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنے کی روایتیں اہل سنت کی
کتابوں میں موجود ہیں اور پیشوایان شیعہ کا حال پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور مفصل بعد اسکے لکھا جائیگا اسکے قول دروغ کے رد میں جس قول میں کہ یہ نام انکا لکھیگا اور خط کے جواب
کا رد بھی ایسا دندان شکن ہوگا کہ یہ شیخ ہونٹ چبا ڈالیگا اور نادم ہو کر کہیگا کہ میں نے جواب خط کیوں لکھا تھا **قال الشیخ الاشعری** مخدوم من کلام اللہ میں سورۂ بقرہ میں
پہلے سیپارہ میں یہ آیت ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ حاصل اسکا یہ ہی کہ جنکو ہم نے
دی ہے کتاب وہ اسکو پڑھتے ہیں جو حق ہی پڑھنے کا وہی اُسپر یقین لاتے ہیں اور جو منکر ہوگا اُس سے سو اُسی کو نقصان ہی اس آیت کے مضمون کے دیکھنے کے بعد تصور میں نہیں آتا کہ
کسیکو دربارہ حقیت مذہب اہل سنت شک ہے اور جب شک نہ ہا تو اسکا پہلے یقین ہو جائیگا کہ مذہب شیعہ باطل ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ یہ آیت ہر چند بعض اہل کتاب کے حق
میں نازل ہوئی ہی لیکن اس آیت میں گو کسی کی شان میں نازل ہو کتاب اللہ پر ایمان لانے کو انہیں میں منحصر کر دیا ہے جو اسے خوب ہی پڑھتے ہیں حق پڑھنے کا جب یہ بات انہیں
میں منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کی علامت یہی ہی کہ اُسکو خوب تلاوت کیا کرے کوئی سی خدا کی کتاب خدا کی کیوں نہو توریت ہو یا انجیل یا قرآن شریف
اسکی ایسی مثال ہی کہ کوئی ذہین آدمی کوئی مشکل بات جلد سمجھ جاوے اور خوب سمجھے اور دوسرے اُسکی تعریف میں یوں کہیں کہ بات کو ذہین ہی سمجھتے ہیں تو گویہ تعریف اُسی کے
سُنانے کے لیے کی گئی ہی پر حقیقت میں سارے ہی ذہینوں کی تعریف ہے سو یہ نسبت قرآن شریف کے یہ نشانی سوا اہل سنت کے اور کسی فرقہ میں پائی نہیں جاتی خصوصاً شیعہ
کہ انکا تلاوت کرنا تو سب ہی جانتے ہیں یہانتک کہ کلام اللہ کے یاد نہونے میں ضرب المثل ہوگئے ہیں سو اسکا باعث بجز اسکے اور کیا ہی کہ جیسے تلاوت چاہیئے انسے ویسی تلاوت
نہیں ہو سکتی جسقدر کلام اللہ کے پڑھنے میں محنت چاہیئے اُنسے محنت نہیں ہو سکتی **اقول** خادم من البتہ سورۂ بقرہ میں یہ آیت ہے عبد اللہ بن سلام وغیرہ یہودی کی حق
میں جو کہ مسلمان ہوگئے تھے لیکن تیرا مطلب اس سے ثابت نہیں ہوتا تو نے اس قول میں دروغ نویسی کو اسقدر طول دیا ہی کہ اپنی گور کو تو نے انگاروں سے بھر لیا ہے اول تو یہ آیت
بعض اہل کتاب کی شان میں نازل ہوئی تھی کہ جو توریت کو پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہرگز اس سے مراد نہیں ہو سکتی اور خدا تعالی نے کوئی سی کتاب کو نہیں فرمایا ہے
بلکہ توریت کو فرمایا ہے اور خوب تلاوت کرنا اُس سے مراد نہیں ہے بلکہ اُسپر عمل کرنا اور اُسکے معانی میں تدبر کرنا مراد ہے اور اگر بالفرض قرآن شریف کی تلاوت بھی اس سے مراد لی
جاوے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مذہب اہل سنت حق ہی اور مذہب شیعہ باطل ہی بلکہ اس آیت سے حقیت مذہب شیعہ ہی ثابت ہوتی ہی کہ جو حق تلاوت قرآن ہی وہ انہیں ہی
منحصر ہے کہ وہ قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھتے ہیں اور حروف کو اُنکے مخارج مقررہ سے ادا کرتے ہیں کہ اُنکے نزدیک مخارج سے حروف کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر مخارج سے کوئی ادا نکرے
تو نماز اُسکی صحیح نہیں ہوتی اور اُسکے معانی میں تدبر کرتے ہیں اور موافق اُسکے مقتضا کے عمل کرتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ وہ قرآن کو ایسا پڑھتے ہیں کہ جیسے کوئی گھانس کاٹتا چلا
جاتا ہی تراویح میں اگرچہ ایک مرتبہ میں چار پانچ سیپارہ پڑھجائیں لیکن حروف کو آپس میں ایسا مخلوط کرتے ہیں کہ سمجھ میں بھی نہیں آتا کہ کیا پڑھا سو اسکو حق تلاوت نہیں کہتے ہیں
یہاں سے حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت ثابت ہوا کہ ایمان لانے کو کتاب خدا پر شیعوں میں منحصر کر دیا ہے کہ اُسکو حق تلاوت سے وہ تلاوت کرتے ہیں جب یہ بات انہیں
میں منحصر ہوئی تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کی علامت یہی ہی کہ اُسکو جو کہ حق تلاوت کا ہی اُس طرح سے پڑھے نہ یہ کہ گھانس کی کاٹتا چلا جائے جیسا کہ اہل سنت کرتے ہیں
اور یہ جو ذہین کی مثال دی ہی باطل ہی اسواسطے کہ جو کوئی تعریف ایک ذہین کی کرے تو سب ذہینوں کی ہوگی نہ غیر ذہینوں کی ایسے ہی جو کوئی کسی قاری کی تعریف کریگا
تو قاریوں کی تعریف ہوگی نہ غیر قاریوں کی بس ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں اہل سنت قرآن کی تلاوت ہی نہیں کرتے ہیں قطع نظر حق تلاوت سے تو چاہیئے کہ وہ سب باطل پر
اور بے ایمان ہوں تیرے نزدیک بھی سو حق تلاوت نشان اہل سنت نہیں ہے بلکہ نشان شیعہ ہے اور شیعوں کی تلاوت کرنیکو ہم بیان کر چکے جیسا کہ وہ تلاوت کرتے ہیں اور یہ جو
شیعہ تو کلام اللہ کے یاد نہونے کی مثل تیرے گھر کی ہی تو جو چاہے شیعوں پر تہمت کرے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ غلط پڑھنا اہل سنت کا قرآن کو ضرب المثل ہوگیا ہی سو اسکا باعث بجز

اور کیا ہے کہ جیسی تلاوت چاہئے ویسی انسے نہیں ہو سکتی جسقدر کلام اللہ کے پڑھنے میں محنت چاہئے ایسی انسے محنت نہیں ہو سکتی کہ حروف کے مخارج سے نکالنے میں کوشش
اور مشق کریں یہ تو اسکے قول کا جواب ہے اور حق پوچھو تو یہ ہے کہ سنیوں میں اور شیعوں میں دونو فرقوں میں تلاوت قرآن کرنیوالے ہوتے ہیں سنیوں کی کثرت جو ہے انمیں
زیادہ ہیں اور شیعوں میں بسبب انکی قلت کے کم ہیں اور شیعوں کو بالکل تلاوت قرآن سے خارج کرنا یہ سراسر اس شیخ نجدی کی بے ایمانی ہے اور حق کا باطل کرنا ہے کہ
کوئی ایسا دروغ صریح بھی لکھتا ہے کہ جیسے اسنے کاغذ کو دروغ باتوں سے سیاہ کرکے آخرت میں اپنی سیاہ روئی اختیار کی ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی اہل سنت کا
ایسا تلاوت کرنا جیسا تلاوت کا حق ہے عیاں ہے، اور عیاں را چہ بیان اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ پڑھتے پڑھتے برزبان ہو جاتا ہے اس بیت سے اشارہ معلوم ہوا کہ جتنے فرقے
اہل اسلام میں معدود ہیں انمیں سے جونسا فرقہ حقانی ہوگا اُسی کو کلام اللہ یاد ہوگا اوروں کو یاد نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے کہ باطل پر ہو کر ممدوح خداوند کریم ہوں
سو بحمد اللہ تعالیٰ یہ دولت نصیب اہل سنت ہوئی ماسوا انکے اور سب فرقے اس نعمت عظمے سے محروم رہے چنانچہ آجتک مسموع نہیں ہوا کہ سوائے اہل سنت کے کسی اور کو روافض
و خوارج میں سے یاد ہوا ہو، اور فرقوں کا تو ہندوستان میں وجود ہی نہیں پر سوا اہل سنت روافض البتہ بکثرت موجود ہیں کوئی قصبہ اور کوئی شہر نہوگا کہ وہاں انکی غول کی غول
نہوں علاوہ برین نواح لکھنؤ اور اطراف دکن اور اضلاع سندھ میں باوجود کثرت کے تسلط بھی انہیں کا ہے یہانتک کہ اسی باعث تشیع کو ہندوستان میں کمال درجہ کو
شیوع حاصل ہوا ہزاروں عالم شیعہ مذہب موجود ہیں پر حافظ نام کو کوئی نہ دیکھا نہ سنا اور کسی کے ذمہ شیعوں نے حفظ قرآن کی تہمت لگا بھی دی تو ایسی یوں ہی کہتے سنا کہ یاد تو
تھا پر آجکل کچا ہو گیا ہے اسلئے فی الحال سنانے سے معذور ہوں اور جو سنانے پر آتے ہیں یہ نہیں کہ ایک جلسہ یا دو جلسہ میں پڑھکر ادھر سے اُدھر کردیں **اقول** اہل سنت کے
تلاوت کرنیکو ہم بیان اسکے جسطرح سے کہ وہ تلاوت کرتے ہیں اور پڑھتی ہیں اور پڑھتے پڑھتے برزبان ہو جاتا ہے تو شیعوں کو بھی پڑھتے پڑھتے برزبان ہو جاتا ہے لیکن کل سنی قرآن کو پڑھتے ہیں نہ کل شیعہ جیسے بعضے سنی
پڑھتے ہیں ایسے ہی بعضے شیعہ بھی پڑھتے ہیں اگرچہ سنی شیعوں سے زیادہ ہیں اور بالکل شیعوں کے قرآن پڑھنے کا انکار کرنا زمین و آسمان کا انکار کرنا ہے اور جیسے اہل سنت قرآن کو یاد
کرتے ہیں ویسے ہی شیعہ بھی یاد کرتے ہیں لیکن تلاوت کرنا دلیل حقانیت کی نہیں ہے تلاوت کرنا قرآن کا مستحب ہے اگر کوئی تلاوت کریگا تو مستحق ثواب ہوگا اور اگر تلاوت
نہ کریگا تو گنہگار بھی نہوگا اور اگر یہی بات ہے تو لاکھوں آدمی فرقہ اہل سنت کے جو تلاوت نہیں کرتے ہیں تو چاہئے کہ عذاب نار میں گرفتار ہوں اور خاص کرنا اہل سنت کا تلاوت
میں اور شیعوں کو اس سے خارج کرنا مصداق لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ہوتا ہے اور اگر تو نے کسی شیعہ کو حافظ نہیں دیکھا یا نہیں سنا ہے تو تیرے دیکھنے اور سننے سے
کیا ہوتا ہے تو کون ہے اور کس کھیت کا تھوا ہے کہ تو دیکھے تو سچ اور راست و درست ہو اور نواح لکھنؤ و سندھ اور دکن کی تجھکو کیا خبر ہے تو یہاں بھرتپور میں آکر دیکھ
کہ شیعوں میں سے کوئی حافظ ہے یا نہیں اور بھرتپور کو بھی جانے دے تیرے قریب امروہہ اور پانی پت اور سونی پت ہے وہاں جا کر قرآن کو شیعوں کے حافظوں سے یاد سن لے
اور متھرا میں حکیم امجد علی خان تحصیلدار کے مکان پر اور امرتسر پنجاب میں جو ڈپٹی آغا کلب عابد خانصاحب کے مکان پر معرکہ ہوا ہے اور اہل سنت کے فاضلوں اور حفاظوں
اور اکثر اہل سنت نے قرآن کو شیعوں کے حافظوں سے ازبر سنا ہے تو وہاں جا کر اپنے ہم مذہبوں سے پوچھ کہ شیعوں نے حفظ سنایا تھا یا نہیں اور متھرا میں تو شیعوں کے حافظ سنیوں
کے حافظوں پر غالب آ گئے تھے اور کہتے ہیں کہ پانی پت میں بھی ایسا ہی ہوا اور سنی و شیعہ جمع ہوئے اور شیعوں کے حافظ نے قرآن شریف ازبر سنایا تو دعوی دروغ کر کے
اپنے ایمان میں کیوں خلل ڈالتا ہے اور حفاظ اہل سنت اگرچہ قرآن کو یاد کرتے ہیں لیکن انکو اچھا یاد نہیں ہوتا ماہ رمضان سے پہلے بڑی محنت اور مشقت یاد کرنے میں کرتے
ہیں لیکن پھر بھی خوب یاد نہیں ہوتا تراویح میں جسوقت قرآن کو پڑھتے ہیں تو بیسیوں غلطیاں کرتے ہیں اور جماعت کے آدمی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں وہ بتلاتے جاتے
ہیں اور شیعوں میں جو کم آدمی حفظ کرتے ہیں سبب اسکا یہ ہے کہ دیکھکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اور حروف قرآن کے زیارت بھی ہوتی ہے اور حفظ پڑھنے میں
طرح طرح کے متشابہ پیش آتے ہیں اور غلطیاں ہوتی ہیں اور پھر طوطے کی طرح سے یاد کرنے میں کیا فائدہ ہے کہ اسکے معانی کو تو سمجھتے ہی نہیں ہیں اور شیعہ حفظ کی تہمت
کسیکو نہیں لگاتے جیسے کہ اہل سنت اگر تھوڑا سا یا غلط سلط قرآن کوئی یاد کرے تو اسکو بھی حافظ جی کہنے لگتے ہیں اور اگر تجھکو شیعہ سے یاد دہنۃ قرآن کا سننا منظور ہے تو بھرتپور
میں چلا آ اور ایک جلسہ یا دو جلسہ میں قرآن کو سن لے یا جس سورہ کو چاہے سن لے اور بھرتپور نہیں تو امروہہ میں چلا جا کہ وہ تیرے قریب ہے اور گھر میں بیٹھے ہوئے تیرے
جھوٹے دعوی کو کون اعتبار کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** منجملہ حفاظ شیعہ مولوی جعفر علی صاحب پیش امام دہلی جو ورع اور تقوی و علم و فضل میں مجتہد زمانہ نہیں
تو مجتہد ثانی تو بیشک و شبہ ہیں انکے حفظ کی یہ کیفیت ہے کہ رمضان شریف میں غدر سے پہلے بچشم خود اس احقر نے دیکھا ہے کہ جلسہ تلاوت قرآن میں جو دن کو نواب حامد علیخان کی
مسجد میں ہوا کرتا تھا مثل دیگر حفاظ شیعہ مذہب حمائل میں دیکھ دیکھکر پڑھتے تھے تسپر بھی دو جگہ غلط پڑھ گئے اور خداوند کریم کی حق نمائیاں دیکھئے کہ اُسی جلسہ میں حفاظ اہل سنت
جو بطور سیر آجاتے تھے اور اہل تشیع دیکر انکو بھی پڑھنے کے لئے کہتے تو وہ برزبان ہی پڑھتے تھے مگر تاہم دیدہ عبرت شیعہ کو فائدہ نہیں ہوتا تھا ایک شخص سنی المذہب مولوی

حافظ عبد العزیز نامی ساکن نجیب آباد کہتے تھے کہ میں کچھ کتب درسیہ میں مولوی جعفر علی صاحب سے پڑھا کرتا تھا اتفاقاً کچھ اسکا مذکور آگیا کہ شیعوں کو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا سنکر فرمانے لگے کہ تم سنو گے میں نے عرض کیا کیا مضائقہ ہے اگر ایک دو جلسہ میں ہو یا یوں کہا کہ زیادہ زیادہ پڑھیے تو کیا مضائقہ ہے مگر پھر مولوی صاحب کہاں تھے بجز اسکے نہ بن پڑی کہ ایک ایک سیپارہ ہر روز سن لیا کرو جائے غور ہے کہ ایک ایک سیپارہ روز تو بعضے بعضے بندگان خدا از سر نو یاد کر سکتے ہیں وہ حافظ ہی کیا ہوا کہ جسنے ایک دو جلسہ میں کلام اللہ نہ پڑھ لیا اور میں جانوں کہ مولوی صاحب سے ایک ایک سیپارہ بھی نہ سنایا جاتا یہ بھی ایک دھمکی تھی مولوی عبد العزیز صاحب مذکور یوں سمجھکر کہ شاید اب یاد کر نادیں اور پھر یاد نہ ہے سو اتنی بات میں سر دست ہمارا دعوی تو غلط ہو جائیگا یا دو چار سیپارے انکو یاد ہوں اور انکو جوں توں سنا کر پھر کچھ حیلے بہانے لیدیں اور انکو کہنے کو جگہ ہو جائے اسباب پیچنے ہوئے اور نیز یہ بھی مرکوز خاطر ہوگا کہ سب پر عیاں ہو جائے کہ مولوی صاحب کو یاد نہیں انکا حافظ کہنا ایک حرف غلط ہے منجملہ اور دروغوں کے زبان زد شیعہ ہو گیا ہے اور اگر مر مار کر ایک دو نے بالفرض بفرض محال کچا پکا یاد بھی کر لیا تو غیرتمندان شیعہ کے لئے تو یہی بات ڈوب مرنے کو بہت ہے کون نہیں جانتا کہ ایک ایک شہر بلکہ بعضے بعضے ایک قصبہ میں اہل سنت میں سو سو بلکہ زیادہ زیادہ حافظ ہوتے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ بعضے بعضے قصبات میں اہل سنت ہی کے برابر شیعہ ہوتے ہیں لیکن اہل سنت میں سینکڑوں حافظ ہوتے چلے جاتے ہیں اور شیعوں میں ایک بھی نہیں ہوتا چنانچہ سہارنپور اور پانی پت اور کرانہ میں یہی حال ہے **اقول** مولوی جعفر علی صاحب کے امام دہلی اور متورع اور متقی اور عالم اور فاضل ہونے میں کیا شبہ ہے اور حمائل ہی دیکھکر چودہ ماہ رمضان کے جلسہ قرآن خوانی میں پڑھتے تھے سبب اسکا یہ تھا کہ وہ قوانین قرات کے موافق حروف کو انکے مخارج مقررہ سے مع صفات کے ادا کرتے تھے اور غنہ اور وقف وغیرہ ہر ایک کا خیال رہتا تھا سو وہ دیکھکر پڑھنے میں بسہولت حاصل ہوتا ہے بخلاف حفظ کے کہ اسمیں بکمال عسرت یہ بات حاصل ہوتی ہے اور حسب الامر کا لحاظ ہوتا ہے تو بعض مرتبہ الفاظ ذہن سے نکل جاتے ہیں سو اسلئے حمائل ہی دیکھکر پڑھتے تھے کہ لوگوں کو سنانا قرات کا کما ینبغی منظور ہوتا تھا ورنہ حفظ پڑھنے میں کیا تامل تھا اور دو جگہ غلطی کرنے کو تو بالکل غلط لکھتا ہے غلطی انسے ہرگز نہیں ہوتی تھی اور حفاظ اہل سنت جو انکی قرات کو سننے آتے تھے شیعوں کو انسے دبکر کہنے کی کیا بات تھی بلکہ جسوقت انکو پڑھنے کو کہتے تھے تو پہلے تو وہ انکار ہی کرتے تھے اس نظر سے کہ ہماری قرات انکی سی قرات نہیں ہے اور جب انسے بہت کہتے تھے تو وہ بیچارے دبے ہوئے پڑھ بھی دیتے تھے اور غلطی بھی بعضی جگہ کرتے تھے تو ایک مرتبہ گیا ہے ہمکو کیا خبر ہے اور جسطرح وہ پڑھتے تھے اسیوقت مولوی جعفر علی صاحب اسطرح پڑھ دیتے تھے وہ حیران ہو جاتے تھے اور برزبان پڑھ دینا کیا بڑی بات ہے کام انکو قرات میں اسقدر دخل کہاں تھا جو کہ مولوی جعفر علی صاحب کو تھا کہ پڑھنے میں لحاظ وقف کا مخارج کا اور انکی صفات کا ہوتا جیسے گھانس کاٹتے ہیں ایسے پڑھ دیتے تھے اور پھر بعض مرتبہ غلطی بھی کرتے تھے اور مولوی حافظ عبد العزیز صاحب نے جو ایک دو جلسہ میں تمام قرآن کے پڑھنے کو کہا اور مولوی جعفر علی صاحب نے ایک ایک سیپارہ پڑھنے کو کہا تو سبب اسکا یہ تھا کہ عادت مولوی صاحب ممدوح کی قرات کے قاعدوں کے موافق ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تھی اور نقاہت انمیں بدرجہ کمال تھی اس صورت میں تو ایک ایک سیپارہ کا سنانا بھی دشوار تھا لیکن انہوں نے کمال جرأت سے اسکا اقرار کیا تھا اور ایک دو جلسہ میں تو انسے دیکھکر پڑھنا بھی ممکن نہ تھا اور ایک دو جلسہ میں وہ حافظ پڑھ دیتا ہے کہ جسکو رعایت اصول قرات کی نہیں ہوتی اور جلدی جلدی الفاظ کو آپسمیں مخلوط کر کے پڑھتے ہیں جیسے کہ لوگ تراویح میں قرآن کو پڑھتے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب اس مقدمہ میں اور کچھ بھی نہیں سمجھے جیسے کہ تو لکھتا ہے بلکہ انہوں نے ایک سیپارہ کا سننا نہ چاہا ہوگا اور تجھکو کیا خبر ہے کہ وہ غلطی سے حافظ مشہور ہو گئے ہیں یہ بات تو اہل سنت میں ہے کہ جو کوئی حافظ نہیں ہوتا ہے اسکو بھی حافظ مشہور کر دیتے ہیں اور شیعوں میں جو کوئی حافظ ہے وہ پکا ہی حافظ ہے کچا نہیں ہے مثل حفاظ اہل سنت کے اور سو حافظ اہل سنت کے تو کسی قصبہ میں نہیں ہیں نہ سہارنپور میں نہ پانی پت میں نہ کرانے میں البتہ حفاظ اہل سنت حفاظ شیعہ سے زیادہ ہیں کہ اس فرقہ کی کثرت بھی تو ہے اور شیعوں میں جو حافظ کم ہوتے ہیں تو وجہ اسکی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ حفظ کرنا قرآن کا ضروری مذہب اسلام نہیں ہے کہ اکثر حفظ ہی کرنے کی طرف رجوع کرے بلکہ ثواب کی بات ہے اور اگر حفظ نکرے تو گناہ بھی نہیں ہے اور ایسے ہی اکثر امور مستحبہ ایسے ہیں کہ کوئی بھی اہل سنت میں سے انکو ادا نہیں کرتا ابو حنیفہ کے نزدیک ختنہ کرنا عورتوں کا سنت ہے لیکن کوئی سنی بھی ہندوستان میں اپنی عورت کی ختنہ نہیں کرتا اور قرآن کا حفظ کرنا غیر ممکن بات نہیں ہے اگر کافر چاہے تو وہ بھی حفظ کر سکتا ہے اور جب کوئی حافظ شیعہ قرآن کو حفظ سنا دیتا ہے تو اہل سنت یہی جواب دیتے ہیں چنانچہ اکبر آباد میں ایک سنی نے مرزا آغا علی صاحب سے یہ کہا کہ شیعوں میں کوئی حافظ نہیں ہوتا وہ اسکو محلہ شاہ گنج میں حافظ سید حسین کے پاس لیگئے اور جس مقام سے اس سنی نے کہا حفظ سنا دیا بعد سن لینے کے وہ سنی کیا کہتا ہے کہ سنا دیا تو کیا ہوا نصرانی اور ہندو بھی قرآن کو حفظ کر سکتا ہے اور اب حافظ سید حسین بھرتپور میں رہتے ہیں اور متھرا میں جو دو حافظوں نے ایک معرکہ میں قرآن کو تحصیلدار کے مکان پر سنا دیا تو سنی کہنے لگے کہ یہ حافظ شیعہ نہیں ہیں بلکہ سنی ہیں اور روپیہ لیکر انہوں نے کہدیا ہے کہ ہم شیعہ ہیں اور وہ دونو حافظ امروہہ کے رہنے والے ہیں لیکن چاہئے کہ اہل سنت اپنی ہٹ دھرمی سے باز آئیں ایسا ہرگز نہو کہ حق تو انکے پاس کو گزرا ہی نہیں ہے دیکھتے ہیں اور شیعوں سے قرآن کو حفظ سنتے ہیں لیکن اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے یہی کہتے ہیں کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

لعنة اللہ علی الکاذبین **قال الشیخ الاشعری** اور وجہ اس یاد نہونے کی حالانکہ مقتضای لحن اہل سنت یہ تھا کہ کلام اللہ چھوڑ شیعے تفسیر کبیر یاد کر لیتے
یہی بات ہے کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے انکو میسر نہیں آتا اور باعث اسکا واللہ اعلم یا تو یہ ہے کہ طبائع انسانی و حیوانی باعتبار غذا کے جیسی مختلف ہیں کہ کسیکو میٹھا بھاتا ہے
کسیکو نمکین کسیکو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے کسیکو نفرت انگریزوں کو عطر نفیس سے تنفر اور مچھلی کے اچار سے جیسے سونگھ بھی لیجے تو دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں
رغبت پاخانہ کو کیڑے گندگی میں خرم و شاد و عیش و آرام سے رہیں اور خوشبو سونگھیں تو مر جائیں ایسے ہی باعتبار امور دینی کے جو غذاء ارواح ہیں ارواح
بنی آدم مختلف ہیں کسیکو رغبت ہے کسیکو نفرت کسیکو لذت آتی ہے کسی کی جان نکلی جاتی ہے سو حضرات شیعہ کو کلام اللہ پر محنت کرتے موت نظر آتی ہے **اقول** ارے
جھوٹوں کے جھوٹے شیعوں کو کیوں نہیں یاد ہوتا ہے جو کوئی ارادہ کرتا ہے یاد کر لیتا ہے اور اس امر میں شیعہ و سنی دونو یکساں ہیں جیسے کہ بعضے بعضے سنی یاد کرتے ہیں ایسے ہی
بعضے شیعہ بھی یاد کرتے ہیں مگر حفاظ اہل سنت حفاظ شیعہ سے زیادہ ہیں اور اہل سنت میں لاکھوں ایسے ہیں کہ یاد نہیں کرتے نماز کہ جو رکن دین ہے اسکو تو سب ادا ہی نہیں کرتے پھر
تو حفظ قرآن کس لئے پوچھتا ہے کہ جو ضروری نہیں ہے اگر شیعوں کو کلام اللہ پر محنت کرتے ہوئے موت آتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لاکھوں اہل سنت جو حفظ نہیں کرتے انکو بھی کلام اللہ پر
محنت کرتے موت آتی ہے تخصیص شیعوں ہی کی کیا ہے اور جو کچھ تو نے اس قول میں بیان کیا ہے یہ سب حال اہل سنت کا ہے بعضوں کو انمیں سے رغبت قرآن کے حفظ کی ہے اور بعضوں کو نہیں
قال الشیخ الاشعری اور رہا یہ ہے کہ جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا وجہ اسکی شاید یہ ہو کہ
شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے چنانچہ فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنی اگر شکر کروگے تو البتہ ہم اور زیادہ دینگے تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوال
نعمت متفرع ہونا چاہئے ادھر حدیث میں ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکر نکریگا وہ اللہ کا بھی شکر نکریگا اور ظاہر ہے کہ بعد حمد
منعم حقیقی خداوند کریم ہے یہ دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمت عظمے کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہ ہیں جنہیں سے خلیفہ اول اور ثالث کو تو وجہ تالیف
مصنف مجازی کہئے تو بجا ہے پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمی عطا ہو تو کیونکر ہو **اقول** جن صحابہ کو تو استاد کہتا ہے وہ صحابہ استاد نہیں ہیں استاد وہ ہوتا ہے کہ
جس سے تعلیم حاصل ہوتی ہے اور وہ کسیکو تعلیم کرنے کی لائق نہ تھے کہ معانی قرآن کو وہ سمجھتے نہ تھے اور مسائل دین میں غلطیاں کرتے تھے اور تالیف کرنے کلام غیر سے کوئی
استاد نہیں ہو جاتا ہے سو ایسے لوگوں کی خدمت میں گستاخی کرنے کی کچھ قباحت نہیں ہے کہ انہوں نے اس تالیف کو کسی جگہ سے کم کر دیا اور کسی جگہ زیادہ کیا اور کلام خدا
کو اور دوسرے لوگوں کی تالیفوں کو جلوا دیا اور جس نے تالیف دینی سے انکار کیا اسکو زد و کوب کیا جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور استاد اور منعم سب کا خداوند کریم ہے
نہ یہ تالیف کرنیوالے سو شکر خدا تعالی کا چاہئے نہ ایسے مؤلفوں کا اور جو کچھ نعمت ہمکو حاصل ہوئی ہے وہ ان لوگوں کے طفیل سے ہے کہ جو معانی قرآن کو سمجھتے تھے اور تم اس نعمت سے
محروم ہو **قال الشیخ الاشعری** مگر جیسے اشارہ خداوندی سے یہ نکتہ مذکورہ معلوم ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کا ان لوگوں میں منحصر ہونا جو خوب ہی تلاوت کرتے
ہیں اور جو حق تلاوت ہے وہ بجا لاتے ہیں تو بہ نسبت ان لوگوں کے ہے جو کلام اللہ کی تلاوت میں تو مقصر ہیں اور باایں‌ہمہ اپنی ہی سمجھ کے موافق اسپر عمل کرتے ہیں یا ان لوگوں
کے حق میں جو انکے اتباع و توابع ہیں اور مطلق کم پڑھنے والوں کے یا بالکل نہ پڑھنے والوں کی نسبت حصر نہیں کیونکہ وجہ اس حصر کی ان لوگوں میں جو حق تلاوت ادا کریں
بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ جو کسی کتاب کو کثرت سے دیکھے بھالیگا وہی اسکو خوب سمجھیگا اور اسکی حقیقت کو پہنچیگا اور کلام اللہ پر ایمان اسیکا نام ہے کہ اسکے احکام اور مضامین
کو حق سمجھے جو لوگ ان لوگوں کے متبع ہونگے کہ وہ جیسا تلاوت کا حق ہے تلاوت کیا کرتے تھے اور اس سبب سے اسکی اصل حقیقت کو پہنچ گئے ہیں اور انکے بتلائے موافق عمل کرینگے
وہ بھی ایمان سے محروم نہونگے اور فرقہ مشار الیہا بلفظ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ میں داخل نہونگے **اقول** اس آیت میں اشارہ مومنین یہود کی طرف ہے جو کہ توریت میں
حقیت اسلام کو تلاوت کر کے ایمان لائے جیسا کہ تفاسیر اہل سنت میں لکھا ہے اور مومنین اہل اسلام کی طرف اس آیت میں اشارہ نہیں ہے اور اگر قرآن شریف
کی تلاوت کرنیوالوں کو کہا جاوے تو تلاوت تو بعضے سنی اور بعضے شیعہ سب ہی کرتے ہیں لیکن جو حق تلاوت ہے وہ شیعوں میں منحصر ہے کہ اس زمانہ میں
موافق اصول علم قرأت کے پڑھتے ہیں ایمان بھی انہیں ہی منحصر ہوگا اور تلاوت قرآن میں مقصر تیرے پیشوا تھے کہ انکو قرآن یاد نتھا جیسے کہ حضرت عمر جب وقت
رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو کہا کہ وہ حضرت مرے نہیں ہیں اور پیغمبر مرتا نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
اور عورتوں سے الزام کہاتے تھے عورات ناقص العقل کو تو قرآن یاد تھا اور خلیفہ صاحب کو یاد نتھا اور خلاف قرآن کے عورتوں کو دہمکا کرتے تھے کہ
تمہاری مہر چھین کر بیت المال میں داخل کرونگا جب عورتوں نے خلیفہ صاحب کو قرآن کی آیت پڑھ کر بات دی تو خجل ہو کر خلیفہ صاحب نے فرمایا کل الناس
افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اور اپنی سمجھ کے موافق ہی اور اپنی راے پر وہی لوگ عمل کرتے تھے چنانچہ تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب بڑے خلیفہ

صاحب بہادر سے آیات کے معنے پوچھے تو کہا کہ اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور جب پیروں کا یہہ حال ہے تو اور
حال برہمن اور تونے فدک کے مقدمہ میں اپنی رائے سے قرآن کے وہ معانی بیان کئے کہ تیری ہی علماء نے تیرے کفر کا فتویٰ لکھا چنانچہ بعد اسکے خلاصے
جواب کے رد میں اسکا ذکر آئیگا اور جبتک کوئی خوب کتاب کے مطلب کو نہ سمجھے جیسے کہ مطلوب خدا ہے کثرت سے دیکھنا بھالنا کچھ فائدہ نہیں بخشتا ہے اور مطلب کو
اُسکے وہی سمجھیگا جسکو اُستاد حقیقی نے سمجھایا ہے اور محض دیکھنے بھالنے بہت سے خود بخود کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ اُسکی حقیقت کو پہنچ سکتا ہی اسکی مثال یہ ہے
کہ چارپایہ بر او کتابے چند۔ اور کتاب اللہ کے احکام اور مضامین کو حق تو سب ہی مسلمان سمجھتے ہیں لیکن حق برو وہ ہیں کہ جو وارثان علوم رسولخدا کے مقلد
ہیں نہ جہلاء اپنی رائے سے معانے قرآن کے بیان کرنیوالے اور جسوقت کہ وہ قرآن کو نہیں سمجھتے تھے اور اپنی رائے سے بیان کرتے تھے اور مسائل دین
میں غلطیاں کرتے تھے اُنکے مطیعوں کو بھی ایمان سے کچھ بہرہ نہوگا اور جسوقت کہ پیر حق تلاوت کو نہیں جانتے تھے اور حقیقت قرآن کو نہیں پہنچتے تھے تو مرید
اُنکے اُن سے بھی کمتر ہونگے بلکہ فرقہ مشار الیہا ومن یکفر میں داخل ہونگے **قال الشیخ الاشعری** ہاں جو شخص اُسکی تلاوت میں مقصر رہا ہو اور بے تقلید کسی اور کے
اپنی ہی سمجھ کے موافق اُسپر عمل کرنیکا ارادہ کیا تو ایسی محنت والے تو قانون انگریزی میں بھی بھٹکتے ہیں جنمیں چنداں دقایق نہیں ہوتے کلام اللہ کو جو
مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقایق ہی کیا خاک سمجھیں بلکہ بالیقین کچھ کا کچھ سمجھ جائیں گے سو ایسے لوگ جو کتاب اللہ کچھ کہے اور وہ کچھ کہیں گو اپنی عندیہ میں کتاب اللہ
پر ایمان رکھتے ہوں کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور اُنپر یہہ قول خداوندی مطابق ہے وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ یعنی جو لوگ کتاب اللہ پر ایمان نہ لاکے
سو وہی ٹوٹے میں ہیں **اقول** لاکھوں آدمی مذہب اہل سنت کے تلاوت قرآن سے مقصر رہتے ہیں اور اگر بعضے اُنمیں سے تلاوت کرتے ہیں تو بعضے شیعہ بھی
تلاوت کرتے ہیں اور بے تقلید کسی اور کے اپنی ہی سمجھ کے موافق اُسپر عمل کرنیکا کار پیشوایان اہل سنت کا ہی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور شیعوں کے مذہب میں اپنی
رائے سے تفسیر قرآن کی بیان کرنی جائز نہیں ہے چنانچہ روایتیں اس مضمون کی تفسیر صافی وغیرہ میں موجود ہیں اور اُنکے یہاں جو کچھ ہی تقلید ائمہ معصومین علیہم السلام ہی
جو کہ وارث تھے علوم نبوی کے اور قوانین انگریزی کا بخوبی سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا کار اہل سنت کا ہے کہ اُسکو سمجھتے ہیں اور بھٹکتے نہیں ہیں اور اُسی سے اُنکو فخر ہے اور
جیسے کہ وہ لوگونکی رائے سے جمع ہوا ہے ایسے ہی پیشوایان اہل سنت معانی قرآن کے جو کہ مخزن تمام علوم اور مجموعہ جملہ دقایق ہے اپنی رائے اور سمجھ کے موافق بیان کرتے تھے بلکہ
بالیقین کچھ کا کچھ سمجھتے تھے سو ایسے لوگ جو کتاب اللہ کچھ کہے اور وہ کچھ کہیں گو اپنی عندیہ میں کتاب اللہ پر ایمان رکھتے ہوں کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اُنپر یہ قول
خداوندی سراپا مطابق ہی وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ **قال الشیخ الاشعری** اور اس آیت میں بھی اُنکی طرف اشارہ ہی يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا یعنی خدا تعالیٰ
اس قرآن سے بہت لوگوں کو بہکا بھی دیتا ہے **اقول** یہ آیت بھی اُنہیں لوگوں پر صادق آتی ہے جن کو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
اور اس تقریر کی صحت کا موید قطع نظر اسکے کہ ظاہر ہے ایک یہ بھی ہی کہ یہ آیت اُن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو کتاب اللہ کو خوب تلاوت کیا کرتے تھے
اور اس سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتیں جو اُس کتاب میں تھی خوب ذہن ہو گئی تھیں اور اُنکے مطالب کے سب پہلو اُنکے ذہن نشین ہو گئے تھے اسی سبب سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ وہی ہیں ہر طرح سے اُن اوصاف کو آپ پر مطابق پایا اسمیں اختلاف ہے کہ وہ کتاب کونسی تھی توراۃ یا انجیل
اور وہ لوگ کون تھے یہود یا نصاریٰ **اقول** جو کچھ تونے تقریر کی ہی وہ قابل قبول اہل انصاف کے نہیں ہے اپنی رائے سے جو کچھ چاہتا ہے بے سر و پا لکھ دیتا ہی اور اس آیت اہل کتاب کے حق
میں نازل ہوا ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں تلاوت سے مراد تلاوت توریت ہے اور تونے اپنی رائے سے خلاف تحریر جمیع مفسرین اہل سنت کے تلاوت قرآن شریف مراد لی ہے کہ جسکو کسی مفسر نے نہیں لکھا ہی اور تعجب ہی تحکما
کہ اہل سنت معانی قرآن کو اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اُس پر عمل کرتے ہیں اور اسکی احتیاج نہیں ہے کہ تفسیر اُسکی جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہو اپنی
رائے سے جو چاہا لکھدیا **قال الشیخ الاشعری** با اینہمہ یہہ بھی اہل فہم پر روشن ہی کہ ہئیت مجموعی کی رو سے تمام فرقہ اہل سنت اور علیٰ ہذا القیاس تمام فرقہ شیعہ
ایک گنا جاتا ہے سو ہئیت مجموعی اہل سنت کو جدا لحاظ کیجئے اور ہئیت مجموعی شیعہ کو جدا پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ اس فرقہ میں کثرت تلاوت اور تلاوت کا جیسا
حق ہے پائی جاتی ہے یا فرقہ شیعہ میں اور ہئیت مجموعی کی رو سے سب کا ایک ہی حال ہوتا ہے ایک کی بات سبھی کی طرف منسوب ہوتی ہے تھوڑی ہی تھوڑی
اور بہت ہے تو بہت ہاتھ پاؤں ناک آنکھ کے احوال کو تمام عالم مجموعہ کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں ہاتھ میں کچھ تکلیف ہو تو یوں کہا کرتے ہیں کہ
میں بیمار ہوں یا فلانا بیمار ہے علیٰ ہذا القیاس میں نے کسیکو مارا یا میں نے کسیکو دیکھا یہ ساری اضافتیں جز کے کل کیطرف باعتبار مجموعہ کے ہوتے ہیں یعنی مجموعہ کو
ایک سمجھکر جزو کی حال کو کل کی طرف منسوب کر دیتے ہیں معہذا للاکثر حکم الکل سبھی کا سنا ہوا جملہ اور سبھی کے نزدیک مسلم ہے اکثر کی بات صفات کل ہی کی طرف منسوب

ہوتی تھی سو اکثر دینداران اہل سنت بکثرت تلاوت میں مشغول رہتے ہیں بخلاف شیعہ کہ انکا حال خود عیاں ہے **اقول** جیسا حال اہل سنت کا ہے کہ بعضی انمیں سے تلاوت کرتے ہیں اور اکثر تلاوت نہیں کرتے ایسی ہی حال شیعوں کا ہے کہ بعضی انمیں سے تلاوت کرتے ہیں اور اکثر نہیں کرتے کچھ فرق نہیں ہے اور اہل سنت کے فرقہ کے آدمی کروڑہا ہیں تلاوت کرنیوالوں کو دیکھئے تو تلاوت کرنیوالوں کی نسبت ایسی ہی نہیں ہیں جیسے آدمی کے بدن پر تل ہوویں اور شیعوں کی تلاوت کرنیوالوں سے زیادہ جو انکی تلاوت کرنیوالے ہیں تو اس جہت سے کہ انکے فرقہ کے آدمی کثرت سے ہیں اور شیعہ تھوڑے ہیں اور یہہ بات نہیں ہے کہ اہل سنت کے فرقہ میں سے اکثر آدمی تلاوت کرتے ہوں بلکہ اکثر نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق ہیں اور جسقدر کہ انکے یہاں نہ تلاوت کرنیوالے اور بدکار نکلینگے اسقدر تو تمام شیعہ بھی نہونگے چہ جائیکہ نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق انکی بدکار اور جسوقت کہ اہل سنت میں نہ تلاوت کرنیوالے اور فساق کثرت سے ہوئے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ہیئت مجموعی اہل سنت کو بلحاظ کبھی اور ہیئت مجموعی شیعہ کو بدایش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ اس فرقہ میں کثرت عادم تلاوت اور ناحق تلاوت کا اور ہونا فسق و فجور کا پایا جاتا ہے یا فرقہ شیعہ میں اور ہیئت مجموعی کے رو سے سبکا ایک ہی حال ہوتا ہے ایک بات سبھی کیطرف منسوب ہوتی ہے تھوڑی ہے تو تھوڑی اور بہت ہے تو بہت ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کے تمام عالم مجموعہ کی طرف یعنی اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں الی آخر ما قال سو اکثر اہل سنت تلاوت نہیں کرتے ہیں بلکہ اکثر انمیں جہلاء اور فساق ہیں اور اگر تلاوت کرتے ہیں تو بعضی انمیں سے تلاوت کرتے ہیں اکثر اور اکثر کے واسطے حکم کل کا ہے نہ بعض کے واسطے بخلاف شیعہ کہ انکا حال خود عیاں ہے کہ انمیں اس کثرت سے نہ تلاوت کرنیوالے ہیں اور نہ فساق ہیں۔ جیسے کہ اہل سنت میں ہیں

قال الشیخ الاشعری اس تقریر کے بعد شاید فاضلان شیعہ اپنے بچاؤ کے یہ سبیل کریں کہ حق تلاوت کے ہمارے نزدیک یہ معنی ہیں کہ بخشوع و خضوع و حضور قلب باتدبر آیات تلاوت کیجاوے سو اسباب اس کی سنیوں میں نہیں ہونے اور شیعوں میں ہونیکی کیا دلیل ہے اسلئے بندہ کمترین بطور پیش بندی یہ گزارش کرتا ہے کہ موافق مثل مشہور ہمارا دہر بھی ایکہا ہے اس بات کی تسلیم سے بھی ہمیں انکار نہیں کیونکہ خشوع و خضوع کا باعث بجز حسن عقیدہ یا کثرت تلاوت بہ نسبت کلام اللہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا حسن عقیدہ کا باعث خشوع و خضوع ہونا تو ظاہر ہے رہی کثرت تلاوت سو اسکی یہہ وجہ ہے کہ اکثر بنی آدم خدا سے غافل دنیا کی طرف مائل ہوتے ہیں تو ساعت دو ساعت کے ذکر یا تلاوت سے انکی غفلت اور رغبت زائل نہیں ہوتی ہاں مدتہا دراز تک اگر ذکر کی مشق کیجیے تو مثل اور کاموں کے البتہ بتقدیر یاد داشت اور حضور کامل پیدا ہو جائیگا اسوقت خشوع و خضوع آپ پیدا ہو جائیگا مگر ان فرقوں کو ذکر کرنیوالے اور تلاوت کرنیوالے ہی جانیں تو جانیں شیعے کیا جانیں **اقول** شیعہ ہر طرح سے بچے ہوئے ہیں انپر طعن کرنیکی کوئی صورت نہیں ہے اہل سنت کے دروغگو جو چاہیں انپر تہمت کریں اور حق تلاوت کے معنی پہلی اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کے معانی میں تدبر کرے اور موافق اسکے مقتضا کے عمل کرے اور ترتیل سے پڑھے کہ اسکے حروف کو انکے مخارج مقررہ سے مع صفات کے ادا کرے اور اسکے ہمراہ اگر خشوع و خضوع بھی ہو تو اور اولیٰ ہے اور بے حضور قلب تو پڑھنے کا کچھ لطف ہی نہیں ہے سو اس طرح سے بعضی شیعہ بھی پڑھتے ہیں اور بعضی اہل سنت بھی جن کو خدا تعالی نے توفیق دی ہے اور ہم بعضی اہل سنت کا اس طرح سے پڑھنے کا انکار نہیں کرتے ہیں جیسے کہ تو شیعوں پر طرح طرح کی تہمت کرکے اپنا ایمان جھوٹ بول کر بدتر کرتا ہے اور باعث خشوع و خضوع کا حسن عقیدہ ہے اور تدبر اسکے معانی کا نہ کثرت تلاوت کہ طوطی کی طرح ٹائیں ٹائیں کر لیا اس سے کیا ہوتا ہے البتہ باعث ثواب بھی ہے کہ تلاوت قرآن خالی ثواب سے نہیں ہے علی الخصوص وہ لوگ کہ جو معانی الفاظ قرآن کو نہیں جانتے ہیں اور جیسے ان فرقوں کو اہل سنت جانتے ہیں ایسے ہی شیعہ بھی جانتے ہیں کہ بعضی شیعہ بھی ایسے ہوتے ہیں کہ انکے تمام عمر تلاوت قرآن ہی میں بسر ہوتی ہے **قال الشیخ الاشعری** خیر غرض یہ ہے کہ باعث خشوع و خضوع یا حسن عقیدہ ہے یا کثرت تلاوت بلکہ دونوں ملکر باعث خشوع و خضوع ہوتے ہیں سو حسن عقیدہ کا ان لوگوں کے دلوں میں ہونا تو معلوم جو کلام ربانی کو بیاض عثمانی سمجھتے ہیں **اقول** باعث خشوع و خضوع حسن عقیدہ ہے خواہ کثرت تلاوت ہو خواہ قلت تلاوت اور بیاض عثمانی جو کوئی شیعوں میں سے قرآن شریف کو کہتا ہے مقصود اسکا اس سے یہ ہے کہ یہ قرآن جمع کروایا ہوا اس ترتیب سے عثمان کا ہے نہ یہ کہ وہ کلام عثمان کا ہے اور شیعہ کے نزدیک تو جو کوئی اس قرآن کا انکار کرے اور کلام خدا اس کو نجانے وہ کافر ہے اور بنیاد انکی دین کی اور مانند حلال اور حرام کا انکے نزدیک وہی ہے پھر حسن عقیدہ قرآن کے انکے دلوں میں نہونیکی کیا وجہ ہے عداوت کی راہ سے جو چاہو سو کہو۔ **وقال الشیخ الاشعری** ہاں اہل سنت کے لئے جو کلام اللہ کو بے کم و کاست و بے تغیر و تبدل حرفاً حرفاً بجنسہ کلام اللہ منزل سمجھتے ہیں جتنا کہیے تھوڑا ہے معہذا موافق نقل عربی الاناء یترشح بما فیہ یعنی ہر برتن میں سے وہی چیز چھلک کر نکلے گی جو اسکے اندر ہوگی احوال شیعوں اور سنیوں کو مطابق کر کے دیکھ لیجیے کسکو اس کلام اللہ سے زیادہ اعتقاد ہے اہل سنت کا حال تو ظاہر ہے اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ حرز جان سمجھتی ہیں اور جہاں شیعی جز دانوں اور مکانوں میں رکھتے ہیں سنی بوجہ محبت سینوں میں اور جانوں میں رکھتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کلام اللہ کی تعلیم و تعلم سب سے زیادہ اور کسی چیز کی تعلیم کا اہتمام نہیں

سب میں پہلے بچوں کو کلام اللہ ہی پڑہاتے ہیں اور تا مقدور حفظ ہی کراتے ہیں کلام اللہ کے سامنے کسیکی نہیں سنتے یہاں تک کہ احادیث کو بھی اسپر مطابق کرکے دیکھتے
ہیں اگر موافق نکلے تو فبہا ورنہ موافق مثل مشہور کالا ہو یوں بریش خاوند اُسکو راویوں کے سر مارتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ کچھہ نہ کچھہ راوی کا قصور ہے القصہ عقل
و نقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں امام سمجھتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں **اقول** شیعہ بے کم و کاست و تغیر و تبدیل کلام اللہ کو البتہ منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور
اہل سنت کے علما کے نزدیک اس کلام اللہ میں بہت جگہہ تغیر و تبدیل الفاظ اور آیتیں اور سورتیں بلکہ قرآن کثیر کم ہوگیا ہے چنانچہ عنقریب ہم بیان کرینگے تو تمکو معلوم
ہوگا اور اگر سنیوں کو کلام اللہ سے اعتقاد ہے تو شیعوں کو بھی اُس سے اعتقاد ہے اور اُنکے ایمان میں وہ داخل ہے اور اُسکو حرز جان سمجھتے ہیں اور اگر تھوڑے سے سنی اپنے سینوں میں اسکو
رکھتے ہیں تو بعضے شیعہ بھی اسکو اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور کلام اللہ کی تعلیم و تعلم بہ زیادہ اور کسی چیز کی تعلیم کا اہتمام نہیں تھے اور سب سے پہلے بچوں کو کلام اللہ ہی پڑہاتے ہیں جب کلام اللہ کو ختم کرلیتے
ہیں تب دوسری چیز شروع کراتے ہیں اور اگر کوئی بعض طالب دنیا قرآن کو چھوڑکر فارسی یا انگریزی پڑہاتا ہے خواہ سنی ہو خواہ شیعہ اُسکا اعتبار نہیں ہے اور سب
سنی اور سب شیعہ حفظ تو کاہیکو کرتے ہیں مگر بعضے البتہ حفظ کرتے ہیں اور شیعہ بھی کلام اللہ کے سامنے کسیکی نہیں سنتے اور احادیث کو بھی اُسی پر عرض کرتے ہیں اگر قرآن
کے مطابق نکلے تو فبہا ورنہ اُس حدیث پر عمل نہیں کرتے اور اہل سنت کے نزدیک تو احادیث کو اگر اپنی رائے کے خلاف نکلے تو بھی رد کرتے ہیں چنانچہ ابو حنیفہ نے
چار سو احادیث کو رد کیا ہے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کچھہ کلام اللہ ہی کے مطابق کرنا نہیں ہے شیعہ البتہ عقل و نقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں
امام اپنا کلام اللہ کو سمجھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی حضرت شیعہ اُنکی بے اعتقادی بھی اسی درجہ کی ہے اور کیونکر نہوں علامہ کلینی اپنی کتاب کافی
میں جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے وہ وہ روایتیں رقم فرماتے ہیں کہ جنکی دیکھنے سے کلام اللہ کیطرف سے نعوذ باللہ بالکل جی ٹھنڈا ہوا جاتا
ہے شایقین کی نظر سے انشاء اللہ جلد ہی گزرتے ہیں بالجملہ کلام اللہ کی بے اعتباری توراۃ و انجیل کی بے اعتباری سے بھی چند نمبر زیادہ ہے ناظرین روایات
مشار الیہا انشاء اللہ اس قول کو آپ تسلیم کرینگے غرض نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ کلام ربانی کا نام اُنکی اصطلاح میں بیاض عثمانی ہوگیا ہے اور اپنے آپ بھی کہے
سنے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ منجملہ ثقلین کلام اللہ کیساتھہ تو ہمیں تمسک میسر نہیں **اقول** شیعہ ہرگز ہرگز قرآن شریف سے بے اعتقاد نہیں ہیں تو جھوٹ لکھتا ہے
کہ بے اعتقادی کی تہمت اُنپر کرتا ہے بلکہ اعتقاد قرآن سے رکہنا اُنکے ایمان میں داخل ہے اور علامہ کلینی نے جو ناقص ہوجانے قرآن کی روایات بیان کی ہیں علما
شیعہ کے نزدیک ہرگز اُن روایات کا اعتبار نہیں ہے کہ وہ منجملہ احاد ہیں چنانچہ معلوم ہوگا بلکہ اُنکے نزدیک تو یہی ہے کہ کلام اللہ بے کم و کاست یہی ہے نہ اسمیں سے کم ہے نہ
زیادہ ہے اور علامہ کلینی کا بھی یہی اعتقاد ہے گو اُنہوں نے روایات کم ہوجانے قرآن کے بیان کی ہیں لوگوں سے سنکر اسواسطے کہ اعتقاد اور چیز ہے اور بیان
کرنا روایات کا اور امر ہے بخاری میں اکثر روایات ایسی ہیں کہ محمد اسمعیل بخاری کا اعتقاد اُنکے موافق نہیں ہے کہ وہ روایات تشبیہ اور تجسیم کے ہیں ورنہ ہمارے
نزدیک کافی اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے جیسے بخاری سنیوں کے نزدیک ہے بلکہ ہمارے نزدیک سب کتب احادیث برابر ہیں اور سنیوں کی کتابوں میں بھی وہ روایات
ہیں کہ جنکے دیکھنے سے کلام اللہ کی طرف سے نعوذ باللہ بالکل جی ٹھنڈا ہوا جاتا ہے منصفوں کی نظر سے انشاء اللہ جلد ہی گزرتے ہیں اس شیخ کے قول کے رد میں
بالجملہ کلام اللہ کی بے اعتباری اہل سنت کے نزدیک توراۃ و انجیل کی بے اعتباری سے بھی چند نمبر زیادہ ہے، ناظرین روایات مشار الیہا انشاء اللہ تعالی اس کلام
کو آپ تسلیم کرینگے اور سوا اسکے ایک بے اعتباری کی دلیل یہ ہے کہ پیشاب سے قرآن کی آیت کا لکھنا اُنکے نزدیک جائز ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں لکھا ہے اور
قرآن شریف شیعوں کی اصطلاح میں ہرگز بیاض عثمانی نہیں ہے اور اگر کسی نے خوش طبعی کی راہ سے لکہدیا ہے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ عثمان نے اُسکو جمع کروایا ہے
اور اُسکے ترتیب نزول کو اُلٹ پلٹ کردیا ہے اور کہیں کی آیت کہیں ڈالدی ہے لیکن وہ سب ہی کلام ربانی ہے عثمان کا کلام نہیں ہے اور نہ کوئی شیعہ اُسکو
کلام عثمان کہتا ہے تاکہ جای گرفت ہو اور یہ بھی کوئی شیعہ نہیں کہتا ہے کہ منجملہ ثقلین کلام اللہ کے ساتھہ تو ہمیں تمسک میسر نہیں ہے اور اگر بالفرض کسینے کہا بھی
ہے تو اس اعتبار سے کہ ہم مضامین قرآن کو نہیں سمجھہ سکتے ہیں اُسکی تفسیر میں جو کچھہ پیغمبر صلعم اور امام علیہ السلام فرماویں وہ حق ہے اور اپنی رائے سے ہم کچھہ نہیں
کہہ سکتے جیسے کہ پیشوایان اہل سنت اپنی رائے سے تفسیر کرتے تھے سو اُنکو ہی حقیقت میں قرآن سے تمسک نتہا بلکہ یہ اپنی رائے کے تھے **قال الشیخ الاشعری** ہی
اور ہر تلاوت کلام ربانی کے انداز اور مجلس مرثیہ و کتاب خوانی کی توقیر و تعظیم کے موازنہ سے خود ظاہر ہے کہ گو شیعوں کے دلمیں کلام اللہ کی مرثیوں کے برابر بھی قدر
منزلت نہیں گو زبان سے نہ کہیں ورنہ اسکے کیا معنے کہ کلام اللہ کے پڑہنے والے کو بھی حقہ کے پی لینے میں کچھہ دریغ نہو اور محفل مرثیہ و کتاب میں کیا مقدور جو کوئی
حقہ کی طرف دیکھہ بھی سکے بہر حال بحال اکثر شیعہ اس بات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ کی عظمت اُنکے دلوں میں چنداں نہیں گو اقل قلیل اہل سنت میں بھی ایسے

ہوں کہ انکا حال انکے قال کے موافق نہو **اقول** کہاں تلاوت کلام ربانی کے انداز اور کہاں مجلس مرثیہ خوانی چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ کلام خدا یہ کلام بشر کیونکر برابر ہو سکتے ہیں اور یہ کہنا کہ شیعوں کے دل میں کلام اللہ کی مرثیوں کی برابر قدر و منزلت نہیں چاند پر خاک ڈالنی ہے اور چاند خاک ڈالنے سے کب پوشیدہ ہوتا ہے شیعوں کا قرآن شریف ایمان ہے اسکی منزلت کی برابر انکے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ کیا کیا تہمتیں شیعوں پر کرتے ہیں خدا انکو سمجھے ہاں اس طرح کہیں تو مضائقہ نہیں ہے کہ مجلس حال و قال جہاں ڈھولک بجوا کر پیر اہل سنت کے ناچتے اور کودتے ہیں اسکی تعظیم و توقیر کلام ربانی سے بڑھکر ہے اہل سنت کے نزدیک کہ جب حال کھیلنے والا کھڑا ہوتا ہے تو سب آدمی اس مجلس کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں اور کلام اللہ کی تعظیم کے واسطے کونسا سنی کھڑا ہوتا ہے ایک مجلس میں چالیس پچاس سنی بیٹھے ہوں اور کوئی شخص سامنے سے کلام اللہ لیکر آئے تو کوئی سنی کھڑا ہو گا اور حقہ کا پینا روایات معتبرہ صحیحہ کی رو سے شرع میں ممنوع نہیں ہے خواہ کلام اللہ پڑھنے والا ہو خواہ مرثیہ اور کتاب پڑھنے والا لیکن بغرض تعظیم تلاوت قرآن کے سبب سے کوئی شیعہ وقت پڑھنے قرآن کے حقہ نہیں پیتا ہے اور مجلس قرآن خوانی میں بھی کوئی شیعہ حقہ نہیں پیتا ہے وہاں سے بھی حقہ کو اٹھا لیتے ہیں اور مجلس مرثیہ خوانی میں جو حقہ نہ پینے کی رسم ہو گئی ہے تو کچھ تعظیم مجلس کے واسطے نہیں ہے بلکہ اسواسطے حقہ اٹھا دیتے ہیں کہ مرثیہ کے سننے کی طرف متوجہ ہوں اور مرثیہ کو سنکر گریہ کریں اور اسوقت اگر حقہ پئیں گے تو توجہ مرثیہ کی طرف بخوبی نہو گی یہ رسم ہندوستان میں ہے اور ایران میں تو منبر کے نیچے حقہ پیتے ہیں جسوقت کتاب خواں منبر پر کتاب پڑھتا ہے اور عظمت کلام اللہ کی تو شیعوں کے نزدیک ایسی ہے کہ سنیوں کے نزدیک بھی نہو گی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی کثرت تلاوت اسکے کہنے کی کچھ حاجت نہیں یہ تو شیعوں کے اقرار سے بھی بفضلہ تعالیٰ نصیب اہل سنت ہی ہوا ہے الغصہ اگر علماء شیعہ حق تلاوت کو معنی خشوع و خضوع رکھیں تو ہمیں تو کچھ انکار نہیں کیونکہ خشوع و خضوع بھی اگر ہے تو اہل سنت ہی میں ہے پر اسکو کیا کیجے کہ نظم و نسق کلام اللہ اسی طرف ہے کہ حق تلاوت سے کثرت تلاوت ہی مراد ہے کیونکہ اول تو حق تلاوت یتلونہ کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق جانتے ہیں کہ بمعنی فعل مذکور یا اسکے اقسام میں سے ہوتا ہے سو کثرت تلاوت تو بیشک اقسام تلاوت میں سے ہے پر خشوع و خضوع داخل تلاوت نہیں بلکہ امور خارجیہ میں سے ہیں کون نہیں جانتا کہ تلاوت زبان کا کام ہے اور خضوع و خشوع دل کے احوال میں سے ہے اور یہ بھی نہ سہی اولئک الذین یؤمنون بہ کو الذین آتیناہم پر محمول کرنا اسبات کو مقتضی ہے کہ ایمان تلاوت موصوف پر متفرع ہو چنانچہ جو لوگ فنون بلاغت سے آشنا ہیں وہ اسبات سے بھی آشنا ہیں اور اسیواسطے یؤمنون بصیغۂ استقبال فرمایا آمنوا نفرمایا **اقول** اول تو یہ ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور کتاب سے مراد انکی کتاب ہے اور حق تلاوتہ کے معنی میں اختلاف ہے بعضے علماء اہل سنت تو کہتے ہیں کہ یصفونہ حق صفتہ اور ضمیر کو رسول خدا صلعم کی طرف پھیرتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد اس سے یعملون حق العمل بہ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ معنی اسکے یتبعونہ حق اتباعہ اور صاحب بیضاوی نے معنی اسکے یہ لکھے ہیں کہ یتلونہ حق تلاوتہ بمراعات اللفظ عن التحریف و التدبر فی معناہ و العمل بمقتضاہ یعنی تلاوت کرتے ہیں اسکو جو کہ حق تلاوت ہے کہ لفظ کو اسکی تحریف سے نگاہ رکھتے ہیں اور اسکے معنی میں تدبر کرتے ہیں اور موافق مقتضا اسکے کی عمل کرتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ ترتیل سے اسکے الفاظ کو ادا کرتے ہیں اور معانی کو اسکے سمجھتے ہیں اور ہمارے یہاں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ٹھیر جاتے ہیں وقت ذکر جنت اور نار کے اور جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اور کثرت تلاوت اسکے معنی کسی نے نہیں لکھے اپنی رائے سے یہ شیخ جو کچھ چاہتا ہے لکھتا ہے جیسے کہ اسکے پیشوا اپنی رائے سے تفسیر قرآن کی بیان کرکے کہتے تھے کہ اگر اسمیں خطا ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ مراد اس سے کثرت تلاوت ہے تو کیا بعضے شیعے ایسے نہیں ہوتے ہیں بچشم خود بعضے شیعہ کو دیکھا ہے کہ صبح سے شام تک سوائے تلاوت قرآن کے انکا کچھ اور شغل نہیں ہے اور جیسے کہ سب شیعہ ایسے نہیں ہوتے ہیں تو سب اہل سنت بھی ایسے نہیں ہوتے بعضے ہی ہوتے ہیں ہاں اہل سنت جو کثرت سے ہیں اور شیعہ قلیل ہیں تو ایسے آدمی اہل سنت کے شیعوں سے زیادہ ہیں اور شیعہ ہرگز یہ اقرار نہیں کرتے ہیں کہ کثرت تلاوت نصیب اہل سنت ہی ہے اور شیعہ اس سے محروم ہیں تو جھوٹ لکھتا ہے اور علماء شیعہ حق تلاوت کو بمعنی خضوع و خشوع ہرگز نہیں کہتے ہیں یہ بھی تو جھوٹ اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھتا ہے اور خضوع و خشوع سے شیعہ محروم بھی نہیں ہیں جو کہ ان میں معانی قرآن کو سمجھتے ہیں البتہ وقت تلاوت کے خضوع و خشوع سی پڑتے ہیں تخصیص اہل سنت کی نہیں ہے اور نظم و نسق کلام اللہ کو تو کیا جانے جو کہ ماہرین فن عربیت ہیں مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی وغیرہ کسی نے بھی معنی اسکے کثرت تلاوت کے نہیں لکھے کیا وہ نہیں جانتے کہ حق تلاوتہ مفعول مطلق واقع ہوا ہے جیسے کہ یہ معنی حق تلاوتہ کے کثرت تلاوت نہیں ہیں ایسے ہی شیعوں کے نزدیک مراد اس سے خضوع اور خشوع بھی نہیں ہے تو عبث کاغذ کو کیوں سیاہ کرتا ہے اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ تلاوت زبان کا کام ہے اور خضوع و خشوع دل سے تعلق رکھتا ہے اور اولئک یؤمنون بہ اگر الذین آتیناہم پر محمول ہو تو تیرا مطلب اس سے کیا ثابت ہوا کہ مراد حق تلاوت سے یہاں کثرت تلاوت نہیں ہے اور نہ ہم اسکو بمعنی خضوع و خشوع کہتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** طرفہ یہ ہے کہ درصورتیکہ حق تلاوت بمعنی خضوع و خشوع ہو معاملہ برعکس ہو جائیگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایمان سے یا تو معنی مشہور مراد لیجے یا بمعنی کمال انقیاد و تسلیم جیسے کامل ایمان کہتے ہیں کہئے یا تصدیق معانی مقصودہ جو مراد خداوندی ہے قرار دیجے سو ہر صورت معاملہ برعکس ہے ایمان بمعنی مشہور یعنی تصدیق

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا خشوع وخضوع سے پہلے ہونا تو کسی پر مخفی ہی نہیں سب جانتے ہیں کہ ایمان ہی کی بقدر ایمان خضوع وخشوع پیدا ہوتا ہے نہ کہ برعکس اور ایمان بمعنے
کمال انقیاد سو وہ بھی اسی طرح خضوع وخشوع تلاوت سے مقدم ہے کیونکہ یہ سبب ہے وہ مسبب بعدہٗ آیت الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ بھی
اسی طرف مشیر ہے کہ ایمان کامل باعث کثرت ذکر اور موجب حصول اطمینان قلب جمعیت توجہ الی اللہ اور حضور قلب کا ہوتا ہے کیونکہ اطمینان قلب کا حاصل ہونا بجز نفوس مطمئنہ کے
جو کامل الایمان ہوتے ہیں متصور نہیں چنانچہ بدیہی ہے باقی رہا ایمان بمعنی تصدیق وعلم مراد خداوندی سو وہ بھی بشہادت آیہ إِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ
تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ حال خضوع جو آیہ میں تضمن تری اعینہم تفیض من الدمع مذکور ہے مقدم ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب سنیں وہ لوگ
کہ جنکا اوپر سے ذکر ہے اس کلام کو جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو دیکھے تو انکی آنکھوں کو کہ آنسوؤں سے بہ رہی ہے بسبب اسکے کہ جان لیا ہے انہوں نے حق بات کو الخ سو اس سے یہ بات
صاف روشن ہے کہ انہوں نے کلام اللہ کو سنکر مضامین حق دریافت کئے اس سبب سے انکا یہ حال ہوگیا کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا ہے یعنی بسبب حق کے دریافت ہونے کے انکے دلوں میں
خشوع وخضوع پیدا ہوگیا نہ یہ کہ رونے اور خشوع وخضوع کے باعث انکو حق بات معلوم ہوگئی ہے غرض درصورتیکہ حق تلاوت بمعنی خشوع وخضوع ہو تو بہر طور ترتیب بالعکس ہوئی
جاتی ہے ہاں اگر حق تلاوت سے کثرت تلاوت مراد ہو تو تینوں صورتوں میں ترتیب بطور خود رہیگی کیونکہ بے ایمانوں اور ضعیف الایمانوں کو تو کثرت تلاوت موجب آگاہی حقائق و
دقائق کلام ربانی ہوتی ہے اور باعث ہدایت اور رفع شکوک اور سبب حسن عقیدت جو عین ایمان ہے ہو جاتی ہے سو اگر ایمان سے ایمان بمعنی مشہور مراد ہو تو بایں طور کثرت تلاوت باعث
حصول ایمان ہے اور اگر کمال ایمان مراد ہے تب بھی یہی بات ہے کیونکہ کثرت تلاوت سے دم بدم غفلت زائل ہوجاتی ہے اور لمحہ بلمحہ یادداشت اور حضور قلب ترقی پکڑتا ہے اور صفائی
آئینہ قلب کی زیادتی اور انوار تجلیات کے ہجوم کا باعث ہو جاتی ہے اسوجہ سے تصدیق قلبی محکم اور مستحکم ہو جائے اور کمال انقیاد پیدا ہوتا ہے باقی رہا ایمان بمعنی علم مراد خداوندی
سو اسکا کثرت تلاوت پر متفرع اور مترتب ہونا سب ہی پر ظاہر ہے کون نہیں جانتا کہ ایک کتاب کا کثرت سے مطالعہ کرنیوالا اسکے مطلب کو بہ نسبت ان لوگوں کے جو اسکی طرف متوجہ
نہیں ہوتے اکثر صحیح ہی سمجھتا ہے **اقول** ہم حق تلاوت کو بمعنی خشوع وخضوع نہیں کہتے ہیں تو اپنی طرف سے بمعنی خشوع وخضوع کہتا ہے اور پھر اسکا جواب دیتا ہے اور کثرت تلاوت
بھی نہیں بن سکتا اسواسطے کہ جبتک کہ پہلے ایمان نہوگا اسکے ساتھ تو وہ کیوں اسکی تلاوت کریگا یہ جا کہ کثرت تلاوت اور اس کے ساتھ خشوع وخضوع اور باعث
حسن عقیدت یہ سب تو جب ہے کہ پہلے ایمان حاصل ہولے اور اگر کلام اللہ کو کسی سے سنکر ایمان لائیگا تو اسکے معنی میں عمل کرکے اور موافق اسکے مقتضا کے عمل کرکے خواہ
کلام اللہ کو خود دیکھے اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو یا کسی دوسرے سے سنے اور محض تلاوت سے کیا ہوتا ہے خواہ کثرت سے ہو خواہ نہو اور اگر مراد یہ ہے کہ کافر اگر کثرت سے تلاوت کریگا تو اس پر ایمان
لائیگا سو کثرت تلاوت سے کیا ہوتا ہے طوطے کی طرح ٹاں ٹاں کیا کرو بلکہ حق تلاوت سے مراد وہ ہے کہ جو مفسرین نے لکھا ہے کہ اسکے معانی میں تدبر کرے اور موافق اسکے مقتضا کے عمل
کرکے اگرچہ ایک مرتبہ ہی تلاوت ہو جب ایسا کریگا تو اسپر ایمان لائیگا اور کثرت تو نے کہاں سے نکالی اور یہی اسکے معانی میں مطابق تفاسیر اہل سنت کے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو
ہم نے کتاب توراۃ دی ہے تو وہ اسکے معانی میں تدبر کرتے ہیں اور تحریف نہیں کرتے ہیں وہ ہی ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر نہ تحریف کرنیوالے اور جو کوئی کفر کرے اسکا یعنی تحریف
کرے وہ لوگ ٹوٹے میں ہیں اور کثرت تلاوت کے معانی تو درست ہی نہیں ہو سکتے اسواسطے کہ اسوقت اسکے یہ معنی ہونگے کہ جو کثرت سے تلاوت کرتے ہیں وہ اسپر ایمان لاتے ہیں اور جو کہ
کثرت سے تلاوت نہیں کرتے وہ اسپر ایمان نہیں لاتے اور حال یہ ہے کہ ایمان لانا تلاوت پر موقوف نہیں ہے اور اگر ایسا ہو تو کثرت سے تلاوت نکرنیوالے یا کبھی کبھی تلاوت کرنیوالے
کافر ٹھیریں سو ایسے اہل سنت دنیا میں لاکھوں ہیں اور پہلے تو یہ کہتا تھا کہ اہل سنت کثرت سے تلاوت کرنیوالے ہیں اور اب کہتا ہے کہ کفار کثرت تلاوت سے ایمان لائینگے اور حال یہ ہے
کہ آیت نازل تو ہوئی ہے اہل کتاب کے حق میں جو کہ کتاب توراۃ کو پڑھکر ایمان لائے تھے اور یہ شیخ قرآن شریف کو کہتا ہے اور اگر کثرت تلاوت ہی باعث حصول ایمان ہے
جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت جو کثرت سے تلاوت کرتے ہیں انکو اس تلاوت سے ایمان حاصل ہوا ہے اور پہلے وہ کافر تھے اور جو سنی کہ کثرت سے تلاوت نہیں کرتے ہیں یا کبھی
کبھی تلاوت کرتے ہیں وہ کافر ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب ایک شبہ باقی رہا وہ یہ ہے کہ آیت الذین آتینا ہم سے ایمان کا تلاوت موصوف پر متفرع ہونا ہر چند ظاہر ہے
چنانچہ مبتدا کو بقید مذکور مقید کرنا اور اولئک یومنون بہ کا اسپر محمول کرنا اور یومنون کہنا اور آمنوا نہ کہنا سب اسی طرف مشیر ہیں مگر احتمال یہ بھی تو ہے کہ بطور معلوم تلاوت کرنا
ایمان کی فقط علامت ہو اور ترتب اور تفرع کا کچھ لحاظ نہو اور ظاہر ہے کہ بعضی اشیاء کے علامتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ان اشیاء ہی کے سبب پیدا ہوتی ہیں جیسے
دھواں دور سے جہاں سے آگ نظر نہ آتی ہو آگ کے علامت ہے اور تسپر آگ ہی سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا وجود آگ کے وجود کی فرع ہے آگ کا وجود اسکے وجود کی فرع نہیں سو ایسے
ہی اگر تلاوت موصوف ایمان کی علامت بھی ہو اور پھر ایمان ہی سے پیدا بھی ہوتی ہو اور بغرض بیان علامت ہی جناب باری نے یہ فرمایا ہو تو کیا حرج ہے اس شبہ کا جواب
یہ ہے کہ عمدہ توجیہ کو چھوڑ کر ایسے احتمال ضعیف کو لینا اول تو یہی دلیل کم فہمی ہے خصوصا خدا کے کلام میں کہ اسمیں تو بالاتفاق اگر ہوگی تو عمدہ توجیہ مراد خداوندی ہوگی

دوسرے سلمنا لیکن اُسکا کیا جواب کہ بیان علامت سے تو غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ شے جسکی یہ علامت ہے متمیز اور متبین ہو جائے سو جبتک علامت خود متمیز اور متبین نہو جو کی
تب تک بیان علامت بیکار ہے خدا کے کلام میں بیہودہ اور بیکار باتوں کا ہونا منجملۂ محالات ہے اور چونکہ خشوع وخضوع امر مخفی ہے اُسکو علامت ایمان مقرر کرنا تعریف
مجہول بالمجہول ور تشریح مخفی بالمخفی کی قسم میں سے ہے البتہ کثرت تلاوت ایک امر محسوس ہے اُسکو اگر علامت کہئے تو زیبا ہے اور پھر قطع نظر اسکے مفید ترتیب کو بر معہذا خضوع
وخشوع کی طرف بھی اشارہ ہوگیا اور ترتیب ور تفریع بھی ہاتھ سے نگئی اور حق تلاوت کا مفعول مطلق ہونا بھی صحیح و درست رہا اور کسی طرح کی تکلف کی ضرورت نپڑے

اقول - ہم اوپر بیان کر چکے کہ حق تلاوت کو بمعنی خشوع وخضوع ہم نہیں کہتے اور نہ حق تلاوت بمعنی کثرت تلاوت ہے اور شبہ مذکورہ اسمیں البتہ ہو سکتا ہے کہ حق تلاوت جو بمعنی
خضوع وخشوع ہے علامت ایمان کی ہے اور ایمان میں سے ہی پیدا ہوا ہے اور جواب اُسکا مسکت خصم نہیں ہے اور تیری توجیہ عمدہ کیونکر ہے اُسکی عمدگی بیان کی ہوتی اور
شبہ کرنیوالا کہتا ہے کہ یہ احتمال تیری توجیہ سے قوی ہے اور خشوع وخضوع امر مخفی بھی نہیں ہے بلکہ یہ بھی امر محسوس ہے مثل کثرت تلاوت کے اسواسطے کہ یہ خضوع وخشوع اگرچہ دل سے تعلق
رکھتا ہے لیکن جسوقت کہ کوئی خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے تو اُسکا اثر پڑھنے والے کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتا ہے اور پڑھنے والے کی صورت دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے اور بخوبی
اُسکے چہرہ سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ آدمی خشوع وخضوع سے پڑھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** جب اس شبہ کی تردید سے فراغت پائی تو ایک اور فائدہ گوش گزار اہل فہم ہے وہ
یہ ہے کہ قید آتینا ہم سے یُوں خیال میں آتا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب نہیں دیگئی یعنی اُسکو مانتے ہی نہیں چہ جائیکہ مانکر غلط سمجھ جانا اُن لوگوں میں سے اگر کوئی حافظ ہو جائے
تو مضائقہ نہیں یا یوں کہئے کہ اُسکو ایسی تلاوت جسے تلاوت کا حق کہتے ہیں میسر آجائے تو آجائے پر اُن لوگوں میں سے جنہیں ملی ہے یعنی اُسکو تسلیم کر لیا کثرت تلاوت وہاں
ہی ہوگی جہاں حق ہی ہوگا کچھ کجی نہوگی کیونکہ کثرت تلاوت جسے تلاوت کا حق کہتے ہیں علامت ایمان ہے تو فقط اُنہیں کی نسبت ہے جو اُسکو تسلیم بھی کرتے ہیں نہ کہ ہر
کسی کے حق میں اس صورت میں جو مشہور ہے کہ برنس نصرانی کو کلام اللہ یاد تھا کیا عجب ہے کہ صحیح ہو بہر حال بعلامت یتلونہ حق تلاوتہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بشارت اولئک
یؤمنون بہ فرقۂ اہل سنت کیلئے ہے اور حضرات روافض منجملہ ومن یکفر بہ فاولئک ہم الخاسرون میں جنکے یعنی ہیں اور جو کتاب اللہ سے پھر گئے سو وہی لوگ ٹوٹے میں ہیں **اقول**
یہ شبہ تجھ سے بخوبی رد نہیں ہو سکا اور یہ فائدہ بھی تیرا بیان بیفائدہ ہے اسواسطے کہ برنس نصرانی تو اہل کتاب میں سے ہے اور ان لوگوں ہی کا ذکر آیہ مذکورہ میں ہے نہ قرآن کا اور مسلمانو
کا اور وہ اپنی کتاب کو مانتے بھی ہیں اور اگر قرآن کو نہیں مانتے تو کیا ہوا قرآن کے دینے کا تو آیت مذکورہ میں ذکر ہی نہیں ہے اور جن لوگوں نے کہ قرآن کو مانا اور پھر اسکے الفاظ میں
غلطی جانی وہ اہل سنت ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور جسے حق تلاوت کہتے ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ جہاں حق ہو وہیں ہو بلکہ غیر حق میں بھی موافق تیرے اقرار کے ہو سکتی ہے اسواسطے
کہ تو لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب نہیں دیگئی وہ حافظ ہو سکتے ہیں جیسے کہ برنس تھا اور جب حافظ ہوا تو کثرت تلاوت بھی کریگا ورنہ اُسکو قرآن کیونکر یاد رہیگا اور کثرت تلاوت علامت
ایمان بھی نہوئی اسواسطے کہ اگر علامتِ ایمان تھی تو برنس نصرانی حافظ نہیں ہو سکتا تھا اور جو حق تلاوت ہے وہ اکثر اہل سنت میں بھی نہیں پایا جاتا الفاظ کو بقاعدہ قرأت
کے ادا کرتے ہیں اور اکثر سنی ہندوستان کے رہنے والے نہیں جانتے کہ قرآن کا کیا مطلب ہے طوطے کی طرح ٹاں ٹاں کر لیتے ہیں اور جو مراد ہے حق تلاوت سے کہ اُسکے معانی میں تدبر کریں
اور موافق اُسکے مقتضا کی عمل کریں جیسے کہ بیضاوی میں لکھا ہے سو وہ جہلا اُس سے واقف ہی نہیں ہیں اور کثرت تلاوت ہرگز حق تلاوت نہیں ہے اور نہ کسی نے لکھا ہے تو اپنی طرف
سے ٹاں ٹاں کرتا ہے اور اگر قرآن کو غلط تسلیم کیا جیسے کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن غلطیوں کو شامل ہے تو اس صورت میں اہل سنت بھی مثل نصرانیوں کے ہوئے کہ انکا
اور اُنکا اعتقاد بہ نسبت قرآن شریف ایک ہے بہر حال بحکم آیہ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ
زمرہ مومنین میں سے ہیں اور اہل سنت گروہ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ میں سے اسواسطے کہ شیعہ قرآن کو حق اور صحیح اعتقاد کرکے تلاوت کرتے ہیں کہ جو حق تلاوت ہے
اور کہتے ہیں کہ اسمیں کسی طرح کی غلطی نہیں ہے اور جس طرح سے کہ یہ ہے اسپر ہمارا ایمان ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ قرآن میں غلطیاں ہیں اور قرآن کے الفاظ تبدیل پاگئے کچھ کے کچھ
ہوگئے ہیں اور کاتبوں نے قرآن کو غلط کر دیا ہے غلطیاں لکھکر بلکہ قرآن کی غلطی الفاظ پر عثمان اور عائشہ کا اقرار ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اس صورت میں اہل سنت نے قرآن کا
کفر کیا کہ اُسکو مثل یہود و نصاریٰ کے غلط قرار دیا اور سارے قرآن کے صحیح اور حق ہونے پر ایمان نہ لائے اس جہت سے یہ فرقہ آخرت میں ٹوٹے والوں میں سے ہوگا **قال الشیخ الاشعری**
اب التماس یہ ہے کہ سوا آیت مذکورہ آیاتِ کثیرہ حقیت مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتے ہیں اور کیونکر دلالت نکریں جسقدر عقائد مخصوصہ مذہب شیعہ اور فروع
خاصہ مذہب مذکور ہیں تماماً مخالف کلام اللہ ہیں اور مذہب اہل سنت سراپا کلام اللہ پر مطابق اور وجہ اسکی یہی ہے کہ بسبب تلاوت کے حق ادا کرنیکے اہل سنت تو مغز سخن ربانی کو پہنچے
اور شیعہ بسبب اسکے کہ کثرت تلاوت بوجوہ مذکورہ اُنکو میسر نآئے دقائق کلام اللہ کو نہ سمجھے مگر چونکہ آیت مذکورہ کے ذکر کرنے سے یہ نکتہ معلوم ہوگیا تو اہل عقل بالاجمال سمجھ جائینگے کہ بیشک
آیات ربانی مخالف مذہب شیعہ ہونگی اور مذہب اہل سنت تماماً موافق قرآن مجید تو قطع نظر اسکے کہ آیت مذکورہ حقیت مذہب اہل سنت وبطلان مذہب شیعہ پر جداگانہ بھی دلالت کرتی ہے

چنانچہ ملاحظہ تقریر بالا سے واضح ہو جائیگا اور آیات کے حوالے سے بھی حقیت مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہے چونکہ اسوجہ سے یہ آیت اور آیات کی بھی بنا بت کرتی ہے تو اسکو کیا بیان کیا گویا سبھی کو بیان کر دیا اسوجہ سے اور آیات کے بیان سے مقتصر ہوں معہذا اگر تمام آیات مخالف مذہب شیعہ کو لیجیے تو ایک دو تو نہیں جو سہل ہو بکثرت بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب شیعہ کو رد کرتے ہیں اور مذہب اہل سنت کی حقیت اور حقانیت پر شاہد ہیں اس رسالہ مختصر میں سب کی گنجائش کہاں خصوصاً جبکہ بقدر فہم انکی شرح بھی کیجیے اور انسے اہل سنت کی حقانیت اور انکے مذہب کی حقیت اور اہل تشیع کے مذہب کے بطلان پر استدلال بھی لائیے **اقول** یہ شیخ آیت الذین آتیناہم الکتاب لنسے جو اپنا مطلب ثابت کرتا ہے اور حق تلاوت سے مراد کثرت تلاوت لیتا ہے اور کتاب سے مراد قرآن شریف لیتا ہے بالکل خلاف واقع ہے نہ تو حق تلاوت سے مراد کثرت تلاوت ہے اور نہ کتاب سے مراد قرآن ہے بلکہ جو کچھ بیضاوی وغیرہ کتب تفاسیر میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ مراد کتاب سے توریت ہے اور جنکو کتاب دی ہے وہ یہودی ہیں نہ مسلمان اور حق تلاوت سے مراد اُسکے معانی میں تدبر کرنا ہے نہ کثرت تلاوت اور کثرت تلاوت جو اہل سنت میں منحصر کرتا ہے یہ بھی غلطی ہے بلکہ شیعوں میں بھی تلاوت بعضے آدمی کثرت سے کرتے ہیں کہ انکا شغل سوائے تلاوت قرآن کے دوسرا کوئی کام نہیں ہے اور جب کہیں کو سفر کرتے ہیں تو ایک حمائل اور صحیفہ کاملہ انکے پاس حرز جان ہوتا ہے اور کثرت تلاوت سے مراد اگر یہ ہے کہ اہل سنت میں بہت آدمی تلاوت کرتے ہیں اور شیعوں میں تھوڑے آدمی تو وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے فرقہ کے آدمیوں کی کثرت بھی تو ہے شیعہ بہ نسبت انکے عشر عشیر بھی نہیں ہیں اور جو کچھ اسنے اس قول میں لکھا ہے کہ سوا آیت مذکورہ آیات کثیرہ حقیت اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں بالکل اُلٹا لکھا ہے بلکہ سوائے آیت مذکورہ کثرت سے آیات قرآنیہ حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ اپنے مقام پر معلوم ہو جائیگا اور سوائے اسکے یہ ہے کہ انکا ایمان کل قرآن پر نہیں ہے بلکہ قرآن میں بہت سی غلطیاں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ دوسرے الفاظ سے بدل گئے ہیں اور کاتبوں نے قرآن میں غلط الفاظ لکھدیے ہیں چنانچہ عنقریب سب معلوم ہو جائیگا اور اب میں بھی جو کچھ حق ہے وہ کہتا ہوں کہ آیات کثیرہ حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی ہیں اور کیونکر دلالت نکریں کہ جسقدر عقائد مخصوصہ مذہب شیعہ اور فروع خاصہ مذہب مذکور ہیں تمامہا مطابق کلام اللہ کے ہیں کہ انکے اصول و فروع ماخوذ ہیں نہ علوم ختم المرسلین سے ہیں اور مذہب اہل سنت سراپا مخالف کلام اللہ کے ہے کہ وہ پیرو جہلاء کے ہیں کہ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے تھے اور مسائل دین میں غلطیاں کرتے تھے اور جب مشکل پڑتی تھی تو دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور بعد انکے اصول میں مقلد ابو الحسن اشعری اور ابو المنصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں پیرو ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد حنبل کے ہیں کہ وہ نہ صحابہ میں سے تھے اور نہ اہل بیت میں سے اور تلاوت قرآن تو شیعہ اور سنی دونو ہی کرتے ہیں لیکن شیعہ بسبب پیروی اہل بیت علیہم السلام کے اور کثرت حق تلاوت کے مغز سخن ربانی کو پہنچے اور اہل سنت بسبب ایمان لانے صحت کل قرآن کے اور پیروی اہل بیت کے جو انکو میسر آئے تو دقائق کلام اللہ کو نہ سمجھے اور آیت مذکورہ کے ذکر کرنے سے اسکا دعویٰ تو کچھ ثابت نہوا لیکن ہمارے بیان سے اہل عقل بالاجمال سمجھ جائینگے کہ بیشک آیات ربانی مخالف مذہب اہل سنت ہونگی اور مذہب شیعہ تمامہ موافق قرآن مجید تو قطع نظر اسکے کہ آیت مذکورہ سے مطلب اہل سنت کا کچھ ثابت نہوا بلکہ مثل اور آیتوں کے یہ آیت بھی حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت ہی پر دلالت کرتی ہے تو ہماری تقریر بالا سے واضح ہو جائیگا کہ جو کچھ ہم لکھتے ہیں سب حق ہے اور جو کچھ یہ لکھتا ہے وہ باطل ہے اور چونکہ اسوجہ سے کہ اس آیت سے اسکا مطلب ثابت نہوا تو اور آیتوں کو بیان نکر سکا کہ کسی آیت سے اسکا مطلب ثابت ہی نہیں ہے بلکہ کل آیتیں حقیت مذہب شیعہ اور بطلان مذہب اہل سنت پر دلالت کرتی ہیں اور اگر یہ بیان کرتا تو ہم اسکی تقریر کو باطل کر کے اپنی حقیت ثابت کر دکھلاتے معہذا اگر تمام آیات مخالفہ مذہب اہل سنت کو لیجیے تو ایک دو تو نہیں جو سہل ہو بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب اہل سنت کو رد کرتے ہیں اور شیعوں کی حقیت اور حقانیت پر شاہد ہیں اس رسالہ میں سب کی گنجائش کہاں خصوصاً جبکہ بقدر فہم انکی شرح بھی کیجیے اور انسے شیعوں کی حقانیت اور انکے مذہب کی حقیت اور اہل سنت کے مذہب کے بطلان پر استدلال بھی لائیے اسواسطے ہمنے ان آیتوں کو بیان نہ کیا بلکہ ایک تقریر مجمل پر اکتفا کیا اہل فہم خود سمجھ جائینگے **قال الشیخ الاشعری** لہذا ایک ہی آیت پر کہ وہ ایک ہی سب کے قائم مقام اور مفید خاص و عام ہے اکتفا کر کے اسقدر گزارش کرتا ہوں کہ شاید کسی شیعی المذہب کو اس آیت کی ہدایت سنکر بسبب کجی طبیعت اور ضلالت طبعزاد اور تعصب نہاد یہ شبہ ہو کہ یہ آیت ہے تو کیا ہوا ایک جملہ قرآنی ہے سو قرآن کا نعوذ باللہ منہ کیا اعتبار ہمارے اعتقاد کے موافق کمی کی تو کچھ شمار ہی نہیں بیشی اور افزائش اور تبدیل الفاظ بھی ظہور میں آئی ہے پھر عجب نہیں کہ یہ آیت بھی منجملہ الحاقات اہل سنت ہو سو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ مذہب محققین شیعہ اسبات میں یا تو یہ ہے کہ کلام اللہ میں نہ کمی ہوئی ہے نہ بیشی چنانچہ استاد علامہ کلینی حضرت صدوق اسی کے قائل ہیں یا یہ کہ کمی تو ہوئی ہے زیادتی نہیں ہوئی غرض زیادتی کا نہونا اجماعی ہے اور آیت مرقومہ سے انکار نہیں ہو سکتا مگر چونکہ یہ دونو مذہب مخالف مرویات کلینی ہیں جو اصح الکتب شیعہ ہے اور نیز ذہن نشین اکثر شیعہ یہی ہے کہ کلام اللہ میں کمی زیادتی دونو ہوئی ہیں اور ہمارے بعض مطالب مذکورہ بھی اسی پر مبنی ہیں اس جواب پر قناعت نہیں ہو سکتی اسلئے دوسرا جواب یہ ہے کہ شیعہ اور شیعوں کے مذہب کی بطلان کی دلیل ہے بحمد اللہ باقرار شیعہ اتنا تو معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ کا اعتبار نہیں کیونکہ ماخذ احکام دین سب میں اول کلام اللہ ہی تھا جب اسکا اعتبار نہیں تو جو باتیں شیعی بزعم خود کلام اللہ سے ثابت کرتے ہیں اگر بفرض محال ثابت بھی

ہو جائیں تو بدرجہ اولیٰ قابل اعتبار نہونگی سو حدیث ثقلین جو متفق علیہ طرفین ہے اسبات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ اور عترت دونو کے ساتھ تمسک رہیگا تو گمراہی پیش نہ آئیگی پھر جب کلام اللہ سے جو موافق حدیث مذکور دونو میں اعظم ہے تمسک میسر نہیں تو بشہادت عقل سلیم ہدایت بھی نہیں سراپا گمراہی ہے غرض حضرات شیعہ یہ احتمال پیش کریں تو یہ تو اور الٹے اپنے ہی پاؤں میں تیشہ مارنا ہے اور بر بالبداہۃ اور بالاجماع کسی فرقہ کے کوئی حدیث اس درجہ کو شائع ذائع نہیں ہوئی جس درجہ کو کلام اللہ شائع ذائع ہوا ہے اور نہ اس طرح کے کسی حدیث کے سارے راوی اسکی روایت میں متفق اللفظ پھر جب کلام اللہ کا اعتبار نہیں ہو سکا تو کاہیکو ہوگا پھر جس میں راویان احادیث شیعہ کے احوال کی اور ان احادیث کے تعارض کو دیکھیے تو بے اعتباری میں نہایت ہی کو پہنچ جائینگے بہرحال اگر یہ شبہ علماء شیعہ پیش کریں اور اکثر مواقع میں پیش کرتے ہیں تو ہمارے لیے بہت تخفیف تصدیع ہے سو عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد سو معہذا شیعوں ہی کو اقرار ہے ہمارا وہ دعوی جو تقریر بر شرح آیت مسطورہ میں گزرا ہے خدا ساز ثابت ہو گیا کیونکہ جب قرآن میں اسقدر کمی بیشی ہے تو پھر جسے قرآن کہتی ہیں قرآن ہی نہوا اگر شیعے اسے یاد کریں اور تلاوت کا جیسا حق ہے ویسی طرح تلاوت کریں تب بھی فی الواقع تلاوت قرآن اور حفظ قرآن نہوگا

اقول - جو کچھ اس شیخ نے اس قول میں لکھا ہے سب غلط اور شیعوں پر افترا ہے شیعوں کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں ہے جو کہ یہ شیخ لکھتا ہے اور نہ اس آیت سے کچھ اسکا مطلب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور تمام قرآن پر اور اسکی صحت پر ہمارا ایمان ہے اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اسکو ہم حق جانتے ہیں لیکن یہ شیخ بسبب مبتلا ہے طبع اور تعصب نہاد ہماری طرف ایسے امور منسوب کرتا ہے کہ جنکا ہمکو اعتقاد نہیں ہے اور ہم ایسے امور سے بیزار ہیں اور قرآن کا اعتبار جیسا کہ شیعوں کو ہے کہ اسکی ہدایت کو حق اور صحیح جانتے ہیں ویسا سنیوں کو نہیں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن غلطیوں کو شامل ہے اور آیہ مذکورہ شیعوں کے نزدیک الحاقات میں سے ہرگز نہیں ہے یہ شیخ ہم پر افترا کرتا ہے اور نہ مذہب محققین شیعہ یہ ہے کہ کلام اللہ میں بیشی ہے نہ کمی ہے اگر اہل سنت کے نزدیک آیہ مذکورہ الحاقات میں سے ہو تو ہو سکتا ہے کہ انکے نزدیک کاتبوں نے قرآن میں غلطیاں داخل کر دی ہیں چنانچہ بعد اسکے اسکا ذکر آئیگا اور ایک شیخ صدوق علیہ الرحمۃ ہی نہیں بلکہ سب محققین شیعہ بھی کہتے ہیں چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور شیخ صدوق کے استاد ہیں محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ تجھکو خبر اسکی نہیں ہے اور جیسے کہ بیشی کا نہونا قرآن میں شیعوں کے نزدیک اجماعی ہے ایسے ہی کمی کا نہونا بھی اجماعی ہے اور محققین شیعوں کے نزدیک مرویات کلینی کا اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ وہ از جملہ روایات احاد ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں تو ایسی روایتیں کثرت سے ہیں اور کمی و بیشی کا ہونا اکثر شیعوں کے جو کہ محققین ہیں ذہن نشین نہیں ہے اور جیسا کہ قرآن شریف معتبر ہے شیعوں کے نزدیک ایسی کوئی کتاب انکی نزدیک معتبر نہیں ہے اور اگر غیر معتبر ہے تو سنیوں کے نزدیک ہے اور شیعوں کو قرآن کی نسبت کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر شبہ بھی ہے تو سنیوں کو ہے کہ انکے نزدیک اسمیں غلطیاں اور تبدیل الفاظ ہے اور جو کچھ یہ شیخ شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے سب اسکی ہی کتابوں میں موجود ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور شیعوں کے سر دھرتا ہے اور حقیقت میں کمی اور بیشی اور غلطی قرآن میں اور تبدیل الفاظ انکی ہی کتابوں سے ثابت ہے اس جہت سے چاہیے کہ موافق انکے مذہب کے قرآن کا ہرگز اعتبار نہو اور جب قرآن کا اعتبار نہوا تو انکا مذہب بھی غیر معتبر ٹھیرا اور جب قرآن کا اعتبار نہیں تو اہل سنت بزعم خود جو باتیں کلام اللہ سے ثابت کرتے ہیں اگر بفرض محال ثابت بھی ہو جائیں تو بدرجہ اولی قابل اعتبار نہونگی سو حدیث ثقلین جو متفق علیہ طرفین ہے اسبات پر شاہد ہے کہ کلام اللہ اور عترت دونو کے ساتھ تمسک رہیگا تو گمراہی پیش نہ آئیگی پھر جب کلام اللہ اور عترت دونو سے تمسک نہیں تو بشہادت عقل سلیم ہدایت بھی نہیں اور کلام اللہ سے تمسک کا حال تو معلوم . کہ جب اسمیں غلطیاں داخل ہوئیں تو جو اس سے ثابت کریں گے وہ بھی غلط ہوگا اور تمسک اس سے مانند عدم تمسک کے ہوا اور عدم تمسک اہل بیت سے تو ظاہر ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اب کچھ اور زیادہ بیان کرتے ہیں کہ اور وجہ ہے اہل سنت کا دونو سے تمسک نکرنا واضح کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کلام اللہ اور اہل بیت میری جو کوئی انکے ساتھ تمسک کریگا وہ گمراہ نہوگا اور یہ دونو آپسمیں سے جدا نہونگی یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں اور یہ جو فرمایا کہ آپس سے جدا نہونگی تو مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف اہل بیت کے بدن سے چپٹا ہوا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو کلام اللہ کا مضمون ہے وہ اہل بیت کے پاس ہے پس جس نے کہ پیروی کی اہل بیت کی اس نے قرآن کی بھی پیروی کی کہ اہل بیت خلاف قرآن کو کچھ نہ کہیں گے اور جس نے کہ اہل بیت سے بالا بالا قرآن کی پیروی کا ارادہ کیا تو اسکو نہ تو قرآن کی پیروی حاصل ہوئی نہ اہل بیت کی اسواسطے کہ حاصل قرآن کا تو اہل بیت کے پاس ہے بموجب حدیث مذکور کے جب انکی پیروی نکی تو قرآن شریف کی پیروی سے محروم رہیگا اور اہل سنت کو پیروی اہل بیت کی ہرگز نصیب نہیں ہے نہ اصول میں نہ فروع میں بلکہ اصول میں تو تابع ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کے ہیں اور فروع میں تابع ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد حنبل اور محمد اور ابو یوسف اور زفر وغیرہ کے ہیں اور انکی کتابوں کو دیکھو ابتداء مسائل الٰہیہ سے آخر مسائل کلامیہ تک اور ایسی ہی ابتداء مسائل طہارت سے آخر مسائل فقہیہ تک مستند انکا سوا علماء مذکورین کے نہیں ہے اور اہل بیت میں سے کسیکا ذکر نہیں ہے اور باوجود اسکے مقام گفتگو میں جب تنگ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تابع اہل بیت کے ہیں اور شیعہ انسے متمسک نہیں ہیں تو یہ بھی عجیب و غریب بات ہے لیکن علامہ دہلوی جناب مرزا محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بخوبی اسکا رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ علماء معتبرین انکے خود اقرار کرتے ہیں کہ تابع اور پیرو اہل بیت کے امامیہ ہیں نہ اہل سنت چنانچہ جامع الاصول کہ جو جامع

صحاح ستہ اہل سنت کی ہے اُسمیں لکہاہے تفسیر میں حدیث اِنَّ اللّٰہَ سَیَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّةِ عَلیٰ رَاْسِ کُلِّ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا کے کہ وَنَحْنُ نَذْکُرُ الْاٰنَ
الْمَذَاهِبَ الْمَشْهُوْرَةَ فِی الْاِسْلَامِ الَّتِیْ عَلَیْهَا مَدَارُ الْاِسْلَامِ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَهِیَ مَذْهَبُ الشَّافِعِیِّ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمَالِكٍ وَاَحْمَدَ وَمَذْهَبُ الْاِمَامِیَّةِ یعنی اور ہم ذکر کرتے ہیں اب مذاہب مشہورہ
کو اسلام میں جن پر کہ مدار اسلام کا ہے اطراف زمین میں اور وہ مذہب شافعی اور ابوحنیفہ اور مالک اور احمد اور مذہب امامیہ ہے اور صاحب جامع الاصول نے پہلی
صدی میں تو فقہاء امامیہ سے مجدد مذہب امامیہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو لکہا ہے اور دوسری صدی کے مقدمہ میں یہ عبارت لکہی ہے وَاَمَّا مَنْ کَانَ عَلیٰ رَاْسِ الْمِائَةِ الثَّانِیَةِ
فَمِنْ اُوْلِی الْاَمْرِ الْمَامُوْنُ وَمِنَ الْفُقَهَاءِ الشَّافِعِیُّ وَالْحَسَنُ بْنُ زِیَادٍ اللُّؤْلُؤِیُّ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ مِنْ اَصْحَابِ مَالِكٍ وَاَمَّا اَحْمَدُ فَلَمْ یَکُنْ
یَوْمَئِذٍ مَشْهُوْرًا فَاِنَّهٗ مَاتَ سَنَةَ اِحْدٰی وَاَرْبَعِیْنَ وَمِائَتَیْنِ وَمِنَ الْاِمَامِیَّةِ عَلِیُّ بْنُ مُوْسَی الرِّضَا یعنی اور لیکن جو کہ تہا اوپر سر
صدی دوسری کے پس بادشاہوں میں سے تو ماموں تہا اور فقہا میں سے شافعی اور حسن بن زیاد لولوٗ اصحاب ابوحنیفہ میں سے اور اشہب بن عبد العزیز اصحاب مالک میں
سے اور لیکن احمد پس نہتا مشہور اُس روز اسواسطے کہ وہ مر گیا تہا سن اکتالیس دو سو ہجری میں اور فقہاء امامیہ میں سے علی بن رضا علیہ السلام والتحیات تہے
اب دیکہنا چاہیئے اور انصاف کرنا چاہیئے کہ اس روایت سے تمسک شیعہ امامیہ کا اہل بیت سے ثابت ہوتا ہی یا اہل سنت کا علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو کہ فقہاء امامیہ میں سے
لکہا ہے یا فقہای اہل سنت میں سے اور مولوی عبد العزیز صاحب کو جو جواب اس روایت کا نہ آیا تو اُسکے جواب میں فرمایا کہ مقصود صاحب جامع الاصول کا اس قول سے یہ ہے
کہ بزعم شیعہ علی بن موسی الرضا فقہای امامیہ سے تہے اور ایسی ہی حنفیوں اور شافعیوں اور مالکیوں کو لکہتا ہے کہ یہہ اپنے زعم میں ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک کے مذہب پر
تہے اور واقع اور حقیقت میں اُنکے مذہب پر نہتی تعجب ہے ایسے شخص نامی سے کہ کیسی بے انصافی کی بات بیان کرتا ہی اور عبارت ماتقدم اور ماتاخر سے اغماض کرکے
جو کچہہ چاہتا ہے تحریر کرتا ہے اور اگر مراد صاحب جامع الاصول کی سب جگہہ بزعم ہی ہو تو مذہب کسی کا سچ اور واقعی نہو اور ایسی پوچ بات کوئی جاہل ہی نہیں
کہسکتا ہی اور سوائے اس روایت کے اور سننا چاہیئے کہ شیعہ اہل بیت علیہم السلام سے متمسک ہیں اور اہل سنت نہیں ہیں چنانچہ محقق جلال الدین دوانی شرح عقائد میں لکہتے
ہیں فَاِنَّهُمْ یَتَمَسَّکُوْنَ فِیْ عَقَائِدِهِمْ بِالْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ الْمَرْوِیَّةِ عَنْهُ وَعَنْ اَصْحَابِهٖ وَلَا یَتَجَاوَزُوْنَ عَنْ ظَوَاهِرِهَا اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ وَلَا یَسْتَرْسِلُوْنَ مَعَ عُقُوْلِهِمْ
کَالْمُعْتَزِلَةِ وَمَنْ یَحْذُوْ حَذْوَهُمْ وَلَا مَعَ النَّقْلِ مِنْ غَیْرِهِمْ کَالشِّیْعَةِ الْمُتَتَبِّعِیْنَ لِمَنْ رَوٰی عَنْ اَئِمَّتِهِمْ عَنِ اعْتِقَادِ الْعِصْمَةِ فِیْهِمْ یعنی یہہ تحقیق کہ وہ اہل سنت تمسک کرتے ہیں عقائد اپنے میں ساتہہ احادیث صحیح
مرویہ کے اُن حضرت صلعم سے اور اصحاب اُن حضرت کے سے اور تجاوز نہیں کرتے ہیں ظواہر اُنکے سے مگر وقت ضرورت کے اور نہیں چہوڑتے ہیں ساتہہ عقلوں اپنی کے مثل معتزلہ کے اور جو کہ
قایم مقام اُنکے ہیں اور نہیں اُنس پکڑتے ساتہہ نقل کے غیر اُن صحابہ کے سے مانند شیعوں کے کہ تبع کرنیوالے ہیں ساتہہ اُس چیز کے کہ جو روایت کی گئی ہے اماموں اُنکے سے واسطے اعتقاد
کرنے اُنکی عصمت کے درمیان اُنکے انتہے اس روایت کو دیکہہ کر انصاف کرنا چاہیئے اور بیان کرنا چاہیئے کہ مذہب شیعہ مطابق مذہب اہل بیت کے ہی کہ شیعہ پیروی اہل بیت کی کرتے
ہیں یا مذہب اہل سنت کہ اہل سنت تکا پیروی سے اہل بیت علیہم السلام کی کرتے ہیں اور بیزار ہیں اُنکی پیروی سے اور محی الدین بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں
لکہا ہے کہ اِنَّ الْمَسْحَ مَذْهَبُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ وَاَبُوْذَرٍّ وَعَمَّارٍ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ وَاَئِمَّةِ اَهْلِ الْبَیْتِ وَانْعَقَدَ عَلَیْهِ مَذْهَبُ شِیْعَتِهِمُ الْاِمَامِیَّةِ مِنَ
الْفُقَهَاءِ یعنی مسح پاوں وضو میں مذہب عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود اور سلمان فارسی اور ابوذر اور عمار اور انس ابن مالک اور ائمہ اہل بیت کا ہی اور منعقد ہوا
اُسپر مذہب شیعوں اُنکے کا کہ امامیہ ہیں فقہا میں سے اب دیکہو کہ پیرو اہل بیت کا کون ہی شیعہ ہیں یا اہل سنت ہیں کہ اہل سنت عجیب غریب ہی کہ دعوی تو تمسک اہل بیت
کا کرتے ہیں اور کسی مقام میں اُنکے قول کو مستند نہیں کرتے اور کلام اللہ کو لکہتے ہیں کہ اُس میں غلطیاں اور تبدیل الفاظ ہوگئی ہی اور کثرت سے اُسمیں کمی وقوع
میں آئی ہی اور بعضی جگہہ زیادتی بہی ہی اسں تواتر یا بطور بالاجماع کسی فرقہ کے کوئی حدیث اس درجہ کو شایع اور ذایع نہیں ہوئی جس درجہ کو کلام اللہ شایع ذایع
ہوا ہی اور نہ اسطرح کے کسی حدیث کے سارے راوی اُسکی روایت میں متفق اللفظ ہیں پہر جب کلام اللہ کا اعتبار نہیں تو اُسکا کاہیکو ہوگا پہر جسوقت دیوان احادیث اہلسنت
کو اور اُن احادیث کے تعارض کو دیکہیئے تو بے اعتباری میں نہایت ہی کو پہنچ جائینگے ایک جناب رسول خدا صلعم کی وفات کا روز ہی کہ اُسمیں اسقدر اختلاف ہی
کہ بارہ وفاتیں مقرر کردی ہیں اور فروع کی احادیث کے تعارض کو دیکہئے کہ ابوحنیفہ تو کچہہ کہتا ہی اور شافعی کچہہ کہتا ہی اور احمد کچہہ کہتا ہی اور مالک کچہہ کا کچہہ اور علماء شیعہ
ہرگز یہہ شبہہ پیش نہیں کرتے ہیں اور نہ شیعوں کا یہ اقرار ہی اور نہ شیعوں کا اعتقاد کمی زیادتی قرآن کا ہی اور اگر کمی کی روایتوں پر نظر ہے تو اہل سنت کی کتابوں میں
تو کثرت سے روایتیں کمی کی اور بعضی روایتیں بیشی کی اور تبدیل اور غلطی الفاظ کی موجود ہیں چنانچہ عنقریب معلوم ہوجائیگا جب قرآن میں اسدرجہ کی کمی بیشی اور
غلطی اور تبدیل الفاظ ہی تو پہر جسے قرآن کہتے ہیں وہ قرآن ہی نہوا بلکہ مثل توریت و انجیل کے محرف ہوا اگر اہل سنت یاد ہی کرلیں اور تلاوت کا جیسے حق ہی ویسے ہی

تلاوت کریں تب بھی فی الواقع تلاوت قرآن اور حفظ قرآن نہو گا اور یہ جو لکھتا ہی کہ شیعوں کے نزدیک قرآن میں کمی بیشی ہوئی ہی یہ سب غلط ہی اور شیعوں کا ہرگز یہ
اعتقاد نہیں ہی بلکہ مذہب علماء محققین شیعہ یہ ہے کہ قرآن منزل من اللہ یہی ہی کہ جو ابین الدفتین اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس موجود ہی نہ اس سے کم ہی نہ اس سے زیادہ
ہے البتہ اسقدر فرق ہے کہ ترتیب اس قرآن کے مطابق ترتیب تنزیل کے نہیں ہی اور مکی سورت میں مدنی آیتیں داخل ہو گئی ہیں اور مدنی سورت میں مکی آیتیں داخل
ہو گئی ہیں اور حضرت علی نے جو قرآن جمع کیا تھا اُسکی ترتیب موافق تنزیل کے تھی اور کمی اور زیادتی کا فرق نہیں ہے اور ہمارے مذہب کا یہی قرآن موجود ہی جو کہ اب مسلمانوں
کے پاس ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا حکم بھی ہمکو اسی قرآن پر عمل کرنیکا ہی اور اسی قرآن پر ہماری تفسیریں ہیں پھر ہمارے نزدیک یہ قرآن معتبر کیونکر نہوا اور
نقصان کلام اللہ کی جو بعضی روایتیں کافی یا اور کتاب ہماری میں لکھی ہیں وہ از جملہ احاد ہیں اُنکا اعتبار نہیں ہی ہمارے نزدیک اور اہل سنت کی کتابوں میں
نقصان کی روایتیں ہماری روایتوں سے بھی زیادہ ہیں اور وہ اُنکے نزدیک سب معتبر ہیں بلکہ زیادتی کی بھی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں یہ خوب
بات ہی کہ اپنی روایتوں پر تو نظر نکرنی اور دوسرونکی روایتوں پر اعتراض کرنا اور اب ہم ہر ایک دعوی کو بدلیل ثابت کرتے ہیں اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ علماء محققین شیعہ کے
نزدیک قرآن منزل یہی ہی نہ اس سے کم ہی نہ زیادہ ہی اسواسطی کہ افضل المحدثین شیخ صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمتہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ اعتقاد جمیع علماء شیعہ کا یہی ہے
کہ نہ اسمیں کمی ہی نہ زیادتی ہی باوجودیکہ روایتیں نقصان کی وہ بھی تحریر فرماتے ہیں لیکن اعتقاد آدمی کا کچھ اور ہوتا ہی اور روایتوں کا بیان کسی سے سنکر کچھ اور ہوتا ہے
اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایتیں جو کسی سے سنکر اسنے لکھی ہیں اعتقاد بھی اسکا ایسا ہی ہو گا اور ایسا ہی حال ملا محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمتہ کا ہی کہ گو اُنہوں نے
روایات نقصان قرآن کافی میں لکھی ہیں لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہی کہ اعتقاد بھی اُنکا ایسا ہی ہو گا اور نہ ہماری نزدیک کافی اصح الکتب ہی بلکہ ہمارے نزدیک سب کتب
احادیث برابر ہیں اور روایتیں اُنمیں سب طرح کی ہیں اور قرآن کی نسبت ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن منزل یہی ہی کہ جو مسلمانوں کے پاس ہے نہ اس سے کم ہی نہ زیادہ ہی چنانچہ
ابن بابویہ علیہ الرحمتہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں اِعتقادُنا اَنَّ القرآنَ الَّذِی اَنزَلَہٗ علٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وآلہٖ ھُوَ مَا بَینَ الدَّفَّتَینِ وَھُوَ فِی اَیدِی النَّاسِ لَیسَ اَکثَرَ مِن ذٰلِکَ
حاصل اسکا یہ ہی کہ جو قرآن کہ خداتعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہی وہ یہی ہی کہ جو دفتیوں میں آدمیوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے زیادہ نہیں ہی اور بعد اسکے لکھتے ہیں
وَمَن نَسَبَ اِلَینَا اَنَّا نَقُولُ اَنَّہٗ اَکثَرُ مِن ذٰلِکَ فَھُوَ کَاذِبٌ یعنی جو کوئی ہمکو یہ کہتا ہی کہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ جھوٹا ہے اور ہم اس سے زیادہ ہرگز نہیں کہتے ہیں اور سید مرتضی
علم الہدی علیہ الرحمتہ جواب مسائل طرابلسیات میں فرماتے ہیں کہ العِلمُ بِصِحَّۃِ القُرآنِ کَالعِلمِ بِالبُلدَانِ یعنی علم صحت قرآن کا مثل علم شہروں کی ہی اور اسکے بعد قرآن کی
حراست اور ضبط میں لکھتے ہیں کہ اسکی نقل میں اہتمام شدید اور خواہشیں بہت ہوئی ہیں اور وہ معجزہ نبوت اور ماخذ علوم شرعیہ اور احکام دینیہ ہی اور جب ایسا ہی تو کیف
یَجُوزُ اَن یَکُونَ مُغَیَّرًا اَو نَاقِصًا مَعَ العِنَایَۃِ الصَّادِقَۃِ وَالضَّبطِ الشَّدِیدِ یعنے پس کیونکر جائز ہو کہ متغیر اور ناقص ہو باوجود اس اہتمام صادق اور ضبط شدید کے
اور بعد اسکے ایک عبارت طولانی اسی مقدمہ میں لکھی ہی کہ قرآن میں کسیطرحکا تغیر نہیں ہوا ہی اور جسقدر کہ نازل ہوا تھا اُسیقدر لوگوں کے پاس موجود ہے۔
اور مولانا ابو علی طبرسی تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں فَاَمَّا الزِّیَادَۃُ فِیہِ فَمُجمَعٌ عَلٰی بُطلَانِہٖ وَاَمَّا النُّقصَانُ فَقَد رَوٰی قَومٌ مِن اَصحَابِنَا وَقَومٌ مِن حَشوِیَّۃِ العَامَّۃِ اَنَّ فِی القُرآنِ تَغیِیرًا
وَنُقصَانًا وَالصَّحِیحُ مِن مَذھَبِ اَصحَابِنَا خِلَافُہٗ یعنی زیادتی قرآن میں پس اجماع ہی اُسکے بطلان پر اور لیکن نقصان پس تحقیق روایت کیا ہی ایک قوم نے علمای ہمارے میں سے اور ایک قوم
نے علماء عامہ میں سے کہ قرآن میں تغیر اور نقصان ہوا ہی اور صحیح مذہب علماء ہمارے میں سے یہی خلاف اسکے ہی کہ اسمیں تغیر اور نقصان نہیں ہوا ہی اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمتہ نے
تفسیر تبیان میں لکھا ہی کہ وَاَمَّا الکَلَامُ فِی زِیَادَتِہٖ وَنُقصَانِہٖ فَمِمَّا لَا یَلِیقُ بِہٖ لِاَنَّ الزِّیَادَۃَ فِیہِ مُجمَعٌ عَلٰی بُطلَانِہٖ وَالنُّقصَانُ مِنہُ فَالظَّاھِرُ اَیضًا مِن مَذھَبِ المُسلِمِینَ خِلَافُہٗ وَھُوَ الَالیَقُ بِالصَّحِیحِ مِن مَذھَبِنَا
حاصل یہ ہی کہ اور لیکن کلام زیادتی اور نقصان میں قرآن کے اُس قبیل سے ہے کہ لایق نہیں ہی اُسمیں کلام کرنا اسواسطی کہ اُسکی زیادتی کے بطلان پر تو اجماع اور اتفاق
ہے سبکا اور نقصان ہونے سے اُسکے بھی ظاہر مذہب مسلمانوں میں خلاف اُسکا ہی کہ نقصان اُسمیں سے نہیں ہوا ہی اور وہ ہی زیادہ لایق ہی صحیح ہونے مذہب ہماری میں
اور مولانا محمد محسن کاشانی علیہ الرحمتہ نے منہاج النجاۃ میں لکھا ہی کہ اِنَّہٗ بِعَینِہٖ مَا ھُوَ بَینَ الدَّفَّتَینِ فِی اَیدِی النَّاسِ الیَومَ وَلَیسَ بِاَکثَرَ مِن ذٰلِکَ فَمَا فِی الاَخبَارِ عَن اَھلِ البَیتِ عَلَیہِمُ
السَّلَامُ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی خِلَافِہٖ فَھُوَ مُاَوَّلٌ حاصل یہ کہ تحقیق وہ قرآن بعینہ وہ ہی جو درمیان دو پٹھوں کے ہے آدمیوں کے ہاتھوں میں آجکے دن اور نہیں ہی اکثر اس سے
اور جو کچھ احادیث اہل بیت علیہم السلام میں وہ امر ہے کہ جو دلالت کرتا ہی اُسکے خلاف پر وہ تاویل کیا گیا ہی اور سوای اسکے سب علماء محققین ہمارے کا اتفاق اسی پر ہے کہ قرآن
منزل یہی ہی کہ جو فی زماننا لوگوں کے پاس موجود ہی نہ اسمیں کچھ زیادہ کیا گیا ہی اور نہ اسمیں سے کچھ کم کیا گیا ہی اور کیونکر زیادہ و کم ہو کہ ہمکو ائمہ علیہم السلام کا حکم اسی
قرآن پر عمل کرنیکا ہی اور فرمایا ہی ہمکو کہ روایت کو کتاب خدا پر عرض کرو اور جو روایت کہ موافق کتاب خدا کے ہے اُسکو اختیار کرو اور جو کہ مخالف اُسکے ہے

اُسکو ترک کرو یہہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ قرآن میں زیادتی اور نقصان نہیں ہی اور حدیث ثقلین بھی اسی پر دلالت کرتی ہی کہ قرآن صحیح اور کمل ہر زمانہ میں پایا جائے تاکہ تمسک اُس سے ہو جب یہ حال ہی کہ کلام اللہ ہمارے نزدیک یہی ہی اور زیادہ اور کم اس سے نہیں ہی تو احتجاج اور استدلال کیواسطے اُنکا صلاحیت رکھنا ثابت ہوا اور جو لوگ کہ کہتے ہیں کہ سورتیں اور آیتیں اسمیں سے ساقط ہوئی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں وہ منسوخ التلاوت ہیں اور روایتیں نقصان کی احاد ہیں اسواسطے قابل اعتبار نہیں ہیں یا ماول ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں تو قرآن کے ناقص ہونیکی روایتیں کثرت سے ہیں اور زیادہ ہونے اور تبدیل الفاظ ہونیکی بھی روایتیں موجود ہیں اس صورت میں قرآن شریف موافق انکے مذہب کے قابل اعتبار نرہا اور اُسکے حفظ کرنے سے بھی کچھہ فایدہ نہوا اور ہماری یہاں جو روایتیں نقصان کی آئی ہیں اُنکو ہم کہتے ہیں کہ وہ روایات منجملہ روایات احاد ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں یا ماول ہیں اور انکے یہاں اُن روایتوں کو سلامت رکھتے ہیں اور کچھہ عذر اُنمیں نہیں کرتے اس صورت میں قرآن انکے مذہب کے موافق قابل تمسک اور احتجاج کے باقی نرہا بلکہ اُسکا کچھہ اعتبار ہی نہیں ہی اسواسطے کہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بعضی چیزیں زیادہ داخل ہوگئی ہیں اور بہت سا قرآن بیچ سے جاتا رہا ہی اور لحن اور غلط اور سہو کاتب کا بھی قرآن میں واقع ہوا ہی بلکہ کہتے ہیں کہ ایک قرآن کہ جو خاص کرنیوالا اس قرآن کے عموم کا تھا رسول خدا صلعم کی خاطر سے وہ جاتا رہا اور اُسکو فراموش کر گئے چنانچہ شرح بزدوی میں لکھا ہے کہ قَالَ الْحَسَنُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ قُرْاٰنًا فَنَسِیَہٗ فَلَمْ یَکُنْ شَیْئًا یعنے کہا حسن نے کہ تحقیق پیغمبر خدا دئیے گئے تھے ایک قرآن پھر بھول گئے اُسکو پس نہیں باقی ہی کچھہ اُس میں سے اور اب میں قرآن کے نقصان کا حال بیان کرتا ہوں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے حدیث ابن عمر سے کہ اِنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ اَنْ یَقُوْلَ الرَّجُلُ قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ وَمِنْہُ قُرْاٰنٌ قَدْ رُفِعَ یعنی تحقیق ابن عمر مکروہ جانتا تھا اس امر کو کہ کہے کوئی مرد کہ پڑھا ہے میں نے قرآن سارا اور کہتا تھا کہ اُس قرآن میں سے ایک قرآن ہے کہ اُٹھا لیا گیا ہی اور مسلم اور حلیۃ الاولیاء اور مستدرک حاکم میں لکھا ہی کہ ابو موسی اشعری بصرہ کے قاریوں کے پاس بھیجا گیا اور تین سو قاری اُسکے پاس جمع ہوئے جنہوں نے قراءت قرآن کی کی تھی اُن سے کہا کہ ہم ایک سورہ کو پڑہتے تھے کہ وہ طول اور سختی میں مشابہ سورہ برات کے تھی پس بھول گئے ہم اُسکو مگر اسقدر اُس سورت میں سے یاد ہی لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ اور ہم ایک سورۃ پڑھا کرتے تھے کہ وہ مشابہ ایک مسبحات کے تھی پس بھول گیا میں اُس سورۃ کو مگر اسقدر اُس میں سے یاد ہی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُکْتَبُ شَھَادَۃً فِیْ اَعْنَاقِکُمْ اور جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہی کہ سورہ احزاب زمانہ رسول خدا میں دو سو آیتیں تھیں چنانچہ عائشہ سے روایت کی ہی قَالَتْ کَانَتْ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ تُقْرَاُ فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ مِائَتَیْ اٰیَۃٍ فَلَمَّا کَتَبَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ لَمْ یُقْدَرْ مِنْھَا اِلَّا عَلٰی مَا ھُوَ الْاٰنَ یعنی کہا عائشہ نے کہ تھی سورہ احزاب پڑھی جاتی تھی زمانہ پیغمبر صلعم میں دو سو آیتیں پس جسوقت لکھا عثمان نے قرآن کو تو نہ قادر ہوا مگر اُس پر کہ جو وہ اب قرآن میں ہے اور وہ تہتر آیتیں ہیں احزاب میں کہ جو قرآن میں اب موجود ہیں اور تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی اور عکرمہ سے روایت کی ہی کہ سورہ احزاب میں مثل سورہ بقرہ کے تھی یا زیادہ اُس سے چنانچہ لکھا ہی کہ قَالَ کَانَتْ سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مِثْلَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ اَوْ اَطْوَلَ مِنْھَا وَکَانَتْ فِیْھَا اٰیَۃُ الرَّجْمِ یعنی کہا اُس عکرمہ نے کہ تھی سورہ احزاب مثل سورہ بقرہ کے یا زیادہ سورہ بقرہ سے اور تھی اُسمیں آیہ رجم اور سورہ بقرہ کے دو سو اور چھیاسی آیتیں ہیں اور سورہ احزاب کی تہتر آیتیں ہیں دو سو اور تیرہ آیتوں کا نقصان ہوا اور مستدرک میں روایت ہی کہ سورہ برات مثل سورہ بقرہ کے تھی طول میں اور دوسری روایت مستدرک میں حذیفہ سے یہ ہی کہ سورہ برات کا تم چہارم حصہ بھی نہیں پڑھتے ہو یعنی جسقدر کہ سورہ برات تھی وہ اب قرآن میں چہارم حصہ سے بھی کم ہے اور تفسیر درمنثور میں بھی یہی روایت ہی اور صحیح بخاری اور موطاء مالک میں عمر سے روایت ہی کہ آیہ رجم قرآن میں تھی لیکن ہم خوف سے کہ آدمی کہنے لگیں کہ عمر نے قرآن میں زیادہ کر دیا ہی اسواسطے میں اس آیت کو قرآن میں ثابت نہیں کر سکتا ہوں اور ایسے ہی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہی پس خلیفہ صاحب نے قرآن کو ناقص کہا اور جس آیت کا تیقن تھا کہ یہ آیت قرآن کی ہی اُسکو قرآن میں داخل نکیا اور بعضی بعضی آیتیں ایسی قرآن میں سے نکال ڈالی ہیں کہ جو بعضی صحابہ دشمنان اہل بیت کے عیبوں پر دلالت کرتی تھی چنانچہ تفسیر درمنثور میں سعید بن جبیر سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ قَالَ التَّوْبَۃُ بَلْ ھِیَ الْفَاضِحَۃُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ فِیْھِمْ وَمِنْھُمْ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ لَا یَبْقٰی مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا ذُکِرَ فِیْھَا یعنی کہا میں نے واسطے ابن عباس کے سورہ توبہ کو کہا کہ توبہ بلکہ وہ فضیحت کرنیوالی ہی کہ ہمیشہ نازل ہوتی تھی اُن لوگوں کے حق میں اور اُنمیں سے یہانتک کہ گمان کیا ہم نے کہ نہ باقی رہیگا ہم میں سے کوئی مگر کہ ذکر کیا جائیگا وہ اُس سورہ میں اور اسی روایت میں ہی عکرمہ سے کہ قَالَ عُمَرُ لَمَّا فَرَغَ مِنْ تَنْزِیْلِ بَرَاءَۃٍ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا سَیَنْزِلُ فِیْہِ وَکَانَتْ تُسَمَّی الْفَاضِحَۃَ یعنی کہا عمر نے کہ نہیں فراغت ہوئے تھے نازل ہونے سورہ برات سے یہانتک کہ گمان کیا ہم نے کہ تحقیق باقی رہیگا ہم میں سے کوئی مگر قریب ہے کہ نازل ہو اُسکے حق میں اور تھی وہ سورت کہ نام رکھی جاتی تھی فاضحہ اسسبب سے کہ لوگوں کے عیب ظاہر کرکے اُنکو فضیحت کرنیوالی تھی اور یہی تفسیر مذکور میں لکھا ہی لیکن اب کہاں ہیں وہ آیتیں اس قرآن میں جو بعضے بعضے صحابہ کے عیبوں کو ظاہر کرکے اُنکو رسوا اور فضیحت کرتے تھیں اور وہ سورے

سوای دشمنان اہل بیت کے اور کون تھی جنکے عیب خدا تعالیٰ ظاہر کرتا تھا جامع قرآن نے ازراہ اتحاد قلبی کہ جو اُنکی نسبت رکھتے تھے وہ آیتیں اُنکی عیبوں کی قرآن میں سے نکالڈالیں
اور اسیطرح جو آیتیں کہ حضرت علیؑ کی فضیلت پر دلالت کرتی تھیں اور اُن آیتوں میں حضرت علیؑ کا نام لکھا ہوا تھا اُن آیتوں میں سے حضرت علیؑ کا نام نکالڈالا چنانچہ
جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی اور ابن مسعود سے روایت کی ہی ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم آیہ یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ کو زمانہ رسول خدا صلعم میں اس طرح سے پڑھا کرتے تھے
یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّكَ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اس آیہ میں سے اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی
الْمُؤْمِنِیْنَ کو نکالڈالا اور یہی مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی نے مفتاح النجا میں لکھا ہی اور تفسیر در منثور اور معارج النبوت میں لکھا ہی اور ابن مسعود سے روایت کی ہی کہ آیہ کَفَی اللّٰهُ
الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ اس طرح سے تھا کہ کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا اسمیں سے بعلی ابن ابیطالب کو نکالڈالا کہ اسمیں بڑی فضیلت اور منقبت
علیؑ کی تھی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ ابن مسعود کے مصحف میں آیہ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا اس طرح تھی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ
عِمْرٰنَ وَاٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اس آیت میں سے آل محمد کو نکالڈالا حاصل یہ ہے کہ جو الفاظ کہ اہل بیتؑ کی فضیلت پر دلالت کرتے تھے اُنکو جامع قرآن نے مصحف مجید میں سے
نکالڈالا اور ایسی روایتیں بھی اُنکی کتابوں میں ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں دو سورتوں کے کلام اللہ میں سے نکلجانے پر ایک تو سورۂ خلع اور دوسری حفد چنانچہ تفسیر اتقان میں لکھا ہے
اور پہلی تو روایت عبد اللہ بن زرین کی ہی انہی عبد الملک بن مروان سے کہا کہ مجھکو علی بن ابیطالب نے دو سورتیں سکھلائیں کہ جو رسول خدا صلعم نے حضرت علیؑ کو سکھلائی تھیں اور دوسری
روایت عبید بن عمیر سے ہے وہ کہتا ہی کہ عمر بن خطاب نے بعد رکوع کے قنوت میں ان دونوں سورتوں کو پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ
وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ
عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور مصحف ابن عباس میں بھی ان دو سورتوں کا ہونا لکھا ہی اور تفسیر در منثور میں لکھا ہی کہ یہ دونوں سورتیں ابی بن کعب کے مصحف میں بھی تھیں اور اہل سنت ان دونوں کو
وتر کی قنوت میں پڑھتے ہیں۔ اور قرآن میں زیادہ لفظ کے داخل ہوجانیکے بھی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں چنانچہ مسلم نے کئی طریقوں سے اپنی کتاب میں روایت
کی ہی علقمہ سے کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰی اور جو قرآن کہ اب موجود ہی اسمیں وما خلق کا لفظ زیادہ ہی اسواسطے
کہ اسمیں یہ ہے کہ وما خلق الذکر والانثی اور امام فخر رازی نے لکھا ہی کہ ابن مسعود انکار کرتے تھے سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے قرآن میں ہونیکا چنانچہ لکھا ہی عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَانَ یُنْكِرُ کَوْنَ
سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ اور احمد اور ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ انکو اپنے قرآن میں لکھتے بھی نہ تھے اور تفسیر معالم التنزیل اور در منثور اور اتقان وغیرہ میں لکھا ہی کہ عثمان نے
کہا کہ قرآن میں لحن یعنی خطا پڑھنے میں واقع ہوئی ہی اور عبارت ابن قتیبہ کی اُسکی کتاب المشکل میں یہ ہے کہ اِنَّ عُثْمَانَ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ اِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ لَحْنًا فَقَالَ رَجُلٌ صَحِّحْ
ذٰلِكَ الْغَلَطَ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَا یُحِلُّ حَرَامًا وَّلَا یُحَرِّمُ حَلَالًا یعنی تحقیق عثمان نے کہا قول حقتعالی ان ہذان لساحران میں کہ تحقیق قرآن میں غلطی اور خطا پڑھنے میں ہے ایک مرد نے
کہا عثمان سے کہ صحیح کر دے تو اس غلط کو کہا عثمان نے کہ چھوڑ دو اسکو اور پڑا رہنے دو کہ تحقیق نہیں حلال کرتا ہی یہ حرام کو اور نہیں حرام کرتا ہی حلال کو یعنی حلال اور حرام سے اسکو کچھ تعلق
نہیں ہی پڑا رہنے دو اسکو قرآن میں اور بعضی روایت میں یہ ہی کہ عثمان نے کہا کہ اسکو پڑا رہنے دو عرب اپنی زبان میں اُسکو درست کر لینگے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے وَرُوِیَ
عَنْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ نَظَرَ فِی الْمُصْحَفِ فَقَالَ اَرٰی فِیْهِ لَحْنًا وَسَتُقِیْمُهُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِهَا یعنی روایت کی گئی عثمان سے کہ اُس نے نظر کی قرآن میں پس کہا کہ دیکھتا ہوں
میں قرآن میں غلطی پڑھنے میں اور قریب ہے کہ درست کر لیں اُسکو عرب اپنی باتوں میں اور بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے قَالَ عُثْمَانُ اِنَّ فِی الْمُصْحَفِ لَحْنًا وَسَتُقِیْمُهُ الْعَرَبُ بِاَلْسِنَتِهَا
اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ کاتبوں نے قرآن کو غلط لکھدیا ہی چنانچہ تفسیر اتقان میں لکھا ہی قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْاٰنِ عَنْ قَوْلِهٖ اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ وَعَنْ قَوْلِهٖ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَعَنْ قَوْلِهٖ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئُوْنَ فَقَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ اَخْطَؤُا فِی الْكِتَابِ هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ
اور در منثور میں بھی بہت خصوص سے اس طرح کی روایت ہی فَلَمَّا سَاَلْتُ عَنْ لَحْنِ الْقُرْاٰنِ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئُوْنَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ
الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَاِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ فَقَالَتْ یَا ابْنَ اُخْتِیْ هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ اَخْطَؤُا فِی الْكِتَابِ اور یہی راغب
اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہی اور حاصل ان دونوں روایتوں کا یہ ہی کہ راوی کہتا ہے میں نے عائشہ سے پوچھا غلطی قرآن سے ان ہذان لساحران سے اور المقیمین
الصلوة والموتون الزکوة سے اور ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاری والصابئون سے کہا عائشہ نے کہ ای فرزند برادر من یہ عمل کاتبوں کا ہی کہ خطا کی ہے
اُنہوں نے لکھنے میں کہ غلط لکھدیا ہی یہ اسناد صحیح ہے اوپر شرط شیخین کی یعنی بخاری اور مسلم کے اور وجہ غلطی کی یہ ہی کہ ہذان کی جگہہ ہذین چاہیئے تھا اور مقیمین
کی جگہہ مقیمون چاہیئے تھا اور صابئون کی جگہہ صابئین چاہیئے تھا اور تفسیر معالم التنزیل میں آیہ والراسخون فی العلم کی تفسیر میں لکھا ہی کہ اختلاف کیا ہے

اُنہوں نے وجہ منصوب ہونے مقیمین میں بس حکایت کی گئی ہے عائشہ سے اور ابان بن عثمان سے کہ تحقیق یہ غلطی کاتب کی ہے سزاوار یہ ہے کہ درست کر دیا جائے اور لکھدیا جائے والمقیمون الصلوٰۃ مقام والمقیمین الصلوٰۃ کے لیکن یہ نہایت تعجب ہے کہ قرآن شریف میں دیدہ و دانستہ غلطی کو باقی رکھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اہل سنت کی روایتوں سے کہ قرآن کے الفاظ بدلگئے ہیں اور لفظوں سے جیسے کہ فامضوا کی جگہ فاسعوا لکھدیا ہے اور تستاذنوا کی جگہ تستانسوا لکھدیا ہے چنانچہ مؤطا میں مذکور ہے کہ سورہ جمعہ میں فامضوا کی جگہ فاسعوا لکھدیا اور مالک نے سوال کیا ہے قول حقتعالیٰ سے یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ابن شہاب نے کہا کہ کان عمر بن الخطاب یقرءہا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فامضوا الی ذکر اللّٰہ اور ایسا ہی تفسیر درمنثور میں لکھا ہے اور صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین پڑھایا تھا اور اب قرآن میں اسکی جگہ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ہے اور ایسا ہی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور تفسیر اتقان میں ابن عباس سے روایت ہے قول حقتعالیٰ میں حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا ایسے قال انما ہی خطاء من الکاتب حتی تستاذنوا وتسلموا یعنی کہا ابن عباس نے کہ سوای اسکے نہیں کہ لفظ تستاذنوا وتسلموا کا خطا ہے کاتب سے اور صحیح حتی تستاذنوا وتسلموا ہے اور ایسے ہی درمنثور اور مستدرک حاکم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بر شرط شیخین کے اور افلم یتبین کی جگہ افلم ییاس لکھا گیا چنانچہ لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا افلم یتبین الذین امنوا ان لو یشاء اللّٰہ لہدی الناس جمیعا صحیح ہے اور افلم ییاس الذین امنوا کاتب کی خطا سے لکھا گیا ہے اور سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے طریق عکرمہ سے ابن عباس سے کہ تحقیق اُسنے پڑھا ہے افلم یتبین الذین امنوا ان لو یشاء اللّٰہ لہدی الناس جمیعا فقیل لہ انہا فی المصحف افلم ییاس الذین امنوا یعنی پس کہا گیا واسطے ابن عباس کے کہ قرآن میں افلم ییاس الذین امنوا ہے قال اظن الکاتب کتبہا وہو ناعس کہا ابن عباس نے کہ گمان کرتا ہوں میں کہ کاتب نے لکھدیا ہے اُسنے اسکو جسوقت کہ وہ اونگھتا اور سوتا تھا اور ایسے ہی درمنثور میں لکھا ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی یہی لکھا ہے کہ ابن عباس افلم یتبین پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاتب نے سوتے اور اونگھتے ہوئے افلم ییاس اسکی جگہ لکھدیا تھا سو وہ غلطی قرآن میں اب تک موجود ہے اور ووصّی ربک کا لفظ وقضی ربک سے بدلا گیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور اور اتقان میں لکھا ہے اور اسکے بدلجانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایک واو ووصّی کی وصّی کے صاد میں ملکر وقضی بنگیا ہے اور یہ غلطی قرآن میں باقی رہی اسی طرح اکثر الفاظ قرآن کے بدلگئے ہیں یہ حال ہے انکی روایتوں کا اور اگر ہماری کتاب میں کوئی ایسی روایت ہو کہ دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ جامع قرآن نے ائمہ کی جگہ امۃ لکھدیا ہے یا علی کا نام یا آل محمد کا لفظ آیت میں سے نکالڈالا ہے تو چیں بجبیں ہوتے ہیں اور اسپر طرح طرح کی طعن کرتے ہیں اور اپنی روایتوں کی خبر نہیں لیتے کہ ان روایتوں پر نظر کیجے تو اس قرآن موجود کا موافق اس شیخ کے مذہب کے کچھ اعتبار نہیں ہے بکثرت سے تو اسمیں نقصان ہوا ہے اور الفاظ زیادہ اسمیں داخل ہوگئے ہیں اور ایک لفظ دوسرے لفظ سے بدل ہوگیا ہے اور کاتبوں نے الفاظ غلط اسمیں درج کر دیے ہیں کہ اب تک وہ موجود ہیں کہ توریت اور انجیل کا بھی تحریف میں یہ حال نہیں جو کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن کا حال ہے اور یہ میں نے تھوڑا سا حال لکھا ہے اور اگر مفصل خرافات اور ہزلیات مذہب اہل سنت دیکھنا منظور ہو تو تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام کے جواب کو دیکھنا چاہیے اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ بعضے غلطیاں قرآن کی ایسی ہیں کہ وہ رسول خدا صلعم کو معلوم نہوئیں کہ بعضے الفاظ سقیم اور غیر صحیح قرآن کے جناب سرور کائنات نے اپنی اُمت کو پہنچا دیے اور حضرت جبرئیل اور جناب رسول خدا صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی کوئی اُن غلطیوں پر مطلع نہوا یہانتک کہ بعضے اولیاء میں سے جو خدا تعالیٰ کی دیدار سے مشرف ہوئے تو اُسوقت اصل قرآن سے مقابلہ کیا اور ولی مذکور نے وہ اُمت مرحومہ کو پہنچایا چنانچہ شیخ عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی ذکرہ بزرگان اہل سنت میں سے ہیں کتاب یواقیت وجواہر میں لکھا ہے کہ کان حمزۃ الزیات یقول قرأت سورۃ یٰس علی اللّٰہ تعالیٰ حین رأیتہ فلما قرأت تنزیل العزیز الرحیم قال ردّ علی الحق تنزیل بفتح اللام وقال انی انزلتہ تنزیلا وقال وقرأت علیہ جل وعلا ایضا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہ تعالیٰ وانا اخترتک فقال تعالیٰ وانا اخترناک یعنی تھا حمزۃ الزیات کہتا تھا کہ پڑھا میں نے سورہ یٰسین کو حقتعالیٰ پر جسوقت کہ دیکھا میں نے خدا تعالیٰ کو پس جسوقت پڑھا تنزیل العزیز الرحیم تو رد کیا مجھپر حقتعالیٰ نے تنزیلَ فتح لام کو اور کہا کہ تحقیق نازل کیا ہے میں نے اسکو تنزیلاً اور کہا اُس حمزہ زیات نے کہ پڑھا میں نے حقتعالیٰ پر سورہ طٰہٰ کو بھی پس جسوقت پہنچا میں طرف قول حقتعالیٰ کے وانا اخترتک تو پس کہا خدا تعالیٰ نے کہ وانا اخترناک یعنی ہم نے اخترتک نازل نہیں کیا ہے بلکہ اخترناک نازل کیا ہے یہ حال ہے انکے اعتقادات کا قرآن کی نسبت کہ ایک دیوانہ آدمی ایسے ہذیانات اور رذل باتوں کو قبول کرکے ایسے عالم جلیل القدر نے اپنی کتاب میں درج کیا کہ جو کفر اور ضلالت پر دلالت کرتے ہیں اور کلام اللہ کے بزرگی اور منزلت کا کچھ لحاظ خیال نہ کیا جسکے مقدمہ میں ایسے بیہودہ مضامین درج کتاب کیے اور توقیر اور عزت قرآن کی اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ واسطے شفا کے پیشاب سے لکھنا قرآن کا جائز ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں لکھا ہے اور ہماری کتابوں میں نقصان کی روایتیں تو البتہ مندرج ہیں لیکن ایسے ہذیانات اور غلطیوں اور خطاؤں کی روایتیں نہیں آئیں یہ لوگ اپنی روایتوں پر تو نظر نہیں کرتے ہیں قرآن کے مقدمہ میں اور ہمپر طرح طرح کی طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکے نزدیک کلام اللہ میں سے بہت سا گیا ہے اور قرآن قابل اعتبار نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ اعتقاد ہمارا یہ ہے کہ قرآن جو کہ اس زمانہ میں موجود ہے یہی قرآن منزل من اللہ ہے نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زیادہ ہے اور جو روایتیں کہ قرآن کے ناقص ہوجانے کے مقدمہ میں آئی ہیں وہ از جملہ اخبار آحاد ہیں انکا یقین

نہیں ہوسکتا اور انکی تاویل بھی ہوسکتی ہے اور یہی مذہب ہمارے علماء محققین کا ہے اور جو کچھ اس شیخ نے دروغ اور بہتان لکھکر ہم پر طعن کیا تھا وہ باطل ہوگیا ہماری تحریر سے **قال**
الشیخ الاشعری دوسرے تمام روایات امامیہ میں موجود ہے کہ تمام اہل بیت اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اسی کے عام خاص سے تمسک کرتے تھے اور بطور استدلال اسی قرآن کی آیات کو پیش
کرتے تھے اور اسی کی آیات کی تفسیر کرتے تھے اور حضرت امام حسن عسکری کی طرف جو تفسیر منسوب ہے وہ اسی قرآن کی ہے لفظاً لفظاً اور اہل بیت اپنے لڑکوں اور باندیوں اور خادموں اور
اہل و عیال کو بھی قرآن تعلیم فرماتے تھے اور اسی قرآن کے پڑھنے کا نمازوں میں حکم فرماتے تھے معہذا قرآن مجید کا موافق نزول کے لوگوں کو پہنچانا اور انکو سکھانا باجماع امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذمہ فرض تھا اور یقیناً معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کوئی مشرف باسلام ہوتا تھا اول کلام اللہ سیکھتا تھا بعد ازاں لوگوں کے سکھانے میں مشغول
ہوتا تھا یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہزاروں نے کلام اللہ سیکھ لیا تھا چنانچہ بعضے بعضے غزوات میں ستر ستر حافظ شہید ہوئے ہیں بعد ازاں آجتک تمام اطراف میں
یہانتک کہ دیہات میں اہل اسلام کلام اللہ کی تلاوت کو سب عبادتوں میں بڑھکر سمجھتے ہیں اور رات دن نماز میں اور نماز سے باہر کلام اللہ کے پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں اور ہر لڑکے کو اول
جو کتب میں بٹھلاتے ہیں تو سب سے پہلے کلام اللہ ہی یاد کرانا شروع کرتے ہیں بالجملہ قرآن مجید مثل کلینی و تہذیب نہیں کہ براہ تقیہ کسی کونے میں صندوق میں مقفل بند رہے کبھی
تنہائی میں ڈرتے ڈرتے کہ مبادا کوئی سنی نہ آجائے ایک دو صفحہ مطالعہ کر لیا اور تس پر ایسے کثیر الوجود کہ ہر شہر و ہر دیار میں سینکڑوں ہزاروں ہیں کلینی تہذیب کو ہندوستان میں تلاش کیجئے تو
کہیں کہیں نکلیگی علی ہذا القیاس ایران میں سمجھئے کیونکہ اول تو رعایا سلطانی میں اہل سنت بکثرت ہیں سنا تو یوں ہے کہ شیعوں سے زیادہ ہوں آئندہ خدا جانے اور شیعوں میں سے بھی
کلینی و تہذیب ہر کسی کے کام کی نہیں ہر کوئی اُسے سمجھے جو خواہ مخواہ اُسے بہم ہی پہنچائے باقی سوا انکے اور ممالک میں کلینی و تہذیب کا پتا تو کیا ملے نام بھی کوئی نہیں جانتا ہو با اینہمہ
ایک دو نسخہ کہیں مل بھی جائے تو بیشتر غلط ملتی ہیں صحیح تو قسمت ہی سے ملتا ہے بخلاف کلام اللہ ہر دیار میں بکثرت موجود یہانتک کہ کوئی کتاب کسی مذہب کی ہو یا کسی علم عقلی کے
ایسے کثیر الوجود نہیں ہر عام و خاص کو اسکی ضرورت ایک ایک گھر میں متعدد کلام اللہ لکھے ہوئے حفظ و تصحیح کا یہ اہتمام کہ ہزاروں حافظ حرف حرف گنا ہوا زیر زبر کی تعداد معلوم
رسم خط میں بیسیوں کتابیں موجود **اقول** اگر تو جانتا ہے کہ روایات امامیہ میں موجود ہے کہ اہل بیت علیہم السلام اسی قرآن کو پڑھتے تھے اور اسی سے تمسک کرتے تھے اور اسی پر تفسیریں
لکھتے تھے تو وہ کون ہے جو اسکا انکار کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اس قرآن کو معتبر نہیں جانتا کہ جو تو اعتراض کرتا ہے ایک عالم کا تو نام لکھا ہوتا اور اگر تو نقصان کی کسی روایت کتب شیعہ کو
دیکھکر کہتا ہے تو اسکا جواب ہم پہلے ہی لکھ چکے اور تیری کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف غلطیوں کو شامل ہے اور اُسکے الفاظ کی تبدیل غیر لفظوں سے ہو گئی ہے اور نقصان
کی روایتیں تو سینکڑوں ہیں انکا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور ہمارا اعتقاد تو کلام اللہ کی نسبت یہی ہے کہ جو کچھ تو نے لکھا ہے کہ کلام اللہ یہی ہے جو کہ اب موجود ہے اور اسی کو اہل بیت علیہم السلام
پڑھتے اور سکھاتے تھے اور اسی پر ہمارے مذہب کی تفسیریں ہیں اور نمازوں میں اسی قرآن کے پڑھنے کا حکم ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے اسی قرآن کو لوگوں کو پہنچایا تھا اور لڑکوں کو مکتب
میں یہی کلام اللہ پڑھاتے ہیں کوئی اور کلام اللہ نہیں پڑھاتے اور قرآن مجید مثل بخاری اور مسلم کے نہیں ہے کہ براہ خوف شیعہ کسی کونے میں صندوق میں بند رہے کبھی تنہائی
میں ڈرتے ڈرتے مبادا کوئی شیعہ نہ آجائے کہ سر اعتراض جڑدے ایک دو صفحہ مطالعہ کر لیا اور تس پر ایسے کثیر الوجود نہیں مثل قرآن کے کہ ہر شہر و دیار میں سینکڑوں ہزاروں ہیں
بخاری اور مسلم کو تلاش کیجئے تو کسی کسی کے پاس نکلیگی نہ مثل کلام اللہ کے کہ اکثر کے پاس موجود ہوتا ہے اور کلینی اور تہذیب اگر ہندوستان میں کم دستیاب ہوتی ہیں تو اس جہت سے
کہ شیعہ اس ملک میں تھوڑے ہیں اور ایران میں جہاں کثرت شیعوں کی ہے تو وہاں کلینی اور تہذیب کثرت سے پائی جاتی ہیں اور چھپ بھی گئی ہیں اور اہل سنت ایران میں تو بہت کم ہیں کچھ تو
جزیروں میں ہیں اور کچھ ضلع آذربائیجان میں اور تمام ملک ایران و خراسان میں شیعہ ہی ہیں شہروں میں اور دیہوں میں اور صحراؤں میں سب جگہ یہانتک کہ ہر شیعہ کو ایرانی کہنے لگے اور کلینی اور
تہذیب اگر ہوگی تو کسی ملا کے پاس ہوگی نہ ہر کسی کے پاس جیسے کہ بخاری اور مسلم کہ اگر ہوگی تو کسی ملا پاس ہوگی اور اگر کسی جاہل پاس ہوگی تو وہ مثل تبرک کے ہے کہ ہر کوئی اسکی روایات کو نہیں سمجھ سکتا
اور سب ملکوں سے کلینی اور تہذیب کو کیا تعلق ہے جہاں شیعہ ہونگے وہاں ہوگی جیسے کہ بخاری اور مسلم جہاں اہل سنت ہونگے وہاں ہوگی نہ ہر ملک میں اور نسخے کلینی اور تہذیب کی بہت صحیح ہندوستان
میں بھی کثرت سے موجود ہیں تجھ اجنبی کو کیا خبر ہے اور ایک دو نسخے جو تو نے یہاں دیکھے اور مضامین انکی تیری سمجھ میں نہ آئے تو تو نے انکے غلط ہونے کا گمان کیا اور مقصود کلام اللہ سے جو تلاوت اسکی ہے
تو اسواسطے کہ وہ ہر دیار اور شہر میں پایا جاتا ہے اور مطلب کو تو اسکے بھی ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا اور کلینی اور تہذیب اور بخاری اور مسلم کہ مقصود اُنسے سمجھنا انکے مضامین کا ہے نہ تلاوت انکی اسواسطے
وہ کم پائی جاتی ہیں اور قرآن شریف کثرت سے ہر شہر و دیار میں پایا جاتا ہے اسواسطے کہ اُسکے تلاوت کرتی ہیں اور اسکے سب امور مسلمانوں کے ضبط میں ہیں اور اُسکی سورتوں اور آیتوں اور عدد کو خوب
جانتے ہیں اور اسکے حروف اور زیر و زبر بھی شمار کئے گئے ہیں اور حفظ بھی وہ بہت آدمیوں کو ہے لیکن وہی کلام اللہ ہے کہ جسکو علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اسکی الفاظ کی تبدیل ہو گئی
ہے اور کاتبوں کے غلط لکھدینے سے غلطیاں اُسمیں رہ گئی ہیں اور ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ اسمیں کسیطرح کی تحریف نہیں ہے وہی ہے جسقدر کہ نازل ہوا تھا اُسیقدر اب موجود ہے گو اسکی ترتیب اصل میں فرق
ہو گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** پھر با اینہمہ کسی عاقل کی عقل میں آسکتا ہے کہ تہذیب اور کلینی میں تو الحاق ہونے پائے اور شیعوں کے نزدیک من کل الوجوہ معتبر اور معتمد ہے اور

اصح الکتب کہلاتی اور کلام اللہ میں الحاق ہو جائے اور اُسکا کچھ اعتبار نہ رہے جس زمانہ میں فرض کیجئے کہ اُسمیں فلانے شخص نے کلام اللہ میں سے کم کر دیا یا اُسمیں کچھ بڑھا دیا جیسے شیعوں کو خلیفۂ ثالث کی طرف بدگمانی ہے تو ایک دو کلام اللہ میں بڑھا یا گھٹا یا ہوگا تمام ملک عرب اور ملک روم اور ملک ایران اور یمن کے مصاحف میں کہ انکے خلیفہ ہونے سے پہلے یہ تمام ممالک تحت تصرف اسلام آچکے تھے اور سوای ملک عرب کے کہ وہ سارا کا سارا مسلمان ہو چکا تھا اور ممالک کے باشندوں میں سے لکھو کھا آدمی مسلمان ہو چکے تھے اور قرآن کو فرمانِ خدا سمجھکر ہر کوئی حرزِ جان سمجھتا تھا اور مجموعۂ ایمان تصور کر کے اُسکی یادگاری اور تلاوت میں مشغول تھا کمی بیشی ہرگز قرین عقل نہیں علاوہ بریں اُس زمانہ میں حفاظ کی نوبت لکھو کھا کو پہنچی تھی خلیفۂ ثالث نے انکے سینوں سے کیونکر نکال لیا ہوگا کہ تمام عالم میں قرآن محرف ہی مروج ہو گیا انھی وجوہ کے نظر کرنیکے بعد اہل عقل کا تو یہ کام نہیں کہ قرآن مجید کی نسبت اسبات کے قائل ہوں کہ اُسمیں کچھ کمی بیشی وقوع میں آئی ہو اور جب قرآن مجید اس درجہ کو صحیح اور معتبر ہو کہ کوئی کتاب اُسکے ہمسنگ نہیں اور تفسیر امام حسن عسکری میں اول سے آخر تک تمام آیات بجنسہا موجود ہیں تو اول تو آیت الذین آتینا ہم الکتاب لخ استدلال کرنا صحیح اور درست ہوا دوسرے کلام اللہ ہی کی آیات سے کلام اللہ کے بجنسہ محفوظ ہونے پر استدلال کریں در صورتیکہ استدلال صحیح ہو واجب التسلیم ہوگا اسلئے کلام اللہ کو جو ہمنے تجسس کیا تو آیاتِ کثیرہ اسپر شاہد نکلیں کہ کلام اللہ تا ہنوز موافق نزول کے بجنسہ باقی ہے کسی قسم کا تغیر یا تبدل اُسمیں وقوع میں نہیں آیا نہ کمی ہوئی نہ بیشی ہوئی نہ کسی لفظ کے عوض میں دوسرا لفظ مشہور و معروف ہو گیا سب کے لکھکر اس مضمون کو ثابت کیجئے اسکو تو گنجایش نہیں فقط ایک آیت کا لکھنا ضرور سمجھکر ایک ہی پر اکتفا کرتا ہوں سورۂ حجر میں ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی ہمنے اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم اسکے نگہبان ہیں فقط اب جائے غور ہے کہ باوجود اس پختہ وعدہ کے کہ مؤکد بچند تاکید ہے چنانچہ واقفان علم معانی واقف ہیں پھر نہ جانے خلیفۂ ثالث نے کیا ستم کئے ہیں کہ قرآن اصلی کا بالکل نام و نشان مٹا دیا اللہ اللہ کیا کچھ قدرت و طاقت تھی کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی نہ چلنے دی سورتیں کی سورتیں نکالڈالیں اور آیتیں کی آیتیں ملا دیں نہ ہی نصیب اہل سنت جنکی ایسے پیشوا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ خداوند ذوالجلال وعدہ کر کے پھر گئے ہوں سو یہ خیال خود محال ہے خداوند صادق القول ایسی تاکیدوں سے وعدہ محکم فرمائے اور پھر پھر جائے اور حفاظت نکرے معہذا کلام اللہ ہی میں یہ بھی آیت ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ یعنی اللہ تعالی ہرگز خلاف وعدہ نہیں کرتا ہے مگر شاید کسی شیعہ مذہب کو یہ احتمال پیش آئے کہ خلیفۂ ثالث کے یا جسکو یوں کہئے کہ اُسنے کلام اللہ میں کمی بیشی کی ہے اُسکے زمانہ میں خداوند کریم بھول گیا ہو یا اپنے وعدہ کو بھول گیا ہو سو اسکا جواب خداوند کریم نے اپنے آپ کلام اللہ میں فرما دیا ہے آیۃ الکرسی تو شیعوں کو بھی یاد ہوگی اُسمیں جملہ موجود ہے لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اُونگھ خدا کو آتی ہے اور نہ نیند ہے ادہر سورۂ مریم میں فرماتے ہیں وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا تیرا رب بھولنے والا نہیں سورۂ طٰہٰ میں یوں ارشاد ہے لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسٰى نہ بہکتا ہے میرا رب نہ بھولتا ہے اس آیت نے اس احتمال کو بھی منقطع کر دیا کہ خداوند کریم نے نگہبانی قرآن کا قصد تو کیا ہو پر تدبیر میں غلطی ہوئی ہو یا بوجہ غلطی قرآن کے بدلے کسی اور چیز کی حفاظت کر بیٹھے ہوں +

اقول پہلے اس سے ہم بیان کر چکے کہ کلام اللہ میں ہمارے اعتقاد کے نزدیک الحاق نہیں ہوا ہے اور نہ تہذیب اور کلینی ہمارے نزدیک مثل کلام اللہ کے صحیح اور معتبر ہیں ورنہ کلینی اصح الکتب ہے بلکہ سب کتب احادیث ہمارے نزدیک برابر ہیں اور روایتیں اُنمیں سب طرح کی ہیں اور الحاق بھی کلام اللہ میں اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور جسوقت انہوں نے کلام اللہ میں الحاق کر دیا جیسے کہ انہی کتابوں سے ثابت ہے اگر تہذیب اور کلینی میں بھی انہوں نے الحاق کر دیا ہو شیعوں پر اعتراض کرنیکو اپنی مذہب کی تائید کے واسطے تو کیا عجب ہے اور ہم تو الحاق کی کسی طرح سے قائل ہی نہیں ہیں تو بدروغ الحاق کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے سنیوں کو قائل ہونا چاہیے کہ انہی کتابوں سے ثابت ہے اور سید باقر داماد علیہ الرحمۃ اسی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْقُرْاٰنَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کو سند گردانتے ہیں عدم الحاق کی چنانچہ حاشیہ قبسات میں لکھتے ہیں وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْقُرْاٰنُ الْكَرِيْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وَالْمُرَادُ حِفْظُهٗ عَمَّا تَطَرَّقَ اِلَى الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ التَّحْرِيْفِ وَالتَّبْدِيْلِ بِاَنْ يُّزَادَ فِي التَّنْزِيْلِ مَا لَمْ يُنْزِلِ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَوْ يُبَدَّلَ اَوْ يُحْذَفَ شَيْءٌ مِّنْهُ اَوْ يُغَيَّرَ حاصل اسکا یہ ہے کہ ذکر حکیم وہ قرآن کریم ہے فرمایا خدا تعالی نے کہ ہم نے ہی ذکر کو یعنی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے نگہبان ہیں اور مراد اسکے حفظ سے اُس امر سے ہے کہ جو کتب سماویہ میں پہلے اس سے تحریف اور تبدیل ہوئی تھی اور ہم نگہبان ہیں قرآن کے اُس امر سے کہ زیادہ کیا جائے تنزیل میں وہ کہ جسکو خدا تعالی نے نازل نہیں کیا ہے یا بدل دیا جائے یا تحریف کیا جائے کچھ اُسمیں سے اسکے غیر کے ساتھ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے قرآن سے اور تو اُسکے خلاف کہاں سے کہتا ہے اور خدا تعالی بیشک صادق الوعدہ اور اپنے وعدہ سے پھرتا بھی نہیں ہے اور اُسکو سہو و نسیان و بھول اور چوک بھی نہیں ہے اور نہ وہ سوتا اور اونگھتا ہے یہ ہی اعتقاد ہمارا ہے لیکن واسطے مجادل کے گنجایش ہے کہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن کا غیر معتبر ہونا بھی سنیوں ہی کی کتابوں سے ثابت ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قرآن میں سب طرح کا الحاق ہوا ہے نقصان تو اُسمیں کثرت سے ہے اور الفاظ زیادہ بھی اُسمیں داخل ہو گئی ہیں اور الفاظ کی تبدیل بھی غیر لفظوں سے ہو گئی ہے اور کاتبوں نے الفاظ غلط بھی لکھکر اُسمیں داخل کر دیے ہیں جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور بعد رسول خدا صلعم کے وہ قرآن مرتب کونسا تھا کہ عرب اور روم اور ایران وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا بلکہ لوگوں کو متفرقات کچھ کچھ یاد تھا اور پوستوں اور تختیوں پر کسی کسی پاس لکھا ہوا تھا کسی کے پاس کوئی آیت تھی اور کسی کے پاس کوئی آیت تھی چنانچہ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عمر کے مشورہ سے بعد انکار کے زید بن ثابت سے جمع کروانا شروع کیا چنانچہ مشکوۃ میں زید سے روایت ہے لیکن وہ قرآن غیر مرتب تھا چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے البتہ ابن مسعود اور ابی بن

جو قرآن جمع کیا تھا اور رسول خدا صلعم نے اُن قرآنوں ہی پر عمل کرنیکا حکم دیا تھا وہ قرآن مرتب ہو گئی تھی اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن پر تو حضرت نے حکم ہی نہیں دیا تھا کہ اُسکا
اُس زمانہ میں موجود ہی نتھا چنانچہ استیعاب میں لکھا ہی اور عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ قرآن کو تم چار شخصوں سے لو اور پہلے سب سے ابن مسعود کا نام لیا
اور بعد اُسکے معاذ بن جبل اور ابی بن کعب و سالم مولی ابی حذیفہ کا ذکر کیا اور ایسے ہی تحبیر فی علم التفسیر میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی سو یہ سب قرآن اور صحیفے جسقدر کہ تھی
عثمان نے سب کو جلوا دیا اور جس شہر میں کہ تھی وہاں جلانیکا حکم بھیجدیا اور اپنی جمع کی ہوئی قرآن کو باقی رکھا چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہی کہ وَاَمَرَ بِمَا سِوَاہُ
مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ صَحِیْفَۃٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُّحْرَقَ یعنی اور حکم کیا ساتھ ماسوا قرآن اپنی کے قرآن کو جو کسی صحیفہ یا مصحف میں تھا یہ کہ جلا دیا جائے اور جن قرآنوں کو جلا دیا وہ
ایسے تھی کہ اُنپر ہی حکم عمل تھا اور وہ ہی نمازوں میں پڑھی جاتی تھے اور مشکوٰۃ سے صاحب طعن اللسان نے جواب میں شیعوں کے انس کی روایت لکھی ہی کہ شامیوں پر جب جہاد ہونے
لگا تو حذیفہ بن الیمان پاس جناب عثمان کے جا کر فریاد کرنے لگی کہ یا امیر المومنین لوگوں نے قرأت میں اختلاف ڈال رکھا ہی سو اس امت کو تھام رکھئے کہ اُسمیں اختلاف نکرنے پاویں
جیسا یہود اور نصاریٰ نے اپنی کتاب میں اختلاف کیا تب جناب عثمان نے اُن صحیفوں کو ام المومنین حفصہ کے پاس سے مستعار لیا اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور
عبداللہ بن حارث کو فرمایا کہ ان صحیفوں کو مصاحف میں لکھو اور عندالاختلاف زبان قریش کو مقدم رکھو کہ قرآن اُنکی زبان پر اُترا ہے پھر جب اُن لوگوں نے اِس طرح کیا تب حضرت حفصہ
کا صحیفہ واپس ہو گیا اور اُن مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ہر ایک ملک میں بھیجا اور ماسوا کو علی اختلاف الروایتین جلانے یا پھاڑنے کا حکم دیا انتہی اب میں کہتا ہوں کہ کلام اللہ
میں سے گھٹانا بڑھانا تو درکنار رہا کلام اللہ تو جسقدر کہ پہلے تھی اُن سب کو عثمان نے جلوا دیئے اور خود جو کلام اللہ کو جس طرح سے کہ چاہا جمع کیا تھا اُسکو جاری کیا اور جس شہر میں اور جس ملک
پہلے کلام اللہ تھی اُنکو جلوا دیا اور حافظوں کے سینوں سے نکلوا دیا اور حکم کیا کہ وہ قرآن معتبر نہیں ہیں اس میرے قرآن کو یاد کرو اور پہلے قرآنوں میں سے جنکو حرز جان مسلمانوں نے سمجھا تھا اور
مجموعہ ایمان تصور کرکے اُسکی یادگاری اور تلاوت میں مشغول تھی اُسمیں سے نہ کوئی عرب میں باقی رکھا نہ روم میں نہ ایران میں بلکہ وہ سب جلوا دیئے اور اُنکا نام و نشان باقی نہ رکھا اور خود جو
کلام اللہ کو جمع کرکے جاری کیا اُسمیں پہلے قرآنوں سے کمی و بیشی سب موجود ہی چنانچہ ہم لکھ چکے اور عیاں کو بیان کرنا کیا دیکھ لے اپنی کتابوں کو کمی اور بیشی لکھی ہی یا نہیں اور حضرت
امام حسن عسکری کی تفسیر جو اس قرآن پر ہی تو وہ اہل سنت کی کمی و بیشی کی روایتوں کو دفع نہیں کر سکتی ہی جو قرآن کہ لوگوں کے پاس موجود ہی اُسکی اُنہوں نے تفسیر کی گو بعضی آیتیں اُسمیں سے
نکلگئی ہیں اور زیادتی کو وہ قائل نہیں ہیں اور کلام اللہ کی کوئی آیت اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہی کہ کلام اللہ میں کچھ زیادہ اور کچھ کم ہونے پائی اور تبدیل الفاظ کی ہو صرف ایک آیت
انا نحن نزلنا القرآن الخ کو کہتے ہیں سو موافق روایات اہل سنت کے یہ آیت بھی اُسپر دلالت نہیں کرتی ہی اگر مراد ذکر سے قرآن ہو تو البتہ اسقدر تو درست ہو سکتا ہی کہ خدا تعالیٰ اُسکی زوال
کا حافظ ہی کہ اُسکو کوئی زائل اور باطل نہیں کر سکتا ہی اور اسپر یہ آیت دلالت نہیں کرتی ہی کہ کسی طرح کا اُسمیں تغیر نہو اول تو باجماع اہل اسلام اُسکی ترتیب نزول میں تغیر ہے اور سوائے
اُسکے کثرت سے روایتیں اہل سنت کی معتبر کتابوں کی اُسکی کمی و بیشی اور تبدیل الفاظ پر دلالت کرتی ہیں اس صورت میں اگر نحن نزلنا الذکر سے مراد قرآن لیویں تو معنی اُسکے درست نہیں
ہو سکتی بلکہ مراد ذکر سے جناب رسول خدا صلعم ہیں جیسے کہ سورہ طلاق کی آیۃ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ میں مراد ذکر
سے رسول خدا صلعم ہیں ایسے ہی اس آیت میں مراد ذکر سے رسول خدا صلعم ہیں کہ اُنکا خدا تعالیٰ حافظ ہی اور مشرکین و منافقین کے کید سے اُنکو محفوظ رکھتا ہی کہ حضرت کو کوئی آزار
نہ پہنچانے پائے اور اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو عثمان کا مقدور نہ تھا کہ قرآن کو جلا سکتا وہ قرآن کہ جنپر عمل کرنیکا حکم رسول خدا صلعم نے دیا تھا اور فرمایا کہ تم قرآن کو ابن مسعود وغیرہ سے
لو اور وہ ہی قرآن نمازوں میں پڑھی جاتے تھی اور تلاوت کئے جاتے تھی اور خدا تعالیٰ نے جو بخیتہ وعدہ کیا ہی وہ جناب رسول خدا صلعم کی محافظت کا وعدہ کیا ہی سو حضرت کو
محفوظ رکھا اور دیکھو عثمان نے ابن مسعود اور ابی بن کعب کے قرآن کو جنپر رسول خدا صلعم نے عمل کرنیکا حکم دیا تھا اُسکا بالکل نام و نشان مٹا دیا اور جلا کر خاک کر دیا اور سورتیں کی سورتیں
اور آیتیں کی آیتیں نکال ڈالیں جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے پہلے اس سے لکھ چکے اور ایسا پیشوا قرآنوں کا جلانیوالا اہل سنت ہی کو مبارک ہو جس نے کلام خدا کی کچھ توقیر نکی
اور اُسکی اہانت میں کوئی دقیقہ باقی نرکھا اور ایک عذر نامعقول جو کرتے ہیں کہ اُنمیں آیتیں منسوخ التلاوت تھیں اسواسطے جلایا یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ اگر منسوخ التلاوت ہوتیں تو
اُنپر عمل کرنیکا جناب رسول خدا صلعم حکم کاہیکو دیتے اور منسوخ التلاوت تو کوئی چیز ہی نہیں ہے یہ اصطلاح ہی جدید ہی اور منسوخ التلاوت کہنا تو بالکل غلط ہی اور منسوخ الحکم
اس قرآن مروج میں بھی موجود ہیں اگر یہی مراد ہی کہ منسوخ الحکم آیتیں تھیں سو اسطے جلایا تو ان آیتوں کو بھی جلایا ہوتا کہ جو اس قرآن میں اب منسوخ الحکم آیتیں موجود ہیں سو معلوم ہوا
کہ یہ عذر منسوخ الحکم ہونیکا بھی بیجا ہی اور کوئی بات عثمان کے بچانے کو بن نہیں پڑتی اور کبھی ایک مہمل بات اپنے جی سے ایجاد کرکے کہتے ہیں کہ تفسیر کی عبارتیں اُنمیں ملی ہوئی تھیں
یہ بھی غلط ہی اگر ایسی ہی بات ہوتی تو رسول خدا صلعم اُنپر عمل کرنیکا حکم کاہیکو دیتے اور جب عثمان نے قرآن کو جمع کروایا تو کتنی ہی آیتیں جو اُن قرآنوں میں تھیں وہ اس قرآن میں
نقل نہوئے [illegible] تو ابن مسعود کے قرآن کی اُس آیت پر عمل کیا ہی کہ جو اس قرآن مروج میں نہیں ہے چنانچہ صیام کفارہ یمین میں موجب قرآن ابن مسعود کی آیہ

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ سے تتابع صیام کو واجب جانا ہے حالانکہ اس قرآن موجود میں تتابع کا لفظ نہیں ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے تو صِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ اَلثَّلٰثَةِ مُشْتَرَطٌ عِنْدَ
اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِالتَّتَابُعِ تَمَسُّکًا بِقِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ابو حنیفہ کا جو کہ مقتدا ہے ہند کے اہل سنت کا نقصان قرآن کا ہے اور شیعوں پر جو یہ شیخ طعن کرتا ہے طعن اسکا
بیجا ہے اور ہمارے نزدیک تو خدا تعالیٰ بیشک صادق القول ہے اور نہ اسکو سہو و نسیان ہے اور نہ وہ سوتا اور اونگھتا ہے اور سب اقوال کا جواب ہم دے چکے کہ جناب رسول خدا صلعم کی حفاظت کا
خدا نے وعدہ کیا تھا سو اسکو پورا کیا اور تم جو ذکر سے مراد قرآن لیتے ہو تو اپنے علما سے پوچھو کہ خدا تعالیٰ نے تو وعدہ قرآن کی حفاظت کا کیا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ عثمان نے ان قرآنوں کو جلایا کہ جنکا
حافظ خدا تھا اور سورتیں کی سورتیں و آیتیں کی آیتیں اسمیں سے عثمان نے نکال ڈالیں اور الفاظ کی قرآن کی تبدیل کر دی کیا کچھ قدرت طاقت تھی کہ نعوذ باللہ خدا کی بھی چلنے دی ہاں یہ احتمال
کہ خداوند ذوالجلال وعدہ کر کے پھر گئی یہ بھی محال ہے کہ ایسی تاکیدوں سے وعدہ محکم فرمائے اور پھر پھر جائے اور حفاظت نکرے سو خود کلام اللہ میں بھی موجود ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اور اگر
کسی سنی عالم کو یہ احتمال پیش آئے کہ جس زمانہ میں عثمان نے کمی بیشی کی ہے اس زمانہ میں خدا تعالیٰ سو گیا ہو اور اپنے وعدہ کو بھول گیا ہو اسکا جواب قرآن میں موجود ہے کہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ
اور فرماتا ہے وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا اور فرماتا ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی اس احتمال کو بھی مرتفع کر دیا کہ خداوند کریم نے قرآن کا قصد تو کیا ہو پر تدبیر میں غلطی ہوئی ہو یا بوجہ غلطی قرآن کے بدلے کسی اور
چیز کی حفاظت کر بیٹھے ہوں **قال الشیخ الاشعری** جب یہ سب احتمالات مرتفع ہو چکے تو اب اس غلام خاندان نبوی کہ علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام حضرات شیعہ کی خدمت میں یہ گزارش
ہے کہ بعد اس وعدہ محکم اور عدم موانع کے جو خداوند کریم سے حفاظت نہو سکی تو بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے نزدیک خلیفہ ثالث میں نعوذ باللہ من ہذہ الاقوال خدا سے بھی زیادہ
زور اور بل تھا کہ خدا کا ارادہ پیش نچلا در حالیکہ تم خلیفہ ثالث کے اسقدر معتقد ہو کہ خدا کو بھی اتنا نہیں سمجھتے تو خلیفہ ثالث ہی کے ساتھ کیوں نہیں ہو لیتے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد اگر یہی تمہارے
خیال ہیں تو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو کے کیا لو اٹھیگا مبادا قیامت کو خلیفہ ثالث تمہیں بھی خدا تعالیٰ کی حفاظت سے نکالکر کبھی کبھی کے بدلے لینے لگے اور خدا کو شیعیان علی سے شرمانا پڑے یا یوں
کہو کہ یہ ہمارا عقیدہ غلط ہے اور کلینی جو تمہارے نزدیک اصح الکتب ہے اسکی یہ روایت سر بسر بہتان و دروغ ہے عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ جَاءَ
بِهٖ جَبْرَئِیْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰیَةٍ یعنی ہشام بن سالم حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ وہ قرآن جو حضرت جبرئیل رسول صلعم کے پاس لائے تھے اسمیں سترہ ہزار
آیتیں تھیں فقط دیکھئے کہ یہ کلام اللہ جو اب موجود ہے اسمیں قریب چھ ہزار آیتوں کے ہیں تو شیعوں کی اس روایت کے موافق کوئی دو تہائی کلام اللہ چوری گیا اس سے تو بہتر یہی تھا کہ خداوند کریم ذمہ کش
حفاظت نہوتی اسکی حفاظت کے بھروسے امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بےفکر ہو بیٹھے لیکن بہت ہوتا تو اتنا ہی نقصان ہوتا جتنا تورات و انجیل میں ہوا تھا سو جو لوگ کہ تورات و انجیل
کی تحریف کے اثبات کے درپے ہوئے ہیں وہ بھی یوں نہیں کہتے کہ تورات و انجیل میں تہائی نقصان ہوا ہے بلکہ بعد تحقیق یوں معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ نے قدر قلیل کمی بیشی کی ہے سو وہ
بھی جہاں کہیں کوئی بات مسلمانوں کے مفید مطلب دیکھی ہے یا کوئی ایسا حکم ہے کہ اسکے مروج رہنے میں امرا کو دشواری ہو ایسی جگہ امرا سے کچھ لے دیکر بدل دیا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال
القصہ حسب قواعد غیبیہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس اہتمام اور اس انتظام کے کہ قرآن مجید کے خداوند کریم نے خود حفاظت کی قرآن مجید غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونے میں تورات و انجیل سے
بڑھ گیا حالانکہ انکا حافظ و محافظ نہ خدا تھا نہ کوئی پیغمبر ہاں علماء دنیا پرست کہ آیات خداوندی کا بیچ دینا اور احکام کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کرنا انکا کام ہی تھا اسلئے فقط پڑھنے پڑھانے
والے اور جاننے پہچاننے والے تھے حافظ و نگہبان ہونا کجا شاید اس فرقہ کی نزدیک کلام اللہ کی تورات و انجیل سے بڑھکر یہی معنی ہیں کہ بے اعتباری میں انسے بڑھا ہوا ہے **اقول** احتمال کو تو
مرتفع نہیں ہوا بلکہ الٹی بلا اہل سنت کے گلے پڑی اور جو اعتراض وہ شیعوں پر کرتے تھے وہ انپر وارد ہو گیا اور شیعہ اس سے بری ہو گئے اور اس شیخ کو غلام خاندان نبی کہنا نہایت بیجا ہے
اسواسطے کہ غلام اپنے آقا کے طریقہ پر چلتا ہے اور یہ انکی طریقہ کو چھوڑ کر انکے دشمنوں کے طریقہ پر چلتے ہیں معاویہ و عمرو عاص کے انکا غلام کہنا چاہئے اور شیعوں کی خدمت میں گزارش
کیا کرتے ہو بلکہ بخاری اور مسلم اور ابن اثیر اور جلال الدین سیوطی و ابن حجر صاحب فتح الباری اور حاکم صاحب مستدرک وغیرہ کی خدمت میں گزارش کرو جو کہ قرآن کی کمی بیشی کے قائل
ہیں اور تبدیل الفاظ قرآن کی روایتیں لکھتی ہیں کہ بعد اس وعدہ محکم اور عدم موانع کے جو خداوند کریم سے حفاظت نہو سکی کہ عثمان نے قرآنوں کو جنکا حافظ خدا تھا جلوا دیا اور اپنے جمع
کئے قرآن میں کمی بیشی کی اور الفاظ کو اسکے بدلوا دیا تو بجز اسکے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے نزدیک خلیفہ ثالث میں نعوذ باللہ من ہذہ الاقوال خدا سے بھی زیادہ زور اور بل
تھا کہ خدا کا ارادہ پیش نچلا در حالیکہ تم خلیفہ ثالث کی اسقدر معتقد ہو کہ خدا کو بھی نہیں سمجھتے تو خلیفہ ثالث ہی کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا اور جہاں وہ جائینگے وہیں تم بھی جاؤگے
اور ہمارا اعتقاد جو قرآن کی نسبت ہے اسکو ہم بیان کر چکے کہ وہ بہت صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کی ہمراہی میں ہمکو مدارج عالیہ حاصل ہونگے اور ملازم اسکی حفاظت میں ہیں۔
اور عثمان اس روز ہمکو حفاظت خدا سے کیا نکالیں گے وہ خود ہی اپنی بلا میں گرفتار ہونگے بابت جلانے اور تحریف کرنے قرآن کے اور بدلا لینگے ان اصحاب رسول مقبول کے کہ جنکو ناحق
میں آزار پہنچائے ہیں اور خدا تعالیٰ شیعیان علی سے اس روز بہت خوش اور راضی ہوگا کہ وہ دین مستقیم پر قائم رہے ہیں اور عقیدہ تو اپنا ہم بیان کر چکے اور کلینی وغیرہ کی روایتوں کا
جواب یہ ہے کہ ایسی روایتیں منجملہ احاد ہیں قابل اعتبار کے نہیں یا مؤول ہیں اور کلینی کی ایک روایت دروغ ہوگی تو اہل سنت کے محدثین کی سینکڑوں روایتیں دروغ ہو جائینگی اور

کلینی تھے تو نقصان کی روایت لکھی ہی اور جو کچھ باقی رہا ہی یہی ہمکو کافی ہی زیادتی اور بدلجانے الفاظ کی اور کاتبوں کے غلط کر دینے کر تو نہیں لکھا ہی کہ جس سے قرآن کا غلطیوں
شامل ہوا صادق آئی اور قرآن شریف غلط مشہور ہو جائے جیسے کہ ہمارے علما لکھتے ہیں اور صاحب کلینی نے سترہ ہزار آیتوں کا ذکر کیا ہی کا اسقدر آیتیں قرآن کی تھیں اور قرآن حال
میں چھ ہزار آیتیں ہیں تو گیارہ ہزار آیتوں کا نقصان اس حساب سے قرآن میں ہوا اور اہل سنت کے علما تو اس سے بڑھکر لکھتے ہیں چنانچہ تفسیر در منثور میں جلال الدین سیوطی
لکھتے ہیں عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْآنَ كُلَّهُ مَا يُدْرِيهِ مَا كُلُّهُ قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْآنٌ كَثِيرٌ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ ماحصل یہ ہی کہ ابن عمر سے روایت
ہے کہتا ہی کہ نہ کہے کوئی تم میں سے کہ تحقیق لیا ہی مینے کل قرآن کو کیا جانے وہ کہ کیا ہی کل تحقیق کہ گیا ہی اسمیں سے قرآن بہت اور لیکن کہے کہ تحقیق لیا ہی مینے جو کچھ کہ ظاہر تھا اس
سے انتہے دیکھو کہ اس روایت میں لکھا ہی کہ قرآن کثیر جاتا رہا ہی اور اطلاق کثیر کا لاکھ آیتوں پر بھی ہو سکتا ہی اور اب موافق قول اس شیخ کے کہنا چاہی کہ اہل سنت کی رو سے
موافق اکثر قرآن تو چوری گیا اور جزوی باقی رہا ہی اس سے بہتر تو یہی تھا کہ خداوند کریم ذمہ کش حفاظت ہوتے اسکی حفاظت کے بھروسے آنمیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیفکر
ہو بیٹھے ورنہ بہت ہوتا تو اتنا ہی نقصان ہوتا جتنا تورات وانجیل میں ہوا تھا سو جو لوگ کہ تورات وانجیل کی تحریف کے اثبات کے درپے ہوئے ہیں وہ بھی یوں نہیں کہتے کہ تورات وانجیل
میں اتنا کچھ نقصان ہوا ہی بلکہ بعد تحقیق یوں معلوم ہوتا ہی کہ علماء یہود و نصاریٰ نے قدر قلیل کمی بیشی کی ہی سو وہ بھی جہاں کہیں کوئی بات مسلمانوں کے مفید مطلب دیکھی ہے یا کوئی
ایسا حکم ہوا ہی کہ اسکے مروج بننے میں ان کو دشواری ہوئی ہی ایسی جگہ امراسے کچھ لے دیکر بدل دیا ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال القصہ حسب مقولہ اہل سنت یوں معلوم ہوتا ہی کہ باوجود اس اہتمام
اور اس انتظام کے کہ قرآن مجید کی خداوند کریم نے خود حفاظت کی قرآن مجید غیر محفوظ اور غیر معتبر ہونے میں تورات وانجیل سے بڑھ گیا حالانکہ انکا محافظ خدا تھا نہ کوئی پیغمبر ہاں
علماء دنیا پرست کہ آیات خداوندی کا بیچدینا اور احکام کا بدل ڈالنا اور تحریف کا کرنا انکا کام ہی تھا فقط پڑھنے پڑھانیوالے اور جاننے بیچاننے والے تھے حافظ ونگہبان ہونا کجا تا
اس فرقہ اہل سنت کے نزدیک کلام اللہ کی تورات وانجیل سے بڑھکر یہی معنی ہیں کہ بے اعتباری میں انسے بڑھا ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** یہاں علماء شیعہ دو احتمال پیش کرتے ہیں
تو کریں ایک تو یہ کہ کلام اللہ لوح محفوظ میں محفوظ ہی دوسرا یہ احتمال کہ غار سر من رای میں حضرت امام مہدی حافظ قرآن موجود ہیں سو اول احتمال کا پوچ ہونا تو ظاہر ہے اول تو یہی کہ
اگر بالفرض انا لہ لحافظون کا یہی مطلب ہے تو ہمیں کیا ہم سے اس وعدہ کرنیکی کیا معنے ہمارے مفید مطلب تو یہ بات تھی کہ اس قرآن کی حفاظت کرتے جو ہمارے پاس ہے تاکہ احکام خداوندی
کے معلوم ہونے میں کچھ شک و شبہ نہ رہتا دوسرے وہاں کی حفاظت کرنیکی کیا ضرورت تھی اگر لوح محفوظ تک کسی بیدین کی دسترس ہوتی تو البتہ حفاظت کا موقع بھی تھا تیسرے آیت
مذکورہ میں اول تنزیل کا ذکر فرمایا بعد ازاں حفاظت کا وعدہ کیا ہی اس ترتیب سے بلاغت شناسان قرآنی کو خود معلوم ہی کہ قرآن منزل کی حفاظت مد نظر ہی نہ کہ اس قرآن کی
جو لوح محفوظ میں محفوظ ہی چوتھی اگر یہی مطلب ہے تو یہ فضیلت تو تورات وانجیل میں بھی موجود ہے قرآن ہی میں کیا فوقیت ہوئی معہذا یہاں حفاظت کا وعدہ کیا ہی وہاں بجا
اسکا کیا ثمرہ نکلا پانچویں یہ ہے کہ اس آیت میں سوا قرآنی ہی سے ذکر کو ذکر کیا لفظ قرآن یا کتاب وغیرہ ذکر نہ فرمایا تو بھی اسی غرض سے ذکر فرمایا ہی کہ قرآن میں کمی بیشی تغیر و تبدیل کا کسیکو
احتمال باقی نہ رہی چونکہ یہ بات بعید مطلب ہے تو ہمیں لازم ہی کہ اسکی تمہید بیان کرکے اصل مطلب کو روشن کر دکھلائیں اسلئے یہ گزارش ہی کہ بسبب عبارات اور اوصاف مختلفہ اور حیثیات
متعددہ کی ایک ایک چیز کے متعدد نام ہوا کرتے ہیں اور پھر وہ نام اپنے اپنے موقع پر استعمال ہوتے ہیں ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا صحیح نہیں ہوتا مثلاً ایک شخص کسیکا باپ بھی
ہوتا ہی اور کسیکا بیٹا بھی اور علی ہذا القیاس کسیکا بھائی کسیکا بھتیجا کسیکا چچا کسیکا بھانجا کسیکا ماموں ہوتا ہی غرض ایک شخص ہی اور اسکے القاب بہت ہیں پر وہ سب القاب
یکساں برابر نہیں بولے جاتے اپنے اپنے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں بیٹا اپنے باپ کو بیٹا کہکے نہیں پکار سکتا گو وہ کسیکا بیٹا ہی اور اسی طرح باپ بیٹے کو باپ کہکر نہیں پکار سکتا اگرچہ وہ
اپنے بیٹے کا باپ ہے دوسری مثال یہ ہی کہ ایک حاکم کلکٹر بھی ہوتا ہی مجسٹریٹ بھی ہوتا ہی مگر چونکہ کام کلکٹری اور مجسٹریٹی کا مختلف اور جدا جدا ہی تو کلکٹری کے کاغذات میں
بلقب کلکٹر لکھتے ہیں اور مجسٹریٹی کے کام کے کاغذ میں بلقب مجسٹر اور برعکس نہیں کر سکتے اسی طرح قرآن شریف کے بھی بہت سے القاب اور اسماء ہیں اور ہر ایک لقب کا مدار ایک
جدے اعتبار اور نئے نئے اوصاف پر ہی قرآن تو بلحاظ مقروء ہونیکے کہتے ہیں یعنی قرآن کو قرآن اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اسکی قرأت کا اتفاق ہوتا ہی اور مصحف اور کتاب اس لحاظ کہتے ہیں
کہ اسمیں صحف یعنی اوراق ہوتے ہیں اور ان اوراق میں اسکو لکھتے ہیں علی ہذا القیاس ذکر بایں وجہ کہتے ہیں کہ غافلوں اور جاہلوں کے لئے مذکر اور گنہگاروں کے واسطے پند ہے یعنی
باعث یادگاری باری ہی اور پند خداوندی سو اس لقب کا استعمال جب ہی صحیح ہوگا کہ مقابل میں غافل اور جاہل اور گنہگار ہوں مگر سب جانتے ہیں کہ موصوف بوصف غفلت و جہل
وگناہ اگر ہی تو یہ انسان ہی ملائک ان عیوب سے مبرا ہیں تو جبتک کلام اللہ لوح محفوظ میں تھا اس لقب کا بولنا صحیح نتھا کیونکہ اس موقع میں کوئی غافل تھا نہ جاہل تھا نہ گنہگار تھا
وہاں تک اگر رسائی تھی تو فقط ملائک کی تھی سو انکو ان باتوں سے کچھ سروکار ہی نہیں ہاں جب نوبت تنزیل کی پہنچی اور معاملہ حضرت انسان سے پڑا تو البتہ اس لقب کا استعمال صحیح ہوا
کیونکہ غرض انزال و تنزیل سے یہی ہی کہ غافلان نوع بشر کے لیے مذکر اور واعظ ہو پھر جب انا لہ لحافظون فرمایا تو ضمیر اسی لفظ کی طرف راجع فرمائی اسلئے لازم پڑا کہ حفاظت بھی اسی

موقع میں ظہور میں آئی کہ جہاں اس لقب کا استعمال صحیح ہو **اقول** شیعہ یہ احتمال ہرگز بیان نہیں کرتے ہیں تو اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہے اور عبث فضول بک کر کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور غار سرمن رای کا جواب تو ہم بعد اسکے دینگے اور لوح محفوظ میں محفوظ رہنے کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن کثیر جاتا رہا ہے اور سورتیں اور آیتیں اسمیں سے نکلگئی ہیں اور خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ہم قرآن کی حفاظت کرنیوالے ہیں کہ اسمیں کسی طرح کی تغییر اور تحریف ہونے پائے اور جسوقت کہ اسقدر اسمیں تحریف ہوئی تو حفاظت اسکی کہاں باقی رہی اور خدا تعالی کا جو وعدہ حفاظت کا تھا وہ وقوع میں نہ آیا تو اس حفاظت کا جواب اہل سنت پیش کریں تو احتمال یہ ہے کہ اس طرح سے کریں کہ وہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے سو اس احتمال کا ہیچ ہونا تو ظاہر ہے اول تو یہ کہ اگر بالفرض انا له لحافظون کا یہی مطلب ہے تو ہمیں کیا ہم سے اس وعدہ کرنیکے کیا معنی ہمارے مفید مطلب تو یہ بات تھی کہ اس قرآن کی حفاظت کرتے جو ہمارے پاس ہے تاکہ احکام خداوندی کو معلوم ہونے میں کچھ غلط شبہ نہ رہتا دوسرے وہاں کی حفاظت کرنیکی کیا ضرورت تھی اگر لوح محفوظ تک کسی بیدین کی دسترس ہوتی تو البتہ حفاظت کا موقع بھی تھا تیسرے آیت مذکورہ میں الخ جو کچھ اس شیخ کا بیان آخر تک ہے وہ ہی ہمارا بیان بعینہ ہے مگر لکھنے کی احتیاج نہیں ہے۔ دریغا فائدہ عبارت کو اس شیخ نے خارج از مقصود طول دیا ہے قرآن شریف کے القاب بیان کرنے اور اسکی مثالیں لکھنے سے کیا فائدہ ہے اور ذکر مطلق یاد کرنیکو کہتے ہیں تو ضرور نہیں ہے کہ مقابل میں غافل اور گنہگار ہی کے ہو خدا تعالی فرماتا ہے وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ یہاں کونسا مقابلہ گنہگار اور غافل اور جاہل کا ہے اور جسوقت کہ ذکر بمعنی مطلق یاد کردن آیا ہو تو ملائکہ لوح محفوظ میں سے دیکھ کر کیا قرآن کا ذکر نہیں کر سکتے ہیں اور اسکو پڑھ نہیں سکتے ہیں آخر سوائے قرآن کے بہتیری تسبیحیں اور اذکار الٰہی کرتے ہیں یہ بھی سہی گناہ اور جہالت کی کیا خصوصیت ہے اور ذکر سے مراد اگر قرآن لیویں اور ضمیر لہ کی اسکی طرف راجع کریں تو اسقدر معنی آیت کے تو صحیح ہو سکتی ہیں بنظر روایات کتب فریقین کہ خدا تعالی اسکا حافظ ہے اسکے زوال اور بطلان کا کہ کوئی اسکو زائل اور نابود نہیں کر سکتا ہے اور اگرچہ ہو تو محافظ ہے اسکی کمی اور بیشی اور تبدیل الفاظ کا تو معنی ہرگز صحیح نہیں اسواسطے کہ اکثر روایات معتبرہ اہلسنت دلالت کرتی ہیں ان امور پر اور خلف وعدہ الٰہی لازم آتا ہے اور بلاتکلف معنی آیت کے صحیح اسوقت ہیں کہ ذکر سے مراد رسول خدا صلعم ہوں جیسا کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ ایک اور آیت میں بھی خدا تعالی نے ان حضرت کو بلفظ ذکر یاد کیا ہے اور یا یہ کہ مراد ذکر سے تو قرآن ہو اور ضمیر لہ کی جناب رسول خدا صلعم کی طرف پھیری جیسا کہ بعضے لکھتے ہیں اور بیضاوی میں بھی لکھا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ذکر سے مراد قرآن ہو اور ضمیر لہ کی ذکر کی طرف پھیری ورنہ معتبر روایتوں کو جھوٹا ٹھیراؤ اپنی خلاصی کے لئے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا دوسرا احتمال اسکا یہ خیال ہے کہ اول تو حضرت امام مہدی کا غار سرمن رای میں مخفی ہونا ہے ایک فسانہ غلط ہے جب کلام اللہ کا باوجود اسقدر تواتر کے اعتبار نہ رہا ایسی روایات بے سروپا کا جنکی راوی فقط دو چار مکار ہوں کیا اعتبار اور در صورتیکہ وہ بات بھی قرین قیاس ہو تب تو قابل قبول عقل کسی عاقل کے نزدیک بھی نہیں اور جن روایات سے حضرت امام مہدی کا یہ افسانہ مروی ہے وہ کچھ ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی کمتر با اینہمہ یہ بات تو ہرگز متصور نہیں کہ حضرت امام مہدی کو کلام اللہ یاد ہو یہ کام تو اہل سنت جماعت کا ہے حضرت امام مہدی کو انکا تشبیہ کا ہیکو گوارا ہوگا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ہاں انکے پاس کلام اللہ ہو اور حضرت امام اس کلام اللہ کو لیکر اسی اندیشہ سے اس غار میں جا چھپے ہوں کہ مبادا انکے پاس کا کلام اللہ معتقدان خلیفہ ثالث کی نظر پڑ جائے تو البتہ ایک ٹھکانے کی بات ہے لیکن اہل فہم سے سوال یہ ہے کہ یہ احتمال پہلے احتمال سے ہی اسبات میں کیا کم ہے کہ ہمارے حساب سے ویسا ہی لوح محفوظ میں ویسا ہی غار سرمن رای میں نقل مشہور ہے ویسا ہی کنواں ویسا ہی کھائی بلکہ بلحاظ وجہ پنجم اس کلام اللہ کی حفاظت کا وعدہ ہی نہیں جو بزعم شیعہ حضرت امام کے پاس ہو اہل فہم کے نزدیک اسکا ذکر کرنا ہی صحیح نہیں ذکر کہنا تو جب صحیح ہو کہ امتی اسے پڑھیں پڑھائیں غار سرمن رای میں کس ان جائے اور کون اس سے فائدہ اٹھائے بلکہ وعدہ تو اسی کلام اللہ کی حفاظت کا ہے کیونکہ اسکا ذکر ہونا ظاہر ہے پھر حضرت امام کا کلام اللہ اگر اسی کلام اللہ کے موافق ہے تو فبہا ورنہ اس صورت میں حضرت امام ہی کا کلام اللہ غلط ہوگا بالجملہ ایسے لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کرکے سنت دین اسلام کو بٹا لگاتے ہیں سبحان اللہ یہ عجب تماشا ہے کہ جناب باری نے وعدہ حفاظت تو اسلئے کیا تھا کہ امت محمدی کو کل کو دوبارہ علم احکام کچھ دقت پیش نہ آئے دین محمدی میں کوئی رخنہ نہ پڑے یہ دین قیامت تک برابر روشن رہے مگر افسوس کہ تاہم وہی خرابی کی خرابی برسر ہے نعوذ باللہ غار سرمن رای میں محفوظ ہونیسے یہ معنی ہوئے کہ خداوند کریم حفاظت کے وقت اتنا بھی نہ سمجھے کوئی اجنبی آدمی سنیگا تو کیا کہیگا ہماری صلاح یہ ہے کہ اسبات کو شیعہ کسی نصرانی یہودی کے سامنے تو زبان پر بھی نہ لائیں ہمارے سامنے کہیں تو شاید ہم بپاس اتحاد کلمہ گوئی یوں سمجھکر کہ شیعوں کی خفت فی الجملہ اپنی ہی خفت ہے سکوت بھی کر جائیں کیونکہ اول تو یہودیوں کو اس قسم کے خرافات سنکر اسبات کے کہنے کی گنجائش ملیگی کہ ہماری توریت بھی آخر لوح محفوظ میں محفوظ ہے

اقول حضرت امام مہدی علیہ السلام کا غار میں مخفی ہونا غلط نہیں ہے بلکہ بہت صحیح ہے اسواسطے کہ انکے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں روایات فریقین چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور کچھ اور بھی بیان کرینگے اور کلام اللہ کو ہم تو نہایت معتبر جانتے ہیں اور اگر غیر معتبر ہے قرآن تو موافق روایات اہل سنت کے ہے کہ اسمیں کمی اور بیشی اور تبدیل الفاظ اور غلطی کا تبیین ہوئی اور راوی امام مہدی کے پیدا ہونے کے مکار نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے معتبر علماء اہل سنت کے ہیں اور قیاس کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے اور قیاس تیرا

باطل ہے کہ تو منکر قدرت خدا ہے اور قیاس تیرا ایسا ہے جیسے کہ کفار کہتے تھے قیامت کے مقدمہ میں کہ جسوقت مر کر خاک ہو جائینگے تو بھلا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس خاک کے ریزوں کو جمع کر کے خدا تعالی پھر زندہ کرے ایسا ہی تیرا قیاس امام مہدی ع کے مقدمہ میں ہے کہ تیرے قیاس میں نہیں آتا ہے کہ امام مہدی ع پیدا ہو کر غار میں مخفی ہوئے ہوں سو حضرت امام مہدی ع بیشک پیدا ہوئے اور غار سر من رای میں جا کر آدمیوں کی نظروں سے غائب ہوئے اور اُس غار میں سے نکلکر جس جگہ کہ انکو خدا تعالی لیگیا وہاں چلے گئے اور اب موجود ہیں اور بعضے اولیاء اہل سنت کو انکی ملاقات سے شرف بھی حاصل ہوا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور دلالت کرتی ہے انکے وجود پر حدیث ثقلین اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا تھا میری اہل بیت امان ہیں اہل ارض کی کہ عترت رسول خدا صلعم میں سے قیامت تک کوئی شخص موجود ہونا چاہیے اور شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں باب ۳۶۶ میں لکھا ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ خَلِیْفَۃً یَخْرُجُ مِنْ عِتْرَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم مِنْ وَلَدِ فَاطِمَۃَ اِسْمُہٗ اِسْمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَدُّہُ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یعنی خدا کے واسطے ایک خلیفہ ہے کہ خروج کریگا عترت رسول خدا صلعم میں سے اولاد فاطمہ سے کہ نام اسکا نام رسول خدا صلعم ہے دادا اُسکا حسین بن علی بن ابیطالب ہے اور کتاب الیواقیت و الجواہر میں امام مہدی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اولاد امام حسن عسکری علیہ السلام سے ہے اور پیدائش اُسکی نیمہ شعبان میں ہے ۲۵۵ھ ہجری میں اور وہ باقی ہے یہانتک کہ جمع ہو عیسی بن مریم کے ساتھ ایسی ہی خبر دی ہے شیخ حسن عراقی نے اور حال خروج کا اُن حضرت کے مفصل و مشرح تحریر کیا ہے اور لواقح الانوار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق نے رسالہ مناقب ائمہ اطہار میں حال امام مہدی اور ولادت اُس جناب میں لکھا ہے کہ حکیمہ کہتی ہے کہ ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے پاس گئی میں اور ایک مولود کو انکے پاس دیکھا میں زرد کپڑے میں لپٹا ہوا اور اُسمیں ایک ایسا نور اور عظمت دیکھی میں نے کہ دل میرا اُسمیں گرفتار ہو گیا میں نے کہا کہ اے آقا آپکو اس مولود مبارک کے حال کا کچھ علم ہے کہ مجھ تو اس سے خبر دو فرمایا کہ اے عمہ یہ مولود وہ منتظر ہمارا ہے کہ ہمکو بشارت اُسکی دیگئی تھی اور روضۃ الاحباب میں امام دوازدہم حضرت امام مہدی کی حال میں مذکور ہے کہ وہ امام ذوی الاحترام کنیت اور نام میں جناب رسول خدا علیہ وعلی آلہ تحف الصلوۃ والسلام کے موافق ہے اور مہدی اور خلف صالح اور صاحب الزمان اُسکے القاب میں منتظم ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ واہب العطایا نے مثل حضرت یحیی کی حالت طفولیت میں اُسکو حکمت کرامت فرمائی اور یہ بھی لکھتے ہیں صاحب روضۃ الاحباب کہ سردابہ سر من رای میں نظر سے آدمیوں کی غائب ہوا اور سبط ابن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ میں امام مہدی کے حال میں لکھتے ہیں کہ ھُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَبُو الْقَاسِمِ وَھُوَ الْخَلَفُ الْحُجَّۃُ صَاحِبُ الزَّمَانِ الْقَائِمُ الْمُنْتَظَرُ الْبَاقِیْ وَھُوَ آخِرُ الْاَئِمَّۃِ اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور عبد اللہ بن محمد بن یوسف شافعی نے کتاب البیان میں اور کمال الدین بن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب السئول میں اور شیخ نور الدین نے فصول مہمہ میں اور ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں اور محمد پارسا نے فصل الخطاب میں اور سوا انکے اکثر علما اہل سنت نے حال امام مہدی میں کہ وہ موجود اور قائم ہیں لکھا ہے اور متعصبین انکی مثل ابن حجر اور صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے انکار کرتے ہیں اور اسقدر روایتیں اہل سنت کے علما کی حضرت امام مہدی ع کے مقدمہ میں ہمنے بیان کیں کہ وہ قائم اور موجود ہیں اب معلوم نہیں کہ یہ علما تیرے نزدیک مکار ہیں یا معتبر ہیں اور تو یہ جانتا ہے کہ جیسے کہ حضرت عمر کو کلام اللہ یاد نہوا اور بارہ برس کے عرصہ میں شواری تمام ایک سورہ بقر یاد ہوا ایسے ہی امام مہدی ع کو بھی یاد نہو گا یہ بات نہیں ہے بلکہ قرآن تو امام مہدی ع کے واسطے ہے اور امام مہدی قرآن کے واسطے کہ انکے دادا کے حق میں رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ اور اسی طرح سب ائمہ کا حال ہے حضرت امام مہدی ع تک کہ جو تفسیر قرآن کی ہے وہ انکے ہی پاس ہے پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو کہ صاحب قرآن ہو اسکو قرآن یاد نہو اور قرآن کے حفظ کا حال ہم پہلے اس سے مفصل بیان کر چکے ہیں اور حافظ قرآن کے شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی ہیں لیکن اہل سنت کے اس ملک میں کثرت ہے اسواسطے حافظ بھی اُنمیں زیادہ ہیں اور یہ جو کہتا ہے کہ شیعوں میں کوئی حافظ نہیں ہوتا اور حفظ کرنا قرآن کا شعار اہل سنت کا ہے غلط کہتا ہے اور جھوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہے اگر حفظ قرآن کا خاصہ اہل سنت کا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ سب سُنی حافظ ہوتے اور اُنمیں بھی بعض بعض ہی حافظ ہیں اور لاکھوں سُنی ایسے ہیں کہ قرآن کو جانتے بھی نہیں ہیں ایسے ہی شیعہ ہیں کہ اُنمیں بعض بعض حافظ ہیں اور اکثر حافظ نہیں ہیں اور اگر اہل سنت نے طوطے کی طرح قرآن کے الفاظ کو یاد کر لیا تو ایسا ہے کہ جیسے کسی نصرانی نے یاد کر لیا اور جسوقت کہ سفینۂ اہل بیت سے خارج ہو تو انکو قرآن کے الفاظ کی حفظ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے مثل نصرانیوں کے اور مشابہت تو حفظ قرآن میں اہل سنت سے اُسوقت ہو جسوقت کہ حفظ قرآن اہل سنت کے مذہب میں داخل ہو اور شیعوں کے مذہب میں داخل نہو اور سنیوں کے مذہب میں اُسکے حفظ کا ثواب ہو اور شیعوں کے نزدیک اُسکا حفظ کرنا مذموم ہو اور حال یہ ہے کہ حفظ قرآن کی ثواب کی روایتیں شیعوں کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور عین مذہب اُنکا ہے یہ تشبیہ کا ذکر کرنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ اہل سنت خدا تعالی سے اور رسول خدا سے کا ہیکو اعتقاد رکھیں گے کہ انکو تشبہ شیعوں کے ساتھ ہو جائیگا اور وہ کلام اللہ بھی اگر امام مہدی کے پاس موجود ہو تو کیا اشکال ہے اور اسی اندیشہ سے اُس قرآن کو اگر ہمراہ اپنے لیگئے ہوں کہ معتقدان عثمان اسکو دیکھکر کچھ تکرار نکریں تو کیا تعجب ہے کہ جو قرآن کہ صحیح اور کامل تھا اور رسول خدا صلعم کی زمانہ میں جمع

جو تھے اور جناب رسول خدا صلعم نے اُسپر عمل کرنیکا حکم دیا تھا اُنکو جلاکر خاک کر دیا اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکی غایت کے واسطے تو اس قرآن کو کون سلامت رکھتا اور
جمع کرنا حضرت علیؑ کا قرآن کو موافق ترتیب نزول کے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور جن قرآنوں کو عثمان نے جلوایا ہے اُنمیں اُسکا ذکر نہیں ہے پھر وہ قرآن کہاں گیا اور قرآن
کا جمع کرنا تو ثابت ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا ہے کہ اُسکو حضرت علیؑ نے دفن کر دیا یا دھو ڈالا یا مثل عثمان کے جلا دیا کتابوں میں اہل سنت کی اسیقدر ہے کہ اُسکو حضرت علیؑ نے جاری
نہیں کیا بسبب اختلاف کے کہ اسلام میں دو قرآن مختلف ہوتے پھر وہ قرآن کہاں گیا اور ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اُس قرآن کو لوگوں کے روبرو ظاہر کیا تو عمر
نے کہا کہ ہمکو تیرے قرآن کی حاجت نہیں ہے فرمایا کہ پھر اس قرآن کو نہ دیکھوگے یہانتک کہ خروج کرے فرزند میرا مہدی علیہ السلام اور جمع کرنا حضرت علیؑ کا قرآن کو اہل سنت
کی کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ احد العلماء الربانیین والشجعان المشہورین والزہاد المذکورین والخطباء المعروفین واحد من جمع القرآن وعرضہ علی رسول اللہ صلعم
اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کر کے رسول خدا صلعم کو بھی سنا دیا تھا اور شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ آوردہ اند کہ امیر المومنین
علیؑ نیز جمع کرد قرآن را بر ترتیب نزول و گفتہ اند کہ اگر آں مصحف معمول شدے و مشہور گشتے علم کثیر از آں حاصل شدے کہ معرفت ناسخ و منسوخ است و ماناکہ وی رضی اللہ عنہ ترسید از اختلاف
اسرار بروے کار نیاورد و تا ہمہ عالم بر یک نہج باشند انتہی اور ایسے ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ مروی ہے جناب امیر سے کہ جمع کیا ہے اُس حضرت نے قرآن کو ترتیب نزول پر
کہ اُس سے ناسخ و منسوخ معلوم ہوتا ہے اور اگر وہ قرآن معمول و مروج ہوتا تو تحقیق بہت علم اُس سے ظاہر ہوتا اور استیعاب میں لکھا ہے اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے
قرآن کو موافق نزول کے لکھا ہے اور اگر ہاتھ آتا وہ قرآن تو اُس سے علم کثیر حاصل ہوتا اور جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے فَمِنْهُم مَّن رَتَّبَهَا عَلَى النُّزُولِ وَهُوَ مُصْحَفُ عَلِيٍّ
كَانَ أَوَّلُهُ اقْرَأْ ثُمَّ الْمُدَّثِّرُ ثُمَّ نٓ ثُمَّ الْمُزَّمِّلُ الخ یعنی بعض اُنمیں سے وہ ہیں کہ مرتب کیا ہے اُنہوں نے قرآنوں کو نزول پر اور وہ مصحف علیؑ کا ہے کہ تھا اول اُسکے سورۂ
اقرا پھر مدثر پھر نون پھر مزمل الخ اور سوا اُسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کیا ہے اور تاریخ الخلفا سیوطی میں ابو الطفیل سے روایت ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بخدا کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں خوب جانتا ہوں اُسکو کہ کس چیز میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کسکے حق میں نازل ہوئی
بتحقیق کہ میرے پروردگار نے مجھکو دل دانا اور زبان گویا دی ہے اور یہی صواعق محرقہ میں اور اتقان سیوطی میں ہے اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے حال سے جیسے حضرت
علیؑ واقف تھے دوسرا کوئی ایسا واقف نہ تھا پس جس وقت کہ ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو جمع کیا ہے کہ وہ موافق نزول کے تھا اور کامل اور بسبب خوف اختلاف امت کے
اُسکو جاری نکیا تو وہ قرآن اُنکی اولاد طاہرین کے پاس رہا یہانتک کہ حضرت امام مہدیؑ کو پہنچا اور جس وقت کہ اُنکو حکومت اور شوکت حاصل ہوگی تو وہ اُس قرآن کو جاری کرینگے
اور تمام قرآن اُسکے مطابق کر دیے جائینگے نہ یہ کہ جلائے جائینگے جیسے کہ عثمان نے اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے سب قرآن جلوا دیے اور جس وقت کہ بخوف اختلاف
امت اور عداوت اور تعصب مطیعان عثمان وہ قرآن جاری ہونے نہ پایا تو امام مہدیؑ کے خروج کرنے سے پہلے ہمکو اسی قرآن موجود پر عمل کرنیکا حکم ہے جو کہ اس زمانہ میں پایا جاتا ہے
اور یہ جو کہتا ہے کہ جیسا لوح محفوظ میں ویسا ہی غار سر من رای میں تو ہم کہتے ہیں کہ جس قرآن کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور جناب رسول خدا صلعم نے اُسپر عمل کرنیکا
حکم دیا تھا وہ قرآن تو ابن مسعود اور ابی ابن کعب کا تھا اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن کا حضرت کے زمانہ میں وجود بھی نہ تھا اور نہ اسکی حفاظت کا وعدہ اور اُسپر عمل کرنیکا حکم تھا کہ بعد عمر
دراز کے عثمان نے ناقص ہی جمع کر لیا ہے موافق روایات اہل سنت کے اب کہو کہ وہ قرآن کہاں ہیں جنکی حفاظت کا وعدہ اور جنپر عمل کرنیکا حکم تھا اُنکو تو جلا دیا سو جس قرآن کی
حفاظت کا وعدہ تھا اُس سے تو سر من رای ہی کی قرآن کو اولویت حاصل ہے کہ نفس الامر میں اُسکا وجود تو ہے اور جس قرآن کی حفاظت کا وعدہ تھا اُسکا تو وجود ہی باقی نہیں ہے
اور نہ کوئی اُسکو پڑھتا ہے نہ پڑھاتا ہے کہ وہ تو جلا دیا گیا اور عثمان کا جمع کیا ہوا قرآن ہرگز موعود حفاظت نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ یہ قرآن اُسوقت میں موجود نہ تھا اور اہل
سنت کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے اپنی خلافت میں بعد حذف اکثر آیات اس قرآن کو جمع کیا ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اب کوئی اس قرآن میں سے کچھ آیتیں نکالکر اور
کچھ آیات متروکہ اُسمیں ملا کر ایک قرآن کو جمع کرے اور اگر اس قرآن جمع کئے عثمان کی حفاظت کا وعدہ ہے کہ اس قرآن میں سے کوئی کبھی آیت کو کم نہیں کریگا اور نہ اُسمیں زیادہ کر سکتا ہے
ہر چند کہ یہ بات نامعقول ہے لیکن اُسمیں تو کسیکو نزاع ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں سے آیتیں نکال ڈالی ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عثمان نے قرآن کو
جو جمع کیا تو بہت سی آیتیں اُسمیں داخل نہیں کی ہیں اور قرآن کو جو جمع کیا تو بے ترتیب اور کمی اور زیادتی اور تبدیل الفاظ کے ساتھ جمع کیا ہے جسپر دلالت کرتی ہیں روایات کتب
اہل سنت اور وجہ پنجم تو بالکل باطل ہے اور ایک نامعقول سی بات ہے اور اگر وعدہ حفاظت صحیح ہے تو اُسی قرآن کا ہے کہ جو حضرت صاحب الزمان کے پاس ہے کہ وہ قرآن کامل اور پورا
ہے اور کسیکا دست تصرف اُسپر نہیں پہنچا اور تجھکو یہ کیا معلوم ہے کہ وہ قرآن پڑھنے میں نہیں آتا اور پڑھنے پڑھانے پر کچھ موقوف ہی نہیں ہے جو کہ پڑھے پڑھائے جاتے تھے اور جنکی حفاظت
کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا وہ ہی جلائے گئے اب اُن قرآنوں کو کون پڑھتا ہے اور کون اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور اب پڑھنے پڑھانیکے واسطے یہ قرآن موجود ہی کفایت کرتا ہے

اسکے پڑھنے سے بھی ثواب حاصل ہی مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اور جسقدر کہ باقی اور موجود ہی اسی پر ہمارا اعتقاد ہی اور ہماری ایمان میں تو داخل ہی اور عثمان کے جمع کئی ہوے
قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہرگز نہیں ہی جیسا کہ ہم کہہ چکے کہ یہ قرآن اُسوقت جمع ہوکر وجود میں آیا تھا اور اگر اسکی ہی حفاظت مراد ہی کہ اب اس قرآن میں کوئی کم و
زیادہ نہیں کرسکتا تو اسمیں کسیکو بحث ہی نہیں ہے اور ذکر تو ان قرآنوں کا بھی ہوا کرتا تھا جو کہ جلا گئے ہیں اور تراویح میں وہ ہی پڑھی جاتے تھے پھر وہ محفوظ کیوں نہ ہی
اور یہ ہم بھی ہے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے کہ قرآن امام علیہ السلام کا کامل موافق تنزیل کے تھا کہ جس سے کثرتِ علوم ظاہر ہوتی ہی اور قرآن جمع کیا ہوا عثمان کا ایسا نہیں ہے
لیکن اُسکو ہم غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ تونے حضرت علیؑ کے جمع کئی ہوے قرآن کو غلط لکھ دیا ہی اور ہمارا اعتقاد تو سب قرآنوں پر ہی اس سبب سے اور جو کہ جلائے گئی اُنسے سب
اور ہم سب کو منزل من اللہ جانتے ہیں اور جسوقت کہ تیری نزدیک قرآن کا جلا دینا جائز ہی تو غلط کہنے میں اُسکے کیا پرواہ ہے اور مطابق نہونا اس قرآن کا امام علیہ السلام کے قرآن کی
ترتیب میں اور بعض بعض آیات کی کم و زیادہ ہونے میں تیری ہی علما لکھتے ہیں اور ایسے لغویات کو خداوند کریم کی طرف نسبت کرکے تیری علما اپنے دین کو بٹا لگاتے ہیں اور ہم اپنا اعتقاد
تو پہلے اس سے بیان کرچکے ہیں اس کلام اللہ کی نسبت کہ قرآن منزل من اللہ ہی ہی لیکن روایات اہل سنت کو دیکھکر اس شیخ کے اقوال کے رد میں ہم کہتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے محافظت
قرآن کا وعدہ ہی نہیں کیا ہی بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی محافظت کا وعدہ کیا تھا سو حضرت کو محفوظ رکھا اسواسطے کہ مراد ذکر سے آیۂ انا نحن نزلنا میں رسول خدا صلعم ہیں اور
اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو ضمیر لہ کی رسول خدا صلعم کی طرف راجع ہوگی اور اگر اس صورت میں بھی ضمیر لہ کی قرآن کی طرف پھر گئی تو مراد اس سے یہ ہوگی کہ خداتعالیٰ اسکے زوال
اور بطلان کا حافظ ہی کہ کوئی اسکو باطل نہیں کرسکتا اور اگر یہ مراد نہیں ہوسکتی ہی کہ اُسمیں کسی طرح سے تغیر نہونے پائے اور اگر یہ مراد ہوتی تو اسقدر اُسمیں نقصان نہونے پاتا اور
روایات کتب اہل سنت کثرت سے اُسکے نقصان پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں سب کی سب دروغ نہیں ہوسکتیں اور غار سر من رای میں محفوظ ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ جو قرآن کامل تھی اور اُنمیں سب احکام تھے اُنکو تو عثمان نے جلا دیا اور یہ ایک قرآن کامل جو باقی رہا تھا یہ قرآن بسبب جاری ہونے قرآن ناقص عثمان کے جاری نہونے پایا یا خوف اختلاف سے
سے کہ دو قرآن مختلف جاری ہونے سے تو صورت اختلاف کی پیدا ہوتی چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہی اور حضرت علیؑ کا جمع کرنا قرآن کو روایات اہل سنت سے ثابت ہے اور یہ نہیں ہوسکتا
تھا کہ قرآن کامل جو حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا تو اُسکو وہ ضائع کر دیتے وہ اُنکی اولاد کے پاس سے رہا یہ وجہ ہے قرآن کی محفوظ ہونے کی غار میں اور تا خروج امام زمان اس قرآن موجود پر
عمل کرنیکا حکم ہوا کہ گو اسکو عثمان نے جمع کیا ہی آخر کلام خدا ہی کلام عثمان نہیں ہے اور خرابی کی خرابی باقی ہی اور اگر عثمان اُن کامل قرآنوں میں سے کسیکو جاری کرتے تو کچھ دقت
تھی اور اب جسقدر دقت پیش آئی ہی اور رخنہ پڑا ہے عثمان کی جہت سے ہی کہ اُسنے کامل قرآنوں کو جلا کر اپنا قرآن ناقص جاری کیا اور در صورت فرض اگر خداتعالیٰ نے
وعدہ قرآن کی حفاظت کا کیا ہی تو حفاظت اُسکی وقوع میں آئی جہاں کہیں کہ قرآن ہو اور یہودی اور نصرانی اور اجنبی آدمی اگر کچھ کہیں گے تو عثمان کو کہیں گے کہ وہ کیسا
مسلمان تھا کہ جسنے قرآن جلا دیے اور خود جو قرآن جمع کیا تو وہ ناقص ہے اور ہمپر تو سُنی مسلمان تحریف کا اعتراض کرتے تھے اور اُنکے یہاں تحریف اور جلانا دونوں ثابت ہیں
سواس ماتہ کی نصرانی مسلمانوں پر تحریف کا تو اعتراض کرتے ہی ہیں اور اپنے رسالوں میں لکھتے ہیں اور سر من رای میں ہونیکا کوئی اعتراض نہیں کرتا ہی اور جسوقت کہ
عثمان نے قرآن جلا دیے اور تحریف کی تو نعوذ باللہ اسکے یہ معنی ہوے کہ خداوند کریم حفاظت کیوقت اتنا بھی نہ سمجھے کہ کوئی اجنبی آدمی سنیگا تو کیا کہیگا کہ یہی وعدہ حفاظت کا تھا
ہماری صلاح یہ ہی کہ اہل سنت اپنی کتابوں میں سے اُن روایتوں کو نکال ڈالیں اور کسی یہودی نصرانی کو نہ دکھلائیں اور اگر ہم دیکھیں تو شاید بپاس اتحاد کلمہ گوئی یوں سمجھکر
کہ سنیوں کی خفت فی الجملہ اپنی ہی خفت ہے سکوت بھی کر جائیں کیونکہ اول تو یہودیونکو اس قسم کے خرافات سنکر اسبات کے کہنے کی گنجائش ملیگی کہ ہمپر تو صرف تحریف کا اعتراض
کرتے تھے اور تمنے تو تحریف بھی کی اور قرآنوں کو جلا دیا **قال الشیخ الاشعری** سوائے اسکے سورۂ احقاف سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ جنات کے پاس تورات بجنسہ موجود تھی اور
اُسمیں بنی آدم کی طرح اُنہوں نے کچھ تغیر و تبدیل نہ کی تھی ورنہ یوں نہ کہتے إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی بیشک ہمنے سنی ہی ایک کتاب
جو نازل کی گئی ہی موسیٰ کے بعد تصدیق کرنیوالی ہی اُس کتاب کی جو اُس سے پہلی ہی یعنی تورات کی تصدیق کرتی ہی سو اسبات کا یقین کہ کلام اللہ تورات کی تصدیق کرتا
ہے جبھی ہوسکتا ہی کہ اُنکو تورات کے بجنسہ ہونیکا یقین ہو یا کلام اللہ تورات محرف کا مصدق ہو سو دوسرا احتمال تو شیعوں کے نزدیک بھی غلط ہی کیونکہ جنات نے جو کلام اللہ سنا تھا تو پیغمبر خدا صلعم
سے سنا تھا حضرت عثمان سے یا ایسے ہی کسی اور سے نہ سنا تھا اور اگر یہودیوں کی پرخاش کا کچھ اندیشہ نہو اور یہ سمجھکر کہ کچھ تورات بجنسہا باقی ہو اور فقط اُسمیں تحریف نہونیکا اُنکو ایسا
یقین ہو جیسا امامیہ کو الحمد اور قل ہو اللہ کے بجنسہ ہونیکا یقین ہے فخریہ یوں کہنے لگیں کہ ہمارا قرآن تو سر من رای میں محفوظ ہی تمہاری تورات بتلاؤ کہاں محفوظ ہی یا اتفاقات سے
وہ آیات سنی ہوں جو تورات کی اُن عبارات کے جو ابتک صحیح سالم ہیں موافق اور مطابق ہیں اور فقط اسی توافق اور تطابق کی باعث اُنہوں نے کلام اللہ کو مصدق تورات سمجھا ہو
تو اس صورت میں ہوسکتی ہی کہ تورات محرف بھی ہو اور کلام اللہ غار سر من رای میں محفوظ ہو اور اسوجہ سے کلام اللہ کو تورات پر فوقیت ہو اور یہودی یہ شرمائیں لیکن قطع نظر اسکے کہ

یہ فوقیت کس درجہ کی ناکارہ فوقیت ہے مشکل ہی رہیگی یہودیوں سے پالا جیت بھی گئی تو انگریزوں سے کس منہ سے بات کرینگے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حافظ انجیل باتفاق شیعہ و سنی
آسمان چہارم پر زندہ موجود ہیں غار سر من رای میں تو حضرت امام کو اسبات کا بھی شاید اندیشہ ہو کہ مبادا کوئی معتقد خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ پھرتا پھرتا یہاں آنکلے اور انکے کلام اللہ کو چھین کر
جلا دے یا معاذ اللہ دشمنان امام کو شہید کر دے اور جو مصلحت کہ اخفا اور اختفا ہی تھی ہاتھ سے نکل جائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تو بے کھٹکے ہیں جو تھے آسمان تک کسکا مقدور جو جا کر جھٹکے ہاں البتہ
ایک بات ہو سکتی ہے کہ اُنسے یوں کہا جائے حضرت عیسےٰ کا اول تو حافظ انجیل ہونا غیر مسلم مگر یہی بعینہ احتمال نسبت حضرت امام موجود ہے بلکہ بدرجہ اول کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خود انجیل نازل ہوئی
انکا یاد نہونا نہایت مستبعد بخلاف حضرت امام کے کہ قرآن اُنپر نازل نہیں ہوا سو معہذا کلام اللہ کے یاد نہونے میں اہل سنت کی مشابہت لازم انجیل کے یاد نہونے میں کوئی خرابی نہیں دوسرے مانا
حضرت عیسےٰ علیہ السلام نازل بھی ہونگے اور انکو انجیل بھی یاد ہو لیکن چونکہ انجیل منسوخ ہو چکی ہے تو بعد نزول حضرت عیسےٰ وہ یاد ہونا کچھ مفید نہوگا بخلاف حضرت امام کے کہ اُنکا کلام اللہ کا یاد رکھنا
بعد انکے خروج کے کام دیگا اور شیعیان علی کو جو مدت دراز سے بناچاری بیاض عثمانی پر عمل کرتے ہیں کلام اللہ اصلی ہاتھ آئیگا اور تمنای دیرینہ پوری ہوگی **اقول** اس قول
میں اول سے آخر تک جو کچھ لکھا ہے سب فضول ہے اور کوئی مطلب کی بات اور مفید نہیں ہے اسکا جواب کیا ہو کہ خیالات واہیہ سے دل سے جوڑ کر کاغذ کو سیاہ کیا ہے اور تسلیم کیا ہم نے کہ جیسے یہود
کے پاس توریت بجنسہا موجود ہوگی کہ جسمیں کسی نے تحریف نہ کی ہوگی اور کلام اللہ اُس توراتِ صحیحہ کی تصدیق ہی کرتا ہے نہ تورات محرفہ کی اور رسول خدا صلعم ہی سے جنہوں نے قرآن کو سنا
تھا نہ عثمان سے پھر نتیجہ اسکا کیا ہوا اور یہودیوں کی پرخاش کا اندیشہ اگر ہے تو اہل سنت کو ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ تم ہم پر تحریف کا کیا اعتراض کرتے ہو دیکھو تمہاری کتابوں میں موجود ہے کہ عثمان
نے قرآن میں تحریف کی اور اپنی جمع کئے ہوئے قرآن کے سوا سب قرآن جلا بھی دیئے اور ہمارے اعتقاد کے موافق تو قل ہو اللہ کیا بلکہ سب قرآن موجود ہے مگر اسکے اقوال کو جو ہم رد کرتے ہیں تو اسلیے کہ
یہ ہم پر روخوباسے اعتراض کرتا ہے اور دروغ کو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اور یہاں ہم فخر یہ یہودیوں سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قرآن امام مہدی کے پاس موجود ہے اور تمہاری تورات کہیں محفوظ نہیں
ہے لیکن یہودی جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر تم محرف نہیں کہتے تو اہل سنت کہ جو بڑا فرقہ مسلمانوں کا ہے وہ تو ہماری شریک ہے اس تحریف میں کہ جیسے کہ تورات محرف ہے ایسے ہی عثمان منسوب
اہل سنت نے قرآن میں تحریف کی ہے اور ہم اور وہ دو نو یکساں ہیں اس جرم میں اُنکا حشر ہمارے ہمراہ ہوگا اور رہا اور اُنکا حال یکساں ہوگا قیامت کے روز لہذا تورات کے محرف ہونے میں تو
کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور کلام اللہ کو تورات پر بہر نہج فوقیت بھی ہے خواہ غار سر من رای میں ہو خواہ کہیں اور ہو اور اگر انگریزوں سے پالا جیتنے گئے تو ہارینگے بھی نہیں کہ جیسے کہ حضرت عیسےٰ علیہ
کو انجیل صحیح یاد ہے ایسے ہی ہمارے امام کے پاس قرآن کامل موجود ہے اور امام علیہ السلام ایسے مقام میں نہیں ہیں کہ جہاں معتقد عثمان پہنچنے پاوے اور خداتعالی اُنکا حافظ ہے اور کسی کے خوف سے وہ
پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ اُنکے پوشیدہ رکھنے میں مصلحت خدا ہے اور عثمان کے معتقدین سے کچھ بعید نہیں ہے کہ اس قرآن کو قابو پا کر جلا دیں اسلئے کہ عثمان اُن قرآنوں کو جو کہ کامل تھے پہلے آگ سے
جلا ہی چکا ہے اور حضرت امام کا شہید کرنا بھی معتقدین عثمان سے بعید نہیں ہے کہ پہلے اس سے معتقدین عثمان نے اکثر اولاد رسول کو قتل کیا ہے اور اماموں کو زہر دلوایا ہے اور معاویہ جو کہ اہل سنت کا
خلیفہ حق اور امام صدق ہے اور عثمان کے اقارب میں سے تھا اور اسکے انتقام کے لئے حضرت علی سے جنگ کرتا تھا اُسنے حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوایا اور اسکے فرزند یزید نے حضرت امام حسینؑ کو قتل کروایا معتقدین
عثمان ایذا اور آزار پہنچانے اولاد رسول مقبول میں کیا کچھ کمی کرتے ہیں مگر قابو نہیں پاتے اگر قابو ہو تو اولاد رسول خدا صلعم میں سے کسیکو باقی نہ رکھیں اور انجیل حضرت عیسیٰؑ کو حفظ ہونا نہو
اس سے کیا مطلب ہے لیکن قرآن شریف البتہ حضرت امام مہدیؑ کو حفظ ہوگا کہ جو مطلب قرآن کا ہے وہ انکے ہی پاس ہے اور کسیکے پاس نہیں ہے اور وہ ہی قرآن کے واسطے ہیں اور قرآن انکے واسطے ہے
حفظ قرآن کا میراث ہے انکے باپ دادا کی شواہد النبوۃ مولوی جامی میں اور سوا اسکے شیخ عبدالحق وغیرہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ حضرت علیؑ کا یہ تھا کہ گھوڑے کی اس رکاب سے اُس رکاب تک
سوار ہوتے ہوئے تمام قرآن کی تلاوت کو تمام کرتے تھے اور قرآن کے حفظ کرنے میں مشابہت سنیوں سے نہیں ہے بلکہ امام کے حفظ کرنے میں خلفاء ثلاثہ کی سرتاپا مخالفت ہے کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا
تھا حضرت عمر نے بدقت تمام بارہ برس کے عرصہ میں سورہ بقرہ کو یاد کیا تھا اور بسبب یاد نہونے قرآن کے احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور یہ عوام اہل سنت معتقدین خلفاء ثلاثہ جو الفاظ قرآن کو
غلط سلط یاد کر لیتے ہیں اور مطلب قرآن سے کچھ غرض نہیں ہے حق یہ ایسا ہی جیسے کہ یہود و نصاری قرآن کو حفظ کر لیویں اور امام علیہ السلام کا قرآن کا یاد رکھنا بعد اُنکے خروج کے شیعہ کیا سب عالم
کو فائدہ بخشیگا کہ انکے ہی قرآن کے موافق انشاء اللہ تعالی عمل درآمد ہوگا سب قرآن انکے قرآن کے موافق کر دیئے جاوینگے اور ایک مذہب حق جو کہ مذہب شیعہ اثنا عشریہ ہے تمام عالم میں پھیلجاویگا
اور خلفاء ثلاثہ اور بنی امیہ اور بنی عباس کی بدعتیں جو کچھ کہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں سب دور کر دی جاوینگی اور عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن پر جو ہمارا عمل ہے یہ بھی موافق حکم کے ہے
کہ آخر یہ بھی تو کلام خدا ہے اگرچہ ناقص ہے موافق روایات اہل سنت کے اور کلام تو وہ خدا کا ہے اگر اس جہت سے اسکو بیاض عثمانی کہیں کہ اس قرآن کی سورہ اور آیات کی ترتیب عثمان کی رائے
کے موافق ہے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے لیکن موافق روایات اہل سنت کے اسکو بیاض عمری کہنا مناسب ہے کہ یہ قرآن موافق رائے عمر کے اہل سنت کے نزدیک نازل ہوا تھا جو کچھ حضرت
عمر تجویز کرتے تھے اور سوچتے تھے اُسی کے موافق قرآن کی آیت نازل ہوتی تھی اس جہت سے بیاض عمری اُسکو کہنا موافق مذہب اہل سنت کے چاہئے اور بیاض عثمانی کہنا مناسب نہیں ہے
اور جس وقت کہ امام علیہ السلام خروج کرینگے تو بیشک تمنا شیعوں کی پوری اور دل انکے شاد اور آنکھیں اُنکی روشن ہونگی اور مخالفین حزن و ملال میں گرفتار ہونگے **قال الشیخ الاشعری** ہی کہ یہ

تدبیر جب مفید ہی کہ شیعہ ہمارا کہنا سر دھریں اور اس اعتقاد سے کہ اماموں کو تبدیل احکام حلت اور حرمت وغیرہ کا اختیار ہی باطل دست بردار ہوں اور نوادر کی اس روایت پر قلم پھیر دیں عن محمد بن سنان
عن ابی جعفر قال کنت عندہ فاجریت اختلاف الشیعۃ فقال یا محمد ان اللہ تعالیٰ لم یزل متفردا بالوحدانیۃ ثم خلق محمدا وعلیا وفاطمۃ والحسن والحسین فمکثوا الف دہر ثم خلق جمیع الاشیاء واشہدہم
خلقہا واجری طاعتہم علیہا وفوض امورہا الیہم فہم یحلون ما یشاءون ویحرمون ما یشاءون حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ محمد بن سنان بیان کرتا ہی کہ میں حضرت امام ابوجعفر محمد باقر پاس تھا اتفاق سے
میں نے شیعوں کے باہم مختلف ہونیکا ذکر چھیڑا یعنی یہ پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ شیعیان علی دین میں باہم مختلف ہو گئے انہوں نے فرمایا کہ محمد بن سنان سُن اللہ تعالیٰ پہلے تو ہمیشہ سے اکیلا تھا دوسرا
تھا ہی نہیں پھر پنجتن کو پیدا کیا پھر بعد ہزار دہر کے اور اشیا کو پیدا کیا اور پنجتن کے سامنے سب کو موجود کیا اور پنجتن کی اطاعت انکے ذمہ پر رکھی اور انکے کاروبار سب پنجتن کے حوالے فرمائے سو وہ جو
چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کر دیں فقط انتہی اس روایت کے سیاق سے اختلاف شیعہ کی وجہ یہ نکلی کہ پنجتن میں ایک بات کسی نے حلال رکھی تو دوسرے نے حرام کر دی سو کوئی انکا مقلد ہو گیا
کوئی انکے۔ دوسری روایت کلینی کی بھی اس روایت کے ہمزبان ہی اس سے بھی دست برداری لازم ہی عن محمد بن الحسن المیثمی عن ابی عبد اللہ قال سمعتہ یقول ان اللہ ادب رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
حتی قومہ علی ما اراد ثم فوض الیہ دینہ فقال ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا فما فوض اللہ تعالیٰ الی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد فوضہ الینا حاصل اسکا یہ ہی
کہ محمد بن حسن میثمی امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہی کہ میں نے انکو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو ادب سکھلایا اور سیدھا جیسا اپنا جی چاہتا تھا بنایا پھر
اپنا دین انکے سپرد کر دیا اور کلام اللہ میں سورۂ حشر میں سب کو حکم دیا کہ جو کچھ تمہیں رسول دے یعنی جو کچھ فرما دے اُسے قبول کرو اور جس سے منع کرے اُس سے ہٹ رہو سو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سپرد کیا تھا وہی ہمارے سپرد کیا پہلی روایت سے فقط پنجتن ہی کا اختیار درباب تبدیل احکام معلوم ہوتا تھا اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ وہ اختیار اور اماموں کو بھی حاصل ہے اسلئے
کہ جو تفویض اول روایت میں تھی وہی اس روایت میں بھی ہی وہ ہی بلا شک مراد ہو گی **اقول** بنیاد اہل سنت کے مذہب کی جھوٹ پر ہی اور جھوٹ ہی سے انکے مذہب کی محافظت ہے
اور اگر انکے علما جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کر کے اپنے عوام کو شیعوں کے مذہب سے نفرت نہ دلاتے تو ہزاروں سنی شیعہ ہو جاتے سو انکے بڑے بڑے مُلّا تو ایسی باتیں ایجاد کرنیوالے
ہیں مثل مولوی عبد العزیز صاحب کے اور کٹھ ملا جیسے یہ شیخ نجدی انکے جھوٹے اقوال پر اعتماد کر کے اُسکو مشہور کر دیتے ہیں اور از آنجملہ ایک بات یہ ہی کہ اس شیخ نے لکھا ہی کہ شیعوں کے اعتقاد
میں یہ ہی کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوۃ والسلام حلال کر دیتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں اور حرام کر دیتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں اور یہ بات بالکل غلط ہی کہ ایسا اعتقاد شیعوں کا
ہرگز نہیں ہے اور انکا اعتقاد تو یہ ہی کہ خدا تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہی حلال کرتا ہی اور حرام کرتا ہی اور انبیا کو اس سے مطلع کرتا ہی وہ ان حکموں کو خدا کے اپنی امتوں کو پہنچا دیتے ہیں اور پیغمبر کا
ہرگز مقدور نہیں کہ اپنی رائے اور تجویز سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے چہ جائیکہ امام کہ وہ تو نائب پیغمبر کا ہوتا ہی جب پیغمبر ہی کو یہ منصب حاصل نہیں ہے تو اُسکے نائب کو کیونکر
ہو گا اور جو کوئی اس عقیدہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے وہ بڑا مفتری اور مکار دغاباز ہی اسواسطے کہ شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ جو چیز کہ حلال محمد ہی وہ حلال ہی اور جو چیز
کہ حرام محمد ہے وہ حرام ہے قیامت تک چنانچہ کافی کلینی میں لکھا ہی اور زرارہ سے روایت کی ہی کہتا ہے کہ سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الحلال والحرام فقال حلال
محمد حلال ابدا الی یوم القیمۃ وحرامہ حرام ابدا الی یوم القیمۃ یعنی پوچھا میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے حلال اور حرام کا حال ہی فرمایا کہ حلال محمد کا حلال ہی ہمیشہ قیامت تک اور
حرام اسکا حرام ہی ہمیشہ قیامت تک اور محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں ایک باب لکھا ہی کہ عنوان اُس باب کا یہ ہی باب الرد الی الکتاب والسنۃ وانہ لیس شیء من الحلال والحرام وجمیع ما یحتاج
الناس الیہ الا وقد جاء فیہ کتاب او سنۃ یعنی باب ذکر نیکا قرآن اور حدیث کی طرف اور کوئی شے حلال اور حرام میں سے نہیں ہے اور تمام اُس چیز میں سے کہ محتاج ہیں آدمی طرف اُسکے
مگر تحقیق کہ آیا ہی اُسمیں حکم قرآن اور حدیث کا اور اُس باب میں اس طرح کی حدیثیں بہت ہیں کہ حلال اور حرام موافق حکم کتاب اور سنت کے ہی اور کوئی اپنی رائے سے حلال اور
حرام نہیں کر سکتا ہی اور آدمی کے اعتقاد کو دیکھا کرتے ہیں کہ اسکا اعتقاد کیا ہی اور اگر کوئی روایت اسکے اعتقاد کے مخالف آگئی تو اُسکا اعتبار نہیں ہوتا ہی اہل سنت کی کتابوں میں
سینکڑوں روایتیں ایسی ہیں اور بخاری اور مسلم میں لکھی ہیں کہ اہل سنت ایسی روایتوں سے کوسوں بھاگتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے کسی موقع پر انکا ذکر آجائیگا اور اسنے جو یہ روایت
شیعوں کی لکھی ہی اُسمیں بڑی ہی خیانت کی ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے کہ اُنہوں نے خیانت کی تھی اسنے بھی انکی کتاب کو دیکھکر ویسا ہی لکھا اور جو کچھ مراد وہاں ہے اُسکو سمجھا نہیں
کہ اس تفویض سے کیا مراد ہی اور جو کہ یہ شیخ لکھتا ہی ہرگز ہرگز یہ اعتقاد شیعوں کا نہیں ہے چنانچہ کافی ہی میں روایت ہے سماعہ سے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ رسول خدا صلعم وہ چیز
لائے تھے کہ آدمیوں کو کافی ہو جاوے فرمایا کہ ہاں اور جس چیز کی کہ قیامت تک محتاج تھے وہ سب لائے میں نے پوچھا کہ اُسمیں سے کچھ ضائع ہو گیا ہی فرمایا کہ نہیں وہ رجوع کہ اُسکے اہل ہیں انکے پاس وہ ہی پس جس
صورت میں کہ جناب رسول خدا صلعم اسقدر احکام الٰہی لائے کہ قیامت تک آدمی جسکی محتاج تھے اور وہ احکام ائمہ علیہم السلام کے سپرد ہو گئے بطور امانت کے اور حکم ہوا اُنکے جاری کرنیکا تو پھر شیعہ کیونکر قائل
ہونگے اس امر کے کہ حضرت امام جو چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کر دیں اور سوائے اسکے جناب رسول خدا صلعم تو خود وحی کے منتظر رہتے تھے اور اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے تھے اور ائمہ کہ نائب انکے ہیں انکے
واسطے یہ امر کیونکر جائز ہو سکتا ہی سُنیئے یہ مطلب کہ جو چاہیں حلال کریں اور جو چاہیں حرام کریں اور اول روایت محمد بن سنان کی جو اس شیخ نے لکھی ہے امام ابوجعفر علیہ السلام سے

اسمیں بڑی خیانت کی ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے اسنے لکہا ہے اُس روایت میں یُحِلُّوْنَ مَا یَشَآؤُنَ وَیُحَرِّمُوْنَ مَا یَشَآؤُنَ اور اُسکے بعد جو وَلَنْ یَّشَآؤُا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ہے اُسکو ترک کر دیا ہے تاکہ اعتراض قایم ہو جاے اور معنی دونوں فقروں کے یہ ہوئے کہ حلال کرتے ہیں جو چاہتے ہیں اور حرام کرتے ہیں جو چاہتے ہیں اور ہرگز نہیں چاہتے ہیں مگر یہ کہ چاہے خدا پس اُن کا چاہنا خدا کے چاہنے پر موقوف ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ بے مرضی خدا کے وہ کچھ چاہیں اور دوسری روایت میں جو اسی طرح کی ہے اِس سے زیادہ توضیح ہے چنانچہ ریاض الجنان میں لکھی ہے اور اُس روایت میں یہ ہے کہ یُحِلُّوْنَ مَا یَشَآؤُنَ وَیُحَرِّمُوْنَ مَا یَشَآؤُنَ وَلَا یَفْعَلُوْنَ اِلَّا مَا یَشَآءُ یعنی حلال کرتے ہیں وہ اُس چیز کو جو چاہے خدا اور حرام کرتے ہیں جس چیز کو کہ چاہے خدا دیکھو حلال کرنا اور حرام کرنا اُن کا خدا کے چاہنے پر موقوف ہے کہ جس کو خدا نے چاہا کہ یہ حرام ہے اُس کو انہوں نے حرام جانا اور اُس کی حرمت کا انہوں نے حکم دیا اور جس کو خدا نے چاہا کہ یہ حلال ہے اُس کو انہوں نے حلال جانا اور اُس کی حلت کا حکم دیا اور یہ تفویض سے مراد یہ ہے کہ حلال و حرام اپنا خدا تعالی نے اُنکو سپرد کیا کہ وہ جانتے ہیں کہ فلانی چیز حلال کی ہوئی خدا کی ہے اور فلانی چیز حرام کی ہوئی خدا کی اور جسطرح سے واقع میں ہے اُسی طرح سے اُنکے پاس ہے اور اسی واسطے فرمایا ہے کہ جو کچھ پیغمبر تمکو دیوے لیلو اور جس چیز سے منع کرے اُس سے باز رہو اور ائمہ معصومین کو سینہ بسینہ جیسے کہ تہے ویسے ہی جناب رسول خدا صلعم سے پہنچا ہے تفویض سے مراد یہ نہیں ہے کہ بدون وحی اور الہام کے جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو اسواسطے کہ بدون خدا کے حلال و حرام کئے تو کوئی چیز حلال اور حرام نہیں ہو سکتی خواہ پیغمبر ہو حلال اور حرام کرنیوالا خواہ امام ہو اور ہمارے علماء رحمہم اللہ نے تفویض کے کئی وجوہ بیان کئے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے تفویض کی ائمہ علیہم السلام کو سیاست خلق کی اور تادیب اور تعلیم اُنکی اور خلقت کو حکم کیا کہ جمیع امور میں اطاعت اُنکی کرو خواہ خلقت اُنکی اطاعت کو دوست رکہیں اور خواہ نہیں اور اسی تفویض میں ہے قول حقتعالی کا مَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا اور اسطرح سے بھی بیان کیے ہیں کہ حقتعالی نے اُنکو تفویض فرمایا کہ جسوقت مصلحت جانیں تو مطابق ظاہر شرع کے حکم کریں اور جسوقت چاہیں مطابق علم اپنے کے کام کریں کہ خدا تعالی نے اُنکو الہام اُسکا فرمایا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جسوقت کہ خدا تعالی نے رسول خدا صلعم کو بجمیع وجوہ کامل کیا ہو بایں حیثیت کہ اختیار نہیں کرتے تہے کسی امر کو مگر یہ کہ موافق حق و صواب کے ہوتا تہا اور جو چیز کہ مخالف مشیت خدا کی ہو وہ ہرگز حضرت کے خیال میں نہیں گزرتی تہی اور بعد اُسکے واسطے مزید تاکید کے مطابق اُسکے وحی بھی نازل ہوتی تہی لیکن اہل سنت ایسے امور کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و ائمہ ہدی کے حق میں بعید جانتے ہیں اور عمر بن خطاب کے حق میں ثبوت اسکا سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر جو رائے مارتے تہے اور تجویز کرتے تہے مطابق اُسکے ہی وحی نازل ہوتی تہی اور بلکہ اہل سنت کے مذہب میں تفویض مطلق مسایل دین میں جائز ہے اور مجتہدین کو جائز ہے کہ حلال کا یا حرام کا جو چاہیں حکم دیویں چنانچہ مسلم میں کہ جو اصول فقہ کی کتاب ہے اور درس طلبہ میں داخل ہے لکہا ہے مَسْئَلَۃٌ اَلتَّفْوِیْضُ وَھُوَ اَنْ یُّقَالَ لِلْعَالِمِ اَوِ الْمُجْتَھِدِ اُحْکُمْ بِمَا شِئْتَ فَھُوَ صَوَابٌ وَاخْتَارَ عِنْدَ الشَّافِعِیَّۃِ وَالْمَالِکِیَّۃِ وَبَعْضٍ مِّنَّا جَوَازُہٗ عَقْلًا یعنی آیا صحیح ہے تفویض اور وہ یہ ہے کہ کہا جائے واسطے عالم کے یا مجتہد کے کہ حکم کر تو جو چاہے تو کہ وہ ٹھیک اور صواب ہے اور مختار نزدیک شافعیوں کے اور مالکیوں کے اور بعضے ہمارے علماء کے جائز ہونا ہے باعتبار عقل کے دیکھو کہ تجویز تفویض کے فرمانے ہیں یہ علماء کے حق میں گو کہ وہ بانواع فسق و فجور مبتلا ہوں اور جناب رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدی کہ معصوم یا محفوظ ہیں اُنمیں تفویض کو یہہ لوگ نہایت بعید جانتے ہیں اور میاں ابو حنیفہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے خلاف کلام اللہ کے حکم دیے ہیں اور سیکڑوں احادیث کو اور قول صحابہ کو رد کیا ہے اور اپنی رائے اور قیاس سے جو کچھ چاہا حکم دیا ہے اور اکثر اہل سنت ہندوستان کے اُسکی پیروی کرتے ہیں زمخشری نے ربیع الابرار میں لکہا ہے کہ کہا یوسف اسباط نے کہ رد کیا ابو حنیفہ نے چار سو یا زیادہ حدیثیں پیغمبر خدا کی رسول خدا نے فرمایا کہ سوار کے دو سہم ہیں مال غنیمت میں اور پیادہ کا ایک سہم ابو حنیفہ نے کہا کہ میں چار پائی کا سہم مسلمان سے زیادہ نہیں کرتا پیغمبر خدا نے اونٹ کی قربانی کی کوہان کو خون آلودہ کیا ابو حنیفہ نے کہا کہ خون آلودہ کرنا کوہان کا عقوبت ہے رسول خدا نے فرمایا کہ بایع اور مشتری کو جب تک مجلس بیع میں بیٹھے ہیں اختیار ہے بیع کے فسخ کرنیکا ابو حنیفہ نے کہا کہ اختیار نہیں ہے رسول خدا قرعہ ڈالتے تہے ازواج کے سفر میں لیجانیکا اور جسکا نام نکلتا تہا اُسکو ہمراہ اپنے لیجاتے تہے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ قرعہ قمار ہے اور ابن جوزی نے کتاب منتظم فی تاریخ الملوک والامم میں باسناد خود ابو اسحاق فزاری سے روایت کی ہے اُس نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور اُسنے

جواب دیا یعنی کہا کہ رسول نے تو ایسا فرمایا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ اسکو محو کر خون خوک سے اور بشیر بن مفضل سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا قتادہ سے بروایت انس
مروی ہے کہ ایک یہودی نے سر ایک دختر کا پتھر سے توڑا جناب رسول اللہ نے سر اُس یہودی کا دو پتھروں میں رکھکر توڑا ابو حنیفہ نے کہا یہ قبیل ہذیان سے ہے
سوا اسکے امام کے تو احکام پر نظر نہیں ہے اور دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں اور اسی جہت سے کہ ابو حنیفہ جو خلاف قرآن و احادیث کے حکم دیتا تھا بعضے علما
اہل سنت نے مثل امام غزالی کے منخول میں اور صاحب تاریخ بغداد کے اور سوا انکے اور علما نے ابو حنیفہ کو ضال اور گمراہ بلکہ کافر لکھا ہے اور لکھتے ہیں کہ اسنے
شرع محمدی کو بالکل منقلب کر دیا اور پلٹ دیا ہے ایسی اور خلقت شر پر دنیا میں مثل ابو حنیفہ کے کوئی خلقت پیدا نہیں ہوئی ہے اور طرفہ یہ ہے کہ بعد اسکے یہ شیخ
نجدی ہزل کے ذکر میں کہ جو بعد اسکے آئیگا لکھتا ہے کہ جسقدر احکام کہ کلام اللہ میں ہیں وہ سب ہی رسول اللہ صلعم کی طرف سے ہیں اور خدا کی طرف سے کوئی حکم نہیں
ہے بلکہ یہ قرآن جو ہے سب کا سب رسول اللہ صلعم کی طرف سے ہے نہ خدا کی طرف سے خدا نے تو رسول خدا صلعم کی طرف سے تصنیف کرکے بھیجدیا ہے اور خدا کیطرف سے یہ نہیں
ہے جیسے کہ کوئی عرضی کو کسی سے لکھوائے تو وہ عرضی اُس لکھوانے والے کی کہلائیگی نہ لکھنے والے کی ایسی ہی کلام اللہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُسکا لکھنے والا ہے تو خدا تعالیٰ
کا نہ کہلائیگا بلکہ رسول خدا کا کہلائیگا کہ وہ حضرت اُسکے لکھوانیوالے ہیں اور یہ مضمون بلاغت مشحون شیخ جی کا بعد اسکے فدک کے ذکر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا
ہے قال الشیخ الاشعری مگر شاید کوئی شیعہ مذہب اسکی یہ توجیہ کرے کہ اس تفویض اور تحریم اور تحلیل کے یہ معنی ہیں کہ وہ اجتہاد کرکے لوگوں کو احکام بتلاتے ہیں
آخر اہل سنت بھی تو انبیا اور علماء کے اجتہاد کے حجت ہونیکے قائل ہیں شیعہ اگر چاردہ معصوم کے اجتہاد کے معتبر ہونیکے قائل ہوگئے تو کیا گناہ ہوا یا یہ توجیہ کہ پھر
کہ خداوند کریم نے انکو سبکی استعدادیں اور قابلیتیں دکھلا کر چنانچہ ظاہر عبارت روایت اول بھی ہے پنجتن کو حکم دیا ہو کہ انکی استعدادوں کے موافق جو کچھ سمجھ میں
آئے احکام مقرر کر دو سو اگر یہ ہو تو کیا خرابی ہے لیکن اہل عقل پر پوشیدہ نہوگا کہ اجتہاد کی تاویل کرنی تو بعینہ ایسی ہے جیسے کہا کرتے ہیں من چہ میگویم
و تنبور من چہ میگوید چنانچہ استعداد والے سمجھتے ہیں کہ اس توجیہ کو عبارت روایت اول سے کچھ علاقہ نہیں اور نیز مخالف مذہب شیعہ کہ وہ ائمہ کی نسبت
اجتہاد کے تہمت لگانی موجب منقصہ سمجھتے ہیں اُنکی فرمائی ہوئی باتیں منجملہ وحی آسمانی سمجھتے ہیں باقی رہا استعدادوں کو دکھلا کر خانہ دین کا یہ ذکر دینا
اگر ہم تسلیم کریں تو شیعہ تو تسلیم نکرینگے اثنا عشریہ چھوڑ تمام امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام کو تمام احکام کی تبدیل کا اختیار ہے اگر استعداد ہی پر مدار کار
ہے تو تبدیل کے اختیار کے کیا معنے جیسے استعداد ہو ویسی ہی حکم ہونا چاہئے بدلا کیوں جائے بہرحال کوئی توجیہ نہیں بن پڑتی اگر جواب مذکور سے سرخرو ہونا
منظور ہے تو اس روایت کو زیر قلم کریں اور ہرگز کچھ اندیشہ نکریں کیونکہ جناب باری کا ہی اشارہ اسیطرف ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ کلام اللہ کی شان میں
کلام اللہ ہی میں یوں فرماتے ہیں تبیانا لکل شئ یعنے مطلب یہ ہے کہ کلام اللہ میں ہر چیز کا بیورا ہے ہم نہیں سمجھتے تو کیا ہوا سمجھنے والے تو سمجھتے ہونگے خاص کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر جب کلام اللہ ہی میں سب کچھ آگیا تو تفویض کہاں رہی بلکہ اس صورت میں تو لازم ہے کہ جو کچھ حضرت نے یا ائمہ نے فرمایا ہو وہ
شرح قرآن مجید ہو اپنے اختیار سے کچھ نفرمایا ہو **اقول** اپنی طرف سے توجیہیں نکالتا ہے اور پھر اُنکا جواب دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعہ ان توجیہوں سے واقف
ہی نہیں ہیں اور انکو کیا احتیاج ہے توجیہوں کے کرنیکی وہ ایسی بات ہی نہیں کہتے جس میں توجیہ کرنی پڑے اور اس شیخ نے جو خیانت کرکے ایک روایت لکھی ہے
اُس غلط روایت پر بنا کرکے وہ توجیہیں پیدا کرتا ہے کہ شیعہ جسکو ہرگز پسند نہیں کرتے اور تفویض اور تحلیل اور تحریم کا حال تو ہم مفصل بیان کرچکے ہیں کہ جسمیں
اجتہاد کو کچھ دخل نہیں ہے اور اجتہاد تو مذہب حق میں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام پر جائز ہی نہیں ہے اور اہل سنت انبیاء علیہم السلام پر جو اجتہاد کو تجویز کرتے
ہیں بڑی غلطی پر ہیں چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہوا ہے اور یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ انکو سب کی استعدادیں دکھلا کر خدا تعالی نے فرمایا ہو کہ انکی استعدادوں
کے موافق جو کچھ سمجھمیں آئے وہ مقرر کر دو بلکہ وہ تو وہ بات کہتے تھے کہ جو کچھ اُنکے سینہ میں تھا اور رسول اللہ صلعم سے اُنکو پہنچا تھا اور رسول خدا صلعم کو اُنکے پروردگار
کی سرکار سے پہنچا تھا چنانچہ کافی میں قتیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا اُسکا اُنہوں نے جواب دیا اُس شخص نے
کہا کہ مجھکو خبر دی کہ اگر ایسا ایسا ہو تو اُسکا کیا جواب ہو فرمایا کہ خاموش ہو کہ جو کچھ میں تجھکو جواب دیتا ہوں وہ رسول خدا صلعم کی طرف سے دیتا ہوں اور ہم اپنی طرف
سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں پس دیکھو اس روایت سے کیا ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو کچھ بھی دخل ہے احکام میں اور جناب رسول اللہ صلعم کو تو حاصل ہی تھا حضرت
ائمہ علیہم السلام کو اُن حضرت سے بڑھ کر کیونکر ہوتا اور اجتہاد انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا شیعوں کے نزدیک تو بالکل باطل ہے کہ جسکو وحی سے معلوم ہو سکتا ہے
اُسکو اجتہاد کی کیا احتیاج ہے اجتہاد کا تو ذکر ہی کرنا بیجا ہے اور روایت میں خیانت کرکے توجیہیں بھی توہی نکالتا ہے ہم تو کچھ نہیں کہتے اور جب ہمنے تجھکو

تیری خیانت پر مطلع کر دیا کل روایت کو بیان کر کے تو اب توجیہوں کے احتیاج ہی نہ رہی اور حلال و حرام کرنے سے جو کہ مقصود ہی اسکو پہلے اس سے ہم بیان کر چکے اور ائمہ علیہم السلام کی طرف اجتہاد کو منسوب کرنا البتہ موجب انکی منفعت کا ہی اور انکو ہرگز اجتہاد کی احتیاج نہتی ہو اسطے کہ ایسا حکم کوئی باقی نہ رہا تہا کہ جو رسولخدا صلعم کو درگاہ خدا سے نہ پہنچا ہو بلکہ بموجب آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے کل احکام رسولخدا صلعم کو پہنچے تہے اور رسولخدا سے ائمہ معصومین کو پہنچے تہے اور بعد اُسکے کوئی حکم ایسا نہ تہا کہ جسکو اجتہاد کر کے نکالتے یا اپنی رائے سے حلال یا حرام کرتے بلکہ اُنکے پاس جو کچھہ کہ تہا وہ سب وحی آسمانی تہا کہ جناب رسولخدا کو وحی کے ذریعہ سے پہنچا تہا اور رسول خدا صلعم سے ائمہ معصومین کو پہنچا تہا اور کارخانہ دین اُنکو اسی طرح سے سپرد ہوا تہا جیسے کہ میں نے لکہا ہی اور یہہ اعتقاد کسی شیعہ کا نہیں ہی کہ امام کو تمام احکام کے بدلنے کا اختیار ہے تو جہوٹ بولتا ہی اور جہوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہی اور نہ کوئی شیعہ اس اعتقاد کا قائل ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے تو یہہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھہ احکام کہ قرآن مجید میں ہیں نہ پیغمبر کیطرف سے ہیں نہ خدا کی طرف سے بلکہ حضرت عمر کی طرف سے ہیں کہ حضرت عمر جو رائے مارتے تہے اُسی کے موافق خدا تعالی حکم جاری کرتا تہا سو یہہ مرتبہ تو امام کیا بلکہ پیغمبر کو حاصل نہ تہا کہ جس حکم میں دشواری حضرت کو ہوتی تہی تو وحی کے منتظر ہوتے تہے اور حضرت عمر کو کچھہ دشواری نہتی کہ جو کچھہ وہ تجویز کرتے تہے تو اُسیکے موافق خدا تعالی حکم نازل کر دیتا تہا سو جو شرف کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت عمر کو تہا نہ وہ شرف کسی پیغمبر کو تہا نہ کسی امام کو اور سب اہل سنت کا اسی پر اتفاق ہی اور ہم کسی توجیہہ کے قائل نہیں ہیں اور دونو روایتوں کے معنی جس طرح سے کہ ہمارے علما بیان کرتے ہیں اور ہم لکہہ چکے ہیں اُسمیں کچھہ قباحت نہیں ہی اور قلم پہیرنے کے لائق مذہب اہل سنت کا ہی کہ جو کچھہ مسلم میں تفویض کے جواز میں لکہا ہی وہ ایسا ہی ہی اور بے شک کلام اللہ میں پورا ہر چیز کا ہی لیکن موافق روایات اہل سنت کے ہر چیز کا پورا عثمان کی جمع کی ہوئی قرآن میں نہیں ہے کہ اُس میں سے بہت ناقص کیا ہی جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکہہ چکے ہیں اور پورا ہر چیز کا تو مصحف ابن مسعود اور اُبی ابن کعب میں تہا جن پر عمل کرنیکا رسولخدا صلعم نے حکم دیا تہا سو اُنکو تو عثمان نے جلوا دیا اگر وہ مصحف کہ جسکو حضرت علی نے جمع کیا تہا اور اُسمیں علم کثیر تہا موافق روایات اہل سنت کے وہ البتہ باقی ہی اور ہر ایک امام کے پاس وہ رہا ہی اور اُسی قرآن کو دیکہکر وہ جو چاہتے تہے حلال و حرام کرتے تہے اُسکے حکم کے مطابق سو وہ کلام اللہ ہی تبیانا لکل شئی اور احکام کو بہی اُسمیں سے جناب رسولخدا اور ائمہ دین علیہم السلام ہی سمجہتے تہے نہ وہ جہلا کہ نسوان پردہ نشین سے الزام کہاتے تہے اور اگر تفویض باقی نہیں رہی ہی تو تمہارا مذہب بہی باقی نہ رہا ہے بلکہ باطل ہی کہ تیرے مذہب کا مدار تو تفویض ہی پر ہی کہ جو کچھہ ابو حنیفہ وغیرہ نے اپنی رای سے کر دیا اُس پر عمل ہی گو خلاف قرآن اور حدیث کے ہو اور بے شک جو کچھہ جناب رسولخدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام فرماتے تہے وہ شرح قرآن کی ہی اور اپنے اختیار سے اور اپنی رائے سے کچہہ نہیں فرماتے تہے کہ جو کچھہ چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کر دیں بلکہ ہمارے مذہب میں تو یہہ ہی کہ اُنکے پاس جفر جامع تہا کہ اُس سے کوئی شے باہر نہتی جو کچھہ کہتے تہے اُسکے موافق کہتے تہے اپنی رای سے کوئی بات ایجاد کر کے کہنے کی کیا احتیاج تہی **قال الشیخ الاشعری** القصہ ہماری صلاح یہ ہی کہ ان دونوں روایت پر قلم پہیر کر پہر جواب مذکور بالا سے انگریزوں وغیرہ اعداء دین کے مقابلہ میں اُمید بہتری کی رکہیں نہیں تو اُنکے ہی منہ میں زبان ہی سنیوں کہ تو تو جہہ اتحاد ملت کے کچھہ لحاظ ہی ہوگا اُنہیں کیا لحاظ ہے ایسا نہو کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ ہماری انجیل اگر کلام اللہ سے منسوخ ہو گئی ہی تو سارے احکام تو منسوخ نہیں ہوئے آخر اخلاق کی باتیں اور بہت سے احکام حلت و حرمت کے بدستور باقی ہیں اور عقائد میں تو مسلمانوں کے مقولہ کے موافق کچھہ فرق پڑا ہی نہیں حضرت آدم کے وقت سے لیکر اب تک وہی عقائد چلے آتے ہیں چنانچہ کلام اللہ میں سورہ مائدہ میں خود موجود ہے وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتَابِ یعنی نازل کی ہم نے اے محمد صلعم تیری طرف سچی کتاب کہ وہ پہلی کتابوں کی بہی تصدیق کرتی ہی سو تمہارے کلام اللہ کا ہی یہی حال ہی کہ امام نے مناسب وقت دیکہکر بہت سے احکام تبدیل و تغیر کر دئیے چنانچہ پہلی روایت سے یہ خوب طرح واضح ہوئی کیونکہ اختلاف شیعہ کی وجہہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے یہی بیان کی ہی پہر حضرت امام مہدی کے پاس اگر وہ کلام اللہ محفوظ ہی ہو تو کیا حاصل وہ دین تو بدل ہی گیا کوئی اور ہی کلام اللہ ہونا چاہئے نہیں تو ایسا ہی قصہ ہوگا جیسا حضرت عیسی تمہارے موافق آخری زمانہ میں نازل ہونگے اور باوجودیکہ انجیل کے حافظ ہیں پہر بسبب اپنے دین کے منسوخ ہوجانیکی انجیل پر عمل نہ کرینگے بلکہ کلام اللہ پر عمل کرینگے **اقول** روایتوں کا تو جواب ہم دیچکے کہ تو نے روایتوں کے بیان کرنے میں خیانت کی ہی اور تفویض کے معنے ہم بیان کرچکے کہ جو اُس سے مقصود ہی اُسکو تو نہیں سمجہا اور انصاف ہمکو کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے نزدیک امام علیہ السلام نے کوئی حکم تبدیل نہیں کیا جس طرح سے کہ خدا تعالی نے احکام نازل کئے ہیں اُسی طرح بدستور قیامت تک چلے جائینگے چنانچہ ہم بیان کرچکے کہ حلال محمد حلال الی یوم القیمۃ و حرامہ حرام الی یوم القیمۃ کوئی حکم خدا کو بدل نہیں کر سکتا اور انصاف اگر

اعتراض کرینگے تو اہل سنت پر کرینگے اور کہیں گے کہ تمہارا کیسا مذہب ہے کہ تمہاری نزدیک تمہاری اولیا احکام خدا کو پلٹ دیتے ہیں کہ خدا کے نزدیک تو کچھ حکم ہی اور اولیا اُن حکموں کو اپنے واسطے منسوخ سمجھتے ہیں تلبیس ابلیس ابن جوزی کو اور شرح بزدوی کو دیکھنا چاہئے کہ اُن اولیا کی حال میں کیا کیا لکھا ہے جیسا کہ انمیں سے کہتے ہیں کہ جسوقت بندہ نے خدا کو اپنا حبیب کیا اور محبت مخلوقات سے منقطع ہو تو تکلیف شرع اُس سے ساقط ہو جاتی ہے اور عبادت اُس سے مرتفع ہو جاتی ہے اور جو چیز کہ شرع میں حرام ہے وہ اُنپر حلال ہو جاتی ہے جیسے کہ زنا کرنا ماں سے اور بہن سے اور دختر سے اور شرب خمر اور اکل خنزیر اور قمار بازی اور خیانت مال مردم اور سوائے اسکے اور ولائیہ انمیں سے کہتے ہیں کہ بندہ جسوقت مرتبہ ولایت کو پہنچتا ہے تو خطاب امر و نہی کا اُس سے اُٹھ جاتا ہے نہ اُسپر کوئی چیز حرام رہتی ہے اور نہ کوئی چیز واجب رہتی ہے جو چاہے سو کرے اور جو چاہے نکرے اور شمراخیہ انمیں سے کہتے ہیں کہ جسوقت معرفت خدا حاصل ہوتی ہے تو تکلیف شرعی اُس سے دور ہو جاتی ہے اور واصلیہ انمیں سے کہتے ہیں کہ ہم وصل ہو گئے ہیں خدا تعالی میں اور تکلیف نماز اور روزہ کی ہم سے ساقط ہے اور شیخیہ کہتے ہیں کہ سب چیز حلال ہے ہمارے واسطے یہانتک کہ شراب پینی اور اغلام کرنا اور زنا کرنا اور عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ اس فرقہ کے لوگو کو بنات اور اُمہات سے مجامعت کرنی جائز ہے اور اباحیہ انمیں سے کہتے ہیں کہ لوگوں کے مال و فروج حلال عورتوں کی حلال ہے جسکا مال چاہو بے اجازت کھا جاؤ اور جس عورت سے چاہو مجامعت کرو بدون نکاح کی اور سوائے اسکے اور بہت فرقے اہل سنت کے اولیا میں سے ہیں انہوں نے حرام کو حلال کر دیا ہے اور واجب کو حرام کر دیا ہے اسکو کہتے ہیں تغیر اور تبدیل کہ ایسی تغیر و تبدیل کہ جو کفر پر دلالت کرتی ہے اور اماموں ہمارے کو سراسر تہمت ہے اور احکام کی تبدیل و تغیر کی نسبت اگر ایسا مقدور نہ تھا کہ جو حکم خدا کو بدلتے یہ تو منصب اہل سنت ہی کے اولیا کا ہے اور روایت پہلی میں خیانت کی ہے تو نے مولوی عبد العزیز صاحب نے یہ کی ہے اور اگر اسکو ہم تسلیم بھی کریں تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے لیکن تو اُسکے معنی نہیں سمجھا ہے اسواسطے ناسے واویلا کرتا ہے اور اختلاف شیعہ کی بھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص کو جو ایک امر کی حلت کا حکم دیتے تھے وہ موافق ظاہر شرع کے ہوتا تھا اور دوسرے کو جو اُس امر کی حرمت کا حکم دیتے تھے وہ تقیہ کی راہ سے ہوتا تھا اور تبدیل و تغیر احکام کی نہ کرتے تھے اور حلال کو حرام کرتے تھے اور حرام کو حلال کرتے تھے تو اُس سے بہت کرتے اور یہ حکم حلت اور حرمت کا سب موافق حکم خدا کے تھا اور اسلئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ لن تسأ الا ان یشاء اللہ تبارک و تعالی اور الا من اکرہ و قلبہ مطمئن کی تفسیر لکھا ہے کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے برخلاف اعتقاد کے ظاہر کیا تو وہ بھی مقبول ہوا اور انکی والدین نے مخالف اعتقاد کے بیان نکیا تو وہ بھی پسندیدہ خدا ہوا اب کس حکم کو اُن دونو حکموں میں سے خدا کا حکم کہو گے اور کسکو نہ کہو گے وہ کلام اللہ جو حضرت امام مہدی کے پاس محفوظ ہے اُسی کے موافق تو ہر ایک امام حلت اور حرمت کا حکم دیتا تھا اور جسکو کہ جانتے تھے کہ حلال کرتے تھے اور جسکو کہ جانتے تب حرام کرتے تھے وہ اُس کلام اللہ ہی سے حکم کرتے تھے اور اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتے اور اُسی قرآن کے موافق ہمارا دین جبکہ ہمارا نہ بدلا گیا ہے دین تمہارا ہے پہلے تو رسول خدا صلعم اور شیخین کے زمانہ میں تو تمہارا دین اُن مصحفوں کے موافق تھا کہ جلا کر خاک کر دیئے ہیں اور عثمان نے جو قرآن جمع کیا کہ جسپر تمہارا عمل ہے تو قرآن کثیر جو اُس نے اسمیں داخل نہیں کیا ہے تو بہت احکام خدا کے جاتے رہے اور تبدیل الفاظ جو ہوئی تو مطلب ہی کچھ کا کچھ ہو گیا اور پہلے دین میں فرق آگیا اور ہمارے دین میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے اور نیا کلام اللہ تو اہل سنت کو چاہئے کہ اُنکے کلام اللہ میں سے بہت کچھ جاتا رہا ہے اور حضرت عیسی جو آخری زمانہ میں نازل ہونگے بعد خروج حضرت امام مہدی کے کیا فقط انجیل کے ہونگے لیکن اُنکی انجیل اور دین اُنکا جو منسوخ ہے اُسپر عمل نہوگا بلکہ قرآن مجید پر عمل کرینگے اور ہمارا قرآن جو ہے تو یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ ناسخ ہے اُسکا حال انجیل کا سا نہیں ہے اور تغیر اور تبدیل احکام کا جواب ہم دے چکے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا یہ احتمال کہ شاید حضرت امام مہدی اُنہیں احکام پر عمل کریں جو رسول اللہ صلعم کے مقرر کئے ہوئے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ محمد بن بابویہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں عن ابی عبد اللہ انہ قال ان اللہ تعالی اخی بین الارواح فی الازل قبل ان یخلق الاجسام بالفی عام فلو قد قام قائم اہل البیت ورث الاخ من الذین اخا بینہما فی الازل ولم یورث الاخ من الولادۃ۔ یعنی حضرت امام ابو عبد اللہ نے جو حضرت امام جعفر صادق کا لقب ہے یوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے ازل میں روحوں کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے روحوں میں آپسمیں بھائی بندی کرا دی ہے جب امام مہدی علیہ السلام ازل کی بھائی بندی کے حساب پر وراثت جاری فرماینگے اور جو نسل کی رو سے بھائی ہوگا اُسے وراثت دلا دینگے اب دیکھئے کہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی کلام اللہ کے احکام کے موافق بالکل عمل نکرینگے اور یہ حکم جو نسبی بھائی کی وراثت ہونا ہے اُسے موقوف کرینگے اور اس روایت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بھائیوں کی وراثت کا حکم جو سورۂ نساء میں یوصیکم اللہ کے رکوع میں ہے وہ کوئی خلیفہ ثالث نے نعوذ باللہ کچھ اپنی طرف سے نہیں بلکہ عین حکم الٰہی ہے ورنہ اُسکے موقوف ہونے کی حضرت امام مہدی کے وقت پر کیا تخصیص تھی **اقول** بیشک حضرت امام مہدی انہیں احکام پر عمل کرینگے جو کہ رسول خدا صلعم کے مقرر کئے ہوئے ہیں غیر اُنکے پر اور یہی اعتقاد ہمارا ہے اور جو روایت کہ ہمارے اعتقاد کے مخالف ہوگی وہ مطروح یا مأوّل ہوگی اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمۃ سے جو روایت لکھی ہے یہ نہیں لکھا کہ فلانی کتاب میں یہ روایت ہے تاکہ صدق و کذب اس شیخ کا دریافت کیا جاتا کہ واقع میں یہ روایت ہے یا نہیں اور اگر تسلیم کیا جائے کہ اس طرح کی روایت بھی آئی ہوگی لیکن مخالف اعتقاد کے جو یہ روایت ہے تو قابل اعتبار نہیں ہے اور اُنکے عقیدہ پر نظر کرنی چاہئے کہ وہ کیسا ہے نہ روایت غیر معتبر پر اہل سنت کی کتب صحاح میں

ایسی روایتیں علم کو رہیں کہ جو متضمن ہیں خدائتعالی کے مجسم ہونے کو چنانچہ لکھا ہی کہ نیمہ شعبان کو خدائتعالی آسمان دنیا پر یعنی اول آسمان پر آتا ہی اور بہت آدمیوں کو بخشتا ہی اور
لکھا ہی کہ خدائتعالی پنڈلی اپنی کھولیگا قیامت کے روز اور سوا اسکے بہت روایتیں صحاح ستہ میں ایسی ہیں کہ جو اہل سنت کے اعتقاد کے مخالف ہیں سو ایسی روایت کو
دیکھکر اعتراض کرنا بڑی حماقت ہے اور اس روایت میں ایک حکم کا ذکر ہی کہ برادر ازلی کو دلوائینگے اور برادر نسبی کو حصہ دلوائینگے اور یہ شیخ نجدی اپنی طبیعت سے ایجاد کرکے
کہتا ہے کہ کلام اللہ کے احکام کے موافق بالکل عمل نکرینگے کیسا افترا اور دروغگو ہے یہ شیخ اور اس روایت پر اعتراض کرتا ہی اور انبیا اولیا کے اعتقادات کی طرف نظر
نہیں کرتا ہی کہ وہ تمام احکام خدا کو منسوخ اور شرع محمدی کو باطل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مادر اور دختر اور خواہر سے زنا کرنا مباح ہوجاتا ہی اور نماز و روزہ وغیرہ ساقط
ہوجاتے ہیں اور شراب پینی حلال ہوجاتی ہی چنانچہ شرح بزدوی اور تلبیس ابلیس ابن جوزی میں لکھا ہی کیا یہ احکام خدا کے نہیں ہیں کہ جو منسوخ ہونے اور اسی روایت
ابن بابویہ علیہ الرحمۃ میں تو یہ ہی کہ حضرت امام مہدیؑ اپنے زمانہ میں ایسا کرینگے اب معلوم نہیں کہ کریں یا نکریں اور ابو حنیفہ نے تو کر ہی دکھلایا کہ صدہا روں احادیث
منسوخ کردیں اور باوجودیکہ امام غزالی وغیرہ علما اہل سنت اور خطیب بغدادی نے اُسکو گمراہ مقرر کردیا لیکن ہندوستان کے اہل سنت پھر اُسی کی پیروی کرتے ہیں اور شیعوں
کا اعتقاد امام مہدیؑ کی طرف یہ نہیں ہے کہ وہ احکام خدا کو منسوخ کرینگے اور اگر کرینگے تو موافق حکم خدا کے نہ اپنی رائے سے سو ہوسکتا ہی کہ اُنکے پاس جو جفر جامع اور مصحف فاطمہ
موجود ہے اُسمیں یہ حکم بھی لکھا ہوا ور جناب رسول خدا صلعم کے پاس تو سب احکام آچکے تھے اور اُن حضرت کے سینہ بسینہ امام مہدیؑ تک سب ائمہ کو احکام خدا پہنچے ہی تو اُن احکام
میں یہ بھی ایک حکم ہوگا اور یا یہ کہ وہ کلام اللہ جو اُنکے پاس ہے اُسمیں یہ حکم ہوا اور عثمان نے اپنی قرآن میں اس حکم کو داخل نہ کیا ہو اور سورہ نسا میں جو نسبی برادر کے حصہ
دینے کا ذکر ہی اُسکو باقی رکھا ہو اور عثمان ہی کے مکر توت سے وہ پہلا حکم قرآن میں داخل نہونے پایا ہو اور اب ہم سب مور طے کرکے کہتے ہیں کہ اسی طرح کی روایت اہل سنت کی کتابوں
میں بھی موجود ہی اور جس صورت میں کہ اپنی ہی کتابوں میں اس طرح کا حکم موجود ہو تو پھر دوسروں پر اعتراض کرنا بڑی مکاری اور دغابازی ہی چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہی
فَاِنْ قُلْتَ قَدْ وَرَدَ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ فِیْ قَوْلِہٖ صلعم لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا مُقْسِطًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ فَاِنَّ الصَّوَابَ فِیْ مَعْنَاہُ
اَنَّہٗ لَا یَقْبَلُ الْجِزْیَۃَ وَلَا یَقْبَلُ اِلَّا الْاِسْلَامَ اَوِ الْقَتْلَ وَھٰذَا خِلَافُ مَا حَکَمَ الشَّرْعُ الْیَوْمَ فَاِنَّ الْکِتَابِیَّ اِذَا بَذَلَ الْجِزْیَۃَ وَجَبَ قَبُوْلُھَا وَلَمْ یَجُزْ قَتْلُہٗ وَلَا اِکْرَاھُہٗ عَلَی الْاِسْلَامِ
وَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَکَیْفَ یَکُوْنُ عِیْسٰی حَاکِمًا لِشَرِیْعَۃِ نَبِیِّنَا وَالْجَوَابُ اَنَّہٗ لَا خِلَافَ فَاِنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّمَا یَنْزِلُ حَاکِمًا بِھٰذِہِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ وَلَا یَنْزِلُ نَبِیًّا بِرِسَالَۃٍ
مُسْتَقِلَّۃٍ وَشَرِیْعَۃٍ نَاسِخَۃٍ بَلْ ھُوَ حَاکِمٌ مِنْ حُکَّامِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَمَّا حُکْمُ الْجِزْیَۃِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ فَلَیْسَ حُکْمًا مُسْتَمِرًّا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ بَلْ ھُوَ مُقَیَّدٌ بِمَا قَبْلَ نُزُوْلِ عِیْسٰی وَقَدْ اَخْبَرَ
نَبِیُّنَا صلعم بِنَسْخِہٖ وَلَیْسَ عِیْسٰی ھُوَ النَّاسِخُ بَلْ نَبِیُّنَا ھُوَ الْمُبَیِّنُ لِلنَّسْخِ فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الْاِمْتِنَاعَ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ مِنْ قُبُوْلِ الْجِزْیَۃِ ھُوَ شَرْعُ نَبِیِّنَا اَشَارَ اِلَیْہِ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ
حاصل اسکا یہ ہی کہ پس اگر کہے تو کہ تحقیق وارد ہوا ہے صحیح مسلم میں قول میں اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ قریب ہے کہ نازل ہو تم میں ابن مریم حاکم عادل ہو کر پس توڑ ڈالیگا
وہ چلیپا کو کہ وہ شکل صولب کی ہی اور قتل کریگا خوک کو اور وضع کریگا جزیہ کو اور صواب اسکے معنی میں یہ ہے کہ تحقیق وہ نہ قبول کریگا جزیہ کو اور نہ قبول کریگا سوا اسلام اور
قتل کے اور یہ خلاف ہے حکم شرع کے کہ جو آجکے دن ہی اسواسطے کہ کتابی یعنی یہودی یا نصرانی جسوقت خرچ کرے اور دیوے جزیہ کو تو واجب ہے قبول کرنا اسکا اور قتل کرنا اسکا
جائز نہیں ہے اور نہ مسلمان ہونے پر زبردستی اُس پر کرے کہ تو اسلام کو قبول کر اور جسوقت ایسا امر ہوا تو کیونکر ہوویگا عیسے حاکم ہمارے پیغمبر کی شریعت کا اور جواب اسکا یہ ہی کہ
نہیں ہے خلاف اسمیں کہ حضرت عیسے علیہ السلام ضرور نازل ہونگے حاکم ہو کر اس شرع محمدی کے نہ نازل ہونگے وہ نبی ہو کر ساتھ رسالت مستقل اور شریعت
ناسخہ کے بلکہ وہ ایک حاکم ہونگے اس امت کے حاکموں میں سے اور لیکن حکم جزیہ کا اور جو کچھ کہ اُسکے متعلق ہی یہ حکم ہمیشہ کا قیامت تک نہیں ہے بلکہ وہ مقید ما قبل نزول
عیسے کے ہی اور تحقیق خبر دی ہی ہمارے پیغمبر نے منسوخ ہونے اُسکے کی اور نہیں ہے عیسے منسوخ کرنیوالا بلکہ ہمارے پیغمبر ہیں اور وہ عیسے بیان کرنیوالا نسخ کا ہی پس دلالت
کی اس امر پر کہ امتناع اسوقت میں قبول جزیہ سے وہ شرع پیغمبر ہمارے کی ہی اشارہ کیا ہی طرف اسکے نووی نے شرح مسلم میں فقط پس ایسے ہی امام مہدیؑ مثل
حضرت عیسےؑ کے حاکم ہونگے اس امت کے اور منسوخ کرنے احکام کا اُنکو اختیار ہوگا مطابق منسوخ کرنے رسول خدا صلعم کے کہ جس حکم کو کہ رسول خدا صلعم نے موافق حکم خدا کے
منسوخ کیا ہی اُسکے نسخ کو امام مہدی ظاہر کرینگے سو وہ منسوخ کرنا اُنکا حقیقت میں منسوخ کرنا رسول خدا صلعم کا ہی اور روایت میں تصریح موجود ہی کہ حضرت عیسے وہ حکم
دینگے جو اس زمانہ کے حکم کے مخالف ہی اور وہ حکم اُنکا جاری ہوگا اور ایسی ہی امام مہدیؑ کا حال ہی قال الشیخ الاشعری الغرض جبتک اثنا عشریہ اس مذہب
سے کہ امام کو سب احکام کے منسوخ کردینے کا اختیار ہی دست بردار ہونگے تب تک انگریزوں کے سامنے اپنے کلام اللہ کے محفوظ ہونے کے مقدمہ میں جو آیت نحن نزلنا الذکر
وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے مستفاد ہوتا ہی منہ نکر سکینگے اور ہماری اس صلاح کے ماننے میں فقط اُنکا ہی فائدہ نہیں کہ نصارا اور یہود سے جیت جائیں نہیں بلکہ

لفظ خاتم النبیین جو سورۂ احزاب میں ہے اُسپر بھی ایمان درست ہو جائیگا نہیں تو یہودیوں کی طرح یہ عتاب تم پر بھی رہیگا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کیا تم تھوڑی سی کتاب پر تو ایمان لاتے ہو اور تھوڑی پر نہیں لاتے وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ بات تو انبیاء میں سے بھی کسی کسیکو میسر آتی ہے کہ نئی شریعت لائے اور پہلے احکام بدل جائیں بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ تک جتنے نبی ہوئے سب توریت ہی پر عمل کرتے رہے اور پھر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو بھی گو یہ بات میسر نہیں آئی کہ خدا نے دین کا مقدمہ اُنہیں سپرد کر دیا ہو بلکہ جو کچھ اُنہوں نے احکام مقرر کئے سب حسب فرمان خداوندی مقرر کئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ تو درکنار کلام اللہ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہ تھا کیونکہ سورۂ انعام میں یہ آیت موجود ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا الآیۃ جسکا حاصل یہ ہے کہ کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پاتا ہوں بیچ اس چیز کے جو میری طرف وحی کی گئی ہے کوئی چیز حرام کسی کھانیوالے پر مگر فلانی اور فلانی اس آیت کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حرام کر لینا اور حلال کرنے کا اختیار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو نہ تھا حلت حرمت کا مدار وحی پر تھا دوسرے کئی جگہ آیا ہے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ جسکا حاصل یہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی حاکم نہیں اور اگر بالفرض خدا نے اُمت کے احکام اُنکے سپرد کر دیئے ہوں تب بھی ہمارے امام کچھ اُنسے اسبات میں کم نہیں اور یہی احکام کی تبلیغ کے رسول اور نبی ہوا کرتے ہیں چنانچہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ یعنی اے رسول پہنچا دے جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے الغرض اسی طرح سے یہود اور نصاری کی برخاش سے بھی نجات ہو جائیگی اور اپنا ایمان بھی درست ہو جائیگا **اقول** ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ امام کو بالاستقلال کسی حکم کے منسوخ کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر جسکا کہ نسخ سینہ بسینہ رسول خدا صلعم سے چلا آیا ہے اور یا یہ کہ اُسکا نسخ جفر جامعہ میں مندرج ہے اُسکو امام منسوخ کر سکتا ہے بحکم خدا نہ اپنی رائے سے جیسے کہ ابو حنیفہ اپنی رائے سے احکام خدا کو منسوخ کیا کرتا تھا اور ہمارا کلام اللہ بیشک محفوظ ہے اب تک اور کسی طرح کا تغیر اُسمیں نہیں ہوا ہے اور وہ روایت ضعیفہ ایک حکم کے منسوخ ہونے کی زمانہ خروج امام علیہ السلام میں آئندہ کی خبر دیتی ہے کہ امام مہدی ایسا کرینگے قرآن کی حفاظت میں اس سے کیا خلل آیا قرآن کی آیت تو کوئی نکالی نہیں گئی ہے جسکے سبب سے کہا جاتا کہ قرآن محفوظ نہ رہا حکم کا منسوخ ہونا اور امر ہے اور قرآن کا ناقص ہو جانا اور امر ہے ایسے پاگل نہیں ہیں انگریز تیری طرح کہ ایسی صورت میں حفاظت پر طعن کریں اور امام کا منسوخ کرنا ایسا ہوگا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بعضی احکام کو منسوخ کرینگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور علماء اہل سنت نے اُسکا جواب دیا ہے اور آیا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ الخ قرآن کی حفاظت پر یقیناً دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ ایک احتمالی بات ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے بلکہ بنظر روایات کتب اہل سنت کہ قرآن کے نقصان اور تبدیل الفاظ قرآن پر دلالت کرتی ہیں حفاظت قرآن آیت مذکورہ سے مراد لینی ہرگز صحیح و درست نہیں ہو سکتا بلکہ مراد حفاظت سے حفاظت رسول خدا صلعم ہے نہ حفاظت قرآن اور انگریزوں کے سامنے تو تم ہی منہ نہیں کر سکتے اسواسطے کہ تمہارا دعویٰ بھی تو یہی ہے کہ یہ ہمارا قرآن محفوظ ہے اور اسمیں کسی طرح کا تغیر نہیں ہوا ہے لیکن روایتیں تمہاری کتابوں کی کثرت سے دلالت کرتی ہیں قرآن کے نقصان ہونے پر اس صورت میں تم کلام اللہ کے محفوظ ہونے کے مقدمہ میں حجت آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ سے مستفاد ہوتا ہے منہ نہ کر سکوگے اور یہود و نصاری سے ہم ہمیشہ ہی جیتتے رہے ہیں اور ہارے ہوئے اُنسے تم ہو اور خاتم النبیین پر بھی ہمارا ایمان صحیح اور کامل ہے اور تیرا ہی ایمان خاتم النبیین پر نہیں ہے کہ تو نے مجھ خاتم النبیین اور مقرر کئے ہیں اور تیری اس بے ایمانی پر اہل مکہ نے تیرے کفر اور ارتداد کا فتویٰ لکھا ہے اور بعضی کتاب پر بھی تمہارا ہی ایمان نہیں ہے کہ تمہارے پیشوا عثمان بن عفان نے بہت سے مصحف جلا دیئے کہ جنمیں وہ حکم بھی تھے کہ جو اس قرآن میں نہیں ہیں اب کہاں ہے تمہارا ایمان۔ کل قرآن منزل پر اور نئی شریعت کا لانا کام پیغمبر کا ہے اور سوا اُسکے اور کوئی شرع جدید نہیں لا سکتا ہے اور نہ کسی شیعہ کا یہ اعتقاد ہے اور اگر درصورت فرض کوئی روایت منسوخ کرنے حکم میراث برادر نسبی کے شیعوں کی کتابوں میں آئی ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے شیعوں کا اعتقاد تو یہ نہیں ہے بلکہ تیری ہی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعضی احکام کو حضرت عیسیٰ منسوخ کرینگے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اور ابن حجر نے اُسکا جواب لکھا ہے اور مسلم الثبوت اصول فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ تفویض کرنا احکام کا علماء اور مجتہدین کو جائز ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اپنی کتابوں کی تو خبر نہیں لیتا ہے اور دوسروں پر اعتراض کرتا ہے اور نئی شریعت بھی ابو حنیفہ ہی لایا ہے جسکی تو پیروی کرتا ہے اور تیرا وہ امام ہے اور نئی شریعت کر دینی کی جہت سے امام غزالی وغیرہ علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے شرع کو بالکل منقلب کر دیا اور اُلٹ دیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں تیری کتاب ہی سے ثابت ہوتا ہے منسوخ کرنا احکام کا اور سپرد کرنا دین کا اور تفویض کے معنی جو کچھ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں وہی ہیں اور مراد تفویض سے یہ نہیں ہیں کہ جو چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کریں اور منسوخ کر ڈالیں حکم خدا کی تو میاں عمر تھے جنہوں نے علی الاعلان فرمایا تھا کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں متعہ حج اور متعہ زنان حلال تھے اور میں حرام کرتا ہوں اُنکو کہتے ہیں نسخ کہ حضرت عمر نے حکم خدا کو جو قرآن میں ہے منسوخ کر دیا اور امام مہدی کے منسوخ کرنے کی جو ایک روایت ضعیفہ اس شیخ نے لکھی ہے اُسمیں یہ تو نہیں ہے کہ امام مہدی نے کوئی حکم خدا کا منسوخ کر دیا ہو بلکہ ایک خبر ہے کہ یوں کرینگے اور اعتقاد ہمارا حلال اور حرام کے مقدمہ میں یہی ہے کہ حلال اور حرام کرنیکا سوائے خدا کے کسیکو اختیار نہیں ہے نہ پیغمبر کو نہ امام کو مگر ابو حنیفہ نے بہت سے احکام حلال و حرام کئے ہیں اپنی رائے سے اور یہود اور نصاری کی برخاش سے تمکو ہی نجات حاصل کرنی چاہئے اور ہمکو تو ہر طرح سے نجات حاصل ہے **قال الشیخ الاشعری** اور شاید کچھ یہی سبب

سمجھ کر شیخ صدوق قمی ابن بابویہ نے کتاب الاعتقاد میں اس عقیدہ سے ہاتھ اٹھایا اور ہمارے نزدیک اس حساب سے صدوق اسم با مسمّی ہوگئے مگر سنیوں سے دامن چھڑانے کے لئے سب اہل
تشیع کی طرف سے نیابۃً یوں کہہ گئے مَنْ نَسَبَ إِلَيْنَا أَنَّا نَقُولُ إِنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُوَ كَاذِبٌ یعنی جو یوں کہے کہ شیعہ یوں کہتے ہیں کہ کلام اللہ اس سے زیادہ تھا جواب لوگوں کے پاس
ہے اور جسکی ایک سو چودہ سورتیں ہیں وہ جھوٹا ہے انہوں نے چاہا تھا کہ سنیوں کو جھوٹا بتائیں پر خدا سچوں کو سچا ہی کرتا ہی خدا ساز علامۂ کلینی نے اس دروغ کا بار اپنے سر اٹھایا یا
یوں کہئے علامۂ صدوق کو جھوٹا بنایا چنانچہ انکی روایت کلام اللہ کی سترہ ہزار آیت ہونے کے باب میں اوپر مرقوم ہو چکی کسی نے سچ کہا ہی حق برزبان جاری غور خیر کہاں تک
حضرات شیعہ کی ناانصافی اس باب میں بیان کیجے منصفوں کے لئے اسیقدر بہت ہے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے علماء معتمدین کا مثل شیخ صدوق اور شیخ ابو جعفر
طوسی اور سید مرتضیٰ اور صاحب مجمع البیان اور میر باقر داماد اور ملا محسن کاشانی اور شیخ حر عاملی وغیرہ کے یہی اعتقاد ہی کہ قرآن منزل من اللہ ہی وہ یہی قرآن ہی کہ جو فی زماننا
سب کے پاس موجود ہی نہ اس سے کم ہی نہ اس سے زیادہ ہی کچھ شیخ صدوق تنہا ہی کے لکھنے پر موقوف نہیں ہی اور ہم اثبات بیشی اور کمی قرآن جو کرتے ہیں تو صرف اس شیخ نجدی کے
اقوال کی رد کرنیکو کرتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹی باتوں کو ہماری طرف منسوب کرتا ہی اور اس امر پر اعتراض کرتا ہی کہ جو خود اسکی کتابوں میں موجود ہی اور اہل سنت دامن کیونکر بچا سکتے
ہیں کہ اضعاف مضاعف روایات تنقیص قرآن انکی کتابوں میں موجود ہیں اور انکا کچھ عذر نہیں کرتے ہیں جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ آحاد ہیں اور انکا کچھ اعتبار نہیں ہی اور
اہل سنت کو اب چاہیے کہ کسی طرح اپنا دامن چھڑائیں سو مطلب کہ انکی کتابوں میں کثرت سے روایتیں نقصان اور زیادتی اور تبدیل الفاظ کی موجود ہیں اور شیخ صدوق کی راست گوئی
میں کیا شک ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام کے مذہب کے علماء میں سے ہیں اور اسیواسطے صدوق انکا لقب مشہور ہوا ہے کہ وہ نہایت راست گو ہیں اور ہمارے تو کل علماء راست گو ہیں کہ
وہ مطیعان اور غلامان آل رسول میں سے ہیں اور دروغگو تمہارے علماء ہیں کہ سفینۂ نجات سے خارج ہیں علی الخصوص مولوی عبدالعزیز صاحب کہ علماء میں انکے برابر کوئی دروغگو نہ ہوگا
اور دروغ انکا واضح ہوتا ہی انکی کتاب تحفہ سے اور اہل سنت جو کہتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک یہ قرآن مروج ناقص ہے جھوٹ کہتے ہیں اسواسطے کہ اعتقاد علماء معتمدین شیعہ کا یہی ہی کہ قرآن
میں نقصان نہیں ہوا ہی اور بعضی روایتیں جو اسکے نقصان پر دلالت کرتی ہیں وہ منجملہ آحاد اور ضعاف ہیں کہ انکا اعتبار نہیں ہے اور علامۂ کلینی نے جو نقصان کی روایت
بیان کی ہی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ اعتقاد بھی انکا ایسا ہی ہوگا اسواسطے کہ وہ محدث تھے جیسی روایت انہوں نے سنی بیان کر دی انکے اعتقاد کے موافق ہو یا نہو دیکھو شیخ صدوق
علیہ الرحمۃ جو لکھتے ہیں کہ قرآن یہی ہی اور اس سے زیادہ نہیں ہے تو وہ بھی نقصان کی روایتیں لکھتے ہیں اور اعتقاد انکا ان روایتوں کے مطابق نہیں ہے سو صاحب کافی کلینی نے شیخ
صدوق علیہ الرحمۃ کو جھوٹا نہیں ٹھیرایا کہ اعتقاد اور چیز ہے بیان کر دینا روایت کا اور بات ہے اور بخاری اور مسلم میں سینکڑوں روایتیں ایسی ہیں کہ اسمعیل بخاری کا اعتقاد انکے
موافق نہیں ہے اور اگر روایتوں کے بیان کرنے ہی پر مدار ہی تو اہل سنت کی کتابوں میں سینکڑوں روایتیں نقصان قرآن کی موجود ہیں اور اگر صاحب کافی نے اس دروغ کو اپنے
سر پر اٹھایا ہی تو صاحب بخاری اور صاحب مسلم اور صاحب درمنثور اور اتقان وغیرہ نقصان قرآن کی روایتیں لکھنے والے سب جھوٹے ہو جائینگے اور یا یہ کہ اس زمانہ کے اہل سنت کو
جھوٹا بنائینگے اور اگر اہل سنت کا یہ دعویٰ ہی کہ قرآن میں نقصان نہیں ہوا تو وہ بڑے جھوٹے ہیں اور انہوں نے چاہا تھا کہ ہم اس دعوے میں سچے ہوں پر خدا جھوٹوں کو جھوٹا ہی کرتا
ہے خدا ساز سینکڑوں روایتیں نقصان قرآن کی اہل سنت کی کتابوں میں موجود نکلیں اور بعضی روایتیں پہلے اس سے ہمنے بیان بھی کی ہیں سو ان روایتوں نے اہل سنت
کو جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ ہمیشہ کے جھوٹے ہی ہیں اور سچ انکے پاس کو نہیں گیا اور اہل سنت بڑے ناانصاف ہیں کہ نقصان قرآن کا شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور روایتیں
نقصان کی خود انکی کتابوں میں موجود ہیں اور اگر شیعوں کی کتاب میں کوئی روایت نقصان قرآن کی ہی تو وہ اسکا عذر کرتے ہیں اور قابل اعتبار اسکو نہیں جانتے ہیں
اور اہل سنت متغیر ہو جانے قرآن کی روایتوں کا کچھ عذر نہیں کرتے ہیں اور تماشا یہ ہی کہ طعن اسکا ہم پر کرتے ہیں چنانچہ مشہور ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے کہاں تک اہل سنت
کی ناانصافی اسباب میں بیان کیجے منصفوں کے لئے اسیقدر بھی بہت ہے **قال الشیخ الاشعری** ہیں کوئی عاقل منصف ایسا نظر نہیں آتا جو إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ
إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ سے بجز اسکے کچھ اور معنی سمجھے کہ اسمیں ہرگز کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا خلیفۂ ثالث ہو یا خلیفۂ اول اور دوم بلکہ انصاف سے دیکھئے تو شہادت عرف اس
آیت میں سنیوں کی بڑی فضیلت نکلتی ہی شرح اس اجمال کی یہ ہی کہ جو کام کسی کے اہتمام اور انتظام اور حکم سے ہوا کرتا ہے اگرچہ حقیقت میں اسے اور ہی کوئی کرے پر عرف میں وہ
مہتمم ہی کی طرف اور منتظم اور حاکم ہی کی جانب منسوب ہوا کرتا ہی مثلاً کوئی بادشاہ کسی رسالہ یا پلٹن کو خزانہ کی حفاظت کے لیے مقرر کرے اور رسالدار اور صوبہ دار دس [illegible]
سپاہیوں کو پہرہ پر مقرر کر دیتے ہیں اور پھر نوبت بنوبت اور نمبر بنمبر وار اس پہرہ کو بدلتے رہتے ہیں اور آپ آرام کرتے ہیں اور سپاہی پہرہ دیکر چوروں اور قزاقوں کو دفع کرتے رہتے ہیں
اب یہ بھی حقیقت میں محافظ سپاہی پہرہ دار کرتے ہیں پر چونکہ رسالداروں اور صوبہ داروں کے حکم سے کرتے ہیں تو بڑی سرکاروں میں رسالداروں اور صوبہ داروں ہی کا
نام ہوتا ہی اور سپاہیوں کا کیا ہوا رسالداروں اور صوبہ داروں ہی کا کیا ہوا سمجھا جاتا ہی اسیواسطے اگر کہیں ایسے موقع پر کوئی معرکہ کا کام آن پڑتا ہی تو گو سپاہ [illegible] انکو بھی قدر قلیل

انعام ملی پر سالداروں اور صوبہ داروں کو بیش قرار انعام ملتا ہے اور عہدوں کی ترقی ہوتی ہے اسی طرح سنی بھی موافق حکم الٰہی کے اس خزانہ بے بہا کی محافظت
کرتے ہیں اور چونکہ اوراق میں فقط خوب حفاظت نہو سکتی تھی تو اسلئے اسکو اپنے سینوں میں گویا جان کیساتھ رکھتے ہیں تاکہ بے دینوں اور شیاطین کو اسکے چرانے کی دسترس
نہو سو انہی چور کو توال کو ڈانڈیں شیعہ سنیوں ہی کو چور بتانے لگے سو یہ بھی مثل ہے الٹی برابد گنہ لازم اگر شیعوں سے سنی کچھ انعام اکرام اس خدمت کا مانگتے جب ہی یہ تہمت لگائی
ہوتی خدا کے دینے میں اتنا بخل کیوں ہے بنیل جلے سرکار کا کلیجہ پھٹے مشعلچی کا ہم جو دنیا میں دیکھتے ہیں تو کلام اللہ کی محافظت سنی ہی کرتے ہیں ایک ایک بستی میں بعضی بعضی جا
بان پانسو حافظ موجود ہیں مگر چونکہ یہ انکی حفاظت موافق ارشاد خداوندی کی ہے تو یہ الٹا کیا خدا ہی کا کیا سمجھنا چاہئے اور سنیونکو ملازم خاص و محکوم باختصاص سمجھئے اسی لیے خداوند
کریم نے اس محافظت کو اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا وانا لہ لحافظون یعنی ہمیں اسکے محافظ ہیں لیکن شیعوں کو محکومان نافرمان کی مانند چاہئے بلکہ بمنزلہ باغیوں یا چوروں کے
قرار دیجئے کیونکہ یہ فرقہ محافظان کلام ربانی کے جو ایک خزانہ بے بہا ہے دشمن ہیں اور خزانوں کے محافظوں کے قزاق اور باغی اور چور ہی دشمن ہوتے ہیں غرضکہ آیت انا نحن
نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون بھی بآواز بلند یہی کہتی ہے کہ مذہب اہل سنت حق ہے اور مذہب شیعہ باطل پہ سننے کو کان شرط ہیں جن کانوں پر ختم اللہ علے قلوبہم و
علے سمعہم کی مہر لگی ہوئی ہو یعنی یہ مضمون انپر صادق آتا ہے کہ اللہ نے انکے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگائی ہے وہ کیا سنیں اور کس کی سنیں مگر ہمیں اپنی طرف سے سمجھانے میں قصور
نکرنا چاہئے **اقول** ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر ذکر سے مراد قرآن لیا جاوے تو کمی بیشی اسمیں متصور نہیں ہوسکتی لیکن کمی بیشی تو اسمیں ضرور ہوئی ہے مع تبدیل الفاظ کے اسواسطے
کہ روایات کثیرہ صحیحہ کتب معتبرہ اہل سنت کی جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا ہے مثل بخاری اور مسلم اور جامع الاصول اور در منثور اور اتقان وغیرہ کے قرآن کے متغیر ہوجانے پر
دلالت کرتی ہیں سو وہ روایتیں تو دروغ نہیں ہوسکتی ہیں اگر وہ دروغ ہوجائیں تو مذہب ہی سنیوں کا دروغ ہوجائے اسواسطے کہ ایک دو روایت نہیں ہے کہ اسکی تاویل
کی جاوے بلکہ اس طرح کی روایتیں کثرت سے ہیں اور وہ سب کے سب سینکڑوں ہیں دروغ یا ضعیف کیونکر ہوجائیں گی پس معلوم ہوا کہ مراد ذکر سے جناب رسول خدا صلعم ہیں نہ
قرآن اور دوسری جگہ بھی خداتعالی نے ان حضرت کو بلفظ ذکر یاد فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے الذین امنوا قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم ایات اللہ مبینات
اور یا یہ کہ اگر ذکر سے مراد قرآن ہو تو لہ کی ضمیر ذکر کی طرف راجع نکرنی چاہئے بلکہ رسول خدا صلعم کیطرف پھیر لینا چاہئے تاکہ آیت کے معنی بنظر روایات کثیرہ اہل سنت صحیح ہوں ورنہ معنی آیت
انا نحن نزلنا الذکر کے ہرگز صحیح نہیں ہوسکتے آدمی کو چاہئے کہ پہلے اپنی کتابوں کی روایتونکو دیکھ لے تب ارادہ گفتگو کا کسی سے کرے اور یہ خبر نہیں ہے کہ موافق روایات اہل سنت
ہی کے معنی آیہ کے درست نہیں ہوسکتے اور شیعوں پر وہ اعتراض کرتا ہے جو اہل سنت پر اعتراض ہوتا ہے اور کمی بیشی قرآن کی کچھ محال نہیں ہے اگر کوئی شخص عم کا پارہ لکھے اور
اسمیں سے ایک سورہ والفجر کو اگر کم کر دے ورنہ لکھے یا اپنی طرف سے کچھ زیادہ کر دے تو کیا جبرئیل اسکا ہاتھ پکڑنے کو آئینگے کہ تو کسواسطے بیش و کم کرتا ہے نہیں یہ بات عقل میں بھی آتی ہے
یہ شعر یا لاشعور یہ کہ عقل کے دشمن ہیں اسقدر بھی نہیں سمجھتے اور اس حماقت کو انکی دیکھنا چاہئے کہ طرح طرح کی روایتیں سورتوں اور آیتوں کی ناقص ہوجانیکی و بعضی آیتوں کے زیادہ ہوجانے
کی اور الفاظ کی بدل جانے کی اور مصحفوں کے جلا دینے کی کثرت سے اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ خداتعالی قرآن کا حافظ ہے اور آیہ انا نحن نزلنا الذکر الخ قرآن ہی کی
شان میں نازل ہوئی ہے کیسے بیوقوف عقل کے دشمن ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ بشہادت عرف اس آیت میں سنیوں کی بڑی فضیلت نکلتی ہے اس احمق مرید تعصب سے کوئی پوچھے کہ وہ کونسی
بات فضیلت کی ہے اگر مراد تیری یہ ہے کہ اہل سنت قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور شیعہ حفظ نہیں کرتے سر سے یہی غلط ہے کہ شیعہ کوئی حافظ نہیں ہوتا ہے اور جھوٹ بولکر تو لعنت خدا میں گرفتار ہو
اگر کسیکو تمنا شیعہ سے قرآن کی حفظ سنی کی ہو تو باقی بت سکنی بت امروہہ بھرتپور وغیرہ شہروں میں چلا آوے جہاں کہ حافظ ہیں اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے اور اگر اہل سنت قرآن کو جو
حفظ کرتے ہیں تو اس قرآن ناقص کو حفظ کرتے ہیں جسکو عثمان نے جمع کیا ہے اور موافق روایات اہل سنت کے سورتیں اور آیتیں محذوف کر کے اور الفاظ کی تبدیل کر کے جمع کیا ہے اور جس
قرآن کی محافظت کا خداتعالی نے وعدہ کیا ہے اس قرآن کو اہل سنت حفظ ہرگز نہیں کرتے ہیں بلکہ اسکے ٹکڑے کو کہ جو بعد حذف کے باقی رہا ہے اسکو حفظ کرتے ہیں اور جس قرآن
کی محافظت کا خداتعالی نے وعدہ کیا تھا انکو تو عثمان نے جلا دیا تھا اور اس قرآن کی حفاظت کا ارادہ ہرگز نہیں کیا تھا اسواسطے کہ یہ قرآن تو وقت نزول آیت
محافظت کے جمع ہی نہوا تھا اور اگر اہل سنت یا کسی شیعہ نے اس قرآن کو جو قرآن کل کا ایک ٹکڑا ہے حفظ یاد کر لیا تو اسمیں زیادہ فضیلت کیا ہوئی قرآن کے حفظ کرنیکا جو ثواب
ہے وہ ہی ہے کچھ اور فضیلت نہیں ہے اور اہل سنت کی اسمیں تخصیص نہیں ہے اور ایک مثال ایک بادشاہ اور رسالدار اور صوبہ دار کی جو لکھی ہے نہایت پوچ ہے
اور یہاں سے اسکو کیا تعلق ہے اور اہل سنت اس قرآن کی محافظت ہرگز نہیں کرتے ہیں جسکا کہ خداتعالی نے وعدہ کیا تھا اور اگر اسکے ایک ٹکڑے کی
محافظت کرتے ہیں تو شیعہ بھی اسکی محافظت کرتے ہیں اہل سنت کی اسمیں تخصیص اور فضیلت کیا ہے اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کچھ فضیلت نہیں ہو سکتی اور سچ کہو کہ
وہ کون تھے جنہوں نے قرآن کو چرایا تھا کیا تم انکو بے دین اور شیاطین کہتے ہو اور شیعہ اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں تم اپنی کتابوں کو دیکھو کہ اسمیں صاف لکھا ہے اور پہلے

اس سے ہم لکھ آئے ہیں اُن کتابوں کے حوالہ سے کہ عثمان نے قرآن جلوا دئے سوائے اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کے جہاں کہیں کہتے اور لوگوں کے سینوں سے نکلوا ڈالے اور بعضی سورتوں کو اور اکثر آیتوں کو قرآن میں داخل نکیا اور اہل سنت نے شیعوں سے زیادہ کونسی خدمت اور نیکی کی تھی جس کے سبب سے مستحق انعام کے ہوں اور تہمت جو رکھی شیعوں کی لگائی ہوئی نہیں ہے بلکہ علماء اہل سنت کہ نہایت معتبر ہیں وہ اسکو لکھتے ہیں اور قرآن کی حفاظت کی تخصیص اہل سنت کیواسطے نہیں ہے تو دروغگو اور مفتری ہے بلکہ شیعہ بھی قرآن کو حفظ کرتے ہیں اور اہل سنت جو ہندوستان میں زیادہ ہیں اور شیعہ کم ہیں تو حافظ بھی اہل سنت کے شیعوں کے حافظوں سے زیادہ ہیں مگر بانسو حافظ کسی بستی میں نہیں ہیں اور شیعہ جو حفظ کرتے ہیں تو انکا کیا ہوا خدا ہی کا کیا ہو سمجھنا چاہئے کہ موافق ارشاد خدا کے کرتے ہیں اور ملازم خاص اور محکوم با اختصاص انکو سمجھنا چاہئے اسلیئے کہ خداوند کریم نے محافظت کو اپنی طرف منسوب کیا اور یہ فرمایا وانا له لحافظون یعنی ہمیں اسکے محافظ ہیں اور اہل سنت کو محکومان نافرمان کی مانند کہنا چاہئے بلکہ بمنزلہ باغیوں کے یا چوٹوں کے قرار دیجئے کیونکہ بعضے انمیں سے اگرچہ قرآن کو حفظ کرتے ہیں لیکن سفینہ نجات سے جو خارج ہیں اور اہل بیت کی پیروی سے برگشتہ ہیں اور اہل بیت کے دشمنوں کو اور باغیوں کو دوست رکھتے ہیں ثواب اور فضیلت حفظ سے محروم ہیں اور کلام ربانی جو ایک خزانہ بے بہا ہے اُس میں انکے بڑے عثمان نے مثل قزاقوں اور چوروں اور باغیوں کے بڑی لوٹ ڈالی کہ کچھ تو جلا دئیے اور کچھ متغیر کر دئیے کمی اور بیشی کر کے اور یہ جو اسکے پیرو ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں اور شیعہ ہی محافظ ہیں قرآن کے کہ جو قرآن کہ کامل ہے اور کسی طرح سے اُسمیں نقصان نہیں ہوا ہے اور علم کثیر اُس میں ہے وہ قرآن اُنکے امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہے بحفاظت تمام اور اہل سنت سے اور انکے امام سے جو حفاظت اُسکی نہو سکی تو اس جہت سے آیہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون بھی باواز بلند یہی کہتی ہے کہ مذہب شیعہ حق ہے اور مذہب اہل سنت باطل پر سننے کے کان شرط ہیں جن کانوں پر ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم کی مہر لگی ہوئی ہو یعنی یہ مضمون اُنپر صادق آتا ہے کہ اللہ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر مہر لگائی ہو وہ کیا سنیں اور کسکی سنیں مگر ہمیں اپنی طرف سے سمجھانے میں قصور نکرنا چاہئے قال الشیخ الاشعری جیسے شیخ صدوق ایک بات مان اُٹھے ہیں ایسی ہی شاید مولوی عمار علی صاحب یا کوئی اور عالم یا جاہل اس بات کو بھی مان جائے مگر چونکہ متعصب کو حق بات کا ماننا ہر چند کتنی ہی صاف اور روشن کیوں نہو بہت دشوار ہوتا ہے اقول پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمتہ کیا بلکہ سب علماء معتمدین یہی کہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ شیخ صدوق وغیرہ محدثین شیعہ نے تو مانا اور صاحب بخاری اور مسلم اور فتح الباری اور جامع الاصول اور در منثور اور اتقان اور مستدرک وغیرہ نے نمانا کہ قرآن کی ناقص کر دینے کی روایتیں اپنی کتابوں میں درج کیں اور ابتدا میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک قرآن یہی ہے کہ جواب موجود ہے لیکن تو جو شیعوں پر تہمت کرتا ہے کہ یہ قرآن کی تغیر کے معتقد ہیں سو سطی تم یہ قول کے رد میں تغیر قرآن کا یہی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں اور وہ متعصب کہ جو حق کو باوجود صاف اور روشن ہونیکے نہیں مانتے ہیں وہ اہل سنت ہیں اور شیعہ ایسے نہیں ہیں قال الشیخ الاشعری اس تقریر کو سنکر شاید کوئی شیعہ مذہب یوں کہنے لگے ہمنے مانا کہ کلام اللہ سارا صحیح اور سنیوں کی روش کے حوالے ہے اُس سے ہمویدا پر یہہ تو کہیں نہیں کہ ابوبکر کو بھی ماننا چاہئے اس لئے آیہ سیوم مع اپنے ماحصل کے لکھی جاتی ہے تیسری آیہ الا تنصروه فقد نصره الله اذ اخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا یعنی تم لوگ اگر ہمارے پیغمبر کی مدد نکرو گے تو کیا ہوگا اللہ اُسکا مددگار ہے اُسنے پہلے ہی اُسکی مدد کی ہے جب کہ کافروں نے اُسے نکالدیا تھا جب لایک وہ تھا اور ایک اُسکے ساتھ اور تھا جب وہ دونوں غار میں تھے کہ جسوقت وہ اپنے ساتھ دینے والے سے یوں کہے تھا کہ تو غمگین مت ہو ہمارے ساتھ تو اللہ ہے اس آیت میں بنظر انصاف غور کیجئے اور سینہ زوری کو چھوڑ دیجئے دیکھئے یہ آیت کدہر کو لئے جاتی ہے سنیوں کی طرف کھینچتی ہے یا شیعوں کے گھر کا رستہ بتلائے ہے ہمیں اسجگہ مرزا کاظم علی صاحب لکھنوی کا مقولہ جو بڑے متبرک علماء شیعہ میں سے تھے اور قدوۃ الزمان مولوی دلدار علی صاحب مجتہد ہی اُنکے معتقد تھے یاد آتا ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ اور کسیکو تو جس کسیکا جو کچھ جی چاہے سو کہے پر خلیفہ اول کا بُرا کہنے والا تو ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اہل محفل میں سے کسی نے عرض کی کہ قبلہ آپ کیا فرماتے ہیں مذہب تو اسکے خلاف ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ میں کیا کہوں ہوں خدا کہے ہے صحابی اور صاحب کے معنی میں کچھ فرق نہیں سو خدا ہی خلیفہ اول کے صحابی ہونیکا گواہ ہے کیونکہ صاحب کے لفظ سے جو اس آیت میں موجود ہے شیعوں سنیوں کے اتفاق سے ابوبکر صدیق ہی مراد ہیں سبحان اللہ اہل انصاف ایسے ہوتے ہیں جیسے مرزا کاظم علی صاحب تھے اور وہ کچھ ایسے ویسے نتھے علم و زہد میں شیعوں کے نزدیک وہ بھی شہرہ آفاق تھے کونسا عالم شیعہ مذہب ہے جو اُنکو نہیں جانتا اور اُنکو ہی مقتدا نہیں مانتا اور انکا بھی اس آیت میں کچھ قصور نہیں اس آیت کو جس پہلو سے پلٹ کر دیکھئے کہیں گنجایش گفت و شنید کی نہیں ہے یا ہر طرف سے سنیوں کا مطلب نکلتا ہے اقول شیعہ یہ تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سارا صحیح ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ سنیوں کی روش کی خوبی اُس سے ہویدا ہے اسواسطے کہ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے اور خلاف کو کون مانتا ہے بلکہ قرآن سے تو اہل سنت کے مذہب کی کجی پیدا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے اور آیندہ کو لکھیں گے اور ابوبکر کو کس امر میں مانیں جس نے حقوق اہل بیت غصب کئے

اور فاطمہ زہرا کا دروازہ توڑا اور اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں بھی بھیجی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسقاط محسن کیا چنانچہ ملل نحل میں ہے
اور یہ آیہ غار جو لکھی ہے اس سے کوئی فضیلت ابو بکر کی نہیں پائی جاتی اور یہ اسطرح کی آیت ہے کہ کوئی آدمی خواہ کافر ہو خواہ مومن ہو کسی بزرگ کے ہمراہ ایسی مقام میں
کہ جہاں خطرہ جان کا ہے اور وہ ہمراہی اپنی جان کا رنج کرے کہ دیکھیے بچتے ہیں یا نہیں اور وہ بزرگ شخص اُس کو کہے کہ تو رنج مت کر کہ خدا ہمارے ہمراہ ہے تو اب دیکھیے کہ اُس
ہمراہی کی اسمیں کیا فضیلت ثابت ہے ایسے ہی جناب رسول خدا اور ابو بکر کی نقل ہے کہ جناب رسول خدا شب ہجرت دولتسرا سے نکلکر متوجہ غار ثور کے ہوئے اور رستہ میں
جو ابو بکر کو کھڑا ہوا دیکھا تو اُنکو بھی ہمراہ اپنے لےلیا اور غار کے اندر جاکر دونوں صاحب پوشیدہ ہوئے اور کفار بھی جناب رسول خدا صلعم کو تلاش کرتے ہوئے غار پر جا پہنچے
اور ابو بکر نے کفار کو دیکھا کہ آپہنچے اور اگر خبر ہو جائیگی اُنکو تو ہمکو قتل کرینگے اس جہت سے ابو بکر کو اپنی جان کا رنج ہوا اور رسول خدا نے ابو بکر سے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خدا
ہمراہ ہمارے ہے اور خدا تعالی نے ابو بکر کو رسول خدا کا صاحب یعنی ہمراہی فرمایا کہ وہ اپنی ہمراہی سے کہتا تہا کہ تو رنج مت کر اب فرمائیے کہ اسمیں فضیلت ابو بکر کی
کیا ظاہر ہوئی اور مرزا کاظم علی صاحب نے جو نقل لکھی ہے کہ اُنہوں نے ایسا فرمایا بالکل جہوٹ ہے اور غلط ہے اور تمام سُنیوں کا بہی تو اتفاق اسپر نہیں ہے کہ ابو بکر کے بُرا
کہنے سے کوئی کافر ہو جائے چہ جائیکہ شیعہ یہہ دروغ مولوی حیدر علی کفش فروش کا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنو میں رہتے تہے اور ایسی ایسی جعل سازیوں میں اُستاد
تہے ایک جعل اُنکا یہ مشہور ہے کہ نور الدین مفروض کیطرف سے سبحان علی خاں صاحب مرحوم کو ایک عرصہ تک خطوط تحریر کئے اور جب اُنکو چہپوایا تو اُس میں جا بجا
جعل سازی سے زیادہ کر دیا اور جو چاہا کم کر دیا اور ایسے ہی یہ تہمت مرزا کاظم علی صاحب پر کی ہے اور مرزا مرحوم جناب غفران مآب مولوی دلدار علی صاحب کے شاگردوں
میں سے ایک دو نئے شاگرد تہے انکو اعتقاد اُن سے کیا ہوتا اور دوسرا اتہام اُنپر یہہ کیا کہ اُنہوں نے یہہ کہا کہ صاحب و صحابی کے معنے میں کچہہ فرق نہیں ایسا مہمل
کلمہ اُنہوں نے زبان سے ہرگز نہ نکالا ہوگا کہ ان دونوں میں کچہہ فرق نہیں اسواسطے کہ صاحب اُسکو کہتے ہیں کہ جو کسیکے ہمراہ کسیکی صحبت میں یا رکسیکا ہو خواہ مومن ہو
خواہ کافر ہو یا کسیکی قوم میں ہو خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو جیسے کہ قال لہ صاحبہ یہاں مومن کو صاحب کافر کا فرمایا اور یا صاحبی السجن یہاں کافروں کو صاحب
حضرت یوسف کا فرمایا بیضاوی میں لکھا ہے کہ یا صاحبی السجن اصل میں یا صاحبی فی السجن ہے یعنی ای دو صاحب میری بیچ قید خانہ کے سو معلوم ہوا کہ خدا تعالی
نے ہمراہ ہونیکی اور صحبت میں ہونیکی جہت سے صاحب فرمایا ہے اسمیں کیا فضیلت ہے کہ کافر کو بہی تو صاحب مومن کا کہتے ہیں اور صحابی میں شرط یہ ہے کہ باوجود صحبت
پیغمبر کے ایمان صحیح پر مرا ہو اور ابو بکر وہ ہیں کہ جنکو رسول خدا صلعم نے فرمایا تہا لا ادری ما تحدثون من بعدی چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے یعنی نہیں جانتا
میں کہ کیا احداث کروگے تم دین میں بعد میرے اور فرمایا انکم تحرصون علی الامارۃ وتکون لکم ندامۃ یعنی حرص کروگے تم حکومت اور امیری کے اور ہوویگی وہ واسطے تمہاری
ندامت انجام کو اور مرزا کاظم علی صاحب البتہ اہل انصاف تہے اور مشہور و نامی بہی اُس زمانہ میں تہے لیکن یہ کلمہ کہ ابو بکر کا بُرا کہنا کفر ہے اور صاحب و صحابی میں
کچہہ فرق نہیں ہرگز اُنکی زبان سے صادر نہوا ہوگا کہ یہہ مذہب ہی اُنکا نہ تہا اور اگر اُنکا ایسا اعتقاد ہوتا تو سنی ہو جاتے شیعہ کاہیکو رہتے اور اسطرح سے تو شیعہ بہی
کہہ سکتے ہیں کہ مولوی رفیع الدین صاحب برادر شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے تہے کہ خدا تعالی نے اگرچہ ابو بکر صدیق کو صاحب رسول خدا صلعم کا فرمایا ہے لیکن
اس سے کچہہ فضیلت خلیفہ صاحب کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ کافر کو بہی مومن کا صاحب فرمایا ہے اور ایسے جہوٹے فقروں سے کوئی غالب نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ دروغ
کو کچہہ فروغ نہیں ہے اور اس آیت سے اہل سنت کا مطلب ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے کیسی ہی تہہ پاؤں ماریں اہل سنت اور اپنا سر پہوڑیں بلکہ ابو بکر کی ضعف ایمانی ثابت
ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** شرح اس معما کی یہہ ہے کہ اول تو لفظ صاحبہ جو لصاحبہ میں ہے وہ عربی زبان میں صحابی کے ہم معنی ہے دوسرے
لفظ لا تحزن جسکا یہہ مطلب ہے غمگین مت ہو وہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق عاشق صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن با اخلاص تہے ورنہ اُن کو
غمگین ہونے کی کیا ضرورت تہی بلکہ محل خوشی تہا کہ اُنکے دشمن موافق عقیدہ شیعہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت خوب قابو میں آئے ہوئے تہے کفار جو اسوقت پاس
آگئے تہے پکار کے ہی نہیں تو کسی قسم کی کہڑکی ہی سے اُنہیں مطلع کر دیتے تاکہ نعوذ باللہ منہا وہ اپنا کام کرتے اگر کہیں انصاف کی آنکہیں مول لیں تو ہم حضرات شیعہ کے
لئے مول لیں اور اُنکو دیں تاکہ وہ کچہہ تو پاس رفاقت خلیفہ اول کریں جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں نہیں ملتا تو مول لیتے ہم ایک اپنی مہربان کے لئے اور یہ بہی نہو تو یہی
سمجہیں کہ اُنکو اُسوقت اپنی جان کا خوف نہوا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کا افسوس رہا اور غم ہوا تو اس بات کا کہ دیکھیے یہ دشمن حق یعنی کفار رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتہہ کیا کر بیٹہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ غم کی کیا بات ہے اللہ تعالی ہمارے ساتہہ ہے تو غمگین مت ہو
اقول ہم پہلے اس سے لکہہ چکے کہ صاحب کا لفظ ہمراہی یار پر بولا جاتا ہے جو کہ اپنی صحبت میں ہو اور اپنی قوم میں ہو خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو اور قرآن میں جیسے

آیت میں کہ صاحب کا لفظ آیا ہے وہاں یہی معنی مراد ہیں جیسے کہ اِذْ یَقُولُ لِصَاحِبِہٖ اور یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ اور اسیواسطے خدا تعالی نے کفار کو رسولخدا صلعم کا صاحب فرمایا ہے جیسے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی اور فرمایا کہ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ اور صاحب کا لفظ قرآن میں صحابی کے معنی میں کسی جگہہ نہیں آیا ہے اور اگر ہم صحابی ہی کے معنے میں صاحب کو لیویں تو بھی کچھہ فائدہ اہل سنت کو نہیں ہے جیسے کہ ہم اوپر کے قول میں لکھہ چکے اور لاتحزن جو حضرت نے ابو بکر کو فرمایا کہ مت غم کر تو اس سے بھی کچھہ ابو بکر کی فضیلت ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ جب ابو بکر نے دیکھا کہ ہم گھر گئے اور اب یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے کہ اگر باہر نکلے تو یہہ کفار ہمکو قتل کر ڈالیں گے اس لئے ابو بکر کو اپنی جان کا نہایت رنج ہوا کہ مفت مارے گئے رسول خدا صلعم نے علم نبوت سے دریافت کر کے فرمایا کہ تو رنج مت کر خدا تعالی کہ جو حافظ حقیقی ہے وہ ہمکو بچا لیگا کہ وہ ہمارے ہمراہ ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے کہ غار کے دروازہ پر کبوتری نے انڈے دیئے تھے اور مکڑی نے جالا تنا تھا اور درخت خار دار پیدا ہو گیا تھا سو ہم کہتے ہیں کہ حقیقت میں ابو بکر کو خدا پر اعتماد نہ تھا کہ جانتے کہ خدا ہمارا حافظ ہے اور حزن سے باز رہتے بلکہ اس مقام میں بڑی غفلت ہے خلیفہ صاحب کی جہ جائیکہ فضیلت اسواسطے کہ خدا تعالی کی قدرت کی نشانیوں اور رسولخدا صلعم کے معجزہ کو کہ وہ انڈے دینے کبوتری کے اور جالا تننا مکڑی کا اور پیدا ہو جانا درخت خار دار کا دروازہ میں تھا یہہ سب سامان حفاظت کا ملاحظہ کرتے تھے اور پھر یقین انکو نہ تھا کہ ہم بچیں گے اور رسولخدا صلعم کے فرمانیکا یقین تھا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچیں گے اور ہمارا دین سب دینوں پر غالب ہوگا لیکن اپنی جان کا خوف تھا خلیفہ صاحب کو اسواسطے رنج کرتے تھے اور اگر وقت نکلنے کے مکہ سے معلوم ہوتا کہ ہم ایسی بلا میں گرفتار ہو جائیں گے تو ہرگز ہمراہ حضرت کے نہ آتے امر سہل سمجھکر ہمراہ ہو لئے تھے اور اب مشکل پڑی اسواسطے رنج کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے خدا سے کہ اس بلا سے نکالے چنانچہ حافظ شیرازی لکھتے ہیں کہ ؎ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا ٭ کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلہا ٭ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی کچھہ پروا نہ تھی ابو بکر کو اور نہ حضرت کی جان کا کچھہ رنج تھا اسواسطے کہ ایسا تو بعد اسکے بارہا وقوع میں آیا ہے کہ ہزاروں کافروں میں رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کوئی راہ بھاگنے کی یہاں بھی پاتے تو یہاں سے بھی بھاگ جاتے کیا اسکو عشق اور محبت اور ایمانداری کہتے ہیں کہ اپنی جان کو رسولخدا صلعم کی جان پر مقدم جانکر حضرت کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ جانا اور غمگین جو ہوتے تھے تو اپنی جان کے واسطے ہوتے تھے نہ رسولخدا کے واسطے کہ دیکھئے آج بچتے ہیں یا نہیں کفار کے ہاتھہ سے اور یہ جو لکھا ہے کہ بلکہ محل خوشی تھا کہ انکے دشمن موافق عقیدہ شیعہ قابو میں آئے ہوئے تھے یہہ بھی ایک تہمت ہے اس شیخ نجدی کے شیعوں پر اسواسطے کہ شیعہ ہرگز یہہ نہیں کہتے کہ رسولخدا صلعم ابو بکر کے دشمن تھے اور ابو بکر انکو اپنا دشمن جانتے تھے اس لئے کفار کو خبر کر دیتے بلکہ ابو بکر تو ہمیشہ مطیع اور تابع حضرت کے رہے ہیں اور رسولخدا صلعم سے جو سنا کرتے تھے کہ ہمارا غلبہ سب ہو جائیگا اور اخبار کو حضرت کے رسٹ پاتے تھے تو امیدوار ریاست کے رہتے تھے کہ کسی پیچ سے بعد حضرت کی ریاست ہمارے ہاتھہ آئے اسی لئے حضرت کے روبرو نہایت خلوص اپنا ظاہر کرتے تھے اور حضرت کے مارے جانے میں ابو بکر کا کیا فائدہ تھا فائدہ تو انکا حضرت کی حیات کے ذریعہ سے تھا کہ بعد حضرت کے کسی حیلہ سے ریاست کے مالک ہو جائیں اسواسطے ہمیشہ حضرت کی اطاعت میں رہتے تھے مگر بعد وفات رسولخدا صلعم کے انکی اہل بیت سے انہوں نے البتہ بے مروتی کی اور حقوق انکے غصب کئے اسواسطے ابو بکر کو ہم اچھا نہیں جانتے اور طعن انپر کرتے ہیں اور دشمنی کی جہت سے تو نہیں لیکن از راہ جہالت کثرت رنج سے ہائے اور واے کرکے کفار کو اگر خبر کر دیتے تو کچھہ تعجب بھی نہ تھا اسواسطے کہ اگر خلیفہ صاحب حضرت کے دوست بھی تھے تو دوست نادان تھے اور آدمی نادان . ہم سانپ اور بچھو بہتر ہوتے ہیں اگر آدمی کے ہمراہ ہوں چنانچہ شیخ سعدی کے شعر میں اسی مقدمہ کی طرف اشارہ ہے ؎ ترا اژدہا گر بود یار غار ٭ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار ٭ سو ابو بکر حضرت کے دوست نادان تھے اور اندھے انصاف کے شیعہ نہیں ہیں بلکہ اہل سنت اندھے ہیں کہ جب انکو جواب نہیں آتا ہے تو شیعوں پر تہمتیں کرتے ہیں اور دروغ اور بے اصل مقدمہ کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں اور ثلثہ کے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور انصاف ہرگز نہیں کرتے ہیں سواسطے اگر انکھیں انصاف کی بکتی ہوں تو اہل سنت کے واسطے خرید کرنی چاہئیں اور خلیفہ اول نے رفاقت کیا کی تھی جس کا پاس کیا جائے بلکہ باوجود ممانعت کے گہر سے اپنے باہر چلے آئے اور حضرت نے رستہ میں کھڑا ہوا دیکھہ کر ہمراہ اپنے لیلیا اور پہلے سے حضرت نے ابو بکر سے یہہ نہیں کہدیا تھا کہ تو ہمراہ میرے غار میں چلنا اگر کوئی اور شخص مسلمانوں میں سے ملتا تو اسکو ہمراہ اپنے لے لیتے کہ مصلحت راز کے پوشیدہ رکھنے میں ہی تھی اور فائدہ حضرت کو ابو بکر کی رفاقت سے کیا ہوا بجز اسکے کہ کفار کے خوف سے باوجود ملاحظہ علامات حفاظت کے رنج کرنے لگے اور چاہتے تھے کہ اپنی نادانی کی حرکت سے زیادہ رنج کر کے جزع اور فزع اور ہائے اور واے واویلا کرنے لگیں جس سے کفار کو خبر ہو جائے اسواسطے حضرت نے منع کیا اور فرمایا کہ تو غم مت کر اور ابو بکر کو اسوقت بالکل اپنی جان کا خوف تھا کہ ہائے کیسے مفت مارے گئے اور رسول خدا صلعم کی تنہائی کا کچھہ افسوس اور غم نہ تھا اسواسطے کہ بعد اسکے کئی مرتبہ جناب رسول خدا صلعم کو

معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان کو سلامت لیگئی ہیں اور حضرت کو ہزاروں آدمیوں کے نرغہ میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئی ہیں اگر رنج تھا ابوبکر کو تو اپنی جان کا تھا اور منع کیا حضرت نے رنج کرنے سے تو اسواسطے کہ ایسا نہو کہ کثرت رنج سے حالت بیخودی میں ہائے ہائے کر کے کفار کو خبر کر دے **قال الشیخ الاشعری** اس جگہ بعضے ناانصاف یوں کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کو اسوقت اپنی جان کا ہراس تھا کچھ پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نتھا غور کرنے کی جگہ ہے اسبات کا یہ مطلب ہوا کہ خداوند کریم کو نعوذ باللہ عربی بولنی بھی نہیں آتی فصاحت و بلاغت تو درکنار اور یہ جو کلام اللہ کے اعجاز بلاغت کا شہرہ ہے یہ فقط یاروں کی گھڑی ہوئی بات ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو کچھ بھی عربی جانتے ہیں وہ بھی اتنی بات تو جانتے ہیں کہ عربی زبان میں حزن کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب یا تمنا کی فوت ہو جانیکے محل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں جان پر بنتی ہے اور وہ ڈر کا مقام ہوتا ہے خوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی کتاب عربی زبان کی فصیح اور بلاغت آمیز نہیں دیکھی جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے اور خداوند کریم نے پوچھا کہ موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے عرض کی کہ یہ میری لاٹھی ہے چلتے پھرتے اسپر سہارا رکھتا ہوں اور بکریوں کے لئے اس سے پتے جھاڑتا ہوں اور اسمیں اور بھی بہت سے فائدے ہیں ادھر سے حکم ہوا کہ اسے ڈالدیو انہوں نے جو ڈالا تو وہ ایک اژدہا تھی یہ الٹے پاؤں ایسے بھاگے مڑ کے بھی نہ دیکھا اسوقت خداوند کریم نے فرمایا اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ یعنی ادھر آ اور ڈر مت میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اس اژدہا سے اپنے تئیں جان کا اندیشہ ہوا تب بھاگے اسلئے خدا نے تسلی فرمائی کہ ڈر مت یوں نفرمایا لاتحزن یعنی رنجیدہ نہو اور اسیطرح جب انہوں نے ایک قبطی کو مار ڈالا اور فرعون کے لوگوں نے انکے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو یہ وہاں سے ڈر کے بھاگے اس موقع میں فرماتا ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یعنی نکلے وہاں سے موسیٰ ڈرتے ہوئے اور سوا اسکے اور بیسیوں جگہ خوف کا لفظ کلام اللہ میں موجود ہے جہاں کہیں ہے یہی معنی ہیں اور جہاں غم کا مقام دیکھا ہے وہاں حزن کا لفظ استعمال کیا ہے سو سورۂ یوسف میں جس موقع میں حضرت یعقوب غم فراق یوسف میں ہائے یوسف ہائے یوسف کہا کرتے تھے اور انہیں یاد کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے یوں کہا کہ تم یوسف کو یاد ہی کرتے کرتے مر جاؤ گے حضرت یعقوبؑ کی طرف سے یہ جواب منقول ہے اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ یعنی میں تو اپنے رب سے اپنی پریشانی اور اپنا غم کہتا ہوں بلکہ بہت سی آیات سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ حزن کے اور معنی ہیں اور خوف کے اور معنی ہیں ایک دوسرے کی جگہ نہیں بولا جا سکتا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا یعنی جب نیک مسلمان مرنے لگتے ہیں تو فرشتے رحمت کے انپر اترتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ نہ ڈرو تم اور نہ غمگین ہو اگر خوف اور حزن کے دونو کے ایک معنی ہوتے تو مکرر کہنے کی کیا ضرورت تھی صحیح یہی ہے کہ غم اور چیز ہے اور خوف اور چیز ہے خوف اسے کہتے ہیں کہ کچھ آگے کو اندیشہ ہو اور غم یہ ہے کہ بالفعل دل کی تمنا ہاتھ سے نکل جائے غم خوشی کے مقابلہ میں بولتے ہیں خوف اطمینان کے مقابلہ میں خوشی اور اطمینان اور غم اور خوف کے بیان کرنے میں مجھے یہ شرم آتی ہے کہ کوئی کیا کہیگا یہ کونسی مشکل باتیں ہیں جنہیں کوئی نہ سمجھتا ہو پر کیا کیجے ایسے ناانصافوں سے پالا پڑا ہے کہ شاید اب بھی انکی سمجھ میں آئے لہذا اتنا اور کہنا پڑا کہ جب کوئی کسیکا مر جاتا ہے تو اسپر جو حالت پیش آتی ہے اسے غم تو کہتے ہیں پر خوف اور ڈر کوئی نادان بھی نہیں کہتا ہاں مرنے سے پہلے جس موقع میں موت کا اندیشہ ہوتا ہے اس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں پر رنج کوئی نہیں کہتا اگر کسیکا لڑکا کسی دیوار پر چڑھ جائے اور وہاں سے اندیشہ گر مر جانیکا ہو تو اس اندیشہ کو البتہ خوف کہتے ہیں لیکن کوئی نادان بھی اسے غم نہیں کہتا القصہ غم مصیبت کے وقت جو حالت ہوتی ہے اسے کہتے ہیں اور خوف مصیبت کی آمد آمد کیفیت کا نام ہے ایک کو دوسرے سے کچھ لگاؤ نہیں جو حضرات شیعہ ہٹ دھرمی کر کے لاتحزن کے معنے لاتخف کہیں **اقول** آدمی پہلے دوسرے آدمی کے مطلب کو سمجھ لے تب اس سے ارادہ گفتگو کا کرے اور خوف اور حزن کی جو ایک تفصیل کو بیان کر کے طول دیا ہے اور خوف اور حزن میں فرق نکالتا چلا گیا ہے اس سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور خوف اور حزن کو نہیں جانتا ہے اور وہ کونسا شیعہ ہے کہ جس نے حزن کو خوف کے معنی میں لکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ حزن کے معنی ہراس اور ڈرنے کے ہیں تو کوئی بھی نہیں کہتا ہے تو اپنی طرف سے بنا کر لکھتا ہے مگر تفسیر لاتحزن کی لاتخف البتہ بعضوں نے کی ہے کہ مراد لاتحزن سے لاتخف ہے اسواسطے کہ باعث حزن کا تو وہ ہی خوف کفار تھا اور سوائے خوف کفار کے اور کوئی سبب حزن کا نتھا سوا ابوبکر کا نہ تو اسوقت باپ مرا تھا اور نہ انکی مادر گرامی نے وفات پائی تھی کہ اسکا رنج کرتے یہاں تو وہ ہی خوف کفار باعث حزن تھا اسواسطے تفسیر لاتحزن کی لاتخف کی ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کا جملہ اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ ابوبکر کو خوف کفار جو بہت تھا کہ ایسا نہو کہ ہماری انکو خبر ہو جائے اور ہمکو یہ قتل کر ڈالیں تو اس جہت سے اپنی جان کا رنج کرتے تھے حضرت نے فرمایا کہ تو مت رنج کر خوف کفار سے کہ خدا تعالی ہمارے ہمراہ ہے ہمکو انکے ظلم سے محفوظ رکھیگا کہ وہ ہمارا نگہبان ہے اور لاتحزن کا لفظ لاتخف کے قائم مقام نہ سہی بلکہ وہ رنج اور غم ہی کے معنی میں مستعمل ہو ہمارا مطلب تو اس سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے لیکن خوف کو رنج لازم ہے اگر کسی شے سے خوف ہوگا تو اس سے رنج بھی عارض ہوگا کہ دیکھیے اس سے نجات ہوتی ہے یا نہیں اسواسطے خوف کی جگہ کہ جو سبب حزن کا ہے لفظ حزن کا کہ جو مسبب ہے مذکور ہو جاتا ہے اور اس طرح سے کلام عرب میں بہت آیا ہے اور اگر لاتخف کی جگہ لاتحزن کو نہ کہیں بلکہ حزن کو رنج اور غم ہی کے معنے میں استعمال کریں تو بھی تمکو اس سے کیا فائدہ ہے اور وہ تمہارا کونسا مطلب ہے کہ جو لاتخف کہنے سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور حزن و ملال

یعنی اس سے ثابت ہوتا ہی اور ہمارا جو کچھ مطلب تھا ہمنے تو لاتحزن کے لفظ سے رنج اور غم ہی مراد لیکر ثابت کردیا ہی اور تو نے جو اسقدر طول دیا ہی خوف اور حزن کے بیان میں اور دونو کے معنی
میں فرق بیان کیا ہی اسکا کون منکر ہی اور شیعہ لاتحزن کو لاتخف کے معنی میں نہیں کہتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ لاتخف کی جگہ لاتحزن مذکور ہوا ہی کہ حزن مسبب اسکا ہی اور خوف
سبب اسکا ہی اور لاتخف و لاتحزن اور لاتخافوا و لاتحزنوا کے فرمانے سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ خوف اور حزن دونوں بولے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر ایک طرح وہ
بھی سچے ہیں انکے یہاں تو قاعدہ کلیہ ہے کہ اُلٹے معنی سمجھتے ہیں مولوی عمار علی صاحب نے ناحق کے معنی حق سمجھے چنانچہ بیان اُسکا گزر چکا اور تمام شیعوں نے محافظوں کا
نام حجر رکھا علی ہذا القیاس اگر یہاں بھی وہ ایسا کریں تو سنیوں کو کیا شکایت ہے بلکہ خوش ہونیکی جگہ ہی کیونکہ اصل مطلب میں تو شریک ہے انکی لفظوں اور اصطلاح ہی کا فرق رہا تو
کیا بڑی بات ہے ۵ ہر یکے را اصطلاحے دادہ ایم حاصل تمہارے انکے اختلاف کا یہ نکلا حق کا نام انکی اصطلاح میں ناحق ہی اور محافظ کا نام انکی اصطلاح میں حجر اور حزن کا
نام انکے نزدیک خوف ہے مگر جیسے کوئی انگریز یا بنیا مسلمانوں کی محفل میں کسیکو کسی کی نسبت بابا کہتے ہوئی سنتا ہی تو اپنی اصطلاح کے موافق اُسوقت انگریز بیٹی کے معنی اور بنیا
دادا کے معنی سمجھتا ہی ایسے ہی حضرات شیعہ اس لاتحزن کو معنی لاتخف کے سمجھ گئے تو انکا کچھ قصور نہیں سنیونکو لازم ہی کہ انکی اصطلاح کے موافق اُنسے باتیں کریں آخر حدیث میں
بھی تو یہ مضمون ہی کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم یعنی لوگوں سے انکے فہم و عقل کے موافق گفتگو کیا کرو اور اگر باس خاطر شیعہ لاتحزن کو ہم معنی لاتخف ہی سمجھیں تب بھی ہمارا چندان
نقصان نہیں ہمارا اُدھر بھی بیکھا ہی اسلئے کہ اس صورت میں یہ معنی ہونگی کہ اسے ابوبکر مت ڈر سو ظاہر ہی کہ ابوبکر خوفناک ہونگے اور اُنکو اپنی جان کا کھٹکا ہوگا تو اسی سبب سے ہوگا
کہ کفار کو اُنکے ساتھ دشمنی ہوگی اور وہ دشمنی بھی بوجہ اسلام اور ایمان ہوگی نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے کیا معنی **اقول** جس شخص نے کہ لاتحزن کی تفسیر میں
لاتخف لکھا ہی اور تو نے اسپر اعتراض کیا ہی اسکا جواب تو ہم پہلے اس سے دے چکے ہیں اور اب تیرے اس قول کا جواب یا جاتا ہی کہ ہم تو ہرگز اُلٹے معنی نہیں سمجھتے ہیں اور حقیقت
میں اگر اُلٹے معنی سمجھتے ہو تو تم ہی سمجھتے ہو اور یہی قاعدہ کلیہ تمہارے مذہب کا ہی کہ تم اُلٹے سمجھتے ہو اسواسطے کہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے انما المشرکون نجس اور تمہارا
امام ابو حنیفہ کوفی کہتا ہی کہ مشرکین طاہر ہیں اور اُسکی پیروی سے تم سبکا یہی مذہب ہے کہ مشرکین طاہر ہیں اور انکا جھوٹا بھی پاک ہے اور مؤمنین کہ جو طاہر ہیں انکے بدن سے ٹپکے
ہوئے پانی کو حالت وضو اور غسل میں تمہارا امام نجس جانتا ہی اسکو کہتے ہیں اُلٹا قاعدہ کلیہ کہ ناپاک کو پاک جاننا اور پاک کو ناپاک جاننا اور مولوی صاحب ہمارے ناحق کے
معنی ہرگز حق نہیں سمجھتے ہیں یہ بھی تمہارے ہی بزرگوں کا کام ہی کہ حق کو ناحق سمجھتے ہیں اور ناحق کو حق سمجھتے ہیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا
علی مع الحق والحق مع علی تمنے علی کو جو حق تھا اُسکو ناحق سمجھا اور اُسکی جگہ اس شخص کو کہ جو ناحق تھا باعتبار علم اور شجاعت اور سخاوت اور عبادت وغیرہ سب اوصاف
حمیدہ کے اسکو مقرر اور قائم کیا اور نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث قول ناحق ابوبکر کا جو ہی اسکو تم حق سمجھے جو کہ خلاف قرآن کے ہے اور محافظوں کو تو شیعہ ہرگز حجر نہیں کہتے ہیں
البتہ حجر ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے کلام اللہ جلوائے اور قرآن کو جمع کیا تو سورتیں اور آتیں اسمیں سے نکال ڈالیں اور حق کا نام ناحق اہل سنت ہی کی اصطلاح میں ہے
کہ اولاد رسول مقبول کو جو کہ حق تھی ناحق سمجھکر مروا ڈالا اور حجر انکی ہی اصطلاح میں محافظ ہی اور نجاست کا نام انکے نزدیک طہارت ہے مگر جیسے کوئی انگریز یا بنیا مسلمانوں کی محفل
میں کسیکو کسی کی نسبت بابا کہتے ہوئے سنتا ہی تو اپنی اصطلاح کے موافق اُسوقت انگریز بیٹی کے معنی اور بنیا دادا کے معنی سمجھتا ہی ایسے ہی حضرات اہل سنت نے اگر نجاست کے معنی
طہارت کے سمجھ لئے تو انکا کچھ قصور نہیں ہے شیعوں کو لازم ہی کہ انکی اصطلاح کے موافق اُنسے باتیں کریں آخر حدیث میں بھی تو یہ مضمون ہے کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم
یعنی لوگوں سے انکی عقل و فہم کے موافق گفتگو کیا کرو اور ہم یہ نہیں کہتے کہ لاتحزن کو تم لاتخف کے معنی میں کہو بلکہ جو معنی کہ لاتحزن کے باعتبار لغت کے ہیں اُسمیں اُسکا
استعمال رکھو لیکن فضیلت ابوبکر اس سے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی اور ابوبکر خوفناک تھے اور اُنکو اپنی جان کا کھٹکا تھا تو وہ البتہ اسی جہت سے تھا کہ کفار کو بوجہ اسلام
اُنسے دشمنی تھی لیکن یہ دشمنی انکی ابوبکر کو کچھ فائدہ نہیں بخشتی جسوقت کہ بعد اسکے ابوبکر سے افعال ناشائستہ صادر ہوئے ہوں اور دشمنی بوجہ اسلام تو کفار کو
سب مسلمانوں سے تھی کچھ خصوصیت ابوبکر کی نہیں ہے اور فائدہ اس دشمنی سے ابوبکر کو کیا ہے جسوقت اور افعال موجب بطالت ہوئے ہوں اگر ایسا ہی ہی کہ دشمنی کفار کی بوجہ
اسلام مسلمان کے ساتھ واسطے نجات کے کافی ہوجاوے اور اُس مسلمان کے اور افعال بد پر نظر نہو تو چاہئے کہ ابن ملجم اور یزید اور عمر سعد اور شمر کہ اُنسے بھی کفار بوجہ اسلام دشمنی رکھتی تھی
بھی ناجی ہوجائیں اور انکی نجات کے لئے یہ دشمنی اُنکی کافی ہو اور انکے افعال پر نظر نہو **قال الشیخ الاشعری** اور وہ بھی پھر اسقدر کہ خدا ہمارے ساتھ ہی خدا تو مسلمانوں کی مدد
اور حمایت کرتا ہی ان اللہ مع المؤمنین ان اللہ مع المتقین ان اللہ مع المحسنین اور اس قسم کے کلمات سے کلام اللہ بھرا ہوا ہی سبکا ماحصل یہی ہی کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے مؤمنوں
کے متقیوں کے اچھے کاموں کے کرنیوالوں کے ساتھ ہی کہیں اول سے آخر تک کلام اللہ میں نہیں کہ اللہ کافروں کے مرتدوں کے منافقوں کے ساتھ ہی اور کوئی کہی کہ اللہ تو سب کے ساتھ ہی مؤمن ہو
یا کافر کلام اللہ میں موجود ہی ان اللہ بکل شیء محیط یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہی جب ہر چیز کو محیط ہوا تو ہر چیز کے ساتھ بھی ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ساتھ ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو

ہی اکٹھے مکان میں رہنا اسمیں فقط تن بدن کا ساتھہ ہوتا ہی اگرچہ دلوں میں فرق ہو اس قسم کی ہمراہی تو طوطی اور زاغ کی سی ہے دوسرے دلوں سے ساتھہ رہنا جیسے کوئی بادشاہ کسی بیکس کو جسکے سب دشمن ہوں یوں کہے کہ تو اندیشہ نکر ہم تیرے ساتھہ ہیں اسکے یہہ معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں تیرا خیال ہی دل میں تیرا دہیان رہے گا ہم تیری حمایت پر ہیں اس صورت میں کچھہ لازم نہیں کہ بادشاہ اور وہ ایک مکان میں ہوں تو وہ اسکے ساتھہ ہو نہیں تو نہیں ہاں البتہ تا مقدور امداد اور اعانت چاہئے سو جہاں کہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ یا اسی طرح اور کچھہ آیا ہی تو اس سی دوسرے معنی مراد ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں نہیں تو ہمیں متقیوں ہی کی کیا تعریف نکلی اور انہیں کی کیا تسلی ہوگی سو خاص کر اس آیت میں تو محض تسلی ہی کے لئے یہہ کہا گیا ہے اور اوپر سے مددگاری ہی کا بیان ہی باقی کوئی یہہ شبہہ کرے کہ اوپر سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنیکا بیان ہی ابوبکر صدیق کے مدد تو نہیں سو اسکا جواب یہہ ہی کہ اتنی بات تو یاری بلکہ جولاہی کی بونڈیاں بہی جانتے ہیں کہ غلام کی اہانت اور اسکی رسوائی نہ میاں ہی کے رسوائی کہے جاتی ہے انگریزوں کی رعیت کو اور ملازموں کو اگر انکے غنیم ستاتے ہیں تو انہیں کیوں ستاتے معلوم ہوتا ہے کہ فوج کشی کرتے ہیں اور ہزاروں آدمیوں کا خون کراتے ہیں معہذا ہمنے غدر کے ایام میں دیکھا ہی کہ جس نے تحصیلدار یا پولس دار کو بچا لیا تہا وہ خیرخواہ سرکار گنا جاتا تہا تو ابوبکر صدیق کی مددگاری ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مددگاری ہی **اقول** خدا تعالی نے جو قرآن شریف میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یہ معیتیں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان معیتوں میں فرق ہی جس جگہ کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ وہاں مراد یہ ہی کہ خدا انسے راضی ہے اور انکے افعال کو پسند کرتا ہے اور جس جگہہ کہ فرمایا ہی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وہاں مراد یہہ ہی کہ واسطے نصرت کے ہمراہ مومنین کے ہے چنانچہ جنگ بدر کے قصہ میں فرمایا ہی وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور غار میں جو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا وہاں حفاظت خدا مراد ہی جیسے کہ قرینہ بہی خوف اور حزن کا اسی پر دلالت کرتا ہی اور حفاظت خدا جیسے کہ مومنین کے واسطے ہوتی ہے ایسی ہی کفار کے واسطے ہوتی ہی کہ انکے جہازوں کو بلا کی آفتوں سے اور انکے قافلوں کو صحرا کے درندوں سے خدا تعالی ہی محفوظ رکھتا ہی اسمیں کچھہ فضیلت نہیں ہے اور غار میں تو خدا تعالی کو حفاظت رسول خدا صلعم کی منظور تھی کہ کفار حضرت کے درپے تھے اور ارادہ حضرت کے قتل کا رکھتے تھے اور ابوبکر کے درپے کون تھا کہ حفاظت انکی منظور ہوتی مکہ میں جو مسلمان اسوقت باقی رہگئے تھے کسی نے انکو کچھہ بھی نہ کہا نہ مارا نہ قتل کیا اور اگر کفار کو خبر ہو جاتی کہ رسول خدا صلعم مع ابوبکر غار میں بیٹھے ہیں تو وہ لوگ جناب رسول خدا صلعم کو تو آزار پہنچاتے اور ابوبکر کو کوئی کچھہ نہ کہتا چنانچہ حضرت علی رسول خدا صلعم کے بستر پر مقیم رہے تمام شب اور علی الصباح کفار حضرت کی تلاش میں حضرت کی دولتسرا میں درانہ چلے آئے تو حضرت علی تلوار لیکر انکے سامنے ہوگئے اور کہا کہ تم کسواسطے آئے ہو انہوں نے کہا کہ تجہسے تو ہمکو کچھہ مطلب نہیں ہی اور رسول خدا کو انہوں نے پوچھا کہ محمد کہاں ہی تو حضرت علی نے فرمایا کہ جہاں اسکا خدا اسکو لیگیا ہے وہاں ہے اور حضرت علی سی کچھہ تعرض نکیا کہ تو انکے بستر پر موجود ہی بتا کہ وہ کہاں گیا ہے ایسے ہی وہ ابوبکر کے خواہاں نتھے اور ابوبکر اسوقت اپنی نادانی اور عدم وقوف کی جہت سے جو انکے خوف سے رنج کرنے لگے تو حضرت نے انکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ تو رنج مت کر اپنی جان کا انکو خوف ہے کہ خدا تعالی ہمارے ہمراہ ہے کہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہی وہ ہمکو انکے شر سے محفوظ رکھیگا اسواسطے حضرت نے ابوبکر کی تسلی کے واسطے معنا کا لفظ فرمایا ہے ورمعی نفرمایا ورنہ خدا تعالی کو حفاظت رسول خدا صلعم ہی کی منظور تہی نہ ابوبکر کی اور رسول خدا صلعم کی حفاظت کے لئے فرمایا کہ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اور حضرت کی حفاظت کے لئے غار پر فرشتے بہیجے اور اگر ابوبکر کی حفاظت ملحوظ ہوتی تو خدا تعالی فرماتا کہ وَاَيَّدَهُمَا بِجُنُوْدٍ الغرض یہاں خدا کی ہمراہ ہونے سے مراد حفاظت خدا کی ہی گو رسول خدا صلعم کے واسطے اصالتًہ ہی اور ابوبکر کے واسطے تبعًا لیکن حفاظت خدا کی علی العموم سب بندوں کے واسطے ہوتی ہی مومن کے واسطے ہی اور کبھی ضمیر متکلم مع الغیر کے ایک شخص کے واسطے بہی آتی ہی چنانچہ قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلعم کو حکم ہوا کہ تو کفار سے کہہ کہ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ اور اگر جناب رسول خدا صلعم ضمیر بیننا و لنا میں مع سب مسلمانوں کے مراد ہیں تو ان اللہ معنا میں بہی مع کل مسلمانوں کی مراد ہونگی کہ سب مومنین کے ہمراہ خدا ہے اور خصوصیت کسیکی باقی نرہے گی اور بعضی روایت میں آیا ہی کہ ابوبکر نے رسول خدا صلعم سے عرض کی کہ علی آپکے بستر پر تنہا ہے مجھکو اسکی طرف سے بہت رنج ہے جناب رسول خدا صلعم نے سنکر فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے مت رنج کر تو کہ تحقیق خدا ہمراہ ہمارے ہے یعنی ہمراہ میرے اور علی کے اور یہ معنی بہت درست ہیں اور یہ کہنا کہ خدا اچہوں کے ہمراہ ہے اور بروں کے ہمراہ نہیں ہی یہ بالکل غلط ہی اور جو کوئی کہے کہ بروں کے ہمراہ خدا نہیں ہی وہ منکر قرآن ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور فرماتا ہے کہ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ لیکن مراد معیت سی کسی جگہہ تو کچھہ ہوتی ہی اور کسی جگہہ کچھہ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا میں سوا حفاظت کے اور کچھہ مناسب نہیں ہی اور حفاظت عام ہے کہ مومن اور کافر کے دونوں کے واسطے ہوتی ہے اور خدا تعالی نے گو قرآن میں یہ نہیں فرمایا ہے

کہ اللہ کافروں اور مرتدوں کے ہمراہ ہی لیکن عموماتِ قرآنیہ سے اُسکا ہمراہ ہونا کفار اور مرتدین کے بھی ثابت ہے اور اہل سنت کا مذہب ہی کہ خیر اور شر دونو خدا کی طرف سے ہیں
کہ خالق دونو کا وہی ہے اور حال یہ ہی کہ قرآن میں بِیَدِکَ الْخَیْرُ تو موجود ہی اور بِیَدِکَ الشَّرُّ کہیں نہیں ہے جو اسکا جواب ہے وہی اُسکا جواب ہے اور خدا تعالی کی ہمراہی
اس طرح کی نہیں ہوتی ہی جیسے کہ بیان کیا ہی اس شیخ نجدی نے کہ ایک تو مکان میں تن بدن ساتھ ہوتا ہی اور دوسرے یہ کہ دلوں سے ساتھ رہنا بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ اُسکا
علم وقدرت ہر انسان مؤمن وکافر سے تعلق رکھتا ہی اور رسول خدا صلعم نے جو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تو مراد اُس سے یہ ہی کہ خدا تعالی ہمارے احوال کا عالم ہی اپنی قدرت سے وہ ہمکو محفوظ رکھیگا
سو خدا تعالی نے دونو کو محفوظ رکھا حضرت کو اصالۃً اور ابوبکر کو تبعاً اگرچہ ابوبکر کے درپے کوئی نتھا اور خدا تعالی نے ابوبکر کو یہ نہیں فرمایا ہی کہ تو اندیشہ نکر ہم تیرے ساتھ ہیں
اور نہیں تیرا خیال ہی بلکہ جنابِ رسولِ خدا صلعم کا قول نقل کردیا ہی جو کہ ابوبکر کی تسلی کے لیے حضرت نے فرمایا تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور خدا تعالی نے ابوبکر کی تو کسی جگہ مدد
اور اعانت نہیں کی ہی اور اگر خدا تعالی ابوبکر کا معین اور ناصر ہوتا تو جنگِ خیبر اور اُحد اور حُنین میں کیکا ہیکو بھاگتے اور اکثر جہادوں میں سے بھاگے ہیں اور خدا تعالی فرماتا
ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر مؤمنین میں سے نتھے اور اگر مؤمنین میں سے ہوتے تو خدا اُنکے ہمراہ ہوتا اور اُنکی مدد کرتا کہ بھاگتے نہیں [illegible] زمین کوئی راہ بھاگنے
کی نہیں ملی ورنہ وہاں سے بھی بھاگتے اور اگر ابوبکر کی حفاظت کے واسطے خدا ابوبکر کے ہمراہ ہوا تو اسمیں کیا بزرگی ہی کہ حفاظت تو خدا تعالی کفار کی بھی کرتا ہی اور تسلی کا ذکر ہم اوپر کرچکے
اور نصرت بیشک رسولِ خدا صلعم ہی کی ملحوظ ہی نہ ابوبکر کی اور اگر ابوبکر کی نصرت منظور ہوتی تو باوجود معیتِ خدا جہادوں میں سے بھاگتے نہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے ہمراہ تو خدا تعالی نصرت کے
واسطے تھا اور ابوبکر کے ہمراہ ہونا خدا کا ایسا تھا جیسا کہ مؤمن اور کافر کے کل آدمیوں کے ہمراہ ہوتا ہی اور حضرت ہی کی نصرت چاہیے بھی تھی کہ کفار حضرت کی آزار رسانی
کے درپے تھے اور ابوبکر کا تو کوئی بھی خواہاں نتھا تاکہ اُسکی نصرت پر نظر ہوتی جیسے کہ اور مسلمان مکہ میں تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں تھا ایسے ہی ابوبکر غار میں تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں
نتھا اور ابوبکر جو اُن کفار کو دیکھکر اُنکی خوف سے رنج کرنے لگے اپنی نادانی کی جہت سے تو اسواسطے رسول خدا صلعم نے اُنکی تسلی کی اور اُس رنج سے بند کرنیکے واسطے کہ ایسا نہو کہ کثرت
رنج سے ہاے ہاے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہو جاے ابوبکر کی تسلی کے واسطے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا اسمیں فضیلت ابوبکر کی کیا ہوئی اور ہم نے تسلیم کیا کہ غلام کی اہانت اور ضرب میں
اُسکے آقا کی رسوائی شمار کی جاتی ہی اور انگریزوں کی رعیت کو جو کوئی غنیم ستاتا ہی تو انگریز اُسپر فوج کشی کرتے ہیں اور جسنے تحصیلدار ... پولیس افسر کو بچایا وہ خیرخواہ گنا جاتا تھا
سب صحیح ہی لیکن یہاں تو وہ بات ہی نہیں ہے اور نہ کوئی غلام کی آزار کا خواہاں ہی اُسکو تو کوئی کچھ کہتا ہی نہیں ہے یہاں تو کفار آقا ہی کی تکلیف کے درپے ہیں غلام کی تکلیف کے پھر
نصرت غلام کی کیونکر متصور ہو اور ابوبکر کی نصرت کہیں واقع ہوئی تھی تاکہ اُسکی نصرت رسول خدا صلعم کی نصرت ٹھیری ابوبکر کی نصرت پر تو ابتداءً نظر ہی نہیں ہے کہ ابوبکر ایک شخص
اجنبی محض اور بے تعلق تھا کہ ہمراہ رسول خدا صلعم کے ہولیا تھا اور ابوبکر کی نصرت کا قرآن میں تخصیص کہیں ذکر نہیں ہے اور یہاں ابتداءً رسول خدا صلعم ہی کی نصرت
کا ذکر چلا آتا ہی نہ ابوبکر کی نصرت کا کہ اُسکے آزار کا کون خواہاں تھا کہ اُسکی نصرت بھی ملحوظ ہوتی اور ابوبکر کی اہانت وضرب اگر رسول خدا صلعم کی رسوائی کا موجب ہوتی تو مکہ معظمہ
میں جسوقت عتبہ بن ربیعہ نے ابوبکر کے منہ پر جوتیاں ماری تھیں اسقدر کہ ابوبکر کا منہ سوجکر ناک اُنکی رخساروں کے برابر ہوگئی تھی چنانچہ معارج النبوت وغیرہ میں لکھا ہی تو اسوقت
تو ابوبکر کی نصرت کا لحاظ ہوا ہی نہیں کہ اُسکی ضرب موجب رسوائی رسول خدا صلعم تھا اور یہاں تو ابوبکر سے کچھ واسطہ ہی نہیں ہے نصرت کرنیکا **قال الشیخ الاشعری** اسلئے
ہمارے سناتے وقت یوں فرمایا فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰہُ اور مدد کے وقت دونو ہی کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو جو خدا کی مدد کی اطلاع کی تو یوں کی
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی خداوند کریم خبر رسانی میں اُس قصہ کے تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر فرماتے ہیں اور یوں کہتے ہیں فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰہُ یعنی اللہ نے اپنے پیغمبر کی فلانے
وقت مدد کی اور جسوقت مدد کی تو دونو کی مدد کی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد کی اطلاع کی تو یوں کی اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی اللہ تعالے
ہم دونو کے ساتھ ہی اور چونکہ ایک لفظ مَعَنَا سے دونو کی مددگاری کا بیان فرمایا اور دو لفظ نہ کہے یعنی مَعِی و مَعَکَ نفرمایا جسکے یہ معنی ہوتے کہ خدا میرے بھی ساتھ ہی اور تیرے بھی ساتھ
ہے تو اس سے اور بھی واضح ہوگیا کہ جس طرح سے خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اُسی طرح حضرت صدیق اکبر کے ساتھ تھا تو اسمیں تو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی بناچاری
ہمارے شریک ہونگے کہ خداوند کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امداد اور عنایت اور محبت اور اعانت سے تھا تو حضرت صدیق کے ساتھ بھی اسی انداز سے سمجھنا چاہیے
بمعہذا لفظ ثانی اثنین جسکا یہ مطلب ہے کہ پیغمبر خدا اُسوقت اکیلے نتھے بلکہ اُنکے ساتھ ایک اور بھی تھا یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ضمیر مفعول نَصَرَهُ سے حال واقع ہوا ہی اور اس صورت
میں یہ لفظ بھی بآواز بلند یہی کہی ہی کہ حضرت صدیق بھی مددگاری خداوندی میں شریک ہیں اور اگر شیعہ یوں کہنے لگیں کہ یہ لفظ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کے ساتھ مربوط ہی اور اُسکی ضمیر
مفعول سے حال واقع ہوا ہی اور یہ مطلب ہے کہ جسوقت کفار نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے نکالا تھا اُسوقت وہ اکیلے نتھے اُنکے ساتھ ایک اُنکا رفیق بھی تھا اور اُسکو
نصرت سے کچھ تعلق نہیں نصرت سے تعلق جب ہو کہ اس لفظ کو لفظ نَصَرَهُ اللّٰہُ سے علاقہ ہو تو اس تقدیر پر ہماری طرف سے یہی جواب ہے ـ شکر بدہانِ تو خشم ار دوشن ازل ماستادگر

یہ مطلب ہو تو ہماری عین تمنا ہے کیونکہ اتنا تو شیعوں کو معلوم ہوا کہ کفار کو جیسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی ویسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی **اقول** ابوبکر کی خدا تعالیٰ نے ہرگز نصرت نہیں کی صرف رسول خدا صلعم کی نصرت کی تھی جیسے کہ دلالت کرتی ہے آیہ پر ضمیر مفعول کی کہ جو واحد کر کی ضمیر نصرہ اللہ میں ہے اور ابوبکر کی نصرت کرنے کی وجہ کیا ہے نصرت تو اس شخص کی کی جاتی ہے کہ جسکے درپے کوئی ہو واسطے ایذا رسانی کے سو جناب رسول خدا صلعم کے قتل کی فکر میں کفار تھے اسواسطے خدا تعالیٰ نے انکی نصرت کی اور ابوبکر کے تو کوئی درپے آزار ہی نہ تھا تاکہ انکی نصرت کی جاتی اور ہم اوپر کے قول میں مفصل بیان کر چکے کہ خدا تعالیٰ نے کسی مقام میں ابوبکر کی نصرت نہیں کی ہے کہ وہ ہمیشہ جہادوں میں سے بھاگتے رہے ہیں باوجودیکہ خدا واسطے نصرت کے ہمراہ مومنین کے تھا ہی چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر مومنین میں سے نہ تھے اور ابوبکر کی خلافت میں جو فتح ہوتی تھی تو سبب اسکا یہ تھا کہ وہ مجاہدین کے ہمراہ نہوتے تھے اور اگر خود بھی ہوتے تو ہرگز فتح نصیب مسلمانوں کے نہوتی اور خدا تعالیٰ نے اس مقام میں کسی طرح سے ابوبکر کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کوئی ضمیر ابوبکر کی طرف راجع ہے اور جملہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جو قرآن میں ہے یہ قول رسول خدا صلعم کا ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے نقل کر دیا ہے اور لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر جو خوف کفار سے رنج کرتے تھے تو رسول خدا صلعم نے انکی تسلی کے واسطے اپنے میں شریک کر کے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی خدا تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے حفاظت کیلیے وہ ہمکو انکی شر سے محفوظ رکھیگا اور درپے ابوبکر کے تو کوئی نتھا اور نہ انکی تلاش تھی کسیکو کہ خدا تعالیٰ انکی نصرت کر کے انکو بچا لیتا اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اسواسطے نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے مدد کی دونو کی بلکہ ابوبکر کی تسلی کی اور اُسکے دفع جزع فزع کے واسطے ہے کہ ایسا نہو کہ کثرت رنج سے بے خود ہو کر ہائے ہائے کرنے لگیں اور کفار کو ہماری اطلاع ہو جائے اور نصرت خدا کی دو جگہ مذکور ہے ایک تو فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ میں اور دوسری وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ میں اور اگر خدا تعالیٰ نے ابوبکر کی بھی نصرت کی ہوتی تو وایدہما فرماتا اور جسوقت کہ واحد ہی کی ضمیر آئی تو معلوم ہوا کہ رسول خدا صلعم ہی کی نصرت کی نہ ابوبکر کی اور آیت بھی تو اسی پر دلالت کرتی ہے کہ صرف اور تنہا رسول خدا ہی کی نصرت کی ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرے حبیب کی نصرت نکروگے تو خدا اُسکی نصرت کریگا جیسے کہ پہلے اسکی نصرت کی ہے جسوقت کفار نے اسکو نکال دیا تھا اور ابوبکر کی نصرت کی کوئی وجہ بھی تو نہ تھی کہ انکی تو کوئی درپے آزار ہی نہ تھا کیسے کیسے تکلف سے اہل سنت ابوبکر کے واسطے فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ جسکا کوئی سر ہے نہ پاؤں ہیں اور حضرت نے مَعَنَا فرمایا اور معی اور معک نفرمایا اسواسطے کہ حقیقت میں تو خدا تعالیٰ رسول خدا صلعم کی حفاظت کے واسطے ہمراہ ہے اور ابوبکر کو شریک اپنے حضرت نے کر لیا۔ تو وہ انکی تسلی کے واسطے ورنہ انکو تو کسی طرح کا کھٹکا ہی نتھا اور معنا فرمانا مقام معی معک کے عین محاورہ عرب کا ہے اگر ابوبکر کی جگہ کوئی اور کافر مشرک ہوتا تو وہ حضرت ایسا ہی فرماتے اسمیں کوئی بزرگی کی بات نہیں ہے اور نہ ہمراہی خدا کی دونو کے ساتھ یکساں ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ایسا ہی ابوبکر کو سمجھنا چاہیے اور معی معک جو فرماتا تو معلوم ہوتا کہ باعتبار حقیقت کے دونو کی حفاظت کے واسطے خدا ہے اور معک کے لفظ سے ابوبکر کے ہمراہ ہونا واسطے حفاظت کے بتصریح اور حقیقۃً معلوم ہوتا اور ایسا ہرگز نہیں ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے اور خدا تعالیٰ کا ابوبکر کے ہمراہ ہونا مثل ہمراہ ہونے رسول خدا کے کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلعم کی تو خدا تعالیٰ کو حفاظت ملحوظ تھی کہ کفار انکے قتل کے درپے تھے اور ابوبکر کا قتل کرنا کون چاہتا تھا اور ہم کہہ چکے کہ معنا جو حضرت نے ابوبکر سے فرمایا محض انکی تسلی کے کے لیے اور حفاظت کی احتیاج ابوبکر کو ہرگز نتھی اور شیعہ اس مقدمہ میں ہرگز شریک اہل سنت کے نہیں ہیں کہ اہل سنت تو ابوبکر کی فضیلت کے واسطے اسمیں تکلفات اور تاویلیں پیدا کرتے ہیں اور شیعہ جو امر کہ واقعی ہے اسکو بیان کرتے ہیں اور اعانت اور عیانت خدا کی اُسوقت جو کچھ کہ تھی اُسوقت رسول خدا صلعم کے واسطے تھی کہ لوگ انکی گرفتاری کی فکر میں تھے اور ابوبکر کا کون خواہاں تھا کہ خدا تعالیٰ کو انکی بھی اعانت ملحوظ ہوتی اور ثَانِیَ اثْنَیْنِ سیاق عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ میں جو ضمیر مفعول کی ہے اُس سے حال واقع ہوا ہے اور اگر تم بپاس خاطر ابوبکر قرآن میں تحریف کرو اور لَا تَنْصُرُوْہُ کی ضمیر مفعول سے حال ڈالو تو اختیار ہے اور اگر اس سے حال ڈالو تو بھی تمہارا مطلب ثابت نہیں ہوتا ہے اور نصرت صرف رسول خدا صلعم ہی کے واسطے ظاہر ہوتی ہے نہ ابوبکر کے واسطے بھی اسواسطے کہ ثانی اثنین وہ تھے ایک شخص رسول خدا صلعم ہیں ابوبکر اسمیں کہاں سے دھنس گئے معلوم نہیں ابوبکر کے واسطے کہاں سے کہتا ہے کہ حضرت صدیق بھی مددگاری خداوندی میں شریک ہیں اور اگر فقد نصرہ اللہ کی ضمیر مفعول سے حال ڈالیں تب بھی وہ رسول خدا صلعم تنہا منصور ثابت ہوتے ہیں نہ ابوبکر لیکن بظاہر اسکے بھی متعلق نہیں ہے بلکہ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کے تحت میں جو واقع ہوا ہے اُسی کی ضمیر مفعول سے حال واقع ہوگا اور بیوجہ اور بخلاف سیاق کلام کوئی لا تنصروہ یا فقد نصرہ اللہ کی ضمیر سے کوئی حال کہے جیسے وارجلکم کا عطف خلاف سیاق کلام وجوہکم پر کرتے ہیں تو کیا کسی کی زبان اور قلم پکڑی جاتی ہے اور اگر کفار کو ابوبکر سے ایسی عداوت ہو کہ جیسی رسول خدا صلعم سے عداوت تھی تو اس سے کیا فائدہ ہے یزید اور شمر سے بھی کفار کو ایسی ہی عداوت تھی جیسی کہ رسول خدا سے تھی لیکن وہ عداوت کفار کی یزید اور شمر کو کچھ فائدہ نہ بخشیگی ایسی ہی عداوت کفار کی ابوبکر کو کچھ فائدہ نہ بخشیگی اور کفار دشمنی تو سب مسلمانوں سے رکھتے تھے خصوصیت کسی کی نہ تھی لیکن درپے آزار کہ وہ قتل یا قید یا اخراج ہی کیسے نہ تھی سوائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے کہ انکی ہی جان کے خواہاں تھے **قال الشیخ الاشعری** باقی کوئی یوں کہے کہ ابوبکر صدیق کو تو کفار نے

نہیں نکالا تھا رسول خدا صلعم نے اُنہیں لے لیا تھا سو اسکا جواب شیعہ دیں کیونکہ یہ معنی تو ہمنے اُنہیں کی طرف سے بیان کئے ہیں اور اگر ہمیں سے پوچھیں تو ہمیں سے سنئے جناب من
کلام کفار نے رسول اللہ صلعم کو بھی اسطرح نہیں نکالا کہ ہاتھ پکڑ کر باہر کر دیا ہو یا دھکے دینے کا اتفاق ہوا ہو مثلاً بلکہ صورت یہ ہوئی تھی کہ دار الندوہ میں جو ابو جہل کی بیٹھک کا نام تھا
اور وہ خانہ کعبہ کے پاس تھی جہاں اب حنفی مصلےّ بنا ہوا ہے اور اب وہ جگہ داخل حرم محترم ہو گئی ہے وہاں کفار مجتمع ہوئے اور اسبات کا مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلعم کو قید کرنا چاہیئے
یا مار ڈالنا مناسب ہے یا انہیں کہیں نکالدیجیے اس مشورہ کی اطلاع خداوند کریم نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیق دلی سمجھکر
ساتھ لیا اور غار ثور میں تشریف لیگئے بعد تین دن کے سواری اور راہ کا بندوبست کرکے دونو صاحب مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے چنانچہ اسبات کی طرف بطور اختصار سورۂ انفال
میں جناب خداوند کریم اشارہ فرماتے ہیں وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ یعنی وہ بھی یاد ہے
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار تیرے ساتھ مکر کرنا چاہتے تھے اور اُنکا یہ ارادہ تھا کہ تجھے قید کریں یا قتل کر دیں یا نکال دیں الغرض وہ یہ مکر کر رہے تھے اور خدا اُنکے ساتھ مکر کر رہا تھا یعنی
اطلاع کر دی پھر غار میں تیری حفاظت کی یہانتک کہ مدینہ منورہ خیریت سے پہنچا دیا اور کیوں نہو اللہ تو سب سے زیادہ مکر جانتا ہے اس قصہ کو غور کیجئے تو رسول اللہ صلعم کو بھی
ہاتھ پکڑ کے نہیں نکالا تھا اور اگر یوں کہئے کہ اندیشہ کے ہونا نکالنا ہی ہے تو ابوبکر صدیق کے ہونیکی انہیں کونسی راحت تھی بلکہ اس سے پہلے ہی نہیں تو نکالدیا تھا ابن الدغنہ انہیں
ہٹا کے لائے اور کفار سے اُنکے باب میں گفت و شنود کر چکے نہ وہ شہرت روایت سنیوں کی کتابوں میں تو موجود ہی ہے پر عقل بھی یوں ہی کہتی ہے کہ یوں ہوا ہو تو کچھ عجب نہیں کیونکہ
خداوند کریم نے اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے ضمن میں اسبات پر متنبہ کر دیا کہ ابوبکر صدیق سے بھی کفار دشمنی رکھتے تھے نہیں تو رسول اللہ صلعم انکی کیوں تسلی کرتے اور
خدا کیوں اُنکے ساتھ ہوتا **اقول** بیشک ابوبکر کو کسی نے نہیں نکالا تھا اور نہ کوئی ابوبکر کے درپے تھا بلکہ اُنکو رسول خدا صلعم نے راہ میں کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لے لیا تھا اور شیعوں کو اُسکے جواب کی کیا حاجت
ہے کہ شیعوں کا تو وہ دعویٰ ہی ہے اور رسول خدا صلعم کے قتل کا جو کفار نے ارادہ کیا تو یہ ہاتھ پکڑ کر نکالنے سے زیادہ ہے اور ابوبکر کی یا اور کسی مسلمان کی نسبت تو کوئی کچھ بھی نہیں کہتا تھا اور نہ کسیکو انپر
کسی طرح کا دعویٰ تھا جو کچھ تھا جناب رسول خدا صلعم سے تھا نہ ابوبکر سے اور خدا تعالیٰ نے کفار کے مشورہ کی حضرت کو اطلاع کی اور حضرت اپنی بستر پر حضرت علیؑ کو قائم کرکے پوشیدہ نظر اغیار
سے اپنی دولتسرا سے شب کو طرف غار ثور کی روانہ ہوئے رستہ میں ابوبکر کو کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لیا کہ مصلحت راز کے پوشیدہ رکھنے میں تھی اور اُسوقت رفیق لیجانے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ حضرت نے منع
کر دیا تھا اپنی یاروں کو کہ آجکی شب کوئی اپنی گھر سے باہر نہ نکلے لیکن باوجود ممانعت کے ابوبکر کو جو کھڑا ہوا دیکھا تو ہمراہ لیجانا ہی مناسب جانا اس اندیشہ سے کہ ابوبکر نے مجھکو دیکھ لیا ہے ایسا نہو کہ
یہ اور مسلمانوں کے روبرو ظاہر کر دے اور رفتہ رفتہ کفار کو خبر ہو جائے اور خدا تعالیٰ کا کام مکر کرنا نہیں ہے یہ بڑی بے ادبی ہے جو مکر کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور صحیح معنی یہ ہیں کہ
خدا تعالیٰ جزا مکر کی دینے والا ہے اور رسول خدا صلعم کا نکالنا ہاتھ پکڑ کر نکالنے سے زیادہ تھا کہ حضرت کے درپے تھے اور ابوبکر سے تو کفار کو کچھ واسطہ ہی نہ تھا اور نہ اور کسی مسلمان سے واسطہ تھا
اُنکے رہنے کو راحت جانتے ہوں یا مصیبت اور ابوبکر کو کفار نے پہنچانا اس سے کب نکالا تھا یہ روایت پہلے نکالنے کی معتبر نہیں ہے اور اگر تسلیم بھی کیجائے تو ہمکو اس سے کیا ضرر ہے اور ابوبکر کیا بلکہ سب
مسلمانوں سے کفار دشمنی رکھتے تھے اسکا کون منکر ہے اور رسول خدا نے تسلی ابوبکر کی اُنکا جزع و فزع دیکھکے بے محل باوجود ملاحظہ سامان اطمینان کے اپنی جان کی گرفتاری کا رنج کرتے تھے اور واسطے
حفاظت کے تو خدا تعالیٰ ہمراہ سب کے ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی اور ایسا ہی یہاں بھی ہمراہ تھا ہے اسیواسطے حضرت نے فرمایا کہ وہ ہمکو محفوظ رکھیگا کفار کے شر سے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی تو
اتنا بھی بہت ہے کہ خدا اُنکی ساتھ اُسیطرح ہے جسطرح رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہے اس تقریر کے سننے کے بعد یقین یوں ہے کہ شیعہ اس احتمال کو زبان پر بھی نلائیں کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر کو اسلئے
ساتھ لیلیا تھا کہ وہ کہیں کفار کو اطلاع نکر دیں کیونکہ اس احتمال کی جڑ بنیاد تو اس آیت کے ہر ہر لفظ نے ایسی اُکھاڑی ہے کہ شیعہ اپنے سر کو قیامت تک پیٹیں تو نہ جمیگی معہذا جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ کچھ ایسے کم فہم نہ تھے اُنکی عقل کا تو ایک عالم دیوانہ ہے کیا وہ اتنی بھی نہ سمجھے کہ اس اندیشہ کے ہونے میں اگر ابوبکر صدیق کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسبات کی
اول سے اطلاع بھی نکرتے کہ میں غار ثور میں جاکر چھپونگا تو ابوبکر صدیق کچھ شیعوں کے امام تو نہ تھے کہ اُنکو علم ما کان و ما یکون یعنی ازل اور ابد کے سب وقائع کی خبر تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے
نہ بتلاتے اُنکو آپ اطلاع ہو جاتی ماسوا اسکے تقیہ تو ایسے وقت میں ضروری ہو جاتا ہے چنانچہ شیعوں کے نزدیک ایک تقیہ کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار میں چھپ جانا بھی ہے
خیر یہ تقیہ تو تقیہ کی اصل جیسی ہے سو ہے انشاء اللہ تعالیٰ آگے معلوم ہو جائیگا پر شیعوں کے مذہب کے موافق تو ایسے وقت میں تقیہ فرض ہو جاتا ہے اور جھوٹ بولنا مباح بلکہ ضرور چنانچہ بدا اماموں نے جو
اصحاب ثلاثہ یا اور اصحاب کی تعریف کی ہے اور وہ انکی کتابوں میں موجود ہے اسکو شیعہ یوں کہتے ہیں کہ اماموں نے بوجہ تقیہ جھوٹ کہدیا تھا نعوذ باللہ منہا القصہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے کچھ جھوٹ بول کر ابوبکر کے دل سے غار ثور کی طرف جانیکا احتمال نکالدیا ہوتا اسی کی کیا ضرورت تھی کہ اُنکو ساتھ لیا اور ایک جان کا وبال خریدا تنہا ہوتے تو
بے کھٹکے ہوتے اُنکے ساتھ وہ اندیشہ جس اندیشہ کے لئے انہیں ساتھ لیا تھا اور دوبالا ہو گیا اگر وہ کسی بہانہ سے وہاں نکل کر کفار کو اطلاع کر دیتے تو بظاہر کونسا
مانع تھا یا جسوقت کفار وہاں آکھڑے ہوئے اُسوقت بول اُٹھتے تو وہی مثل ہو جاتی کہ مینہ سے بھاگے اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور وہ ہوتے

سے بچے پر آگ میں گر پڑے **اقول** خداتیعالی جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ واسطے محافظت کے تھا اسواسطے کہ ابوبکر کے اندوہ اور رنج کرنے پر کہ وہ کفار کے خوف سے نہایت رنجیدہ اور بیقرار تھے حضرت نے فرمایا کہ تو کیوں رنج کرتا ہے کہ خداتیعالی ہمارے ہمراہ ہے کہ وہ ہمکو اُنکے شر سے محفوظ رکھے گا اور سوائے محافظت کے ایسے وقت میں اور کیا مراد ہوسکتی ہے خدا کی ہمراہی سے ایسے ہی ابوبکر کے ہمراہ خداتیعالی محافظت کے واسطے تھا اور محافظت اُسکی ہر بندہ کے واسطے ہوتی ہے کہ آفات اور بلاؤں سے بچاتا ہے یہانتک کہ جانوروں کی محافظت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ اور شیعہ ہرگز ایسا نہیں کہتے ہیں کہ ابوبکر کو حضرت نے اس لئے اپنے ساتھ لے لیا تھا کہ وہ کہیں کفار کو اطلاع نکردے شیعہ ہرگز ایسا نہیں کہتے ہیں اور یہ کام دشمن کا تو ہے ضرر رسانی کا اور شیعہ رسولخدا صلعم کو دشمن ابوبکر کا اور نہ ابوبکر دشمن رسولخدا صلعم کا بلکہ یہ جانتے ہیں کہ ابوبکر رسولخدا صلعم پر ایمان لائے اور قائل شہادتین کے ہوئے اور ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار حضرت کے رہے لیکن حب ریاست اور حکومت نے اُنکو راہ حق سے منحرف کردیا تھا اور اسلام میں ہی تو وہ اپنے بڑے فائدہ سمجھے ہوئے تھے اسواسطے کہ وہ حضرت کے اخبار آئندہ کو جو راست پاتے تھے اور یہ بھی حضرت سے سنتے تھے کہ دین اسلام کو ترقی ہوگی تو ریاست کی اُنکو طمع اور اُمید ہوتی تھی کہ کسی طرح سے بعد رسول خدا صلعم کے حکومت اسلام کی ہمارے ہاتھ آجائے پھر وہ حضرت سے دشمنی کسواسطے کرتے کیا اپنے فائدہ کو ضایع کرتے حضرت سے دشمنی کرکے اور قتل کرواکے اور ابوبکر کو جو ہمراہ اپنے لیلیا تھا غار کیطرف جاتے ہوئے اسواسطے نہیں لیا تھا کہ اگر میں اسکو ہمراہ اپنے نہ لونگا تو یہہ کفار کو خبر کردیگا بلکہ رستہ میں کھڑا ہوا جو دیکھا تو اس اندیشہ سے ہمراہ اپنے لیا کہ اگر یہ یہاں رہا تو میری خبر پوشیدہ نرہیگی اور حکم خدا کا اسکے اخفا کا ہے اور مسلمانوں میں اسکا چرچا ہوتے ہوتے کفار کو خبر ہوجائیگی اور یا اسواسطے اپنے ہمراہ لے لیا کہ تنہائی میں مونس ہوگا اور ایک سے دو بھلے جو کچھہ شیعوں کا عندیہ تھا اُسکو میں لکھہ چکا اور پھر جو لکھتا ہے یہ کہ اس آیت کے ہر ہر لفظ نے ایسی جڑ اُکھاڑی ہے کہ شیعہ اپنے سر کو قیامت تک پیٹیں تو نہ جمیگی یہہ کہنا اسکا غلط اور لغو ہے اسواسطے کہ یہہ آیت اس احتمال کو دفع نہیں کرسکتی ہے اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمراہ اپنے حضرت نے ابوبکر کو اسواسطے لیا ہو کہ ایسا نہو کہ اگر وہ یہاں رہے تو کفار کو میری خبر کردے اور اس آیت میں اسیقدر ہے کہ ابوبکر خوف کفار سے رنج کرنے لگے تو جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خداتیعالی ہمارے ہمراہ ہے کہ وہ ہمکو بچالیگا اور اصل مقصود اس کلام سے حفاظت اپنی تھی اور ابوبکر کی حفاظت کہ جو اُسکے ضمن میں تھی وہ اُسکے دفع وہم کے واسطے تھی بھلا اس آیت نے اُس احتمال کی جڑ کیونکر کاٹی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے واسطے بھی جمع کا صیغہ لاتے ہیں جیسا کہ خداتیعالی نے حضرت کو حکم دیا کہ تو کہہ اُن کفار سے کہ اللّٰہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم اور اگر نا سے سب مسلمان مراد ہوں تو معنا سے بھی یہی ہوسکتے ہیں کہ حضرت نے جو فرمایا کہ ان اللہ معنا تو مراد یہ ہے کہ ہم جو موحدین ہیں تو ہماری طرف خدا ہے وہ ہمکو محفوظ رکھیگا اور خصوصیت کسی ایک دو کی نہیں ہے بلکہ سب مسلمانوں کی طرف خدا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے غار میں جانے سے پہلے کسیکو مطلع نکیا تھا کہ میں غار ثور کو جاؤنگا بلکہ ممانعت کی تھی اپنے اصحاب کو کہ آجکی شب کوئی گھر سے باہر نہ نکلے ابوبکر سے یہ سنکر رہا نگیا آخر کو گھر سے نکلے اور رسول خدا صلعم نے اُنکو اپنے ہمراہ لے لیا اور ابوبکر کو غار ثور کے جانیکی کچھہ خبر نہ تھی بلکہ حضرت نے جو منع کیا تو یہہ نکر خواہ مخواہ باہر نکلے اور حضرت کے ہمراہ ہولئے اور علم تو ابوبکر کو کسی طرح کا بھی نتھا جاہل بحت تھے بلکہ اور لوگوں کو اُن سے زیادہ علم تھا اور علم ماکان و ما یکون ائمہ علیہم السلام کو جو تھا اُس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اُنکو گذشتہ اور آیندہ کا حال سب حاضر تھا بلکہ متمکن ہر چیز کے علم پر تھے کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تھے تو خداتیعالی اُنکو الہام کر دیتا تھا اور کافی میں ایک باب اسی متمکن ہونیکا ہے اور اہل سنت کی بعضی کتابوں میں لکھا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو علم ماکان و ما یکون تھا چنانچہ شواہد النبوت میں مولوی جامی نے لکھا ہے اور بعد اُسکے بھی یہ شیخ کئی جگہہ اسکا ذکر کریگا اور ہم اُسکو رد کرینگے اور تقیہ قرآن اور حدیث اور روایات اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے اس شیخ کے رد میں ہم مفصل لکھینگے اور غار میں پوشیدہ ہونا اور چھپ کر بیٹھنا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے اور اماموں نے جو خلفاء ثلثہ کی بظاہر تعریف کی ہے اول تو وہ تعریف ہی نہیں ہے اور اگر از راہ تقیہ کچھہ ہے تو ایسی تعریف تو تقیہ سے اہل سنت کی کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہے چنانچہ تقیہ کے ذکر میں معلوم ہوگا اور اگر کسی امام نے جھوٹ بولا تو تقیہ سے بولا کہ جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور تمہاری احادیث صحاح میں تو یہ ہے کہ حضرت ابرہیم بدون تقیہ تین جھوٹ بولے ایک روایت میں تو یہ ہے کہ قیامت کے روز جس وقت اہل محشر واسطے سفارش کی حضرت ابرہیم کے پاس جائینگے تو وہ فرمائینگے کہ میں تین جھوٹ بولا ہوں اور خداتعالی آجکے دن غضب میں ہے تین بار نفسی نفسی کہکر فرمایا کہ تم کسی اور پاس شفاعت کے واسطے جاؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ حضرت ابرہیم کبھی جھوٹ نہیں بولے مگر تین جھوٹ اور انبیاء کا جھوٹ بولنا اہل سنت ہی کی مذہب میں ہے اور شیعوں کے مذہب میں نہیں ہے اور مشکوۃ میں عائشہ سے روایت ہے کہ اِنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اتِّقَاءَ فُحْشِهٖ

حاصل یہہ کہ ایک مرد نے اذن چاہا رسول خدا صلعم کے پاس جانیکا حضرت نے فرمایا کہ اذن دیدو اسکو کہ برا ہے یہ آدمی اپنی قوم میں اور جسوقت جا کر بیٹھا وہ رسول خدا صلعم کے پاس تو بشاشت ظاہر کی رسول خدا صلعم نے اسکے روبرو اور خاطرداری سے پیش آئے اور جسوقت چلا گیا وہ شخص تو عایشہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپنے پہلے تو اسکو ایسا فرمایا تہا کہ وہ برا آدمی ہے اور جسوقت وہ آپکے پاس آیا تو آسکے روبرو آپنے بشاشت ظاہر کی اور خوش ہوکر اس سے ملاقات کی رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ کب دیکھا ہے تونے مجھکو فحش کہنے والا تحقیق کہ بدتر آدمیوں کا خدا کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے کہ ترک کریں اسکو آدمی اسکے شر سے بچنے کے واسطے اور ایک روایت میں ہے کہ اسکے فحش سے بچنے کے واسطے اور یہ روایت متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہے اب فرمائیے کہ رسول خدا صلعم نے پیٹ پیچھے تو اسکی مذمت کی اور اسکے موںہہ پر بشاشت سے پیش آئے اور مہربانوں اور دوستوں کی سی باتیں کیں تو اس میں ایک امر واقع میں راست ہوگا اور دوسرا دروغ اور اس برا آدمی کے سامنے بشاشت سے پیش آئے یہ حالت تقیہ میں دروغ اور بناوٹ نہیں تو کیا ہے اور اسیکو تقیہ کہتے ہیں کہ برا آدمی کی تعریف اسکے موںہہ پر یا اسکے دوست کے موںہہ پر کرے اور اسیطرح ائمہ معصومین خلفاء ثلثہ کے دوستوں کے اور مریدوں کے روبرو ثلثہ کی تعریف کرتے ہونگے انکے دوستوں کے شر سے بچنے کے واسطے پہر ہم پر طعن کرنے کی کیا وجہ ہے یہ تو تمہارے ہاں بہی موجود ہے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر سے جہوٹ کیوں بیان کرتے کہ میں غار ثور کیطرف نہیں جاتا ہوں اور یہ محل تقیہ کا کون ہے کہ جو ابوبکر سے تقیہ کرتے اور ابوبکر کے ہمراہ لیجانیکی ضرورت یہ ہوئی کہ تا کہ میرا جانا کسی کافر پر ظاہر نہو جاے اور ابوبکر نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکہہ تو لیا ہی تہا اگر اسکو ہمراہ اپنے نہ لیجاتے تو احتمال کے راز کے ظاہر ہو جانیکا تہا کہ ابوبکر کی زبان سے اصحاب میں سے کسیکے روبرو نکلتا اور رفتہ رفتہ کفار تک جا پہنچتا اور اس اندیشہ سے ابوبکر کو ہمراہ نہیں لیا تہا کہ اگر یہہ یہاں رہیگا تو کفار سے میرے جانیکی خبر کر دیگا اور نہ ہم اس واہی قول کے قائل ہیں اگر کسی نے ازراہ تعصب ایسا کہا تو اسکا کیا اعتبار ہے اور ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسول خدا صلعم سے ہرگز دشمنی نتہی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ تو ایمان لائے تہے اور حضرت کو پیغمبر خدا ہی جانتے تہے اور رسول خدا صلعم نے ابوبکر کو جو ہمراہ اپنے لیا تہا تو اپنا دوست ہی سمجھکر لیا تہا اور اگر دشمن جانتے تو ہرگز اپنے ہمراہ نہ لیتے ایسی باتوں کا ہماری طرف منسوب کرنا بالکل اتہام اور دروغ ہے اور ابوبکر کو جو ہم اچہا نہیں جانتے ہیں تو اس لئے کہ بعد اسکے انہوں نے طمع ریاست اور حکومت کر کے حقوق اہل بیت کو غصب کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر ابوبکر کے ساتھ لینے میں یہی مصلحت تہی تو یہ مصلحت بہی کو سوں دور ہے اسیواسطے ملا عبداللہ مشہدی نے اظہار الحق میں لاچار ہوکر انصاف کی راہ سے یہی کہا کہ نفس الامر یوں ہے کہ یہہ احتمال بہت بعید ہے مگر وہ نقل مشہور ہے کہ ستر برس کا رام جی میں بیٹھا ہوا نکلتے ہی نکلے ہے اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ حق بولتے ہیں اور اپنے بیگانے کا کچہہ لحاظ نکریں اب ہم سے سنئے کہ ملا عبداللہ مشہدی کا کہنا سب بجا اور درست اور اسکے حق ہونے میں کچہہ شک نہیں اور اس وجہ سے اگر انکی کتاب مذکور اظہار الحق کہیں تو بیجا نہ ہو اور ہمکو بہی اس بات کی تسلیم سے انکار نہیں اگرچہ ملا مذکور شیعہ مذہب ہیں ع متاع نیک ہر دکان کہ باشد ٭ مگر ستم تو یہہ ہے کہ شیعہ حتی کہ علماء ہی باوجودیکہ ملا عبداللہ مذکور کو اپنا مقتدا اور دین سمجھتے ہیں اس بات کی انکی بہی نہیں سنتے ہر چند ملا مذکور آخر کو یہی کہہ اٹھے کہ عجب کیا ہے کہ جو خلیفہ اول کو جناب رسول خدا صلعم نے ہمراہی اور ہمدمی کے لئے اختیار کیا ہو کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ نکاح کر دیا تہا اور اکثروں سے پہلے مسلمان ہوئے تہے اور اکثر ملازم خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہتے تہے لیکن کیا امکان کہ جو حضرات شیعہ روبراہ ہوں بلکہ عجب نہیں کہ مجتہد الزمان کے یہاں سے انکے لئے بہی حکم تبرا صادر ہوا **اقول** اس مصلحت کے واسطے ہم لیجانا نہیں کہتے ہیں اور نہ ابوبکر کو ہم دشمن رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانتے ہیں اور جس مصلحت کے واسطے ابوبکر کو جناب رسول خدا صلعم ہمراہ اپنے لیگئے تہے اسکو ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ بیان کر چکے اور ملا عبداللہ مشہدی شیعوں میں کوئی نامی اور مشہور نہیں ہے انکو تو کوئی جانتا بہی نتہا کہ کون ہیں اور مقتدائی دین ہونے سے کیا واسطہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے جو تحفہ میں اظہار الحق عبداللہ مشہدی کا حوالہ دیا تو اس سے ہمنے بہی جانا کہ ملا مشہدی کوئی شیعوں میں ہے ایسے ایسے تو ہر مذہب میں بہت ہوتے ہیں لیکن قول انکا مستند نہیں ہوتا اور اگر انہوں نے لکہا ہے کہ یہ احتمال بہت بعید ہے تو ہم بہی کہتے ہیں کہ یہہ احتمال درست نہیں ہے اور رام تو ثلثہ کے جی میں بیٹہا ہوا تہا کہ برسوں بت پرستی کیا کئے اور جب رام جی سے نکلا تو بعد اسکے لالچ کے رغبت کر کے پہر ویسے ہی ہوگئے اور حق بولنے میں ملا مشہدی نے کس بات کی کمی کی ہے اگر مراد حق سے یہ ہے کہ وہ یہ لکہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ابوبکر کو اپنا ہمدم اور مونس سمجھکر اپنے ہمراہ لیگئے تہے سو تو خود لکہتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اظہار الحق میں لکہا ہے کہ عجب کیا ہے کہ جو خلیفہ اول کو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمراہی اور ہمدمی کے لئے اسلیئے اختیار کیا ہو کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ نکاح کیا تہا اور اکثروں سے پہلے مسلمان ہوئے تہے اور اکثر ملازم خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہتے تہے لیکن ہمکو معلوم نہیں کہ انہوں نے لکہا ہے یا نہیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ انہوں نے لکہا ہوگا لیکن انہوں نے محتمل کر کے لکہا ہے اس طرح سے کہ عجب نہیں اگر اسواسطے ہمراہ لیگئے ہوں انکے

نزدیک بھی یہ بات احتمالی ہے اور معتبر اور یقینی اور منقول کسی امام علیہ السلام سے نہیں ہے اور ہمنے تسلیم کیا لکھنا ملا عبد اللہ مشہدی کا ہرچند کہ وہ مقتدا شیعوں کے علما ہیں کے اور مشہور اور ملا نامی تو نہیں ہیں ہمارے نزدیک سب سے راست اور درست ہے کہ ابو بکر نے اپنی بیٹی کا حضرت کے ساتھہ نکاح کر دیا تھا اور اکثروں سے پہلے مسلمان بھی ہوئے تھے اور اکثر ملازم خدمت میں رہتے تھے اور بڑے یار اور مونس اور ہمدم تھے حضرت کے اور اسیواسطے انکو اُنکے گھر سے بلا کر ہمراہ اپنے لیگئے تھے لیکن جب تک اُسکا انجام بخیر نہو تو ان باتوں سے کیا فائدہ ہے اور ان لوگوں ہی کے حق میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور بد افعالیاں خلیفہ صاحب کی ایسی ہیں کہ جن سے اُنکے ایمان صحیح میں بالکل فرق آگیا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں وہ سب مسطور ہیں اور بجز عذر نا معقول کے اُسکے جواب میں اہل سنت سے کچھہ نہیں بن پڑتا ہے اس صورت میں اگر ابو بکر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدا میں مونس اور ہمدم رہے اور بعد اُنکے اُنکی اہل بیت کے حقوق غصب کئے اور اس جہت سے اُن کو آزار پہنچائے تو وہ ہمدمی اور مونسی اُنکو کچھہ فائدہ نہ بخشے گی ابلیس نے عبادت خدا کی اسقدر کی تھی کہ معلم الملکوت مشہور ہو گیا تھا لیکن ایک نافرمانی میں کہ وہ سجدہ نکرنا آدم علیہ السلام کا تھا ملعون دنیا و آخرت ہو گیا **قال الشیخ الاشعری** خیر کوئی مانے یا نمانے پر دل سب کا سنی ہوں یا شیعہ یہی گواہی دیتا ہے کہ ابو بکر صدیق کا ہمراہ لیجانا فقط اس وجہ سے تھا کہ اُنکو کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر مشیر اور معین اور مددگار سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا محب خاص اور ہمدم با اختصاص جانتے تھے اور کیوں نہ سمجھیں شیعہ سنی کون نہیں جانتا کہ اُنہوں نے ابتدا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں کفار کے ہاتھہ سے کیا کیا ایذائیں سہیں اور کسقدر جفائیں اُٹھائیں اور کسقدر مال لٹایا اور کیا کیا کر دکھلایا بلال رضی اللہ عنہ کو مول لیا اور قید کفار سے چھڑا کر آزاد کیا اور علےٰ ہذا القیاس اللہ اور رسول کی خوشنودی کی اور سب اپنا خانمان برباد کیا پس درصورت اُنکے مکہ میں چھوڑ جانیکی ایک تو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ یقین کامل تھا کہ کفار اُنکو اور مجھے یکساں سمجھتے ہیں جو کفار نابکار نے میرے لئے تجویز کیا ہے انکے لئے پہلے ہی اُنہوں نے بیشتر کفار سے مقابلہ کیا ہے اور اُنکو بارہا وعظ و پند کیا ہے کہ دین اسلام دین حق ہے بت پرستی چھوڑو اگر سعادت مدنظر ہے اتباع نبوی اختیار کرو اگر انکو یہاں ہی چھوڑ گیا تو کفار انکو ہرگز زندہ نہ چھوڑینگے ہاں اگر عمر کو ساتھہ نلوں تو کچھہ مضایقہ نہیں کہ اُنسے کفار کو چنداں پرخاش نہیں اور باانہمہ اُنکی طرح طرح کے لحاظ پاس ہیں منجملہ اُنکے یہ بھی ہے کہ ابو جہل کے جو رئیس کفار ہے بھانجے ہیں باقی اور اصحاب کو کفار نگونسار کچھہ اس رئیس دین و ایمان نہیں سمجھتے پھر تیسرے اُنکی بچاؤ کے اور بہت وجوہ ہیں پر ابو بکر کی رفاقت کفار کی آنکھوں میں خار ہے انکو دیکھہ دیکھہ لہو کے گھونٹ پیتے ہیں یہ اگر رہ گئے تو طرار کن ایمان و اسلام ڈہ جائیگا اور ایسا رفیق شفیق اور ایسا مخلص کہ اُسکا اخلاص و محبت دل میں اثر کرتا ہے ہاتھہ سے جاتا رہیگا باانہمہ ایسے سفر پرخطر میں بے رفیق کے نہیں گزرتی پھر رفیق بھی ایسا چاہئے کہ نہ جان سے دریغ ہو نہ پاس آبرو ہو نہ زن و فرزند کی محبت سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت اُسکے دل پر غالب ہو اور تسپر گرم و سرد زمانہ دیکھے ہوئے تجربہ کار سیر سفر مرد ہوشیار یگانہ روزگار بلند ہمت عالی فطرت یار بے تکلف محب صمیم راز دار قدیم ہو جس سے دل کی بات کہکے دل خالی ہو غم و حیرانی سے وحشت و پریشانی اُسکی صحبت سے دور ہو سو مجموعہ ان اوصاف کا سوا جناب صدیقی کے کسی اور میں نپایا اسی لئے عین دوپہر کے وقت آپ اُنکے گھر تشریف لائے اور حاضری پکوا کر دونوں مخدوم عالم اور خادم ہمدم رونق افروز غار ثور ہوئے اور عبد اللہ بن ابی بکر کو کہ فرزند ارجمند پسر کلاں حضرت صدیق کے تھے جاسوسی کے لئے مقرر کیا کہ مشورہ کفار سے جو کچھہ وہ درباب طلب و تلاش حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں سب سے آگاہ کرتے رہیں **اقول** پہلے اس سے ہم لکھہ چکے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم جو ابو بکر کو ہمراہ اپنے لیگئے ہیں ابو بکر کو رستہ میں کھڑا ہوا دیکھہ کر لیگئے ہیں اور ابو بکر کو اُنکے گھر سے بلا کر نہیں لیگئے کہ حکم حضرت کو تنہا گھر سے نکلکر جانیکا تھا کہ کسیکو حضرت کے روانہ ہونیکی اطلاع نہو تاکہ کفار حضرت کے جانے پر مطلع نہو جائیں اور شیعہ تو کاہیکو گواہی دینگے ابو بکر کو رسول خدا کے وزیر اور مددگار ہونے پر اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی ثابت ہے کہ ایک حیلہ اور چالاکی سے وزیر بن بیٹھے ہیں اور مدد حضرت کی کبھی نہیں کی ہے ہمیشہ حضرت کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور مشورہ کا حکم حضرت کو موافق حکم وشاورہم کے سب اصحاب کے ساتھ تھا اور محب اور ہمدم بھی اپنا حضرت کو سمجھتے تھے کہ وہ لوگ حضرت پر ایمان لائے تھے اور اپنا پیغمبر اُنکو جانتے تھے ابو بکر کی خصوصیت اسمیں کچھہ نہیں تھی کہ اُن اوصاف کی جہت سے اُنکو ہمراہ اپنے لیجاتے اور ایذا ہی کفار کے ہاتھہ سے بدولت اسلام حضرت کی رفاقت میں سب اصحاب نے پائی ہے مگر جوتیاں اپنی بیوقوفی سے سوائے ابو بکر کے کسی نے نہیں کھائیں اور لٹانا مال کا اور حضرت بلال کا قید سے چھڑانا مول لیکر ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے یہ سب اہل سنت کا ساختہ اور پرداختہ ہے کہ واتقی و صدق کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں لیکن اتفاق اُنمیں بھی نہیں ہے بلکہ واحدی نے تو موافق

شیعوں ہی کی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور باسناد متصل عکرمہ سے اور اُس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابو دحداح کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ اُس نے درخت خرما خرید کر کے راہ خدا میں دیا تھا اور ابوبکر نے اپنا خانمان خوشنودی خدا و رسول میں کسوقت برباد کیا تھا یہ بھی ایک بناوٹ اہل سنت کی ہے ابوبکر کی فضیلت میں کہ سراسر دروغ ہے اور کفار ابوبکر کو اور رسول خدا صلعم کو ہرگز یکساں نہیں جانتے بلکہ کفار تو رسول خدا صلعم کے درپے تھے اور ابوبکر سے تو اُنکو کچھ واسطہ ہی نتھا اور نہ ابوبکر کے خیال میں تھا کہ اسکو خاصکر آزار پہنچانا چاہئے اور اگر دشمنی تھی کفار کو تو سب مسلمانوں سے برابر تھی ابوبکر سے کچھ زیادہ دشمنی ہرگز نہ تھی اور نہ ابوبکر کے کوئی درپے تھا جھوٹی باتیں لکھکر کیوں کاغذ سیاہ کرتا ہے اور ابوبکر رسول خدا صلعم کے برابر ایذا رسانی میں کیونکر ہو سکتا ہے رسولخدا صلعم کے واسطے تو کفار نے تجویز کیا تھا کہ انکو قتل کرنا چاہئے جسکا کلام اللہ گواہ ہے اور ابوبکر کے واسطے کیا تجویز کیا تھا کہیں اُسکی ایذا رسانی کا بھی قرآن میں ذکر ہے فقط اسیقدر وقوع میں آیا ہے کہ رسول خدا صلعم ابوبکر کو راہ میں دیکھکر اپنے ہمراہ غار میں لیگئے تھے اور ابوبکر غار میں کفار کے خوف سے رنج کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ تو رنج مت کر کہ خدا ہمارے ہمراہ ہے جسکو خدا تعالی نے اپنی کتاب میں بایں الفاظ نقل کیا کہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سو اسمیں فضیلت کی کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے لیکن اہل سنت نے اس مقدمہ میں ابوبکر کی فضیلت میں طومار لکھے ہیں کہ جسکا نہ کوئی سر ہے نہ پاؤں ہے اور وعظ و پند کفار کو سبھی مسلمان کرتے تھے ابوبکر کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور اگر ابوبکر کو حضرت مدینہ میں چھوڑ جاتے تو جو حال اور مسلمانوں کا ہوا بعد حضرت کے وہ ہی ابوبکر کا ہوتا ابوبکر کے واسطے کسی طرح کی مزیت نتھی اور یہ جو بے سند لکھتا ہے کہ حضرت نے یقین کیا کہ ابوبکر کو یہاں چھوڑ گیا تو کفار انکو زندہ نہ چھوڑینگے بالکل غلط ہے یہ سارا مضمون جھوٹا اس شیخ نجدی کا اپنے دل سے جوڑا ہوا ہے اور اسکی کچھ اصل نہیں ہے اور کفار ابوبکر کو اور عمر کو دونو کو یکساں سمجھتے تھے بلکہ عمر سے انکو زیادہ عداوت تھی کہ عمر بہ نسبت ابوبکر کے بہت تند خو اور بد مزاج تھے اور یہ خیال عمر کے اس جہت سے ہمراہ نہ لیجانیکا بھی بالکل غلط ہے اور اسکی کچھ اصل نہیں ہے اور اس شیخ نجدی کی من گھڑت بات ہے اور نہ ابوبکر کو کفار زیادہ رفیق حضرت کا سمجھتے تھے یہ بھی سب جھوٹ ہے اور ابوبکر کی رفاقت خاطر تو کیا کفار کے خیال میں بھی نہ تھی اور معلوم نہیں کہ ابوبکر کو کون ایمان و اسلام اس شیخ نجدی نے کسوجہ سے لکھا ہے یا تو اسواسطے کہ ابوبکر رسولخدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر سب سے پہلے بھاگ جاتے تھے اور یا انکی جہالت اور بے علمی کے سبب سے کہ مسائل دین میں غلطیاں کرتے تھے اس جہت سے رکن ایمان ٹھہرے ورنہ ابوبکر میں کونسی خصلت مزیت کی اور کونسی خوبی تھی اور جیسے کہ ابوبکر رفیق شفیق اور مخلص حضرت کے تھے ایسے ہی سب مسلمان تھے خصوصیت ابوبکر کی کچھ نہیں ہے اور سینکڑوں مسلمان جہادوں میں مارے گئے اگر ابوبکر بھی مارے جاتے تو کیا نقصان اسلام میں ہوتا بلکہ وہ مارے جاتے تو یہ گمراہی جو بدولت اُنکے لوگونکو حاصل ہوئی ہے کاہیکو ہوتی اور جان کا دریغ کرنا ابوبکر کا تو جنگ اُحد اور حنین اور خیبر میں بخوبی معلوم ہو گیا تھا کہ جنگ حنین میں رسولخدا صلعم پکارتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو میں رسولخدا یہاں ہوں کوئی پھر کر نہ دیکھتا تھا تب حضرت عباس نے ٹیلے پر چڑھکر پکارا اے اہل بیعت رضوان والو اے سورہ بقرہ والو کہاں بھاگے جاتے ہو یہاں آؤ تب مسلمان اُلٹے پھرے اور میاں ابوبکر صاحب بھی اُن بھگوڑوں ہی میں تھے جنکو یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ ایسا رفیق چاہئے کہ جان سے دریغ نہ ہو نہ پاس آبرو ہو اور سوا نو آدمی بنی ہاشم کے اُسوقت حضرت کے پاس کوئی باقی نرہا اپنے کنبہ ہی کے آدمی رفاقت میں تھے اور کھانے چاٹنے والے سب بھاگ گئے تھے اور حضرت کی جان کا کچھ پاس نکیا اور پھر یہ دروغگو ابوبکر کو حضرت کا رفیق شفیق اور مخلص اور محب اور جان کا دریغ نکرنیوالا لکھتا ہے برعکس نہند نام زنگی کافور - اور اگر محبت خدا اور رسول خدا زن و فرزند کی محبت سے زیادہ دل پر غالب ہوتی تو جہاد سے ہرگز نہ بھاگتے بلکہ اگر دوست خالص خدا اور رسول خدا کے ہوتے تو انکی اطاعت میں ہیں جان دیدیتے اور بھاگتے نہیں لیکن وہ کچھ جان دینے کو تو کچھ مسلمان ہوئے نہ تھے بلکہ اسواسطے ہوئے تھے کہ یہ ریاست مسلمانوں کی بعد رسول خدا صلعم کے کسی طرح ہمارے ہاتھ آجائے جب انکی یہ ہی آرزو تھی تو وہ کیونکر مفت اپنی جان دیتے اور جہاد میں سے نہ بھاگتے اور سرد و گرم زمانہ کا البتہ دیکھے ہوئے تھے اور تجربہ کار بھی تھے اور ہر چیز سے اور ہر پیچ سے دنیا کی خبردار تھے اور اپنے ان تجربوں ہی سے تو پیچ کر کے خلافت کو کہ جو حق علیؑ کا تھا غصب کیا لیکن بلند ہمت اور عالی فطرت ہرگز نتھے کہ اپنے ایسے محسن کی اہل بیت سے ایسی بدسلوکی کی کہ انکے حقوق غصب کئے اور ان امور کا ابوبکر میں مجتمع ہونا اگر تھا تو سب ظاہرداری اور دنیا سازی کے اعتبار سے تھا اور اگر محب صمیم ہوتے تو جہاد میں جا کر اگر مارے نہ جاتے تو کوئی زخم تو کفار کے ہاتھ سے کھاتے لیکن تکسیر بھی انکی کسی جہاد میں جاری نہوئی اور یہ جو لکھتا ہے کہ عین دوپہر کے وقت غار کی طرف روانہ ہوئے یہ بھی غلط ہے جسوقت کہ بے اطلاع کفار کے اور اُن سے پوشیدہ ہو کر جانا منظور تھا تو دوپہر کو روانہ ہونیکی کون صورت تھی بلکہ کفار نے تو حضرت کے قتل کا مشورہ کیا تھا اور حضرت جبرئیل نے خدا تعالی کا حکم اُسیوقت اُن حضرت کو سنایا کہ تو اپنے بستر خواب پر علیؑ کو لٹا آج کی شب مدینہ کو روانہ ہو جا حضرت اسی شب روانہ ہو گئے اور اسی حالت میں دن کو روانہ ہونا کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور ابوبکر کے گھر جا کر حاضری کا پکوانا اور دوپہر کو روانہ ہونا بالکل غلط ہے نہ تو حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لیگئے اور نہ اُنکے گھر جا کر حاضری پکوائی اور نہ دوپہر کو روانہ ہوئے اگر دوپہر کو روانہ ہوتے تو تمام مکہ میں شور و غل مچ جاتا اور اسقدر مہلت کہاں تھی کہ دوپہر کو باطمینان قلب تمام حاضری پکوا کر اور اپنے ہمراہ لیکر جاتے کس طرح کا دروغگو اور کذاب ہے یہ شیخ کیسے کیسے مضمون اپنے دل سے تراشتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر خاندان صدیقی کو کچھ بھی عداوت

ہوتی تو یہ معاملے کہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال ایسے مشورے پیش بھی آگئے تو اس سے بہتر کینہ کشی کا وقت آگے پھر کونسا ہاتھ آتا انعام کفار جدا لیتے
اور اپنا کام جدا کرتے حضرات شیعہ ہی اپنی کتابوں کو دیکھکر فرمائیں کہ میں نے اس قصہ میں کیا جھوٹ ملا دیا ہے سر مو اگر فرق پائیں تو جو چاہیں سو کریں منصفوں کو تو بلائے
کہیے نہیں بن پڑتی کہ ایسے وقت کی ہمدمی اور ہمرہی اور اس اہتمام اور انتظام سے انکا ساتھ لینا ایسی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت علیؑ کا اُس شب بستر پر سو رہنا اُسکے ہمسنگ
نہیں ہو سکتا عذر میں سب نے دیکھا ہو گا کہ تلاشی کے وقت اگر مجرم نہیں ملا تو حکام نے ان لوگوں سے کچھ پرخاش نہیں کی جو اُس مقام پہ ملے ہاں جسکو رفیق و مددگار مجرم دیکھا
اُسکو بھی مجرم ہی سمجھا ہائے افسوس کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت حضرت صدیق کے حق میں مقبول نہو فقط اس شرم سے کہ مسلمان کہلاتے ہیں اگر
خدا کے کلام کو نہ مانیں گے تو جواب کیا دینگے اس آیت کو جبراً کرہاً اگر سر دھرتے ہیں تو ہزار طرح کی نامعقول تاویلیں گھڑتے ہیں پر چند مفتریان سیہ باطن تیرہ درون کے گھڑی
ہوئی باتوں کو ایسا دل و جان سے بے حیلہ و حجت قبول کرتے ہیں کہ اگر اُسکے قبول کرنے کو کلام اللہ کے قبول کرنے سے موازنہ کریں تو کلام اللہ کا تسلیم کرنا اُسکی پاسنگ بھی
نہیں ہوتا ہمیں اس میں شک بھی نہیں کہ حضرات شیعہ کے دل میں اس آیت سے اول وہلہ یہی معنی آتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو اُسوقت اگر رنج تھا تو یہی تھا کہ جناب
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت بے بس و بیکس ہیں میں ایک تن تنہا کیا کر سکتا ہوں مبادا دشمنان دین جو پاس پاس کو پھرتے ہیں اس طرف کو جھانک اُٹھیں
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ہلاک کر جائیں اور ہماری حسرتیں اور تمنائیں سب دل کی دل میں رہجائیں مگر چونکہ کمال درجہ کی بے کسی اور بے سرو سامانی کو
امداد و اعانت لازم ہے چنانچہ کلام اللہ میں ہے حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا یعنے جبکہ نا امید ہوگئے رسول اور اُنہیں یہ وہم ہوا کہ
یہ وعدے جو درباب نصرت اور مددگاری کے ہمسے تھے مبادا خیال شیطانی ہوں ہم اپنی غلط فہمی سے اُسکو وعدۂ خداوندی سمجھتے ہوں آئی اُنکو ہماری مدد اس مایوسی میں
جو حضرت ابوبکر باعتبار رنج کے پیش آئی تھی نزول مدد ہوا اور یہ بشارت ہوئی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابوبکر مایوس اور غمگین مت ہو تسلی رکھ ہمارے ساتھ خدا ہے **اقول**
شیعہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت تھی بالکل تہمت ہے شیعوں پر بلکہ دوست رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں
کہ ابوبکر اور عمر وغیرہ دنیادار طالب ریاست عاشق مال و دولت کے تھے کہ انہوں نے امر دنیاوی اور حب جاہ کے سبب سے حقوق اہل بیت علیہم السلام غصب کیے اور اُنکے باب میں جناب
رسول خدا صلعم کی بھی رعایت نہ کی اور اس قصہ کو جو کچھ تو نے لکھا ہے اکثر اسمیں جھوٹ اپنی طرف سے ملایا ہے شیعہ کیا اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہ طومار نہیں ہے اور اگر تو نے
لکھا تو تیرا کیا کر سکتے ہیں بہت سے مضامین تو نے اس کتاب میں اپنی رائے سے ایجاد کرکے لکھے ہیں کہ وہ فریقین کے کتابوں میں نہیں ہیں ایک یہ مضمون بھی ہے اور یہ ہمدمی اور
ہمرہی ابوبکر کی کسی کام کی نتھی راہ میں کھڑا ہوا دیکھکر ہمراہ اپنے لیگئے اس جہت سے اور یہ خیال کرکے کہ ابوبکر نے مجھ کو دیکھ لیا ہے اور اسکے یہاں کے رہنے میں احتمال ہے کہ کسی
وجہ سے کفار کو میری خبر ہو جائے اسواسطے اپنے ہمراہ لیا اور معلوم نہیں وہ اہتمام اور انتظام کونسا ہوا تھا ابوبکر کے لیجانے میں پوشیدہ ہوکر تو حضرت خود جاتے تھے ابوبکر کے
واسطے کیا اہتمام کرتے اور جب غار میں پہنچے ہیں تو اُس غار میں کسی طرح کا خوف اور کھٹکا نہ تھا کہ اُس غار کے دروازے میں کبوتری نے انڈے دیئے تھے اور مکڑی نے جالا تنا تھا
اور درخت خاردار دروازہ میں اُسکے بقدرت خدا اُسیوقت پیدا ہوگیا تھا کہ اسکی جہت سے کفار کو وہم بھی اُس غار میں کسی آدمی کی ہونیکا نہ تھا اور ایسا سامان خدا تعالیٰ
نے حفاظت کا اپنے حبیب صلعم کے واسطے مہیا کر دیا تھا کہ وہ غار مثل حصن حصین کے ہوگیا تھا اور کسی طرح کا وہم بھی خوف کا اُس غار میں باقی نرہا تھا اور ابوبکر جو خوف کفار سے رنج و غم
کرتے تھے باوجود ملاحظہ اس قدرت خدا اور معجزہ رسول خدا کے کہ کیسا سامان حفاظت کا کر دیا تھا تو خدا تعالیٰ پر اُنکو اعتماد نتھا باوجود دیکھنے اس سامان حفاظت کے اور اپنی جان کا اُنکو
رنج تھا کہ ہائے کیسی بلا میں پھنسے اب یہاں سے کیونکر نکلنا ہوگا اور اگر خدا تعالیٰ پر اُنکو اعتماد ہوتا تو بدون ملاحظہ سامان حفاظت کے خدا پر توکل کرکے صبر کرتے اور رنج اور جزع و
فزع نکرتے اور جسوقت سامان حفاظت کا دیکھا تو اُسوقت تو کوئی صورت ہی رنج کرنے کی نہ تھی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ابوبکر پر نہایت غلبہ اندوہ اور رنج
کا ہے اپنی جان کے واسطے اور احتمال ہوتا ہے کہ کثرت رنج سے ہائے اور واے کرنے لگے جس سے کفار کو خبر ہو جائے اُسوقت اُسکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ رنج مت کر کہ خدا تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے
ورنہ وہ غار ایک ایسا قلعہ محکم ہوگیا تھا کہ وہاں کسی طرح کی دہشت باقی نرہی تھی اور مقام خوف حضرت کی خوابگاہ تھی کہ جہاں حضرت علی ابن ابیطالب تھے کہ سیکڑوں کفار حضرت کی
دولتسرا میں درانہ داخل ہوگئے اور حضرت علیؑ تن تنہا تلوار لیکر اُنکے مقابلہ میں کھڑے ہوگئے اور کسی طرح کا اندیشہ نکیا اگر حضرت ابوبکر اس مقام میں ہوتے تو یقین ہے کہ کفار
کے انبوہ کو دیکھکر اپنے لنگ میں ہگ بھرتے مارے خوف کے اسی لئے رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو اپنے فرش خواب پر مقرر کیا کہ یہ کفار کا خوف نکریگا اور حضرت علیؑ کی شان میں
تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ یعنی بعضے آدمی وہ ہیں کہ فروخت کرتے ہیں اپنے نفس کو واسطے طلب کرنے رضامندی
خدا کے اور ابوبکر کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے بجز اسکے کہ خدا تعالیٰ نے قول رسول خدا صلعم کا جو ابوبکر کی محض تسلی کے واسطے تھا قرآن میں نقل کر دیا اس شیخ

بجزی بے انصافی کو دیکھنا چاہئے کہ ابوبکر کی بے اعتمادی کو قدرتِ خدا پر اور اُسکی جزع اور فزع اور بزدلی کو فضیلت ابوبکر کی قرار دیتا ہی اور علی بن ابی طالب کی شجاعت اور بہادری پر کہ جو حضرت کے بستر پر سو رہے اور کچھ پروا نکی اور ہزاروں کفار کا تلوار لیکر مقابلہ کیا ابوبکر کی بزدلی کو ترجیح دیتا ہی اور اُسکی فضیلت مقرر کرتا ہی اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت کو کہتا ہی کہ یہ ابوبکر کی اُس بزدلی کی ہمسنگ بھی نہیں اور غدر میں انگریزوں نے اگر کسی کو مددگار مجرم کا سمجھا ہی تو البتہ اُسکو بھی مجرم سمجھا ہی اور ابوبکر نے تو رسول خدا صلعم کی کچھ بھی مدد نہیں کی بلکہ رنج اور جزع اور فزع کرکے زیادہ خوف دلانے لگے ایسے مقام میں تو تسلی کی اور دل کے بڑھانے کی باتیں چاہئیں تھیں نہ کہ رنج اور گھبرانے کی کہ جس سے مرد بھی نامرد ہو جائے اور رفیق کو مجرم کے انگریزوں نے اگر بے قصور جانا ہی تو اُسکو کچھ نہیں کہا ہی اور ایسے ہی ابوبکر تھے کہ اُنکا کوئی خواہاں تھا اور نہ اُنکی تلاش کسی کو تھی اور معلوم نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی شہادت کونسی ہی ابوبکر کے حق میں جسکو شیعہ قبول نہیں کرتے خدا تعالیٰ نے صاحب کا لفظ قرآن میں نسبہ فرمایا ہی کہ پیغمبر اپنی اُس ہمراہی سے کہتا تھا اور صاحب کا لفظ وہ ہی کہ مؤمن اور کافر پر دونوں پر بولا جاتا ہی اور رسولخدا صلعم نے یہ فرمایا تھا ابوبکر کو کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اس سے فقط یہ ثابت ہی کہ حضرت نے فرمایا تو ان کافروں کے خوف سے رنج مت کر خدا تعالیٰ ہمارا ہماری حفاظت کے واسطے ہمارے ہمراہ ہے کہ ہم کو اُنکی شر سے بچا لیگا اور ایسے مقام میں اکثر ایسا کہا کرتے ہیں اور حفاظت خدا کی مؤمن اور کافر دونو کے واسطے ہوتی ہی کیا کفار کا بچانیوالا آفات بحری اور بری سے سوائے خدا کے کوئی اور ہوتا ہی اور لصاحبہ کو اور ان اللہ معنا کو پہلے اس سے ہم مفصل بیان کرچکے ہیں لیکن وہ شہادت خدا کی اور رسول خدا کی معلوم نہیں کونسی ہی کہ جسکو شیعہ قبول نہیں کرتے ہیں اور جس طرح کی شہادت کہ ہی اُسکو قبول کرتے ہی ہیں کیوں نہیں قبول کرتے لیکن فضیلت ابوبکر کی اس سے ثابت نہیں ہوتی اور اس قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور جو کچھ اُس میں ہی وہ سب حق ہی لیکن جو بات کہ تمہاری مرضی کے موافق قرآن سے ثابت نہو تو اُسکو ہم کیونکر تسلیم کرلیں اور خلاف کلام اللہ کے تمہاری مرضی کے موافق کیونکر کہدیں اور ہم وہ بات بیان کرتے ہیں جو قرآن کے ظاہر سے مفہوم ہوتی ہی اور واقعی ہی کہ جس میں تاویل کو کسی طرح کا تعلق نہیں اور ہم کسی طرح سے تاویل نہیں کرتے ہیں تو تاویل کرتا ہی کہ جو امر کہ قرآن سے ثابت نہیں ہے اُسکو اپنی طبیعت سے ایجاد کرکے لکھتا چلا جاتا ہی صفحہ کے صفحہ چار پانچ لفظوں کے معنی میں اپنی رائے ناقص سے پیدا کرکے عبث اور فضول طول دیتا ہی اور ہم کلام اللہ کے مضمون کو اُن لوگوں سے لیتے ہیں کہ جو وارثانِ علم نبی تھے اور تم اُن لوگوں سے لیتے ہو کہ جو اعدائے آل رسول تھے اور تم پیروی کرتے ہو ابوحنیفہ کی جو کہ قرآن اور حدیث کے خلاف حکم دیتا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں مثل ربیع الابرار وغیرہ کے لکھا ہی کہ اس نے چار سو حدیثیں رد کی ہیں اسیواسطے خطیب بغدادی اور امام غزالی وغیرہ نے ابوحنیفہ کو گمراہ اور گمراہ کرنیوالا لکھا ہی اور لکھا ہی کہ ایسی خلقت بد مثل ابوحنیفہ کے دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوئی ہی اور اگر تیرا دل چاہے تو اب بھی دلی میں جاکر سن لے کہ ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب کے معتقدین میں سے چاندنی چوک میں کھڑا ہو دو سو تین سو آدمیوں کے روبرو ملانیہ اپنے وعظ میں کہتا ہی کہ ابوحنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اُسکی پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہی سو تم اپنے دین کو ایسے گمراہوں سے لیتے ہو اور پیروی اُنکی کرتے ہو کہ جنکو خود علمائے محققین اہل سنت گمراہ لکھتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں اس صورت میں تمہارا دین اور نماز اور روزہ اور حج وغیرہ عبادات سب باطل ہی تمہارے آوارہ سی اور شیعوں کے دل میں اس آیت سے اول وہلہ میں ہرگز یہ مضمون سمجھ میں نہیں آتا ہی کہ ابوبکر کو اُسوقت رسولخدا کے لئے بے بس اور بیکس ہونے کا رنج تھا بلکہ ابوبکر کو اُسوقت اپنی جان کا رنج تھا کہ حضرت کی ہمراہی میں مفت مارے گئے اور اگر کوئی صورت غار سے باہر نکلنے کی نظر آتی تو ابوبکر بلا تامل اور بے تردد حضرت کو غار میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے جیسا کہ بعد اسکے حضرت کو تنہا چھوڑ کر جہادوں میں سے بھاگ جاتے تھے اور رسولخدا صلعم کی طرف سے رنج کرنا تو ابوبکر سے کوسوں بعید تھا اگر حضرت کی تنہائی اور بیکسی کا رنج ہوتا تو بعد اسکے حضرت کو ہزاروں کفار میں تنہا چھوڑ کر کیوں بھاگتے اور غار کے باہر تو چند ہی کفار ہونگے ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ نتھی اور غار بھی علامات قدرتِ خدا اور معجزات سرور دوسرا سے مثل حصن حصین اور قلعہ مستحکم کے ہو رہا تھا کہ وہاں کسی طرح کا خوف اور کھٹکا نتھا لیکن پھر بھی ابوبکر بسبب اسکے کہ اُنکو قدرت خدا پر اعتماد نہ تھا باوجود ملاحظہ سامان حفاظت کے اپنی جان کے واسطے رنج کرتے تھے اور رسولخدا صلعم کی جان کا رنج تو اُنکے وہم میں بھی نہوگا اور خدا تعالیٰ نے وعدہ نصرت اور امداد کا جو اپنے حبیب سے کیا تھا اُسکا ایفا کیا چنانچہ فرماتا ہی کہ فقد نصرہ اللہ اور ایدہ بجنود اور ابوبکر کی نصرت سے کیا تعلق ہی کہ اُسکے کوئی درپئے آزار ہی نتھا اور اگر ان اللہ معنا میں سے ابوبکر کی بھی نصرت مفہوم ہوتی تو خدا تعالیٰ بعد اسکے فرماتا کہ وایدہما لیکن کسی جگہ ابوبکر کی نصرت کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے اور کیونکر اُس کی نصرت کا ذکر ہو کہ وہ تو ایک اجنبی شخص تھا کہ اُسکے کوئی درپئے تکلیف اور ایذا ہی نہ تھا صرف جانِ واحد جناب رسول خدا صلعم کے قتل اور آزار کے درپے تھے سو اُن حضرت ہی کی نصرت کی قرآن میں اُس کا ذکر کیا اور ابوبکر کی نصرت سے کیا تعلق ہے اور نہ خدا تعالیٰ نے ابوبکر سے نصرت کا وعدہ کیا اور کیونکر وعدہ کرتا نصرت کا کہ ابوبکر کی تو کسی کو تلاش ہی نہ تھی آزار دینے کے واسطے اور لاتحزن ان اللہ معنا حضرت نے جو فرمایا اُس میں ابوبکر کی نصرت کی بشارت نہیں ہے بلکہ ابوبکر جو خوف کفار سے رنج کرتے تھے تو حضرت نے اُن کی

تسلی کے لئے ایسا فرمایا کہ خدا تعالے ہماری حفاظت کے لئے ہمارے ہمراہ ہے اور حفاظت بھی حقیقت میں رسول خدا صلعم ہی کی تھی کہ کفار اُنکے درپے آزار تھے اور
حضرت کی حفاظت کے ضمن میں ابوبکر کی حفاظت بھی آگئی اور آیت جو اس نے لکھی ہے اور ناامیدی نصرت کی جو اس سے سمجھا ہے بالکل غلط ہے اسواسطے کہ رحمت خدا
سے انبیاء مایوس نہیں ہوتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جسوقت کہ مایوس ہوئے پیغمبران خدا ایمان لانے سے کفار کے اور اسی آیت کو فدک کے مقدمہ میں بھی آیت وَهَبْ لِي
مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا کے ذیل میں لکھا ہے اور ہمنے وہاں جواب معقول اسکو دیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اُس وعدۂ صادق نے ظہور فرمایا اور کفاروں نگونسار کے شر سے
اُن دونو بندگان خاص کو بچا کر بحفظ تمام مدینہ میں پہنچایا اور پھر دین کو یہ رونق دی کہ اظہر من الشمس ہے سو دعا دینی چاہئے ابوبکر صدیق کی جان کو کہ وہ اتنے غمگین ہوتے
نہ اُسکا یہ ثمرہ مرتب ہوتا کہاں اُنکے صدقہ سے یہ نصرت ہو کہاں ملک ایران وغیرہ قبضۂ کفار سے چھوٹیں اور شیعوں کو ٹھکانا ملے مگر اس نااہلی کو دیکھئے کہ شکرانہ کے بدلے کہتے
ہیں کہ کوئی اپنی محو کیسے ساتھ نکرے ۵ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں ۰ اس مقام میں بعضے متعصب لاچار ہو کر بہت پیچ و تاب کھا کر شاید کہیں تو یہ کہیں کہ واقعی
اُس زمانہ تک تو ابوبکر ایسے ہی تھے جیسے خدا کے کلام سے سمجھا جاتا ہے مگر وہ بات پھر نہ رہی ہوگی یہ شبہ اس قابل نہیں کہ اُسکے جواب کی طرف متوجہ ہو بلکہ
شیعوں کو لازم ہے کہ ایسی بات کو مُنہ پر نہ لائیں مبادا کوئی ہندو و انگریز سنکر یوں کہنے لگے کہ ایسے خدا ہی کو سلام کہ جسے چار دن کی خبر نہو **اقول** البتہ وہ وعدہ
کہ جو واسطے جناب رسولخدا صلعم کے تھا نہ واسطے ابوبکر کے اُس وعدہ نے ظہور فرمایا اور جناب رسول خدا صلعم کفار نگونسار کے شر سے بچا کر مع ابوبکر کے بحفظ تمام مدینہ میں پہنچایا اور
پھر خدا تعالی نے دین کو رونق بخشی ذوالفقار حیدری کے دبدبہ سے جسوقت کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ جہاد کفار سے بھاگ جاتے تھے رسول خدا صلعم کو ہزاروں
کفار میں تنہا چھوڑ کر ۵ گر نبودے دست حیدر ذوالفقار ۰ کے شدی اللہ اکبر آشکار ۰ سو دعا دینی چاہئے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی جان کو کہ اُنہوں نے کفار کو نگونسار
کر کے دین کو جاری کیا اور بطفیل ذوالفقار حیدر کرار مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو اب جہاد کرنا بھی آسان ہوگیا مفت کی فوج بہم پہنچی اور بعد اسکے جو ابوبکر اور عمر نے اپنی
ریاست کی ترقی کے واسطے جہاد کروائے ہیں اور ایران وغیرہ فتح کیا ہے اور اسی طرح معاویہ اور یزید اور عبدالملک وغیرہ نے فیقان اور قہستان اور سجستان اور دوان وغیرہ
فتح کئے یہ سب بطفیل ذوالفقار علی بن ابیطالب علیہ السلام ہے کہ اسلام کی جڑ باندھ دی تھی اور مستحکم کردی تھی کفار کو نگونسار کر کے اور ثلاثہ وغیرہ خود تو کسی جہاد میں گئے
نہیں لیکن اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے مسلمانوں کو واسطے جہاد کے بھیجدیتے تھے اور مسلمان ترقی اسلام اور بامید حصول مال غنیمت جہاد کرتے تھے اور اُنکی
ریاست مفت گھر بیٹھے ہوئے ترقی پکڑتی تھی اور کوئی اس عقل کے دشمن سے پوچھے کہ ابوبکر کے غمگین ہونے سے کونسا فائدہ حاصل ہوا اور اُنکے غمگین ہونے سے نصرت کیونکر
ہوئی اور غمگین ہونے سے اُنکے کیا ہوا بلکہ وہ غمگین ہونا ابوبکر کا موافق مرضی خدا اور رسول خدا کے نہ تھا ورنہ غمگین ہونے سے کیوں منع کرتے اُنکو جناب رسول خدا صلعم اور اگر
نصرت ہوئی تھی تو جناب رسول خدا صلعم کے واسطے ہوئی کہ کفار اُنکے درپے قتل اور ایذا رسانی تھے اور ابوبکر کے واسطے نصرت کی وجہ کیا تھی کہ ابوبکر کا تو کوئی خواہاں بھی نہ تھا
اور رسول خدا صلعم ہی کی نصرت کا خدا تعالے نے ذکر کیا ہے نہ ابوبکر کی نصرت کا چنانچہ فرماتا ہے کہ فقد نصرہ اللہ اور فرمایا کہ و ایدہ بجنود اور ابوبکر کے واسطے کہیں بھی کچھ نہیں
فرمایا بلکہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ کا قول نقل کردیا ہے کہ وہ اپنے ہمراہی سے کہتا تھا کہ تو غمگین مت ہو خدا تعالے جو ہمارے ہمراہ ہے وہ ہم کو اُنکے شر سے محفوظ
رکھیگا اور ابوبکر کا شکرانہ کس بات کا کریں اُس نے ہمپر کیا احسان کیا ہے اور اپنے زمانہ میں جو اُنہوں نے جہاد کروائے ہیں وہ اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے نہ اسلام کی ترقی
کے واسطے اور ابوبکر کے زمانہ میں تو ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آیا بھی نہ تھا عمر کے زمانہ میں آیا تھا سو وہ بھی حضرت علیؑ کے مشورہ سے اور شیعوں کے واسطے ایران
کی خصوصیت کیا ہے شیعہ تو سب جگہ موجود ہیں اور کثرت شیعوں کی البتہ ایران میں ہے اور وہ ہی حق پر ہیں موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے چنانچہ بیضاوی اور
معالم التنزیل میں لکھا ہے تفسیر میں آیت يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم کے جو کہ سورہ محمد میں ہے کہ لوگوں نے رسول خدا صلعم سے پوچھا زیادہ فرمان نزول
کو کہ وہ کون ہیں حضرت نے دست مبارک اپنا حضرت سلمان کے شانہ پر مارا یا ران پر اور فرمایا کہ یہ اور قوم اُسکی قسم ہے خدا کی اگر بالفرض ایمان دنیا سے اُٹھ جاوے
یہانتک کہ ثریا سے آمیختہ ہو جائے تو البتہ جماعت فارس کی اُس پر ہاتھ ماریں اور اُسکو حاصل کریں اور آیت فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کی تفسیر میں بھی یہی لکھا
ہے کہ وہ لوگ کہ جنکو خدا دوست رکھیگا اور وہ خدا کو دوست رکھیں گے فارس کے آدمی ہیں اور یا یمن کے آدمی ہیں اور یمن میں بھی اکثر شیعہ ہی ہوتے تھے اور خدا تعالے
کے کلام سے ابوبکر کی کوئی فضیلت نہیں سمجھی جاتی بجز اسکے کہ خدا تعالے نے ابوبکر کو صاحب رسولخدا صلعم کا فرمایا ہے اور صاحب اُسکو کہتے ہیں کہ جو اپنی صحبت میں
ہمراہ اپنے ہو اور وہ عام ہے خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو چنانچہ ہم مفصل پہلے اس سے کئی جگہ بیان کر چکے اور رہا یہ ہے کہ جسوقت ابوبکر خوف کفار سے رنج کرنے لگے تو
رسول خدا صلعم نے واسطے تسلی کے ابوبکر سے فرمایا ہے کہ تو رنج مت کر خدا ہمارے ہمراہ ہے سو خدا تعالی ہمراہ تو ہر بندہ کے ہوتا ہے مومن کے اور کافر کے لیکن

حضرت کا فرمانا کہ خدا ہماری ہمراہ ہی تو مراد اُس سے یہ ہوئی کہ وہ جو ہمارے ہمراہ ہی وہ ہمکو محفوظ رکھیگا اُنکے شر سے اور سوائے اسکے یہاں اَور کچھ مراد نہیں ہے اور خدا تعالیٰ
محفوظ بھی سب بندوں ہی کو رکھتا ہی اور حافظ کفار کا بھی ہر آفت اور بلا سے سوائے خدا کے اور کون ہے اگر کوئی اور ہو تو اُسکو بتادو سو ابوبکر کی کوئی فضیلت اور تعریف
اس آیت سے ثابت نہوئی پھر شیعہ کا ہیکو کہیں گے کہ ابوبکر اُس زمانہ تک تو ایسے ہی تھے جیسے خدا کے کلام سے سمجھا جاتا ہے مگر وہ بات پھر نرہی معلوم نہیں کہ جو پہلے ابوبکر میں
ایک بات تھی اور شیعوں کے نزدیک وہ اب نرہی وہ کیا بات ہے شیعہ تو ابوبکر کو ابتدائے قبول اسلام سے تا وفات رسولخدا ایک حالت پر جانتے ہیں اور بعد رسولخدا صلعم
کے بھی کچھ مشرک نہیں ہوگئے تھے مگر خلافت کے غصب کرنے سے جو موجب ضلالت بندگان خدا ہوگئی تھی اسواسطے شیعہ اُن کو اچھا نہیں جانتے ہیں اور انجام اُنکا کفار کا سا
سمجھتے ہیں اور شیعوں کو تو وہ شبہ ہی نہیں ہوتا ہی کہ جسکا تم جواب دو اور جو بات کہ حق ہی اُسکو تو شیعہ اپنی زبان پر لاتے ہیں اور جو شبہ کہ شیعوں کی طرف سے تو نے ایجاد کیا ہی شیعہ وہ
شبہ کرتے ہی نہیں ہیں اسواسطے کہ وہ اس آیت میں کوئی فضیلت یا تعریف ابوبکر کی پاتے ہی نہیں ہیں تا کہ ابوبکر کو کہیں کہ وہ اپنی پہلی حالت سے پھر گئے اور بندۂ در
انگریز کیا تیری طرح دیوانے اور پاگل ہیں کہ جن باتوں کو شیعہ نہ کہتے ہوں اُن باتوں کو شیعوں کی طرف منسوب کرکے اُن پر طعن کریں جیسے کہ تو جھوٹے مقدمات شیعوں کی طرف منسوب کرکے اُن پر طعن کرتا ہی اور وہ کوئی ایسی بات نہیں جار دن کی
نہیں ہے کہ جسکو خدا نہ جانتا ہو بلکہ جو کچھ کہ ابوبکر سے بعد اسکے وقوع میں آیا سب جانتا ہی اور ابتدا میں کی کوئی ابوبکر کی ایسی مدح اور فضیلت بھی تحریر نہیں فرمائی ہی کہ
جو مخالف ہو ابوبکر کے اطوار مابعد کے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر بفرض محال حسب گفتار شیعہ نقل کفر کفر نباشد خدا کو ابوبکر صدیق کے اُن اطواروں کی جو اُن سے
بعد میں ظہور میں آئے خبر نہیں بھی تھی اور بھولے سے اُنکے منہ سے یہ بات نکل گئی تھی تب لازم تھا کہ اپنی اس بات کی پچ کرتا اور جو قول ابوبکر کو راہ راست پر لاتا خدا تھا کچھ ناخدا تو
نہ تھا کہ بادِ مخالف میں لاچار ہو کر بیٹھ رہے بندوں کو اپنی بات کی پچ ہوتی ہی خدا تو خدا ابوبکر صدیق کے حق کی تو یوں کہا کہ ہم اسکے ساتھ ہیں اور ادہر یوں سنا دیا کہ لا
تبدیل لکلمات اللہ یا ما یبدل القول لدی دونوں آیتوں کا یہی مطلب ہے کہ خدا کی بات بدلی نہیں جاتی اور پھر تسپر ابوبکر کا ساتھ چھوڑ دیا یہانتک کہ شیطان نے اُسے
دبایا یا یوں کہئے نعوذ باللہ خدا ساتھ تھا پر خدا سے شیطان سے مقابلہ میں کچھ نہو سکا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا آخر شیعوں کے اور کسے یہ دلیری ہی کہ ایسی بات منہ پر لاسکے
یہ نہیں سمجھتے کہ اول تو ان اللہ معنا یہ ایسا جملہ ہی کہ عربی کے محاورہ کے موافق اسمیں ہمیشگی کی بو آتی ہی جو لوگ عربی جانتے ہیں اور فن بلاغت کے قواعد سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں
بلکہ اتنی بات تو یقین یوں ہی مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہوں دوسرے ہمنے مانا اس جملہ سے کچھ ہمیشگی نہیں نکلتی پر اتنی بات تو شیعوں کو بھی تسلیم کرنی پڑیگی کہ اُسوقت غار
میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق اس خدا کی ہمراہی اور ہمدمی میں شریک تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ رسولخدا صلعم سے خدا کبھی علیحدہ ہوگیا ہو اور اُنکی خبر گیری
اور طرفداری چھوڑ دی ہو سو ان اللہ معنا میں رسولخدا صلعم کا حصہ تو دائمی نکلا اس صورت میں ابوبکر صدیق کا حصہ بھی دائمی ہوگا کیونکہ دونوں کے حصے ملے ہوئے ہیں جدے ہوئے نہیں ایک
مع کا لفظ دونوں کے واسطے ہی دو لفظ جدے جدے نہیں یعنی معی و معک نہیں فرمایا **اقول** خدا تعالی کو ابوبکر کے سب اطوار کی پہلے ہی سے خبر تھی کہ وہ گزشتہ اور آیندہ کے حال کو جانتا ہی اور سہو
اور نسیان اُسکو ہرگز نہیں ہوتا ہی اور ابوبکر کے حق میں کوئی ایسی بات بھی نہیں فرمائی ہی کہ وہ آیندہ کو ابوبکر سے افعال ناشایستہ کے صادر ہونے کو مانع یا مخالف ہو اور کوئی بات ابوبکر کی
فضیلت اور مدح کی خدا تعالی نے قرآن میں نہیں لکھی ہی کہ جسکو دیکھکر کہا جائے کہ ابوبکر نزدیک خدا کے ایسا تھا تو اُس سے ایسے افعال بد کیونکر وقوع میں آئے ہونگے اور خدا تعالی کا
کام راہ راست دکھانا ہی اور بھلے اور برے سے مطلع کردینا ہی اور جبر کرنا اُسکا کام نہیں ہی اور راہ راست اُس نے سب کو بتادی اگر ابوبکر اپنی رائے ناقص سے راہ راست کو ترک کرکے واسطے حب جاہ کے راہ بد
اختیار کرے تو خدا کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور خدا تعالی نے ابوبکر کے حق میں کوئی ایسی بات نہیں فرمائی ہی کہ جسکی پچ کے واسطے ابوبکر پر جبر کرتا اور خواہ مخواہ اُسکو پہلی بات کے مطابق رکھتا
اسواسطے کہ خدا تعالی نے بندوں کو نیک اور بد سے آگاہ کردیا ہی اب بندہ اپنے اختیار سے چاہے راہ نیک اختیار کرے چاہے بد چنانچہ فرماتا ہی کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا
وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور خدا تعالی نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا ہی کہ ہم صرف ابوبکر کے ہمراہ ہیں خدا تعالی تو یہ فرماتا ہی کہ ہم ہر بندہ کے ہمراہ ہیں چنانچہ فرماتا ہی کہ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اور فرماتا ہی کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جو فرمایا ہی تو وہ جناب رسولخدا صلعم کے قول کو نقل کیا ہی کہ وہ اپنی ہمراہی ایسا کہتے
تھے سو وہ اپنی ذات کے واسطے کہتی تھی کہ ہمارے ہمراہ خدا ہی ہمکو محفوظ رکھیگا نہ ابوبکر کے واسطے البتہ بالتبع ابوبکر بھی ہی اور اگر ابوبکر کے واسطے فرماتے تو ان اللہ معک فرماتے غرض یہ ہی کہ ابوبکر کے
ہمراہ ہونیکا کسیکو انکار نہیں ہی اگر اسکا انکار کیا جائے تو قرآن کا انکار کیا جائے لیکن اگر خدا ہمراہ ابوبکر کے ہی تو کیا فضیلت ہے سب بندوں کے ہمراہ ہی اور لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ بھی حق ہی اور
خدا کی بات بدلی نہیں جاتی اور خدا نے ساتھ ابوبکر کا ہرگز نہیں چھوڑا اور وہ ہمیشہ ابوبکر کی بلکہ سب بندوں کے ساتھ ہی اور فرما دیا ہی کہ یٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ
لیکن ابوبکر نے باوجود ہمراہ ہونے خدا کے شیطان کی فرمانبرداری کی اور خدا کی فرمانبرداری ترک کی اور ابوبکر کو شرم نہ آئی خدا سے اور یہ نجانا کہ ہمراہ میرے تو خدا ہی میں اُسکے سامنے ایسے افعال عمل میں
نہ لاؤں اور شیطان کو کیوں بدنام کرتے ہو ابوبکر نے تو خود اپنی آپ حب جاہ اور طمع ریاست کی جہت سے ایسے افعال اختیار کئے ہیں اور شیطان تو کل کو یہ کہیگا کہ رَبَّنَا مَا اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ نہیں ہی سے

شیطان کے مقابلہ میں خدا سے کچھ نہو سکا اور اگر یہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ بھی تو خدا تھا اور جسوقت کفار نے حضرت کے قتل کا ارادہ کیا تو کفار سے حضرت کو خدا بچا نہ سکا
اور کفار کی تعدی سے وطن کے چھوڑ دینے کا حکم دیا اب یوں کہئے کہ نعوذ باللہ خدا تو ساتھ تھا پر خدا سے کفار کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا تعالی اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً
اور حضرت زکریا اور یحیی کے ہمراہ خدا تھا اور انکو قتل کروا دیا اور کفار کے مقابلہ میں خدا سے کچھ نہو سکا کہ انکو بچاتا جو تم یہاں کہوگے وہی ہم وہاں کہینگے اور اگر شیطان کے
اغوا سے یہہ افعال ابو بکر کے تھے تو ابو بکر نے خود اپنی ذات سے شیطان کی پیروی کو باوجود منع کرنے خدا کے اختیار کیا چنانچہ فرمایا خلیفہ صاحب نے کہ اِنَّ لِی شَیْطَاناً
یَعْتَرِیْنِی یعنی تحقیق کہ واسطے میرے شیطان ہے ہمراہ میرے کہ آدباتا ہے وہ مجھکو اور جب شیطان موافق ارشاد خلیفہ صاحب کے خلیفہ صاحب پر غالب ہوگیا اور خدا تعالے
سے شیطان کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا کہ ابو بکر پر شیطان کو غالب ہونے دیتا تو یہ بات سنیوں ہی کے مذہب میں بلکہ خلیفہ صاحب کے اعتقاد میں پائی گئی کہ خدا تعالی
سے شیطان کے مقابلہ میں کچھ نہو سکا اور شیعہ تو ایسی باتوں سے بری ہیں اگر نعوذ باللہ یہ بات ہے تو اہل سنت ہی کے نزدیک ہے اور جملہ ان اللہ معنا کا بے شک ہمیشگی پر دلالت
کرتا ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن معلوم نہیں اس سے مراد کیا ہے اگر یہ مراد ہے کہ خدا تعالی ہمیشہ ہمارے ہمراہ ہے تو ہمتو بے فرمائے حضرت کے بھی جانتے ہیں کہ ہمیشہ خدا تعالے
ہمراہ ہے اگر یہ جملہ حضرت نفرماتے تو بھی ہم جانتے کہ خدا ہمیشہ ہمراہ ہے لیکن حضرت نے ابو بکر کی تسلی کے واسطے کہ وہ خوف کفار سے غمگین تھے اپنے زبان مبارک سے ایسا فرمایا
ورنہ ہمراہ تو خدا پہلے ہی سے تھا کچھ اُسوقت کے ہمراہ ہونیکی خصوصیت نہیں ہے اور جملہ اسمیہ کے ہمیشگی پر دلالت کرنیکو تو ہم خود کہتے ہیں فن بلاغت والوں کی طرف رجوع
کرنے کی کیا احتیاج ہے اور خدا تعالی کو ہمیشہ ابو بکر کے ہمراہ ہونیکو بھی کہتے ہیں لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور جناب رسول خدا صلعم نے صرف حفاظت
کے واسطے ان اللہ معنا فرمایا تھا سو خدا تعالی نے محفوظ رکھا اور سوائے اسکے اور کوئی مطلب نہیں ہے اور خدا تعالی کے ہمراہ ابو بکر کے کیا بلکہ ہمراہ کل بندوں کے ہمیشہ
ہونیکا کوئی منکر نہیں ہے اور بے شک جملہ ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے اور اُسوقت خاص میں کیا بلکہ جمیع اوقات میں جناب رسول خدا صلعم اور ابو بکر ہمراہی اور ہمدمی خدا میں
شریک تھے اور خدا تعالی جیسے کہ رسول خدا صلعم سے علیحدہ نہیں ہے ایسی ہی اللہ طرفدار ہے علی الخصوص مومنین کا کہ وقت پڑی پر انکی مدد کرتا ہے اور آفات اور بلیات سے
کفار کو بھی محفوظ رکھتا ہے اور یہاں حصہ رسول خدا صلعم کا ان اللہ معنا میں باعتبار حفاظت کے بالذات ہے اور واسطے ابو بکر کے بالعرض جیسے کہ آدمی کوٹھے کے اوپر جاتا ہے تو اسکے
ہمراہ اُسکے بدن کے کپڑے بھی جاتے ہیں اسواسطے حضرت نے مع کا لفظ فرما کر اپنے میں ابو بکر کو شریک کر لیا اور اگر معی اور معک فرماتے تو اس سے یہ ثابت ہوتا کہ جیسے کہ حضرت کی
حفاظت بالذات ملحوظ ہے ایسے ہی ابو بکر کی ہے اور ایسا ہی نہیں ہے اسواسطے کہ ابو بکر کے آزار کی تو کوئی درپے ہی نہ تھا کہ بالذات انکی حفاظت ملحوظ ہوتی اسواسطے معی
اور معک نفرمایا اور معنا فرمایا **قال الشیخ الاشعری** ـ تیسرے ہم اس سے بھی درگزرے ہم یوں کہتے ہیں کہ شیطان کا مقولہ سورہ ص میں یوں منقول ہے فَبِعِزَّتِکَ
لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ یعنی شیطان قسم کھا کے کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے قسم ہے تیری عزت کی میں سبھی بنی آدم کو بہکاؤنگا مگر جو تیری چھنٹے ہوئے
بندے ہیں تو نے اُنہیں اپنے لئے چھانٹ لیا ہے کیونکہ وہ میری دست قدرت سے باہر ہیں وہ تیری پناہ میں آگئے ہیں سو چونکہ تو اُنکے ساتھ ہے اور وہ تیری پناہ میں ہیں
وہاں میرا کچھ قابو نہیں چل سکتا اور سورہ حجر میں اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ کے بعد بطور تصدیق کے شیطان کے مقولہ کے جواب میں خداوند کریم کی طرف سے یوں
ارشاد ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنے شیطان کو کہا جاتا ہے کہ تو اس بات میں سچا ہے جو میری پناہ میں آگئے ہیں ان پر تیرا بس نہیں چل سکتا اب بعد اسکے
غور فرمائے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا پناہ خداوندی میں آجانا تو اس آیت ہی سے ثابت ہے ان اللہ معنا سے صاف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ایکدفعہ تو صدیق
اکبر پناہ خداوندی میں آگئے اور خدا کے دربار میں اور سرحد میں گویا داخل ہوگئے پھر وہاں سے جو نکلے تو شیطان کے نکالے تو نکل ہی نہیں سکتے اور کس نے نکالا اور اگر
یوں کہئے کہ خدا ہی نے اپنی پناہ سے نکالدیا تو یہہ خیال خود غلط ہے کیونکہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالی اپنی
راہ و رسم کو کسی قوم کے ساتھ جب تک نہیں بدلتا جبتک کہ وہ اپنی طور انداز نہ بدلدیں اور خود حضرت ابو بکر صدیق نے اغوای شیطانی اور بے استدراج خداوندی
اپنی روش بدل لیں یہ محالات میں سے ہے اسواسطے کہ یہ بدیہیات میں سے ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر قسم کے کام کے لئے ایک استعداد ہے داد و دہش کے لئے سخاوت کی
چاہئے مارنے کے لئے شجاعت چاہئے سو ایسی ہی برے کام اور گناہ کی باتوں کے لئے بھی ایک استعداد اور قابلیت چاہئے سو وہ قابلیت اگر تھی تو خدا نے چھانٹا ہی تھا
کس خوبی پر نعوذ باللہ خود کلام ربانی ہی میں موجود ہے اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ یعنی بری چیزیں
بروں کے لئے اور برے بری چیزوں کے لئے اور اچھی چیزیں اچھوں کے لئے اور اچھے اچھی چیزوں کے لئے بلکہ اس موقع میں جو یوں ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے
اللہ ہمارے ساتھ ہے اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ اُن سے جدا نہوگا سو وجہ اسکی یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ مومنوں کے ساتھ ہے بعد لفظ تحزن کے فرمانے

تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اللہ کی ہمراہی ایمان کے ساتھ مشروط تھی جب ایمان گیا ہمراہی بھی ساتھ گئی اور درصورتیکہ بے کسی شرط کے ہمراہی ہو تو وہ دائمی ہوگی اُس میں زوال کا احتمال نہیں قرابت کی وجہ سے جو ارتباط ہوتا ہے وہ قابل زوال نہیں ہوتا اور آپس کی دوستی میں جو بوجہ اخلاق اور احسانات باہمدگر ی کے ہوتے ہیں وہ جبھی تک رہتے ہیں کہ اخلاق اور احسان باقی رہیں اسیواسطے دوستی ٹوٹ جاتی ہے رشتہ نسبی نہیں ٹوٹتا القصہ نسب کے حقوق جان کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوستی کے حقوق احسان کے ساتھ سو چونکہ ان اللہ معنا فرمایا ہے اور ان اللہ مع المومنین وغیرہ جو کسی صف پر دلالت کرے نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ابو بکر کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہمراہی جان کے ساتھ ہے کسی وصف کے ساتھ نہیں پھر اگر خدا کی ہمراہی بدلجائے تو موافق آیت مذکورہ بالا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ الآیۃ کے کسی وصف میں تغیر آنا ضرور ہے اور جب اوصاف کے تغیر اور تبدل پر معیت اور ہمراہی میں بھی تغیر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ معیت اور ہمراہی اُن اوصاف ہی کے سبب تھی بوجہ تھی اِس صورت میں لازم آویگا کہ خدا سے بڑی چوک ہوئی کہ ایسی صفت کا نام نلیا یا خداوندکریم بھولگیا اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کی جگہہ مثلاً اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا نعوذ باللہ من سوء الفہم خداوندکریم اور چوک جاے یا بھول جائے خدا کی تو یہ شان ہے جیسے کلام اللہ میں آیا ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا رب چوکے نہ بھولے **اقول** یہ شیطان کا مقولہ جو سورہ صٓ میں ہے فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ اسکا کون منکر ہے اور جو کچھ شیطان نے کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی میں سبھی بنی آدم کو بہکاؤنگا مگر جو تیرے چنیٹے ہوے بندے ہیں کہ تو نے اُنہیں اپنے لئے چھانٹ لیا ہے اُنکو نہ بہکا سکونگا کیونکہ وہ میری دست قدرت سے باہر ہیں وہ تیری پناہ میں آگئی ہیں سو چونکہ تو اُنکے ساتھ ہے اور وہ تیری پناہ میں ہیں وہاں میرا کچھہ قابو نہیں چل سکتا اور شیطان کے مقولہ کے جواب میں جو کچھہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ یہ سب سچ ہے اور ابو بکر کا پناہ خدا میں ہونا ایک دفعہ کیا بلکہ ہمیشہ کو ثابت ہے کہ تمام بندے اسکے کیا مومن کیا کافر سب اُسکی ہی پناہ میں ہیں اور وہ ہی سب کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھتا ہے ایک سفر دریا ہے کہ اُس میں طرح طرح کے خطرات ہیں اور لاکھہ من کے بار کو جہاز اپنی قدرت سے خدا تعالیٰ لیے جاتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے اب بتلاؤ کہ اُنکو آفات دریائی سے کون بچاتا ہے سواے خدا کے کوئی اور بھی ہے سو سب بندے خدا کی پناہ میں ہیں مومن بھی اور کافر بھی اور ابو بکر کی پناہِ خدا میں ہونے کی کچھہ خصوصیت نہیں ہے اور جناب رسول خدا نے جو فرمایا تھا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابو بکر کی تسلی کے واسطے فرمایا اگر کوئی کافر حضرت کا دوست حضرت کے ہمراہ ہوتا اور کفار کے خوف سے رنج کرتا تو حضرت اُسکی تسلی کے واسطے بھی ان اللہ معنا فرماتے اور خالی معیت سے خدا کی کون ہے اور پناہ خداوندی میں ابو بکر ہمیشہ ہی سے ہیں جیسے کہ اور بندے ہیں اور پناہ خدا میں ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ انسے افعال بد صادر نہوں اکثر بندوں سے افعال بد صادر ہوتے ہیں باوجودیکہ وہ پناہ خدا میں ہیں اور مقصود آیت اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ سے یہ ہے کہ جو کہ بندگان مخلص تیرے ہیں وہ میرے اغوا سے گمراہ نہونگے اور وہ میرا کہنا نہ مانینگے اور یہ مطلب اس آیت سے نہیں ہے کہ وہ تیری پناہ میں آگئے ہیں پناہ میں اُسکے تو سب بندے اسکے ہیں ہمیشہ سے اور اگر سب بندے خدا کی پناہ میں نہوں تو توم اجنہ ہی اُنکو ہلاک کرڈالیں اور ابو بکر بندگان مخلصین میں سے تھے کہ شیطان کے کہنے میں آتے بلکہ وہ خود کہتے تھے اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ یعنی تحقیق واسطے میرے شیطان ہے کہ آدبا تا ہے وہ مجھکو اور جناب رسول خدا صلعم نے جو فرمایا تھا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اُس سے مراد یہ تھی کہ ہمارے ہمراہ خدا ہے اور ہم اسکی پناہ میں ہیں وہ ہمکو ان کفار کی شر سے محفوظ رکھیگا اور یہ فقرہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمراہ ہونا نے تو افعال بد صادر نہیں ہوتے اسکو اس کیا تعلق ہے اور خدا کی پناہ میں سے نکل جانیکو کوئی بھی نہیں کہتا ہے اور اگر ابو بکر افعال بد کریں تو کچھہ محال ہی نہیں ہے اور مثل سب بندوں غیر معصوم کے ایک وہ بھی تھے کہ جن سے افعال ناشایستہ صادر ہوتے تھے وہ بسبب حب جاہ و ریاست کے خود ابو بکر نے ایسا ہی کیا اور قابلیت ابو بکر میں امر استعداد ہر ایک فعل نیک و بد کی صادر ہونیکی تھی اُس سے خالی نہتی مثل اور بندوں کے اور افعال نیک و بد دونو صادر ہوتے تھے اور خدا نے ابو بکر کو جانثار ہرگز نہ کہا اور وہ بندگان مخلصین میں سے تھے بلکہ ایسے بشر تھے کہ اُنسے نیکی و بدی دونو صادر ہوتی تھی اور ابو بکر طیبین میں سے ہرگز نہ تھے کہ بُری باتیں اُنسے صادر نہوتیں اور ان اللہ معنا کا حکم کلمہ ہرگز ہرگز اسپر دلالت نہیں کرتا ہے کہ ابو بکر کے ہمراہ اگر خدا ہوا تو اُس سے کوئی بدی ہی صادر نہوا اور ہمراہ تو خدا تعالیٰ سب کے ہے اور معیت سے اُسکی خالی کوئی بشر نہیں ہے مگر معیتوں میں فرق ہے جس جگہہ کہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور وہ مقام خوف ہے تو وہاں مراد ہمراہی خدا سے حفاظت اُسکی ہے اور جس جگہہ قرآن میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ چنانچہ بدر کی لڑائی کے ذکر میں ہے تو وہاں ہمراہی خدا سے نصرت خدا کی ہے مومنین کے واسطے و علی ہذا القیاس اور مراد اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایمان کی جہت سے خدا تعالیٰ اُنکے ہمراہ ہے بلکہ ہمراہ تو وہ سبکے ہے ایمان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور ہمراہی بھی سب کے ساتھ دائمی ہے جیسا کہ ہم لکھہ چکے اور ہمراہی خدا کی کسی وصف کی جہت سے نہیں بلکہ مطلق ہے اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ تو قول خدا ہے اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا جناب رسول خدا صلعم کے قول کی نقل ہے کہ واسطے تسلی ابو بکر کے حضرت نے فرمایا تھا جس وقت وہ مارے جانیکے خوف سے رنج کرتے تھے اور تسلیم کیا ہمنے کہ ہمراہی خدا کی ابو بکر کی جان کے ساتھہ ہے کسی صف کے ساتھہ نہیں ہے لیکن سب کی ہمراہی جان کے ساتھہ ہے مگر فرق یہ ہے کہ مومنیں کی ہمراہی

نصرت کے واسطے ہوتی ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے جو فرمایا تھا کہ ان اللہ معنا یہ ہمراہی واسطے حفاظت کے تھی سو خدا نے محفوظ رکہا اور حفاظت کے ذکر کی کچھہ حاجت نہ
تھی قرینہ اُسپر دلالت کرتا تھا اور معیت خدا کی اوصاف کی جہت سے نہیں ہے کہ اوصاف کے تغیر سے ہمراہی میں اُسکی تغیر آوے اور مقصود ان اللہ معنا اور ان اللہ
مع المومنین سے دونوں سے ایک ہے کہ وہ حفاظت اور نصرت مومنین کی ہے اور ابو بکر کی حفاظت یا نصرت ان اللہ معنا میں بالذات ملحوظ ہی نہیں ہے اس واسطے کہ اُنکا تو
خواہاں ہے کوئی نہ تھا اور حفاظت ابو بکر کی جو ہوئی ہے وہ ہمراہی میں رسول خدا کی بالتبع ہو گئی ہے اور جو کہ اصل معیت خدا کی ہے اُس میں تو کسی طرح سے تغیر نہیں
ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے بندوں کے ہمراہ ہوتا ہے اس صورت میں تو خدا تعالی کی کوئی ہول اور چوک مفہوم نہیں ہو سکتی تو ہی وہ بات ایجاد کرتا ہے کہ جس سے خدا تعالی
کی ہول متصور ہو اور جو کچھہ تو بیان کرتا ہے اُسکا کوئی قائل ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** انصاف اگر ہو تو اس لفظ معنا سے یوں سمجھہ میں آتا
ہے کہ ابو بکر صدیق کا رتبہ کچھہ الگ بہگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کے ہے کہ جو ایک قسم کی معیت اُن دونوں کے واسطے خداوند کریم نے بیان فرمائی سو یہہ
بات بجز اسکے نہیں ہو سکتی کہ صدیق اکبر اُنکو کہا جاوے اور تمام اُمت محمدی اور سوا اسکے اور امتہائے ماضیہ سے اُنکو افضل سمجھا جاوے جب کہیں رتبہ اور مقام کی
سرحد اعلے مقام نبوت کی سرحد اسفل سے متصل ہو اور یہہ لیاقت بہم پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بات میں شریک ہوں سو یہ بات شیعہ سنی جانتے ہیں
کہ ایسا مقام جو مقام نبوت سے متصل ہو بجز صدیقیت اور کوئی نہیں کیونکہ کلام اللہ میں بعد انبیاء کے صدیقین ہی کو ذکر کرتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبی
کی اُمت کے صدیق اکبر کا رتبہ اُس نبی کے رتبہ کے متصل ہی نیچے ہوتا ہے سو جو نکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو اور نبیوں کی نبوت سے بالاتر ہے تو اس
اُمت کے صدیق اکبر کا رتبہ اپنی اُمت کے صدیقوں کے مرتبہ سے تو بڑہ کر ہی ہے اور اُمتوں کی صدیقوں کے مرتبہ سے بھی بالاتر ہوگا اب بس کیجے کہ منصفونکے لئے یہ ہی
بہت ہے اور متعصبونکو خداوند کریم اگر سمجہائے تو شاید مانیں ہم جیسونکی کاہیکو مانینگے مگر ہمیں بطور نصیحت اسقدر کہنا لازم ہے کہ خداوند کریم جسکے ساتھہ ہوتا ہے اُسکی
دشمنوں کی خیر نہیں ہوتی **اقول** کیا خوب وجہ معقول اس شیخ نے پیدا کی ہے ابو بکر کے مساوی رسول خدا صلعم کے ہونے کی مرتبہ میں مگر کچھہ ایسی کم کہ حضرت کے مرتبہ
کے قریب ہے مرتبہ ابو بکر کا سو یہ لوگ ڈرتے ڈرتے اسقدر کہتے ہیں اگر اُنکو خلقت کی ملامت اور طعن کرنیکا اندیشہ نہو تو یہہ تو ابو بکر کو کیا بلکہ عمر اور عثمان اور معاویہ وغیرہ کو
سبکو خدا تعالی کے مرتبہ کے الگ بہگ کہدیں چنانچہ بایزید بسطامی اور منصور حلاج کہ اہل سنت کی اولیاء کبار میں سے ہیں اپنے تئیں خدا کہتے ہی تھے چنانچہ بعد اُسکے ہم خط کے
جواب کے رد میں لکھینگے اور دلیل اُسکی معیت خدا بیان کی ہے اور خدا تعالی تو مومنین کے بھی ہمراہ ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور رسول خدا بھی مومنین
میں داخل ہیں اور ایک ہی قسم کی معیت رسول خدا اور مومنین کے واسطے ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ سب مومنین رسول خدا کے مرتبہ کے الگ بہگ ہوں بلکہ چاہئے
کہ سب آدمی مومن اور کافر رسول خدا صلعم کے مرتبہ کے الگ بہگ ہوں اس واسطے کہ خدا تعالی قرآن میں سب آدمیونکے ساتھہ اپنی معیت کو بیان کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ
وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اور اس دلیل سے چاہئے کہ سب آدمی صدیق اکبر ہو جائیں ابو بکر کی خصوصیت کہاں سے نکالی اور قرآن سے تو یہ ثابت ہوتا ہے
کہ جو کوئی خدا پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا وہ ہی صدیق ہے چنانچہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۤىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاۤءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ
یعنے اور جو لوگ کہ ایمان لائے خدا پر اور پیغمبروں پر وہ ہی لوگ صدیقین اور شہدا ہیں نزدیک پروردگار اپنے کے کہ صدیقین کا سا مرتبہ اُنکا ہے اور اُنکا سا ثواب
پاتے ہیں اور روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کہ صدیقین میں وہ تین شخص ہیں حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب نجار صاحب یسین اور علی ابن ابیطالب کہ یہ صدیق
اکبر ہیں چنانچہ اہل سنت کی ہی کتابوں میں لکھا ہے[1] کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں ہوں صدیق اکبر اور فاروق اعظم معلوم نہیں ابو بکر کیسے صدیق ہو گئے بلکہ آیت اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے تو ابو بکر کا عدم ایمان ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ مراد مومنین کے ہمراہ ہونے سے نصرت مومنین کی ہے کہ خدا ناصر اور مددگار اُنکا ہوتا ہے چنانچہ جنگ بدر
کے قصہ میں فرمایا ہے اور خدا تعالی نے جہادوں میں نصرت ابو بکر کی نکی خیبر میں افسر بنکے گئے تھے اور وہاں سے بہاگ کر چلے آئے لیکن خدا تعالی نے نصرت اُنکی نکی
اگر مومن ہوتے تو نصرت اُنکی کرتا اور مرتبہ صدیق کا تو بہت اعلے ہوتا ہے کہ وہ زاہد ہوتے ہیں اور دنیا سے اور مال دنیا سے اُنکو محبت نہیں ہوتی بلکہ دنیا سے نفرت ہوتی
ہے اور ابو بکر ایک دنیا دار آدمی طالب اور راغب زر تھے چنانچہ خدا تعالی اُنکے حق میں فرماتا ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا یعنے چاہتے ہو تم مال دنیا کو اور وجہ ابو بکر کی
اور اُنکے ہمراہیوں کے حق میں اس آیت کے نازل ہونیکی یہ ہے کہ جنگ بدر میں کفار اسیر ہو کر آئے تو جناب رسول خدا صلعم نے مشورہ کیا کہ اُنکے حق میں کیا کرنا چاہئے کسی نے تو
کچھہ کہا اور کسی نے کچھہ کہا اور عمر جو بڑی تند خو اور غلیظ اور سنگدل تھے اُنہوں نے کہا کہ اُنکو قتل کرو اور ابو بکر نے مشورہ دیا کہ اُنسے فدیہ لیکر چھوڑ دو کہ مال فدیہ کا مومنین کے کام آئیگا
خدا تعالی کو یہ بات پسند نہ آئی اور ناراض ہو کر یہ آیت نازل کی سو کہاں تو مرتبہ صدیق ہونیکا اور کہاں ابو بکر طالب مال دنیا اور جسوقت ابو بکر صدیق نہ ٹہیرے تو کسی سے

[1] اور بہت سی اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے

افضل نہیں ہو سکتی نہ اُمت محمدی سے نہ اور اُمتوں سے اور کیونکر افضل ہو وہ شخص کہ جس نے ساٹھ برس بت پرستی کی ہو حالت کفر میں اُن لوگوں سے کہ جنہوں نے طرفۃ العین بت پرستی نکی ہو اور صدیقیت گو مقام نبوت کے متصل ہے لیکن ابوبکر کا صدیق ہونا ثابت کرو تب ایسا کلمہ زبان پر لاؤ اور معیت خدا کو صدیق ہونا لازم نہیں ہے کہ خدا تعالی سب مومنین کے بلکہ کل آدمیوں کے ہمراہ ہے اور صدیق اکبر ہونا تو ایک امر عظیم ہے پہلے ادنی صدیق ہونا تو ثابت کرو اور اہل سنت جو ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں تو اس جہت سے کہتے ہیں کہ اُنہوں نے سب سے پہلے حضرت کے معراج کی تصدیق کی تھی سو یہ امر تو صدیق کہنے کو کچھ مناسبت بھی رکھتا ہے اگر وقوع میں آیا ہو لیکن یہ شیخ معلوم نہیں معیت کے سبب سے کس وجہ صدیق رکھتا ہے اور اُس میں تصدیق کس امر کی ہوئی تھی اور جو کچھ لکھا ہے انصاف سے نہایت بعید ہے کہ اپنی رائے ناقص سے غیر واقعی اُمور تجویز کر لئے ہیں اسکو کون پسند کریگا اور جو کوئی پسند کریگا وہ بھی ناانصاف ہے اور تیری بات تو اُسوقت تسلیم کی جائے کہ جسوقت تو انصاف کی بات کہے اور جسوقت تو بیراہ چلے تو کون پسند کرے اے خدا تعالی ہمراہ تو سب کے ہے لیکن ہمراہی کے مقام کو دیکھنا چاہئے جس جگہہ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ واسطے نصرت کے ہمراہ ہے اور جس جگہہ کہ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ فرمایا ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ اُنسے راضی ہے اور اُنکے اعمال کو پسند کرتا ہے اور جناب رسول صلعم نے جو فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا وہاں مراد یہ ہے کہ خدا تعالی واسطے حفاظت کے ہمراہ ہمارے ہے ہمراہ تو سب کے ہوتا ہے خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور اگر تیری نزدیک یہ ہے کہ جسکے ہمراہ خدا ہوتا ہے اسکے دشمنوں کی خبر نہیں ہے سو خدا تو سب آدمیوں کے ہمراہ ہے اور دشمن اُنکا شیطان ہے اُسکی خیر نہوگی اور اگر ان اللہ معنا سے ہمراہی مراد ہے تو وہاں سے لئے ہمراہی مقصود تھی حضرت کی حفاظت کے واسطے اور ابوبکر کی ہمراہی بالتبع ہے نہ بالذات اور ابوبکر نے باوجود ہمراہ ہونے خدا کے ایسے افعال ناشایستہ کئے کہ دشمنی اُنکی واجب ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ خدا ابوبکر کے ہمراہ تھا اسواسطے کہ خدا سب کے ہمراہ ہوتا ہے لیکن وہ ہمراہی ابوبکر کی ہمراہ ایسی نہ تھی کہ جس سے کچھ فائدہ ہو اور غار میں جو محفوظ رہے تو رسول خدا صلعم کے طفیل سے کہ بالذات ہمراہی جناب رسول خدا صلعم کے واسطے تھی نہ ابوبکر کے واسطے ابوبکر کی حفاظت تو رسول خدا کی حفاظت کی تبعیت سے تھی **قال الشیخ الاشعری** اسکے بعد کوئی کہیگا تو یہ کہیگا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا حقیقت میں خدا کا مقولہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ ہے خداوند کریم ناقل ہے اور راوی ہے کچھ اپنی طرف سے نہیں فرماتے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اُسوقت صادر ہوا اُسے بعینہ نقل کر دیا جیسے فرعون کا انا ربکم الاعلی کہنا یعنی میں تمہارا بڑا رب ہوں یا ابلیس کا انا خیر منہ کہنا یعنی میں آدم سے بہتر ہوں بعینہ نقل کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند رسول ہیں لیکن پھر بھی انسان ہیں اور یہ مثل مشہور ہے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان سو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ غلطی ہو گئی ہو تو کیا بعید ہے جواب سکا یہ ہے کہ واقعی شیعوں کے لئے یہ بات بڑی باعث افتخار لازم تو یوں ہے کہ عید با شجاع سے اسکی خوشی کم نہو اگرچہ کسی سُنی کی بتلائی سہی مطلب کے وقت تو گدہے کو بھی باپ بنا لیا کرتے ہیں سنی تو اُنکے قدیمی اُستاد ہیں اُستاد بھی کون سے جن سے کلام اللہ سیکھا ہے جسکا رتبہ حقیقی باپ سے بھی بڑھ کر ہے یہ بات بھی اگر اُن سے سیکھ لے تو کیا مضایقہ ہے مگر اتنا کہنا میرا بھی ماننا چاہئے کہ سورہ نجم کو ساری نہیں تو اتنے ہی کلمہ کو ساقط کر دو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی ہمارا پیغمبر جو کچھ ہمارے حوالے سے کہے وہ کچھ اپنی جیب سے نہیں لیتا بلکہ وہ نری وحی ہے اُس میں کسی طرح کا لگاؤ نہیں کچھ دخل فصل ہے نہ وہم کا یا عقل کا کچھ دخل ہے **اقول** کلمہ ان اللہ معنا اگرچہ قول رسول خدا کا ہے اور نیز یہ خدا تعالی نے قرآن میں اپنی طرف سے بیان نہیں کیا ہے بلکہ یہ قول رسول خدا صلعم کا قرآن میں نقل کر دیا ہے لیکن جو ارشاد رسول خدا صلعم کا ہے وہ سب خدا تعالی کی طرف سے ہے شیعوں کے نزدیک اور نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی ہوتی ہے اور نہ ذات پاک حضرت کی مرکب خطا اور نسیان سے ہے اور جو یہ ہے وہ اہل سنت کے نزدیک ہے کہ حضرت سہوا اور ہوس سے فرماتے بھی ہیں اور نہ قول حضرت کا قول خدا کا ہے مواقف میں اور شرح مواقف میں لکھا ہے کہ صدور کذب کا انبیا سے بر سبیل سہو و نسیان اختلافی ہے اور قاضی ابوبکر نے حکم جواز کا دیا ہے اور قاضی ابوبکر متکلمین علماء اہل سنت میں سے ہے اور اس صورت میں جائز ہے کہ جو کچھ رسول خدا صلعم نے خبر دی ہو وہ سہو اور خطا سے خلاف واقع کے غلط فرمایا ہو اور بعد اسکے لکھا ہے کہ صدور کبائر کا سہواً یا خطاً فی التاویل اکثر علماء نے اسکو تجویز کیا ہے انبیا پر اور بعد اسکے لکھا ہے کہ صغائر خسیسہ کو جمہور علماء نے انبیا پر تجویز کیا ہے از روئے عمد کی اور یہ تو ذکر حالت نبوت کا ہے اور قبل نبوت کو لکھتے ہیں کہ اکثر اصحاب ہمارے اور ایک جماعت معتزلہ صدور کبائر کو انبیا سے جائز رکھتے ہیں اور جواز صدور کبائر کو انبیا سے عمداً اور سہواً قبل نبوت امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور شارح مقاصد اور قاضی بیضاوی اور سوا انکے بہت سے علماء لکھتے ہیں اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اگر انبیاء نے قبل نبوت خوب شرابیں پی ہوں اور زنا اور محرمات کئے ہوں اور کذب اور دروغ کو اختیار کیا ہو تو کچھ مضایقہ نہیں ہے لیکن ایسے بدکاروں کی رسالت کو لوگوں نے کیونکر قبول کیا ہوگا اور گناہ کبائر تو کیا امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے کہ جائز ہے کہ خدا کافر کو پیغمبر کر کے بھیجے اور معجزات سے اُسکی تائید کرے سو یہ سب اہل سنت کے نزدیک ہے اور شیعہ ایسے عقیدہ باطلہ سے بری ہیں اور انبیاء کو قبل نبوت اور بعد نبوت کذب اور غلطی سے عمداً اور سہواً اور جمیع کبائر اور صغائر سے پاک اور معصوم جانتے ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم کو شیعہ تو حکم خدا ہی سمجھتے ہیں لیکن اہل سنت حضرت کے حکم کو حکم خدا

نہیں جانتے چنانچہ رسول خدا صلعم نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھکو دوات و قلم اور کاغذ دو کہ میں تمکو ایک نوشتہ لکھکر دیدوں کہ بعد میرے تم گمراہ نہو اگر نوشتہ پر عمل کرو
عمر نے اُسکے جواب میں کہا کہ یہہ سر دبیماری میں بہکتا ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور اسکی نوشتہ کی کچھہ احتیاج نہیں ہے اور حکم رسول خدا کو عمر نے حق تعالی کا حکم نجانا اور آیت
ما ینطق عن الھوی الخ اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسول خدا جو کچھہ حکم کرتے ہیں وہ وحی خدا ہے اسکو عمر نے رد کیا اور یہ لوگ عمر کی رعایت سے اُس آیت مذکورہ میں تاویلیں کرنے لگے چنانچہ ذکر
اسکا بعد اسکے انشاء اللہ تعالی مفصل آویگا سو یہہ امر کہ جو حکم رسول خدا ہے وہ وحی ربانی ہے یہ شیعوں کے نزدیک ہے اور سنیوں کے نزدیک نہیں ہے اور اہل سنت ہی کے لئے
یہ بات مایہ افتخار ہے لازم تو یوں ہے کہ وہ علیٰ شور اکی خوشی اسکی خوشی سے کم نہو اور عید بابا شجاع کی خوشی کو جو لکھا ہے تو شیعہ کیونکر خوش نہوں اُس روز کہ انکی پیغمبر کی اہل بیت کا
دشمن اور انکے حقوق کا غصب کرنیوالا اور اُمت محمدی کو گمراہی میں ڈالنیوالا اُلگیا اور اہل سنت تو اُستاد شیعوں کے کاہیکو ہو سکتے ہیں اور شیعہ اُنکی پیروی کاہیکو کرینگے کہ اہل سنت
تو بالکل گمراہ ہیں اور گمراہوں کی ہی پیروی کرتے ہیں اور ایسے گدہوں اور جاہلوں کو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا ہے اور باپ سے زیادہ اُنکی بزرگی کرتے ہیں کہ قیامت کے روز
اپنے عقیدہ باطلہ کے طفیل بہت نادم اور پشیمان ہوں گے اور سنیوں سے شیعوں نے کلام اللہ کیوں سکہا تہا عثمان نے جو کلام اللہ کہ رائج تہی اپنی حکومت کے زور سے جلوا دئیے اور
قرآن ناقص جمع کیا اور لوگوں کے سینوں سے آیات کو نکلوا ڈالا اور نہ ہی قرآن باقی رکہا تو اب شیعہ کیا کرتے بجز اسکے کہ عثمان کے قرآن سے لیویں اور اگر اب کسی کافر کے
پاس قرآن ہو اور اپنے پاس نہو تو کیا اُس کافر سے قرآن لیکر اُس پر عمل نکرینگے اور اس آیت وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی کا جو تونے ترجمہ کیا ہے اُس میں اپنی طرف سے
اُسکے معنے میں تحریف کی ہے اور اُس آیت میں یہ کہاں ہے کہ پیغمبر ہمارے حوالہ سے کہے اُسمیں تو یہ ہے کہ جو کچھہ پیغمبر گویا ہوتا ہے اور کہتا ہے وہ وحی کے سوا اور کچھہ نہیں ہے
اور ہمارا حوالہ تونے کہاں سے نکالا ہے قرآن کی آیت میں تو یہہ نہیں ہے اور رسول خدا صلعم نے جو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمایا ہے وہ خدا کے حوالہ سے کہاں ہے
کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے وہ تو حضرت اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ خدا ہماری ہمراہ ہے اس صورت میں تیرا دعوی جو خلاف عقیدہ اہل سنت کے یہ تہا کہ پیغمبر خدا جو کہتے ہیں وہ خدا
کی طرف سے ہے اُس قول میں سو دعوی تیرا جیسے کہ تہا باطل ہوا اسواسطے کہ پیغمبر خدا نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو خدا کے حوالہ سے نہیں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری**
خلیفہ ثالث نے امیر المومنین علی مرتضی کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے کلمات اور آیات کیا سورتیں کی سورتیں جو خلافت پر دلالت کرتی تہیں کلام اللہ سے نکال ڈالیں
تم اُسکی پاداش میں ایک آیت جو فی الجملہ اثبات فضیلت خلیفہ اول میں کار آمد ہے اگر نکال ڈالو تو از قبیل جَزَآءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُھَا ہو گی بلکہ اُس سے بہی کم کیونکہ اس آیت کے معنے
تو فقط اتنے ہی ہیں کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے سو یہاں برابری کیا آدہوں آدہ کے ہی نسبت نہیں تقریباً گیارہ ہزار آیت کے بدلہ میں تو ایک آیت کو کون برابر کریگا
اور یہہ وہ ہی ایسے کہ اُسکے جاتے رہنے سے کوئی حق تلف نہیں ہوتا خلیفہ ثالث نے تو یہ کمال کیا کہ اتنی آیتیں ہی نکال دیں اور آیتوں کو نکالکر عوام کی آنکہوں میں حضرت
علی کا حق ہی نرکہا خیر یہ بات تو دور جا پڑی حاصل یہہ ہے کہ وَمَا یَنطِقُ الخ صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا خدا ہی کا کہا ہے حاصکر
ایسی بات کہ جو منجملہ اخبار غیب ہے کیونکہ معیت تو کچھہ آنکہوں سے نظر نہیں آتے بلکہ اخبار غیب میں سے ہی اول قسم اس لئے کہ ان اللہ معنا ہمسنگ آیات متشابہات ہے ان میں
عقل کو کسیطرح دخل نہیں ہو سکتا جو کوئی یوں نہیں کہے کہ عقل کے وسیلہ سے بہت سی وقائع آیندہ کی اطلاع ہو جاتی ہے خسوف کسوف اکثر واقفان علم ہیئت کو معلوم
ہو جاتے ہیں سو اگر ایک واقعہ بالفعل کے کچھہ اطلاع عقل کے وسیلہ سے ہوگئی ہو کیا عجب ہاں اگر کوئی حکم حلت حرمت کا ہوتا تو البتہ اُس میں اجتہاد کے گنجایش تہی
احتمال ہو سکتا تہا کہ جیسے پچھلے اماموں نے اجتہاد کئے ہیں اگر کسی بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا ہو تو کیا عجب ہے چنانچہ سنی اجتہاد نبی کے قائل ہیں
اقول حضرت علی کے فضائل کے آیتوں کے نکال ڈالنے کو کچھہ شیعہ تنہا ہی نہیں کہتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ جلال الدین
سیوطی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے ابن مسعود کہتے ہیں کہ آیہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کو زمانہ رسول خدا صلعم میں اسطرح
پڑہا کرتے تہے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ
اس آیت میں سے ان علیا مولی المومنین کو جو کہ حضرت علی کے خلافت اور فضیلت پر دلالت کرتا تہا نکال ڈالا اور یہی مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی نے مفتاح النجا میں
لکہا ہے اور تفسیر در منثور اور معارج النبوت میں لکہا ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آیت کفی اللہ المومنین القتال اس طرح سے تہا کہ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیِّ
بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا اس میں سے بعلی بن ابی طالب کو نکال ڈالا کہ اس میں بڑی فضیلت و منقبت تہی علی کی اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکہا ہے کہ ابن
مسعود کے مصحف میں آیت ان اللہ اصطفی آدم و نوحا اسطرح سے تہا کہ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ وَاٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اس آیت میں سے آل محمد
کو نکال ڈالا اسی طرح سے اکثر آیتیں نکال ڈالیں اور نکال ڈالنا آیتوں کا قرآن میں سے ہمارا کام نہیں ہے کہ اسکو ہم خلاف ایمانداری کے جانتے ہیں یہ فضیلت اہل سنت ہی کو

مبارک رہے اور ابوبکر کی فضیلت پر کوئی آیت دلالت نہیں کرتی ہے اور جسکو اہل سنت فضیلت مقرر کرتے ہیں وہ فضیلت ہی نہیں اور اگر کوئی آیت ابوبکر کی فضیلت
دلالت کرتے تو ہم اُسکو نکالتے کیوں بلکہ اُسپر عمل کرتے لیکن ہماری نزدیک تو ابوبکر کی کوئی فضیلت ثابت ہی نہیں ہے اور نکالنا ان آیتوں کا اور قرآن کو ناقص کرنا
اہل سنت کے مقتداؤں کا کام ہے اور بدی کا بدلا بدی شیعوں کا شعار نہیں ہے اور ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم بدی تھی بلکہ بے ایمانی تھی کہ تم رخ میں آئی قرآن کے ناقص کرنے میں اور اگر تم ایسی بے ایمانی
اختیار کرو تو کیا ہم کیوں اختیار کریں اور گیارہ ہزار آیتیں کیا اہل سنت کی کتابوں سے تو گیارہ ہزار سے زیادہ کا نکلجانا قرآن سے واضح ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ قرآن
کثیر جاتا رہا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ قَدْ اَخَذْتُ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ مَا يُدْرِيْهِ مَا كُلُّهٗ
قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ وَلٰكِنْ يَقُلْ قَدْ اَخَذْتُ مَا ظَهَرَ مِنْهُ حاصل یہ ہے کہ ابن عمر سے روایت ہے کہتا ہے کہ نہ کہے کوئی تم میں سے کہ تحقیق لیا ہے میں نے کل قرآن کو
کیا جانے وہ کہ کیا ہے کل تحقیق کہ گیا ہے اُس میں سے قرآن بہت اور لیکن کہے کہ تحقیق لیا ہے میں نے جو کچھ کہ ظاہر تھا اُس میں سے انتہی اس لفظ کثیر سے معلوم ہوتا ہے
کہ گیارہ ہزار آیتیں کیا اس سے بھی زیادہ گیا ہے اور اہل سنت کے بھی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آیتوں کو نکالکر حضرت علی کی حق تلفی کی اور جناب رسول خدا صلعم کا
کہا ہوا وہ خدا ہی کا کہا ہوا ہے اسکو ہم بھی مانتے ہیں اور آیت وما ینطق اسی پر دلالت کرے ہے لیکن یہ ہمارے لئے مفید ہے اور تمہارے لئے مفید نہیں ہے کہ تمہاری عمر
نے اس آیت پر عمل کیا اور نہ رسول اللہ صلعم کے قول کو موافق اس آیت کے حکم کے خدا تعالی کا قول جانا بلکہ حضرت کے قول کو ہذیان کی طرف منسوب کیا اور خدا کی معیت کو بندوں
کے ساتھ سب جانتے ہیں اور قرآن اسی پر دلالت کرتا ہے اور اسیواسطے جناب رسول اللہ صلعم نے ان اللہ معنا فرمایا تھا گو ہم خدا کی معیت کو آنکھوں سے نہیں دیکھتے ہیں اور
عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے اور نہ کچھ علم ہیئت کو دخل ہے یہاں تو قرآن کو دخل ہے کہ جو اُس میں ہے سب حق ہے اور نہ کچھ اجتہاد سے کام ہے اور رسول خدا صلعم ہرگز
اجتہاد نہیں کرتے تھے اُنکو کیا احتیاج تھی اجتہاد کی جسوقت کہ خدا تعالی بوسیلہ وحی حضرت کے مشکل کا حل کرنیوالا موجود ہو اور مذہب اہل سنت کا اسمقدمہ میں باطل
ہے **قال الشیخ الاشعری** مضمون ان اللہ معنا میں کوئی احتمال بجز اسکے نہیں کہ جو کچھ آپکی زبان پر جاری ہوا وہ سب القاء ربانی تھا کوئی احتمال مفید مطلب
شیعہ اس آیت کے پاس کو بھی نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ توہین دیگر حق ہی ہے کہ اگر ابوبکر حسب اعتقاد شیعہ مقبولان بارگاہ الہی میں سے نہ ہوتے اور انجام انکا ارتداد اور کفر پر
ہوتا تو اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی تسلی ہی نہ فرماتے کیا ضرورت پڑی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے اور تقیہ کوئی کہے تو اول تو تقیہ وہاں
ہوتا ہے جہاں اندیشہ کسی قسم کا ہو ابوبکر صدیق کچھ پہلوان نتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کمزور نتھے اُن میں تو ایک پہلوان کیا بہت سے پہلوانوں کا زور تھا تنہائی میں
ابوبکر کے مار ڈالنے کا بہت عمدہ موقع ہاتھ آگیا تھا وہاں کون پوچھتا تھا مار کر کہیں چلدیتے دوسرے تقیہ کرنا تھا تو تلطف اور اخلاق زبانی لفاظی کرتے تسو وہ کچھ تسلی
اور تشفی ہی کے الفاظ میں منحصر نہیں ہم جیسے جنہیں گفتگو کا سلیقہ نہیں بہت سے تلطف کے الفاظ تراش سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو افصح العرب والعجم تھے
اور اگر تسلی ہی کے الفاظ ضرور تھے تو اور بہت سی صورتیں تھیں اس جھوٹ کی کیا ضرورت تھی اور نعوذ باللہ منہا جسے تو نہیں کہا جاتا اگر شیعوں کے کہنے کے موافق جھوٹ
ہی بولنا تھا تو کچھ طوریہ کرلیتا تھا ان اللہ معنا کی جگہہ ان اللہ مع المومنین فرمادیتے تو تسلی کی تسلی ہو جاتی بات کی بات بن جاتی اُنکی تسلی ہو جاتی آپ جھوٹ
سے بچ جاتے ابوبکر اگر نعوذ باللہ منہا منافق تھے تو یوں سمجھہ جاتے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن اور اپنا رفیق سمجھتے ہیں اور اگر مومن تھے اور پھر مرتد ہو گئے تو اپنے
کلام سچے رہتے خدا کی طرف بھول چوک کا احتمال نہوتا یوں کہ جبتک وہ مومن رہے جبتک اللہ تعالی بھی اُنکے ساتھہ رہی جب اُنکے دل سے ایمان نکل گیا خدا نے بھی
اُنکی ہمرہی چھوڑدی **اقول** جناب رسول خدا صلعم پہلے ہی جانتے تھے بموجب اطلاع خدا تعالی کہ ہماری ہمراہ خدا تعالی ہے اور خدا تعالی کے آگاہ کرنے سے یقین تھا
صحیح اور سلامت مدینہ منورہ میں پہنچینگے اور کفار کے شر سے محفوظ رہینگے اسواسطے حضرت نے فرمایا تھا کہ ہمارے ہمراہ خدا ہے وہ ہمکو نگاہ رکھیگا تو کسواسطے اُنکے خوف سے رنج کرتا ہے تجھکو
کیا خدا تعالی پر اعتماد نہیں ہے اور اُسکی قدرت کا کیا تو منکر ہے اور تجھکو یہ خبر نہیں ہے کہ میں خدا تعالی کا بھیجا ہوا یہاں آیا ہوں اُس نے کیا یہاں مجھے اسواسطے بھیجا ہے
کہ کفار کے دام میں گرفتار ہو جاؤں اُس نے جو مجھے یہاں بھیجا ہے تو وہ میرا حافظ ہے کہ وہ میرے ہمراہ ہے وہ مجھے نگاہ رکھیگا اسواسطے حضرت نے فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ
معنا اور نہ ہمراہ تو خدا تعالی ہر بندہ کے ہے اور یہی ہے مقصود اس آیت سے اور پہلے سے جناب رسول خدا صلعم خدا تعالی کے ہمراہ ہونے سے بے خبر نتھی کہ اُسیوقت خدا تعالی
نے حضرت کے دل میں القا کیا ہو اور شیعوں کا تو سوا اسکے کہ ابوبکر کو ہمراہ اپنے لیگئے اور ابوبکر خوف کفار سے غمگین ہونے لگے تو حضرت نے اُنکی تسلی کے واسطے فرمایا کہ
خدا تعالی ہمراہ ہماری ہے ہمکو محفوظ رکھیگا اور کچھ مطلب نہیں ہے سوا اسکے اور شیعہ کہتے ہیں البتہ اہل سنت کا اس آیت سے کچھ مطلب ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تاویل کرکے اور
ڈھال ڈھول کے ابوبکر کی فضیلت میں لاتے ہیں اور ابوبکر شیعوں کے نزدیک کیا بلکہ واقع اور نفس الامر میں مقبولان بارگاہ الٰہی سے ہرگز نہیں ہیں اور جناب رسول خدا

صلعم کو ابوبکر کے انجام کی کیا خبر تھی کہ کیسی ہونگے کچھ عالم الغیب تو حضرت تھے ہی نہیں اور جو لوگ کہ ہمیشہ حضرت کی صحبت میں رہتے تھے اور وہ منافق تھے اُنکے نفاق سے
تو حضرت کو خبر تھی ہی نہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ یعنی نہیں جانتا ہے تو اُنکو ہم جانتے ہیں اُنکو قریب ہے کہ عذاب کریں ہم اُنکو
دو مرتبہ اور ابوبکر کے خاتمہ کے حضرت کو خبر کیونکر ہو جب تک کہ خدا تعالی حضرت کو خبر نکرے البتہ جس امر سے خدا تعالی حضرت کو مطلع کرتا تھا اُسکو حضرت جانتے
تھے اور بعد اسکے حضرت ابوبکر کے انجام سے مطلع ہوئے تو فرمایا ابوبکر سے کہ مَا اَدْرِيْ مَا تُحْدِثُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے بعد میرے
دین میں اور فرمایا کہ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَتَكُوْنُ لَكُمْ نَدَامَةً نزدیک ہے کہ حرص کرو تم حکومت پر اور ہووےگی وہ واسطے تمہاری ندامت اور پشیمانی اور یہ مسئلہ
جامع الاصول میں لکھا ہوا ہے جو کہ جامع صحاح ستہ کے ہے اور ابوبکر کو جو حضرت نے اپنے ہمراہ لیا تھا تو مسلمان اور دوست جانکر ہمراہ لیا تھا اور تسلی تو حضرت اُس
کی ہی فرماتے اگر ہمراہ حضرت کے ہوتا اور حضرت کے دوستوں میں سے ہوتا او خوف کفار سے رنج کرتا اور ابوبکر کو تو حضرت مسلمان جانتے تھے اور جھوٹ حضرت نے ہرگز نہیں
اور لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا جو حضرت نے فرمایا تو یہ سب درست تھا کہ بے شک ہمراہ حضرت کے اور ابوبکر کے خدا تھا کہ کوئی بندہ ہمراہی سے خدا کی خالی نہیں ہے اور تقیہ کو یہاں
کیا دخل ہے اور کوئی بھی تقیہ کا اس مقام میں قائل نہیں ہے اپنی طبیعت سے جو کچھ تو چاہتا ہے ایک بات ایجاد کرتا ہے کہ جسکا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور پھر آپ ہی اُسکا جواب
دیتا ہے پس جو مضمون کہ تقیہ پر بنا کر کے لکھا ہے وہ سب باطل ہے اور یہاں پہلوانی کو کیا دخل ہے حضرت نے اور ابوبکر کو کس خطا پر مار ڈالتے اُنکو تو مسلمان اور اپنا دوست
سمجھکر اپنے ہمراہ لیا تھا اور جھوٹ حضرت ہرگز نہیں بولے ہیں اگر جھوٹ ہوگا تو تیری عقیدہ کے موافق ہوگا اور ہماری نزدیک تو حضرت کا فرمانا سب راست تھا اور درست
لیکن تیری مفید مطلب کوئی بات نہیں ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ کا ایک ہی حاصل ہے اس میں کچھ فرق نہیں ہے اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا میں
کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی کہ کئی مرتبہ اسکا ہم ذکر کر چکے ہیں اور رسول خدا صلعم نے کچھ جھوٹ نہیں فرمایا اور ابوبکر خواہ مومن تھے خواہ منافق اُسوقت تو
رسول خدا اُنکو مسلمان اور اپنا رفیق ہی جانتے تھے اور ابوبکر نے بھی ایسا ہی سمجھا تھا اور خدا کی بھول چوک کا احتمال بھی تیری ہی نزدیک ہوگا نہ ہماری نزدیک اور
خدا تعالی ہمراہ ابوبکر کے ہمیشہ رہا ہے حالت اسلام میں بھی اور حالت کفر میں بھی اور اپنی ہمراہی کو کبھی چھوڑا نہیں ہے جبتک کہ ابوبکر زندہ رہے **قال الشیخ الاشعری**
اس تقریر کے بعد ایک تنبیہ پر خاتمہ کرتا ہوں اتنا یاد رہے کہ شاید بعضی عقل کے دشمنوں کو یہاں یہ خلجان پیش آئے کہ کلام اللہ میں یوں ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ
یعنی نہیں بھیجا ہمنے کوئی رسول مگر اُسکی زبان وہی تھی جو اُسکی قوم کی زبان تھی سو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی موافق اس قاعدہ کے عرب کے محاورہ میں گفتگو
کرتے ہونگے اور چونکہ اس بات کی علت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تفہیم مطالب میں فرق نہو تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ کلام اللہ بھی عرب کے محاورہ میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صاحب عربی
زبان میں لفظ بمعنی ہمراہی ہے اُسکو صحابی کی ہم معنی سمجھنا ایک طرح کی نا انصافی ہے کیونکہ صحابی اصطلاح شرع میں اُس شخص کو کہتے ہیں کہ ایمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھوڑی دیر یا بہت دیر رہا ہو اور بعضے علماء کا یہ مذہب ہے کہ طول صحبت بھی شرط ہے بہرحال ایمان داخل مفہوم صحابی ہے سو لفظ صاحب اول تو اصطلاح میں معروف
نہیں بلکہ اصطلاح شرع میں لفظ صحابی مستعمل ہوتا ہے دوسرے مسلمنا کہ صاحب بھی مستعمل ہو لیکن کلام اللہ تو عرب کے محاورہ موافق اُترا ہے اصطلاح کے محاورہ موافق
نہیں اُترا تھا۔ پس یہی ماننا کلام اللہ سے ابوبکر صدیق کا صحابی ہونا ہی ثابت ہو اور اس جملہ لا تحزن سے انکے ایمان کا بھی پتا لگا مگر کوئی یہ تو بتلائے کہ اس آیت سے تا دم مرگ
اُنکا ایمان پر قایم رہنا کہاں سے نکلا جو شخص اُنکی ارتداد کا قائل ہوا اس آیت سے اُسکا الزام معلوم **اقول** یہ سوال بجا ہے لیکن صاحب صحابی کے معنے میں مستعمل
نہیں ہوتا اور نہ کلام اللہ سے ابوبکر کا صحابی ہونا ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** جواب اس وہم کا یہ ہے کہ اُنکا ایمان اور پھر ایمان پر قائم دائم رہنا تو بایماء کلمات طیبات
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ اوپر مرقوم ہو چکا حاجت تکرار نہیں پھر جب ایمان تو یوں ثابت ہوا اور ہمدمی اور مصاحبت لفظ صاحبہ سے ثابت ہوئی
تو صحابیت میں کیا کسر باقی رہ گئی جسکا انتظار ہے اس صورت میں اگر صاحب مرادف صحابی بھی نہیں تو نہو بعد لفظ صاحب کا غیر مشہور ہونا اور صحابی کا اصطلاح شرع
مشہور ہونا تو باعتبار اُس زمانہ کے ہے اور اگر اُس زمانہ میں بھی یوں ہی تھا تو یہ ایسا قصہ ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنام محمد مشہور تھے اور حضرت عیسی علیہ السلام
نے جو آپکی بشارت دی تو احمد کے نام سے بشارت دی چنانچہ سورہ صف میں مذکور ہے القصہ جب دو لفظ مرادف و ہم معنی ہوا کرتے ہیں گو ایک مشہور ہو مگر دوسرا بیگانہ اُسکے جگہہ
وہ لفظ بھی بولا کرتے ہیں **اقول** یہ سوال وہم نہیں ہے بلکہ بہت معقول ہے اور ابوبکر کا ہمیشہ ایمان پر قائم رہنا ان دونوں آیتوں سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا
پہلے ابوبکر کا زمرہ مخلصین میں داخل ہونا ثابت کرو تب اس میں کلام کرو اور پہلے اس سے معیت خدا کو جو علت مخلص ہونیکی لکھا ہے وہ باطل ہے اور ہم اُسکو رد کر آئے
ہیں اس واسطے کہ خدا سب مومنین کے کیا بلکہ سب بندوں کے ہمراہ ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور سب بندے اُسکی پناہ میں ہیں اور ہر ایک بندہ کو ہر آفت اور بلا سے

محفوظ کہتا ہے اس علت سے تو چاہیئے کہ سب بندے مخلصین ہی ہو جائیں اور ابوبکر کی کیا خصوصیت اس میں ہے اور جب ابوبکر کا مخلصین میں سے ہونا ثابت نہوا تو
ان کا دائمی بھی انکا ثابت نہوا صرف ہمراہی رسول اللہ صلعم کی باقی رہ گئی سو اس سے کیا ہوتا ہے بہت سے منافقین بھی شب و روز حضرت کی صحبت میں رہتے تھے اس
صورت میں تو ابوبکر کی صحابیت ثابت نہوئی کہ اس میں تا دم واپسیں ایمان شرط ہے اور صاحب کا لفظ عام ہے کہ صاحب مومن بھی ہوتا ہے اور کافر بھی ہوتا ہے اور بیشک
اصطلاح شرع میں صحابی مشہور ہے نہ صاحب. اور ہمیشہ سے اسیطرح ہے یہی حال کہ زمانہ کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور صاحب اور صحابی مثل دو نام حضرت کے کہ وہ محمد اور احمد ہیں ہرگز نہیں ہو سکتا کہ
یہ دو نام ایک شخص کے ہیں گو ایک نام زیادہ مشہور ہے کہ یہ دو نام ایک ہی شخص پر بولے جاتے ہیں بخلاف صاحب اور صحابی کہ ان دو نو لفظوں کا ایسا حال نہیں ہے بلکہ جس شخص پر اطلاق صحابی کا ہوتا ہے تو وہ
صاحب بھی ہو سکتا ہے اور ہر صاحب صحابی نہیں ہو سکتا اور یہ دو نو لفظ اپنے اپنے معنی میں مشہور ہیں یہ کہ ایک مشہور ہو اور دوسرا غیر مشہور جیسے یہہ شیخ محمد اور احمد کو کہتا ہے کہ محمد تو مشہور ہے اور احمد
غیر مشہور ہے اور صاحب اور صحابی ہرگز مرادف نہیں ہیں اور نہ متحد المعنی ہیں کہ گاہ گاہ ایک کی جگہہ. دوسرے کو بولتے ہوں اور عرب تو گدہے کو بھی صاحب کہتا ہے مگر
صحابی نہیں کہتا **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ کہنا کہ کلام اللہ عربی محاورہ میں ہے اسکا کسی کو انکار ہے پر اسکے یہ معنی نہیں کہ جو لفظ کلام اللہ میں ہے اسکے وہی معنی
مراد ہیں جو عرب کی زبان میں اسکے معنے تھے صلوۃ زکوۃ روزہ صوم حج یہ جتنے اس قسم کے الفاظ ہیں سب کے سب اپنے معانی اصلی سے منقول ہیں اور اصطلاح شرعی مراد
ہیں سو ایسے ہی لفظ صاحب کو سمجھنا چاہیئے اور قاعدہ کلیہ سکا یہ ہے کہ جب کوئی رسول آتا ہے تو وہ کچھ نئے نئے احکام لاتا ہے اور ایک کارخانہ ہی نیا ہو جاتا ہے اور اکثر ایسے
نئے نئے مضمون پیش آتے ہیں کہ اسکو اور اسکی توابع کو انکی تفہیم کی ضرورت پڑتی ہے مگر چونکہ وہ احکام اور وہ مضامین پہلے سے معلوم نہیں ہوتے تو انکے مقابلہ میں
کوئی لفظ موضوع اس زبان میں نہیں ہوا کرتا ناچار وضع کرنا پڑتا ہے لیکن ہر زبان کا دستور ہے کہ جب اس زبان کے مشاقوں کو کسی نئے وضع کی ضرورت ہوتی ہے تو پہلے ہی
الفاظ مستعملہ میں سے کسی ایسے لفظ کو مقرر کر لیتے ہیں کہ اسکے معنے اول سے نئے معنے کو کچھ مناسبت ہو چنانچہ واقفان فن عربیہ کو لفظ صوم صلوۃ کے دونوں معنی قدیم اور
جدید کے تصور سے یہ عقدہ اچھی طرح واضح ہو جائیگا سو ایسا ہی لفظ صاحب اور صحابی کو سمجھئے مگر چونکہ لفظ صاحب کے اصلی معنی کی تفہیم کی بھی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور
علی ہذا القیاس اس لفظ کے معنی شرعی کے بھی اہل زبان کو اکثر ضرورت ہوتی ہے تو بایں لحاظ فرق کے لئے صاحب کو اکثر پہلے معنوں میں بولتے ہیں اور صحابی کو اکثر دوسرے
معنی میں مگر با اینہمہ صاحب دوسرے معنوں میں بھی اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اضافت کے وقت چونکہ توہم التباس نہیں رہتا تو لفظ صاحب ہی کو اصطلاح شرع میں استعمال
کرتے ہیں چنانچہ جو لوگ احادیث پر اور خطب ائمہ پر غور کرتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں **اقول** کلام اللہ اگر عربی کے محاورہ میں ہے اور اس سے انکار نہیں ہے تو جیسے کہ کلام اللہ میں
استعمال الفاظ عربیہ کا ہوا ہے اسکی موافق ہی کہنا چاہیئے اور اسکے خلاف سے دست بردار ہونا چاہیئے سو کلام اللہ میں لفظ صاحب کا کسی جگہہ معنی اصطلاحی میں بجز معنے اصلی
کے نہیں آیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں جو لفظ ہے وہ اپنی معنی اصلی ہی میں مستعمل ہوتا ہے بلکہ کوئی لفظ تو معنی اصلی میں مستعمل ہے اور
کوئی لفظ معنی اصطلاحی میں اور صلوۃ زکوۃ روزہ صوم حج یہ جتنی الفاظ ہیں البتہ معنی اصطلاحی میں مستعمل ہیں اسکا کون انکار کرتا ہے اور صاحب کا لفظ قرآن میں بجز اصلی معنی اصطلاحی معنی
میں کسی جگہہ مستعمل نہیں ہے جیسے کہ یا صاحبی السجن اور قال لہ صاحبہ وہو یحاورہ اور ما صاحبکم بمجنون یہاں صاحب کا لفظ صحبت کنندہ یار کے معنی میں ہے اور سوا اسکے بتلاؤ کہ ان آیتوں
میں وہ کونسا لفظ صاحب کا ہے اور وہ کون صاحب ہے کہ جو اسنے ادراک صحبت نبی بھی حالت ایمان میں کیا ہو اور ایمان پر مرا بھی ہو اور ایسے ہی اذ یقول لصاحبہ ہے اور سب جگہہ تو صاحب کے
معنی ہم اپنے کہے ہیں ایک جگہہ اذ یقول لصاحبہ میں معنی اصطلاحی کیونکر ہو جاسکتے بدون قرینہ کے اور ہم نے مانا کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر آتا ہے تو کچھ نئے نئے احکام لاتا ہے اور بعضے
مضامین کے لئے وضع الفاظ کی احتیاج ہوتی ہے تو انہیں الفاظ مستعملہ کو ان مضامین جدید کے واسطے وضع کرتا ہے جیسے کہ لفظ صلوۃ اور صوم کا لیکن صاحب کے لفظ کو کسی
معنی جدید کے لئے وضع نہیں کیا ہے قرآن میں جس جگہہ کہ لفظ صلوۃ اور صوم کا ہے وہ معنی اصطلاحی میں موضوع ہے اور لفظ صاحب کا بجز معنے اصلی کے کسی مقام میں معنی اصطلاحی
میں موضوع نہیں ہے البتہ لفظ صحابی کا معنی اصطلاحی میں موضوع ہے اور صحابی اسکو کہتے ہیں کہ جس نے حالت ایمان میں ادراک صحبت نبی کیا ہو اور ایمان پر مرا ہو اور صاحب کے اصلی معنی
مشہور ہیں اسکی تفہیم میں کچھہ دقت نہیں ہے اور شرعی معنی اسکے واسطے کوئی نہیں ہے بجز معنے اصلی کے اور صاحب کو سب اصلی معنی میں بولتے ہیں اور شرعی معنی اسکے واسطے کہیں
نہیں ہیں اور صحابی کے معنی بھی ایک ہی جو کہ مذکور ہوئے اور فرق ان دونوں لفظوں میں ظاہر ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صاحب کو انکے معنے اصلی میں بولتے ہوں اور کم اصطلاحی معنی
میں بولتے ہوں بلکہ اصطلاحی معنی تو اسکے واسطے ہیں ہی نہیں اور نہ انمیں مستعمل ہے اور قرآن میں صاحب کا لفظ اضافت ہی کے ساتھہ آیا ہے اور بجز معنے اصلی کے اسکے واسطے اور کوئی معنی نہیں
اور احادیث اور خطب میں خلاف قرآن کے نہیں ہو سکتا اور بعضی جگہہ جو آیا ہے کہ یا صاحب رسول اللہ تو وہاں صحبت کا یار مراد ہے اور صحاب بھی جو کہ جمع صاحب کی ہے وہ
یاروں کے معنی میں ہے اور یہی لغت میں لکھا ہے لیکن جس جگہہ کہ تعریف اصحاب کی ہے اور درود و سلام آپ نے بھیجا ہے وہاں مومنین مراد ہیں بدلالت قرینہ

اور ایمان پر اُنکے عمر بھر کا یقین ہی اور اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا میں صاحب کی کوئی مدح نہیں ہی اور نہ اُسوقت ابوبکر کے ایمان پر عمر بھر کا یقین تھا **قال الشیخ الاشعری** الفصد اصطلاحات شرع سے کلام اللہ خالی نہیں بلکہ جو لفظ کہ شرع میں کسی معنی کے لئے مقرر ہی جب وہ کلام اللہ یا حدیث میں پایا جائیگا تو معنی شرعی ہی مراد ہوں گے احتمال معنی اصلی کا کرنا محض سفاہت ہوگی صوم صلوٰۃ زکوٰۃ سے کلام اللہ میں معنی شرعی کے مقابل میں مستعمل ہوا ہی اور اس سے معنی لغوی مراد لینی دیانت سے بہت دور ہے اور مسلمنا کہ لفظ صاحب سے جو صاحب میں ہے معنی شرعی مراد نہوں تب عرفی معنی اس لفظ کے وقتیکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف ہو معنی شرعی کے مطابق ہونگے کیونکہ کفار زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل زبان تھے جب اس لفظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کرتے تھے اور اس سے کسی طرف اشارہ کرنا مد نظر ہوتا تھا تو یہی معنی مراد لیتے تھے کہ فلانا شخص ہمارے ہی سے نکل گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا اور اُنکے زمرہ میں داخل ہو گیا ہمارے دین سے نکل بھاگا محمدی دین اختیار کر لیا اس مضمون کا ماحصل علماء شیعہ فرمائیں کہ کیا ہوتا ہے پھر جای حیف ہی کہ کفار تک اس لفظ سے وقت اضافت یہی معنی سمجھتے ہوں حالانکہ انکی اصطلاح اصطلاح نہیں سمجھیں تو حضرات شیعہ سمجھیں مگر ہم جانیں برعم خود اچھا کرتے ہیں کفار سے مطابقت و موافقت تو آخر ممنوعات شرعی میں سے ہے اور یہ کیا اچھی تو نہ [illegible] فتنہ کفار سے یہ خلاف پیدا کرینگے کہ بخلاف اُنکے صوم و صلوٰۃ وغیرہ الفاظ سے بلکہ ساری کلام اللہ سے حتی المقدور کچھ اور ہی معنی سمجھا کرینگے

اقول ۔ البتہ اصطلاحات شرع کے الفاظ کلام اللہ میں بہت ہیں اور الفاظ مصطلحہ شرع جس جگہ پائے جائیں گے قرآن اور حدیث میں یا فقہ میں معنی شرعی مراد ہوں گے اسکا کون انکار کرتا ہے لیکن صاحب کا لفظ اصطلاحات شرعیہ میں سے نہیں ہے وہ جہاں پایا جائیگا اُسکے معنی لغوی ہی مراد ہوں گے اور صاحب کا لفظ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف ہوتا ہے اُسوقت معنی اُسکے صحبت کا یار مراد ہونگے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے اور معنی شرعی کے مطابق نہوں گے اور صحبت کا یار عام ہے خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو اسواسطے کہ بعضے اصحاب منافق بھی تھے اور لوگ خود حضرت کے اصحاب ہی جانتے تھے اور عرصہ دراز تک حضرت کو بھی خبر نہوئی تھی کہ یہ منافق ہیں چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے لا تعلمهم نحن نعلمهم اور حضرت اُنکو مسلمان اور اپنے اصحاب میں سے جانتے تھے بعد عرصہ دراز کے خداتعالی نے مطلع کیا تو اُنکا حال معلوم ہوا اور کفار اگر اس لفظ کو رسول خدا صلعم کی طرف مضاف کر لیتے تھے اور اس سے کسی کی طرف اشارہ کرنا مد نظر ہوتا تھا کہ فلانا شخص ہم میں سے نکل گیا اور پیغمبر کے ساتھ ہو گیا تو اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور ابوبکر کو بھی کہتے ہیں کہ وہ مشرکین میں سے نکلکر مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو گئے تھے اور دین محمدی اختیار کر لیا تھا لیکن بعد رسول خدا صلعم کے محبت جاہ اور طلب ریاست کی جہت سے استقامت ایمان سے خارج ہو گئے تمکو چاہیئے کہ تا دم واپسیں اُنکا ایمان صحیح پر باقی رہنا ثابت کرو اور ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں ہے اور جو کچھ کہ آپکی تحریر کا ماحصل تھا وہ ہم بیان کر چکے اور ابوبکر کے مسلمان ہونیکا اور مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہونیکا اور صاحب رسول اللہ ہو جانا کہ جو معنی یار صحبت رسول خدا کے ہے اسکا ہم انکار نہیں کرتے اور جو کچھ اس لفظ سے وقت اضافت کفار سمجھتے تھے ہم بھی کہتے ہیں اس سے ہمکو کب انکار ہے لیکن فائدہ اس سے کچھ نہیں ہی جب تک کہ ابوبکر کا ایمان صحیح پر باقی رہنا آخر دم تک ثابت نہو اور خداتعالی ہمکو بھی توفیق دے کہ ہم کفار سے ہمیشہ مخالفت رکھیں اور وہ نماز اور روزہ نہیں رکھتے ہیں اور ہم نماز اور روزہ میں مشغول رہیں اور تمہارے واسطے بھی یہی دعا ہے کہ تمکو خدا ہدایت کرے اور شریک ہمارے ہو کر مخالفت کفار کی اختیار کرو اور اُنکی موافقت کو ترک کرو اور جو کچھ معانی صحیحہ قرآن سے ہم مراد لیتے ہیں تم بھی وہ ہی لیا کرو اور معانی غیر صحیحہ پر عمل نکرو **قال الشیخ الاشعری** اور ہم اس سے بھی درگزرے صاحب کے لغوی ہی معنی ہیں اور کسیطرح سے شرعی کو دخل نہیں کسی کی پیش نہیں ہی تب لفظ لا تحزن اور ان الله معنا کو کہاں کہو دینگے صاحب کے لفظ سے نہیں تو ان دونوں سے ایمان ثابت ہو گیا چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا بہرحال اُنکا صحابی ہونا بطور اصطلاح شرع کے اس آیت سے ثابت ہو گیا بلکہ ہمارے نزدیک اس صورت سے دونی فضیلت ہو جائیگی لفظ صاحب سے اصطلاح شرعی مراد ہوتی تو وہ بات ہرگز نہوتی شرح اسکی یہ ہی کہ اس صورت میں صاحب کے لفظ سے جو ہمراہی مراد ہوگی تو اُسی ہمراہی کیطرف اشارہ ہوگا جو اذ هما فی الغار سے ثابت ہوتی ہے چنانچہ لفظ اذ جو اذ یقول میں ہے وہ پہلے اذ کا جو اذ هما میں ہی بدل ہے مطلب یہ ہوا کہ یہ ہماری نصرت اُسوقت ہوئی ہی جب وہ دونوں غار میں تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہمراہی سے یوں کہہ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت کی ہمراہی کسیکا کام ہی کہ اُس سے زیادہ کوئی مخلص نہو اور سچ بھی تو ہے ابوبکر صدیق کی جانبازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خاص کر اُسوقت دشوار کی ہمراہی اور رفاقت ایسی نہیں کہ اُسکا انکار کیا جائے اگر خداوند کریم اُسکی طرف اشارہ نفرماتا تب کچھ حاجت نتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ رفاقت اور اُنکا اخلاص ایسا شہرۂ آفاق ہو گیا ہے کہ ضرب المثل ہو گئی ہیں شیعہ زبان سے انکار کریں تو کیا ہوا دل میں اُنکے بھی یہی ہے کہ ابوبکر صدیق کی برابر دنیا میں کوئی کسیکا رفیق نہیں ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقوں میں کچھ اُنکا رتبہ بڑھ کر ہی ہی دیکھتے نہیں کہ جنکی رفاقت اور اخلاص نہایت کو پہنچ جاتے ہیں تو عرف میں اُسے شیعہ سنی ہندو مسلمان یار غار کہتے ہیں رفاقت میں ایسا رتبہ کہ ضرب المثل در شبہ یہ ہو جائے بجز اسکے نہیں ہو سکتا

اگلو ونکی رفاقت کو انکی رفاقت کے ساتھ ایسی نسبت ہو جیسے نور چہرہ کو نور قمر یا نور خورشید کے ساتھ نسبت ہے کون نہیں جانتا کہ کجا آفتاب کجا آدمی کا چہرہ آدمی کیسا ہی
خوب صورت کیوں نہو آفتاب کے نور سے لاکھوں درجہ کم اسکا نور رہتا ہے اُسکے شرف کے لیے یہی بہت ہے کہ اُسکے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں ایسا ہی اور ونکی رفاقت اور دوستی
کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور دوستی سے بدرجہا کم سمجھنا چاہیے اُنکو یہی شرف بہت ہے کہ اُنکے ساتھ اوروں کو تشبیہ دیتے ہیں اور جسکی رفاقت اور
دوستی کی تعریف کرتے ہیں تو اُسکو یار غار کہتے ہیں **اقول** بے شک صاحب کا لفظ لغوی معنی میں ہے اور ان اللہ معنا کو برابر لکھتا چلا آتا ہے اور ہم اُسکا
جواب لکھتے چلے آتے ہیں کہ جیسے تو کہتا ہے وہ مراد یہاں نہیں انتہای کار یہہ ہے کہ اگر ہم ہی موافق تیرے کہنے کے تسلیم کریں تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ ابو بکر اُسوقت
مومن تہے اور یہی مقصود اس شیخ نجدی کا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ اُنکا صحابی ہونا بطور اصطلاح شرع کے اس آیت سے کیونکر ثابت ہے اصطلاح شرع میں تو صحابی اُسکو
کہتے ہیں کہ جو ایمان صحیح پر مرے اور ابو بکر کا ایمان صحیح پر مرنا ثابت نہیں ہے اور اُن سے وہ امور صادر ہوئے میں طمع ریاست اور حب جاہ میں کہ وہ ایمان سے خارج ہوگئے
ہیں اور وہ کونسی فضیلت ہے کہ جو اصطلاح شرعی صاحب کے لفظ سے مراد لینی [illegible] اس آیت سے تو ثابت نہیں ہے اور اذ ہما فی الغار سے ہم یہی ہیں کیا فضیلت
ہے اگر غار میں رسول خدا صلعم کے ساتھ ابو بکر مع ہوئے تو اس سے کونسی فضیلت ثابت ہوئی ابو بکر کے اکثر مومن اور کافر ایک مکان میں مجتمع ہوتے ہیں حضرت نوح اور حضرت لوط کی
بیبیاں حضرت نوح اور حضرت لوط کے ہمراہ ایک مکان میں ہوتی تہیں یہ ایک مکان میں ہونے سے یہ فضیلت اُنکو نہیں کہ وہ مومنہ تہیں اور اگر دوسرا ثانی اثنین سے پہلے اذ
بدل ہے تو تمہارا مطلب اس سے کیا ثابت ہوا ہمارا آتش در کاسہ اور اگر نصرت ہوتی تو رسول اللہ صلعم کی ہوتی کہ وہ [illegible] تہا اور ابو بکر کا کون طالب تہا ابو بکر تو حضرت
کے ہمراہ ایسے تہے جیسے کہ کسیکے ہاتہ میں رومال و چہری اور پاؤں میں جوتیاں ہوتی ہیں کہ جو [illegible] راحت اور نصرت [illegible] ہے وہ اس آدمی کے واسطے ہوتی
نہ اسکی ہمراہی چیزوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے واسطے تو خدا تعالی نے فرمایا کہ فقد نصرہ اللہ اور فرمایا کہ وایدہ بجنود اور ابو بکر کی نصرت کے واسطے کیا فرمایا
اور لا تحزن ان اللہ معنا جو حضرت نے فرمایا تو ابو بکر کی تسلی کے واسطے کہ وہ خوف کفار سے رنج کرتے تہے اور احتمال تہا کہ کثرت رنج سے [illegible] رونے لگیں سو واسطے اُنکے
خاموش اور مطمئن ہونیکو ایسا فرمایا اور اُسوقت کی ہمراہی کونسی بڑی ہمراہی تہی کہ وہاں تو کسی طرح کا خوف و کہٹکا ہی نتہا [illegible] مکڑی نے تو غار کے دروازہ
پر جالا تنا تہا اور کبوتری نے انڈے دئے تہے اور درخت خاردار بقدرت خدا دروازہ میں مارے پیدا ہوگیا تہا کہ [illegible] اس غار میں کوئی آدمی
گیا ہوگا وہ تو بمنزلہ حصن حصین کے ہوگیا تہا اور کسی طرح کا خوف اُس غار میں نتہا لیکن ابو بکر باوجودیکہ [illegible] حفاظت [illegible] اُنکو ملاحظہ کو تے دیکہ رہے تہے
کفار سے رنج کرتے تہے تو اُنکو خدا پر اعتماد نتہا اور وہ [illegible] اپنی نادانی سے جزع اور فزع کرکے ایسا حال اپنا بنا [illegible] اور ادنی نادان کی
رفاقت سے سانپ و بچہو کی رفاقت بہتر ہے کہ سانپ و بچہو کی رفاقت میں خوف [illegible] اور آدمی نادان کی رفاقت میں خوف جان کا ہے اور شیخ سعدی
نے اسی رفاقت ابو بکر کی مقدمہ میں کہا ہے کہ [illegible] یار غار [illegible] ابو بکر نے وہاں بجز اسکے کہ جزع اور فزع
کرکے رنجکو بڑہاتے تہے اور کونسی جانبازی کی ابو بکر نے بجز جزع اور فزع کے [illegible] خوف کفار سے اور کس بلا و آفت [illegible] اسنے حضرت کو بچایا تہا اور جانبازی وہ تہی
کہ جو حضرت علی سے وقوع میں آئی کہ شب کو تو حضرت کے بستر پر [illegible] حضرت کی [illegible] تن تنہا [illegible] تلوار لیکر سیکڑوں کفار کا مقابلہ
کیا اور جانبازی کا کام تو جہاد میں تہا سو وہاں ابو بکر حضرت کو تنہا چھوڑ کر [illegible] جاتے تہے کیا ایسکو جانبازی کہتے ہیں اور یہی اخلاص حضرت کا تہا اور غار میں
اگر حضرت کے ہمراہ رہے اور رفاقت کی حضرت کے ایسے مقام محفوظ میں کہ جہاں کچہہ کہٹکا نتہا بقدرت خدا تو کیا بڑا کام کیا اور ایسے بیفائدہ رفاقت کا انکار کون کرتا ہے
اور یہہ کس کام کا اخلاص تہا کہ جس سے بجز پاس [illegible] کچہہ فائدہ حاصل نہو اور اہل سنت ہی نے اسکو ضرب المثل کر دیا ہے اور شیعوں کے دل میں کوئی بات ہی
ابو بکر کی رفاقت کے نہیں ہے ایسی رفاقت کس کام کی کہ جس میں سوائے پاس بیٹہنے کے [illegible] اور یہہ تہا [illegible] مقام [illegible] تو رسول خدا صلعم کو [illegible] جاتی ہی
کہ کفار اُنکے آزار کے درپے تہے نہ یہہ کہ اپنی جان کا رنج کرنے لگا اور اس رفاقت بیفائدہ کا کچہہ [illegible] یہی رفاقت [illegible] ضرب المثل [illegible]
سے اس رفاقت کی کونسی فضیلت ہے اور یہہ جو کہتے ہیں کہ فلانا فلانیکا یار غار ہے اول تو یہ اہل سنت کا مشہور کیا ہوا ہے اور دوسرے یہہ کہ [illegible] ہمراہ ہونے
اور صحبتے یار ہونے سے ہے اس میں کچہہ فضیلت نہیں ہے ہاں اگر ابو بکر نے حضرت کی رفاقت میں کسی آفت کو یا بلا کو حضرت سے دفع کیا ہوتا یا کفار کے حملہ [illegible]
حضرت کو بچایا ہوتا تو یہہ رفاقت کام کی تہی اور محض ہمراہی کو ابو بکر کی اگر ضرب المثل ہی کر دیا تو اس میں کچہہ فضیلت ابو بکر کی نہیں [illegible]
ابو بکر کی بدانجامی کو کچہہ فائدہ نہیں بخشتی اور بڑی رفاقت ابو بکر کی کہ جو ضرب المثل ہوئی ہے اگر تہی تو یہ تہی [illegible] رسول خدا صلعم کے پاس بیٹہے رہے [illegible]

تنہا نہیں چھوڑا اور کفار کو حضرت کی خبر نکی اسمیں کونسی فضیلت ہوئی اور ہمنے مانا کہ ابو بکر نے بڑی رفاقت کی حضرت کے اخلاص سے تمام ایسی رفاقت کہ جو ضرب المثل ہو گئی کہ جو
کوئی کسیکا بڑا یار اور دوست ہوتا ہے تو اسکو کہتے ہیں کہ فلانا فلانے کا بڑا یار غار ہے اور شبہ بھ شبہ سے بہتر ہوتا ہے لیکن یہ رفاقت ابو بکر کی سب خاک میں ملگئی جبکہ رفاقت
بعد اسکے ترک کیا حضرت کی رفاقت کو جسکا کہ بجا لانا واجب تھا اور ترک کرنا حرام تھا اور وہ رفاقت حضرت کے جہاد میں تھی کہ مقابلہ کفار سے تھا اور ہتیار چل رہا تھا اور وہاں
حضرت کی رفاقت سے منہ موڑنا نہیں چاہئے تھا وہاں سے تو حضرت کو کفار کے بلوہ میں تنہا چھوڑ کر بہاگ جاتے تھے اور اپنی جان کو حضرت کی جان پر مقدم رکھتے تھے کیا
اسیکو رفاقت کہتے ہیں کہ حضرت کو تنہا چھوڑ کر بہاگ جانا اپنی جان کی حفاظت کے واسطے اگر غار میں کہ جہاں کسی طرحکا خوف تھا رفاقت کی تو کیا فائدہ ہوا اُس
رفاقت سے کہ جو کہ محل رفاقت کا تھا وہاں تو رفاقت کی ہی نہیں اور ایسے محل میں رفاقت نکرنے سے باطل ہوئی رفاقت غار کی بھی اور انصاف سے دیکھو تو یہہ رفاقت قابل
مدح کے نہیں ہے اسواسطے کہ یہہ رفاقت اگر پسندیدہ اور ممدوح ہوتی تو ابو بکر کی شان میں کوئی آیت نازل ہوتی جیسے کہ حضرت علیؑ کی شان میں آیت نازل ہوئی ہے حضرت
صلعم کے بستر پر سونے سے اور وہ آیت یہہ ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوئی ہے اور ابو بکر کا جو جزع اور فزع رسول خدا صلعم نے دیکھکر
اُسکے واسطے تسلی اور خاموش کرنے ابو بکر کے لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا تھا اُسکو خدا تعالیٰ نے قرآن میں نقل کر دیا ہے سو اُسکا بڑا اہتمام ہے انکے نزدیک اور طرح طرح سے
اُس میں تاویلیں کر کے ابو بکر کے فضائل میں لیجاتے ہیں اور حال یہہ ہے کہ اُس سے کوئی فضیلت ابو بکر کی ثابت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اس شیخ نجدی
کے جواب میں **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس تقدیر پر وہ صحابہ میں ہی فرد اکمل ہوں گے اور کیوں نہو زبان خلق نقارہ خدا اُنکا یار غار ہونا اور صدیق ہونا
سب عالم و خاص پر روشن ہے دوست و دشمن سب اُنکو اسی لقب سے پکارتے ہیں اب یہاں بس کیجیے مگر شاید کسیکو یہاں یہ شبہ ہو کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر افضل ہے
ہوئے تو کیا ہوا خلافت تو بطا یہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حق تھا کیونکہ وہ چچا کے بیٹے اور داماد تھے اور مشہور ہے کہ داماد بمنزلہ فرزند ہوتا ہے تو اس صورت میں خلافت
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر پہونچتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچتی ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہوتے تھے جو خلافت دبا بیٹھے اور اس سے بھی قطع نظر کیجیے
اپنے بعد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کر دیا ہوتا وہ بھی نہوا وصیت کی تو خلیفہ ثانی کے لئے کی سو اس توہم کا جواب اول تو یہی ہے کہ خلافت کو سلطنت پر قیاس کیجیے
تو البتہ یہی توہم پیدا ہوتا ہے لیکن اہل فہم پر پوشیدہ نہو گا کہ خلافت نبوت ارکان دین میں سے ہے رکن عظیم اور سلطنت دنیا کے امور دنیا میں سے ہے نہایت درجہ کو قبیح بحسب
حقیقت دنیا اور دین ہی میں اتنا تفاوت ہو کہ اُس سے زیادہ اور کیا ہو گا تو اسکے اعلے درجہ اور اُسکے اعلے درجہ میں کچھ لگاؤ ہی نہو گا جو ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ہاں خلفاء انبیاء کو اگر خلفاء علماء اور خلفاء فقراء پر قیاس کیجیے تو البتہ قیاس کا موقع بھی ہے علم اور فقر بھی امور دینی میں سے ہیں مگر یہ بھی سب جانتے ہیں کہ خلافت
علم و خلافت فقر میں نگابت اور قرابت کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوتی تفضیل اور کمالات کی باعث ہوتی ہے چنانچہ لفظ خلافت خود بیبات پر دلالت کرتا ہے اسلئے کہ خلافت بمعنی نیابت ہے اور نیابت کا استحقاق اسکے لیے ہوتا ہے جو
منیب کا کام دیسکے اور اگر چند آدمی موصوف باین صفت ہوں تو انمیں وہ مقدم ہو گا جسمیں کمالات اور فضائل منیب وہ سب سے زیادہ ہونگے **اقول** اس تقدیر نے کچھ فائدہ نہ بخشا چنانچہ ہم لکھ چکے اور جس
جہت سے لوگ اُنکو یار غار کہتے ہیں وہ جہت ہے ابو بکر نے باقی نرکھی کہ رسول خدا صلعم کی رفاقت کو ترک کر کے جہادوں میں بہاگتے رہے اور یار غار ہونا سب باطل ہو گیا اور نہ ابو بکر کو ہم
صدیق جانتے ہیں تم جو چاہو سو کہو کہ تم تو معاویہ کے بھی فضائل بیان کرتے ہو اور صدیق ہمارے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں کہ جو حضرت کے بستر خواب پر قائم رہے اور بعد
اُسکے جہادوں میں بڑی جانبازی کی اور ابو بکر اگر حضرت کے ہمراہ ہی غار میں تو اُنہوں نے کونسا کام بنایا اور اگر غار میں حضرت کے پاس بیٹھے رہے اور آس پاس بیٹھنے کی جہت سے
لوگ اُنکو یار غار کہتے ہیں اور اُنکی یار غار ہونیکے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور وہ نکی یاری کو تو ابو بکر کے واسطے کیا فضیلت ہوئی بہت ہو گا تو یہہ ہو گا کہ ایسے یار ہیں کہ حضرت کے پاس سے
ٹلے نہیں اور وہ میں بیٹھے رہے حضرت کے پاس جمے ہوئے اور حضرت کو تنہا چھوڑا لیکن ابو بکر کے پاس بیٹھنے سے حضرت کو کیا فائدہ ہوا اور کس ضرر کو حضرت کے ابو بکر نے دفع کیا اور
ابو بکر جو ایک شخص جاہل تھے کہ جنکی جہالتیں اہل سنت کی کتابوں میں مندرج ہیں اور ہمیشہ جہادوں میں سے بہاگتے تھے کفار کے مقابلہ میں سے وہ کیونکر افضل ہو جائینگے
علماء سے اور جم کر جہاد کرنیوالوں سے جو کہ زخم پر زخم کہاتے تھے اور میدان کو چھوڑتے نہیں تھے کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور بدون دلیل کے جو چاہو سو کہدو تمہاری
زبان کس نے پکڑی ہے اور بے شک خلافت حضرت علی کا حق تھا محض قرابت کی جہت سے نہیں بلکہ علم کی جہت سے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ
يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ یعنی پس جو شخص رہنمائی کرے طرف حق کے زیادہ سزاوار اور حقدار ہے کہ اُسکی پیروی اور متابعت کریں یا وہ
شخص کہ نہیں رہنمائی کر سکتا ہے مگر یہہ کہ ہدایت کیا جائے کہ اُسکو اور کوئی ہدایت کرے پس کیا ہے واسطے تمہارے کیونکر حکم کرتے ہو تم اور دوسری جگہہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ یعنے جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہیں کہ جاننے والوں اور علماء کو فضیلت ہے نہ جاننے والوں اور جہلاء

یہہ وجہ تھی علی کے حقدار ہونے خلافت کے کہ علم علی کا سب صحابہ سے زیادہ تھا اور ابن مردویہ اور ابن جریر نے اپنی تفسیروں میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور حاکم نے مستدرک
میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور احمد حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہی کہ جب آیت اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اُتری تو رسول خدا صلعم نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا
کہ میں منذر ہوں یعنی ڈرانیوالا اور اے علی تو ہادی ہی کہ بعد میرے تجھ سے ہدایت پائینگے ہدایت پانیوالے اب انصاف کرنا چاہئے کہ جو شخص کہ ہدایت کرے وہ سزاوار
خلافت کا ہی یا جو شخص کہ محتاج ہدایت کا ہو کہ اُسکو کوئی اور ہدایت کرے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی اور سعید بن المسیب سے روایت ہے قَالَ کَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَتَعَوَّذُ بِاللّٰہِ مِنْ
مُعْضِلَةٍ لَیْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَنِ یعنی کہا کہ تھا عمر بن خطاب کہ پناہ مانگتا تھا ساتھ خدا کے اُس مشکل سے کہ نہوتا تھا واسطے حل کرنے اسکے کے ابو الحسن یعنی علی بن ابیطالب پہلا اوس
کیونکر ہوسکتا ہی کہ جسکی طرف رجوع کریں مشکل دینی میں وہ تو مستحق خلافت نہو اور رجوع کرنیوالے اُسکی طرف مستحق ہوجائیں اور ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں لکھا
ہے اور ابن عباس سے روایت کی کہ قَالَ قَالَ لِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنِّیْ اُرَاکَ تَقُوْلُ اِنَّ صَاحِبَکَ اَوْلَی النَّاسِ بِهَا یَعْنِیْ عَلِیًّا قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَقُوْلُ ذٰلِکَ فِیْ
سَابِقَتِهٖ وَعِلْمِهٖ وَقَرَابَتِهٖ قَالَ اِنَّهٗ کَمَا ذَکَرْتَ وَلٰکِنَّهٗ کَثِیْرُ الدُّعَابَةِ یعنی کہا ابن عباس نے کہ کہا مجھ سے عمر بن خطاب نے کہ تحقیق میں پاتا ہوں تجھکو
کہ کہتا ہی تو کہ صاحب تیرا اولے اور سزاوار تر لوگوں کا ہی ساتھ خلافت کے یعنی علی کہا میں نے کہ ہاں قسم ہے خدا کی تحقیق میں البتہ کہتا ہوں اس بات کو سابق ہونے میں
اُسکے اسلام میں اور علم میں اور قرابت میں رسول خدا صلعم سے کہا عمر نے کہ تحقیق وہ امر ایسا ہی ہے جیسے کہ تو نے کہا ہے اور لیکن وہ یعنی علی کثیر المزاح ہے کہ اُسکی طبیعت میں
خوش طبعی بہت ہے اب دیکھئے کہ علی کو حقدار خلافت کا جانتے تھے اور پھر اُنکو خلیفہ نکیا اور مزاح اور خوش طبعی مانع اس امر کی نہیں ہوسکتی اگر اُن میں خوش طبعی تھی
اور اگر یہی عذر تھا تو بعد عثمان کے اُنکو خلیفہ کیوں کیا اور علم میں علی کے اور ابوبکر کے اسقدر فرق تھا کہ تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہی کہ قَالَ وَاللّٰہِ
مَا نَزَلَتْ اٰیَةٌ اِلَّا وَقَدْ عَلِمْتُ فِیْمَا نَزَلَتْ وَاَیْنَ نَزَلَتْ وَعَلٰی مَنْ نَزَلَتْ یعنے کہا علی نے قسم ہے خدا کی کہ نہیں نازل ہوئی ہے کوئی آیت مگر کہ تحقیق جانتا ہوں میں جس چیز میں نازل
ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے اور جس پر کہ نازل ہوئی ہے اور یہہ بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی کہ قَالَ عَلِیٌّ سَلُوْنِیْ عَنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اٰیَةٍ اِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُ
بِلَیْلٍ نَزَلَتْ اَمْ بِنَهَارٍ اَمْ فِیْ سَهْلٍ اَمْ فِیْ جَبَلٍ یعنی کہا علی نے کہ سوال کرو تم کتاب خدا سے پس تحقیق کہ نہیں ہے کوئی آیت مگر کہ پہچانتا ہوں میں کہ رات کو نازل ہوئی ہے
یا دن کو یا زمین نرم میں یا پہاڑ میں اور طبرانی نے لکھا ہی کہ رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ وَاللّٰہِ لَقَدْ اَنْکَحْتُکِ اَکْثَرَهُمْ عِلْمًا وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا
قسم ہے خدا کی البتہ تحقیق نکاح میں دیا میں نے تجھکو اُس شخص کے کہ علم اُسکا سب آدمیوں سے زیادہ ہے اور حلم اُسکا سب سے زیادہ بزرگ ہے اور یہی ابن جریر نے لکھا ہے اور جسوقت خدا تعالی
نے ملائکہ سے خطاب کیا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یعنی میں کرنیوالا ہوں زمین میں خلیفہ کہ وہ حضرت آدم تھے تو ملائکہ نے خدا تعالی کے جواب میں کہا کہ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا
یعنی کیا کریگا تو اُس میں خلیفہ اُس شخص کو کہ فساد کرے اُس میں پس خدا تعالی نے حضرت آدم کو تعلیم اسماء کرکے ملائکہ پر حجت پکڑی اور علم کی حیثیت سے آدم کو خلیفہ کیا کہ پھر
ملائکہ چون و چرا نکر سکے اور بنی اسرائیل نے طالوت کی خلیفہ ہونے میں بہت قیل و قال کی لیکن خدا تعالی نے اُنکا کہنا منظور نکیا اور طالوت کو علم اور شجاعت کی جہت سے خلیفہ کیا چنانچہ
خدا تعالی فرماتا ہی وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَیْکُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ یعنی اور کہا واسطے بنی اسرائیل کے پیغمبر اُنکے نے کہ تحقیق برگزیدہ کیا ہی خدا نے اُس طالوت کو تم پر باعتبار علم
اور جسم کے اور مراد فراخی جسم سے شجاعت ہے اور ابوبکر میں نہ کچھ علم تھا کہ مسائل میں غلطیاں کرتے تھے اور نہ شجاعت تھی کہ جہادوں میں سے بھاگ گئے تھے وہ کیونکر حقدار اور
سزاوار خلافت کے ہوں گے اور حقدار خلافت کا تو وہی ہے کہ جسمیں یہہ دو خصلتیں تھیں اور سوائے علی بن ابیطالب کے اور کوئی ایسا اُسوقت نتھا اور اب ابوبکر کا حال سنیئے کہ تاریخ الخلفاء
میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے اَخْرَجَ الْبَیْهَقِیُّ وَغَیْرُهٗ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْکَلَالَةِ فَقَالَ اِنِّیْ سَاَقُوْلُ فِیْهَا بِرَاْیِیْ فَاِنْ یَّکُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ وَاِنْ یَّکُنْ خَطَاً فَمِنِّیْ
وَمِنَ الشَّیْطَانِ اُرَاهُ مَا خَلَا الْوَلَدَ وَالْوَالِدَ فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ قَالَ اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ اَنْ اَرُدَّ شَیْئًا قَالَهٗ اَبُوْبَکْرٍ یعنی سوال کیا گیا ابوبکر سے معنی کلالہ کے پس کہا
تحقیق قریب ہے کہ کہونگا میں اُسمیں ساتھ رای اپنی کے اگر صواب ہے تو جانب خدا سے ہے اور اگر خطا ہو تو جانب میری سے اور شیطان سے ہی دیکھتا ہوں معنے کلالہ کو سوا پسر اور پدر کے جبکہ مر گیا ابوبکر اُسوقت خلیفہ ہوا عمر اور معنی کلالہ کو ردّ نکیا
تو کہا کہ تحقیق میں حیا کرتا ہوں اس سے کہ رد کروں میں اُس چیز کو کہ کہا ہو اُسکو ابوبکر نے اور یہی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہی کہ ابوبکر سے قول حق تعالی کا معنی پوچھے وفاکہۃ
وَاَبًّا کے تو فَقَالَ اَیُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِیْ وَاَیُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِیْ اِنْ قُلْتُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مَا لَا اَعْلَمُ پس کہا کہ کونسا آسمان سایہ کریگا مجھکو اور کونسی زمین بٹھا رکھیگی مجھکو اگر کہوں میں
کتاب خدا میں وہ بات کہ جو نہیں جانتا ہوں میں یہہ حال تھا علی اور ابوبکر کے علم کا اور سوا اسکے بہت غلطیاں ابوبکر کی اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں کچھ ہم
پہلے اس سے بھی لکھ چکے ہیں پھر باوجود موجود ہونے ایسے عالم علی کے ایک شخص جاہل کیونکر سزاوار خلافت کا ہوجائیگا اور سوا اسکے یہہ بات ہے کہ مسند احمد حنبل میں ابن
عباس سے روایت ہی کہ نہیں ذکر کیا ہی خدا نے قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا مگر کہ علی اس کا امیر اور شریف اُسکا ہے اور سید اور سردار اُسکا ہے وَلَقَدْ عَاتَبَ اللّٰہُ اَصْحَابَ

محمد فی القرآن وما ذکر علیا الا بخیر یعنی اور تحقیق عتاب کیا ہی خدا نے اصحاب محمد کو قرآن میں اور نہیں ذکر کیا ہی علی کو مگر بخیر یہہ وجہہ بہی استحقاق کی ہی سب سے بڑہ کر
اور حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ خلافت حق میرا تھا چنانچہ استیعاب میں کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں سے ہے ترجمہ میں قاعہ بن رافع کے لکھا ہی عن جابر عن الشعبی
قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث بخروجہم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اہلہ واولیاءہ
فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبوء الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم ثم
لم نر بحمد اللہ الا خیرا ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوہ ثم بایعونی ولم استکرہ احدا وبایعنی طلحۃ والزبیر ولم یصبرا شہرا واحدا کاملا حتی خرجا الی العراق ناکثین اللہم فخذہما بفتنتہما للمسلمین
یعنی روایت ہی شعبی سے کہ کہا اُس نے کہ جسوقت خروج کیا واسطے علی کے طلحہ اور زبیر نے تو لکھا علی کو ام الفضل دختر حارث نے اور خبر کے ساتھہ خروج اُنکے کے پس کہا علی
نے تعجب ہے ساتھہ طلحہ اور زبیر کے تحقیق خدا عز وجل نے روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو کہا ہمنے کہ ہم ہیں اہل اُسکی اور اقارب اُسکے پس نزاع کریگا ہمسے سلطنت اُسکی میں کوئی
پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کر دیا اُنہوں نے غیر ہمارے کو قسم ہی خدا کی کہ اگر نہوتا خوف مفارقت کا اور اسکا کہ پہر عود کرے کفر اور ہلاک اور فاسد ہو وے دین البتہ متغیر
کر دیتے ہم پس صبر ہو بعض الم پر بعد اُسکے نہ دیکھا ہمنے بحمد و شکر خدا اگر خیر کو پہر کودے آدمی عثمان پر پس قتل کیا اُسکو پہر بیعت کی مجہہ سے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسی پر اور بیعت کی
مجہہ سے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا اُن دونوں نے ایک مہینے کامل یہانتک کہ نکلے وہ طرف عراق کے جسوقت کہ بیعت توڑنیوالے تھے میری ای خدا پس پکڑ تو اُنکو بسبب قتل
کرنے اُنکے کے مسلمانوں کو اور ایسے ہی عقیلی محدث اہل سنت نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے اور خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ بروز بیعت عثمان علی کہتے تھے کہ بعد رسول خدا
صلعم کے خلافت حق میرا تھا اور بعد ابوبکر کے بہی حق میرا تھا اور اب بہی حق میرا ہی ہی اور ہر وقت میں اطاعت کی مینے اس خوف سے کہ اگر میں کچہہ کہری کرتا ہوں تو لوگ
کفر کی طرف پہر جائینگے اور مرتد ہو جائینگے اور بعض بعض کی گردن ماریگا اور عمر نے مجہہ کو پانچ آدمیوں میں مقرر کیا ہی اور چہٹا اُنکا میں ہوں کہ کوئی نہیں جانتا ہی میری فضیلت
کو کہ گویا میں فضیلت ہی نہیں رکہتا ہوں اور سب کے برابر ہوں اور اگر میں گفتگو کروں تو کوئی میری خصلت اور فضیلت کو رد نہیں کر سکتا ہی اور یہ روایت لسان المیزان ابن حجر
اور کتب دارقطنی میں بطریق متعددہ لکہی ہوئی ہی سو حضرت علی موجب آیت واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض قرابت کی جہت سے اور کثرت علم کی جہت سے کہ جسکا بیان ہو چکا اور
سابقہ اسلام کی جہت سے حقدار خلافت کے تھے اور اسی سبب سے حضرت نے خم غدیر پر حضرت علی کو خلیفہ اور جانشین اپنا کیا تھا کہ بدلائل کثیرہ خلیفہ ہونا اُنکا ثابت ہے اور ابوبکر کو نہ قرابت
حضرت کی حاصل تہی نہ کچہہ علم تہا اور اسواسطے اُسکو خلیفہ اپنا نہ کیا یہ کون کہتا ہی کہ انہنے بعد ہی علی کو خلیفہ کر دینا تہا وہ کون تہے خلیفہ کرنیوالے کہ خود اُنکی ہی خلافت صحیح نہ تہی
اور عمر کے لئے وصیت اسواسطے کی کہ عمر نے اُنکو خلیفہ کیا تہا اور بعد رسول خدا کے دونو کا یہی مشورہ ہو گیا تہا کہ اب تو ابوبکر خلیفہ ہو اور بعد اپنے ابوبکر عمر کو خلیفہ کرے اور اگر عمر کی اعانت اور
کمک ابوبکر کی خلافت کے واسطے نہوتی تو خلافت ابوبکر کی ہرگز نہ جمتی یہ تو عمر ہی نے دہول دہپا کرکے اور فاطمہ زہرا کے گہر کے جلانے کا ارادہ کر کے اور بعضے بعضے اصحاب کو مثل سعد وغیرہ
کے ذلیل کر کے خلافت کو ابوبکر کی مستحکم کیا اس احسان کے عوض میں ابوبکر نے عمر کو خلیفہ کیا باوجودیکہ کوئی شخص عمر کی خلافت سے راضی نہ تہا چنانچہ ولی اللہ محدث پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے
ازالۃ الخفاء میں ترمذی اور مستدرک سے روایت کی ہی کہ لما ان ابابکر لما حضرتہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس تستخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان
افظ واغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر یعنی تحقیق ابوبکر کو جسوقت حاضر ہوئی موت کہ وقت مرنیکا قریب پہنچا تو کسیکو عمر کے پاس بہیجا تاکہ خلیفہ کرے اُسکو
اپنے پاس بلا کر پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہی تو ہمپر تند خو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا تو ہمپر تو ہو جاویگا وہ زیادہ تند خو اور بدمزاج پس کیا کہیگا تو جواب میں پروردگار اپنے
کے جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہی کہ تحقیق خلیفہ کیا ہی تو نے ہمپر عمر کو اور ریاض النضرہ میں لکہا ہی کہ ان جماعۃ من الصحابۃ دخلوا علی ابی بکر لما عزم علی استخلاف عمر
فقال لہ القائل منہم ما انت قائل لربک اذا سالک عن استخلافک عمر علینا وقد تری غلظتہ یعنی تحقیق کہ ایک جماعت صحابہ کی داخل ہوئی ابوبکر پر یعنی ابوبکر کے پاس
جسوقت کہ قصد کیا ابوبکر نے اوپر خلیفہ کرنے عمر کے پس کہا ابوبکر سے ایک کہنیوالے نے اُس جماعت صحابہ میں سے کہ کیا ہی تو کہنیوالا اپنے پروردگار کو جسوقت پوچہیگا تجہسے خلافت کرنے
عمر کے سے ہمپر اور حال یہ ہی کہ تحقیق دیکہتا ہی تو بدمزاجی اور سختی اُسکی اور تاریخ خمیس میں تو لکہا ہی کہ وہ کہنیوالا جسنے ابوبکر کو کہا تہا کہ تو کیا کہیگا جواب میں پروردگار اپنے کو طلحہ اور زبیر تہے
اور کنز العمال میں لکہا ہی کہ وہ حضرت علی اور طلحہ تہے لیکن ابوبکر نے کہنا صحابہ کا نہ منظور کیا اور باوجود عدم رضا صحابہ کے عمر کو خلیفہ کیا موافق وعدہ کے جو اُن دونوں میں قرار پایا تہا کہ تو مجہہ
کو خلیفہ کریگا تو میں تجہہ کو خلیفہ کرونگا اور استحقاق حضرت علی کا محض قرابت کی جہت سے نہیں ہے بلکہ قرابت اور علم اور سابقیت اسلام اور شجاعت اور سخاوت وغیرہ جمیع فضائل کی جہت
سے ہی اور خلافت ابوبکر کی مثل سلاطین دنیا کی تہی اور موافق مذہب اہل سنت کے خلافت ارکان دین میں سے بہی نہیں اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی کہ الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج
کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارے کو سو اب ہم پوچہتے ہیں کہ اگر خلافت دین میں داخل ہی تو بتلاؤ کہ جناب رسول خدا صلعم نے کس کو خلیفہ کیا تہا بحکم خدا جس سے دین کامل ہوا اور اگر کسی کو خلیفہ

نہیں کیا تو دین ناقص رہا۔ کہ خلافت دین میں سے تھی اور ظہور میں آئی کہ کوئی خلیفہ ہو جاتا اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اور خدا فرماتا ہے کہ ہمنے دین کو کامل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلافت دین
میں داخل نہیں ہے اور خلافت ابوبکر کی بھی ایسی ہی ہے کہ دین میں داخل نہیں ہے اور لوگوں کو متفق کرکے بادشاہ بنگئی جیسے کہ شاہان دنیا کا دستور ہے اور رسولخدا صلعم نے خلیفہ انکو
نہیں کیا ہے کہ انکے خلیفہ ہونے لیکن موافق مذہب شیعوں کے خلافت دین میں داخل ہے کہ زندگی ہی میں جناب رسولخدا نے خلیفہ علی کو کیا تھا اور خلیفہ کرنے کی بعد ہی آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ
دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اور خلفاء علماء اور خلفاء فقراء بھی قیاس حضرت علیؑ ہی کا ہو سکتا ہے نہ ابوبکر کا کہ ابوبکر کو علم اور فقر تھا اور علی ہی جامع جمیع فضائل اور کمالات کے تھے اور قرابت بھی
حضرت سے رکھتے تھے اور غیب کا کام حضرت علی ہی دے سکتے تھے نہ ابوبکر اسواسطے کہ کام غیب کا ہدایت تھی اور وہ موقوف تھی علم اور شجاعت پر اور یہ دونوں امر علی ہی میں تھے نہ ابوبکر میں
کہ جسکو سب مسلمان جانتے ہیں بلکہ ابوبکر سے تو سوای علیؑ کے اور بہت صحابہ زیادہ علم اور شجاعت رکھتے تھے **قال الشیخ الاشعری** جب حضرت صدیق اکبر کی فضیلت مابعد انبیا
کی سب پر ثابت ہوگئی تو پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق کی ہونے کی کیا معنی ہاں یہ مسلم کہ خلافت کی لیاقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رکھتے تھے لیکن افضل پھر افضل
ہے باقی رہا دبا بیٹھنا کیا ہم پوچھتے ہیں کہ جب سب میں زیادہ استحقاق خلافت حضرت ابوبکر صدیق ہی میں ہوا تو خلافت کو اگر دبا بھی لیا تو کیا بیجا کیا اپنا حق تھا دوسروں کا حق
چھینتے تو جای گرفت بھی تھی معہذا او اتفاق فن سیر جنکو حضرت صدیق اکبر کے خلیفہ ہونے کی قصہ کی خبر ہے خود جانتے ہیں کہ انہوں نے خلافت دبائی تھی یا بجبر و اکراہ انکو سر دھرنی
پڑی باقی رہا حضرت عمر کا خلیفہ کر دینا اسکا جواب بھی یہی ہے کہ خلافت میں قرابت کو مداخلت نہیں ورنہ حضرت فاطمہ زہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
بھی مقدم تہی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا عورت ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کا لڑکا ہونا موافق آئین سلطنت کچھ مانع جانشینی حضرت رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نتھا سلطنت میں بوقت ضرورت اکثر عورتوں اور لڑکوں کو قائم مقام کر دیتے ہیں گو اور ہی نگران حال رہے القصہ اگر حال نبوت مثل حال سلطنت بنا ہے اور قرابت باعث
ترجیح ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر بھی مستحق نتھے نہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکا حق تھا نہ اپنی خلافت کے وقت اسوقت حق تھا تو حضرت حسنین رضی اللہ
عنہما کا تھا اور اگر حال نبوت مثل حال سلطنت نہیں اور قرابت کو اسمیں کچھ دخل نہیں بلکہ افضلیت باعث تقدیم ہونی چاہئے تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
حضرت عمر کو خلیفہ کر دیا تو کیا بیجا کیا کسی اپنے کو کر دیتے یا حضرت عمر انکے نزدیک اوروں سے افضل نہوتے تو البتہ جای اعتراض تھی معہذا کلام اللہ سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جو کچھ ہوا
بجا ہوا اور یہی عین صواب تھا اگر یقین نہو تو یہ آیت چہارم موجود ہے **اقول** ابوبکر کی فضیلت کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور جناب رسولخدا صلعم ہمراہ غار میں جانے
کو جو تونے فضیلت قرار دیا ہے اسکو ہم باطل کر آئے ہیں کہ وہ فضیلت نتھی بلکہ جو کچھ ابوبکر سے غار میں عمل میں آیا ہے وہ عقلا کے نزدیک عیب کی بات تھی اور حضرت علی مرتضیٰ
کے حق کے ہونے کو ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں اس سے پہلے قول میں جا دیکھو کہ حق علی کا ثابت ہے یا نہیں اور افضل تو وہ ہے جو خدا اور رسول خدا کے نزدیک افضل ہو اور قرآن و حدیث
سے افضلیت اسکی ثابت ہو۔ اگر کوئی کسی جاہل دبنگ بد دل کو تمام دنیا کے آدمیوں پر بوجہ معقول فضیلت دی تو اسکی زبان کس نے پکڑی ہے اور ابوبکر کی فضیلت کوئی ثابت
نہیں ہے اور اولی تو اہل سنت کے نزدیک افضلیت شرط خلافت کی نہیں ہے اور اگر تیری نزدیک باعث خلافت افضلیت ہے تو معاویہ کہ
جنکو ابن حجر خلیفہ حق و امام صدق صواعق محرقہ میں اور پیر دستگیر غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں وہ بھی افضل الناس ہونگے اور انہوں نے اپنے فرزند جمند یزید کو جو خلیفہ کیا ہے جیسے کہ
ابوبکر نے عمر کو تو وہ بھی خلیفہ حق اور امام صدق اور افضل الناس ہونگے اور اگر یزید کی خلافت حق نہو تو عمر کی خلافت بھی حق نہو کہ دونو خلافتیں یکساں ہیں اور امام فسق
کے اختیار کرنے سے امامت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ ولا ینعزل الامام بالفسق اور امام غزالی اور ملا علی قاری نے یزید کو مومنین میں سے لکھا ہے
اور حال یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے ابوسفیان اور معاویہ اور یزید تینوں پر لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے انہ رای رسول اللہ صلعم ابا سفیان
مقبلا علی حمار و معاویۃ یقودہ و یزید یسوقہ فقال صلعم لعن الراکب والقائد والسائق یعنی تحقیق دیکھا رسولخدا صلعم نے ابوسفیان کو
آتے ہوا گدھے پر اور ہمراہ اسکے بیٹا اسکا معاویہ تھا کہ کھینچتا تھا اسکو اور یزید ہانکتا تھا اسکو پس کہا رسولخدا صلعم نے کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے کو اور ہانکنے
والے کو اور امام فخر الدین رازی نے کتاب محصول میں باب جرح اور تعدیل میں لکھا ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کو طلب کیا اپنی مجلس میں اور جسوقت وہ حضرت آئے
تو ابو العاص نے حضرت علی کا ذکر شروع کیا کہ علی ابوبکر کو گالیاں دیتا تھا اور جسوقت نوبت امام حسن کی پہنچی تو فرمایا کہ ای معاویہ تجھکو یاد ہے کہ ایک روز باپ تیرا خچر پر سوار تھا اور تو اسکو
کھینچتا تھا اور یزید اسکو ہانکتا تھا اور رسول خدا صلعم نے تم تینوں پر لعنت کی پس جسوقت کہ تمہارے نزدیک ملعونان خدا و رسول افضل اور خلیفہ حق و امام صدق ٹھیرے تو
ابوبکر بھی ہی اور ابوبکر میں اور انمیں کیا فرق ہے خلافت کے باب میں نہ کچھ معاویہ و یزید کے واسطے استحقاق خلافت تھا نہ ابوبکر کے واسطے اپنی بانہہ بازو کے اور قہر کے وسیلے سے خلیفہ بلکہ بادشاہ
بن بیٹھے اور حقداروں کا حق غصب کیا اور ابوبکر میں استحقاق خلافت کا کسی جہت سے نہ تھا اور کوئی فضیلت ابوبکر میں خلیفہ ہونے کی نتھی نہ علم نہ شجاعت نہ قرابت اور پھر جو وہ عمر کی

کمک سے خلیفہ بن بیٹھے بدون استحقاق کے اور دوسروں کا حق چھین لیا تو اسواسطے کہتے ہیں کہ بلا وجہ خلافت کو دبا بیٹھے اور انکا حق کیونکر تھا کہ جو وہ حقدار ہوتے انکا حق تو کسی طرح
نتھا اور کتب تواریخ سے بیشک یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت انہوں نے خود دبائی اسواسطے کہ انہوں نے خلافت کے دبانے میں نہایت سعی کی کہ بڑا موقع پایا اور دیکھا کہ اسوقت جناب رسولخدا
صلعم نے وفات پائی ہے اور حضرت علی اور انکی اہل بیت اسوقت کمال رنج والم میں اور حضرت کے غسل وکفن میں مشغول ہیں ایسے وقت میں ابوبکر عمر وغیرہ اپنے پیغمبر کی لاش
کو بے غسل وکفن ڈالکر کہ اگر کوئی دشمن مرتا ہے تو پھر کچھ نہ کچھ درد اور افسوس ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کو کچھ رنج پیغمبر کے مرنیکا نہوا بلکہ خلافت کے دبانے کی خوشی میں پیغمبر کی لاش کو
بے غسل ڈالکر چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ چوں صحابہ حب دنیا خواستند ❊ مصطفے را بے کفن بگذاشتند ❊ سقیفہ بنی ساعدہ میں جا پہنچے اور ایک بحث نامعقول الائمہ من قریش پیدا کرکے
انصار پر غلبہ ڈھونڈا اور مکر کہ پہلے سے اُنسے ملی بھگت ہو رہی تھی اُنہوں نے پہلے سب سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابوعبیدہ کہ وہ بھی انکا رازدار تھا اور بہت خلوص انسے رکھتا تھا
اُس سے بیعت کروائی اور پھر اپنے ہمجنسوں سے جو کہ دشمنان علی تھے اُنسے بیعت کرائی اور جب قوت بہم پہنچی تو کسی سے ترغیب سے اور کسی سے ترہیب سے بیعت لی اور باقی عوام لوگ جو
کچھ نہیں سمجھتے ہیں اُنہوں نے جدھر کو کثرت دیکھی بیوجہ اُدھر کو ہوگئے اور تمام بنی ہاشم اور اصحاب خاص مثل سلمان ابوذر عمار وغیرہ کے یہ حضرت علیؑ کے ہمراہ خانۂ فاطمہ زہرا میں
مجتمع تھے اور خلافت ابوبکر سے کنارہ اور منکر تھے ابوبکر نے عمر کو حکم دیا وہ واسطے جلانے گھر فاطمہ کے مع ان آدمیوں کے جو اُس گھر میں تھے مثل علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ
اور عباسؓ وغیرہ کے آگ اور لکڑیاں لیکر گئے اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا اور لوگوں کی بے عزتی کی سعد عبادہ وغیرہ کی اور زبیر کی تلوار توڑی اور فاطمہ زہرا کے گھر میں سے
لوگوں کو پکڑ لائے اور زبردستی جبراً اور قہراً اُنسے بیعت لی اور یہ سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور پھر لکھتا ہے یہ شیخ نجدی کہ بجبر وقہر اُنکو سردمہری بڑی اور
جو کچھ کہ تعدی اور ظلم انکا اس بروز نسبت صحابہ کے ظہور میں آیا ہے انکی تواریخ میں موجود ہے جن تواریخ کے کہ علماء اہل سنت لکھنے والے ہیں یہ مختصر گنجائش تفصیل
رکھتا ہے ورنہ میں سب زیادتیاں اور تعدیاں انکی لکھتا اور عمر کو جو خلیفہ کیا تو ان موافقت اور عہد کی رعایت سے کہ جو آپس میں ٹھیری تھی کہ تو مجھکو خلیفہ کروائیگا تو میں بعد اپنے
تجھکو خلیفہ کرونگا اور عمر میں فضیلت کونسی تھی جسکے سبب سے ابوبکر انکو خلیفہ کرتے صحابہ تو عمر کے خلیفہ کرنے سے بہت ناخوش اور ناراض تھے اور کہتے تھے ابوبکر سے کہ تو اپنے پروردگار کو
کیا جواب دیگا اگر عمر کو تو پھر خلیفہ کریگا چنانچہ پہلے اس سے ہم ابھی لکھ چکے ہیں اور اگر ان دونوں کی ملی بھگت نہوتی تو ابوبکر عمر کو کاہیکو خلیفہ کرتا اور اگر ملی بھگت نہوتی تو عمر کو
کیا غرض تھی کہ ابوبکر کے کہنے سے فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو جاتا آگ اور لکڑیاں لیکر اور کیوں جناب رسولخدا صلعم کو وصیت کے لکھنے سے مانع ہوتا اور قرابت محض کی جہت سے
ہم استحقاق حضرت علی کا نہیں کہتے ہیں بلکہ اُسکے ہمراہ اور وجوہ اور فضائل علیؑ میں تھے جنکی سبب سے ہم مستحق خلافت ہونا انکا بیان کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو ثابت ہے کہ جناب
رسولخدا صلعم اپنی زندگی میں علی کو خلیفہ کر گئے تھے اور استحقاق انکی ہی واسطے رسولخدا کی زندگی میں بھی اور بعد آن حضرت کے بھی ہے کہ رسولخدا صلعم سے انکو علم پہنچا تھا
سینہ بسینہ جسکا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور اُنسے حسنینؑ کو ایک کے بعد دوسرے کو علم کی ہوتی نہ کیونکر خلیفہ ہو سکتے تھے اور رسولخدا نے فرمایا ہے کہ وابوہما
افضل منہما اور عورت کا بادشاہ ہونا بعید نہیں لیکن فاطمہ زہرا کی شان کو مناسب تھا کہ وہ ایک گوشہ نشین صابرہ تارک الدنیا اور ایک صابر تارک الدنیا کی دختر تھی کہ
جسکے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا البتہ حضرت عائشہ کو تمنا سلطنت کی تھی کہ حکم خدا پس پشت ڈالکر طلب سلطنت میں بصرہ کو روانہ ہوئیں اور چاہا کہ حضرت علیؑ سے جنگ کرکے
سلطنت کو چھین لیوں اور انکی بیدعالی قدر نے تو حضرت علیؑ کو سرے ہی سے خلیفہ نہیں ہونے دیا تھا اور خود انہوں نے چاہا کہ بنی بنائی خلافت کو علیؑ سے چھین کر ملکۂ سلطنت بن
بیٹھوں اور اپنی باپ کا نام روشن کروں لیکن تقدیر نے یاری نہ کی اور ہم پہلے اس سے ذکر کرچکے کہ موافق حکم آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ کے قرابت کو بھی
دخل ہے اور علم اور شجاعت وغیرہ سب صاف حمیدہ چاہئیں جس سے افضلیت ثابت ہو قرابت مجرد کو ہم نہیں کہتے اور افضلیت اگر تھی تو حضرت علی میں تھی کہ انمیں
سب فضائل موجود تھے اور ابوبکر میں ایک فضیلت بھی نہ تھی تقدیم کی ہاں ابوبکر نزدیک خدا کے اور رسولخدا کے خود تو خلیفہ تھے ہی نہیں انکے خلیفہ کرنے سے عمر کیسے خلیفہ
ہو جاتے اور خدا اور رسول خدا کی نزدیک ابوبکر خلیفہ اسواسطے نتھے کہ رسول خدا نے انکو خلیفہ نہیں کیا تھا لوگوں نے کیا تھا بلکہ عمر تنہا ہی نے کیا تھا کہ پہلے سب سے بیعت کرکے
کہا کہ ہم تو اسکو کرتے ہیں اور لوگوں کے خلیفہ کرنے سے پیغمبر خدا کا خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر لوگوں ہی کی کرنے پر موقوف ہے تو ابھی چند آدمی متفق ہوکر خلیفہ کردیں کسیکو
اور کہدیں کہ یہ خلیفہ پیغمبر کا ہے اور ابوبکر نے جو عمر کو خلیفہ کیا تو بہت بیجا کیا اسواسطے کہ اصحاب رسول مقبول انکی خلافت سے راضی نتھے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور
کسی اپنے کو خلیفہ کیونکر کرتے کہ عمر سے تو ایک عرصہ سے پیمان ہو رہا تھا کہ اگر تو مجھے خلیفہ کریگا تو میں تجھکو خلیفہ کرونگا اور عمر کی کونسی فضیلت کا ذکر کیا تھا ابوبکر نے جس کے سبب سے
خلیفہ کیا بڑی صفت انکی یہی ہے کہ وہ فظ غلیظ تھے اور اسی جہت سے اصحاب رسولخدا انکا خلیفہ ہونا نہیں چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسکو تو خلیفہ کریگا تو یہ اور زیادہ بدمزاج
اور تندخو ہو جائیگا اور اگر تو اسکو خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو تو کیا جواب دیگا اور لوگوں کا کہنا ابوبکر نے کچھ نہ سنا اور عمر کو خلیفہ کردیا ان موافقت اور عہد کی جہت سے اور فضیلت عمر

میں کونسی بتی یا وہ کلام اللہ میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہوا اچھا ہوا اور عین صواب تھا اور آیت چہارم جو لکھی ہے بعد اسکے اُس سے ہرگز خلافت ثلاثہ کی ثابت نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** جو تھی آیت وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون یعنی وعدہ دیا خدا نے بعضے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے اچھے عمل کئے یا سبات کا کہ انکو زمین کا خلیفہ اور بادشاہ بنا دیگا جیسا اُنسے پہلوں کو اور اُنکے لئے اُس دین کو جو اُنکے لئے اللہ تعالے نے چھانٹ رکھا ہے اور پسند کر رکھا ہے خوب جما دیگا اور انکو بعد اسکے کہ اندیشہ اور خوف رہا کرتا تھا امن دیگا کہ وہ پھر میری ہی عبادت کیا کرینگے اور کسیکو ذرہ برابر عبادت میں شریک نکرینگے اور جو لوگ بعد اس نعمت کے کفران نعمت کریں اور ناشکری کریں وہی ہیں اصلی فاسق طاعت سے نکلے ہوئے اس آیت کا حاصل یہ ہوا جو کلام اللہ کو سمجھتے ہیں وہ تو سمجھتے ہیں اور جو نہیں سمجھتے وہ ترجموں سے مطابق کر دیکھیں آجکل سیکنوں ترجمے کے کلام اللہ ملتے ہیں کچھ کمی نہیں اب میری سنئے یہ وعدہ ہر کسی سے نہیں ہوا اُس زمانہ کی مومنوں بعضے صحابہ سے ہوا ہے کیونکہ الذین آمنوا کے بعد منکم بھی بڑھایا ہے اسکا حاصل یہی ہوا کہ یہ وعدہ اُنہیں سے ہے کہ جو تمہاری زمانہ میں مومن ہیں پہلوں کو اس لفظ کے ذکر کرنے سے اس وعدہ سے علیحدہ کر دیا ہے تو اب حضرت امام مہدیؑ کا تسلط روئے زمین پر اس وعدہ سے علیحدہ ہے اور پھر تسپر یہ وعدہ بھی اُس زمانہ کے تمام مومنوں سے نہیں ہوا بلکہ بعضے سے چنانچہ لفظ من جو منکم میں ہے اُسکا حاصل یہی ہے بلکہ لفظ من ضمیر کے اوپر داخل ہوگا اُسکا یہی مطلب ہوگا یا ابتدا کے معنی ہونگے سو اس جگہ ابتدا کے معنی کسی کے نزدیک بن ہی نہیں سکتے تو بیشک بعضے ہی کے معنی ہونگے کیونکہ بیان کے لئے تو ضمیر اسکے کلام میں ضمیر پر آتا ہی نہیں **اقول** یہ شیخ نجدی اس آیت کے معنی ہی نہیں سمجھا اور اگر سمجھتا تو بعضے اُن لوگوں میں سے منکم کا ترجمہ نکرتا اور خلافت مصطلحہ جو کہ نیابت پیغمبر ہے مراد نہ لیتا اور وعدہ تو سب مومنین صالحین سے ہے چاہئے کہ سبھی بادشاہ ہو جائیں خصوصیت کسی کی کیا ہے اور اگر کسی اور نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے تو بڑی غلطی کی ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور معلوم نہیں یہ لفظ سیکنوں کس زبان کا ہے نہ ہندی نہ فارسی نہ ترکی ہے خاص گھڑت یہ مرد لڑکی ہا اور وعدہ میں تخصیص بھی اُن مومنین کی نہیں ہے جو کہ اس زمانہ میں موجود تھی اسواسطے کہ اکثر احکام ایسے ہیں کہ خطاب تو اُنہیں مومنین موجودین کی طرف ہے اور مراد جمیع مومنین ہیں قیامت تک اور اگر جمیع مومنین مراد نہوں تو وہ احکام اُن لوگوں ہی کے واسطے ہوں جو کہ اُس زمانہ میں موجود تھے اور جو مومنین کہ بعد اُنکے ہوئے ہیں وہ اُن احکام سے خارج ہوں اور صلوٰۃ وصوم و زکوٰۃ کچھ اُنپر واجب نہو اور خدا تعالیٰ اُس زمانہ کے حاضرین کی طرف خطاب کر کے فرماتا ہے کہ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ پس چاہئے کہ جو لوگ کہ بعد اُنکے ہونگے اگر وہ مرتد ہو جائیں تو وہ مومن کے مومن ہی رہیں اسواسطے کہ خطاب تو اُن لوگوں کی طرف ہے کہ جو وقت نزول آیت کے موجود تھے اور جو کہ بعد انکے ہونگے اُنکی طرف خطاب نہیں ہے اور فی الحقیقت میں زمانہ رجعت کا ہے کہ اسوقت ائمہ معصومین علیهم السلام کو تسلط فی الارض حاصل ہوگا اور جملہ مخاطبین میں سے جناب رسول خدا صلعم اور حضرت امیر اور حضرت حسنین علیهم السلام وقت نزول آیت کے موجود تھے اور یہی صورت خطاب کی ہے کہ بعضے مخاطبین موجود ہوں جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہوا ہے اور یہی حال کل خطابات قرآنیہ کا ہے اور سوائے زمانہ امام مہدیؑ کے اس آیت کا مصداق پایا نہیں جاتا اور انکے زمانہ کے سوا اور کوئی زمانہ ہو ہی نہیں سکتا اسواسطے کہ اس آیت میں خطاب جمیع مومنین کی طرف ہے جو کہ اُس زمانہ میں تھے اور من کا لفظ منکم میں واسطے بیان کے ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے پس غلبہ سے مراد اگر غلبہ فی الجملہ ہے کہ بعضے جگہ ہو اور بعضی جگہ نہو تو وہ تو زمانہ رسول خدا صلعم میں بھی حاصل تھا اور صاحب بیضاوی آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت صلعم کے زمانہ میں غلبہ ہو گیا تھا پس ثلاثہ کا زمانہ خارج ہوا کہ انکا زمانہ اس سے مراد نہوگا اور ترقی تو روز بروز ہوتی ہی رہتی تھی معاویہ کے زمانہ میں اُس سے زیادہ ترقی ہو گئی تھی اور عبد الملک کے زمانہ میں اور زیادہ ترقی تھی اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کی کہنے سے رسول خدا صلعم کا زمانہ اور ثلاثہ کا زمانہ اور انکے بعد معاویہ وغیرہ کا زمانہ سب خارج ہو گئے اسواسطے کہ انکے زمانوں میں شرک موقوف نہیں ہوا تھا چنانچہ اب تک شرک چلا آتا ہے اور نہ خوف سب جگہ سے موقوف ہوا تھا اور بعضی جگہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہ ہو نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ سورہ مدنی ہے اور یہ آیت بھی مدنی ہے اور جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اسوقت مدینہ میں شرک تھا اور نہ خوف تھا اور اگر کوئی مشرک اُسوقت تھا تو مغلوب و مرعوب ہو تھا پھر وعدہ کرنے سے کیا حاصل ہے کہ بعضی جگہ تو اسوقت بھی شرک اور خوف نہ تھا اور بعضی جگہ شرک ہوا اور بعضی جگہ نہوا تو آج تک موجود ہے کہ بالکل کبھی موقوف ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع کرنے شرک ہی کل زمین کے شرک کو دفع کرنیکا وعدہ ہے۔ اور یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے ایک اور وجہ سے بھی زمانہ رسول خدا صلعم کا اور انکے بعد کا نکل گیا اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وعدہ کو تمام کرینگے تو اسوقت وہ سوای میری کسیکی عبادت نکرینگے اور عبادت میں تو مومنین قبل نزول اس آیت کے خدا ہی کی کرتے تھے کسی غیر کی نہ کرتے تھے اور نہ شرک کرتے تھے لیکن کل آدمی خدا کی عبادت نہ کرتے تھے اور نہ سب نے شرک کو چھوڑا تھا پس معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اُسوقت سوائے خدا کے کسیکی عبادت نکریگا اور نہ کوئی شرک کریگا سو یہ حال تو امام مہدیؑ ہی کے زمانہ میں ہوگا کہ نہ کوئی آدمی شرک کریگا اُسوقت اور نہ سوائے خدا کے کسیکی عبادت کریگا اور یہ صورت جناب رسول خدا کے زمانہ سے آج تک ظہور میں نہیں آئی یقین ہے کہ امام مہدیؑ کے زمانہ میں ظہور میں آئے اور یہی مراد ہے اس آیت سے اور لفظ من جو منکم میں ہے تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ بیانیہ ہے اور لفظ استخلاف سے مراد معنی اُس کے لغوی ہیں

نہ معنی اصطلاحی کہ جو نیابت پیغمبر ہے اور مراد مومنین سے جمیع مومنین ہیں چنانچہ بیضاوی اور کشاف اور مدارک وغیرہ تفاسیر میں اہل سنت نے لکھا ہے اور عبارت تفسیر
بیضاوی کی یہہ ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحات الخ خطاب للرسول وللامۃ او لہ ولمن معہ ومن للبیان یعنی خطاب ہے واسطے پیغمبر
کے اور واسطے امت کے یا واسطے پیغمبر کے اور واسطے اُس شخص کے کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہے اور لفظ من واسطے بیان کے ہے اور زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے الخطاب
لرسول اللہ ولمن معہ ومنکم للبیان کالتی فی اخر سورۃ الفتح وعدھم اللہ ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثہم الارض ویجعلہم فیہا خلفاء کما فعل ببنی اسرائیل حین اورثہم مصر والشام
یعنی خطاب واسطے پیغمبر خدا صلعم کے ہے اور واسطے اُس شخص کے کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہے اور منکم واسطے بیان کے ہے مثل اُس من کے کہ آخر سورہ فتح میں آیت وعد اللہ الذین امنوا
منہم الخ میں ہے وعدہ کیا ہے اُن سے خدا نے یہہ کہ نصرت کرے اسلام کو کفر پر اور وارث کرے اُنکو زمین کا اور کردے اُنکو اُس میں جانشینان یعنی مالک اور صاحب
اختیار جیسے کہ کیا بنی اسرائیل کو جس وقت کہ وارث کیا اُنکو مصر اور شام کا بعد ہلاک کرنے قوم جبابرہ کے اور جس وقت کہ خطاب جمیع مومنین کیطرف ہوا اور لفظ من منکم میں واسطے
بیان کے ہوا تو معنی استخلاف کے لغوی مراد ہوں گے نہ اصطلاحی اسواسطے کہ سب مومنین خلفاء رسول مقبول نہیں ہو سکتے اور استخلاف سے مراد یہہ ہوگی کہ مومنین کو وارث
اور مالک عرب کے زمین کا کر دیگا جیسا کہ بنی اسرائیل کو مالک ملک مصر اور شام کا کر دیا تھا اور ایسا ہی تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے اور اس سے جواب ہوگیا اس شیخ کی سب باتوں کا کہ من
واسطے بیان کے ہو نہ واسطے تبعیض کے اور خطاب طرف جمیع مومنین کے ہو نہ طرف بعض مومنین کے اور اگر لفظ من کو جو کہ منکم میں ہے تبعیض کے واسطے کہیں تو معنی آیت کے موافق مطلوب
کے حاصل نہیں ہوتے اسواسطے کہ اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ بعضے صحابہ مخاطبین مومن صالح ہیں اور بعضے نہیں ہیں اور یا یہہ معنی ہوں گے کہ مومنین صالحین کہ بعض
مخاطبین ہیں کل وعدہ کئے گئے خلافت کے ہیں بعضے اُن میں سے وعدہ کئے گئے خلافت کا ہیں اور جس نے من کو تبعیض کے واسطے کہا ہے اُس نے بڑی غلطی کی ہے اور اسیواسطے
جو لوگ کہ ماہر فن عربیت ہیں مثل صاحب کشاف اور بیضاوی کے اُنہوں نے من کو منکم میں تبعیض کے واسطے نہیں کہا ہے بلکہ بیان کے واسطے کہا ہے اور اگر تبعیض کیواسطے کہا جا
تب بھی مطلب اس شیخ کا حاصل نہیں ہوتا ہے چنانچہ ہم کہہ چکے البتہ اگر لیستخلفہم کی جگہ لیستخلفن منکم یا منہم ہوتا تو موافق مطلوب اس شیخ کے ہوتا اور اب تو کسیطرح سے مطلب اُنکا
ثابت نہیں ہے اور ابتدا کے واسطے تو کوئی بھی من کو یہاں نہیں کہتا ہے اور اگر تبعیض کے واسطے لو تو اُس سے مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ہمنے ذکر کیا اور اس میں بھی اس شیخ
نے بڑی غلطی کی ہے کہ جو مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے کہتا ہے کہ بیان کے لیے تو من فصحا کے کلام میں ضمیر پر آتا ہی نہیں اور حال یہہ ہے کہ دوسری جگہہ بھی
قرآن میں موجود ہے کہ من ضمیر پر آیا ہے اور وہاں بجز معنے بیان کے اور معنے درست ہی نہیں ہو سکتے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحات منہم
مغفرۃ واجرا عظیما اس آیت میں جو من منہم میں ضمیر پر آیا ہے بجز بیان کے معنے اسکے صحیح نہیں ہو سکتے اور زمخشری کہ انکا امام ہے فن عربیت میں اُس سے زیادہ کون
فصیح ہوگا کہ وہ بیان کے واسطے کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر بالفرض بفرض محال یوں ہی کہیں کہ من یہاں بیان کے لئے ہے اور اسکا ہم ہرگز خیال نکریں
کہ کلام اللہ خدا کی کلام ہے اور وہ بھی معجز نظام کسی ایسے گنوار ہندوستانی کی نہیں کہ ہدایت النحو وغیرہ رسالے عربی زبان کے پڑھ کر عربی کی ٹانگ توڑنے لگے تب بھی شیعوں کو
مشکل ہی رہیگی اس صورت میں تمام صحابہ مراد ہونگے حتی کہ خلفاء ثلثہ بھی اس لئے کہ جب تک تو وہ بھی مسلمان ہی تھے مرتد نہوئے تھے اور اگر وہ منافقین میں سے تھے اور کبھی مسلمان
ہوئے ہی نتھے تب بھی وہ داخل ہی رہیں گے جو اُنکے عقیدے کے موافق بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتد ہوئے ہیں اور جو آیات مرتدین کے بیان میں آئی ہیں شیعوں کے
نزدیک اُنکے حق میں وارد ہوئی ہیں اس صورت میں اول تو یہہ لازم آئیگا کہ جو مرتد ہوگئے اُن سے اس بات کا وعدہ تھا کہ اُنکے لئے دین پسندیدہ کو جما دینگے وعدہ کر کے خلاف
وعدہ کیا کیونکہ اگر خدا دین کو جما دیتا پھر نفس اور شیطان سے کہیں اُکھڑ سکتا جو وہ مرتد ہوگئے معہذا اُنکے حال میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب اُن سے یہہ وعدہ
پورا ہوگا اُسوقت وہ میری ہی عبادت کرینگے یہانتک کہ ذرہ برابر کسیکو میری طاعت میں شریک نکرینگے یا یوں کہئے کہ یہہ بھی ایک وعدہ ہے اخبار نہیں **اقول** یہ قول
تو آپکا ایسا ہی کہ جیسے کوئی آسمان کو کہے کہ زمین ہے اور دن کو کہے رات ہے اسواسطے کہ جو کہ ماہر فن عربیت ہیں جیسے کہ زمخشری صاحب کشاف اور مصنف تفسیر بیضاوی
وہ تو کہیں کہ لفظ من واسطے بیان کی ہے اور تو اُسکو محال تبلائے تیرا کہنا معتبر کیونکر ہو کہ تو ہدایت النحو وغیرہ پڑھ کر عربی میں دم مارنے لگا یا کہنا زمخشری کا معتبر ہو کہ امام فن عربیت
ہے اور زبان بھی اُسکی عربی ہے اور یا کہنا مصنف بیضاوی کہ جو ماہر فن عربیت ہے اور دیکھنے کوئی گنوار ہندوستانی مثل تیری دو تین رسالہ نحو کے پڑھکر یہہ بات نہیں کہتا
بلکہ ماہران فن عربیت کہتے ہیں کہ من بیان کے واسطے ہے اور تو کہ فن عربیت سے بالکل اجنبیت رکھتا ہے اُنکے قول کے خلاف کہتا ہے وہ کون دیوانہ ہے کہ تیری کہنے کو پسند کریگا اور اگر
من واسطے بیان کے ہو تو اُسکا تو ماحصل ہم پہلے اُس سے بیان کر چکے اور اس صورت میں بھی آیت البتہ جمیع مومنین کو صحابہ اور غیر صحابہ کو سب کو شامل ہوگی جو کہ تا دم واپسین ایمان
صحیح پر قایم ہوں اور اگر ایمان پر قایم نہیں رہے ہیں تو اُنکے حق میں یہ آیت نہوگی گو وقت نزول آیت کے ایمان پر قایم ہوے ہوں اسواسطے کہ قرآن شریف میں اکثر آیتیں ایسی ہیں

کہ جن میں مومنین سے وعدہ مغفرت اور جنت کا ہے اور مومنین مرتد بھی ہو گئے ہیں کہ جن کو اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے کئی فرقوں کا
اور قوموں کا نام لکھا ہے کہ وہ بعد رسول خدا صلعم کے مرتد ہو گئے اور خدا تعالی فرماتا ہے کہ وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت منہم مغفرۃ و اجرا عظیما اور اہل سنت
یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت سے مومنین مرتد ہو گئے تھے اور ابو بکر نے ان پر جہاد کیا اب اس شیخ نجدی کے قول کے مطابق ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو اس آیت مغفرت میں وعدہ بخشش
کا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ جن سے وعدہ کیا تھا وہ مرتد ہو گئے اہل سنت کے نزدیک تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ جو مرتد ہو گئے ان سے اس بات کا وعدہ تھا کہ انکے واسطے مغفرت اور اجر عظیم
ہوگا وعدہ کرکے خدا نے خلاف وعدہ کیا کیونکہ اگر خدا کو مغفرت ہی منظور تھی تو پھر نفس اور شیطان کو کیا دخل تھا کہ ایمان سے اُلہاڑ سکتے یا نفس و شیطان خدا سے بھی غالب ہے
اور وہ لوگ ایسے ہی تھے کہ خدا کی ہی عبادت کرتے تھے اور کسیکو شریک نہیں کرتے تھے اسواسطے کہ مومن صالح تو میری ہی عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک نکرینگے اسکے معنی ہی
یہ نہیں سمجھا ہے اسواسطے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کل آدمی میری ہی عبادت کرینگے اور شریک میرا کسیکو کوئی نکریگا کہ تمام روے زمین پر دین اسلام پھیل جائیگا موافق وعدہ لیظہرہ علی
الدین کلہ کے اور مومن صالح سوائے خدا کے اور کسکی عبادت کرتا ہے اور شریک خدا کا کسکو کرتا ہے وہ تو قبل نزول آیت بھی عبادت خدا ہی کی کرتے تھے کسی شے کی عبادت
نہیں کرتے تھے پھر وعدہ کس چیز کا کرتا ہے کیا جو چیز کہ حاصل ہے اُسکا وعدہ کرتا ہے سو اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو وعدہ کیا ہے دین کے جمانیکا اُن مومنین سے
کیا ہے کہ جو تا مرگ مومن رہے ہوں اور اگر وقت نزول آیت کے مومن تھے اور پھر مرتد ہو گئے اُن سے وعدہ نہیں ہے اور جن مومنین سے خدا تعالی نے وعدہ کیا ہے اُنکی ہی طرف تو خدا تعالی
خطاب کرکے فرماتا ہے کہ یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ اور دوسری جگہ فرماتا ہے و من یرتدد منکم عن دینہ فیمت و ھو کافر اور تم کہتے ہو کہ ابو بکر نے مرتدوں پر جہاد کیا اور ہمارے نزدیک ابو بکر
خود ہی ایمان صحیح نرکھتے تھے اور اہل سنت کی کتابوں سے ہم ثابت کرتے ہیں اور بعضی مومنین صحابہ کا مرتد ہو جانا خود رسول خدا صلعم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے چنانچہ کتب
صحاح اہل سنت میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو حوض کوثر سے ملائکہ ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائیں گے میں کہونگا کہ انکو کہاں لئے جاتے ہو
یہ تو میرے اصحاب ہیں اُسوقت ملائکہ میرے جواب میں کہیں گے کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک ولم یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم یعنی تحقیق تو نہیں جانتا ہے کہ جو کچھ احداث کیا ہے انہوں
دین میں بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد اور پھر جانیوالے رہے ہیں پاشنوں اپنی پر جب سے کہ مفارقت کی ہے تو نے اُنسے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر کیطرف رسول خدا صلعم نے خطاب
کرکے فرمایا کہ ما ادری ما تحدثون بعدی یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے تم دین میں بعد میرے سو یہ وہی لوگ ہیں کہ جو وقت نزول آیت وعدہ کے ہمراہ رسول خدا صلعم
موجود تھے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تا دم واپسین چاہئے اور اگر بالفرض وقت نزول آیت کے مومن ہوے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر بعد اسکے مرتد ہو گئے اور اول تو ہمکو ثلثہ کے ایمان صحیح
میں کلام ہے تم تو یہ جانتے ہیں کہ انکا ایمان بھی خالص نتھا بلکہ دنیا کے واسطے تھا چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ستحرصون علی الامارۃ و تکون لکم ندامۃ یعنی قریب ہے کہ حرص
کروگے تم حکومت پر اور ہوئیگی وہ واسطے تمہاری ندامت انجام کو اور ابو بکر کے حق میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ تریدون عرض الدنیا یعنی چاہتے ہو تم مال دنیا کو اور عمر تو ہمیشہ نبوت میں حضرت
کے شک ہی کیا کرتے تھے چنانچہ شیخ شمس الدین قیم کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ذکر صلح حدیبیہ میں لکھتے ہیں کہ قال عمر بن الخطاب فو اللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت
النبی فقلت یا رسول اللہ السلت نبی اللہ حقا قال بلی الحدیث یعنی کہا عمر بن خطاب نے کہ قسم ہے خدا کی نہ شک کیا میں نے جس دن سے کہ اسلام قبول کیا ہے میں نے مگر اس روز یعنے بروز صلح حدیبیہ کہ آیا
میں پیغمبر خدا کے پاس پس کہا میں نے کہ آپ رسول خدا کیا نہیں ہے تو پیغمبر خدا کا حق فرمایا کہ ہاں میں پیغمبر حق ہوں اور ایسا ہی مفتاح الفتوح میں جو کہ کافل تراجم رجال مصابیح بغوی کے
ہے مرقوم ہے کہ نبوت میں ایسا شک پہلے اس سے ملنے نہیں کیا تھا جیسا کہ اُس روز کیا اس سے معلوم ہوا کہ شک تو ہمیشہ کرتے تھے لیکن اُس روز کا شک زیادہ تھا اور ابن حجر شرح صحیح
بخاری میں واقدی سے روایت کرتا ہے کہ عمر نے کہا کہ دخلنی امر عظیم یعنی داخل ہوا مجھمیں امر عظیم لہ وہ شک تھا نبوت میں بروز صلح حدیبیہ اور خدا تعالی فرماتا ہے انما المومنون الذین امنوا باللہ
و رسولہ ثم لم یرتابوا یعنی سوائے اسکے نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے وہ ساتھ خدا کے اور پیغمبر اسکے کے پھر نہ شک کیا انہوں نے اور عینی نے شرح بخاری میں بھی لکھا ہے
کہ اگر کوئی سوال کرے کہ واقع ہونا اس قسم کے شک کا عمر کے عدم ایمان پر دلالت کرتا ہے تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ احتمال رکھتا ہے کہ عمر اسوقت مولفۃ القلوب میں سے ہوں بلعد بکی حسن اسلام
اور رسوخ ایمان کے جیسا کہ مصنف مسں میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ صلح حدیبیہ کا بعد ہجرت کے ہے اور نزول آیت استخلاف بھی قبل صلح حدیبیہ ہے اور بیعت رضوان بھی صلح حدیبیہ پر مقدم ہے اس صورت میں حضرت
عمر شرف ہجرت سے اور بیعت رضوان سے خارج ہوئے اور آیت استخلاف کے خطاب میں داخل نہوے کہ اسوقت مولفۃ القلوب میں سے تھے اور مولفۃ القلوب
وہ کفار ہیں کہ جنکو مال غنیمت اور زکوۃ میں سے حصہ ملتا ہے اور وہ مسلمانوں کی طرف ہو کر کافروں پر جہاد کرتے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ انکے حال میں یوں بھی بیان فرمایا
ہیں کہ جب آن سے یہ وعدہ پورا ہوگا اُسوقت وہ میری ہی عبادت کرینگے کہتا ہوں میں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ خلفاء ثلثہ وغیرہ ہم اسوقت میں قبل نزول آیت استخلاف
کے خدا کے غیر کی عبادت کرتے تھے اور مشرک بھی تھے جب ایفاء وعدہ ہوگا تو اسکو ترک کرینگے اور حال یہ ہے کہ قبل نزول آیت مذکورہ بھی وہ خدا ہی کی عبادت کرتے تھے

اسیوقت ہوگا کہ جب ایسا ہوگا اور تمہارا یہ بیان ہے کہ یہ بھی ایک وعدہ ہے اخبار نہیں اور یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ

اور کسیکو شریک اُسکے نہیں کرتے ہے کیا خدا تعالیٰ اُن سے اُس امر کے صادر ہونیکے وقت ایفا وعدہ کے کہتا ہے کہ جو اُنکو پہلے سے حاصل تھا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حکیم مطلق سے
یہ بات بہت بعید ہے پس معلوم ہوا کہ آیت یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی اُسوقت سوائے میرے کسیکی عبادت نکریگا اور شرک کریگا اور جو کہ مومن تھے وہ نزول آیت سے
پہلے بھی میری ہی عبادت کرتے تھے اور شرک بھی نہیں کرتے تھے پھر وعدہ کس امر کا ہے کہ وہ تو پہلے ہی سے حاصل تھا **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اس صورت میں لازم آئیگا کہ تا دم واپسیں وہ اسی حال
تھے جسکے انعام میں تو وعدہ ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح چنانچہ اہل فہم وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے یہی معنی سمجھتے ہیں کہ باعث اس وعدہ کا ایمان اور عمل صالح ہیں پھر معلوم کہ
باوجود ان سببوں کے وہ کیونکر مرتد ہوگئے دو حال سے خالی نہیں یا یوں کہو کہ خدا نے خلاف وعدہ کیا یا خدا نے آیندہ کی خبر میں غلطی کی **اقول** جواب تو اس قول کا پہلے اس سے مفصل بیان ہو چکا ہے اور اس وعدہ سے
لازم نہیں آتا کہ وہ لوگ تا دم واپسیں اسی حال پر رہیں اسواسطے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں اکثر آیتوں میں مومنین سے وعدہ مغفرت اور جنت کا کیا ہے لیکن اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے
کہ وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر وہ تا دم واپسیں ایمان پر قائم رہیں تو انکے واسطے یہ فائدہ ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ
خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ وعدہ کرتا ہے
کہ جو کوئی ایمان لائیگا اور اعمال نیک بجا لائیگا تو اُسکے واسطے بہشتیں ہیں اور خدا اُن سے راضی ہے تو اس وعدہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ اگر کوئی چند سال مومن صالح
رہے اور بعد اُسکے مرتد ہو جائے تو اُسکے واسطے بھی یہی مرتبہ ہو اور ایسے ہی اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہے کہ اسمیں کافروں کے واسطے وعدہ دوزخ میں
ڈالنیکا ہے چاہیئے کہ کفر کرنیوالے ہمیشہ دوزخ میں رہیں اور کبھی ایمان کو قبول نکریں کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ اُنکے دوزخ میں ڈالنے کا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہی کفار جن سے وعدہ
دوزخ میں ڈالنیکا تھا مسلمان ہو کر بہشت میں داخل ہو گئے ہیں سو مراد یہ ہے کہ جو کوئی دم واپسیں مومن رہے اُسکے واسطے وعدہ نجات ہے اور جو کوئی ہمیشہ کافر رہے اُسکے واسطے وعدہ
عذاب ہے اور مرتد ہو جانا کچھ دشوار نہیں ہے بلکہ وقوع میں آنیوالا ہے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ انہیں مومنین کی طرف جن سے وعدہ ہوا ہے اس آیت میں اور آیت استخلاف میں خطاب
کر کے فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ اور اگر ان مومنین کا مرتد ہو جانا ممکن نہوتا تو خدا تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا اور ہرچند ایمان اور عمل صالح کے انعام میں یہ وعدہ ہے
لیکن اُس صورت میں کہ ایمان ہمیشہ کو سلامت رہے اور یہی مراد ہے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ سے اور مرتد ہوئی وہ اپنی شامت نفس سے اور آیت میں کوئی ایسی بات نہیں
ہے کہ جو مانع ہو اُنکے مرتد ہونیکو اور ہم پہلے قول میں مفصل بیان کر چکے ہیں جا دیکھ لے اور وعدہ میں خدا کے خلاف نہیں ہے وعدہ کو اُس نے وفا کیا اور ہمنے فرض کیا کہ خدا تعالیٰ
نے مومنین صالحین سے وعدہ تمکین دین کیا تھا اور اُسکو وفا کیا رسول خدا صلعم کے ہی زمانہ میں جسوقت کہ ثلثہ بھی مومنین میں سے تھے لیکن بعد اُسکے ثلثہ ایمان صحیح پر
باقی نرہے اور تمکین دین سے مراد اگر فی الجملہ ہے کہ بعض جگہہ ہو اور بعض جگہہ نہو تو اس صورت میں مراد زمانہ رسول خدا صلعم ہی کا ہوگا نہ ثلثہ کا اسواسطے کہ رسول خدا کے ہی زمانہ
میں اُس ملک میں تمکین کامل ہو گئی تھی جیسے کہ تفسیر بیضاوی میں آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے اور ثلثہ کا زمانہ مراد نہیں ہو سکتا اور اگر اُنکا بھی زمانہ مراد ہو
تو معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کا بھی زمانہ مراد ہو اور خدا تعالیٰ سے غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہے اور اُسکو اُسکے مابعد کے سب خبر تھی لیکن اُسکی باخبر ہونے سے ارتداد بعض
مومنین کا ممنوع نہیں ہے ہرچند وہ جانتا تھا کہ بعضے ان میں ایسے ہیں کہ وہ مرتد ہو جاینگے لیکن ایمان کی جہت سے اُنسے وعدہ کیا ہے اور ایمان کی جہت سے وعدہ کرنیکو لازم نہیں ہے کہ وہ مرتد نہوں
اسواسطے کہ خدا تعالیٰ جن کو جانتا تھا اپنے علم سے کہ یہ مرتد ہو جائیں گے یہ لوگ بھی اُن لوگوں ہی کے زمرہ میں داخل تھے کہ جن سے اکثر وعدہ مغفرت اور جنت کے کئے ہیں سو وعدہ
کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ کبھی مرتد نہوں اور خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا بھی نہیں ہے کہ مرتد کبھی نہو گے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ سب نہیں الذین آمنوا منکم سے وہ چار
پانچ صاحب ہی مراد ہیں جو بزعم شیعہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان رہے اور مثل دیگر صحابہ مرتد نہوئے اس صورت میں تخصیص اگر منکم میں بیان کے لئے ہوگا
تو بے شک اُن سب کے ساتھ اس وعدہ کا پورا ہونا چاہیئے کیونکہ وہ سب صاحب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان ہو لئے تھے حالانکہ اُنمیں سے یہ سب وعدے سوائے حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے اور کسی کے لئے پوری نہیں ہوئی حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور حضرت بلال بلکہ حسنین رضی اللہ عنہم تک یہ بات نصیب نہیں
ہوئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حال تو ظاہر ہے اور حضرت امام ہمام سبط اکبر کا حال یہ ہے کہ چھ مہینے کے لئے تو وہ خلیفہ ہو گئی تھے پر چاہیئے اُنکو کسیطرح کی تمکین
دین حاصل ہوئی ہو ہرگز ظہور میں نہیں آئی خاصکر شیعوں کے نزدیک کیونکہ امیر معاویہ جو اُنکے نزدیک بالاتفاق کفار اور منکرین امامت ائمہ میں سے ہیں تمام خلافت
پر غالب اور مستولی تھے اور پھر امن تو ہرگز میسر ہی نہیں آیا نہیں تو خلافت ہی اُنکے حوالہ کیوں کرتے اور کیوں ساری عمر تقیہ میں گزارتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
بھی سنیوں کے نزدیک خلافت اور تمکین کچھ حاصل تھی شیعوں کے نزدیک تو ہرگز حاصل نہیں کیونکہ دین شیعہ اُس زمانہ میں بھی مخفی ہی رہا اور حضرت کو تقیہ ہی کرنی
بنی شیخین کی تعریف ہی کیا کئی یہ کبھی نہوا کہ کھل کھیلیں اور بے کھٹکے ہو کر خلوت جلوت میں برابر یکساں گزاریں چنانچہ اسکی سند آگے انشاء اللہ تعالیٰ معلوم

ہو جائیگی اور علی ہذا القیاس امن موعود کفار کے شر سے حضرت امیر کو بھی بطور شیعہ حاصل نہیں ہوا ہے امیر معاویہ ہمیشہ تنگ کرتے رہے اور اپنے ہاتھ سے آنحضرت نے ان یا

اقول - شیعوں کے نزدیک چار پانچ جو کہ آپنے لکھے ہیں وہ مراد نہیں ہیں بلکہ وہ مومنین مراد ہیں کہ جو زمانہ میں حضرت مہدی علیہ السلام کے ہونگے اور بعض ائمہ بیت حضرت علی اور حسنین کہ وقت رجعت کے موجود ہونگے وقت نزول آیہ استخلاف کے بھی تھے اور یہہ ہم نہیں کہتے ہیں کہ بعد رسول خدا کے حضرت علی کے اور حسنین کے اور دیگر ائمہ کے خلافت کے حق میں یہہ آیت نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ائمہ میں سے کسی کے واسطے بھی تمکین کامل نتھی ذکر انکا اسجگہ عبث کیا ہے اور انکی اولاد کیلئے واسطے بھی مسلمانوں میں سے آجتک تمکین کامل حاصل نہیں ہوئی موافق آیت لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اور مراد آیت استخلاف میں مراد ملین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روی زمین پر غلبہ اسلام کا ہو اور خوف مسلمانوں کو تمام دنیا میں باقی نرہے اور سوائے خدا کے کوئی کسیکی عبادت نکرے اور نہ کوئی دنیا میں شرک کرے اور وہ آجتک حاصل نہیں ہے اور لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ سے مراد یہ ہے کہ تمام زمین کے مسلمان وارث ہوں اور بعضے زمین مراد نہیں ہے اسواسطے کہ بعضے زمین پر تو غلبہ مسلمانوں کا وقت نزول آیت استخلاف کے بھی تھا پھر وعدہ کس چیز کا کیا کہ بالکل تحصیل حاصل ہے اور موافق روایت کشاف و بیضاوی کے کہ وہ لفظ من کو جو کہ منکم میں ہے واسطے بیان کے کہتے ہیں اور استخلاف کو بمعنی لغوی وارث اور مالک ہونیکے معنی میں سوا انکے روایت کے موافق رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں سب مسلمانوں کو کہ وہ ہزاروں آدمی تھے غلبہ حاصل ہو گیا تھا چنانچہ صاحب بیضاوی نے آیت الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا کے زمانہ میں غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور جن مومنین کو غلبہ حاصل ہوا تھا ان میں سے حضرت علی اور ابوذر اور سلمان وغیرہ ہزاروں اصحاب تھے یہہ جو تونے ابوذر وغیرہ کا اور حسنین کا ذکر کیا ہے کہ یہہ تو بات نصیب نہیں ہوئی اور امام حسن کو چھ مہینے خلافت رہی اور کسیکو بھی تمکین نتھی اور علی کو بھی تمکین حاصل نہیں ہوئی یہہ ذکر کرنا تیرا سبب بغض ہے اس سے کوئی کہتا ہی نہیں ہے تو استخلاف کے معنی اصطلاحی جو کہ نیابت پیغمبر ہے وہ مراد لیتا ہے اور یہاں اس آیت میں استخلاف لغوی معنی میں ہے نہ اصطلاحی معنی میں اور اہل بیت کے واسطے امن نہونا ابوبکر کے زمانہ سے آخر زمانہ سلاطین جور تک بھی بڑی دلیل ہے آیت استخلاف کی مصداق کے اسباب موجود نہونیکی اور یہہ جو لکھتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک بعد رسول خدا صلعم کے سب مرتد ہو گئے تھے بالکل غلط ہے اور ہم سوائے چند اشخاص کے سب کو بہت اچھا جانتے ہیں چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب خصال میں لکھا ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا ثَمَانِيَةُ آلَافٍ مِنَ الْمَدِينَةِ وَأَلْفَانِ مِنْ غَيْرِ الْمَدِينَةِ وَأَلْفَانِ مِنَ الطُّلَقَاءِ لَمْ يُرَ فِيهِمْ قَدَرِيٌّ وَلَا مُرْجِيٌّ وَلَا حَرُورِيٌّ وَلَا مُعْتَزِلِيٌّ وَلَا صَاحِبُ رَأْيٍ كَانُوا يَبْكُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَيَقُولُونَ اقْبِضْ أَرْوَاحَنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ نَأْكُلَ خُبْزَ الْخَمِيرِ + اور اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں اس روایت کا اسطرح ترجمہ کیا ہے کہ ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار از مدینہ و دو ہزار نفر از اہل مکہ و دو ہزار نفر رہا کردہ شدہ یکے از ایشاں قدری نبودند کہ جبر قائل باشند و مرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم است حروری نبودند کہ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ را ناسزا گویند معتزلی نبودند کہ گویند خدا را در اعمال بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا برای خود سخن نمیگفتند و در شب و روز گریہ میکردند و می گفتند خدایا روح ہای ما را قبض کن پیش از آنکہ نان بخوریم اور قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے مجالس المومنین میں سو آدمیوں کے نام لکھے ہیں مشاہیر اور رؤسا صحابہ میں سے جو کہ شیعوں کے نزدیک ممدوح اور بہت اچھے ہیں اور سید الساجدین علیہ السلام نے واسطے اصحاب محمد کے دعا پڑھی ہے چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھا ہے کہ اللّٰهُمَّ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اور یہہ معلوم نہیں ہے کہ اہل سنت ہمیشہ کس واسطے تہمت کرتے ہیں کہ شیعہ سب اصحاب کو برا جانتے ہیں بجز اسکے کہ علما انکے عام لوگوں کو نفرت دلائیں شیعوں سے اور کوئی وجہ نہیں ہے اور روایت اِنَّ الصَّحَابَةَ ارْتَدُّوا بَعْدَ النَّبِيِّ کے یعنی صحابہ مرتد ہو گئے بعد پیغمبر کے سوائے چار یا پانچ آدمیوں کے یہہ روایت اول تو صحیح نہیں ہے کہ اسکے مخالف بہت روایتیں ہیں اور یہہ شیعوں کا اعتقاد معلوم کرنا چاہیے کہ اعتقاد بھی انکا موافق اس روایت کے ہے یا نہیں مرجانا کہ اعتقاد شیعوں کا ایسا ہو اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی انکے اعتقاد کے مخالف ایسی روایتیں ہیں کہ اہل سنت ان کو ہزاری ڈھونڈتے ہیں اور ایک روایت کو جو شیعوں کے اعتقاد کے مخالف انکی کتاب میں ہے اس جہت سے شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور دوسری روایتوں پر نظر نہیں کرتے اور اگر صحت اس روایت کی کیجائے تو بھی کچھ قباحت نہیں ہے اسواسطے کہ فاضل شوستری علیہ الرحمہ نے اس روایت کے حال میں عربی میں لکھا ہے کہ جسکا ترجمہ یہہ ہے کہ مراد التی کے جس سے کہ یہہ روایت قیس بن ہلالی نے نقل کی ہے مراد اصحاب سے اس جگہ سوائے قوموں کے ہے اصحاب بنی تمیم اور سوائے ان مشاہیر صحابہ کے جو ہمنے ذکر کئے ہیں کہ جو ہمیشہ ملازمت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے رہتے تھے اور سننے والے النص جلی خلافت کی تھی شان میں امیر المومنین علیہ السلام کے نہ تمیع اصحاب چھوٹے اور بڑے اور اسیواسطے نہ ذکر کیا علی کا اور سبطین کا اور جو ان میں سے تھے بنی ہاشم اور دوست انکے باوجود اس بات کے ظاہر ہونے کی کہ تحقیق کہ تھی ان لوگوں کے مرتد ہوجانیکا معتقد نہ تھا بس باقی رہی ایک جماعت کثیرہ کہ جو نہ تھی مشاہیر صحابہ میں سے کہ جو سنتے نص کو وہ سلامت میں نسبت انداد ہی اور اکثر یہ امر خلافت مشتبہ تھا اس جہت سے کثرت کو دیکھا مرتد ہو گئے تابعین میں سے

ہو گئی تھی انتہی اور یہ ذکر ارتداد کا اول وہلہ کا ہی بعد رسول خدا صلعم کے اور بعد اس خطا کے جب حال کھل گیا تو جماعت کثیرہ نے رجوع کی طرف حق کی اور حضرت علیؑ کی
طرف ہو کر ناکثین اور قاسطین و مارقین سے لڑی کہ وہ عائشہ اور طلحہ اور زبیر مع ہمراہیوں کے اور خوارج اور معاویہ اور تابعین اسکے ہیں چنانچہ رجال امامیہ میں تصریح لکھا ہے
کہ اکثر صحابہ کو اول مرتبہ بسبب غلبۂ رضہ ہونے بعضے شبہات کے اہل بیت کی طرف سے خلوص اعتقاد میں کچھ سستی ہو گئی تھی اور بعد اسکے بدرقۂ عنایت الٰہی حق کی طرف رجوع
کی اور ارتداد بعضے کا موجب ارتداد کل کا نہیں ہو سکتا ہی اور ارتداد سے مراد معنی اعم اسکے ہیں ارتداد دین سے اور اعمال اور افعال صالحہ سے اور محصل روایت کا یہ ہی کہ بعضے صحابہ نے انکار
ضروریات دین کا کر کے دین سے ارتداد حاصل کیا اور بعضوں نے اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کو ترک کیا کہ خلوص محبت اہل بیت کہ بموجب آیت قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا
اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اجر رسالت تھا اسکی کچھ رعایت کی اور نیکی اور احسان کرنے سے اہل بیت پر دست بردار ہو کر انکے حقوق کو غصب کیا اور رنجیدہ کرنا خاطر عاطر
جناب سیدہ علیہا السلام کا صحاح ستہ سے ثابت ہے اور اس ارتداد کا انکار کرنا کہ جو بمعنی اعم ہے صریح مکابرہ ہے اسواسطے کہ ایسے معنی ارتداد کا واقع ہونا صحابہ سے کچھ امامیہ ہی کے نزدیک
نہیں ہی بلکہ ایسے ارتداد کی صحابہ سے واقع ہونے کے علماء اہل سنت بھی قائل ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تُرَدُّ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ اَصْحَابِي
عَلَى الْحَوْضِ فَاَقُولُ يَا رَبِّ اَصْحَابِي فَيَقُولُ اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ اِنَّهُمْ ارْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى حاصل یہ ہی کہ ہانکی جائیگی مجھ پر سے ایک جماعت ان ہی کے
اصحاب میرے سے حوض کوثر پر پس کہونگا میں کہ اے پروردگار میرے اصحاب میرے ہیں پس کہیگا خدا تعالیٰ فرشتہ کے واسطے سے کہ تحقیق نہیں علم ہی تجھکو اور نہیں جانتا
تو کہ جو کچھ احداث کیا ہی دین میں انہوں نے بعد تیرے کہ تحقیق پھر گئے وہ اپنی پشتوں پر اور مرتد ہو گئے اور اس طرح کی حدیثیں صحاح ستہ میں کثرت سے ہیں اور قاضی عیاض اس
حدیث کی تاویل میں لکھتے ہیں کہ هُمْ صِنْفَانِ الْمُرْتَدُّونَ عَنِ الْاِسْتِقَامَةِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَالْمُرْتَدُّونَ عَنِ الدِّيْنِ یعنی وہ مرتد دو قسم ہیں مرتد اور پھر جانیوالے راستی اور درستی سے
اور عمل نیک سے اور مرتد اور پھر جانیوالے دین سے اور فیض القدیر میں لکھا ہی کہ قِيْلَ هُمْ اَهْلُ الْكَبَائِرِ وَالْبِدَعِ وَالظَّلَمَةِ وَالْمُسْرِفُوْنَ فِي الْجَوْرِ وَطَمْسِ الْحَقِّ یعنی کہا گیا ہی کہ وہ صاحبان
گناہان کبیرہ اور صاحبان بدعت اور ظلم ہیں و جور سے بڑے ظلم کرنے والے اور مٹانے حق میں سو یہی مراد ارتداد سے ہمارے یہاں ہی اب کیا فرق باقی رہا دو نو فرقوں میں اور
کفر معاویہ کا ہم اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر سکتے ہیں امام رازی نے کتاب محصول میں اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابو سفیان پر اور معاویہ
اور یزید تینوں پر لعنت کی ہی اور عبارتیں ان کتابوں کی پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور معاویہ جو حضرت علیؑ سے لڑتا تھا تو حضرت علیؑ کے اور علیؑ کے ہمراہیوں کے قتل کو جو کہ مومن
تھے حلال جانتا تھا اور مومن کے قتل کا حلال جاننا کفر ہی اور حضرت علیؑ جو اسکی طرف والوں کو قتل کرتے تھے وہ موافق حکم خدا کے تھا اسواسطے کہ اہل سنت کے نزدیک وہ باغی
تھا اور باغی سے مقابلہ کرنیکا حکم ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۤءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ اور رجوع اس نے کبھی کی نہیں ہے بلکہ جبتک وہ زندہ رہا حضرت علیؑ
کو گالیاں دیتا رہا اور امام حسنؑ کو زہر دلوا کر مروا ڈالا اور حضرت علیؑ اور حسنین کو تمکین کے حاصل نہونے کا جواب تو پہلے اس سے ہم دیچکے اور اگر اہل سنت کے نزدیک علیؑ کو کچھ تمکین تھی
تو ثلاثہ کو کیا تمام روی زمین پر تمکین تھی انکو بھی کچھ ہی تمکین تھی سو وہ بھی تمکین دنیا تھی نہ تمکین دین چنانچہ ہم آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ثابت کر چکے ہیں اور تعریف ثلاثہ کی
حضرت علیؑ نے کچھ ایسی نہیں کی ہی کہ جس سے فضیلت دینی انکی ثابت ہو اور حال حضرت علی کا ہمیشہ یکساں رہا نہج البلاغت کے خطبۂ شقشقیہ کو دیکھنا چاہئے کہ کیسی مذمت
خلفاء ثلاثہ کی اسمیں مندرج ہی اور بعد اسکے ہم اسمیں سے کچھ لکھینگے بھی اور سوا اسکے اور خطبوں میں بھی مذمت ہے اور یہ نہج البلاغت وہ ہی کہ جسکے خطبوں کے کلام
جناب امیرؑ ہونیکا اقرار علماء اہل سنت نے کیا ہی اور بعد اسکے یہ شیخ نجدی جو کچھ اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اسکا رد کرینگے اور کفار کے شر سے تو آجتک مسلمانوں کو امن نہیں ہے حضرت
علی کی کیا خصوصیت ہے بڑی سلطنتیں مسلمانوں میں روم اور توران کی تھیں سو روسیوں نے انکو مغلوب اور تنگ کر رکھا ہی اور معاویہ حضرت علی سے گو مقابلہ اور جنگ کرتا تھا
بسبب عداوت قلبی کی لیکن غالب حضرت علی پر کبھی نہیں ہوا قال الشیخ الاشعری بہرحال اگر سبب سے عداوت ہو تو کلام بالکل لغو ہو جائیگا اور اگر من کے بیانیہ ہونے کے
ساتھ استخلاف کو بھی بمعنی توطن لیجے جیسا کہ بعضے علماء شیعہ نے تاویل کی ہی اور معنی تسلط نہ لیجے تو قطع نظر اسکے کہ من کا ضمیر پر بیانیہ ہونا خلاف استعمال عرب ہے اول تو یہ مشکل
ہے کہ استخلاف کے ساتھ جب لفظ فی الارض ہوتا ہی تو تسلط ہی کی معنی مراد ہوتے ہیں دوسرے اس صورت میں قید وعملوا الصالحات محض بے معنی ہو جائیگی زمین میں توطن تو صالح
اور فاسق کو برابر حاصل ہوتا ہی بلکہ فساق کو بوجہ احسن بلکہ آمنوا کی قید بھی بیکار ہی نظر آتی ہی کیونکہ کفار کی توطن میں کیا کمی ہی القصہ ان لغویات سے کلام اللہ کی تنزیہ کی جاتی
ہے یہ نہیں جانتی کہ لغو کلام کلام اللہ میں ہونا منجملہ محالات ہی اور بعضے علماء شیعہ بہت کوشش کر کے یہ بات نکالکر لائے ہیں کہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات سے حضرت امیر مراد
ہیں اور جمع کا صیغہ تعظیم کے لیے ہے یا حضرت امیر اور انکی اولاد مراد ہی مگر ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر استبعاد کے کہ جمع سے واحد مراد لینا بے ضرورت بیجا ہی اور باوجود اسکے کہ جمع
کے معنی بن سکیں واحد کے معنی مراد لینے اہل سخن کی نزدیک بالقطع مخلوع شیعہ اسکا کیا جواب دینگی کہ تمکین دین اور زوال خوف تو کسیکو بھی میسر نہیں آیا اسلئے ضرور ہوا کہ منکم کے من کو

تبعیضیہ لیجیے اور استخلاف سے تسلط مراد لیجیے چونکہ الذین آمنوا جمع ہے تو کم سے کم تو تین ہونے ضرور ہوئے اور زیادہ ہوں تو فبہا **اقول** سب سے وعدہ کرنے میں کلام تو نہیں ہے بلکہ بعضی سی وعدہ کرنے میں کلام لغو ہوتا ہی اسواسطے کہ کشاف اور بیضاوی میں لکھا ہی کہ من بیان کی واسطے ہی اور خطاب ہے طرف رسول خدا صلعم کی اور امت کے یا ان سب لوگوں کی طرف ہی کہ جو حضرت کے ہمراہ تھی اور استخلاف کے معنی لغوی ہیں وارث اور مالک ہونے کی اور وعدہ سب مومنین سے یہ ہی کہ تمکو وارث اور مالک کریگا زمین کا جیسے کہ پہلی لوگوں کو یعنی بنی اسرائیل کو وارث ملک جبابرہ کا انکی ہلاک ہونے کے بعد سو رسول خدا صلعم کو اور مومنین کو حضرت ہی کے زمانہ میں ملک عرب کا مالک اور وارث کر دیا چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی کہ حضرت ہی کی زمانہ میں اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا اور بعضی شخص کا غلبہ یہاں مراد نہیں ہی کہ پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اگر من کو تبعیضیہ مقرر کیجے اور ابوبکر اور عمر کا زمانہ مراد لیجے خلاف تفسیر منقول کے اور صحیح نہونے معنی من تبعیضیہ کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کا بھی زمانہ مراد ہوگا اور معلوم نہیں استخلاف کو بمعنی توطن کس شیعہ نے لکھا ہی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سی اسنے بے تحقیق لکھ دیا ہی کہ بعضے علماء شیعہ نے تاویل کی ہی اور نام لیکا نہیں لکھا کہ وہ کون ہی اور شیعوں کے نزدیک تو غلبہ اور تسلط حضرت صاحب الزمان کے زمانہ کا مراد ہی وقت رجعت کے اور اگر کسی شیعہ نے استخلاف کو توطن کے معنے میں لکھا ہی تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ توطن مثل توطن بنی اسرائیل کے ہوگا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہی اور خدا تعالی نے وعدہ غلبہ وغیرہ کا مومنین کے واسطے فرمایا ہی گو اسکے ضمن میں بالعرض توطن مسلمانوں کے غیر کا متحقق ہو گیا ہو نہیں دیکھتا ہی تو کہ بموجب لولاک لما خلقت الافلاک مستفاد ہوتا ہی کہ خلق تمام عالم اور آسمان و زمین بطفیل رسول خدا صلعم ہے اور باوجود اسکے کفار دنیا میں بعیش تمام توطن رکھتے ہیں حاصل یہ کہ واسطے تسکین مومنین کے وعدہ خدا کا امن وغیرہ بخشنے کا ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ توطن کفار کا مطلقاً زمین میں حاصل نہوا اور اکثر شیعوں کے نزدیک تو استخلاف بمعنی تسلط ہی جیسا کہ ہم لکھ چکے اور اگر کسی شیعہ نے کہ جسکا قول مقابلہ میں اکثر کے معتبر نہیں ہے بمعنی توطن لکھا یا تو اسکا جواب بھی ہم تجھ کو دے چکے نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ استخلاف کے معنے توطن کے ہیں یا کہے کہ مراد ان لوگوں سے علی اور اولاد انکی ہی یا علی تنہا مراد ہیں اور لفظ جمع کا تعظیم کے واسطے ہی لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ قول کسی شیعہ کا ہی اور من بیانیہ کا ضمیر پر آنا عین محاورہ عرب ہے جیسے کہ ائمہ فن عربیت مثل زمخشری اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک لکھتے ہیں اور خدا تعالی فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور اگر یہاں من بیان کے واسطے نہو تو ثابت ہو کہ جمیع صحابہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ موعود بمغفرۃ و اجر عظیم نہوں اور اگر شیخ یہاں بھی اپنی قاعدہ اور اعتقاد کے موافق کہ لفظ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہی لفظ من کو تبعیض کے واسطے کہدی تو بڑا احسان ہی اسکا کہ موافق ہمارے اعتقاد کی ہو جاوے دل اصحاب موعود بمغفرت نہیں ہیں بلکہ بعض ہیں سو اے غاصبان حقوق اہل بیت کے اور شیعہ تفسیر کلام اللہ کی بہت صحیح و درست کرتے ہیں اور لغو وہ ہی جو تو نے لکھا ہی خلاف تفسیر مفسرین کے اور الذین آمنوا وعملوا الصالحات سے جناب امیر کو اور انکی اولاد کو مراد لینا اگرچہ قائل اسکا معلوم نہیں ہے لیکن بہت صحیح اور درست ہے کہ وقت رجعت کے انکو غلبہ اور تسلط ہوگا اور واحد کے واسطے جمع کا لفظ قرآن میں بہت آیا ہی اکثر جگہ اور جس وقت کہ روایتوں سے ثابت ہو جاوے کہ فلانا لفظ جمع کا ایک شخص خاص فلانے کے واسطے ہی تو وہ بے ضرورت نہوگا بلکہ ضروری ہوگا اور تمکین دین اور زوال خوف انکو وقت رجعت کے ہوگا نہ پہلے اس سی کہ جسکی دعا شیعہ پڑھتے ہیں ماہ رمضان میں حضرت صاحب الزمان کی خروج کے واسطے اور مضمون آیت استخلاف کا اسمیں مندرج ہی اور پہلے اس سے تو خوف زوال کسیکو میسر ہوا ہی نہیں اور نہ آجتک میسر ہی اور اگر بعضی جگہ کا زوال خوف مراد ہی تو وہ تو رسول خدا صلعم ہی کی زمانہ میں حاصل ہو گیا تھا اسکے مابعد کی کچھ انتظاری تھی بلکہ مابعد حضرت کے تو بہر خوف ہو گیا تھا علی الخصوص بہ نسبت اہل بیت علیہم السلام کے کہ انکی حقوق غصب ہوئے اور ارادہ انکی گھر کے جلانے کا کیا اور دروازہ انکا توڑا اور عثمان کو صحابہ نے متفق ہوکر اسکو ذلیل او قتل کیا اور من کے تبعیضیہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس صورت میں معنی صحیح آیت سے نہیں نکل سکتی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور اگر من کے تبعیضیہ لینے سی یہ مراد ہی کہ بہ نسبت رسول خدا کو تو حاصل نہیں ہوا نہ تسلط نہ زوال خوف تو اس صورت میں معنی استخلاف کے اصطلاحی ہونگے یعنی نیابت رسول اور صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی لغوی معنی لکھتے ہیں اور قرآن میں جہاں کہیں کہ صلہ استخلاف کا فی الارض آیا ہی وہاں معنی لغوی ہی مراد ہیں اور اگر معنی اصطلاحی فرض کئی جائیں اور بعضی زمین کا تسلط خلاف مقصود فرض کیا جاے تو خصوصیت تین کی نہوگی بلکہ معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ بھی داخل ہونگے آیت استخلاف میں اور خلفا کی تعیین میں اہل سنت کے علماء میں اختلاف ہے اور چار جو مشہور ہو گئی ہیں یہ صحیح نہیں ہے صواعق محرقہ اور کنز العمال اور فتح الباری میں لکھا ہی کہ خلفا کہ قوت اسلام اور عزت خلافت میں ہوئی ہیں بارہ آدمی ہیں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ یزید۔ عبد الملک۔ اور چار بیسر اسکے ولید اور سلیمان اور یزید اور ہشام اور بارہواں عمر بن عبد العزیز اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ جو کوئی اطاعت سے انکی پھرے تو اسکو قتل کرو اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین نے جو اطاعت یزید کی نہ کی تو قتل کرنا انکا حلال بلکہ باعث اجر و ثواب تھا اور صاحب تاریخ الخلفاء نے اور ذہبی نے ابن عساکر سے ان بارہ کے نام یہ لکھے ہیں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور ابن عفان ذو النورین اور معاویہ اور یزید اسکا دو نو باپ بیٹے مالک ارض مقدس کے تھے اور سفاح اور سلام اور منصور

اور جابر اور مہدی ہو اور امین اور امیر عصبہ کل کے کل صالح تھے اولاد میں کعب بن لوی کے کہ مثل انکی کوئی نہیں پایا گیا ہو اور علی بن ابیطالب کو ان لوگوں نے خلفا میں
سے نہیں لکھا ہو اور صاحب صحاح محرم کے نزدیک اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر کے نزدیک یہ ہو کہ خلفا پانچ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ اور مولوی عبد العزیز کے نزدیک
بھی پانچ ہیں لیکن وہ طعن کو اہل سنت پر سے دفع ہونیکو پانچواں خلیفہ معاویہ کی جگہہ امام حسن کو کہتے ہیں اور تاریخ الخلفاء میں سفیان ثوری سے روایت ہو کہ خلفا پانچ ابوبکر
عمر عثمان علی عمر بن العزیز ہیں اور لکھا ہو عمر بن عبد العزیز پانچواں خلفاء راشدین کا ہو اور تاریخ الخلفاء میں حبیب بن ہند اسلمی سے روایت ہو کہ خلفا تین آدمی ہیں
ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز اور ابن تیمیہ نے منہاج السنت میں شافعی سے نقل کی ہو کہ خلفاء یہ تین آدمی تھے ابوبکر عمر عثمان اور یہی مذہب ولی اللہ پدر مولوی
عبد العزیز صاحب کا ہو اور ابن تیمیہ منہاج السنت میں لکھتا ہو کہ بہت سے علماء حدیث بصریین اور شامیین علی بن ابیطالب کو خلیفہ نہیں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ
کہ زمانہ انکا فتنہ اور فرقت کا تھا اسوقت میں امام جماعت اور خلیفہ کوئی آدمی نہ تھا اور یہی مذہب محدث ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب کا ہے اور لکھا ہو ولی اللہ
محدث نے کہ رحمت خدا جو ثلثہ کے زمانہ میں جوق جوق نازل ہوتے تھے وہ علی کے زمانہ میں بند ہو گئے تھے اور احمد حنبل نے بھی اپنی مسند میں ان تین ہی کی روایت
کی ہو عبد الرحمن بن ابی بکر سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ دیکھا میں نے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے نزدیک ہوئی ہو اور میں اور ابوبکر جو اسمیں تولے گئے ہیں تو
میں ابوبکر سے زیادہ ہوا ہوں اور ابوبکر اور عمر جو تولے گئے ہیں تو ابوبکر عمر سے زیادہ ہوا ہے اور عمر اور عثمان جو تولے گئے ہیں تو عمر عثمان سے زیادہ ہوا ہے اور بعد اسکے
حضرت نے فرمایا کہ خلفاء نبوت یہی آدمی ہیں اور بعد اسکے جسکو چاہے خدا ملک بنا دیوے اور یہی اصلی مذہب اہل سنت کا ہو اور پھر ایک پوچ اور واہی بات نکالکر خلفاء
کے دو قسم کے ہیں راشدین اور غیر راشدین اور راشدین میں بھی اختلاف ہو بعضی روایت میں تو یہ ہو کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور
اور عمر بن عبد العزیز اور بعضی روایت میں یہ ہو کہ چار ہیں جو کہ مشہور ہیں اور بعضے میں یہ ہے کہ تین ہیں ابوبکر اور عمر اور عمر بن عبد العزیز اور بعضی میں دو ہیں عمر بن خطاب
اور عمر بن عبد العزیز لیکن اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ خلفاء راشدین ابوبکر اور عمر اور عثمان تین آدمی تھے اور یہہ سب تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہو اور یہ اختلاف اس بات
پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ سب روایتیں جھوٹی ہیں اپنی رائے سے جسکو چاہا خلیفہ مقرر کر دیا اور حقیقت میں خلیفہ رسول انمیں سے کوئی بھی نہ تھا کہ اوصاف خلیفہ کے ان میں تھے
سب جاہل محض تھے مگر وہ روایت دوازدہ خلفاء کی راست اور درست ہے کہ فریقین میں ہے اور مراد اس دوازدہ سے دوازدہ امام علیہم السلام ہیں کہ سب وارثان علم نبی تھے
گو انکے واسطے تسلط فی الارض حاصل نہیں ہوا مثل اکثر انبیاء سابقین کے اور آیت استخلاف حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ کی ہو اور اس زمانہ میں سب ائمہ کو تسلط
حاصل ہوگا اور دوازدہ خلفاء وہ دوازدہ ظالم مراد نہیں ہو سکتی جن کو اہل سنت نے اپنی رائے سے تجویز کیا ہے اسواسطے کہ خدا فرماتا لا ینال عہدی الظالمین

قال الشیخ الاشعری ۔ القصہ ابتدا سے اس آیت کی اتنی بات نکلی کہ صحابہ سے خداوند کریم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم میں سے کم سے کم تین شخصوں
کو کہ وہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہوں گے ہم خلیفہ بنا کر روی زمین کو انکے تسلط میں کر دینگے اور دین کو جو علم الہی میں اس سے بہتر کوئی دین نہیں اور
خدا نے ازل سے انہیں کے لئے چھانٹ کر رکھا ہے انکے واسطے جما دینگے کہ انکے جیتے جی اس میں رخنہ نہ پڑیگا اور انکے خوف اور ہراس کو جو کہ کفار سے رکھتے تھے
بالکل امن اور اطمینان سے بدل دینگے پھر بعد اسکے یا تو وعدہ میں داخل ہی یا فقط بطور اخبار بالغیب کے بیان کرتے ہیں کہ وہ باوجود ان خرخشوں کے
جو ایسی خلافتوں کو لازم ہیں ہرگز عبادات میں سستی نکریں گے اور یہہ وہ عبادت بھی ایسی اخلاص کی ہوگی کہ ہرگز اس میں بوی شرک و ریا کا نہوگا **اقول**
ہرگز ہرگز خداوند کریم نے کم سے کم تین شخصوں کو جو کہ ایمان اور عمل صالح رکھتے ہونگے یہہ وعدہ نہیں کیا کہ ہم خلیفہ بنا کر روی زمین کو انکے تسلط میں کر دینگے
تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے نہ تو خدا نے خاص تین ہی شخصوں سے وعدہ کیا ہے اور نہ کسیکو خلیفہ بنایا ہو اور نہ ابھی کسیکو تمام روی زمین پر تسلط کیا ہے اور نہ ابتک
امن کامل حاصل ہو بلکہ شیعوں کے نزدیک تو یہہ ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ صاحب الزمان علیہ السلام کا ہو کہ اسوقت مومنین تمام روی زمین کے مالک اور وارث
ہونگے اور خوف بالکل جاتا رہیگا اور سب عبادت خدا ہی کی کرینگے کہ کسیکو کوئی شریک اسکا نکریگا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ خداوند کریم کہ جو ہر طرح سے قادر اور حکیم علی الاطلاق
ہے وہ بعضی جگہہ سے خوف کے دور کرنیکا اور اسلام کو غالب کرنیکا وعدہ کرے اسکی شان سے ایسی بات بہت بعید ہے اور حال یہ ہو کہ دوسری آیت میں لیظہرہ
علی الدین کلہ ۔ تمام روی زمین پر دین اسلام کے غالب کرنیکو فرماتا ہے شان خدا کو دیکھنا چاہئے کہ تھوڑی سی جگہہ میں تو تمکو امن دیوینگے اور کل کے غلبہ سے تمام
کرنے سے خدا سے بھی کہیں ایسا ہو سکتا ہو اور اپنے اپنے گھر میں تو ہر ایک کو امن ہوتے ہی اور بعضے بعضے ملک تو اکثر رئیسوں کے قبضہ میں رہے ہیں اور اگر مثل اور لوگوں کے بلکہ
ان سے بھی کم بنا وعدہ خدا تعالی نے مسلمانوں سے کیا تو فوقیت دین اسلام کو کیا ہوئی اور دینوں پر بلکہ بنظر قدرت اور حکمت خدا ضرور ہے کہ کل زمین پر غلبہ کا اور

اور خوف کے اور فکر کے دور کرنیکا وعدہ ہو سو وہ اب تک وقوع میں نہیں آیا ہے اور موقوف ہے امام مہدی علیہ السلام کے خروج پر اور اہل سنت کے نزدیک موافق روایت کشاف اور
بیضاوی اور مدارک وغیرہ کی یہہ ہے کہ خطاب جمیع مومنین کیطرف ہے مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور من بیانیہ ہے اور معنی استخلاف کے لغوی ہیں وارث اور مالک
ہونیکی اور حاصل سکا یہہ ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ وعدہ کیا ہے خدا نے اُن لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور اعمال نیک کئے ہیں کہ وارث اور مالک کریگا
اُنکو زمین کا جیسے کہ وارث کیا تھا اُن لوگوں کو کہ پہلے تم سے تھے یعنی بنی اسرائیل کہ جبابرہ اور عمالقہ کے ملکوں کا اُنکو وارث کر دیا تھا اور تمکین کر دیگا اُنکے دین کو
کہ پسندیدہ کیا ہے واسطے اُنکے اور بعد خوف کے اُنکو امن بخشیگا کہ میری ہی عبادت کرینگے اور میرے غیر کو میری عبادت میں شریک نکرینگے سو یہہ وعدہ خدا تعالی
نے رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں وفا کیا کہ تیغ علی بن ابی طالب سے کفار مغلوب ہو گئے جسوقت کہ ثلثہ بھاگ جاتے تھے جہاد میں سے اور جو مومنین کہ اُس زمانہ میں
تھے مالک و وارث زمین عرب کے ہو گئے تین اور چار کے کیا خصوصیت ہے اور کسیکو خلیفہ بنانے سے کیا واسطہ ہے اور جو دین کہ سب دینوں سے بہتر ہے وہ دین جمیع مومنین
کے واسطے جما دیا نہ تین اور چار کے واسطے خاص کر کے اور خوف اور ہراس کفار بھی جمیع مومنین سے دور کر کے امن اور اطمینان بخشدیا اور یہہ کیا واہی قول لکھا ہے کہ اُنکی
جیتے جی اُس میں رخنہ پڑیگا فائدہ امن کا کیا ہوا کہ اُنکے جیتے جی رخنہ نہ پڑے یہہ تو امن چند روز کا ہوا کیا چند روز ہی کے واسطے وعدہ خدا کا تھا ہاں
یہہ کہنا چاہئیے کہ مخاطب اس میں رسول خدا صلعم ہیں سو حضرت کے بعد البتہ اُنکی اہل بیت پر بڑی تعدی ہوئی کہ اُنکے امن میں فرق آگیا اور حقوق اُنکے
غصب کئے اور اُنکے گہر کے جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور حضرت کے اصحاب سعد وغیرہ کے بے عزتی کے اور عبادت میں بھی کوئی صحابی سستی نہیں کرتا تہا
بلکہ سب یاد خدا میں رہتے تھے خصوصیت کسیکی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اب اس کمترین کے التماس حضرات شیعہ کی خدمت میں یہ ہے کہ وعدہ الٰہی
میں تو تخلف ہو ہی نہیں سکتا سو جن کے ساتھ اُس وعدہ کا ایفا ظہور میں آوے وہی مصداق ان اوصاف مذکورہ کے ہونگے اور وہ بیشک بشہادت
خداوندی ایمان کامل اور اعمال صالح رکہتے ہونگے بلکہ سب اقران امثال میں ان دو باتوں میں بڑہے ہوئے ہونگے کیونکہ جب ایمان اور عمل صالح کے
انعام میں یہہ نعمتیں ملی ہیں تو انہیں کو ملی ہونگی جنکا دو کمالوں میں نمبر اول ہوگا ورنہ نعوذ باللہ خدا کے یہاں بھی بڑا اندہیر ہے کہ استحقاق کسیکا
ہوا اور انعام کسیکو ملجائے سینوں کے طور پر تو خدا کو اختیار ہے کہ کسیکا حق کسیکو دیدے لیکن اُسکی حکمت کی شان یہی ہے کہ جس چیز کو جسکے لائق دیکھے اُسی کو دے
اور یہی معنی ہیں اسکے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس آیت کے معنی بھی محققین کے نزدیک یہی ہو سکتے ہیں اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی یعنی ہر چیز کو اُسی کے مناسب
طور پر پیدا کیا پھر آئندہ مناسب مناسب ہی کاموں کی اُنہیں سوجہائی لیکن شیعوں کے نزدیک خدا کو اختیار نہیں کہ کسیکا حق کسیکو دیدے اس لیے کہ اُنکے نزدیک
خدا پر عدل واجب ہے اس صورت میں ممکن ہی نہیں کہ جنکو خدا نے خلیفہ بنایا وہ اوروں سے خلافت کے استحقاق میں کم ہوں بلکہ اُنکا فائق ہونا استحقاق خلافت
میں ضرور پڑا اور نیز اسی تقریر سے یہہ بھی نکل آیا کہ اُن میں سے جو ایمان میں اور عمل صالح میں دوسروں سے بڑہ کر ہوگا وہ اس انعام میں مقدم رکہا جائیگا کیونکہ
تقسیم انعام کی خوبی یہہ ہے کہ اول نمبر والے کو اول دیں **اقول** ۔ شیعوں کا اعتقاد تو پہلے اس سے کئی مرتبہ میں بیان کر چکا کہ اُنکے نزدیک تو مصداق اس آیت
کا زمان امام مہدی علیہ السلام کا ہے اور اہل سنت کے علماء کا بیان بھی میں لکھ چکا صاحب بیضاوی وغیرہ کا کہ مصداق اس آیت کا زمانہ رسول خدا صلعم کا ہے
اور خطاب اس آیت میں رسول خدا صلعم اور جمیع مومنین صالحین کی طرف ہے اور خدا تعالی نے وعدہ اپنا وفا کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کو مع جمیع مومنین صالحین کے تمکین
دین بخشی اور خوف کو اُنکے مُبدّل با من کیا سو وعدہ الٰہی میں تخلف کسیطرح کا نہیں ہوا اور جن کے ساتھ ایفا وعدہ کا ظہور میں آیا وہ رسول خدا اور کل مومنین صالحین تھے مفسرین اہل سنت کے نزدیک
اور وہی مصداق ان اوصاف مذکورہ کا تھے اور البتہ ایمان کامل و اعمال صالحہ بھی رکہتے تھے وہ امثال و اقران میں بڑہے ہوئے بھی تھے اور البتہ اُن دو کمالوں میں نمبر اول سب میں اُن لوگوں ہی کا تہا
ہوگا اُن لوگوں پر کہ جنکا ایمان ملتبس بظلم اور شک ہے کا اور جنکا ایمان ملتبس بظلم اور نفاق ہے تھا وہ ان مومنین صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچے اور نہ وہ ہدایت پر ہیں اور ایمان اُنکا مثل ایمان کے ہی جنکو
خدا تعالی فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور نہ آمیزش کی اُنہوں نے ایمان اپنے کو ساتھ ظلم کے وہ ہیں
کہ واسطے اُنکے امن ہے اور وہی ہدایت پانیوالے ہیں بعد اسکے جنہوں نے ظلم کیا ہے اہل بیت رسول خدا پر اور حقوق اُنکے غصب کئے ہیں وہ اس شرف ایمان کامل و عمل صالح سے خارج ہو گئے اور خدا تعالی
فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا یعنی سوا اسکے نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے ساتھ خدا کے اور پیغمبر اُسکے کے پہر شک کیا اُنہوں نے نبوت میں شک کرنیوالوں
کا حال پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں پس لوگ مصداق اس آیت کا نہونگے اور خدا تعالی کی بنا میں ان دیرہ ہرگز نہیں ہے اور نہ اُنہوں نے ایسا کوئی کام کیا اس سے تو جو لوگ مستحق تھے انعام کے اُنکو ہی انعام دیا جو
وہ جناب رسول خدا اور مومنین صالحین ہیں یہہ لوگ جنکا ایمان ملتبس بظلم تھا اور نبوت میں شک کرتے تھے اور خدا تعالی پر یہہ روا نہیں ہے کہ کسیکا حق کسی کو دیدیوے

کہ یہ انصاف سے بعید ہے ایسا اعتقاد اہل سنت ہی کو مبارک ہو اور اختیار امر دیگر ہے اختیار کا انکار کسیکو نہیں ہے اور لایق کسی چیز کے وہ ہی ہوتا ہے کہ جو مستحق اُس چیز کا ہوتا ہے اور جو کہ لایق نہیں ہے وہ مستحق بھی نہیں ہے سو کسیکا حق دوسرے کو دیدینا بلاقصور ظلم نہیں تو کیا ہے اور شیعوں کے نزدیک بے شک خدا کو اختیار ہے جو چاہے سو کر سکتا ہے لیکن جو کام ظلم کا ہے اسکو کرتا نہیں ہے کہ اُسکی شان کے مناسب نہیں ہے اور اگر خدا تعالی پر واجب نہیں ہے تو دار الجزا کسواسطے مقرر کیا ہے جب یہی بات تھی کہ جایز ہے خدا کی واسطے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو دوزخ میں ڈالے اور ابوجہل کو جنت میں جیسا کہ اشاعرہ بے شعوروں کا مذہب ہے تو پھر روز قیامت واسطے حساب اور جزاء اعمال کے مقرر کرنا ضرور تھا جسکو چاہتا جنت میں مقام دیتا اور جسکو چاہتا دوزخ میں ڈالتا حساب و کتاب پر کیوں منحصر رکھا اور کرام کاتبین کو واسطے تحریر اعمال بندوں کے کیوں مقرر کیا یہ اشاعرہ کے موافق سب عبث معلوم ہوتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ جسکو چاہے بہشت میں جگہدے اور جسکو چاہے دوزخ میں ڈالے سو مراد اس سے یہ ہے کہ اگر دوزخ میں ڈالے تو موجب عدالت کے اور اگر کسی گنہگار کو بہشت میں جگہدے تو اپنے فضل و کرم سے اور خدا تعالی نے کسیکو خلیفہ نہیں بنایا ہے سوائے علی بن ابیطالب کے جو اپنے مقام پر ثابت ہو گیا ہے اور البتہ علی بن ابیطالب فائق ہی تھے سب اوصاف میں اور یہہ تمکین دین اور زوال خوف جو جناب رسول خدا و مومنین صالحین کو حاصل ہوا ہے تو حیدر کرار غیر فرار کے تلوار کے طفیل سے ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ گر نبودی دست حیدر و ذوالفقار ÷ کے شدی اللہ اکبر آشکار ÷ اور ایمان اور عمل صالح میں وہ ہی سب سے بڑہ کر ہے کہ جو جہاد کر کے دین اسلام کو قایم کرے نہ وہ لوگ کہ جو جہاد میں سب سے پہلے بہاگتے تھے اور واسطے لینے غنیمت کے پھر حاضر ہو جاتے تھے اور انعام تو خدا تعالی نے جیسا کہ سب مومنین صالحین کے واسطے مع جناب رسول خدا صلعم کے وعدہ کیا تھا سو سب کو دیا موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے کہ تمکین دین اور زوال خوف جناب رسول خدا صلعم کو مع مومنین صالحین کے حاصل ہو گیا اور نمبر اول و ثانی سے کچہہ مطلب نہیں ہے اور اگر نمبر اول ہی ہے ایمان و عمل صالح میں تو علی بن طالب ہے نہ کوئی دوسرا **قال الشیخ الاشعری** مگر چونکہ یہ انعام خلفاء راشدین پر ہوا اور یہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتہہ بترتیب معلوم وفا میں آیا تو بشہادت خداوندی معلوم ہوا کہ یہ اصحاب اربعہ ایمان و عمل صالح میں اوروں سے بڑہکر تھے اور وہ بھی اسقدر کہ انکے ہوتے قابلیت اس انعام خاص کی انکے سوا کسی میں نتھی اور باہم بترتیب خلافت ایک دوسرے سے ایمان اور عمل صالح میں مقدم تھا اول اول اور دوم دوم اور سوم سوم اور چہارم چہارم **اقول** اول تو تقسیم خلفاء کے راشدین اور غیر راشدین ہی لوچ ہے اور واہی ہے کہ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں اور ایک روایت موضوعہ اہل سنت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا سُنَّتِی وَسُنَّۃُ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ سو حضرت نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ فلانا اور فلانا خلفاء راشدین میں سے ہے اسیواسطے درمیان علماء اہل سنت کے تعیین میں خلفاء راشدین کے اختلاف ہے کسی روایت میں تو یہ ہے کہ وہ چار ہیں اور کسی روایت میں تین لکھے ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور کسی روایت میں ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز ہے اور کسی روایت میں دو ہی ہیں عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب نے پانچ شخص مقرر کئے ہیں چار اول خلفاء مشہورین اور امام حسن اور روایت سُنَّتِی وَسُنَّۃُ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ میں اگر دوازدہ ائمہ علیہم السلام مقصود ہیں تو مضایقہ نہیں ہے کہ علم انکا علم رسول خدا صلعم کا تھا اور اگر مراد اُس روایت میں خلفاء راشدین سے خلفاء ثلثہ ہی ہیں تو بے شک روایت موضوع ہے اسواسطے کہ جناب رسول خدا صلعم جہلاء کی پیروی کا حکم ہرگز نہ دیتے اور کیونکر حکم دیتے ان لوگوں کی پیروی کا کہ جو مسائل میں غلطیاں کرتے تھے یہانتک کہ زنان پردہ نشین سے الزام کہاتے تھے اور یہ کہنا کہ یہ انعام خاص خلفاء راشدین پر ہوا اور یہہ وعدہ خلفاء اربعہ کے ساتہہ بترتیب معلوم وفا میں آیا بالکل غلط اور تخصیص بلا مخصص ہے اسواسطے کہ پہلے اس سے ہم تفاسیر اہل سنت سے لکھ چکے ہیں کہ اس آیت استخلاف میں خطاب جناب رسول خدا صلعم اور جمیع امت یا جمیع ہمراہیان آنحضرت کی طرف ہے اور لفظ من منکم میں بیانیہ کے واسطے ہے اور معنی استخلاف کے لغوی ہیں مالک و وارث ہونیکے سو اس صورت میں تو انعام رسول خدا اور جمیع صالحین کے واسطے ہوگا اور اُن سب کے ہی حق میں وعدہ وفا ہوا نہ تین کی یا چار کے حق میں کہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے اور اگر من تبعیضیہ کی جہت سے اور استخلاف کے معنے اصطلاحی کی جہت سے کہ وہ نیابت پیغمبر ہے تین چار آدمی مقرر کرتے ہیں تو من تبعیضیہ تو یہاں درست ہو ہی نہیں سکتا کہ معنی آیت استخلاف کے اس صورت میں موافق مطلوب کے باقی نہیں رہتے ہیں اسواسطے کہ اگر من کو تبعیضیہ کہینگے تو یا تو اُسکو متعلق آمنوا کے کرینگے کہ قریب ہے اور یا وعد سے اگرچہ اُسکے متعلق ہونا مرجوح ہے اگر آمنوا کے متعلق کرینگے تو یہہ معنی ہونگے کہ اصحاب رسول مقبول میں جنکی طرف خطاب ہے بعضے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں اور جو بعضے کہ ایمان لائے ہیں اُنسے وعدہ کیا ہے کہ کل کو خلیفہ کریں اور اگر لفظ من کو وعد کے متعلق کریں تو یہہ معنی ہونگے کہ بعضے مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ کل کو خلیفہ کریں اور یہ دونوں معنی موافق مطلوب کے نہیں ہیں اور اسیواسطے ماہران فن عربیت نے مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک وغیرہ کے لفظ من کو بیانیہ لکھا ہے اور تبعیضیہ کا کسی طرح سے ذکر ہی نہیں کیا اور جس جگہہ کہ قرآن میں استخلاف کے متعلق فی الارض ہوا ہے وہاں استخلاف سے مراد معنی لغوی ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہوتے اُس صورت میں معلوم ہوا کہ بشہادت خداوندی ایمان اور عمل صالح میں تخصیص چار کی نہیں ہے کہ وہ چار ہی سب سے بڑہ کر ہوں اور اُن چار ہی میں قابلیت اس انعام خاص کی ہو

اور سوائے اُنکے اور کسی میں نہو اور باہم بترتیب خلافت ایک دوسرے سے ایمان اور عمل صالح میں مقدم ہو یہ سب لغو ہے اور آیت مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے پہلے ایمان خالص ثلثہ
کا ثابت کرلو تو اُسوقت کلام کرو ایمان تو اُنکا ملتبس بظلم تھا اور ابو بکر کو خدا تعالی طالب دنیا لکھتا ہے چنانچہ فرماتا ہے تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا اور عمر نبوت میں حضرت کے
شک کیا کرتے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور حضرت عثمان کے تو وہ افعال تھے کہ جن کے سبب سے حضرت عایشہ انکے حق میں فرمایا کرتی تھیں
اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا لَعَنَ اللّٰہُ نَعْثَلًا اور کتاب مغنی میں قاضی نے عمار یاسر سے روایت کی ہے کہ قَتَلْنَاہُ کَافِرًا اور یعنی قتل کیا ہے ہمنے اُس عثمان کو کافر اور جو کچھ صاحب تحفہ نے
باب ہفتم میں ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین علی مسلح اور مال عثمان کے متصرف ہوئے اور قاتلان عثمان کی حمایت کی دلیل صحت قول عمار یاسر کی ہے اور میزان الاصول میں عثمان کے جہنم
میں داخل ہونیکی طرف اشارہ ہے اور ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ دجال کی متابعت وہ کریگا جو کہ عثمان کو دوست رکھتا تھا اور باوجود اسکے عثمان کو امن بھی حاصل نہوا
یہانتک کہ لوگوں نے اُسکو قتل کر ڈالا اور اصحاب رسول خدا صلعم میں سے کسی نے اُسکی حمایت نکی اور سب نے اُسکو مخذول و منکوب کر دیا اور حضرت علی کو اور اُنکی اولاد کو پہلے ہی تو لکھ چکا ہے
کہ تمکین دین اور زوال خوف تو کسیکو بھی میسر نہیں آیا اس میں حضرت علی بھی آگئے کہ زوال خوف اُن سے بھی نہیں ہوا جب یہہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ خاص چار آدمی مراد
نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور بعد اسکے ہر چند حضرت سبط اکبر ہمام امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ خلفاء راشدین میں معدود ہیں مگر اُنکو جو خلافت پہونچی تو اس
وعدہ کے سبب نہیں پہونچی کیونکہ اُنکو قبل نزول اس آیت کے کسدن خوف ہوا تھا وہ زمانہ اُنکے لڑکپن کا تھا دشمنوں سے اندیشہ بڑوں کو ہوتا ہے لڑکوں کو نہیں ہوتا بلکہ وصول اس
نعمۃ کا اُن تلک بطور ازدیاد قدر و عار تھا اس لئے اُنکی خلافت کے لئے تمکین اور حیاؤ لازم نہوا باقی رہے امیر معاویہ ہر چند اُنکو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین
تھے تمکین ملک و سلطنت تھے چنانچہ واقفان فن سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفاء اربعہ کے اطوار اور انداز اور امیر معاویہ کے اطوار و انداز میں زمین و آسمان کا فرق تھا
اُنکی گزران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہ کا طور ملوک کا سا تھا اس لئے اہل سنت اُنکو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن
ملوک ملوک میں بھی فرق ہے ایک نوشیرواں تھا ایک چنگیز خاں سو یہہ ہر چند ملوک میں سے تھے لیکن اسکے یہ معنی ہیں کہ خلفاء راشدین کے مقابلہ میں دنیادار معلوم ہوتے
تھے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیاء کے مقابلہ میں دنیادار معلوم ہوتے ہیں نہ یہہ کہ ظلم و ستم کے روادار تھے غربا کے حق میں ستمگار تھے انکا حلم اور رعایا پروری اور
دلجوئی خلایق شہرۂ آفاق ہے معہذا یہہ اُن لوگوں میں سے نہیں کہ جن کو قرار واقعی کفار سے کبھی خوف ہوا ہو یہہ بات فقط مہاجرین اولین کے حق میں صادق آتی ہے نہ
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہہ بات پیش آئی نہ امیر معاویہ کو اور مہاجرین اولین میں سے بھی جیسا خوف خلفاء اربعہ کو بترتیب ہوا ہے اور کسیکو پیش نہیں آیا چنانچہ کتب تاریخ
سے خوب واضح ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انعام مذکور خاص انہیں کو ملا اور وعدہ انہیں کے ساتھ ہو میں آیا کیونکہ خوف اصل میں بوجہ ایمان اور عمل صالح تھا کفار کی دشمنی کی بنا
دیکھئے تو انہیں دو باتوں پر تھی پھر جس میں ایمان اور عمل صالح زیادہ ہوگا دشمنی کفار سے بھی اُسکے ساتھ زیادہ ہوگی خوف کفار بھی اُسیکو زیادہ ہوگا دوسرے محبت اور
اخلاص جو ایمان اور عمل کا خلاصہ ہے خوف ہی کے وقت معلوم ہوتے ہیں اور خوف ہی سے پرکھے جاتے ہیں تو جسکو اس قسم کا خوف زیادہ ہوگا اُسی میں ایمان اور عمل صالح بھی زیادہ ہوگا
اقول حضرت امام حسن علیہ السلام کو کوئی سنی بھی خلفاء راشدین میں شمار نہیں کرتا ہے صرف مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکے پورا کرنے تیس برس روایت
موضوعہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کے اپنی طرف سے ایجاد کیا ہے اور امام حسن کو خاص کر کے خوف کون کہتا ہے اُس زمانہ میں اور ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ اہل اسلام
کو جو خوف کفار ہے اور دنیا میں اُنکی کثرت ہے علی الخصوص نصارا کہ انہوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر رکھا ہے امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں جسقدر کفار ہیں مغلوب
ہو جائینگے اور اسلام کو سب دینوں پر غلبہ ہو جائیگا چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ اور موافق روایات تفاسیر اہل سنت کے یہ ہے کہ بالاجمال مسلمانوں کو جو کفار سے خوف تھا
کہ مکہ اور مدینہ کے اطراف میں کفار کثرت سے تھے انکا خوف مبدل بامن ہو جائیگا سو ایسا ہی ہوا آخر زمانہ رسولخدا میں وہ خوف اُس ملک سے جاتا رہا اور مسلمانوں کو غلبہ ہوا اور جن لوگوں کو خوف تھا اُنمیں لڑکے بھی تھے اور اُنکی شرکت
لڑکوں کو بھی ہوتی علی الخصوص حسنین کہ وہ لڑکپن میں بھی ممیز دار تھے اور سب کچھ سمجھتے تھے اور حضرت امام حسن کیا خلافت کو تو ہم کسیکی تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ اس آیت سے
خلافت ثابت ہے کسیکی جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور معاویہ کو تمکین خلفاء ثلثہ سے زیادہ تھی لیکن تمکین دین کسیکو حاصل نتھی نہ خلفاء ثلثہ کو نہ معاویہ کو اور ثلثہ میں
اور معاویہ میں کچھ فرق نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم نے جو فرمایا تھا کہ سَیَكُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی قریب ہے کہ ہوں میرے بارہ خلیفہ کہ کل
قریش میں ہونگے سو اہل سنت کے نزدیک اُن بارہ میں معاویہ کیا یزید پلید معاویہ اور عبد الملک و چاروں پسر اُسکے اور عمر بن عبد العزیز سب داخل ہیں
چنانچہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور استیعاب اور فتح الباری و شفائی قاضی عیاض وغیرہ میں لکھا ہے اور خلافت میں یہ سب برابر ہیں کہ حضرت
نے سب کا برابر سے ذکر کیا ہے اور راشدین اور غیر راشدین کی تفصیل نہیں کی ہے اور صاحب فتح الباری شرح بخاری میں اور قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ یہہ

بارہ قوت اسلام اور عزت دین میں خلیفہ تھے اور دوسری روایت جو تاریخ الخلفاء میں ہے اور اُس میں حضرت علی کو خلفاء میں سے نہیں لکھا ہے اُس میں تو یہ لکھا ہے کہ اُنکی
برابر اولاد کعب بن لوی میں سے کوئی صالح نہیں ہوا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور صواعق محرقہ میں معاویہ کو خَلِیفَۃٌ حَقٌّ وَاِمَامٌ صِدْقٌ لکھا ہے اور ایسا ہی غنیۃ الطالبین میں
پیر دستگیر لکھتے ہیں وہ پیر دستگیر کہ جنکو اہل سنت محبوب سبحانی اور غوث صمدانی کہتے ہیں اور تمام اہل سنت علی الخصوص ہندوستان کے سنی کہ اُنکے سامنے خلفاء ثلثہ کے بھی
کچھ حقیقت شمار میں نہیں لاتے اور ہر مہینے اُنکی گیارہویں کرتے ہیں اور خلفاء ثلثہ کی سال بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی فاتحہ نہیں لاتا ہے بلکہ ہزاروں سنی خلفاء ثلثہ کو جانتے
بھی نہیں ہیں کہ وہ کون تھے اور پیر دستگیر کو سب جانتے ہیں اور بڑا پیر اُنکو کہتے ہیں ایسی شخص کا کہنا معتبر نہو تو اور کسکا کہنا معتبر ہو کیا پیر دستگیر کا علم تیرے علم کی برابر بھی
نتھا کہ وہ تو اُسکو خلیفہ حق و امام صدق کہیں اور تو اُنکے برخلاف کہے کہ معاویہ کو تمکین دین نتھی اور فن سیر سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہے کہ ثلثہ کے اور معاویہ کے اطوار اور انداز
میں زمین و آسمان کا سا فرق تھا اور ہمنے فرض کیا کہ ثلثہ کی گزران فقیرانہ تھی لیکن یہ سب ریا اور دکھانیکی واسطے تھا کہ وہ زاہد خشک تھے جسوقت افعال آدمی کے اچھے
نہوئے اور لوگوں پر ظلم کرے علی الخصوص اہل بیت رسول خدا صلعم پر تو وہ اُسکا زہد ظاہرداری کا اور فقیری اُسکے واسطے دام میں لانے لوگوں کے کس کام کی ہیں اور اہل سنت کی
کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباس نے عمر سے کہا کہ اے امیر المومنین تم تو بادشاہ اور سردار مسلمانوں کے ہو تمنے اپنا ایسا حال فقیروں کا سا کیوں بنا رکھا ہے اچھی پوشاک
زیب تن کرنی چاہئے یہ سنکر خلیفہ صاحب خاموش ہو رہے بعد اسکے باران رحمت کا نازل ہونا مسدود ہو گیا اور واسطے ادا کرنے نماز استسقا کے سب مسلمان ہمراہ عمر کے صحرا کو روانہ ہوئے
اور کئی ہزار آدمی عمر کے پیچھے تھے اُسوقت ابن عباس کو نزدیک اپنے بلا کر کان میں کہا کہ تونے جو مجھ سے پوچھا تھا کہ فقیروں کا سا حال کیوں رکھتا ہے دیکھ تو کہ اسواسطے رکھتا ہوں کہ ہزاروں
جوتیوں کی آواز میرے پیچھے سے کان میں پہنچتی ہے اگر میں ایسا نکروں تو متابعت میری کاہیکو کرینگے یہ تھا حال اُنکی ظاہرداری کی فقیری اور زہد کا اور خدا کے واسطے اُنکی فقیری
اور اُنکا زہد نتھا بلکہ دنیا کے دکھانیکے واسطے تھا اور یہ تو غلط اور جھوٹ لکھتا ہے کہ اہل سنت معاویہ کو خلفاء میں نہیں گنتے ابھی ہم سنیوں کے قولوں کو لکھ چکے ہیں کیا تیرے نزدیک
ابن حجر صاحب صواعق محرقہ اور پیر دستگیر سنیوں میں سے نتھے کہ جو اُنہوں نے معاویہ کو خلفاء میں سے لکھا ہے کیا تیرے نزدیک وہ ہندو یا یہودی یا نصرانی تھے اور نوشیرواں اور
جنگیز خاں تو مسلمان نتھے اہل سنت کے نزدیک معاویہ اُنکی برابر کیونکر ہو جائیگا اور نوشیرواں تو کافر تھا تم معاویہ کے بھی کفر کا اقرار کرو اور حضرت سلیمان میں اور سوائے اُنکے اور
انبیاء میں کیا فرق ہے سوائے اُس مرتبہ کے کہ جو خدا نے بعضی کو بعضی پر فضیلت دی ہے اور مال حضرت سلیمان کے پاس کیا تھا گو شہنشاہ عالم تھے مگر مال سے اُنکو کچھ واسطہ نتھا تمام روز
زنبیل خرما کے پتوں کے بنا کرتے تھے اور تمام روز روزہ سے ہوتے تھے اور شب کو اپنا منہ چھپا کر بازار میں جاتے تھے اور اُس زنبیل کو دو تین نان جو کی عوض میں فروخت کرتے تھے
اور شہر سے باہر نکلکر اگر کوئی فقیر ملتا تو ہمراہ اُسکے بیٹھ کر روزہ کو افطار کرتے تھے اور اُسکو بھی کھلاتے تھے اور تمام شب ہاتھ اپنے گردن سے باندھکر کھڑے ہوئے خوف خدا سے رویا کرتے تھے
یہ تھا حال اُنکی مالداری کا اور خوف کفار سے معاویہ کو کسطرح نتھا اہل سنت کے نزدیک زمرہ میں مومنین کے جن سے وعدہ ہوا تھا وہ بھی داخل تھا اور ہمسے پوچھئے تو خوف کفار تو ابتک
نہیں گیا ہے اور نہ جائیگا جبتک امام مہدی خروج نکرینگے اور جیسے کہ اور مسلمانوں کو کفار سے خوف تھا ایسے ہی اُنکی ضمن میں معاویہ کو بھی تھا اور خوف مہاجرین کو اور انصار کو جبتک
تھا کہ جبتک مکہ فتح نہیں ہوا تھا موافق روایات اہل سنت کے اور مہاجرین اولین کے کچھ خصوصیت نہیں ہے اور پہلی ہجرت وہ ہے کہ جو حبشہ کی طرف ہوئی تھی ثلثہ اُس ہجرت سے
خارج ہیں اور مدینہ کی ہجرت اگر مراد لو تو پھر سب مہاجرین مراد ہونگے ثلثہ کی کیا خصوصیت ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ خلفاء اربعہ کو اوروں سے زیادہ خوف ہوا ہے بلکہ سب کو خوف
برابر تھا ہاں اسطرح سے تو اُنکو زیادہ خوف کہہ سکتے ہیں کہ وہ بزدل اور جبین بہت تھے کہ سب سے پہلے جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے اور تواریخ کا حوالہ دینا اُنکے خوف کے زیادہ ہونیکو بالکل
غلط ہے کیسی تاریخ میں نہیں لکھا ہے کہ خلفاء اربعہ کو سب سے زیادہ خوف تھا اور موافق روایات اہل سنت کے یہ وعدہ سب مومنین صالحین سے تھا اور اُنکو بھی یہ انعام ملا اور کفار
ایمان کامل اور عمل صالح کی جہت سے اکثر مسلمانوں سے دشمنی رکھتے تھے اور کچھ خصوصیت خلفاء اربعہ کی نتھی اور اگر زیادہ دشمنی تھی تو علی سے تھی کہ وہ اُنکو قتل کرتے تھے ثلاثہ سے دشمنی کیوں کرتے بھگوڑوں ثلاثہ کی تو کفار کچھ حقیقت
ہی نہیں سمجھتے تھے پھر دشمنی کیا کرتے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ ایمان اُنکا صحیح و کامل نتھا اور نہ سب اعمال اُنکی نیک تھے اور اگر خوف کچھ اُنکو کفار سے تھا تو بزدلی اور نامردی کی جہت سے تھا کہ ہمیشہ جہاد
میں سے بھاگا کرتے تھے نہ ایمان کی جہت سے اور اگر ایمان اُنکا صحیح اور کامل ہوتا تو راہ خدا میں اپنی جانوں کا کچھ لحاظ نکرتے بلکہ خوب ڈٹکر لڑتے اور جناب رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد
میں دشمنوں کے پنجہ میں ڈالکر اور اپنی جانوں کو رسول خدا کے جان سے بہتر جانکر کفار کے مقابلہ میں سے بھاگتے نہیں **قال الشیخ الاشعری** القصہ خوف کفار مہاجرین
اولین کو ہوا ہے حضرت امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفار سے کیا اندیشہ تھا حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ اُس زمانہ تک لڑکے تھے
امیر معاویہ جبتک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اس آیت کے مضامین میں غور کیجئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ باعث اُس وعدہ کا فقط یہ ہوا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے خصوصا مہاجرین اولین نے باوجود بے سروسامانی اور ذلت اور خواری کے جو ابتداء اسلام میں تھے ایک جم غفیر اور گروہ اعظم کفار کے مخالفت محض رضامندی خدا سے

اور دین کی ترویج کے لئے اختیار کر کے اپنی جانیں جلائیں اور اُنکو اپنا دشمن بنا کر طرح طرح کی ایذائیں اُنکے ہاتھ سے اُٹھائیں سالہا سال خوف و خطر میں یہانتک کہ رفتہ رفتہ نوبت اسکی آئی کہ گھر سے بے گھر ہوئے زن و فرزند سب کو چھوڑ کر جلاوطن ہوئے پھر اُسپر بھی چین نہ ملا نوبت قتل و قتال کی پہنچی مدتہا دراز تک کفار کو سنگسار و جلتی کرتے رہے اور جو جو جھگڑے نہیں آئے تو مسلمانوں کے مکر سے تو خالی ہی نہیں ہے اسمیں بہت سے مہاجرین میں سے اور نیز اُنکی ہمراہی میں بہت سے انصار شہید ہوئے جب خداوند کریم عالم الغیب والشہادت کو اُنکا کامل امتحان ہو گیا تو رحمت الٰہی کو اُنکی اس جانکاہی اور جانگدازی پر جوش آیا لازم پڑا کہ اُنکی اس جاں نثاری اور جانبازی کے مکافات اس دار دنیا میں بھی کی جائے اس لئے جس قسم کی کلفتیں اُنہیں پیش آئی تہیں اُسکے مقابل کی نعمتیں اُنکو ملیں اور اُسکی مکافات کی راحتیں اُنکو عطا ہوئیں تسلط کفار جو اُنکے حق میں باعث تمام آزار اور سبب ہمہ تکلیفات تہا استخلاف سے مبدل ہوا کفار کے تسلط کے باعث جو نماز و روزہ ادا نہیں کر سکتے تہے اور ذکر خداوندی سے ممنوع تہے اور اس سبب سے حسرتہا گوناگوں دل میں رکھتے تہے بلکہ باعث جلاوطنی کا بھی حقیقت میں یہی تہا اسکی عوض میں تمکین دین ملی اور خوف کی عوض میں امن عطا ہوا

اقول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مہاجرین اولین وہ ہیں کہ جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تہی پہلی ہجرت وہ ہی ہے اور خوفِ کفار تو مہاجرین اور انصار کو دونوں کا تہا لیکن مہاجرین کا خوف پہلے سے تہا اور زیادہ تہا اور امام حسن علیہ السلام کو نہ تو ہم یہہ کہتے ہیں کہ اُنکو مدینہ میں قبل نزول اس آیت کے خوف تہا اور نہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن جو بعد حضرت علی کے چھ مہینے کو خلیفہ ہوئے تہے وہ خلافت اُنکی مصداق اس آیت کا ہے تو اپنی طرف سے جو چاہتا ہے ایک بات بنا کر کہتا ہے اور لڑکپن موجب عدم خوف کا نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہم لکھ چکے اور معاویہ صاحب کو خوف کیوں نہیں تہا منجملہ مہاجرین و انصار وہ بھی تہے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان بھی ہو گئے تہے اور اُنکے مسلمان ہو جانیکی ہمکو تحقیق نہیں ہے اور اگر بعد نزول آیت کے مسلمان ہوا تو بھی موعود اس آیت کا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خوف کفار زائل نہوا تہا اور اگر یہہ بھی نہیں تو آیت کی عموم کی جہت سے وہ داخل ہو اس واسطے کہ خطاب تو موجودین کیطرف ہوتا ہے اور شریک اُس میں مابعد کے مومنین بھی ہوتے ہیں اور اور اگر استخلاف کے معنی اصطلاحی لئے جائیں گے اور مراد اُس سے نیابت پیغمبر ہوگی تو بیشک معاویہ کیا اُسکا فرزند یزید اور عبدالملک اور اُسکے چاروں بیٹے سب مراد ہونگے کہ علماء اہل سنت انکو لکھ چکے کہ یہہ خلفاء قوت دین اور عزت اسلام میں تہے اور جو کوئی انکی اطاعت سے منحرف ہوا اُسکا قتل واجب ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور فسق و فجور انکا مانع امامت نہیں ہے اور فسق و فجور کرنے سے معزول امامت سے نہیں ہوتا ہے چنانچہ شرح عقاید وغیرہ میں لکھا ہے کہ **ولا ینعزل الامام بالفسق** اور البتہ موافق تحریر علماء اہل سنت کے مثل صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی کے یہی ثابت ہے کہ باعث اس وعدہ کا یہہ ہوا ہے کہ اصحاب رسول خدا صلعم خصوصاً مہاجرین نے کفار سے بہت تکلیفیں پائی ہیں اور ہمیشہ اُنکی جانب سے خوف میں رہتے تہے یہانتک کہ اُنکے خوف سے اپنی وطن اصلی کو چھوڑ کر مدینہ میں پہنچے اور وہاں انصار بھی اُنکے شریک حال ہوئے اور نوبت قتل و قتال کی پہنچی اور خدا تعالیٰ نے وعدہ اپنا وفا کیا اور بضرب ذو الفقار حیدر کرار کفار کو پست کیا اور مسلمان غالب ہو گئے اور خوف سابق کا جاتا رہا سو یہہ امر سب مہاجرین اور انصار کو حاصل ہوا اور تو جو ثلثہ یا اربعہ کے خلافت کے ثابت کرنیکی در پے تہا وہ اس سے کہاں ثابت ہے اگر ایفاء وعدہ ہی تو سب سے ہے کہ سبھوں ہی کو آزار پہنچی تہی کفار سے اور سب کو ہی خوف تہا اور استخلاف کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ مالک و وارث اُس ملک کے ہوئے تین چار کی کچھ خصوصیت نہیں ہے اور جاں کاہی اور جاں گدازی ثلثہ نے تو کبھی کچھ نہیں کی ہے مقام جاں کاہی اور جاں گدازی کا جہاد تہا سو اُس میں سے بہاگ جاتے تہے اپنی جانوں کو بچا کر نہ کبھی کوئی زخم کہایا نہ کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور ہجرت بھی اُنکی بغرض تہی علی الخصوص شیخین کے کہ جناب رسول خدا صلعم کی زبانی جو آیندہ کی خبریں سنتے تہے اور وہ راست ہو جاتی تہی تو یقین تہا اُنکو کہ جو کچھ حضرت فرماتے ہیں وہ ہونیوالا ہے اور یہ بھی حضرت فرماتے تہے کہ دین اسلام کا غلبہ ہو جائیگا یہ بات سنکر طمع ریاست میں ہجرت کی تہی اور سب کی ہجرت خالص بھی واسطے خدا کے نہتی چنانچہ بخاری میں قول عمر بن خطاب کا ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے سوا اسکے نہیں کہ سب اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں سوا اسکے نہیں کہ واسطے ہر مرد کے وہ چیز ہے کہ نیت کی ہے پس جو شخص کہ ہوئی ہجرت اُسکی طرف دنیا کے تو پہونچیگا وہ اُسکو اور طرف عورت کے ہو کے تو نکاح کریگا اُس سے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ یعنی اور جو شخص کہ چاہے کہ کہیتی دنیا کی تو دیوینگے ہم اُسکو اُسمیں سے اور نہیں ہے واسطے اُسکے آخرت میں کوئی حصہ سو اُنہوں نے دنیا کو چاہا تہا ہجرت کے ذریعہ سے اُسکو بخوبی پایا ایذائیں اور سختیاں اُٹھا کر اور جلاوطنی اختیار کر کے اور تمکین دنیا اُنکو حاصل ہوئی اور تمکین دین سے اُنکو کیا واسطہ تہا اور امن ملا تو سب کو ملا رسول خدا ہی کے زمانہ میں اور سب کا امن آیت میں مراد ہی تین اور چار کی خصوصیت نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند شرف گوناگوں رکھتے تہے لیکن فقط اس شرف کو استحقاق خلافت میں دخل نہیں یہ اس جان کاہی اور جاں گدازی کا ثمرہ ہے جسکا مذکور ہوا اور خلافت کے مخصوص ہونیکی وجہ بھی بہ نسبت قریش کے

معلوم ہو گئی یعنی یہ حدیث شریف میں آیا ہی کہ خلافت حق قریش ہی انصار کو اس میں کچھ دخل نہیں وجہ اسکی یہی ہی کہ خلافت حقیقت میں انعام اور مکافات
میں مہاجرین کے جانفشانیوں کی ملی ہی چونکہ مہاجرین قریش میں سے ہیں اس لئے انہیں میں منحصر رہنی چاہئے ہاں جو کہ انصار اور اعوان خلفاء ہوا کرتے تھے
جیسے قاضی وغیرہ وہ البتہ نصرت کی صلہ میں انصار میں سے ہونے چاہئیں اور یہہ بھی مکرر روشن ہو گیا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جو
خلافت ملی ہی تو وہ خلافت ہی نہیں تھی جو وعدہ کے سبب ملی ہی **اقول** - جو کچھہ تو نے پوچ اور واہی لکھا تھا اس سی تیری مطلب کے موافق کچھہ بھی ثابت نہیں
ہوتا کہ ہمنی تیرے اقوال و دعاوی بے دلائل کو باطل کر دیا اس طرح سی کہ تجھکو مجال دم مارنیکی ان مقدمات میں نہیں رہی ہی اور اہل بیت علیہم السلام کو تو
سب طرح سے شرف حاصل ہی اور آیت مذکورہ سے خلافت کسیکی ثابت نہیں ہی بلکہ شیعوں کے نزدیک تو یہہ ہی کہ مصداق اس آیت کا زمانہ حضرت صاحب الزمان
علیہ السلام کا ہی اور اہل سنت کی علماء کے نزدیک یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس آیت میں وعدہ وارث اور مالک ہونے زمین کا اور تمکین دین اور زوال خوف کا سب
نیک مسلمانوں سے کیا تھا سو وہ رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں وفا ہو گیا اسکے مابعد سے کچھہ تعلق نہیں ہے اور اسکے مابعد ترقی دین کے تو سیکڑوں برس تک ہوتی رہی ہے
اور اگر انصاف سی دیکھو تو خلافت کا استحقاق سوائے حضرت علی کی کسیکو نہیں ہے جو اوصاف کہ خلافت کے ہیں وہ انہیں ہی پائی جاتے تھے نہ انکی غیر میں اور یہ آیت ہرگز
خلافت کے مقدمہ میں نہیں ہے اور مستحق خلافت ہونا حضرت علیؑ کا اور اس آیت کا خلافت کے باب میں نہونا پہلے اس سے ہم بخوبی ثابت کر آئے ہیں جان کاہی اور
جان گدازی بھی حضرت علیؑ سی ظہور میں آئی ہے کہ بڑے بڑے دلوں میں فوجوں کے گھس جاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے اور بڑے بڑے نامی کافروں کو جیسے
کہ عمر بن عبدود قتل کرتے تھے اور خلفاء ثلثہ کفار کے مقابلہ میں سے ہمیشہ بہاگتے رہتے تھے کبھی جم کر نہیں لڑے زخم کہانا اور کافر کا قتل کرنا تو انکے نزدیک محال تھا انکی تو
ناک میں سے نکسیر بھی کبھی جاری نہیں ہوئی پھر کہتا ہی کہ انہوں نے جان کاہی اور جان گدازی کے کسطرحکا دعوی اور کاذب مثل ہی اور علیؑ کے حق میں تو رسول خدا
صلعم نے فرمایا کہ لضربة علي يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين اور فرمایا کہ لاعطين الراية غدا رجلا كرارا غير فرار يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ثلثہ کے حق
میں بھی کوئی بات جان کاہی اور جان گدازی پر دلالت کرنیوالی فرمائی ہی اور اگر ثمرہ جان کاہی کا ہو تو علیؑ کے واسطے ہو نہ بھگوڑوں اور اپنی جانوں کو بچانیوالوں
کے واسطے سو انشاء اللہ تعالی علیؑ کو تو وہ رجعت میں حاصل ہوگا اور ثلثہ اس سے محروم رہیں گے بلکہ اپنی اپنی سزاوں کو پہنچیں گے اور ثلثہ کو جو اس زمانہ میں سزا ہوگی
تو اسیواسطے اہل سنت رجعت کا انکار کرتے ہیں اور اس مقدمہ میں شیعوں پر طعن کرتے ہیں اور یہہ جو ابوبکر نے کہا تھا کہ الائمة من قريش انصار کے ساکت کرنیکو تو رسول خدا
صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہی بلکہ استنباط کیا ہی اس حدیث میں سے کہ جو حضرت نے فرمایا تھا کہ سیکون من بعدی اثنا عشر خليفة كلهم من قريش سو ہمارے نزدیک تو
یہ حضرت نے دوازدہ امام علیہم السلام کے حق میں فرمایا ہی اور اہل سنت کے علماء کے نزدیک وہ اور خلفاء ہیں کہ جن میں معاویہ اور یزید پسر معاویہ اور عبد الملک اور چاروں
اسکے فرزند اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور خلافت انعام میں جانفشانیوں کے ہرگز نہیں ملی ہی تو جھوٹ لکھتا جاتا ہی اور ہم تیرے قول کو باطل کرتے جاتے ہیں اور اگر جانفشانی
کی بھی تھی تو سوائے ثلثہ کے اور لوگوں نے کی تھی اور ثلثہ نے ہرگز جانفشانی نہیں کی ہی اور انصار نے کیا جانفشانی نہیں کی ہی کہ تو اسکو مہاجرین اولین میں منحصر
کرتا ہے بے انصافی کی بات کیوں لکھتا ہی اور انصار نے تو وہ بڑا کام کیا ہی کہ اگر انصار اپنے گھروں میں جگہہ نہ دیتے تو مہاجرین کو کہیں ٹھکانا نتھا اور اگر وجہ مذکور کی
جہت سے خلافت ہوگی کہ خلافت قریش میں سے ہو جانی چاہئے تو بیشک معاویہ اور یزید اور عبد الملک اور اسکے فرزند بھی خلفاء حقہ میں سے ہونگے کہ مصداق اس روایت کا
علماء اہل سنت نے ان بارہ کو لکھا ہی کہ جسمیں معاویہ اور یزید اور عبد الملک اور چاروں اسکے فرزند اور عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسری روایت کے جو تاریخ الخلفاء میں اور
ذہبی میں ابن عساکر سے ہے اسمیں حضرت علیؑ کو تو خلفاء دوازدگانہ میں سے نہیں لکھا ہے اور معاویہ اور یزید دونو کو لکھا ہے بعد خلفاء ثلاثہ کے اور انکے حق میں لکھا
ہے کہ یہ کل صالح تھے اولاد کعب بن لوئی میں سے کہ مثل انکے پایا نہیں گیا ہی اور یہ جو لکھا ہے کہ انصار اور اعوان خلفاء انصار ہی میں سے ہوا کرتے ہیں یہ کہیں بھی ثابت
نہیں ہی اپنے دل سے جو چاہتا ہے ایجاد کرکے لکھتا ہے اور یہ انصار جو انصار مشہور ہوئے ہیں تو اسواسطے کہ انہوں نے جناب رسول خدا صلعم کی نصرت کی ہی اور حضرت امام
حسنؑ اور معاویہ کی خلافت کا جواب ہم کئی مرتبہ دیچکے کہ یہ خلافت جو حضرت امام حسنؑ کو حاصل ہوئی تھی حضرت علیؑ کی بعد ہم اسکو خود ہی خلافت موعود من اللہ نہیں
جانتے ہیں اور سوا اسکے اور کسیکی خلافت کو بھی جو کہ بعد رسول خدا صلعم کے خلیفہ ہوئے ہیں موعود من اللہ نہیں جانتے ہیں اور خلافتوں کے دعووں کو ہم باطل کر آئے ہیں
اور اگر استخلاف سے خلافت مصطلحہ مراد لیجائیگی برخلاف تحریر مفسرین اہل سنت کے تو بیشک معاویہ اور یزید موافق روایات اہل سنت کے خلفاء میں داخل ہونگے **قال الشيخ الاشعري**
اور نیز یہ بھی اہل فہم اور انصاف پر صاف روشن ہو گیا کہ انکے زمانہ میں انکے ہاتھوں سے جو کچھہ دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اس نے رواج پایا جیسے حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک نہ دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ کا منع کرنا اور تراویح کی تاکید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمعہ میں ایک اذان کا بڑھانا وہ سب منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون ارتضی لہم ہو علی ہذا القیاس جس مسئلہ پر انکے زمانہ میں انکی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہوگیا وہ لاریب حق و صواب ہے اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو اسکا منکر ہو وہ حق کا منکر ہے **اقول** خلیفہ تو وہ خلفا ناحق ہو سکتے ہی نہیں انکی رواج دی ہوئی بدعتیں کیونکر حق ہو جائینگی کہ دین کے مقدمہ میں تو خلاف شرع کے رواج دیکر لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور ابتدا سے ہم انکی خلافت کو باطل کرتے چلے آئے ہیں اہل سنت کی تفسیروں سے کہ یہ آیت خلافت کے مقدمہ میں نہیں ہے اور اس آیت سے خلافت کسیکی ثابت نہیں ہے جب وہ خلیفہ نہوئے تو جو انکے احکام خلاف حکم خدا اور رسول کے ہیں وہ سب بدعتیں ہیں اور اسیواسطے جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا حذیفہ سے کہ تکون بعدی ائمۃ لا یھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے یعنی فرمایا حضرت نے کہ ہونگے بعد میرے امام کہ نہ ہدایت پائی ہونگے وہ ساتھ ہدایت میری کے اور نہ مستن ہونگے وہ ساتھ سنت میری کے سو جو احکام کہ خاص انکے زمانہ میں رواج پاتے تھے وہ بدعتیں تھیں اور بدعتوں کو عمل میں لانیوالا دوزخ میں جائیگا اور اسکا کہیں ٹھکانا نہیں ہے پس جو شخص کہ انکے احکام تراشے ہوئے پر چلیگا اسکے واسطے دوزخ تیار ہے اور فدک حضرت فاطمہ کا غصب کرنا اور اس مظلومہ کو آزار پہنچانا اور رنجیدہ کرنا تو اسفل السافلین میں لیجائیگا اور متعہ کا منع کرنیوالا خدا کے حکم کا رد کرنیوالا ہے جو وعید کہ خدا کے حکم کے رد کرنیکا ہے وہ اُسکے واسطے موجود ہے اور عثمان کو بدعتوں کے کرنے کی جہت سے سوائے عذاب آخرت کے اصحاب رسول مقبول نے اسکو مخذول کردیا اور اُسکے قتل میں قاتلوں کی اُسکے اعانت کی اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے اور پیغمبر کے حکم کرے ہرگز اُسکی نجات نہیں ہے چنانچہ شیخ سعدی بھی کہتے ہیں ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ÷ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ÷ اور خلاف حکم خدا اور رسول کی حکم کرنا ہرگز دین پسندیدہ میں سے نہیں ہے اور اگر یہ حکم دین پسندیدہ میں سے ہو تو خدا اور رسولخدا کا ارشاد دین پسندیدہ میں سے نہوگا اور بے علموں اور جاہلوں کا اجماع اور اتفاق بھی باطل ہے اور دستور ہے کہ بموجب الناس علی دین ملوکھم کے لوگوں کو بجز پیروی سلاطین کے چارہ نہیں ہے تو ہی جب انکے احکام کو تسلیم کرلیا تو رواج پاکر اور استعمال کرتے کرتے دلوں میں انکے اُن احکام کا رسوخ ہو جاتا ہے اور پھر اسکے خلاف کو اچھا نہیں جانتے اور اسکی انکو بسبب جہالت کے خبر نہیں ہوتی کہ یہ احکام انکے مطابق حکم خدا اور رسولخدا کے ہیں یا نہیں ہیں اور جو لوگ کہ انکے احکام کو پسند نہیں کرتے اُنسے جبراً اور قہراً اُس پر عمل کراتے ہیں سو ایسے جاہلوں کا اتفاق حق اور صواب نہیں ہو سکتا اور جو شخص کہ باوجود اطلاع اس حال کے کہ فلانے فلانے احکام ثلاثہ نے برخلاف خدا کے ہیں اُن پر عمل کریگا اور بسبب حسن ظن کے انکے حکموں میں جو کہ خلاف شرع ہیں تاویل کر کے اُنکو درست کریگا وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو لوگ انکے ایسے حکموں کا منکر ہوگا وہ حق کا منکر نہ ہوگا اور احکام ثلاثہ کے ہرگز دین پسندیدہ میں داخل نہیں ہیں اور نہ اُنکا دین پسندیدہ ہے جیسا کہ ہم پہلے سے لکھ چکے اور آیت استخلاف سے تو خلافت کسیکی ثابت نہیں ہے جیسا کہ مدلل مرتبہ لکھ چکے اور روایتوں سے اہل سنت کی اگر خلافت ثلاثہ ثابت ہے تو روایتوں سے انکی مخالفت صحابہ کی بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے علی الخصوص جسوقت کہ جناب پیر دستگیر فرماویں اُسکو کہ خلیفہ حق و امام صدق ہو اُس سے روشن ہوئے کہ مراتب نائب ہوئے اہل سنت کے اہل انصاف پر کہ معاویہ کے زمانہ میں اُسکے ہاتھوں سے جو کچھ اہل سنت کے دین کے مقدمہ میں ظہور میں آیا اور اُس نے رواج پایا جیسے کہ حضرت علی کو گالیاں دینا [illegible] یہ امر رائج رہا تھا یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اسکو موقوف کیا یہ بھی منجملہ دین پسندیدہ اور مصداق مضمون ارتضی لہم ہے علی ہذا القیاس جس مسئلہ پر انکے زمانہ میں اسکی وجہ سے اجماع اور اتفاق ہوگیا وہ لاریب حق و صواب ہے اُس سے جو منحرف ہے وہ دین پسندیدہ خداوندی سے منحرف ہے اور جو اسکا منکر ہے وہ حق کا منکر ہے موافق مذہب اہل سنت کے **قال الشیخ الاشعری** اور نیز قطع نظر اسکے کہ جملہ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض خلافت خلفاء ثلاثہ پر بوجہ احسن دلالت کرتا ہے اور شیعوں کے اس توہم کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایام مرض وفات میں کاغذ قلم دوات منگایا تھا اور حضرت عمر نے نہ آنے دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے فرمان ہی لکھنے کو منگایا تھا بیخ و بنیاد سے اُکھاڑتا ہے جملہ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم سے بھی اہل فہم کے نزدیک یہ توہم زائل ہوگیا کیونکہ خلافت خلفاء ثلاثہ جب خلافت موجود ہوئی تو انکی خلافت کی تمکین بھی منجملہ تمکین دین پسندیدہ ہوگئی ہاں اگر خلافت امور دینی میں سے نہوتی تو بیشک اس استدلال کی گنجائش تھی سو شیعہ بھی اسکا انکار نہیں کرسکتے ورنہ حضرت امیر اور انکی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طالب دنیا کا کہنا پڑیگا نعوذ باللہ منہا غرض یہ طعن ونیز بہت سے مطاعن جو شیعہ اور خارجی بسبب اپنی تیرہ دلی کے حضرات خلفاء راشدین پر کرتے ہیں مندفع ہوگئے اگرچہ یہ طعن اور سوا اسکے اور مطاعن بنظر غور اہل بصیرت کے نزدیک معترضوں کی تیرہ دروئی ہی سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ دوبارہ فدک تو اوراق مابعد کے انشاء اللہ یہ حال واضح ہو جائیگا تفصیل اس اجمال کی بہ نسبت جملہ مطاعن کے اسجا پر اگر بموقع اور بیجا نہوتی تو بقدر گنجایش وقت درج اوراق کرتا مگر چونکہ کاغذ دوات قلم کے نہ آنے دینے کا طعنہ بھی بزعم شیعہ کلاں ترین مطاعن خلفاء راشدین ہے تو بنظر تسکین خاطر بعض بنی نوع اگرچہ اس بحث میں بے موقع ہے مختصر عرض کرتا ہوں تاکہ اس بڑے طعن کا اندفاع موجب اندفاع

دیگر مطاعن صغیرہ ہوجائے **اقول** آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم الخ ہرگز ہرگز خلافت ثلاثہ پر دلالت نہیں کرتا ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور اسکے مزعوم کو باطل کر چکے اور بیشک رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ کی خلافت کے لکھنے کو دوات و قلم طلب کیا تھا اور عمر اسکا مانع ہوا یہانتک کہ اس منع کرنے میں رسولخدا صلعم کی عظمت اور فضیلت کا پاس نکیا اور اس طرح سے حضرت کو منع کیا اور کہا کہ یہ مرد بیماری میں بکتا اور بکتا ہے یعنی اسوقت کے اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی ہے اور خاص حضرت علیؑ کے واسطے لکھنا بھی ثابت ہے چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت علیؑ کے واسطے لکھتے ہیں اسواسطے میں مانع ہوا اور دوسری جگہ ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں ہمیشہ علیؑ کو اپنے اوپر غضبناک دیکھتا ہوں سبب کیا ہے ابن عباس نے کہا کہ تو خود جانتا ہے عمر نے کہا کہ گمان مجکو یہ ہے کہ غضب اسکا خلافت کے فوت ہونے سے ہے ابن عباس نے کہا کہ سبب یہی ہے اور وہ ایسا جانتا ہے کہ رسولخدا نے خلافت کو میرے واسطے مقرر کیا ہے عمر نے کہا کہ جسوقت خدا نے نچاہا کہ یہ امر علیؑ کو پہنچے تو رسولخدا کی چاہنے نے کیا فائدہ دیا رسولخدا نے چاہا کہ ابوطالب چچا اسکا اسلام کو قبول کرے خدا جو نہیں چاہتا تھا تو وہ مسلمان نہوا اور بعد اسکے ابن ابی الحدید نے لکھا کہ دوسری روایت میں ایسا ہے کہ عمر کہتا تھا رسولخدا صلعم نے مرض الموت میں چاہا کہ واسطے خلافت علیؑ کی ذکر کریں میں مانع ہوا خوف فتنہ سے اور اس ڈر سے کہ امر پراگندہ ہوجاے اور ابن ابی الحدید اگرچہ معتزلی ہے لیکن حقیت خلافت ثلاثہ کا قائل ہے اور بیخ و بنیاد سے تو جب اکھاڑے تو کہ جسوقت حقیت خلافت ثلاثہ کی ثابت ہوا اور جب کہ وہ کسیطرح سے ثابت نہیں ہے تو اعتراض شیعوں کا ہرگز دفع نہوگا اور اس اعتراض کو جڑ سے تو کوئی کیا اکھاڑیگا ہر چند طرح طرح سے اسکے جواب میں تاویلیں کرتے ہیں پر کچھ نہیں بن پڑتا اور خلافت ثلاثہ کی کسیطرح سے نہیں جمتی ہے اور کوئی صورت اسکی حقیت کی نہیں ہے اور پھر کہتا ہے کہ جب خلافت موعودہ ہوئی اور یہ جو لکھتا ہے کہ جب خلافت ثلاثہ خلافت موعودہ ہوئی کیا خلافت کو پہلے اس سے موعود من اللہ ہونا ثابت کر آیا ہے کہ جو ایسا کہتا ہے اور خلاف تفسیر قرآن کی تو ہر کوئی جو چاہے ثابت کر سکتا ہے اور جو کچھ کہ مزعوم اسکا تھا وہ ہم نے سب بیان کر دیا اور ثلاثہ کی خلافت کی تمکین ہرگز تمکین دین نہیں ہے اور خلافت انکی امور دینی میں سے نہیں ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور اہل انصاف کی یاد دہی کے واسطے کچھ ہم پھر لکھتے ہیں کہ خدا تعالی فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارے کو اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر خلافت دین میں سے ہے تو رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی میں بحکم خدا کسکو خلیفہ کیا تھا جسکے بعد دین کامل ہوا اور اگر حضرت نے کسیکو خلیفہ نہیں کیا تو دین کامل نہوا بلکہ ناقص رہا اور خدا فرماتا ہے کہ ہمنے دین کو کامل کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلافت دین میں سے نہیں ہے اگر دین میں سے ہوتی تو کوئی قبل نزول اس آیت کے خلیفہ ہوگیا ہوتا جس سے خدا کا کہنا کہ ہمنے آج کے دن دین کو کامل کیا صحیح ہوتا لیکن جنکے نزدیک یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کو بحکم خدا خلیفہ کیا تھا انکے مذہب کے موافق البتہ خلافت دین میں سے ہے اور اس آیت کے معنی بھی صحیح رہتے ہیں اب اس شیخ کے استدلال کو کچھ گنجایش باقی نرہی اور شیعوں کو ثلاثہ کی خلافت کا امور دین میں سے ہونیکا بالکل انکار ہے کہ ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت انکی امور دین میں سے نتھی بلکہ امور دنیا میں سے تھی جیسی کہ اور سلاطین دنیا کی خلافت ہوتی ہے اور یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ خلافت حضرت علیؑ کی ہمارے نزدیک امور دین میں سے ہے اس صورت میں حضرت علیؑ و انکی اولاد طاہرین طالب دنیا کے نہ ٹھیرینگے بلکہ طالب دین کے ہونگے اور طعن خوارج کی تو حضرت علیؑ پر بیجا ہے اور نہایت پوچ ہے اسیواسطے انمیں کوئی گفتگو نہیں کرتا ہے اور انکو لوگ جانتے بھی نہیں ہیں مگر مولوی عبدالعزیز صاحب نے چند مطاعن تحفہ میں لکھی ہیں سو معلوم نہیں کہ حقیقت میں وہ طعن خوارج کی ہیں یا مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی طرف سے ایجاد کر کے انکی طرف منسوب کر دیے ہیں اور اعتراضات شیعہ جو ثلاثہ پر ہیں وہ واقعی ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں دیکھکر انپر طعن کرتے ہیں کہ انکی کتابوں میں ثلاثہ کی حق سے تجاوز کر جانیکی باتیں لکھی ہیں لیکن اہل سنت اپنی تیرہ درونی کی جہت سے ان غاصبان حقوق اہل بیت کے عیبوں میں تاویلیں کر کے انکے ظلموں کو عدل اور انصاف انکا ظاہر کرتے ہیں اور شیعوں کے اعتراض ایسے نہیں ہیں جو دفع ہوجائیں اور یہاں تو نے کونسی بات ایسی بیان کی ہے جس سے اعتراض شیعوں کا مندفع ہوا ہو تو خواہ مخواہ آیت میں قرآن کی تاویل کر کے برخلاف تحریر مفسرین کے پوچ اور واہیات بکا ہے اور ایسا ہی تو نے فدک کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ سراپا دیوانوں اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہے کہ قرآن کو تو لکھتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے اسکے بندوں پر نہیں ہے بلکہ پیغمبر کی طرف سے ہے اور خدا نے تو پیغمبر کے واسطے لکھدیا ہے جیسے کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھواتا ہے تو وہ لکھوانیوالے کی کہلائیگی اور لکھنیوالے کی نکہلائیگی ایسے ہی قرآن ہے کہ وہ خدا کا نہ کہلائیگا بلکہ پیغمبر خدا کا کہلائیگا اور کہیں تو لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث اسواسطے نہیں ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور گوشۂ قبر میں زندہ بیٹھے ہیں زندہ کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا اور کہیں تو لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا کی دنیا میں کوئی چیز ملک میں نتھی اور سوا اسکے ایسی ایسی دیوانوں کی سی گفتگو تیری فدک کے مقدمہ کے جواب میں بہت ہے کہ جسکو سنکر اہل سنت بھی تعجب کرینگے اور پسند نکرینگے اور ہم ان سب کو انشاء اللہ تعالی مثل غبار کی پراگندہ کر دینگے اور تفصیل اس اجمال کی تو کیا لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ میں سے لیکر تو نقل کر دیتا ہے اور یہ خبر تجکو نہیں ہے کہ اسمیں کچھ دروغ بھی ہے اور کسی نے انکے قولوں کو رد بھی کیا ہے یا نہیں بلا تحقیق جو چاہتا ہے لکھتا ہے اور طعن دوات اور قلم کے طلب کرنے کا بزعم شیعہ کیا بلکہ علماء

اہل سنت کے نزدیک یہ بڑا بہاری طعن ہی کہ بہتیرا شکنی ہیں اور بدیہات کا انکار کرتے ہیں اسکے جواب میں مگر کچھہ نہیں بن پڑتا اور اسنے جو کچھہ تہوڑا سا لکھا ہی اُسکے
جواب میں اور اسکو بہت آسان سمجہا ہی جہوٹ بولکر اور بدیہی بات کا انکار کرکے تو اسکے نزدیک یہی بہت خوب جواب ہے اور حالانکہ وہ کچھہ بھی نہیں ہی چنانچہ معلوم
معلوم ہوگا اور جیسا کہ یہہ جواب دیگا ایسے ہی سب اعتراضوں کا اسکے جواب ہی اسپر ہی قیاس کر لینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** حضرت من اول تو کسی روایت میں
یہ نہیں کہ کاغذ قلم دوات کے آنیکی مانع اول حضرت عمر ہی تہے البتہ جب سرور کائنات علیہ وعلے آلہ الصلوات والتسلیمات نے کاغذ دوات قلم منگانیکو فرمایا تو حضرت عمر بھی اُس
محفل میں موجود تھے حاضرین مجلس کی رائے اُسوقت مختلف ہوئی کسی نے کہا کہ امتثال امر ہی کیجے کوئی بولا کہ اس شدت مرض میں یہ تکلیف نہ دیجے اس رد وکد میں ایک شور
برپا ہوگیا **اقول** یہ شیخ مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی میں جہوٹ بولکر بالکل اپنے ایمان کو خراب کرتا ہی اور زمرہ میں کاذبوں کے داخل ہوتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی
کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہی کہ کاغذ دوات قلم کے آنیکے مانع اول حضرت عمر ہی تھے یہ لکھنا بالکل غلط ہی کہ صحیحین کی روایتوں کا انکار کرتا ہے اسواسطے کہ مثبت اول مانع دوات
قلم کاغذ کے آنیکے حضرت عمر ہی ہوئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہی اور اختلاف کرنا اہل محفل کا عمر کے منع کے بعد ہی نہ پہلے اُس سے اور یہ روایت
عمر کے منع کرنیکی صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی جگہہ لکھی ہی لیکن میں بعضی روایتوں کو اُن میں سے تحریر کرتا ہوں اول تو بخاری کی کتاب العلم میں ابن عباس سے روایت ہی قال
لما اشتد بالنبی وجعه قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده قال عمر ان النبی غلبه الوجع وعندنا کتاب الله حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی
عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول الله صلعم وبین کتابه اور کتاب المرض میں بخاری کے باب قول مریض میں لکھا ہی عن ابن عباس قال لما حضر
رسول الله وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم هلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده فقال عمر ان النبی قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله
اور کتاب الخمس میں باب اخراج الیهود میں سلیمان بن ابی مسلم سے روایت ہی کہ سنا اُسنے سعید ابن جبیر سے اور اُس نے ابن عباس سے کہ یقول یوم الخمیس ما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل
دمعه الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول الله صلعم وجعه وقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی
تنازع فقالوا ماله اهجر استفهموه اور صحیح مسلم میں لکھا ہی عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله وفی البیت رجال فیهم عمر بن الخطاب فقال النبی هلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعده فقال عمر ان
رسول الله قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبنا اور اس سے پہلی روایت میں مسلم میں اس طرح سے ہی کہ ابن عباس نے روز پنجشنبہ کو یاد کرکے بہت گریہ کیا اور بعد اسکے کہا کہ قال رسول الله صلعم
ائتونی بالکتف والدواة او اللوح والدواة اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول الله یهجر اور مشکوة میں ہی عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلعم وفی البیت رجال
فیهم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم هلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده فقال عمر قد غلب علیه الوجع وعندکم القرآن حسبکم کتاب الله فاختلف اهل البیت واختصموا منهم من یقول
قربوا یکتب لکم رسول الله ومنهم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قوموا عنی اور بعد اسکے جو مشکوة میں روایت ہی سلیمان بن
ابی مسلم سے کہ ابن عباس یاد کرکے روز پنجشنبہ کو جس روز کہ جناب رسول خدا صلعم پر شدت بیماری کی ہوئی تو بہت روئے پہلے انسے پوچھا کہ ما یوم الخمیس تو کہا کہ اشتد برسول الله
وجعه فقال ائتونی بکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعده ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانه اهجر استفهموه اور حاصل ان سب روایتوں کا یہ ہی کہ ابن عباس نے
بیان کیا کہ جسوقت رسول خدا صلعم کا مرض سخت اور زیادہ ہوا تو رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ لاؤ تم دوات اور قلم اور کاغذ لکہوں میں واسطے تمہارے ایک نوشتہ کہ نہ گمراہ ہو تم بعد اسکے
اُس پر عمل کرنے میں کبھی عمر بن خطاب نے یہ سنکر کہا کہ تحقیق پیغمبر خدا پر درد غالب ہوا ہے یعنی درد کی جہت سے ایسا کلام کرتے ہیں جیسے کہ بیمار شدت مرض میں بکا کرتا ہی اور ہمارے
پاس کتاب خدا کی ہی کہ وہ ہمکو کفایت کرتی ہی یعنی رسول خدا کے قول پر عمل کرنیکی ہمکو احتیاج نہیں ہی اور اُن لوگوں نے جو کہ وہاں تھے کہا کہ رسول خدا صلعم کو ہذیان ہوگیا
ہی بیماری میں بہکتے ہیں انکے قول کا اعتبار نہیں ہی اور بعد اسکے اہل محفل میں آپس میں اختلاف ہوا کسی نے تو کہا کہ دوات قلم کاغذ دیدو تاکہ حضرت ہمکو لکھدیں اور کسی نے کہا
کہ قول قول عمر ہے کہ جیسے عمر نے کہا ہے کہ نہ دو دینا نہیں چاہئے جب بہت تکرار آپس میں ہوا اور شور وغل بہت ہوا تو حضرت نے خفا ہوکر فرمایا کہ اُٹھہ کہڑے ہو میرے پاس سے کہ پیغمبر
کے روبرو جھگڑا کرنا نچاہئے بعد اسکے لوگوں نے کہا کیا ہی حال رسول خدا کا کہ ہذیان ہوگیا ہی دریافت کرو اُنسے اور ابن عباس اس بات کو بیان کرتے تھے تو روز پنجشنبہ کو یاد کرکے
کہ جس روز یہ معرکہ ہوا تھا اسقدر روتے تھے کہ سنگریزے جو زمین پر پڑے تھے اُنکے اشکوں سے تر ہوجاتے تھے اور کہتے تھے کہ بڑی مصیبت پیش آئی کہ رسول خدا صلعم کو وصیت
نہ لکہنے دی اب دیکھو کہ بخاری اور مسلم اور مشکوة میں تینوں کتابوں میں لکھا ہی کہ اول سب سے حضرت عمر مانع ہوئے دوات وقلم وکاغذ کے نہ دینے سے اور یہ شیخ لکھتا ہی پہلے وہ ہی مانع
نہیں ہوئے اور ان روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن روایتوں میں نام عمر کا نہیں ہی اور یہ لکھا ہی کہ حضرت کے فرمانے کو بعد آپس میں سب نے اختلاف اور جھگڑا کیا کسی نے کہا
کہ دو اور کسی نے کہا کہ نہ دو تو وہاں بھی سب سے پہلے منع کرنیوالے عمر ہیں کہ اُنکی متابعت سے بعضوں نے کہا کہ نہ دو اسواسطے کہ مانعین میں پہلے منع کرنیوالا کوئی ایک ہی ہوگا

جسکی متابعت سے اوروں نے بھی منع کیا سو وہ حضرت عمر تھے چنانچہ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جن میں خاصکر انکا نام ہے اور ہذیان کی نسبت کرنا طرف حضرت صلعم
کے ہر چند کہ اُس روایت میں جمع کے لفظ سے آیا ہے کہ کہا اُنہوں نے کہ حضرت کو ہذیان ہو گیا ہے لیکن پہلے سب سے ہذیان کی نسبت کرنیوالے عمر تھے اور پہلے سب سے وہی اُنہوں
نے کہا تھا کہ رسول خدا صلعم پر درد غالب ہو گیا ہے اور یہ کلام درد کی جہت سے کرتے ہیں اور اسکو ہذیان کہتے ہیں اور سوائے اُسکے اور روایتوں میں تصریح عمر کے نام کی ہے چنانچہ
معلوم ہوگا اور عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ کشمیہنی کی روایت میں ہجر ہجر بتکرار لفظ آیا ہے یعنی بکتا ہے بکتا ہے اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور طیبی نے شرح مشکوۃ میں
لکھا ہے کہ قائل اس قول کا عمر ہے اور گمان اسکی طرف ایسا نہیں ہو سکتا اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعٰی عِنْدَ مَوْتِہٖ
بِالصَّحِیْفَۃِ لِیَکْتُبَ فِیْہَا کِتَابًا لَا یَضِلُّوْنَ بَعْدَہٗ فَلَغَطَ فِیْہَا عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ لَیَہْجُرُ یعنی تحقیق رسولخدا صلعم نے طلب کیا قریب موت اپنی کے صحیفہ کو کہ لکھے اُس میں ایسا لکھنا کہ
نہ گمراہ ہوں بعد اُسکے پس مخالفت کی رسول خدا صلعم کی عمر نے اور کہا کہ پیغمبر بیماری میں بہکتا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ لغت میں لکھا ہے حدیث مرض النبی میں کہ ہذیان
کا کہنیوالا عمر تھا اور شرح مسلم نووی میں بھی یہی لکھا ہے اور نسیم الریاض شرح قاضی عیاض میں اختلاف کے ذکر میں لکھا ہے کہ وَرَدَ فِی الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ مِنَ النَّبِیِّ
قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ ائْتُوْنِیْ بِدَوَاۃٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْنَ بَعْدِیْ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَہْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ یعنی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ رسول
صلعم نے دوات و قلم کو طلب کیا تو عمر نے رسولخدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بہکتا ہے اور ہمکو کتاب خدا کی کفایت کرتی ہے اور حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے حدیث طرح
میں کہ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَہْجُرُ یعنے کہا عمر نے کہ تحقیق یہ مرد بیماری میں بہکتا ہے اور کسی روایت میں ہجر ہجر مکرر آیا ہے اور کسی روایت میں اہجر ماضی کا صیغہ باب افعال سے آیا ہے اختراع
کے معنی میں اور ابن حجر نے بھی شرح بخاری میں یہی لکھا ہے اور وہ ہذیان ہے کہ حالت بیماری میں صادر ہوتا ہے اور معصوم سے وہ بعید ہے انتہی اور یہ ہمزہ لوگوں نے برعایت
عمر ہجر کے لفظ پر زیادہ کرکے اُسکو ہمزہ استفہام قرار دیا ہے لیکن اُن حضرت کی شان میں ایسا بھی نہ چاہیئے اسواسطے کہ تجویز بھی ہذیان کی جناب رسولخدا صلعم پر موجب کفر و
نفاق ہے اور قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء نے اس مقام میں بہت کلام کیا ہے لیکن فائدہ کسی کی تقریر نے نہیں بخشا اور جو کچھ کہ مناسب ہے اس مقام میں خواہ ہمزہ ثابت
خواہ محذوف ہو یہ ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا حضرت کو وہ قریب العہد اسلام اور تازہ مسلمان تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ قول پیغمبر کے لائق نہیں ہے اور ایسا گمان کرتے تھے کہ بمقتضائے
طبیعت بشریہ اُنکو بھی لاحق ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اُنکا ایمان نبوت رسولخدا صلعم پر کامل نہوا تھا اور اسیواسطے حضرت کی نبوت میں شک کیا کرتے تھے اور حضرت کے مرتبہ کو جیسا
کہ ہے ویسا نہ جانتے تھے اور یہ شیخ جو لکھتا ہے کہ کوئی بولا کہ شدت مرض میں حضرت کو تکلیف نہ دینی چاہیئے سو یہ کسی روایت میں نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ رسولخدا صلعم بیماری میں بہکتے
ہیں انکے قول کا اعتبار نہیں ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور جب شور و غل برپا ہوا تو حضرت کو بہت ناگوار معلوم ہوا اور خفا ہو کر سب کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا **قال الشیخ
الاشعری** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رای میں آیا کہ یہ ارشاد مربیانہ اور مشفقانہ ہے بطور ایجاب نہیں جسکی تعمیل واجب ہو کیونکہ خداوند کریم اس سے پہلے فرما چکا ہے اَلْیَوْمَ
اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی حجۃ الوداع کے دن خداوند کریم کی طرف سے یہ بشارت آئی کہ آج کے دن میں نے اپنے دین کو تمہارے لئے پورا کر دیا اور تمام کر دی میں نے
تمپر اپنی نعمت پھر جب خداوند کریم دین کو کامل کر چکا ہو تو اب یہ امر کسی نئے امر دینی کے لکھوانے کیلئے تو نہیں ہے ہو نہو اسی کی تفصیل ہوگی سو یہ بات چنداں ضرور نہیں
جو اس امر کی تعمیل واجب ہو بلکہ بوجہ شفقت کاملہ آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں سو باوجود شدت مرض کے آپنے ہماری لئے تکلیف گوارا فرمائی تو اسکی مکافات کیا یہی ہے کہ ہم بھی آپکے لئے
اس تکلیف کو گوارا کریں بلکہ مقتضی ادب یہی ہے کہ آپکے فرمانیکا کچھ خیال نکیجے اور اس قصہ کو جانے دیجے اور سچ بھی تو ہے اگر کسیکا باپ بھوک کی شدت میں آپ تو نکھائے اور بیٹے کو بوجہ شفقت
اپنا حصہ کھانیکو فرمائے تو کیا مناسب ہے کہ فرزند عاقل دیدہ و دانستہ پدر مہربان کو بھوکا چھوڑ کر سب نگل جائے بلکہ ایسے وقت میں مقتضی ادب یہی ہے کہ والد مہربان کا کہنا نہ مانے اور
اسی نافرمانی ہی کو اپنی سعادت جانے غرض حضرت عمر نے بوجہ مذکور اور نیز باین غرض کہ شور موقوف ہو حسبنا کتاب اللہ کہا یعنی کافی ہے ہمکو قرآن شریف پھر اس تکلیف کے دینے کی کیا ضرورت
اقول ارے کیوں جھوٹے فقرے لکھتا ہے اور عمر کی اصلاح حال میں خلاف واقع بیان کرکے اپنے ایمان کو کیوں خراب کرتا ہے وہ تو جو کچھ ہونیوالا تھا ہو گیا بھلا تو جو یہ جھوٹ
لکھتا ہے کہ حضرت عمر کے رائے میں آیا یہ انکی رائے میں کب آیا تھا اور کس روایت میں لکھا ہے اور اگر انکی رائے میں یہ آتا کہ یہ ارشاد حضرت کا مربیانہ اور مشفقانہ ہے تو اسکو قبول
کرتے یہ کیوں کہتے کہ اس مرد کو جو درد عارض ہے تو بیماری میں بہکتا ہے اور اسکو ہذیان ہو گیا ہے اسکی قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے اور جو کچھ رسولخدا
صلعم لکھنا چاہتے تھے وہ امر حضرت عمر کو نہایت ناگوار تھا اور سمجھ گئے تھے کہ علی کے واسطے لکھنا چاہتے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں تاریخ بغداد سے کہ
وہ ایک سنی کی تصنیف ہے نقل کیا ہے ورنہ اس سختی سے جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو رد کرنا اور کہنا کہ بیماری میں مرد بکتا ہے اور کیا معنی ہیں اور حضرت کا فرمانا واسطے
ایجاب کے نہیں تو اور کاہے کے واسطے ہے کہ نفی ضلالت کو اُس پر معلق کیا ہے اور اگر وجوب کے واسطے ارشاد حضرت کا نہوتا تو خفا ہو کر لوگوں کو اس طرح سے نہ کہتے کہ کھڑے ہو جاؤ میرے

پاس ہے اور اگر وجوب کے واسطے نہوتا تو ابن عباس رو رو کر کیوں کہتے کہ الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ وبین ان یکتب کتابہ اور اصل میں امر وجوب ہی کے لئے
آتا ہی جبتک کہ کوئی قرینہ صارفہ نہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے سو اس مقام میں امر کے واجب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور آیت اکملت لکم دینکم کے نازل ہونے سے
کیا پیغمبر خدا صلعم نبوت سے معزول ہوگئے تھے کہ انکے قول کا اعتبار بعد نزول اس آیت کے باقی نرہا کیا خوب تحریف کرتا ہی معانی قرآن میں بخاطر عمر اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو نبوت سے معزول کرتا ہی اور یہ نہیں جانتا کہ مراد اس آیت میں نصرت اور غلبہ اور اکمال اصول دین اور معظم امور اسلام ہی نہ جمیع جزئیات چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہی
الیوم اکملت لکم دینکم بالنصر والاظہار علی الادیان کلہا او بالتنصیص علی قواعد العقائد والتوقیف علی قواعد الشرع وقوانین الاجتہاد
یعنی آج کے دن کامل کیا واسطے تمہارے دین تمہارے کو ساتھ نصرت کرنے اور غالب کرنے کے کل دینوں پر یا ساتھ نص کرنے کے قاعدوں عقیدوں پر اور اطلاع کرنیکی قاعدوں
شرع پر اور قاعدوں اجتہاد پر اور جو کہ حق ہی کہ یہ آیت بعد خلیفہ کرنے علی بن ابیطالب کی نازل ہوئی ہی نہ لکھے قلم سی نکلتا ہی نہ زبان سے اور کتابوں میں انکی موجود ہی جلال الدین
سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابو سعید خدری سی روایت کی ہی کہ جسوقت رسول خدا صلعم نے علی کو بروز خم غدیر منصوب کیا اور صدا بلند کی
اُسکی ولایت کی تو جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم اور امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہی کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم
نے فرمایا کہ الحمد للہ علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضاء الرب برسالتی وولایۃ علی من بعدی یعنی شکر ہے واسطے خدا کے اوپر کامل کرنے دین کے اور تمام کرنے نعمت کے اور
راضی ہونے اسکے کی ساتھ پیغمبری میری کی اور خلافت علی کی بعد میرے اور ابن مردویہ نے بھی کتاب مناقب میں یہی روایت لکھی ہی ابو القاسم حسکانی سی لیکن الحمد للہ
کی جگہ اُس نے اللہ اکبر لکھا ہی اور خدا تعالی نے بیشک دین کو کامل کیا علی ع کی خلافت سے کہ وہ نہایت اہم مقاصد تھا اور اسی کی تاکید کے واسطے حضرت لکھنا چاہتے تھے
کہ حضرت بعلم نبوت جان گئے تھے کہ میں ہر چند علی ع کی خلافت کے مقدمہ میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور خم غدیر پر اُسکو منصوب بخلافت کر دیا ہی لیکن یہ لوگ میرے کہے پر
عمل نکرینگے اسواسطے اُسی کی تاکید کرنی چاہتے تھے کہ عمر خطاب اسکو سمجھ گئے اور رسول خدا صلعم کے قول کو رد کیا اور عمل کرنا اسپر ضرور تھا کہ اُسپر عمل کرنے سے گمراہی اور ضلالت سے بچنے تھی
اور ضلالت سے بچنا واجب ہے اور یہ آخری وصیت تھی حضرت کی اُس مقدمہ میں جسکی تاکید ہمیشہ کرتے رہتے تھے اور اگر بوجہ شفقت ہی فرمایا تو بڑی ہی یہ شفقت تھی امت پر کہ ضلالت سے
اُنکو باز رکھتے تھے اور اس سے زیادہ اور کیا شفقت ہوگی کہ لوگونکو گمراہی سی بچاتے تھے اور تکلیفیں تو حضرت نے اس سے زیادہ گوارا کی ہیں اور اسمیں اسقدر تکلیف ہی نتھی تھوڑے سے
کلمہ کا لکھنا تھا اور حضرت خود کیوں لکھتے کہ حضرت کا تو خود لکھنے کا دستور ہی نتھا کسی دوسرے سے فرماتے وہ لکھدیتا کہ بادشاہوں اور امیروں کا دستور ہوتا ہی کہ کہتے تو ہیں اسطرح کہ
ہم لکھیں گے اور لکھتا ہی منشی انکا اور اگر حضرت کے حال پر عمر کو بہت رحم آتا تھا اور تکلیف حضرت کی منظور تھی تو عرض کی ہوتی کہ یا حضرت بہت خوب آپکو تو لکھنے میں تکلیف
ہوگی کسی دوسرے آدمی کو حکم ہو وہ موافق ارشاد حضور کے تحریر کر دیگا یوں کیوں کہتے میاں عمر کہ انکو تو درد سینہ ہو رہا ہی اسمیں بہکتے ہیں اور ہذیان کہتے ہیں عمر کو تو حضرت کے قول کا رد کرنا
منظور تھا اپنے مقصود کے مخالف سمجھکر جسکا مشورہ مدت سے ابو بکر سی ہو رہا تھا اور آپنے باوجود شدت مرض کے یہ تکلیف گوارا کی یہ حضرت کی بڑی شفقت تھی امت پر کہ گمراہی سی بچاتے تھے اور تم
اس صورت میں اگر حضرت کی تکلیف بھی گوارا کرتے تو عین خوشنودی خدا اور رسول خدا تھی کہ امت حضرت کی گمراہی سی نجات پاتی تھی اور حضرت کے واسطے تو کوئی تکلیف
ہی نتھی جیسا کہ ہم لکھ چکے کہ کوئی دوسرا آدمی لکھدیتا اگر سب کو یہ منظور ہوتا تم تکلیف کو حضرت کے گوارا کیوں کرتے اور ایسی صورت میں حضرت کے ارشاد پر عمل نکرنا
جہنم کو اختیار کرنا ہی اور یہ مثال باپ بھوکے کی اور بیٹے کے سبب کھانا نگل جانے کی جو یہاں بیان کی ہی اسکو اس قصہ سے کیا مناسبت ہے اور احکام خدا اور رسول کو عوام
الناس کے افعال پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی اور اسمیں بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر باپ کہے کہ میں بھوکا ہوں لیکن میرا فرزند اس کھانے کی کھانے سے گمراہی اور ضلالت
سے محفوظ رہتا ہی تو اس صورت میں اُس فرزند کو کھانا ہی مناسب ہے گو باپ بھوکا ہی اور باپ سکا اُس سے بہت راضی ہوگا کہ میرے فرزند نے اطاعت بھی میری کی اور اپنی نفس کو
آتش جہنم سے بچایا اور اگر میرا کہنا نہ مانتا تو مجھ کو بھی ناخوش کرتا اور خود گمراہی میں پڑتا اور ایسی صورت میں باپ کے کہنے پر عمل نکرنا بمقتضائے ادب نہیں ہے بلکہ بالکل بے ادبی ہی
اور ایسے ہی مقام میں کہتے ہیں کہ الامر فوق الادب اور عمر نے جو حسبنا کتاب اللہ کہا تھا شور و غل سی پیچھے نہیں کہا تھا بلکہ شور و غل سی پہلے ہی کہہ چکے تھے اور شور و غل تو
اسکے بعد ہوا ہی جیسا کہ بخاری اور مسلم وغیرہ کی روایتوں میں ہی آپ کہاں سے کہتے ہیں کہ شور و غل کی بعد حسبنا کتاب اللہ کہا اور حسبنا کے کہنے سی جہل و تخطیہ عمر نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ کا ثابت کیا اسواسطے کہ اگر حضرت نہیں جانتے تھے کہ کتاب خدا کافی ہی تو جہل حضرت کا لازم آیا اور اگر جانتے تھے اور پھر وصیت کرنی چاہی تو فعل لغو کیا اور خطا
کی سبحان اللہ جو کہ کلام اللہ کو خدا کے یہاں سے لائے وہ تو جاہل ہو اور جو شخص کہ ہمیشہ غلطیاں کرتا ہو احکام خدا میں اور زنان پردہ نشین سی الزام کھاتا ہو اور لولا علی لہلک عمر
کہتا رہتا ہو وہ کتاب خدا سے خوب واقف ہو اور اگر کتاب خدا کی ہی کافی ہوتی تو رسول خدا صلعم اُسکو اہل بیت کے ساتھ کیوں مقرون کرتے اور کیوں فرماتے کہ انی تارک فیکم الثقلین

پس معلوم ہوا کہ قرآن بدون امام کے کہ مفسر اسکا ہی کافی نہ تھا اور اسیواسطے حضرت علی نے فرمایا تھا کہ انا کلام اللہ الناطق اور اگر عمر کو کتاب خدا کافی ہوتی تو لولا
علی لہلک عمر کیوں کہتے پھرتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کسی کتاب نادر الوجود کی کوئی ایسی روایت جو حضرت عمر کے مانع اول ہونے پر اس طرح دلالت کرے
کہ اُسمیں گفت و شنود کی گنجائش باقی نہ رہے شیعہ پیش بھی کرے تو قطع نظر اسکے کہ وہ روایت واقعی صحیح ہے کوئی جعلسازی نہیں تب بوجہ مذکور کوئی گرفت کی بات
نہیں بہر حال منشا اس اعتراض کا قلت فہم و فراست اور نقصان عقل و درایت ہے اور انجام کو دیکھا تو حضرت عمر کی رائے ٹھیک تھی آخر جب یہ شور ہوا تو خود
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس تمام مجمع کی نسبت یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں سے کھڑے ہو جاؤ اور کاغذ دوات قلم کے منگانے کا ارشاد ہوتا اور ضروری اور واجب ہی
ہوتا تو مکرر آپ بتاکید فرماتے **اقول**۔ دیکھ لے بخاری اور مسلم اور مشکوۃ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ نہیں کہ مانع اول حضرت عمر ہی تھے کیا تیرے نزدیک یہ کتابیں
بھی نادر الوجود ہیں جب یہ کتابیں ہی نادر الوجود ٹھیریں اہل سنت کے مذہب میں تو وہ کثیر الوجود کونسی کتاب ہے کل کو اپنے اثبات مذہب کے واسطے قرآن کو نادر الوجود کہدیجو
اور جعلسازی کام اہل سنت کا ہے کہ شیعوں کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں اور شیعوں کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی روایتوں کو پیش کرتے ہیں اور شیعہ جو سند کسی مقدمہ
کی پیش کرتے ہیں تو وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں کو پیش کرتے ہیں اپنی کتابوں کی روایت کو پیش نہیں کرتے اور پیغمبر معصوم کے حکم کو ہذیان کہنا کہ جو کفر بالبت
کرتا ہے تیرے ہی نزدیک گرفت کی بات نہیں جسکے جواب میں علماء اہل سنت سر پٹکتے اور تاویلیں کرتے چلے آئے ہیں اور پھر کچھ بن نہیں پڑا کفار حضرت کے ارشاد کو
سحر اور جنون پر محمول کرتے تھے اور اُنہوں نے ہذیان کہا کفار میں اور اُنمیں کیا فرق ہوا اور پھر کہتا ہے کہ گرفت کی کوئی بات ہی نہیں ہے اور یہ اعتراض قلت فہم اور نقصان
عقل سے نہیں ہے بلکہ وہ داعیہ اس یہ ہے کہ مومن کے نزدیک اسکا جواب ممکن ہی نہیں ہے اور اگر قلت فہم سے ہوتا تو اسقدر اسمیں گفتگوئیں کیوں ہوتیں اور علماء اہل سنت
کو مشکل کیوں پڑتی اور تو بوجہ دانستہ بعض رعایت عمر ایسا کہتا ہے اور حق کو اُلٹا کرتا ہے تیرے نزدیک کیا یہ اعتراض لا اصل نہیں ہے اور عمر کی رائے کے ٹھیک ہونے کی کوئی
وجہ نہیں ہے کہ خلاف حکم رسول خدا کے ورنہ جب بعد اُن حضرت کے سب اور مجمع کو حضرت نے خفا ہو کر اُٹھا دیا جسوقت دیکھا کہ میرا کہنا کوئی نہیں مانتا اور آپسمیں جھگڑتے ہیں اور باہمی
اختلاف اور نزاع کی عمر نے کہ اُنہوں نے اول جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو رد کر کے یہانتک نوبت پہنچائی اور مکرر حضرت کو ارشاد کرنے کی احتیاج نہ تھی تبلیغ حکم خدا
کر دیے تھے اور جسوقت لوگوں کا انکار اس مقدمہ میں دیکھا تو اندیشہ ہوا کہ نوبت قتل و قتال کی پہنچے اور تاکید زیادہ میں لوگ مرتد ہو جائیں اور تبلیغ حکم کی ایکبار ہوتی ہے چاہیے کوئی مانے
چاہے نہ مانے جیسا یک دفعہ حکم کو پہنچا دیا تو وجوب اسکا ادا ہو گیا اور عمر وغیرہ کے انکار سے حضرت کو معلوم ہو گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں اور اسوقت تو اُنہوں نے ہذیان ہی کی تہمت
لگائی ہے مگر کہنے میں معلوم نہیں کیا فساد برپا کرتے اسواسطے حضرت نے سکوت فرمایا اور جنکی طرف سے کھٹکا تھا اُنکا امتحان ہو گیا اگر سو بار حضرت فرماتے تو عمر اور تابعین عمر ہرگز تسلیم
نہ کرتے اور معلوم نہیں کیا کیا سانگ لاتے البتہ اگر ادب اور نرمی سے انکار کرتے اور کہتے کہ آپکو لکھنے میں تکلیف ہوگی تو چونکہ یہ امر ضروری تھا لہذا ضرور اسکی تاکید کرتے لیکن جب ایسی گستاخی
اور بے ادبی کو سنا تو اندیشہ اسکا ہوا کہ اسدفعہ نبوت کا انکار کرنے لگیں گے جیسا کہ پہلے اس سے شک ثبوت نبوت میں کیا کرتے تھے اسلئے مکرر نفرمایا **قال الشیخ الاشعری** اور
علی ہذا القیاس اگر یہ شور جیسا حضرت عمر نے سمجھا موجب آزار خاطر حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا تو کھڑے ہو جانے کو نفرماتے بلکہ یوں کہئے کہ جیسے اور بہت مواقع
میں باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفت کے حضرت عمر کی رای خدا کی مرضی کی موافق نکلی ہے اور اسیوجہ سے اُن مواقع میں اُنکی رای کے موافق وحی آئی اگر وحی آتی تو بوجہ
مخالفت رای نبوی اہل اسلام کے نزدیک عمر سے برا کوئی نہ تھا یہاں بھی حضرت عمر کی رائے خداوند کریم علیم حکیم کی مرضی کے موافق تھی ورنہ جیسے کفار کی تکذیب کے وقت وحی آسمانی
شاہد صدق رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تھی یہاں بھی وحی آتی اور آپکی رای کی تصدیق ہو جاتی ہاں اتنی کمی رہگئی کہ بعد اس واقعہ کے حضرت عمر کی تصدیق کیلئے وحی نازل ہوئی
غالباً پندرہ سولہ واقعہ کی تصدیق کو کافی سمجھکر ایک اس واقعہ میں بغرض تصدیق عمری وحی نازل نہوئی **اقول** عمر نے جو کچھ سمجھا وہ خلاف مرضی خدا اور رسول خدا صلعم کے سمجھا اور لوگوں کے
کھڑے ہونے کو جو حضرت نے فرمایا تو بہت آزردہ و ناخوش ہو کر کہ حضرت کے کہنے کو نہ مانا اور پھر حضرت کے حضور میں شور و غل کہ جو بموجب آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ممنوع ہے برپا کیا خصوصاً عمر وغیرہ نے کہ جو مانعین تھے اور دیگر نوالی حضرت کے حکم کے تھے اور عمر کی کوئی رائے کہ جو مخالف رای رسول خدا صلعم کے تھی ہرگز موافق مرضی خدا کے نہ تھی بلکہ ایسا سمجھنا
کہ رسول خدا صلعم کی رای رد ہوئی اور عمر کی رائے خدا تعالی نے پسند کی بالکل غلط ہے بلکہ قریب کفر کے ہے اور اگر عمر کی اُس رای کے موافق جو برخلاف رای رسول خدا صلعم کے ہو بسبب اتفاق کے وحی
نازل ہوئی تو مضائقہ نہیں ہے اور حضرت صلعم کی رای کے مخالف رای کو مقبول خدا سمجھنا ضلالت اور کفر کی بات ہے کہ عمر کا مرتبہ رسول خدا سے بھی زیادہ سمجھا ہو اس صورت میں تو عمر ہی پیغمبر ٹھیرے
بلکہ پیغمبر سے بڑھکر کہ پیغمبر کی رای تو خدا کو پسند نہ ہوا اور عمر کی رای پسند ہوا اور اُسکی رای کے موافق وحی نازل ہوا اس صورت میں تو خدا تعالی سے بڑی بھول اور چوک ہوئی کہ جو شخص
سزاوار نبوت کے تھے اُسکو تو پیغمبر نکیا اور جو لایق نبوت کے نتھا اُسکو پیغمبر کیا لیکن مرتبہ نبوت کا عمر کیواسطے پھر بھی قائم رکھا گو بعکس ترتیب رسول خدا صلعم کے بعد رہا چنانچہ فرمایا حضرت نے موافق روایت

اہل سنت کے کہ لو کان نبی بعدی لکان عمر یعنی اگر ہوتا پیغمبر بعد میرے تو البتہ پیغمبر بعد میرے عمر ہوتا اور یہ انکار عمر کا اور حضرت کو منسوب بہذیان کرنا ہرگز موافق مرضی خدا کے نہیں ہے تو جھوٹ لکھتا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی ہی حضرت کے ارشاد کو ہذیان سمجھے اور خود ہی حضرت کے حق میں فرماتا ہے کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اس سے معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ وحی بھی خدا کی ہذیان ہی ہے خدا کے فرمانیکا بھی موافق اعتقاد اہل سنت کے اعتبار نرہا کہ وحی بھی اسکی ہذیان ہی ہوگئی اور کلام اللہ کا بھی اس سے ہذیان ہونا لازم آتا ہے اسواسطے کہ وہ بھی وحی خدا ہے اور پیغمبر خدا ہی کی زبان سے اسکو سنا ہے اس صورت میں اس میں بھی احتمال ہذیان کا ہے یہہ بات تو جب صحیح اور درست ہوتی ہے کہ کوئی ارشاد جناب رسولخدا صلعم کا ہذیان نہو اور اس مقدمہ میں تو وحی پہلے ہی آئی تھی اور اب جو فرماتے تھے حضرت تو تاکید فرماتے تھے اور ہر مرتبہ حضرت کا ارشاد محتاج وحی کا نتھا جو اسکی تصدیق کے لئے دوبارہ وحی آتی وہ تو جو فرماتے تھے موافق وحی کے ہی تھا اور عمر کو جو حضرت کے ارشاد کا اعتبار نتھا اور مثل کفار کے وہ بھی تصدیق اسکی وحی سے چاہتا تھا تو وحی کے سنانیوالے رسول خدا ہی تھے جب پہلے ارشاد کا حضرت کے اعتبار نکیا تو اسکا کیونکر اعتبار کرتا اور وحی اسکو کیونکر سمجھتا اسکو بھی رد کرتا اور اسکی تصدیق کے لئے بھی ایک اور احتیاج ہوتی اسکا بھی یہی حال ہوتا اسیطرح تسلسل ہوتا اور جو حضرت کے کسی ارشاد کا اعتبار نکرتا کہ یہ ارادہ حضرت کا تو اسکی مرضی کے موافق کسی طرح سے نتھا اور اگر حضرت کا ارشاد اسکے مرضی کے مخالف نہوتا تو اول مرتبہ ہی اسکو تسلیم کر لیتا اور تجربہ سے اس شیخ کی معلوم ہوا کہ عمر رسولخدا صلعم کو راستگو نہ جانتا تھا بلکہ مثل کفار کے دروغ گو جانتا تھا کہ حضرت کی تصدیق کیواسطے دوسری وحی چاہتا تھا اور عمر کی تصدیق کے واسطے وحی کیسی نازل ہوتی کہ وہ تو وحی خدا کو ہذیان کہہ چکا تھا کیا دوسرے مرتبہ خدا تعالی اپنی وحی کو ہذیان مقرر کرتا کہ جیسے کہ رسولخدا صلعم کا اعتبار گیا تھا عمر وغیرہ کے نزدیک تو کیا خدا تعالی لوگوں کے نزدیک اپنا اعتبار بھی کہوتا **قال الشیخ الاشعری** غالبا پیدرپے سولہ واقعہ کے تصدیق کو کافی سمجھکر ایک اس واقعہ میں بغرض تصدیق عمر وحی نازل نفرمائی اور نیز واقعہ بدلالت آیت مذکورہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ چندان ضرور نتھا چنانچہ مذکور ہوا اور باینہمہ آخر زمانہ حیات نبی میں جو وقت کمال توجہ الی اللہ اور استغراق تام کا ہے کیا مناسب تھا کہ ایسے امور غیر ضروریہ کی طرف اپنی نبی کو مصروف ایذا دیتا یہی وجہ غالبا اس واقعہ میں وحی ربانی جو مصدق عمر اور ناطق بقول خلیفہ دوم ہو جاتی نہ آئی ورنہ یہ تو بات خود مندفع ہو جاتی بالجملہ یہ حضرت عمر کا بولنا تو عقل سلیم کے نزدیک قابل تعریف ہے اور اس پر بھی بوجہ تیرہ درونی اور بغض ذاتی کے اگر کوئی برا کہے جائے تو اسکا جواب بجز اس شعر کے اور کچھ نہیں ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ؛ عیب نماید ہنرش در نظر **اقول** رسولخدا صلعم کی رائے کی مخالفت میں عمر کی رائے کی تصدیق کبھی نہیں ہوئی ہے تو جھوٹ لکھتا ہے اور رسولخدا صلعم پر عمر کو فوقیت دیتا ہے کہ جس سے کفر اور نفاق نکلتا ہے اور اس واقعہ میں عمر کی تصدیق کے واسطے پھر وحی کیونکر نازل ہوتی مگر کیا خدا تعالی دوسرے مرتبہ بھی اپنی وحی کو ہذیان کہلاتا اور آیت کملت لکم دینکم کے نازل ہونیکے بعد جناب رسولخدا صلعم نبوت سے معزول نہیں ہوئے کہ آنکے کسی قول کا اعتبار نہو اور اگر کچھ فرمائیں تو وہ ہذیان پر محمول ہو گیا رسولخدا یہ بات نہیں سمجھتے تھے کہ خدا تعالی نے تو شرع کو موقوف کر دیا ہے اور مجھکو حکم کرنے سے منع کر دیا ہے پھر میں آنحضرت کسی مقدمہ میں کیونکر کہوں اور آیت مذکورہ کے تو معنی ہی نہیں سمجھا ہے اور جواب اسکا مفصل بیان اسکا ہم لکھ چکے ہیں کہ اس آیت نے حضرت کو حکم کرنے سے معزول نہیں کیا ہے اور کلام اللہ کی آیات سے ثابت ہے کہ اطاعت رسولخدا صلعم کی واجب ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ رسولخدا صلعم کے امر کی تعمیل واجب ہے اور کم سے کم استحباب سے تو خالی ہی نہیں ہے لیکن رد کرنا بطریق انکار کے تو مستحب کا بھی جائز نہیں ہے اور اگر آخر زمانہ حیات نبوی کا اہمال توجہ الی اللہ تھا تو یہ ارشاد حضرت کا اس سے بھی زیادہ تھا کہ جس میں امت حضرت کی ضلالت سے محفوظ رہتے تھے اور ایسا ہی ضروری تھا یہہ امر کہ بلکہ ایسی حالت میں اپنی اوپر تکلیف کو گوارا کر کے لکھواتے تھے اور عمر نے کچھ سن تو لیا ہوتا کہ کیا فرماتے ہیں ابھی سنا ہی نہیں ہے اپنی مقصود کے مخالف سمجھکر پہلے ہی سے اسکو رد کر دیا اور کہدیا کہ بیماری میں حضرت بہکتے ہیں اور اسکے ضرور اور غیر ضرور ہونے کی کیا واسطہ تھا وصیت تھی حضرت کی اور وصیت کے رد کرنیکا حکم نہیں ہے بلکہ تاکید اسکی ہے اور اگر عمر کو یہہ منظور تھا کہ ایسے وقت میں حضرت کو لکھنے کیطرف مصروف کرنا مناسب نہیں تو اتنا تو کہا ہوتا کہ یا حضرت لکھنے میں تو آپکو تکلیف ہوگی زبان مبارک سے جو کچھ منظور ہو ارشاد فرما دیجے ہم اسپر عمل کرینگے لیکن دل میں جو وہی علی بن ابیطالب کی خلافت کھٹکتی تھی اسکو سمجھکر حضرت کے قول کو کہا کہ بیماری میں بہکتا ہے ارے واہ رے شیخ کیا وجہ معقول بیان کی ہے کہ ایسے امر غیر ضروریہ میں اپنی نبی کو کیا مناسب تھا کہ مصروف کرتے عمر کو تو یہ بات سوجھی ہی نتھی لیکن تو نے انکی اصلاح حال میں اپنے ایمان کو کھویا اور برباد کیا اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ عمر کے اس قول لچر کی تصدیق خدا تعالی کیونکر کرتا کہ اسکے قول کا اعتبار نرہتا کہ اپنی وحی کو ہذیان مقرر کرتا ہے اور جو امور کہ واقعی ہیں عمر کی خاطر سے انکو تو بہتان ٹھیراتا ہے اور یہ حضرت عمر کا بولنا عقل کے نزدیک قابل تعریف ہرگز نہیں ہے بلکہ قابل نفرین ہے اور وہ کونسا عقل کا اندھا ہے کہ پیغمبر کے ارشاد کو منسوب بہذیان کرکے ذکر اسکو قابل تعریف کے سمجھیگا یہ تو تمہارا ہی کام ہے کہ عمر کے مقابلہ میں رسولخدا صلعم کی حقیقت کو کچھ نہیں سمجھتے اور اپنی تیرہ درونی کی جہت سے عمر کی محبت میں رسول خدا صلعم پر عیب لگا نیکو قابل تعریف کے جانتے ہو

اور عمر کے عیب کو ہنر سمجھتا ہو اور جو مومن ہوگا اپنے پیغمبر پر عیب لگانیوالے کو البتہ برا کہیگا اور عیب لگانیوالے سے اُسکو بغض ذاتی بھی ہوجائیگا اور جو کہ ایمان سے کچھ بہرہ نہیں رکھتا ہے وہ البتہ مثل کفار کے پیغمبر خدا کے عیب لگانیوالیکو اچھا جانیگا اور یہی عجب بات ہے کہ عیب کو ہنر قرار دیتے ہیں ایسا کون باولا ہے کہ جو اس قول کو پسند کریگا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر ارشاد نبوی کو دربارہ طلب کاغذ و دوات قلم شفقت پر محمول کرنا کسی متعصب کو المرء یقیس علی نفسہ کے تعصب نظر آئے اور باوجود اس توضیح کے اس ارشاد کو ارشاد وجوبی ہی کہے جائیے تو یہ اعتراض حضرت عمر ہی پر نہوگا بلکہ اسکے یہ معنی ہوئے کہ تمام اہل بیت اور تمام صحابہ اس جرم میں حضرت عمر کے شریک نکلے اور وہ قصہ ہوگیا مرگ انبوہ جشنے دارد بلکہ اہل بیت اس تقصیر میں اول درجہ کے تقصیروار ہوئے کیونکہ اول تو مریض کی امر و نہی کے مخاطب اُسکے گھروالے ہی ہوا کرتے ہیں دوسرے حضرت عمر تو غیر تھے عیادت کے لئے ساعت دو ساعت کے لئے آگئے تھے۔ **اقول** ان عذروں سے تیرے کچھ فائدہ نہیں ہے جو کچھ ہونا تھا وہ ہو لیا اور عمر کی کسی طرح سے نجات نہیں ہے اور دوات قلم کے طلب کرنیکو ہم ہی شفقت پر محمول کرسکتے ہیں تعصب سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ وصیت لکھدینے میں بڑی شفقت حضرت کے تھی امت پر کہ امت کو ضلالت اور گمراہی سے بچاتے تھے اگر اُسپر عمل کرتے اور سوائے اسکے اور کس جہت سے حضرت کی شفقت تھی حضرت تو مدام اسی فکر میں رہتے تھے کہ اُمت کو میری نجات ہو اور دوات قلم کا طلب کرنا اسیکا سامان تھا لیکن عمر نے اور اُنکے ہمدموں نے نجات کو نچاہا اور اُمت کو حضرت کی گمراہی میں کہا اور حضرت کے ارشاد کو ارشاد وجوب کیونکر نکہیں کہ مشتمل ہے عدم ضلالت پر چنانچہ فرماتے ہیں حضرت کہ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ اور تو حضرت کے قول کو ارشاد کسواسطے لکھتا ہے بلکہ عمر کی متابعت سے تجھکو ہذیان کہنا چاہئے اور کہنا چاہئیے کہ اس ہذیان کو ارشاد وجوبی کہے جائے اور تمام اہل بیت اور صحابہ اس جرم میں عمر کے کیونکر شریک ہوسکتے ہیں سب ہاں کب موجود تھے بلکہ چند آدمی تھے اور اہل بیت کا وہاں موجود ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے نہ صراحتہ نہ کنایتہ صحیح بخاری میں تو روایت پنجم اور ششم اور ہفتم میں یہ لکھا ہے کہ وفی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب یعنی اور گھر میں کچھ مرد تھے کہ اُن میں عمر بن خطاب بھی تھے اور شرح بخاری میں ابن حجر قسطلانی نے بعد فاختلف اہل البیت کے لکھا ہے کہ الذین کانوا فیہ من الصحابۃ لا اہل بیتہ علیہ السلام یعنی جو لوگ کہ تھے اُس گھر میں اصحاب میں سے نہ اہل بیت رسول خدا صلعم کی اور شرح حدیث چہارم میں لکھا ہے کہ قولہ فی الروایۃ الثانیۃ واختلف اہل البیت ای من کان فی البیت من الصحابۃ ولم یرد اہل بیت النبی صلعم یعنی قول اُس صاحب بخاری کا روایت ثانی میں واختلف اہل البیت جو ہے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ جو شخص کہ تھا گھر میں صحابہ میں سے اور نہیں ارادہ کیا ہے اُس سے صاحب بخاری نے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا سو روایتوں میں تو اس طرح لکھا ہے تو اہل بیت علیہم السلام کو کہاں سے کہتا ہے کہ وہ بھی موجود تھے اور گھر والے تو اُسوقت بی بی عائشہ تھیں کہ اُنکے گھر میں حضرت تھے اور امر و نہی کی مخاطب وہ ہی تھیں وہ ہی اول درجہ کی تقصیروار ہونگی اور ہمراہ اپنے چچا کے منکرین اور ہذیان کہنیوالوں میں شریک ہونگی اور عمر اگرچہ غیر تھے اور ایک ساعت کے واسطے عیادت کو آئے تھے مگر جسوقت وہ موجود تھے اُسیوقت اُنکا ما فی الضمیر ظاہر کرنے کو حضرت نے سب حاضرین کی طرف خطاب کرکے دوات و قلم و کاغذ کو طلب کیا اور سب سے پہلے عمر نے دینے سے انکار کیا اور حضرت کو کہا کہ بیمار ہذیان میں بکتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر اُنکی نشست کے وقت کچھ اندیشہ تھا جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے پھر کون تھا آخر اس قصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی روز زندہ رہے بلکہ غور سے دیکھئے تو در صورتیکہ اس ارشاد کو ارشاد ایجابی اور امر وجوبی کہئے جیسے شیعوں کا جی چاہتا ہے تو پھر جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ جرم کے شریک ہوئے کیونکہ جسقدر ہمپر اطاعت خدا و رسول واجب ہے اُس سے زیادہ نبی پر تبلیغ احکام واجب ہے چنانچہ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ اسپر دلالت کرتی ہے اسلئے کہ حاصل آیت مذکور یہ ہے کہ اے رسول پہنچادے جو کچھ تیری طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر یہ کام نکروگے تو پھر تمنے کوئی پیغام بھی خدا کا نہ پہنچایا انتہی اور اُدہر سب نے سنا ہوگا کہ نزدیکاں را بیش بود حیرانی چنانچہ اشارات کلام اللہ اور حدیث بھی اسپر شاہد ہیں تو اب لا جرم یہی کہنا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ احکام اس سے زیادہ واجب ہے کہ ہم پر تعمیل احکام اور ادہر یہ بھی ظاہر ہے کہ تبلیغ جبھی کہہ سکتے ہیں کہ احکام کو بیان بھی کیا جائے اتنی بات کو کاغذ دوات قلم لاؤ میں تمہیں وہ باتیں لکھدوں کہ اُنپر عمل کرو تو گمراہ نہو تبلیغ حکم کہنا اُسیکا کام ہے جو برائے نام ہی انسان ہے اور عقل سے محروم اور دانش سے ناکام ہے الغرض اس صورت میں حضرت عمر سے اگر تقصیر ہوئی بھی تو اتباع نبوی پھر بھی ہاتھ سے نہ گیا اگر حضرات شیعہ جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات اور اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت اس تقصیر کو نعوذ باللہ منہ تجویز کرسکیں تو ہمیں بھی حضرت عمر کی اسقدر گنہگاری کا چنداں رنج نہیں اول تو مرگ انبوہ جشنے دارد۔ دوسرے شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد **اقول** اُنکی نشست کے اندیشہ سے کچھ مطلب نہیں ہے یہاں تو منکرین کے خبث باطن کا ظاہر کرنا منظور تھا اور اسیواسطے موجودگی میں عمر کی حضرت نے دوات و قلم کاغذ کو طلب کیا اور محض لکھنا ہی منظور ہوتا اس امر کا کہ جسکو پہلے اس سے بتاکید فرما چکے تھے تو اُنکی غیبت میں لکھ سکتے تھے لیکن اُسوقت اُنکا حال اطاعت اور عدم اطاعت و حسن اعتقاد و انکا امت پر ظاہر کرنا ملحوظ تھا سو اُنہوں نے حضرت کے ارشاد کو اس طرح سے رد کیا کہ یہ شخص بیماری میں بکتا ہے اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے اور ہمکو کلام اللہ

کفایت کرتا ہی اور جناب رسول خدا صلعم اس جرم میں ہرگز شریک نہیں ہیں اسواسطے کہ ہرچند حضرت پر تبلیغ احکام خدا واجب ہے مگر یہاں حضرت نے حکم خدا کو باقی نہیں رکھا ہی انکو
بھی پہنچا دیا ہی اسلئے کہ جناب رسول خدا صلعم ایتونی بقرطاس ودوات وغیرہ کے کہنے کی مامور تھے اور غرض اس سے اظہار مخالفت عمر اور تابعین انکی کی تھی سو حضرت نے وہ پہنچا دیا
اور جسوقت کہ غرض اس سے ظہور مخالفت عمر وغیرہ ہو تو بعد ظہور غرض غایت کے حاجت لکھنے کتاب کی نہیں ہی اور اگر وہ حضرت کچھ لکھتے تو لکھنا آپکا بیفائدہ تھا کوہی اشکال یہ میں تھا
کہ منکرین معلوم نہیں کیا بات بناتے اگر نبوت کا انکار کرجاتے نفسانیت کی جہت سے تو بعید نہ تھا اور اگر لکھ کر اپنی اہل بیت میں سے کسیکے سپرد کرتے تو وہ اہل بیت کی جعلسازی مقرر کرتے
اور یہ کہتے کہ پیغمبر خدا اپنے ہاتھ سے تو کچھ لکھتے ہی نہ تھے اور اسوقت درد سینہ بھی تھا انہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہی انہوں نے خود لکھ لیا ہی اسواسطے کہ حسب المشافہ زبانی کہنے کو انہوں نے نہ مانا تو نوشتہ
کو کون مانتا ہی کہ اسمیں تو طرح طرح کے احتمال پیدا ہوتے ہیں اور اگر اپنی اہل بیت کو لکھکر دیا بھی ہو تو کیا عجب ہے اور جعلسازی کی تہمت کے خوف سے اسکو نہ دکھایا ہو اور ہمارے مذہب میں
تو ثابت ہے چنانچہ جلاء العیون میں لکھا ہی اور ہمارے نزدیک عدم تبلیغ حضرت کی کسیطرح ثابت نہیں ہے اور یہ آیت جو بیان کی ہی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ
یہ بھی حضرت علیؑ کی خلافت کے حکم میں نازل ہوئی ہی کہ خم غدیر میں بعد نزول اس آیت کے رسول خدا صلعم نے حضرت علی کی حق میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ چنانچہ تفسیر در منثور
اور تفسیر نیشاپوری اور تفسیر اسباب نزول اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ آیت یا ایہا الرسول الخ نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے علی کی فضیلت میں فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اور حقیقت میں یہ آیت حضرت علی کی خلافت کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہی چنانچہ اپنے مقام میں ثابت ہے لیکن علماء اہل سنت نے یہ تو لکھا کہ بعد نازل ہونے اس آیت کے رسول خدا صلعم نے
علیؑ کی فضیلت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا اور بسبب تعصب کے یہ انکی زبانوں سے نہ نکلا کہ علیؑ کی خلافت کے مقدمہ میں ایسا فرمایا ہی خلافت کی جگہ فضیلت کو لکھا اور خلافت
کو نہ لکھا مگر مراد اس فضیلت سے بھی خلافت ہی ہی اسواسطے کہ علماء اہل سنت میں سے ابو القاسم حسکانی نے تفسیر شواہد التنزیل اور ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں ابن عباس اور زید بن
ارقم
عمار سے روایت کی ہی کہ جسوقت مامور ہوے رسول خدا صلعم خدا کی جانب سے کہ پہنچاویں تو علیؑ کے فضائل میں لوگوں کو جس طرح سے کہ تجھکو حکم ہی اسوقت رسول خدا صلعم نے عرض کی کہ خداوندا
لوگ تازہ مسلمان ہیں یعنی میں ڈرتا ہوں کہ میری کہنے کو قبول نہ کریں علی کی مقدمہ میں اور جب آخری حج کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ کو مراجعت فرمائی تو راستہ میں یہ آیت یا ایہا الرسول
بلغ ما انزل الیک من ربک الخ یعنی تاکید نازل ہوئی اب میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلعم و حضرت علیؑ کی فضیلت کے پہنچانے میں سوا فضیلت خلافت کے کیا خوف تھا اس سے
زیادہ فضیلتیں علیؑ کی جناب رسول خدا صلعم نے بیان کی ہیں سو حضرت نے جو فرمایا کہ قبول نکرینگے لوگ تازہ مسلمان ہیں مراد اس سے خلافت علی کی ہی کہ جو بعضے لوگوں کو پسند نہ تھی اور جب
رسول خدا صلعم نے چاہا کہ مرض الموت میں یہ لکھدوں تو ان لوگوں ہی نے انکار کیا اور نزدیک ان کے جب کسیطرح کا تعلق نہو تو انکو کیا حیرانی ہی اور رسول خدا صلعم پر اگرچہ سب سے زیادہ
اطاعت خدا کی واجب ہے لیکن جبکہ مرض میں حضرت مامور تھے کسی تبلیغ کے جیسا کہ ہمنے پہلی بحث میں لکھا ہی اور سب تم سی حکم تھا اسیطرح حضرت نے بیان بھی کردیا اور حضرت نے جو فرمایا
کہ دوات وقلم لاؤ اسی کی کہنے کے مامور تھے سو وہ کہدیا یہ بڑے نام نہیں ہے اور عمر نے اتباع نبی ہرگز نہیں کیا بلکہ حضرت کے ارشاد کو ہذیان مقرر کرکے رد کیا اور حسبنا کتاب اللہ جو
کہا تو اس سے یہی مقصود ہی کہ کتاب خدا کو ہم مانتے ہیں اور پیغمبر کے قول کو ہم نہیں مانتے اور اہل بیت علیہم السلام تو اس مقدمہ میں کچھ تعلق ہی نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ تقصیر
کو رسول خدا صلعم و اہل بیت علیہم السلام کی اگر تجویز کریں تو اہل سنت ہی کرتے ہیں چنانچہ یہ جگہ تجویز کی بھی ہی اور شیعوں کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ اور اعتقاد نہیں ہی اور تقصیر حقیقت
میں عمر ہی سے نکلی ہی اور عمر کی پیروی سے عمر کے یاروں نے کی ہی اہل سنت کو اسکا رنج ہوا ہو اپنا بھی اس تقصیر میں آئی ہی تو عمر کا اور انکے یاران منکرین حکم رسول خدا صلعم کا ہی نہ لوگوں
کسیکا وہ ہی سب کے سب خود ہونگے اور اس عمل کی مکافات کو پہنچیں گے نہ اور کوئی اور اس شعر کا یہاں ذکر کرنا بہت بیجا ہی **وقال الشیخ الاشعری** معہذا دوات قلم کاغذ کے
منگانے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ فرمان خلافت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ظاہر عبارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اسکو تقاضا کرتا ہی کہ دین اسلام کی باتوں کا
خلاصہ جو تمام ارکان کی جڑ ہو تحریر فرماتے یا احکام دین میں سے وہ احکام کہ انکی تعمیل کر تمام احکام کی تعمیل لازم ہو لکھدیتے چنانچہ آپکا فرمانا کہ انپر عمل کروگے تو گمراہ نہوگے اس بات پر
گواہ ہی سو کسی ایک کی خلافت معین کرنے میں یہ بات ظاہر ہی کہ حاصل نہیں ہوتی یونہی ولیکن گھڑنے کو ہر کسی کے منہ میں زبان ہی اور اگر بتکلف اس مضمون کو حضرت علی
کی خلافت کو لازم ہی سمجھیں تو پھر کب تک پھر کچھ نہیں حالانکہ روایت کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پھر گمراہی بھی پیش نہ آئیگی **اقول** دوات قلم کاغذ اسواسطے منگواتے
تھے کہ رسول خدا صلعم کہ حضرت علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ لکھیں دلالت کرتا ہی اسپر عمر کا اس سختی سے حضرت کے قول کو رد کرنا کہ حضرت کے قول کو محمول بہذیان کرنا اور کیا وجہ
ہے کوئی پیغمبر معصوم کو جو حکم کرتا ہی وحی سے کرتا ہی ہذیان کی طرف بھی منسوب کرتا ہی اور روایات اہل سنت سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا کہ رسول خدا صلعم خلیفہ ہی کی
تعیین میں لکھنا چاہتے تھے کہ بعد میرے اختلاف نہو اور میں کہتا ہوں کہ سوای علی بن ابیطالب کے اور کسیکی تعیین ہو ہی نہیں سکتی اور اسی کو وہ حضرت لکھنا چاہتے تھے اسواسطے کہ
جو اوصاف خلافت مثل علم وشجاعت کے کہ علی میں تھے وہ اور کسی میں نہ تھے اور حضرت صلعم نے اپنی زندگی میں بارہا حضرت علی کی طرف اشارہ کیا ہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں

کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں تاریخ بغداد کے حوالہ سے جسکا مؤلف اہل سنت میں سے ہے لکہا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ رسولخدا صلعم نے چاہا کہ اپنی مرض موت میں خلافت کیلئے واسطے اُسکا یعنی علی کا ذکر کریں میں مانع ہوا فتنہ کے ڈر سے اور اس امر کے خوف سے کہ اسلام پراگندہ ہوجاے رسولخدا صلعم سمجھ گئے جو کچھ کہ میرے دل میں تھا اور نہ کہا اور خدا نے جو کچھ مقدر کیا تھا وہ ہوا اور ایک اور روایت لکھی ہے کہ اُسکے آخر میں یہ ہے کہ اور کبھی محبت کی جہت سے کہ اُسکے ساتھ رکھتے تھے رسولخدا چاہتے تھے کہ حق سے طرف باطل کی میل کریں اور مرض الموت میں چاہا کہ اُسکے یعنی علی کے نام کی تصریح کریں میں نے اُنکو منع کیا اس امر سے واسطے شفقت کے امت پر اور واسطے محبت اہل اسلام کے قسم ہے پروردگار خانہ کعبہ کی کہ قریش ہرگز اُسپر اتفاق نکرینگے اور اگر وہ خلافت کو لیوے تو قریش اُسپر اطراف زمین میں شورش کریں پس حضرت رسولخدا صلعم نے جانا کہ میں نے پایا جو کچھ وہ خاطر میں رکھتا ہے اور خاموش ہورہے اور بعد اُسکے ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ذکر هذا الخبر احمد بن ابی طاهر صاحب تاریخ بغداد فی کتابه مسندا اور ابن ابی الحدید اگرچہ معتزلی ہے لیکن حقیت خلافت ثلاثہ کا معتقد ہے اور سنی کی کتاب سے یہ روایت اُس نے لکھی ہے اور اگر علی کے واسطے نہیں لکہتے تھے اور علی کو پہلے اس سے خلیفہ نہیں کر چکے تھے رسولخدا تو علی دعوی خلافت کا اتنے ہوی کیوں بہرتے تھے اور مانع بھی اس خلافت کا کہ علی کو نہ پہنچے سب جگہ عمر ہی تھا رسولخدا صلعم کی زندگی میں بھی اور بعد حضرت کے بھی چنانچہ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ وفی ارسال ابی بکر عمر وابا عبیدة الی علی رسالة لطیفة رواها الثقات باسناد صحیحة تشتمل علی کلام کثیر من الجانبین وقلیل غلظة من عمر وعلی ان علیا جاء الیهما ودخل معهما دخلت فیه الجماعة وقال حین قام عن المجلس بارك الله فیما ساءنی وسرّکم یعنی اور بھیجنے میں ابوبکر کے عمر اور ابو عبیدہ کو طرف علی کی بھیجنا نامہ کا لطیف ہے کہ روایت کیا ہے اُسکو معتمدین نے باسناد صحیحہ کہ شامل ہے کلام کثیر پر دونو جانب سے اور تہوڑی سی سختی جانب عمر اور علی سے اور علی آئے اُن دونوں پر یعنی آئے اُن دونوں کے پاس اور داخل ہوے جس جگہہ کہ داخل ہوی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ کہڑے ہوئے مجلس سے برکت دیوے خدا تمکو اُس چیز میں کہ بد لگی مجہکو اور خوش کیا تمکو انتہی اس سختی کو دو جانب کی دیکہئے اگر خلافت علی کا حق نہیں تھا اور رسولخدا اُنکی ہی خلافت کے واسطے نہیں لکہتے تہے تو پہر علی کو ایسی کیا اُسمیں ملال تہی اور باوجودیکہ خلافت تو ابوبکر کی تہی اور عمر صاحب ہی سب جگہ حضرت علی کے خلافت کے مانع تہے باوجودیکہ ابوبکر اور عمر میں کوئی قرابت بھی نہ تھی وہ تیمی تھے اور یہ عدوی ہاں اگر انکا آپس میں خلافت کے غصب کرنیکا مشورہ نہیں تھا تو اور کیا تھا اور یہ مقام میں جو عمر سختی کرتا تہا یہاں تک کہ روضۃ الاحباب میں لکہا ہے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی کو واسطے بیعت کے مجمع مہاجرین و انصار میں طلب کیا تو بعد گفتگو کے عمر نے حضرت علی کو کہا کہ ترا نگذاریم تا بیعت نکنی اب فرمایئے کہ یہ بار بار کا مانع خلافت علی ہونا اور علی کی خلافت کا اسقدر ناگوار معلوم ہونا دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ جناب رسولخدا کے لکہنے کو خلافت علی کے واسطے سمجہا اس سختی سے منع کیا تہا یا نہیں اور سوائے خلافت علی کے اور کونسا امر تہا وہ کہ جسکے واسطے رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان مقرر کیا اگر انصاف کچہہ دل میں ہے تو سمجہہ جاؤ کہ یہ مقام ہیں جو حضرت عمر علی کی خلافت کے درپے ہوا اور چاہتے تہے کہ خلافت علی کے واسطے نہو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے تو رسولخدا صلعم کو علی کی خلافت ہی کے لکہنے کو سمجہہ کر لکہنے سے منع کیا تہا اور سوائے اسکے اور کوئی امر نہ تھا کہ عمر کو لکہنا اُسکا ناگوار معلوم ہوتا اور رسولخدا صلعم اپنی زندگی میں حضرت علی کو خلیفہ کر چکے تہے اور مرض الموت میں بطور وصیت اُسکی تاکید کرتے تہے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت امیر دعوی خلافت از ابوبکر برای خود نمود چون ابوبکر مشاہدہ کرد کہ کلمات علی جملہ استوار و محکم و ہر یکے ازیں مقابل صد ہزار است از رفق در آمد کہ بیعت تو مرا اجباری نیست جبتہ حال تہا حضرت علی کا دعوی میں خلافت کے اور اُنکے کلام کا جواب تہا تو حق علی کا نہ تہا تو اور حق کسکا تہا اور سوائے اسکے رسولخدا صلعم اور کس مقدمہ میں لکہتے تہے کہ حضرت عمر اسقدر ترش ہوے اور سوائے اسکے اور بہت ایسے امور ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت علی کی خلافت کی ہی مقدمہ میں لکہتے تہے کہ عمر صاحب ہمیشہ جو رسولخدا کو دیکہتے تہے کہ صراحتاً اور کنایتاً علی کی خلافت کی تاکید کرتے ہیں تو مرض الموت کی لکہنے کو بھی یہی سمجہے اسواسطے منع کیا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں سب کچہہ لکہا ہوا ہے اور وہاں ظاہر عبارت رسولخدا صلعم اسی کا تقاضا کرتا تہا کہ دین اسلام کی باتوں کا خلاصہ جو تمام ارکان کی جڑ ہو تحریر فرماتے سو وہ خلافت حضرت علی کی تہی کہ جس میں خیر دنیا اور آخرت کی تہی اور دین اسلام کی باتوں کا خلاصہ اور تمام ارکان کی جڑ وہی تہی کہ حضرت علی ماہر تہے علوم شرع سے مثل رسولخدا صلعم کے کہ نائب کا علم مثل منیب کے چاہئے تاکہ ہدایت کرے خلقت کو اور جہلاء اس منصب کے قابل نہیں ہوسکتے کہ جسوقت شرع کی کوئی مشکل پیش آئے تو دوسرونکی طرف رجوع کریں اور بیشک حضرت علی کی خلافت اصل تہی جمیع امور شرع کے اور وہ ہی ایسے تہے کہ اُسکے زمانے میں گمراہی مقصود تہی اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم خلیفہ ہی کو معین کرنا چاہتے تہے جسکو عمر نے رد کیا ہے اور علی ہی کی تعیین سمجہا کر کیا ہے اور اگر ابوبکر کو یا اپنی ذات کو یا عثمان کو یا معاویہ کو سمجہتے تو کاہیکو رد کرتے کہ یہ تو سب ایک ہی تہے اور خلیفہ کی تعیین کرنیکے مقدمہ میں بہت کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہے از انجملہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ قیل کان النبی اراد ان یکتب تعیین واحد من الصحابة للخلافة لئلا

یقع بعدہ تنازع فیہم وکان بکاء ابن عباس لاجل فوات معتقدہ من ظاہر الخبر یعنی کہا گیا ہی کہ تہے پیغمبر خدا کے ارادہ کیا یہہ کہ لکھیں تعیین ایک کی صحابہ میں سی واسطے خلافت کے تاکہ نہ واقع ہو نزاع بعد اُس حضرت کے اُن میں سے اور تہا رونا ابن عباس کا واسطے فوت ہونے اعتقاد اُسکے کے اس خبر سے اور کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں خطابی سے نقل کی ہی کہ اُس نے کہا کہ ہذا یتاول علی وجہین احدہما انہ اراد ان یکتب اسم الخلیفۃ بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازعوا فیؤدیہم ذلک الی الاختلال یعنی یہ تاویل کیا گیا ہی دو وجہ پر ایک اُن دونوں میں کا تو یہہ ہی کہ تحقیق اُس حضرت نے ارادہ کیا یہہ کہ لکھیں نام خلیفہ کا بعد اپنے تاکہ نہ اختلاف کریں آدمی اور نزاع کریں آپس میں پس پہنچا دی اُنکو وہ نزاع طرف خلل کے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اکتب لکم کتابا کی شرح میں لکھا ہی ہو تعیین الخلیفۃ بعدہ وسیاتی شیء من ذلک فی کتاب الاحکام فی باب الاستخلاف منہ یعنی وہ معین کرنا خلیفہ کا ہے بعد اپنے اور قریب ہے کہ آوی کچھ اُس میں سے کتاب الاحکام میں جو باب الاستخلاف میں اُس میں سے ہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خلیفہ کا نام لکھنا چاہتے تہے اور وہ سوائے علی ابن ابیطالب کے دوسرا کوئی آدمی نہیں ہوسکتا ہی اور ان لوگوں نے اگرچہ یہہ تو لکھا کہ وہ حضرت خلیفہ کا نام لکھنا چاہتے تھی لیکن اپنی مذہب کی رعایت سے کہ خلافت ثلثہ کی باطل ہوجاتے اور عمر مورد طعن ہوتی تہی حضرت علی کا نام نہ لکھا جو کہ حق تہا اور حضرت علی کی خلافت کو پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور حضرت علی کا خلیفہ ہونا ثابت ہوگیا تو بعد اُنکے اولاد طیبین اُنکی خلفاء حقہ ہیں بموجب حدیث سیکون من بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش کے اور جو بارہ خلفاء کہ اہل سنت نے تجویز کئے ہیں ابو بکر عمر عثمان معاویہ یزید عبد الملک وغیرہ یہہ خلفاء حقہ نہیں ہوسکتے کہ جہلاء تہے اور دوازدہ ائمہ علیہم السلام کی خلافت کے حق میں عماد الدین شفروہ حنفی اور اخطب خوارزم نے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جسوقت مجھکو آسمانوں پر لیگئے تو ندا آئی مجھکو جانب پروردگار سے کہ ای محمد پیدا کیا میں نے تجھکو اور پیدا کیا میں نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو اور آٹھ کو اُسکی اولاد میں سے اپنی نور سے اور عرض کیا میں نے ولایت تمہاری کو آسمان والوں پر اور زمین والوں پر پس جس نے کہ قبول کیا اُسکو تو ہوئیگا وہ میرے نزدیک مومنین میں سے اور جس نے انکار کیا وہ کافروں میں سے ہوگا اور ای محمد صلعم اگر بندہ عبادت کرے میری یہانتک کہ منقطع ہوجائے یا نہو جائے ریاضت عبادت سے مثل پوست درہم کشیدہ کے پس آئے نزدیک میرے انکار کرنیوالا ہوکر تمہاری ولایت کا تو نہ بخشونگا میں اُسکو ای محمد تو چاہتا ہی کہ دیکھے اُنکو میں نے کہا کہ ہاں ای پروردگار میرے فرمایا کہ متوجہ ہو جانب راست عرش کے فاذا بعلی وفاطمۃ والحسن والحسین وعلی بن الحسین ومحمد بن علی وجعفر بن محمد وموسی بن جعفر وعلی بن موسی ومحمد بن علی وعلی بن محمد والحسن بن علی والمہدی فی ضحضاح من نور قیام یصلون وہو فی وسطہم کانہ کوکب دری فقال یا محمد ہؤلاء الحجج وہو الثائر من عترتک وعزتی وجلالی انہ الحجۃ الواجبۃ لاولیائی والمنتقم من اعدائی حاصل یہہ کہ دیکھا میں نے ان بارہ امام کو اور مہدی اب تنگ میں نور کے کہڑے ہوئے نماز پڑہتے ہیں کہ مہدی درمیان اُنکے مثل ستارہ درخشندہ کی ہی پس کہا ای محمد یہہ ہیں حجتیں میری اور وہ مہدی قتل کرنیوالا ہی عترت تیری کی جانب سی ہو گا اُن ظلموں کی عوض میں کہ بہ نسبت اہل بیت تیری کی پہونچی ہیں قسم ہی عزت میری کی اور جلال میری کی کہ وہ ہی حجت لازم واسطے دوستوں میرے کے اور انتقام لینے والا دشمنوں میرے سے اور ایسا ہی محی الدین عربی نے فتوحات میں لکہا ہے قریب اسکے اور اخطب خوارزم کو جو صاحب تحفہ نے لکھا ہی کہ وہ زیدیہ طریقہ رکہتا تہا بالکل غلط ہی اسواسطے کہ فرقہ زیدیہ زید شہید تک قائل امامت کے ہیں اور بعد اُن کی باقی ائمہ کو تسلیم نہیں کرتے ہیں چہ جائیکہ امامت اُنکی اگر فرقہ اثنا عشریہ میں سے اُسکو کہتے تو ہوسکتا تہا لیکن دیدہ ودانستہ جہوٹ لکھتے ہیں چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہی اخطب خوارزم کے حال میں کہ کنیت اُسکی ابو بکر ہے اور اس کنیت سے مشہور ہے اور اپنے دیار میں وہ اخطب الخطباء تہا اور اُسکی کنیت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اہل خوارزم سے ہے نہ شیعان سبزوار اور قم اور کاشان سے اور تاریخ بلد الامین اور تاریخ صفدی اور عقد الثمین میں تعریف اُسکی لکھی ہوئی موجود ہی اور جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعات فی طبقات النحاۃ میں مدح اُسکی بہت سی بیان کی ہی پھر وہ زیدی کیونکر ہوجائیگا اور ہم نے فرض کیا کہ وہ زیدی تہا لیکن شیخین کی خلافت کا قائل تہا اور خود صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب اول میں فرقہ زیدیہ کو اہل سنت میں سے شمار کیا ہی اور یہ جو لکھا ہی کہ روایت کی الفاظ اثبات پر دلالت کرتے ہیں کہ گمراہی پیش نہ آئیگی یہہ کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ روایت کی الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور رسول خدا صلعم کو اس امر کا علم تہا کہ بعد میرے یہہ گمراہ ہوجائیں گے اور علم نبوت سی حضرت کو یہ حال معلوم ہوگیا تہا تو حضرت نے ایسا فرمایا تہا اور نہ اسکے فرمانیکی کیا ضرورت تہی پیغمبر کا کلام عبث اور بے فائدہ نہیں ہوتا اور آخر وقوع میں آیا کیا تیرے نزدیک سب فرقہ اہل اسلام کے حق ہیں اور کوئی فرقہ گمراہ نہیں ہے اور سوا اسکے نصرانیوں کا بڑا اعتراض ہی مسلمانوں پر اور کہتی ہیں مسلمانوں کو کہ تم بموجب قول اپنی پیغمبر کے گمراہ ہوا اسواسطے کہ تمہاری پیغمبر نے فرمایا تہا کہ کاغذ و دوات و قلم مجھکو دو کہ تمہاری واسطے میں کچہہ لکھدوں کہ تم بعد میرے گمراہ نہو سو عمر وغیرہ نے وصیت نہ لکھنی دی اور اُمت اُنکی گمراہ رہی **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بہی سہی بپاس خاطر شیعہ ہمنے اس پر بہی خاک ڈالی اور اسیکو تسلیم کیا کہ فرمان خلافت کی تحریر ہی مد نظر تہی لیکن پہر کہاں سے نکل آیا کہ حضرت علی ہی کی خلافت کی تصریح کے لئے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اضطراب تہا بلکہ بدلیل عقلی ونقلی فرمان خلافت حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا نقل کی بات پوچھئے تو صحاح اہل سنت میں کچھ ایسا موجود ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا
کہ یہ کہتی ہیں تھی کہ ابوبکر کے لئے لکھدوں تاکہ کسی تمنا والے کو پھر تمنا باقی نہ رہے مگر یہ خدا کو سوا ابوبکر کے کسی کی خوشی ہے نہ مومنین انکے سوا کسی اور کے روادار تھے غرض
اس روایت کا ماحصل اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اگر لکھنے کا ارادہ تھا تو ابوبکر صدیق کے لئے تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نہ تھا اور عقل سے پوچھئے ہو تو سنیئے کہ دستور یہ ہوا ہے
آپ کو غالبا یہ اندیشہ ہوگا کہ حضرت علی کو بوجہ قرابت شاید خیال جانشینی ہو اور انکے احباب و اقارب اسباب میں ساعی ہوں تو اس صورت میں حق حقدار یعنی ابوبکر کو نہ پہونچیگا
اور اس قسم کا خیال بہ نسبت ابوبکر اہل عقل کے نزدیک متصور نہیں قرابت تھی نہ وراثت تھی ہو تو حضرت علی ہی کی نسبت ہو بالجملہ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ پیچ و تاب تھا اور اسقدر اسکی مدافعت میں اضطراب تھا سو بحمد اللہ بزعم شیعہ انکا یہ خیال بھی راست ہوا حضرت علی خواستگار خلافت کے رہے پھر اس پر آپکی پیشین گوئی
بھی نتیجہ ہوئی خدا تعالی کو اور مومنوں کو سوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی پسند نہ آیا **اقول** پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے کرمانی اور فتح الباری وغیرہ سے ہم
لکھ چکے ہیں کہ وہ حضرت صلعم خلیفہ ہی کی تعین میں لکھتے تھے اور باقی رہا یہ امر کہ علی کے حق میں لکھنا کہاں سے ثابت ہوا سو اس مقدمہ کی بھی روایتیں ہم شرح ابن ابی الحدید
سے لکھ چکے ہیں کہ اسنے تاریخ بغداد سے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب نے ابن عباس سے کہا کہ رسول اللہ صلعم علی کے واسطے لکھتے تھے میں اسکا مانع ہوا اور سوائے اسکے یہ بات ہے کہ اگر ابوبکر کے
واسطے حضرت لکھتے تو یہ لوگ اسکے مانع نہوتے کہ بانی مبانی خلافت ابوبکر تو عمر ہی تھے کہ پہلے سب سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابوبکر ہی کی خلافت کے واسطے فاطمہ زہرا
علیہما السلام کا گھر جلایا گیا لوگ اور لکڑیاں لیگئے اور زبیر اور سعد وغیرہ اصحاب رسول کی بے عزتی کی سو ابوبکر کی خلافت کو وہ ہرگز منع نکرتے اور یہی سمجھ کر کہ حضرت صلعم ابوبکر
کے واسطے تو نہیں لکھتے ہیں علی کے واسطے لکھتے ہیں اسواسطے حضرت کو لکھنے سے مانع ہوا اس سختی سے کہ حضرت کے ارشاد کو ہذیان ٹھیرایا اور کیا وجہ تھی اس سختی اور بے ادبی سے
حضرت کو منع کرنیکی اور اضطراب حضرت صلعم کو حضرت علی کی خلافت کیواسطے ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تاکید اسکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں سے ثابت ہے
مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم علی کو خلیفہ کروگے تو وہ تمکو طرف راہ راست کے لیجائیگا لیکن نہیں دیکھتا ہوں میں تمکو کہ تم اسکو خلیفہ کرو سو حضرت
تو چاہتے تھے کہ بعد میرے علی خلیفہ ہو اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ لوگ اسکو خلیفہ نکرینگے لیکن واسطے اتمام حجت کی آخر وقت میں لکھنا چاہتے تھے اور نہایت رغبت جو تھی علی کے
خلیفہ کرنے کی تو اسیواسطے حضرت کو اضطراب تھا اسوقت کہ یہ لوگ اس مقدمہ میں لکھنا نہ پائیں گے چنانچہ یہی ہوا اور وہ حضرت یہی حسرت اپنے دل میں لئے ہوئے چلے گئے اور
جیسے کہ ان حضرت کو رغبت تھی حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی تو اس خلافت ہی کی سند کے واسطے جنگ تبوک کو تشریف لیگئے تو حضرت علی کو اپنا خلیفہ کر گئے تاکہ لوگونکو
بعد میرے سند ہو علی کے خلافت کی اور پہلے سورہ برائت ابوبکر کو دیکر واسطے سنانے مشرکین کے روانہ کیا اور بعد اسکے جبرئیل حکم لائے کہ یا تو اسکو تو سنا یا جو کوئی کہ تجھ سے ہو
ان حضرت نے حضرت علی کو روانہ کیا کہ تو سورہ برائت کو ابوبکر سے لے اور مشرکین کو سنا اور ابوبکر کو اس منصب سے معزول کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ رسول خدا صلعم کی نیابت کے
لیاقت سب صحابہ میں علی ہی رکھتا ہے اور ابوبکر کسی وجہ سے لیاقت نہیں رکھتا اور ابوبکر کو حضرت نے کبھی تو عمرو عاص کا محکوم بنایا اور کبھی اسامہ بن زید کا اور فرمایا کہ لَعَنَ اللّٰہُ
مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَۃَ چنانچہ ملل نحل اور شرح مقاصد وغیرہ میں لکھا ہے اور ابوبکر اور عمر جیش اسامہ سے تخلف کرکے لعنت خدا میں گرفتار ہوئے اور حضرت علی کو کبھی کسی شخص
کا محکوم نہیں کیا بلکہ تمام جہادوں میں سب کا سردار کرکے بھیجا ہے چنانچہ ریاض النضرۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور خیبر میں پہلے ابوبکر اور پھر عمر کو سردار کرکے یہودیوں سے لڑنے کو
بھیجا اور وہ شکست کھا کر اور بھاگ کر چلے آئے تو حضرت صلعم نے انکی بھاگ کر آنیکو دیکھکر فرمایا کہ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور یہ اسواسطے کہا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس منصب نیابت رسول اللہ کی لیاقت علی رکھتا ہے اور ابوبکر اور عمر لیاقت نہیں رکھتے اور معنی اس حدیث
کے یہ ہوئے کہ البتہ دونگا میں نشان اپنا کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو کہ دوست رکھتا ہو خدا کو اور رسول اسکے کو اور دوست رکھتا ہو اسکو خدا اور رسول اسکا
انتہی جسوقت ابوبکر اور عمر بھاگ کر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اب میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ وہ ایسے اوصاف رکھتا ہوگا اور وہ حضرت علی تھے کہ انکو اپنا نشان دیا اور
علی نے خیبر کو فتح کیا جب حضرت نے اس شخص کے یہ اوصاف بیان کئے تو معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر میں یہ اوصاف نتھے اور رسول خدا نے حضرت علی کو فرمایا کہ وہ بھاگنے والا نہوگا بلکہ حملہ
کرنیوالا اور مکرر جانیوالا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر ایسے نتھے اور فرمایا حضرت نے کہ وہ خدا کو اور رسول اسکے کو دوست رکھتا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر
خدا کو اور اسکے رسول کو دوست نرکھتے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ خدا اور رسول اسکا دوست رکھتے ہونگے اسکو اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول اسکا ابوبکر اور عمر کو دوست نرکھتے تھے
سو اسطرح کے اسناد بہت ہیں جس سے معلوم ہوا کہ قابل خلافت کے علی ہیں اور ابوبکر کو کسی طرح سے لیاقت خلافت کے نہیں ہے اور ایسے ایسے سامان خلافت علی حضرت نے
اپنی ہی زندگی میں کر دیئے اور اہل سنت ہی کی کتابوں سے خم غدیر میں حضرت علی کا خلیفہ کر دینا ثابت ہے اور علمائے اہل سنت اس میں ہر چند تاویلیں کرتے ہیں

جیسا کہ تحفہ میں لکھا ہے لیکن کوئی بات درست نہیں ہوتی اور علماء شیعہ نے اُنکے اقوال کو کہ وہ سب ہیچ اور واہی تھی باطل و منسوخ کر دیا اور علیؑ ہی کی خلافت کے واسطے حضرت
نے چاہا تھا کہ میری مرنیکی وقت غاصبان خلافت موجود نہوں اور مفسد آدمی اس شہر سے خارج ہو جائیں اور اسامہ کو سردار بنا کر ابوبکر اور عمر وغیرہ کو اُسکا تابع کیا اور فرمایا
کہ اسامہ کے ہمراہ چلے جاؤ اور فرمایا کہ جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ مگر شیخین نے لعنت خدا تو گوارا کی اور اسامہ کی ہمراہی سے پھر کر
چلے آئے جب حضرت نے یہ حال دیکھا تو چاہا کہ اپنی وفات کے قریب علیؑ کے حق میں تحریر فرمائیں تو لوگوں نے ہذیان کی تہمت کر کے حضرت کے ارشاد کو رد کیا اور حضرت
علی کے واسطے لکھنے نہ دیا اور کیا بغیرتی کی اور بیحیائی کی بات ہے کہ جو آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے اس واسطے سے تو ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہماری پوتھی میں فلانی بات
یوں لکھی ہے لیکن اُنکا کہنا مسلمانوں کے نزدیک کب معتبر ہو سکتا ہے اسیطرح شیعوں کے نزدیک صحاح اہل سنت کا اعتبار نہیں ہے کہ روایتیں اکثر موضوع ہیں اور معاویہ
نے اپنے زمانہ میں حضرت علیؑ کی عداوت کی جہت سے بہت روایتیں بنوائی ہیں علی الخصوص مدح ثلثہ میں چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے اور یہ
روایت تو کسی خارجی کی تراشی ہوئی ہے کہ کتب صحاح اہل سنت کے خصوصا بخاری کے راوی خوارج بھی ہیں اور جامع الاصول میں لکھا ہے کہ نہ شیعہ صادق ہیں نص کے نقل
کرنے میں امامت علیؑ پر اور نہ بکریہ صادق ہیں نص کے نقل کرنے میں امامت ابی بکر پر شیعوں کو جھوٹا کہنا تو تعصب کی راہ سے ہے اسکا اعتبار کب ہو سکتا ہے مگر اپنے مذہب کی
جھوٹی روایتوں کا اقرار کرنا ہے البتہ وہ معتبر ہے اور شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے کہ انہوں نے بدروات کے مقابلہ میں بکریوں نے واسطے ابوبکر کے روایت وضع کی ہے اور ابن ابی
الحدید گو معتزلی ہے لیکن حقیقت خلافت ثلثہ کا معتقد ہے اور خطبہ شقشقیہ میں جو حضرت علیؑ نے خلفاء ثلثہ کی مذمت لکھی ہے تو ابن ابی الحدید نے برعایت ثلثہ حضرت علیؑ
کے اُس خطبہ کی تاویل کی ہے اور جو احادیث کتب صحاح وغیرہ اہل سنت کے نزدیک معتبر ہیں اور مدار مذہب کا اُنپر ہے وہی معتزلیوں کے نزدیک معتبر ہیں روایتوں میں
دونوں فرقوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور اہل سنت اور معتزلی جو دونوں فرقہ معتقد حقیقت خلافت ثلثہ کے ہیں تو ہمارا مقابلہ ان دونوں ہی فرقوں سے ہے اور اگر ابوبکر کے واسطے
لکھنا حضرت نے فرمایا تھا تو وقت قائم کرنے خلافت ابوبکر کے اُس روایت کا ذکر کیوں نکیا اور الائمۃ من قریش کے ہی کہنے پر اکتفا کیا تاکہ ایک سند ہوتی ابوبکر کے واسطے اور منا امیر
ومنکم امیر بھی نکہتے اور خود مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ نزد اہل سنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ اور تو کہاں اُس جھوٹی روایت کے بہروسے
ابوبکر کے حق میں نص بیان کرتا ہے کہ ابوبکر کے واسطے حضرت لکھتے تھے اور بعد اسکے ہی جب جواب دینے سے عاجز ہوا ہے تو شیعوں کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی روایتوں کو پیش کیا ہے
اور اُس روایت موضوعہ کا ماحصل اگرچہ یہی ہے لیکن وہ روایت جھوٹی ہے کہ فرقہ بکریہ نے وضع کی ہے اور ارادہ حضرت کا حضرت علی کے واسطے لکھنے کا پہلے اس سے ہم
مفصل بیان کر چکے اور دلیل عقلی جو لکھی ہے وہ نقلی سے بھی زیادہ ہیچ ہے اسواسطے کہ پہلے ابوبکر کا حقدار ہونا ثابت کرے تو بعد اُسکے ایسا کہے کہ حضرت کو یہ اندیشہ ہوگا
اور ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں کہ حقدار خلافت کے حضرت علی ہی تھے اور ابوبکر کسی وجہ حقدار نہیں ہو سکتے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک جاہل آدمی جو کہ مسائل دین
میں غلطیاں کرتا ہو اور مسئلہ کے جواب دینے میں عاجز ہو وہ حقدار خلافت ہو جاوے اور اگر ابوبکر کی جہالت دریافت کرنی منظور ہے تو تشئید المطاعن مفتی صاحب اور ذخیرہ
سبحان علی خاں صاحب کو دیکھ کر اہل سنت کی کتابوں سے کسقدر غلطیاں ابوبکر کی اور جہالت اُنکی لکھی ہے اور حضرت علی میں قطع نظر قرابت کی سب اوصاف خلافت موجود
تھے اور ابوبکر میں ایک بھی وصف نتھا اور حضرت علیؑ کو خیال جانشینی کیا بلکہ اُنکو تو جانشین اپنا رسول اکرم ہی نے بنایا تھا اور خلافت کیواسطے صرف قرابت ہی کافی نہیں
ہو سکتی بلکہ اوصاف خلافت بھی چاہئیں اور ابوبکر میں اگر قرابت رسول اللہ بھی تو کوئی صفت خلافت نتھا اور حضرت علیؑ میں دونوں امر تھے اگر اُنکی طرف خیال ہوتا تو وہ ہی
تھا کہ وہ مستحق تھے اور حضرت رسول اللہ صلعم کو جو خیال ہوگا تو اس امر کا ہوگا کہ علی کو میں نص تو خلافت تو کر چکا ہوں لیکن دیکھئے یہ لوگ اسپر عمل کرتے ہیں یا نہیں اسواسطے اضطراب
حضرت کو تھا اور اسیواسطے حضرت علیؑ کے واسطے تاکید اور وصیت لکھنی چاہتے تھے اور ابوبکر کے واسطے تو کوئی وجہ ہی لکھنے کی نتھی اور اگر ابوبکر کے واسطے یہ لکھا ہوتا تو عمر حضرت
کے قول کو کاہیکو رد کرتے اور رد بھی عمر نے ابوبکر ہی کی جہت سے کیا ہے کہ بانی مبانی خلافت بکریہ عمر ہی تھے اور حضرت علی کو خواستگار خلافت اسواسطے ہے کہ رسول خدا اُنکو خلیفہ
کر چکے تھے اور خود حضرت عمر ہی یہی جانتے تھے کہ خلافت حق علیؑ کا ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے استیعاب سے لکھ چکے ہیں اور راغب اصفہانی نے بھی محاضرات میں لکھا ہے لیکن دیدہ و دانستہ
خلافت کو علیؑ کے غصب کیا اور خدا تعالی کو اور مومنین کو جو کہ نیک ایمان پر قائم ہیں خلافت ابوبکر کی سرگرمی نہیں اور زبردستی کسیکے حق کو غصب کرنے سے یہ نہیں
کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کے اور مومنین کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اگر یہی امر ہے تو جسقدر کہ غاصب دنیا میں ہوئے ہیں چاہئے کہ اُنکے افعال خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور معاویہ اور
یزید کی خلافت بھی خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو کہ ان میں اور ثلثہ میں کسیطرحکا فرق نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری القصہ اگر لکھنے کا ارادہ تھا تو حضرت ابوبکر کے لئے
تھا حضرت عمر کی شکایت کریں تو صدیقی کریں شیعان حضرت علی کو کیا کام اگر وہ نقل ہے کہ بوڑھے کو دوا اور دو چار روٹیاں ہی بس ہیں آتی ہیں اور بلی کے خواب میں چھیچھڑے

نظر پڑتے ہیں کوئی بات کیوں نہو حضرات شیعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اماموں کی امامت ہی نظر آتی ہے **اقول** یہ روایت تو بالکل جھوٹی ہے کہ علماء اہل سنت ہی اُسکے موضوع ہونیکا اقرار کرتے ہیں شیعوں کے جواب میں ایسی روایت پیش کرنی بڑی بیحیائی کی بات ہے اور عمر کی شکایت اگر کرینگے تو دوستان رسول خدا اور محبان علی مرتضی ہی کرینگے کہ عمر نے اُنکے پیغمبر کو عیب ہذیان لگا کر قول کو اُن حضرت کے رد کیا اور اُنکے امام کے واسطے جو وصیت خلافت لکھی جاتی تھی اُسکے مانع ہوئے اور اگر فرقہ بکریہ عمر کی شکایت کریں تو بڑی محسن کشی ہے اسواسطے کہ عمر ہی نے تو خلافت ابو بکر بڑی سعی اور جانکاہی سے قائم کی ہے کہ ابو بکر کی ہی خلافت کے جمانیکے واسطے جناب رسول خدا صلعم کو متہم بہذیان کیکے اُن حضرت کے قول کو رد کیا اور ابو بکر کے ہی خلافت کے واسطے صحابہ کبار کی بیعزتی کی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گھر جلانیکو مع اُن آدمیوں کے جو اُس گھر میں تھے علی اور حسنین وغیرہ آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اُس مظلومہ سے کہا کہ تیرا گھر جلاؤنگا مع اُن نفروں کے جو تیری گھر میں ہیں چنانچہ کتب معتبرہ اہل سنت میں مثل استیعاب اور جمع الجوامع اور کنز العمال وغیرہ کے لکھا ہے اور اگر عمر کا قدم درمیان میں نہوتا تو خلافت ابو بکر کی ہرگز نہ جمتی اور بلی کے خواب میں چھیچڑے نظر آتے حال اہل سنت کا ہے کہ بے سند اور بے دلیل ابو بکر کے خلافت کو حق کہتے ہیں اور خواہ مخواہ اُسکے اثبات کے درپے ہیں اور جھوٹی روایتیں بناتے ہیں ایک مرد جاہل کی خلافت کے جمانیکو اور اگر شیعوں کا ایسا حال ہے تو اُنکی جانب حق ہے اور کہنا اُنکا حق ہے کہ وہ حضرت علی کی خلافت کو اور اُنکی اولاد کے امامت کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں اور شیعوں کو اُنکی خلافت اور امامت کیوں نہ نظر آئی کہ جنکو جناب رسول خدا صلعم نے بحکم خدا خلیفہ کیا ہے لوگوں کی مقرر کی ہوئی اُنکی خلافت نہیں ہے کہ چار آدمی جسکو چاہیں اُسکے ہاتھ پر بیعت کرکے کہدیں کہ یہہ خلیفہ پیغمبر کا ہے بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جسکا وہ خلیفہ ہے اُسنے تو اُسکو خلیفہ کیا نہیں ہے اور چار آدمی ملکر کہدیں کہ یہہ اُسکا خلیفہ ہے تو وہ خلیفہ ہوجائے اور پہلی اُمتوں میں بھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ چار آدمیوں نے ملکر کسیکو خلیفہ کردیا ہو بلکہ خلیفہ وہ ہوا ہے کہ جسکو خدا تعالی نے خلیفہ کیا ہے جیسے کہ حضرت ہارون خلیفہ حضرت موسی کے اور طالوت خلیفہ حضرت اشمویل کے اور اُمت کے خلیفہ کرنے سے کوئی خلیفہ نہیں ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** خیر اسجگہ یہہ بات اتفاقی تھی مطلب اصلی یہ تھا کہ جملہ و لیمکنن سے بالاجمال تمام مطاعن خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا جواب نکلتا ہے اب یہاں بس کیجے کہ خلافت خلفاء ثلثہ بوجہ احسن اس آیت سے ثابت ہوگئی اور اُنکا فضل و کمال اور اُنکی بزرگی کما ینبغی اس آیت سے ظاہر ہوگئی ادہر سنیوں کے مذہب کی حقیقت اور اُنکی حقانیت اور شیعوں کے خیال اور گمان کا بطلان اور اُنکے طریقہ کی مذمت بخوبی روشن ہوگئی **اقول** اگر یہہ قصہ قرطاس اتفاقاً لکھا گیا تھا تو کیا مضایقہ ہے لیکن وہ بھی مثل اور مقدمات کے جیسا کہ تھا کہ اُسکا اعتراض عمر پر تھا بدستور باقی رہا اور جو کچھ کہ آپنے موافق اپنے زعم کے اُسکے جواب میں بڑی سعی کرکے لکھا تھا وہ سب رد ہوگیا اور جو کہ تمہارا مطلب اصلی جملہ و لیمکنن سے تھا وہ اس سے پہلے ہی رد ہوگیا ہے بار بار اُسکی طرف اشارہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور خلفاء ثلثہ کی مطاعن میں سے کسی طعن کا جواب تم سے نہیں بن پڑا اور جو کچھ تمنے اپنے زعم کے موافق لکھا تھا وہ سب باطل ہوگیا اور خلافت خلفاء ثلاثہ کی ہرگز ثابت نہوسکی بلکہ اُنکی ایمان اور عمل صالح میں کلام ہے پہلے اُنکا ایمان صحیح اور سب اعمال صالح ثابت کرو تب گفتگو اُنکی خلافت میں کرو اور اس آیت سے اُنکا فضل و کمال ہرگز ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور اہل سنت کے مذہب کا بطلان اور شیعوں کے مذہب کے حقیقت اور حقانیت بدستور باقی رہی **قال الشیخ الاشعری** مگر تنبیہ کے لیے اسقدر گزارش ہے کہ اس آیت میں اول کلمہ لہم اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل حقیقت میں دین پسندیدہ اُنہیں اشخاص کے لئے جمایا جائیگا جو خلیفہ بنائے جاینگے اور یہ نعمت عظمی اوّلاً و بالذات اُنہیں کو عطا ہوگی جو خلیفہ ہوں گے مقصود اصلی وہی محبوب ہوں گے اوروں کو اگر وہ دولت ملیگی تو اُنہیں کے تصدق سے ملیگی مگر استخلاف اور تبدیل خوف میں اُنکا اصل الاصول ہونا عام فہم ہے سمجھکر الفاظ موجودہ پر اکتفا فرمایا پر دین کا ایک کے لیے اصلی ہونا اور باقیوں کے لیے اسکا تصدق ہونا چونکہ ایسا عام فہم نتھا کہ شیعہ بھی مان جائیں تو لیمکنن کے بعد لفظ لہم ہی بڑہایا غرض اُس عہد میں اور بھی اگر اس دین پر ہوں گے تو وہ اُنہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہوگا اس سے ثابت ہوا کہ تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیل امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں اُنہیں چار یار کے لئے تھا لیکن جیسے کسی امیر کی کوئی دعوت کرتا ہے تو اُس امیر کی اقربا اور اُسکے حشم خدم کی دعوت بھی اُس امیر کے طفیل میں کردیتا ہے پھر جو امیر مذکور کھاتے پلاتے ہیں اُسکے اقربا حشم خدم کو بھی وہی کھلاتے ہیں فرق ہوتا ہے تو اصالت اور تبعیت کا اور اعزاز و اکرام کا ہوتا ہے ایسے ہی یہ نعمت عظمی اور دولت جلیلہ خلافت وغیرہ بھی ہر چند اصل میں اُنہیں چار یار کے لئے ہیں لیکن اُنکے طفیل میں اس نعمت عظمی سے تمام اصحاب بہرہ ور ہوئے جو صحابہ کہ کبھی غرباء عرب اور فقراء صحابہ میں معدود تھے وہ بھی مناصب حکومت پر مامور ہوتے تھے اور کفار پر تحکم اور حکمرانی تو ہر کسیکو حاصل تھی ادنی ادنی صحابی کا نام اعداء اہل کتاب کو اُٹھانا پڑا **اقول** جس امر کی آپ تنبیہ کرتے ہیں وہ پہلے ہی تم لکھ چکے اور جواب اُسکا پا چکے ہو اور خلیفہ تو کوئی بھی موافق مرضی خدا اور رسول کے نہیں بنایا گیا اور جن کو کہ لوگوں نے بنایا ہے وہ ان لوگوں کے ہی خلیفہ ہیں نہ خلیفہ رسول مقبول کہ رسول خدا صلعم نے اُنکو خلیفہ اپنا نہیں بنایا ہے اور اہل سنت

نزدیک خلیفۂ حق ہے اور امام صدق معاویہ ہی تھا اور اُس خلیفہ حق نے یزید کو بھی خلیفہ بنایا تھا وہ بھی ہے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مروان کو مدینہ میں معاویہ نے لکھا کہ یزید کے واسطے لوگوں سے بیعت لے اُس نے منبر پر چڑھکر کہا کہ امیر المومنین چاہتا ہے کہ اپنے فرزند کیواسطے بیعت لیوے کہ سنت ابوبکر اور عمر کی ہے اور ابوشکور نے حاشیہ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ امام حسین پر اطاعت یزید کی واجب تھی کہ اُسکو معاویہ نے خلیفہ کیا تھا جسکی اطاعت جمیع صحابہ نے اختیار کی تھی سو خلیفہ حق ہوا اور دین پسندیدہ جو کہ اہل سنت کے نزدیک ہے وہ اُنکو بھی حاصل تھا اور دین پیغمبر اُنکو ہرگز نہ تھا اور وہ ہی مذہب جو کہ ثلثہ کو اور معاویہ کو حاصل تھا وہ ہی مذہب اہل سنت کا ہے اور وہ ہی مذہب اُنکے نزدیک پسندیدہ ہے اور ہمارا مذہب وہ ہے کہ جو رسولخدا صلعم کا مذہب ہے اور تمکین جو اس آیت میں آئی ہے وہ یا تو تمکین کامل ہے کہ جو تمام روی زمین پر جس سے غلبہ ہوا اور یا تمکین فی الجملہ مراد ہے سو تمکین کامل تو ابتک حاصل نہیں ہوئی ہے وہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں حاصل ہوگی اور تمکین فی الجملہ موافق تحریر صاحب کشاف اور صاحب بیضاوی اور صاحب مدارک وغیرہ علماء اہل سنت کے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں حاصل ہوگئی تھی سو وہ بھی بضرب ذوالفقار حیدر کرار جو وقت کہ ثلاثہ مع کفار سے بہاگتے پھرتے تھے اور رسولخدا صلعم کے بعد کے حکام کی تمکین مراد نہیں ہے اور جب حیدر کرار نے دین کو قوی کر دیا بعد رسولخدا صلعم کے روز بروز ترقی ہوتی ہی جاتی تھی یہانتک کہ جیسے کہ معاویہ اور یزید اور عبد الملک وغیرہ کے زمانہ میں تمکین حاصل ہوگئی تھی وہ ثلثہ کے زمانہ میں ہی تھی اور لیستخلفنہم میں جو استخلاف ہے اُسکے معنی لغوی مراد ہیں مالک اور وارث ہونیکی اور لفظ من کا منکم میں واسطے بیان کے ہے موافق تحریر مفسرین مذکورین کے سب مومنین صالحین مالک اور وارث ملک عرب کے ہوگئے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں اور وعدہ خدا اُسی زمانہ میں وفا ہوگیا اور استخلاف سے مراد معنی اصطلاحی کہ وہ نیابت رسولخدا ہی نہیں ہے اور اگر یہہ مراد ہو تو چاہیئے کہ سب مومنین خلفاء رسولخدا ہو جائیں کہ من واسطے بیان کے ہے اور من تبعیضیہ ہو نہیں سکتا کہ اس صورت میں معنی آیت کے صحیح موافق مطلوب کے نہیں ہو سکتی جیسے کہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور اسیواسطے صاحب کشاف و بیضاوی وغیرہ کہ ماہر فن عربی میں انہوں نے من کو تبعیضیہ نہیں لکھا ہے اور انکی سوجھ کسی نے کہ من کو تبعیضیہ لکھا ہے اُس نے بڑی غلطی کی ہے اور ہمارے نزدیک تو مصداق اس آیت کا حضرت مہدی کے زمانہ میں ہے کہ اس آیت کا مقصود سوائے اُسکے کسی زمانہ میں ہم پاتے ہی نہیں ہیں کہ نہ تو تمکین دین ابتک حاصل ہوئی ہے اور نہ بالکل خوف اہل اسلام کا دنیا سے گیا ہے اور نہ بالکل شرک دنیا سے گیا ہے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حکیم علی الاطلاق کہ جو ہر امر پر قادر ہے تمکین ناقص اور امن ناقص اور اعلام امن ناقص کا وعدہ کرے سو اب ہم موافق تحریر مفسرین مذکورین کے کہتے ہیں کہ اصل حقیقت میں دین پسندیدہ جناب محمد صلعم اور مومنین صالحین کے واسطے ہے جو کہ حضرت کے زمانہ میں تھے اور مقصود اصلی وہی خوب ہیں اور جن کو لوگوں نے اپنی رائے سے رئیس بنایا ہے اُنکے واسطے خاص کرکے دین پسندیدہ نہیں ہے کہ اُنکی تو دین پسندیدہ ہی میں کلام ہے اور نعمت عظمٰی ہی جناب رسولخدا اور جمیع مومنین صالحین کے واسطے بالذات ہے جو کہ حضرت کے زمانہ میں تھے کہ مقصود اصلی وہی ہیں نہ خلفاء ثلثہ کہ وہ بسبب نقص ایمان اور نہونے عمل صالح کے اُن ہی مستثنی ہیں اور اگر اوروں کو یہہ دولت ملیگی تو یہہ کہنا چاہیئے کہ حضرت علی کے تصدق سے ملیگی کہ جس نے بضرب ذوالفقار دین کو قایم اور قوی کیا جسوقت کہ ثلثہ بہاگتے پھرتے تھے اور استخلاف یعنی وارث ہونا ملک عرب کا اور امن اور تبدیل خوف بھی علی کے ہی طفیل سے ہوا ہے کہ وہ ہی اصل الاصول تھے اور ثلثہ بھگوڑے ہی تھے اور دین کا اصلی ہونا واسطے رسولخدا صلعم کے ہے اور باقی کے مومنین کے واسطے بتصدق اُن حضرت کے ہے اور بھگوڑوں کے واسطے دین ہی حقیقت میں نہیں ہوتا کہ جو رسولخدا کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بہاگ جائیں چہ جائیکہ دین کا اصلی ہونا اور تمکین کے پڑھنے سے یہہ معلوم ہوا کہ سب مومنین صالحین کو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں تمکین حاصل ہوگی موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے اور اس عہد میں دین پر ہونا صدقہ رسولخدا صلعم کا تھا اور کسیکا اور اگر حقیقت میں دیکھیں تو حضرت علی کی جوتیوں کا صدقہ تھا کہ جس نے دین کو قایم کیا نہ بھگوڑوں کی جوتیوں کا صدقہ اور اگر علی نہوتے تو مدینہ میں سے مسلمان بہاگ جاتے کفار کے خوف سے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ اصل تسلط اہل اسلام اور تمکین دین پسندیدہ اور ازالہ خوف اور تبدیل امن جو کچھ تھا سب کا سب اصل میں علی بن ابیطالب کے واسطے سے تھا کہ جس نے دین خدا کو قایم کیا نہ بھگوڑوں کے واسطے اور یہ امیر کے مثال ہی اگر ہو تو جناب رسولخدا صلعم کے واسطے ہے یا علی بن ابیطالب کے واسطے نہ بھگوڑوں ناقص الایمان والعمل کیواسطے اور نعمت عظمٰی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہے اور بطفیل حضرت کے سب مومنین صالحین کے واسطے نہ تین اور چار کے واسطے اور خلافت مصطلحہ اس آیت سے کسی کیواسطے ثابت نہیں اگر ثابت ہے تو ملکیت اور وراثت ہے اور وہ سب مومنین کے واسطے ہے نہ تین اور چار کے واسطے اور صحابہ جو بہرہ ور ہوئے تو علی بن ابیطالب کی ذوالفقار کے طفیل سے اور حکومت بھی اُنکو حاصل ہوگئی جب کہ حضرت علی نے وقت فرار اصحاب ثلثہ کے جمکر جہاد کیا اور کفار کو پسپا کیا اور جب حضرت علی کے طفیل سے دین خدا کو غلبہ ہوگیا تو مسلمان معزز اور مکرم ہوگئے اور حکمرانی کرنے لگے اور خلافت کو تو چار یار میں کہاں سے منحصر کرتا ہے بے سند مولوی عبد العزیز صاحب تو لکھتے ہیں کہ خلفاء پانچ تھے پانچواں وہ امام حسن کو کہتے ہیں اور صاحب صواعق محرقہ اور پیر دستگیر لکھتے ہیں کہ پانچواں خلیفہ معاویہ ہے اور ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ خلفاء نبوت تین ہی تھے اور حضرت علی کو خلفاء نبوت میں شمار نہیں کرتے ہیں اور تاریخ الخلفاء میں روایت ہے کہ خلفاء ثلثہ یہ تھے ابوبکر اور عمر بن خطاب اور عمر بن عبد العزیز اور جناب رسولخدا صلعم سے جو روایت دوازدہ خلفاء کی ہے اُسمیں اہل سنت کے

نزدیک بعد حضرت علی کے معاویہ اور یزید اور عبدالملک اور اسکے چاروں فرزند بھی داخل ہیں تو کہاں تک کہتا ہے کہ اصل میں انہیں چار یار کے لئے ہیں اور تو جو فرق نکالا ہے
راشدین اور غیر راشدین کا یہ بالکل باطل ہے کہ روایت میں یہ بات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ نعمت خلافت ہر چند بالاصالت چار یار ہی کے لئے تھی مگر
سبھی اُس میں شریک تھے اور ساری نعمتوں سے جو اس آیت میں مندرج ہیں صحابہ اور غیر صحابہ بطفیل خلفاء اربعہ حسب لیاقت بہرہ ور ہوئے اسمیں صحابہ کو بمنزلہ اقربا سمجھئے
اور انہیں میں سے انکو جو وقت نزول آیت کے مشرف باسلام و ایمان ہوئے تھے زیادہ تر قریب سمجھئے بعد مہاجرین اولین کو سب سے اقرب بلکہ بمنزلہ حقیقی بھائیوں کے مقرر کیجئے
اور تابعین کو بجائے اتباع اور خدام کے تصور کیجئے اس صورت میں یہ نعمت گو سب میں مشترک ہوگی لیکن اعزاز اور اکرام میں درجہ بدرجہ فرق ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ
خویش و اقارب اگر بطفیل امیر کی نعمت سے کامیاب ہوتے ہیں تو امیر کیطرف سے خواستگار شکر گزاری یا طالب خدمتگاری نہیں ہوتا ہاں غلام اور خدام اور ذلہ برداروں کی طرف
البتہ یہ نظر رہتی ہے سو اُن میں سے جو قدر شناس اور عاقل و سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ خدمتگزاری اور شکر گذاری سے پیش آتے ہیں اور جو بد اصل اور نا قدر ہوتے ہیں وہ شکر
گزاری تو در کنار اُلٹے اپنے آقا نعمت اور وسیلہ رحمت کے جڑ کاٹنے کے درپے ہوتے ہیں سو اس نعمت عظمی خلافت کا حال بھی یہی ہوا کہ ہر چند خلفاء اربعہ کے صدقہ سے اس زمانہ
تک کے اہل اسلام کامیاب ہیں جسقدر دین کو وسعت اور شوکت ہوئی یا اب ہے حقیقت میں سب انہیں کی خلافت کا پھول و پھل ہے لیکن صحابہ کے زمانہ سے لیکر آجتک
جیسے اس نعمت کے شکر گزار ہیں ویسے ہی اس زمانہ سے لیکر آجتک کافر نعمت بھی برابر چلے آتے ہیں مگر چونکہ علم الٰہی تو وقائع گزشتہ اور وقائع آئندہ کو برابر محیط ہے تو بطور
اخبار بالغیب کے اُن کافران نعمت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور پڑا تا کہ خلفاء اربعہ کی بزرگی اور اُنکے اعداء کی برائی قرار واقعی ثابت ہو جائے اور انکا اور اُنکے اعداء کے
مرتبہ کا حال سب کو بخوبی واضح ہو جائے اسیواسطے بعد اتمام وعدہ اور بیان حال خلفاء اور صحابہ کے جو آگے ہونیوالے تھے ارشاد فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی جو کہ طفیلی و تابع خلفاء کے اس نعمت میں ہوں اور بہر حق نعمت نہ پہنچائیں اور خدمتگاری اور اطاعت فرمان تو در کنار زبان سے
شکر گزار تک نہوں بلکہ اُلٹی بدی سے پیش آئیں تو وہ اصل میں فاسق ہیں کہ کوئی فاسق انکی برابر نہیں اور یہ تو خود ظاہر ہے کہ اس آخر آیت کے مصداق بجز شیعہ اور نواصب
اور خوارج اور قاتل خلیفہ ثانی اور قاتل خلیفہ ثالث اور قاتل حضرت امیر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر چونکہ شیعے اُنکے دشمن ہیں جو اس نعمت کے حق میں
اصل اصول ہیں تو اس فسق میں جو اس ناشکری کا ثمرہ ہے سب میں بیشتر ہونگے اگرچہ کسی اور وجہ سے اور وہ دو فرقے اُن سے بڑھ جائیں۔ **اقول** آیت مذکورہ سے تو خلافت
کسیکی ثابت نہیں ہے موافق تحریر مفسرین اہل سنت کے اور یہ خلافت جو ثلثہ کو حاصل تھی یہ ایسی تھی جیسے کہ معاویہ اور یزید اور عبدالملک کو اور اسکے بیٹوں کو حاصل
تھی انکی اور اُنکی خلافت میں کچھ فرق نہیں ہے اور خلفاء ثلثہ کی شکر گزاری کے مقدمہ میں جو لکھا ہے رسولخدا صلعم کی شکر گزاری کے مقام میں کہ شکر گذاری تو چاہئے
تھی رسولخدا صلعم کی اور لکھا انکی شکر گذاری کے واسطے کہ جنکی شکر گزاری کی کوئی وجہ نہیں ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا کام بنایا تھا ثلثہ نے اور کونسا امر اُن سے ظہور میں آیا تھا
کہ جنکی شکر گذاری کرنی چاہئے جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ میں تو انکا یہ حال تھا کہ رسولخدا صلعم کو بلوا کفار میں تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے اپنی جان بچا کر بھاگ جاتے
تھے اور جب خلافت مغصوبہ پر قایم ہوئے تو یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ حکومت میں بھی واسطے جہاد کے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے مسلمانوں کو جہاد کرنیکا حکم دیتے تھے کہ اگر
انکو جہاد کا حکم نہوگا تو یہ کہینگے کہ یہ کیسا خلیفہ ہے کہ جہاد نہیں کرتا ہے اور اس سبب سے ایسا نہو کہ یہ ہمکو محض امیر دنیا سمجھکر خلافت سے معزول کر دیں سو خود تو جہاد میں
جاتے نہ تھے اور مسلمانوں کو جہاد کے واسطے بھیجتے تھے اور مسلمان بعضی تو ترقی اسلام سمجھکر اور بعضی طمع مال غنیمت میں جہاد کرتے تھے اور انکی ریاست مفت میں ترقی
پکڑتے تھے اور خود اُنہوں نے کیا کام راہ خدا میں کیا تھا ابتدا سے جو طمع ریاست بھی خصوصاً شیخین کو اُسیکی ترقی اور انتظام کے فکر میں رہی لیکن یہ ترقی پیرایہ میں
اسلام کے تھی کہ مسلمانوں کو اسلام کی ترقی کے بہانہ سے بھیجکر لڑواتے تھے اور خالصۃً لوجہ اللہ بے آمیزش نیت کے کوئی امر نہ تھا اور جڑ دین کی تو قایم ہوئی ہے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں
بضرب ذوالفقار اور جب جڑ دین کی قایم ہوگئی اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو اُن حضرت ہی کی جڑ قایم کی ہوئی سے ان لوگوں نے اپنی ریاستوں کی ترقی کرتے تھے اور روز بروز
ترقی ہوتی تھی اور معاویہ اور یزید اور عبدالملک کے زمانہ میں تو ترقی اسلام بہت ہی ہو گئی تھی لیکن یہ سب صدقہ رسولخدا اور علی مرتضی علیہما السلام کا ہے اور ثلثہ کی خلافت کا کوئی
پھل اور پھول نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی ذات سے کوئی کام دین کا نہیں بنایا ہے اور اگر مسلمانوں کو اپنی ریاست کی ترقی کے واسطے بھیجتے تھے تو وہ کام مسلمانوں کا تھا اسکا اجر انکو
ہے اور ثلثہ نے اپنی ذات سے کوئی کام خالص اسواسطے خدا کے نہیں کیا ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں حوالہ سے تفاسیر اہل سنت کے کہ خداتعالی نے جمیع مومنین صالحین سے وعدہ زمین کے
مالک اور وارث ہونیکا اور زوال خوف کا کیا تھا نہ کسیکی خلافت کا سو خداتعالی نے رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں اپنے وعدہ کو وفا کیا جناب رسولخدا صلعم کی سعی سے کہ حضرت نے ترقی
اسلام میں اور دفع کفار میں بڑی کوشش کی کہ بنفس نفیس خود جہادوں میں رونق افروز ہو کر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں یہانتک کہ جنگ احد میں دندان مبارک پتھر لگنے کے صدمے

شہید ہوگئی اور بجز صبر اور شکر زبان نہ ہلائی اور اگر ہمراہی بھاگ جاتے تھے تو حضرت خود وہیں ڈٹے رہتے تھی ایسی ایسی جانکاہیوں سے اسلام کو بڑھایا اور گمراہوں کو راہ
راست پر لائے حضرت کی ان شفقتوں کا اور کوششوں کا اور حضرت کے احسانات کا کس سے شکر ہو سکتا ہے سو یہ نعمت عظمیٰ ایمان کے جو سب مومنین کو حاصل ہوئی ہے اور ترقی اسلام
کی اور زوال خوف وقوع میں آیا ہے تو جناب رسول خدا صلعم کے صدقہ سے حاصل ہوا ہے اور جن لوگوں نے ہمراہ حضرت کے ہو کر راہ خدا میں جہاد کئے ہیں اور جہادوں میں سے بھاگے نہیں ہیں
خواہ مہاجرین ہوں خواہ انصار۔ بعد ان لوگوں کا تو بڑا درجہ ہے کہ انہوں نے ترقی اسلام میں سعی کی ہے اور ان لوگوں کا بھی مسلمانوں پر بڑا احسان ہے کہ انکا جو کچھ شکر کریں
بہت تھوڑا ہے علی الخصوص حیدر کرار کہ جسکی تیغ سے کفار کو لرزہ ہوتا تھا اور اصل اصول ترقی اسلام جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ انکی ذات بابرکات کا شکر سب مسلمانوں پر واجب
ہے سو انمیں جو قدر شناس ہیں اور عاقل سلیم الطبع ہوتے ہیں وہ خدمتگذاری اور شکر گذاری سے پیش آتے ہیں اور جو بد اصل اور ناقدر اور طالب دنیا ہوتے ہیں وہ شکر گزاری تو درکنار
الٹے اپنے آقا و نعمت اور وسیلہ راحت کے جڑ کاٹنے کے درپے ہوئے ہیں سو اس نعمت عظمیٰ نبوت کا حال بھی یہی ہوا کہ ہر چند جناب رسول خدا صلعم کی سعی کے صدقہ میں اور ضرب ذوالفقار حیدر
کرار کے طفیل سے اس زمانہ تک کے اہل اسلام کامیاب ہیں جسقدر دین کو وسعت اور شوکت ہوئی یا اب ہے حقیقت میں سب جناب رسول خدا صلعم کی جانکاہی اور حیدر کرار کی اور مومنین
مخلصین کے جہاد کا پھول پھل ہے جو کہ کفار کو قتل کرتے تھے اور جہاد میں سے بھاگتے تھے لیکن صحابہ کے زمانہ سے لیکر آجتک جیسے اس نعمت کے شکر گزار ہیں ویسے ہی اس زمانہ سے بلکہ حضرت کے مرض الموت
سے لیکر آجتک کافر نعمت بھی برابر چلے آتے ہیں مگر چونکہ علم آلہی تو وقائع گزشتہ اور وقائع آیندہ کو برابر محیط ہے تو بطور اخبار بالغیب کے ان کافران نعمت کی طرف بھی اشارہ کرنا ضرور
پڑا تاکہ رسول خدا صلعم کے اور مجاہدین کی بزرگی اور انکے ناشکروں کی برائی قرار واقعی ثابت ہو جائے اور انکا اور انکی ناشکری کے مرتبہ کا حال بخوبی واضح ہو جائے اسیواسطے بعد
اتمام وعدہ اور ارشاد فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ یعنی اور جو کہ ناشکری کریں بعد حاصل ہونے اس غلبہ اسلام اور بدل دینے خوف کے امن سے اور پہنچنے نعمت کو
نہ پہنچائیں اور خدمتگاری اور اطاعت فرمان تو درکنار زبان سے شکر گزار تک نہوں بلکہ الٹی بدی سے پیش آئیں تو وہ اصل میں فاسق ہیں کہ کوئی فاسق انکی برابر نہیں اور یہ ظاہر
ہے کہ اس آیت کے مصداق بجز خلفاء ثلثہ اور نواصب وخوارج اور قاتل حضرت امیر علیہ السلام اور کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر چونکہ ابتداء ناشکری کے ابوبکر اور عمر سے ہوئی کہ
عمر نے تو بدلے شکر نعمت ایمان کے جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو منسوب بہذیان کہکر رد کیا وہ ارشاد کہ جس میں ضلالت اور گمراہی سے نجات تھی اور اس ارشاد کے دفع کرنے میں
باعث گمراہی بندگان خدا ہوئی اور ابوبکر نے عمر کو واسطے جلانے خانہ دختر نیک اختر رسول خدا صلعم کے امادہ کیا اور عمر آگ اور لکڑیاں ہمراہ لیکر واسطے جلانے اس خانہ جنت آشیانہ کے
مع ان آدمیوں کے کہ جو اس گھر میں حضرت علی اور حسنین اور بنی ہاشم اور دیگر صحابہ کبار تھے جنہوں نے جہاد کر کے دین اسلام کو بڑھایا تھا اور غالب کیا تھا روانہ ہوئے اور
ابوبکر نے دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جسکے سبب سے وقت مرنے کے افسوس کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش میں دروازہ فاطمہ زہرا کا نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے سو اس
فسق میں جو اس ناشکری کا ثمرہ ہے یہ لوگ سب میں مشہور ہوں گے اور بعد انکے معاویہ اور یزید وغیرہ بنی امیہ اور بنی عباس دشمنان آل رسول جو گذرے ہیں انہوں نے انکی
ہی پیروی میں آل رسول کو آزار پہنچائے ہیں اور جسقدر اہل سنت ہیں انہوں نے انکی پیروی اور محبت میں جناب رسول خدا صلعم کی ناشکری یہ کی کہ جس شخص کے صدقہ سے اور جسکی سعی سے
ایمان حاصل ہوا اور ترقی دین اسلام ہوئی اسکے شکر سے تو چشم پوشی کی اور جو لائق شکر گذاری کے نتھے اور کوئی کام انہوں نے شکر گزاری کا نکیا تھا انکی شکر گزاری کو فرض
جانا اور ان ناشکروں کی ناشکری کو برا نسمجھا اور اول میں جو اس نے لکھا ہے کہ خلافت چار یار ہی کے لئے تھی سو خلافت ثلثہ کی تو خلافت دنیا تھی جنکہ خدا اور رسول کو نہ
کی سعی خدا کی اور رسول خدا صلعم کی بخشی ہوئی تھی کہ انہوں نے انکو خلیفہ نکیا تھا بلکہ لوگوں نے خلیفہ کیا تھا اور ثلثہ کے طفیل سے کوئی بہرہ ور نہیں ہوا ہے بلکہ انہوں نے
خود جہاد کئے ہیں اور اپنے جہادوں سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور مہاجرین تنہا اقرب نہیں ہیں بلکہ اقرب مہاجرین اور انصار دونوں میں جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کئے
ہیں نہ بھاگ جانیوالے جہاد میں سے **قال الشیخ الاشعری** اور امیر معاویہ اور بعضے اور صحابہ گو مخالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ رہے لیکن انکا بگڑنا ایسا تھا جیسا بھائیوں کا
بگڑنا کیونکہ وہ اور چاریار اس نعمت خلافت میں بمنزلہ امیر اور غریب بھائیوں کے ہیں کہ باوجودیکہ غریب امیر بھائی کے طفیلی ہوتے ہیں پھر اس سے بگڑتے رہتے ہیں غرض شکر رنجی
برادرانہ کو ہر چند ایک دوسرے کا طفیلی ہو کفر نعمت نہیں سمجھا جاتا اسکو عرف میں نا اتفاقی کہتے ہیں اسیواسطے اگر ایک بھائی کو دنیا میں ثروت ہو جاتی ہے اور اسکے اور بھائیوں کو
اسکے طفیل سے ہمچشموں میں عزت اور گونہ ثروت حاصل ہو جائے تو خوبی سب کو سمجھتے ہیں کہ وہ بھائی جسکے سب طفیلی ہوتے ہیں اپنے اور بھائیوں سے محبت اور حسن
پیش آیا کرے نہ غرور اور تکبر کیا کرے بلکہ اسکے بھائی اگر الٹے تحکم کریں تو سب بھی در مدارات ہی پیش آئے اور نہ مکافات کے درپے ہو اور نہ ان سے انتقام لے بلکہ اگر کوئی شخص
اسکے متوسلوں میں سے ان سے کسی قسم کی پرخاش کرے تو یہ سمجھاوے کہ میری بھائی ہر چند مجھ سے منحرف ہیں پھر بھائی ہیں اور تم ہر چند دوست ہو پھر غیر ہو **اقول** امیر معاویہ
کا بگڑنا بھائیوں کا سا نتھا بلکہ وہ بگڑنا عداوت قلبی کی جہت سے تھا کہ معاویہ نے جگر گوشہ رسول زمن حضرت امام حسن کو زہر دلوایا انکی زوجہ جعدہ کو اغوا کر کے

چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابو بکر سے روایت کی ہے اور تذکرہ خواص الامۃ میں بھی یہی لکھا ہے اور شعبی سے روایت کی ہے اور نہ ہزار سو عدہ پر دلوایا کہ ایک لاکھہ
درہم تجھکو دونگا اور یزید سے تیرا نکاح کرونگا اور جب زہر دلوا کر حضرت امام حسن کو شہید کروا چکا تو درہم تو دیے اور نکاح یزید سے نکیا اور ایسے ہی تہذیب الکمال و مرأت الجنان
وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کے مرنے کی خبر سنی تو تکبیر کہی اور اُسکی متابعت سے سب اہل شام نے تکبیریں کہیں
اور معاویہ کو حضرت علی سے اسقدر عداوت تھی کہ ہمیشہ اُنکو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک یہہ طریقہ بنی امیہ کا معاویہ کی پیروی سے جاری رہا یہانتک
کہ عمر بن عبد العزیز نے اُسکو موقوف کیا اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کرنیکو آیا اور سعد اُسکے پاس گیا اور ذکر حضرت
علی کا ہوا تو معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اُسوقت غضب میں ہوئے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ
کونسی چیز مانع ہے تجھکو ابو تراب کی گالیاں دینے سے اور کتاب عقد ابن ربہ میں اور تذکرہ خواص الامۃ میں اور ریاض النضرۃ وغیرہ میں گالیاں دینا معاویہ کا علی کو اور
بغض رکھنا اُس جناب سے لکھا ہے اور بعد اسکے ہم انشاء اللہ تعالی عثمان کے قتل ہونیکے ذکر میں مفصل لکھینگے یہ حال تھا معاویہ کا اور پھر لکھتا ہے یہ شیخ کہ معاویہ کا بگڑنا بھائیوں کا
سا تھا کیا بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ معاویہ کرتا تھا اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
من سب علیاً فقد سبنی یعنے جس نے علی کو گالی دی اُس نے مجھکو گالی دی یہ گالیاں دینی حضرت علی کو اور اُنکی اولاد کو قتل کروانا شکر رنجی باہمی اور ناز ہے اہل سنت کے
نزدیک اگر یہی ناز ہے اور شکر رنجی برادرانہ بھی ہے تو شیعہ تو کچھہ گالیاں نہیں دیتے ہیں اور نہ کسیکو قتل کرتے ہیں اگر خلفاء ثلثہ پر لعنت کرتے ہیں تو کچھہ مضایقہ نہیں ہے اور طفیلی کیسا
کون ہے البتہ ابو بکر طفیلی حضرت عمر کے ہیں کہ اُنہوں نے بڑی سعی سے ابو بکر کو خلیفہ کیا اور مطعون خدا اور خلق خدا ہوئے اور بھائی ہونا کچھہ کام نہیں آتا ہے جبتک کہ ایمان صحیح
نرکھتا ہو اور خدا تعالی نے قرآن میں حضرت ہود اور حضرت شعیب کو بھی تو بھائی کافروں کا کہا ہے اس سے کیا ہوتا ہے اور معاویہ کے کفر میں کچھہ شبہ نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم
نے اُسپر لعنت کی ہے چنانچہ تاریخ ابو الفدا اور تالیفات بیہقی اور ربیع الابرار زمخشری میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلعم نے دیکھا کہ ابو سفیان گدہے پر سوار ہوا آتا ہے
اور معاویہ اُس گدہے کو کھینچتا ہے اور یزید اُسکو ہانکتا ہے حضرت نے یہ دیکھکر فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور باگ کھینچنے والیکو اور گدہے کے ہانکنے والیکو
تینوں کو اور امام رازی نے کتاب محصول میں لکھا ہے باب جرح اور تعدیل میں کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کو اپنی مجلس میں طلب کیا وہ حاضر ہوئے تو ابو العاص نے
حضرت علی کا ذکر شروع کیا کہ علی ابو بکر کو گالیاں دیا کرتا تھا اور جسوقت امام حسن کیطرف نوبت پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا کہ اے معاویہ تجھکو یاد ہے کہ ایک روز باپ تیرا خچر پر
سوار ہوا جاتا تھا اور تو اُسکو کھینچتا تھا اور یزید اُسکو ہانکتا تھا رسول خدا صلعم نے تم تینوں پر لعنت کی اور ابن عباس نے بھی معاویہ پر لعنت کی ہے چنانچہ سنن بیہقی
میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے باہر نکلے اور تلبیہ کہنا
شروع کیا اور کہا کہ خدا لعنت کرے اُسپر کہ جنہوں نے سنت کو علی کی بغض کی جہت سے ترک کیا اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ خدا لعنت کرے
اُسکو کہ جسنے تلبیہ کو ترک کیا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کرو اُسکو اور شہروں میں بھی یہ حکم کیا جاوے اور منبروں پر
اُسپر لعنت کیجاوے چنانچہ تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے سو ایسے بھائی اور جو کچھہ کہ بھائیوں کے مقدمہ میں لکھا ہے وہ ثلثہ کے بھائی ہیں نہ علی کے اور علی تو معاویہ کے ایسے بھائی
تھے جیسے کہ کفار کے حضرت ہود اور شعیب بھائی تھے اور حضرت علی تو اُسکو لعنت کیا کرتے تھے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** القصہ حق شناسوں کا
دستور یہی ہے کہ باہم کی شکر رنجیوں کی وجہ سے یہہ گوارا نہیں ہوتا کہ غیر خاص کر اپنے غلام اُنکو ایذا پہنچائیں بلکہ خدا اگر کچھہ لیاقت دین یا دنیا کی دیتا ہے تو اُسکی جفا اُٹھاتے
ہیں اور زبان پر نہیں لاتے ہیں بلکہ اُلٹے احسان کیا کرتے ہیں ہاں اگر اپنا نوکر یا غلام اُنکی اہانت یا ایذا کے درپے ہوتا ہے تو اسکو البتہ سزا دیا کرتے ہیں یہی وجہ معلوم ہوتی
ہے کہ جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ اصحاب امیر معاویہ ہمپر لعن طعن کرتے ہیں تو آپنے اپنے لشکریوں کو اُنکی لعن کرنے سے منع فرمایا چنانچہ شیعوں کی معتبر کتابوں
میں موجود ہے افسوس کہ شیعوں نے امیر معاویہ کی تقلید اختیار کی اور تبرا اپنا شیوہ بنایا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا اتباع نکیا کہ کسیکو برا نکہیں مگر اُنکی کہاں نصیب جو
حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا اتباع اختیار کریں اس نعمت کے لائق سنی ہی تھے ع شہپر زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست ٭ این کرامت ہمرہ
شہباز و شاہین کردہ اند **اقول** - بڑے قدر شناس اہل سنت کے نزدیک حضرت عمر تھے کہ جنہوں نے رسول خدا صلعم کی قدر شناسی کی کہ حضرت کے افعال پر اعتراض
کرتے تھے اور نبوت میں حضرت کے شک کیا کرتے تھے اور مرض الموت میں حضرت کے ارشاد کو منسوب بہذیان کیا اور طرفین کے عداوت اور لعن طعن اور ارادہ قتل باہم ایک کا دوسرے کا
شکر رنجی پر محمول کرنا یہہ بھی کام اس شیخ ہی کا ہے کون عقل کا اندھا اسکو شکر رنجی کہیگا اور اپنی آقا کے دشمن کو جو کہ اُسکے قتل پر فوج کشی کرے اور اولاد کو اُسکے

قتل کروائی اور ہمیشہ اُس پر لعنت کرتا ہے لوگوں کو اُس پر لعنت کرنیکا حکم کرے اگر غلام اُسکی ایذا نہ پہونچائیں اور ہمیشہ اُسپہ لعنت نہ کرتے رہیں تو وہ غلام بڑی بیوفا اور نمک حرام ہیں اور جفا اُٹھاتے اور جفا کی عوض میں احسان کرنا دشمنوں کے واسطے ہو تو نہ اُن دشمنوں کے واسطے کہ جو خون کے پیاسے ہوں اور ہزاروں مومنین کا خون کروائیں اور خود ایمان سے بہرہ نہ رکھتے ہوں اور اگر ایسے دشمنوں کو آرام دے اور اپنے آقا کی حمایت میں بد بہیجا ہیں تو سزا اور رحم اور انعام کے ہرگز لایق نہ ہو تو یا اہتا ہو کہ آل رسول کے دشمنوں کو اور اُنکے حقوق کے غاصبوں کو پاک اور صاف کرے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور تو انکی سزا اُنکو پہنچ چکی ہونگے تیرے بچانے سے وہ نجات نہیں پا سکتے اور حضرت علی نے اپنے لشکریوں کو معاویہ وغیرہ کی لعن کرنے سے ہرگز منع نہیں کیا ہے تو جھوٹ لکھتا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی کر کے اہل شام دینے سے منع کیا ہے چنانچہ حضرت علی کا قول نہج البلاغت میں ہے. وقد سمع قوما من اصحابہ یسبون اهل الشام ایام حرب الصفین انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین یعنی تحقیق سنا حضرت علی نے ایک قوم کو اپنی ہمراہیوں میں سے کہ گالیاں دیتے تھے اہل شام کو ایام جنگ صفین میں تو حضرت علی نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ تحقیق میں مکروہ جانتا ہوں واسطے تمہارے کہ تم گالیاں دینے والے ہو جاؤ اور ابن ابی الحدید نے اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ السب الشتم والذی کرہ منہم انہم کانوا یشتمون اهل الشام ولم یکرہ منہم لعنہم ایاہم والبراءۃ منہم یعنی سب معنی دشنام ہے اور وہ چیز کہ مکروہ جانی تھی اُن سے یہ ہے کہ تحقیق وہ گالیاں دیتے تھے اہل شام کو اور مکروہ نہیں جانا حضرت علی نے لعنت کرنے اُنکے کو اہل شام پر اور نہ بیزاری کو اُن سے مکروہ جانا اور یعنی اُسکے تھوڑے سے فاصلہ سے لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ کیا صورت ہوا اس سب کی جسکو امیر المومنین نے منع کیا ہے تو اُسکے جواب میں ہم کہینگے کہ کانوا یشتمونہم بالآباء والامہات یعنی تھے کہ گالیاں دیتے تھے وہ ساتھ باپوں کے اور ماؤں کے اُس سے منع کیا تھا لعنت کرنے سے اور نہ اس بات سے کہ وہ مستحق لعن کے نہیں ہیں بلکہ اس جہت سے بھی منع کیا ہو جیسے کہ خدا تعالی کے قول میں ہے چنانچہ فرماتا ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اور یہ قول نہیں ہے عدم استحقاق لعن اُن کا تو بلکہ لعنت سے حضرت علی کیونکر منع کرتے کہ خود اُنہوں نے اُنپر لعنت کی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغت میں کہتا ہے ... وقد روی ان علیا کان ... یقنت ... یلعن معاویۃ وعمرو وابا موسی وحبیب بن مسلمۃ وعبد الرحمن بن خالد والضحاک بن قیس والولید بن عقبۃ یعنی اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ جسوقت نماز پڑھتے صبح اور مغرب کی اور فارغ ہوتے نماز سے اور سلام پھیرتے تو کہتے اے اللہ لعنت کر معاویہ پر اور عمرو عاص پر اور ابو موسی اشعری پر اور حبیب بن مسلم پر اور عبد الرحمن بن خالد پر اور ضحاک بن قیس پر اور ولید بن عقبہ پر ... مقصد اقصے میں لکھا ہے کہ بعد سے واقعہ تحکیم کے امیر المومنین علی نے فرمایا خطبہ میں ... پر معاویہ اور عمرو عاص اور ابو الاعور اسلمی اور حبیب بن مسلمہ فہری اور ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ اور ابو موسی اشعری پر جسوقت معاویہ کو خبر پہنچی تو وہ حضرت علی اور حسنینؑ اور ابن عباس اور مالک اشتر کو لعنت کرنے لگا یہ حال تھا انکا اور یہ لکھتا ہے کہ ... لعنت کرنی شکایت پر دلالت کرتی ہے یا عداوت قلبی پر اور شیعہ لعنت کرنے میں ... کی تقلید نہیں کرتے ہیں بلکہ خدا تعالی کی اور رسول خدا اور علی مرتضی کی تقلید کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے تو قرآن میں فرمایا ہے کہ یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون اور بلعم کے حق میں فرمایا ہے ان علیک لعنتی الی یوم الدین اور ... ناصبین ... لعنت کرنا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ... بدر میں ... تھا اور حسان ... عائشہ کو تہمت زنا کی لگائی تھی اور بیضاوی میں لکھا ہے ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے خدا تعالی نے اُنپر لعنت کی ہے کہ وہ سب مومنین ہیں اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم دعائے قنوت میں بعضی مشرکین کا نام لیکر لعنت کرتے تھے اللہم العن فلان وفلان اور معاویہ پر لعنت کرنا حضرت کا ربیع الابرار اور محصول امام رازی اور تاریخ ابو الفدا اور تالیفات بیہقی میں لکھ چکے ہیں اور حضرت علی کا معاویہ پر لعنت کرنا ابھی گزرا ہے سو شیعہ خدا کے حکم سے اور رسولخدا اور علی مرتضی کی تقلید سے لعنت کرتے ہیں اور اہلسنت جو لعنت نہیں کرتے ہیں تو تقلید رسولخدا اور علی مرتضی کی منظور نہیں ہے. **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ کیا کلام معجز نظام ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا صحابہ سے وعدہ کیا اور اُنکے فضائل اشارۃً وصراحۃً بیان کر دئے منافقین صحابہ کی جڑ ہی کاٹ دی ہے وہ بھی کچھ اس طرح کہ دشمنان صحابہ یہ سر پکڑ کے بیٹھ گئے کہ برطابق آیۂ ... یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک ... تو پھر تاویل کی گنجایش رہتی کہہ سکتے کہ صحابہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے عقیدہ کے موافق مرتد ہو گئے تھے ومن کفر سے وہی مراد ہیں اور کفر سے کفر حقیقی مقصود ہے کفران نعمت مراد نہیں مگر خدا نے کہیں کوئی بات نہ رکھی ہے اہل فہم تو پہلے ہی سمجھتے تھے کہ ایسا ایمان اور عمل صالح جو خداوند کریم ... سے ... امتحان میں عمدہ نکلے یہاں تک کہ اُس پر انعام ... بے بدل بلکہ نہیں ہو سکتا ایسا ایمان اور عمل صالح بجز اُن لوگوں کے میسر نہیں جنکے حق میں شیطان تو یوں کہے الا عبادک منہم المخلصین یعنی اے خدا میں سبکو گمراہ کرونگا سوا تیرے چنے ہوئے بندوں کے اور خداوند کریم کا یوں ارشاد ہو ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی اے ابلیس بیشک جو کامل اور چنے بندے ہیں اُنپر تیرا قابو نہیں ... کلام اللہ سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ مخلصین یعنی چنے ہوئے مومنوں کا لشکر شیطان سے محفوظ ہونا یا معصوم ہونا

لازم ہے کیونکہ آیت لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے گناہوں سے بچا دینا اور بچے رہنے کی وجہ یہی فرمائی کہ
وہ مخلصین میں سے تھے پھر جب خلفاء اربعہ جنکا مخلصین میں سے ہونا ابھی مرقوم ہوا محفوظ یا معصوم ہوئے تو پھر مصداق من کفر کیونکر ہو سکیں گے **اقول** بے شک کلام خدا کا
کلام معجز نظام ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا کیونکہ اپنے علم ازلی سے جو جانتا تھا کہ بعضے آدمی ان لوگوں میں سے کہ جن سے ہمنے وعدہ کیا ہے بعد ایفاء وعدہ کے اپنے ایمان صحیح سے
پھر جائیں گے اسواسطے آخر میں اس آیت کے اسقدر اور زیادہ کیا کہ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ یعنی اور جو لوگ کہ کفر کریں بعد اُس نعمت ایفاء وعدہ کے
کہ وہ تمکین دین اور زوال خوف ہے تو پس وہ لوگ ہی بدکار حکم خدا سے باہر ہو جانیوالے ہیں اور ایسا ہی ہوا بعد رسولخدا صلعم کے بعضے صحابہ مرتد ہو گئے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کتب اہل سنت میں
لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ملائکہ کچھہ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائیں گے تو میں کہونگا کہ انکو کہاں لئے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں
اُسوقت ملائکہ میرے جواب میں کہیں گے کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک ولن یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم یعنی نہیں جانتا ہے تو کہ جو کچھہ
احداث کیا ہے انہوں نے دین میں بعد تیرے اور ہمیشہ رہے ہیں پھر جانیوالے اوپر پاشنوں اپنی کے اور مرتد ہو گئے ہیں جب سے کہ مفارقت کی ہے تو نے اُن سے اور جامع الاصول
وغیرہ میں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے شہداء احد کے مقدمہ میں فرمایا کہ انکا انجام بہت اچھا ہوا تو ابوبکر نے کہا کہ یا رسول خدا کیا ہم انکے بھائی نہیں ہیں کہ مثل انکی ایمان لائے
اور جہاد کیا حضرت نے فرمایا کہ ما ادری ما تحدثون بعدی یعنی نہیں جانتا میں کیا احداث دین میں کرو گے تم بعد میرے ابوبکر یہہ سنکر روئے اور کہا کہ بعد تیرے ہم البتہ ایسے
ہی ہونیوالے ہیں یا رسولخدا اور ہماری نزدیک تو یہ آیت جناب رسولخدا اور اُنکی اہل بیت کی شان میں ہے کہ خدا تعالی اُنکو تمکین کامل عطا کرے گا کہ تمام روی زمین پر اُنکا
تسلط ہو جائیگا اور کسی طرح کا خوف باقی نہ رہیگا اور سوای خدا کے کوئی کسیکی عبادت نکریگا اور نہ کوئی شرک کریگا اور مصداق اسکا امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے اور
ایسا نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالی کہ جو ہر امر پر قادر ہے تہوڑیسی زمین کی تمکین اور زوال خوف کا وعدہ کرے تہوڑیسی زمین پر تو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بھی تمکین اور
زوال خوف تہا لیکن بعد اسکے کہا اور تمکین بڑہ گئی مگر ناقص ہی رہی اور ابتک ناقص ہے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کیا عبادت خدا کی مسلمان نہیں کرتے تہے بلکہ
پہلے اس سے بہی عبادت خدا ہی کی کرتے تہے اور شرک بہی نہیں کرتے تہے اس وعدہ کا کیا فائدہ ہوا کہ جو امر پہلے سے حاصل تھا اُسکا وعدہ خدا کرتا ہے سو موافق
مذہب اہل سنت کے معنی اس آیت کے درست ہو ہی نہیں سکتے اور اگر موافق اہل سنت کے کہیں تب بہی ہمارا مطلب ثابت ہے کہ صحابہ سے وعدہ تمکین دین اور زوال
خوف کیا تو رسولخدا ہی کے زمانہ میں اُسکا ایفا کیا اور فضیلت صحابہ کی کوئی بیان نہیں کی ہے اور نہ منکران صحابہ کے حق میں کچھہ بیان کیا ہے اور وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ
جو بعد اسکے ہے وہ اُن لوگوں ہی کے حق میں ہے کہ جن سے وعدہ کرکے ایفاء وعدہ کیا اور دشمنان صحابہ کا تو اس آیت میں ذکر ہی نہیں ہے نہ صراحتہً نہ کنایتہً اور جسوقت
کہ سب بعد وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ آیا تو يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کا حاصل ہی اُس نے ڈھا دیا اسواسطے کہ گو وہ لوگ عبادت خدا کی کرینگے اور شرک نہ کرینگے لیکن
جسوقت مرتد ہو جائیں گے یا کفران نعمت کرینگے تو وہی فاسق اور بدکار ہیں اور ان لوگوں ہی کیطرف خدا تعالی خطاب کرکے فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ
عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ الخ سو خدا تعالی کا فرمانا عبث تو ہے ہی نہیں اپنے علم سے جانتا تھا کہ ان میں سے مرتد بہی ہو جائیں گے اسواسطے فرمایا اور تاویل
ہمنے کسی طرح سے نہیں کی ہے اس آیت کے ظاہر معنی ہی سے ہمارا مطلب ثابت ہے اور تاویل تو کرتا ہے کہ باوجودیکہ اشارہ ذلک کا ایفای وعدہ یعنی تمکین دین اور زوال
خوف کی طرف ہے اور کفر کرنیوالا عام ہے جو کوئی کہ ہو اور تو تاویل کرکے منکران صحابہ کیطرف لیجاتا ہے اور مرتد ہو جانا بعضے صحابہ کا فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے اور
من کفر سے مراد بیشک وہی مومنین صالحین ہیں اگر بعد اسکے مرتد ہو جائیں یا کفران نعمت کریں اور بے شک خدا سے کوئی بات نہیں رہی ہے انہیں سے بعضوں کے
مرتد ہو جانیکی طرف بہی اشارہ کر دیا اور ایمان اور عمل صالح بیشک خدا کو پسند ہے اگر ہمیشہ باقی رہے لیکن خدا تعالی نے یہہ نہیں فرمایا ہے کہ تمکین دین کی دینگے تو تمہارا
ایمان بہی ہم قائم اور باقی رکہینگے بلکہ یہہ فرمایا ہے کہ اگر تم بعد اسکے مرتد ہو جاؤ گے تو تمہاری برابر کوئی فاسق نہیں ہے اور جو لوگ کہ مرتد ہو گئے ہیں انکا ایمان جسوقت کہ وہ
مومن تہے تو البتہ خدا کو پسند تھا اور جب مرتد ہو گئے تو پھر کاہیکو پسند ہوگا اور نہ امتحان میں وہ لوگ عمدہ نکلے کہ جہادوں میں سے بہاگتے تہے اور نبوت میں پیغمبر کے شک
کرتے رہتے تہے اور انعام حقیقت میں اُن لوگوں کو ملا ہے کہ جنہوں نے ڈٹ کر جہاد کئے ہیں اور کفار کو قتل کرکے اسلام کو غالب کیا ہے اور بہگوڑوں کو یہہ انعام
اُنکے طفیل سے ملا ہے کہ جب شیر شکار کرتا ہے تو اُسکا بچا ہوا گیدڑ اور لومڑی کے بہی حصہ میں آجاتا ہے سو اُنکو یہ انعام بالعرض تھا ایسے آدمیوں کا ایمان مبدل بکفر ہو جائے
تو بعید نہیں ہے اور مخلصین میں سے کبھی وہی آدمی تہے کہ اپنی جان کا لحاظ راہ خدا میں نکرکے کفار کے دلوں میں گھس جاتے تہے اور خوب تلوار کرتے تہے اور جو لوگ کہ

کہ جان کو اپنی چراتے تھے جہاد کرنے سے اور کفار کے خوف سے بھاگتے پھرتے تھے وہ مخلصین میں سے کیسے ہو جائیں گے تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے تو بے دلیل اگر ثلثہ کا مرتبہ
پیغمبر خدا سے زیادہ کہدے تو تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے اور ثلثہ ہرگز چنے ہوئے بندوں میں سے نہ تھے بلکہ مثل اور مومنین کے ایمان بھی انکا صحیح نہ تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں
چہ جائیکہ مومنین مخلصین میں سے ہونا اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے رتبہ کو پہنچانا اور مخلصین کو گناہوں سے محفوظ یا معصوم ہونا البتہ لازم ہے اور قرآن سے
بھی ثابت ہے لیکن ثلثہ مخلصین کیا بلکہ ایسے فاسقین میں سے تھے کہ نجات انکی دشوار ہے اور جب کہ وہ مخلصین میں سے نہ ہو تو بیشک مصداق ومن کفر بعد ذلک کے ہونگے
قال الشیخ الاشعری اسکے بعد جو لوگ کچھ قلیل سا بھی فہم رکھتے ہیں انکے لئے وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِینَهُمُ الَّذِی ارْتَضَیٰ لَهُمْ بڑہایا تا صحابہ کی نسبت اپنی زبان و دل کو آلودہ
گستاخی نکریں اور انکی لعنت کی سزا میں ہماری لعنت کے مستحق نہوں لیکن اغنیا اور جہال کے سمجھانے کے لیے بھی کوئی بات ضرور چاہیئے تھی جملہ یَعْبُدُونَنِی لَا
یُشْرِكُونَ بِی شَیْئًا زیادہ فرمایا کہ احتمال ارتداد بھی باقی نرہی اور بسبب اپنی تیرہ درونی اور کم فہمی کے اپنی ہجو کو جو من کفر سے شروع ہی صحابہ کے اوپر مطابق نکرنے لگیں واقعی
یَعْبُدُونَنِی لَا یُشْرِكُونَ بِی شَیْئًا نے احتمال ارتداد کو جو بفرض محال پیش آتا تھا بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا کیونکہ اس میں انکی آخر حال تک خبر دیدی سو جو کچھ خداوند کریم
نے ارشاد فرمایا وہ سب خلفاء اربعہ میں بوجہ اتم ظہور میں آیا یہانتک کہ شیعہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خلفاء ثلثہ خصوصاً حضرت عمر ظاہر شریعت کی پاسداری
اور ترویج دین اور زہد و تقوی کی رعایت بہت کرتے تھے چنانچہ شریف مرتضی نے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں بلکہ اور علماء نے بھی اسبات کو واضح لکھا ہے اگرچہ اپنی بدی سے
باز نہیں آئے اور موافق مثل مشہور المرء یقیس علی نفسه کی وجہ اسکی یہ تراشی ہی کہ یہ سب لوگوں کے دکھانیکو تھا لیکن جملہ یعبدونی اور نیز اس جملہ کا ماقبل جب انکے اخلاص
پر دلالت کرے تو پھر موافق مثل مشہور الرافضی فوارہ لعنت از وی خیزد و بروی ریزد یہ برائی اور بدگوئی انہیں کے سر رہے گی معہذا لفظ ذلک نے امامیہ کا مونہہ بالکل سی
دیا کیونکہ اگر بالفرض بفرض محال خلفاء ثلاثہ بعد وفات رسول اللہ صلعم مرتد بھی ہوے تو نعوذ باللہ خدا نے اتنا بھی نہ سمجھا جیسے شیعہ سمجھے چاہئے تھا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
وَفَاتِ النَّبِیِّ صلعم کہتا اور کہدیا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ جس سے دروغگوئی کی تہمت اپنے ذمہ لگی اور اگر ومن کفر بعد ذلک بجاے خود بھی تو شیعوں
کے مفید مطلب نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ اگر ومن کفر سے اصحاب ثلثہ ہی مثلاً مراد ہیں تو انکا کفر بعد اتمام نعمت موعودہ ہونا چاہئے تو اس صورت میں انکار امامت حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے جو شیعوں کے نزدیک بمجرد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ خصوصاً خلفاء ثلثہ سے ظہور میں آیا کفر لازم نہ آوی سو اول تو یہ شیخ جی کا گھر بنا بنایا
ڈہ جائیگا کہ انکار امامت اور انکار رسالت دونوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے دوسرے خلفاء ثلثہ کے استحقاق خلافت کے انکار سے جو اس آیت سے ثابت ہے تا خود کافر بنا پڑیگا
خیر اس صورت میں ہمیں بھی شکایت نہیں ۵ شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی * گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد * **اقول** مراد خداتعالی کی بموجب
تحریر مفسرین اہل سنت وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِینَهُمُ الخ سے یہ ہے کہ دین کل مومنین صالحین کا کہ جو دین اسلام ہے اسکو تمکین ہم بخشیں گے سو خداتعالی نے جناب رسول خدا
صلعم کے ہی زمانہ میں بشجاعت اصحاب برا علی الخصوص ضرب ذوالفقار حیدر کرار سے تمکین دین بخشی لیکن بعد اسکے جو بعضے ایمان صحیح پر قائم نرہی انپر موجب
حکم خدا لعنت ہوتی ہے اور ایمان سے پھر جانیوالوں پر زبان مومنین کے لعنت کرنے سے کیونکہ بند ہو کہ موجب حکم خدا ہے اور تمکین دین کو یہہ لازم نہیں ہے کہ انمیں
سے کوئی اپنے ایمان کو تباہ نکرے آخر انکو خدا ہی خطاب کر کے فرماتا ہے کہ وَمَن یَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِینِهِ اور جو کوئی کہ ایمان سے پھر جانیوالوں پر لعنت کرتا ہے وہ اپنے دین
کو برباد نہیں کرتا ہے بلکہ ثواب حاصل کرتا ہے اور جملہ یَعْبُدُونَنِی لَا یُشْرِكُونَ بِی شَیْئًا کو اگر بڑہایا تو بعد اسکے واسطے سمجھانے اغنیاء اور جہال کے جملہ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ بھی زیادہ
فرمایا تاکہ احتمال ارتداد کا باقی رہے اور وہ جہال بسبب اپنی تیرہ درونی اور کم فہمی کے خلفاء ثلثہ کے ہجو کو جو من کفر سے شروع ہے انپر مطابق ہونے سے انکار نکرنے لگیں
واقعی یَعْبُدُونَنِی لَا یُشْرِكُونَ بِی شَیْئًا کے بعد جو وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ آیا تو اس نے احتمال ارتداد کو کہ جو ہونیوالا تھا قایم اور استوار کر دیا کیونکہ انکے آخر حال تک کی خبر دیدی
سو جو کچھہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا وہ سب خلفاء ثلثہ کے حال میں بوجہ اتم ظہور میں آیا کہ وہ بعد اسکے ایمان صحیح پر قایم نرہی اور خلفاء ثلثہ شیعوں کے نزدیک ظاہر شریعت
پر بھی قائم نہیں رہی کہ جہلا تھے اور بالفرض لوگوں کے سہارے سے کچھہ شریعت پر چلتے بھی تھے سوا عثمان کے اور اپنی ترقی ریاست کے لئے ترویج دین بھی کرتے تھے تو اس سے
کیا ہوتا ہے کہ اہل بیت رسول کے گلے پر تو چھری پہلے ہی پھیر چکے تھے اور یہہ ترویج دین تو انکی سب ترقی ریاست کے لئی تھی کہ مسلمان تو جہاد کر کے دین کو بڑہاتے تھے
اور انکی ریاست مفت میں ترقی پکڑتی تھی اور یہ زہد اور تقوی انکا محض واسطے ریا اور دام میں لانے مسلمانوں کے تھا اگر ایسا نکرتے تو انکی اطاعت کون کرتا علی الخصوص
حضرت عمر کا انکا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور وہی بانی مبانی کل مفاسد کے بھی تھے اور ہمارے علماء نے جو کچھہ تحریر فرمایا ہے وہ واقعی ہے اور درست ہے اور بدی شعار علماء اہل سنت
کا ہی کہ اہل بیت رسول مقبول کے غاصبان حقوق کے اصلاح میں بے سروپا بکتے ہیں اور دوستان اہل بیت سے بدی پیش آتے ہیں اور خود جو بد ہیں تو اچھے

بھی اُنکو موجب الیقین علی نفسہ بدیہی دکھلائی دیتے ہیں لیکن آیت وعد اللہ الذین میں سب کے بعد جو ومن کفر بعد ذلک آیا تو سب کے اخلاص کا یقین جاتا رہا اور
بعضوں میں احتمال ارتداد کا بھی پایا گیا اور بعد اسکے ایمان صحیحہ جب تا ثلثہ کا ثابت ہوا تو الثلثة فوارہ لعنت از ایشاں می خیزد و بر ایشاں می ریزد یہ لعنت اُنھی پر
رہتی اور لفظ بعد ذلک نے تو امامیہ کا منہ کہول دیا اور اہل سنت کا منہ سی دیا کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کے بعد جو یہ لفظ آیا تو اہل سنت کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں
کچھ دم نہیں مار سکتے کہ اس میں سے احتمال بعضی صحابہ کے مرتد ہو جانیکا پایا گیا اور یہ امر محال نہیں ہے لیکن تو واقعی اور ممکن کو بھی محال کہتا ہے اور خدا تعالی خوب سمجھا ہوا
ہے اور شیعہ بھی موافق مراد خدا تعالی ہی کے کہتے ہیں ورنہ خدا تعالی کو ومن کفر بعد وفات النبی صلعم کے کہنے کی کیا احتیاج تھی اُس نے تو بعد ذلک کہدیا یعنی بعد تمکین
دین اور زوال خوف کے جو کوئی کہ کفر کرے اور تمکین دین رسول خدا صلعم کے زمانہ میں ہو چکی تھی سو اُسکے بعد جناب رسول خدا صلعم کی مرض الموت ہی سے ارتداد شروع ہوا
کہ حضرت کے ارشاد کو لوگوں نے ہذیان قرار دیا اور بعد وفات حضرت کے تو جو کچھ ظلم اہل بیت علیہم السلام پر ہوا وہ فریقین کی کتابوں میں لکھی ہیں اور بعد تمکین دین
ہی کے یہ سب کچھ ہوا ہے جسکی طرف اشارہ بعد ذلک میں ہے اور ہر مولوی کا اس میں وہم بھی نہیں ہے لیکن تجھ جنی ہی کی سمجھ میں نہ آئے تو کوئی کیا کرے یا دیدہ و دانستہ
تو حق کو پوشیدہ کرتا ہے اور ومن کفر بعد ذلک بجای خود ہی اور شیعوں کو اس سے کچھ ضرر نہیں بلکہ بڑا فائدہ تو شیعوں کا اسی کے مذکور ہونے سے ہے اور مراد اس سے خلفاء ثلثہ
اسواسطے ہیں کہ ارتداد اُنکا بعد اتمام نعمت وغیرہ ہی کے ہوا اس لئے کہ وہ نعمت رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں تمام ہوگئی تھی کہ خدا تعالی نے وعدہ اپنا حضرت ہی کے زمانہ
میں پورا کر دیا تھا اور اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا اور خدا تعالی اس نعمت کے تمام ہونے کی خبر دیتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں
بیضاوی میں لکھا ہے کہ غلبہ اسلام کا اس سے مراد ہے سو وہ نعمت تو حضرت ہی کے زمانہ میں تمام ہوگئی تھی اور بعد اسکے پھر تو روز بروز ترقی ہوتی ہی تھی یہاں تک کہ معاویہ اور
یزید کے زمانہ میں تو سب سے زیادہ ترقی ہوئی اور جب رسول خدا صلعم ہی کے زمانہ میں تمکین دین حاصل ہوگئی تو واقع تحریر مفسرین اہل سنت کے تو بعد اسکے انکار امامت علی بن
ابیطالب علیہ السلام البتہ موجب ضلالت و ارتداد ہے اور انکار خلافت ثلثہ میں کوئی قباحت نہیں لازم آتی اور ایسی مرتبہ پہلے اس سے ہو چکا پہلے میں خلافت ثلثہ وغیرہ
کسیکی اس آیت سے ثابت نہیں ہے کہ اگر استخلاف سے مراد خلافت رسول خدا صلعم مراد ہو تو چاہیے کہ سب مومنین صالحین خلفاء ہو جائیں [illegible] بیان
ہے جیسے کہ صاحب کشاف و بیضاوی اور مدارک لکھتے ہیں اور مفسرین شیعہ میں یعنی آیت کے موافق مطلوب کا حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ پہلے اس سے کئی مرتبہ ہم لکھ چکے اور تیری
جعل سازیوں کو باطل کر چکے ہیں تو تو رقیب تیلگر جعل ساز لکھتا ہے تو بڑے ہی زور سے یہ اُسے پکارتا ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ ہم بھی بعد صحیحہ کیوں نہ
سیاق ہی کہتے ہیں کہ مصداق ومن کفر اعداء خلفاء ہیں خلفاء نہیں ہو سکتے اور اسلئے کہ کفران نعمت مراد ہے کفر حقیقی نہیں اسلئے کہ تکلیف [illegible] لہذا اسوقت یہ ہو جائیگا
کہ جو شخص ایسی ایسی امدادیں خدا کی طرف سے بہ نسبت دین محمدی کے دیکھے اور پھر بھی کفر اختیار کرے تو وہ اصلی فاسق [illegible] تعالی میں کفران نعمت ہی
مراد ہوا کرتا ہے کفر حقیقی کا موقع نہیں ہوتا غرض صحیح ہی ہے کہ ومن کفر کے مصداق اعداء خلفاء ہیں لیکن ہم نے رعایت کی تھی کہ کفران نعمت مراد رکھا وہ اس کم سے
ناخوش ہیں تو اس گھاٹی کو پورا کریں اور اپنے آپکو کافر حقیقی ہی سمجھیں رضینا بما رضیت کان رضای شماست **اقول** جو کچھ کہ تو کہتا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے
اور نہ کسی مفسر نے یہ لکھا ہے اور اعداء خلفاء کو اس سے کیا تعلق ہے اول تو کسیکی خلافت ہی اس سے ثابت نہیں اور دوسرے یہ کہ خدا تعالی تو یہ فرماتا ہے کہ باوجود دیکھنے اس ایفای
وعدہ کے کہ وہ غلبہ اسلام اور تمکین دین اور زوال خوف ہے پھر کافر ہو جاتی تو وہ بڑا فاسق ہے سو وہ اشارہ اُن لوگوں ہی کیطرف ہے کہ جن سے وعدہ کیا اور ایفاء وعدہ کیا اور
یہ نعمت انکو عطا کی اور کم سے کم یہ ہوگا کہ علی العموم سب مومنین مراد ہوں گے پہلے ہی [illegible] بھی ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ زمانہ رسول خدا صلعم کے مومنین اس سے خارج
ہو جائیں کہ اسکی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے اور کفر سے مراد کفران نعمت ہی سہی تم اسکو تسلیم کرو کہ ہمارا تو پھر بھی کہیں نہیں گیا اور ثلثہ کی کفران نعمت کے قائل ہو جاؤ
کہ انہوں نے ایسی نعمت کی ناشکری کرکے ارتداد اختیار کیا اور معنی صحیح اور واضح آیت کے یہی ہیں کہ من کفر سے اشارہ طرف اُن لوگوں کے ہے کہ اول جنکو وہ نعمت
خدا تعالی نے عطا کی ہے اور خواہ تم کفر حقیقی مراد لو خواہ کفران نعمت ثلثہ وغیرہ ہی کیطرف راجع ہوگا اور اعداء خلفاء کو تو یہاں کچھ علاقہ ہی نہیں ہے اور اگر تم خلفاء
ثلثہ کے حق میں کفر حقیقی کو تسلیم نہیں کرتے ہو بلکہ کفران نعمت کو کہہ سکتے ہو تو ہم اس میں بھی راضی ہیں۔ رضینا بما رضیت کان رضای شماست **قال الشیخ
الاشعری**۔ یہاں پہونچکر شاید بعضی شیعہ مذہب والے حجت کریں کہ ہم مانا اصحاب ثلثہ خلیفہ برحق اور اپنے اپنے زمانہ میں افضل الناس تھے لیکن بعد اُنکے
جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا وقت آیا تو اُسوقت موافق اشارات آیت وعد اللہ الخ کے وہ افضل الناس اور خلیفہ برحق ہوں چنانچہ سبائیہ کے سنی بھی معتقد
ہیں تو اس صورت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُنکے حق میں یہ کیوں مقبولان بارگاہ الٰہی ہوں حالانکہ اہل سنت سب صحابہ کی خواہ اُنہوں نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ

مخالفت کی یا نہ کی معتقد ہیں خصوصاً طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ کو مبشر فی الجنۃ ہی جانتے ہیں لازم ہے کہ کلام اللہ کی شہادت ان بزرگوں کے لیے ادا کیجائے اور منشاء غلطی حضرات شیعہ کا بیان کیا جائے **اقول** شیعوں میں سے ایسی حجت بیہودہ کوئی نہیں کرتا ہے اور نہ کوئی ثلاثہ کو خلفاء برحق جانتا ہے اور نہ کوئی ایسے جاہلوں کو افضل الناس سمجھتا ہے اور نہ شیعہ حضرت علیؑ کو موافق اشارات آیت وعد اللہ الخ کے افضل الناس اور خلیفہ جانتے ہیں بلکہ انکو تو شیعہ بموجب حکم آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ کے خلیفہ جانتے ہیں کہ اس تاکید سے جو رسولخدا صلعم کو حضرت علیؑ کی خلیفہ کرنیکا حکم آیا تو حضرت نے علیؑ کو خم غدیر پر خلیفہ کیا اور مخالفین حضرت علیؑ کے مقبولان بارگاہ الٰہی اسواسطے نہیں ہو سکتے کہ وہ حضرت علیؑ سے عداوت رکھتے تھے اور کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ یا علی لا یبغضک الا منافق یعنی اے علی نہیں دشمنی رکھتا ہے تجھ سے مگر منافق اور بی بی عائشہ حضرت علیؑ سے عداوت رکھتی تھیں اور علیؑ کے قتل کرنے کو فوج بہم پہنچائی تھی اور طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت توڑ کر انکے مقابلہ میں قتل کرنے کو انکے لوگ جمع کئے اور عائشہ کا حال سنئے کہ اسقدر عائشہ کو عداوت تھی علیؑ سے کہ علی کا نام زبان پر نہیں جاری کرتی تھی مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عائشہ سے روایت ہے اور وہ کہتی ہیں کہ رسولخدا صلعم میمونہ کے گھر میں بیمار ہوا اور میں سب بیبیوں سے حضرت کی اجازت لیکر حضرت کو اپنے گھر میں لیگئی اسوقت ایک ہاتھ حضرت کا حضرت عباس کے شانہ پر تھا اور دوسرا ہاتھ ایک مرد کے شانہ پر تھا اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے اس شخص سے کہ جس نے انکو اسکی خبر دی تھی پوچھا کہ تو نے جانا کہ وہ دوسرا جسکو عائشہ نے مرد کہا اور نام اسکا نہ لیا وہ کون تھا وہ علی بن ابیطالب تھا عائشہ کو خوش نہیں معلوم ہوتا تھا علی کا نام لینا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے اور اسمعیل سے روایت ہے کہ ان عائشۃ لا تطیب نفساً ان تذکرہ بخیر یعنی عائشہ کو خوش نہیں معلوم ہوتا تھا علی کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا اور استیعاب میں ترجمہ رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر جو نکلے طرف جنگ جمل کے تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علیؑ کو لکھا اور خبر کی انکے نکلنے سے پہلے تو حضرت علیؑ نے یہ سنکر بیان کیا کہ بعد رسولخدا صلعم کے خلافت کا حق میرا تھا اور بعد اسکے طلحہ اور زبیر کے حق میں بددعا کی کہ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کروایا ہے اور کتاب عقد ابن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اس سبب سے بمتابعت علی ہم انکو اچھا نہیں جانتے ہیں اور اہل سنت تو سب خونریزان و قاتلان آل نبی کو اچھا اور مومن کامل جانتے ہیں چنانچہ امام غزالی اور ملا علی قاری نے یزید وغیرہ کے باب میں لکھا ہے اور ابو شکور نے حاشیہ شرح عقائد نسفی میں تو یہ لکھا ہے کہ حسین بن علیؑ پر اطاعت یزید کی واجب تھی کہ جسکو اس شخص نے یعنی معاویہ نے خلیفہ کیا تھا کہ جسکے مطیع سب صحابہ رسولخدا صلعم تھے اور یزید قابل رحم ہے اسکے واسطے استغفار کرنا چاہئے اور اسپر درود بھیجنا چاہئے سو اہل سنت ہی کو زیبا ہے کہ وہ دشمنان آل رسول کو دوست ہیں اور کلام اللہ میں کوئی شہادت ان لوگوں کی بزرگی کی نہیں ہے جنکی تو بزرگی کلام اللہ سے ثابت کرتا ہے اور شیعہ ہرگز غلطی پر نہیں ہیں اور جو کچھ تو بیان کریگا وہ سب غلط ہے **قال الشیخ الاشعری** سورہ فتح میں خداوند کریم رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باب میں یوں ارشاد فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں ساحر کاہن نہیں اور انکے ہمراہی کافروں پر تو بڑے سخت و تند اور ایک دوسرے کے ساتھ نرم اور ایک دوسرے کا دوست انہیں دیکھے تو رکوع میں جھکے ہوئے سجدہ میں پڑے ہوئے اللہ کے فضل اور اسکی رضامندی سے غرض ہے انکے چہروں میں علامتیں موجود ہیں سجدہ کے اثر سے یہانتک آیت کے معنوں کا بیان تھا **اقول** ہم نے بھی تسلیم کیا کہ اس آیت کے یہی معانی ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب اس ہیچمدان کی سنیے کہ اول جناب باری تعالی نے جناب پیغمبر خدا صلعم کی تعریف فرمائی بعد میں صحابہ کی تو قرینہ عقلیہ سے معلوم ہوا کہ بعد رسول اللہ صلعم کے اس امت میں اصحاب کا رتبہ ہے علی ہذا القیاس جو وصف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہوگا اسکے بعد اس وصف کا رتبہ ہوگا جو صحابہ کی مدح میں بیان ہوگا **اقول** اس آیت میں خدا تعالی نے مجملاً تعریف حضرت کے ہمراہیوں کی کی ہے اور نام کسیکا اسمیں نہیں لکھا ہے اور جیسے کہ خدا تعالی نے کئی آیتوں میں تعریف صحابہ کی مجملاً کی ہے ایسے ہی کئی آیتوں میں مجملاً مذمت بھی صحابہ کی کی ہے اور اجمال سے عقدہ کشائی نہیں ہو سکتی مگر روایات سے تفصیل انکی واضح ہو جاتی ہے اور اس آیت میں البتہ خدا تعالی نے اول تو تعریف جناب رسولخدا صلعم کی بیان کی ہے اور بعد اسکے صحابہ مومنین کی نہ کل ہمراہیوں کی اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے والذین معہ اور ہمراہ حضرت کے تو منافقین اور ضعیف الایمان بھی تھے چاہئے کہ انکی بھی تعریف ہو جائے اور حال یہ ہے کہ انکی تعریف یہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ تعریف ان ہمراہیوں کی ہے کہ جو مومنین تھے اور مومنین کے اوصاف یہ ہیں کہ ایمان انکا ملتبس بظلم نہو چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اور نبوت میں بھی شک نکیا ہو چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا اور بعد ایمان لانے کے ایمان پر قائم بھی رہے ہوں چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور ہم بیان کر چکے ہیں اور آیندہ بھی بیان کرینگے ظلم ثلاثہ کا اور شک کرنا عمر کا نبوت میں حضرت کے اور بھاگنا

ثلاثہ کا جہاد میں سے اور ایمان پر قائم نہ رہنا اور طلحہ و زبیر کا اور عائشہ کا ذکر تو ابھی گزرا ہی اور معاویہ امام صدق اہل سنت کا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہی اور پھر بھی ہوگا یہ لوگ اور
سوا اُنکے اور لوگ جو کہ دشمن علیؑ تھے و رعائشہ اور معاویہ کی طرف ہوکر علیؑ سے جنگ کی اور ہزاروں مومنین کو قتل کیا اور قتل کروایا وہ اس آیت سے خارج ہو گئی اور
جنمیں کہ اوصاف ایمان کے تھے وہ باقی رہ گئے کہ خدا تعالیٰ ذکر یہ نہیں فرمایا ہی کہ جو کہ ہمراہ رسول اللہ کے ہیں وہ سب مومنین ہیں اور ہمراہی سے مراد بھی مطلق ہمراہی نہیں ہے اسواسطے
کہ اکثر منافقین بھی ہمراہ حضرت کے ہوتے تھی بلکہ ہمراہی سے مراد یہ ہی کہ جو مقام کہ رسولخدا صلعم کے ہمراہ ہونیکا ہی وہاں ہمراہ حضرت کے رہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی مومنین کے
اوصاف میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ یعنی سوا اسکے
نہیں کہ مومنین وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ساتھ خدا اور پیغمبر اسکے کی اور جسوقت ہوتے ہیں وہ ہمراہ اُسکے امر جامع پر مثل جہاد اور جماعت نماز اور وعظ کے تو نہیں چلی جاتی ہیں یہانتک
کہ اذن چاہیں وہ تجھسے وہ ہی ہیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ خدا اور پیغمبر اسکے کے سو ہمراہیوں سے مراد یہ لوگ ہیں کہ جنکے یہ اوصاف ہیں کہ جہاد اور جماعت نماز میں سے بے اذن حضرت
کے کہیں نہیں جاتے تھی اور جو لوگ کہ رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر بے اذن حضرت کے جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے جیسے کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور طلحہ اور زبیر اور ابو عبیدہ
وغیرہ وہ لوگ مراد نہونگی اور ایسے ہی جو لوگ کہ جماعت نماز میں سے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر واسطے تماشے لہو و لعب کے چلے جاتے تھے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ
لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا وہ بھی حضرت کے ہمراہیوں سے مراد نہونگی اور ترجمہ آیت کا یہ ہی کہ اور جسوقت دیکھتے ہیں وہ تجارت کو یا کھیل اور بازی کو تو متفرق ہوکر چلے جاتے
ہیں طرف اُسکے اور چھوڑ دیتے ہیں وہ تجھکو اکیلا کھڑا ہوا سو جو لوگ کہ حضرت کو جہاد میں تنہا چھوڑکر بے اذن اُن حضرت کے بھاگ جاتے تھی اور جماعت نماز میں سے حضرت کو اکیلا
چھوڑکر واسطے خرید کے شغل کی اور تماشے باجوں کے سننے کو چلے جاتے تھی وہ لوگ مقصود نہونگے اور ایک وجہ سب صحابہ سے مراد نہونے کی یہ ہی کہ بعضے اُنمیں سے کفار سے دوستی رکھتے تھی اور
خدا تعالیٰ اُنکو دوستی کفار سے منع کرتا ہی چنانچہ فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ اور ابو بکر کو تو کمال
مہربانی اور رحم تھا کفار پر چنانچہ جنگ بدر میں قریش قید ہوکر جو آئے تو ابو بکر کو اُنپر رحم آیا اور کہا کہ یا رسولخدا یہ تیری قوم کے آدمی ہیں اِنسے فدیہ لیکر اِنکو چھوڑ دیجئے اس امر پر
خدا تعالیٰ کا عتاب ہوا اور فرمایا کہ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا اور حضرت عمر کی تو عادت ہی سختی کی تھی کفار تو کیا وہ تو مومنین پر بھی سختی کرتے تھی اور مومنین اُنکی سختی کی سبب
اُنکی خلافت سے راضی نتھی جسوقت ابو بکر اپنی جگہ عمر کو خلیفہ کرنے لگی تو لوگوں نے کہا کہ اگر تو ایسے بدمزاج کو ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ
میں لکھا ہی لیکن مومنین کا کہنا نہ مانا اور ملی بھگت سے ہی عمر کو بعد اپنے خلیفہ کر دیا اور عثمان نے تو مومنین پر ایسے ظلم کئے ہیں کہ اپنے کیفر کردار میں صحابہ کی تعدی اور بے مروتی
سے مقتول ہو گئی اور خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور وہ بالعکس مومنین پر سختی کرتے تھی اور کفار پر تو سختی وہ لوگ کرتے تھی کہ جو جہاد میں کفار کو قتل کرتے تھی اپنے
ہاتھ سے واسطے رضامندی خدا کے اور طلحہ و زبیر وغیرہ اور خلفاء ثلاثہ نے ایک کافر کو بھی قتل نہیں کیا سختی اُنکی کافروں پر کیا ہوئی وہ تو جہادوں میں سے بھاگتے رہتے تھی مثل
احد اور حنین اور خیبر وغیرہ کے اور جو کوئی جہاد میں سے بھاگیگا کفار کی خوف سے وہ کفار پر سختی کیا کریگا بخلاف علیؑ کے کہ قطع نظر احد اور خیبر سے ایک جنگ خندق میں ایسی قوی اور
زبردست عمر بن عبدود کو قتل کیا کہ جسکے قتل کرنے سے لڑائی فتح ہو گئی اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا لضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین یعنی ضرب علیؑ
کی بروز جنگ خندق زیادہ بزرگ ہی عبادت دونو گروہ کل جن و انسان سے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں یوں لکھا ہی اور فرماتا ہی خدا تعالیٰ کہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ یعنی مہربان
اور نرم دل ہیں آپسمیں سو حال مہربانی کا سنئیے کہ قبل نزول آیت تو معلوم نہیں وہ کیسے تھی اور بعد نزول اس آیت کے حال اُنکی مہربانی کا یہ تھا کہ بعد وفات رسولخدا صلعم کے
اول اُنہوں نے رسولخدا صلعم ہی پر مہربانی کی کہ اُنکی دختر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیگئے اُن لوگوں کے جلانے کو کہ جو اُس گھر میں تھی علی اور فاطمہ اور حسنین اور
دیگر بنی ہاشم اور اصحاب کبار اور دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا توڑا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی اور ہم پہلے اس سے حوالہ کتابوں کا لکھ چکے ہیں اور حقوق
اُنکے غصب کئے استیعاب میں لکھا ہی کہ علی اور عباس فاطمہ کے گھر میں بیٹھے تھے ابو بکر کی بیعت سے انکار کرکے اور عمر گھر فاطمہ کا جلانے کو گئی تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے پسر خطاب کیا میرا
گھر جلائیگا کہا کہ ہاں اور تاریخ عقد ابن عبد ربہ میں لکھا ہی کہ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ اگر علی اور عباس میری بیعت سے انکار کریں تو اُن دونو سے مقابلہ کر اور عثمان کا
یہ رحم تھا کہ ابو ذر کو تو جلا وطن کیا اور عمار یاسر کو اسقدر مارا کہ اُسکو فتق کی بیماری ہو گئی اور ابن مسعود تو اُسکی زد و کوب سے مر ہی گیا اور ملل و نحل میں عبد الکریم شہرستانی
نے لکھا ہی کہ کہتے ہیں کہ کینہ اور دشمنی اُنکی امیر المومنین علیؑ کے ساتھ اسقدر تھی کہ سعد بن وقاص اور ابن عمر اور اسامہ بن زید اور رافع بن خدیج انصاری اور محمد بن مسلمہ اور
زید بن ثابت انصاری اور ابو ہریرہ اور ابو درداء اور ایک جماعت نے سوائے اُنکے علیؑ کی ہاتھ پر بیعت کی جسوقت وہ خلیفہ ہوئے اور بعد اسکے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور
یزید کے ہاتھ پر بیعت کی جس نے کہ اپنی زندگی میں اُسکو پایا اور سوا اسکے جنگ جمل میں دونو طرف مہاجرین اور انصار تھی اور جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ ہزاروں آدمی

مہاجرین اور انصار میں سے تھی اور حضرت علی کی عداوت کی جہت سے عائشہ اور معاویہ کی طرف ہو کر مومنین کو قتل کرتے تھے اسکو کون دیوانہ اور عقل کا دشمن مہربانی اور نرم دلی کہدیگا بلکہ معاملہ بالعکس ہے کہ سختی کے مقام میں نرمی ہے اور نرمی کے مقام میں سختی ہے اور ایسی ہی حال آیت اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کا ہے پس معلوم ہوا کہ مراد اس آیت میں نہیں ہیں مگر امیر المومنین علی سے لیکر جو کبھی جہاد میں سے بھاگے نہیں اور جناب رسولخدا صلعم کی خدمت سے بدون اذن کے کہیں گئے نہیں اور زیادہ لوگ تھے کہ جو رسولخدا صلعم کے زمانہ میں مرگئے یا شہید ہوگئے ہیں اور یا چند صحابہ مسکین کہ جو حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے تھے اور بدون اذن رسولخدا صلعم کے کہیں جاتے نہ تھے اور اگر اوصاف اس آیت کے کل صحابہ میں فرض کئے جائیں تو وقت نزول اس آیت کے یہ اوصاف ان میں ہونگے اور بعد رسولخدا صلعم کے جو نزاعیں اور عداوتیں اور مخالفتیں اور قتل اور قمع آپسمیں واقع ہوئی ہیں سب متواترات سے ہیں اس صورت میں اطلاق رحماء بینہم کا انپر کیونکر ہو سکتا ہے اور تراہم رکعا سجدا الخ بعد اسکے ان مومنین ہی کے اوصاف میں سے جنکو کہ مصداق اس آیت کا ہمنے بیان کیا ہے یعنی عبادت اور زہد اور طلب فضل اور رضامندی خدا یہ بھی انکو ہی واسطے تھا جو کہ واسطے خوشنودی خدا کے ڈٹ کر جہاد کرتے تھے اور تلواریں کھاتے تھے اور انسے ہی خدا راضی ہے اور انکو ہی دوست رکھتا ہے چنانچہ فرماتا ہے خدا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ اور بے اسکے خدا راضی نہیں ہے ہرچند اسکے رضوان کو طلب کریں اور جو ضعیف الایمان کہ طالب دنیا تھے اور وہ اپنی جانوں کو بچا کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور آل رسول کو آزار پہنچاتے تھے اور مومنین کو قتل کرتے تھے وہ طالب فضل اور رضای خدا نہونگے اور نہ اپنی جانوں کو عبادت خدا کی تکلیف میں ڈالینگے انکا مقصود تو دنیا تھی اور جو کہ حق عبادت ہے وہ حضرت علیؑ کے ساتھ خاص تھا چنانچہ تاریخ الخلفاء میں حضرت علیؑ کے حال میں لکھا ہے احد العلماء الربانیین والشجعان المشہورین والزہاد المذکورین جیسا کہ زہد انکا تھا اور کسیکا ایسا نتھا اور نہ کسیکا نام لکھا ہے صحابہ میں سے اور بعد اسکے جو مومنین کی مثال زراعت سے دی ہے کہ پہلے تو وہ بہت سست اور کمزور ہوتے ہیں اور بعد اسکے وہ رفتہ رفتہ زور پکڑ کے قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں ایسے ہی مومنین کا حال ہے کہ وہ ابتدا میں تو تھوڑے اور کمزور تھے اور آخر کو وہ رفتہ رفتہ بڑھکر کثیر اور قوی اور زورمند ہوگئے اور انکی قوت کو دیکھکر تعجب کرنے لگے سو وہ بھی جہاد کرنیوالوں کی سعی اور عرق ریزی سے ہے کہ کفار سے خوب جم کر لڑتے تھے اور زخم کھاتے تھے اور کفار کو قتل کرتے تھے یہانتک کہ انکے طفیل سے اسلام نے قوت پکڑی اور جو لوگ کہ کفار کے خوف سے اپنی جانیں بچا کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے وہ اس سے خارج ہیں اور جنکی اوصاف خداتعالی نے اس آیت میں بیان فرمائی انکا ذکر ہم کر چکے اور انکی ہی شان میں خداتعالی فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اور خداتعالی نے اس آیت میں ان لوگوں کی تخصیص بھی کردی ہے کہ رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں سے جنکے وعدہ ہے انمیں سے مغفرت و اجر عظیم ان لوگوں کے واسطے ہے کہ جو مومن صالحین ہیں مطلق ہمراہی کہ ہمراہ تو منافقین اور ضعیف الایمان بھی تھے اور بدون اعمال صالح کے مومنین بھی مراد نہیں ہیں بلکہ مومنین صالحین مراد ہیں کہ جنکا ایمان ملتبس بظلم نتھا اور امر جامع میں سے مثل جہاد اور جماعت نماز کے بدون اذن رسولخدا صلعم کے چلے نہ جاتے تھے اور اس شیخ نے پہلے اس سے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے ذیل میں لکھا ہے کہ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہے بلکہ تبعیضیہ آتا ہے اس کہنے سے ہمارا مقصود زیادہ تر مسلم ہوگیا کہ حضرت بعض مومنین کے واسطے ہے لہذا وہ حضرت علیؑ اور احباب انکے ہیں نہ انکے مخالفین اور اعداء کے واسطے **قال الشیخ الاشعری** ہمنے جو دیکھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں رسول اللہ کا لفظ ہے اور اصحاب کی مدح میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تو اس لف ونشر سے معلوم ہوا کہ بعد رسالت کے رتبہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کا ہے کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے سبب کسی سے عداوت کرنی یہ بعینہ وہی شدت علی الکفار ہے اور حب فی اللہ بعینہ رحماء بینہم کا ترجمہ ہے اس اشارہ سے زیادہ تر تصدیق اس حدیث کی ہوگئی جو سنیوں کی کتابوں میں پائی جاتی ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جس نے خدا واسطے دیا اور خدا واسطے کسی سے ہاتھ کھینچ لیا اور خدا واسطے کسی سے محبت اور خدا واسطے کسی سے بغض رکھا تو بیشک اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا واقعی سنیوں کی حدیثیں سب کلام اللہ پر مطابق آتی ہیں بخلاف شیعوں کی حدیثوں کا حال یہ ہے کہ کلام اللہ کچھ کہے ہے اور انکی حدیثیں کچھ ایک دو حدیثیں جو بیان کی گئیں انکا حال ناظرین رسالہ پر پوشیدہ نرہیگا **اقول** لف ونشر اسمیں کہاں ہے کیا خوب سمجھے ہو تم لف ونشر کو البتہ اگر اسطرح ہوتا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ تو لف ونشر ہو سکتا تھا خواہ صحیح ہو خواہ غلط ہو اور بغض فی اللہ اور حب فی اللہ رسالت میں کیا داخل نہیں ہے کہ جو بعد رسالت کے لکھا ہے اور اس آیت میں بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کہاں ہے اپنے دل سے ہی تراشتا ہے اسمیں تو یہ ہے کہ کافروں پر پیغمبر صلعم اور ہمراہی انکے سختی کرنیوالے ہیں اور آپسمیں مہربان ہیں البتہ سختی کرنے کو بغض لازم ہے اور بڑی سختی کافروں پر یہ ہے کہ انکو قتل کرنا چاہئے سو وہ تیرے ثلاثہ کو نصیب ہی نہیں ہوا وہ تو ہمیشہ جہاد میں سے بھاگتے رہتے تھے اور مومنین کو آزار پہنچاتے تھے اور یہ حدیث حب فی اللہ اور بغض فی اللہ شیعوں کی کتابوں میں کیا موجود نہیں ہے کہ جو تخصیص سنیوں کی کتابوں کی کرتا ہے اور بیشک مومن کے واسطے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ چاہئے اور سنیوں کی حدیثیں ہرگز کلام اللہ کے مطابق نہیں ہیں کہ خوارج اور نواصب کے وضع کی ہوئی ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید سے کہ معاویہ نے بہت سے حدیثیں خلفاء کی مدح میں بنوائی ہیں علی کی عداوت سے اور بعد اسکے ہم صحاح ستہ کی بعضی روایتوں کے موضوع ہونیکا حال لکھینگے جسکا علماء اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں

اور شیعوں کی حدیثیں ایسی نہیں ہیں تیری اعتقاد کی جو مخالف ہیں بعضی حدیثیں شیعوں کی اسواسطے تو کہتا ہی کہ کلام اللہ کچھ کہے ہی اور وہ حدیثیں کچھ اور ایک دو حدیثیں شیعوں کی جو تونے لکھی ہیں مطابق اسکے ہمنے سنیوں کی کتابوں سے بھی بیان کر دی ہیں لیکن تجھ کو اپنی مذہب ہی کی خبر نہیں ہے اسواسطے تو ایسا لکھتا ہی **قال الشیخ الاشعری** - پر یہاں ایک لطیفہ قابل بیان ہی وہ یہ ہی کہ حدیث میں جہاں کہیں حب فی اللہ بغض فی اللہ کا بیان آیا ہی تو حب فی اللہ کو مقدم کیا ہی اور کلام اللہ میں بغض فی اللہ پر جو لفظ دلالت کرتا ہی یعنی اشداء علی الکفار اسے مقدم بیان کیا حکمت اسمیں کیا ہی اس کم فہم کی فہم میں یوں آتا ہی کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ دونو آثار کمال محبت خداوندی میں سے ہیں یعنی جب کسیکو خداوند کریم سے محبت کمال درجہ کی ہوگی تو وہ محبت چاروں طرف پھیلے گی جہاں جہاں خدا کی ساتھ کسی چیز کو کچھ خصوصیت ہوگی تو اس خصوصیت ہی کی موافق اُس چیز سے محبت ہوگی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی آدم میں سے خدا کے ساتھ زیادہ علاقہ اور اختصاص ہی تو جس شخص کو خدا کے ساتھ محبت کامل ہوگی اور اس علاقہ کو سمجھیگا تو بیشک اُسکو بعد خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے محبت ہوگی علی ہذا القیاس جسکو بعد رسول اللہ صلعم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بھی اُس سے اُسیقدر محبت ہوگی علی ہذا القیاس مکانات میں مثلاً خانہ کعبہ کو زیادہ تر اختصاص ہی تو محب خداوندی کو بیشک سب مکانات سے زیادہ خانہ کعبہ سے محبت ہوگی پھر اسکے بعد رسول اللہ صلعم کی مسجد کا رتبہ ہے اُسکے بعد بیت المقدس کا تو اس شخص کو بھی علی ہذا المراتب محبت ہوگی اسیطرح اعمال اور اخلاق اور عادات میں خیال کر لو القصہ جتنا کسی چیز کو جناب باری سے قرب ہوگا اُتنا ہی محبان خداوندی کو اُس چیز سے علاقہ ہوگا مثل ظاہر کے محبت میں ظاہر ہے جب کسی سے کسیکو محبت ہوجاتی ہی تو اُسکے اقربا اور خیر خواہوں بلکہ کوچہ کے رہنے والوں کے ساتھ بھی محبت ہوجاتی ہی سو جیسے روشندانوں میں کو دھوپ بمقدار روشندان کے آتی ہی ایسے ہی محبت بھی بمقدار علاقہ محبوب متعلقان محبوب سے پیدا ہوجاتی ہے مگر جیسے جو دھوپ باہر ہوتی ہی اُسیکا ٹکڑا اندر ہوتا ہے اور جو نور خارج از دیوار ہے اُسی نور کا شعبہ اندر ہے ایسے ہی متعلقوں کی محبت بھی محبوب ہی کی محبت کا شعبہ ہوتا ہے اور اُسیکا ٹکڑا اُسکو سمجھنا چاہئیے بخلاف بدخواہاں محبوب کی عداوت کی کہ وہ محبوب کی محبت کو لازم ہوتی ہی اُسکا ٹکڑا اور اُسکا شعبہ نہیں ہوتا یعنی جو لوگ کہ محبوب کے بدخواہ ہوتے ہیں اُنسے بتقاضا محبت محبوب عداوت ہونی لازم ہے مگر یہہ عداوت محبوب کی محبت کا ٹکڑا اور اُسکا شعبہ بلکہ ہمجنس تک نہیں ہاں اُسکو لازم ہے جیسے دہوپ کو بشرطیکہ دیوار وغیرہ کوئی چیز نور کی روکنے والی حائل ہو سایہ لازم ہے حالانکہ اُسکے ہمجنس تک نہیں اس قیاس پر جو لوگ اعداء خدا ہونگی محبان خداوندی کو اُنسے عداوت لازم ہوگی لیکن بہرحال یہ عداوت غیر محبت ہی اگرچہ اُسکو لازم ہے ہاں اولیاء خدا اور مقربان الٰہی کی محبت وہ حقیقت میں خدا ہی کی محبت کا ٹکڑا ہے کوئی غیر شے نہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی مدح اور ثنا بیان فرمائی ہی وہاں تو مقدم کو مقدم رکھا موخر کو موخر اور خداوند کریم حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی تعریف نہیں فرماتے بلکہ اُن لوگوں کی تعریف کرتے ہیں جن میں یہ وصف پائی جاتے ہیں **اقول** اس طویل لاطائل کا اس مقام میں بجز فضول اور کوئی ثمرہ نہیں ہے اور یہہ جو لکھتا ہے کہ جسکو بعد رسول اللہ صلعم کے خدا سے زیادہ اختصاص ہوگا تو محب خداوندی کو بھی اُس سے اُسیقدر محبت ہوگی یہ لکھنا اُسکا بالکل غلط ہی اسواسطے کہ بعد رسول اللہ صلعم کے علی اور فاطمہ اور حسنین کے سوا اور کسکو خدا سے زیادہ اختصاص تھا کہ جو قرب بارگاہ خداوندی سے انکو تھا وہ اور کسکو تھا اور دلالت کرتے ہیں زیادتی اختصاص اور قرب خداوندی پر روایات کتب اہل سنت سو اُنکے ساتھ جیسے کہ لوگوں نے محبت کی ہی ظاہر ہے کہ اُنکا گھر جلانیکو مع اُن بزرگوں کے جو اُس گھر میں تھے آگ اور لکڑیاں لیگئے اور حقوق اُنکے غصب کئے اور کسیکو تو تلوار سے قتل کیا اور کسیکو زہر سے شہید کیا اور جنگ جمل اور صفین میں تو ہزاروں دوستان خدا کو قتل کروایا یہہ لوگ ہرگز دوستان خدا میں سے نہیں ہیں اور پھر اُنکے حق میں جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں کہ یہہ جنتی ہیں اور کلام اللہ کی شہادت ایسی دشمنان دوستان خدا کی شان میں ادا کرتے ہیں کہ جن کے لئے کلام اللہ سے کچھ بھی مس نہیں ہی اور مسجد نبوی کا تو یہہ حال کیا اہل سنت کے مرشدزادوں نے کہ گھوڑوں سے لید کروائی اُس مکان مقدس میں اور اہل مدینہ کو قتل کروایا اُن مرشدزادوں نے کہ جنکی شان میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ وہ مومن پاک تھے اُنکے واسطے استغفار کرنا چاہئیے اور اُنپر درود بھیجنا چاہئیے اور وہ حضرت یزید بن معاویہ ہیں اور جناب رسول خدا صلعم نے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے جو مدح فرمائی وہ حقیقت میں راجع اُن لوگوں ہی کیطرف ہی کہ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا تعالی نے جو بغض فی اللہ کو مقدم کیا ہی حب فی اللہ پر تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ پہلے اعداء خدا سے بیزاری اختیار کر لے تب خدا تعالی کی محبت میں دم مارے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ اُسکے دشمنوں سے دوستی رکھے اور پھر محبت کا اُسکی دعوی کرے جیسے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں پہلے نفی اور انکار اُسکے شرکا سے ہی اور بعد اُسکے اقرار اُسکے وحدانیت کا ہی اور ایسے ہی محبت اہل بیت علیہم السلام کی ہی کہ جب تک اُنکے دشمنوں سے بیزاری نہ چاہیگا اُنکا دوست نہ کہلائیگا اور ایسا نہیں ہو سکتا ہی کہ اُنکے دشمنوں سے دوستی رکھے اور پھر اُنکی دوستی کا بھی دعوی کرے یہ دعوی اُسکا باطل ہی چنانچہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں کی دوستی ایک دل میں نہیں سما سکتی

قال الشیخ الاشعری اور دستور یوں ہی کہ کسی صاحب کمال یا موصوف باوصاف مختلفہ کی اگر تعریف کیا کرتے ہیں تو اُسکے کمالات میں سے کمتر کو پہلے لیا کرتے ہیں

بعد میں اُس سے زیادہ کو پھر بعد میں اُس سے زیادہ کو تا ہر وصف کی قدر اور عزت ہو ورنہ اگر ترتیب کو بالعکس کر دیجے تو بعد عمدہ اوصاف کے سننے کے کمتر اوصاف کے کیا قدر رہجائیگی جو محل تعریف میں بیان کیا جائے غرض یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اوصاف کی خوبی اور برائی تو اصلی ہے اور اوصاف والوں کی بھلائی برائی اوصاف کے سبب سے ہی در صورتیکہ اوصاف کی بھلائی کا ہی بیان کیجائے تو اول کو اول بیان کیا جائے اور دوم کو دوم اور در صورتیکہ اوصاف والے کی بھلائی — برائی مد نظر ہو اور ایک شخص کے اوصاف بترتیب ذکر کئے جائیں تو ترتیب مذکور کو منعکس کر دینا چاہئے ہاں جہاں دو چیز کا فرق مراتب باعتبار مجموعہ اوصاف کے دریافت کیا جائے یعنے کس میں زیادہ اوصاف ہیں اور کس میں کم اور کس میں عمدہ تر ہیں اور کس میں نہیں تو یہ حقیقت میں اوصاف ہی کی تعریف ہے اسلئے انکی ترتیب وہی ہوگی جو اوصاف کی ترتیب ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا بعد میں صحابہ کا مذکور شروع کیا **اقول** یہہ بھی سب فضول ہے اور اس مقام میں اس طویل نے کیا فائدہ ہے اور یہہ کیا ضرور ہے کہ جو کسیکے اوصاف بیان کریں تو پہلے کمتر ہی کو بیان کریں بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے وصف اعلے ہی کو بیان کرتے ہیں تا کہ سننے والے کے اول ہی دل میں اُسکی خوبی سی رسوخ ہو جائے اور جو اوصاف کہ اُس سے کمتر ہیں وہ اُس اعلے وصف کی تاکید کے لئے ہوں جیسے کہ قل ہو اللہ احد اللہ الصمد میں صفت احدیت جو توحید خدا ہے اُسی کا خدا تعالی نے پہلے ذکر کیا اور بعد اسکے اور اوصاف کو ذکر کیا اور اگر پہلے کمتر وصف کو ذکر کرے تو سننے والے کے دل میں پہلے ہی اُسکی طرف کچھ جگہ نہوگی کہ اُس وصف کی قدر نہ سمجھے گا یہاں تک کہ اوصاف اعلے کی بھی سننے کی طرف اُسکو رغبت نہوگی اور توجہ اور وصفوں کے سننے کی طرف نکریگا اور رسول اللہ صلعم کا بھی پہلے ذکر کیا ہے صحابہ سے اسواسطے کہ وہ حضرت مرتبہ میں مقدم ہیں صحابہ سے **قال الشیخ الاشعری** القصہ صحابہ کی تعریف میں اول جو وصف بیان کیا گیا ہے تو اشداء علے الکفار ہے یعنی وہ کافروں پر بڑے ہی تیز اور تند ہیں اور چونکہ محبت کرنی آسان ہے کیونکہ طبعی بات انسان کی یہہ ہے کہ جب کوئی اُس سے محبت کرے تو یہ بھی اُسکی طرف مائل ہو تو اُس صورت میں خدا واسطے کی محبت سے ایمان خوب نہیں پرکھا جاتا ہاں عداوت کرنی البتہ دشوار ہے کہ عداوت کے عوض میں ہو مرا بھی عداوت ہی تو پیش آئیگا محبت تو کرنی معلوم تو اگر کسیکو خدا واسطے سے بغض ہو تو یہہ نشان کمال ایمان ہی سمجھا جائیگا خاص کر خدا واسطے کی عداوت بھی اقربا سے کہ یہہ دشوار تر شوار ہے سو در صورتیکہ مطلق عداوت نشان کمال ہو تو اقربا کی عداوت تو نشان اکملیت سمجھنا چاہئے اور ہم جو قرینہ مقام کو لحاظ کرتے ہیں تو محل اقربا ہی کے عداوت کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماسبق کی آیت یعنی لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا صحابہ کرام کی تسلی اور تسکین خاطر کے لئے نازل ہوئی ہے سو جس غم کے سبب تسلی کیجاتی ہے وہ یہی تھا کہ غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ معظمہ سے صلح کر کے مراجعت فرمائی اور صحابہ کی آرزوئیں خاص کر مہاجرین کے جو در باب جہاد کفار سینوں میں لہریں لیتی دلوں کی دلوں میں رہ گئیں اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان ایام میں اس سفر کے یہ خواب دیکھی تھی کہ ہم مع جماعت امن چین سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور اس خواب کے باعث یا یہ خیال کہ اسی سال میں ہم مکہ میں داخل ہونگے صحابہ کے دل میں یہ سرور بسے ہوئے تھے کہ کچھ کہا نہیں جاتا وہ سب کا سب حسرت و غم سے بدل گیا انہوں صحابہ کا یہ حال تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہوتی تو اب تیغ صحابہ کفار مکہ کو خراب و فنا کر دیتی پاس قرابت کا اور شفقت نسبی کا [illegible] والوں میں سے کسیکے بھائی کسیکے بھتیجے تھے فقط جوش محبت خداوندی اور نیاز مندی رسول میں اُنہیں اپنے اقربا کے خون کے پیاسے نظر آتے تھے اور آیت ماسبق در آیت محمد رسول اللہ الخ سب باہم چسپیدگی میں دست و گریبان ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو یوں تو ہر فرد دشمن خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ پر غیظ و غضب آتا تھا لیکن اس آیت میں زیادہ تر اُسی غیظ و غضب کی طرف اشارہ ہے جو اُنکو کفار مکہ پر اس قصہ میں پیش آیا تھا اُنمیں سے مہاجرین اُنہیں کفار کی اقربا میں سے تھے تو اُنکے حق میں لفظ اشداء علی الکفار نشان اکملیت ایمان کا سمجھنا چاہئے اور در صورتیکہ اُنکے وصف اُنکا اثبات پر گواہی دیتا ہے کہ اُنکا ایمان کامل تو کیا اکمل ہے تو لا محالہ اوصاف تو اعلے اور بہتر وجہ مومنان کامل الایمان گنے چنے ہوئے ہوتے ہیں کچھ ایسی سہل بات نہیں کہ دخل رعیت لاتے طرح ہر کوئی کمال ایمان حاصل کر لے۔ **اقول** اشداء علی الکفار جو صحابہ کی تعریف میں بیان کیا ہے یہ ادنے وصف نہیں ہے بلکہ وصف اعلی ہے کہ یہ جزو ایمان ہے اور بعد اُسکے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ اس سے مرتبہ میں کم ہیں کہ فروعات میں سے ہیں اور کفار سے عداوت رکھنی اور اُن پر غضب ہونا یہ ایمان میں داخل ہے کہ جبتک اُنسے بیزاری نہوگی تو توحید کا اعتقاد خالص نہوگا اور محبت آسان نہیں ہے بلکہ عداوت کرنی آسان ہے کہ تھوڑی سی کشیدگی میں ثابت ہو جاتی ہے اور محبت بہت مشکل ہے یہانتک کہ مشہور ہو گیا ہے کہ زمانہ میں کوئی دوست نہیں پایا جاتا ہے اور اگر کوئی کسی سے دوستی کرتا ہے تو دنیا کی غرض سے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ کوئی کسی کی طرف مائل ہو تو دوسرا بھی اُسکی طرف مائل ہو جائیگا بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کسی سے عداوت کرے تو وہ دوسرا بھی بمجرد اطلاع عداوت کے اُس سے عداوت کرنے لگیگا اور البتہ خدا واسطے کسی سے بغض ہونا کمال ایمان کی علامت ہے علی الخصوص اقرباء سے عداوت کرنی اور خدا تعالی نے جو فرمایا ہے تو اُس سے مراد عداوت مطلق ہے خواہ اقربا کی خواہ اپنی غیر کی لیکن سب صحابہ میں یہ بات نہ تھی بلکہ اپنے اقارب کیا غیروں ہی کو جو کہ کافر تھے بعضے صحابہ دوست رکھتے تھے چنانچہ خدا تعالی اس

دوستی سے اُنکو منع کرتا ہی اپنے قول میں یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ اور صحابہ کے دلوں میں جو آرزوئین جہاد کے کرنے کی تھیں صلح حدیبیہ سے پہلے تو وہ بھی بعضے ہی صحابہ تھی نہ کل صحابہ اور جو لوگ کہ جہادوں میں سے بھاگ جاتے تھی وہ کیا جہاد کی آرزو کرینگے بلکہ صلح کرنے سے وہ بہت خوش ہوی ہونگے البتہ طواف کی خوشی اُنکو دلوں میں ہوگی سو آرزو طواف کے صلح کرلینے سے دل ہی میں رہگئی اور آب تیغ سی فنا بھی کفاروں کو وہ ہی صحابہ کرتے جو کہ جہادوں میں کفار کو قتل کرتے تھی اور زخم کھاتے تھی نہ بھگوڑے جو کہ جان بچاکر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھی اور حضرت عمر نے جو بڑا شک نبوت میں حضرت صلعم کی کیا تھا باعث اُسکا صلح حدیبیہ ہی تھی کہ حضرت صلعم کے ارشاد کو جھوٹا سمجھ کر نبوت میں حضرت کی شک کیا اور جوش محبت خداوندی اور نیازمندی رسول تو اُحد اور حنین اور خیبر ہی میں معلوم ہوگئی تھی کہ رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھی اور اکملیت ایمان کی بھی اُنہیں صحابہ کے واسطے ثابت ہے کہ جو راہ خدا میں جانیں لڑاتے تھی ورنہ وہ ہی کامل الایمان گنے جاتے ہونگے تھی نہ بھگوڑوں کے واسطے کہ وہ ضعیف الایمان تھی اور ایسی سہل بات نہیں ہی کہ دخل در معقولات ہر کوئی بے مشقت اور بدون تکالیف اُٹھانیکے راہِ خدا میں کمال ایمان حاصل کرلے اور جہاد کرنے سی زیادہ کوئی تکلیف نہیں ہے کہ جسمین جان کی جاتے رہنے کا احتمال ہی **قال الشیخ الاشعری** معہذا قرینہ اسبات کا کہ اول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا پھر صحابہ کا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امت میں اول نمبر ہے اور صحابہ کا دوم تو ہم بالیقین سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اول قسم کی مخلصین میں سے تھی کہ شیطان بھی اُنکو اغوا سے کانوں پر ہاتھ دھرتا تھا بلکہ با این نظر کہ شیطان راس و رئیس کفار ہی اور صحابہ اشداء علی الکفار ہیں تو شیطان پر اور بھی اشد ہونگی علی ہذا القیاس نفس اعداء دین میں سے بلکہ سب میں بڑھکر شیطان بھی اُنکے سہارے اپنا کام کری ہے وہ اگر نہ ملتے تو شیطان کیا کری بہرحال شیطان سی اُنکی عداوت اور بھی زیادہ ہوگی اور ان دونو پر وہ اور بھی اشد ہونگی کیونکہ بغض فی اللہ یعنی خدا کے دشمنوں سے عداوت بقدر دشمنی ہوتی ہی جتنی دشمنوں کی دشمنی زیادہ اُتنا ہی بغض فی اللہ زیادہ سو اور مخلصین پر شیطان کا قصد بس نہ چلتا تھا مگر کچھ اندیشہ بھی نہ تھا صحابہ سے اُنکی کو رہی دبتی تھی عجب نہیں کہ اُنسے بھاگتا پھرتا ہو سو یہی وجہ ہوگی کہ حضرت عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا تھا کیونکہ وہ سب صحابہ میں کافروں کے باب میں ہر قابل تھے اُنکے حق میں اشد علی الکفار ہونا سب میں زیادہ صادق آتا تھا بھلا شیطان جنسے خود بھاگے اُنہیں کیا گمراہ کریگا شیطان کو ایسی جگہ اپنی ہی پڑجاتی ہی اور نفس جنسے دبے وہ کس سے دبینگے آدمی اوروں سے جو دبتا ہے تو اس نفس ہی کی بتے دبتا ہے اسیواسطے یہ لازم پڑا کہ ایسے لوگوں کی عبادات میں کچھ فرق نہ پڑے اور اُنمیں کسی قسم کا ریا وغیرہ کا نہو کیونکہ ان سب بیماریوں کی جڑ بھی دو آسیب تھے جب یہی قابو میں آگئی پھر کیا کسر باقی رہگئی ایسے وقت اگر بُرا کام ہوتا ہی تو فقط بسبب غلط فہمی کے ہوتا ہے اسلئے اُسمیں بھی ثواب ملنا چاہئی مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے جو سر کے بال غصہ میں پکڑکر کھینچے حالانکہ حضرت ہارون کی کچھ تقصیر نتھی ہرگز عقل سلیم کے نزدیک داخل جرائم نہیں یہ نہیں کہ اسپر کسی قسم کا مواخذہ ہو بلکہ امید ثواب ہے کیونکہ باعث اسکا فقط خدا کی محبت اور بغض فی اللہ ہوا اور چونکہ یہ دونو اوصاف محمودہ میں سی ہیں بلکہ اعلی اقسام میں سے اور ادہر اعمال کا مدار نیت ہے فقط صورت پر نہیں ورنہ سب کی نمازوں کا ثواب برابر ہی ہوتا تو ہمکو یقین کامل ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اُسپر ثواب ہے ہاں اتنی بات ضرور ہی کہ بعد اطلاع غلطی کے بوجہ غلطی ندامت ہوتی ضرور ہی سو اس ندامت سے یہ نہیں لازم کہ وہ کام الیسا برا ہو کہ اُنکو اُسپر عذاب ہو بلکہ وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ کام تو حقیقت میں بُرا ہوتا ہی بلکہ نیت کے غلبہ سے اچھا ہو جاتا ہی جیسے دھول دھپہ اصل سی بُرا ہوتا ہی لیکن یاران غمگسار کا دھول دھپہ بھی بسبب اسکے کہ ازراہ محبت ہوتا ہی موجب نشاط خاطر محزون ہوا **اقول** رسولخدا صلعم کا نمبر اول اس امت میں کیا بلکہ تمام امتوں میں ہی اور نمبر دوم جیسا کہ ہم لکھ چکے کل صحابہ کا نہیں ہے بلکہ اُن صحابہ کا تھا جو کہ راہ خدا میں جاں فشانیاں کرتے تھی نہ اُن لوگوں کا کہ جو اپنی جانوں کو چراتے تھی اور اول قسم کے وہ ہی صحابہ مخلصین تھی جو راہ خدا میں قتل کرتے تھی کفار کو یا اُنکے ہاتھوں سے مقتول ہوتے تھی نہ جہادوں میں سی بھاگنے والے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر اور شیطان بھی اُن صحابہ مخلصین ہی کی اغوا سے کانوں پر ہاتھ دھرتا تھا جنکو کہ ہم مخلصین میں سے لکھ چکے ہیں نہ وہ لوگ کہ جو خود اقرار کرتے تھی اپنی زبان سے آدمیوں کے سامنے کہ میرے ہمراہ شیطان ہے کہ بہکاتا ہی وہ مجھکو جیسے کہ ابوبکر لوگوں سے کہتے تھے کہ اِنَّ لِیۡ شَیۡطَانًا یَّعۡتَرِیۡنِیۡ اگر کسی دعا میں خدا کے سامنے کہتے تو عجز و انکسار پر دلالت کرسکتا تھا لیکن ابوبکر تو آدمیوں کے سامنے کہتے تھے اور جیسے شیطان کے مطیع تھی ایسے ہی اپنے نفسوں کے مطیع تھے بعضے اصحاب ور حسد اور عداوت اور طلب ریاست اور میل طرف لذات اور شہوات کے صحابہ کا شرح مقاصد میں ملا سعد الدین تفتازانی نے جو لکھا ہی اور لکھا ہی بعد اسکے کہ اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موصوفا یعنی اسواسطے کہ نہیں ہے ہر صحابی معصوم اور نہ وہ ہر شخص کہ ملاقات کی ہی اُسنے پیغمبر خدا سے نام رکھا گیا ساتھ خیر اور نیکی کے یہ اطاعت نفس کی نہیں تو کیا ہی اور اسکے عذر میں ملا مذکور لکھتے ہیں کہ علماء اہل سنت بسبب حسن ظن اصحاب رسولخدا صلعم کے تاویل کرتے ہیں اور سب صحابہ سے تو شیطان کی کور کا ہیکو دبتی تھی جو کہ اُسکے مطیع تھی اُنکی دبتی تھی اور جنسے

ہوا اسکی دبتی تھی اُن مخلصین کو ہم لکھ چکے اور روایت شیطان کی عمر سے بھاگنے کی بالکل موضوع ہے اسواسطے کہ مشکوۃ میں عمر کے فضائل میں جو لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم
اپنی زوجہ بی بی عائشہ کو حبشی مردوں کا ناچ دکھانے کو لیگئے اور حضرت کے شانہ پر سے منہ نکالکر وہ تماشا اُن مردوں کے ناچنے کا دیکھتی تھیں اتنے میں عمر آگئے تو وہ حبشی سب بھاگ
گئے حضرت نے فرمایا کہ عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے سو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلعم تو شیطانی کام میں مشغول ہوں اور شیطان اُنکے پاس سے نہ بھاگے اور عمر کو دیکھکر
بھاگ جاوے اور اگر عمر سے شیطان بھاگتا تھا اور رسول خدا صلعم سے نہیں بھاگتا تھا تو معلوم ہوا کہ عمر شیطان سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور اگر کافروں کے حق میں حضرت عمر
زہر قاتل تھے تو مسلمانوں کے حق میں بھی شہد شیریں نتھے عادت ہی ایسی کج خلقی کی تھی کہ سب سے اُلکھاڑ پچھاڑ رکھتے تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ اُنکی خلافت سے کوئی مسلمان راضی
نتھا ابوبکر نے بموجب وعدہ سابق کے کہ اگر تو مجھکو خلیفہ کروائیگا تو میں تجھ کو بعد اپنے خلیفہ کرونگا بدون رضامندی مسلمانوں کے عمر کو خلیفہ کر دیا چنانچہ ازالۃ الخفا میں
شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے لکھا ہے کہ ان ابابکر اذا حضرہ الموت ارسل الی عمر لیستخلفہ فقال الناس استخلف علینا
فظاً غلیظاً ولو قد ولینا کان افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ وقد استخلفت علینا عمر اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ ان جماعۃ من الصحابۃ دخلوا علی ابی بکر لما عزم علی
استخلاف عمر فقال لہ القائل منہم ما انت قائل لربک اذا سألک عن استخلاف عمر علینا وقد تری غلظتہ در حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ جسوقت ابوبکر عمر کو
خلیفہ کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ تو ہم پر ایسے بدمزاج تند خو کو خلیفہ کرتا ہے اگر اسکو تو خلیفہ کریگا تو یہ زیادہ بدمزاج ہو جائیگا اور جسوقت تو اپنے پروردگار سے ملاقات کریگا تو
کیا جواب دیگا تو عمر کے خلیفہ کرنے کا کہ ایسے بدمزاج کو ہم پر خلیفہ کرتا ہے سو اُنکی عادت سب ہی سے ایسی تھی اور کافروں کے واسطے زہر قاتل کیا ہوتے جہاد میں سے تو کافروں کے
مقابلہ سے بھاگ جانیکی تھی کیا کسی کافر کو کبھی قتل کیا تھا جو کفار کے حق میں زہر قاتل تھے سوائے بھاگ جانے کے شعار ہی اُنکا تھا اگر ڈٹ کر لڑتے تو کسیکو تو قتل کرتے سو یہ نصیب ہی
نہیں ہوا اس صورت میں اُنکے حق میں سب سے زیادہ اشد علی المومنین صادق آتا تھا نہ اشد علی الکفار اور سچ ہے شیطان اُنکو کیا گمراہ کرتا تحصیل حاصل تھی شیطان تو اسکو گمراہ کرتا ہے کہ
جو کوئی اُس سے پناہ مانگتا ہے اور شیطان تو خود اُس سے ہی پناہ مانگتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا جیسا کہ ہم لکھ چکے اور عبادت اُنکی جیسی کہ بے ریا تھی اُسکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے
اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ برا کام غلط فہمی ہی کی جہت سے ہو اکثر آدمی عمداً جان بوجھکر برے کام کو واسطے طمع دنیا اور حب ریاست و رباہ اور خواہش نفسانی کی جہت سے کرتے ہیں
کہ ثواب اُسمیں سر مو نہیں ہوتا بلکہ انجام کو وبال جان ہوتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام نے جو اپنے بھائی کے بال پکڑ کر کھینچا تو اُنسے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی تو عمل
خاطر سے غلط فہم اُنکو مقرر کرتا ہے بلکہ اُنہوں نے عمداً مصلحت سمجھکر اُنکے بال پکڑ کر کھینچے اپنی قوم کے دکھانے کو جنہوں نے کہ گوسالہ پرستی کی تھی تاکہ وہ جانیں کہ گوسالہ پرستی بڑا
سخت گناہ ہے کہ جسکے سبب سے اپنے بھائی کو بال پکڑ کر کھینچا تاکہ وہ توبہ کریں اور آیندہ سے ایسی حرکت نکریں اور بعضے صحابہ سے جو کچھ افعال سرزد ہوئے ہیں اُسمیں نیت ہی اُنکی خراب
تھی اس نیت ہی پر اُنسے مواخذہ ہوگا اور رسول نے جسکے سبب اُنکے افعال نہ تھے بلکہ ایسے تھے کہ جو بروز حشر باعث اُنکی رسوائی کا ہونگے **قال الشیخ الاشعری** الغرض
صحابہ کرام کے سامنے جب نفس اور شیطان مغلوب ہو گئے تو اسوقت اگر کوئی کار بیموقع اُنسے صادر ہوا تو بوجہ غلط فہمی صادر ہوا ہوگا اس صورت میں گو وہ کام برا تھا لیکن
چونکہ بری طرح سے نہیں ہوا اور شیطان اور نفس کو جو بری کاموں کی اصل اور بنیاد باندھنے والی ہیں اُسمیں دخل نہیں ملا بلکہ قوت ایمانی ہی باعث اسکا ہوئی ہے تو ثواب تو
غلبہ نیت اور قوت ایمانی اِن کاموں کی برائی ایسی مغلوب ہوئی ہے جیسے ماشہ دو ماشہ برابر نمک کا اثر کرے یا دریا میں سو جیسے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون پر غصہ ہوا اور
اُنکے بال پکڑ کر کھینچنے کا باعث فقط بغض فی اللہ تھا ایسے ہی مشاجرات صحابہ بھی بغض فی اللہ پر مبنی ہوں لیکن جیسے حضرت موسیٰ سے غلطی ہوئی کہ اُس بغض
فی اللہ کو بیموقع صرف کیا ایسے ہی صحابہ سے بھی یہ غلطی ہوئی ہو کہ جوش بغض فی اللہ میں مثلاً چوک گئے اور بگاڑ بیٹھے اور حقیقت الامر کو نہ سمجھے تو اس صورت میں
اُنپر مواخذہ نہوگا بلکہ ماجور ہونگے ہاں اگر بغض فی اللہ یا کوئی اور صفت محمودہ باعث اُس فعل کا نہیں ہوا بلکہ کوئی امر مباح ہے اُنکا تو ثواب نہیں بمعنی افعال اُس قسم کے
افعال مباح ہو گئے ہیں تو البتہ ثواب تو مترتب نہوگا لیکن بسبب غلط فہمی کے ماخوذ بھی نہونگے اور احتمال یہ بھی ہے کہ گو وبال اقل قلیل مقتضاء البشریت حرکت ناسزا صادر
ہو گئے ہوں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر چند شیطان کو مخلصین پر قابو نہیں ملتا اور نفس بھی مغلوب و مقہور ہو کر اُنکا اس طرح مطیع فرمان ہو لیتا ہے جیسے ہاتھی باوجود اس عداوت کے
کہ انکو آدمیوں سے ہے مغلوب و مقہور ہو کر آدمیوں کی ہر طرح سے اطاعت کرتا ہے لیکن جیسے ہاتھی پھر ہاتھی ہے آدمیوں کے غلبہ سے آدمی نہیں بنگیا کبھی نہ کبھی اپنی عادات
اصلی پر آجاتا ہے ایسے ہی نفس کو غلبہ ایمان اور صولت محبت الٰہی کے باعث مقہور اور مغلوب ہو گیا ہے لیکن پھر نفس ہے وہ طبعزاد برائی اور گناہوں کی رغبت کہاں جاتی
اقول اول تو سب صحابہ سے شیطان اور نفس کا مغلوب ہونا ثابت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ بوجہ غلطی کوئی گناہ اُنسے صادر نہیں ہوا ہے بلکہ جو کچھ اُنہوں نے کیا ہے عمداً اور
حب جاہ اور خواہش نفس اور عداوت فیما بین کی جہت سے کیا ہے اور بری طرح ہی سے ہر ایک امر بد اُنسے صادر ہوا ہے اور خواہش نفس ہی کا اُسمیں دخل ہوا ہے اور جو کچھ بعضے

صحابہ نے کیا ہے وہ بے ایمانی ہی کی راہ سے کیا ہے اور قوت ایمانی سے اسکو کچھ لگاؤ نہیں ہے اور نیت ہی انکی ابتدا سے بے ایمانی پر آمادہ تھی بطمع دنیا چنانچہ سعد الدین تفتازانی
نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان ما وقع بین الصحابة من المحاربات والمشاجرات على الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور على السنة الثقات یدل على ظاہرہ
ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسة والمیل الى اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما
اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جو کچھ واقع ہوا ہے درمیان صحابہ کے جنگ جدال اور نزاع اور تکرار جس طرح سے کہ کتب تواریخ میں لکھا ہے اور معتمد آدمیوں کی زبانوں پر مذکور ہے وہ دلالت کرتا ہے
باعتبار ظاہر کے اس امر پر کہ بعضی صحابہ راہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور حد ظلم اور فسق کو پہنچ گئے اور باعث اسکا کینہ اور عناد اور خصومت سخت ہے اور طلب ملک اور ریاست اور رغبت طرف لذتوں
اور خواہش نفس کے تھا اسواسطے کہ نہیں ہے ہر صحابی معصوم اور نہ ہر وہ شخص کہ جس نے پیغمبر خدا سے ملاقات کی ہے نام رکھا گیا بخیر ہے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ علما انکے افعال قبیحہ میں تاویل کرتے
ہیں بسبب حسن ظن کے جو صحابہ کی نسبت ہے اس قول سے سب مقدمات اسکے باطل ہو گئے کہ جو کچھ ان سے وقوع میں آیا ہے سب عمداً کینہ اور عداوت اور طلب ریاست اور رغبت لذات اور
خواہش نفس سے وقوع میں آیا ہے اور غلط فہمی کو کچھ دخل نہیں ہے اور اسیواسطے امام غزالی نے لکھا ہے کہ صحابہ کے نزاعوں کا ذکر نکرنا چاہیے ورنہ صحابہ سے سننے والوں کو بغض ہو جائیگا چنانچہ
صواعق محرقہ میں قول امام غزالی کا منقول ہے کہ ویحرم على الواعظ وغیرہ ذکر مقتل الحسن والحسین وماجرى بین الصحابة من التشاجرات والمنازعات لانہ یہیج الى بغض الصحابة
یعنی اور حرام ہے واعظ کرنے والے پر اور اسکے غیر پر ذکر کرنا حسن اور حسین علیہما السلام کے قتل ہونیکا اور حرام ہے ذکر کرنا صحابہ کے جھگڑوں اور مخالفتوں اور لڑائیوں کا اسواسطے کہ یہ ذکر کرنا
کھینچتا ہے طرف بغض صحابہ کے کہ ان قصوں کو لوگ سنینگے تو صحابہ سے دشمنی ہو جائیگی پس جسوقت کہ ایسے افعال تھے صحابہ کے کہ اسکو سنکر انسے دشمنی ہو جاتی تو وہ کونسا اندھا عقل کا ہے کہ
اسکو یہ سمجھیگا کہ قوت ایمانی اسکا باعث ہوئی اور پیغمبر خدا کے ارشاد کو ہذیان کہنے کو اور انکی اہل بیت کے گھر کے جلانے کا ارادہ کرنے کو اور دروازہ توڑنے کو اور انکے حقوق کے غصب کرنے کو اور صحابہ کبار
کے بے عزت اور زدوکوب کرنے اور ہزاروں مومنین بے تقصیر کے قتل کرنیکو کون غلط فہمی کہیگا اور ان ظلموں کو ماشاء و ماشاء کون کہدیگا اور حضرت موسیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اس سے پہلے
ہم لکھ چکے ہیں کہ قوم کے دکھانے کو اپنی طرف حضرت ہارون کو کھینچتا تھا تا کہ لوگ پھر ایسی حرکت نکریں ورلا تشمت بی الاعداء حضرت ہارون نے اسواسطے کہا کہ انکو مافی الضمیر حضرت
موسیٰ کا علم تھا کہ وہ اسواسطے کھینچتے ہیں سو ہو سکتا ہے کہ غصہ میں حال دریافت کرنیکو اپنی طرف کھینچا ہو جب حضرت ہارون نے عذر کیا اور کہا کہ یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا
یقتلوننی تو برأت حضرت ہارون کی ثابت ہوئی اور استغفار واسطے انقطاع کی طرف خدا کے اور تقرب کے طرف اسکے کیا ہو اور جسوقت کہ انبیا معصوم ٹھیرے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ انکی
غلط فہمی ہوئی اور موسیٰ سا پیغمبر ہو کر طرف حضرت ہارون کے کہ وہ بھی معصوم تھے گمان بد کرے کہ اس امر میں انہوں نے قصور کیا ایسا نہیں ہو سکتا ورنہ انبیاء کو معصوم نکہو اور اگر
معصوم کہتے ہو تو غلط فہمی کے کیا معنی اور اگر غلط فہمی انکے حق میں جایز ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعضے احکام خدا کو بھی غلطی کر کے غیر مرضی خدا کے موافق لوگوں کو پہنچاتے ہونگے پیغمبری ہی باطل
ہوئی انکا علم تو کچھ تھا اور یہ بھی خوب بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کہ معصوم ہیں انکی گناہوں کو تو ظاہر کرتے ہیں اور غیر معصوموں کے گناہوں میں تاویل کرتے ہیں اور دونوں کے
گناہوں کو برابر رکھتے ہیں اور غیر معصوموں کے گناہوں کو جو منجر بکفر ہیں انکو معصوموں کے ترک اولی سے مساوی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جیسے انبیا سے غلط فہمی ہوئی ہے ایسے ہی صحابہ
سے غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ غیر معصوم کے فعل میں تاویل ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ہر ایک کے قول اور فعل میں گنجایش تاویل کی ہو تو کلمات کفر جو بعضوں سے صادر ہوتے ہیں
تاویل کرکے درست کر لیے جائیں اور بعضی صحابہ نے بغض فی اللہ کو جو بموقع صرف کیا اسیواسطے انسے مواخذہ ہوگا کہ بغض فی اللہ تو چاہیے کفار سے اور انہوں نے خدا کے دوستوں سے بغض کیا
اور حقیقة الامر کو خوب سمجھکر کیا بدون سمجھے نہیں کیا کہ وہ تیری طرح احمق اور دیوانے نہ تھے بلکہ قصداً کیا چنانچہ شرح مقاصد کی عبارت ابھی گزری ہے اور اجر کیسا بلکہ بڑے سخت عذاب میں
گرفتار ہونگے جسوقت کہ مظلوم انکے ظلم کی درگاہ خدا میں فریاد کرینگے اور بغض فی اللہ تو کوئی امر ہی نہ تھا بلکہ جو کچھ کیا حب جاہ اور کینہ اور عداوت کی جہت سے کیا اسیواسطے جناب رسولخدا صلعم نے
فرمایا تھا کہ بعضے مردوں کو ملائکہ حوض کوثر پر سے دوزخ میں لیجائینگے تو میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ تو میرے اصحاب ہیں وہ کہینگے کہ جسوقت سے کہ تو نے انسے مفارقت کی ہے
اسیوقت سے یہ مرتد ہو گئے تھے چنانچہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور مرتد ہو جانا بعضے صحابہ کا اسوقت کا ظاہر ہے گو اہل سنت انکار اسکا کریں اور اقل قلیل نہیں اور نہ مقتضای لغت
بلکہ قصداً بعضے صحابہ سے ایسے افعال بد صادر ہوئے ہیں کہ نجات انکی دشوار بلکہ مشکل ہے اور وہ لوگ مخلصین میں سے نہ تھے بلکہ دنیادار اور طالب دنیا تھے اور اس طلب دنیا نے انکو آخرت سے بالکل
اندھا کر دیا تھا اور شیطان انکا ہمدم تھا اور اگر وہ لوگ ارادہ کرتے کہ نفس کو مقہور کریں اور اپنا مطیع بنائیں جیسا کہ چاہیے آدمی کا مطیع ہو جانا ہے تو ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے ارادہ ہی اسکا
نہیں کیا اور جو کچھ کیا جان بوجھکر کیا ہے اور اگر محبت الہی انکو ہوتی تو البتہ ایسا کرتے اور نفس کو اپنے انہوں نے مقہور اور مغلوب کیا ہی نہیں ہے نفس انکا تو ہمیشہ غالب ہی رہا ہے اسیواسطے طبع
برائی انکی ظاہر ہوتی تھی اور گناہوں کی طرف رغبت کرتے تھے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسے بدن میں چار قسم کی کیفیات یعنی حرارت برودت یبوست رطوبت
کو پائے جانے سے یہ دریافت ہوا ہے کہ بیشک بدن ان چاروں کیفیات کے اصلوں سے یعنی آگ ہوا پانی خاک سے مرکب ہے ایسے ہی بلحاظ اسباب کے آدمی کی کبھی میل نیکی کی طرف رغبت ہوتی ہے کبھی بدی کی جانب

یوں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقت ان دونوں اصلوں سے مرکب ہے لیکن جیسے اربعہ عناصر میں سے ہر ایک میں ایک کیفیت خاص ہے کہ اسکے مخالف اسمیں نہیں پائی جاتی اور اگر پائی بھی جائے تو
عارضی ہوتی ہے جیسے پانی کا گرم ہوجانا ایسے ہی نیکی اور بدی کی اصل میں بھی ان دونوں میں سے ایک ایک ہونی چاہئے اور دوسری آجائے تو وہ عارضی ہے جب بات
مسلم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ نیکی کے اصل کا نام ہم روح کہتے ہیں اور بدی کے اصل کا نام نفس اور روح میں کیفیت اصلی نیکی ہوگی اور خلاف ہوکر اگر بدی اس سے صادر ہو
تو وہ عارضی ہے اور نفس کی اصلی خاصیت بدی ہوگی اور مغلوب ہوکر نیکی کرنے لگے تو وہ عارضی سمجھی جائیگی اس جگہہ ہم یوں قیاس کرتے ہیں کہ جیسے حرارت غریزی
کے وسیلہ سے ہم یوں دریافت کرتے ہیں کہ آدمی کے بدن میں ایک جزء ناری بھی ہے اور پھر اسکو یوں کہتے ہیں کہ اسکی اصل کرہ نار ہے خدا نے اپنی اور قدرت سے اسے
یہاں لاکر قید کردیا ہے ایسے ہی نیکی کے ارادہ کے وسیلہ سے اول تو ہم یوں دریافت کرتے ہیں کہ آدمی میں کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اسکی اصلی خاصیت نیکی ہے اور دوبارہ یوں
سمجھتے ہیں کہ اسکی اصل طبقہ ملائکہ ہے جنکی شان میں خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا ہے لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ یعنی خدا کی نافرمانی کرتے ہی
نہیں جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں سو اسکا حاصل یہی ہے کہ انکی اصلی خاصیت نیکی ہے ایسے ہی انسان کے دل میں بدی کے ارادہ اور خواہش کے وسیلے سے اول تو ہم سمجھتے
ہیں کہ اس میں کوئی جزء ایسا ہے کہ اسکی اصلی خاصیت بدی ہے اور پھر یوں خیال میں آتا ہے کہ اسکی اصل طبقہ شیاطین ہے جنکے حق میں جناب باریتعالی یوں ارشاد فرماتے ہیں
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا حاصل یہہ کہ شیاطین اپنے رب کی قدیمی نافرمان ہیں سو اسکا حاصل یہی ہے کہ انکی اصلی خاصیت بدی اور نافرمانی ہے القصہ روح عالم ملکوت کی
ایک چیز ہے اور نفس طبقہ شیاطین میں سے ہے خداوند کریم نے اپنی زور و قدرت سے انکو ایک جگہہ ایسا جمع کردیا ہے جیسا طوطی اور زاغ کو ایک قفس میں بند کر دیں پھر جیسے
بدنکے اربعہ عناصر میں ہر ایک کو اسکے ہم جنس سے تقویت ہوتی ہے ایسے ہی روح اور نفس کو بھی اپنے اپنے ہم جنس سے یعنی ملائکہ اور شیاطین سے تقویت ہوتی ہے چنانچہ بعض
احادیث بھی اسپر شاہد ہیں اور بزور عقل بھی ہم یوں ہی یقین کرتے ہیں کہ اوقات مختلفہ میں یہ نیکی اور بدی کے خیال کا غلبہ بوجہ ملائکہ یا بوجہ شیاطین ہو تو ہو ورنہ جو
انداز طبع زاد تھا وہی رہتا غرض طبعی کیفیت جاتی ہے تو کسی خارجی شے کے غلبہ سے جاتی ہے سو نیکی کے خیال کا غلبہ بظاہر سامان بجز اعانت ملائکہ متصور نہیں علی ہذا القیاس
بدی کیجانب توجہ کی زیادتی بجز تاثیر شیاطین معقول نہیں سو اگر کسی وقت نیکی کا خیال غالب ہوا اور اس سے اعمال صالحہ صادر ہوں اور اس ترکیب سے روح کی تاثیر نفس
ایسی طرح عارض ہو جاوے جیسے برتن کے نیچے آگ جلانیکی ترکیب سے آگ کی تاثیر پانی پر عارض ہو جاتی ہے اور اسکے تاثیر اصلی کو ٹھنڈک ہی دبالیتی ہے تو اس صورت میں نفس
بھی روح کے کام ایسے ہی دینے لگے گا جیسے بہت گرم پانی آگ کا کام دیتے یعنی بدن کو جلا دے علی ہذا القیاس اگر نفس روح پر غالب آجائیگا تو روح نفس کی تبعیت میں نفس
کے کام دینے لگیگی کیونکہ ترکیب میں یہی تو ہے کہ یا یہہ غالب ہو یا وہ چنانچہ اجسام میں یہی حال رہتا ہے کبھی کسی خلط کا غلبہ کبھی کسی خلط کا بہرحال اگر روح غالب ہوگی تو ایسے وقت میں روح کو
بہ نسبت نفس کے اشداء علی الکفار میں سے سمجھنا چاہئے اور اسوقت میں شیطان کا بالکل اختیار اٹھ جاتا ہے اور وہ تسلط اور حکومت جو پہلے تھی باقی نہیں رہتی لیکن جیسے کسی
شخص کو ہمیں ایسا اختیار تو نہو جیسے نوکر یا غلام پر ہوتا ہے مگر تاہم اپنی طرف سے اپنی جی کی بات سمجھایا کرتے ہیں وہ مانے یا نمانے ایسے ہی شیطان بھی اپنی حسب حوصلہ نیت دو
یعنے وسوسہ ڈالنے سے باز نہیں آتا **اقول** جسقدر اس نے اس مقام میں لکھا ہے اسکو اس سے کچھہ فائدہ نہیں اور نہ یہ رسالہ ایسے امور کی تحقیق کا ہے امام نے جو نیکی او
بدی کو قیاس کیا ہے حرارت اور برودت اور یبوست اور رطوبت پر صحیح نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہہ چاروں کیفیتیں تو بدن انسان میں موجود ہیں اور نیکی اور بدی کا وجود سے
انسان کے بدن میں کوئی وجود نہیں ہے فعل انسان کا اگر نزدیک عقل کے پسندیدہ ہوا تو اسکو نیک کہنے لگے اور اگر عقل کے نزدیک پسندیدہ نہوا تو اسکو بد کہنے لگے یعنی ان فعلوں کا
نام نیک اور بد رکھدیا ہے اور وہ سب افعال ہیں انسان کے جنکا نام نیک و بد رکھا ہے اور یہہ اس صورت میں ہے کہ جسوقت حسن و قبح عقلی ہو اور جسقدر اسنے لکھا
ہے وہ حسن اور قبح عقلی ہی میں درست ہو سکتا ہے نہ حسن و قبح شرعی میں اور مذہب اشاعرہ کا حسن و قبح شرعی کا ہے اسواسطے کہ بعض افعال حسن شرع ایک مذہب کا وہ دوسرے
مذہب کی شرع میں قبیح ہے اس صورت میں نیکی اور بدی ہی میں اختلاف ہوگا اور جب انہیں اختلاف ہوا تو چاہئے کہ انکی اصلوں میں بھی اختلاف ہو کہ ایک مذہب میں
اگر نیکی کی اصل روح ہو تو دوسرے مذہب میں وہ بدی کی اصل ہو اور نیکی کے اصل کا نام نفس تب بھی ایک اصطلاح جدید ہے اور قرآن مجید تو خدا تعالی فائدہ اور نہ افعال کا
دونوں کا نفس ہی کے واسطے بیان کرتا ہے اور آدمی کے بدن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جسکی اصلی خاصیت نیکی ہو اور نہ ایسا ہے کہ کوئی جزء ایسا ہے کہ جسکی اصلی خاصیت
بدی ہو بلکہ ارادہ سے اپنی چاہے نیکی کرے چاہے بدی کرے لیکن قوتیں خدا تعالی نے انسان کے بدن میں پیدا کی ہیں جو کچھ کرتا ہے ان قوتوں کے وسیلہ سے کرتا ہے مگر حکم یہ کیا ہے کہ ان
قوتوں کو افعال نیک میں صرف کرو اور جو کچھہ اس قول میں اول سے آخر تک مرقوم ہوا اسکے مباحث [illegible] دست [illegible] تراشا ہے اگر بعض صحیح ہے تو بعض قابل اعتراض بھی ہے لیکن
اسکے تعارض میں کچھہ ہمکو فائدہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جبکہ نفس مقہور و مغلوب ہو جاتا ہے وہ روح کی تبعیت میں اچھے کام کرنے لگتا ہے لیکن یہ نفس

نفس ہی ہے جیسے پانی کتنا ہی گرم کیوں نہو آخر پھر وہ پانی ہے اول تو آگ کے بجھانے میں ویسا ہی ہے جیسا ٹھنڈا پانی دوسرے یہہ حرارت عارضی ہے اور عارضی چیز کا
کیا اعتبار ابھی آگ جلانی چھوڑ دو یا چولہے پر سے اُتار کر ذرا دیر دو پھر وہی ٹھنڈا کا ٹھنڈا ہے اسیطرح جہاں نفس کی خبرداری سے ذرا غفلت ہوئی پھر وہی اپنیوں پر
آجاتا ہے اور ہر وقت ایک حال رہنا محالات عادی میں سے ہے خصوصاً جسکی شان میں جناب باریتعالی یوں ارشاد فرماتے ہیں وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا یعنی حضرت آدم کی نسبت ۱۱
میں یوں ارشاد ہے کہ آدم بھول گئے اور ہمنے اُنمیں پختگی نپائی کیونکہ جو جو اوصاف حضرت آدم علیہ السلام میں تھے تھوڑے بہت سب بنی آدم میں ہونے چاہئیں
اسکی یہ ہے کہ توالد اور تناسل میں تو نوعیت باقی رہتی ہے اسیواسطے آدمی کے آدمی اور گھوڑی کے گھوڑا اور گدھی کے گدھا پیدا ہوتا ہے اور جب نوعیت باقی رہی تو جو جو نوعیت کے باقی رہنے میں نظر
آتی ہے یعنی توالد تناسل وہی بعینہ اور اوصاف کے حق میں بھی سمجھنی چاہئے بالجملہ سب اوصاف آدم علیہ السلام نسلاً بعد نسلاً کم و بیش سب آدمیوں میں ہوئے تو پھر
ایک حال پر رہنا محال اس صورت میں لازم پڑا کہ ہمیشہ نفس کی محافظت یکساں نہو بلکہ کبھی کبھی اُسکی نگاہداشت میں فرق پڑے اور نفس اپنی خاصیت کیطرف مائل ہو
اور کوئی انکو تقصیر سرزد ہو باقی رہی یہ بات کہ کوئی نفس کی حقیقت کو بدلکر روح بنالے یہہ خود محالات میں سے ہے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لا تبدیل لخلق اللہ یعنی خدا
کے پیدا کئے کو کوئی نہیں بدل سکتا الغرض کوئی صورت ایسی نہیں کہ انسان خطا و قصور سے بے اندیشہ ہوجاے لیکن اس حال کا قصور اُس قصور کی برابر نہیں کہ نفس اپنی
خاصیت اصلی پر ہو اور نیز روح کا ذرہ برابر اثر نہو بلکہ اُلٹا اُسکا روح پر اثر ہو کیونکہ پہلی صورت میں آدمی کا کچھ قصور نہیں اسکا کام اتنا ہی تھا کہ روح کو غالب کردے اور
نفس کو مغلوب روح کی خاصیت نفس کی خاصیت کو دبا بیٹھے یہ اسکے اختیار میں نہیں کہ نفس کو بدلکر روح بنادے اسکے اختیار میں نہیں کہ مدام یکساں رہے پھر جب اسکے اختیار دو باتیں نہوئیں اور جسقدر اسکا
اختیار تھا اُسقدر کر گزرا تو پھر لائق اسکے ہے کہ معاف کیاجاے چنانچہ خداوند کریم خود فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ کسیکو اُسکی طاقت اور وسعت سے
زیادہ تکلیف نہیں دیتا اسلئے ہمیں یقین کامل ہے کہ اسوقت کی خطائیں ہرچند خطائیں ہیں لیکن بسبب عموم رحمت اور وعدہ مذکور کے معاف کیجائیں **اقول** اس قول میں
اتنا ہے جسکو کہتا ہے بعضی امور قابل تعرض کے ہیں لیکن انکے ذکر میں ہمکو کچھ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اب سنئے کہ انبیاء سے
جو لغزشیں ہوتی ہیں تو شاید اس قسم کی ہوں جن پر عتاب ہوا ہے اور احتمال ہے کہ انکی بسبب علو رتبہ کے موافق مشہور نیکاں را بیش بود حیرانی انکی زلات سب از قسم غلط
فہمی ہوں اوروں کو گو اُسپر ثواب ملے پر انپر اُسپہ عتاب ہو لیکن صحیح اول ہے بات معلوم ہوتی ہے بہرحال ہرچہ بادا باد انبیاء کے سارے کو خدا جانے یا انبیاء پر یہاں تو فقط
اتنی بات سے غرض ہے کہ یہ وصف کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا خدا نے معرض تعریف میں بیان کیا اور پھر تعریف بھی ایسے وصف کے ساتھہ کہ بعد رسالت اُسیکا رتبہ
ہے ایسا وصف ایسا نہیں کہ صدور گناہ یا صدور خطا اُسکے ساتھہ محال ہو محال البتہ جب ہوتا کہ اس وصف والوں کو حقیقت نفسی کی تبدیل کا اختیار ہوتا سو یہہ تو معلوم
یہ بھی اس وصف والوں کو نصیب نہیں ہو سکتا کہ ایک حال پر قرار رہے اور کیونکر رہ سکیں دو چیزیں مخالف ایک دوسرے کے دشمن اُنکو پالا پڑا ایک شی ہو تو ایک حال پر رہے انکو واسطے
بھی بہت ہے کہ شیطان کا اُنپر تسلط نہیں ہوسکتا خداوند کریم انسے برائیوں کو ہٹا رہتا ہے چنانچہ حضرت یوسف سے برائی اور فحش کے ہٹانے کی وجہہ بیان فرمائی
ہے کہ وہ چنے ہوؤں میں سے ہیں فرمایا ہے کہ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ یعنی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹاویں اُس سے برائی ۱۱ ن
البتہ وہ ہی ہماری چنے ہوئے بندوں میں سے تھا القصہ یہہ لازم نہیں کہ جو اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہو اگر ان سے لغزش کا ہونا محالات میں سے ہو ہاں البتہ " باد ات
میں فتور نہو انکے کام میں ریا کو دخل نہو طالب اگر ہوں تو رضاء خداوندی کے ہوں نظر ہو تو اُسکے ایک فضل پر ہو سو اسی لئے بعد ان دونوں وصفوں کے بطور علامات کے
اور دلائل کے یوں بیان فرمایا تراہم رکعا الخ **اقول** غلط فہمی تو انبیاء علیہم السلام میں ہرگز نہتی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور گناہ کے صادر کرنے میں احتیاج حقیقت
نفسی کے تبدیل کرنے کی نہیں ہے انسان کو خداتعالی نے اختیار بخشا ہے چاہے اپنے ارادہ سے فعل نیک صادر کرے یا فعل بد شیطان کا انپر مسلط ہونا بھی کچھ محال نہیں ہے
سب جائز الخطا تھے اور ہمراہ حضرت کے تو سب طرح کے آدمی تھے منافق بھی اور ضعیف الایمان بھی اور مؤلفۃ القلوب بھی اور مؤمنین بھی اور یہ اوصاف مومنین صالحین کے
ہیں جنکو کہ ابتدا میں ہم بیان کر آئے ہیں اور ہمراہیوں کی اور آیت كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ الخ حضرت یوسف کے مقدمہ میں ہے کہ وہ پیغمبر تھے اور خداتعالی کے
بندگان مخلصین میں سے تھے اور جو لوگ کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب مخلصین میں سے نہ تھے اگر تھے تو بعضے تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے
اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ ان سب کی عبادات میں فتور نہو اور انکے کام میں ریا کو دخل نہو اور اگر طالب ہوں تو رضاے خداوندی کی ہوں بلکہ انمیں طالب دنیا اور
طالب جاہ دنیا بھی موجود تھے اور وہ مہاجرین اور انصار میں سے بھی تھے چنانچہ پہلے اس سے شرح مقاصد کی عبارت میں گزرا ہے اور تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا بھی ان مؤمنین
صالحین کی علامات میں سے ہے نہ سب ہمراہیوں کی علامات میں سے **قال الشیخ الاشعری** جب یہ بات مقرر ہوچکی تو اب ہماری عرض علماء شیعہ کی خدمت میں یہ ہے کہ

اول تو بسا اوقات یوں ہوتا ہی کہ بڑے بڑے کسی غلطی کے سبب سے بھلی بات کو بُری سمجھ جاتے ہیں حضرت خضر کی کشتی توڑنے کو حضرت موسیٰ جیسے اُولوالعزم نے بُرا سمجھا
اور خلاف شریعت سمجھکر یوں فرمایا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا حاصل یہ ہی کہ تو نے بُرا کام کیا حالانکہ اُنہوں نے بُرا نہیں کیا تھا بلکہ بھلا کیا تھا اگر نہ توڑتے وہ کشتی پکڑی جاتی
سو اسیطرح حضرات شیعہ بلکہ حضرات ائمہ بعض اصحاب کے افعال کو مثلاً فدک کے نہ دینے کو اور سوا اسکے اور افعال کو سر دست اگر بُرا سمجھ گئے ہوں اور حقیقت میں وہ بُرے
نہوں تو حضرات شیعہ ہی نقل کی رو سے فرمائیں کیا محال ہی اور یہ نہیں شاید کہ کسیکو یہ گمان ہو کہ حضرت خضر اہل مکاشفہ میں تھے انکی بات اگر سمجھ میں نہ آئی تو بجا ہی ابوبکر کو
ہم اہل مکاشفہ میں سے نہیں سمجھتے اسلئے یہ التماس ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو باہم جو شکر رنجی ہوگئی اور منشا اُسکا یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
حقیقت الامر کو نہ سمجھے اور اس سبب سے دست و گریبان ہوگئے اور ایسے ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا حقیقت الامر کو سر دست نہ سمجھی ہوں تو کیا حرج ہی حالانکہ یہاں کوئی مکاشفہ
کی بات بھی نتھی اسلئے کہ حضرت ہارون نے تو کچھ خطا کی ہی نتھی اگر معصوم ہونے کی ہیبت ہے اگر بات کو مستبعد سمجھتے ہو تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تو فقط شیعوں ہی کے نزدیک
معصوم تھیں حضرت موسیٰ تو بالاتفاق معصوم ہیں اور سلمنا یہ بھی نہیں تو یہ ناکارہ ابھی عرض کرکے آیا ہی کہ اولیا مخلصین سے چوک ہو ہی جاتی ہی اور خطا ہونا اُنسے کچھ محال
نہیں جو اس وجہ سے اُنکی بزرگی کی منکر ہوجئے بزرگی اور چیز اور صدور گناہ اور چیز وہ گناہ جو مخالف ولایت ہے وہ یہ ہی کہ نفس اپنی خاصیت اصلی پر باقی ہو اور روح اُسکی
مغلوب ہو جائے نہ یہ کہ بمقتضای بشریت بھی نہو ورنہ ہم تو نہیں کہہ سکتے حضرت آدم کی شان میں جو یہ آیا ہی وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَویٰ یا حضرت یونس کی طرف تعریض جو کہ وَلَا
تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہی مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ اِن سب کے کیا معنے ہونگے حالانکہ یہ سب مقامات کلام اللہ
میں مذکور ہیں گنجائش انکار ہی نہیں اور صحابہ کی زلات اگر زلات بھی ہوں اور از قبیل غلط فہمی نہوں تب وہ کچھ کلام اللہ میں مذکور نہیں کسی حدیث متواتر میں نہیں
ممکن ہی کہ غلط ہو اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ غلط نہیں لیکن جو تم جواب انبیا کی طرف سے دوگے وہ ہی صحابہ کی طرف سے سمجھ لو بلکہ اُنکی طرف سے یہی عذر بہت ہے کہ وہ معصوم نہ تھے اگر خطا
ہوگئی تو بلا سے جب باینہمہ خدا نے اُنکی تعریف کر دی تو پھر کیا حاجت جواب و عذر کی کیا ضرورت ہے ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است ❊ **اقول** اگر کسی آدمی غیر معصوم سے
غلطی ہو جاوے تو کچھ عجب نہیں لیکن حضرت موسیٰ سے کشتی کے ٹوٹنے میں ہرگز غلطی نہیں ہوئی بلکہ کشتی کے توڑنے پر اُنکا اعتراض کرنا بہت صحیح اور درست تھا ظاہر کے اعتبار سے کہ
کشتی کے توڑنے میں احتمال آدمیوں کے غرق ہونیکا تھا اور اُسکے توڑنے کے فائدہ کا علم نہ تھا یہ کہ غلطی اُنسے ہوئی ہو اور وہ ایک خبر غیب کی تھی کہ خدا تعالی نے حضرت خضر کو تو اُس سے
آگاہ کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ سے اُسکو پوشیدہ رکھا تھا ایک مصلحت کے واسطے اور اگر حضرت موسیٰ کشتی کے توڑنے کی بھلائی کو نہیں سمجھے تو یہ کوئی مسئلہ فقہیہ اور حکم حلال اور حرام
یا جائز اور غیر جائز کہ سب بندوں کو جسکا جاننا چاہئے نہ تھا بلکہ ایک امر غیب کا تھا کہ جسکو سوای خدا کے کوئی نہیں جانتا ہی یا وہ شخص کہ جسکو خدا تعالی مطلع کرے اصحاب کہف کا
حال جناب رسول خدا صلعم سے کفار نے پوچھا تو بتلا نہ سکے اور وعدہ بتلانے کا کیا اور قصہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا مختصر یہ ہے کہ بعد ہلاک ہونے قبطیوں کے
جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی یہ ہی کہ ایک روز حضرت موسیٰ نے خطبہ بہت فصاحت اور بلاغت سے پڑھا تو ایک شخص نے اُنسے پوچھا کہ یا نبی اللہ کوئی آدمی تم سے بھی زیادہ
عالم ہی فرمایا کہ نہیں خدا تعالی کو یہ دعوی حضرت موسیٰ کا ناپسند ہوا اور چاہا حضرت موسیٰ کو دکھلائے کہ بعضے بندے اُسکے ایسے ہیں کہ بعضی چیزوں کا علم اُنکو موسیٰ سے
زیادہ ہی اسلئے حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ تو فلانی جگہ جا اور ایک بندہ ہمارا وہاں ملیگا اُس سے ملاقات کرکے علم سیکھ سو وہ علم چند باتوں کا تھا اور نہ جو علم کہ حضرت موسیٰ کو
تھا اُسقدر علم حضرت خضر کو نتھا حضرت موسیٰ وہاں پہنچے اور اُس بندۂ صالح سے کہ وہ حضرت خضر تھے ملاقات کی اور دونو بزرگ وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک دریا پر پہنچے اور
خدا تعالی نے تین چار باتوں کا علم حضرت خضر کو تعلیم کیا اور حضرت موسیٰ سے پوشیدہ رکھا اور وہ دونو بزرگ کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت خضر نے کشتی کا تختہ توڑ ڈالا
اُسوقت حضرت موسیٰ نے اُنپر اعتراض کیا کہ تو نے کشتی کا تختہ جو توڑا ہے تو چاہتا ہے کہ آدمی غرق ہو جائیں سو بظاہر یہ امر بہت بُرا تھا اسواسطے اُنہوں نے
حضرت خضر پر اعتراض کیا اور اس توڑنے کا فائدہ اور بھلائی جو تھی کہ کشتی عیب دار ہو جائیگی تو بادشاہ ظالم اسکو گرفتار نکریگا اسکی حضرت موسیٰ کو کیا خبر تھی اور
اُس توڑنے کی بھلائی جو تھی خدا تعالی نے حضرت خضر کو تو تعلیم کی کہ تو کشتی کو توڑ ڈالنا اور حضرت موسیٰ پر اُسکو ایک مصلحت کے واسطے پوشیدہ رکھا کہ موسیٰ کو تو معلوم
نہو اور حضرت خضر حضرت موسیٰ کو اُسکے توڑنے کی بھلائی سے مطلع کریں اور حضرت موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بھی عالم ہیں اسکے بندوں میں سے سو اس مصلحت کے واسطے
خدا تعالی نے علم اُسکا حضرت موسیٰ سے پوشیدہ رکھا اور حضرت فاطمہ سے پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت تھی بجز اسکے کہ لوگ ابوبکر کو غاصب ٹھیرائیں یہ تو ایک مسئلہ فقہ کا
تھا اس سے تو سب کو مطلع کرنا چاہئے تھا اور علی الخصوص حضرت فاطمہ زہرا کو وہ وارث تھیں رسول خدا صلعم کی کہ ایسا نہو کہ وہ دعوی کریں اور نزاع واقع ہو اور جسوقت

حضرت فاطمہ نے دعوی فدک کا کیا تھا اُسوقت تو سوائے ابوبکر کے کسی نے بھی گواہی نہ دی کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اگر انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے تو خدا تعالی
نے جیسے کہ میراث پہنچنے کا ذکر کیا ہے کہ فلانے کو اسقدر پہنچے اور فلانے کو اسقدر تو ایسے ہی یہ بھی ذکر کرتا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اپنے پیغمبر ختم المرسلین ہی کو حکم
کرتا کہ تیرا کوئی وارث نہیں ہو سکتا یہ کیا کہ قرآن میں تو ذکر نہ کیا اور ابوبکر کو زبانی پیغمبر کے کہلا بھیجا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور اصحاب رسولخدا صلعم انبیاء سب
سے نبیے کہ اگر خلاف شرع محمدی کے وحی آتی ہو کہ ظاہر میں تو اُنکے افعال بد اور مخالف شرع کے ہوں اور حقیقت میں وہ بُری نہوں کہ علحدہ خدا تعالی نے اُن عملوں
کی بھلائی کی خبر اُنکو کر دی ہو اور سوائے اُنکے اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو جیسے کہ کشتی کے توڑنے کی بھلائی کی خبر حضرت خضر کو تو کر دی اور حضرت موسیٰ کو نہ کی اور از روے
نقل کے محال کیونکر نہیں ہے کہ خدا تعالی تو سب بندوں کو حکم وراثت کرے خواہ پیغمبر ہو خواہ غیر پیغمبر اور پیغمبر کے موروث نہونے کا ذکر نہ کرے اور حضرت ابوبکر فرمائیں کہ پیغمبر کا کوئی
وارث نہیں ہوتا ہے تو کیونکر اُنکے قول کی تصدیق کی جائے کہ جو مخالف قرآن کے ہے اور اس شیخ کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کے اگر کچھ کہیں اور کریں
جیسے کہ زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا گوشت خوک کھاتا ہے تو بے عذر شرعی اسکو ہم برا نہیں کہہ سکتے کہ گو ہم اسکو برا سمجھ گئے ہوں لیکن حقیقت میں وہ برا نہو سو یہ بات اہل سنت ہی کو
مبارک ہے اور حضرت خضر کو تو ہم اہل مکاشفہ میں سے نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے اُنکو تو تعلیم کر دیا تھا اور حضرت موسی کو تعلیم نہ کیا تھا تاکہ حضرت موسٰی کو معلوم ہو
کہ مجھسے بھی زیادہ عالم ہیں اور حضرت موسٰی اور حضرت ہارون کے درمیان ہرگز شکر رنجی بھی نہیں ہوئی تھی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ قوم کے دکھانے کو اپنی طرف حضرت
ہارون کو کھینچا تھا تاکہ وہ لوگ سمجھیں کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے کہ جسمیں اپنے بھائی کو کھینچا اور اپنے اس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت نکریں اور حقیقۃ الامر کو حضرت موسے
سب کچھ سمجھے ہوئے تھے اور دست و گریبان کب ہوئے تھے جھوٹ کسواسطے لکھتا ہے سر اُنکا البتہ اپنی طرف کو کھینچا تھا سو ہو سکتا ہے کہ واسطے دریافت کرنے کے غصہ میں جو بھرے ہوئے تھے
اپنی طرف کو سر اُنکا کھینچا ہو اور حضرت زہرا حقیقۃ الامر کو کیونکر نہ سمجھی ہونگی وہ تو خوب سمجھی ہوئی تھیں اور جانتی تھیں کہ ابوبکر اس روایت میں جھوٹے ہیں اور کیونکے
ایسا نہ سمجھتیں کہ دیکھتی تھیں کہ ایک شخص خلاف قرآن کے جھوٹ بول رہا ہے اور جسوقت ابوبکر نے بیان کیا تھا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور ظاہر میں امر برا تھا
اور حقیقت اسکی جسمیں بھلائی تھی اُسکو حضرت فاطمہ نہیں سمجھیں تو ابوبکر نے اُسکی حقیقت بیان کی ہوتی جیسے کہ حضرت خضر نے حضرت موسے سے حقیقت کشتی کے توڑنے کی
جسمیں بھلائی تھی بیان کی لیکن ابوبکر کے پاس اور کیا حقیقت اسکی تھی بجز اسکے کہ ایک روایت جھوٹی بنا کر کہدی بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے واہی اور پوچ اور یہاں معصوم
ہونیکو کچھ دخل نہیں ہے اور نہ حضرت موسی اور حضرت ہارون کے قصہ کو کچھ دخل ہے اور نہ حضرت زہرا کے معصوم ہونے کی جہت سے اسکو ہم مستبعد سمجھتے ہیں بلکہ ہم خود جانتے
ہیں کہ واقع میں ابوبکر نے مخالف قرآن کی ایک روایت بنا کر بیان کی اور اول تو ابوبکر کا اولیاء مخلصین میں سے ہونا ثابت نہیں ہے اور اولیاء مخلصین سے گو خطا صادر ہو لیکن
اس خطا کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسی ہے اور ایسی خطا عمداً اپنے نفس کے فائدہ کے واسطے کی کہ جسمیں آزار رسولخدا صلعم ہو وہ منجر بکفر ہوگی اور ایسی خطا میں ولایت اور اخلاص
باقی نہیں رہتا ہے اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جس نے فاطمہ زہرا کو آزار پہنچایا اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر اپنی خطا بخشوانے کے واسطے پاس حضرت
فاطمہ کے گئے تو حضرت فاطمہ نے اپنا منہ اُنکی طرف سے دیوار کی طرف پھیر لیا اور فرمایا کہ تم نے مجکو آزار پہنچایا ہے تمہاری شکایت رسولخدا صلعم سے کرونگی اور بزرگی جبھی تلک ہے کہ
گناہان کبیرہ عمداً صادر نہوں اور جب گناہ اکبر الکبایر جان بوجھکر کیا تو پھر بزرگی کہاں تھی اور اُنکے نفس ہی روح پر غالب ہے اور بمقتضاء بشریت یہ گناہ اُنکا تھا اور حضرت
آدم اور حضرت یونس اور جناب رسولخدا صلعم نے تو کسیکا حق غصب نہیں کیا ہے اور اگر تمہارے نزدیک اُنسے خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو وہ اُنکے ہی نفسوں کے واسطے ہیں کسی دوسرے
کو آزار نہیں پہنچایا ہے اور سوائے اسکے وہ معصوم ہیں اُنکے واسطے تاویل کر کے معنی صحیح بتلائے جاوینگے اور ابوبکر تمہارے نزدیک بھی معصوم نہ تھے تاکہ اُنکے حق میں تاویل
کی جاوے اور اگر انبیاء کو بھی تم فاسق اور جائز الخطا مثل ابوبکر کے جانتے ہو تو پھر یہ کاہیکو دعوی کرتے ہو کہ انبیاء معصوم تھے یہ دعوی تمہارا جھوٹا ہے اور وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی
میں عصیان امر مستحب کا تھا اور مستحب کے ترک کرنے کو بھی عصیان کہتے ہیں چنانچہ یہ مصرع ایک شعر کا ہے ع و امرتک امرا جازما فعصیتنی اور مستحب کا ترک کرنا گناہ نہیں ہے
اور مستحب اسواسطے تھا گندم کا نہ کھانا کہ وہ حضرت آدم ہی کو فائدہ کے واسطے تھا کہ ہمیشہ بہشت میں رہتے اور غوی سے مطلب یہ ہے کہ جیسے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ گم اور نا امید ہوا مطلوب
سے کہ وہ ہمیشہ بہشت میں رہنا تھا اور بعد اسکے فرمایا کہ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ اور وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ میں یہ ذکر خدا تعالی حضرت صلعم کو فرماتا ہے کہ اور نہو تو مثل صاحب مچھلی کے
عذاب کے جلدی طلب کرنے میں یعنی مثل یونس کے کہ اُنکو مچھلی نگل گئی تھی یعنی عذاب کے نازل ہونے میں مثل یونس کے جلدی نکر سو یہ دونو حضرت آدم کے اور یونس کے کچھ گناہ نہیں
ہیں اور بعد اسکے حضرت آدم کے واسطے تو ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ اور حضرت یونس کے واسطے فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فرمایا بعد اسکے کہ اس ترک اولی سے اُنہوں نے توبہ کی اور توبہ اُنکی قبول
کی اور ابوبکر کے واسطے بھی خدا تعالی نے کہیں فاجتباہ نہ فرمایا ہے اور ابوبکر نے اپنی اُس گناہ کبیرہ سے توبہ بھی کی تھی فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام پر رد کرتے تاکہ خدا تعالے

اس نے مجھکو آزار پہنچایا

توبہ انکی قبول کرنا اور ما کان لنبی میں تو کوئی گناہ کی بات ہی نہیں ہی بلکہ یہ حکم ہے کہ اُن قیدیوں کو قتل کرنا چاہئے اور رسولخدا صلعم کا یہ حکم تھا کہ قیدیوں سے فدیہ لیکر
چھوڑ دو بلکہ ابوبکر نے یہ مشورہ دیا تھا کہ یا رسولخدا یہ تیری قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دی کہ یہ فدیہ تیری اصحاب کے کام آئیگا جب ابوبکر نے یہ مشورہ دیا تو اُنکے حق
میں یہ آیت نازل ہوئی تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا یعنی چاہتے ہو تم مال دنیا کا سو اس میں بھی اگر گناہ ہے تو ابوبکر کا ہے نہ رسولخدا صلعم کا یہ ہیں معنی ان آیات
کے جو کچھ کہ ہمنے بیان کئے اور انکار ان آیتوں کا کسیکو نہیں ہے اور معانی صحیحہ انکے وہ ہیں جو کہ ہمنے بیان کئے نہ وہ کہ جو تو سمجھا ہی اور زلات کیا بلکہ کبائر بعضے
صحابہ کے وہ ہیں کہ جو از قبیل روایت ہیں نہ روایت اور اگر روایتیں بھی کہیں تو وہ اصح الکتب کی کہ جنمیں امکان غلطی کا اہلسنت کے نزدیک نہیں ہے اور آجتک کسی نے ان روایتوں کا انکار بھی نہیں کیا ہے اور
اگر انکار کرتے ہو تو بخاری کو اصح الکتب بلکہ اغلط الکتب بعد کتب الضلال کہو اور مدار جو اہل سنت کے مذہب کا صحاح ستہ پر ہے اُس سے دست بردار ہو کر کوئی اور مذہب
اختیار کرو اور انبیاء کی طرف سے تو ہم جواب دیچکے کہ وہ معصوم تھے اُن سے کوئی فعل بد صادر ہی نہیں ہوا ہے اور اگر بالفرض اُن سے قرآن میں کوئی لغزش کی صورت
ظاہر ہوگی تو اُس میں ہم تاویل کر کے معنی صحیح پیدا کرینگے اُنکی عصمت کے باقی رکھنے کے واسطے اور خلفاء ثلثہ معصوم نتھے کہ اُنکے افعال میں تاویل کیجائے جو کچھ اُنہوں نے
کیا ہے وہ قابل گرفت کے ہوگا اور غیر معصوم کے قول و فعل میں تاویل ہو ہی نہیں سکتے چنانچہ ملا علی قاری شارح مشکوۃ نے اپنی رسالہ میں لکھا ہے کہ غیر معصوم
کے قول و فعل میں تاویل نہیں ہو سکتی ورنہ انکے بھی قول و فعل میں گنجایش تاویل کی ہو تو ہر ایک کا قول و فعل کفر کا تاویل کر کے درست کر دیا جاوے اور گو وہ معصوم
اور نبی نہیں ہیں لیکن جتنا ہاں کبیرہ اور سخت اُن سے صادر ہوئے تو وہ سزاوار نار جہنم کے ہوئے اور تعریف خدا تعالی نے اُنکی کسی آیت میں نہیں کی ہے اور اگر مجملاً کسی آیت
میں تعریف کی ہے تو ایسے ہی مجملاً دوسری آیت میں مذمت بھی اُنکی کی ہے اور گناہ اُنکے ایسے سخت ہیں کہ جواب اور عذر اُنکا کچھ نہیں ہو سکتا اور خدا تعالی عیب
کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے بلکہ عیب دار کو سزائے سخت پہنچاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس قسم کے قصور قابل گرفت نہیں ہیں اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی
کہ اُنپر محاسبہ اور مواخذہ ہو بلکہ اُن اوصاف کے بیان ہی میں اس بات کیطرف اشارہ فرمایا اس لئے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہونا کچھ اس بات کو نہیں چاہتا کہ اُن سے
کوئی خطا نہوئی ہو اور جب اس بات کا التزام نہوا اور خداوند کریم نے باوجود امکان صدور خطا اُنکی تعریف فرمائی تو یہ معنی ہوئے کہ یہ صفت ایسی نہیں کہ اُنکی سامنے
اس قسم کی باتوں کا حساب کیا جاوے بلکہ یہ خوبی فقط اسقدر ہے کہ سب کو محو کئے دیتی ہے تو ضمناً اشارہ اُنکی مغفرت کی طرف ہوا اور جواب بھی وہ معذب ہو سکیں تو پھر
کیا التعریف جنسی سے تو سو درجہ بلکہ پاخانہ پیشاب بھی اچھے ہیں چنانچہ ظاہر ہے القصہ نظر انصاف چاہئے خدا کی تعریف کے بعد پھر کہیں ہو سکتا ہے کہ صحابہ جہنم میں جائیں
پھر اس صورت میں ایک کیا لاکھ گناہ اُنکے ذمہ میں لگا دو جو کریگا وہ اپنی عاقبت خراب کریگا اور سمجھنے والے اُسکو تعریف سمجھینگے اور حق بھی تو ہے جب کوئی بادشاہ دانشمند
جسے انتظام مملکت کا خیال ہو اور وہ ملازموں کے حال کا نگراں ہو اپنے چند ملازموں کو باوجود خطاؤں کے کچھ نکھے تو ظاہر میں یہی سمجھہ میں آتا ہے کہ یہ کوئی بہت ہی
پیارے ہیں کہ اسحال پر بھی اُن سے مواخذہ نہیں اور جو اُلٹی تعریف کرے اور اُنکے غمازوں اور دشمنوں سے جو اُس سے کینہ رکھتے ہوں بری طرح پیش آئے اور اُنکے اُن کمالات
کو جو اپنے نزدیک اور اُنکے دشمنوں کے نزدیک اُنکے مسلم الثبوت ہوں اُنکے دشمنوں کو سنا کہے کہ ان میں سے جس میں یہ اوصاف پائے جائیں ہمنے اُنکی سب خطائیں معاف
کیں بلکہ اُسکے لئے اور انعام قرار واقعی تیار کیا ہے تو اس صورت میں بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کو ان ملازموں سے محبت ہے اور اُسکو انکی بیچ ہی
جو اُنکا دشمن ہے وہ اُسکا دشمن جو اُنکا دوست وہ اُسکا دوست ہے **اقول** قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں مجملاً تعریف مومنین کے لکھی ہے جیسے کہ مجمل مذمت
اُنکی لکھی ہے اور اُن تعریف والوں ہی میں سے مرتد بھی ہوگئی ہیں اور جن صحابہ کی یہ تعریف ہے اُنکا کسکو انکار ہے مگر کل ہمراہیان رسولخدا صلعم کی یہ تعریف نہیں ہے کہ ہمراہ حضرت
کے منافقین اور ضعیف الایمان بھی تھے کہ جو بعد حضرت کے مرتد ہوگئے اور حضرت نے خود فرمایا ہے کہ جو حوض کوثر پر سے ملائکہ کچھہ آدمیوں کو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے
میں کہونگا کہ انکو کہاں لیجاتے ہو یہ تو میری اصحاب ہیں اُسوقت ملائکہ مجھ سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہے یہ بعد تیرے جسوقت کہ تو نے وفات پائی ہے اُسیوقت سے
مرتد ہوگئے تھے اور دین میں احداث کیا تھا چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے سو بعد وفات حضرت کے اُسیوقت سوائے خلافت کے اور کونسا امر حادث ہوا تھا اور
اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سب صحابہ کے حق میں نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے بلکہ بعضے تو ایسے تھے کہ وہ اشداء علی المومنین یعنی ابوبکر اور عمر تھے کہ جسنے اُنہوں نے
آل رسولخدا صلعم پر ہاتھ اپنا صاف کیا اور رسولخدا صلعم کے مرتے ہی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کے جلانیکا مع علی و حسنین اور جماعت بنی ہاشم کے ارادہ
کیا اور آگ اور لکڑیاں واسطے جلانیکے لیگئے اور دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا توڑا اور سعد اور زبیر وغیرہ صحابہ کبار کی بے عزتی کی اور حقوق اہل بیت کے غصب کئے کہ یہ
سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی کی گلی میں چادر ڈالکر جبر و قہر گھر میں سے باہر نکلوائے اور

ملل نحل میں بروایت نظام معتزلی لکھا ہی کہ بضرب عمر حضرت فاطمہ کے شکم سے اسقاط محسن ہوا اور عثمان نے تو مومنین پر وہ تعدی کی تھی کہ جسکے وبال میں خود مقتول ہوئے اور بعد اُسکے ہزاروں مومنین کو جو کہ حضرت علی کے ہمراہ تھے بعضے صحابہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل کیا اور قتل کروایا یہ لوگ رحماء بینھم کیونکر ہو جاوینگے اور سوائے انکے اور صحابہ جو ہیں اور مرتد نہیں ہوئے تھے البتہ اُنکی یہ تعریف ہی جو کچھہ کہ اس شیخ نے اس قول میں لکھی ہی اور سب ہمراہیوں کے یہ تعریف نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے ہیں کہ بعضے اُن میں ضعیف الایمان بھی تھے اور مرتد بھی ہو گئے تھے اور قصور اُنکے بہت بڑے بڑے ہیں اور وہ کونسا عقل کا اندھا ہی کہ ایسے بڑے قصوروں کو سنکر کہے گا کہ اُن سے مواخذہ نہوا اور خطا جو اُن سے ہوئی ہی تو وہ ایسی نہیں ہی کہ قابل عفو ہو کہ وہ باعث ضلالت امت ہوئی ہیں اور اُن لوگوں کی تعریف خدا تعالی نے ہرگز نہیں فرمائی ہی اگر وہ تعریف اُنکی ہو تو چاہئے کہ منافقین کی بھی وہ تعریف ہو جائے کہ وہ بھی رسول خدا صلعم کی ہمراہ تھے اور اگر منافقین اس سے مستثنے ہیں تو وہ لوگ بھی اپنے افعال شنیعہ کی جہت سے مستثنے ہیں اور خوبی اُنکی کوئی نہیں ہی اور نہ کوئی اشارہ اُنکی مغفرت کیطرف ہی اور تعریف تو اصل میں اُن لوگوں ہی کے ہی نہیں پھر پاخانہ اور پیشاب کے اُنسے اچھے ہونے میں کیا شبہ ہی کہ پاخانہ اور پیشاب نے تو کوئی ظلم نہیں کیا ہی اُنہوں نے تو ظلم کیا ہی لوگوں کو گمراہ کیا ہی ہاں جنکی تعریف خدا نے کی ہی وہ جہنم میں نہ جائینگے اور جنکی تعریف خدا نے نہیں کی ہی اُنکے جہنمی ہونے میں کیا شبہ ہے اور ایک ہی گناہ اُنکا ایسا ہی کہ وہ اُنکو جہنم میں لیجائیگا اور گناہوں کا تو کیا ذکر ہے اور جو کہ گدھے اور الّو ہیں وہ اُنکے گناہوں کو تعریف سمجھینگے اور جو کہ منصف اور دانشمند ہیں وہ کاہیکو سمجھینگے اور بادشاہ اپنے ملازموں کو باوجود خطا کرنیکے کچھہ نہکہے تو وہ خطائیں قابل عفو کرنے کی ہی ہوتی ہیں اور اگر ایسی خطائیں ہوں کہ جس سے فساد اُسکی سلطنت میں پڑ جائے اور رعیت اُسکی بے راہ ہو جائے تو بے شک سزائے کامل اُنکو پہنچائیگا ایسے ہی بعضے صحابہ جنہوں نے ظلم کئے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کیا ہی وہ مرتے ہی اپنی سزا کو پہنچ گئے اور مواخذہ اُن سے ہو گیا اور آخرت کا عذاب باقی ہی اور یہ اوصاف خیر سے اُنمیں تھے ہی نہیں یہ اوصاف پائے جائیں تو اُنکی خطائیں معاف ہوں اور اگر سر دست کوئی وصف پایا گیا تو چاہئے کہ وہ علی الدوام ہوا و جب دائم نہوا تو معاف ہونا خطاؤں کا معلوم اور انعام تو کہاں اور ہاں البتہ سوائے اُن لوگوں کے کہ جن کو ہم لکھہ چکے ہیں کہ اُنکی یہ تعریف نہیں ہے اُن سب سے خدا تعالی کو محبت بھی ہی اور اُنکی پچ پر بھی ہی اور جو اُنکا دشمن ہی وہ اُسکا دشمن ہے اور جو اُنکا دوست ہے وہ اُسکا دوست ہے نہ وہ لوگ کہ جنکو ہمنے اس تعریف سے مستثنے کیا ہی **قال الشیخ الاشعری** سو بفضلہ تعالی یہ سارا قصہ بعینہ ان آیات کے ملاحظہ سے سمجھہ میں آتا ہی کیونکہ اول تو صحابہ کی تعریف ایسی بڑھ کر کری کہ اُس سے زیادہ کوئی تعریف کی صورت امتیوں کے حق میں سمجھہ میں نہیں آتی پھر بعد ازاں فرمایا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ یعنی تو جو کچھہ صحابہ کے حق میں کہا تو کفار یعنی اُنکے دشمنوں کے جلانے اور چڑانیکے لئے کہا گیا ہی سبحان اللہ کیا علم محیط خداوندی ہی کہ بعد کے تمام احوال کے طرف اشارہ فرما دیا خدا کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ شیعہ اور نواصب اور خوارج صحابہ کے حق میں غمازیاں کرینگے اور اُنکی قدر و منزلت کا جو خدا کی درگاہ میں ہی کچھہ خیال نکرینگے باقی رہی یہ بات کہ لیغیظ بہم کے ساتھہ اعداء ہم کا ہونا چاہئے تھا تو اسکی وجہ یہ ہی کہ کافروں ہی کو اُنسے دشمنی ہو تو ہو مسلمانوں کا کام تو یہہ نہیں کہ خدا اُنکی تعریف کرے اور اُنکی سب خطائیں معاف کرے اور پھر بھی اُن پر حسد ہی کئے جائے جنکی خدا تعریف کرے اور خدا کی بات بات سے اُنکی محبت ٹپکے پھر کمبختی ہی نہیں کہ اُنکی بدی کرے اور بُرائیاں گائے اور خدا کو اپنا دشمن بنائے **اقول** ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے تعریف صحابہ کی بہت بڑھ کر کی لیکن جن لوگوں کو ہمنے اس سے پہلے اس تعریف ہی سے مستثنے کر دیا ہے وہ اس تعریف سے خارج ہیں اور لیغیظ بہم الکفار جو فرمایا ہے کہ یہہ بڑھ جانا اور ضعف سے قوت کیطرف پہنچنا مثل زراعت کے کفار کو غیظ میں لائے سو وہ بدولت ضرب ذوالفقار حیدر کرار اور دیگر اصحاب نامدار تھا کہ جو ڈٹ کر کفار سے تلوار کرتے تھے نہ ثلثہ کہ جو ہمیشہ بھاگتے رہتے تھے اور اُن تلوار مارنیوالوں ہی کو دیکھہ کر وہ کفار غیظ اور غضب میں آجاتے تھے اور جب تعریف اُن مجاہدین کی ہوئی تو وہ بھگوڑے حسد کر کے جلتے ہوں گے اُنکے جلانے اور چڑانیکے لئے ایسا کہا گیا ہے اور شیعہ تو اُن ڈٹ کر جہاد کرنیوالوں کے دوست اور مداح ہیں اُنکی حق میں کاہیکو ہوتا اور غمازیاں اُن سے حسد کرنیوالوں اور اُنکی دشمنوں کی کرتے ہیں کہ اُنکی دشمنوں کی قدر و منزلت درگاہ خدا میں کچھہ ثابت نہیں ہی اور اُن مجاہدین کے حاسدوں اور دشمنوں کی افعال جو منجر بکفر ہیں اسیواسطے لیغیظ بہم کے ساتھہ کفار کہا اور اعداء نکہا کہ کافروں ہی کو اُن سے حسد تھا اور مومن کا تو یہ کام نہیں کہ خدا اُنکی تعریف کرے اور پھر بھی اُنسے حسد کئے جائے اور جنکو یہ کہتا ہی کہ خطائیں اُنکی معاف کیں یہ سب غلط ہے اور اُنکی خطاؤں کا معاف کرنا کہیں ثابت نہیں ہی اور نہ اُنکی تعریف کی ہی اور تعریف خدا نے اُن لوگوں کی کی ہی جو اُسکی راہ میں جانبازیاں کرتے تھے اور خدا کی بات بات سے اُنکی ہی محبت ٹپکتی ہی چنانچہ فرماتا ہی اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ یعنی تحقیق خدا دوست رکھتا ہے اُن لوگوں کو کہ جنگ کرتے ہیں بیچ راہ خدا کے صف باندھنے والے ہو کر گویا کہ وہ ایک بنیاد ہی مضبوط سیسہ پلائی گئی اور بھگوڑوں کو خدا دوست نہیں رکھتا ہی اور

بعضے بھگوڑوں کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ قول آئندہ میں ہم لکھینگے بھی اور جو کوئی کہ ان مجاہدین سے حسد اور دشمنی کرے پھر تجھی ہو اسکی نہیں کہ خدا کو دشمن اپنا بنائے **قال الشیخ**
الاشعری یا یوں کہیے کہ منکران صحابہ کو جو نوبت کلمہ گوئی آئی اور بزعم خود مسلمان ہوئے تو یہ صحابہ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے نہ وہ جہاد کرتے نہ اسطرح اسلام پھیلتا اور نہ یہ کلام اللہ کا
رواج ہوتا کہ شیعہ تک باوجودیکہ کلام اللہ کو ان سے کیا نسبت کلام اللہ کی تلاوت سے مستفید ہوتے ہیں پھر باایں ہمہ اگر انکے شکر گزار نہوں تو پھر کس کے ہونگے اور انکی حق میں گستاخی
کرینگے تو پھر کسکا ادب کرینگے ان سے زیادہ بڑکر اور کون کافر نعمت ہوگا اس لئے جناب باری تعالیٰ نے دشمنان صحابہ کو کافر فرمایا پھر چونکہ علم غیبی میں صحابہ کی نسبت بدگوئی اور
گستاخی کا ہونا متحقق تھا تو جیسے مثال مذکور میں غمازوں کے لئے بیان کیا تھا ایسے ہی ایسے ہی غمازان صحابہ کو سنا سنا کر یہ ارشاد فرماتے ہیں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنی حاصل اسکا اس صورت میں یہ ہوا کہ اے منکران صحابہ یہ جماعت صحابہ جنکی ہم تو تعریف کرتے ہیں اور تم پھر بھی
انکی بدگوئی سے باز نہیں آتے اور تم پھر بھی نہیں سمجھتے اگر بالفرض ایسے ہی ہیں جیسے تم کہتے ہو اور واقعی انسے خطائیں ہوئیں ہیں جنکو تم گاتے پھرتے ہو تب کیا ہوگا
ہمنے تو یہ وعدہ کر لیا ہے کہ انمیں سے جو ایمان رکھتا ہوگا اور اس نے اچھے اچھے عمل کئے ہوں گے ہم اسکے خطائیں ہی معاف کر دینگے اور انکو اجر عظیم بھی دینگے پھر جب
وہ کافروں کے ساتھ تیز و تند ہوں اور آپس میں محبت رکھتے ہوں نماز میں ہمیشہ مشغول رہیں سوا خدا کے رضا مندی اور اسکے افضال کے اور کہیں کے طلبگار نہوں تو ہم
انکے گناہ کیونکر نہ معاف کریں اور انہیں کسی عذر سے انکی ایمان اور اعمال صالحہ کا اجر ندیں اس سے زیادہ ایمان اور اعمال صالحہ کے اور کیا سورت ہے اگر یہ شرط ہوتی کہ ایمان
اور اعمال صالحہ کے ساتھ گناہ بھی کسی قسم کا نکریں تب بھی ایک بات تھی اس وعدہ میں تو یہ شرط نہ تھی اہل فہم اس سے سمجھ گئے ہونگے کہ منہم جو بعد عملوا الصالحات کے بڑھایا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ وعدہ
حقیقت میں منکروں کے جواب کے لیے بیان کیا گیا ہے اور اسکی یہ صورت ہے جیسے مرقوم ہوئی ورنہ یہ معنی اگر ہوں کہ کوئی انمیں سے ایمان لایا اور عمل صالح کیا اور کوئی کافر بھی رہا نعوذ باللہ
تو اسکو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی باور نکرینگے اسلئے کہ خدا کے لئے تو یہ بھی معتقد ہیں کہ خدا جسے مومن بتلادے وہ مومن ہی ہے کافر نہیں سو خدا نے انکے ایمان اور اعمال
صالحہ کی پہلی ہی گواہی دیدی بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ میں سے بھی اول قسم کے ایمان اور اول قسم کے اعمال صالحہ کی گواہی دی کیونکہ ایمان میں تو اس سے بڑھکر کوئی
ایمان نہیں کہ خدا سے محبت اس درجہ کو پہنچے کہ اسکے دشمنوں سے کیسے باشد اپنا ہو یا بیگانہ عداوت ہو جائے اور اسکے دوستوں سے کیسے باشد محبت ہو جائے کیونکہ سب کے نزدیک
بالاتفاق محبت اعلیٰ مقامات ایمان میں سے ہے اور پھر وہ بھی اسقدر اور وجہ اسکی ظاہر ہے اسلئے کہ ایمان کہتے ہیں کسی چیز کے یقین کو کے تسلیم کر لینے کو سو اصطلاح شرع
میں خاص خدا کے کمالات پر یقین کر لینا اور پھر انکو تسلیم کر لینا یعنی مثلاً احکم الحاکمین ہے تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ اول تو خدا میں اس وصف کو یقین سمجھے پھر تسلیم بھی کرے
سو حاکم کی حکومت کی تسلیم کرنیکے یہی معنی ہیں کہ اس سے منہ نہ پھرے علیٰ ہذا القیاس سب کمالات کو سمجھو **اقول** صحابی ہے کہ جس نے صحبت رسول خدا صلعم
کی حاصل کی اور ایمان پر مرا اسکا تو کوئی بھی منکر نہیں ہے اور اگر منکر ہیں تو ان لوگوں کے ہیں کہ جنہوں نے صحبت تو رسول خدا صلعم کی حاصل کی لیکن بسبب
حضرت کی انکو کچھ اثر نہ کیا آخر کو بسبب حب جاہ اور طمع دنیا کے ایمان صحیح پر باقی نرہے اور مرتد ہو گئے اور مسلمانوں کے ایمان کے حاصل ہونے میں صدقہ ان صحابہ
کی جوتیوں کا ہے جنہوں نے جہاد کئے راہ خدا میں اور مقتول ہو گئے یا زخمی ہو گئے یا کفار کو قتل کیا اور کفار کے مقابلہ سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے نہیں
مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ اور قرۃ العینین میں شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ
جنگ احد میں صحابہ نے فرار کیا تو پہلے جس نے کہ عداوت کی ابوبکر تھے اور پیچھے انکے ابو عبیدہ تھے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عمر اور عثمان وغیرہ اصحاب جہاد
میں سے بھاگے اور رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑا اور ایسے بیخود ہو کر بھاگے کہ پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی جناب رسول خدا صلعم انکو پکارتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو ادھر
آؤ میں ہوں رسول خدا کیا خدا اور رسول سے بھاگتے ہو کوئی پھر کر نہ دیکھتا تھا اور اگر کہیں کہ اس بھاگنے کا قصور تو معاف ہو گیا تھا تو ہمکو اس سے کیا کہ ہمارا
کلام تو اسمیں ہے کہ وہ ہمیشہ بھاگتے رہتے تھے انکے جہاد سے کچھ فائدہ نہیں ہوا گو یہ گناہ ضمن میں سب بھگوڑوں کے معاف ہو گیا ہو اور بعد اسکے پھر بھی تو بھاگے
ہیں جنگ حنین میں بھاگے اور جنگ خیبر میں بھاگے اور سوائے اسکے کئی جہادوں میں سے بھاگے انہوں نے کچھ جہاد نہیں کیا ہے جو کہا جاوے کہ یہ کلمہ گوئی انکی
جوتیوں کا صدقہ ہے بلکہ حضرت علی کی جوتیوں کا صدقہ تھا کہ جس نے بضرب ذوالفقار ترقی اسلام کی کر کے مسلمانوں کو بڑھایا اور ابوبکر اور عمر نے اسی کے
صدقے سے بادشاہی مسلمانوں کی حاصل کی اور جس وقت صحابہ بھاگ گئے اور جماعت کفار کی رسول خدا صلعم پر حملہ کرتی تھی تو حضرت فرماتے تھے کہ اے علی دفع کر انکو
حضرت علی تن تنہا انکو قتل کرتے تھے اور متفرق کر دیتے تھے اسقدر لڑے کہ تلوار انکی ٹوٹ گئی اور رسول خدا صلعم نے ذوالفقار عنایت کی تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ ستر
زخم علی کے بدن پر لگے تھے اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار جو مشہور ہے اسی روز ہاتف نے اسکی آواز دی تھی اور جنگ خندق میں تو حضرت علی نے

ایسے زبردست پہلوان عمرو بن عبدود کو مار کر اسکے ہی مارے جانے سے لڑائی فتح ہو گئی اور خیبر کی لڑائی مشہور و معروف ہے کہ جب ابوبکر اور عمر بلکہ عثمان بھی بھاگ کر چلے گئے
تو حضرت علی نے وہ لڑائی فتح کی اور مفصل حضرت علی کی شجاعت اور جانبازی کا حال تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے سو جو کچھہ ترقی اسلام اور رواج کلام اللہ ہوا ہے سو وہ
حضرت علی کی تیغ کے طفیل سے ہوا ہے نہ ثلثہ کے سبب سے اور کلام اللہ شیعوں کا تو دین و ایمان ہے تیری ثلثہ ہی کو نسبت قرآن سے کچھہ نہ تھے کہ قرآن اُنکو یاد نہ تھا تو مسائل میں
غلطیاں کرتے تھے اور عورتوں سے الزام کہاتے تھے اور عمر کو تو ایسے عدم مناسبت قرآن سے تھی کہ بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا جسکی خوشی میں گائے ذبح
کی تھی اور عثمان نے تو یہ غضب کیا ہے کہ کثرت سے آیتیں بلکہ بعضی سورت بھی قرآن میں سے نکال ڈالی اور جو قرآن کہ کامل تھے اور جناب رسولخدا صلعم نے اُنکی اوپر عمل
کرنیکا حکم دیا تھا اُنکو جلوا دیا چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھہ چکے ہیں اور بیشک ہم اُن لوگوں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے جہاد کرکے دین کو بڑہایا اور
بھگوڑوں کے شکر گزار کیونکر ہو جائیں اور مجاہدین ہی کا ہم ادب کرتے ہیں نہ بھگوڑوں کا اور جو کچھہ گستاخی کرتے ہیں وہ بھگوڑوں کی نسبت کرتے ہیں نہ مومنین
خاصین کی اور کافر نعمت وہ ہیں کہ جنہوں نے کفران نعمت اُن لوگوں کا کیا کہ جن لوگوں نے بڑی جانبازیوں سے جہاد کرکے اسلام کو قوی کیا تھا کہ اُن سے
حسد کیا اور اُنکے حقوق دبا بیٹھے اسواسطے باریتعالی نے حاسدان صحابہ مجاہدین کو کافر فرمایا پھر چونکہ علم غیبی میں صحابہ مجاہدین کی نسبت حسد کا ہونا متحقق تھا
جیسے مثال مذکور میں حاسدوں کے لئے بیان کیا گیا تھا ایسے ہی حاسدان مجاہدین کو بھی سنا سنا کر یہہ ارشاد فرماتے ہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں سے خدا تعالی اُن لوگوں کو فرماتا ہے اور وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا اُن لوگوں سے کرتا ہے کہ اُنمیں سے جو کہ
ایمان لائے ہیں اور اعمال نیک اُنہوں نے کئے ہیں سب ہمراہیوں سے اور جنکے اعمال اچھے نتھے اور جہادوں میں سے بھاگتے تھے اُن سے یہ وعدہ نہیں ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ
اُن میں یہ اوصاف بھی نتھی کہ مومنین سے بسختی پیش آتے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے اور اگر اُنکا ایمان ظاہر ہے اور اعمال نیک فرض کئے جائیں تو بھی وہ موافق تحریر
اس شیخ کے اس وعدہ سے خارج ہیں کہ اسنے آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ کی تفسیر میں پہلے اس سے لکھا ہے کہ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہے بلکہ من
تبعیضیہ آتا ہے سو اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ جو کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہیں اُنمیں سے بعضوں کے واسطے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا ہے نہ کل کے واسطے
سو اس وعدہ سے وہی لوگ خارج ہونگے جو جہادوں میں سے بھاگتے تھے اور مومنین پر سختیاں کرتے تھے اور یہ جو اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اے منکران صحابہ الخ سو جو کہ صحابی
ہیں کہ جنہوں نے صحبت رسولخدا صلعم کی پائی ہے اور ایمان پر مرے ہیں اُنکا تو کوئی منکر ہی نہیں ہے اور اُنکی ہی خدا تعالی تعریف کرتا ہے نہ اُنکی جو کہ مرتد ہو گئے تھے اور اسیواسطے
موافق تحریر اس شیخ کے من تبعیضیہ مناسب ہے اسواسطے کہ ارتداد سے پہلے تو وہ بھی کچھہ ایمان اور اعمال صالحہ رکھتی تھی سو مومنین صالحین میں سے بعض سے وعدہ ہے اور خطاؤنکو
دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہیں اگر وہ خطائیں منجر بکفر اور موجب ضلالت مردم اور حقوق الناس ہیں تو وہ ہرگز بخشے نہ جائینگے اجر عظیم تو کجا اور جب ایسا حال ہے تو ایمان صحیح اور عمل
نیک بھی نہوا اور موافق تحریر اس شیخ کے اگر وہ ایمان اور عمل نیک رکھتے ہیں تو اُنمیں سے بھی مغفرت بعضوں ہی کی ہے نہ کل کی اور سوائے اسکے یہ ہے کہ مغفرت اُنکے واسطے ہے جن میں
وصف اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا تھا اور جو لوگ کہ برعکس اسکے تھے کہ کفار پر تو سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جہاد میں اُنکے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور سختی مومنین پر
کرتے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھہ چکے اُن لوگونکی مغفرت کا وعدہ نہیں ہے اور جن لوگوں میں ہمارا کلام ہے نہ وہ تیز و تند کفار پر تھے اور نہ محبت آپس میں رکھتے تھے اُنکی گناہ
معاف نہونگے اور جو کہ بعضے اُنمیں سے مرتد ہو گئے ہیں ارتداد سے پہلے وقت نزول اس آیت کے وہ بھی کفار پر تیز و تند تھے اور آپس میں محبت رکھتے تھے اور نماز میں مشغول رہتے
تھے اور خدا کی رضامندی کو طلب کرتے تھے لیکن بعد ارتداد کے کچھہ فائدہ اسنے اُنکو نہ بخشا اور ارتداد بعضے صحابہ کا ثابت ہے اور رسولخدا صلعم نے بھی اسکی خبر دی ہے چنانچہ
پہلے اس سے ہم لکھہ چکے اور سب کے سب کو کافروں پر تیز و تند ہونا یہ کہاں سے نکلا تو کہتا ہے خدا تعالی تو حضرت کے ہمراہیونکو فرماتا ہے اور ہمراہ حضرت کے منافقین اور ضعیف الایمان اور
مولفۃ القلوب بھی تھے وہ کاہیکو کفار پر تیز اور تند ہونگے اور اجر ایمان اور عمل صالح کا اُن لوگونکی واسطے ہے کہ جو دم واپسیں مومن رہے نہ کل کیواسطے اور بیشک ایمان اور
عمل صالح کے ساتھہ یہ بھی شرط ہے کہ کوئی گناہ ایسا نکریں کہ جو موجب دخول نار ابد الآباد ہو اور اگر یہہ شرط نہو تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا
رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اور رسولخدا صلعم نے جو فرمایا ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دَخَلَ
الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ صرف خدا کے پروردگار کہنے سے اور محمد صلعم کے رسولخدا کہنے سے ہمیشہ بہشت میں رہے چاہے اپنی ماں اور بہن اور دختر سے زنا کرے اور شراب نوش کرے اور مومنین
کے حقوق غصب کرے اور اُنکو آزار پہنچاوے اور صالح سے تو یہ مراد ہے کہ عمداً گناہ کبیرہ عمل میں نہ لائے چہ جائے کہ اکبر الکبائر پہلے سب کا صالح ہونا ثابت کرو تب گفتگو کرو اور
منہم کا بعد عملوا الصالحات کے اسواسطے نہیں بڑہایا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے قرآن میں تحریف کسواسطے کرتا ہے بلکہ اسواسطے بڑہایا ہے کہ جو کہ مومنین صالحین ہیں اُنکی ہی عدالت

مغفرت ہے نہ اُنکے غیر کے واسطے یہ من منہم مین بیانیہ ہے اور تیری تحریر کے موافق تبعیضیہ ہے تو مومنین صالحین میں سے بھی بعضوں ہی کے واسطے مغفرت ہے نہ کل مومنین کے واسطے اور منکرین بعض صحابہ کا جواب معقول تو کسیطرح نہیں ہوتا وہ تو محال ہے اور خدا تعالی اس آیت میں والذین معہ فرماتا ہے سو ہمراہ حضرت کے سب کے سب مومنین کب تھے بلکہ بعضے منافقین اور بعضے ضعیف الایمان بھی تھے پھر یہ معنی کیونکر ہونگے کہ کوئی ان میں سے ایمان لایا اور عمل صالح کئے اور کوئی کافر ہی رہا نعوذ باللہ کہنے کا یہاں کون محل ہے اور شیعہ کیا جو کہ سمجھا رہوگا وہ ایسا ہی کہیگا جیسا کہ میں کہتا ہوں لیکن خدا تعالی نے اُن ہمراہیوں میں سے مومنین صالحین کو مستثنیٰ کرلیا ذکر جو کہ تا دم واپسین ایمان صحیح اور عمل صالح پر باقی رہا اور ان میں سے ہی کچھ مرتد بھی ہوگئی ہیں جنکی ارتداد کی رسولخدا نے خبر دی ہے کہ میرے بعضے صحابہ کو دوزخ میں لیجائیں گے اور ان لوگوں ہی کیطرف خدا تعالی خطاب کرتا ہے کہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ اور انکے ہی حق میں فرماتا ہے کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ اور خدا تعالی نے اُن سب کو مومن بھی نہیں فرمایا ہے بلکہ یہہ فرمایا ہے کہ جو کوئی مومن ہووے بغیر تعیین کے ساتھ اور خدا تعالی نے ہرگز اُن سب کے ایمان اور عمل صالح کی گواہی نہیں دی ہے اور نہ وصف اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ان سب میں ثابت ہے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور بعضے اُن میں سے ایسے تھے کہ یقین بھی اُن میں نہ تھا بلکہ نبوت میں رسولخدا صلعم کے شک کرتے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** مگر یقین کے چند مرتبہ میں ایک تو علم الیقین یہ تو ادنے مرتبہ ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی معتبر آدمی سے ہم سنیں کہ فلانے جگہہ فلانی چیز ہے ایسا یقین تو ہر ادنے مسلمان کو حاصل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق سچے ہیں اُنکی خبر سے معلوم ہوا کہ خدا میں سب کمالات ہیں اگر اتنا یقین بھی نہو تو ایمان ہی نہیں دوسرا مرتبہ عین الیقین یعنی جو کانوں سے سنا تھا وہ آنکھوں سے دیکھ لیا سو اس مرتبہ میں یقین پہلے مرتبہ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ سنکر گو کسی چیز کا یقین ہوجاے لیکن وہ بات نہیں ہوتی جو آنکھوں سے دیکھنے میں ہوتی ہے اسیواسطے خوبصورتوں کی وصفے اکثر کانوں سے سنتے ہیں اور محبت نہیں ہوتی اور آنکھوں سے دیکھنے میں جو کچھ ہوتا ہے سب جانتے ہیں لیلی اور شیرین اور حضرت یوسف ع کی اُن کے مرنیکے بعد کسیکو محبت نہوئی حالانکہ شہرہ اُنکے حسن و جمال کا جتنا اب ہے جب نہوگا بلکہ اس سے صاف یوں معلوم ہوگیا کہ سننے سے کسیکو محبت ہوتی ہی نہیں ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کسیکو تو محبت ہوتی اپنے زمانہ کی خوبصورتوں سے تو محبت ہوجائے اور اُن سے نہو وجہ اسکی اور کچھہ نہیں کہ سننے سے بوجہ صورت محبت پیدا نہیں ہو سکتی ورنہ حضرت یوسف تو حضرت یوسف ہی تھے اور جو کہیں سننے سے ہو بھی ہے تو وہ بھی دیکھنے کا ہی طفیل ہے یعنی آنکھوں سے جو خوبصورت نظر آتے ہیں اور اُنکو دیکھنے سے ایک کیفیت ہوتی ہے تو پھر اگر سنتے ہیں کہ فلانا خوبصورت ہے تو اُسے اپنے تجربہ سابق پر قیاس کر لیتے ہیں اور اسوجہ سے گونہ اشتیاق پیدا ہوجاتا ہے ورنہ فقط سننے سے کچھ نہیں ہوتا اس لئے مادرزاد اندھے کو جسے شکل و صورت کا تصور ہی نہیں ہوتا اور خوبصورت اور بدصورت کو ہرگز نہیں سمجھتا اُسے بوجہ صورت کسی سے محبت نہیں ہو سکتی چنانچہ سب جانتے ہیں بالجملہ عین الیقین کے درجہ میں اگر کوئی چیز جمیل اور مجموعہ کمال ہوتی ہے تو اُس سے بشرط مناسبت طبیعت محبت ہوجاتی ہے پھر ایک مرتبہ یقین کا حق الیقین ہے اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کو آنکھوں سے دیکھا ہے اُسکے استعمال اور برتنے کا بھی اتفاق ہو جیسے پانیکا ایک تو دیکھنا پھر دیکھ کر اُسے پی بھی لینا اب پینے کے بعد یہ احتمال ہے کہ شاید شراب ہو یا دیکھنے میں غلطی ہوئی ہو باقی نہیں رہتا غرض یہ مرتبہ یقین ہونے میں عین الیقین سے بڑھ کر ہے اس مرتبہ میں وہ محبت جو دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور بھی بڑھ جاتی ہے بلکہ حقیقت میں پوچھئے تو محبت اسی درجہ میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ پانی سے جو محبت ہے تو اسی وجہ سے ہے کہ وہ پیاس کو بجھاتا ہے سو یہ بات تو پینے ہی سے معلوم ہوئی اگر کوئی شخص ایسا فرض کرو کہ اُسنے نہ کبھی پانی دیکھا ہو سنا ہو نہ اُسکے یہ تاثیر معلوم ہو اور نہ کبھی اُسے پانی کی ضرورت ہوئی ہو پھر اُسے ایک دفعہ ہی پیاس لگی اُسوقت اُسکے سامنے اگر پانی آجائے تو وہ کیا جانے کہ اس میں یہ تاثیر ہے اور اس سے میری پیاس بجھ جائیگی بجز اسکے کہ یا تو خدا اُسکے جی میں ڈالدے کہ اسے استعمال کیجیے یا کوئی اُسے بتلادے اُسکی ہرگز پانی کیطرف یہ گمان نہوگا لیکن خوبصورتوں کو دیکھنا اسوجہ سے برتنا ہی ہے کہ جیسے گلزار کے دیکھنے سے جی کو راحت ہوتی ہے ویسے ہی اُنکے دیکھنے سے جان و دل کو آرام ہوتا ہے بالجملہ عقل سلیم یوں کہتی ہے کہ محبت حق الیقین کے مرتبہ میں ہوتی ہے چنانچہ واضح ہوگیا اگر اندیشہ طویل نہوتا تو اس بحث کو پورا بیان کرتا مگر ناچار ہوں فرصت کم پھر اپنا خرچ اوقات ادھر جواب خط کی جلدی لہذا اتنی ہی پر اکتفا کرتا ہوں بالجملہ محبت مرتبہ حق الیقین میں پیدا ہوتی ہے اور یہ اعلے قسم یقین کی ہے اور محبت میں اعلے قسم یہ ہے کہ محبوب کے لواحق و توابع تک محبت پہنچ جاے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اُسکے دشمنوں سے عداوت ہوجاے **اقول** اس مقام میں اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ ہے اور معنی علم الیقین و عین الیقین کے استطرادی تھی عبارت مختصر میں ادا ہو سکتی تھی اور اس مقام میں جو لکھا ہے خارج بحث سے ہے اور معلوم نہیں سو لخدا صلعم سے بھی محبت چاہئے کہ نہیں سو اُنکے لواحق اور خدا تعالی کی توابع سے تو بعضوں نے یہ محبت کی کہ اُنکو آزار پہنچایا اور اُنکے حقوق غصب کئے اور بعضوں نے اُنکو قتل کرایا **قال الشیخ الاشعری** سو جب جناب باریتعالی نے سب صحابہ کی حق میں اس بات پر گواہی دی کہ اُنکے دلمیں ہمارے دشمنوں کی دشمنی اور ہمارے دوستوں کی دوستی ہے تو صاف واضح ہوگیا کہ اُنکے دل میں

خدا کی محبت پہلی ہی باقی کوئی یوں کہے کہ مسلمانوں سے محبت ہونے کو یہ کیا لازم ہے کہ خدا ہی کے سبب ہو محبت کے بہت اسباب ہیں نسب کے وجہ سے ہوتی ہے احسان
اور سلوک کی دوستی اور سوا اسکے اور بہت صورتیں ہیں علیٰ ہذا القیاس دشمنی کی بہت وجوہ ہیں جبتک یہ متحقق نہو کہ وہ محبت اور دشمنی خدا کے سبب سے تب تک
مطلب ثابت نہیں ہوتا تو جواب اسکا اول تو یہ ہے کہ جب کسی وصف کے ساتھ محبت اور دشمنی کو متعلق کرتے ہیں تو عرف میں وہ محبت اور دشمنی اُس صفت ہی کی وجہ
سے سمجھی جاتی ہے مثلاً کوئی یوں کہے کہ مجھے خوبصورتوں سے محبت ہے یا عالموں سے محبت ہے علیٰ ہذا القیاس کوئی یوں کہے کہ مجھے متکبروں سے عداوت ہے یا کافروں سے عداوت ہے
تو کوئی ناانصاف بھی اسکے سمجھنے میں تامل نہیں کرتا کہ یہ محبت یا وہ یہ عداوت اِن اوصاف ہی کی وجہ سے ہے اور یوں کسیکو احتمال بھی نہیں ہوتا کہ شاید کسی اور وجہ سے
سو خدا نے بھی اشداء علی الکفار کہا ہے یعنی کافروں پر تیز اور تند ہیں اور کافر کے یہی معنی ہیں کہ خدا کا دشمن ہو تو معلوم ہوا انکی عداوت بوجہ کفر ہے کسی اور وجہ سے نہیں اور جب
بوجہ کفر ہوئی تو خدا ہی کی محبت کے سبب ہوئی ایسی ہی رحماء بینہم کو سمجھئے یعنی ایک دوسرے کو جو آپسمیں محبت ہے تو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور آپکے زمرہ میں داخل
ہوجانے کے باعث ہے اور اسکا حاصل بھی یہی ہے کہ خدا کے متعلقوں میں سے ہیں اور جب یہ سمجھکر ہوئی تو وہی خدا واسطے کی محبت ہوئی **اقول** نہ تو خدا تعالی نے سب
صحابہ کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ ہمارے دشمنوں کی دشمنی اُنکے دلمیں ہے اور نہ یہ کہ ہمارے دوستوں کی دوستی اُنکے دل میں ہے بلکہ یہ فرمایا کہ محمد صلعم اور اُنکے ہمراہی
کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپسمیں وہ مہربانی کرتے ہیں اور بڑی سختی کافروں پر یہ ہے کہ اُنکو قتل کریں اور مہربانی آپسکی یہ ہے کہ کسی مومن کو آزار نہ پہنچائے سو جو لوگ
کہ جہاد میں کفار کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور کفار پر کچھ سختی نکرتے تھے اور مومنین کو آزار پہنچاتے تھے اور اُنکے حقوق غصب کرتے تھے وہ اس سے خارج ہوگئے کہ انمیں وصف
اشداء علی الکفار رحماء بینہم کا نہتا اور اس صورت میں وہ سوال وجواب ہی بے موقع ہے اور حال تیزی اور تندی کا انکی کافروں پر جہادوں میں معلوم ہوگیا اور
بار بار عداوت کو جو بیان کرتا ہے عداوت کا تو ذکر ہی اس آیت میں نہیں ہے اسمیں تو کفار پر سخت ہونے کا ذکر ہے البتہ سختی کرنیکو عداوت لازم ہے سو سختی اُنسے کفار پر کچھ
نہوسکی اور نہ آپسمیں رحم اور مہربانی ہوسکی بلکہ مومنین کو رنج پہنچائے اور جب اُنکو رنج پہنچایا تو خدا تعالی کی محبت ثابت نہوئی **قال الشیخ الاشعری** مع ہذا
یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا اسبات کو خوب ثابت کردیا کہ انکی ہر کام میں خدا کی رضامندی مدنظر ہے سو کفار سے سختی کی باتیں اور آپسکی عنایتیں سب خدا
کی رضامندی کے لیے کرتے ہیں اور خدا کی رضامندی کی طلبگاری عین نشان محبت ہے سو محبت کے اور کوئی وجہ رضا کی طلبگاری کی ممکن ہی نہیں اور بہشت کی
تمنا میں جو لوگ خدا کی مرضی کے کام کرتے ہیں تو وہ حقیقت میں خدا کی مرضی کی طلب نہیں ہوتی جنت کی طلب ہوتی ہے جیسے فقیر روٹی کی وجہ سے مالداروں کی خوشامد
کرتے ہیں تو حقیقت میں وہ انکی رضا کے طالب نہیں مقصود اصلی اُنکا روٹی ہی ہوتا ہے بالجملہ رضا جوئی محب ہی کا کام ہے الغرض صحابہ کرام کو جو کفار سے عداوت تھی اور
اپنے لوگوں سے محبت تھی تو فقط خدا ہی کی محبت کا ثمرہ تھا اور چونکہ محبت مرتبہ حق الیقین میں ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ یقین کا ہے تو لازم آیا کہ سب صحابہ کو خدا کی عظمت
اور جاہ وجلال اور کمال اور جمال کا اتنا یقین ہو کہ اس سے اوپر کوئی یقین کا مرتبہ ہی نہیں اور بہر تسلیم اس مرتبہ کو بھی کہ اسکے آثار خود موجود تھے چنانچہ باری تعالی نے خود اسکی
خبر دی اور کہا تریٰہم رکعا سجدا الخ اگر تسلیم نہوتی تو یہ اعمال کیوں کرتے اور یہی الفاظ معیت جملہ یبتغون الخ اعمال صالحہ کی بھی خبر دیتے ہیں تو اب بوجہ اکمل انکا ایمان کامل
اور اعمال صالحہ جن پر وعدہ مغفرت اور اجر عظیم تھا ثابت ہوگیا تو یہ احتمال کہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہیوں میں سے کوئی مسلمان تھا اور کوئی نتھا اور اسوجہ سے منہم
فرمایا تو یہ شیعوں ہی سے ہوسکتا ہے کیونکہ انکے نزدیک اگر بدیہیات کا انکار اور محال کے تسلیم ممنوع نہوتی تو سب ہوں کے مذہب سے روگرداں ہوکر مذہب شیعہ پر کیوں مستقیم ہوتے
اگر اندیشۂ تطویل نہوتا تو اس دعوی کی دو چار دلیلیں بیان کرتا مگر سمجھنے والے اسی رسالہ میں سے اِس مطلب کو سمجھ جائینگے اُنکے لیے یہی دلیل بہت ہے **اقول** کئی مرتبہ ہم
لکھ چکے ہیں کہ جن لوگوں کو تم اچھا کہتے ہو اور سب سے افضل مقرر کرتے ہو اور ہم انکو اچھا نہیں جانتے ہیں انکو رضامندی خدا کی ہرگز مدنظر نتھی اور اگر رضامندی خدا کی
منظور ہوتی تو معرکۂ جہاد میں سے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑکر بھاگتے نہیں اور رسولخدا صلعم کے ارشاد کو رد نکرتے اور ہذیان نہ ٹھیراتے کہ وہ وحی خدا کی تھی اور کونسا کام
رضامندی خدا کا اُنہوں نے کیا ہے کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے مارا نہیں کوئی زخم جہاد میں کھایا نہیں اور اپنی خلافت میں لوگوں کو اپنی ترقی ریاست کے واسطے لڑنیکو بھیجدیتے
تھے اور خود اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے آرام کرتے تھے کفار پر سختی اُنہوں نے کس روز کی اور مومنین کاملین کو تو وہ آزار ہی پہنچاتے تھے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور طالب رضامندی
خدا کے کسدن ہوئے اسکی رضامندی تو اُسکی راہ میں جانبازی کرنے کی جہت سے تھی سو انسے وہ ظہور میں آئی اور محبت بھی خدا کی منحصر اُسکی راہ میں تکلیفیں اُٹھانیکی
جہت سے تھی جہادوں میں اور مجاہدین ہی کو خدا تعالی دوست رکھتا ہے نہ بھگوڑوں کو چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ اور اُنہوں نے تو بہشت کی
تمنا میں بھی کوئی تکلیف نہ اُٹھائی وہ تو تمنا ریاست دنیا کی رکھتے تھے اور اُسی کے طالب تھے اور عداوت کا جو تو بار بار ذکر کرتا ہے آیت میں تو یہ نہیں ہے اور عداوت کفار کی تو

اسوقت معلوم پڑتی تھی کہ جب عداوت کا کوئی کام کرتے بعضے مومنین ہی سے اپنی عداوت نکالی کہ کسیکا حق غصب کیا کسیکو ذلیل اور بے عزت کیا اور نبوت میں رسولخدا
کی شک کیا اور انہی لوگوں سے محبت کہاں کی پس اس جہت سے خدا سے بھی محبت نہوئی اور حق الیقین کا تو مرتبہ بہت بڑا ہی وہ تو اسوقت حاصل ہوتا کہ جب خدا کی
محبت میں کوئی چوٹ کھاتی انکی تو کبھی تکبیر ہی جاری نہوئی اور رکوع اور سجدہ کا حال بھی انکے کہیں منہ کو نہیں ہے جیسا کہ اوروں کا مذکور ہے تو کہاں سے کہتا ہے اور صرف
دعوی ہی تیرا ہی دروغ اور کوئی سند بھی انکی واسطے بیان کی ہو جو خدا تعالی نے فرماتا ہی انکی واسطے کہ جنمیں یہ اوصاف ہیں تو لکھتا ہے انکے واسطے کہ جنمیں یہ اوصاف پائے نہیں جاتے تھے انکا ایمان کامل اور عمل صالح کونسی
وجہ سے ثابت ہوا اور رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں کسیکا مسلمان ہونا اور کسیکا مسلمان نہونا تو قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت کے ہمراہ منافق بھی کئی آدمی تھے اور اصحاب ہی میں
مخلوط تھے اور حذیفہ کو انکے حال سے حضرت نے خبر دی تھی اور سوا انکے اور کسیکو مطلع نہیں کیا تھا صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ قَالَ ابْنُ مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلٰثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ
النَّبِيِّ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ یعنی کہا ابن ملیکہ نے کہ پایا میں نے تیس آدمیوں کو اصحاب پیغمبر میں سے کہ کل انکے خوف کرتے تھے نفاق کا اپنے نفسوں پر اور احیاء العلوم میں امام
غزالی نے ایکو روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں پانسو لکھی ہیں اور حذیفہ جو مطلع تھے منافقین سے تو حضرت عمر حذیفہ سے پوچھتے تھے کہ مجکو تو رسولخدا نے شمار نہیں کیا ہی منافقین میں سے
چنانچہ احیاء العلوم میں لکھا ہی کہ عمر نے حذیفہ سے پوچھا کہ هَلْ عَدَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْمُنَافِقِيْنَ یعنی کیا شمار کیا ہے مجھ کو رسولخدا صلعم نے منافقین میں سے اور میزان ذہبی میں لکھا
ہی کہ عمر نے حذیفہ سے کہا ہی کہ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ یعنی اے حذیفہ قسم دیتا ہوں میں تجھکو ساتھ خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور بعد اسکے انشاء اللہ تعالی فدک
کے ذکر میں نفاق شیخین کا اہل سنت کی کتب صحاح سے ہم ثابت کرینگے منتظر رہنا چاہئے اور بدیہیات کا انکار شیعوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ وہ محال کو تسلیم کرتے ہیں یہ کام تو اہل سنت کا ہی اور
دیکھ تو رسولخدا صلعم کے ہمراہیوں میں کسیکا مسلمان ہونا اور کسیکا مسلمان نہونا قرآن سے اور تیری کتابوں سے ثابت ہی کہ نہیں تو نے کیسی بدیہی بات کا انکار کیا اور تو وہ ہی کہ فدک کے سبب
کے دعوی کو تو نے انکار کیا ہی ایسی بدیہی بات کو جو چھبیس تیس کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہی اور ثلاثہ کے عیبوں کو جو بدیہیات میں سے اور درایات میں سے ہیں انکا تو انکار کرتا
ہے اور اس طرح سے چھپاتا ہی کہ جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہی اور عورت لتہ حیض کو پوشیدہ کرتی ہی اور دیدار خدا کا جو کہ محال ہی اسکو تو تسلیم کرتا ہے انکار بدیہیات کا اور تسلیم محالات
کی تمہارا کام ہی اور اب تو نے کیا لکھا ہی دو ور دو چار دلیلیں تھا اگر لکھتا تو وہ بھی رد ہو جاتیں اور جو کوئی ہماری تحریر کو اس کتاب میں دیکھیگا وہ بخوبی سمجھ جائیگا کہ جو کچھ تو نے لکھا ہے
وہ سب پوچ اور باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی کوئی یوں کہے کہ صحابہ کو اگر مرتبہ حق الیقین تھا اور وہ اعلی مراتب یقین ہے تو رسول اللہ صلعم کے لیے انہوں نے کوئی مرتبہ
ہی نہ چھوڑا اصحابہ کیوں کہتے ہو رسول کہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم الیقین میں سو آدمیوں سے اگر ایک خبر سنیں اور اسمیں یقین ہو جائے تو وہ بھی علم الیقین ہے
اور ہزار سے سنیں تب علم الیقین ہے اور ایک ہاتھ کے فاصلہ سے دیکھئے وہ بھی علم الیقین ہے لیکن دوسری صورت میں جو وضاحت ہے وہ پہلی صورت میں نہیں
اسی طرح ایک دفعہ پانی پیجیے یا تھوڑا سا پیجیے وہ بھی حق الیقین ہے اور کئی بار پیجیے یا بہت سے پیجیے وہ بھی حق الیقین ہی سہند دوسری صورت میں جو بات ہے وہ پہلی صورت
میں نہیں یکدفعہ میں بسا اوقات چنداں حال معلوم نہیں ہوتا ہاں کئی بار میں البتہ خوب معلوم ہوتا ہی الغرض حق الیقین میں شریک ہونے سے مساوات لازم نہیں آتی بالجملہ افضلیت کا محبت پر بھی
معلوم ہو گئی ہے پر نہیں بسا اوقات ایک صورت کو دو آدمی برابر دیکھتے ہیں ایک کو محبت ہوتی ہی ایک کو نہیں ہوتی ہی تو برابر نہیں ہوتی سو صحابہ کو خدا سے کبھی وہ نہ محبت تھی جتنی رسول صلعم کو خدا
سے تھی **اقول** یہ سوال ہم نہیں کرتے ہیں تم اپنی طرف سے کیوں تراشتے ہو اسواسطے کہ ہمارے نزدیک تو حق الیقین ان صحابہ کو حاصل ہی نہ تھا جنکو
تم کہتے ہو اور اگر کسیکو حاصل تھا تو وہ رسول کیونکر ہو جائیگا حق الیقین میں برابر ہونے سے اور حضرت علی کو حق الیقین حاصل تھا تو انہوں نے فرمایا ہے لو کشف
الغطاء ما ازددت یقینا **قال الشیخ الاشعری** اب ایک بات قابل بیان کے ہے اور باقی ہی وہ یہ ہے کہ شاید حضرات شیعہ کو موافق قول مشہور جو سے بدرا
بہانہ بسیار صحابہ کی بزرگی کی تسلیم میں یہ حیلہ اور باقی ہو کہ صحابہ میں باہم اکثر مناقشات ہوئے اور انکے باہم اکثر رنج رہے اور نزاع ظہور میں آئے چنانچہ طرفین
کی کتابوں میں موجود ہی پھر انکو رحماء بینہم کیونکر ہم کہیں اور جب یہ نہیں تو پھر کس وجہ سے یوں کہا جائے کہ وہ کامل الایمان تھے بلکہ یوں احتمال ہوتا ہے کہ جن سے
حضرت امیر علیہ السلام کو رنج پہنچا یا ان سے لڑے نہ وہ رحماء بینہم کے مصداق تھے نہ ان پر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ صادق آتا تھا اور لفظ
مِنْهُمْ جو بعد عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بڑھایا ہے تو انہیں کے اخراج کے لیے بڑھایا ہے اس شبہ کا جواب ہرچند ہمارے ہی ذمہ نہیں کیونکہ بعینہ یہی احتمال
خوارج اور نواصب بھی پیش کر سکتے ہیں شیعوں کو بھی اس اعتراض کا فکر جواب لازم ہے مگر بغرض تسکین خاطر شیعہ وسنی یہ معروض ہی کہ رنج دو وجہ سے ہوتا ہی ایک
بوجہ عداوت ایک بوجہ محبت بوجہ عداوت کے تو صورت اظہر ہے دشمنوں کو جو دشمنوں سے رنج ہوتی ہیں وہ اسی قسم کے ہیں باقی بوجہ محبت کے یہ صورت ہی کہ کسیکا دوست کچھ خلاف مرضی
اور خلاف توقع کرے تو یہ رنج بوجہ محبت اسلئے کہ اگر اجنبی ایسی باتیں کرتے ہیں تو انسے کچھ رنج نہیں ہوتا اس سے خوب معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رنج فقط محبت کا ثمرہ

ثمرہ ہے اگر محبت نہوتی تو یہ رنج نہوتا ایسے ہی اگر صحابہ کو بھی سمجہو تو یہی ہوگا کہ خدا کے کلام کو تسلیم کرنا پڑیگا **اقول** جو کچھ سوال میں لکھا ہے یہ سب صحیح اور درست ہے اور جسقدر صحابہ میں آپس میں نزاعیں اور عداوتیں اور قتل و منع وقوع میں آیا ہے سب کتابوں میں مندرج ہے انکار اسکا کسیطرح نہیں ہوسکتا اور باقی رہا فرقہ خوارج اور نواصب وہ نہایت قلیل اور خال خال ہیں اُنکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور سواد اعظم اسلام میں یہی دو فرقہ ہیں اہل سنت اور شیعہ اثنا عشریہ اگرچہ اہل سنت بہ نسبت شیعوں کے کچھ زیادہ ہیں ان دونوں ہی کے مذہب میں کتب متداولہ کثرت سے موجود ہیں اور ان دونوں مذہبوں ہی میں ہمیشہ سے گفتگو چلی آئی ہے اور سوا اسکے یہ ہے کہ خوارج کو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یمرقون من الدین یعنے باہر نکلجاوینگے دین سے جب وہ دین ہی سے خارج ہوگئے تو اُنکے جواب کی کچھ احتیاج نہیں ہے وہ تو مثل یہود اور نصاریٰ کے ہوگئے اُنکا جواب وہ ہے جو ملحدوں کا جواب ہے اور نواصب ایک شاخ اہل سنت ہی کے مذہب کی ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے بظاہر عداوت رکھتے ہیں اور اہل سنت بظاہر عداوت اُن سے نہیں رکھتے ہیں لیکن اُنکے فضائل کی تو ضیع اور تنقیص کرتے ہیں اور اُنکے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور اُنکو اچھا جانتے ہیں اور جو کتب احادیث کہ اہل سنت کی ہیں وہی نواصب کی ہیں اور خوارج اور نواصب بھی تو اپنے تئیں مسلمان جانتے ہیں اور جب وہ مسلمان ہوئے تو خود اُنپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے آیت میں اُن لوگوں کی تعریف کی ہے کہ جنہوں نے آپس میں عداوتیں اور نزاع اور فساد کئے وہ ہمپر کیا اعتراض کرینگے خود اُنپر ہی اعتراض ہوتا ہے البتہ یہود اور نصاریٰ سب مسلمانوں پر اسکا اعتراض کرسکتے ہیں اور نصاریٰ نے ایسے ایسے بہت اعتراض کئے ہیں اور مسلمانوں نے اُنکا جواب لکھا ہے اور باقی رہی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ سو ظاہر ہے کہ ہمراہ حضرت کے سب طرح کی آدمی تھے مگر جن میں اوصاف اس آیت کے ہیں اور اُنمیں ایمان اور عمل صالح تا دم مرگ باقی رہا وہ لوگ مراد ہیں اور اُن سے ہی وعدہ مغفرت کا اور بموجب آیت قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کی دوستی حضرت کے قریبوں کے کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں بموجب روایات کے واجب ہے پس جن لوگوں نے ان سے عداوت کی ہے اور نزاع کیا ہے واسطے حب ریاست کے اور طلب مال و جاہ کے اور انکی حقوق کو غصب کیا ہے وہ ایمان صحیح اور اعمال صالحہ پر باقی نہیں رہے ہیں وہ لوگ اس وعدہ سے خارج ہونگے اور رنج کے جو تفریق کی ہے دو وجہ کی ایک تو بوجہ عداوت اور ایک بوجہ محبت سو جو رنج کہ بوجہ محبت ہوتا ہے اُسکو تو یہاں کسی طرح دخل ہی نہیں ہے اور نہ اُس سے بحث ہے یہاں تو مراد اُس سے ہے کہ جو بوجہ عداوت ہے اگر کوئی کسیکا حق غصب کریگا اور وہ اپنے حق کے غاصب کو خائن اور غادر کہیگا تو وہ کونسا عقل کا اندھا ہے کہ اس رنج کو دوستانہ بتلائیگا صلاح الدین رومی نے حاشیہ میں شرح عقائد نسفی کے لکھا ہے کہ ابوبکر میں اور فاطمہ زہرا میں فدک کی بابت سے عداوت پیدا ہوگئی تھی اور اسقدر رنج ہوا ابوبکر سے کہ تادم واپسیں ابوبکر سے کلام نہ کیا اور کسی کے گھر کے جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیجانا کیا یہ دوستی ہی کی راہ سے ہوگا اور ہزاروں مومنین کا قتل کرنا اور قتل کروانا جنگ جمل اور جنگ صفین میں اور عثمان کا قتل کروانا جو بعضے صحابہ سے وقوع میں آیا چنانچہ بعد اسکے عثمان کے قتل کے ذکر میں آویگا کیا یہ دوستی ہی کی رنج سے ہوگا اور عثمان کو کہنا اقتلوا نعثلا اور لعن اللہ نعثلا اور اقتلوا احراق المصاحف اور صحابہ کبار کو بیعزت کرنا اور مدینہ منورہ سے اخراج کرنا اور زد و کوب کرنا اور زد و کوب کرکے مروا ڈالنا یہ کیا محبت ہی کی رنج سے ہوگا اور تفصیل اسکی سب اس کتاب میں موجود ہے کچھ تو گزر گئی ہے اور کچھ انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ کو لکھی جائیگی اور جو رنج کہ محبت کی راہ سے ہوتے ہیں وہ اور رنج ہیں ایسے رنج نہیں ہوتے ہیں اور بعض صحابہ کو رنجوں اور عداوتوں کو ایسا نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ یہ لکھتا ہے اور آیت کا مطلب ہم بیان کرچکے کہ مراد اُس سے کل صحابہ نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** سو نعوذ باللہ مثل زرارہ بن اعین اور احول طاق وغیرہ مقتدایان شیعہ جو شہادت ائمہ اور کتب شیعہ جھوٹے اور کذاب ہیں چنانچہ انشاءاللہ مذکور ہوگا کچھ خداوند کریم تو جھوٹا اور کذاب نہیں جو تناقض اسکا معلوم ہو مگر جنکو جھوٹی باتوں کے تسلیم کرلینے کی خو ہو وہ سچے کلام اگرچہ خدا ہی کے کیوں نہو کیونکر تسلیم کریں معہذا ہم یوں پوچھتے ہیں کہ سنی تو حسب اعتقاد شیعہ اس قابل ہی نہیں کہ اُنکی کتابوں کی روایت کو تسلیم کیا جائے باقی رہی شیعوں کی روایتیں اُنکا حال یہ ہے کہ جن راویوں سے شیعہ اپنے دین و ایمان کی باتیں لیتے ہیں اور مابین شیعہ اور حضرات ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ واسطہ ہیں اُنکا حال یہ ہے کہ ہشام بن سالم اور میثمی اور صاحب طاق یعنی احول طاق وغیرہ جو انکے مقتدا و پیشوا اور احادیث کے معمول بہا کے راوی ہیں تہمتیں جو کچھ نہ کہ گیا اور خوبیاں ہیں اور حضرات ائمہ نے انکے فضائل بیان کئے ہیں وہ سب تو اس رسالہ میں نہیں آسکتے پر بطور نمونہ کے کچھ معروض بھی ہے کلینی جو اصح کتب شیعہ ہے اُسمیں یہ حدیث ہے عن ابراہیم بن محمد بن الخزاز و محمد بن الحسین قالا دخلنا علی ابی الحسین الرضا علیہ السلام فقلنا ان ہشام بن سالم والمیثمی و صاحب الطاق یقولون ان اللہ تعالی اجوف الی السرۃ والباقی صمد فخر للہ ساجدا ثم قال سبحانک ما عرفوک ولا وحدوک فمن اجل ذلک وصفوک حاصل روایت کا یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن حسین بیان کرتے ہیں کہ ہم امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کے پاس گئے ہمنے کہا کہ ہشام بن سالم اور میثمی اور صاحب الطاق یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناف تک تو کھوکھلا ہے اور باقی ٹھوس ہے آپ سنتے ہی سجدہ میں جا پڑے اور یہ فرمایا کہ الٰہی تو پاک ہے ان

ان عیبوں سے نہ ان لوگوں نے تجھے پہچانا اور نہ انہوں نے تجھے وحدہ لا شریک لہ جانا اسی سبب سے جو کچھ لائق تیرے نہیں آیا ہے بہکاتے ہیں دوسری روایت بھی
کلینی ہی کی ہے علی بن حمزہ قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام سمعت ہشام بن الحکم یروی عنکم ان اللہ جسم صمدی نوری معرفتہ ضرورۃ یمن بہا علی من یشاء من عبادہ فقال سبحان
من لا یعلم کیف ہو الا ہو لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر لا یحد ولا یحس ولا یحیط بہ شیء ولا جسم ولا صورۃ ولا تحدید
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ ابن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ ہشام بن حکم تم سے روایت کرتے ہیں کہ خدا جسم ہے ٹھوس
سو اسکے جواب میں حضرت امام علیہ السلام نے کچھ ایسا ہی فرمایا جیسا امام ابوالحسن رضا نے فرمایا تھا مطلب قریب قریب ہے اب ان روایتوں کو دیکھیے کہ معتقدان
امامیہ کیا کیا معرفتیں تراشتے ہیں پھر تسپر اماموں کا حوالہ دیتے ہیں **اقول** زرارہ وغیرہ کو جو لکھا ہے کہ یہ مقتدایان شیعہ لشہادت ائمہ اور کتب شیعہ جھوٹے اور
کذاب ہیں اول تو یہ مقتدا شیعوں کی نہیں ہیں راویان اقوال ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں اور راوی سب طرح کے ہوتے ہیں اور انحصار
کچھ ان کی ہی روایتوں پر نہیں ہے اور مدار ہماری مذہب کا روایات مستفیضہ تو یہ پر ہے اور واسطے کثیر روات کے انکی بھی آمیزش ہوگئی تو کیا قباحت ہے اور ان
لوگوں کے حال کی تجھے خبر بھی نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور تکذیب کی کوئی روایت کسی امام سے اور کسی کتاب سے لکھے نہیں کہ حال اُسکا معلوم ہوتا اور بعد اسکے جو ہشامین
کے حال کی دو روایتیں لکھی ہیں وہ اُنکی بداعتقادی پر البتہ دلالت کرتے ہیں سو اسکا جواب سن لینا اور اگر اس راہ سے وہ کاذب تھے کہ اہل بیت علیہم السلام کے
فضائل اور ثلثہ کے عیوب بیان کرتے تھے تو ہم اُنکے فضائل میں اور انکے عیوب میں اُن روایتوں کو لیتے ہیں کہ جن پر طرفین کا اتفاق ہے اور روایتیں ثلثہ کے عیوب کی
تو دونوں مذہبوں میں ہیں اور اُنکے فضائل کی روایتیں صرف تمہارے ہی مذہب میں ہیں وہ اعتبار سے ساقط ہونگی اور صرف عیوب ہی کی روایتیں
قابل تسلیم ہونگی اور کاذب تمہارے مقتدا ہیں کہ جن کو حضرت علی اور حضرت عباس کاذب اور خائن اور غادر جانتے تھے چنانچہ فدک کے ذکر میں اسکا بھی ذکر ہوگا
اور راوی تمہاری کتابوں کے جھوٹے ہیں جن پر مدار تمہاری مذہب کا ہے چنانچہ یہ بھی معلوم ہوگا اور کتابیں اہل سنت کی گو ہمارے نزدیک قابل اعتبار
نہیں ہیں کہ ان میں روایات موضوعہ بھی مندرج ہیں لیکن اہل سنت کے نزدیک وہ معتبر ہیں اور اگر اُنکے نزدیک وہ معتبر نہوں تو مذہب ہی اُنکا باطل
ہوجائے اور جب اُنکے نزدیک وہ معتبر ٹھریں تو اُنکی الزام کے لئے کفایت کرتے ہیں اور اُنکے حوالہ سے اہل سنت کو ہم الزام دے سکتے ہیں کہ وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے
اور ہشامین شیعوں کے راویوں میں سے بڑے معتمد تھے اور ابو حنیفہ کو اکثر انہوں نے الزام دئیے ہیں اور یہ دو روایتیں کافی کے جو لکھی ہیں یہ حال اُنکا اس زمانہ کا
ہے کہ مذہب حق اُنہوں نے ہنوز اختیار نکیا تھا اور حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں وہ مشرف نہوئے تھے اور مذہب اُنکا بھی تھا اور جس روز سے کہ اُنہوں نے
حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچکر توبہ کی ہے اور مذہب کو اختیار کیا ہے اُس روز سے مومن کامل اور بڑی معتمدین میں سے ہوگئے ہیں اور زمانہ ہدایت کے
اعتقاد کا قیاس زمانہ ضلالت کے اعتقاد پر نہیں ہو سکتا اگر کوئی سنی ملا اپنے مذہب کے موافق کتاب لکھکر شیعہ ہوجائے اور کوئی شیعہ اپنے مذہب میں کتاب
لکھکر سنی ہوجائے تو سنی اور شیعہ اُسکے پہلے مذہب کی تحریر کو ہرگز معتبر نجانینگے اور ہمنے فرض کیا کہ وہ تجسیم خدا کی قائل تھے لیکن ہمارا تو یہ اعتقاد نہیں ہے
اور تمہاری عندیہ میں جسوقت کہ وہ ہمارے پیشوا ٹھیرے تو چاہئے تھا کہ ہم اُنکے دین کے مطابق اپنا دین رکھتے اور ہمارا دین جو اُنکی تجسیم دین کے مطابق نہیں ہے
تو معلوم ہوا کہ اُنکی جو کوئی روایت امام علیہ السلام سے ہماری کتاب میں ہے وہ زمانہ ہدایت اور رجوع الی الحق کے ہے اور زمانہ ضلالت کی وہ روایتیں نہیں ہیں
اور اگر امام علیہ السلام کیطرف منسوب کردیا ہے تجسیم کی روایت کو تو امام علیہ السلام نے خود اُسکو رد کردیا اور جیسے کہ انکی روایتیں ہیں زمانہ حق کے ایسی ہی اور انکی
بھی روایتیں ہیں اور جو روایت کہ اُنکے زمانہ ضلالت کی ہے اُسکے مطابق اور کسی راوئ امام کی روایت نہیں ہے اور یہ حال انکی بدمذہبی کا ہمکو ہماری کتابوں سے
معلوم ہوا ہے ایسے ہی انکا حال ہماری کتابوں میں انکی کمال ایمان اور علم اور قربت اور مصاحبت امام علیہ السلام کا بھی لکھا ہے بعد رجوع کرنیکے طرف دین حق کے
صحابہ بھی تو پہلے آخر بت پرست ہی تھے پھر کیسے مصاحب رسولخدا صلعم کے ہوگئے اُنکے زمانہ کفر کی بات کا کب اعتبار ہے اور ہشامین کو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد
اُنکا زمانہ ضلالت کا تھا اور تمہاری صحاح میں تو روایتیں تجسیم کی مومنین سے منقول ہیں اور اُن روایتوں کو رسولخدا صلعم کیطرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ ابن
اثیر نے جامع الاصول میں حدیث طولانی صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ سے روایت کی ہے ابو سعید خدری سے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جسوقت مشرکین
اور یہود اور نصاری بحکم خدا صرف دوزخ میں داخل ہونگے اور موحدین باقی رہجائینگے تو خدا تعالی بروز قیامت موحدین کے آگے آئیگا اور اپنی صورت کو دکھلائیگا
اور کہیگا کہ میں تمہارا خدا ہوں وہ کہیں گے کہ پناہ بخدا ہم کسیکو شریک خدا کا نہیں کرتے ہیں تو ہمارا خدا نہیں ہے خدا تعالی کہیگا کہ تمہارے پاس کوئی

علامت ہی کہ خدا کو اپنے اُس سے پہچانو وہ کہیں گے کہ ہاں وہ برہنہ کرنا خدا کا اپنے ساق کو ہی اُسوقت خدا تعالی اپنے ساق کو کھولیگا اور وہ سجدہ میں پڑ جائیں گے
اور خدا کو اُس پہلی صورت میں دیکھیں گے اور خدا کا اقرار کرینگے اور صحیح بخاری اور مسلم سے روایت کی ہی کہ بروز قیامت مومن خدا کے پاس جائیگا تو خدا تعالی اپنا
دامن اُسپر ڈالکر گناہ ہونگا اُس سے اقرار کرائیگا اور صحیح بخاری اور مسلم اور ترمذی سے روایت کی ہی کہ خدا تعالی دوزخ کو پُر کریگا تو وہ کہیگا کہ ہل من مزید یعنی اور زیادہ کو
اُسوقت خدا تعالی اپنا قدم اُسپر رکھیگا تو وہ پُر ہو جائیگا اور ترمذی نے عائشہ سے روایت کی ہی اور اُس میں یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالی نیمۂ شعبان کو
آسمان دنیا پر اُترتا ہے اور اکثر کو بخشتا ہی اور مشکوۃ میں عبد الرحمن بن عایش سی لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت نیک صورت میں دیکھا
مجھ سے کہا کہ کس چیز میں تو ہمکو جھگڑتا ہی ملاء اعلی سی بعد اسکے اپنی ہتیلی میری شانوں کے درمیان رکھی تو اُسکی خنکی میری پستان کو پہنچی اور کتاب الاعتقادات
میں ابی اسمعیل حنبلی نے کہ وہ امام احمد حنبل کے مذہب پر تھا لکھا ہی کہ خدا تعالی اعضاء اور جوارح مثل بنی آدم کے رکھتا ہی اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر
نے لکھا ہی کہ نازل ہوگا جبار اپنی عرش پر اور قدم اُسکے کرسی پر ہوں گے اور اہل حدیث یعنی تابعین امام مالک مثل مضمر و کہمس و احمد الہجیمی وغیرہ کی قائل تشبیہ
خدا تعالی کے ہوئے ہیں چنانچہ ملل نحل میں لکھا ہی اور لکھا ہی کہ یہ لوگ خدا تعالی کے اعضا اور ابعاض ثابت کرتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں خدا تعالی سی مصافحہ
اور معانقہ کو اور داؤد جواری سی کہ وہ اُنہیں ہی سے ہے حکایت کرتے ہیں کہ فرج اور ریش سے تو مجھکو معاف کرو اور سوائے اُسکے اور سب اعضاء سے سوال کرو کہ وہ خدا تعالی
کے واسطے ہیں اور داؤد جواری سی منقول ہی کہ خدا تعالی اوپر سے سینہ تک خالی اور مجوف ہی اور سوائے اُسکے پُر اور ٹھوس ہے اس طرح کی بہت نقلیں اہل سنت کے بزرگوں
کی ہیں ان روایتوں کو دیکھیئے کہ مقتدایان اہل سنت کیا کیا معرفتیں تراشتے ہیں پھر تسپر پیغمبر خدا صلعم کا حوالہ دینے میں ہشامین کا کیا قصور ہے اور ہم تو ہشامین
کو اُس حالت میں کہ جو دونوں روایتوں میں ہے مومن نہیں جانتے اور یہ لوگ اُن مجسمہ کو مومن اور اپنا پیشوا و مقتدا اور بزرگ سمجھتے ہیں اور جو کہ رسولخدا صلعم سی روایات
جسم خدا بیان کرتے ہیں وہ وہ ہیں کہ جن کو تم کہتے ہو کہ رسولخدا صلعم نے اُنکے حق میں فرمایا ہی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور ہم ہشامین کو ایسے نجوم تو نہیں جانتے
ہیں **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس بعضی انکی مقتدا اور پیشوا خدا کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا ازل میں جاہل تھا جیسے زرارہ بن اعین اور بکر بن اعین
اور سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہم اور کہانتک بیان کروں ایسے ایسی بزرگواروں سے دین کی باتیں روایت کرتے ہیں اور پھر اُن روایتوں کو صحیح سمجھتے ہیں
اور اُنکا نام صحاح رکھتے ہیں اور یہ افسانے انہیں کے معتبر کتابوں سے معلوم ہوتی ہیں یقین ہی کہ علماء سب تسلیم کرینگے اور اگر موافق عادت بزرگان دروغ پسند
سنیوں کے سامنے جھوٹ بولجائیں اور انکار کر جائیں تو اپنے دلمیں ضرور منفعل ہونگے **اقول** جو کچھ اسنے اس قول میں لکھا ہی اور خدا تعالی کا ازل میں جاہل ہونا
زرارہ وغیرہ کے نزدیک لکھا ہی سب غلط ہی اور ہماری کسی کتاب میں نہیں ہے، اور جو کسی ناصبی نے یہ لکھا ہی تو اُسکا اعتبار نہیں ہے مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی
سے کہ جنہوں نے شیعوں پر سیکڑوں تہمتیں کی ہیں یہ بھی لکھتا ہی اور اگر کسی کتاب میں ہوتا تو اُسکا حوالہ دیتا جیسے کہ کافی کی روایتوں کا حوالہ دیا ہی اور ان بزرگوں
میں کچھ قباحت نہیں ہی سب صحیح الاعتقاد تھے اور اُن سی ہم وہ روایتیں لیتے ہیں کہ جو موافق قرآن اور احادیث نبوی کے ہیں ان سے روایتوں کے لینے میں کیا قباحت
ہے عنقریب تیری کتابوں کے راویوں کا حال آتا ہی اُسکو معلوم کریگا تو تجھکو خبر ہوگی کہ تیری کتابوں کی راوی کیسے ہیں اور ہمارے راویوں میں کچھ قباحت نہیں ہے
اور ہماری کتابوں میں جو کوئی روایت کسی بعضی بدمذہب کی ہی تو وہ اُس زمانہ کے نہیں ہی جس زمانہ میں کہ وہ فاسد العقیدت تھی بلکہ زمانہ صحت ایمان کے ہیں جیسے کہ
صحابہ کہ اُن سے اکثر روایتیں ہیں اور حال یہ ہی کہ پہلے وہ کافر تھے لیکن روایتیں اُنکی زمانہ ایمان کی ہیں نہ زمانہ کفر کی اور تمہاری کتابوں کے راوی وہ ہیں
کہ جو وقت روایت کے فاسد العقیدہ تھی اور اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے تھے اور ہمارے راویوں کی روایتوں کو تم اگر اسواسطے اچھا نہیں جانتے کہ وہ خلفا اور دشمنان
آل رسول کے عیب بیان کرتے ہیں تو اُنکے ہی روایتوں پر ہم اکتفا نہیں کرتے بلکہ اہل سنت کی کتابوں کی روایتوں سے مطابقت کر لیتے ہیں اور جو روایت کہ
دونوں فرقوں میں ہی اُسکو ہم پیش کرتے ہیں اور جو روایت کہ خاص ہماری ہی کتاب کی ہی اُسکو ہم پیش نہیں کرتے اور جو طعن کہ ہم ثلثہ پر کرتے ہیں وہ بموجب روایات
اہل سنت کرتے ہیں نہ اپنی روایتوں سے اور اگر اہل سنت ہماری کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو ہم اُسکا انکار نہیں کرتے بلکہ تسلیم کرتے ہیں لیکن جواب معقول اُسکا
دیتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ جب وہ جواب سے عاجز ہوتے ہیں بالکل انکار کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روایت ہماری کسی کتاب میں نہیں ہی جیسے کہ روایت دعوے
ہبہ فدک کہ یہ روایت اہل سنت کی بیس تیس کتابوں میں لکھی ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اسکا بالکل انکار کیا اور تحفہ میں لکھا کہ ہماری کسی کتاب میں یہ
روایت نہیں ہی اور اُنکی پیروی سی تو نے بھی انکار لکھا ہی اور فدک کی گفتگو میں انشاء اللہ تعالی اسکا ذکر ہوگا منتظر رہنا چاہیئے کہ تیرا اور مولوی صاحب ممدوح کا

ایسا جھوٹ ثابت کرتا ہوں اور شیعوں کے منفعل ہونے کی کوئی بات ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اسباب کی رعایت تو سنیوں میں ہے کہ جن کتابوں کا نام صحاح رکھتے ہیں اور انہیں معتبر سمجھتے ہیں ان میں بجز پارساؤں اور متقیوں اور دینداروں کے اور کسی سے روایت نہیں لاتے تو اس غرض سے کہ کوئی اس روایت کی وجہ سے دھوکا نہ کھا جائے اسلئے بتلا جاتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا موضوع یعنی بنائی ہوئی جھوٹی روایت ہے **اقول** سنیوں میں ہرگز اسباب کی رعایت نہیں ہے صحاح ستہ میں اہل سنت کی راوی جیسے کہ دروغگو اور بدمذہب اور روایتوں کے وضع کرنیوالے ہیں ایسے کسی مذہب میں نہونگے اور ہماری کتابوں میں جو کوئی روایت ضعیف یا تقیہ کی ہے تو ہمارے علماء بھی اُس سے خبر کر دیتے ہیں لیکن موضوع اور جھوٹی روایتیں ہماری کتابوں میں نہیں ہیں جیسے کہ اہل سنت کی کتابوں میں ہیں اور اُن روایتوں کو صحیح کہتے ہیں اور اکثر روایتیں اہل سنت کی بدمذہبوں سے منقول ہیں کہ جنکو صحاح ستہ میں داخل کیا ہے اور اُن روایتوں کو صحیح لکھتے ہیں اور اب اہل سنت کی روایتوں کے راویوں کو سننا چاہئے کہ بعضے تو مجسمہ ہیں اور اس سے پہلے دوسرے قول میں ہم مفصل بیان کر چکے ہیں حال اُنکا کہ خدا تعالیٰ کے واسطے جسم ثابت کرتے ہیں مثل احمد اور کہمس وغیرہ کے اور بعضی راوی اہل سنت کے کذاب اور وضع کرنیوالے روایتوں کے ہیں مثل احمد بن صالح مصری کے اور بخاری بہت روایتیں اُس سے لیتا ہے اور حال اُسکا نسائی نے لکھا ہے چنانچہ کہا کہ سألت یحیی بن معین عن احمد فقال کذاب یعنی پوچھا میں نے یحیی بن معین سے احمد بن صالح کے حال سے پس کہا کہ دروغگو ہے اور اسید بن زید ہاشمی کوفی کہ بخاری کی راویوں میں سے ہے قال ابن معین حدث باحادیث کذب یعنی کہا ابن معین نے کہ جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے اور نعیم بن حماد کہ ابن عدی اُسکے شان میں کہتا ہے کان نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ یعنی تھا نعیم کہ بناتا تھا حدیث کو قوت دینے سنت میں اور بخاری نے اپنی کتاب میں اُس سے روایت کی ہے اور مثل ابوہریرہ کے کہ وہ خود اقرار اپنے متہم بکذب ہونیکا کرتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں باب استحباب بدو النعل بالیمنی میں لکھا ہے اور ابی رزین سے روایت ہے کہ ابوہریرہ نکلا ہماری طرف اور اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ تم بیان کرتے ہو کہ میں رسول خدا صلعم پر جھوٹ بناتا ہوں اور اہل سنت کی کتابوں کے راوی خوارج بھی ہیں جو کہ دین سے خارج ہو گئے ہیں اور اکثر راوی صحاح ستہ شیعہ ہیں جو کہ ابوبکر اور عمر کی خلافت کے قائل نہیں ہیں اور منکر خلافت ابوبکر و عمر بعضوں کے نزدیک تو بدعتی ہیں اور بعضوں کے نزدیک کافر ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم انکی روایتوں کو ترک کر دیں تو اکثر احادیث ضائع ہو جائیں خصوصاً طبقہ تابعین میں اور تبع تابعین میں کہ وہ شیعہ تھے اور مجہول الحال سے بھی اہل سنت روایت کرتے ہیں اور اطلاق صحیح کا اسکی روایت پر کرتے ہیں جیسے کہ عباد بن آدم الہذلی کہ ابن ماجہ اُس سے روایت کرتا ہے اور منصور بن النعمان لشکری ابوحفص بصری کہ بخاری تفسیر میں اُس سے روایت کرتا ہے اور مجہول ہونا انکا تقریب میں لکھا ہے اور عمر بن سعد کہ جس نے حضرت امام حسینؑ کو مع اقارب کے قتل کروایا اور مخدرات عصمت و طہارت کو سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر بٹھلا کر کوچہ و بازار میں اور شہر بشہر پھرایا ثقہ جانتے ہیں اور اس سے روایتیں لیتے ہیں چنانچہ مفصل تہذیب الکمال میں لکھا ہے اور شمر ذی الجوشن کہ جو خود قاتل حسین علیہ السلام تھا اور اپنے ہاتھ سے اُسنے سر اُن حضرت کا تن سے جدا کیا اُس سے روایتیں اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہیں چنانچہ ابن عبد البر نے استیعاب میں شمر ذی الجوشن کے ترجمہ میں لکھا ہے اور اکثر راوی اہل سنت کے وہ ہیں کہ طریقہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور حد ظلم اور فسق کو پہنچے تھے بسبب دشمنی اور حسد اور طلب ملک اور ریاست کے اور میل لذات اور شہوات کے چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے وما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما اور ترجمہ اسکا پہلے اس سے گذر گیا ہے اور سوائے اسکے راوی بھی بے اعتبار ہونیکی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اور یہ سب صحاح ستہ کی راوی ہیں اور انکی روایتوں پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے مذہب کا مدار اُنکی روایتوں پر رکھا ہے اور یہ دروغگو اُنکو پارسا اور متقی لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** الغرض شیعوں کی دین کی روایتوں کا جب یہ حال ہے تو کتب تواریخ تو نور علیٰ نور ہے ہونگے اور سنیوں کی روایت خود قابل اعتبار نہیں تو اس صورت میں جو روایتیں کہ نزاع صحابہ اور باہم کی چپقلش پر دلالت کرتے ہیں کلام اللہ کے مقابل میں کیونکر اعتبار ہونگے بہرحال کلام اللہ تو متواتر ہے جس صورت میں کلام اللہ میں رحماء بینہم ہوا اور اُسکے تمہارے نزدیک بھی یہی معنی ہوں کہ اُنمیں ہرگز کبھی رنج ہوتا ہی نہیں تو موافق قاعدہ اصول کے اُن روایات کا اعتبار نہوگا جو کلام اللہ کے مخالف ہیں **اقول** شیعوں کے روایتوں کی کوئی قباحت نہ معلوم ہوئی کہ کیا ہے پہلے تو اپنی دو روایتیں لکھی ہیں کہ اُسمیں شیعوں کی دو راویوں کے بدمذہبی ظاہر ہوتی ہے سو وہ بدمذہبی اُنکی اُس زمانہ کی ہے جس زمانہ میں وہ ہمارے راوی نہ تھے اور اگر اُنمیں سے کسی نے بدمذہبی کے زمانہ میں اپنے قول کی

امام کی طرف منسوب کردیا اپنی اعتبار کے واسطے تو خود حضرت امام علیہ السلام نے اُسکی تکذیب کی اور بعد اسکے زرارہ وغیرہ کا مذہب جو بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا ازل
میں جاہل تھا اسکا کہیں پتا بھی نہیں ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور اپنی راویوں کی خبر نہیں لیتے کہ وہ کیسے بدمذہب اور دروغگو تھے اور سنیوں کی کتابیں ہماری سند
کے واسطے نہایت معتبر ہیں اور گر نیت تو ہم اسیواسطے کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے اور کلام اللہ کے مخالف یہ مضمون نہیں ہے اور کلام اللہ میں
نہ صحابہ کے نام سے مذکور ہے اور نہ مومنین کے نام سے اسمیں تو یہ لکھا ہے کہ والذین معہ یعنی اور جو لوگ کہ ہمراہ اُس حضرت کے ہیں اور ہمراہ حضرت کے منافقین بھی تھے اور وہ
صحابہ ہی میں تھے اور انکا ہمراہ حضرت کے ہونا قرآن ہی سے ثابت ہے سو وہ قرآن اوصاف کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے جو اوصاف کہ اس آیت میں ہیں پس مراد اُس
سے مومنین خاصین ہونگے اور مومنین کے اوصاف میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا اور فرماتا ہے کہ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
اور فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ تو اس سے معلوم ہوا
کہ جو لوگ ایمان لا کر اُس پر قائم نرہے اور اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس کیا اور خدا اور رسول پر ایمان لا کر پھر شک کیا خدا میں یا رسولخدا صلعم کی نبوت میں اور جہاد راہ خدا میں
نکیا بلکہ جہادوں میں سے بھاگ گئے وہ لوگ حضرت کے ہمراہیوں میں سے مراد نہیں ہیں اور ایسے جو لوگ کہ ایمان لائے اور بعد ایمان کے کفر کیا چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ
كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا وہ بھی مراد نہونگے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے مومنین صادقین سے نزاعیں کیں اور جنگ کئے اور انکی حقوق غصب کر کے انکو رنج پہنچائے
اور انپر ظلم کئے ایمان کو اپنی ظلم سے آمیزش کر کے اور نبوت میں رسولخدا صلعم کے شک کیا اور جہادوں میں سے بھاگے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر اور مومنین کو آزار پہنچائے
یہ لوگ مصداق رحماء بینہم کا نہونگے اور سوا انکے اور لوگ جو ہیں کہ وہ منافق نتھے اور نادم و السبین اپنی ایمان پر قائم رہے اور ایمان کو اپنی ظلم سے آمیز نکیا اور خدا کے
وجود میں اور اُسکی وحدانیت میں اور پیغمبر کی نبوت میں شک نکیا اور جہادوں میں کفار کو قتل کیا اور مقتول ہوئے یا زخم کھائے وہ لوگ مصداق رحماء بینہم کا ہونگے اور
کلام اللہ تو ایک چیز مجمل ہے اور اسی پر تہتر فرقے میں اسکا اصل تو روایتوں ہی سے واضح ہوتا ہے سو کلام اللہ کی آیت اُن روایتوں کے مخالف نہیں ہے اور اگر
اُس مجمل آیت پر عمل ہو تو چاہئے کہ منافقین اور مولفۃ القلوب اور ضعیف الایمان بھی جو حضرت کے ہمراہ تھے مثل مومنین کے مصداق رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جمیع امور متعلقہ آیۂ مرقومۂ بالا سے فراغت پائی لازم
یوں ہے کہ ایسی آیت بھی جو صحابہ کی بزرگی پر ایسی دلالت کرے کہ اظہر من الشمس ہو اور بسہولت فہم میں آجاے اور اُس روایت کا انکا حسن خاتمہ بھی معلوم ہو جاے بیان کی جاے شاید
کوئی راہ پر آجاے **اقول** صحابہ کی بزرگی میں کسکو کلام ہے جن لوگوں نے کہ صحبت رسولخدا صلعم کی پائی ہے اور ایمان پر مرے ہیں اور خاتمہ انکا خیر پر ہوا ہے لیکن وہ صحابہ کہ
ایمان جن کا ظلم سے آمیزش رکھتا تھا انکے واسطے حسن خاتمہ ہرگز نہیں ہے اور نہ اس آیت سے جو لکھیگا ثابت ہے اور تم خود گمراہ ہو موجب اس مصرعہ کے ع او خویشتن
گم است کرا رہبری کند۔ تم کسکو راہ پر لاؤگے پہلی اپنی راہ پر آنے کی فکر کرو **قال الشیخ الاشعری** لہذا آیت ششم معروض خدمت ہے وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
حاصل اسکے معنوں کا یہ ہے کہ جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنیوالے اور مدد کرنیوالے اور جو اُنکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُن سے اور وہ راضی اُس سے اور تیار کر رکھی ہیں
اللہ نے اُنکے لیے باغ جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں وہ اُنمیں ہمیشہ ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی اس آیت کے بعد ہم جانتے ہیں کہ حق پرستی مدنظر ہوگی تو مولوی عمار علی
صاحب تو کس گنتی میں ہیں شیعہ صد سالہ بھی جسکے رگ و پے میں تشیع سما گیا ہو حق بول اُٹھے اور کیونکر نہ حق بولے جناب باری تعالی نے اس آیت میں منکرین کا برسما
کے لئے حیلہ و حجت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی اگر ایمان کا ذکر ہوتا یا اعمال صالحہ کا ذکر ہوتا تو شیعہ اور خوارج اور نواصب آنکھیں بند کر کے یوں بھی کہہ سکتے کہ
صاحب اسمیں مومنوں اور اچھے عمل والوں کے لیے خدا کا وعدہ ہے سو ہم کہتے ہیں کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہیں سبقت ہجرت خلفاء ثلاثہ اور حضرت زبیر اور حضرت
طلحہ وغیرہم مہاجرین اولین کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں جو انکار کر سکیں اور کہدیں کہ صاحب کسی نے تہمت لگا دی ہوگی خصوصا خلیفہ اول کی ہجرت کہ وہ حضرت علی
کی ہجرت سے بھی سابق ہے اور مہاجرین اولین تو اُنہیں لوگوں کی نسبت اول گنے جائیں گے جو بعد جنگ بدر کے آئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو مہاجرین
اولین میں سے بھی مہاجر اول نکلے اس صورت میں تو اسی آیت سے انکی افضلیت نکل آئی کیونکہ در صورتیکہ اس آیت میں جتنے وعدے ہیں وہ سب سبقت ہجرت پر
منحصر و موقوف ہوئے تو جو کوئی سبقت میں بھی سابق ہوگا وہ استحقاق وفاء وعدہ میں بھی اول نمبر ہوگا اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم تو البتہ ابوبکر صدیق
سے اتنا پہلے گھر چھوڑ کر گئے کہ ابوبکر صدیق کے گھر تک پہنچے باقی سب اُنکے پیچھے ہی نکلے **اقول**۔ شیعہ اثنا عشریہ ہمیشہ سے حق پرست ہیں اور باطل پرستی کام تمہارا ہے کہ

حقوق آل رسول کی حمایت میں قرآن شریف میں تم تاویلیں کرتے ہو اور تمہارا مطلب کسی طرح سے ثابت نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تو اس مقام میں لکھتا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے اور جو کہ حقیقت میں صحابہ ہیں کہ جنپر تعریف صحابہ کی صادق آتی ہے اُنکا کوئی منکر نہیں ہے اور اُنکے ہی واسطے خدا تعالیٰ نے گنجائش حیلہ اور حجت کی نہیں چھوڑی نہ وہ لوگ کہ جنہوں نے ایمان اپنا ظلم سے آمیز کیا اور نبوت میں رسولخدا صلعم کی شک کیا اور ایمان کا گو ذکر نہیں ہے لیکن نجات با یمان ہی ہے کیا خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خواہ ایمان رکھتے ہوں خواہ نہ رکھتے ہوں سب کے واسطے بہشتیں ہیں اور شیعوں کے ہمراہ تو خوارج اور نواصب کو بیفائدہ ذکر کرتا ہے وہ تو تمہارے ہی برادر ہیں کہ ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے ہیں جو کہتا ہے وہ شیعوں کو کہہ کہ وہ تیری خبر لیونگے اور ہمیشہ سے اہل سنت کے مذہب کو رد کرتے آئے ہیں اور تو نے یا اور کسی نے کوئی کتاب اُنسے گفتگو کرکے لکھی ہے ہی جیسے کہ شیعوں کی گفتگو میں تمہاری کتابیں ہیں مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں نواصب کی طرف سے چند اعتراض حضرت علیؑ پر جا کر اپنی رائے سے لکھدیے ہیں اور بحث اور گفتگو اُنسے تم اسواسطے نہیں کرتے ہو کہ آخر وہ تمہارے بھائی تم میں ہی سے ہیں اور تمکو خبر نہیں مراد سبقت سے سبقت الی الایمان اور طاعت ہے ہی نہ سبقت الی الہجرت کہ جو تو بھول کر لکھتا ہے اور یہ سبقت ہجرت تو نے کہاں سے نکالی ہے کیا قرآن میں سبقت الی الہجرت لکھی ہوئی ہے اور قرأت مشہورہ اس آیت کی یہ ہے کہ انصار کا لفظ مجرور ہے اور عطف اسکا مہاجرین پر ہے اور من المہاجرین والانصار بیان ہے سابقون اولون سے اگر سبقت الی الہجرت مراد ہو تو چاہیے کہ اس صورت میں انصار کے واسطے بھی ہجرت کہی جاوے اور یہ درست نہیں ہے اور اگر انصار کو مرفوع قرار دیکر اور سابقون پر اسکا عطف کرکے ہجرت سے انصار کو خارج کرو تو یہ قرأت شاذہ اور مرجوح ہے اسپر عمل نہوگا پس مراد سبقت سے سبقت الی الایمان اور طاعت ہے پس اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور طاعت میں سابق ہیں اور سب سے پہلے وہ ایمان لائے ہیں اور اطاعت خدا تعالیٰ کی قبول کی ہے سب سے پہلے اور وہ جناب رسولخدا اور علی مرتضیٰ اور خدیجۃ الکبریٰ ہیں سید ابوطالب ہروی اور صاحب تفسیر ثعلبی جو علماء اہل سنت میں سے ہیں وہ روایت کرتے ہیں اسمعیل بن ایاس بن عفیف سے اور روایت طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ اسمعیل کہتا ہے کہ میرا دادا بیان کرتا تھا کہ میں حج کے دنوں میں بطریق تجارت مکہ معظمہ کو گیا اور عباس بن عبدالمطلب کے پاس جا کر ٹھیرا اور میں اور عباس منا میں تھے کہ ایک جوان آیا اور کعبہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا اور ایک لڑکا آیا اور اُس جوان کی جانب راست کھڑا ہوا اور ایک عورت آئی وہ اُس جوان کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اُس جوان نے رکوع کیا تو اُن دونو نے بھی رکوع کیا اور جب اُس جوان نے سجدہ کیا تو اُن دونو نے بھی سجدہ کیا میں نے عباس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اُس نے کہا کہ یہ جوان تو بھتیجا میرا ہے عبداللہ کا بیٹا اور یہ لڑکا علی ہے ابوطالب کا بیٹا اور یہ عورت زوجہ اس جوان کی ہے اور یہ جوان کہتا ہے کہ مجھکو خدا نے پیغمبر کیا ہے اور اسکے دین کی پیروی اِن دو شخصوں ہی نے کی ہے اور سوا اِن تین شخصوں کے اس مذہب کا آدمی تمام روئے زمین پر کوئی نہیں اور احمد حنبل اور ابن مغازلی شافعی نے لکھا ہے کہ نماز پڑھی علیؑ نے ہمراہ رسولخدا صلعم کے سات برس سب آدمیوں سے پہلے اور سید ابوطالب ہروی و ابن مغازلی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ درود بھیجا ہے مجھپر اور علی پر فرشتوں نے سات برس پہلے سب سے پہلے اور ایسے ہی عبداللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہے عباد بن عبداللہ سے کہ حضرت علی کہتے تھے کہ میں نے سات برس پہلے سب آدمیوں سے نماز پڑھی ہے رسولخدا صلعم کے ہمراہ اور بعضی روایت میں اہل سنت کے یہ ہے کہ پہلے سب سے حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور بعد اسکے علی اور بعضی میں یہ ہے کہ بعد خدیجہ کے ابوبکر ایمان لائے اور بعضی میں یہ ہے کہ زید بن حارثہ لیکن اکثر روایتیں اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے اور پھر حضرت خدیجہ سو سابقون اولون سے یہ مراد ہونگے کہ جو سات برس پہلے سب سے ایمان لائے ہیں مہاجرین میں سے اور انصار میں سے وہ ہیں سابقین میں کہ جو بیعت عقبہ اولی والے ہیں اور وہ سات آدمی تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد سبقت سے سبقت الی الموت ہے کہ جو لوگ مہاجرین اور انصار میں سے اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنے ایمان صحیح پر مر گئے ہیں بہشت میں انکے درجوں کو دیکھکر بہت راضی ہوئے اور خدا تعالیٰ اُنکے ایمان پر مرنے سے اُنسے بہت راضی ہے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ رضی کو ماضی کے صیغہ میں لایا ہے اور یہی قول بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اور سبقت الی الہجرت تو یہاں بن سکتا ہی نہیں موافق قرأت مشہورہ کے جبوقت انصار کے لفظ کو مہاجرین کے لفظ پر عطف کرکے مجرور مقرر کریں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور اگر موافق قرأت غیر مشہورہ کے انصار کے لفظ کا عطف سابقون پر کرکے اُسکو مرفوع مقرر کریں واسطے اخراج انصار کے ہجرت سے تو اسمیں قباحت ہے کہ اول تو انصار سابقیت سے خارج ہو جائینگے اور دوسرے یہ کہ انصار کا مرتبہ مہاجرین سے بڑھ جائیگا کہ مہاجرین میں سے تو بہشتیں صرف سابقین کے واسطے ہونگی نہ لاحقین کے واسطے اور انصار کے کل آدمیوں کے واسطے بہشتیں ہونگی اور حال یہ ہے کہ مہاجرین نے سب سے بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور خدا کی راہ میں اپنے وطن اصلی مالوف کو ترک کیا ہے وہ انصار سے کم کسوجہ سے ہیں بخلاف ایمان اور طاعت کے کہ جو مرتبہ پہلے پہل اقرار کرنیوالوں وحدانیت خدا کا ہے وہ بعد والونکا نہیں ہے اور ہجرت میں پہلے پیچھے ہجرت کرنیوالے اور بعد اُنکے ہجرت کرنیوالے سب برابر ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کریں سابقیت ہجرت کو تو خدا تعالیٰ تو پہلے ہجرت والوں کا ذکر کرتا ہے اور وہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالے ہیں نہ مدینہ کی ہجرت کرنے والے اور اگر ہم

فرض کریں کہ سابقون اولون سے وہ سب لوگ مراد ہیں کہ جو ہجرت سے پہلے ایمان لائے تھے اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ رضامندی خدا اور حصول
جنت کچھ ہجرت پر ہے موقوف نہیں ہے بلکہ رضامندی خدا اور حصول جنات ایمان اور عمل صالح سے بھی حاصل ہوتا چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے ان الذین آمنوا وعملوا
الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ اب تم
دیکھو اس آیت میں خدا تعالی فرماتا ہے کہ مومنین صالحین کے واسطے جنتیں ہیں اور خدا تعالی اُن سے راضی ہے اور تم کہتے ہو کہ بعد رسولخدا کے لوگ مرتد ہو گئے اور ابوبکر نے اُن پر
جہاد کیا اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ لوگ تو مومنین تھے اور خدا تعالی اُن سے راضی تھا اور فرمایا تھا کہ جزا اُنکی جنات عدن ہے پھر ابوبکر نے اُن پر جہاد کیوں کیا کیا
خدا تعالی نہیں جانتا تھا کہ یہ مرتد ہو جائیں گے کہ ایسے آدمیوں سے راضی ہوا اور کیونکر خدا راضی ہوا اُن لوگوں سے کہ جنہوں نے زنا کیا ہو اور شراب نوش کی ہو اور عائشہ
پر تہمت زنا کی لگائی ہو چنانچہ مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں مطاعن عثمان کے جواب میں لکھا ہے کہ اہل سنت صحابہ کو معصوم نہیں جانتے ہیں اور اسیواسطے
حضرت امیر اور شیخین نے صحابہ پر حدیں جاری کی ہیں جن سے خدا راضی ہو اُن پر کہیں حد بھی جاری ہو سکتی ہے ایسا ہی حال ہجرت کا ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا
ہے کہ بعد ہجرت کے اگرچہ کوئی مرتد ہو جاتا ہے پھر بھی وہ ناجی ہی معلوم ہوا کہ سب سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنیکے ایمان صحیح پر باقی رہا ہو اور جو اعمال کہ موجب
نارضامندی خدا کے ہیں وہ عمل میں نہ لایا ہو اور ہجرت بھی چاہئے کہ خالص واسطے رضامندی خدا کے ہو چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمر بن خطاب نے فرمایا ہے
اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ سوائے اسکے نہیں کہ سب اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور سوائے اسکے نہیں کہ واسطے ہر مرد کے وہ چیز ہے کہ نیت کی ہے پس وہ شخص کہ ہووے ہجرت اُسکی
طرف دنیا کے تو پہونچیگا وہ اُسکو اور طرف عورت کے ہو تو نکاح کریگا اُس سے پس ہجرت اُسکی طرف اُس چیز کی ہے کہ ہجرت کی ہے طرف اُسکے انتہے اور بعضے مسلمان جو رسولخدا
صلعم کی زبانی آیندہ کی کوئی خبر سنتے تھے تو وہ راست ہوتی تھی اور یہ بھی سنتے تھے کہ یہ دین سب دینوں پر غالب ہوگا اور ریاست اس دین کی بہت بڑی
ہوگی اور قرآن شریف کی آیتوں سے بھی ثابت ہوتا تھا اس طمع میں ہجرت کر گئے تھے کہ تدبیر کرکے ریاست دین کی نامزد اپنی کریں گو بالفعل وہ فقیر تھے اور جب ہمنے
یہ ثابت کر دیا کہ اس آیت میں سبقت ہجرت مراد نہیں اور اگر سبقت ہجرت مراد ہو تو بھی مخالف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا سو جو کچھ اس شیخ نے اس قول میں لکھا ہے وہ
سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** اور ہجرت حبشہ اگرچہ ہجرت مدینہ منورہ سے سابق ہے لیکن اسکی وجہ سے چنداں موجب افضلیت نہیں اُس ہجرت کی باعث کا تھا
تو فقط قلت صبر تھا مکہ معظمہ میں رہکر بیکار رہنا اور احکام خداوندی کا بجالانا بہت دشوار تھا ثبات ایمان اور حفظ جان کے لئے ضعفا کو رخصت ہو گئے تھے اسی لئے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہجرت حبشہ نہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم نہونیکی اگر کوئی وجہ تکلف نکال بھی لی تو اسکا تو کچھ جواب ہی نہیں کہ جسنے حبشہ کیجانب ہجرت
نکی اُسپر کچھ عتاب نہوا اور مدینہ منورہ کی ہجرت بغرض امداد دین تھی اُسکو رخصت نہیں کہہ سکتے عزیمت ہی کہئے تو اول درجہ کی عزیمت کہئے اسی لئے اُسکی تارکین
مورد عتاب رہے ہر چند ہجرت حبشہ کا رخصت ہونا اور ہجرت مدینہ منورہ کا عزیمت ہونا قطع نظر ظاہر ہونیکی اس تقریر سے اور بھی واضح ہو گیا **اقول** آیت میں تو
ہجرت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے خواہ ہجرت حبشہ ہو خواہ ہجرت مدینہ لیکن تیری لکھنے سے ہمکو بھی لکھنا پڑا اسواسطے ہم بھی لکھتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کی افضلیت کسواسطے نہیں
رکھتی ہے خدا تعالی تو مطلق ہجرت کی تعریف کرتا ہے اور کسی ہجرت کو مقید بہجرت مدینہ یا حبشہ نہیں کرتا ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت طولانی لکھی ہے اسماء بنت عمیس
اور عمر بن خطاب کے درمیان گفتگو اور تکرار ہونیکی سبقت ہجرت کے مقدمہ میں کہ اسماء نے طرف حبشہ کے ہجرت کی تھی اور عمر نے طرف مدینہ کے آخر الامر جناب رسولخدا
صلعم نے اسماء کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ لیس احدٌ باحق بی منکم لہ ولاصحابہ ہجرۃ واحدۃ ولکم انتم اہل السفینۃ ہجرتان یعنی نہیں ہے کوئی حق دار
زیادہ تمسے واسطے اُس عمر کے اور ہمراہیوں اُسکے کے ایک ہجرت ہے اور واسطے تمہارے اور تم کشتی والے ہو دو ہجرت ہیں آخر جناب رسولخدا نے ہجرت حبشہ کو احقیت
میں شمار کرکے فرمایا کہ تم حبشہ کے ہجرت والوں کو فضیلت ہے اگر یہ ہجرت شمار میں نہوتی تو حضرت اُسکی جہت سے حبشہ والوں کو حقدار زیادہ کیوں فرماتے اور
تسلیم کیا ہمنے کہ ہجرت مدینہ کی افضل ہے ہجرت حبشہ سے کہ مدینہ کی طرف رسولخدا صلعم کو حکم ہوا تھا اور حبشہ کی طرف حکم نہوا لیکن حبشہ کی طرف کی ہجرت بھی ہجرت ہی ہے
اور وہ پہلی ہے تو ہجرت اول اسی سے مراد ہوگی اور جناب رسولخدا صلعم کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم اسواسطے ہوا کہ مدینہ میں اعوان و انصار موجود تھے تاکہ اُنکی ہمراہ ہوکر جہاد کریں
اور اسیواسطے مدینہ کو ہجرت نہ کرنیوالوں کو عتاب ہوا کہ وہاں رسولخدا صلعم تشریف لیگئے تھے اور مقصود باہم ہوکر جہاد کرنا تھا اور جہاد سے بیٹھ رہنا اور دار اسلام کو چھوڑکر
کفار کے پاس دار الکفر میں قیام کرنا موجب غضب خدا ہے اور مدینہ کی ہجرت تو افضل تھی اور عزیمت تھی اور رخصت نہتی اور واسطے امداد دین کے تھی لیکن حبشہ کی ہجرت کو یہ ہجرت
باطل نہیں کرتی ہے کہ وہ ہجرت ہونیسے جاتی رہے بلکہ وہ بھی ایک ہجرت ہے جس قسم کی کہ ہو اور جس وقت کہ پہلے ہی مدینہ کی ہجرت سے تو ہجرت سابق وہ ہی مراد ہوگی اور اول ہوگی

اور مدینہ کی ہجرت دویم ہوگی **قال الشیخ الاشعری** مگر مزید توضیح کے لیے اسقدر اور بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہجرت مدینہ میں جان پر کھیلنا تھا اور ہجرت حبشہ میں جان کا
بچانا اسمیں دین کا بڑھانا تھا اسمیں اپنی نماز روزہ کا بجالانا اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و نصرت تھی اسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تنہا چھوڑ جانا اسمیں
مارنا مرنا اقربا سے رؤسا سے جہاد کرنا اسمیں اعداء کے ہاتھ سے چھوٹ کر سلامت گزرنا ببیں رہ از کجاست تا بکجا۔ غرض ہجرت حبشہ کوئی فضیلت قابل نہیں خصوصاً تعریف
خداوندی اسی لئے فریقین میں سے کسی نے اُس ہجرت کو مصداق آیات تاکید ہجرت یا آیات فضائل ہجرت نہیں سمجھا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ آیت اور نیز اور آیات ہجرت
مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد نازل فرمائی اور پھر اس آیت میں اور نیز اور آیات میں مہاجرین کے فضائل میں انصار کو بھی فرمایا اور سورہ حشر میں مہاجرین کے حال میں لفظ
ینصرون اللہ بڑھایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ فضیلت ہی ہجرت کے لئے ہے جو انصار کی نصرت کے ہم دوش اور انکے کام سے ہم آغوش ہے سو ایسی ہجرت اگر ہے تو مدینہ منورہ کی ہجرت ہے
حبشہ کی ہجرت میں انصار بھی نہ نصرت تھی **اقول** اگرچہ ہجرت مدینہ میں جان پر کھیلنا تھا لیکن اول تو جان کا بچانا اسمیں بھی تھا کہ کفار کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھاتے تھے
اور آزار پاتے تھے اور اُنکے ہاتھوں سے ہلاکت جان کا خوف تھا اسواسطے کہ کفار نے جناب رسولخدا صلعم کے قتل کا دارالندوہ میں مشورہ کیا تب ہی تو حکم ہجرت کا ہوا اور دین کا بڑھانا
اور رسولخدا صلعم کی نصرت اور مارنا مرنا اور اقربا پر جہاد کرنا تو کبھی ہوگا اور بالفعل تو نماز روزہ کا بجالانا اور اعداء کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گزرنا ہی انکے واسطے بھی تھا اور یہ امور اگرچہ افضلیت پر
دلالت کرتے ہیں لیکن حبشہ کی ہجرت کے شرف کو باطل نہیں کرسکتے کہ رسولخدا صلعم نے موافق روایت بخاری کے حبشہ کی ہجرت کے سبب سے مدینہ والوں کی ہجرت پر فضیلت دی ہے
اس سبب سے کہ حبشہ والوں کی دو ہجرتیں ہیں اور انکی ایک ہجرت اگر اس ہجرت کو کچھ شرف تھا تو فضیلت ہوئی اور جان پر کھیلنے والے اور دین کو بڑھانیوالے اور رسولخدا صلعم کی
نصرت کرنیوالے اور مارنے مرنیوالے اور اقربا اور رؤسا سے جنگ کرنیوالے تو وہ شخص تھے کہ جو پاؤں اپنے زمین میں گاڑ کر خوب تلوار کرتے تھے اور قتل کرتے یا قتل ہوتے تھے اور جہاد میں سے
بھاگتے نتھے اور جو لوگ کہ اپنی جان بچا کر معرکہ جہاد میں سے رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے جیسے ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ وہ لوگ مراد نہونگے اور نہ یہ لوگ سابقین میں
داخل ہونگے کہ علت ہجرت کی جو کہ مقصود ہے وہ انمیں مفقود تھی اور ہجرت حبشہ کی خالی تو فضیلت سے نہیں ہے چنانچہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے اور گو خدا تعالیٰ نے اس ہجرت کی
تعریف نہیں کی ہے لیکن ہجرت ہونے سے وہ خارج نہیں ہوسکتی اور گفتگو ہجرت کی سابقیت میں ہے نہ اُسکی افضلیت میں کہ کونسی افضل ہے اور کونسی مرتبہ میں کم ہے اور مرتبہ میں
کم ہونے سے وصف ہجرت اُس سے زائل نہیں ہوتا ہے اور کچھ فضیلت تو آخر اُسکے واسطے بھی ہے جیسا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے ہاں یہ کہنا چاہئے کہ جو کچھ آیت میں لکھا ہے یہ فضیلت
تو حبشہ کی ہجرت کی ہے اور مدینہ منورہ کی ہجرت اس سے افضل اگر بہ نیت خالص خاص خدا کے واسطے ہجرت کی ہے اور مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد جو یہ آیت نازل ہوئی ہے تو اسیواسطے خدا تعالےٰ
نے سابقون اولون فرمایا ہے اور حبشہ کی ہجرت والے مراد لیے ہیں اور اگر یہ آیت ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے نازل ہوتی تو پھر سابقون اولون کے کہنے کی کیا احتیاج تھی ہجرت تو ایک ہی تھی
اور اگر نصرت کو دخل دیتے ہو ہجرت میں اور شامل نصرت انصار کے اور ہم آغوش انکی نصرت کے کہتے ہو تو وہ ہی مراد ہونگے جنہوں نے نصرت کی ہے نہ کل مہاجرین کہ جن میں ثلاثہ بھی شمار
کئے جائیں **قال الشیخ الاشعری** بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہم کے سبقت
ہجرت میں کلام نہیں پھر اس سبقت ہجرت ہی کی سبب خداوند کریم یوں فرماتا ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہوا سو اول تو یہی نہایت کرامت تھا کیونکہ رضا سے آگے کوئی مقام ارفع نہیں جب خدا
اُن سے راضی ہوا تو انمیں کمال ایمان بھی اس درجہ کا ہوگا کہ کہا نہیں جاتا اور اعمال صالحہ بھی انکے قرار واقعی صالح ہونگے سو اول تو موافق آیت وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات
منہم مغفرۃ واجرا عظیما مرقومۂ بالا کے انکی مغفرت میں کلام کی گنجائش نہ رہی کیونکہ بزرگان مذکور سب کے سب غزوۂ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے معہذا پھر
یوں ارشاد فرمایا کہ انکے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُسپر بھی انکی بزرگی میں شک کرے تو بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ بزرگی کے معنی اسکے نزدیک یہ ہوں کہ
خدا اس سے ناخوش ہو اور اسکے لیے جہنم تیار کر رکھی ہو سو حضرات شیعہ جو ان بزرگواروں کی بزرگی میں کلام کرتے ہیں اور انکے دشمنوں کو اگر بزرگ سمجھتے ہیں تو شاید اسی اصطلاح کے موافق
سمجھتے ہیں لیکن اس صورت میں لازم آئیگا کہ حضرت امیر سے بھی دست بردار ہوں کیونکہ وہ بھی اس بشارت میں داخل ہیں بہرحال ان اولیاء اللہ کے برا کہنے والے انکو
کیا کہتے ہیں خدا کو جھٹلاتے ہیں سو انکا کافر یا فاسق کہنا اپنا کافر یا فاسق کہنا ہے آفتاب کو کوئی بے نور بتائے تو آفتاب کو کیا اپنی آنکھوں کو بے نور بتلاتا ہے **اقول** ان لوگوں کی
سبقت ہجرت کے تشی منہ دھو رکھو سبقت ہجرت تو یہاں مراد ہی نہیں ہے جیسا کہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور اگر ہجرت ہی فرض کی جائے تو سابق حبشہ کی ہجرت والے ہونگے نہ مدینہ منورہ
کی ہجرت والے اور اگر مدینہ ہی کی ہجرت کے سابقین مراد ہوں تو پھر کچھ فائدہ نہیں ہے جبتک کہ تا دم واپسیں یہی صحیح پر باقی نہوں اور راضی تو خدا تعالی سب مومنین سے ہے جیسا
کہ سورۂ لم یکن الذین کی آخر آیت میں ہے اور رضا جب تو اُنسے راضی ہوگیا تھا پھر بعضے انمیں سے مرتد کیوں ہوگئے کہ جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر نے مرتدین پر جہاد کیا کیا وہ شخص مرتد ہو سکتا ہے
جس سے خدا راضی ہوا ایسا ہی حال ہجرت کا ہے اور ایمان تو انکا ایسا کامل تھا کہ رسولخدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ہرچند جناب رسولخدا صلعم آواز

دیتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو کیا خدا اور رسول خدا سے بھاگتے ہو تو پھر دیکھئے کبھی تھی اور اعمال صالحہ ایسے تھے کہ رسول خدا صلعم کی زوجہ عائشہ پر تہمت زنا کی جمائی اور لعنت خدا
میں گرفتار ہوئے چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عائشہ پر تہمت زنا لگانیوالوں کے حق میں
نازل ہوئی ہے اور وہ اہل بدر تھے اور منہاج السنت میں لکھا ہے کہ ابوالعادیہ بدریین میں سے تھا اور اس نے معاویہ کی طرف ہو کر عمار یاسر کو قتل کیا ہے جو کہ علی کی طرف تھے اب غور فرمانا چاہئے کہ
یہ اعمال انکے نیک تھے جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور بڑے بڑے گناہوں والوں کا تو میں ذکر نہیں کرتا ہوں جنہوں نے کہ اہل بیت علیہم السلام کو رنج پہنچائے ہیں اور حقوق انکے غصب کئے ہیں
کیا ایسے ہی فعلوں سے انکے خدا راضی تھا جو انکے ایمان کامل اور اعمال صالحہ پر دلالت کرتے ہیں اور اگر ہجرت حق تھی تو ایمان والوں کے واسطے تھی اور جو کہ ایمان سے خالی تھے انکو ہجرت سے کچھ
فائدہ نہیں ہے از آنجملہ ایک میاں عمر ہیں کہ حضرت صلعم کی نبوت میں شک کیا کرتے تھے چنانچہ فتح الباری میں شک کرنیکی طرف اشارہ ہے اور عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ
اگر کوئی کہے کہ یہ شک کرنا عمر کے عدم ایمان پر دلالت کرتا ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ احتمال رکھتا ہے کہ اسوقت حضرت عمر مؤلفۃ القلوب میں سے ہوں اور ایمان صحیح پر بعد اسکے قائم
ہوئے ہوں اور میں کہتا ہوں کہ یہ شک تو ہی تو صلح حدیبیہ کے وقت تھا اس صورت میں ہجرت انکی معتبر کیونکر ہوگی کہ وقت ہجرت کے ایمان ہی نہ رکھتے تھے اور آیہ وعد اللہ الذین آمنوا
کے ذکر میں ہم مفصل لکھ آئے ہیں کہ جن لوگوں کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم ہے وہ بعضی صحابہ ہیں جنمیں اوصاف اس آیت کے پائے جاتے تھے نہ کل صحابہ اور تو آیت استخلاف کے ذکر میں لکھ چکا
ہے کہ لفظ من بیانیہ ضمیر پر نہیں آتا ہے بلکہ من تبعیضیہ آتا ہے سو تیری تحریر سے بھی معلوم ہوا کہ وہ بعضی ہی صحابہ ہیں حضرت علی اور احباب انکے نہ ثلاثہ اور ابوعبیدہ اور طلحہ و زبیر وغیرہ جنمیں تو
اوصاف اس آیت کے نہ تھے اور غزوہ حدیبیہ کونسا ہے حدیبیہ میں تو جنگ ہوا ہی نہیں صلح حدیبیہ کہنا چاہئے اور اگر وہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھے تو انہوں نے کیا کام
بنایا تھا اور یہ صلح حدیبیہ وہ صلح ہے کہ جس صلح کے کرنے سے عمر نے نبوت میں جناب رسول خدا صلعم کے شک کیا تھا چنانچہ ہم فتح الباری وغیرہ سے لکھ آئے ہیں اور جنتیں انکے ہی واسطے ہیں جو
تا دم والپسیں ایمان پر قائم رہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا وہ لوگ کہ جو بعد ایمان کے مرتد ہوگئے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ سو جنکو ہم کہتے ہیں ہمارے نزدیک انکی کوئی بزرگی ثابت نہیں ہے اور نہ خدا انسے راضی ہے اور بزرگی کی نفی
اپنی جگہ پر ہیں لیکن بزرگی ثابت ہی نہیں ہے اور جب بزرگی ثابت نہوئی تو خدا تعالی کا انسے خوش ہونا کیا بعید ہے اور جس سے خدا ناخوش ہوگا اسکے واسطے جہنم بھی تیار ہے اور
شیعہ انکی بزرگی میں کلام اسواسطے کرتے ہیں کہ انہوں نے بزرگی کا کوئی کام نہیں کیا ہے اور انکے دشمن تو خدا اور رسول خدا ہیں انکو اچھا کیونکر سمجھیں اور اصطلاح شیعوں کی
کوئی نہیں ہے جو کہ واقعی ہے اسکو شیعہ بیان کرتے ہیں اور حضرت امیر سے کیونکر دست بردار ہوں کہ نتیجہ جو ہجرت کا تھا کہ مدینہ منورہ میں پہنچکر رسول خدا صلعم کی نصرت کریں اور اپنی تلوار
کے زور سے دین کو بڑھائیں وہ انسے وقوع میں آیا اور دست بردار تو انسے ہونا چاہئے کہ جو رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور راہ خدا میں کبھی ایک پتھر کا
بھی نہ کھایا اور جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو برخلاف ہمارے وہ ہرگز اولیاء اللہ میں سے نہیں ہیں اور نہ خدا تعالی نے انکو اولیاء میں انکو قرار دیا ہے اولیاء اللہ تو اسوقت ہوتے کہ جب خدا
کی دوستی میں کوئی جانبازی کرتے جہاد سے بھاگنے والے کیونکر اولیاء اللہ ہوجائینگے اور خدا تعالی نے جو کچھ فرمایا ہے سب راست ہے مراد خدا تعالی کی اس آیت میں ان لوگوں سے نہیں
ہے کہ جو اپنے ایمان صحیح پر باقی نہ رہے تھے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے اور خدا تعالی نے مجملاً تعریف انکی کی تھی جیسے کہ اور مومنین کی بہت سی آیتوں میں کی ہے اور پھر انمیں سے مرتد بھی ہوگئے
اور ان مرتدوں کو کوئی کافر یا فاسق کہے تو خدا کا جھٹلانا اسکو نہ کہیں گے ایسا ہی ان لوگوں کا حال تھا جیسے کہ انکے کافر یا فاسق کہنے سے کوئی کافر یا فاسق نہیں ہوسکتا ہے ایسے ہی
انکے کہنے سے نہیں ہوسکتا ہے اور آفتاب جبتک صاف ہے تو اسکو کوئی بے نور نہیں کہہ سکتا اور جسوقت کہ منکسف ہوکر سیاہ ہوجاتا تو اسکے بے نور کہنے سے اپنی آنکھوں کو بے نور نہیں بتلاتا ہے بلکہ
سچ کہتا ہے اسی پر انکو قیاس کرلینا چاہئے **قال الشیخ الاشعری** اسکے بعد اتنی اور گزارش ہے کہ بعضے ہٹ دھرم شاید یوں تکرار کریں کہ خدا پہلے راضی ہوگیا ہو اور پھر جب
جناب امیر سے مخالفت کی ہو تو ناراض ہوگیا ہو اور انکے لیے جو جنتیں تیار کر رکھیں ہیں تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ انکو عذاب ہوئی نہیں خصوصاً شیعہ کے مقابلہ میں کیونکہ خوارج بھی
بہ نسبت حضرت امیر کے اس قسم کی آیات میں بعینہ یہ احتمال پیدا کرسکتے ہیں یہانتک کہ جن آیات میں مغفرت کا ذکر آیا ہے اسے بھی یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ مغفرت ہے جو بعد عذاب کے
ہوگی **اقول** خدا تعالی جو کسی سے راضی ہے تو اسکے ایمان اور فعل نیک کی جہت سے راضی ہے نہ یہ کہ بدون اسکے راضی ہے پس جبتک کہ اسمیں ایمان باقی ہے اور افعال نیک بجا لاتا ہے
تو اس سے راضی رہتا ہے اور جب ایمان اس سے زائل ہوگیا تو خدا اس سے ناراض ہوگیا اور افعال بد سے بھی ناراض ہے اور ان افعال کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے ہیں اگر وہ منجر بکفر ہیں
تو پھر کوئی صورت نجات کی نہیں ہے اور اگر وہ منجر بکفر نہیں ہیں تو خدا تعالی کو اختیار ہے چاہے موافق ان افعال بد کے عذاب کرکے نجات دیوے اور اگر
چاہے اپنے فضل و کرم سے سب گناہوں کو بخشدے اور قول خوارج کا پایہ اعتبار سے ساقط ہے کہ جو کچھ وہ جناب امیر پر اعتراض کرتے ہیں حقیقت میں وہ اعتراض ہی
نہیں ہیں اور اگر اعتراض انکے قابل اعتبار ہوتے تو ان سے ہی کوئی گفتگو کرنا جیسے سنی اور شیعہ کے درمیان گفتگو ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے انکو

مارقین فرمایا ہے یعنی دین سے خارج ہو جانیوالے وہ حکم کفار کا رکھتی ہیں اور اسیواسطے ہمارے مذہب میں سور اُنکا نجس ہے اور اقوال اُنکے اس قسم کے نہیں ہیں کہ جو قابل
اعتبار اور جواب ہوں اور اسیواسطے وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کرتے ہیں اور اہل سنت کیا خوارج سے کم ہیں وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی خطائیں ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں
فلانے پیغمبر سے یہ خطا ہوئی اور فلانے سے یہ خطا ہوئی اور فلانے نے یہ غلطی کی چنانچہ تو بھی اس رسالہ میں کئی جگہ لکھ چکا ہی اگر خوارج حضرت علی کی خطائیں نکالتے ہیں تو تم جناب
رسولخدا صلعم اور دیگر انبیاء کی خطائیں نکالتے ہو ثلاثہ کی خاطر سے اور حضرت علی کے فضائل کی تضعیف اور توضیع کرتے ہو اور خوارج کا تو قول یہ نہیں ہے تم اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتے ہو
اور منسوب اُنکی طرف کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کہیں تو جواب دنداں شکن پائیں اور اگر وہ کچھ کہیں تم اس عداوت سے کہ حضرت علی نے اُنکی بیخ کنی کی ہی اور ہم جن لوگوں سے عداوت رکھتے ہیں وہ لوگ
وہ ہیں کہ جنھوں نے خاندان نبوت کی بیخ کنی کی ہی خوارج کی بیخ کنی اور خاندان نبوت کی بیخ کنی برابر نہیں ہو سکتی **قال الشیخ الاشعری** لیکن نقل مشہور ہے کہ حیلہ جو را
تا بدر خانہ باید رسانید اسلئے کہا جاتا ہے کہ اول تو سورہ تحریم میں یوں ارشاد ہی یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ یعنی جس روز کہ نہ رسوا کریگا اللہ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو
اُسکے ساتھ ایمان لائے ہیں سو اُنکے ایمان میں تو شیعہ بھی کلام نہیں کر سکتے اسلئے کہ کلام اللہ موجود ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ یعنی اللہ راضی نہیں ہوتا کافروں
سے بلکہ یوں بھی آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ یعنی اللہ راضی نہیں ہوتا فاسقوں سے جب خدا اُنسے راضی ہوا تو اُنکے رسول کے ساتھ ایمان لانے میں تو
کچھ شک نہوا بلکہ اسبات میں بھی تردد نرہا کہ وہ ایک زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے زمان حیات میں سے صالحین میں سے تھے فاسق تک نتھے تو بیشک موافق وعدہ الٰہی کے
وہ لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قیامت کو معزز اور محترم رہینگے پھر عذاب آخرت کے کہ اس سے بڑھکر کوئی رسوائی نہیں کیا معنی مگر شاید ان الٹی کے سمجھن ہاروں کے نزدیک یہی
معنی ہونگے دوسرے یہ کہ سورہ انبیاء میں یوں ارشاد ہی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَہُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْہَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَہَا وَہُمْ فِیْ مَا اشْتَہَتْ اَنْفُسُہُمْ
خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُہُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ہٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ حاصل اسکا یہ ہی کہ جنکے لیے ہماری یہاں عمدہ مرتبہ مقرر ہولئے ہیں وہ اس دوزخ سے دور رہینگے نہیں سنینگے
اُسکی ایک آہٹ تک اور وہ اپنی جی چاہتی مزوں میں ہمیشہ رہینگے نغم ہوگا اُنکو اس بڑی گھبراہٹ میں اور لینے آوینگے اُنکو فرشتے یوں کہتے ہوئی یہ وہ دن ہی جسکا تمسے وعدہ تھا
اب خیال کیجئے کہ جسے خداوند کریم و عظیم فرمائے اُسکے عمدہ مرتبہ جب اسمیں تو ہم جانیں شیعہ بھی شامل ہونگے اور پہلے سے مقرر ہونا آپ ظاہر ہی کہ ابھی سے وعدہ ہو لیا اور وہیں وعدہ کے
موافق تیاریاں ہولیں پھر اُنکے لیے عذاب کا ہونا بے اسکے نہیں ہو سکتا کہ نعوذ باللہ خدا اپنے وعدہ سے ہٹ جائے سو خدا تعالیٰ شیعیان علی ہی تو ہی نہیں نعوذ باللہ منہا کہ آج
تقیہ کرکے سب کچھ کہہ لیا پھر وقت پر انکھیں مل ہیں **اقول** جیا جو تمہارا کام ہی تم تو صاف لکھنے والے ہیں اور اس آیت یوم لا یخزی اللہ النبی الخ کے اعتبار سے ہم بھی کہتے ہیں
کہ خدا تعالیٰ قیامت کے روز جناب رسولخدا صلعم کو اور جو کہ ہمراہ آنحضرت کے ایمان لائے ہیں اور تادم واپسین اپنے ایمان پر قائم رہے ہیں عذاب کرکے اُنکو رسوا نکریگا اور ایسا نہیں
ہو سکتا کہ حضرت کے روبرو تو ایمان لایا اور بعد حضرت کے بے ایمانی کے کام کیے اُسکو بھی رسوا نہ کریگا بلکہ بیشک اُسکو رسوا کریگا چنانچہ ان مومنین کی ہی طرف جو کہ ہمراہ رسولخدا صلعم کے
ایمان لائے تھے خطاب کرکے فرمایا ہی کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَہُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ہُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ
اور حضرت کے زمانہ میں بہت آدمی ایسے تھے کہ وہ ایمان لائے تھے اور شیعہ بھی اُنکے ایمان لانے کو جانتے ہیں اور حق میں اُنکے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ جَزَآؤُہُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ لیکن بعضی اُنمیں سے
بعد رسولخدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور خدا تعالیٰ اُنسے راضی اُسوقت تک تھا کہ جبتک وہ اپنے ایمان پر قائم تھے اور جب وہ مرتد ہوگئے تو خدا اُنسے ناراض ہوگیا اور مولوی عبد العزیز
صاحب نے تحفہ میں لکھا ہی کہ بعد رسولخدا صلعم کے بہت قومیں اور کئی آدمی مرتد ہوگئے جو کہ رسولخدا کے زمانہ حیات میں تھے اور یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ کی
تفسیر میں اہل سنت کے علماء لکھتے ہیں کہ بہت آدمی مرتد ہوگئے تھے بعد رسولخدا صلعم کے اور ابوبکر نے اُن پر جہاد کیا تھا سو یہ لوگ وہ ہی تو تھے کہ جنکے حق میں خدا تعالیٰ نے اس آیت
خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ فرمایا ہی اور رسولخدا کے زمانہ میں وہ مومن تھے ہی اور رضی اللہ کے کہنے نے اُنکے ایمان کو کچھ فائدہ نہ بخشا اس سے معلوم ہوا کہ
اس آیت میں اور سب آیتوں میں جسمیں کہ خدا تعالیٰ نے رضامندی اپنی بیان کی ہی اور وعدہ مغفرت اور جنت کیا ہی وہ لوگ مراد ہیں کہ تا زمانہ مرگ ایمان پر قائم رہے ہیں اور
اپنے ایمان کو ظلم سے آمیز نہیں کیا ہی جیسا کہ فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اور اُن لوگوں ہی کے حق میں آیت یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ ہی اور وہ ہی معزز اور محترم رہینگے
نہ مرتد ہوجانیوالے اور نہ ایمان میں اپنے ظلم کی آمیزش کرنیوالے اور رسول اللہ ہی کے زمانہ حیات تک مومن رہے تو کیا خوبی ہی جب آنحضرت کے بعد مرتد ہوگئے اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ
سَبَقَتْ لَہُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی الخ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ اور ملائکہ کے حق میں ہی جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہی جناب رسولخدا صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جتنی کفار پرستش کرتے ہیں جا
کہ یہ بھی دوزخ کے ایندھن ہوں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ یہ مستثنے ہیں اور بہشت کو روانہ ہونگے اور خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تحقیق وہ لوگ کہ جنکے

ہو چکی ہے اور گذر گئی ہے ہماری طرف سے اُنکے واسطے خصلت نیک کہ وہ سعادت دنیا اور آخرت کی یا توفیق طاعت یا بشارت جنت ہے وہ لوگ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں سو اُنکے واسطے
تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور بہشت میں وہ داخل ہو گئے انمیں کیا کلام ہے اور اگر عام فرض کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے سوائے اسکے اور آیتوں میں
بھی اور خدا تعالی نے مومنین سے وعدہ جنت کیا ہے تو چاہیے کہ جو مومنین کہ اپنے ایمان پر قائم رہے ہیں اور جو مومنین کہ بعد نزول اس آیت کے مرتد ہو گئے ہیں سب کے سب بہشت میں
داخل ہوں کہ وہ وعدہ سب سے ہے کچھ تفصیل نہیں ہے کہ ایمان سے پھر جانیوالے بہشت میں نجائیں اور ایمان پر باقی رہنے والے بہشت میں جائیں اور جب یہ صحیح نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ
جسے خداوند کریم فوز عظیم فرمائے اور ابھی سے اسکا وعدہ فرمالیا اور وعدہ کے موافق تیاریاں ہولیں وہ اُنکے واسطے ہے کہ جنکا ایمان وقت مرنے کے صحیح اور درست ہو اور وہ شیعیان
علی ابن ابیطالب اور دوست اُنکے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنی اے علی تو اور
شیعہ تیرے بیچ بہشت کے ہیں اور اہل سنت معاویہ کے گروہ کے آدمی ہیں اسواسطے کہ یہ لقب اُنکا معاویہ کا بخشا ہوا ہے چنانچہ صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے اور معاویہ اور اُسکے گروہ کے آدمیوں کو
رسولخدا صلعم نے جہنمی فرمایا ہے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت مثل بخاری اور اُسکی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی
الجنۃ ویدعونک الی النار یعنی اے عمار قریب ہے کہ قتل کرے تجھکو گروہ باغی کہ بلاتا ہوگا تو اُنکو طرف بہشت کے اور بلاوینگے وہ تجھکو طرف آتش دوزخ کی اور عمار معاویہ کے گروہ کے
آدمیوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے ہیں جنکی طرف دوزخ تھا اور اہل سنت معاویہ کے گروہ کے آدمی ہیں کہ اُسکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ
اور غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے اور خدا تعالی اپنے وعدہ سے ہٹا ہوا نہیں ہے جن کے واسطے کہ وعدہ کیا ہے اُنکو بہشت میں داخل کریگا اور وہ مومنین وہ ہیں کہ ہمیشہ تا دم مرگ اپنے
ایمان پر قایم رہے ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرکے اسلام کو بڑھایا ہے نہ وہ لوگ کہ جو ایمان صحیح سے برگشتہ ہوگئے ہیں اور لوگوں پر ظلم کرکے اور اُنکے حقوق غصب کرکے اپنے ایمان کو
ظلم کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور تقیہ موجب حکم خدا ہے اور قرآن اور حدیث اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے اسکا ذکر بتفصیل مرقوم ہوگا اور شیعہ جو کچھ کرتے ہیں موافق
حکم خدا کے کرتے ہیں اور سنی حکم خدا سے منحرف ہیں **قال الشیخ الاثنعشری** اس تقریر سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محاربہ یا شکر رنجی موجب کفر ہے
جیسے اکثر شیعہ کہتے ہیں نہ موجب فسق ہے نہیں تو خدا ان لوگوں سے کیوں راضی ہوتا اسلئے کہ وہ خود فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یرضی عن القوم الکافرین فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین
بلکہ انکار امامت حضرت بھی موجب کفر و فسق نہیں کیونکہ تمام جماعت مہاجرین و انصار سوا دو چار آدمیوں کے سب انکی امامت کے شیعوں کے نزدیک منکر تھے اور اسی کی موید
نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ ہے حضرت امیر سے درباره محاربہ امیر معاویہ یوں مروی ہے اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی مادخل فیہ من الزیغ والاعوجاج یعنی ہم اپنے
مسلمان بھائیوں سے اس سبب سے لڑتے ہیں کہ اسلام میں کچھ کجی کی باتیں داخل ہوگئی ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکر امامت حضرت امیر اور آپسے لڑنیوالے کافر نہیں اور
امیر معاویہ باوجود اس مخالفت اور انکار امامت کے چنانچہ سب کو معلوم ہے حضرت امیر کے نزدیک مسلمان ہی تھے **اقول** اس تقریر سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ حضرت علی سے
محاربہ یا شکر رنجی کرنی موجب کفر اور فسق نہیں ہے اور خدا اُنسے راضی ہے اور راضی تو خدا اُن مومنین سے بھی تھا جو کہ ارتداد سے پہلے مومن تھے چاہیئے کہ اُنکا بھی ارتداد موجب
کفر اور فسق نہو یا یہ کہو کہ خدا تعالے نے جو وعدہ جنت کا مومنین سے کیا ہے تو وہ مومنین وہ ہیں کہ جو اپنے ایمان کو ضائع نہ کرینگے نہ کل مومنین اور حضرت علی کے محاربہ کے مقدمہ میں
جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علی حربک حربی اور رسولخدا صلعم سے محاربہ کرنا کفر ہے حضرت علی سے بھی محاربہ کرنا کفر ہوگا اور ان لوگوں ہی کے مقدمہ میں خدا تعالے
نے فرمایا ہے ان اللہ لا یرضی عن القوم الکافرین اور راضی خدا اُنسے ہرگز نہیں ہے اور انکار امامت حضرت علی تو موجب خروج از ایمان ہے اگرچہ ظاہر میں حکم اسلام کا اُسپر جاری ہو چنانچہ
رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص کہ نہ پہچانے امام زمانہ اپنے کو مریگا وہ مرنا جاہلیت کا یعنی کفر کا اگرچہ حکم اسلام کا اُسپر جاری ہو اور کل
جماعت مہاجرین اور انصار کی سوائے دو چار آدمیوں کے ہرگز منکر امامت علی نہتی بلکہ شیخین کی جلسازی سے حضرت علی کی اعانت نکرنے پائے تھے اور آخر حضرت علی کی طرف
اُنہوں نے رجوع کی اور حق کو اختیار کیا اور ہمراہ اُنکے ہو کر ناکثین و مارقین و قاسطین سے لڑے البتہ جن لوگوں نے کہ حضرت علی سے محاربہ کیا ہے اہل جنگ جمل اور خوارج اور ہمراہیان
معاویہ اُنکو ہم بموجب روایت یا علی حربک حربی کے دائرہ ایمان سے خارج جانتے ہیں گو حکم اسلام کا اُنپر جاری تھا اور وہ روایت چار پانچ آدمیوں کی حضرت علی کے ہمراہ ہو گئے
اور باقیوں کے پھر جانے کی ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے کہ مخالف ہے اکثر روایات مستفیضہ کے جو خوبی صحابہ پر دلالت کرتی ہیں اور اُسمیں جو ارتداد کا لفظ ہے اگر اُس روایت کو ہم
تسلیم کریں تو ارتداد سے معنی عام مراد ہونگے ارتداد عن الدین ہے اور ارتداد عن سلوک الخیر سے اور ارتداد عن احسان اہل البیت واعانتہم سے جیسا کہ قاضی عیاض نے ارتدوا علی
اعقابہم میں جو کہ صحابہ کی شان میں کتب صحاح میں مندرج ہے ارتداد کے معنی عام مراد لیے ہیں اور نہج البلاغت کو جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب لکھا ہے یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ اکثر
خطب اُسکے اہل سنت کی کتابوں سے ماخوذ ہیں اور حضرت علی نے جو معاویہ کو اخواننا فی الاسلام فرمایا ہے اسکا کیا مضائقہ ہے اخواننا فی الایمان تو نہیں فرمایا اور مسلمان تو ہم سب کو جانتے ہیں

جو لوگ کہ حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اور لڑتے تھے اور حقوق انکے غضب کرتے تھے اور کلمہ گو بھی تھے لیکن انکو ہم مومن نہیں جانتے تاآنکہ آخرت میں انکے واسطے کچھ فائدہ ہو آخرت
میں تو انکے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کفار کے ہمراہ ہوگا اور محض مسلمان ہونا بدون ایمان کے کچھ فائدہ نہیں بخشتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ اعراب کے مقدمہ میں فرماتا ہے کہ قالت
الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اسواسطے کہ اسلام یہی ہے کہ ظاہر میں اقرار شہادتین ہو سو معاویہ کو حاصل تھا اور ایمان جسمیں تصدیق بالقلب و طمانیت ہوتی
ہے وہ اسمیں نتھا اسواسطے حضرت نے اسکو مسلمان بھائی فرمایا اور برادر مومن نہ کہا اور حضرت علی نے علےٰ ما دخل فیہ الزیغ والاعوجاج جو فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تو
درکنار اسکا تو اسلام بھی صحیح نہیں ہے کہ اسمیں بھی کجی کی باتیں داخل ہوگئی ہیں پھر جب اسلام بھی صحیح نہو تو کفر میں اسکے کیا شبہ ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں مقصد اول قصے میں
آیت استخلاف کے جواب میں کہ حضرت امیر نے معاویہ پر اور عمرو عاص پر اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ پر لعنت کی ہے اگر وہ کافر نہوتا تو لعنت اسپر نکرتے اور ابھی گزرا ہے حضرت عمار کے قتل کے
ذکر میں کہ رسولخدا صلعم نے معاویہ کے جماعت والوں کو ناری فرمایا ہے اور پہلے اس سے ربیع الابرار سے اور کتاب محصول امام رازی سے منقول ہوا ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابوسفیان اور معاویہ اور
یزید تینوں پر لعنت کی ہے اور معاویہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ
من سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی اور رسولخدا ... ہوسکتا ہے کہ خدا تعالے ایسے شخصوں سے راضی ہو اور منکر
امامت علی کو تو میں لکھ چکا کہ وہ مومن نہیں ہے اور ...
ہے۔ ... جیسے کہ ہم لکھ چکے

قال الشیعی

... رسالہ ثابت ہوتے ہیں ...
آیتوں کی تحریف کر ڈالدیں حالانکہ
نہو حالانکہ اما کیے نزدیک مشا
معاویہ اور انکے اصحاب بھی اسر
ثلاثہ وغیرہم مذکورین کی نسبت یہ
کی وفات سے نازل ہوئی ہے یہ سب صلحہ
کیونکہ تبوک کے متعلق ہے اور پھر وہ
کرینگے انکا مطلب بہر نہج ثابت ہے۔
حق ہے اور وہ محاربات اور مشاجرات
التفات کی جائے اور جواب اسکا
ہجرت نہیں ہے کہ آیت سے سبقت ہے
اس سے خدا راضی ہے اور واقع میں ...
اپنی رضامندی ان لوگوں کے
کی آیت صحابہ کی مشاجرات اور محا
ہیں اور تیری ہی کتابوں میں کہی ہیں۔

لیا اور اس خط ... کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا
... بعض زمرہ اہل علم میں سے نہیں ہیں ... سکو مسلمان کہا تو کیا فائدہ خالی ایمان سے تو اسلام کا انجام بھی کفر
تو انکو کسی سے مناظرہ کرنا منظور نتھا اسواسطے ... تغلیط اور تکذیب کریں جنسے محاربات اور مشاجرات انکے حضرت
صاحب ممدوح کا میر نادر علی صاحب کے پاس ... عثمان نے حضرت امیر کے استحقاق امامت کے مخفی کرنے کے لیے گیارہ ہزار
اس طرح کی بیہودہ کلمات لکھے کہ شان اہل ... در جب حضرت امیر سے لڑنا اور انکی امامت کا انکار تک موجب کفر و فسق
کا کلام ہوتا ہے مطلب تو تھوڑا اور خرافات بہت ... سے کمتر ہیں وہ کا ہیکو موجب کفر و فسق ہونگے اس صورت میں حضرت امیر
مضامین جواب میں ایسے تحریر کیے کہ جن ... سابقون نے شیعوں کو جواب نداں شکن سنایا نہ یہ بن پڑے ہے کہ اصحاب
اہل انصاف کو کہ انہوں نے فدک کے مقدمہ ... سورۂ توبہ میں ہے اور سورہ توبہ کل ایک دو برس پہلے رسول اللہ صلعم
جواب میں احتمالات ہی پر اکتفا کرتا ہے اور یا کیتہ ... یا نہ ملی وصینگا دھینگی سے مہاجرین اور انصار کے ساتھ ملاکر کچھ باب گفتگو کشادہ کرینگے
ہیں اور اس خط کے جواب سے پہلے اس شیخ نے ... یعوں کو کچھ احتیاج نہیں روایات محاربات اور مشاجرات انکے تغلیط اور تکذیب
ابطال میں موافق اپنے زعم ناقص کے لکھے ہیں ... تا یقین مثل قرآن کے ہے ورنہ وہ محاربات مخالف قرآن کے ہیں قرآن بھی
کلو رخ انداز را پاداش سنگ۔ اس کاروائی ہی ... ندیں انکا یقینی ہونا تحریر کرچکے ہیں اور تو کس شمار قطار میں ہے کہ تیرے کلام کی تمام
اور ہرزہ درائی کو کام میں لایا کہ ہم لوگ جو پیروان ... راضی نہیں ہے اسواسطے کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ مراد اس آیت میں سبقت سے سبقت
تو کیا حاصل ہے ہاں اگر کوئی شخص نامی گرامی فرقہ ... مراد سبقت سے سبقت الی الموت ہے کہ جو کوئی مہاجرین اور انصار میں سے ایمان صحیح پر مرگیا ہے
سعی کی جاتی اور اس شخص بازاری متعصب کو ... مومنین میں سے مرگیا تھا وہ ایمان ہی پر مرا تھا اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالے
... ناز اوقات کا ہر یہ خیال کرکے خموشی اختیار کی گئی ... افعال ناشایستہ کرینگے کی انکے حق میں تو یہ فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ الآیہ سو یہ آیات
... نے لکھا تھا اور آیات کا اڑا دینا کام تمہارا ہے کہ تمہارے بزرگوں نے بہت آیتیں اڑا دی
ہاں ہے تیری کتابوں میں کہ قرآن کثیر اڑا دیا ہے اور حضرت علی کی امامت کی بھی تئید
اڑادی ہیں اور ہم پہلے اس سے معتبر ... کی کتابوں سے قرآن کے ذکر میں لکھ سے ہیں اور حضرت امیر کی امامت کا انکار بے ایمانی کی بات ہے اور حضرت علی نے جو معاویہ کو مسلمان
فرمایا ہے تو کیا مضائقہ ہے کہ انجام اسکا کیا ہوا اور جو لوگ کہ ظاہر میں اقرار کرتے تھے شہادتین کا وہ سب مسلمان ہی تھے مثل یزید اور شمر اور ابن زیاد اور عمر سعد کے لیکن موت انکی
مری ہے کہ وہ مومن نتھے اور نجات کے واسطے ایمان چاہئے محض اسلام کفایت نہیں کرتا ہے اور اسیواسطے اہل سنت نماز جنازہ کی دعا میں کہتے ہیں کہ اللہم من احییتہ منا فاحیہ
علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اور اگر معاویہ میں ایمان ہوتا تو جناب رسولخدا اور حضرت علی اسپر لعنت نکرتے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور جامع الاصول
میں بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلعم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر یعنی دشنام دہی مسلمانوں کی بدکاری ہے اور محاربہ کرنا

اس سے کفر ہے پس جسوقت کہ قتال مسلم کا کفر ہوا تو قتال امیر المومنین اور امیر المسلمین کا کیونکر کفر نہ ہوگا اور اگر تسلیم نہیں کرتے تو نعوذ باللہ علی کو کافر کہو معاویہ کی حمایت
اب تو خاطر خواہ معاویہ کا کفر ثابت ہوگیا اور امامت حضرت علی کی ہمارے نزدیک البتہ جزو ایمان ہے اور منکر امامت کا حضرت علی کی اگرچہ ناجی ہو جاتا ہے لیکن اسلام اسکا
باقی رہتا ہے اگر اقرار شہادتین کرتا ہے اور ہم لکھ چکے اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر چکے کہ قتال کرنا حضرت علی سے کفر ہے اگر تم حضرت عثمان جانتے ہو اور اس صورت میں
معاویہ و اسکے اصحاب موافق روایات اہل سنت کے ملعون ہو گئے اور بری لعن سے وہ ہرگز نہیں ہوئی اور آیہ السابقون سے بیزار ثابت نہیں ہوا اور جو کچھ تو نے لکھا
تھا ہمنے اسکو باطل کر دیا اور ایسا جواب دنداں شکن ہمنے تجھ کو دیا ہے کہ اگر تو کچھ سمجھ رکھتا ہے تو پھر ایسی گفتگو بیہودہ بے دینیا اور اصحاب ثلاثہ وغیرہ کے مقدمہ
میں ہمکو احتیاج نہیں ہے اس امر کی کہنے کی کہ وہ بعد ہجرت کے ایمان لائے تھے اور نہ لفظ باحسان کو مہاجرین اور انصار متلو کرینگی کچھ احتیاج ہے ہم تو انکو کہتے
کہ مراد سبقت سے سبقت الی الہجرت نہیں ہے اور اگر سبقت الی الہجرت فرض کریں تو بھی مطلب ہمارا ہاتھ سے نہیں جاتا ہے ان وہ ہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے
مہاجرین و انصار کی نیکی میں متابعت کی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا طرفہ تماشا یہ ہوگیا کہ اس آیت اور آیات کے وسیلے سے جو اس آیت کی ذیل
میں مذکور ہوئیں ستی اصحاب ثلاثہ کیا بلکہ تمام مہاجرین اور انصار کا ایمان ثابت کرکے اماں کیے اور عقیدہ کو ہیں وہ عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرات ائمہ
سب تینوں سے تو کیا انبیاء سے افضل ہیں اور وجہ اس عقیدہ کی پامالی کی یہ ہے کہ سورہ توبہ ہی میں اس جو ایمان بھی لائے اور ہجرت بھی
کی اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد بھی کیا یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ انکا مرتبہ اور امتیوں سے اعلی ہے یہ امام اور غیر امام کی نہیں تو معلوم ہوا کہ
سو حضرت علی کے اور ائمہ اطہار اس رتبہ کو نہ پہنچے تھے جو ان صحابہ کا ہے نبی کا رتبہ تو درکنار تسکین خاطر کے [illegible] الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا
فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند اللہ واولئك هم الفائزون يبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فيها نعيم مقيم خالدين فيها ابدا ان اللہ عنده اجر عظيم
یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے وطن چھوڑ دیا اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا وہ سب میں بڑے درجہ کو پہنچنے والے ہیں بشارت دیتا
ہے انکو رب انکا اپنی رحمت اور اپنی رضامندی اور باغوں کی جن میں انکے لیے دوام کی نعمت ہے وہ اسمیں ہمیشہ ہمیشہ پاس بڑا اجر ہے اب حضرات شیعہ
سے بجز اسکے نہیں بن پڑی کہ یا تو حق بول اٹھیں یا یہ کہ موافق مشہور الضرورات تبیح المحظورات بحکم ضرورت رجوع کریں **اقول** نہ ہیں
آیت سے اور آیتوں سے ثلاثہ وغیرہ کا ہمیشہ کو ایمان پر باقی رہنا ثابت نہیں ہوتا ہے اور کسی آیت میں یہ بھی اور ہمیشہ کو اپنے ایمان پر باقی
ہے آیتوں میں تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لایا ہے اسکے واسطے ایسے ایسے درجے ہیں تخصیص کسی کی نہیں ہے کہ ایمان لائے ہیں انکی طرف
بھی خطاب ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ اور فرمایا ان الذین امنوا ثم کفروا اور سوا اسکے اور بہت آیتیں ہیں یہ ہے کہ اے مومنین جو کوئی
تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیگا تو اسکی مغفرت نہ ہوگی اور ہمیشہ کو وہ دوزخ میں رہیگا اب ہم دیکھیں گے کہ ان [illegible] قی رہا ہے اور کون انکو دین سے
پھر بھی ہے اور جبکہ پھر جانا دین سے ثابت ہوگا تو ہم خواہ مخواہ کیونکر اسکو مومن کہہ سکیں گے جیسا کہ تم مرتد عقیدہ کو جو کچھ ائمہ معصومین
علیہم السلام سے ہے کیا خاک میں ملاؤ گے اور کیا تمہارا منہ ہے اور تمہارے ثلاثہ کو جو ہم نے خاک میں ملا کر برابر کر دیا ہے اور ان افضل ہونے کا ذکر تو
وہ نہیں نکل سکتے اور تمہارا عقیدہ جو انکے ساتھ ہے اسکو بھی ہم نے خاک میں [illegible] اسواسطے کہ اس آیت میں تین
انشاءاللہ تعالی بعد اسکے آئیگا جس جگہ کہ تو اس مسئلہ کا ذکر کریگا اور اس آیت سے جو کہ اس نے لکھی [illegible] ان کا تو ہم پہلی آیتوں میں ذکر
اوصاف خداتعالی نے مومنین کے بیان کئے ہیں ایمان اور ہجرت اور جہاد سو جس میں یہ تینوں [illegible] ہوں اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں جیسا کہ عمر بن خطاب کے
کر چکے ہیں کہ مراد وہ مومنین ہیں کہ تادم واپسیں ایمان پر قائم رہے ہوں [illegible] چکے کہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں
قول میں ہے اور جہاد میں سے رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے نہیں ہوں سو بعضے مرتبہ انکا اعلی ان لوگوں سے ہے کہ جو اس
پس معلوم ہوا کہ مستحق اس مرتبہ کے اس آیت میں وہ لوگ ہونگے جنمیں یہ تینوں [illegible] اولین سے اور آخرین سے اور تخصیص جیسے
زمانہ میں موجود تھے جیسے کہ انصار کہ جنکو ہجرت نصیب نہیں ہوئی یا جنکو ہجرت بھی اعلی ہو جائیں اور ائمہ معصومین علیہم
کہ امام اور غیر امام کی نہیں ہے ایسے ہی نبی اور غیر نبی کی بھی نہیں اس سے [illegible] ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور
السلام کے رتبہ کو تو کیا جانے کہ وہ متقی تھے اور خدا تعالی کے نزدیک متقی

اور آئمہ کے متقی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب انکے حق میں لکھتے ہیں کہ وہ معصوم تو نہ تھے مگر محفوظ تھے گناہوں سے اور صحابہ کو ایسا نہیں لکھتے
بلکہ خاطی اور گنہگار لکھتے ہیں چنانچہ مطاعن عثمان کے جواب میں لکھا ہے کہ صحابہ معصوم نہ تھے اور اُنپر حدیں جاری ہوتی تھیں اور شراب نوشی بھی کرتے تھے اور ملا
سعد الدین تفتازانی نے توشرح مقاصد میں لکھا ہے کہ وہ حق سے تجاوز کر گئے تھے پس جبوقت صحابہ کا یہ حال ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام متقی ثابت ہوئے تو خدا تعالے
کے نزدیک مہاجرین سے زیادہ بزرگ وہ ہی ہونگے اور اگر مہاجرین ممدوحین اعظم درجہ میں ہیں تو وہ اُنسے بھی زیادہ درجہ میں ہیں اور جو کچھ کہ مرتبہ ائمہ معصومین کا اہل سنت کے اولیاء اللہ
کے نزدیک ہے ہم اُسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے آویگا جس جگہ کہ یہ شیخ ذکر کریگا کہ شیعہ اپنے ائمہ کو انبیاء علیہم السلام سے افضل جانتے ہیں اب دیکھو تو شیعہ کیسے حق بولے ہیں کہ
افضلیت کو ائمہ معصومین علیہم السلام کی مہاجرین سے ثابت کر دیا اور تمہارے قول لغو کو باطل کر دیا اب تم کو رجوع کرنی چاہیے طرف مذہب حق قدیم کے جن کے حق
میں رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے حضرت علی سے کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنة **قال الشیخ الاشعری** اور یوں کہیں کہ ہم نے دیکھا کلام اللہ سے وہی ثابت
ہوتا ہے جو سنیوں کا مطلب ہے لیکن خدا کا کیا اعتبار جیسے اور بہت سے امور میں ہمارے عقیدہ کے موافق آج کوئی مانے نہ مانے خدا کو بدا واقع ہوا ہے صحابہ کی شان
میں اور سنیوں کے حق میں اور کلام اللہ کی حفاظت میں بھی بدا واقع ہوا پہلے یوں ہی ارادہ ہو جیسا کلام اللہ میں فرمایا بعد میں رائے بدل گئی ہو اور یہی معنی بدا کے ہیں
اقول ہم ایسا باطل قول کا ہیکو کہیں گے کہ کلام اللہ سے وہ ہی ثابت ہے جو سنیوں کا مطلب ہے سنیوں کا مطلب تو بالکل مخالف کلام اللہ کے ہے اور ہمارا عقیدہ
وہ ہی ہے جو کلام اللہ سے ثابت ہے اور موجب حکم خدا کے ہے اور اعتبار خدا کا اہل سنت کے مذہب میں نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اے مومنین تم میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائیگا
تو اُسکی مغفرت نہوگی اور ہمیشہ وہ دوزخ میں رہیگا اور تم اکثر مومنین کو دیکھتے ہو کہ بعد رسولخدا صلعم کے اُنسے ایسے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں کہ وہ ان افعال کی جہت سے مرتد ہو گئے
ہیں لیکن تمکو اُن فعلوں پر نظر نہیں ہے اور خواہ مخواہ اُنکے افعال کی اصلاح کرتے ہو اور خدا کا اعتبار نہیں کرتے اور شیعوں کا مذہب وہ صاف ہے کہ اُسمیں کوئی بات
گرفت کی نہیں ہے جب اہل سنت نے اُسکی صفائی اور پاکیزگی دیکھی تو عداوت کی راہ سے بدا کا یہ افترا کیا جو کہ باعتبار لغت کے ہے اور بدا کا جو تونے ذکر کیا ہے جو بدا کہ
ہمارے نزدیک ہے اُس بدا میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو جو کہ باعتبار لغت کے ہے ہم اُسکے معتقد کو ہم کافر کہتے اور ملعون جانتے ہیں تو نے
جو کچھ کہ یہ لکھا ہے مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ میں سے لکھا ہے اور مولوی صاحب مذکور کا یہ حال ہے کہ سینکڑوں افترا اُنہوں نے شیعوں پر کئے ہیں اور علماء اہل سنت
میں ایسا دروغ نویس کوئی نہیں گزرا ہے اگر اُنکے دروغوں کو جمع کیا جاے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اول تو اسباب کو جان لینا چاہیے کہ ضروریات مذہب امامیہ
میں سے یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو عالم کلیات اور جزئیات کا ازل سے ابد تک جانتے ہیں اور کوئی چیز اُسپر پوشیدہ نہیں ہو سکتی اُنکے نزدیک علم اُسکا عین ذات ہے
چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کان اللہ ولا شیئ غیرہ ولم یزل عالما بمایکون فعلمہ بہ قبل کونہ کعلمہ بعد کونہ یعنی خدا تعالیٰ تھا اُسوقت کہ سوائے اسکے کوئی چیز نہ تھی
اور ہمیشہ عالم تھا اُس چیز کا کہ آئندہ کو پیدا ہو گی پس علم اُسکا ساتھ اُس چیز کے کہ پہلے پیدا ہوئی ہے اُسکے مثل علم اُسکے کے ہے بعد پیدا ہونے اُسکے کے یعنی جیسا علم
کہ اُسکو اُسکے پیدا ہونے کے بعد ہے ایسا ہی پیدا ہونے سے پہلے بھی تھا اور یہ شیخ بار بار اعتراض کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ روایت بدا کی اہل سنت کی بھی کتابوں
میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ بدا اللہ ان یبتلیھم یعنی بدا ہوا واسطے خدا کے یہ کہ آزمائے اُنکو اور بدا کے دو معنی ہیں ایک تو
لغوی اور ایک اصطلاحی جو کہ اہل اسلام کے نزدیک مقرر ہیں معنی لغوی تو یہ ہیں کہ تبدل اور تغیر رائے کا ہو بسبب ظہور خطا اور ندامت کے رائے پہلی میں
اور عدول کرنا اُس رائے سے طرف رائے دوسری کے اور ہمارے نزدیک خدای تعالیٰ پر یہ محال ہے اور اس کے معتقد کو ہم کافر اور ملعون جانتے ہیں اور
یہ وہ معنی ہیں کہ اس کو اہل سنت ہماری طرف منسوب کرتے ہیں بسبب جہل کے یا تجاہل کے اور ایک بدا کہ جس کے شیعہ قائل ہیں کہ وہ تغیر احکام کا ہے
باعتبار مصالح اور اوقات کے کہ پہلے ایک حکم دیا تھا اور بعد اسکے پیچھے حکم کی مخالف اور حکم دیا باعتبار مصلحت اُس وقت کے لیکن پہلے حکم کے وقت
جانتا تھا کہ بعد اس کے اس حکم کے خلاف دوسرے حکم کی مصلحت ہوگی اُسی وقت ہم دوسرا حکم دینگے اور جب دوسرے حکم کا وقت آیا تو وہ
حکم دیا اور اپنے ہی کسی کو مارتا ہے اور کسی کو پیدا کرتا ہے اور کسی کی عمر زیادہ کرتا ہے اور کسی کی عمر کم کرتا ہے اور کسی کو تونگر کرتا ہے اور کسی
کو تنگ دست کرتا ہے لیکن اُس کے وقت ظہور سے پہلے روز ازل سے اس کو یہ تفصیل جانتا ہے کہ ہم یوں کرینگے فلانے وقت جیسے کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا اسمعیل علیہ السلام کے ذبح کا اور پھر اُس کو موقوف کر دیا اور قوم یونس علیہ السلام پر عذاب نازل کر کے بند
کر دیا اور حضرت عیسے علیہ السلام نے ایک عروس کو جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے کہا کہ آج کی شب یہ مر جائیگی اور پھر وہ نہ مری اور آیات اور احادیث

ثابت ہوتا ہی کہ خدا تعالی کی دو لوح ہیں ایک تو لوح محفوظ کہ اس میں جو لکھا ہی اُسکا تغیر اور تبدل نہیں ہوتا ہی کہ وہ موافق علم خدا کی ہی اور دوسری لوح محو و اثبات ہی کہ اُس میں موافق مصالح الٰہی کے لکھا بھی جاتا ہی اور مٹایا بھی جاتا ہی مثلاً زید کی عمر پنجاہ سال کی اُس میں لکھی تھی اُس نے صلہ رحمی کی یا صدقہ راہ خدا میں دیا تو پنجاہ سال کو محو کرکے ستر برس لکھدیے اور اسی مقدمہ میں خدا تعالی فرماتا ہی یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبِ یعنی مٹاتا ہی خدا جو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہے اور نزدیک اُسکے ام الکتاب ہے اور یمحو اللہ ما یشاء و یثبت سے تو مراد لوح محو و اثبات ہی اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور اسیطرح ہمارا عقیدہ ہی اور ہماری اصطلاح میں یہی بدا ہی جو کہ خدا تعالی پر ہم کہتے ہیں اور اسمیں کچھ قباحت نہیں ہی اور جو کچھ کہ تینے لکھا ہی یہ خلاصہ ہی ہمارے علماء کی تحریر کا اور روایتیں بھی ہماری اسی بدا پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ کافی میں حضرت صادق ابو عبد اللہ علیہ السلام سی روایت ہے کہ فرمایا ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ یعنی نہیں بدا ہوا ہی خدا کو کسی چیز میں مگر کہ تھی وہ چیز اُسکے علم میں پہلی اس سے کہ ظاہر ہو واسطی اُسکے اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ان اللہ لم یبد لہ من جہل یعنی تحقیق کہ خدا نہیں بدا ہوا ہی واسطی اُسکے جہل سی کہ پہلے وہ اُسکو نجانتا ہو اور حضرت صادق علیہ السلام سی پوچھا گیا کہ ہل یکون الیوم شیء لم یکن فی علم اللہ بالامس قال لا من قال ہذا فاخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان و ما ہو کائن الی یوم القیامۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق یعنی کیا ہی آج کوئی ایسی شی کہ نتھی وہ علم خدا میں کل کے روز کہا کہ نہیں جو کوئی کہی ایسا تو بس رسوا کریگا اُسکو خدا راوی کہتا ہی کہ مینے کہا کہ خبر دی تو مجھکو جو کچھ کہ ہو لیا ہی اور جو کچھ کہ ہونیوالا ہی روز قیامت تک کیا نہیں ہی علم خدا میں کہا کہ ہاں ہی پہلے اس سے کہ پیدا کرے خلقت کو اور ایک حدیث دوسری حدیث سے تفسیر ہوتی ہی اور سوائے اسکے اور روایتوں میں جو بدا کا ذکر آیا ہے کہ خدا کے واسطی بدا ہوتا ہی اور بدا کے معنے بیان نہیں کئے اور ان روایتوں میں جنہنے بیان کی اُنسی معلوم ہوا کہ بدا جہل سی نہیں ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ سب روایتوں میں مراد بدا سی یہی ہی کہ جسمیں جہل نہو سو ہمارا مذہب تو یہی ہی اور یہی مراد ہی ہماری نزدیک بدا سی اور اگر تیری نزدیک بدا کا لفظ مکروہ اور برا ہی کہ جہاں یہ لفظ آئیگا تو اُسکے معنی لغوی ہی مراد ہونگے تو اپنی کتابوں کی تو خبر لے کہ تیری کتابوں میں بھی تو آیا ہی ابن اثیر نہایہ میں حدیث اقرع و ابرص میں جو کہ بخاری کی حدیث ہی لکھتا ہی بدا اللہ عز و جل ان یبتلیہم یعنی بدا کیا اللہ نے یہ کہ آزمائی اُنکو سو جو بدا کہ شیعوں کے نزدیک ہی اور ہمنے اُسکے معنے لکھے ہیں اگر وہ بدا خدا کو واقع ہو تو اُسمیں کیا قباحت ہی اور صحابہ کے اور سنیوں کے حق میں بدا واقع نہیں ہوا ہی بعضے صحابہ نے اور سنیوں نے اپنی شامت نفس سی افعال بد قبیلہ کئی ہیں اور خدا تو یہی چاہتا تھا کہ یہ ایمان پر قایم رہیں اور اب جو یہ ایمان صحیح پر قایم نرہے تو اپنے ارادہ سے اور خدا تعالی اس سے راضی نہیں ہی **قال الشیخ الاشعری** اور یہی معنی بدا کے ہیں چنانچہ نظام الدین جیلانی نے جنکو آج کل کے شیعہ شاید منافق تبلائیں رسالہ علم الہدی فی تحقیق البدی میں لکھا ہی بدا لہ اذا ظہر لہ رای مخالف للرای الاول یعنی کہا کرتے ہیں کہ فلانی کو بدا واقع ہوا جب اُسکو پہلے رای کے مخالف کوئی دوسری رائے سوجھی ملا نظام الدین جیلانی مذکور اوسی رسالہ میں لکھتا ہی کہ ابو جعفر طوسی اور شیخ ابو الفتح کراجکی کا بھی بدا کے معنوں میں یہی مذہب ہے اسلئے کہ شیخ طوسی نے عدہ میں اور شیخ کراجکی نے کنز الفوائد میں یہی تحقیق کی ہی مگر شریف مرتضی نے ذریعہ میں جو کچھ تحقیق کرکے لکھا ہی اور طبرسی کے کلام میں سی بھی کچھ اُسکی بو آتی ہی وہ اُسکے خلاف ہی کہ یہ لکھتے ہیں معنے قولنا بدا لہ تعالی انہ ظہر لہ من الامر ما لم یکن ظاہرا یعنے ہم جو کہتے ہیں کہ خدا کو بدا ہوا تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ خدا کو کوئی ایسی بات معلوم ہی جو پہلے معلوم نتھی پہر اسکے بعد ملا نظام الدین لکھتے یوں لکھتا ہی کہ حاصل یہ ہی کہ خدا کو اشیاء نو پیدا کا علم اُنکے وجود کے بعد حاصل ہوتا ہی اور پہر اسکے بعد یہ لکھتا ہی اور وہ تحقیق دوسرے معنوں پر منطبق آتی ہی وہ یہ ہی کہ خبر میں بھی بدا ہوتا ہی یعنی یوں بھی کبھی ہوتا ہی کہ آیندہ کی خبر دیتے ہیں [illegible] باطل کر دیا ہی اور جو کچھ ہمارے نزدیک بدا سی مراد ہی وہ تو ہم لکھ چکے اور تو اپنی سند کے واسطے مولوی عبد العزیز صاحب کے لکھنے پر اعتماد کرکے ایک شخص [illegible] میں کوئی بھی اُسکو نہیں جانتا کہ وہ کون ہی اور نہ کوئی اُسکی کتاب اعلام الہدی کو جانتا ہی کہ وہ کیسی ہی اور کہاں ہی ہمپر اسکا اکثر [illegible] معلوم نہیں کہ وہ کس مذہب کا آدمی ہی اور اگر وہ شیعہ ہی تو اس سے کیا ہوتا ہی اور جسوقت اُس نے ایسا اعتقاد بد اختیار کیا تو شیعوں کے زمرہ سے وہ خارج ہو گیا [illegible] اہل سنت کے مذہب کے لکھا کہ ختم المرسلین سات آدمی ہیں اور تیری حق میں کہ معظمہ سے ارتداد کا حکم آیا اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے کہ مذہب ہمارا یہ ہی کہ شیخ ازل سے ابد تک عالم جمیع کلیات اور جزئیات کا ہی اس صورت میں اسکا قول کہ خالی کفر سے نہیں اور مخالف آیات قرانیہ کے ہی ہمپر حجت نہیں ہو سکا معلوم ہوتا ہی کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے یا نصر اللہ کابلی نے اپنی طرف سی گھڑ لیا ہی اور اعتبار کے واسطی سید مرتضی کا اور شیخ ابو جعفر طوسی وغیرہ کا نام لکھدیا اور جو کچھ چاہا خاطر خواہ لکھدیا لیکن شیعہ اس جعل میں کب آتے ہیں اور جو کچھ کہ اُس نے اپنی اعتماد کے واسطی حوالہ شیخ ابو جعفر طوسی اور ابو الفتح کراجکی کا دیا ہی غلط ہی سید مرتضی علیہ الرحمہ نے جواب مسائل اہل ری میں

لکھا ہی کہ مراد بدا سے نسخ ہی اور دعوی کیا ہی کہ معنی لغوی سی خارج ہی نہیں ہی اسواسطے کہ بدا معنی ظہور ہی اور مراد بدا سے یہ نہیں ہی کہ دلالت کری خدا تعالی کے جہل پر
اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے عدہ میں سید مرتضی علیہ الرحمہ سے تفسیر دوسری لکہی ہی جسکا کہ تونے ایک ٹکڑا لکھا ہی اور آخر کے فقرہ کی خیانت کرکے اُڑا دیا ہی سو تو
عبد العزیز صاحب کی پیروی سی اور ترجمہ اُسکا تو نے غلط کیا ہی اور وہ یہ ہی بدا اللہ معنی ان ظہر لہ من الامر مالم یکن ظاہرا لہ وبدا لہ من النہی مالم یکن ظاہرا لہ
لان قبل وجود الامر والنہی لا یکونان ظاہرین مدرکین وانما یعلم انہ یامر وینہی فی المستقبل فاما کونہ امرا ونہیا فلا یصح ان یعلمہ الا اذا وجد الامر والنہی
یعنی بدا اللہ اسکے معنی ہیں ہی کہ ظاہر ہوا واسطے اُسکے امر سے جو کچھ کہ نتھا ظاہر اور ظاہر ہوا واسطے اُسکے نہی سی جو کچھ کہ نتھا ظاہر واسطے اُسکی اسواسطی کہ پہلے وجود امر و
نہی کے نہیں ہوتے ہیں وہ دونوں ظاہر ادراک کئی گئی اور سوا اسکے نہیں جانتا ہی وہ کہ حکم کریگا یا منع کریگا آئندہ کو پس لیکن ہونا اُسکا حکم کرنیوالا اور منع کرنیوالا پس نہیں
صحیح ہی یہہ کہ جانے اُسکو مگر جسوقت کہ پائی جائیں امر اور نہی انتہی اور یہ گفتگو بصراحت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مذہب سید علیہ الرحمہ کا کل اہل اسلام کی مانند
یہہ کہ چیزیں جبتک موجود نہیں ہوتی ہیں جناب باری عز اسمہ جانتا ہی کہ فلانی چیز فلانے وقت موجود ہوگی اور جسوقت کہ موجود ہو جاتی ہی تو اُسوقت اسطرح
جانتا ہی کہ اب موجود ہی اور یہ ایسا ہی جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ یعنی اور البتہ آزمائینگے ہم تمکو یہانتک
کہ جانیں ہم جہاد کرنیوالوں کو تم میں سے اور صبر کرنیوالوں کو یعنی تا کہ جانیں ہم تمہاری جہاد کو جسوقت کہ تم متصف بوجود جہاد ہو اسطرح سی کہ اب متصف بجہاد ہی
اسواسطی کہ قبل وجود جہاد کے جانا نہیں جاتا ہی جہاد اسطرح سے کہ اب متصف بوجود ہی جہاد البتہ اسقدر جانتا ہی کہ آئندہ کو جہاد مجاہدین کا وجود پکڑیگا اور جو جو کہ جہاد
کریگا اُسکو جانتا ہی لیکن جہاد ابھی ظاہر نہیں ہوا ہی اور جانتا ہی کہ ظاہر ہوگا اور جب ظاہر ہوگا تو جانیگا کہ اب ظاہر ہے اور پہلے ظاہر نتھا یہی حال بدا کا ہی اور فرمایا
کہ آزمائینگے ہم خبروں تمہاریکو یعنی قسم اعمال سی کہ ظاہر ہو حسن اور قبح اُنکا کہ جو اب ظاہر نہیں ہی اور یہی بیضاوی میں لکھا ہی اور تو نے ظہر لہ من الامر میں اول تو خیانت کی مولوی
عبد العزیز صاحب کے پیروی سی کہ آخر کی عبارت نہ لکھی اور امر جو کہ نہی کے مقابلہ میں ہی اُسکے معنی بات کے مقرر کئے اور ظہور جو کہ پیدا شدن کے معنی میں ہے
اُسکے معنی علم ٹہیرائے کتنی بڑی غلطی کی ہی اور پھر شیعان علی کا مقابلہ کرتا ہی غلام معاویہ اور عمرو عاص کا ہو کر اور شیخ ابو جعفر طوسی کتاب غیبت میں بعد ذکر
احادیث بدا کے لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم صحت ان اخبار کے کہہ سکتے ہیں کہ بعید نہیں ہی کہ جناب باری نے عالم تقدیر میں واسطے اس امر کے ایک وقت معین کیا ہو لیکن بسبب
حدوث و تجدد بعضی امور مصلحت نے تغیر پایا ہو اور اس سبب تاخیر میں پڑا اور اسی پر محمول ہیں وہ احادیث کہ جو در باب تاخیر کرنے موت کے ہیں اپنے وقت سی بسبب صدقہ اور صلہ رحم
اور دعا کے اور کم ہونا عمر کا بسبب ظلم اور قطع ارحام کے اور خدا تعالی اسکا عالم ہوتا ہی اور بعد اُسکے حضرت امام رضا علیہ السلام سی روایت لکھی ہی کہ وہ ابتدا ظاہر
کا قول بیان کرتے ہیں آیت يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ کو بدا کے مقدمہ میں اور اُسکے بعد لکھا ہی کہ جو شخص کہتا ہی کہ جناب باری نہیں جانتا ہی کسی
چیز کو مگر بعد اُسکے حادث ہونیکے وہ شخص کافر ہی اور بعد اسکے حضرت امام حسن عسکری کا قول لکھا ہی کہ فرمایا تعالی اللہ الجبار العالم بالاشیاء قبل کونہا یعنے
خدا تعالی کہ برتر اور جبار ہی سب اشیاء کو اُنکی پیدا ہونے سے پہلے جانتا ہی اور کثرت سی ہماری روایتیں خدا کے عالم ہونے پر اشیاء کے قبل وجود اُنکی کے منقول
ہیں اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب التوحید میں لکھتے ہیں کہ مراد ہماری بدا سے بدا ندامت نہیں ہے کہ بسبب بے علم ہونیکے پہلی رای میں قباحت ظاہر ہوئی تو نادم ہو
اور دوسری رای سے اُسکو بدلا اور ایسے ہی مذہب مولانا طبرسی اور ابو الفتح کراجکی کا غرض یہ ہے کہ ہماری سب علماء کا یہی مذہب ہے اور یہ کسیکا مذہب نہیں ہی کہ بسبب بے علمی کے
پہلی رای کو دوسری رای مخالف اُسکی سے اُسکو بدلا ہو اور یہ جو لکہتا ہی کہ خدا کو علم اشیاء کا اُنکی وجود کے بعد ہوتا ہی سو ہم لکہہ چکے کہ جو کوئی ایسا اعتقاد رکہتا ہی وہ کافر
ہی یہ بہی خوب بات ہی کہ ایک شخص بد مذہب مجہول الحال کے قول سی کہ وہ بہی معلوم نہیں کہ راست ہی یا دروغ ہے شیعوں پر اعتراض کری کہ جو ایسے قول سی بری ہیں اور جو کچھ
تحقیق نظام الدین مفروض کی ہی وہ سب ہماری نزدیک کفر کی ہی اور باطل ہی اور شیعوں کا یہ اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر کوئی روایت اُس نے شیعوں کے عقیدہ کے مخالف
اُنکی کتاب میں دیکھی ہی روایات صحیحہ مستفیضہ کے مقابلہ میں تو اُسکا اعتبار نہیں ہی اہل سنت کے کتب صحاح میں روایات تجسیم باری تعالی اور آسمان دنیا پر اُسکا آنا اور جانا موجود
ہی چنانچہ پہلے اُس سے ہم لکھ چکے اہل سنت کو اُن روایتوں کو دیکھ کر تو شرمانا چاہئے اور ہم کہتے ہیں کہ نظام الدین نے جو لکھا ہی کہ بدا کے یہ معنی ہیں کہ ظہر لہ رای مخالف
الرای الاول اس سے یہ کہاں سی معلوم ہوا کہ اُسکو پچھلی رای کا پہلے سی علم نتھا بلکہ ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی پہلے اُس سے جانتا ہو کہ ہماری اس رای کے بعد ایک اور رای
مخالف اسکی ظاہر ہوگی کہ مصلحت اُسوقت اُسی رای کی ہوگی اور یہ جو تو نے لکھا ہی ترجمہ میں کہ دوسری رائے سوجہی یہ غلط ہی سوجہی تو نے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہی اور جب
وقت اُس رای کا آیا تو وہ ظاہر ہوئی اب کہہ سکتے ہیں کہ ظہر لہ رای مخالف للرای الاول اور اگر نظام الدین سب مسلمانوں پر اعتراض کرکے کہے کہ خدا تعالی قرآن میں

فرماتا ہے حتی نعلم المجاہدین منکم اُس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو علم مجاہدین کا بالفعل نہ تھا بعد اسکے معلوم ہوگا کہ کون جہاد کرتا ہے اور کون جہاد نہیں کرتا ہے تو اسکا تو بدون تاویل کے کیا جواب دیگا **قال الشیخ الاشعری** اب سنیے کہ متاخرین امامیہ کو کچھ بدا کے باب میں ہوش آیا ہے اور سنیوں کے اعتراضوں کو سن سنا کر کچھ فکر آبرو ہوا ہے اسلیئے بات بدلکر اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ بات فقط خاص اُس علم میں ہوتی ہے جس کی کسیکو خبر نہیں کرتے اور جو علوم کہ انبیاء کو بھیجے جاتے ہیں اُس میں خدا جھوٹ نہیں بولتا سو اگر اسبات پر امامیہ جم جائیں تو سنیوں کی طرف سے اُنکو مرحبا اور آفرین اس صورت میں کلام اللہ کی بات تو باون تولے پاؤ رتی کی ہوگی پھر ہمیں کیا ضرورت کہ بدا کے عذر کی وجہ سے کسی اور وجہ سے اثبات مدعا کریں **اقول** متاخرین میں سے کیسکا نام تو لکھا ہوتا کہ فلانی نے یہ کہا ہے یا اپنی جی سے ہی جوڑکر کہتا ہے اور متقدمین کا مذہب ہم بیان کر چکے اُنکے کسی قول پر اعتراض ہی نہیں ہوتا ہے پھر سنیوں کے اعتراض متاخرین نے کیا سنی ہونگے اور ہماری متقدمین اور متاخرین کا اس باب میں سب کا ایک مذہب ہے اور اگر اہل سنت افترا کے شیعوں پر اعتراض کریں تو اسکا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے کچھ جواب نہیں ہے اور متاخرین نے ہماری کوئی بات نہیں بدلی ہے اور یہ بھی کسی نے نہیں لکھا ہے کہ یہ بات خاص اُس علم میں ہوتی ہے جسکی انبیاء کو خبر نہیں کرتے اور جو علوم کہ انبیاء کو بھیجے جاتے ہیں اُس میں خدا جھوٹ نہیں بولتا اور اخبار اس مقدمہ میں مختلف وارد ہوئے ہیں بعضی میں تو یہ ہے کہ بدا واقع نہیں ہوتا ہے اُس چیز میں کہ جسکا علم انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو پہنچا ہے اور بعضے میں یہ ہے کہ وارد ہوتا ہے تو اُن اخبار کے جمع کرنے میں البتہ آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا ہے کہ اُن احادیث سے کہ جو عدم وقوع بدا پر دلالت کرتے ہیں اُسمیں کہ جو اُنکو پہنچی ہیں یہ مراد ہے کہ جسوقت مامور ہوتے ہیں اُنکی تبلیغ کے تو اُنمیں بدا واقع نہیں ہوتا ہے اور جسوقت کہ لا علی التبلیغ ہوئی ہے نہیں گنجایش بدا کی ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جو بر سبیل وحی ہو تو اُس میں بدا نہیں ہوتا ہے اور جو بر سبیل الہام ہو تو اُسمیں بدا ہوتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جو کہ بقید حتم ہے تو اُس میں بدا نہیں ہوتا ہے اور اسیواسطے جناب ائمہ علیہم السلام اُسکو بقید حتم اظہار فرماتے ہیں اور جو مقید بحتم نہیں ہے اُس میں احتمال وقوع بدا کا ہے اور اسیواسطے جناب ائمہ علیہم السلام بعضی وقائع اُسکی طرف اطلاع فرماتے ہیں جیسے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بعد الاخبار بالسبعین فرمایا یمحو اللہ ما یشاء اور ایک وجہ یہ ہے کہ مراد اُن اخبار سے کہ بدا واقع نہیں ہوتا ہے یہ ہے کہ جسوقت وجہ حکمت کے ظاہر نہو تاکہ تکذیب لازم نہ آئی اور دوسرے اخبار جنمیں وقوع بدا ہے وہ ہیں کہ حکمت اُسکی ظاہر ہو جائے جیسے کہ خبر دی حضرت عیسیٰ نے اُس عروس کے مرنے کی سو اُسمیں قباحت ہے اور بدا سے ہمارے نزدیک وہی مراد ہے جو ہم بیان کر چکے اور جھوٹ ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ ہرگز نہیں بولتا ہے اور جو کوئی خدا کو جھوٹا جانے وہ کافر ہے حضرت جبرئیل نے حضرت عیسیٰ کو خبر دی کہ یہ عروس آجکی شب مر جائیگی اور حضرت عیسیٰ اور جبرئیل تو خبر غیب جانتے ہی نہ تھے خدا تعالیٰ کی خبر کرنے سے کہتے تھے کہ وہ مر جائیگی اور وہ نہ مری تو معلوم ہوا کہ تمہارے نزدیک خدا تعالیٰ جھوٹ بولا اور امامیہ تو جو بات کہتے ہیں آپسے سمجھے ہوئے ہیں اور بے شک کلام اللہ کی بات باون تولہ پاؤ رتی ہے لیکن تیرا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم تیری دعوی کو پہلے ہی سے باطل کر چکے ہیں اُسکا بطلان بدا کے ہونے نہونے پر موقوف نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** گو مانتے ہیں ملا نظام الدین کو کہ سنیوں کی طعن اُٹھائی اور مذہب کی ٹہا لگی جانے سے گھبرا کے مذہب کو سنبھالا اور متاخرین کی نالائی ہاس تخصیص میں جو متاخرین نسبت علم مخصوص کے کرتے تھے اُنکی تکذیب کی اور بہت روایات احادیث مذہب نقل کر کے متاخرین کے بات کو خاک میں رلایا اور کیوں نہ رلاوے آخر شیعوں میں بڑے محقق ہیں یہی وجہ ہوئی کہ اس باب خاص میں رسالہ لکھا کہتا ہے کہ سچ ہے جھوٹ بولنا تو جب ہے کہ خدا جان بوجھ کر کچھ کا کچھ کہدے اور جب نعوذ باللہ خدا ہی کو غلط معلوم ہو تو پھر خدا کا کیا قصور جو متاخرین کہتے ہیں کہ خدا اپنے دوستوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا **اقول** شیعوں میں کوئی نظام الدین صاحب علم نہیں ہے یہ سب ساختہ پرداختہ مولوی عبد العزیز صاحب کا ہے اور اگر بالفرض تھا تو وہ شیعوں کے مذہب سے خارج ہو گیا اور اسکا قول شل بول کے ہے اور اسی کا یہ مذہب ہوگا شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے اور نہ متاخرین شیعہ کا یہ مذہب ہے جو کچھ کہ تو اُنکی طرف منسوب کرتا ہے اور نہ متاخرین نے یہ کہا ہے اور ہمکو اسکا بھی اعتبار نہیں ہے کہ اس نظام الدین مفروض نے ایسا کہا ہو اُسکو تو کوئی شیعہ جانتا بھی نہیں چہ جائیکہ اُسکے محقق ہونیکو کوئی جانے اور نہ ہماری روایتیں ہمارے عقیدہ کے مخالف ہیں جو عقیدہ کہ ہمنے لکھا ہے اور اگر کوئی روایت مخالف ہوگی تو اُسکا اعتبار نہوگا اہل سنت کی کتاب صحاح میں روایات تجسیم اور تنزل خدا موجود ہیں اور ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ نہ عمداً جھوٹ بولتا ہے نہ خطا سے اور جو کوئی ایسا اعتقاد رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور جو کوئی ہماری طرف گمان کرے وہ ملعون ہے بحکم آیت لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور نہ متاخرین نے ہمارے یہ کہا ہے کہ خدا اپنے دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتا جھوٹے کا تو بجز لعنت کے کچھ علاج ہی نہیں ہے اور خدا اگر جھوٹ بولتا ہوگا تو تمہارے نزدیک بولتا ہوگا اور انبیاء علیہم السلام کی غلطیاں تو خود لکھتا ہی چلا آتا ہے اور اب ہم بھی عقل تیری کہتے ہیں کہ اہل سنت میں ایک شخص مولوی عماد الدین ہیں پانی پت کے رہنے والے مخدوم جی کی درگاہ پر بہت حال کھیلتے تھے اُنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ہدایۃ المسلمین اور اُسمیں لکھا ہے کہ یہ قرآن خدا کا

کلام نہیں ہے اور نہ اُسمیں فصاحت اور بلاغت ہے کہ فلانا لفظ فصاحت سے خالی ہے اور فلانا جملہ بلاغت سے خالی ہے اس قرآن کو محمدؐ نے بنا لیا ہے اور آیتوں میں اُسکی اختلاف ہے اور
اور تحریف بھی اُسمیں واقع ہوئی ہے یہ مذہب بناچار اہل سنت کا مذہب ہے بیان کیا اور متاخرین نے اِن امور کا انکار کیا مگر مانتے ہیں مولوی عماد الدین کو کہ شیعوں کی طعن
اُٹھائی اور مذہب کے بٹا لگنے سے گھبرا گئے اور مذہب کو سنبھالا اور متاخرین کی نہ مانی کہ جو وہ انکار کرتے تھے اُنکی تکذیب کی اور بہت اقوال فصحاء عرب کے اور روایات احادیث مذہب
اہل سنت نقل کر کے متاخرین کی بات کو خاک میں ملایا اور کیوں نہ ملاتے آخر سنیوں میں بڑے محقق ہیں یہی وجہ ہوئی کہ اسباب میں خاص کتاب لکھی اور جو کچھ یہ شیخ
نجدی نظام الدین مذکور کی طرف منسوب کرتا ہے اُسکی مطابق ہے میں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرتا ہوں انصاف کے کانوں سے سننا چاہئے کہ نظام الدین کے مذہب کے موافق
اہل سنت کی کتابوں میں بہت روایتیں موجود ہیں چند روایتوں پر اکتفا کرتا ہوں تفسیر درمنثور میں اور ایسی ہی کتاب الاکتفا میں کعب سے روایت ہے کہ زمانہ بنی اسرائیل میں
ایک بادشاہ تھا جسوقت اُسکا ہم ذکر کرتے تو عمر کا ذکر کرتے اور جسوقت عمر کا ذکر کرتے تو اُسکا ذکر کرتے اُس زمانہ کے پیغمبر کو خدا تعالےٰ نے وحی کی کہ اُس بادشاہ سے کہدے کہ جو کچھ
تجھ کو وصیت کرنی ہے کر لے کہ تو تین روز میں مرنے والا ہے اُس بادشاہ نے سنکر دعا کی تو وہ مرا نہیں اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی دو بادشاہ تھے ایک نیک
اور عادل تھا اور دوسرا بد افعال تھا خدا تعالیٰ نے اُس زمانہ کی پیغمبر کو وحی کی کہ اُس نیک کی عمر میں تین برس باقی رہے ہیں اور اُس ظالم کی عمر میں تیس برس اُس عادل
کی رعیت کو یہ سنکر رنج ہوا تو اُنہوں نے متفق ہو کر دعا کی اُسکی عمر تین برس سے تیس برس کی ہوگئی اور تین برس میں وہ نہ مرا اور مختصر تاریخ بغداد میں بھی بروایت صاحب کنز العمال
یہ روایت لکھی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں اس روایت کو لکھا ہے اور حیوٰۃ الحیوان اور تاریخ ابن النجار میں مذکور ہے بروایت ابوہریرہ کہ رسولِ خدا
صلعم نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک مرد تھا کہ وہ ایک طائر کے بچے گھونسلے میں سے نکالکر لیجاتا تھا اُس طائر نے خدا تعالیٰ سے شکایت کی خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ اگر پھر یہ
شخص ایسا کریگا تو اُسکو میں ہلاک کرونگا وہ پھر اُس طائر کے بچے نکالکر لیگیا لیکن مرا نہیں صدقہ دینے کے سبب سے اور اسطرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں
بہت ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو وحی کی کہ تین روز میں یہ مریگا اور وہ نہ مرا اور یا یہ کہ اسکی عمر تین برس ہی کی ہے نہ زیادہ کی اور تیس برس
زندہ رہا اور ایسی ہی طائر کے بچے پکڑنیوالے کو کہا کہ اُسکو ہلاک کرونگا اور پھر اُسکو ہلاک نہ کیا تو خدا تعالیٰ کو اسکا علم تھا کہ وہ صدقہ دیکر بچ جائینگے یا نہ تھا اگر اسکا علم تھا کہ وہ مرینگے
نہیں اور باوجود علم نہ مرنے کے جو وحی کی کہ یہ تین روز میں مر جائیگا اور ایسے ہی باوجود علم تین برس سے زیادہ کی عمر ہونیکے جو وحی کی کہ اسکی عمر میں تین برس ہی باقی ہیں نہ
زیادہ تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے جھوٹ بات کی وحی کی اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولا اور اگر خدا کو پہلے سے اسکے بچ جانیکا اور تین برس سے زیادہ عمر ہونیکا علم نہ تھا تو یہ وہی عقیدہ ہے جسکو
تو نظام الدین کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اور تم دونوں اس اعتقاد میں متفق نکلے اور ہم ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ ان سب روایات
سے جو محقق مذکور نے اثبات مدعا کے لئے نقل کریں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدا کی تین قسمیں ہیں ایک تو بداء فی العلم یعنی خدا نے پہلے سے کچھ جان رکھا تھا پیچھے سے حقیقت الامر کچھ معلوم
ہوئی دوسرے بداء فی الارادہ یعنی پہلے کچھ ارادہ تھا پھر یوں معلوم ہوا کہ یہ ارادہ ٹھیک نہیں ہے تیسرے بداء فی الامر یعنی پہلے کچھ حکم دیا پھر بعد ازاں یوں معلوم ہوا کہ پہلے حکم میں
کچھ غلطی تھی اُس حکم کو بدلکر دوسرا ایسا حکم جس میں کہ وہ نقصان نہو بلکہ مصلحت وقت معلوم ہوتی ہو صادر فرمائیں یعنی آخر خوب بن نشین رکھنی چاہئیں ایسا نہو کہ نسخ
سے مشتبہ ہو جائیں کیونکہ نسخ حقیقت میں اسی کہتے ہیں کہ ایک حکم کا زمانہ آخر ہو جاوے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجائے مثلاً رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم ہے جب عید ہوئی
وہ زمانہ آخر ہوا اور افطار کا زمانہ آگیا اسے یوں نہیں کہتے کہ پہلے حکم میں کچھ غلطی تھی اسلئے موقوف کیا گیا بلکہ وہ حکم اُسی زمانہ تک تھا اسکے بعد دوسرے زمانہ کا حکم آگیا اتنا فرق ہے
کہ کہیں پہلے سے زمانہ کے مقدار کی اطلاع ہو جاتی ہے جیسے مثال مذکور میں اطلاع ہے اور کہیں نہیں ہوتی وقت ہی پر ہوتی ہے مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی شریعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھی یہ بات سوا خداوند کریم کوئی نہیں جانتا تھا اور جو کوئی جانتا تھا بھی تو یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زمانہ کس وقت آئیگا
اقول وہ روایتیں کہ جو تمہارے اُس محقق نے اثبات مدعا کے لیے نقل کی ہیں وہ ہماری کتابوں کی روایتیں نہیں ہیں کہ جنسے بدا کی تین اقسام نکلتے ہیں تو بھی
جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹا ہے اور ہماری کتاب کی اگر کوئی روایت ہے تو اُسکو بیان کیا ہوتا کہ کس کتاب کی وہ روایت ہے اور یہ تین قسمیں بدا کی جو نکالی ہیں یہ سب
باطل ہیں نہ ہماری نزدیک بداء فی العلم کوئی چیز ہے نہ بداء فی الارادہ اور نہ بداء فی الامر ہم ان سب کو باطل اور انکے معتقد کو کافر جانتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ بدا معتبر ہے
کہ جس میں ہے ایک نسخ بھی ہے اور نسخ کی تفسیر جو کچھ تو نے بیان کی ہے اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں یہ تو احکام سال کے ایام ہیں کہ فلانے مہینے میں ایسا کرنا چاہئے اور فلانے مہینے
ایسا کرنا چاہئے اور ہر سال میں یہ احکام پھرتے رہتے ہیں اور نسخ میں یہ ہے کہ پہلا حکم جاتا رہتا ہے اور دوسرے حکم کے کرنیکا حکم ہوتا ہے جیسے والذین عاقدت ایمانکم کی
تفسیر میں لکھا ہے کہ حلیف کو چھٹا حصہ میں وراثت تھی اور آیت اولو الارحام کے نازل ہونے سے وہ حکم جاتا رہا اور باعتبار قرابت کے وارث ہوتے تھے اور جب آیت توریث قرابت نازل

تا آں ہوئی تو وہ معلوم ... تھا اور جیسے جب اسکا معلوم نہ تھا اور پھر منسوخ ہوگیا اور اگرچہ نسخ اسکو بھی کہتے ہیں کہ ایک حکم کا زمانہ آخر ہو جاوے اور دوسرے حکم کا زمانہ آجاوے لیکن یاد
رہے ... یہ مثال صحیح نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم لکھ چکے اور دوسرا حکم اسوقت کی مصلحت کے واسطے تو ہی جسکو خدا تعالیٰ روز ازل سے جانتا تھا کہ فلانے وقت
میں مصلحت ایسی ہوئی تو پہلے حکم کو موقوف کر کے دوسرا حکم ہم اور دینگے اور غلطی خدا سے تیرے نزدیک ہوتی ہوگی یا تیرے بھائی نظام الدین مفروض کے نزدیک اور غلطیاں
انبیا علیہم السلام کی تو تو لکھتا چلا آتا ہے اگر تیرے نزدیک خدا سے بھی غلطی ہو جاوے تو کیا عجب ہے اور شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے جو کچھ تو کہتا ہے اور انپر افترا کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ بداء فی الامر جسے شیعہ بداء فی التکلیف کہتے ہیں وہی ہے جو نسخ اور یہی بدا کی یہ صورت ہے کہ رمضان کے مثلاً روزہ رکھنے کا حکم دیا اور جبتک نقصان اسمیں
معلوم نہ ہوتا تھا اور اسی لئے جبتک یوں نہ ٹھیرایا تھا کہ یہ حکم فلانے وقت تک رہیگا پھر لیا یک یہ سوجھی کہ مصلحت وقت کے خلاف میں ہے اسلئے اسکو بدل دیا جب بات سمجھ
میں آگئی تو اس ہیچمدان کی گزارش بھی سنیے کہ یہ صورت بداء فی التکالیف کے واقع ہونیسے بداء فی الارادہ بھی جسے بداء فی التکوین بھی کہتے ہیں لازم ہوگا کیونکہ بداء فی الارادہ تو اسی
ہی کہتے ہیں کہ جو کسی مصلحت تازہ کے پیدا ہونے سے پلٹ جاوے تو جب مصلحت ہی کے لحاظ سے حکم بدلا گیا تو پہلا ارادہ جو اس حکم کی ہمیشگی کا تھا وہ آپ بدلا گیا اور اسیطرح بداء فی الارادہ کو
بداء فی العلم جسے بداء فی الاخبار بھی کہتے ہیں لازم ہے اسلئے کہ ارادہ تو نئی مصلحت کے معلوم ہونے پر بدلتا ہے پھر جب مصلحت تازہ معلوم ہوئی تو لاجرم یہ بات صحیح ہوئی کہ جو علم اجمالی
ہوا وہ پہلے نہ تھا اور جو پہلے تھا وہ اس غلط معلوم ہوا اسے ہی بداء فی العلم کہتے ہیں سو اگر شیعوں میں سے کوئی بداء فی الامر اور بداء فی الارادہ کا تو قائل ہو اور سنیوں کے سامنے بدا
فی الاخبار سے مکر جائیں تو یہ مکر جانا پیش نہ جائیگا **اقول** ارے اکذب الکاذبین شیعوں کے نزدیک نہ بداء فی الامر کوئی چیز ہے نہ بداء فی التکلیف تو نے مولوی عبدالعزیز
صاحب کے موافق ہیں اپنی عاقبت کیوں خراب کی اور جو کچھ تو نے مثال ماہ رمضان کے روزہ کی دی ہے یہ تیرے نزدیک شیعوں کے نزدیک نہیں ہے اور شیعوں کے
نزدیک یہ بھی نہیں ہے کہ لکایک سوجھی بلکہ انکے نزدیک تو یہ ہے کہ وہ ہر امر کے حسن اور قبح کو روز ازل سے جانتا تھا اور بدا انکے نزدیک مثل نسخ کے ہے اور تو جو لکھتا ہے کہ اس
ہیچمدان کی سنیے تو کیا تو اپنے باواجی کے گھر سے لایا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس مفتری کی لکھنے سے تو لکھتا ہے اور بداء فی الارادہ تو کوئی چیز ہی ہمارے
نزدیک نہیں ہے اور بداء فی التکوین تو مثل بداء تشریعی کے ہے جیسے کہ کسیکی عمر کا بڑھانا اور گھٹانا اور روزی کا دینا اور کم کرنا باعتبار مصلحت کے ہوجسکا کہ علم پہلے سے
رکھتا تھا نہ یہ کہ اب سوجھی میر باقر داماد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں منزلت بدا در تکوین منزلت نسخ ہست در تشریع پس نسخ گویا بدا تشریعی است و بدا نسخ تکوینی پس نسخ چنانچہ
انتہای حکم ست بدا انتہائے افاضۂ وجود است اور بداء تکلیفی اور بداء ارادی تو باطل ہے اسواسطے کہ کوئی دلیل انکے وقوع کی شیعوں کی کتابوں میں نہیں ہے اور جبکہ حقیقت
کہ یہ باطل ہوئی تو بداء فی العلم بھی لازم نہ آئیگا اور جو شخص کہ یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ کو جو علم اب حاصل ہوا وہ پہلے نہ تھا اسکو ہم کافر جانتے ہیں اور جو شخص افترا کرے شیعوں پر
اس اعتقاد کا اسپر شیعہ لعنت کرتے ہیں اور بداء فی الامر اور بداء فی الارادہ کا شیعوں میں کوئی قائل نہیں ہے یہ قول تمکو اور تمہارے بھائی جیلانی ہی کو مبارک ہو اور شیعہ تو
اس قول کے قائل سے تبرا کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** حاصل کلام یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک مسئلہ بدا مجمع علیہا ہے اگر وہ آیات مذکورہ کے دباؤ سے سنیوں سے
امن چھیڑانے کو یوں کہنے لگیں کہ اگر تم اپنے پیشواؤں کی بزرگی کلام اللہ سے ثابت کرتے ہو تو ہمنے مانا کلام اللہ میں ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو لیکن کلام اللہ کا نعوذ باللہ کیا اعتبار
خدا کی رائے گھڑی گھڑی بدلتی رہتی ہے اور نعوذ باللہ غلط صحیح رطب یابس سب اسکے کلام میں ہوتا ہے ہمارے ائمہ کو البتہ علم ما کان ما یکون تھا انکے اقوال سے اگر انکی بزرگی ثابت ہو تو
بیشک ہم تسلیم کریں **اقول** البتہ شیعوں کے نزدیک وہ بدا ہے جسمیں خدا کی جہل کا احتمال نہو اور جسمیں وہم بھی خدا کی جہل کا ہو وہ باطل ہے اور یہی بدا ہمارے ائمہ معصومین
کے نزدیک ہے جسکو علماء اہل سنت لکھتے ہیں کہ ائمہ روافض نے اپنی شیعوں کے واسطے بدا مقرر کیا ہے چنانچہ فخر رازی نے آخر کتاب محصل اور شہرستانی نے ملل نحل اور مولوی
عبدالعزیز صاحب نے حاشیہ کید صد و ہفتم میں اور سوا اسکے بہت علماء اہل سنت نے لکھا ہے اور حاصل سبکا یہ ہے کہ ائمہ روافض نے دو مقالے اپنے شیعوں کے واسطے وضع کیے ہیں
اسواسطے کوئی انپر غالب نہیں ہوسکتا ایک تو بدا کہ جسوقت وہ اپنی تابعین کو خبر دیتے ہیں کہ انکے لئے شوکت اور قوت ہوگی اور وقوع میں نہیں آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسمیں بدا واقع ہوا
ہے اور دوسرے تقیہ کہ جب کوئی کلام کرتے ہیں اور بعد اسکے بطلان اسکا واضح ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہمنے تقیہ سے کہا تھا اور آیات مذکورہ ہی جو تم ثابت کرتے ہو اسکو تو ہم رد کرتے چلے آئے
ہیں اور آیات سے تو ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے تمہارا اگر بداؤ آیات کا ہے تو تیرہ ہے اور قرآن ہی سے ہم تمہارے بزرگوں کی بے ایمانی ثابت کرتے ہیں بزرگی کہاں تھی اسواسطے کہ
کلام اللہ کی آیتوں میں مجمل یہ لکھا ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اور ہجرت کرے اور جہاد کریگا تو اسکے واسطے مغفرت اور اجر عظیم ہے اور نام کسیکا لکھا نہیں ہے اور ایسے ہی یہ بھی لکھا
ہے کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جائیگا تو اسکے واسطے جہنم ہے سو اب ہم رجوع کرینگے طرف روایات فریقین کے اگر ان روایات فریقین سے کسیکا ارتداد ثابت ہوتا ہے تو ہم اسکو بزرگ
کیونکر کہنے لگیں گے اور تمہارا حال یہ ہے کہ بموجب نُؤْمِنُ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ مغفرت کی آیات کو تو صحیح جانتے ہو اور ارتداد کی آیات کو غلط سمجھتے ہو اور جنکی

بزرگی ثابت ہی کلام اللہ سی کہ وہ تادم والپسیں ایمان صحیح پر قائم رہے ہیں اُنکو ہم مانتے بھی ہیں اور ایسا ہی ہی جیسے کہ تم کہتے ہو نہ کل صحابہ مثل ثلاثہ وغیرہ کے جو اپنے ایمان پر
قائم نہیں رہی اور کلام اللہ تو ہمارا ایمان ہی اور ہمارے نزدیک اسکے برابر کوئی کتاب معتبر نہیں ہے اور جو کچھ اسمیں ہے سب حق ہی اور معتبر تمہارے ہی نزدیک وہ نہیں ہے
کہ اسکی بعضی آیتوں پر تم عمل نہیں کرتے ہو اور بعضی پر کرتے ہو اور جو کچھ کلام اللہ میں ہے ہمارے نزدیک سب صحیح ہی اور غلط بعضی آیتوں کو تم ہی جانتے ہو نہ ہم اور بعضے صحابہ کے
عیوب کو ہم اہل سنت کی کتابوں سی ثابت کرتے ہیں بدا کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہی اور خدا کی رائے کا بدلنا گھڑی گھڑی تو خدا ہی کے کلام سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا یَمْحُوا
اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ اور فرماتا ہے كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ اور فرماتا ہے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ اور خدا تعالیٰ کا معطل بیٹھا رہنا اور کچھ نہ کرنا یہودیوں کا اعتقاد ہی اور یہ بدا
صحیح جسکے ہم معتقد ہیں وہ یہودیوں ہی کے اعتقاد کے رد کے واسطے ہے اور تمہارا اور یہودیوں کا اعتقاد خدا تعالیٰ کے بیکار رہنے میں ایک ہے تم اس مقدمہ میں یہودیوں
کے پیرو ہو اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کو جو کچھ علم ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہی اور آدمی کا تعلیم کیا ہوا ہے کہ خدا سے اُنکو پہنچا ہے رسولخدا صلعم کے واسطے سے اور بعد رسولخدا
صلعم کے جس چیز کے علم کو وہ چاہتے تھے تو خدا تعالے اُنکو الہام کر دیتا تھا اور علم ماکان ومایکون کا ذکر بعد اسکے بتفصیل انشاءاللہ تعالیٰ بیان ہوگا کہ اہل سنت کی کتابوں
سے بھی ہم اسکو ثابت کرینگے اور یہ بھی ہم لکھینگے کہ مراد علم ماکان ومایکون سی کیا ہی اور تمہارے نزدیک تو مُردہ بننے اور جولاہے کو علم ماکان ومایکون تھا نفحات الانس جامی کو
اور تذکرۃ الاولیا کو دیکھ لو اور بیشک ہمکو تسکین ائمہ معصومین علیہم السلام ہی کی ارشاد سے ہی کہ کلام انکا وہ ہی کہ جو کلام خدا کا اور رسولخدا کا ہی اور ہمکو انکی ہی پیروی کا حکم ہی
موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کلام اللہ وعترتی اہلبیتی **قال الشیخ الاشعری** اس صورت
میں ہمیں بھی یوں لازم ہی کہ شیعوں کی اس حجت کو بھی ختم کردیں اسلئے سامعہ خراش اہل انصاف ہوں کہ یہی بدا ہے تو اول تو ہمیں چہاردہ معصوم کی مغفرت میں
کلام ہے نعوذ باللہ اور شیعوں کا تو دنیا ذکر جیسے اصحاب کرام سی وعدہ ہا مغفرت کے بعذر بدا پھر گئے اگر حضرت ائمہ کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی ہو تو فرمایئے اماموں کا
خدا پر کیا دباؤ ہے خاصکر یہ بہانہ بھی موجود ہو کہ انکے تقیہ اور نامردہ پن نے تمام دین کا ستیاناس کر دیا **اقول** اس مقدمہ میں شیعوں کی حجت بدا نہیں ہے اور بدا کو
اس سے کیا تعلق ہی اور حجت تو شیعوں کی کلام اللہ اور روایات کتب اہل سنت ہیں اور جس بدا کو تو لکھتا ہی وہ بدا۔ تو ہمارے نزدیک باطل ہی اور بدا صحیح وہ ہے کہ جس میں
جہل خدا لازم نہ آئے اور چہاردہ معصوم میں بدا کی کوئی صورت نہیں ہی اور نہ ہم صحابہ میں بدا کو دخل دیتے ہیں اور چہاردہ معصوم کی مغفرت یقینی اسواسطے ہی کہ اُنسے کوئی فعل
خلاف ایمان کے صادر نہیں ہوا اور بعضے صحابہ سے صادر ہوئے ہیں چنانچہ کتب اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بدا کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور خدا تعالے نے جو
صحابہ سے وعدہ کیا تھا مغفرت کا تو یہ بھی کہدیا تھا کہ جو کوئی تم میں سے ایمان سی پھر جائیگا تو اسکی مغفرت نہوگی اور بعضے جو انمیں سے ایمان سی پھر گئے اور خدا تعالیٰ نے
انکو نہ بخشا تو خدا تعالے کے وعدہ میں کچھ فرق نہیں آیا اور جو لوگ کہ اپنے ایمان پر قائم رہے آخر انکو جنت اور اجر عظیم بخشا اور بعضے صحابہ سے جو خدا تعالے وعدہ کرکے پھرا
تو انکے ارتداد کی جہت سے پھرا نہ بعذر بدا اور اماموں کا اگرچہ خدا پر کچھ دباؤ نہیں ہے لیکن اُنسے یہ صورت پیش ہی نہیں آسکتی کہ وہ تو پاک اور صاف تھے اور تقیہ تو قرآن اور
کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ بعد اسکے تقیہ کے ذکر میں بیان ہوگا اور تقیہ کو نامردی نہیں کہہ سکتے کہ وہ شعار انبیا کا ہی جیسا آئندہ تجھ کو معلوم ہوگا اور وہ تو جو کچھ کرتے
تھے مصلحت کی راہ سے کرتے تھے ظالموں کے ظلم سے جیسے کہ خدا تعالے نے جو کرایا ہو مصلحت سے کرایا ہی حضرت موسے بھاگے چلے جاتے تھے فرعون کے خوف سے طرف مدین کے
اور جناب رسولخدا صلعم کو مکہ معظمہ میں قتل کرنا چاہا تو یہ حکم دیا خدا نے کہ مدینہ منورہ کو چلا جا اور اپنے حبیب کو اور حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ بچا نہ سکا انکے شہروں میں ہجرت
کرنیکا حکم دیدیا تو تیرے نزدیک یہ خدا تعالیٰ کی اور جناب رسولخدا کی نامردی ٹھیری اور خدا تعالے کا حکم تھا کہ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ اسواسطے موجب حکم خدا کا یہ بزرگ موت سے بچے
اور ثلاثہ کے معتقدین کے ظلم سی اپنی جان کو موجب حکم خدا بچاتے تھے لیکن اماموں کو تو باوجود اس تقیہ کے پھر زہر دلوا کر قتل کروا ڈالا تمہارے بزرگوں نے اور تیرے ثلاثہ کے
معتقدین نے اور دین کا تو انہوں نے کچھ ستیاناس نہیں کیا دیکھ انکا دین کیسا روشن ہو رہا ہی اور اگر دشمن عداوت کی جہت سے انکی طرف رجوع نکریں تو انکا کیا نقصان ہی دین کا
ناس کیا اہل سنت کی بزرگوں نے کہ جھوٹی روایتیں وضع کروائیں اور علما نے انکی خوشامد میں اور طمع زر میں جھوٹی روایتیں بنا کر دین کا ستیاناس کیا اور یہ بیان بتمامہ
اہل سنت کی کتابوں سی **قال الشیخ الاشعری** پھر تیسرا امام آخر الزمان نے تو نعوذ باللہ یہ ستم ڈالے ہیں کہ باوجودیکہ دوست دشمن کی خبر دینا بالیقین معلوم ہے
کہ تمام ملک ایران میں مخلصان شیعہ سالہا سال سی منتظر زیارت اور مشتاق ملازمت بیٹھے ہیں جان وہاں فدا کرنیکو تیار ہیں ادھر ہندوستان میں روز بروز ترقی تشیع
ہے امام کے انتظار میں مرے جاتے ہیں اگر حسب حال انکے یہ شعر کہا جائے تو بجا ہے ۔ ای اشتیاق رویت او ما کباب کردہ ۔ سیلاب اشتیاق جہانہا خراب کردہ ۔ معہذا اپنی موت
اپنے اختیار میں ہی اور تیسرا یہ معلوم کہ میں فلانے وقت سے پہلے نہ مرونگا باوجود اس فراہمی اسباب و انتظار احباب کے خدا جانے کیا نامردہ پن ہی کہ روز بروز زیادہ ہی چھپتے جاتے ہیں

اور باہر نہیں آتے اگر خدا نخواستہ کچھ اندیشہ ہوتا رسول اللہ صلعم کے ساتھ تو کل تین سو تیرہ ہی آدمی مجتمع ہونے پائے تھے جو جہاد شروع کر دیا پھر وہ بھی بزعم شیعہ اکثر منافق اور منافق
نہیں تو ایسے مخلص بھی نہ تھے جیسے اس زمانہ امام زماں سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور مخلص تھے جب شہادت امامت حضرت امیر چھپائی بلکہ خلافت و رسوا کئے اور حقوق اہل بیت
دبا بیٹھے بہر حال جائے حیرت ہے کہ با اینہمہ سامان امن و اطمینان غیبت امام کی انتہا ہی نہیں کہیں اماموں کا بہ نسبت ان کا ان مایکون کے عالم ہونا غلط ہے یا شیعوں کی
دوستی غلط اور ہم جانتے ہیں کہ یہ صحیح ہے ایک دوستی کی آڑ میں ہزار عیب اماموں کے دھرنے لگاتے ہیں چنانچہ کچھ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی واضح ہو جائیگا الحاصل
امام زماں با اینہمہ انتظار احباب و در فراہمی اسباب دہر بہر طرح سے بے اندیشہ غار سر من رای سے باہر تشریف نہیں لاتے اور دین محمدی اور امت محمدی کی خبر نہیں لیتے
کہ کس گمرہی میں پھنسے ہوئے ہیں دین ابوبکر بجائے دین محمدی اور بیاض عثمانی بجائے کلام ربانی ہو و لاد و امام کے بدلے ابو حنیفہ شافعی اس گمراہی سے زیادہ اور
کیا گمراہی ہوگی جسکا انتظار ہوگا الغرض اور اماموں کو تو یہ بھی عذر تھا کہ ہم بے بس و بیکس ہیں امام زماں جو باہر تشریف نہیں لاتے تو انکو کیا عذر ہے **اقول** پہلے
اس سے ہم قرآن کے ذکر میں اور بعد اسکے بھی اہل سنت کی کتابوں سے مثل فتوحات مکیہ اور یواقیت و جواہر اور رسالہ مناقب ائمہ اطہار شیخ عبد الحق دہلوی اور روضۃ الاحباب
اور تذکرہ خواص امت سبط ابن جوزی اور شواہد النبوت وغیرہ کے امام آخر الزماں کا پیدا ہونا اور موجود ہونا یہاں تک کہ اہل سنت کے اولیاء اللہ کا انسے ملاقات ہونا پہلے
اس سے دو جگہ تفصیل سب کچھ لکھ چکے ہیں اور ثابت کر چکے ہیں اب جو وہ ظاہر نہیں ہوتے ہیں تو یہ اعتراض مابہ الاشتراک دونوں فرقوں پر ہے سنیوں پر بھی اور
شیعوں پر بھی شیعوں کی کیا تخصیص ہے اور بعضے متعصب مثل مولوی عبد العزیز صاحب اور ابن حجر صاحب صواعق محرقہ کے کہ جو تعصب میں تیہر سے زیادہ سخت ہیں
اگر امام مہدی کے وجود کا انکار کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ اس مقدمہ میں اہل سنت کے نزدیک اختلاف پایا جائیگا لیکن اختلاف کی صورت میں ایسا
سخت نہیں لکھتے ہیں کہ اس لئے یہ ستم ڈالے ہیں اور بڑا نامرد ہے جو اب تک غار سر من رای سے باہر نہیں نکلتا سو ستمگار تو تیرے ثلاثہ تھے کہ تجھ کو بھی انکے ظلم کی خبر ہے
اور نامرد بھی وہ ہی تھے کہ جو رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر چند آدمیوں کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور وہ تو حیدر کرار کا پوتا ہے جسکے دادا نے صفیں کفار
کی مارے تلواروں کے برہم و درہم کر دیں اور جسوقت وہ نکلیگا تو تمام عالم کو زیر کرکے اپنے قبضہ میں کر لیگا اور جسوقت کہ تو جانتا ہی کہ لاکھوں شیعہ انکی ملاقات کے مشتاق
ہیں اور انکے خروج کے منتظر ہیں تو پھر نامردی کی کون بات ہے لیکن تجھ کو برا کہنے کے واسطے ایک یہ بھی بہانہ سہی اور تو امام مہدی کو برا کیوں نہ کہے کہ تیرا خلیفہ حق
اور امام صدق معاویہ بن ابی سفیان انکے دادا علی مرتضیٰ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور جسوقت کہ وہ باوجود کثرت اتباع اور معتقدین کے جو خروج نہیں کرتے ہیں تو اس صورت
میں انکو نامرد نہیں کہہ سکتے ہیں معلوم ہوا کہ کوئی مصلحت ہے اور جو وقت کہ انکے خروج کا خدا تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اسیوقت نکلینگے اس سے پہلے کیونکر نکلیں اور
انکا نکلنا کثرت انصار پر موقوف نہیں ہے بلکہ مصلحت خدا پر موقوف ہے جسوقت انکو الہام ہوگا اور زمین جور اور ظلم سے پر ہو جائیگی اسوقت نکلینگے بموجب حدیث کے کہ
[عدلا] کما ملئت ظلما و جورا جسمیں ہے اور انکا نکلنا کثرت پر انصار کے اسواسطے موقوف نہیں ہے کہ جسوقت نکلینگے اسوقت ابتدا میں تو کل تین سو تیرہ ہی آدمی انکے ہمراہ
ہونگے جسقدر کہ پہلے رسول خدا صلعم کے ہمراہ تھے اور ایک وجہ امام آخر الزماں کے دیر کر کے خروج کرنے میں یہ ہی کہ تاکہ شیعہ انکے انتظار میں ثواب حاصل کریں جیسے کہ قیامت کے
انتظار میں ثواب حاصل کرتے ہیں اور اگر انسے کہا جاتا کہ ہزار برس یا دو ہزار برس کے بعد خروج کرینگے تو وہ مایوس ہو جاتے بلکہ کہتے ہیں انکی تسلی اور انتظار کھینچنے کی واسطے کہ
بہت جلد خروج کرینگے تاکہ شیعہ ہمیشہ انکے مشتاق زیارت رہیں کہ موجب انکی مزید ثواب کا ہو اور جسوقت وہ خروج کرینگے تو کفار کو قتل کرینگے اور جو مومنین کہ انکی اصلاب میں ہیں
وہ متولد ہونے نہ پائینگے اسواسطے بھی انکے خروج میں دیر ہی کہ وہ مومنین پیدا ہو لیں تو خروج کریں اور جو لوگ کہ اہل سنت میں سے انکے موجود ہونیکے قائل نہیں ہیں یہ تو وہ
بھی کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہونگے پھر کسواسطے خدا تعالیٰ انکو پیدا نہیں کرتا ہی کہ لوگ گمراہ ہوئے جاتے ہیں نصاریٰ کا تمام عالم میں غلبہ ہو گیا ہے بڑی سلطنت مسلمانوں میں
توران اور روم کی تھی سو توران پر تو قبضہ روسیوں کا ہو گیا اور رومی انسے مغلوب ہو گئے اور لوگ نصرانی ہوئے جاتے ہیں پھر خدا تعالیٰ کس روز امام مہدی کو پیدا کریگا
اور یہ جو لکھتا ہے کہ امام مہدی کی موت انکے اختیار میں ہے شیعوں کے نزدیک یہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور ہماری روایتوں میں ہرگز ایسا نہیں ہے اور جس روایت سے
یہ سمجھا ہے اس مضمون کو یہ اسکا مضمون ہی نہیں ہے بلکہ مضمون اسکا یہ ہے کہ جسوقت موت آتی ہے تو وہ اسکو اختیار کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں مکروہ نہیں جانتے اور موت
انکے اختیار میں کیونکر ہو کہ بے اختیاری میں تو وہ مارے گئے ہیں کسیکو تو قتل کیا اور کسیکو اہل سنت کے بزرگوں نے زہر دلوایا اور یہ مطلب اس روایت سے نہیں ہے کہ انکو
اختیار ہے جب چاہیں مریں جب چاہیں نہ مریں اور موت آئے تو اسکو ٹالدیں یہ اعتقاد گمراہوں کا ہے ایسی ایسی ہی باتیں جھوٹی بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ہیں عوام کے
نفرت دلانے کے واسطے اور نہ مرنے کا حال انکو معلوم ہو سکتا تھا کہ کسوقت مرونگا ہاں اگر خدا تعالیٰ الہام کرکے بتلا دے تو ہو سکتا ہے اور اہل سنت کے مذہب

میں تو جولاہوں اور دہنوں کو الہام ہونا لکھا ہے اور وہ تو اولاد رسول خدا صلعم تھے اور نام وہ بن امام زمانہ کا جواب میں لکھ چکا اور جسوقت حضرت امام آخر زماں کو حکم جہاد کا ہوگا تو اوس وقت اونکے ہمراہ تین سو تیرہ ہی آدمی ہونگے اور امامیہ سب اصحاب رسول کو منافق نہیں جانتے ہیں اور جن لوگوں نے تلوار کی ہے رسول خدا کی ہمراہ ہوکر وہ بھی مخلصین ہی میں سے تھے اور جیسے کہ امامیہ کو اخلاص ہے امام زماں سے اور ایسے ہی امام صحابہ مخلصین سے ہے شہادت امامت انہوں نے نہیں چہپائی تھی بلکہ رحبہ مسجد کوفہ میں شہادت ادا کی اور وقت خلافت ابوبکر کے شیخین کی جعلسازی سے کچھ نہ کہہ سکے اور بعضوں نے جو حقوق اہل بیت دبائے ہیں اوسمیں کیا شک ہے یہ تو سب اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور سامان اور امن کا جواب بھی ہم لکھ چکے اور جس طرح سے کہ اماموں کو علم ماکان و مایکون تھا اوسکو ہم لکھ چکے وہ سب صحیح ہے اور دوستی بھی شیعوں کی اون سے صحیح اور کامل ہے اور انکی دوستی کی آڑ میں انکو کچھ عیب نہیں لگاتے اسکو سب جانتے ہیں بلکہ انکے فضائل بیان کرتے ہیں اور انکے دشمنوں پر لعن اور تبرا کرتے ہیں اور جو کچھ تو نے اس رسالہ میں بیچ اور واہی لکھا ہے ہمنے وہ سب رد اور باطل کر دیا ہے اور امام زماں جو باانتہا بقا اور قرآن میں سبا نہیں نکلتی ہیں اسکا جواب تو ہم لکھ چکے اور دین محمدی اور امت محمدی کی خبر یعنی خدا کے اوپر ہے کہ اوس نے گمراہی میں ڈال رکھا ہے تمہاری مذہب کے موافق اور امام مہدی کو پیدا نہیں کرتا ہے کہ وہ ہدایت کریں اور دین ابوبکر بجای دین محمد نہیں ہے دین محمدی بجای خود موجود ہے کہ وہ مذہب شیعہ ہے اور سوا دین محمدی کے جتنے مذہب روے زمین پر ہیں یہود اور نصارا اور بت پرست ایسے ہی ایک دین ابوبکر ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ وہ کفار ہیں اور یہ دین مسلمانوں کے دین میں سے ہے اور قرآن کو اگر بیاض عثمانی اس اعتبار سے کہیں کہ وہ عثمان کا جمع کیا ہوا اور ترتیب اسکی موافق رای عثمان کے ہے تو اسکا کچھ مضایقہ نہیں ہے لیکن کلام تو وہ خدا ہی کا ہے اسواسطے ہمارا اعتقاد اوس سے ہے اور عثمان نے اگر اوسکو جمع کر لیا ہے تو کیا ہے وہ کلام اسکا تو نہیں ہے اور ابوحنیفہ اور شافعی اگر ہیں تو ہماری دین میں تو نہیں ہیں وہ تو ابوبکر کے دین میں ہیں اور ہمارے دین میں تو وہی دوازدہ امام ہیں اور دنیا میں تو بہتیرے مذہب ہیں اور ان میں علما بھی ہیں ہمکو اس سے کیا نصارا میں پادری ہیں اور ہنود میں پنڈت اور اگر ابوحنیفہ اور شافعی ہیں تو سنیوں کے مذہب میں ہیں ہمارے مذہب میں تو نہیں ہیں جو کہ مذہب حق ہے اور اگر خلقت گمراہ ہے تو اسکا انتظام خدا کو کرنا چاہیئے کہ حکم دیوے امام مہدی کو خروج کا اور اگر پیدا نہیں کیا ہے تو انکو پیدا کرے اور اماموں کے بے بس اور بیکس ہونے میں کیا شبہ ہے کہ اہل سنت کے بزرگوں نے اور معتقدین ثلاثہ نے انکو مخذول اور منکوب کر کے قتل کیا کسیکو تو تلوار سے شہید کیا اور کسیکو زہر دلوا کر اور امام آخر الزماں کو بھی مدت ہے کہ اب تک حکم خدا کا انکے خروج کے مقدمہ میں نہیں ہوا ہے اور انکا خروج کثرت اسباب پر موقوف نہیں بلکہ حکم خدا پر موقوف ہے جب خدا تعالی کی مصلحت ہوگی تو حکم خروج کا فرمائیگا **قال الشیخ الاشعری** درصورتیکہ بدا کو تم تسلیم کرلیں تو یہ ایک بے انتظامی بھی کیا ہے کہ امامیہ کے عقائد کے موافق بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا سے دوازدہ امام کے مقرر کرنے میں بڑی چوک ہوئی ابوبکر عمر عثمان کو مقرر کرنا تھا جو دین کو رونق دیتے اور سب انتظام کر دیتے القصہ امامیہ بجز اسکے اور کچھ توجیہ بن نہیں پڑتی ہاں اگر اسکے قائل ہو جائیں کہ خدا کے ذمہ یہ واجب نہیں کہ جو بندہ کے حق میں اصلح ہو وہی کیا کرے تو البتہ یوں بھی کہہ سکیں لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون یعنی خدا سے کوئی یوں نہیں پوچھ سکتا کہ یوں کیوں کیا اور خدا سب سے پوچھ سکتے ہے کہ تم نے یوں کیوں کیا ہے حال عجب ہے جو بدا واقع ہوا ہو اور امام زماں کی معزولی کا حکم صادر ہو چکا ہو اور شاید یہی وجہ ہے کہ تخمین سے زیادہ امام کو غیبت میں گذری **اقول** جو بدا ہمنے ذکر کیا ہے اوس بدا میں کچھ قبح نہیں ہے اور اہل سنت کے نزدیک بھی وہ مذموم نہیں ہے چاہیے تو تسلیم کر چاہے نہ کر اور جس بدا کو تو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اوس بدا کے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور بے انتظامی لوگوں کی بداعمالی کی جہت سے ہے بدا کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور اس بے انتظامی کا اعتراض تیرا امامیہ پر نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے جو کہ وہ امام زماں کو پیدا نہیں کرتا ہے تاکہ وہ انتظام کریں اور خدا تعالی نے دوازدہ امام کو بہت مناسب سمجھکر مقرر کیا تھا اگر لوگوں نے شامت نفس اور حب جاہ ظلم کی جہت سے انکی طرف رجوع نہ کی تو قصور لوگوں کا ہے خدا تعالی سے اسمیں چوک نہیں ہوئی اور حضرت نوح کو جو خدا تعالی نے پیغمبر کرکے بھیجا اور لوگوں نے انکی طرف رجوع نہ کی اور ایمان نہ لائے تو معلوم ہوا کہ تیری نزدیک خدا تعالی سے بڑی چوک ہوئی حضرت نوح کے مقرر کرنے میں کسی اور کو پیغمبر مقرر کرتا اور ابوبکر نہ عثمان نے دین کو رونق کیا دی تھی بلکہ دین کو خراب کر دیا تھا اور انتظام کی جہت سے اگر کہتا ہے تو معاویہ نے اور اسکے مابعد کے زمانہ میں تو زیادہ انتظام تھا اور عثمان کا تو وہ انتظام ہوا کہ مقتول ہی ہو گیا صحابہ کے غضب اور غصہ سے اور عائشہ اوسپر لعن کرتی رہیں اور اگر مراد مجرد انتظام ہی تھا اور حق و ناحق کا اور احکام خدا کا لحاظ نہ تھا تو خدا تعالی کو چاہیے تھا کہ کسی چنگیز کو مقرر کرتا تاکہ خوب انتظام کرتا اور البتہ خدا تعالی پروردگار ہے جب کہ جو کچھ کرتا ہے موافق حکمت اور مصلحت کے کرتا ہے اور کوئی فعل اسکا عبث نہیں ہے گو ہماری عقل اوسکی مصلحت کے دریافت کرنے میں قاصر ہو جسوقت کہ اسکا فعل موافق حکمت اور مصلحت ہو تو پھر اسکے فعل میں کچھ چون و چرا نہیں کر سکتے اور اسیواسطے لا یسئل عما یفعل یعنی نہیں پوچھا جاتا ہے اوس چیز کہ کرتا ہے اس سبب سے کہ کرتا ہے اسکا موافق مصلحت کے ہے جیسے کہ طبیب حاذق کوئی نسخہ واسطے بیمار کے لکھے تو یہ نہیں پوچھ سکتے کہ اس نے کیوں نسخہ یہ کیوں لکھا ہے اور امام کے حق میں بدا ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ فریقین کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ وہ خروج کرینگے اور زمین کو عدل و داد سے پر کرینگے اور برخلاف اسکے امام کی معزولی کا احتمال نکالنا باطل ہے کہ خلاف عقیدہ

اہل اسلام کے ہی اور تخمین سے زیادہ ہوتا تو حضرت خضر اور الیاس کے واسطے بھی گزر گیا ہی چاہئے کہ وہ بھی اپنی نبوت سے معزول ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری**
اور یہہ جو امامیہ کے ذہن نشین ہی کہ ابوبکر عمر وغیرہم آخر زمانہ میں پیدا کئے جائیں گے یہ بالکل غلط ہو بلکہ امام زمان کو معزول کرکے شاید انکو پہر نئے سر سے پیدا کرکے
نامور کریں پر امامیہ نے باتباع خداوندی اسبات میں غلطی کہائی ہو کہ وہ سزا دینے کے لئے پیدا کئے جائیں گے خیر یہ بات تو شیعوں کو ناگوار ہو بپاس خاطر
شیعہ اسبات سے اعراض کرکے یوں ملتمس ہوں کہ اگر خدا سے چوک ہوتی ہی تو انبیا سے تو ہوتی ہوگی اور اتنا ہم جانتے ہیں کہ شیعہ بھی نکہیں کہ خدا اخبار
گزشتہ میں غلطی کہاتا ہی کیونکہ یہہ تو صاف جہوٹ ہی جب بات ذہن نشین ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ خداوند کریم سورہ طٰہٰ میں حضرت موسی کے قصہ میں کہ جناب سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بہت پہلا قصہ ہے حضرت موسی کا مقولہ فرعون کے سوال کے جواب میں یوں نقل فرماتا ہی لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى یعنی حضرت موسی
فرماتے ہیں کہ میرا رب چوکے ہی نہ بہولے ہے اس آیت کو غور کیجے کیا ارشاد کرتی ہے حضرت موسی علیہ السلام کو تو ہم جانتے ہیں شیعہ بھی یوں نہ کہیں گے کہ وہ چوک جاتے
تھے یہ برائی تو اس فرقہ کے پیشواؤں نے خدا ہی کے لئے رکھہ چہوڑی ہی اور نہ لازم آوے گا کہ معصوم بھی خطا کرے پہر طعن جو سنیوں پر کرتے ہیں کہ انکے امام اور خلیفہ معصوم
نہ تھے حالانکہ امام اور خلیفہ کو چاہئے کہ معصوم ہو تاکہ خطا نکرے ورنہ حق اور باطل کی تمیز محال ہو جائیگی اور جو غرض کہ انکی مقرر کرنے سے ہوتی ہی یعنی احکام
شریعت معلوم ہونا اور انکا عملدرآمد ہونا وہ حاصل نہوگی سو اب طعن کس منہ سے کرینگے **اقول** ابوبکر عمر وغیرہما اگر زندہ ہونگے تو دنیوی سزا پانیکو زندہ ہونگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَنُذِيقَنَّهُم
مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ یعنی اور البتہ
چکہائیں گے ہم انکو عذاب نزدیک یعنی کہ وہ عذاب دنیا ہے سوائے عذاب بڑے کے کہ وہ عذاب آخرت ہی شاید کہ وہ رجوع کریں دنیا میں اور کون شخص زیادہ ظالم ہی
اُس شخص سے کہ نصیحت کیا جاوے ساتہہ نشانیوں آیتوں پروردگار اپنے کے پہر روگردانی کرے اُن سے تحقیق کہ ہم گنہگاروں سے بدلا لینے والے ہیں اور حساب کرنے والے کہ
إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ کے عدد بھی اعداد ابوبکر عمر عثمان کی برابر ہیں بدون تعمیہ اور تخرجہ اور آمیزش کسی صف کی اور جرم ان تینوں کا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت
ہی اور علمای اہل سنت بھی اقرار کرتے ہیں اور اگر کسی متقی کے نام کے اعداد اتفاقیہ اسکے اعداد کی برابر ہوں گے تو وہ شمار میں نہ آئیگا کہ وصف مجرمیت اسکے واسطے ضرور ہے
اور امام زمان کو معزول کرکے وہ کیونکر نامور کئے جائیں گے کہ معلوم نہیں وہ کس ہیئت اور بدن میں زندہ ہونگے انسانوں کی شکل میں بھی ہونگے یا نہیں اور نہ خدا تعالی نے اسمیں غلطی
کی ہی نہ امامیہ نے بلکہ امامیہ صحیح بیان کرتے ہیں کہ وہ سزا دینے کے واسطے پیدا کئے جائیں گے اور امامیہ کے نزدیک خدا سے چوک ہوتی ہے نہ انبیا سے تو انبیا کے غلطی اور چوک
بیان کرتا چلا آتا ہی خدا سے بھی تیری ہی نزدیک چوک ہوتی ہوگی اور نہ شیعوں کے نزدیک اخبار گزشتہ اور آیندہ میں خدا سے چوک ہوتی ہی اور سورہ طٰہٰ کی آیت لا یضل
ربی ولا ینسی جو لکھی ہی وہ حق ہی اور یہی اعتقاد شیعوں کا ہی کہ خدا تعالی نہ بہولتا ہی اور نہ چوکتا ہی اور یہ آیت ہمارے اعتقاد کے مطابق ارشاد کرتی ہی اور جیسے کہ خدا تعالی
بہولتا اور چوکتا نہیں ہے ایسے ہی ہمارے نزدیک حضرت موسی بھی نہ چوکتے تہے لیکن تیرے نزدیک حضرت موسی چوک جاتے تہے تو نے کئی جگہہ لکہا ہی کہ حضرت موسی نے جو حضرت
ہارون کے بال پکڑے تو اُنسے غلطی ہوئی اور یہ جو لکھتا ہی کہ یہ برائی تو اس فرقہ کے پیشواؤں نے خدا ہی کے لیے رکھہ چہوڑی ہی یہ بالکل غلط ہی اور شیعوں کے پیشواؤں میں
سے کسی نے ایسا نہیں کہا ہی اور اگر تو نظام الدین جیلانی کو کہتا ہی تو شیعوں کا پیشوا تو اس نام کا کوئی شخص نہیں ہے اور اُسنے جو حوالہ ہمارے علما کا اپنے رسالہ میں لکھا ہے وہ
بھی غلط ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ بھی معلوم نہیں اُسنے حوالہ دیا ہی یا نہیں یا مولوی عبدالعزیز صاحب کا ایجاد ہی اور ہمنے فرض کیا کہ اس نام کا کوئی شخص
شیعوں میں تھا ہی لیکن جسوقت کہ اُسکا یہ اعتقاد ہوا برخلاف اعتقاد شیعوں کے تو وہ کافر ہی شیعوں کو اس سے کیا اور مسلمان کیا مرتد نہیں ہو جاتا ہی تیری ارتداد کا
بھی تو فتوی مکہ معظمہ سے آیا ہی بلکہ سنیوں کا یہ مذہب ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے محمد صلعم نے بنا لیا ہی چنانچہ تمہاری مولوی عماد الدین صاحب لکھتے ہیں اور یہ تو بوجہ
ذلک کے منصب ہونیکے جواب میں لکھتا ہی کہ یہ قرآن خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہی بلکہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے اور خدا تعالی نے رسول خدا صلعم کی طرف سے تصنیف
کرکے بہیجدیا ہی اور معصوم ہمارے نزدیک خطا نہیں کرتا ہی اور نہ حضرت موسی نے خطا کی ہی اور طعن شیعوں کا سنیوں پر صحیح اور درست ہی کہ خلیفہ رسول متبعوں اور امام امت کو
چاہئے کہ معصوم ہو تاکہ احکام شرع میں غلطی نکرے اور ہمارے اس طعن کرنے میں کوئی خلل عائد نہیں ہوتا ہی اور جس منہ سے ہم کہتے ہیں وہ منہ ہمارا بہت سرخ اور چہرہ ہمارا بشاش
ہی کہ ہمارے کہنے کا تم جواب نہیں دیسکتے **قال الشیخ الاشعری** الغرض قواعد عقائد شیعہ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ خدا سے گو خطا ہو جاوے پر معصوم سے خطا نہو سو حضرت
موسی علیہ السلام جو بالاتفاق معصوم تہے انہوں نے جو فرمایا کہ میرا رب بہکتا اور چوکتا ہی اور نہ بہولتا ہی تو اسمیں ہرگز احتمال غلط نہیں اور خدا نے جو یہ قصہ نقل فرمایا
تو ایک قصہ گزشتہ ہی کچھ آیندہ کی بات نہیں جو بدا فی الاخبار کی گنجایش ہو پھر کیا معنے جو خدا بہک جاوی کچھ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ عقاید

حواس میں اختلال آگیا ابوبکر و عمر ہر چند صاحب عیب و مردیاہیت تہے مگر نہ اتنی کہ خداوند کریم کی بہی عقل و حواس میں فرق آجاوی یا سوا اسکے اور کچہہ سبب نہ ہے
نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیرا ایک سنیوں کے الزام کے لئی خدا کی عظمت بہی تو ہاتہہ سے دی بیٹہے فدک چہینا تہا تو ابوبکر نے چہینا تہا اور قرطاس
اور دوات کو نلانے دیا تو عمر نے طلانے دیا اُنپر تبرا کیا تو کیا خداوند کریم کو جو ان برائیوں میں سان لیا تو کیا اس سبب سے کہ باوجودیکہ نصر المظلوم یعنے مظلوم مددگاری حق ہی اور یہہ مظلوم ہوئی
مددگاری نکی خیر خداوند کریم ان بے باکوں کا سیاہ مونہہ کرے کہ سخت بے ادب ہیں اور جس لایق ہیں انہیں وہاں ہی پہنچاوے **اقول** قواعد عقاید شیعہ دریں امر ثابت ہے
ہوتا ہی کہ خدا سے خطا ہو جاتے تو جہوٹ لکہتا ہی اور حکم میں لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ کے گرفتار ہوتا ہی اور جو شخص کہ یہ اعتقاد کہی کہ خدا تعالی سے خطا ہوتی شیعہ اُسکو
کافر جانتے ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی شیعوں پر ایسا افترا کرے اُس پر بہی لعنت کرتے ہیں اور خطا تو جیسے خدا سے نہیں ہوتی ایسی ہی شیعوں کے نزدیک معصوم
سے بہی نہیں ہوتی اور جو کچہہ حضرت موسی نے فرمایا وہ حق ہی اور ہرگز اُس میں احتمال غلطی کا نہیں ہی اور بدا فی الاخبار جو کہ تو نے بیان کرکے شیعوں کی طرف منسوب
کیا ہی وہ باطل ہی اور معتقد اُسکا کافر ہے اور شیعوں کے نزدیک خدا بہکتا نہیں ہی سنیوں کے نزدیک بہکتا ہوگا اور اُنکے ہی نزدیک رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں عقل
و حواس میں اختلال آگیا ہوگا اور ابوبکر اور عمر ایسے صاحب عیب اور مردیاہیت تہی کہ ہمیشہ جہادوں میں رسول خدا صلعم کو تنہا چہوڑ کر کفار کے مقابلہ میں سے بہاگ جاتی
تہے اور حضرت عمر اگر فظ غلیظ بدمزاج اور تند خو تہے تو مومنین تہے کہ اسیواسطے مومنین خلافت سے اُنکی ناخوش تہی اور ابوبکر پر اعتراض کرتے تہے کہ تو ایسے بدمزاج کو ہمپر خلیفہ
کسواسطے کرتا ہی تو اپنی خدا کو کیا جواب دیگا اگر اُسکو ہمپر خلیفہ کریگا چنانچہ ترمذی اور ریاض النضرة وغیرہ میں لکہا ہی اور خداوند کریم کی عقل و حواس میں فرق اہل سنت کے
نزدیک ہی نہ شیعوں کے نزدیک اور سنیوں کو جو شیعہ الزام دیتی ہیں تو سنیوں کی روایات کتب معتبرہ سے الزام دیتے ہیں بلاسے اور بدا کو اس سے کیا تعلق ہی کہیں تو نے بدا
ابوبکر اور عمر پر طعن کرتے دیکہا ہی جہوٹ کیوں لکہتا ہی اور جو عظمت خدا تعالی کی ہمارے مذہب میں ہے وہ سنیوں کے مذہب میں ہرگز نہیں ہے تم خدا تعالی کو مجسم جانتے ہو جیسا کہ
پہلے اس سے ہم لکہہ چکے اور ہمنے خدا تعالی کی عظمت کو ہرگز ہاتہہ سے نہیں دیا ہی اور جو کچہہ تو لکہتا ہی وہ غلط ہی اور عظمت کو خدا تعالی کی تمنے ہی ہاتہہ سے دیا ہی نہ ہمنے اور ابوبکر
اور عمر پر جو تبرا ہوا تو اُنکے افعال ناشایستہ کی جہت سے ہوا اور خداوند کریم کو برائیوں میں تمنی سانا ہی ہمنے نہیں سانا ہی اس جہوٹ کے لکہنے کو تیری کون عقل کا اندہا
اعتبار کریگا اس جہوٹ ہی سے تو تمنے اپنے مذہب کی محافظت کر رکہی ہی اور اصل یہ ہے کہ شیعوں کے مذہب میں کوئی گرفت کی بات نہی اور اہل سنت پر شیعوں کے
صدہا اعتراض ہوتے تہے اس لیئے یہ افترا شیعوں پر کیا لوگوں کے نفرت دلانیکے واسطے کہ یہہ بدا کے قائل ہیں اس طرح سے کہ خدا تعالی ایک بات کو نہیں جانتا تہا اور
بعد اُسکے جانا اُسکو اور پہلے ایک امر کیا اُسوقت اُسکی برائی معلوم نہی اور بعد اُسکے برائی اُسکی معلوم ہوئی تو اُسکو بدلدیا سو شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہی اور ایسے مذہب
والی کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور یہ کون کہتا ہی کہ خدا نے مظلوموں کی نصرت نکی اور مظلوموں کے نصرت ہی کے واسطے تو دار الجزا خدا تعالی نے مقرر کیا ہی کہ وہاں
ظالموں کو سزا کو پہنچائیگا اور دنیا میں ہزاروں ظالم ہیں اور ہزاروں مظلوم لیکن دار الجزا میں اُنکو سزا ملیگی اور سیاہ رو تو وہ ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا صلعم
کے ارشاد کو ہذیان بتایا اور حقوق اُنکے اہل بیت کے غصب کیئے اور یا مطیع اُنکے سیاہ رو ہیں اور شیعہ تو وہ روشن اور سرخرو ہیں کہ جنکے حق میں جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ
یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ تاتی یوم القیامۃ راضین مرضین اور جس امر کے وہ لایق تہی رسول خدا صلعم نے فرمادیا انشاء اللہ تعالی وہیں وہ پہنچیں گے اور اہل سنت
کو جو معاویہ کے پیرو ہیں اور اُسکو خلیفہ حق اور امام صادق جانتے ہیں اُنکے حق میں بغاوت اور نار جہنم کی خبر دی جسوقت کہ حضرت عمار سے فرمایا کہ یا عمار ستقتلک
الفئۃ الباغیۃ تدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار کہ عمار جو کہ حضرت علی کے شیعوں میں سے تہے اُنکی طرف بہشت تہا اور معاویہ والوں کی طرف دوزخ تہا **قال
الشیخ الاشعری** بالجملہ کلام اللہ میں بدا کو بیخ و بنیاد سے اُکہاڑ دیا اور اگر شیعہ خدا کا اتنا ہی اعتبار نکریں و اخبار گزشتہ میں بہی غلطی فہم کے احتمال سے نعوذ باللہ
اس بات کے طالب ہوں کہ ہم کلام اللہ کی گواہی پر بدا سے انکار نہیں کرتے جبتک کہ کلینی کی کوئی حدیث اس بات میں نہو کلینی کی حدیث بہی سنیے فی الکافی عن
منصور بن حازم عن ابی عبد اللہ قال منصور سالتہ یکون شئ لم یکن فی علم اللہ قال لا من قال ھذا فاخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان وما ھو کائن
الی یوم القیامۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق — کلینی کافی میں منصور بن حازم سے روایت کرتا ہے کہ منصور [illegible]
سے پوچہا کوئی ایسی چیز بہی ہوئی کہ کل خدا کو معلوم نہی اور آج ہو گئی ہو آپنے فرمایا کہ کوئی نہیں جو یہہ کہی خدا اُسے رسوا کرے پہر میں نے پوچہا کہ یہ تو بتائیے جو ہو لیا اور جو ہونیوالا
ہے قیامت تک کیا خدا کو معلوم تہا اُنہوں نے فرمایا کیوں نہیں خلق کے پیدا کرنے سے پہلے معلوم تہا اس روایت سے دو فائدہ حاصل ہوئی ایک تو یہ کہ بدا ایک عقیدہ
غلط ہے کیونکہ بدا اقسام میں جو تحقیق گذر چکی اُس سے صاف ثابت ہی کہ بدا بے اسکے ہو ہی نہیں سکتا جو کوئی علم نیا پیدا ہو دوسرا یہ ہی کہ حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ عنہ نے بدا کے قائلوں کے لیئے بددعا فرمائی سو حضرات شیعہ کو ہماری طرف سے بھی مبارک مبادیہ ساری خرابیاں کلام اللہ کے نہ سمجھنے کے ہیں اور انکا ہی کیا قصور اپنی روایتوں کے معنوں کو نہیں سمجھتے اگر سمجھ ہوتی ہو تو پہلے انہیں ہی سمجھتے کلام اللہ تو سنیوں کا ہے **اقول** جس بدا کو تو کہتا ہے اُس بدا کو ہم بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے اُسکی بیخ و بنیاد اُکھاڑ دی ہے جس میں جہل خدا کا لازم آتا ہے اور وہ بدا کہ جسکے شیعہ قائل ہیں وہ بدا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی جسکو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور اُسکی عوض اور لکھتا ہے اُسکا علم روز ازل سے ہوتا ہے یہ نہیں کہ تازہ علم ہوا اور جو کچھہ کلام اللہ میں ہے اُسی پر اعتقاد شیعوں کا ہے اور خدا کا اعتبار اہل سنت کے نزدیک نہیں ہے اور شیعوں کے نزدیک تو خدا کی برابر کوئی معتبر نہیں ہے اور غلطی فہم بھی تمہاری ہی نزدیک ہے نہ ہماری نزدیک حضرت موسی کی تو غلط فہمی تو بیان کر چکا ہے خدا کی بھی تیرے نزدیک سہی اور کلام اللہ کی گواہی ایمان ہے ہمارا اور جس بدا کے ہم قائل ہیں وہ کلام اللہ میں موجود ہے جیسا کہ ہم لکھہ چکے اور جس بدا کو تو کہتا ہے اُسکے قائل کو ہم کافر جانتے ہیں اور گواہی کلام اللہ کی تمہاری نزدیک معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ کلام اللہ میں لکھا ہے کہ مرتدین کے واسطے مغفرت نہیں ہے اور جن لوگوں کا تمہاری کتابوں سے ارتداد ثابت ہوتا ہے تم اُنکو اچھا ہی کہے چلے جاتے ہو اور کافی کی روایت ہماری نزدیک کلام اللہ کی آیت کے برابر معتبر نہیں ہے اور جو روایتیں کہ تم نے ابتدا میں بدا کے مقدمہ میں بیان کے ہیں اُنمیں سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ تو نے لکھی ہے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے جو کچھہ کہ اس روایت میں ہے اور یہ روایت ہمارے کتاب کی ہے یا تیری کتاب کی اے عقل کے دشمن اسقدر تو سمجھہ کہ جسوقت شیعوں کے اماموں سے ایسی روایتیں منقول ہیں تو پہر وہ اپنے اماموں کے مخالف کیونکر ایک عقیدہ فاسدہ کے قائل ہوں گے اور اس روایت کا حاصل جو لکھا ہے کہ بدا عقیدہ غلط ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ جو بدا تیرا مقصود ہے وہ عقیدہ غلط ہے کہ جس سے جہل خدا کا ظاہر ہوتا ہو نہ وہ بدا کہ جو علم کے ساتھہ ہو کہ وہ قرآن سے ثابت ہے اور یہ جو تو لکھتا ہے کہ بدا بے علم تازہ کے نہیں ہوتا وہ بدا لغوی ہے اور اُسکے قائل تو تم کافر جانتے ہیں اور یہ کہنا تیرا کہ بدا بے اسکے نہیں ہوتا غلط ہے بلکہ بدا جو کہ ہماری اصطلاح میں ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے ایک شخص کو بادشاہ کیا اور بعد چند سال کے مصلحت اُسکی فقیری میں نازل ہوئی تو اُسکو فقیر کیا اور اسوقت گو یہ رائے پہلی رائے کے مخالف ہے لیکن جسوقت اُسکو بادشاہ کرتا تھا اُسوقت یہ جانتا تھا کہ بعد اسکے فلانے وقت مصلحت اسکی فقیری کی ہوگی اُسوقت اُسے فقیر کر دینگے اور جسوقت فقیر کیا تو اُسوقت کہیں گے کہ بدا ہوا یعنی ظاہر ہوئی رائے دوسری جو کہ اُسکے علم میں تہی مخالف پہلی رائے کے اور یہ اسلئے نہیں ہے کہ اُسکو بادشاہ کیا تو بعد اُسکے بادشاہ کر نیکی رائے میں قباحت معلوم ہوئی اور پہلے سے وہ قباحت معلوم نہ تہی یہ بالکل غلط ہے اور اسی بدا کے حال میں جسکے ہم قائل ہیں حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ کافی میں ہے عن ابی عبد الله علیه السلام قال ما بدا لله فی شیٔ الا کان فی علمه قبل ان یبدو له یعنی حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا کہ نہیں بدا ہوا ہے خدا کو کسی چیز میں مگر کہ تہا بیچ علم اُسکے کے پہلے اس سے کہ ظاہر ہو واسطے اُسکے اور ایسے ہی دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ ان الله لم یبد له من جهل یعنی جہل اور بے علمی سے خدا کو بدا نہیں ہوا ہے اور حضرت صادق نے بدا کے قائلوں کے واسطے بددعا نہیں کی ہے جیسا کہ تو لکھتا ہے بلکہ اُنکے حق میں بددعا کی ہے کہ جو خدا کو ایسا جانتے ہیں کہ اُسکو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا ہے اور جو ہمارا اعتقاد ہے وہ اُنکو مبارک ہے نہ یہ کہ جو کچھہ تو کہتا ہے اور ہمارے اعتقاد کے حضرت صادق علیہ السلام نے بددعا کی نہیں ہے کہ جو تو ہمکو مبادکباد کہتا ہے اور قرآن کو تم سمجھتے نہیں ہو اور جو کچھہ سمجھتے ہو تو اپنے عمل میں ہے یہ سب خرابیاں تمہارے واسطے ہیں اور ہمارا عمل موافق قرآن ہے کہ نہ مخالف اُسکے اور روایتوں کو بھی اپنی ہم خوب سمجھتے ہیں اور اُنکے مطابق ہی ہمارا عمل ہے لیکن اگر تو ایک جہوٹ بات مخالف ہمارے عقیدہ کے ہماری طرف منسوب کرے تو اُسکا جواب نہیں ہے بجز اسکے کہ ہم کہیں لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور کلام اللہ تو سب مسلمانوں کا ہے اہل سنت کی کچھہ تخصیص نہیں ہے لیکن عمل قرآن پر سوای ہمارے کسی فرقہ کا نہیں ہے اسواسطے کہ جو مضمون قرآن کا ہے وہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس ہے اور پیروی اُنکی سوای ہمارے کوئی نہیں کرتا ہے اور اگر عثمان نے اُسکو جمع کیا ہے تو کیا ہے کلام تو اُسکا وہ نہیں ہے بہت آدمی خطب و اشعار فصحا کے جمع کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اسوقت لازم یوں ہے کہ منشا اس غلطی کا بیان کیا جائے تاکہ مزید اطمینان ہو جائے اور ناظرین پر یہ خلجان باقی نہ رہے کہ تنہا پیش قاضی آئے راضی محرر رسالہ کی طمطراق کی باتیں فقط سنکر ہم یوں کیونکر بدا سے دست بردار ہوں ہمارے علماء شیعہ بھی تو آخر کسی وجہ سے کہتے ہونگے جبتک اُنکی نہ سن لیں تسلی نہیں ہوتی ہے پر یہ عذر اُس قبیل کا ہے کہ مشہور ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کیونکہ جب کسی آدمی کو کسی وجہ سے حق واضح ہو جاے تو پہر اُسے اُسکا کیا انتظار کہ دوسرے کی بھی سن لوں اگر کوئی شخص قریب شام کے در و دیوار پر دہوپ دیکھی یا خود آفتاب کو بچشم خود دیکھے اور دوسرا پردہ میں بیٹھا ہوا گہڑی گہنٹے کے وسیلہ سے یوں کہے کہ دن چہپ گیا تو آفتاب یا دہوپ کا دیکھنے والا کتنا ہی جاہل کیوں نہو اور گہڑی سے وقت کا بتلانیوالا کتنا ہی علامہ روزگار اور حساب میں پرکار کیوں نہو لیکن تسپر بھی آفتاب یا دہوپ کے دیکھنے والیکو دن کے یقین ہونے میں اسکا انتظار نہوگا کہ میں اسکی تو سن لوں کہ جو گہڑی کے وسیلے سے رات بتلاتا ہے اسیطرح جب بات خوب واضح ہوگئی کہ بدا کے کلام اور نیز

بروی احادیث شیعہ بدا غلط ہے تو پھر اسکا کیا انتظار ہے کہ بدا کے قائلوں کی بات بھی سن لینی چاہئے بلکہ ایسے وقت میں مناسب یوں ہے کہ جیسے آفتاب کا بچشم خود دیکھنے
والا باوجود جاہل ہونیکے بے تامل یوں سمجھ جاتا ہے کہ گھڑی والا ہر چند محاسب اور بڑا ہوشیار ہے اسکے علم میں کچھ شک نہیں لیکن اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ اسکی گھڑی
بگڑی ہوئی ہے یا اسوقت اتفاق سے بمقتضائے بشریت کچھ غلطی ہوگئی ایسے ہی بدا کی غلطی کا سمجھنے والا بھی بے تامل مان اٹھے کہ ہر چند قائلین بدا بڑے بڑے عالم اور فاضل
تھے لیکن تاہم آدمی تھے غلطی کھا گئے نہ اس بات پر انہیں وہ بیان ہوا کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا یعنی اللہ ہمیشہ سے علیم ہے اسکا علم کچھ اب پیدا نہیں ہوتا اور نہ آیت مذکورہ
لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی انکے خیال میں گزری اور نہ حدیث کلینی کا کچھ خیال کیا بلکہ ادب کی بات تو یوں ہے کہ یہ کہیے ان لوگوں کو کلام اللہ تو یاد نہ تھا یہ تو سنیوں کا
کام ہے کلینی بعد میں تصنیف ہوئی معہذا انکا کیا قصور سب جانتے ہیں دروغگو را حافظہ نباشد **اقول** شیعوں سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی شیعہ نے
غلط بات لکھی ہے اور تونے بھی حوالہ کسی عالم کے غلطی کا نہیں دیا ہے ایک شخص مجہول نظام الدین جیلانی کے رسالہ کا تونے حوالہ دیا ہے سو معلوم نہیں کہ وہ شخص نفس الامر میں
تھا یا نہیں یا مولوی عبد العزیز صاحب نے گھڑ لیا ہے اور اگر کوئی تھا بھی تو معلوم نہیں کہ وہ سنی تھا یا شیعہ تھا اسواسطے کہ اسنے اپنی رسالہ میں علمائے شیعہ کا حوالہ جو موجب
تیری تحریر باطل کے دیا ہے وہ غلط ہے اور اگر بالفرض وہ شیعہ ہی تھا تو اس اعتقاد کے اختیار کرنے سے کافر ہو گیا اگر اسکے قول کا حوالہ ہماری مقابلہ میں دیتے ہو تو ہم تم سے
گفتگو کرنے میں مولوی عماد الدین کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ رسول خدا صلعم نے بنا لیا ہے اگر تو سچا ہے تو ہمارا
کسی کتاب کا حوالہ دے جیسے کہ تونے حوالے دیئے ہیں اور ہمارے علماء ہرگز اس بدا کے قائل نہیں ہیں جس میں جہل خدا ہو اور کسی وجہ سے ہم نہیں کہتے ہیں اور کون تجھ سے کہے
عذر کرتا ہے عجب طرحکا نامعقول ہے خود ہی تو ایک سوال ایجاد کرتا ہے اور پھر اسکا جواب دیتا ہے اور اپنی طرف سے ایک عذر پیدا کرکے اسکو بدتر از گناہ کہتا ہے کوئی اس کذاب ناترس
دروغ نویس سے پوچھے کہ کس شیعہ نے یہ عذر کیا ہے شیعوں کا تو یہ مذہب ہی نہیں ہے اور آفتاب اور دھوپ کا جو یہاں ذکر کیا ہے اس مثال کو یہاں کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور ہم بھی
کہتے ہیں کہ بدا لغوی جسکو تو بکتا چلا آتا ہے وہ ہمارے نزدیک بھی غلط ہے لیکن جس بدا کو بعضے علما کہتے ہیں وہ قرآن سے اور احادیث سے دونوں سے ثابت ہے اور وہ بدا وہ ہے کہ جسمیں
خدا کو علم روز ازل سے ہوتا ہے اور شیعوں میں جو کوئی قائل بدا کا ہے وہ یہی کہتا ہے اور جب کسی دھوکا دینے والے دروغگو نے مشہور کیا کہ شیعہ بدا کے قائل ہیں تو البتہ شیعوں سے پوچھنا
چاہئے کہ تمہارے نزدیک بدا سے کیا مراد ہے کیا یہی بدا ہے کہ جسکا بطلان قرآن اور حدیث سے ثابت ہے یا مراد تمہاری اس سے کچھ اور ہے اسوقت شیعہ جواب معقول دنداں شکن
دینگے کہ جس سے اُنپر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا اور دروغگو اور تہمت کرنیوالے تو دنیا میں بہت ہیں اور بڑا کیا چھوٹا بھی عالم شیعوں کا کوئی اس بدا کا قائل نہیں ہے جسکو
تو کہتا ہے تاکہ یہ کہا جائے کہ اس سے غلطی ہوئی اور نہ تونے ہمارے کسی عالم کا بدا کے مقدمہ میں حوالہ دیا ہے ایک نظام الدین جیلانی مفروض کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بھائی عبد القادر
جیلانی کا ہوگا اور حال اسکا ہم کئی مرتبہ لکھ چکے جسکا یہ اعتقاد فاسد ہوگا اسکو البتہ ان دونوں پر اور حدیث کلینی پر نظر نہوگی اور کلام اللہ تو یاد حضرت عمر کو نہ تھا کہ جو [illegible]
کلام اللہ کے مقدمہ میں الزام کھاتے تھے اور رسول خدا صلعم کو کہتے تھے کہ وہ حضرت تو نہیں ہیں اور کلینی بعد میں تصنیف ہوئی ہے تو کیا ہے اسکو بھی عرصہ دراز ہوا اور کلمہ
دروغگو را حافظہ نباشد حضرت عمر کی شان میں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ عذر کہ شیعوں کی دلیلیں معلوم ہونے دیا ہیں یہ عذر بعد کلام اللہ اور حدیث
مذکور جنکے معنوں میں کچھ تاویل نہیں ہو سکتی اور خدا کے علم کے قدیم ہونے پر مثل آفتاب روشن کے گواہی دیتی ہیں عقلا کے نزدیک قابل سماعت نہیں مگر بااینہمہ بپاس خاطر
مولوی عمار علی صاحب معروض ہے کہ منشاء غلطی شیعہ اس قسم کی آیتیں ہیں لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا حاصل یہ کہ خدا نے موت حیات کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تمہیں
آزمائے کہ کونسا تم میں اچھے عمل والا ہے سو اس آیت سے اور ایسے ہی مضمون کی اور آیتوں سے علماء شیعہ کو یوں دھوکا پڑا کہ امتحان اور آزمائش تو وہاں ہوتی ہے جہاں حقیقت الامر
پہلے سے معلوم نہیں ہوتی پھر تیرہ تماشا ہوا کہ ایک جگہ خداوند کریم یوں بھی فرماتے ہیں یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ یعنی اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے
باقی رکھتا ہے اس آیت کے مضمون کو جو پہلے آیت کے مضمون سے ملا کر دیکھا تو علماء شیعہ کو بجائے خود اس بات کا یقین ہو گیا کہ خدا کو پہلے سے تو حقیقت الامر خوب معلوم تھی ہی نہیں
یوں ہی اٹکل اور اندازہ سے ایک بات مقرر کر رکھی تھی سو اس میں جہاں کہیں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے اُسے بدل دیتے ہیں اور یہی معنی بدا کے ہیں **اقول** شیعوں کے
نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے سوای قرآن اور حدیث کے اور جو بدا اُنکے نزدیک ہے وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور جس بدا کو تو قرآن اور حدیث سے باطل کرتا ہے
اُسکے تو وہ معتقد ہی نہیں ہیں بلکہ اُسکے معتقد کو وہ کافر جانتے ہیں اور جو کوئی اُنپر اتہام لگائے اُس بدا کا اُسپر وہ لعنت کرتے ہیں اور علم خدا کو وہ قدیمی ہی
جانتے ہیں اور جو کوئی شیعوں سے دلیل پوچھیگا تو وہ آیات قرآنیہ اور احادیث کو پیش کرینگے لیکن معلوم نہیں کہ وہ عذر کرنیوالا کون ہے اور بپاس خاطر مولوی
عمار علی صاحب تجھے لکھنا چاہئے تھا کہ منشاء غلطی شیعہ اس قسم کی آیتیں ہیں اگر انکی خاطرداری منظور تھی تو لکھنا چاہئے تھا کہ بپاس خاطر مولوی عمار علی صاحب

ہم لعنت کرتے ہیں اُس شخص پر کہ جس نے جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان بتلایا اور جس نے حق علی اور فاطمہ زہرا علیہما السلام کو غصب کیا اور جو شخص کہ فاطمہ علیہا السلام کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور جس نے کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو بے عزت کیا حق کرنے اور کینے پر جس میں کہ مولوی صاحب ممدوح راضی ہوں اور اُنپر جو تو تہمت کرتا ہے غلطی کو تو تہمت کرتے میں پاس خاطر نہوا ایکا عذاب تہام میں تو گرفتار ہوگا اور ای اکذب الکاذبین وہ کونسا شیعہ ہے کہ جو آیت لیبلوکم الخ وغیرہ کو بدا ر باطل کی سند میں لایا ہے کہ اُس سے غلطی ہوئی کیسکا تو نام لکھا ہوتا اری جھوٹے یہ کتابیں شیعوں کی موجود ہیں دیکھ لے کس کتاب میں لکھا ہے یہ تو تمہارا کام ہے کہ آیات متشابہات کے ظاہر معنے پر عمل کرتے ہو اور اسیواسطے فرقہ حنبلیہ خدا تعالی کو مجسم کہتا ہے اور از انجملہ ایک حضرت پیر دستگیر ہیں چنانچہ پہلے اُس سے ہم لکھ چکے اور اس آیت کے معنے تو ہماری تفسیروں میں یہ لکھی ہیں تاکہ معاملہ ازمانیوالوں کا سا کرے تم سے یعنی ہرچند ہم جانتے ہیں کہ جو عمل تم کروگے لیکن تمہاری ساتھ معاملہ آزمانیوالوں کا سا کرتے ہیں تاکہ ظاہر ہوجائے کہ کون تم میں سے عمل نیک کرتا ہے اور یہ کسینے نہیں لکھا ہے کہ تاکہ آزمائیں تمکو کہ اُس آزمانے سے تمہارے اعمال کا علم حاصل ہوجائے جو کہ ہمکو پہلے سے وہ علم حاصل نہیں ہے اور یہ دھوکا کہ امتحان اور آزمائش تو وہاں ہوتی ہے جہاں حقیقت الامر پہلے سے معلوم نہو اہل سنت کو ہوتا ہے کہ وہ سب آیات متشابہات کے ظاہر معنے پر عمل کرتے ہیں اور اسی لیئے آیت يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے خدا تعالی کے واسطے ساق یا ثابت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اُس سے ہم روایات اہل سنت سے لکھ چکے ہیں اور ای اکذب الکاذبین آیت يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ میں کس شیعہ نے یقین کیا ہے اور کس شیعہ نے کہا ہے کہ خدا کو پہلے سے تو حقیقت الامر خوب معلوم تھی ہی نہیں یونہیں اٹکل سے ایک بات مقرر کر رکھی تھی سو اُس میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے تو اُسے بدلا دیتے ہیں شیعہ تو اس بات کے یقین کرنیوالیکو کافر جانتے ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی ہمت کرکے ایسے اعتقاد کو اُنکی طرف منسوب کرے تو اُسپر خدا تعالی خود لعنت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ اور شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالی ازل سے ابد تک ہر جزئی اور کلی کا عالم ہے اور کوئی شی اُسکے علم سے باہر نہیں ہے اور بعضے شیعہ جو بدا کے قائل ہیں اُنکی مراد بدا سے یہ نہیں ہے کہ جو تو لکھتا ہے یہ تو تیری نزدیک یا تیرے بھائی نظام الدین جیلانی کے نزدیک ہوگا جو کہ ایک آدمی بدمذہب کا نام فرض کرکے تو نے لکھا ہے اور جو شیعہ کہ بدا کے قائل ہیں وہ بدا کو اسی آیت سے ثابت کرتے ہیں لیکن نہیں کہتے ہیں کہ خدا کو حقیقت الامر پہلے سے معلوم نہتی بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی پہلے سے جانتا تھا کہ ہم فلانے وقت فلانی چیز کو مٹاوینگے اور اُسکے بدلے فلانی چیز ثابت کرینگے کہ اُسوقت مصلحت یہی ہوگی اور بدا اُسکو اسوسطے کہتے ہیں کہ وہ اُسوقت ظاہر ہوا ہے اور پہلے وہ ظاہر نتھی اور بدا کے معنی ظاہر ہونیکے ہیں اور پہلے سے تو خدا اُسکو اسطرح سے جانتا تھا کہ فلانے وقت وہ ظاہر ہوگی اور جب ظاہر ہوئی تو جانا کہ اب ظاہر ہوئی ہے اور تو ظاہر کو معنی علم سمجھتا ہے اور شیعوں کی سیکڑوں کتابیں ہندوستان میں موجود ہیں لیکن کسی کتاب کا حوالا تو نے نہیں دیا کہ اُسمیں یہ لکھا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ اگر جھوٹ نہ لکھیں اور شیعوں پر اتہام نکریں تو شیعوں پر کیونکر غالب ہوں کہ اُنکا مذہب ایسا صاف ہے کہ اُسپر اعتراض ہی نہیں ہوسکتا اور حفاظت اہل سنت کے مذہب کی جھوٹ ہی سے ہے اگر جھوٹ نہ بولیں تو حفاظت اپنے مذہب کی شیعوں سے کیونکر کریں **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اسوجہ سے شیعوں کے نزدیک عقیدہ بدا مستحکم ہوگیا اور یہ غلطی جو اول کسیکو بوجہ کوتاہی عقل پڑی تھی خوب مضبوط ہوگئی اور کیوں نہو بے استاد ہمیشہ خراب رہتا ہے اگر ماہران کلام اللہ کی کفش برداری اختیار کرتے تو اس آیت کے معنوں میں ایسے کیوں بہکتے مگر یہ فرقہ تو ایسا بے نصیب ہے کہ کلام اللہ کے جاننے والوں کے دلی دشمن ہیں جناب من ہر کاری و ہر مردے صحابہ کرام جو رسول اللہ صلعم کے شاگرد تھے کلام کو وہ سمجھتے تھے پھر جو اُنسے مستفید ہوگا وہ کلام اللہ کو سمجھیگا یا شیعہ سمجھیں گے **اقول** شیعوں میں سے کسی کا یہ اعتقاد بدا کے مقدمہ میں نہیں ہے جو کہ تو کہتا ہے وہ تو خدا تعالی کو ازل سے ابد تک ہر چیز کا عالم جانتے ہیں اور وہ قائل اُس بدا کے ہیں جس میں خدا کا جہل لازم آئے چنانچہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ان اللّٰہ یبدا لہ من جہل اور فرمایا کہ ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدا لہ اور اسی کا اعتقاد اُنکو مضبوط اور مستحکم ہوگیا ہے نہ اُس بدا کا اعتقاد کہ جسکی تہمت تو شیعوں پر کرتا ہے اور ایسا بدا تیرے مذہب میں بھی آیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے اور بے استادے شیعہ نہیں ہیں بلکہ اُنکا استاد بڑا زبردست ہے کہ جو ماہر علم شرع تھا کہ جو کہتا تھا سلونی قبل ان تفقدونی اور کہتا تھا کہ میں کلام اللہ کی ہر آیت کو جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی اور تیرے ثلاثہ اُسکی طرف رجوع کرتے تھے اور اُنکے حق میں رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا اقضاکم علی اب دیکھ تو شیعہ کیسے ماہران کلام اللہ کی کفش برداری کرتے ہیں اور بے استادی اہل سنت ہیں کہ ایسے ماہروں کا ترک کرکے جہلا کی پیروی کرتے ہیں کہ جو خود اپنی جہالت کا اقرار کرتے ہیں اور وقت پوچھنے معنی آیت کے کہتے ہیں کہ میں کیا جانوں کہتا ہوں اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور بعضے لولا علی لہلک عمر کہتے کہتے مرگئے اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور تیمم کو جائز نہیں جانتے تھے اور اگر دشمنی بھی شیعوں کو ہے تو ان جہلا ہی سے ہے نہ ماہران معانی کلام اللہ سے اور سچ ہے ہر کارے و ہر مردے کہ جاننا کلام اللہ کا کام ہر مرد کا نہ تھا جو کہ جاننے والے تھے وہ ہی جانتے تھے جنکو کہ شاگردی رسولخدا صلعم سے حاصل تھی نہ ہر صحابی اور جو کہ کلام اللہ کے جاننے والے اور شاگرد رسولخدا صلعم کی تھے اُنسے ہی شیعہ مستفید ہوتے ہیں نہ اُنکے غیر سے اور تم جہلا کی طرف رجوع کرتے ہو اسیواسطے گمراہ ہو اور ہمارا رجوع کرنا

کلام اللہ کے جاننے والوں کی طرف کتب اہل سنت سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم کلام اللہ کے ذکر میں مفصل لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** اگر آیت لیبلوکم سے
یہ بات نکالی ہے کہ خدا کو پہلی کسی چیز کے پیدا ہونے کی علم اسکا نہیں ہوتا ہے تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسوقت تو ضرور یہی ہو جاتا ہے چنانچہ اول تو شیعہ اسکے قائل ہی ہیں
معہذا کلام اللہ میں بیسیوں جگہ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ موجود ہے یعنی خداوند کریم جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے پہلے پیدا ہونے سے تو ہمنے مانا نہیں دیکھتا تھا لیکن یہ تو فرمایئے
کہ بعد پیدا ہونے کے بھی کیا کچھ اسمیں تامل باقی ہے نور آفتاب کا خدا محتاج نہیں شمع چراغ کی اسکو ضرورت نہیں آگے پیچھے ہونا اسکے نزدیک سب یکساں ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے اِنَّ
اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ یعنی اللہ ہر چیز کو محیط ہے القصہ بعد وجود اشیاء کے انکے منکشف ہونے میں کچھ شک نہیں رہا پھر باینہمہ بھول جانے کا اندیشہ نہیں کیونکہ سورۂ طٰہٰ میں لا ینسی موجود ہے
یعنی خدا بھولتا نہیں پھر کیا ضرورت ہوئی کہ کرام کاتبین مقرر کئے گئے اور حساب کتاب قیامت کو ہونا ضرور پڑا اور نامۂ اعمال اور صحیفہ ہائے کردار بنی آدم لکھے گئے جو علماء شیعہ اسکا
جواب دینگے وہی ہماری طرف سے نوازش فرما کر قبول فرمالیں اگر یوں جواب دیں کہ ہر چند خداوند عالم الغیب کو ہر ایک چھپی بڑی چھوٹی چیز کی خبر ہے لیکن شوکت و عظمت و حکمت
خداوندی کے مناسب یہی ہے کہ یہ سارا کارخانہ برپا ہو تو ہمیں تسلیم ہے یہی جواب ہمارا ہے **اقول** کون کافر یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے ان اشیاء کا علم
نہیں ہوتا ہے اور کس کافر کا یہ اعتقاد ہے کہ اسکو آیت لیبلوکم سے نکالا ہے ایسے کاذب مفتری کسی شیعہ کا نام لکھا ہوتا یا کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا اگر تو نظام الدین جیلانی کو کہتا ہے
تو اس نام کا تو شیعوں میں کوئی عالم معتبر نہیں ہے اور ہمنے فرض کیا کہ کوئی نظام الدین ہوگا تو اسکا یہ مذہب شاید ہو لیکن شیعوں کا تو مذہب نہیں ہے تو سب شیعوں کو کسواسطے
کہتا ہے شیعہ تو ایسے مذہب پر لعنت کرتے ہیں اور شیعوں کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ ازل سے ابد تک تمام کلیات و جزئیات کو جانتا ہے اور اسی طرح سب اشیاء کو دیکھتا بھی ہے اور نہ اسکے
نزدیک خدا کچھ بھولتا ہے اور کرام کاتبین واسطے لکھنے نامۂ اعمال کے اسواسطے مقرر نہیں کئے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا کو سہو و نسیان ہوتا تھا بلکہ کرام کاتبین کے مقرر کرنے کی بھی ایک مصلحت
اور وجہ اسکی کتب کلامیہ میں لکھی ہوئی ہے دیکھ لے یہاں اسکے ذکر سے کیا تعلق ہے اپنی طرف سے تو ایک بات لکھتا ہے اور خود ہی شیعوں کی طرف سے جواب تجویز کرتا ہے اور آیت لیبلوکم خود تیرے
دل میں کھٹکتی ہے اور تجھکو اسکے معنی میں تردد ہوا ہے اور اسکے معنی تیری سمجھ میں آئے نہیں ہیں اسواسطے تو اپنے دل سے جبر کر کے کہتا ہے کہ شیعہ اس آیت سے نکالتے ہیں خدا کا عالم نہ ہونا پیدا ہونے
سے پہلے اور شیعہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں شیعوں کو تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے تیرے ہی دل میں بات کھٹکتی ہے اور شیعہ تو معنی اس آیت کے بہت صحیح کرتے ہیں کہ جس میں کسی طرح کا خلجان نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری اور اگر شیعوں کو نسبت نامہائے اعمال اور حساب کتاب و ہاتھ پاؤں کی گواہی کے جو قیامت میں ہوگی یہ عذر ہے کہ یہ سب تعلیم بنی آدم کے لئے ہے تو ہم بھی یہی
کہتے ہیں کہ یہ امتحان خداوندی بھی تعلیم بنی آدم کے لئے ہے **اقول** شیعوں کو یہ عذر نہیں ہے تو اپنی طرف سے جو کچھ چاہتا ہے تجویز کرتا ہے حساب و کتاب مقرر کرنے میں بھی ایک مصلحت
اسکی ہے کہ کسیکو عذر باقی نہ رہے اور جو کچھ وہ مقرر کرے سب حق ہے اور یہ امتحان کہ تابعداری امتحان حقیقی نہیں ہے اسواسطے کہ امتحان میں تو اعلان کر یہ و البلوا بعد امتحان کے علم حاصل ہوتا
ہے اور خدا تعالیٰ پہلے ہی سے عالم ہے اسکا جو کچھ کہ بعد امتحان کے ظاہر ہوگا سو ہاں اسمیں یہ کہے خدا کہتا ہے کہ ہر چند خدا کو اسکا علم تو ہے کہ جو کچھ تم کروگے لیکن مثل معاملہ آزمانیوالوں کے
کرتا ہے تاکہ لوگوں پر تمہارا حال ظاہر ہو جائے کہ جو کچھ تم کروگے **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو ہاتھ پاؤں کی گواہی اور حساب کتاب اور وزن اعمال میں شک ہو تو یہ
کلام اللہ کی آیتیں موجود ہیں آیت یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ جس کا یہ حاصل ہے کہ فلانی لوگوں کو سخت عذاب ہوگا جس روز انکی زبان
پاؤں انپر گواہی دینگے اور آیت قَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ یعنی قیامت کو جب کفار کے کان آنکھیں کھالیں انکی کرتوت کی گواہی دینگی تو وہ انکو ملامت کرینگے
سو اسکا بیان ہے کہ کہینگے کفار اپنی کھالوں کو کہ تم کیوں ہمارے حق میں بری گواہی دی تو وہ کہینگی کہ جس خدا نے سب کو بلایا تھا اور بولنا سکھایا تھا اسی نے ہمیں بھی بلا دیا اور سوائے اسکے
بہت سی آیتیں وزن اعمال پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ یعنی تول اس دن ٹھیک ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ حاصل اسکا یہ ہے کہ رکھینگے
ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ حاصل اسکا یہ ہے کہ جسکی اعمال تولت میں بھاری ہونگی انکے اچھے گزران ہونگے ایسے ہی حساب کے
مقدمہ میں کثرت سے آیتیں وارد ہیں منجملہ ایک لکھے دیتا ہوں إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ یعنی اگر ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ خدا حساب
ضرور لیگا وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ یعنی جو کوئی منکر ہوگا اللہ کے حکموں کا تو اللہ حساب شتاب لینے والا ہے الغرض ان باتوں سے انکار نہیں ہو سکتا
اور نہیں کسی نے کیا کام امامیہ و اثنا عشریہ سے غرض تھی سو وہ منکر ہی نہیں اہل سنت اور وہ دونوں ان باتوں کی ایمان میں متفق ہیں یہ معہذا سمجھتے تو یوں بھی یہی
الحاصل جو کچھ شیعہ تجویز فرمائیں ہیں کچھ دریغ نہیں اگر وہ یوں کہیں کہ بنی آدم کی حجت ختم کرنے کے لئے حساب کتاب وغیرہ ہے ورنہ کچھ حاجت نہ تھی تو ہماری طرف سے بھی یہی
جواب معروض خدمت ہے بلکہ اسکے ساتھ منت شکرانہ ہم سے لیں کہ ہمیں ان آیات کے معنی کی تحقیق میں تخفیف ہاتھ آئی الغرض بہرحال چشم ما روشن دل ما شاد صلاح
ما ہمہ آنست کہ آں صلاح شماست **اقول** عبث تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور تطویل لاطائل سے تیرا جی نہیں گھبراتا ہے بھلا ان باتوں کی تحریر سے یہاں کیا حاصل ہے

اور وہ کونسا مسلمان ہے جو منکر امور مذکورہ کا ہے اور جسواسطے خدا تعالیٰ نے حساب و کتاب مقرر کیا ہے اُسکی وجہ بھی ظاہر ہے لیکن تیرے واسطے ان امور کی تحریر سے کچھ فائدہ نہیں ہے تو عبث لکھتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور کسی مثال سے سمجھانا مد نظر ہے تو ایسی مثال لیجئے جیسے مولوی عمار علی صاحب ان جائیں آلم کا پہلا سیپارہ تو شیعوں کو غالباً یاد ہو نہیں . . . تو وہ بیت یاد کے ہوگا کیونکہ اکثر دستمال اطفال رہتا ہے چہ جائیکہ بڑے بوڑھے عالم فاضل سو پہلے سیپارہ میں رکوع واذ قال ربک میں کچھ یہہ بیان ہے کہ جناب باری تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم کے زمانہ میں خلیفہ بنانے کی خبر دی تو فرشتوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ آدم کو اور آدم کی اولاد کو خلیفہ بناتے ہیں جو زمین میں فساد کریں اور خونریزیاں مچائیں حالانکہ ہم اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں آپ کی تسبیح ہم کرتے ہیں آپکی تقدیس میں ہم مشغول رہتے ہیں تو اسکے جواب میں سر دست تو جناب باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے مگر اُنکی حجت قطع کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام یا حقیقت تعلیم فرماکر پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے نام یا حقیقت دریافت کی اور فرمایا کہ اگر تم دعوی استحقاق میں سچے ہو تو ہمارے سوال کا جواب دو چونکہ فرشتوں کو معلوم نہ تھی تو اُنہیں بجز یوں کہے نہ بن پڑی سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ حاصل اسکا یہ ہے کہ الٰہی تو پاک ہے ہمیں تو جتنا تو نے بتلا دیا اُسکے سوا اور کچھ معلوم نہیں تو ہی اسرار کا جاننے والا اور حکمتوں والا ہے جب آپ نے نہ بتلایا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تو انہیں ان چیزوں کے نام بتلادے جب حضرت آدم علیہ السلام نے اُنکے نام بتلادیے تو خداوند کریم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں آسمان زمین کی سب ڈھکی چھپی باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو وہ سب مجھے معلوم ہیں **اقول** تمہاری مثال کو سمجھنے کا کوئی محتاج نہیں ہے معلوم نہیں تم کیا بکتے ہو اور بڑبڑاتے ہو اور جو تم کہتے ہو وہ مطلب ہی یہاں نہیں ہے چنانچہ ہم کبھی مرتبہ لکھ چکے اور جو کچھ کلام اللہ سے مراد ہے وہ شیعوں ہی کے پاس ہے نہ تمہارے پاس اور باقی رہا قرآن کے لفظوں کا یاد کرنا سو اس سے تمہارے ملا تو ہی محروم تھے اور عورتوں سے الزام اٹھاتے تھے حضرت عمر بارہ برس میں سورہ بقر یاد ہوا تھا دیکھ لے اپنی کتابوں کو اُن میں لکھا ہے یا نہیں سو یاد تو ملا کو نہیں ہوتا تھا اور کہتا ہے تو شیعوں کو اور اگر شیعوں سے تجھے حفظ سننا منظور ہے تو بہتیروں میں چلا آ **قال الشیخ الاشعری** ہائے خدا علمائے شیعہ اس قصہ میں غور فرمائیں یہ امتحان فرشتوں اور حضرت آدم کا جو لیا تو کیا اسلئے لیا تھا کہ اپنے آپکو حقیقۃ الامر معلوم ہو جاے یا فرشتوں کی حجت قطع کرنے کے لیے درصورتیکہ حضرت آدم کو پہلے سے اپنے سوال کا جواب بتلا چکے ہوں اور فرشتوں کو نہ بتلایا ہو تو کسی نادان کو بھی یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جناب باری تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ کون استحقاق رکھتا ہے کون نہیں سو جیسے یہ امتحان فقط فرشتوں کی حجت قطع کرنے کے لئے اور اُنکے اعتراض کو اپنے ذمہ سے اُٹھا دینے کے لیے تھا ایسے ہی یہ امتحان جو لیبلوکم یا اور اسی مضمون کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے تو فقط اسی لئے کہ بنی آدم بوجہ حسد ایک دوسرے کے رتبہ بڑھانے پر خدا کے ذمہ ناانصافی کی تہمت لگانے لگیں اور انکو گنجائش گفت و شنود اور بجا اعتراض و انکار جو انکی جبلت میں رکھی ہوئی ہے باقی نہ رہے اور واقعی اس حکم احکام کے قصد اور رسولوں اور انبیاؤں کی بھیجنے کے سلسلہ کی وجہ اور حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب ملائکہ یا انبیاء عصمت اور فرمانبرداری کہ آیت لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ سے جسکا حاصل یہ ہے کہ فرشتے خدا کے نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں ثابت ہوتی ہے خدا کی بات میں دخل دے بیٹھے اور بوجہ حسد بنی آدم اعتراض لگا ہی بیٹھے ہیں آدم تو بنی آدم ہیں پھر باوجود یکہ گناہوں سے انکا خمیر ہے انکی شان میں تعریف بھی آئی ہے وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا یعنی انسان میں زیادہ جھگڑالو ہے پھر اگر خداوند کریم موافق اپنی علم ازلی کے رسول اللہ صلعم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جنت میں اور ابو جہل اور فرعون کو دوزخ میں داخل کر دیتا تو فرعون اور ابو جہل کا ہمکو ٹھنڈے جو ملے مبتنی اعتراض پر اعتراض کئے جاتے اور اپنی استحقاق جنت کے دعوی کیا کیا کچھ نہ کرتے اسی لئے خداوند کریم علیم حکیم نے کلام اللہ میں اکثر موقع ہیں وجہ اس سلسلہ ہدایت کے یہی بیان فرمائی ہے تسکین خاطر ناظرین کے لئے ایک گزارش کرتا ہوں وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ حاصل اسکا یہ ہے چلو بہتر بات پر جو تمپر نازل کی گئی تمہاری رب کی طرف سے پہلے اس سے کہ پہنچے تمپر عذاب اچانک اور تمکو خبر نہو کہیں کہنے لگے کوئی جان ہائے افسوس میں نے قصور کیا اللہ کے مقدمہ میں اور میں ہنستا ہی رہا یا کوئی کہنے لگے اللہ مجھکو راہ بتاتا تو میں متقی ہوتا یا کوئی کہنے لگے جب دیکھے عذاب کسیطرح مجھکو پھر جانا ملے تو میں نیکی والوں میں سے ہو جاؤں کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے انکو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو کافروں میں سے تھا یہاں تک ترجمہ تھا اب اس آیت کو مطالعہ کرنیوالے فرمائیں کہ یہ جو حکم ہوا کہ خدا نے تمہاری طرف عمدہ بات نازل کی ہے اسکا اتباع کرو اور اُسپر چلو خدا نے اسکی کیا وجہ فرمائی ہے بجز اسکے اور بھی کچھ ہے کہ یہ اندیشہ تھا کہ کوئی یوں کہنے لگے کہ خدا اگر مجھے راہ بتلاتا تو میں متقی پرہیزگار ہوتا اور یہ اندیشہ جب ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے پہلے تجویز کر رکھا ہو کہ اسکو دوزخ میں پہنچائینگے اسکو جنت میں سو اسی تجویز کے موافق اگر کار بند ہوتے اور جسکو برا بھلا جیسا سمجھ رکھا تھا اُسکے مناسب ہی جگہ دیتے تو بیشک دوزخی بھی اپنا استحقاق جتاتے اور دعوی

اپنی بھلائی کا کرکے کہتے کہ ہمارا امتحان کیوں نہ لیا ہمکو راہ دکھایا ہوتا ہم بیشک متقی اور پرہیزگار نکلتے مِنْهُ اَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ فرمایا اور کفرت نہ فرمایا عربیت میں جو مہارت
کما ینبغی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر کفرت فرماتے تو یہ معنی ہوتے کہ جب آیات آئیں ور تم انکا انکار کیا تب کافر ہوگیا پہلے سے نتھا اور اب یہ معنی ہیں کہ ازل سے تیرا جیسا کافر ہو
اور تکبر اموں میں لکھا تو تھا سو تو موافق اس لکھے ہوئے کے نکلا باوجودیکہ ہماری آیات تیرے پاس آئیں پھر تونے اُنہیں نہ مانا اور اُلٹا غرور کیا ایسے ہی سورۂ اعراف میں ہے اَنْ
تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ یعنی عہد الست جو لیا گیا تھا فقط اسی لئے کہ تم عذاب کے وقت یوں کہنے لگو کہ ہمیں تو اسکی خبر ہی نہیں الغرض جو کچھ صورت حال
بنی آدم سے جیسا کچھ مذکور ہوا اعتراض اور جھگڑا اٹھ سکتا تھا جناب باریتعالی نے اعمال مقرر کردیا تاکہ اُنکی حجت منقطع ہوجائے اور کل کو غل نہ مچائیں۔ زنا انصافی کی تہمت لگائیں اسی لئے
اُن کے سنانے کو فرماتے ہیں لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ حاصل یہ نکلا کہ اگر تمکو ہماری بدگمانی ہو اور یوں
سمجھتے ہو کہ خدا کو کیا معلوم کون اچھا ہے کون بُرا ہے آزما کے دیکھا ہوتا تو ہوتا جو اچھے بُرے کا فرق معلوم ہوتا ورنہ فقط اٹکل سے بُرا بھلا سمجھ لیا اور پھر اُسکے موافق دوزخ جنت میں داخل کرنا
کار انصاف نہیں تو اب ہم بھی امتحان ہی لیں گے تاکہ معلوم تو ہو کہ کون بھلا ہے کون بُرا ہے کون مجاہد ہے کون صابر ہے غرض یہ امتحان قطع حجت بنی آدم کے لیے ہے خداوند علیم کو تحصیل
مدنظر نہیں چنانچہ دوسری آیت میں جو لفظ اخبارکم ہے وہ بھی باواز بلند اسبات پر شاہد ہے کہ خداوند علیم پہلے ہی سے بیخبر نہیں اچھے بُرے نیک بد کے حال سے خبردار ہے کیونکہ اس صورت میں حاصل
اس آیت کا یہ ہے کہ ہمکو جو تمہاری حقیقتوں کی خبر ہے اور تمکو اسمیں شک ہے اور ہم بھی اُسے جانچے ہی گے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ خدا کو پہلے سے ہر چیز کی خبر ہے پہلے اور پیچھے کو جانتا ہے

اقول ارے اکذب الکاذبین یہ کون شیعہ کہتا ہے کہ خدا تعالے نے امتحان فرشتوں کا اور حضرت آدم کا لیا تو اسواسطے لیا کہ اُسکو حقیقت الامر معلوم نتھی شیعہ تو ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے
ہیں اور اُسپر لعنت کرتے ہیں اور جھوٹے اور مفتری پر تو خدا تعالی خود لعنت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور حقیقت الامر معلوم نہونے کی جہت سے جو خدا تعالی نے امتحان
لیا تو یہ اہل سنت کے نزدیک ہوگا نہ شیعوں کے نزدیک شیعوں کا تو یہ مسئلہ ازل سے ابد تک عالم ہر امر کا جانتے ہیں اور جس امر کا وہ امتحان لیتا ہے خواہ فرشتوں سے خواہ آدمیوں سے اُسکی حقیقت کو وہ پہلے ہی سے
جانتا ہے کہ یوں ہوگا اور جسقدر آیتیں کہ امتحان کے لینے کی پیش ہوں گے نزدیک انکا یہی مطلب ہے کہ خدا تعالی جس چیز کا امتحان لیتا ہے اُسکو پہلے ہی سے جانتا ہے اور امتحان علم کے حاصل
ہونے کے واسطے نہیں لیتا ہے کہ علم تو ہر چیز کا اُسکو روز ازل سے ہے بلکہ اُنکی حجت کے قطع کرنے کے واسطے کہ تاکہ وہ کچھ عذر کریں تو کل کو کہنے کی جگہ ہو کہ ہم نے تمہاری ہدایت کے واسطے آیتیں
اور انبیاء بھیجے تمنے انکا انکار کیا اور اگر امتحان میں اچھا نکلا تو اسکے واسطے مدارج عالیہ بہشت میں موجود ہیں موافق اپنے اپنے عمل کے کسیکو زیادہ اور کسیکو کم اور امتحان لینا خدا کا
حق ہے اسواسطے کہ امتحان کی وجہ سے جو علم کہ اسکو حاصل تھا امتحان کرنے سے اُسکو حاصل کرے اگر یہ سبب ہوگا تو اہل سنت کا ہوگا کہ امتحان کرنے سے علم حاصل کرے شیعوں کا یہ مذہب
نہیں ہے سارے قول کا اسکے جواب ہوگیا جو کچھ کہ اس نے فضول اور لاطائل لکھا تھا **قال الشیخ الاشعری** ایسا نہیں ہے جیسا امامیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہے
خدا کو جبھی خبر ہوتی ہے چنانچہ ملا نظام الدین جیلانی کے حوالہ سے اوپر گزر چکا لیکن بنی آدم کی حجت قطع کرنیکے لیے یہ بکھیڑا کیا جیسے فرشتوں کے ساکت کرنیکے لیے سوال وجواب مذکور کی
نوبت پہنچائی ورنہ خداوند کریم پہلے ہی جانتا تھا کہ حضرت آدم خلافت کے لائق ہیں فرشتوں میں وہ بات نہیں جو آدم میں ہے ایسے ہی ازل سے جنتیوں کا جنت کے لائق ہونا اور دوزخیوں کا دوزخ کے لائق ہونا خداوند کریم اسطرح
جانتا تھا جسطرح ہم ہم لکڑیوں کا چولھے کے لائق ہونا اور روئی کا لحاف کے قابل ہونا سمجھتے ہیں اگر خداوند کریم علم ازلی کے موافق جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا دیتا تو کچھ ظلم نہ تھا لیکن
بنی آدم کا جھگڑا اُٹھنے بند تھا فرشتوں نے تو کیا انکار کیا جو یہ کرتے اسلئے بیچارے کا خیال کر کے امتحان مقرر کیا **اقول** امامیہ ہرگز یہ نہیں کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز پیدا ہوتی ہے
جبھی خدا کو خبر ہوتی ہے تو جھوٹ لکھتا ہے امامیہ تو ایسے شخص کو جو کہ یہ اعتقاد رکھے کافر جانتے ہیں اور امامیہ کا تو یہ مذہب ہے کہ خدا تعالی روز ازل سے ہر چیز کا عالم ہے اور نظام الدین جیلانی کا
جو تو حوالہ دیتا ہے اُسکا جواب کئی مرتبہ ہم دے چکے کہ شیعوں میں اس نام کا ملا کوئی شخص نہیں ہے اور اگر کوئی کٹھ ملا ہوگا تو ایسا اعتقاد کرنے سے کافر ہوگیا جیسے کہ تو سات
ختم المرسلین کہنے سے علماء مکہ معظمہ کے نزدیک مرتد ہوگیا اور اگر اس نے کوئی روایت بھی شیعوں کی کتب احادیث میں سے لکھی ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے شیعوں کے اعتقاد کو دیکھنا چاہیے
اہل سنت کی کتب صحاح میں جناب رسولخدا صلعم سے ایسی روایتیں نقل کی ہیں کہ جن سے خدا تعالی کے مجسم ہونے پر دلالت پائی جاتی ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم بہت نقل کر چکے اور اکثر علماء کا
مذہب بھی خدا تعالے کے مجسم ہونیکا ہے اور اب جو اہل سنت سے پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم ایسے کا بیکو ہیں چنانچہ انکی احادیث میں بانی کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو جوان امرد
کی صورت میں دیکھا اور بیہقی نے رسالہ کتاب الاسماء والصفات میں محدثین کے نزدیک خدا تعالی کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر نازل ہونا تحریر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ آسمان دنیا پر
خدا تعالی نزول اجلال فرماتا ہے اور جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں تصریح کی ہے کہ اکثر مجسمہ فرقہ محدثین ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ والمجسمة الظاهريون المتعولون بظواهر
الكتاب والسنة واكثرهم المحدثون اور ابن جوزی نے تو تمام محدثین کو مشبہ میں سے لکھا ہے تلبیس ابلیس میں جب محدثین کا یہ حال ہے تو انکی روایات کا کیا اعتبار
اور مدار اہل سنت کے مذہب کا انکی روایات ہی پر ہے اور تمہارا ایک شخص مجہول نظام الدین جیلانی کا حوالہ ہے کہ جسکو کوئی نہیں جانتا ہے کہ وہ کون تھا تو اعتراض کرتا ہے اپنے محدثین اور علماء کی خبر نہیں لیتا

قال الشیخ الاشعری اب بفضلہ تعالیٰ وہ دعوےٰ کا جو بوجہ آیات امتحان علمائے شیعہ کو واقع ہوا تھا مرتفع ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ کلام اللہ یوں سمجھا کرتے ہیں نہ یہ کہ ایک آیت پر تو رہ گئے اور جو کچھ فی الفور سمجھ میں آ گیا اُسپر جم گئے اور یہ نہ دیکھا کہ اور آیات سے ملکر اس آیت کے کیا معنی ہوتے ہیں اگر یہی تفسیر دانی ہے تو ہم جانتے ہیں کہ علمائے شیعہ کل کو وَنَادَیٰ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابَ النَّارِ اور وَنَادَیٰ اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ اور وَنَادَیٰ اَصْحَابُ النَّارِ وغیرہا اس قسم کی آیات کے معنوں میں فرمانے لگیں گے کہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں اسلئے کہ قطع نظر ان آیات کے اور احادیث کے جنسے قیامت کا آئندہ کو ہونا ثابت ہوتا ہے سر دست ان آیات کے یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ یہ باتیں سب ایام گزشتہ کے افسانہ ہیں کیونکہ نادیٰ ماضی کا صیغہ ہے جب تلک یوں نہ کہیں کہ جو چیز ہونیوالی ہے اور اُسکے ہونے میں کچھ شک نہیں تو اُسے عرف میں یونہی کہا کرتے ہیں کہ ہو ہی چکی چنانچہ جو شخص لب مرگ ہوتا ہے اُسکو کہا کرتے ہیں اسمیں کیا رہا ہے مر ہی چکا ہے جب تلک ان آیات کے معنی اور آیات کے موافق نہونگے ادنے سے ادنے عربی خواں بھی یوں جانتا ہے کہ باعتبار لغت کے وَنَادَیٰ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَصْحَابَ النَّارِ کے یہ معنی ہیں کہ ندا کی جنتیوں نے دوزخیوں کو اب تلک دوزخ اور جنت میں۔ گیا ہے کون ہے جو یہ سوال اور جواب سننے ہو گی البتہ یہ سب سرگزشتیں بروز قیامت ظہور میں آئینگی چنانچہ سیاق اور سباق سے ظاہر ہے اور نیز امامیہ اور اثنا عشریہ بھی یہی فرماتے ہیں **اقول** اے دروغگو جھوٹوں کے بادشاہ علمائے شیعہ کو آیات امتحان سے ہرگز دھوکا نہیں ہوا ہے تو سراپا کاذب اور مفتری ہے اور اگر تو راست گو ہوتا تو کسی امامیہ کا حوالہ دیتا کہ فلانے نے اس آیت سے دھوکا کھا کر لکھا ہے ابتدا سے تو برابر جھوٹ لکھتا چلا آتا ہے اور سچ ہے اگر تو جھوٹ نہ لکھے تو امامیہ پر کیونکر غالب ہو امامیہ کے مذہب میں تو گرفت کی بات ہی کوئی نہیں ہے جیسے کہ مذہب اہلسنت کا عیبوں سے بھرا ہوا ہے وہ صدہا اعتراض شیعوں کی اُنکے مذہب پر وارد ہوتے ہیں اور کلام اللہ کا سمجھنا تم کیا جانو کہ تمہاری پیر و مرشد تو کلام اللہ کے معنی میں غلطیاں کیا کرتے تھے اور دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور شیعوں پر جو کہ ماہران مضامین قرآن سے اخذ کرتے ہیں نہ سمجھنے کی تہمت کرتے ہو اور نادیٰ اصحاب الجنة اصحاب النار جو قرآن شریف میں ہے تیرے ہی نزدیک قصص گزشتہ ہونگے نہ شیعوں کے نزدیک اور شیعوں کی نزدیک تو یہ ہے کہ جس امر کے ہونیکا یقین ہوتا ہے اُسکو بلفظ ماضی بیان کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک تو قیامت کا ہونا حق ہے اسواسطے بلفظ ماضی اُسکے بیان کرنیکو بھی حق جانتے ہیں لیکن تیرے دل میں قیامت کے ہونے میں تردد معلوم ہوتا ہے اسواسطے تو ایسی باتیں تراشتا ہے **قال الشیخ الاشعری** سو جیسے ان الفاظ کو بقرینہ دیگر آیات اپنے معنی حقیقی یعنی زمانہ ماضی سے پھیر کر معنی مجازی یعنی زمانہ مستقبل مراد لیتے ہیں ایسی ہی اگر لنبلوکم وغیرہ کلمات کو جو زمانہ مستقبل پر دلالت کرتے اُن آیات کے قرینہ سے جنسے خداوند علیم کے علم کا قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے اپنے معنی اصلی یعنی زمانہ مستقبل سے پھیر کر زمانہ ماضی مراد لیں تو کیا گناہ ہے اور تصحیح مجاز کی وجہ درکار ہو تو سنیئے جیسے امور آیندہ میں سے اُن امور کو جن کا آیندہ کو واقع ہونا یقینی ہوتا ہے بایں وجہ کہ اُنکا تحقق ضرور ہے اور یقینی ہے الفاظ ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں ایسے ہی امور گزشتہ میں سے اُن امور کو جنکا تحقق اور وقوع اور اُنکا وجود ایک نوع سے مخفی ہو اور باایں ہمہ اُنکا اثر بھی ہنوز ظاہر نہوا ہو تو بایں لحاظ کہ ایسے امور کا ہونا نہونا اکثر اثر کے ہونے نہونے سے معلوم ہوتا ہے الفاظ مستقبل سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں مثال کی ضرورت ہو تو سنیئے کہ اگر کوئی بیمار بوجہ امتداد مرض اور شدت بیماری صاحب فراش ہو جائے یعنی چارپائی کا سوار بن جائے اور پھر شافی مطلق اُس بیمار کو ایکدفعہ ہی شفا عطا فرمائے تو ظاہر ہے کہ وہ طاقت رفتہ مرض کی جاتے ہی نہ آجائیگی بلکہ آئیگی تو رفتہ رفتہ آئیگی سو اگر بمجرد زوال مرض عطار وغیرہ قرضخواہ آکر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگیں تو وہ مرد ضعیف و نقیہ اگر مفلس ہوتا ہے تو باوجود اطلاع اس امر کے کہ میرا مرض زائل ہو گیا اور میں اچھا ہو گیا اکثر یہی جواب دیتا ہے کہ میں اچھا ہو جاؤں تو کہیں سے فکر کے آپکا حق پہنچاؤں یا فرض کرو بیمار کو تو زوال مرض کی اطلاع نہو چنانچہ اکثر ہوتا ہے پر طبیب کامل آثار و دلائل سے اُسکی صحت سے مطلع ہو کر خواستگار انعام ہو اور بیمار بسبب بقاء آثار مرض مثل نقاہت وغیرہ کے اعطاء انعام میں متردد ہو تو طبیب اکثر کہا کرتے ہیں کہ اچھا جب تم اچھے ہو جاؤ گے جبھی دینا سو جیسے طبیب یا مریض مذکور بایں لحاظ کہ ابتک ظہور اثر صحت کچھ نہیں ہوا یعنی طاقت نہیں آئی تو صحت کو جو واقع ہو چکی بمنزلہ غیر واقع سمجھکر صیغہ استقبال سے تعبیر کرتا ہے **اقول** کیا فریب اور مکر کی گفتگو کرتا ہے یہ شیخ اگر کوئی جانے کہ شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے اُنکو اس طرح سے سمجھانا چاہیئے لیکن جو کچھ یہ لکھتا ہے سب غلط ہے شیعوں کا یہ قول ہی نہیں ہے جو کہ یہ شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ شیعوں کا تو آیت لیبلوکم میں یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کی آزمائش کرتا ہے اُسکو روز ازل سے جانتا ہے کہ آزمائش میں ایسی نکلیں گے ایسا اُنپر حجت تمام کرنیکے واسطے کرتا ہے اور یہ اسکو منظور نہیں ہے کہ اُنکا حال جو مجھکو معلوم نہیں ہے تو امتحان کرنے سے معلوم ہو جائے اسواسطے کہ اسکے اُسکو احتیاج ہی نہیں ہے اور علم اُسکا قدیم ہے اور روز ازل سے وہ سب جانتا ہے بس بعد اسکے جو مثال وغیرہ اس نے لکھی ہے سب باطل ہے کہ اُسکو یہاں کچھ تعلق ہی نہیں ہے نہ شیعہ ایسے ہیں نہ اُنکے واسطے ایسی باتیں بلا فریب لکھنی چاہئیں **قال الشیخ الاشعری** ایسے ہی جناب باری بھی اپنے اس علم قدیم کو کہ صحابہ مجاہد اور صابر ہیں اور اعداء صحابہ فاسق و فاجر اصحاب کرام بوجہ سعادت ازلی و شرافت لم یزلی اور خوبی ذاتی اور کمال صفاتی اس لائق ہیں کہ اُنسے اچھے کام لیے جائیں اور اُسکے ثمرہ میں کمالات کسبی دیے جائیں اور اعداء صحابہ بسبب شقاوت ازلی اور رذالت لم یزلی اور زبونی ذاتی اور

نقصان صفاتی اس قابل ہیں کہ اُنسے بُری کام لئیے جائیں اور اُسکی پاداش میں اُنکو قلوب سیاہ کئی جائیں بایں نظر کہ قبل تکلیف اعمال اُس علم پر کوئی ثمرہ متفرع نہیں ہوا اور اُس کا
اثر یعنی اچھے بُرے کاموں کا اُنسے لینا ہنوز ظاہر نہیں ہوا **اقول** البتہ جو کہ صحابہ تھے کہ جنہوں نے رسولخدا صلعم کی صحبت پائی اور ایمان پر مرے اُنکو خدا تعالیٰ اپنے علم قدیم سے جانتا تھا کہ
یہ خوب جہاد کرینگے اور کفار کو قتل کرینگے اور بعضے اُنکے ہاتھوں سے مقتول ہونگے یا زخمی ہونگے اور صبر کرینگے اُنکے ہی حق میں فرماتا ہی اور اُنکو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ مجاہد ہیں اور جو لوگ کہ
جہادوں میں سے بھاگے جیسے کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابوعبیدہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ یہ مجاہدین کے زمرہ میں داخل نہیں ہیں کہ یہ جہادوں میں سے بھاگتے رہے ہیں چنانچہ احد میں
بھاگے حنین میں بھاگے خیبر میں بھاگے اور سوا اسکے بہت غزووں میں سے بھاگے ازالۃ الخفا میں بڑے مولوی عبدالعزیز نے عائشہ سے روایت کی ہی کہ ابوبکر نے کہا کہ روز احد میں سے پہلے
سب سے بھاگنے کے بعد اُلٹا پھر کر آیا اور بعد میرے ابوعبیدہ تھا اور مثل اسکے تاریخ خمیس میں لکھا ہی اور کنز العمال میں بھی ابوبکر کا بھاگنا لکھا ہی اور تفسیر درمنثور میں لکھا ہی کہ عمر
نے ایک روز بروز جمعہ خطبہ پڑھا اور جسوقت اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ پر پہنچا تو کہا کہ بروز احد ہم بھاگے اور میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ بھگوڑوں میں
سے حضرت عمر تھے لیکن پہلے بھاگنے والوں میں سے نتھے اور عثمان تو ایسے بھاگے تھے کہ تین دن کے بعد پھر کر آئے تھے چنانچہ روضۃ الصفا وغیرہ تواریخ میں لکھا ہی اور روضۃ الاحباب
اور مدارج النبوت اور سیر الاعین میں لکھا ہی کہ بروز جنگ احد جسوقت مسلمان جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگے تو اُسوقت حضرت غصہ ہوے اور پھر نظر کی تو علی مرتضیٰ کو
اپنے پہلو میں کھڑا ہوا دیکھا فرمایا کہ اے علی تو اپنے بھائیوں کے ساتھ ملحق کیوں نہیں ہوا کہا کہ یا رسول اللہ لا کفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنی اے رسولخدا نہیں کفر بعد
ایمان کے تحقیق کہ واسطے میرے پیروی تیری ہی دیکھو حضرت علی نے اس بھاگنے کو فرمایا ہی اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں سبب نزول آیت لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ
میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے بھاگنے والوں کا سب کیا ہی اور صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم صبح کی نماز کے دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھاتے تھے تو کہتے تھے کہ
اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا اور عینی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ یہ لعن اُن لوگوں کے حق میں ہی کہ جو صحابہ جنگ احد میں جہاد سے بھاگے تھے رسولخدا کو چھوڑ کر اور اُن بھگوڑوں
میں عثمان بھی تھے سو خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کا مجاہد اور صبر کرنیوالا ہونا نہیں جانا بلکہ اُنکا بھگوڑا ہونا جانا ہی اور جسوقت کہ جناب رسولخدا صلعم نے اُنکا سب کیا اور حضرت
علی نے اُنکے بھاگنے کو کفر کہا تو اُنمیں سعادت ازلی اور شرافت لم یزلی اور خوبی ذاتی اور کمال صفاتی ہرگز ثابت نہوگا مگر جن لوگوں نے کہ توبہ کی ہی لیکن ثلاثہ کا توبہ کرنا ہرگز
ثابت نہیں ہے کہ وہ بعد اسکے بھی بھاگے ہیں اور جہاد آخر بڑے جہادوں میں سے جنگ خیبر تھا اُسمیں سے بھی ثلاثہ بھاگے اور یہ جو لکھا ہی کہ اعداء صحابہ فاسق و فاجر تھے سو اُسکا
تو اس آیت میں کچھ ذکر ہی نہیں ہے تم اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہی اور اعداء صحابہ بھی وہ ہی لوگ تھے کہ جنکو تو صحابہ میں شمار کرتا ہی جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کیے اور عائشہ
علی مرتضیٰ سے عداوت رکھتی ہی تھی اور عثمان پر لعنت کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اقتلوا نعثلا اور لعن اللہ نعثلا اور عثمان کو صحابہ نے قتل کروایا اور عثمان نے
کسی صحابہ کو بے عزت کیا اور کسیکو مارا اور کسیکو جلاوطن کیا اور یہ سب حال انشاء اللہ تعالیٰ ہم مفصل خط کے جواب کے رد میں لکھینگے اور ملل و نحل میں صحابہ کا عداوت
کرنا حضرت علیؑ سے لکھا ہے کہ قالوا قد بلغ حقدھم وعداوتھم مع امیر المومنین الی ان سعد ابن وقاص وابن عمر و اسامۃ بن زید مولیٰ رسول اللہ صلعم ورافع بن
خدیج الانصاری ومحمد بن مسلمۃ وزید بن ثابت الانصاری وابا ھریرۃ وابا الدرداء وجماعۃ غیر ھولاء لم یبایعوا علیا اذ ولی الخلافۃ ثم بایعوا معاویۃ ویزید ابنہ مزاد کہ منھم
یعنی کہا انہوں نے کہ تحقیق پہنچا کینہ اُنکا اور دشمنی اُنکی ہمراہ امیر المومنین کے یہانتک کہ ان اشخاص مذکورین نے اور ایک جماعت نے سواے اُنکے نہ بیعت کی علیؑ سے جسوقت وہ
خلیفہ ہوے پھر بیعت کی اُنہوں نے معاویہ سے اور اُسکے بیٹے یزید سے جس نے کہ پایا یزید کو آخیر سے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی کہ قال شیخنا ابوجعفر الاسکافی
کان اھل البصرۃ کلھم یبغضون علیا وکثیر من اھل المدینۃ واما اھل مکۃ فکلھم یبغضونہ قاطبۃ وکان قریش کلھا علی خلافہ یعنی کہا شیخ ہمارے ابوجعفر اسکافی
نے کہ اہل بصرہ کل بغض رکھتے تھے علی سے اور بہت سے مدینہ والے اور لیکن مکہ والے پس کل بغض رکھتے تھے علی سے اور کل قریش مخالف تھے علی کے پس حضرت علیؑ
کے برابر کون صحابی ہوگا کہ وہ ہمیشہ جناب رسولخدا صلعم کی صحبت میں رہے ہیں اُن لوگوں نے علی سے دشمنی کی ہی اور یہ اعداء صحابہ ہیں سو یہ لوگ تیرے نزدیک فاسق و فاجر ہیں اور
شقاوت ازلی اور رذالت لم یزلی انمیں ہی اور اگر تیرے نزدیک اعداء صحابہ سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو بعضے صحابہ کا سب کرتے ہیں سو ہم عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے ابھی لکھ چکے
ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے جہاد سے بھاگنے والوں کا سب کیا ہی اور ملل نحل اور شرح مقاصد میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جھزوا جیش اسامۃ
لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ یعنی رسولخدا صلعم نے جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالوں پر لعنت کی ہی اور اُنہی شخصوں نے اسامہ کے لشکر سے تخلف بھی کیا ہی پس جسوقت کہ
رسولخدا صلعم نے ایسا کیا ہو تو اور کسیکا کیا قصور ہے اگر کوئی بعضے صحابہ کا سب کرے **قال الشیخ الاشعری** بایں خیال کہ بہت سے نابکاروں کو خدا کے اس علم کے
صحیح ہونے میں کیسا تردد ہی جیسا بیمار مذکور کو قول طبیب میں اگر بصیغہ استقبال بیان فرمائی تو شیعوں کو اسقدر حیرت کیوں ہو رہی یہ بات کہ یہ فرق نیک بد ازلی اور خلقی ہے

تعصبی اور عارضی نہیں ہے سو یہ ہر چند ایک امر دقیق ہے لیکن اہل فہم کے نزدیک یہ فرق بعینہ ایسا ہے جیسا ذکی و غبی اور حلیم اور خونخوار اور بخیل و سخی اور شجاع و نامرد عالم و جاہل
کا فرق ہے جیسے بادشاہان عاقل عالم سے کار علم اور جاہل سے کار جہل لیتے ہیں ایسے ہی جناب باری بھی ہر کسی سے اُسی کے لائق کام لیتا ہے بلکہ تحقیق تو یوں ہے کہ زمانہ تمامہ ازل
سے لیکر ابد تک ایک شی موجود ہے نہ زمانہ ماضی فنا ہوا اور نہ زمانہ آیندہ معدوم ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی یوں کہے ان زیدا قائم یعنی زید قائم ہے تو بمجرد اس کلام کے سننے کے
ہر کوئی یہ سمجھ جاتا ہے کہ زید موجود ہے اور اُسکا یہ حال ہے اور ظاہر بھی تو یہ ہے کہ کوئی حال تو جب ہو کہ جب وہ خود پہلے ہو لے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو گزارش یہ ہے کہ قیامت کے
باب میں جو وقائع آیندہ میں سے ہیں خداوند کریم یوں فرماتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ خدا سچا ہے کہ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ یعنی قیامت بیشک آنیوالی ہے یا دوسری جگہ یوں فرماتا ہے
اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ یعنی بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے سو موافق قاعدہ مذکورہ کے ہم بھی یوں ہی سمجھتے ہیں کہ قیامت بالفعل موجود ہے اور اُسکا یہ حال ہے کہ ہماری
طرف آنیوالی ہے اور وہ بہت بڑی چیز ہے اور ہم اس پر بے تکرار ایمان لاتے ہیں اور چون و چرا نہیں کرتے اور کوئی نیم ملاؤں میں سے چون و چرا بھی کرے کہ بہت اوصاف ایسے بھی ہیں کہ
اُنسے اُس چیز کا وجود معلوم نہیں ہوتا جسکا وہ وصف ہوتا ہے مثلاً کوئی یوں کہے کہ فلانا مر گیا یا فلانا معدوم ہو گیا تو ہر چند یہ شبہ قابل جواب نہیں اور اسکا جواب بھی یہ ہے
کہ یہ باتیں اوصاف نہیں بلکہ اوصاف کا نہونا ہے لیکن سلمنا یوں کہنا کہ فلانی چیز آنیوالی ہے یا فلانی چیز بڑی ہے تو ایسے نہیں جنسے ہونا معلوم نہو بلکہ یہ باتیں تو دونوں کے
نزدیک بھی وجود ہی پر دلالت کرتے ہیں سو در صورتیکہ یہ اوصاف وجود پر دلالت کرتے ہوں ہم قیامت کے بجاے خود موجود ہونے میں کیوں تامل کریں اور یوں جب مقرر ہو چکا
تو ہم ایک اور بھی التماس کرتے ہیں کہ جیسے قیامت آنیوالی ٹھیری اور وہ اس صفت کے قرینہ سے موجود معلوم ہوئی تو زمانہ گزشتہ بشہادت تمام عالم گزرنیوالا ہے اسیواسطے
اُسکا نام گذشتہ رکھا ہے بعد اجب قیامت وغیرہ اجزاء زمانہ متحرک ٹھیرے تو ایک روز ہم تک پہنچکر گزر بھی جاینگے اور یوں کہنا کہ فلانا شخص جاتا ہے وجود پر دلالت
کرنے میں کچھ اس سے کم نہیں کہ یوں کہیں کہ فلانا شخص آتا ہے اور جب دونوں طرفین زمانہ گزشتہ اور آیندہ برابر بجاے خود موجود نکلے تو موافق فرمودہ باریتعالی اعنی آیت اِنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ سارا زمانہ اول سے لیکر آخر تک احاطہ خداوندی میں داخل ہوا سو احاطہ خداوندی کے جو کچھ کوئی معنی لے ہمیں کچھ انکار نہیں کم سے کم یہ معنی
ضرور ہونگے کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے جیسا کہ دوسری آیت بعینہ اسی معنی پر دلالت کرتی ہے وہ آیت یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا یعنی اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے
اس صورت میں کیفیت سارے زمانہ کے وجود کی باوجود اس روانگی کہ ایک جز آتا ہے اور ایک جز جاتا ہے ایسی ہوگی جیسے اجزاء آب رواں کہ سب کے سب بجاے خود موجود ہیں
لیکن سب اگلی اجزا گزر جاتے ہیں تب پچھلے آتے ہیں اور خدا کے پیش نظر اور معلوم ہونیکی ایسی مثال سمجھئے جیسے کوئی لب دریا جا کھڑا ہو تو ادہر سے اُدہر تک تمام دریا کا پانی اور جو جو
اُس پانی کے اندر بہتا جاتا ہے حباب یا خس و خاشاک اُسکے پیش نظر رہتا ہے اور اُسکو سب ایک ہی واحد نظر آتا ہے گو اجزاء آب اور جو کچھ اُنمیں ہے باہم مقدم اور موخر ہیں الغرض اجزاء زمانہ
اور جو کچھ زمانہ میں واقع ہوتا ہے سب کا سب تمام خداوند کریم کے پیش نظر ہے اور سارا مجموعہ اسکو بمنزلہ شے واحد معلوم ہوتا ہے اور بعد سب کے سب اسکو یکساں نظر آتے ہیں اُسکے حساب
سے سب زمانہ حال کا حکم رکھتے ہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کے نسبت مقدم اور موخر گنی جاتے ہیں اور فرق حال اور استقبال اور ماضی کا بہ نسبت ایک دوسرے کے
ہے سو جیسے کوئی مکان میں ہوتا ہے تو اُسکے سوا جو مکان کہ اُسکے سامنے ہوتا ہے اُسکو آگا کہتے ہیں اور جو اُسکے پیچھے ہوتا ہے اُسے پچھا کہتے ہیں ایسے ہی جس زمانہ میں کوئی چیز ہوتی ہے
اُسکے پہلے زمانہ کو بہ نسبت اُسکے ماضی کہتے ہیں اور اُسکے اگلے زمانہ کو بہ نسبت اُسکے مستقبل کہتے ہیں اور خاص اُس زمانہ کو جسمیں وہ چیز ہوتی ہے اُسکی نسبت زمانہ حال کہتے ہیں سو ہر چند
خداوند کریم کے پیش نظر ہونیمیں اور اُسکے سامنے موجود ہونے میں سب یکساں ہیں لیکن باہم مقدم اور موخر ہیں اور ایک دوسرے کی نسبت ماضی اور مستقبل اور حال ہے سو
خداوند کریم کبھی تو موقع دیکھکر بلحاظ اپنے معلوم ہونے اور اپنے پیش نظر ہونے کے کلام کرتا ہے اور کبھی مناسب وقت اُن وقائع کے تقدم اور تاخر کا لحاظ ہوتا ہے سو
پہلی صورت میں تو ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ماضی کی موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی
جگہ استقبال اور باوجود سب کے سب یکساں مستحضر ہونے کے ماضی کا صیغہ جو استعمال کرتے ہیں اور حال کا لفظ نہیں بولتے تو اُس کی وجہ
یہ ہے کہ کبھی کبھی کسی فعل کے صدور اور حدوث سے خبر دینی مدنظر ہوتی ہے اور کبھی اُس فعل کے استمرار وجود کی خبر سو جن افعال کے خبر دیتے ہیں وقت خبر جو وہ حاضر ہوتے ہیں
تو باعتبار استمرار وجود کے حاضر اور پیش نظر متکلم ہوتے ہیں ورنہ باعتبار صدور اور حدوث کے وقت خبر حاضر نہیں رہتے بلکہ غائب ہو جاتے ہیں کیونکہ صدور اور حدوث آنی ہے
زمانی نہیں اور قبل وجود کسی فعل کے جو اُس فعل کی خبر دیجاتی ہے تو وہ تو لاجرم بصیغہ استقبال ہونی چاہئے غرض حدوث کے لئے صیغہ حال ممکن نہیں یا لفظ ماضی ہوگا یا لفظ استقبال
اگر قبل حدوث کسی وجہ سے مطلع ہو کر خبر دینگے اور بعد حدوث معاینہ کر کے خبر دینگے تو بصیغہ ماضی خبر دینگے حال جب ہو سکتا تھا کہ حدوث بھی مثل استمرار یعنی حاصل مصدر
زمانی ہوتا آنی نہوتا بہر حال بہ نسبت علم خداوندی کے سب بمنزلہ حال کے ہیں سو جہاں کہیں وقائع آیندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان کیا ہے جیسا و نادی اصحاب الجنۃ یا اور

سوائے اسکے تو وہاں رعایت اسکی ہے کہ خدا کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گزشتہ میں صیغہ استقبال کا مذکور ہے جیسا حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِیْنَ یا لِنَبْلُوَکُمْ وغیرہ تو وہاں یہ مد نظر ہے کہ بہ نسبت اپنی ماقبل کے مستقبل ہے اس بحث کو اہل انصاف انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور پھر فرمائیں کہ یہ ہیچمدان ہر چند دیوانہ ہے لیکن کس قدر ٹھکانے کی بات کہتا ہے مگر برائے خدا ذرا بوجھ سمجھ کر دیکھیں مبادا اپنی جلدی میں میری ذمہ یہہ تہمت نہ لگا دیں کہ فلانی رسالہ الاوقائع عالم کے قدیم ہونیکا قائل ہے تنبیہ کے لئے میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ کسی واقع کے قدیم ہونیکے لئے یہ ضرور ہے کہ اسکا استمرار وجودی یعنی حاصل بالمصدر بقدر تمام زمانہ من اوله الی آخره ہو یعنی ازل سے لیکر ابد تک اسکا استمرار وجود موجود ہو اس سے قدم ثابت نہیں ہوتا کہ ایک زمانہ محدود الطرفین پر منطبق ہو اگرچہ وہ زمانہ قطع نظر حرکت لازمہ کے بذات خود ایک امر مستقر ہو یعنی مثل حرکات ایسا نہو کہ ایک جزو حادث ہوا تو ایک فانی ہو گیا اللھم انت الھادی لا ھادی الا انت **اقول** اگر خدا تعالی کے علم کے صحیح ہونے میں تردد ہوگا تو تجھکو ہوگا شیعوں کو تردد نہیں ہے اور نہ شیعوں کو حیرت ہے اور تو حیرت کو شیعوں کی طرف منسوب جو کرتا ہے تو دروغگو اور مفتری ہے اور خدا تعالی کو انکے نزدیک ازل سے ابد تک ہر چیز کا علم حاصل ہے اور یہ سلسلہ جو ازل سے ابد تک ہے اور جو کچھہ اسکے درمیان ہے خدا تعالی کی ذات کے سامنے سب حاضر اور موجود ہے اور ماضی و حال و استقبال بہ نسبت ایک دوسرے کی ہے اور خدا تعالی کی ذات کے سامنے تو سب حاضر اور موجود ہے وہاں کچھہ لحاظ ان زمانوں کا نہیں ہے اور خدا تعالی کا علم ہر شئے کو یکساں احاطہ کئے ہوئے ہے اور اسکو اختیار ہے چاہے ماضی کے صیغہ میں بیان کرے چاہے استقبال کے کہ سب اسکے پیش نظر ہے اور جو کچھہ اس قول میں اس شیخ نے لکھا ہے سب فضول ہے کہ جو کچھہ اسنے لکھا ہے اسکو سب جانتے ہیں اور بعض قول اسکا قابل مناقشہ کے ہے لیکن اسکے تعارض میں کچھہ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اسکو ترک کیا اور یہ جو لکھتا ہے کہ یہ ہیچمدان ہرچند دیوانہ ہے سو سچ کہتا ہے اسکا دیوانہ پن بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں ہم بیان کرینگے کہ بعضی جگہہ گفتگو اسکی پاگلوں کی سی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی عقل کا پورا اس تقریر میں کچھہ الجھنے لگے اور اس طریق سے مطابق پہنچا اسکو دشوار معلوم ہو تو ایک دوسرا طریق ہے جس سے بوضاحت خدا کے علم کا قدیم ہونا اور ان آیات کا بھی بلا تکلف اسپر مطابق آجانا ثابت ہو جائے درج اوراق ہے پر توجہ خاطر ناظرین ضروری ہے اپنی علوم کے تجسس کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمکو علم اشیاء دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلا واسطہ دوسرے بواسطہ لوازم یا ملزومات مثلاً آفتاب یا دھوپ کا علم کبھی بے واسطہ ہوتا ہے آنکھ سے دیکھا معلوم ہو گیا اور کبھی بواسطہ ہوتا ہے آفتاب کا علم دھوپ کے وسیلے سے یا دھوپ کا علم آفتاب کے وسیلے سے اگر آدمی گھر میں ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں سے آفتاب نظر نہ آتا ہو پر دھوپ نظر آتی ہو تو دھوپ دیکھ کر معلوم ہو جائیگا کہ آفتاب آسمان پر نکلا ہوا ہے سو یہ علم جو آفتاب کا حاصل ہوا تو بواسطہ لازم کے حاصل ہوا اور اگر آفتاب کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھیں اور یوں سمجھیں کہ چھت پر دھوپ ہو گی تو یہہ دھوپ کا علم بواسطہ ملزوم حاصل ہوا علی ہذا القیاس آگ اور دھوئیں کے علم کو سمجھیں کبھی بے واسطہ حاصل ہوتے ہیں جیسے آگ کو یا دھوئیں کو خود آنکھ سے دیکھ لیا کبھی بواسطہ یک دیگر ہوتا ہے مثلاً دھوئیں کو دیوار کے پیچھے سے دیکھ کر آگ کو سمجھ جانا یا دور سے جہاں چراغ کا دھواں نظر نہ آتا ہو چراغ کے شعلے کو دیکھہ کر دھوئیں کو جان لینا لیکن ایک شے کے علم بے واسطے کو اسکا علم بواسطہ بھی بیشتر لازم ہوتا ہے اور دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں اور کسی طرح کا تقدم اور تاخر نہیں ہوتا مثلاً آگ کو قریب سے دیکھئے تو دھواں بھی اسکے ساتھ ہی نظر آئیگا سو اس صورت میں آگ کا علم دو طرح حاصل ہو سکتا ہے ایک تو بے واسطہ کیونکہ آنکھ سے خود نظر آتی ہے دوسرا دھوئیں کے واسطے سے کیونکہ اگر آگ نظر نہ آتی اور دھواں ہی نظر آتا تو بیشک آگ کا علم حاصل ہوتا سو اس صورت میں کہ آگ بھی نظر آتی تو بطریق اولی آگ کا علم دھوئیں کے واسطے سے ہونا چاہئے اور ظاہر بھی تو ہے اب دھوئیں میں کیا کمی آگئی ہے جو دلالت نکرے بلکہ غور سے دیکھیے تو لازم جس سے علم با لواسطہ حاصل ہوتا ہے اسی صورت سے معلوم ہوتا ہے مگر آگ کا علم جو بواسطہ دھوئیں کے اس صورت میں حاصل ہوتا ہے ہر چند علم بلا واسطہ کے ساتھہ حاصل ہوتا ہے لیکن علم بے واسطہ میں ایسا مضمحل اور محو ہے کہ اسکی خبر بھی نہیں ہوتی اور کسیکو اس طرف دھیان بھی نہیں گذرتا اسکے ایسی مثال ہے کہ دن کو ستاروں کا نور بھی ہوتا ہے مگر آفتاب کے نور میں ایسا محو ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی کہ ایک شے کا علم بے واسطے اور بواسطے بسا اوقات دونو ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ کبھی دو چیزوں کا علم بے واسطہ بھی ساتھہ ہی حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ کو اور دھوئیں کو ایک ساتھہ دیکھے علی ہذا القیاس ایک شے کا علم بے واسطہ اور دوسری شے کا علم بواسطہ پہلے شے کے واسطے سے بھی اکٹھے ساتھہ ہی حاصل ہوتے ہیں مثلاً دھوئیں کا علم بے واسطہ اور آگ کا علم بواسطہ دھوئیں کے واسطے سے اور ایسے ہی آگ کا علم بے واسطے اور دھوئیں کا علم بواسطہ اس واسطے سے دونوں ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہیں اور اکثر کچھہ تفاوت نہیں ہوتا جو ایک کو یوں کہیں کہ یہ علم تو فلانی ساعت میں حاصل ہوا اور یہ علم اس سے پہلی ساعت میں یا اسکے بعد کی ساعت میں حاصل ہوا لیکن تاہم عقل کے نزدیک ایک ترتیب ہے کہ اسکی رو سے مقدم و موخر کہہ سکتے ہیں یعنی ایک شے کے علم بے واسطہ کو دوسری شے کے علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلے شے کے حاصل ہوتا ہے عقل ایک طرح سے مقدم سمجھتی ہے یعنی [illegible] یوں سمجھتا ہے کہ دوسری شے کا علم اس صورت میں پہلی شے کے علم پر موقوف ہے سو جیسا ہاتھہ میں کسی چیز کو لیکر ہلائیے تو گو وہ چیز ہاتھہ کے ساتھہ ہی ہلتی ہے لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھہ اول ہلتا ہے ایسا ہی گو اس صورت میں گو دونوں چیزوں کا علم برابر ہی حاصل ہوتا ہے لیکن جسکا علم بے واسطہ ہے بہ نسبت اسکے علم کے جسکا علم اسکی واسطے سے حاصل ہوتا ہے مقدم گنا جاتا ہے اور جیسا یوں

کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھ کو اس لئے ہلایا تھا کہ وہ چیز لے جو ہاتھ میں ہے ایسا ہی یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دھوپ اس لئے دیکھا تاکہ آفتاب بھی معلوم ہو جائے جب تمام مقدمات ذہن نشین ہو چکے تو اب التماس یہ ہے کہ خداوند کریم کے علم کو اگر قدیم کہئے تو حتی نعلم کے استقبال میں کچھ فرق نہیں آتا اور حتی نعلم وغیرہ کے استقبال سے اسکے علم قدیم ہونے میں کچھ تفاوت نہیں پڑتا وجہ اسکی یہ ہے کہ خداوند علیم کو ہر چیز کا علم دو طرح سے حاصل ہے بیواسطے اور بواسطہ اور بواسطہ یکدیگر کیونکہ تمام موجودات کے ساتھ لوازم لگے ہوئے ہیں سو جیسا لوازم اور ملزومات دونوں کا علم بیواسطہ اسی حاصل ہے ایسی ہی لوازم کا علم ملزومات کے واسطہ سے ملزومات کا علم لوازم کے واسطہ سے بھی اسی حاصل ہے اور دونوں ازل سے برابر ساتھ ہیں گو علم بالواسطہ کسی چیز کا اسکے علم بیواسطہ میں محو اور مضمحل ہو اور ایسا ہی کسی چیز کا علم دوسری چیز کے علم کے واسطے سے اور اس دوسری چیز کا علم برابر ساتھ ہی ازل سے خداوند لم یزل کو حاصل ہیں اور وہ دونوں قدیم ہیں مگر کسی چیز کے علم بالواسطہ کو بہ نسبت اس چیز کے علم کے جسکے واسطے سے یہ علم حاصل ہوا ہے موخر گنیںگے اور یہ علم بہ نسبت اس علم کے مقدم سمجھا جائیگا سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استدلال کے پائے جاتے ہیں وہ باعتبار علم بالواسطہ کے ہے ورنہ باعتبار زمانہ کے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بیواسطہ مراد ہے۔ **اقول** اسقدر طول دینے سے اور فضول لکھنے سے کیا فائدہ ہے مطلب تو تھوڑے مضمون سے بھی واضح ہو جاتا ہے اور جسطرح سے تو نے لکھا ہے خدا کی علم کو مقدم اور موخر اور لازم کے واسطے سے یا ملزوم کے واسطے سے اسطرح سے خدا کا علم نہیں ہے بلکہ روز ازل سے اسکی ذات پر بدون واسطہ کے سب ظاہر اور حاضر ہے اور لازم اور ملزوم ایکدفعہ ہی سب منکشف ہو گئے ہیں اور نہ کسی چیز کے علم کو کسی چیز کے علم پر تقدیم یا تاخیر ہے گو تقدیم یا تاخیر ذاتی ہو بلکہ سب اسکی ذات کے سامنے برابر حاضر ہے اور نہ اسکے علم میں لحاظ ماضی و استقبال کا ہے اور حتی نعلم المجاہدین جو فرمایا ہے تو اسواسطے نہیں فرمایا ہے کہ تمہاری جہاد اور صبر کا جو علم ہمکو نہیں ہے وہ تمہاری آزمانے سے ہمکو حاصل ہو جائے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ ہم پہلے سے جانتے تو ہیں جیسے کہ تم نکلوگے بعد امتحان کے لیکن تکالیف شاقہ سے ہم تمکو مثل آزمانیوالے کے آزمائیں کہ جیسے کہ پہلے سے تمہاری حال کو ہم جانتے تھے بعد امتحان کے اسطرح سے جانیں کہ اب تم متصف بجہاد یا صبر ہوے یا نہیں اور یہ آیت منافقین کے حق میں ہے اور خداتعالی کے علم سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس جگہہ خداتعالی نے بصیغہ استقبال ذکر کیا ہے وہاں تو علم بالواسطہ مقصود ہے اور جس جگہہ بصیغہ ماضی ذکر کیا ہے وہاں علم بلاواسطہ مراد ہے اسواسطے کہ اگر خداتعالی کے واسطے علم کسی چیز کے واسطے سے ہو تو خداتعالی اپنے علم میں اس چیز کیطرف محتاج ہوا اور خداتعالی احتیاج سے پاک ہے

قال الشیخ الاشعری اور باعتبار علم بالواسطہ کے کلام کرینگے وجہ یہ پیش آئی ہے کہ کلام اللہ کے مخاطب آدمی ہیں اور آدمی بلکہ تمام ذوی العقول کو اکثر چیزوں کا علم بالواسطہ ہی ہے بیواسطہ نہیں روح بنی آدم یا بنی آدم کے کمالات نفسانی جیسے سخاوت شجاعت خلق مروت اگر ہیں تو دل میں ہیں آنکھوں سے یا کانوں سے یا سوا اسکے اور حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوتے انکو اگر کوئی دوسرا معلوم کرتا ہے تو انکے آثار اور لوازم سے معلوم کرتا ہے سخاوت دینے والے سے جو ہاتھ کا کام ہے شجاعت مارنے مرنے سے جو ہاتھ پاؤں سے تعلق رکھتا ہے خلق شیریں بانی سے جو زبان سے متعلق ہے معلوم ہوتی ہیں علی ہذا القیاس روح کا ہونا نہ ہونا دوسروں کو حرکات سکنات سے جو بدن سے متعلق ہیں معلوم ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال کیا ہے وہ ایسے ہی امور ہیں جو بنی آدم کو بے واسطہ معلوم نہیں ہو سکتی سو ان سے باعتبار علم بیواسطہ کے کلام کرتے تو اپنر کچھ حجت نہیں ہو سکتی تھی اسلئے الزام دینے کے موقع میں باعتبار علم بالواسطہ کے کلام کی ہے اور جہاں یہ غرض نہیں وہاں باعتبار علم بیواسطہ کے کلام کی ہے اور وہاں صیغہ ماضی کا یا حال کا مستعمل ہے مگر بنی آدم کو چونکہ ان اشیاء کا علم بیواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور بسبب ان واسطوں کا علم قبل انکے وجود کے بنی آدم کے حق میں ممکن ہی نہیں اور اس وجہ سے انکے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کرکے صیغہ استقبال سے حدوث سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ کلام اللہ میں ایکجا تو یوں مذکور ہے کہ خداوند علیم کو تمام اشیاء کے علوم ازل سے حاصل ہیں جیسا کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور ایک سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعضی علوم حادث ہیں جیسے الفاظ حتی نعلم وغیرہ مگر جو لوگ فہمیدہ ہیں اور نکتہ مذکورہ سے متنبہ ہو گئے ہیں دونوں کو مطابق یکدیگر سمجھتے ہیں **اقول** خدا کے علم کا قیاس آدمیوں کے علم پر نہیں ہو سکتا کہ آدمیوں کا علم بالواسطہ ہے تو خدا کا علم بھی بالواسطہ ہونا چاہئے اسواسطے کہ خدا کا علم تو قدیم ہے اور آدمیوں کا علم حادث ہے اور نہ یہ بات ہے کہ آدمی جو آثار سے معلوم کرتے ہیں تو خداتعالی بھی آثار سے معلوم کرے اسواسطے کہ اسکی ذات پر تو سب واضح ہو رہا ہے اسکو آثار کے واسطے کی کیا احتیاج ہے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ جس جگہہ خداتعالی نے اپنے علم کو صیغہ استقبال میں استعمال کیا ہے تو وہاں علم بالواسطہ مراد ہے اور یہاں علم بالواسطہ ظاہر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس جگہہ خداتعالی نے اپنی علم کو ایک امر پر معلق کیا ہے اور یہ عام ہے کہ اکثر ایک امر کو دوسری امر پر معلق کرکے کہا کرتے ہیں کچھ خصوصیت علم کی نہیں ہے یعنی ہم ایسا کریں تاکہ یوں ہو ہم عذاب نازل کریں تاکہ وہ ہلاک ہوں اور ایسا ہی حتی نعلم المجاہدین میں ہے کہ ہم انکو آزمائیں تاکہ جانیں ہم کہ اب متصف بجہاد ہے یعنی جہاد اسکا ظاہر ہو جائے موافق ہماری علم کے اور جن لوگوں کا عقیدہ خدا کے علم قدیم کا ہے وہ صیغہ استقبال سے بھی اسکے علم کو حادث نہ سمجھینگے اور علم تو اسکا بیشک قدیم ہے اور حتی نعلم المجاہدین کے معنی ہم بیان کر چکے کہ اپنے علم قدیم سے تو وہ روز ازل سے جانتا ہے جیسے کہ بعد امتحان کے وہ نکلینگے اور حتی نعلم کے علم سے مراد یہ ہے کہ اسطرح سے ہم جانیں کہ اب متصف بجہاد ہوے ہوا اور

یہ نہیں جانا جاتا ہے مگر بعد وقوع اُس امر کے اور جبتک کہ وہ امر مثلاً جہاد ظہور میں نہیں آتا ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب متصف بجہاد ہے اسواسطے کہ اُس نے ابھی جہاد کیا ہی نہیں ہے
اور یہ اسیوقت کہا جائیگا جسوقت کہ متصف بجہاد ہوگا اور جبتک کہ اُسنے جہاد کیا نہیں تو خدا اسکو اس طرح سے نہیں جانتا تھا کہ وہ اب متصف بجہاد ہے اور اگر خدا جانے کہ اب متصف بجہاد
ہے اور جہاد اُس نے کیا نہیں ہے تو علم اُسکا خلاف واقع کے ہوگا پس مراد خدا تعالی کے حتی نعلم المجاہدین سے یہ ہے کہ ہر چند تم اپنے ہمہ ندیمت جانتے تو ہیں جیسے کہ تم بعد امتحان کے
نکلو گے لیکن مثل امتحان لینے والوں کے تمہارا امتحان ہم لیں گے یہانتک کہ ہم تمکو جانیں کہ اب تم متصف بجہاد ہو رہی ہو اور اب معنی کان اللہ بکل شیء علیما اور معنی
حتی نعلم المجاہدین میں کچھ مخالفت نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کے معنی بھی بیان کئے جائیں کہ منصفان علماء شیعہ کو
شاید انتظار ہو مخدوم من اول ساری آیت گوش گزار ہے بعد اُسکے اپنا مافی الضمیر بھی معروض خدمت ہوگا ساری آیت یوں ہے وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا
بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ حاصل اسکا یہ ہے کہ کسی رسول سے یوں نہیں ہو سکتا کہ کوئی معجزہ جو اسکی نبوت کی نشانی ہو خدا
کی بے اجازت لے آئے اللہ کے یہاں ہر مدت کی ایک کتاب جدی ہے اسمیں سے جو چاہے مٹا دے ہے جو چاہے ہے باقی رکھے ہے اور اُسکے پاس ایک اور بڑی کتاب ہے جو سب کی اصل ہے یہ تو اس
آیت کا حاصل ہوا اب اہل فہم سے امید ہے کہ بعد ملاحظہ ان دونو لفظوں کے ایک تو لکل اجل کتاب اور دوسرا وعندہ ام الکتاب اور نیز بعد لحاظ اس امر کے کہ جملہ یمحو اللہ الخ اول کے بعد
واقع ہے بے تنبیہ کے اب سمجھ جائینگے کہ خداوند کریم کے یہاں دو دفتر ہیں ایک بڑا جسکی طرف ام الکتاب کا لفظ اشارہ کرتا ہے دوسرا چھوٹا دفتر جسکی طرف جملہ لکل اجل کتاب ہدایت کرے ہے
اور محو و اثبات یعنی مٹانا نہ مٹانا یہ چھوٹے دفتر میں ہوتا ہے بڑے میں نہیں ہوتا سو بعینہ یہی اہل سنت کا مذہب ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بڑا دفتر جو علم خداوندی کے موافق ہے یا
خود علم خداوندی اُسمیں گھٹاؤ بڑھاؤ نہیں ہوتا **اقول** علماء شیعہ تو ہمیشہ انصاف پر رہتے چلے آئے ہیں مگر علماء اہل سنت کی طبیعت میں انصاف نہیں ہے اور سوا بے راہی
اور دروغ نویسی اور افترا کے انکا کام نہیں ہے اور بھس پر لیپنا لیتے ہیں اور بدیہی باتوں کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ناظرین رسالہ ہذا کو معلوم ہوگا اور آیت وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ
أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ الخ کی جو تفسیر میں اس شیخ نجدی نے لکھی ہے اور بعد اُسکے لکھا ہے کہ بعینہ یہی اہل سنت کا مذہب ہے سو میں کہتا ہوں بعینہ یہی مذہب شیعہ کا ہے کہ
بڑی کتاب کہ جو مطابق علم خدا کے ہے یا علم خدا ہی اُسمیں کسیطرح کا تغیر اور تبدل نہیں ہوتا اور چھوٹے دفتر میں جسکو محو و اثبات کہتے ہیں اُسمیں مٹانا اور ثابت کرنا موافق مصلحت
خداوندی کے واقع ہوتا ہے اور اسیکو شیعہ بدا کہتے ہیں چنانچہ ابتدائی بحث بدا میں ہم لکھ چکے اور میں جو کہتا ہوں کہ آیت مذکورہ میں یہی مذہب ہمارا ہے جسکو تو لکھتا ہے
کہ بعینہ یہی مذہب اہل سنت کا ہے اسواسطے کہ ہمارے علماء یہی لکھتے ہیں بدا کے معنی میں از انجملہ علیین مکان جناب سید حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ حدیقہ سلطانیہ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ و نیز باید دانست کہ آیات و اخبار بسیار دلالت میکند بر اینکہ خدا تعالی دو لوح خلق نمودہ و در آں جمیع کائنات و حوادثات را ثبت فرمودہ یکے از آں مسمی بلوح محفوظ
است کہ آنچہ در آں بحکم حضرت باری جلت قدرتہ نوشتہ میشود تغیر در آں اصلا واقع نمیشود و آں مطابق علم الہی ست دومی مسمی بلوح محو و اثبات کہ در آں بحسب مصالح
وحکم بامر الہی چیزہا ثبت نمودہ میشود و چیزہا از و محو ساختہ میشود قال اللہ عزوجل يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ مثلا اول در آں مینویسند کہ عمر زید
پنجاہ سال است یعنی مقتضائے حکمت آں ست کہ عمر او بایں قدر باشد تا وقتیکہ سبب زیادتی یا نقصان از و بعمل نیاید پس وقتیکہ عمل خیر مثل صلہ رحم یا صلہ عترت اطہار و
ذریت اخیار رسول مختار یا تصدق بر مساکین مؤمنین از و بجا آورد عمر پنجاہ سالگی محو میشود و بجائے آں عمر شصت سال نوشتہ میشود و ہرگاہ قطع رحم یا ترک صلہ سادات و
مؤمنین بظہور میرسد بجائے پنجاہ چہل نوشتہ میشود وہ سال از عمرش می کاہد و در لوح محفوظ از اول امر نوشتہ میشود کہ زید صلہ رحم بجا خواہد آورد و عمرش بایں سبب یا قطع
رحم و مانند آں بعمل خواہد آورد الخ اور یہی آخوند مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے کہ ثم اعلم ان الآیات والاخبار تدل علی ان اللہ تعالی خلق لوحین اثبت فیہما
ما یحدث من الکائنات احدہما اللوح المحفوظ الذی لا تغیر فیہ اصلا و ہو مطابق لعلمہ تعالی والآخر لوح المحو والاثبات فیثبت فیہ شیئا ثم یمحوہ الخ اور اسکا وہی حاصل ہے جو کہ عبارت
فارسی میں گزرا اب سمجھ لو کہ جسطرح سے تو کہتا ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں یا نہیں اور ام الکتاب جو کہ مطابق علم خدا کے ہے اُسمیں تغیر کون کہتا ہے اسکی تغیر کے تو ہم قائل ہی نہیں ہیں اور
علماء اہل سنت خوب جانتے ہیں کہ شیعوں کا اس مقدمہ میں وہی مذہب ہے جو کہ ہمارا ہے لیکن جھوٹ و دروغ تراشا واسطے الزام کے ہمکو کہتے ہیں کہ شیعہ اس بدا کے قائل ہیں کہ
جسمیں خدا تعالی کو پہلی رائے میں خطا یا ندامت معلوم ہوتی ہے تو اُس رائے کو بدلتا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعہ ایسے اعتقاد والے کو کافر جانتے ہیں تجھ کو اپنے مذہب کی تو خبر ہی نہیں ہے
اوروں کے مذہب کو تو کیا جانے **قال الشیخ الاشعری** پھر شیعہ کس خوبی پر یہ دعوی کرتے ہیں کہ بدا کلام اللہ سے ثابت ہوتا ہے اگر اسی آیت کے بھروسے کودتے ہیں تو یہ بعینہ
ایسا استدلال ہے جیسا کسی ملا نے کہا تھا کہ کلام اللہ میں خدا نے نماز سے منع فرمایا اسلئے ہم نہیں پڑھتے کسی نے پوچھا کہ صاحب ہمیں بھی بتلاؤ ہمنے تو آج تلک یہ بات نہیں سُنی
اگر یہ حکم ہے تو کلام اللہ کے قربان جائیے بڑے آرام کی بات نکل آئی ملا بولے کہا صاحب سورۂ نساء میں ہے نہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ یعنی نماز کے پاس نہ بھٹکو اُس نے

اُس نے کہا صاحب اسکے بعد و انتم سکاری بھی تو ہے یعنی نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو سو ساری آیت کے معنی پر عمل کرنا چاہئے بانو نے کہا بابا سارے کلام اللہ پر
کس سے عمل ہوا ہی یہ بھی غنیمت ہے جو اتنا بھی عمل ہو جائے سو علماء شیعہ نے بھی اسی قاعدہ پر عمل کیا ہے **اقول** بیشک بدا کلام اللہ سے ثابت ہے اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں
کہ جو تو نے لکھا ہی مٹانا نہ مٹانا چھوٹے دفتر میں ہوتا ہی اور یہی بعینہ اہل سنت کا مذہب ہے پھر ہم کس امر میں مخالفت کرتے ہیں اُسکو بیان کیا ہوتا لیکن اس سے خدا تعالیٰ
کے علم میں تغیر کیونکر لازم آیا اور تغیر تو اُسوقت لازم آتا کہ جب اُم الکتاب کے تغیر کا کوئی قائل ہوتا کہ جو مطابق علم خدا کے ہی اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے
چھوٹے دفتر میں لکھا کہ عمر زید کی چالیس برس کی ہی سو چالیس برس لکھی جب اُس نے صلہ رحمی کی تو چالیس کو مٹا کر پچاس برس مثلاً لکھے لیکن جسوقت خدا تعالیٰ
اُسکی عمر چالیس برس کی لکھتا تھا تو اُسکے علم میں یہ تھا کہ فلانے وقت یہ صلہ رحمی کریگا تو اُسکی عمر کے چالیس برس کو مٹا کر پچاس برس ہم لکھیں گے اور کل اسکا
لوح محفوظ میں ہوتا ہی کہ جو موافق علم خدا کے ہی کہ زید کی عمر چالیس برس کی مقرر کرینگے اور جب وہ صلہ رحمی کریگا تو اُسکے عمر پچاس برس کی کر دی جائیگی اور یہ لوح جو مطابق
علم خدا کی ہے اسمیں کسیطرح کا تغیر اور مٹانا نہیں ہو سکتا . بدا ہم اُس چھوٹے دفتر ہی کے موافق کہتے ہیں بڑے دفتر کے موافق کہ جو مطابق علم خدا کے ہی کہ اُسمیں
تغیر ہو ہی نہیں سکتا ورنہ علم خدا میں تغیر لازم آئی اور وہ ہمارے نزدیک محال ہی اب فرمائیے کہ ہمنے ساری آیت پر عمل کس طرح نہیں کیا ہی کہ جو تو نے بانو کی نقل لکھی ہی لا تقربوا
الصلوٰۃ کی کہیں تو راست راست لکھا کر یا شعار تیرا جھوٹ ہی لکھنے کا ہی اور آیت کے اول پر عمل کرنا اور اُسکے مابعد پر عمل نہ کرنا تمہارا کام ہی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے
نمونے کی روایتوں کا اول تو لکھا ہی اور اُسکے مابعد کو جس سے فساد تیرے مطلب میں پیدا ہوتا تھا ترک کر دیا سو ایسا کام تمہارا ہی نہ ہمارا **قال الشیخ الاشعری** اور ہمارے نزدیک
ایک اور عذر شیعوں کے لئے اس موقع میں خفت اُتارنے کے لئے بہت عمدہ ہی وہ یہ ہے کہ سارے کلام اللہ کے یاد نہونے میں تو شیعہ معذور ہی ہیں اتفاق سے لکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء
و یثبت تک فقط اُنکو یاد ہو گیا تھا بسبب کمال غبوبیت دوسرا پابندہ ہونیکی اسی پر اعتقاد جما بیٹھے سو یہ بات قابل تعریف ہی اگر و عندہ ام الکتاب بھی اُنکو معلوم ہوتا اور
پھر سنیوں کی موافق اُنکا اعتقاد ہوتا تب البتہ جای گرفت تھی سبحان اللہ اس تغیر دانی اور کلام اللہ کے محفوظ ہونے پر سنیوں سے مقابلہ کا دعویٰ ۔ مگر موشی بجواب اژدر شتر
شد جناب سنی شیعوں کے اکثر استدلال تو با نواقد کورکے سے استدلال ہیں اور کلام اللہ اور کلام اللہ کی یادداشت ایسے ہی جیسے مرزا نوشہ شاعر بتقاضا تاثیر مذہب اپنی
سرگزشت لکھتے ہیں ع لا تقربوا الصلوٰۃ زہیم بخاطر است + دوام یاد ماند کلوا واشربوا مرا **اقول** اسکا جواب تو ہم لکھ چکے کہ بدا ہمارے نزدیک اُس چھوٹے دفتر
کے موافق ہی کہ اُسمیں سے خدا جو کچھ چاہتا ہے مٹاتا ہی اور جو کچھ چاہتا ہی ثابت کرتا ہی اور بڑا دفتر لوح محفوظ کہ جو مطابق علم خدا کے ہے اُسمیں مٹانا اور پھر ثابت کرنا نہیں
ہو سکتا کہ اُسمیں تغیر اور تبدل محال ہی اب یہ دیکھو کہ ساری آیت پر ہمارا عمل ہوا یا نہیں اور جو کچھ میں شیعوں کے اعتقاد کے موافق لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو اہل سنت کی
کتابوں میں کثرت سے اُسکی روایتیں لکھی ہیں تفسیر در منثور میں ابن عباس سے روایت ہے قول حقتعالیٰ میں یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ کے معنی میں قال ینزل اللہ
فی کل شہر رمضان الی سماء الدنیا فیدبر امر السنۃ فی لیلۃ القدر فیمحو اللہ ما یشاء و یثبت الا الشقاوۃ والسعادۃ والحیوۃ والممات حاصل اسکا یہ ہی کہ کہا نازل
ہوتا خدا ہر ماہ رمضان میں طرف آسمان دنیا کے پس تدبیر کرتا ہے اُس سال کی امر کے لئے شب قدر میں پس مٹاتا ہی جو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی مگر شقاوت اور سعادت
اور زندگی اور موت کو اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ افادۃ الخیر میں اور تفسیر در منثور میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لباب میں حضرت علی سے روایت کی ہی کہ حضرت
علی نے جناب رسول خدا صلعم سے تفسیر آیت یمحو اللہ کی پوچھی تو قال لاقرن عینیک بتفسیرہا ولاقرن عین امتی بعدی بتفسیرہا الصدقۃ علی وجہہا و بر الوالدین و
اصطناع المعروف یحول الشقاء سعادۃ و یزید فی العمر الخ یعنی کہا کہ البتہ خنک کروں میں آنکھیں تیری اُسکی تفسیر سے اور خنک کروں میں آنکھ امت اپنی کی اُسکی
تفسیر سے صدقہ دینا صدقہ کے طور پر اور نیکی کرنی والدین سے اور مطلق نیکی کرنی پھیر دیتی ہی شقاوت کو طرف سعادت کے اور زیادہ کرتا ہی عمر میں اور تفسیر در منثور میں جلال الدین
سیوطی نے ابن جریر اور ابن مردویہ سے روایت کی ہی کہ اُنہوں نے کلبی سے روایت کی ہی آیت یمحو اللہ ما یشاء کے مقدمہ میں کہ یمحو اللہ من الرزق و یزید فیہ و یمحو
من الاجل و یزید فیہ فقیل من حدثک بہذا قال ابو صالح عن جابر بن عبد اللہ بن رباب الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مٹاتا ہی خدا روزی میں سے اور زیادہ کرتا
ہے اور مٹاتا ہی اجل کو اور زیادہ کرتا ہے اُس میں پس کہا گیا اُسکو کہ کس نے حدیث کی ہی یہ تجھ کو کہا ابو صالح نے اور اُس سے جابر بن عبد اللہ انصاری نے اور اُس سے
رسول خدا صلعم نے اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً تفسیر منثور میں کثرت سے لکھی ہیں اور اسیکو ہم بدا کہتے کچھ فرق نہیں ہی اور اب اہل سنت اُسکو
بدا چاہیں کہیں نہ کہیں اور اُس نے طعن جو کیا ہی کہ شیعوں کو سارا کلام اللہ یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ لکھکر یہ لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہی اور ثلاثہ کا حال ظاہر کروانا ہی کہ اُنکو قرآن یاد
نہ تھا اور حضرت عمر نے بدشواری تمام بارہ برس میں سورۂ بقر کو یاد کیا تھا بسبب کمال غبوبیت کے اور تفسیر کو تو قرآن کی وہ کیا جانتے تھے کہ احکام قرآنی میں غلطیاں کرتے تھے

اور عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور دوسروں کی طرف رجوع کرتے تھے اور جو کہ تفسیر قرآن کی ہے وہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس تھی موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے اور شیعہ
انکی پیروی کرتے ہیں پھر تفسیر دانی کا جو حق ہے وہ شیعوں کے واسطے ہے یا اہلسنت کے واسطے جو کہ جہلا کی پیروی کرتے ہیں اور جھوٹے کی زبان تو بس نئے پکڑی ہے جو چاہے تہمت
لگائے اور اہل سنت شیعوں کا کیا مقابلہ کرینگے جو ایسے جاہلوں کے مرید ہیں اور شیعہ تو اہل سنت کا ایسا مقابلہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے انکو رد کرتے چلے آتے ہیں اور دیکھئے مولوی
عبدالعزیز صاحب کی کتاب کی کیسی خاک اڑائی ہے کہ اہل سنت دم نہیں مار سکتے **قال الشیخ الاشعری** حق یوں ہے کہ علم الٰہی میں کچھ تغیر نہیں آتا اور کیونکر تغیر ہو سکے
خداوند کریم جابجا ایسے ہی توہمات کے دفعیہ کے لئے فرماتا ہے کان اللہ علیماً حکیماً۔ کان اللہ بکل شئے علیماً۔ کان اللہ بکل شئے محیطاً حاصل سب کا یہ ہے کہ خداوند کریم ازل
سے ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز کے حقیقت پہچانتا ہے اور ہر چیز ازل ہی سے اسکے احاطہ علمی اور اسکے احاطہ وجودی میں ہے چنانچہ تصویر اسکی کچھ مذکور بھی ہوئی **اقول** پہلے اس
سے ہم لکھ چکے اور اب بھی اسی واسطے تنبیہ کے لکھتا ہوں کہ یہی مذہب شیعوں کا ہے جو کہ اس قول میں لکھا ہے اور خلاف اسکے جو کچھ اہل سنت ہماری طرف منسوب کرتے ہیں بالکل
کاذب اور مفتری ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر جب ازل ہی سے ہر چیز کو محیط ہے تو بعد اسکے غلطی کا باعث اگر ہو سکے ہے تو یہ ہو سکے ہے کہ کوئی چیز بیچ میں خدا کے اور خدا کی
معلومات کے حائل ہو جائے سو اگر یہ احتمال ہے تو اسکا جواب تو کلام اللہ ہی میں بہت جگہ موجود ہے نحن اقرب یعنی ہم سب سے زیادہ نزدیک ہیں یا شیعہ یوں تجویز فرمائیں کہ نعوذ باللہ
خداوند کریم کے حواس میں فتور ہے سو اتنی جرأت شیعوں ہی کو ہے سو اسکا لا یخفی علی اللہ من شئ فی الارض ولا فی السماء یعنی اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ
زمین میں نہ آسمان میں یہ بھی کلام اللہ ہی میں ہے کسی پنڈت کی پوتھی کی آیت نہیں تیسرا طرفہ یہ ہے کہ اکثر علماء شیعہ معقولات میں دخل در معقولات کہتے ہیں مگر تیسرا اتنا
نہیں سمجھتے کہ علم غلط حقیقت میں علم نہیں وہ اقسام جہل سے ہے اسیواسطے اسکو جہل مرکب کہتے ہیں اس اصطلاح کو منطق کے چھوٹے رسالے پڑھنے والے تو درکنار ان پڑھ
بھی سمجھتے ہیں بلکہ زبان زد عام و خاص ہے کہ جہل مرکب سے تو جہل بسیط ہی بھلا با اینہمہ جو یہ حضرات والا صفات جناب کبریا کو جہل مرکب کا ٹھہراتے ہیں تو اول تو ان آیات
مرقومہ پر خط نسخ کھینچنا پڑا سبحان اللہ خدا کے کلام کو بندے نسخ کریں اور وہ بھی اعتقادات میں کہ باتفاق شیعہ و سنی بلکہ باتفاق عالم قابل نسخ ہی نہیں دوسرے خدا کا جہل
مرکب کہا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات تیسرے جمادات وغیرہ جنکو بالکل علم نہیں بلکہ تمام موجودات ایک وجہ سے خدا سے افضل ٹھیری کیونکہ کوئی ہو سوائے انکے سب میں
کچھ نہ کچھ جہل بسیط ہے اور خدا میں جہل بسیط نہیں کیونکہ کلام اللہ کی آیات سے خود واضح ہو چکا کہ خدا کو سب چیز کی خبر ہے سو وہ خبر اور وہ علم اگر غلط ہو تو جہل مرکب کا اور جہل
مرکب سے جہل بسیط افضل ہی ہے تو سب مخلوقات ایک وجہ سے خدا سے افضل نکلی واہ سبحان اللہ کیا خدا کی قدر شناسی ہے **اقول** جو کچھ اس قول میں اس شیخ نجدی نے
لکھا ہے خدا سے غلطی ہونی بباعث حائل ہو جانے کسی چیز کے درمیان اسکے اور درمیان اسکی معلومات کے اور خدا تعالیٰ کے حواس میں فتور ہو جانا اور دخل در معقولات اور خدا
کے واسطے جہل بسیط یا جہل مرکب ہونا اور خدا کے کلام کو بندہ کا نسخ کرنا اور جمادات کا خدا سے افضل ہونا بلکہ تمام مخلوقات کا خدا سے افضل ہونا اور سوائے اسکے اور جو کچھ اس
نے لکھا ہے یہ اعتقاد تو اہل سنت کا ہے اور طعن اسکا شیعوں پر کرتا ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے سبحان اللہ کیا خدا کی قدر شناسی ہے لیکن انکے مذہب میں خدا بہت ہیں بایزید بسطامی
کہ جو کہتا تھا سبحانی ما اعظم شانی اور منصور کہ وہ کہتا تھا انا الحق سو کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان خداؤں کے ساتھ یہ اعتقاد انکا ہے بلکہ جو کچھ بد اعتقادی انکی ہے وہ
معبود حقیقی کی نسبت ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی کوئی ہم سے یوں پوچھے کہ وہ کونسا ہے جس میں محو و اثبات ہوتا ہے سو لوح میں بعد اسکے کہ یہ بعد ہو گیا وہ
سوائے علم الٰہی کے ہے کچھ اسکی جواب کی حاجت نہیں **اقول** اسی کو ہم بالکتے ہیں علم الٰہی کے ذوق میں کہ وہ ام الکتاب ہے ہرگز محو و اثبات کی گنجائش نہیں ہے
ہمارے نزدیک بھی **قال الشیخ الاشعری** لیکن اسکی تسکین خاطر کی بھی ضرورت ہے اسلئے معروض ہے کہ ان امور کی حقیقت تو خدا ہی جانے یا جنکو وہ اطلاع
کردے مگر بطور امکان احتمال اس مقام میں ہمیں بیان اپنا لازم پڑا اس لئے ہم اپنی فہم نارسا میں جو مضمون تقارب کے قریب گمان آتا ہے تو یہ ہے کہ تمام عالم دفتر خداوندی
ہے مگر اسمیں بعض اشیاء تو بمنزلہ اوراق کے اور بعض کو بمنزلہ نقوش اور حروف کے سمجھئے تفہیم کے لیے اول ایک مثال گوش گذار ہے موم یا گارے یا کسی اور نرم چیز کو جس شکل کی
شکل میں لا سکتے ہیں جیسا چاہیں سکو گول تالیں جیسا چاہیں چپٹا مگر اس موم پر ان اشکال میں سے ایک وقت میں ایک ہی شکل آسکتی ہے دو مجتمع نہیں ہو سکتی جب دوسری
شکل آئیگی پہلی مٹ جائیگی لیکن جو یہ مثال ایک قسم کے نقش و نگار ہیں تو انکو بمنزلہ حروف و نقوش سمجھئے اور اس موم کو بمنزلہ اوراق سمجھئے جب یہ مثال ذہن نشین ہو چکی
تو اب سنیے کہ تمام اجسام میں تبدل اشکال و کیفیات نظر آتا ہے زمین سے جو کھیتی نکلتی ہے تو وہی اجزاء خاکی ہوتے ہیں پر خدا کی نیرنگی سے انکی شکل اول بدلجاتی ہے پھر
کھیتی کی شکل کیا سے کیا ہو جاتی ہے آخر رفتہ رفتہ وہی غذا جو حقیقت میں اجزاء خاکی ہیں شکل ملکر غذا بنگئے ہیں ... ہی ہو جاتے ہیں ... نطفہ بنکے
کچھ اور رنگ و روپ پیدا کر لیتے ہیں علی ہذا القیاس اور اجسام میں یہ لیجیے کہ گرمی سردی وغیرہ جتنے تغیرات ہیں سب اس قسم کے ہیں یہی ...

تبدل رہتا ہی رنج خوشی خوف امن وغیرہ سو جو چیزیں کہ بدلتی رہتی ہیں آخر تو اس قدر خداوندی کے حروف و نقوش سمجھئے اور اجسام اور ارواح وغیرہ کو جو ان سب احوال میں بمنزلہ موم بجای خود رہتی ہیں اوراق اس دفتر کے سمجھئے بعد اسکے ذہن نشین کیجئے کہ جو جو اشکال معدوم ہوگئی وہ تو محو ہوگئی اور جو انکی جگہ قائم کی گئی وہ ثبت اور اثبات ہوگئی چنانچہ محاورہ دان عربی و فارسی جانتے ہیں کہ اثبات اور ثبت لکھنے کے موقع میں بولا کرتے ہیں مگر چونکہ ہر شکل کے لیے کچھ نہ کچھ زمانہ چاہئے اور اسکی بقا کے لئے زمانہ میں سے کچھ مقدار معین ہوتی ہے تو خداوند کریم نے ارشاد فرمایا لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یعنی ہر زمانہ کے لیے جدے جدے نقوش ہیں جب ایک زمانہ ہو لیتا ہی اور دوسرے نقوش اور گلہاے اشکال اور کیفیات کی بہار آتی ہی اور انکے زمانہ کی آمد ہوتی ہی تب پہلے نقوش کو مٹا دیتے ہیں اور دوسرے زمانہ کے مناسب نقوش ان اوراق میں لکھی جاتے ہیں مگر یہ وہ اوراق نہیں کہ پہلے نقوش کے مٹانے سی بگڑ جائیں یا آلودہ ہو جائیں بلکہ جیسے دفتریں یا سلیٹ کے تختی یا لکڑی کے تختے پر جو چاہا لکھدیا پھر جب چاہا مٹا دیا اور اسکی جگہ اور لکھ دیا ایسے ہی ان اوراق میں بھی جو چاہا لکھدیا اور جب چاہا مٹا دیا لیکن پہلے پیچھے سب نقوش کی نقل بلکہ اصل ایک بڑی دفتر اور بڑی کتاب میں ہی جیسے تحریر پڑھنے والے جس شکل کو پڑھتے جاتے ہیں سلیٹ پر کھینچ کھینچ سمجھتے جاتے ہیں اور جب سمجھ لیتے ہیں اور دوسری شکل کی سمجھنے کی نوبت آتی پہلی کو مٹا دیتے ہیں اور دوسری کھینچ لیتے ہیں اور بایں ہمہ ان سب کی نقل بلکہ اصل تحریر اقلیدس میں موجود ہی باقی ربط اس آیت کا اپنے ماقبل سے اس صورت میں یہ ہوگا کہ کسی نبی سی کیونکر ہو سکے کہ اپنے آپ کوئی آیت لے آئے ہمارے یہاں تو ہر زمانہ کیلئے نقوش مقرر ہیں گنے چنے ہوئے رکھتے ہیں اسمیں کمی بیشی کب ہو سکتی ہی جو کوئی اپنی طرف سے اسمیں اپنی خواہش کے موافق اس آیت کا نقش بھی لا دے۔ **اقول** اپنی رائے سی قرآن کی تفسیر ایجاد کرنی اور جو روایات کہ تفسیر میں جناب رسولخدا صلعم سی مروی ہیں انپر نظر نہ کرنی اس سبب ہی سے تہتر فرقے ہوگئے ہیں اور اپنی رائے سی جیسی تفسیر چاہی ایجاد کی اور آیت میں تو یہ ہی کہ خداتعالی نے دو کتابیں خلق کی ہیں ایک تو ایسی ہی کہ اسمیں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسمیں سے جو چاہا مٹا دیا اور جو چاہا لکھدیا اور دوسری ایسی ہی کہ اسمیں محو و اثبات نہیں ہو سکتا اور مثال جو دی ہی اسکے مطابق کیونکر ہوگی کیونکہ ذکر تو ان کتابوں کا ہی جنمیں لکھا جاتا ہے اور مثال میں یہ بات کہاں ہی اور آیت میں تو یہ ہی کہ جو کچھ چاہتا ہی خدا مٹاتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے ثابت کرتا ہی اسکو اختیار ہی اور مثال میں یہ بات نہیں ہی بلکہ وہ ایک سلسلہ ہی کہ علی الدوام اپنے نفس سے بعد ایک ہیئت کے دوسری ہیئت بدلتا رہتا ہی۔ بحکم خدا کہ اسمیں کسیطرح کا فرق نہیں ہوتا ہی اور ہمیشہ اسی حالت مستمرہ پر رہتا ہی جیسے تخم سے زراعت بنی اور زراعت سے پھر تخم بنا اور اسمیں یہ نہیں ہوتا ہی کہ زراعت سے پتھر یا لوہا بنجائے اور خدا فرماتا ہی کہ جو چاہی خدا مٹائے اور جو چاہی ثابت کرے اور ہمنے اسکو بھی تسلیم کیا کہ یہ مثال صحیح ہی لیکن یہ بھی ایک قسم بدا کی ہوگی کہ آیت میں مٹانا اور ثابت کرنا علی العموم ہی اور وہ جو اوراق میں سے مٹایا جاتا ہی اور ثابت کیا جاتا ہی یہ ہی بدا پر دلالت کرتا ہی لیکن روایات فریقین سی جو کہ اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں ثابت ہوتا ہی کہ خداتعالی نے جو بعضے امور اور احکام مقرر کئے ہیں انمیں سی بعضے امر کو اپنی مصلحت کے موافق چاہی موقوف کردی اور اسکی جگہ دوسرا امر مقرر کردے چنانچہ عمر کو کسی کی زیادہ یا کم کردی اور تونگر کو مفلس اور مفلس کو تونگر کردے اور بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو بادشاہ کردے اور گنہگار کے گناہ مٹا کر بے گناہ کردے اور عذاب کو دفع کردے اور آئی ہوئی بلا کو ٹالدے اور روایتیں اس مضمون کی کچھ تو ہم پہلے سے اہل سنت کی کتابوں میں سے بیان کر چکے ہیں اور کچھ اور سنئے جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور رسالہ افادۃ الخیر میں لکھا ہی اخرج ابن جریر عن الضحاک رضی اللہ عنہ فی الآیۃ قال یقول انسخ ما شئت واصنع فی الاجال ما شئت ان شئت زدت فیہا وان شئت نقصت وعندہ ام الکتاب قال جملۃ الکتاب وعلمہ یعنی ذلک ما ینسخ منہ وما یثبت اور تفسیر درمنثور میں روایت ہے عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر سی کہ مفسرین اہل سنت کے ہیں اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن عمر بن الخطاب رض انہ قال وھو یطوف بالبیت اللھم ان کنت کتبت علی شقاوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں تفسیر آیت یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ میں لکھا ہی کہ فی ھذہ الآیۃ قولان الاول انہا عامۃ فی کل شیء کما یقتضیہ ظاہر اللفظ قالوا ان اللہ یمحو الرزق ویزید فیہ وکذا القول فی الاجل والسعادۃ والشقاوۃ والایمان والکفر وھو مذہب عمر وابن مسعود ورواہ جابر عن رسول اللہ صلعم پہلی روایت کا تو حاصل یہ ہے کہ خداتعالی کہتا ہی کہ نسخ کرتا ہوں میں جو کچھ چاہتا ہوں اور اجلوں میں کرتا ہوں میں جو کچھ چاہتا ہوں اگر چاہوں میں زیادہ کروں میں انمیں اور اگر چاہوں میں کمی کروں اور وعندہ ام الکتاب کو کہا کہ وہ ایک کل کتاب ہے اور علم اسکا ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ اسمیں سے کچھ نسخ کرتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور دوسری روایت کا حاصل یہ ہی کہ جب وقت عمر طواف کعبہ کا کرتے تھی تو انہوں نے کہا کہ اے خدا اگر تونے مجھپر کوئی شقاوت یا گناہ لکھا ہی تو اسکو مٹا دے کہ تو مٹاتا ہی جو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور تیری پاس ام الکتاب ہی اور تیسری روایت کا حاصل یہ ہی کہ اس آیت میں دو قول ہیں اول تو یہ کہ عام ہی ہر امر میں جیسے کہ ظاہر لفظ تقاضا کرتا ہی کہا انہوں نے کہ خدا مٹاتا ہی روزی کو اور زیادہ کرتا ہی اسمیں اور ایسے ہی اجل میں گفتگو ہی اور سعادت اور شقاوت میں اور ایمان اور کفر میں اور وہ مذہب عمر کا اور ابن مسعود کا ہی اور روایت کیا ہی اسکو جابر نے رسولخدا سے

اور اسی طرح کی روایتیں اس آیت کی تفسیر میں اہلسنت کی کتابوں میں کثرت سے ہیں اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں کسی طرح کا فرق نہیں ہے اور ام الکتاب جو کہ علم خدا کے مطابق ہے اسمیں
ہم محو و اثبات کے ہرگز قائل نہیں ہیں بلکہ اہل سنت کی بعضی روایت میں آیا ہے کہ ام الکتاب میں بھی محو و اثبات واقع ہوتا ہے چنانچہ لباب میں ابوداؤد سے روایت ہے مروی ابو
الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل اللہ تعالی فی آخر ثلث ساعات یبقین من اللیل فینظر فی الساعة الاولی منهن فی ام الکتاب الذی لا ینظر فیه احد غیره
فیمحو اللہ ما یشاء و یثبت انتہی یعنی کہا کہ کہا رسول خدا صلعم نے کہ نازل ہوتا ہے خدا یتعالی تین ساعت آخر میں کہ جو باقی رہتی ہیں رات میں سو پس نظر کرتا ہے ساعت پہلی میں ان
ساعتوں میں سے ام الکتاب میں کہ جسمیں سوا اُسکے کوئی نظر نہیں کرتا ہے پس مٹاتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اس شیخ کو اپنے گھر کی تو خبر نہیں ہے اور دوسروں پر جھوٹے
اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کرکے کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب اس تقریر کو اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیسی برجستہ ہے اور پھر باایں ہمہ اسمیں کہیں اسکی گنجائش نہیں
کہ قائلین بدا انگشت رکھ سکیں یا تمسک کر سکیں پھر کوئی کیونکر کہدے کہ آیت میں محو و اثبات کا ذکر ہے تو علم الٰہی میں محو و اثبات ہوگا مگر جو بات اپنے ذہن میں جمی ہوئی ہوتی
ہے اُسکی طرف ذہن دوڑا کرتا ہے بھوکے کے نزدیک دو اور دو چار روٹیاں ہی ہوتی ہیں **اقول** یہ تقریر خلاف تحریر مفسرین اہل سنت کی ہے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور اُس سے بدا کو
بھی ثابت کر چکے اور بدا اسمیں اسطرح ہو سکتا ہے کہ کسی مزارع نے صلہ رحمی کی تو خدا یتعالی نے اُسکی زراعت کو خوب سرسبز کرکے بربار کر دیا اور اگر قطع رحمی کی تو اُسکی زراعت کو
آفت آسمانی یا ارضی سے فاسد اور تباہ کر دیا اور یہی بدا ہے اور شیعوں کے نزدیک علم میں خدا یتعالی کے محو و اثبات نہیں ہو سکتا اگر ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابھی ہم
لباب سے بیان کر چکے ہیں کہ محو اور اثبات ام الکتاب میں واقع ہوتا ہے جو کہ مطابق علم خدا کے ہے سو سنیوں کے نزدیک تو علم خدا میں پایا گیا اور شیعوں کے کہیں نہیں ثابت ہے اور شیعہ جس
بات پر جمے ہوئے ہیں وہ بہت خوب ہے اور قرآن اور حدیث سے ثابت ہے مگر خدا کے علم میں محو و اثبات کے راہ پانیکے قائل نہیں ہیں اور جو حق ہے اُسکی طرف دوڑتے ہیں **قال
الشیخ الاشعری** اور اگر اس تقریر کو سنکر کسیکے یوں کان کھڑے ہوں کہ مشہور تو یوں سنا تھا کہ لکل اجل کتاب سے جو لکھا نکلتا ہے تو یہی لکھا ہے جیسے عرف میں
لکھا کہتے ہیں سو وہ تو کسی کلام اور الفاظ کے مقابلہ میں جو حروف اور نقوش مٹتے ہیں انکے لیے ہوتا ہے تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ حق بات چاہے مشہور ہو کہ نہو
اگر یہی جیسیاں نہوں تو بھی کہو مہنا جیسے اور صاحبوں کی مرضی ہے ہم بھی اُسی راہ چلتے ہیں دوکانداروں کے یہاں اکثروں نے دیکھا ہوگا کہ روزمرہ کی برداشت کیلئے تختے پر
لکھتے جاتے ہیں بعد ازاں بہی میں نقل کرکے تختی کو دھو لیتے ہیں اور پھر دوسرے دن کی برداشت اسی تختی پر لکھنی شروع کرتے ہیں سو ہر روز یہ لکھنا اور مٹانا رہتا ہے اور تیسری ایک بہی
وہ ایسی ہے کہ تمام ایام کی برداشت کی تفصیل تاریخ وار درج ہے کہ اُسمیں بجز لکھنے کے مٹانے کا اتفاق نہیں ہوتا ہے سو ایسا ہی جناب باری تعالی کے کارخانہ قدرت میں سمجھ لیجیے
جیسے یہاں روزمرہ کی برداشت تختی پر لکھتے ہیں وہاں قرن وار کسی لوح پر ایک تحریر ہوتی ہو اور پھر اسکو اس لوح سے مٹا کر بڑی کتاب میں کہ اسکو ام الکتاب کہتے ہوں
درج کرتے ہوں بعد ازاں پھر دوسرے قرن کا حساب کتاب لکھنا شروع کر دیتے ہوں مثلاً رسول اللہ صلعم کے قرن کا حساب کتاب ایک لوح پر لکھکے اُسکو کسی بڑی لوح میں
نقل کر دیا ہو پھر اس لوح سے اس تحریر کو مٹا کر صحابہ کے قرن کا حساب کتاب لکھکر اُسی طرح بڑی کتاب میں درج کر دیا اسی طرح یہ محو و اثبات متعینہ ہوتا ہو مگر سب جانتے ہیں کہ یہ محو
اثبات بوجہ غلطی تحریر نہیں کہ جس سے بدا ثابت ہو جاتا **اقول** سچ کہتے ہیں کتاب اسیکو کہتے ہیں جسمیں لکھا جاتا ہے اور بدا اسطرح ہے کہ ایک بات لکھی اور اُسکے بعد جب مصلحت اس بات
کی باقی نرہی اور دوسری بات کی مصلحت ہوئی تو پہلی کو مٹا کر دوسری لکھی اور ہر روز ایسا ہوتا رہتا ہے اور ہر روز کا حساب کتاب جو لکھا ہوتا ہے وہ بڑی کتاب میں
لکھا جاتا ہے کہ اُسمیں پھر تغیر نہیں ہوتا اور اُس بڑی کتاب کو ام الکتاب کہتے ہیں اور خدا یتعالی کے کارخانے میں لکھنا اور مٹانا ہر روز ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ فرماتا ہے کُلَّ
یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ اور اس ہر روز کے مٹانے اور لکھنے کو ہم بدا کہتے ہیں اور یہ مٹانا اور لکھنا غلطی کی راہ سے نہیں ہے بلکہ بہت صحت سے ہوتا ہے اور اگر اسمیں احتمال غلطی خدا
کا ہو تو وہ ہمارے نزدیک بدا نہیں ہے بلکہ وہ کفر ہے کہ جسمیں نعوذ باللہ منہا احتمال غلطی کا خدا کی طرف ہو اور اگر وہ بدا ہوگا تو باعتبار لغت کے ہوگا اور ہماری اصطلاح کے نزدیک
وہ بدا نہیں ہے اور ہمارے نزدیک بدا کہ جسکے ہم قائل ہیں وہ ہے کہ جسکو ہم ابتدا سے بیان کرتے چلے آتے ہیں اور بدا بمعنی لغوی کے قائل کو ذات خدا میں ہم کافر جانتے ہیں اور بدا
ہمارے نزدیک بعینہ وہ ہے کہ جو اہل سنت کی روایتوں میں تفسیر میں آیت یمحو اللہ کے وارد ہوا ہے اور ہم لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ یہ بھی نسبی بلکہ حکم ام
کے تبدل و تغیر کے باعث یہ محو اثبات ہوتا ہو تب بھی تو مقتدایان شیعہ کا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا تصویر اگر مطلوب ہے تو اسکی یہ صورت ہے کہ بیمار اگر طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسکے
لیے موافق قواعد طب کے مثلاً منضج تجویز کرتا ہے جب اسکی میعاد پوری ہو لیتی ہے تو انہیں دواؤں میں سے بعض دواؤں کو کاٹ دیتا ہے اور سنا وغیرہ بڑھاتا ہے اور بعد اسکے تبرید
کا نسخہ لکھتا ہے اور پھر مقویات تجویز کرتا ہے تو اس صورت میں جو کچھ طبیب تجویز کرتا ہے وہ سب موافق کتب طب کے ہوتا ہے اور منضج اور مسہل اور تبرید اور مقویات کے جو تبدیل کرتا ہے تو وہ تبدیل
اسوجہ سے نہیں ہوتی کہ پہلی تجویز میں کچھ غلطی ہو گئی تھی بلکہ عین فہم و خوبی طبابت یہی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر منضج اور مسہل اور تبرید کا استعمال ہوا کرے سو جیسے یہ قصہ ہے ایسی

کارخانہ قدرت خدا کا کارخانہ سمجھئے جناب باریتعالی کو جو حکیم مطلق ہی بجاے طبیب حاذق خیال فرمائیے اور ام الکتاب کو بجای کتب طب قرار دیجے اور اُس کتاب کو جو لکل اجل کتاب
میں ہی یعنی ہر ہر مدت کی جدی جدی کتاب کو بمنزلہ نسخہ منضج اور مسہل رکھیے اور فرشتوں کو بیماردار اور مجموعہ عالم کو جو اصطلاح محققین میں مسمی بشخص اکبر ہی بیمار فرض
کیجیے اور محو اثبات کو ایسا سمجھیے جیسا منضج کی جگہ مسہل بدلتی ہیں ور مسہل کی جگہ تبرید سو اس تبدیل کو بدا مصطلح شیعہ سمجھنا کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہی ہاں اگر یہ
تبدیل اس قسم کی ہوتی جیسے تشخیص کی غلطی سے اول تو کچھ تجویز کیا تھا پھر کچھ سمجھ میں اور آیا تو البتہ ایک موقع تھا لیکن لکل اجل کتاب اسبات کو چاہتا ہی کہ مدت وار جدی
جدی تحریریں ہوتی ہیں ور وہ تبدیل بوجہ تبدیل مدت ہے بوجہ غلطی تجویز نہیں۔ **اقول** حکم و احکام میں بھی تبدل اور تغیر ہوتا ہی اور سوا اسکے اور امور میں جنمیں مصلحت
خدایتعالی کی ہوتی ہی اور شیعوں کا دعوی بخوبی ثابت ہے اور یہانتک ہم بخوبی ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور یہ مثال طبیب کی اور بیمار کی بہت خوب ہے کہ جیسے کہ طبیب بیمار کے
واسطے ایک نسخہ لکھے اور بعد چند روز کے اُس نسخہ کی مصلحت باقی نرہی تو دوسرا نسخہ حکیم بدلتا ہی لیکن جو کچھ لکھتا ہی موافق قاعدہ طب کے لکھتا ہی غلطی اُس سے نہیں ہوتی ہی
ایسے ہی خدایتعالی جو کچھ واسطے بندہ کے ایک وقت کرتا ہی تو بعد اسکے مصلحت دوسرے وقت میں پہلے امر کے خلاف کو چاہتی ہی تو وہ کرتا ہی لیکن خدایتعالی میں اور طبیب میں
یہ فرق ہی کہ طبیب سے تو کبھی غلطی ہو جاتی ہی اور خدایتعالی سے غلطی کا ہونا ممکن نہیں ہے اور جو کچھ مثال میں طبیب اور بیمار کی لکھا ہی یہی بدا ہے شیعوں کے نزدیک اور جگہ جگہ
غلطی کا جو ذکر کرتا جاتا ہی شیعوں کے نزدیک تو بدا میں کسی طرح سے غلطی کو دخل نہیں ہے اسواسطے کہ غلطی کا احتمال خدایتعالی کی طرف شیعوں کی نزدیک کفر ہی اور پھر انکی طرف
منسوب کرنا ایسے بدا کو بڑی بے انصافی اور افترای محض ہے۔ **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ تینوں تقریریں جو مذکور ہوئیں ایک سے ایک چڑھتی ہیں اور بعد ملاحظہ ان
تقریرات کے مدعیان بدا کا حوصلہ معلوم نہیں ہوتا کہ پھر اس آیت کی طرف منہ کرکے بھی سو دیں یا اس آیت سے تمسک کا نام بھی لیں مگر جسکے دل میں انصاف نہو اسکے
آگے حق بات کا بیان کرنا بھی لاحاصل خیر کوئی سمجھے یا نہ سمجھے جو اسپر بھی نہ سمجھے اُس سے خدا نہ سمجھے **اقول** یہ تینوں تقریریں جو بیان کی ہیں بالکل لغو اور فضول ہیں اور
جو بدا ہمارے نزدیک ہے اُسکے دفع کرنے کو کچھ مس نہیں کرتی ہیں چنانچہ ہم تینوں تقریروں کا جواب لکھیے ہاں اگر بدا لغوی کو کہو تو ہو سکتا ہی اور اسکو ہم بھی باطل
جانتے ہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو اُس آیت سے بلکہ روایات کتب اہل سنت سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں اور اسی آیت سے ہمکو تمسک ہے اور جو کچھ ہمنے لکھا ہی دیکھنے والے
کہ سب حق ہی اور بے انصافی کی کوئی بات نہیں ہے لیکن جو شخص کہ ہمپر افترا کرے اور ایک عقیدہ باطل کو ہماری طرف منسوب کرے اسکا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے بجز اسکے
کہ ہم کہیں اُسکے جواب میں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین **قال الشیخ الاشعری** اور بعض علماء شیعہ کو بدا کی حقیقت پر ایک اور نئی دلیل سوجھی ہی آیت وَوٰعَدْنَا مُوسٰى
ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اِسے حقیقت بدا پر استدلال لاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی سنیے ہم سناتے ہیں حاصل اس آیہ کریمہ کا اول معروض ہی وہ یہ ہے کہ وعدہ ٹھیرایا ہمنے موسیٰ سے تیس
رات کا اور پورا کیا ہمنے اس مدت کو ایک عشرہ اور بڑھا کر سو پورا ہو گیا وقت اسکے رب کا چالیس راتیں انتہی اب تقریر استدلال سنئے اول تو جناب باری تعالی نے تیس شب کی محنت پر
توراۃ کا وعدہ کیا پھر تیس رات کے مجاہدہ پر توراۃ عطا نہوئی بلکہ فرماتے ہیں کہ تیس رات کے بعد دس روز اور بڑھا دیے سبب اس زیادتی کا بجز اسکے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تیس رات
کی خلوت پر توراۃ کا عطا ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا یہ کثیر اجرت اس قلیل مدت پر نا زیبا نظر آئے تعظیم اجرت کے لیے مدت ور بڑھا دی سو اگر خدا ہی کو یہ بات پہلے سے سوجھی ہوتی
تو بدا کا ثبوت موافق اصطلاح متقدمین ظاہر ہی ورنہ اس سے کم بھی نہیں کہ خداوند علیم تو جانتا تھا پر حضرت موسے اور بنی اسرائیل کو کچھ کا کچھ بتلا دیا سو اسبات میں ور اسبات میں گو زمین
وآسمان کا تفاوت ہے پر ہمارے حق میں جیسا بدا حسب صطلاح متقدمین ویسا ہی تو آیت رب العالمین کا اس صورت میں خدا کے کلام پر اعتماد نہ اس صورت میں کلام ربانی قابل استثنا
پھر اگر فضائل صحابہ وغیرہ معتقدات اہل سنت پر کلام ربانی شاہد بھی ہو تو کیا ہوا ایک بانی بات ہے قابل التفات نہیں **اقول** اگر کوئی شیعہ اس آیت کو بدا کے جواز پر دلیل لایا ہے
تو ہو سکتا ہی اور کچھ رد اسمیں نہیں ہی اسواسطے کہ خدایتعالی نے وعدہ تیس شب کا کیا تھا اور بعد گزرنے تیس روز کے وہ وعدہ وفا نہوا بلکہ دس روز اسپر اور بڑھائے اور بعد گزرنے چالیس دن کے وعدہ وفا
ہوا اور پہلے وعدہ میں خلف لازم آیا یہانتک کہ قوم بے بصیرت اور جاہل نے طعن کیا کہ موسی نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا اور چالیس روز میں اُسکو وفا کیا چنانچہ تفسیر در منثور
میں لکھا ہی اور یہی بدا ہی کہ پہلے حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دیوے لیکن خدایتعالی جانتا تھا اپنے علم قدیم سے پہلے ہی سے کہ ہم تیس روز کا وعدہ کرینگے اور جب موسی مسواک کرکے
اپنی منہ کی بدبو دور کریگا تو ہم تیس روز کے حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم دینگے کہ دس روز تیس روز پر اور بڑھائینگے اور حقیقت میں خلف وعدہ بھی لازم نہ آیا کہ ایفای وعدہ بعضی
شروط پر موقوف ہوتا ہی اور اسمیں تمام شروط میں سے ایک مسواک کا نکرنا بھی تھا اور یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ خدایتعالی نے بندونکو شروط پر بھی مطلع کرے اور وعدہ اُسکا حق ہی اور اگر بسبب
کسی شرط کے اسکا ایفا نہوا اور بندونکو اُس شرط کی خبر نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وعدہ کو وفا کیوں نہیں کیا بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی شرط پر
موقوف ہوگا اور اسی طرح محدث عبدالحق دہلوی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ سیدی احمد زروق کہ از محققین علماء صوفیہ واز مشاہیر علماء مغرب است ذکر کردہ کہ یکے از رعایت

ادب مقام ربوبیت آنست کہ باوجود وثوق تصدیق وعدہ سبحانہ تعالیٰ واجب است اعتقاد بآنکہ واجب نیست ہیچ حق بر وی تعالیٰ و اعتبار ایں دو اصل و قاعدہ و تطبیق
میان آنہا نزد تعارض واجب ترین ایمان است اگر وعدۂ اجابت در وقت معین نیست فلا اشکال و اگر بالفرض در وقت معین نیز شدہ باشد و اجابت آں موعود در آں وقت
بوقوع نیاید نیز تصدیق وعدہ در شک و تردد نیفتد از آنکہ تواند بود کہ وقوع وعدہ معلق باشد باسباب و شروطی کہ دانائے مطلق عز شانہ بعلم آں متاثر باشد و بندہ را بر آں
اطلاع ندادہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ و بر وی تعالیٰ واجب است کہ ہر چہ در علم اوست از قیود و شروط بیان فرماید و بندہ را بر آں اطلاع بخشد الخ اور جو کچھ لکھا ہے
یہی بدا میں ہوتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا اور بعد اسکے کسی مصلحت سے وہ حکم موقوف کرکے دوسرا حکم دیا لیکن بندہ اسکی وجہ کو نہیں جانتا اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ نعوذ باللہ
خدا تعالیٰ سے پہلے حکم میں غلطی ہوئی ہو اور پہلے سے وہ اسکو سمجھا نہیں تھا جیسا کہ یہ دروغ گو مفتری لکھتا ہے کہ پہلے سے یہ بات سوجھی تھی تب تو بدا کا ثبوت
موافق اصطلاح متقدمین ظاہر ہے یہ شیخ بالکل جھوٹ لکھتا ہے اور اصطلاح متقدمین شیعہ کی ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا کو پہلے سے یہ بات سوجھی نہ تھی اور اگر حضرت موسیٰ نے
اور بنی اسرائیل کو کچھ کا کچھ بتلا دیا تو اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ جو کچھ بتلایا وہ ایک شرط پر موقوف تھا اور اسکا جواب ہم لکھ چکے ہیں اور تورات میں خدا تعالیٰ نے ہرگز نہیں
کیا ہی جیسے کہ ہم لکھ چکے اور بدا البتہ واقع ہوا ہے نہ اس طرح سے جیسا کہ تو کہتا ہے کہ خدا کو پہلے سے سوجھی نہ تھی بلکہ پہلے سے علم قدیم سے خدا تعالیٰ سب جانتا تھا اور نہ جاننے کا
مذہب تیرا ہوگا شیعوں کا یہ مذہب نہیں ہے اور بدا کی کچھ یہی ایک دلیل تیس شب کے وعدہ کی نہیں ہے بلکہ بہت سی صورتیں ہیں کہ اہل سنت کی روایتوں سے ثابت ہیں اور ہم
کئی روایتوں کو پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں مگر ہمارے نزدیک بالیقین یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ معاذ اللہ خدا سے غلطی ہوئی ہو یا پہلے سے وہ نہ سمجھا ہو اور اعتماد اگر خدا پر نہ ہوگا تو
تمکو ہوگا اور شیعوں کا اعتماد تو سب خدا پر ہے اور اسی کے قول سے استناد ہے یا اسکے مقربوں اور خاصوں کے قول سے نہ ہر دشمنا اور جہلائے جاہل کے قول سے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے
فضائل پر جو کلام خدا شاہد ہے اسکا ہمکو بھی اعتقاد ہے اور سب صحابہ کو ہم ممدوح جانتے ہیں مگر بعضے انہیں سے جو بسبب حب ریاست اور طمع مال دنیا کے طریق حق سے منحرف اور برگشتہ
ہوگئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے کہ وہ آیات مدح سے مستثنی ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر کوئی سمجھدار ہو تو ہم بھی اپنے جی میں اسکا جواب لئے بیٹھے ہیں غلطی یا غلط گوئی
متکلم اور ہے اور غلط فہمی مخاطب اور حضرات شیعہ اپنی غلط فہمی سے اپنی غلط فہمی کو غلطی یا غلط گوئی خداوندی سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ غلط فہمی اپنی سمجھ کا قصور ہے خداوند علیم اسمیں کیا قصور
اقول شیعہ سب سمجھدار ہیں اور سمجھ تجھ کو ہی نہیں ہے کہ تو سمجھداروں کو بے سمجھ کہتا ہے اور تو شیعہ خود غلطی پر ہیں اور نہ وہ خدا کو غلطی پر کہتے ہیں تو اپنی تہمت کرتا ہے کہ وہ خدا کی غلط فہمی کے
قائل ہیں ناحق انکی طرف منسوب کرتا ہے انکا تو اس اعتقاد ایسے عیبوں سے پاک ہے **قال الشیخ الاشعری** یہ سب جانتے ہیں کہ جناب باری نے اس قصہ کو مختصر بیان
فرمایا ہے روزوں کا اسمیں ذکر نہیں مسواک کا اسجگہ مذکور نہیں سو جیسے روزوں کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ حدیث تعبیر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقط تیس دن رات مقصود تھے بلکہ انمیں
دنوں صائم رہنا مطلوب تھا ایسا ہی ہو سکتا ہے کہ بعض اور شرائط بھی ہوں کہ انکا ذکر نہیں فرمایا منجملہ مسواک کا نہ کرنا بھی ہو اور اگر فرض کیجیے روایات نہ ثابت ہو جاتیں کہ تورات کی اجرت
میں فقط تیس دن کو روزے ہی ٹھیرے تھے اور سوا اسکے اور کوئی بات مشروط نہ ہوئی تھی تو قطع نظر اسکے کہ اس امر کا ثبوت غیر ممکن معلوم ہوتا ہے فقط عدم ثبوت نکلے تو نکلے ثبوت عدم
محال نظر آتا ہے ہم کہتے ہیں کہ بہت سی ایسی شرائط ہوتی ہیں کہ وقت تقرر اجرت انکا مذکور نہیں آتا انکا معروف ہونا کافی ہو جاتا ہے کچہری یا فوج کے ملازموں کو دیکھیے کہ لباس
خاص اور اکرام حکام اور تقدیم تسلیم کا وقت تقرر انسے کوئی مذکور نہیں کرتا باینہمہ ان امور کے ترک پر انسے مواخذہ کیا جاتا ہے جرمانہ لیا جاتا ہے تاوان لیتے ہیں سزا دیتے
ہیں اور اگر ملازمان بادشاہی کی بات باینوجہ کہ قابل قیاس نہ ہو کہ انسے تو اصل کار اور اجرت کی مقدار کا بھی ذکر آتا ایک بات معین ہوتی ہے جسے ہر خاص و عام جانتا ہے
علی ہذا القیاس اور امور بالائی مثل لباس وغیرہ بھی معلوم ہوتے ہیں سو اس حساب سے انکا حال مثل اصل امر رہا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو ہمارے اور بھی مفید مطلب
ہے کیونکہ جب شہرت کے سبب سے تمام امور کے ذکر کی حاجت نہیں تو بعض امور کے مذکور ہونے کی تو بشرط شہرت لاجرم حاجت نہ ہوگی **اقول** یہ ذکر تو ہم اول ہی کر چکے کہ
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شروط مذکور نہیں ہوتی اور اگر انکو ذکر نہ کیا تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ بعد تیس دن کے تورات کے عطا کرنے کی شرط جو تھی وہ
وقوع میں نہیں آئی تھی اسواسطے دس روز اور بڑھائے تھے اسقدر کیوں طول دیا اور بدا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب پہلے حکم کی جو شرط مفقود ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم صادر
ہوتا ہے اور یا یہ کہ اس حکم کی مدت گزر جاتی لیکن خدا تعالیٰ دوسرا حکم جو بدلتا ہے تو اس سے بے خبر نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ کہ پہلے حکم میں غلطی معلوم ہوئی تو اسکو بدلا بلکہ
روز ازل سے ہر ایک امر کو جانتا ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا یہ مثال نا پسند ہے تو اور مثال لیجیے گھوڑے کو کہیں جانے کی لیے کرایہ کرتے ہیں تو چارجامہ یا نوزی
لگام رکاب وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں کرتا باینہمہ اگر گھوڑے والا گھوڑے کے ساتھ یہ چیزیں حوالہ نہیں کرتا تو کرایہ لینا نہ ملا کیسا کچھ لڑتا جھگڑتا ہے اور بن پڑتا ہے تو کرایہ میں سے
بھی کچھ نہ کچھ کتر لیتا ہے ایسے ہی اگر بابین بندگان خاص خداوندی حضرات انبیاء اور جناب باری کچھ قوانین ادب مقرر ہوں اور بندگان خاص کے نزدیک

مشہور معروف ہوں اور اسکے ترک پر اگرچہ ذکر نہ آئے مواخذہ ہو تو عین حق اور عین صواب ہے مگر اسکو بدا نہیں کہہ سکتے بدا کہنا جب مناسب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہرگز
اسکی اطلاع نہو اور در صورتیکہ اسکی اطلاع ہو اور فقط بمقتضاء بشریت اُنسے خطا ہو جاے تو پھر بدا کہا اور یہ بھی نہ سہی کلام اللہ سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تیس دن کے مجاہدہ پر
توراۃ کا عطا ہونا ٹھیرا تھا اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک ماہ کا کسیکا کچھ مشاہرہ مقرر کردیں سو جیسے ایک ماہ کی تنخواہ کے یہ معنی ہیں کہ ایک مہینے کی یہ مزدوری ہوئی خواہ
تیسویں دن ملی خواہ دس دن بعد ایسے ہی تیس رات دن کے مجاہدہ پر توراۃ کے عطا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تیس دن کے مجاہدہ کا یہ ثمرہ اور یہ صلہ ہے خواہ تیسویں دن ملی ہو یا دس
دن بعد باقی رہی دس روز زیادہ کی محنت کی وجہ اسکا بیان ہمارے ذمہ ضرور نہیں **اقول** مثال گزشتہ ہمکو ناپسند نہیں ہے بلکہ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں اور بعد اسکے جو
مثالیں لکھی ہیں اور اُجرت اور مزدوری کا ذکر کیا ہے اس سے کیا تعلق ہے بدا تو ہم اس سبب سے کہتے ہیں کہ خدا تعالے نے حضرت موسیٰ سے وعدہ تیس شب روز کا کیا ہو اور جب
تیس روز گزر گئے تو وعدہ کو وفا نہ کیا اور تیس روز کے حکم کو منسوخ کرکے دس روز اور زیادہ کئے اور چالیس روز میں وعدہ کو وفا کیا یعنی حکم کیا تھا کہ ہم تیس روز میں وعدہ
کو وفا کرینگے سو تیس روز میں تو وفا نہ کیا بلکہ چالیس روز میں وفا کیا اور یہی بدا ہے اور مزدوریوں کا کیا ذکر ہے کہ تیس دن میں اگر ادا نہ کی تو چالیس دن میں ادا کی جا ہو-
ہزاروں میں ادا کرو ذکر تو اسکا ہے کہ تیس دن کا وعدہ کیا اور پھر تیسویں دن نہ دیا ذکر تو کچھ ہے اور لکھتا کچھ ہے اور بدا کی دلیل کچھ یہ قصہ توراۃ کے دینے ہی کا نہیں ہے اسکی
دلیلیں تو کثرت سے ہیں کہ جو روایات اہل سنت میں موجود ہیں اور پہلے اس سے ہم بہت سا کچھ لکھ چکے ہیں تو نے ایک آسان بات سمجھکر حضرت موسے کے قصہ کی اُسکا ذکر کیا اور
سوا اسکے اور دلیلوں سے اعراض کیا کتب تفاسیر اور احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت یونس نے اپنی قوم سے وعدہ کیا کہ فلانے روز تم پر عذاب نازل ہوگا اور قوم نے دعا کی اور
زاری کی تو وہ عذاب مرتفع ہوگیا اور حضرت یونس کے خبر دینے میں خلاف لازم آیا اور حضرت یونس وہاں سے نکلگئے اس خیال سے کہ میں قوم کے نزدیک جھوٹا ٹھیرا کہ اُنپر عذاب
نازل نہوا اب بکہو تو کہ یہ بدا نہیں تو کیا ہے اور حیوۃ الحیوان دمیری شافعی میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایک جانور کے بچے جب وہ دیتا تھا اُسکے آشیانہ میں سے نکالکر لیجاتا اُس جانور
نے خدا تعالے سے شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اب وہ تیرے بچہ لیجائیگا تو اُسکو میں ہلاک کرونگا اس وعدہ کے بعد بھی وہ شخص آیا اور دو بچے اُس جانور کے لیگیا
اور اُس نے صدقہ جو دیا تو ہلاک ہونے سے محفوظ رہا چنانچہ حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ وفی تاریخ ابن النجاری وعوالی ابی عبد اللہ بن المثنی بن انس بن مالک الانصاری قاضی البصرہ
وعالمها ومسندها وهو من كبار شيوخ البخاري من حديث الحسن بن ابي الحسن البصري عن ابي هريرة رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال كان فيمن قبلكم رجل له
وكر طائر كلما افرخ يأخذ فرخه فشكى ذلك الطائر الى الله تعالى ما يفعل به فاوحى الله اليه ان عاد فسأهلكه فلما افرخ الطائر خرج ذلك الرجل كما كان يخرج فبينما هو في
بعض الطريق فسأله سائل فاعطاه رغيفا كان معه يتغذاه ثم مضى حتى اتى الوكر فوضع سلمه ثم صعد واخذ الفرخين وابواهما ينظران اليه فقالا ربنا انك لا تخلف الميعاد وقد وعدتنا
ان تهلك هذا اذا عاد وقد عاد واخذ فرخينا ولم تهلكه فاوحى الله اليهما الم تعلما اني لا اهلك احدا تصدق في يومه بميتة سوء اب انصاف کرنا چاہئے کہ یہ روایت بدا پر دلالت کرتی ہے یا نہیں اور روضۃ العلماء میں لکھا ہے
حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام مع حواریوں کے بیٹھے تھے کہ گزر ایک دھوبی کا ہوا اور اُسکی پشت پر گٹھا کپڑوں کا تھا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ یہ دھوبی اسی ساعت مریگا
اور اسکا جنازہ تیرے پاس آئیگا شام کے وقت دھوبی صحیح وسلامت اُٹھا پھر کر آیا مع کپڑوں کے حواریوں نے اُسے زندہ دیکھکر بہت تعجب کیا حضرت عیسیٰ نے دھوبی سے
فرمایا کہ تو اپنا قصہ بیان کر کہا کہ میں صبح کو نکلا اور میرے پاس تین روٹیاں تھیں ایک سائل میرے آگے آیا میں نے اُسکو ایک روٹی دی اُس نے دعا کی کہ خدا تعالی تجھسے بدی کو
دفع کرے میں آگے چلا اور دوسرا سایل آیا اُس نے سوال کیا تو دوسری روٹی میں نے اُسکو دی اُس نے بھی دعا کی کہ خدا تعالے تجھ سے بلا کو دور کرے اور جس وقت میں نے گٹھا
کپڑوں کا کھولا تو اُسمیں ایک کالا سانپ دیکھا کہ اُسکی آنکھوں میں آگ چمکتی تھی اور اُسکی گردن میں دو زنجیریں پڑی تھیں اور دو فرشتے اُسکو کھینچتے تھے یہانتک کہ گٹھے
سے کپڑوں کے اُسکو نکالدیا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ روٹی کے صدقہ دینے کے سبب سے خدا تعالیٰ نے تجھکو سلامت رکھا اور تیری عمر کو زیادہ کردیا چنانچہ لکھا ہے کہ حدثنا
ابو عبد الله المطوعي باسناده عن وهب رحمه الله قال كان عيسى النبي صلوات الله عليه قاعدا مع الحواريين اذ مر قصار على ظهره حزمة ثياب فقال عيسى عليه السلام للحواريين ان
هذا القصار يموت الساعة ويرد على جنازته فجلوا فلما كان عند المساء فرجع القصار سالما مع ثيابه فتعجب الحواريون بذلك فقال عيسى للقصار اخبرني عن قصتك
قال خرجت بالغداة ومعي ثلثة ارغفة فاستقبلني سائل فدفعت اليه واحدا فدعا وقال صرف الله عنك المسوء فمضيت فاستقبلني
سائل آخر فسألني فدفعت اليه الرغيف الثاني فقال صرف الله عنك البلاء واذا فتحت حزمة ثيابي رايت فيها حية سوداء وله تلتهب النار من عينيها وفي عنقها
سلسلتان واذا ملكان يمدان تلك الحية حتى اذا اخرجاها من حزمة ثيابي فقال عيسى ان الرغيف سلمك الله تعالى وزاد في عمرك اب دیکھو تو یہ بدا نہیں
تو کیا ہے اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اور جب ہم اس طرح کی روایت کسی امام سے بیان کرتے ہیں تو یہ لوگ اُسپر طعن کرتے ہیں کیا اسکو انصاف

کہتے ہیں کہ خود تو جسقدر چاہیں بیان کریں اور جب کوئی دوسرا ایسا بیان کرے تو اُسپر طعن کریں **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی نادان لفظ اتممناہا سے دس رات کی نسبت تیس رات کی تتمہ ہونا سمجھکر اُلجھنے کو تیار ہو تو اسکا جواب یہی ہے کہ سنن و نوافل کا بہ نسبت فرائض کے متمم ہونا اور علی ہذا القیاس صدقۃ الفطر کا بہ نسبت صیام رمضان کے متمم ہونا احادیث صحیحہ سے ظاہر و باہر ہے مگر کسیکے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں کہ فرائض پنجگانہ کے مقدار بہ نسبت زمانہ سابق کے زیادہ کی گئی بلکہ یہ معنی ہیں کہ بمقتضای بشریت ہر عمل میں کچھ نہ کچھ قصور رہ ہی جاتا ہے کتنا ہی اہتمام کیوں نکرو اس صورت میں مقدار اصلی خدا کے نزدیک بھی اور بندوں کے علم میں بھی وہی رہی اور یہ سب اوپر کا بکھیڑا از قبیل قضاء مافات اور جبر نقصان اور مکافات تقصیرات ہے سو ایسے ہی اُن دس دن کو سمجھئے بلکہ لفظ اتممناہا ہی خود اس بات پر شاہد ہے کہ یہ دس دن کی محنت از قبیل جبر نقصان ہے ورنہ میعاد اصلی وہی تیس دن تھے اگر ان تیس رات کا مجاہدہ ہمہ وجوہ قابل پسند ہوتا اور بمقتضاء بشریت جس سے سب چارہ نہیں نبی ہو یا ولی ہو چنانچہ واقف کار واقف ہیں کوئی قصور و فتور عارض حال موسوی نہوتا تو جناب باریتعالی کیطرف سے اور دس دن کا مطالبہ نہوتا باقی رہا لفظ میقات ربہ کا اس بات پر دلالت کرنا کہ میعاد اصلی چالیس راتیں تھیں سو اسکا جواب یہ ہے کہ بازار خداوندی میں ہر عمل کی ایک اجرت ہے اور ہر اجرت کے لئے ایک محنت معین ہے کلام اللہ حدیث اسکی گواہ ہیں نائل عظیمہ مثل حصول تورات وغیرہ کا نرخ چالیس رات کی محنت اصل سے مقرر ہو مگر کمال جود اور عموم رحمت کے باعث حضرت موسی علیہ و علی نبینا السلام کیلئے دس دن یعنی تہائی محنت کی تخفیف کی گئی ہو جیسے اس اُمت کے عوام کے لئے نو حصہ محنت کے تخفیف کی گئی ہے باور نہو تو اس آیت کو دیکھئے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی لائیگا اس دس گنا ثواب ملیگا سو دس گنا تو جبھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک نیکی کی عوض دس نیکیوں کا ثواب ملے پر جب ایک ہی نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب ملا تو نو حصہ محنت کے تخفیف آپ نکل آئی آیات اور احادیث میں اس مضمون کی اور بھی بہت شواہد ہیں بہر حال بعضے آیات و احادیث تو ایسی ہیں جن سے اس سے زیادہ تخفیف بھی بعض بعض افراد کے لئے ثابت ہوتی ہے باندیشہ تطویل تفصیل سے معذور ہوں **اقول** ذکر تو کچھ اور ہے اور یہ شیخ لکھتا کچھ اور ہے کہیں تو لکھتا ہے کہ کوئی دس دن کو تیس روز کا تتمہ سمجھے جیسے کہ نوافل فرائض کا تتمہ ہے اور کہیں دس دن کو قبیل قضاء مافات اور جبر نقصان سے کہتا ہے یہ سب صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو بھی ہم ان سب تحریروں کو تسلیم کیا اگر ہمارا تو مطلب وہ ہے کہ جو کئی مرتبہ ہم لکھ چکے کہ خدا تعالی نے تیس روز کا وعدہ کیا اور تیس روز گزر گئے تو وعدہ کو وفا نکیا اور اس حکم کو منسوخ کرکے اور دس روز زیادہ کرکے چالیس روز میں وعدہ وفا کیا اور یہی بدا ہے اور اجر تو نکا اور ثوابوں کا جو ذکر کرتا ہے بھلا اسکا کون منکر ہے لیکن گفتگو تو اور ہے اور لکھتا کچھ اور ہے اور لفظ میقات ربہ سے کچھ مراد نہیں ہے جو تو نے لکھا ہے بلکہ مراد اُس سے یہ ہے کہ پہلے تو میعاد اصلی تیس روز تھی اور جب وہ منسوخ ہوگئی کہ اُسکی کذب نے پر ایفای وعدہ ہوا اور دس روز اُسپر بڑہائی تو اب میعاد چالیس روز مقرر ہوئی یہ دوسرا علم ہے **قال الشیخ الاشعری** غرض یہ ہے کہ حضرت موسی کے لیے بحکم عنایت قدیمانہ دس دن کی تخفیف ہوئی ہو پر بمقتضای بشریت حضرت موسی علی نبینا و علیہ السلام سے یہ عمل کامل بن پڑا جیسا تورات کے معاوضہ کے لئے درکار تھا بلکہ کچھ نقصان نکلا جسکی مکافات اور دس دن کی خلوت اور مجاہدہ سے ہو سکے اس لئے بنظر رحمت خاصہ حضرت موسی کی تیس دن کی محنت کو رد تو نکیا اگرچہ رد کرنیکا موقعہ تھا ہاں دس دن کی اور ہدایت فرمائی تاکہ کامیاب ہو جائیں اور غیروں کے سامنے ندامت نہ اُٹھائیں جب اس طریقہ سے وہی چالیس دن آ پڑے تو جناب باری نے بھی یہ ارشاد فرمایا فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً یعنی بس تمام ہوگئی وہی چالیس راتیں جو اُسکے رب کا میقات تہا یعنی وہ وقت جو ایسی نعمتوں کے لئے اُس نے مقرر کر رکہا تہا سو انجام کار وہی پورا ہوا **اقول** تخفیف حضرت موسی کو دس دن کی ہرگز نہیں ہوئی اور نہ یہ کہیں سے ثابت ہے اہل سنت کی روایتوں میں تو آیا ہے کہ ابتدا میں خدا تعالی نے تیس روز ہی کی میعاد مقرر کی تہی تورات کے دینے کی اور یہ ملحوظ تہا کہ اس میں دس روز کے تخفیف ہے تو کہاں سے کہتا ہے احتمالات باطلہ سے کام نہیں چلتا ہے اور اُن روزوں میں مسواک کا نکرنا شرط تھا جب حضرت موسی نے مسواک کی اور مسواک کرکے اپنے دہن مبارک کی بو کو زائل کیا تو خدا تعالی کو پسند نہ آیا کہ وہ صائم کی دہن کی بو کو مشک سے بہتر جانتا ہے اسواسطے دس روز اور بڑہائے اور حضرت موسی کا عمل تو وہی روزے تھے اور روزہ رکہنے میں اُنہوں نے کوئی قصور نہیں کیا مگر اُسکی شرط کہ جسکی اُنکو خبر نہ تہی وہ عمل میں نہیں آئی اُنکی طرف سے تو عمل کامل ہی ہوا ہے گو پسندیدہ خدا بسبب فقدان شرط کے نہوا اور دس دن اسواسطے بڑہائے کہ کچہہ امور روزہ رکہیں اور اسکے مونہہ سے بو آئے تاکہ میں تورات اسکو دوں سو اسطے تیس روز منسوخ ہوکر چالیس روز آ پڑے اور خدا تعالی نے فرمایا فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً اور یہ وقت خدا تعالی نے بعد منسوخ کرنے تیس روز کے مقرر کیا **قال الشیخ الاشعری** یا یوں کہئے کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بات خود قابل اہتمام اور شایان تاکید ملک علام نہیں ہوتی پر کسی بندہ خاص سے جو ایک وقت خاص اور ساعت اخلاص میں بضرورت کسی امر عارضی کے ظاہر ہوتے ہیں تو جناب باری بروی کمال بندہ پروری اور غلام نوازی اُس عمل کو ایسا قبول کرتا ہے کہ اسکو داخل عبادات خاصہ کر دیتا ہے اور پھر ہر خاص و عام سے اسکے کرنے نکرنے کا حساب لیتا ہے تاکہ خدا کی قدر شناسی اور اُس بندہ کی رفعت قدر معلوم ہو جائے مثال اسکی اگر مطلوب ہے تو حضرت ہاجرہ کا

مفاعروه کے بیچ دوڑنا اور اس سبب سے اس سعی کا داخل سنن یا واجبات حج ہو جانا حالانکہ عقل سلیم کو اس عمل میں کوئی مضمون تعبد کا نظر نہیں آتا سبکا سنا ہوا قصہ
ہے علی ہذا القیاس اگر چالیس رات کی مقدار اول سے خداوند کریم کے نزدیک قابل اہتمام نہو بلکہ اُس تک وہی تیس رات کی مقدار مہتم بالشان ہو مگر چونکہ بندہ خاص
سراپا اختصاص حضرت موسی علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام سے ایک وقت خاص میں جسکا مذکور ہے چالیس رات کا مجاہدہ بضرورت معلوم ظہور میں آیا تو بوجہ کمال
اخلاص حضرت موسی علیہ السلام جناب باری نے اس عمل کو ایسا قبول فرمایا کہ آیندہ سے فضائل جلیلہ کی تحصیل کے لئے عدد اربعین ہی مقرر ہو گیا اور جب اس وجہ سے یہ عدد
مہتم بالشان ٹھہرا تو جناب باری عز اسمہ کے اس قول کی فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً یہ معنی ہونگے کہ ہرچند ایسی نعمتوں کے لئے اصل میں وہی تیس راتیں تھیں لیکن
چونکہ حضرت موسی علیہ السلام سے بضرورت معلوم حالت اخلاص میں چالیس رات کا مجاہدہ ظہور میں آیا تو خداوند کریم نے اس عمل کو انکے اخلاص کے باعث ایسا قبول
فرمایا کہ اب سے تقرب بارگاہ خداوندی کے لئے پوری چالیس شب و روز کی خلوت مقرر ہو گئی چونکہ پہلی تقریر اور اس تقریر میں فرق ظاہر ہے ان دونوں کے بیان فرق سے معذور
ہوں **اقول** ایسا تو ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی اپنے بندہ خاص کی عمل کو داخل عبادات کر دے لیکن حضرت موسی سے چالیس رات کا مجاہدہ بے حکم خدا ظہور میں نہیں
آیا بلکہ جسوقت خدا تعالی نے تیس رات کے مجاہدہ پر دس رات کو زیادہ کیا تو اُسوقت اُنہوں نے بحکم خدا چالیس شب کامل کے اور پہلے تو خدا تعالی نے موافق اپنے حکمت
تیس رات ہی مقرر کی تھی اور چالیس رات کے حکمت نتھی مگر تیس شب کی شرط جو تھی وہ حضرت موسی کے ہاتھ سے جاتے رہی اس واسطے تیس رات کے حکم کو منسوخ کیا اور
راتیں اُسپر زیادہ کر کے چالیس شب مقرر کیں لیکن تیس راتیں جو خدا تعالی نے مقرر کی تہیں اُسوقت خدا تعالی جانتا تھا کہ موسی اسکی شرط کو بجا نہ لائیگا اور ہم اسی مجاہدہ اور
مجاہدہ اور اُسپر زیادہ کرینگے اور چالیس رات کا مجاہدہ جو حضرت موسی سے ظہور میں آیا ہے وہ پہلی پہل بحکم خدا کے ظہور میں نہیں آیا ہے تا کہ تقرب بارگاہ خداوند کے لئے بعد ازاں
شب و روز کی خلوت مقرر ہو بلکہ پہلے تیس شب کا وعدہ کیا اور بعد اُسکے مصلحت چالیس رات کی ہوئی تو دس رات اور زیادہ کیں اور یہی بدا ہے **قال الشیخ الاثنا عشری**
ہاں نتیجہ اس طول بیانی کا عرض کرنا پڑا اس لئے سامع خراش اہل انصاف ہوں کہ بدا کا ثبوت اس آیت سے جب ہو سکتا ہے کہ یا تو خود جناب علام الغیوب نے پہلے ہی سے
یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ بعد مرور تیس شب کے حضرت موسی علیہ السلام کو تورات عطا کریں گے اور جبتک ہرگز چالیس رات کی تاخیر کا دہیان تھا اتفاق سے کسی مصلحت تازہ
کے باعث ارادہ سابق سے پلٹ گئے اور تیس رات کے بعد عطا فرمائی یا جناب باری عالم الغیب الشہادت کے علم و ارادہ میں تو یہی تہا کہ بعد انقضائے مدت چہل شب عطاء تورات
حضرت موسی مشرف ہوں مگر عمداً حضرت موسی علیہ السلام کو تیس شب کے بعد تورات کے عطا ہونیکی خبر دی حضرت موسی علیہ السلام باعتماد صدق خبر خداوندی یہی سمجھتی رہے کہ لاجرم
بعد مرور تیس شب کے تورات عطا کی مگر چونکہ مد نظر خداوندی کچھ اور تھا تورات کی بات بعد چالیس رات پر جا پڑی اس صورت میں گو صفت خداوندی اور ارادہ عیب و نقصان سے
منزہ رہی پر کلام خداوندی میں دروغ کا بٹا لگا **اقول** جو کچھ تو نے بیان کیا ہے پہلے قول میں نتیجہ اُسکا یہ نہیں ہے کہ جو تو اب بیان کرتا ہے اور ثبوت بدا کا اس آیت سے
تو ہم برابر لکہتے چلے آتے ہیں اور خدا تعالی نے البتہ یہ مقرر کر رکھا تھا کہ بعد گزرنے تیس شب کے موسی کو ہم تورت دینگے اگر اُسکی شرط کو وہ بجا لایا اور اسی واسطے وعدہ کیا تہا لیکن
یہ بہی جانتا تھا کہ موسی اُسکی شرط کو بجا نہ لائیگا اور جب شرط کو بجا نہ لائیگا تو ہم دس روز تیس روز پر زیادہ کر کے چالیس روز کر دینگے اور البتہ چالیس شب کا پہلے ہی سے اُسکو
دہیان بہی تھا اور تازہ مصلحت کوئی نہیں سوجھی تہی کہ وہ عالم الغیب ہے اور ہر امر کو ازل سے ابد تک جانتا ہے اور پہلے سے نہ جاننے کا اور تازہ مصلحت کے سوجھنے کا اعتقاد
ہماری نزدیک کفر ہے اور بدا ہماری نزدیک جسکو کہ ہم خدا پر روا رکہتے ہیں یہ نہیں ہے کہ جس میں خدا کا جاہل ہونا لازم آئے اور جناب باری کے علم اور ارادہ میں یہ تھا کہ بعد
انقضاء مدت چہل شب کے حضرت موسی کو تورات عطا کرینگے جسوقت کہ وہ تیس شب کی شرط کو بجا نہ لائیگا اور عمداً حضرت موسی کو تیس شب کے بعد دینے کے البتہ خبر دی
جسوقت کہ وہ اسکی شرط کو بجا لاوے اور یہ جھوٹ نہیں ہے اور نہ جھوٹ کا بٹا اُسکو لگا ہے چنانچہ ہم مدارج النبوت عبد الحق دہلوی سے لکھ چکے ہیں کہ اگر خدا تعالی وقت معین کا
وعدہ کرے اور اُسکا ایفا نکرے تو اُسکے صدق وعدہ میں شک اور تردد نہیں ہو سکتا ہو سکتا ہے کہ وقوع وعدہ اسباب اور شروط پر معلق ہو کہ جو اُسکے علم میں ہے اور اُسکی
ذات پر واجب نہیں ہے کہ بندہ کو اُن اسباب اور شروط سے مطلع کرے اور اگر یہی دروغ ہے کہ جو تو کہتا ہے ایسا تو خدا تعالی نے بہت سا فرمایا ہے کہ چاہئے کہ تیری نزدیک
خدا تعالی جھوٹ بولا ہو اور ابہی ہم حیوۃ الحیوان دمیری شافعی سے لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالی نے طائر سے کہا کہ جو شخص تیری بچہ لیجاتا ہے اُسکو میں ہلاک کرونگا اور خدا تعالی
نے اُسکو ہلاک نکیا اور روضۃ العلما سے لکھا ہے کہ حضرت عیسی نے باطلاع خدا تعالی حوارین سے کہا کہ یہ دہوبی اسی ساعت مریگا اور وہ نہ مرا اور درمنثور میں کعب سے روایت ہے کہ
بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ عادل تھا اُس زمانہ کی پیغمبر کو خدا تعالی نے وحی کی کہ اُس بادشاہ سے کہہ کہ تین روز میں تو مرنیوالا ہے اور وہ نہ مرا اور بستان المحدثین میں
مولوی عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو بادشاہ تہے کہ وہ دونوں آپس میں بہائی تہے اور ایک تو عادل تھا اور دوسرا ظالم تھا اور اُس زمانہ کا جو

بعد چالیس رات کے

پیغمبر تھا اُسکو خدا تعالی نے وحی کی کہ اس عادل کے عمر میں تین برس باقی رہے ہیں اور اس ظالم کی عمر میں سے تیس برس باقی رہی ہیں اور ایسا نہوا بلکہ جسکو خدا تعالی نے کہا تھا کہ تین برس میں مریگا وہ تو تیس برس میں مرا اور جسکو خدا تعالی نے کہا تھا کہ تیس برس میں مریگا وہ تین برس میں مرا اور اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں بہت ہیں اور اثبات بدا میں ہم کئی جگہہ لکھ چکے ہیں اب تجھکو لازم ہے کہ تو خدا تعالی کو جھوٹا ٹھیرا کر دروغگوئی کا بٹا لگاوے **قال الشیخ الاشعری** یہ اسواسطے جتلایا کہ بعض محققان شیعہ بپاس صفت علم و ارادہ بدا کی تقریر کچھہ ایسی کرتے ہیں جس سے نقصان و عیب جو کچھہ ہو اخبار تک رہی علم و ارادہ تک نہ پہنچے پر جو لوگ خدا کی عظمت و جلال کو کسیقدر سمجھتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ خداوند عظیم الشان کے کوئی صفت کیوں نہو عیب و نقصان سے مبرا ہے محقق مذکور نے بزعم خود اچھی روش اختیار کی تھی اور صفت علم و ارادہ کو بچا کر یوں خوش تھے کہ اہل سنت سے دامن چھڑا لیا پر یہ نسمجھے کہ صفتیں اگر منزہ ہیں تو کیا ہوا ایک اور صفت میں نقصان لازم آیا ارے دروغگو را حافظہ نباشد **اقول** نہ شیعوں کے نزدیک نقصان صفت علم و ارادہ خدا میں ہے اور نہ خبر کرنے میں اور بعض محققان شیعہ معلوم نہیں کسکو کہتا ہے اگر جانتا تھا تو نام اُسکا کیوں نہیں لکھا جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ جھوٹ کو کون تسلیم کرتا ہے اور جیسے کہ خدا تعالی کی تنزیہ شیعوں کے مذہب میں ہے ایسی کسی مذہب میں نہیں ہے سب اُسکو پاک جانتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ طرح طرح کے عیبوں سے خدا تعالی کو آلودہ کہتے ہیں اور معلوم نہیں محقق مذکور کون شخص ہے کوئی اہل سنت میں سے ہوگا شیعوں میں تو ایسا کوئی شخص نہیں ہے اور اگر نظام الدین جیلانی کو کہتا ہے تو وہ تو ایک شخص مجہول ہے اُسکو تو کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور کس زمانہ میں تھا پس بلا اُسکا محقق ہونا اور جو کچھہ اعتقاد اُسکا تو نے لکھا ہے ایسی اعتقاد والی پر تو شیعہ لعنت کرتے ہیں ایسی اعتقاد والیکا شیعوں کے جواب میں ذکر کرنا بڑی حماقت کی بات ہے جو ایکہ تو خدا تعالی کو جمیع عیوب سے پاک جانتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بہرحال یہ دو صورتیں بدا کے ثبوت کی نہیں اور درصورتیکہ یہ دونوں صورتیں ہوں بلکہ محتمل عقد اجارہ اور تعلیق شرط و جزا ہو تو اگر بوجہ عدم وقوع شرط جزا ظہور میں نہ آئی اور بسبب ناپسندی عمل اجرت نملی تو اس میں خدا کی جانب کونسا قصور عائد ہوتا ہے جو بدا کے ثبوت کی گنجایش ملی ہاں حضرت موسی علیہ السلام غلطی فہم کے باعث جس سے انبیاء معصوم نہیں ہیں اگر کچھہ کا کچھہ سمجھہ جائیں تو ہم تو نہیں کہہ سکتے یہ انکا قصور ہے مگر اسکو بدا سے کیا علاقہ ایسی بدا کی تو خود اہل سنت جو بدا کے بغایت منکر ہیں بکثرت قائل ہیں اختلاف ائمہ جو لاجرم ایک ایک کی غلط فہمی کو مستلزم ہے انکے نزدیک رحمۃ غلطی ہے **اقول** ان دو صورتوں سے کیا ہے بدا کو تو ہم برابر ثابت کرتے چلے آئے ہیں لیکن جس بدا کو تو ہماری طرف منسوب کرتا ہے اُس بدا کے ہم قائل نہیں ہیں اگر وہ بدا ثابت نہیں ہوتا تو نہو جو کہ ہمارے نزدیک بدا ہے روایات اہل سنت بھی اُسپر دلالت کرتی ہیں چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ بسبب عدم وقوع شرط جزا ظہور میں نہ آئی اور پہلا حکم منسوخ ہوا اور اسی کو ہم بدا کہتے ہیں اور خدا کی طرف اسمیں ہمارے نزدیک کوئی قصور عائد نہیں ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے مفصل مدارج النبوت سے لکھ چکے اور بدا بہر نہج ثابت ہے اور حضرت موسی کا بھی کچھ قصور نہیں ہے اور نہ انکی کوئی غلط فہمی ہے بلکہ حصول اُس امر کا ایک شرط پر موقوف تھا اور حضرت موسی اُس شرط سے آگاہ نتھے اور خدا تعالی پر اُس شرط سے مطلع کرنا واجب بھی نتھا اور نہ حضرت موسی کچھ کا کچھ سمجھے بلکہ جو کچھہ خدا تعالی نے فرمایا تھا وہی سمجھے ہیں اور انبیاء علیہم السلام تمہارے نزدیک غلط فہم ہیں ہمارے نزدیک نہیں ہیں اور اگر وہ غلط فہم ہوں تو خدا کے حکم کو غلطی سے امت پر کچھ کا کچھ پہنچائیں اور جو کہ حکم خدا ہے غلطی سے اُسکو نہ پہنچا سکیں اور بدا کی منکر اہل سنت اپنی تعصب اور عداوت سے ہیں نہ جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکی اہلسنت بھی قائل ہیں اور جس بدا کی اہلسنت منکر ہیں جسمیں غلطی خدا سے ہوئی ہو اور پہلے نہ سمجھا ہو اور بعد اُسکے سمجھکر پہلی رائے کو بدل دیا اُسلئے ہم بھی منکر ہیں اور یہ بدا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور اُسکی معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ائمہ علیہم السلام میں ہرگز اختلاف نہیں ہے اور اگر اختلاف ہے تو راویوں کے بیان کی جہت سے ہے کہ وہ قصور انکی سمجھہ کا ہے اور ائمہ کی غلط فہمی نہیں ہے اور ائمہ علیہم السلام تو معصوم ہیں اگر انکی روایتوں میں اختلاف ہو تو کچھ بعید نہیں ہے تمہارے یہاں تو ایک جناب رسولخدا کے اقوال میں اختلاف ہے اور یہ روایت تو تمہاری کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا اختلاف امتی رحمۃ یہانتک کہ ایک کتاب تمہارے مذہب میں ہے کہ نام اُسکا اختلاف الامۃ رحمۃ الائمۃ ہے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ بدا کی حقیقت یہ ہے کہ متکلم یعنی جناب باری خود غلط سمجھے جیسے متقدمین شیعہ کی رائے معلوم ہوتی ہے یا عمداً غلط کہدے جیسے بعضے محققین زمانہ تاویل کرتے ہیں نہ یہ کہ مخاطب یعنی انبیاء یا علماء وغیرہم اپنی قصور فہم سے کچھ کا کچھ سمجھ جائیں اسکو غلطی اجتہاد اور غلطی فہم اور قصور فہم کہتے ہیں بدا کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہاں کوئی قاصر الفہم اگر اسکو بدا سمجھ جاوے تو تا دم وضوح حق گو نہ معذور ہے گو ایسی باتوں میں عذر جہل مقبول نہیں اور بعد وضوح حق اور اتمام حجت پھر یہ قصور اعلی درجہ کا قصور ہے نعوذ باللہ من سوء الفہم **اقول** یہ بدا کہ جو تو نے لکھا ہے یہ ہمارے نزدیک باطل اور کفر ہے اور اسکے ہم ہرگز قائل نہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ جسمیں خدا تعالی کی غلطی کا وہم نہو اور متقدمین شیعہ کی ہرگز یہ رائے نہیں ہے جو کہ تو کہتا ہے تو بالکل جھوٹ لکھتا ہے اور متقدمین کے اقوال کو اس مقدمہ میں ہم پہلے اس سے لکھ چکے کہ وہ اس بہتان سے بری مبرا ہیں اور متقدمین میں سے تو نے کسیکا قول بھی تو نہیں لکھا کہ انکی رائے یہ ہے کہ ایک نظام الدین جیلانی مجہول الحال کا تو نے حوالہ دیا ہے کہ وہ یوں لکھتا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی عماد الدین سنی لکھتے ہیں کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنی طرف سے بنا لیا ہی اور خدا کی طرف جو منسوب کرتے ہیں یہ غلط ہی اور تیرے ہی محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ عمداً خدا جھوٹ کہدیتا ہی اور اسکی روایتیں بھی بہت سی اہل سنت کی کتابوں میں
لکھ چکے کہ خدا تعالی نے فرمایا کہ فلانا تین روز میں مریگا اور وہ نمرا اور فلانے کی عمر تیس برس کی ہوگی اور تیس برس کی عمر نہوئی بلکہ تین برس کی ہوئی اور تمہارے
مذہب میں جایز ہی کہ شارع جھوٹی خبر دیوے چنانچہ مولوی عبد العلی نے شرح مسلم میں لکھا ہی خبر کے نسخ کرنے کے مقدمہ میں کہ جایز ہی کہ شارع حکم کرے ایک شے کی خبر دیجے
کہ وہ سچی ہو اور بعد اسکے کوئی مفسدہ اسکو عارض ہو اور دروغگوئی کی مصلحت ہو تو اسکی نقیض یعنی دروغ سی خبر دے سکتا ہی اور راست کو دروغ سے منسوخ کرسکا اور عبارت
اُس کتاب کی یہ ہی بل یجوز ان یامر الشارع بالاخبار عن شیء وهو صدق ثم یعرضه بعد حین مفسدة ویکون فی الکذب مصلحة عالیة فح یصح فیامر بالاخبار عن النقیض
او بعد اسکے لکھا ہی کہ والحنفیة قد صرحوا بجواز النسخ اور سوائے اسکے اور انبیا بھی اپنے قصور فہم کے سبب سے تمہارے ہی نزدیک کچھ کا کچھ کہتے ہیں ہمارے نزدیک ہم تو اس
قول کو باطل جانتے ہیں ورنہ یہاں ہمارے نزدیک اجتہاد ہی اور نہ اسکو ہم بدا کہتے ہیں ایسی بے سمجھی اور سوء فہمی کی گفتگو کیوں کرتا ہی اور بیوقت کی راگنی کس واسطے گاتا ہی اور نشہ
والوں کی سی باتیں کیوں کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** مگر ناظرین تقریر ہذا کو اسقدر یاد رہی کہ غلطی اجتہاد کی گنجایش اگر ہی تو ماسوا محکم اور عبارت النص سے عبارت النص اور محکم
اہل فہم نہیں ہیں جو اسمیں بھی خطا کریں وہ جاہل ہی عالم نہیں سو تلاوت کرنیوالے کلام اللہ کے خود جانتے ہیں کہ آیات فضائل صحابہ درباب فضیلت صحابہ محکم اور عبارۃ النص
ہیں کہ نہیں اور اگر کوئی اب بھی نہ سمجھی تو اسکو خدا سمجھے **اقول** کوئی اس سے سمجھ سے پوچھے کہ یہاں اجتہاد کا اور انبیا اور علما کی غلطی کا کیا ذکر ہی اور انبیا کی غلطی کون کہتا ہے
اور ہم تو انبیا کی غلطی کے قائل ہی نہیں ہیں اور محکم اور متشابہ کو تم کیا جانو کہ تمہارے پیر و مرشد تو سب جہلا تھے ابو حنیفہ کوفی جنکی تم پیروی کرتے ہو انکا حال سننا چاہئے کہ امام غزالی
منخول میں کہتے ہیں اما ابو حنیفة فقد قلب الشریعة یعنی ابو حنیفہ نے شریعت کو الٹ دیا اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ فانی اقطع بخطائه فی تسعة اعشار مذهبه
یعنی میں یقین کرتا ہوں اُسکی خطا کا نو عشر مذہب کے میں اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ولهذا اشتد المطعن واللعن من سلف الائمة فیه یعنی اور اسیواسطے سخت ہوا طعن اور
لعن ائمہ سلف کا اُسکے حق میں اور بعضی بے انصافوں نے اس زمانہ کی جو مذمت ابو حنیفہ کی منخول میں دیکھی تو انکار کیا کہ منخول تصنیف امام غزالی کی نہیں ہے اور حال یہ ہے
کہ ابن خلکان تاریخ وفیات الاعیان میں اور ابن عسقلانی درر کامنہ میں اور مولوی جامی نفحات الانس میں اور امام یافعی مراۃ الجنان میں اور سوائے اسکے اکثر علما
لکھتے ہیں کہ منخول تصنیف امام غزالی کی ہی اور تاریخ بغداد میں تو عجیب غریب اقوال ابو حنیفہ کے لکھی ہیں کہ ایمان ابوبکر کا اور ابلیس کا ایک تھا اور کہا کہ اگر کوئی اس جوتے کی عبادت
کرے تو خدا سے اسکو تقرب حاصل ہوگا اور کہا کہ کعبہ اگرچہ حق ہی لیکن معلوم نہیں کہ جو مکہ میں ہے یہی ہی یا نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد صلعم پیغمبر ہے لیکن معلوم نہیں
جسکی قبر مدینہ میں ہے وہی ہی یا نہیں اور ابو حنیفہ سے دو مرتبہ زندیقیت سے توبہ کرائی گئی ہی اور کفر سے کئی مرتبہ اور ابو حنیفہ دجال ہی اور ایسی مضر تر مولود کوئی پیدا نہیں ہوئی
جیسا کہ ابو حنیفہ تھا اور غنیۃ الطالبین میں پیر دستگیر نے حنفیوں کو اہل نار میں سے لکھا ہی اور دہلی کی چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب کے معتقدین میں سے دو تین
آدمیوں کے روبرو وعظ کہتا تھا اور کہتا تھا کہ ابو حنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اُسکی پیروی کرے وہ بھی گمراہ ہی یہ حال ہی تمہارے بزرگوں کا تم محکم اور عبارت النص کو کیا جانو کہ جسکی تم تقلید کرتے ہو
وہ بھی بہکتا تھا اور اُسکو کچھ فہم نہ تھا سوا ابو حنیفہ جہلا میں سے تھے اور عالم نہ تھا اور آیات فضائل صحابہ اگرچہ محکم ہوں لیکن انکی مذمت کی آیتیں اور یہ کہنا کہ اگر کوئی تم میں سے مرتد ہو جائیگا تو
وہ ناری ہی یہ بھی محکم ہی اور اگر کوئی اب بھی نہ سمجھی تو اسکو خدا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** یہ نقل مشہور ہی جیسے کو تیسا ایسے نادانوں کا یہ علاج ہی کہ یوں کہا جائے ثلثین لیلة یا مفعول بہ ہے
چنانچہ ظاہر ہی یا مفعول فیہ اگر مفعول بہ ہی تو قدر موعود تو وہی تیس راتیں تھیں اور مطلب تھا کہ تم طور پر آنا ہم اپنا ایک خاص کام یعنی تیس رات کی عبادت جو اہل عقل کے نزدیک اس سے
بڑھکر کوئی نعمت نہیں تم سے لینگے سو اس وعدہ کو پورا فرمایا اور پھر بمقتضائے کرم خداوندی دس ان کا اور اضافہ فرمایا سو یہ از قبیل لدینا مزید ہی اور اُس نعمت اول کو اسکی کون سمجھنا چاہئے
جیسے عوام امت محمدی کو نو گنی اصل سے روکن ملتی ہو اگر حضرت موسیٰ کو ایک تہائی روکن ملگئی تو شیعوں کو اتنا برا کیوں معلوم ہوتا ہی اس صورت میں تورات کو اس وعدہ سے کچھ علاقہ نہیں
یا تو وہ از قسم وعد وعید ہی نہو بلکہ از قبیل لدینا مزید ہو یا موعود تو ہو پر بالاستقلال موعود ہو تیس رات کی محنت کا بطور تعلیق و شروط سود نہو بالجملہ آیت سے اس صورت میں اگر ثابت
ہوگا تو تیس رات کی عبادت کا موعود ہونا ثابت ہوگا تورات کا موعود ہونا جسپر مدار کار اثبات بدا تھا ہرگز ثابت نہوگا اور اگر مفعول فیہ ہی تو یہ معنی ہونگے کہ تیس راتوں تک
وعدہ ہوتا رہا باقی رہا موعود کیا ہی اسکے بیان سی یہ آیت ساکت ہے اگر موعود عطاء تورات تھا تب کچھ نقصان نہیں اور اگر امر دیگر تھا تب کچھ خلجان نہیں اول تیس رات تک یہ بشارت
آتی رہی جب باین لحاظ کہ ایک مہینے کی مقدار عرف ہی آدمیں ایک مقدار کثیر ہے اسی سبب سے اکثر معاملات اجرت اُسپر منعقد ہوتے ہیں اسقدر بشارت سے تسلی ہوگی تب مزید
اطمینان کے لئے پورا چلہ کیا اور اسیواسطے ایک بار ہی واعدنا موسیٰ اربعین لیلة کہکر خاتمہ نکردیا بلکہ ثلثین لیلة کہکر واتممناها بعشر فرمایا بہرحال مطلب یہ ہے کہ دونو صورتوں
میں یہ نہیں کہ کسی امر کے لیے اول کچھ ایک مدت فرمائی پھر وقت پر اور مدت کام میں آئی جو بدا کی پیوست آویز اور مذہب حق سے جا سے گریز ہو چنانچہ ظاہر ہی مگر دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہے

اگر یہ تفسیر اخیر موافق مثل مشہور جواب ترکی بہ ترکی اہل جدل کی مقابلہ میں بطور مجادلہ لکھی گئی ہو ورنہ طالبان حق کی لئے یہی حق و باطل خود ظاہر ہی **اقول** نادان تو وہ ہی کہ قرآن
کی تفسیر میں اپنی رای کو دخل دیتا ہی اور ایک بات مخالف مذہب اہل اسلام کے پیدا کرتا ہی اور جو کوئی بدا کو اس آیت سے ثابت کرتا ہی وہ اُس تفسیر سے ثابت کرتا ہی جو کہ فریقین کے
مفسرین نے اپنی تفسیروں میں لکھی ہی اور جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہی اور سب تفسیروں میں بھی لکھا ہی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے وعدہ توریت کے عطا کرنیکا بعد تیس
شب کے کیا اور جب تیس شب گزر گئی تو موافق وعدہ کے توریت عطا نہ کی بلکہ دس دن اُس پر اور زیادہ کئی اور ہم احتمال عقلی نکالکر نہیں کہتے ہیں بلکہ موافق تفسیر منقول کے کہتے
ہیں اور اکثر آیتیں قرآن کی مجمل ہیں لیکن تفصیل اُنکی شارع کے بیان پر موقوف ہے اور احتمال تو ہر ایک آیت سے طرح طرح کا نکلتا ہی اور اسیواسطے مسلمانوں میں کئی
فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کے موافق احتمال نکالتا ہی اور جو تفسیر کہ بالاتفاق سب مسلمانوں میں منقول ہوئی ہی اُسکے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کوئی کہ خلاف سب
مسلمانوں کی راہ چلا وہ دین اسلام سے خارج ہی اور اگر ایسے ہی احتمالات غیر منقولہ پر عمل ہو تو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں احتمال پیدا کرکے ارکان مخصوصہ سے بری ہو سکتا ہی کہ اسمیں
کیفیت اور تفصیل نماز کی جس طرح سے کہ مسلمان عمل میں لاتے ہیں کہاں ہی اور ایسے ہی حال وآتوا الزکوۃ کا ہی اور اکثر آیات اسی قبیل سے ہیں پس گفتگو ہماری اُس تفسیر کے موافق
ہے جو کہ فریقین کی کتابوں میں ہی اور احتمالات کو یہاں کچھ دخل نہیں ہی اور اب ہمکو ہر فقرہ کی رد کرنیکی احتیاج بھی باقی نہ رہی کہ اس قول کی اصل ہی غیر مقبول ہی اور یہ
مجادلہ اس شیخ کا بالکل باطل ہی اور حق کو ہم ابتدا سے ظاہر کرتے چلے آئے ہیں اور جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکو ہم ثابت کرتے چلے آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب
اسقدر ملحوظ خاطر رکھنا چاہئی کہ شیعہ بدا کے وقوع کے مدعی تھی اور یہ آیت بزعم خود اُنہوں نے دلیل دعوی سمجھ رکھی تھی اور یہ سب اہل فہم جانتے ہیں کہ مدعی کے لیے دلیل ایسی چاہئی جسمیں
خلاف دعوی ہم اُسکے اور کوئی احتمال نہو اور جو کوئی احتمال خلاف دعوی اُس دلیل سے سمجھ میں آتا ہو اور پھر وہ احتمال بھی ایسا کہ نسبت دعوی مدعی کی زیادہ چسپاں بلکہ عین مفہوم مطابقی ہو
و بیان ہو نہ اور دلائل اُسکی ثبت ہوں اور دعوی مدعی کو رد کرتے ہیں تو اہل فضل پھر ہرگز اُس دعوی کو قبول نہ کرینگے اور جب یہ بات ہے بلکہ حق اُس دعوے ہی احتمال تو کہیں گے سو یہاں بعینہ
یہی صورت ہے چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہ رہیگی **اقول** شیعہ البتہ بدا کا دعوی تو کرتے ہیں جو بدا کہ اُنکے نزدیک ہے وہ بدا اور تو شیعوں کی طرف سے ثابت آیا ہی اور بدا کے اثبات کے لیے
آیت یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ الخ سے نہ یہی آیت اور یہ آیت بھی اُسکی تائید کے لیے کسی نے ذکر کی ہوگی موافق تفسیر فریقین کے اور دلیل تو اُس دعوی کی بڑی کامل ہی کہ جو شیعہ و سنی کی تفسیر
میں مرقوم ہی اور جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہی پھر احتمال کو یہاں کیا گنجایش ہی کہ وہ احتمال ہی باطل ہی اور بہت سے آدمی خلاف حکم رسولخدا صلعم کے احتمال پیدا کرکے مرتد
ہو گئی ہیں ان احتمالوں ہی کے لئے تو اس امت کے تہتر فرقے کر دیئے ہیں ہاں اگر شارع سے اس آیت کی اگر کوئی تفسیر منقول نہوتی اور ہم مدعی کو اثبات کے واسطے اس آیت سے استدلال کرتی تو ہمارے
مدعی کی مخالف کوئی احتمال آیت سے اگر پیدا ہوتا تو ہماری دلیل کا مقابلہ کر سکتا تھا اور جب شارع ہی سے ایک امر منقول ہو گیا تو پھر احتمال نے کیا معنی کیسا ہی چسپاں احتمال ہو اور
ایسی دلیل کہ مدعی کی دعوی کو رد کری وہ تو ابتک ظہور میں نہیں آئی اور جس چیز کے ابطال میں کوئی دلیل بیان کی ہو اُسکے مقابل ہی نہیں ہیں دعوی کسی چیز کا اور جواب
کسی چیز کا اور جسوقت کہ دعوی ایک امر منقول پر مبنی ہوا اور احتمال کو خلاف اُسکے کسی کی رائے نے تجویز کیا تو اہل عقل و اہل ایمان کے نزدیک اس صورت میں وہ دعوی ہی معتبر ہوگا
اور وہ احتمال باطل ہوگا چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں **قال الشیخ الاشعری** جب بدا کی ابطال سے بفضلہ تعالیٰ فراغت پائی تو ہم اپنی طرف سے اُن لوگوں کی عذر کا جواب بھی لکھیں جو خلفاء ثلاثہ اور باقی
مہاجرین و انصار کی بزرگی کی باب جو دیکھی کلام اللہ میں اُنکی بزرگیاں مذکور ہیں اور اُنکے لیے بڑے بڑے وعدے کئے ہیں اس عذر سے قائل نہیں ہوتے ہیں کہ شاید خدا کو بدا واقع ہوا ہو
اور یہ سارے وعدے اور سب اُنکی تعریفیں غلطی سے اول ظہور میں آئیں ہوں اور پھر بعد میں حقیقت اُنکی حال اصحاب کی جناب باریتعالی کو معلوم ہو گئی ہو اور بروے انصاف یہ امر واجب
نہیں کہ ائمہ کے اقوال سے اُنکی تسلی کر دیں **اقول** جو بدا کہ ہمارے نزدیک ہے اُسکے ابطال کی کوئی بھی دلیل بیان نہیں کی البتہ بدا بمعنی لغوی کے رد میں کچھ بیان کیا ہی سو اُسکو ہم
بھی باطل جانتے ہیں اور مہاجرین و انصار کی بزرگی مجملا البتہ قرآن سے ثابت ہے اسکا انکار ہمکو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اگر اُنکی تعریف کی ہی تو یہ بھی قرآن میں اُنکے حق میں فرمایا ہی کہ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ اے وہ لوگو کہ ایمان لائے ہو جو کوئی مرتد ہو جاوے تم میں سے دین سے اپنے اور فرمایا مہاجرین و انصار کی طرف خطاب کرکے کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ
مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ اور سوے اسکے ایسی اور بھی آیتیں ہیں اب ہم تمیز
کسکو کریں کہ کون اُنمیں سے مرتد ہو گیا ہی اور کون مرتد نہیں ہوا ہے اور جو کوئی مرتد ہو گیا ہے اُسکو اس فضیلت سے خارج سمجھیں گے اُنکے افعال ناشایستہ کی جہت سے اور بدا کو
اسمیں کیا دخل ہی اگر وہ مرتد ہوئی تو اپنے افعال بد کی جہت سے ہوئی اور خدا سے اسمیں غلطی کیوں ہوئی تھی خدا تعالیٰ نے کسیکا نام لیکر تو تعریف کی ہی نہیں ہے
مجملا تعریف اور وعدہ مغفرت کیا ہی اور یہ بھی کہدیا ہی کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہو جاویگا تو دوزخ میں رہیگا لیکن خدا تعالیٰ اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ کون کون اُنمیں سے
مرتد ہوگا اسیواسطے اُس نے مجملا تعریف کی ہی اور غلطی اب بھی نہیں ہوئی ہی اور خدا تعالیٰ قرآن میں جا بجا مومنوں کی تعریف کرتا ہی اور وعدہ جنت اور مغفرت اور رضامندی کے

بیان کرتا ہی اور اہلسنت کی کتابوں میں لکہا ہی کہ بہت سے مومنین مرتد ہوگئی تہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکہا ہی کہ بعد رسول خدا صلعم کے کئی قومیں مرتد ہوگئی تہیں
اور ان قوموں کے نام بہی لکہی ہیں کیا اُنکے حق میں بہی بداہی واقع ہوا ہی کہ خدا تعالی نے پہلے تو اُنکی تعریف کی غلطی سے اور بعد میں حقیقۃ الامر اُنکی معلوم ہوئی ہو جو یہاں
کہوگے وہ ہی سب جگہ کہنا چاہئے جسوقت خدا تعالی مومنین کی تعریف کرتا تہا اُسوقت جانتا تہا کہ نہیں کہ بعضے انمیں سے مرتد ہو جاوینگے اگر نہیں جانتا تہا تو جہل لازم آیا اور اگر
جانتا تہا تو کیا وجہ ہی اُنکی تعریف کرنیکی اور جسکی خدا تعریف کرے اور وعدہ جنت و مغفرت کرے وہ مرتد بہی ہو سکتا ہی جو تم جواب یہاں دوگے وہ ہی جواب المہاجرین و الانصار کے
باب میں ہی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر ہم اسپر بہی خاک ڈالیں تو یہ بات کیونکر تسلیم کی جائے کہ ائمہ کو ما کان و ما یکون کا علم تہا اسلئے اگر اُنکے اقوال سے خلفا یا اصحاب کی بزرگی
ثابت ہو جائے تو پہر کوئی شبہ باقی نرہیگا سبحان اللہ خدا کے کہی سے تو تسلی نہو اور اماموں کے فرمانے پر قرار آجائے اول تو صدہا آیات اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ سوائے جناب باری تعالی
کسیکو علم غیب نہیں ہے لیکن دو تین آیتیں لکہی جاتی ہیں مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا یعنی نہیں جانتا کوئی کہ کل کو کیا کریگا اس آیت میں کسیکا استثنا نہیں سب کو
امام ہو یا غیر امام برابر فرماتے ہیں کہ کل کی خبر نہیں کہتے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نہیں جانتے زمین و آسمان والے
غیب کو مگر خدا جانتا ہی دوسرے اس صورت میں خدا کے علم میں اور ائمہ کے علم میں مساوات لازم آیگی حالانکہ جناب باری تعالی سورہ یوسف میں ارشاد فرماتے ہیں وَفَوْقَ كُلِّ
ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ یعنی ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہی اور اگر کوئی یوں کہے کہ اگر اس آیت سے استدلال کرتے ہو تو اس آیت سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ خدا سے بہی زیادہ کوئی علم رکہتا ہی
کیونکہ اس آیت میں کلیۃ فرمایا ہی خدا اور غیر خدا کی تخصیص نہیں کی تو یہ بات اول تو اہل فہم کے نزدیک قابل جواب نہیں اور جواب کے قابل بہی ہی تو اس جواب کی کہ کیونکر غافل یا اور
جاہے ... بریں فہم و دانش بباید گریست - کون نہیں جانتا کہ ایسی مقامات میں جناب باری تعالی باستثناء عقلی مستثنے ہوا کرتا ہی اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کسی نادان کو بہی آج تک شبہ
نہیں پڑا کہ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہوا تو اپنے معدوم کرنے یا اپنے شریک کے پیدا کرنے پر بہی قادر ہوگا اتنا ہر کوئی سمجھ لیتا ہی کہ انبیاء اور اماموں کے پیدا کرنے اور معدوم کرنے پر قادر ہی وہ
ہے ایسے ہی وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ سے جاہل سا جاہل بہی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خدا سے بہی کوئی زیادہ عالم ہوگا پہر اگر کوئی اس قسم کی گفتگو کرے بجز تعصب و ہٹ دہرمی کے
اور کچہ نہیں کہا جاتا معہذا ذی علم کے لفظ میں ایک اشارہ لطیف اسبات کے جواب کیطرف بہی ہی جیسے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ میں جو لفظ شیء ہی اسمیں ایک اشارہ لطیف خدشہ
مذکورہ کے جواب کی طرف ہی بیان اسکا یہ ہی کہ ذی علم اور علیم ہر چند بظاہر دونو لفظ ہم معنی ہیں لیکن ذی علم میں ایک گونہ اتنی بات نکلتی ہی کہ غیر ذات ہے کیونکہ اضافۃ بالاتفاق
تغائر پر دلالت کرتی ہی بخلاف علیم کے کہ اسمیں یہ بات نہیں سو چونکہ خدا کا علم غیر ذات نہیں بالاجماع خصوصا شیعہ کے نزدیک تو اسکو ذی علم کہنا مناسب نہیں بلکہ علیم کہنا چاہئے
جیسے کہ شئے اسے کہنا چاہئے جو مشیت کے تلے داخل ہو اور ذات خداوندی مشیت کے تلے داخل نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے القصہ جیسے خداوند کریم مشیت کے تلے داخل نہیں ہے جو اشیاء
میں معدود ہو اور قدرت کے تصرفات اس پر چل سکیں ایسے ہی خداوند کریم ذی علم میں داخل ہی نہیں جو اس سے اوپر کوئی علیم ہوگا **اقول** مولوی عبدالرحمن جامی کی گور پر جاکر
فریاد کرو اور کہو کہ آپنے شواہد النبوت میں کیوں لکہا ہی کہ ائمہ کو علم ما کان و ما یکون تہا ہم سے یہ سنا نہیں جاتا اور کچہ ہم ہی تو اسمیں منفرد نہیں ہیں چنانچہ شواہد النبوت میں
حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ انہ قال عندنا علم ما کان و ما یکون لیکن تم اسکو سمجہا ہی نہیں ہی کہ مراد اس سے کیا ہی مراد اس سے یہ نہیں ہی کہ اُنکو گذشتہ اور آیندہ کا
اور سب کا علم بالفعل حاصل تہا جیسا کہ خدا کو ہی بلکہ مراد اس سے یہ ہی کہ متمکن تہے وہ ہر چیز کے علم پر کہ جس چیز کا علم حاصل کرنا اُنکو مطلوب ہوتا تہا تو خدا تعالی اُنکو بتا دیتا تہا اور الہام
کرتا تہا اور ایک باب کافی میں اسی ذکر کا ہی اور احادیث مستفیضہ میں وارد ہوا ہی ان الامام اذا شاء ان یعلم اُعلم یعنی امام جسوقت چاہی یہ کہ جانے تو بتلایا جاتا ہی اور دوسری
روایت میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک یعنی جسوقت ارادہ کرے امام یہ کہ جانے کسی چیز کو تو بتلا دیتا ہی اُسکو خدا
اُس چیز کو یہ ہی مراد علم ما کان و ما یکون سے نہ یہ کہ امام کو بدون آگاہ کرنے خدا کے کچہ معلوم ہو اور یا یہ کہ جو کچہ اُنکو جناب رسول خدا صلعم سے سینہ بسینہ پہنچا تہا وہ جانتے تہے اور امام محمد باقر
علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ یبسط لنا العلم فنعلم و یقبض عنا فلا نعلم یعنی جسوقت علم کو واسطے ہماری منبسط کرتے ہیں تو ہم جانتے ہیں اور جسوقت منقبض کرتے ہیں تو ہم نہیں جان سکتے
اور ابو بصیر اور داؤد وغیرہ کئی شخص حضرت صادق علیہ السلام کی مجلس میں بیٹہے تہے حضرت صادق خشمگین و غضبناک برآمد ہوئے اور فرمایا کہ یا عجبا لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب ما
یعلم الغیب الا اللہ عز و جل لقد هممت بضرب جاریتی فلانۃ فهربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار هی یعنی تعجب ہے واسطے لوگوں کے کہ گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم علم غیب کو جانتے ہیں نہیں جانتا ہی غیب کو
سوائے خدا تعالی کے تحقیق میں نے قصد کیا کہ فلانی کنیز اپنی کو ماروں تو وہ بہاگ گئی میرے پاس سے پس میں نے نہ جانا کہ وہ گہر کی کونسی کوٹہری ہے اور جو کچہ ائمہ کسی بات کو جانتے تہے اور دوسرا کوئی
نہیں جانتا تہا تو وہ علم غیب نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا بتلایا ہوا ہی اور غیب وہ ہی کہ جو بدون تعلیم کسی کے جانے چنانچہ امیر علیہ السلام نے ایک مرتبہ صفات قوم ترک سے خبر دی کہ اسکو کوئی نہیں جانتا تہا
ایک شخص نے حضرت کے اصحاب میں سے کہا کہ یا امیر المومنین آپکو علم غیب آتا ہی فرمایا کہ لیس ہو بعلم غیب و انما ہو تعلم من ذی علم یعنی نہیں ہی وہ علم غیب بلکہ وہ ایک خبر ہی صاحب علم کی

جناب رسول خدا صلعم نے تعلیم کیا ہے اور علم غیب علم ساعت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اور یہ کون کہتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے بزرگی خلفاء اور اصحاب کی ثابت ہوجاتی تو شبہ نہیں اور خدا کے کہنے سے تسلی نہو کیوں جھوٹ لکھتا ہے اور افترا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ نے جو بزرگی اصحاب کی قرآن میں لکھی ہے اسکا جواب اس سے پہلے قول میں ہم بھی لکھ چکے ہیں اور امام جو فرماتے ہیں وہ بعینہٖ فرمودہ خدا ہے لیکن تجھ کو انکا قول مخالف فرمودہ خدا معلوم ہوتا ہے اور علم غیب کا تو ہم جواب دے چکے کہ بیشک غیب سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے نہ پیغمبر نہ امام اور نہ اور کوئی اور یہی مذہب ہمارا ہے اور امام جو کچھ جانتا ہے تعلیم خدا جانتا ہے اور یہ علم غیب نہیں ہے یہ تین آیتیں کس واسطے لکھنے لگے ہیں ہم تو پہلے ہی لکھ چکے اور سماوات تو انکی اور خدا کی علم میں اس وقت لازم آتی کہ جس وقت خدا کا سا علم انکو ہوتا تو خود علم میں خدا کی محتاج ہیں اور جو کچھ بعد اسکے لکھا ہے وہ اصل بحث سے علاوہ اور خارج ہے اور جس امر کا جواب ضروری تھا اسکو ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل علم میں کوئی خدا کا ہمسر نہیں جیسے وہ ذات میں یکتا ہے ویسے ہی صفات میں یکتا ہے نہ انبیا اسکے علم میں برابر ہیں نہ امام نہ ملک نہ جن نہ خواص نہ عوام **اقول** ہمارا بھی یہی قول ہے اور کسی طرح کا اسمیں ہم فرق نہیں کرتے **قال الشیخ الاشعری** اس عقیدہ میں شیعوں کا بعینہٖ ایسا غلو ہے جیسا نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ کی بزرگی میں قلم حد سے بڑھ گیا ہے اور وہ تشبیہ جو سرور کائنات صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ سے دی ہے اور یوں فرمایا ہے کہ تیری مثال ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی مثال کہ ایک فرقہ انکی محبت میں ہلاک ہوا اور ایک انکی بغض میں وہ تشبیہ اور تمثیل سب بجا اور درست نکلی کہ خوارج نے جو بغض لیا تو روافض نے وہ محبت لی کہ جس سے حضرت امیر کو انبیا سے تو بڑھا یا ہی تھا خدا تک پہنچا دیا انہوں نے لدنیا مزید کا کام کیا رسول اللہ صلعم نے تو فقط حضرت امیر کی نسبت یہ فرمایا تھا حضرت شیعہ نے آپکے فرمانے کی ایسی تصدیق کی کہ کچھ اس سے بھی بڑھکر دکھلا دیا خارج سے تصدیق نبی جو انکی میں وہ کارگزاری نہیں بن پڑی تھی جو شیعہ سے بن پڑی القصہ خوارج سے حضرات ائمہ کے باب میں وہ تفریط نہیں ہوئی جو شیعوں سے افراط ہوئی اور کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا بہتر از نادان دوست **اقول** اگر اہل سنت اپنے مذہب کی حفاظت کے واسطے جھوٹ نہ بولیں اور شیعوں پر افترا نکریں تو شیعوں پر کیونکر غالب ہوں کہ شیعوں کے مذہب میں تو کسی طرح کی قباحت نہیں ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب عیبوں سے بھرا ہوا ہے پہلے تو بدا لغوی کی تہمت کی تھی کہ جس سے شیعہ ہزاروں کوس بھاگتے ہیں اور اب یہ تہمت کی کہ شیعوں کے نزدیک ائمہ کو علم ما کان و ما یکون کا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا کو ہے اور اسکا جواب تو ہم لکھ چکے کہ ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے اور اپنی خبر لیتا ہی نہیں ہے اپنے اولیا کے باب میں کیا اس سے کچھ کم لکھتے ہیں تذکرۃ الاولیا اور نفحات الانس اور اخبار الاخیار وغیرہ کو دیکھنا چاہیئے کہ ہر دہنی اور جہلا ہے تے نقدہ میں اور سے بھی بڑھکر لکھتے ہیں اور جس وقت توجہ لیتے ہیں اور مراقبہ میں جاتے ہیں تو علم ما کان و ما یکون سب واضح ہوجاتا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے جو حضرت علیؑ کی مقدمہ میں فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ کی مثال دی ہے خدا کے فضل و کرم سے شیعہ اس سے پاک اور مبرا ہیں اور سب جانتے ہیں کہ مراد غلو سے یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام یا کسی اور امام کو خدا کے مرتبہ میں پہنچاوے یا صفات مخصوصہ خدا کو انمیں ثابت کرے اور شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور تفریط یہ ہے کہ انسے کوئی بغض رکھے اور انکی فضائل کی تنقیص کرے اور اہلسنت اگرچہ انسے بظاہر عداوت نہیں رکھتے لیکن انکے فضائل کی تنقیص کرتے ہیں اور انکی فضائل کی روایات کو تضعیف اور تضییع کرتے ہیں اور جہلا کو جنہیں کسی طرح کی فضیلت نہیں ہے ان پر فضیلت دیتے ہیں یہ بھی ہم پلہ خوارج اور نواصب کے ہیں اور شیعہ انکو بندگان مختصہ خداوندی جانتے ہیں اور انکی محبت میں کسی طرح کا غلو نہیں کرتے بلکہ انکے مرتبہ پر کہتے ہیں اور علم میں یا اور کسی صفت مختصہ خداوندی میں خدا کے برابر انکو نہیں جانتے کجا خالق اور کجا مخلوق اور نہ مرتبہ نبوت میں انکو جانتے ہیں کہ پیغمبر انکو ہم نہیں کہتے ہیں اور باقی رہا انکا انبیا علیہم السلام سے افضل ہونا اسمیں اختلاف ہے اور جو لوگ انکو انبیا سے افضل کہتے ہیں انکے پاس بھی بہت سی دلیلیں ہیں بے وجہ نہیں کہتے ہیں اور اگر کسیکو تفصیل اسکی ملاحظہ کرنی منظور ہے تو حسام الاسلام جواب باب نبوت تحفہ اثنا عشریہ کو دیکھے اور دو روایتوں پر میں اقتصار کرتا ہوں مودۃ القربیٰ اور مسند احمد حنبل اور فردوس الاخبار میں روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت خیر البشر اور مناقب ابن مردویہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے مہاجرین اور انصار کے روبرو فرمایا کہ اے علی اگر کوئی بندہ عبادت کرے خدا کی جیسے کہ حق اسکا ہے اور پھر وہ شک کرے تیرے اور تیرے اہلبیت کے افضل الناس ہونے میں تو وہ آتش جہنم میں ہوگا چنانچہ لکھا ہے کہ عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم یوما بحضرۃ المہاجرین والانصار یا علی لو ان احدا عبد اللہ حق عبادتہ ثم شک فیک و اھل بیتک انکم افضل الناس کان فی النار اور انبیا علیہم السلام بشر اور ناس میں داخل ہیں انسے بھی افضل ہونگے اور مناوی نے فیض القدیر میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ولایت کو نبوت پر فضیلت دیا تھا اور مولوی روم اپنی مثنوی میں حضرت علیؑ کی مدح میں کہتے ہیں ع اوخوی انداخت بر روئے علیؑ ❊ افتخار ہر نبی و ہر ولی ❊ اور اگر نائب کسیکا اپنے منیب سے افضل ہوا ایسا تو نہیں ہو سکتا لیکن اگر نائب کسی افضل المخلوقات کا دوسرے نبیوں سے افضل ہو تو یہ کچھ قبیح نہیں ہے اور اس صورت میں اگر کوئی جناب رسول خدا صلعم کو نائب کہ وہ افضل المخلوقات کا نائب ہے اور انبیا سے افضل کہے تو یہ غلو نہیں ہے اور بعد اسکے ہم خلفا کے جوابکے رد میں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ لکھینگے اور نبوت کو حضرت علی میں ہم ہرگز نہیں کہتے اور نہ خدا کی علم کے برابر انکا علم جانتے ہیں لیکن علم حضرت علی کا اور انبیا علیہم السلام کے علم سے زیادہ جانتے ہیں کہ حضرت علی کو علم جناب رسول خدا صلعم کا پہنچا تھا اور جناب رسول خدا صلعم کا علم اور انبیا کی علم سے زیادہ تھا **قال الشیخ الاشعری**

اور اگر سلمنا ائمہ کو علم ماکان و ما یکون تہا بہی تب جو خدشہ کہ بوجہ بدا خدا کے فرمودہ میں تہا وہ بجائے خود رہیگا کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ جو افضل الائمہ اور اعلم الائمہ ہیں یوں
فرماتے ہیں فی حدیث الکافی و امالی الصدوق عن امیر المومنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لاخبرتکم بما یکون الی یوم القیامۃ یرید بالآیۃ قولہ یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت
حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ کافی جو کلینی کی تصنیف ہے اور امالی جو شیخ صدوق کی کتاب ہے اُن دونوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسکا یہ ترجمہ ہے کہ
آپنے فرمایا اگر ایک آیت یعنی یمحو اللہ ما یشاء نہوتی تو میں تمہیں جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے سبکی خبر دیتا یہانتک حاصل روایت ہوا اب غور فرمائیے کہ جو دلیل اُنکی عالم ماکان اور عالم
ما یکون ہونیکی تہی وہی دلیل اسبات کی بہی ہے کہ اُنکا علم خدا کے علم سے بڑھکر نہیں باینہمہ جس وجہ سے خدا کا علم قابل اعتماد نہتھا اُسی وجہ سے ائمہ کے علوم بہی قابل
اطمینان نہیں خدا کے بدا سے وہ بہی تنگ تہے اور اپنی کسی علم پر بہروسا نکرتے تہے اس خیال سے شاید شیعوں کو تو یہ رنج ہو کہ ہمارا دین ہی ہاتھ سے چلا جب ائمہ کو اپنے علم
پر اعتماد نہو تو یہ دین جو انہیں کے علوم کا پرتو ہے کیا قابل اعتماد رہا **اقول** یہ روایت بہی ثبوت بدا میں ہے اور ہم پہلے اس سے بیان کر چکے کہ ائمہ علیہم السلام کا علم ماکان و مایکون
اسطرح سے نہ تہا کہ بالفعل اُنکو سب کچھ حاضر ہو بلکہ اسطرح سے تہا کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تہے خدا تعالی اُنکو تعلیم کردیتا تہا اور اس روایت کا مطلب بنظر روایات دیگر یہ ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں بتعلیم خدا قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے اُسکی خبر دیتا اگر آیت مذکورہ یمحو اللہ ما یشاء نہوتی اسواسطے کہ خدا مجھکو ایک امر پر اطلاع بخشی اور اُسکی نزدیک مقرر یہ ہو کہ
بعد اس کے فلانے وقت اس کو محو کر کے دوسرا امر ثابت کرونگا تو جس امر کی مجھ کو اطلاع بخشی تہی بعد محو کے وہ امر باقی نہ رہے گا اور علم ماکان اور
مایکون سے جو کچھ مراد ہے وہ تو ہم بتفصیل لکھ چکے اور یہ بہی لکھ چکے کہ ائمہ علیہم السلام کا علم خدا کے علم کے برابر نہیں ہے بلکہ اُن کا علم اُسی قدر ہے
جسقدر کہ خدا سے اُن کو پہنچا ہے اور خدا کے علم کے معتمد نہونے کی کون وجہ ہے وہ تو ازل سے ہر چیز کا عالم ہے اور جس وجہ سے تو خدا کے علم کو غیر معتمد کہتا ہے
اسکے ابطال میں جا بجا کئی مرتبہ ہم لکھ چکے ایسی وجہ کوئی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ خدا کا علم قابل اعتماد نہیں ہے جب خدا کا علم معتمد ہوا تو ائمہ کا علم بہی معتمد ہوا اور بدا
کے واقع ہونیکی اور علم پر جو نہ ہونیکی بہتسی روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے گزر گئی ہیں کہ خدا تعالی نے ایک امر کی خبر دی اور وہ نہوا خدا نے فرمایا کہ فلانا مریگا اور وہ نہ مرا اور دین
کے مقدمہ میں اُنکا وہ ارشاد ہے کہ جو رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے اور اُس میں بدا کی گنجایش نہیں ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور جسکو خدا تعالی نے
کامل کیا اسمیں نقصان کسی طرح سے نہیں ہو سکتا کہ بعد اکمال کے اُس میں سے کسی امر کو منسوخ کرے اور محو اور اثبات اُن امور میں ہے کہ آیندہ کو جو کچھ علم خدا میں ہے اور دین ہمارا
جو کچھ ہے اُس کو کامل کر کے اُس سے ہمکو آگاہ کردیا ہے کہ کمی و زیادتی اُس میں نہیں ہو سکتی بموجب ارشاد خدا کے اور جناب امیر نے تو امور آیندہ کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ لاخبرتکم
بما یکون الی یوم القیامۃ اور دین تو جو کچھ تہا وہ تو پہلے ہی سے کامل ہو چکا تہا اور اُس سے ہمکو مطلع کردیا تہا کامل کر کے اُسکے ہاتھ سے جانیکی کیا وجہ ہے اور مقدرات
الٰہی میں تغیر اور تبدل ہونیکی روایتیں تمہاری کتابوں سے کئی مرتبہ میں لکھ چکا ہوں تمہارے مذہب کے موافق بہی بہروسا خدا کے فرمانیکا اور اعتماد اُسکے علم پر باقی نرہا اور رہے
امور آیندہ میں سے کسی امر کی خبر دینی یہ تو تمنے اپنے اولیاء اللہ کے حال میں بہی اکثر لکہا ہے دیکہو تم اولیاء کے احوال کی کتابوں کو کیا کچھ لکھا ہے اور اگر ہم کوئی ایسا امر کسی
امام کے مقدمہ میں بیان کریں تو تمکو ناگوار اور مکروہ معلوم ہوتا ہے اور ہمپر طعن کرنے لگتے ہو دیکہو یہی روایت بعینہا کعب الاحبار کی تمہاری کتابوں میں موجود ہے چنانچہ
جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے اخرج ابن جریر عن کعب رضی اللہ عنہ انہ قال لعمر رضی اللہ عنہ یا امیر المؤمنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لا
نبأتک بما هو کائن الی یوم القیامۃ قال وما هی قال قول اللہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ سو اسیطرح حضرت علی نے فرمایا تہا اُنکے
فرمانے پر تو اعتراض ہے اور کعب کا کہنا مسلم ہے اور اس روایت سے ظاہر ہوا کہ مقدرات الٰہی میں کہ جنپر انبیاء اور مقربین خدا کو اطلاع ہوتی ہے احتمال تغیر اور تبدیل و بدا کا باقی
رہتا ہے سو کعب تو آیندہ کی خبر دیوے اور اگر حضرت علی خبر دینے کا ذکر کریں تو ملعون ہوں کیا خوب انصاف ہے قربان جائیے ایسے انصاف کے **قال الشیخ الاشعری**
بڑی ہی خوشی ہے کہ اصحاب ثلثہ اور سوا اُنکے اور مہاجرین اور انصار کی برائیاں جو شیعہ حضرات ائمہ سے روایت کیا کرتے ہیں قطع نظر اسکے کہ اُن روایات کے راوی کذاب و مفتری
تہے چنانچہ کچھہ کچھہ اسکا بیان ہو چکا یوں بہی قابل اطمینان نہ رہی اور ما سوا اسکے اور جو کچھہ اُنکی کتابوں میں خلاف مذہب اہل سنت حضرات ائمہ سے مروی ہے سب ساقط الاعتبار
ہوگیا **اقول** برائیاں بعضی صحابہ کی شیعہ اہل سنت کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں اور جو کچھ ائمہ علیہم السلام سے بیان کرتے ہیں وہ بہی پر متفرع ہے جو اہل سنت کی کتابوں میں ہے اور ائمہ
علیہم السلام کی روایتوں پر وہ اقتصار نہیں کرتے ہیں اور موافق تمہارے مذہب کے تو خدا پر اعتماد نہیں ہے کہ اُسکے کلام میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے تمہاری روایتوں کے
موافق پس جو کچھ تمنے جناب رسولخدا صلعم سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اُسپر کب اطمینان ہو سکتا ہے اور اُسکا کیونکر اعتبار ہو جسوقت کہ خدا کے کلام میں تغیر ہوتا رہتا ہو پس جو کچھ تمہاری
کتابوں میں خلاف مذہب شیعہ جناب رسولخدا صلعم سے منقول ہے سب ساقط الاعتبار ہے اور راوی تو تمہارے دروغگو اور کاذب ہیں اور ہماری کتابوں کا کوئی راوی کاذب نہیں ہے

چنانچہ ہم لکھ چکے اور تیری قول کو باطل کر چکے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ اگر ہوا بھی ہوگا تو کہیں قدر قلیل ہوا ہوگا تو جواب ستایہ ہے کہ اعتبار کے اٹھ جانے کو اتنا ہی بہت ہے انجیل اور توریت کونسی ساری کی ساری اول سے آخر تک بدل گئی تھیں دس پانچ جگہ کی تحریف نے سب کا اعتبار کھو دیا **اقول** یہ جو الحمد اللہ [illegible]

میں جو اہل سنت کی کتابوں میں تغیر کی روایتیں لکھی ہیں انہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اگر تغیر ہوا ہوگا تو کہیں قدر قلیل ہوا ہوگا تو ہم بھی یہی کہتے ہیں اور جواب ستایہ ہے کہ اعتبار کے اٹھ جانے کو اتنا ہی بہت ہے انجیل اور توریت کونسی ساری کی ساری اول سے آخر تک بدل گئیں تھیں دس پانچ جگہ کی تحریف نے سب کا اعتبار کھو دیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی یہ فرق نکالے کہ کلام اللہ میں جو کچھ اصحاب کے فضائل نازل ہوئے ہیں خلفاء ثلثہ کی بزرگیوں کی طرف اشارہ ہے وہ سب قبل وفات اکثر اصحاب نازل ہوا تھا اور وفات سے پہلے آدمی کا کچھ اعتبار نہیں ہاں خاتمہ کا اعتبار ہے سو خدا کی تشخیص میں غلطی کا احتمال ہے پر امیر المومنین یا اور ائمہ نے جو کچھ فرمایا ہوگا وہ سب بعد وفات کا قصہ ہے انہیں غلطی کا احتمال نہیں اگر انکی کلام سے انکی بزرگی خاص کر اصحاب ثلثہ میں سے کسیکی ثابت ہو جائے تو پھر گنجایش انکار نہیں **اقول** کلام اللہ میں جو کچھ اصحاب کے فضائل بالاجمال نازل ہوئے ہیں اسکا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن خلفاء ثلثہ کے فضائل کا بالتخصیص کلام اللہ میں کہیں اشارہ نہیں ہے اور فضائل اصحاب کے جو کچھ نازل ہوئے ہیں وہ بعض اصحاب کی وفات تو پیچھے نازل ہوئے ہیں اور اکثر اصحاب کے وفات سے پہلے اور یہ ہے وفات سے پہلے آدمی کا کچھ اعتبار نہیں ہے ہاں خاتمہ کا اعتبار ہے اور خدا تعالی کی تشخیص میں غلطی ہرگز نہیں ہے کہ خدا تعالی نے کسیکا نام لیکر تو تعریف کی نہیں ہے مجمل گول گول تعریف کی ہے اور جنکی تعریف کی ہے انہی طرف خطاب کرکے یہ بھی فرمادیا ہے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ اور فرمایا کہ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ سو ہم دیکھینگے کہ کون کون انمیں سے مرتد ہوا ہے اور جو کوئی مرتد ہو گیا ہے اسکو آیات فضائل سے مستثنی سمجھینگے اور صحابہ تو کیا ملکہ جناب رسولخدا صلعم کو حقتعالی خطاب کرکے فرماتا ہے کہ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ حب پیغمبر سے یہ ارشاد ہو تو صحابہ کس شمار میں ہیں اور کلام اللہ کے اکثر مقام میں مومنین کے فضائل اور انکا جنتی ہونا آیا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کی اکثر صحابہ مومنین مرتد ہو گئے تھے اب کہتا ہوں میں کہ کیا خدا تعالی کی تشخیص میں غلطی واقع ہوئی کہ جو ایسے لوگوں کی تعریف کی کہ جو مرتد ہو جائینگے کیا انکی ارتداد کی خدا تعالی کو خبر نہتی پس معلوم ہوا کہ اہل سنت کی نزدیک خدا تعالی کو آیندہ کا علم نہیں ہے اور اگر ائمہ معصومین نے اصحاب ثلثہ کی یا اور کسیکی تعریف کی ہے تو ہمکو بھی اسکا انکار نہیں اگر تمہیں ہے تو جنکا ائمہ نے نام لیکر تعریف کی ہے **قال الشیخ الاشعری** اس میں ائمہ کی روایات پیش نظر کرتا ہوں نہج البلاغت تصنیف علامہ رضی میں جسکی روایات شیعوں کے نزدیک متواترات میں سے ہیں یوں منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اُن اصحاب کا حال پوچھا جنکا انتقال ہو چکا تھا تو اُنکے وہ اوصاف فرمائے کہ جو بجز اولیاء کے ہو ہی نہیں سکتے وہ عبارت بلاغت آمیز بعینہ منقول ہے کانوا اذا ذکروا اللہ ہملت اعینھم حتی تبل جیابھم و مادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب و رجاء للثواب اور پھر دوسری دفعہ انکے حق میں فرمایا کان احب اللقاء الیھم لقاء اللہ وانھم یتقلبون علی مثل الجمر من ذکر معادھم حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ اصحاب کا حال تھا کہ جب خدا کا ذکر کرتے تھے بہ نکلتی تھیں آنکھیں انکی یہانتک کہ انکی جھرے تر ہو جاتے تھے اور خدا کے ڈر اور امید ثواب میں ایسے لرزتے اور جھومتے تھے جیسے درخت تیز ہوا سے اور سب میں زیادہ محبت انکو خدا کے ملنے کی تھی و آخرت کو یاد کرکے ایسے بے چین ہو کر لوٹیں لیا کرتے تھے جا نو انگاروں پر لوٹتے ہیں اور حضرت امام سجاد کے صحیفہ کاملہ میں بڑی طویل دعا جس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور انکو لئے دعائے خیر مندرج ہے منقول ہے سو ساری دعا کی نقل کی گنجایش نہیں فقط دو چار لفظ لکھے دیتا ہوں اللھم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ آگے لکھتے ہیں فارقوا الازواج والاولاد فی اظھار کلمتہ وقاتلوا الاباء و الابناء فی تثبیت نبوتہ اسکے بعد میں فرماتے ہیں فلا تنس لھم اللھم ما ترکوا لک و فیک و ارضھم من رضوانک اسکے بعد تابعین تک نوبت پہنچائی اور اُنکے حق میں بھی اسی قسم کی دعائیں فرمائیں حاصل ان الفاظ کا یہ ہے یا اللہ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جنہوں نے خوب یاری کا حق ادا کیا بی بیوں اور اولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بول بالا کرنے کیلئے چھوڑ دیا اور باپوں اور بیٹوں سے انکی نبوت کے جمانے کیلئے لڑائی سو مت بھولیو خداوند جو انہوں نے تیرے لیئے اور تیرے سبب سے چھوڑ دیا اور راضی کر دے تو انکو اپنی رضامندی سے یہانتک خلاصہ مذکورہ کا مضمون ہے ان روایات سے تو مطلق صحابہ کی تعریف اور بزرگی ثابت ہوتی ہے **اقول** نہج البلاغہ سید رضی کی تالیف ہے کہ خطبے جناب امیر علیہ السلام کے انہوں نے کتب شیعہ و سنی سے نقل کرکے جمع کئے ہیں اور تصنیف انکی نہیں ہے اور اگر انکی تصنیف ہوتی تو علماء اہل سنت مثل تفتازانی اور قوشجی اور کازرونی وغیرہ کی اسکا اقرار کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے کیوں کرتے اور حضرت علی نے تعریف جو اصحاب کبار کی لکھی ہے اسکا انکار کسکو ہے بیشک وہ ایسے ہی تھے بلکہ زیادہ اس سے فضائل رکھتے تھے اور بعضے انمیں سے اولیاء کامل تھے ہمارے نزدیک لیکن تعریف کرنی جناب امیر کی خدا تعالی کی تعریف کرنے سے زیادہ نہیں ہے اور جیسے کہ خدا تعالی نے مجملاً تعریف صحابہ کی ہے ایسے ہی حضرت علی نے کی ہے مراد اس سے سب صحابہ نہیں ہیں کہ بعضی انمیں سے مرتد بھی ہو گئے تھے اور بعضے حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اور عداوت کی جہت سے حضرت علی کے ہاتھ بیعت کی اور حضرت علی کی طرف سے کینہ بھی رکھتے سینوں میں رکھتے تھے چنانچہ ولی اللہ محدث

پدر مولوی عبدالعزیز نے ازالۃ الخلفا میں لکھا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم باغوں کی سیر کرتے تھے اور حضرت علی باغ کی تعریف کرتے تھے تو رسول خدا فرماتے تھے کہ ای علی تیرا باغ
جنت میں اس سے زیادہ اچھا ہی اور یہ فرما کر حضرت صلعم بہت روے اور رونیکا سبب حضرت سے پوچھا تو فرمایا حضرت علی سے خطاب کر کے کہ ضغائن فی صدور قوم لا یبدو نہا لک
حتی یفقدونی یعنی کینے لوگونکے سینوں میں کہ ظاہر نہیں کرینگے وہ واسطے تیرے یہانتک کہ گم کرینگے مجھکو یعنی میں مرجاؤنگا تو وہ کینوں کو تیرے ظاہر کرینگے اور ابن
قتیبہ نے کتاب امامۃ و سیاست میں ایک خطبہ حضرت علی کا لکھا ہی اور اُسمیں فقرہ ہی کہ حضرت علی نے بیان کیا اللهم انی استعیذ بک علی قریش فانہم قطعوا رحمی
وصغروا عظیم منزلتی وفضلی واجمعوا علی منازعتی دیکھو اس میں سراسر شکایت ہی قریش کی خدا تعالی سے کہ اُنہوں نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میری مرتبہ کو خفیف و حقیر
سمجھا اور مجھ سے نزاع کرنیکو مجتمع و متفق ہوے ایسی لوگوں کی تعریف حضرت علی کا ہیکو کرینگے بلکہ مراد اُس سے صحابہ اخیار ہیں کل صحابہ اور ایسا ہی حضرت سجاد کی دعا سے
واضح ہوتا ہی اسواسطے کہ فرماتے ہیں وہ کہ احسنوا الصحبۃ جسکا ترجمہ کرنا ہی خوب اُنکا حق ادا کیا سو ایسا حق ادا کیا کہ کافروں کو پیغمبر خدا کی طرف ہو کر قتل کیا اگرچہ یگانہ ہی تھے
یا تو دُنکے ہاتھوں سے مقتول ہوے نہ خلفاء ثلثہ وغیرہم کہ اُنہوں نے تو ایسا حق صحبت ادا کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کو معرکہ جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور حضرت رسول خدا
پکارا کرتے تھے کہ کہاں بھاگے جاتے ہو کیا خدا اور رسول سے بھاگتے ہو تو پھر کر دیکھتے بھی نتھے پس مراد وہ ہی صحابہ ہیں کہ جنہوں نے حق صحبت خوب ادا کیا اور مفارقت ازواج اور اولاد سے بھی
اختیار کی اسکی علم ظاہر کرنیکی واسطے اُن صحابہ اخیار ہی نے کی ہی جنہوں نے اپنی جانیں لڑائی ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے واسطے کسی غرض دنیا کی مفارقت کی ہی **قال الشیخ الاشعری** اب بھی سینیے کہ جس سے خاص ابوبکر صدیق رضی الله عنہ کی فضیلت ثابت ہو ورضی نے نہج البلاغہ میں جو شیعوں کے نزدیک مثل وحی آسمانی ہی روایت
کیا ہی عن امیر المومنین انہ قال للہ بلاد ابی بکر فلقد قوم الاود وداوی العمد اقام السنۃ وخلف الفتنۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا
ادی الی الله طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی حاصل سکا یہ ہی کہ حضرت امیر المومنین علی رضی الله عنہ فرماتے ہیں
خدا ہی کے واسطے ہیں شہر ابوبکر کے یعنی ابوبکر میں خداداد خوبیاں ہیں پس قسم ہی کہ اُنہوں نے سیدھا کر دیا کجی کو اور اصلاح کر دیا ستون کو اور قایم کیا سنت کو اور پس پشت ڈالا
بدعت کو پاک دامن رہے عیب کم خوبی خلافت کی انکو نصیب ہوئی اور اُنکے جاتے رہے خلافت کے فسادوں سے ادا کی اُنہوں نے خداوند کریم کی طاعت پرہیزگار رہی حق پرہیزگاری کا
پیچھے چھوڑ گئے لوگ مختلف رستوں میں حیران ہیں کہ نہ گمراہوں کو راہ ملی ہی اور نہ ہدایت والوں کو اپنی ہدایت کا یقین ہی یہانتک حاصل معنی خطبہ مرقوم ہوا **اقول** اس خطبہ میں ابوبکر کا
نام کہاں ہی جس سے فضیلت ابوبکر کی ثابت ہو مولوی عبدالعزیز صاحب نے لفظ فلاں کی جگہ ابوبکر کا نام لکھدیا ہی اور اُنکی پیروی سے تم نے لکھا ہی اصل خطبہ میں تو للہ بلاد فلاں ہے
نہ للہ بلاد ابی بکر یہ تحریف مولوی صاحب موصوف کی ہی اور اگر ابوبکر ہی کو فرض کیجے تو بھی فضیلت نہی اس سے ثابت نہیں ہی بلکہ انتظام کی تعریف ہے اور اگر ایسی تعریف کسی کافر کی
کریں تو بھی ہو سکتا ہی جناب رسول خدا صلعم نوشیرواں کے عدل کی تعریف کیا کرتے تھے اور خدا تعالی قرآن میں نصارا کی تعریف کرتا ہی چنانچہ فرماتا ہی وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور یہ جو لکھا ہی کہ نہج البلاغہ شیعوں کے نزدیک وحی آسمانی ہی بالکل غلط کہا ہے
اسواسطے کہ اکثر کتب و خطب اسکے مخالفین کی کتب سیر اور تواریخ سے منقول ہیں شیعہ اسکو مثل وحی آسمانی کی کیونکر سمجھیں گے اگر راست گو تھا تو شیعہ کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا البتہ
مولف اسکا شیعہ ہی لیکن کل خطب اُسکی شیعوں کی کتابوں سے منقول نہیں ہیں ہو سکتا ہی کہ یہ خطبہ کتب اہل خلاف سے منقول ہو بلکہ بعد اسکے اسی کے قول سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ خطبہ کتب
اہل سنت سے ماخوذ ہی اور ترجمہ جو اس نے خطبہ کا کیا ہی وہ بھی غلط ہی حضرت علی نے فرمایا کہ للہ بلاد فلان یہ محاورہ عرب کا ہی وقت مدح کی للہ بلادہ و للہ درہ و للہ دریہ کہا کرتے ہیں اور مقام
مدح شعر میں کہا کرتے ہیں للہ درہ اگرچہ وہ شاعر جسکا وہ شعر ہی بد مذہب اور فاسد العقیدہ ہو اور اگر فلاں سے ابوبکر کو فرض کریں تو یہ معنی ہونگے للہ بلاد ابی بکر کے کہ واسطے خدا کی ہیں شہر ابوبکر
کے خدا نے انکو پیدا کیا ہی اور یہ اسمیں کہاں ہی کہ ابوبکر میں خداداد خوبیاں ہیں اور بعد اسکے لقد قوم الاود ہے اور صحیح معنی اس نے اسمیں اپنی طرف سے گھڑے ہیں اور معنی اسکے یہ ہیں
کہ البتہ تحقیق راست کیا کجی کو سو یہ ابوبکر پر صادق نہیں آتا ہی اسواسطے کہ وہ خود فرماتے تھے ان لی شیطانا یعتریني فان زغت فقوموني یعنی تحقیق واسطے میری شیطان ہے کہ دبا لیتا
ہے مجھکو پس اگر کجی کروں میں تو پس سیدھا کرو تم مجھکو پس جو شخص کہ کجی پر ہو تو وہ اوروں کو کیا سیدھا کریگا ے او خویشتن گم است کرا رہبری کند وہ اپنی کجی کو تو درست کر سکتے ہی نتھے
بلکہ لوگوں سے فرمایش کرتے تھے اپنی کجی کی دور کرنے کو لوگوں کی کجی کیونکر راست کرتے اور اگر راست کرتے ہونگی تو اپنی ریاست کے انتظام کی کجی کو راست کرتے ہونگے اور دین کی کجی کا تو درست کرنا
تو انکی ذات سے ممکن ہی نتھا کہ اُسکے واسطے علم چاہئے اور وہ علم سے بے بہرہ تھے اور حضرت خلیفہ ثانی تو فرماتے تھے کہ کل الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال اور بعد اسکے فرمایا
وداوا العمد اور معنی اسکے یہ ہیں کہ دوا کرتا تھا بیماری کو کہ جو ایک بیماری شتر میں ہوتی ہی اور مراد اس سے حسن سیاست ہے چنانچہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہی اور اس نے جو لکھا ہی اسکے
معنی میں کہ اصلاح کر دیا ستون کو یہ غلط ہی اور یہ معنی اسکے نہیں ہیں اور بعد اسکے فرمایا کہ واقام السنۃ یعنی اور قایم کیا سنت کو اور سنت بمعنی طریقہ ہی اور اگر مراد اس سے شعائر اسلام ہو

ایسا بھی وہ کرتے تھے کہ دین اور دنیا کو مخلوط کر رکھا تھا اور بظاہر شعائر اسلام کو بھی جاری رکھتے تھے تاکہ تالیف قلوب اہل اسلام ہوتی رہے اور اگر اسلام کے طریقوں کو بالکل ترک کرتے تو لوگوں کو کیونکر
مطیع کرتے بلکہ لوگ انسے نفرت کرنے لگتے اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اور اقام السنۃ کے کچھ بھی حقیقت ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہ مدح بالنسبت ہے یعنی بہ نسبت
عثمان کے کہ اُس نے سنت کو بالکل مٹا دیا تھا اور ابوبکر و عمر جیسی کہ بدعتیں انکے بعد چھوڑی تھی ایسی ہی بعضی سنتوں کو بھی جاری کر رکھا تھا واسطے انتظام خلافت کے اور مصلحت کہ بظاہر اسلام کے امور کو جاری
رکھتے تھے ایسے ہی بدعتیں بھی جاری کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں حضرت علی وخلف البدعۃ اور پیچھے چھوڑا بدعت کو کہ بعد انکے وہ بدعت چھوڑ گئے اور بدعت مذمت ہے سو انہوں نے دین کو اور دنیا کو دونوں کو واسطے
انتظام کے مخلوط کیا تھا کہ بعضے امور دین بھی جاری رکھتے تھے اور اپنی رائے سے واسطے انتظام کے خلاف شرع بھی عمل میں لاتے تھے کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ یہ کیا کہ شیخین کے زمانہ میں تو انتظام خوب ہوا
اور عثمان کے اور آپکے زمانہ میں انتظام نہوا فرمایا کہ شیخین نے دین کو دنیا سے خلط کیا اسواسطے انتظام خوب ہوا اور عثمان نے محض دنیا چاہی اور میں نے محض دین چاہا اسواسطے انتظام نہوا اور اسی جو خلف البدعۃ کے معنی لیں شیخ داؤد لا
لکھتے ہیں تو معنی نہیں ہیں اسواسطے کہ اطلاق مخلفات آدمی کا اُسکے متروکات پر ہوتا ہے اسواسطے متروکات میں بدعت تھی اور اگر معنی اسکی لیں اسبت لا ہمون تو معلوم ہوا کہ بدعت پہلے رسول خدا صلعم کے زمانہ سے چلی آتی تھی اور اسکو قائم کیا اسواسطے کہ اگر
سنت کا بھی جاتا ہے دوسرا اس طرح کہتے کہ اقام السنۃ ولم یدع البدعۃ سو دونوں امر کرتے تھے سنت بھی بدعت بھی اور بعد اسکے تقسیم فرمایا نقی الثوب یعنی گیا پاک کپڑے کا کہ دامن اسکی ہمت کا نجاست تہمت خلافت سے آلودہ نہوا جیسے کہ
عثمان کہ مال خدا کو اُس نے بیجا صرف کیا اور حقوق مومنین کو اپنے لگانوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور بسبب اہانت و ایذائے صحابہ کے متہم ہو کر مقتول ہوا اور فرمایا کہ قلیل العیب یعنی کم
عیب والا تھا اس سے معلوم ہوا کہ عیب تو تھا مگر کم تھا اور کثرت سے مثل عثمان کے عیب نہ تھا کہ جسکی جہت سے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلاً لعن اللہ نعثلاً اور اُن عیبوں ہی کی جہت سے
مقتول ہوئے اور طعن کرنیکو عیب قلیل ہی کفایت کرتا ہے ابلیس ایک ہی عیب سے کہ وہ سجدہ نکرنا حضرت آدم کا تھا ملعون ہو گیا اور قلیل العیب کے معنی بے عیب معلوم نہیں اس شیخ نجدی نے کہاں سے
لکھے ہیں اور بعد اسکے فرمایا کہ اصاب خیرہا وسبق شرہا یہ فقرہ بھی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ معنی اسکے یہ ہوئے کہ پہنچا خیر اُس دنیا کو اور سبقت لیگیا شر دنیا کو کہ جو مقصود
خلافت سے تھا جاری کرنا احکام کا سیاست کے اور انتظام امور ریاست کا بخوبی وقوع میں آیا اور خیرہا اور شرہا کی ضمیر خلافت کی طرف نہیں پھرتی ورنہ لازم آئیگا کہ حضرت علی اپنی خلافت کو شر میں
داخل کرتے تھے اور بعد اسکے فرمایا کہ ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ یعنی ادا کیا طرف خدا کی طاعت اُسکی کو اور پرہیزگاری کی ساتھ حق اُسکے کے سو ظاہر میں طاعت خدا میں مشغول بھی ہوتے تھے
نماز پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے شراب اور قمار وغیرہ سے پرہیز کرتے تھے لیکن جو کچھ تھا باعتبار ظاہر کے تھا واسطے دام میں لانے لوگوں کے اور حقیقت میں یہ سب استحکام ریاست کے واسطے تھا کہ مسلمان بہ
حال مطیع و فرمانبردار رہیں اور فرمایا کہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لایہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی یعنی کوچ کیا اور چھوڑ دیا اُن لوگوں کو مختلف طرح کی راہوں میں کہ
نہیں راہ پاتا ہے انمیں گمراہ اور نہیں یقین کرتا ہے راہ پانیوالا اور یہ صریح مذمت ہے کہ لوگونکو گمراہی میں چھوڑ گئے کہ کسیکو راہ نہیں ملتی سب حیران ہیں اور جو کچھ خرابی اس دین میں پڑی ہے وہ انکے
ہی طفیل سے ہے اور جو ظلم اور تعدی کہ اہل بیت پر گزری ہے وہ اُنکی ہی بنیاد ڈالی ہوئی ہے اگر وہ خلافت کو غصب نکرتے تو بعد انکے کسیکو مجال غصب کرنیکی نہوتی اور نہ کسیکو شک ہوتا بانی مبانی
مفاسد کے اسلام میں وہ ہی ہوے ہیں کہ ابتدا ظلم کی اُنسے ہوئی چنانچہ بعضے مرثیہ میں امام حسین کی طرف خطاب کرکے کہتے ہیں اے کشتہ سقیفہ و شوریٰ و کربلا۔ سو فقرات اس خطبہ کے کہ بعض
میں بعضی میں تو مدح انتظام ریاست کی ہے اور بعضے میں تصریح مذمت انکی ہے اور بعضے خطبہ میں جو مدح انکی ظاہر کی افعال کی ہے وہ لوگوں کی تالیف قلوب کے واسطے ہے کہ دلوں میں انکی محبت شیخین
کی راسخ ہو رہی تھی تاکہ جماعت برہم نہو جاوے کہ مذمت کے فقروں کے سننے سے ورنہ سوائے اسکے اور کیا وجہ ہے حضرت علی تو انکو کاذب و خائن و آثم جانتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور یہ سب صورت
میں ہے کہ ہم اس خطبہ کو تسلیم کریں کہ مراد فلاں کے لفظ سے جو کہ اس خطبہ میں ہے ابوبکر ہو یا عمر ہو کہ آج تک اس شخص کی تشخیص ہی نہیں ہوئی کہ وہ کون ہے کوئی تو کہتا ہے اہل سنت میں
سے کہ وہ ابوبکر ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ عمر ہے جو بالغیب جانتے ہیں سو کہتے ہیں ورنہ نام اُس شخص کا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے سب قیاس و تخمین سے کہتے ہیں اور حقیقت کسیکو معلوم نہیں
ہے پھر کس شخص کی مدح اور ہجو کا تعین کیا جائے **قال الشیخ الاشعری** اب گوش گزار ناظرین رسالہ یہ ہے کہ علامہ رضی نے بپاس داری مذہب ابوبکر کے لفظ کی جگہ لفظ فلان کا لکھ دیا ہے
تاکہ سنیوں کو گنجائش استدلال نرہے اور ان علامہ رضی کی کچھ عادت ہی یہ ہے مگر اتنا نہ سمجھے کہ نام کے چھپانے سے کیا فائدہ حضرت امیر المومنین سے پہلے کل تین خلیفہ تھے سو جسکی تعریف ہوگی سنیوں کا
مطلب کہیں نہیں گیا معہذا وہ اوصاف ایسے ہیں کہ خود ابوبکر کا ہاتھ پکڑ دیتے ہیں خیال کرو پہلا وصف اور دوسرا وصف یہ دو وصف سوا ابوبکر کے کوئی بتلائے تو کس پر منطبق ہوتے ہیں اور کس کی
خلافت میں کجی آگئی تھی اور کس رکن یعنی ستون میں ارکان اسلام میں سے نقصان آگیا تھا کہ اُس نے اُسکی درستی کی ہاں انکی خلافت میں بعد وفات رسول اللہ صلعم کے چار طرف سے شور ارتداد
اُٹھا بہت لوگ زکوۃ سے جو رکن اسلام ہے مانع آئے سو ابوبکر صدیق ہوں یہ فتنے دبیں انکی برکات اور حسن انتظام اور خوبی خلافت کے باعث جو حضرت امیر کی آنکھوں میں کھبی ہوئی تھی اور شیعہ بھی
تو اپنے جی میں جانتے ہیں زبان سے کہیں یا نہ کہیں حضرت امیر اپنے زمانہ کے فساد اور فتنوں کو دیکھ دیکھ انہیں یاد کرتے ہیں اور تاسف کرتے ہیں کہ ایسے زمانہ میں ایسا شخص ہونا چاہیے تھا اور کیوں نہو
کہ ابوبکر صدیق وہ تھے کہ بعد وفات رسول صلعم کے جب چار طرف سے مرتدین کا زور ہوا اکثر صحابہ گھبرا گئے یہاں تک کہ حضرت عمر جیسے جری اور ذی ہوش اور صاحب الرائے کی بھی ہوش ٹھکانے
نرہے تھے انہیں کی ہمت بلند تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام یعنی اے عمر کیا کفر کے زمانہ میں تو زور شور تھا اور اسلام میں ان لگے

اقول علامہ رضی علیہ الرحمۃ نے ابوبکر کے لفظ کی جگہ لفظ فلاں ہرگز نہیں لکھا ہی تو جھوٹ لکھتا ہی اگر تو سچا ہی تو کسی کتاب معتبر کا حوالہ دیا ہوتا کہ فلانی کتاب میں جو یہ خطبہ ہی اسمیں فلاں کی جگہ ابوبکر لکھا ہوا ہی بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب نے اس خطبہ میں تحریف کی ہی کہ فلاں کی جگہ ابوبکر کا نام لکھدیا ہی اور اُنکی پیروی سے تو بلا سند تو بھی ابوبکر کو گائے جاتا ہی اور بعد اسکے تو خود لکھتا ہے اور بعضے شارحین کا حوالہ دیتا ہی کہ انہوں نے مصنف کے ہاتھ کا یعنی علامہ رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا کہ لفظ فلاں کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا تھا جب مصنف خود عمر کو لکھ چکے تو انہوں نے ابوبکر کے نام سے فلاں کو کیوں بدلا وہ تو لکھ گئے کہ فلاں سے عمر مراد ہی اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں یہی لکھا ہی کہ فلاں کے لفظ کے نیچے میں نے عمر کا نام لکھا ہوا دیکھا ہی تو ابوبکر کو کہاں سے کہتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ علامہ رضی نے تو اسمیں تحریف نہیں کی اسواسطے کہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھدیا اور اگر اُنکو ابوبکر یا عمر کی مدح ناپسند ہوتی تو عمر کا نام کیوں لکھتے اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی طرف سے فلاں کا لفظ نہیں لکھا ہی بلکہ اصل خطبہ میں فلاں کا لفظ ہی اور مصنف نے تحریف سے بری ہی اور فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام کسی نے اپنی طرف سے قیاس کر کے لکھدیا ہی اور قیاس کرنے میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہی اور خود مصنف نے قیاس کر کے فلاں کے نیچے عمر کا نام نہیں لکھا ہی اسواسطے کہ اگر اُنکے نزدیک فلاں سے مراد عمر ہوتے تو فلاں کی جگہ فلاں کو محو کر کے عمر کا نام لکھتے فلاں کے نیچے عمر کا نام کیوں لکھتے اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت علی نے ابوبکر کی جگہ یا عمر کی جگہ فلاں کا لفظ فرمایا سو علی تمہارے نزدیک ابوبکر یا عمر کی تعریف کرتے ہیں پھر انہوں نے نام کو اُنکے ظاہر کیوں نہ کیا کیا تقیہ کرتے تھے نام کے ظاہر کرنے سے کیسی عقل میں بھی آتا ہی کہ ایک شخص کی کوئی تعریف کرے اور اُسکے نام کے ذکر سے پرہیز کرے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور شخص ہی حضرت علی کے زمانہ کے عالموں میں سے کہ جسمیں اوصاف تھے اور وہ مرگیا تھا اور اُسکے نام کے بدلنے کی رائے کسی کاتب کی ہوئی کسی مصلحت کے واسطے اور پہلا اس سے ہم بیان کر چکے کہ اس خطبہ میں کسیکی فضیلت نہیں کا من جمیع الوجوہ ذکر نہیں ہے انتظام کی تعریف ہے اور بعضی فقرہ میں فضیلت دینی مذکور ہی تو بعضے فقرہ میں مذمت بھی ہے خواہ ابوبکر مراد ہو فلاں کے لفظ سے خواہ عمر تمہارے نزدیک خواہ کوئی اور آدمی ہو اور یہ کیا ضرور ہی کہ فلاں کے لفظ سے ابوبکر یا عمر ہی مراد ہوا کرے اور اگر یہی ہی تو ہم کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں جو لکھا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم جس وقت نماز صبح کی اخیر رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو کہتے تھے اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا پس معلوم ہوا کہ مراد ان تینوں فلانا سے ابوبکر اور عمر اور عثمان ہیں اور محمد اسمٰعیل بخاری نے ان تینوں نام کی جگہ فلانا وفلانا وفلانا لکھدیا ہی تاکہ شیعوں کو واسطے لعنت کرنے خلفاء ثلاثہ کے گنجائش استدلال کی باقی نہ رہے اور وہ روایت بخاری کی یہ ہی حدثنا حبان بن موسیٰ اخبرنا معمر عن الزھری قال حدثنا سالم عن ابیہ انہ سمع رسول اللہ صلعم اذا رفع راسہ من الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ من الفجر یقول اللھم العن فلانا وفلانا وفلانا بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد الخ لیکن یہ کہا ہی کہ فلاں و فلاں فلاں سے مراد وہ ہیں جو جنگ احد میں بھاگ گئے تھے اور احد کے جھگڑوں میں سے خلفاء ثلاثہ بھی تھے ہمارا مطلب ثابت ہوا اور سید رضی علیہ الرحمۃ کی عادت نام کے پوشیدہ کرنیکی کہاں سے معلوم ہوئی اُن مقامات کا نام لکھا ہوتا اور جبکہ نہیں لکھا تو معلوم ہوا کہ تو بڑا کاذب ہے اور اگر حضرت علی کے پہلے تین خلفا اچھے تو ہوا کریں لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ کسی خلیفہ ہی کے حال میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں کیا خلیفہ کا لفظ خطبہ میں لکھا ہوا ہی ہاں بعضے اوصاف خطبہ میں ایسے ہیں کہ ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ہیں جیسے انتظام کا خوب کرنا اور بدعت کو بعد اپنے چھوڑ جانا اور خود رحلت کرنی اور لوگوں کو طرح طرح کے طریقوں گمراہی میں چھوڑ جانا کہ نہیں راہ پاتا ہی اُنمیں گمراہ اور نہیں یقین کرتا ہی راہ پانیوالا اور پہلا وصف اور دوسرا وصف جو ابوبکر کا ہاتھ پکڑتا ہی تو حسن انتظام پر دلالت کرتا ہی اگر ابوبکر سے یہ وقوع میں آیا تو انتظام کی مدح ہوئی انگریزوں کے بھی انتظام کی بہت تعریف کرتے ہیں اور ابوبکر کیونکر مراد ہوں فلاں کے لفظ سے کہ خطبہ شقشقیہ میں حضرت علی تصریح نام ابن ابی قحافہ مذمت کرتے ہیں اور خلافت کے مغصوب ہونیکا ذکر کرتے ہیں اور کجی جو ابوبکر کی خلافت میں دین کے مقدمہ میں آئی تھی وہ بدستور باقی ہی کہ کجی اُنکی ہی ڈالی ہوئی تھی ہاں ریاست کے انتظام کی کجی کو انہوں نے درست کردیا ہوگا اور دین کا سیدھا کرنا تو اسمیں ذکر ہی نہیں ہی تو کہاں سے کہتا ہی کہ اُس فقرہ کو تو سمجھا ہی نہیں ہی اور اگر شور ارتداد چاروں طرف سے اٹھا تو وہ خود بھی اُس بلا میں مبتلا تھے اور جو لوگ کہ مانع زکوٰۃ کے تھے وہ ابوبکر کو سزاوار زکوٰۃ دینے کا نہیں جانتے تھے کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ ہی نہیں سمجھتے تھے اور ابوبکر نے زکوٰۃ کے نہ دینے سے اُن مومنین بیگناہوں کو قتل کروایا اور اسوجہ سے ابوبکر پر میاں عمر صاحب بہت خفا ہوئے کہ تو نے مومن کو قتل کروایا ہی خالد سے قصاص لینا چاہئے اور یہ قتل و قمع انہوں نے اپنی ریاست کے انتظام کے واسطے کروایا اور اسیواسطے مرتدین کو بھی قتل کروایا کہ اسلام کی ترقی میں اپنی ترقی سمجھے ہوئے تھے اور یہی مقصود تھا اُنکا خلافت کے غصب کرنے سے اور صرف دین کی ترقی سے اُنکو کیا کام تھا اور انتظام اُنکی خلافت میں البتہ اچھا تھا اور حضرت علی نے دیکھا ہی تھا پس حضرت علی نے بالفرض اگر اُنکے انتظام کی تعریف کی تو کیا فضیلت ہوئی جناب رسولخدا صلعم نوشیرواں کی عدالت کی تعریف کیا کرتے تھے اور انگریزوں نے بھی خوب انتظام کیا ہی اور لوگ اُنکی انتظام کی بھی تعریف کرتے ہیں اور حضرت علی نے تاسف کب کیا تھا کہ ایسے زمانہ میں ایسا شخص ہونا چاہئے تھا جھوٹ لکھکر لعنت کی بلا میں کیوں گرفتار ہوتا ہی اور لوگوں کے مرتد ہونے سے صحابہ کا جیکو گھبرانے تھے اگر گھبرائے ہونگے تو ابوبکر گھبرائے ہونگے کہ اُنکی ریاست میں خلل پڑتا تھا اور مسلمان تو کافروں کو خود ہی قتل کرتے تھے اور ابوبکر کی ریاست میں ترقی پکڑتی تھی اور حضرت عمر کس قدر جری ہوئے تھے اُنکی جرأت تو جنگ احد اور حنین اور خیبر میں جیسے کہ تھی معلوم ہو گئی تھی کہ سب سے پہلے جہادوں میں سے بھاگا کرتے تھے یہاں آ کے ہوش ٹھکانے نہیں ہوئے البتہ خانہ جنگ اور بدمزاج تھے اور ایسے بدمزاج اور بدخلق تھے کہ لوگ اُنکی خلافت سے راضی نہ ہوتے تھے ابوبکر نے موافق وعدہ کے کہ جو تو مجھکو خلیفہ کروائیگا اپنی کوشش

[illegible] صحیح بخاری

تو میں بعد اپنے تجھ کو خلیفہ کر دونگا خلیفہ کر دیا **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ ایسے میں اگر لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نہ بھیجا جاوے تو مناسب معلوم ہوتا ہے
مبادا مدینہ منورہ لشکر مجاہدین سے خالی ہو جاوے اور دشمن تاخت کر بیٹھیں لیکن آفرین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت و استقامت پر کہ باوجود ان ہنگاموں کے ہرگز نہ گھبرائے اور فرمایا
کہ جس لشکر کی تیاری خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے ہوں یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکو روانہ نکروں ایسے ہی مرتدین کے قتال میں جو لشکر کے بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور اکثر صحابہ کی رائے
اسباب میں انکی رائے کے مخالف ہوئی تو ایسا کچھ فرمایا کہ اگر کوئی نہ جائیگا تو میں تن تنہا جا کر لڑونگا اور اسیطرح زکوٰۃ کی انکار کرنیوالوں کے قتال کے باب میں جب حضرت عمر نے یہ شبہ کیا کہ وہ
کلمہ گو ہیں تو یہ ارشاد فرمایا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا نماز کو فرض کہیگا اسے فرض نہ سمجھیگا میں اس سے بے تامل لڑونگا واللہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری کا
بچہ لوگ زکوٰۃ میں دیتے ہونگے اور اب نہ دینگے تو میں انسے جہاد میں دریغ نکرونگا **اقول** - حضرت عمر کی یہ رائے ہوئی تو انہوں نے رائے رسول خدا صلعم کو رد کیا اسواسطے کہ آن حضرت نے
تو ابوبکر اور عمر وغیرہ کو اسامہ کے تابعین میں سے مقرر کر کے حکم دیا تھا کہ واسطے جہاد کے جاؤ اور اسقدر تاکید کی اور فرمایا کہ جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عن جيش اسامة ابوبکر
اور عمر وغیرہ نے لعنت کو تو گوارا کیا اور اسامہ کے لشکر سے واپس ہو کر چلے آئے اس اندیشہ سے کہ رسول خدا صلعم بیمار ہیں ایسا نہو کہ بعد ہمارے وفات حضرت کی ہو جاوے اور علی خلیفہ بن بیٹھیں حضرت
کی بیماری کا بہانہ کر کے چلے آئے اور لعنت کا کچھ خیال نکیا اور مہاجرین و انصار باوجود مامور ہونے کے لشکر اسامہ سے مراجعت کر کے چلے آئے اور لعنت خدا کا کچھ لحاظ نکیا اور مقصود حضرت کا اخراج ابوبکر
اور عمر کا تھا مدینہ منورہ سے کہ میری وفات کے وقت یہ دونو مدینہ میں موجود نہوں اور جناب رسول خدا صلعم کا یہ حکم دینا شرح مواقف اور ملل نحل وغیرہ میں اس لعنت کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے اور ابوبکر اور
عمر کا ہمراہ اسامہ کے متعین ہونا اور اسکے تابعین میں سے انکا قرار دینا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے وكان ممن انتدب مع اسامة كبار المهاجرين والانصار
منهم ابوبكر وعمر وابو عبيدة وقتادة بن النعمان وسلمة بن اسلم الخ حاصل یہ کہ اور تھے ان لوگوں میں سے کہ مامور تھے ہمراہ اسامہ کے بزرگان مہاجرین و انصار کہ انمیں سے ابوبکر اور عمر
اور ابو عبیدہ و قتادہ بن النعمان اور سلمہ بن اسلم وغیرہ تھے اور یہی قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے اور ذہبی نے تذہیب التہذیب میں ترجمہ اسامہ بن زید میں لکھا ہے اور اقوال
متقدمین و متاخرین اہل سنت سے مثل واقدی اور ابن جوزی اور ذہبی اور صاحب روضۃ الاحباب و عبدالحق دہلوی کے بھی یہی ثابت ہے اور شجاعت تو ابوبکر میں کہاں تھی ہمیشہ جہادوں
میں سے جناب رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر بھاگا کرتے تھے اور ابوبکر نے لشکر کو کب روانہ کیا تھا یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا ہے جھوٹ کسواسطے لکھتا ہے اور مرتدین سے جو قتال کیا تھا وہ اپنی ریاست کے انتظام کے
واسطے کیا تھا اگر ایسا نکرتے تو ریاست برہم و درہم ہو جاتی اور تنہا تو وہ جہاد کو کیا جاتے اور کیا لڑتے جسوقت ہزاروں مسلمان انکے ہمراہ معین و مددگار ہوتے تھے جہادوں میں اسوقت دشمن
کے مقابلہ میں سے بھاگ جاتے تھے اور جو لوگ کہ ابوبکر کو زکوٰۃ نہیں دیتے تھے بیشک وہ مسلمان تھے چنانچہ کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور زکوٰۃ اسواسطے وہ نہیں دیتے تھے کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ حق نہیں جانتے تھے اور عمر
نے اس مقدمہ میں ابوبکر کو بہت ملامت کیا اور کہا کہ تو نے مالک بن نویرہ مسلمان کو قتل کروایا ہے اور خالد اسکی زوجہ کو جو اپنے تصرف میں لایا ہے اسکو سنگسار کر ابوبکر نے جواب میں کہا کہ اس نے
اجتہاد میں خطا کی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل انکی شجاعت و فہم و فراست تھی جو یہ رائے صائب سوجھی اور دین تھاما ورنہ دین میں وہ فتور پڑے تھے کہ خدا ہی حافظ تھا جناب
امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے فسادوں اور بدعتوں کو جو لوگوں نے برپا کر رکھی تھی دیکھ دیکھ کر انکو یاد کرتے تھے چنانچہ الفاظ خطبہ مذکورہ خود گواہی دیتے ہیں اسواسطے اکثر شارحین
نہج البلاغت کی یہی رائے ہے اور کیونکر ہمکو وہم کثیر ان اوصاف کو منطبق کر دیں بہت کرتے تو یہ کرتے کہ کسی ایسے شخص کا احتمال پیدا کرتے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مر گیا ہوتا جیسے بعضے انصار
نے کیا ہے شارحوں کے ذمہ معنی کا درست کرنا بھی تو تھا ہی ان اوصاف کو اسپر کیونکر منطبق کر دیتے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جو کچھ خوبی ظہور میں آئی وہ سب آپ ہی کا طفیل تھا اور کسیکی کیا کام تھا اسمیں کیا
اجارہ تھا اور خود رسول اللہ صلعم کا نام مبارک اسلئے زبان پر نہیں لا سکتے کہ سنیوں سے اسکا کیا عذر کرینگے کہ حضرت امیر نے یا جس نے فلاں کہا کسقدر گستاخی کی کہ رسول اللہ صلعم کو کس طرح ذکر کیا اور
پھر کیا باعث ہوا کہ محل تعریف میں جو مقام تصریح و اعلام ہوتا ہے یہ اخفا اور ابہام بلکہ اسی نظر سے کہ یہ محل تعریف ہے یوں خیال میں آتا ہے کہ یہ تعریف ابوبکر کی تعریف ہے اور یہ کنایہ لاجرم اعدا صحابہ
کی تحریف ہے ورنہ رسول اللہ صلعم کے ذکر میں تو کچھ اندیشہ ہی نتھا جو کسی نے یوں چھپایا اور نام نہ بتایا ہاں ابوبکر کی ضد میں بایں غرض کہ یہ مدح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح نہ ہو جاوے گو رسول اللہ صلعم کی دشمنی
بھی اپنے ذمہ الزام آئے اگر رسول اللہ صلعم کی عداوت تو باعث اخفاء نام ہونیکی گوارا کریں اور اسطرح سے اس مدح کو مدح نبوی قرار دیں تو ممکن ہے مگر اوصاف مذکورہ کی توجیہ کرنے ہی بن آتی انکے زمانہ میں
اول تو اقامت سنت اور تخلیف بدعت کے کیا معنی جس سے چاہو پوچھ دیکھو اقامت سنت کے لفظ سے کیا متبادر ہوتا ہے ہر کوئی اتنا جانتا ہے کہ اقامت کے لیے سنت کا وجود اور اسکی سستی ہونی چاہئے نہیں تو پھر
اقامت کسکی ہوگی سو جو کچھ رسول اللہ صلعم احکام فرماتے تھے یا خود عمل کرتے تھے تو وہ اقامت سنت نہوتی تھی بلکہ اسکو خود سنت سمجھنا چاہئے ہاں البتہ بعد مقرر ہونے احکام سنت کے رسول اللہ صلعم کے
زمانہ میں کونسا فتور پڑگیا اور ٹیڑھی کیا تھا تو آپ نے اسکی کیا اصلاح فرمائی **اقول** شجاعت تو انمیں کہاں تھی جیسا کہ ہم لکھ چکے البتہ فراست نیوی خوب تھی انتظام ریاست کے لیے اور اسکے
تھامنے کے لیے کہ اسکو غصب کیا تھا اور دین میں فتور تو انکا ہی ڈالا ہوا ہے کہ آج تک وہ فتور چلا آتا ہے اور حضرت علی کے دشمنوں نے جو فساد اور بدعتیں برپا کی تھیں وہ لوگ شیخین ہی کے مریدوں
میں سے تھے انکو حضرت علی کا خلیفہ ہونا ناگوار تھا اور انکے پیروں اور مقتداؤں نے تو خلافت کو علی کی غصب کیا اور انہوں نے خلافت میں علی کی فساد برپا کیے اس سے کہ حضرت

علی نے پہلے انتظاموں کو بگاڑ دیا ہو تو کیا ہو اور اگر بعضے شارحین نے اپنی رائے سے ابوبکر کو تجویز کیا ہی تو ایک تخمین اور احتمالی بات ہے اور جو اوصاف کہ اس خطبہ میں لکھی ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور میں بجز ابوبکر کے نہ پائی جائیں اور پہلا اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ شخص حضرت علی ہی کی خلافت کے زمانہ کا آدمی تھا اُنکے عمال میں سے جب وہ مرگیا تو حضرت علیؑ اسکا حال بیان کرتے ہیں اپنے خطبہ میں اور معلوم ایسا ہوتا ہی کہ یہ خطبہ اہل سنت کی کسی کتاب سے ماخوذ ہی اور وہ شخص حضرت علیؑ کے دوستوں میں سے جو تھا تو اُسکے نام کو محو کرکے کسی ناصبی نے فلاں کا لفظ لکھدیا ہے اور اگر مراد اس شخص سے ابوبکر ہی تو کونسی فضیلت ہے کہ بعضے فقرے مذمت کے بھی تو اسمیں ہیں اور اگر بعضے فقرہ سے مدح ظاہر ہوتی ہی تو وجہ اسکی یہ ہی کہ مصلحتاً بعض فقرہ میں ایسا فرمایا ہی واسطے استصلاح حال ہمراہیوں کے اور اُنکے قلوب کی تالیف کے واسطے کہ یہ جماعت فقرات مذمت سنکر برہم اور منتشر نہو جائے اسواسطے کہ اکثر ہمراہی حضرت علیؑ کے ابوبکر اور عمر سے دوستی رکھتے تھے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ معاویہ حضرت علی کو لکھتا تھا کہ تو ابوبکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا اس قوم کے بھی منع کرنیکو ہمراہیوں کے دلوں پر کہ وہ یہ سنکر بدگمان نہوجائیں ایسا فرماتے تھے اور یہ بڑی مصلحت تھی جیسے کہ رسول خدا صلعم نے واسطے دلداری چند کس کفار کے قصد کہ سنکر کو موقوف کیا اور رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور رسول خدا صلعم ہمیشہ تالیف قلوب منافقین اور کفار فرماتے رہے ہیں اسی مصلحت سے اور مال اُنپر صرف کرتے رہے ہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حقیقت میں حضرت علیؑ تعریف اُنکی کرتے ہوں اسواسطے کہ خطبہ شقشقیہ میں صاف صاف مذمت ثلاثہ کی منضبط ہی اور غاصب خلافت انکو لکھا ہی اور خطبہ شقشقیہ وہی ہی کہ جسکا اقرار کرتے ہیں علمائے اہل سنت کہ یہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہی اور صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ حضرت علیؑ خائن اور کاذب جانتے تھے ابوبکر اور عمر کو اور صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہی کہ عبدالرحمن شوریٰ کے آدمیوں کا افسر حضرت علیؑ کو بعد عمر کے خلیفہ کرنا چاہتا تھا بشرطیکہ علیؑ ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلیں حضرت علی نے اُنکی سیرت کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ موافق حکم خدا اور رسول خدا کے عمل کرونگا جب یہ حال تھا تو تعریف حقیقی اُنکی کیونکر سمجھی جائے اور جناب رسول خدا صلعم کا نام تو فلاں کے لفظ کی جگہ کوئی بھی نہیں لکھتا ہی اسقدر فضول عبارت لکھکر کاغذ کو ناحق سیاہ کیا ہی اور کیونکر حضرت کا نام کوئی لیوے کہ مذمت کے فقرے بھی تو اُس خطبہ میں موجود ہیں جو کچھ چاہتا ہی یہ شیخ نجدی سر پا لکھتا ہی اور یہ کتنا بھی خود حضرت علی ہی کا یا اور کسی کا بیان کیا ہوا ہی کہ مولف نے تو اُسکے نیچے تیرے نزدیک عمر کا نام لکھدیا ہی جیساکہ تو بعد اسکے بعض شارحین کا حوالہ دیتا ہی اس صورت میں مولف کا کیا گناہ ہی اور اگر مولف خطب تحریف کرکے لفظ فلاں لکھتا واسطے اخفا کرنے نام کے تو فلاں کے نیچے عمر کو کیوں لکھتا سوا عدائے صحابہ ہونیکے تو تیرے نزدیک حضرت علی ہی مجھے کہ اُنھوں نے اوصاف تو بیان کئے خواہ اچھے خواہ بُرے اور نام کا اخفا کیا یا کوئی اور شخص راویان اہل سنت میں سے ہی اور بالکل وہ مدح اس خطبہ میں کہاں ہی کہ جو فضیلت دینی پر دلالت کرے تا کہ ابوبکر کا نام کا شخص مشتبہ ہو کوئی اخفا کرے کہ ابوبکر کی مدح نہو جائے وہ خطبہ تو حسن انتظام اور مذمت پر دلالت کرتا ہی اور اگر واسطے مصلحت کے کچھ مدح بھی اُنکی قلیل ہی باعتبار ظاہر کے بیان کردی تو بالکل مدح نہیں ہوسکتی اور اُس صورت میں ہی کہ اگر فرض کریں ہم کہ وہ ابوبکر تھا یا عمر تھا ورنہ حقیقت تو اُسکی کسیکو معلوم نہیں ہے اور بعد اسکے جو کچھ رسول اللہ صلعم کے نام پر بنا کرکے لکھا ہی وہ سب باطل ہی کہ رسول خدا صلعم کے نام مبارک کو تو کوئی زبان ہی پر نہیں لاتا ہی اسواسطے کہ اس خطبہ میں مذمت کے بھی فقرے ہیں **قال الشیخ الاشعری**

بہرحال تجھے کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اوصاف ڈھلتے ہیں سو یہ کرامت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی ہی کہ ہرچند علامہ رضی نے اُنکے کلام کو خراب کرنا چاہا مگر معنی وہی رہے اور بدنامی اپنے ذمہ لگائی بھلا اتنا بھی خیال نکیا کہ تعریف کے محل میں ایسی کنایات کون باتیں کرتا ہی کسی نے سچ کہا ہی عیب کرنیکو ہنر چاہئے **اقول** کئی مرتبہ ہم اس شیخ نجدی کے قول کو رد کرچکے ہیں اور ایک بات کو یہ شیخ کئی مرتبہ لکھتا ہی اور اب اسکے قول کو تسلیم کرکے کہتا ہوں کہ ہمنے مانا کہ یہ اوصاف خطبہ کے ابوبکر کی طرف ڈھلتے ہیں لیکن اس سے فضیلت دینی ابوبکر کی ثابت نہیں ہی اول تو یہ کہ اسمیں انتظام کی تعریف کی ہی سو انتظام بعضے کفار بھی خوب کرتے ہیں کہ جس سے مدح خلائق ہوجاتی ہیں اور اقام السنت میں اور اداء الی اللہ طاعتہ واتقاہ میں اگر مدح پائی جاتی ہی تو خلف الفتنہ میں اور ترکہم فی طریق متشعبۃ لایہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی میں مذمت ہے اور یہ اس سبب سے ہی کہ وہ پابند شرع کے بھی تھے ظاہر میں اور نماز روزہ وحج سب کچھ کرتے تھے اور بدعتیں بھی کرتے تھے اور دین کو دنیا سے مخلوط کر رکھا تھا واسطے انتظام ریاست کے جیسا مناسب جانتے تھے ویسا کرتے تھے واسطے انتظام کے موافق شرع کی بھی کرتے تھے اور خلاف شرع کے بھی کرتے تھے اور اگر امور شرعیہ سے بالکل اعراض کرتے تو اُنکی اطاعت کوئی نکرتا اور انتظام نہوتا کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ شیخین کے زمانہ میں تو انتظام ہوا اور عثمان کے اور آپکے زمانہ میں انتظام نہوا فرمایا کہ شیخین نے تو دین سے دنیا کو مخلوط کیا اسواسطے اُنکے زمانہ میں انتظام ہوگیا اور عثمان نے صرف دنیا چاہی اسواسطے اسکے زمانہ میں انتظام نہوا اور میں نے محض دین چاہا تو انتظام نہوا سو حضرت امیر کے لئے کرامت ہے کے کوئی فضیلت دینی ابوبکر کی ثابت نہوئی اور اس خطبہ میں اگر تعریف ابوبکر کی ہی تو ابوبکر کے انتظام کی تعریف ہی اور ظاہر میں بعضے امور شرعیہ بجالانا اور بعض اوقات مخالف شرع کرنا جیساکہ خطبہ کی فقرون سے پایا جاتا ہی یہ سب واسطے انتظام ریاست کے تھا اور علامہ رضی علیہ الرحمۃ نے کوئی خرابی نہیں کی ہی جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور اہل سنت کی کتابوں اور شرح نہج البلاغت سے ثابت ہے کہ علامہ موصوف نے فلاں کے لفظ کی جگہ نیچے عمر کا نام لکھدیا تھا پھر بدنامی اُنکی طرف کیونکر عائد ہوا اگر اعتراض ہی تو تمہارے نزدیک حضرت علی پر ہی کہ جسکی تعریف کی اسکا نام ظاہر نکیا سو حضرت علی سے پوچھا چاہئے کہ تعریف کے محل میں کون کنایات سے باتیں کیا کرتا ہی اور علامہ رضی علیہ الرحمۃ پر تو یہ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا کہ اُنھوں نے تو تمہارے نزدیک فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھدیا تھا **قال الشیخ الاشعری**

اور بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ اس خطبہ میں حضرت عمر کی تعریف ہے سو حضرت عمر میں کونسی خوبی ہے اور سیرتِ عمر پر جو وہ اس تعریف کو منطبق کرتے ہیں تو اسی وجہ سے کہ وہ یوں لکھتے ہیں کہ مجھے مصنف کے
ہاتھ کا یعنی علامہ رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہج البلاغت کا نسخہ ملگیا تھا سو اسمیں لفظ فلاں کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا تھا اور اُسکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ سے فخار بن معد موسوی ادیب شاعر
نے ایسا ہی بیان کیا اور مینے ابو جعفر یحیی بن زید علوی سے پوچھا کہ اس لفظ سے کون مراد ہے تو انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں مینے کہا کہ امیر المومنین نے اسقدر انکی تعریف کی انہوں
نے کہا کہ ہاں الغرض اسوجہ سے اور نیز اسوجہ سے کہ بعضے خطبوں میں جو حضرت عمر کے نام سے تعریف ہے تو اُسکے الفاظ اسکے الفاظ سے ملتے ہیں بعضی شارحین حضرت عمر کی طرف ڈھلے ہیں پر اہم
یہی ہے کہ مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں **اقول** جسوقت شارحین لکھتے ہیں اور انکی رائے یہ ہے کہ یہ تعریف عمر کی ہے تو تو کہاں سے کہتا ہے کہ یہ تعریف ابوبکر کی ہے اور تو
کس شمار میں ہے کہ جو برخلاف شارحین کے لکھتا ہے کہ اظہر یہی ہے کہ ابوبکر مراد ہے اور عمر کو ابن ابی الحدید اپنی شرح میں لکھتا ہے اور ہمارے نزدیک تیرا قول معتبر ہے نہ ابن ابی الحدید کا کہ وہ بھی
مرید اور معتقد حقیتِ خلافت ثلاثہ کا ہے اور جسوقت کہ اُس نے یہ لکھا ہے کہ میں نے مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا کہ فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھا ہے تو مصنف تو تحریف کی تہمت سے بری
ہوگیا اور تیرا قول تحریف کو مصنف کی طرف منسوب کرنے میں باطل ہوا اور ابن ابی الحدید نے بھی اپنی شرح میں لکھا ہے کہ فلاں کا لفظ کنایہ عمر سے ہے اور حدیث کی ہے مجھ سے اسکی فخار
بن معد موسوی ادیب شاعر نے اور پوچھا میں نے نقیب ابو جعفر یحیی ابن ابی زید علوی سے انہوں نے کہا کہ مراد اس سے عمر ہے لیکن یہ سب مریدان اصحاب ثلاثہ ہیں انکا قول حجت نہیں ہو سکتا اور
بعد اسکے اور فرقوں کا مذہب اسمیں لکھا ہے لیکن ہر ایک کی بات احتمالی ہے اور حقیقت اُسکی کسیکو معلوم نہیں اور عمر کے نام سے تو کسی خطبہ میں تعریف نہیں ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اور اگر
کسی سنی کی کتاب میں لکھا ہے تو اسکا اعتبار نہیں ہے اور ہمارے نزدیک تو نہ ابوبکر مراد ہے نہ عمر مراد ہے رجماً بالغیب کچھ کیونکر کہدیں اور اگر کسی کے حق میں کہیں سے کہا جائے تو کیا ہے کہ بعضے فقرے اسکی
مذمت پر دلالت کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن جب شیعوں نے دیکھا کہ آخر یہ تعریف ہے تو کسیکی اصحاب ثلاثہ میں سے ہے تو انہوں نے کہا کہ آؤ حضرت عمر کو تبلاؤ حضرت عمر آخر حضرت
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے داماد تو ہیں ابوبکر صدیق سے تو بہر حال کچھ انکا پاس لحاظ زیادہ ہی چاہئے لیکن ہمارا ادھر بھی لیکھا ہے اسیواسطے جو روایت کہ خاص انکی تعریف میں ہے
اُسکو بھی زیب رقم کرتا ہوں ابن سمان کتاب الموافقت میں نفر بن حکیم سے روایت کرتا ہے کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو میں نے کہا حضرت علی کے پاس چلنا چاہئے اور انکی سنیں وہ کیا کہتے ہیں
پس میں جو انکی محفل میں آیا تو بہت لوگ انکے منتظر بیٹھے تھے سو کچھ یوں ہی دیر ہو گئی جو حضرت علی تشریف لائے اول تو سر مبارک جھکایا پھر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ للہ در باکیۃ عمر قالت واعمراہ قوم الاود
وداوی العمد مات نقی الثوب قلیل العیب واعمراہ ذہب بالسنۃ وابقی الفتنۃ واصاب اللہ ابن الخطاب خیرہا ونجی عن شرہا ولقد نظر لہ صاحبہ فصار علی الطریقۃ ما استقامت قال
فقال ارحل الرکب فتشعبہم الطریق لا یہتدی الضال ولا یستیقن المہتدی ہے اس عبارت کے معنے بھی قریب قریب پہلی ہی روایت کے ہیں اسلئے بعض شراح جنکا ذکر ہو چکا روایت مقدم کو بھی حضرت عمر ہی پر محمول کرتے ہیں لیکن اوصاف
کو دیکھیے تو حضرت ابوبکر صدیق پر منطبق ہیں چنانچہ مرقوم ہو چکا باقی اس روایت کے الفاظ اور اُس روایت کے الفاظ کی تطابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں ایک ہی آدمی کی تعریف میں ہوں اگر دونوں روایتوں کو صدق جانے اور شخص کے لیے سمجھیں تب بھی کچھ محال نہیں
آخر حضرت عمر کی خلافت بھی تو حضرت ابوبکر کی خلافت کا تتمہ تھا بنیاد ساری باتوں کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باندھ گئے تھے ملک شام اور ایران پر جو جہاد ہوا تو پروانہ انکی
خلیفہ اول ہی دے گئے تھے اور جو لوازم خلافت تھے سب کی جڑ وہی درست کر گئے تھے چنانچہ ماہران تواریخ پر پوشیدہ نہیں موجد قوانین انتظام تھے اور حضرت عمر انکے برتنے والے الغرض حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک رستہ ڈالگئے ہیں کہ حضرت عمر اسی رستے چلے گئے اگر اسوجہ سے کہ ابوبکر صدیق کے کاموں کو حضرت عمر نے پورا کیا انکو بھی موصوف باوصاف مندرجہ روایت
اول سمجھے تو چنداں بعید نہیں **اقول** شیعوں نے تو ہرگز یہ نہیں سمجھا کہ اصحاب ثلاثہ میں سے کسیکی یہ تعریف ہے بلکہ انکے نام کی تعریف فرض کر کے جواب دیتے ہیں اور نہ کسی شیعہ نے
عمر کو تبلایا ہے کہ یہ انکی تعریف ہے ایک ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ مینے فلاں کے لفظ کے نیچے عمر کا نام لکھا ہوا دیکھا سو کیا اعتبار ہے اور تو بھی اسکو تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ اظہر ابوبکر ہی کو کہتا ہے اور یہ کہتا ہے
کہ اوصاف خطبہ کے ابوبکر ہی میں پائے جاتے ہیں اور عمر کو تو خارج کرتا ہے برخلاف جمیع شارحین کے اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضرور ہے کہ فلاں کے لفظ سے ابوبکر یا عمر ہی مراد ہو اور سوائے انکے
اور کوئی مراد ہو اور اگر یہی ہے کہ فلاں سے انکے ہی نام مراد ہوں تو میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں جو عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ فلاں اور فلاں اور فلاں یہ دین میں
سے کچھ نہیں جانتے تھے تو معلوم ہوا کہ مراد ان تینوں فلاں سے ابوبکر اور عمر اور عثمان ہیں اور محمد اسمعیل بخاری نے یہ تحریف کی کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان کی جگہ فلاں اور فلاں اور فلاں
لکھدیا ہے تاکہ شیعہ خلفاء ثلاثہ کے عیوب کے بیان کرنے میں اس روایت سے تمسک کرنے پائیں اور حضرت نے جو فرمایا ہے کہ یہ تینوں دین میں سے کچھ نہیں جانتے یہ سب اسلئے ہے اسواسطے کہ خلفاء
ثلاثہ دین سے اسقدر جاہل محض تھے اور عمر حضرت علی کے داماد بھی تھے چنانچہ بعد اسکے خط کے جواب کے رد میں معلوم ہوگا اور عمر کا کسی طرح سے پاس لحاظ نہیں ہے اور کیونکر عمر کو کہ بدی کی
بانی مبانی مفاسد تو وہی تھے اس امت میں اور لکھا تو تیرا جھوٹ ہے کہ جب عمر کو کوئی شیعہ کہتا ہو کہ انکی یہ تعریف ہے اور یہ روایت جو کتاب الاکتفا سے بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ نہج البلاغہ
کا اہل سنت کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور کچھ اسمیں تحریف کی ہے اور یہ جو تمنے اسی روایت کی جو ہے ذکر کیا ہے کہ انکی روایت سے معلوم ہوگا کہ یہ خطبہ انہی ہی کتابوں سے ماخوذ
ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ انکی ہی کتاب کا ہے اور شیعوں کی کسی کتاب میں یہ خطبہ نہیں ہے مگر اہل سنت کی کتاب الاکتفا سے اس کا پتا لگا

مثل اُسکے تقریباً اُسکے اسکی بہی عبارت ہے البتہ سید رضی علیہ الرحمۃ نے مثل اور خطبوں کے کہ اکثر خطب اہل سنت کی کتابوں سے نقل کئے ہیں اس خطبہ کو بہی نہج البلاغہ میں درج کیا ہے
اب اگر اس خطبہ کے اوصاف ابوبکر کیطرف ڈہلتے ہیں تو ڈہلا کرو ہمپر یہہ خطبہ حجت نہیں ہو سکتا کہ جیسے کہ کتاب الاکتفار کا خطبہ عمر کے حق میں ہے وہ خطبہ ابوبکر کے حق میں اہل سنت
ہی کی کسی کتاب سے نقل کیا ہوا ہے اور جیسے کہ یہہ تہمت ہے حضرت علی پر کہ اُنہوں نے تعریف کی ابوبکر کی یا عمر کی ایسی ہی رسول خدا صلعم پر تہمت کی ہے کہ اُن حضرت نے تعریف
بتوں کی کی ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں لکہا ہے کہ رسول خدا صلعم سورہ والنجم پڑہتے تہے اور جسوقت اس آیت کو پڑہا اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی تو شیطان نے حضرت کی زبان پر
اسکے آگے یہہ ڈالدیا تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى جو بوصف نازل ہوئی اور کہا کہ میں اسطرح سے لیکر نہیں آیا ہوں اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکی جواب میں بڑی ہاتہہ
مارتے ہیں - کبہی تو کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے اور کبہی کہتے ہیں کہ شیطان نے پاس کہڑے ہو کر کہدیا تہا حضرت کی آواز مشابہ اپنی آواز کو کرکے اور ہم کب کہتے ہیں کہ دونوں کے واسطے
جداجدا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہوگا لیکن دونوں روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں اور شیعوں کی تو کسی کتاب میں یہ خطبے نہیں ہیں سوای نہج البلاغہ کی کہ سید رضی نے
اہل سنت کی کتابوں سے نقل کرکے یہہ خطبہ اصل نہج البلاغہ کر دیا ہے مثل اور خطبوں کے اور عمر کی خلافت البتہ ابوبکر کی خلافت کا تتمہ تہا اس اعتبار سے کہ ابوبکر نے باوجود ناراض ہونے
صحابہ کے عمر کو خلیفہ اپنا کیا تہا لیکن خلافت ابوبکر کی جمائی ہوئی عمر ہی کی تہی سب سے پہلے ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کرنا اور اُنکی خلافت کے واسطے رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا
اور حضرت کے ارشاد کو رد کرنا اور فاطمہ زہرا کے گہر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیجانا اور بعضے صحابہ کو بے عزت کرنا اور سوا اسکے بہت اُمور نامناسب عمل میں لانا اور یہہ امر طے کیا کہ دونوں
صاحبوں کا مشورہ ہو گیا تہا اور عمر نے ابوبکر سے کہا تہا کہ اگر میں تجہکو خلیفہ کروں تم بعد اپنے تو مجہکو خلیفہ کرنا سو ایسا ہی عمر نے ابوبکر کو خلیفہ کیا اور ابوبکر نے عمر کو اور جو کچہہ ابوبکر کرتے تہے
وہ عمر کے مشورہ سے کرتے تہے سو بنیاد تو ساری باتوں کی عمر نے ڈالی تہی اور ابوبکر تو برائے نام تہے اور جہاد بہی ملک شام اور ایران پر عمر نے اپنی رای سے کیا تہا ابوبکر نے کیا پر ڈالے تہے اور لوازم
خلافت کی جڑ بہی عمر ہی نے درست کی تہی سب اہل تواریخ یہی لکہتے ہیں اور قوانین انتظام مثل قوانین انگریزاں دونوں کی رای سے مقرر ہوتی تہی سو اُنہیں قوانین پر عمر بہی
چلتے تہے اور اگر کوئی بعضی خرابی ابوبکر کے زمانہ میں باقی رہگئی ہوگی تو اُسکو عمر نے اپنے زمانہ میں جاری کیا ہوگا انتظام ریاست البتہ وہ خوب جانتے تہے اور یہ روایتیں ان دونوں
کے حق میں ہونگی ہم کب انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت کی کتابوں کی یہ روایتیں ہیں چنانچہ ہم لکہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اگر شیعوں کو یہی مرکوز خاطر ہو
کہ ہم بجز اماموں کے فرمانے کی اصحاب ثلثہ یا اور اصحاب کی قیامت تک معتقد نہوں گے تو یہ مذہبی ہمنے اُنکا باقی نہ رکہا اس سے زیادہ کیا ہوگا جو مرقوم ہوا مگر ہم جانتے ہیں کہ خوئی بدرا
بہانہ بسیار شیعہ اپنی ناانصافی سے باز نہ آئیں اور بسبب عداوت صحابہ کے جو اہل بیت کی محبت سے پہلے اُنکی رگ و پے میں رچ گئی ہے عجب نہیں کہ خلاف امید یوں بہی کہہ اٹہیں کہ حضرات ائمہ کی
بات کا ہی کیا اعتبار ساری عمر اُنہوں نے تقیہ میں گزاری اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق کہتے ہوئے چلدئے **اقول** شیعوں کو تو فرمانا خدا کا اور بعد اُسکے جناب رسول خدا صلعم کا اور ائمہ
معصومین علیہم السلام کا سب کا مرکوز خاطر ہی اگر ثابت ہو اور صحابہ کے شیعہ بیشک معتقد ہیں مگر چند آدمی جنہوں نے آل رسول مقبول کے حقوق غصب کئے اور اُنکو آزار پہنچایا اور اُن سے
عداوت کی اُنکو اچہا نہیں جانتے اور جو کچہہ عذر ہمکو دیتے وہ ہرگز دفع نہیں ہو سکتا اور جو کچہہ تو نے لکہا ہے وہ کافی نہیں ہے چنانچہ ہم لکہہ چکے اور بد اور بڑا ناانصاف تو تم ہو کہ ہمیں پر
لپیٹا لیتے ہو اور دشمنان آل رسول خدا کے افعال کی اصلاح کرتے ہو معاویہ غاویہ دشمن خاندان نبوت کہ اُسکے باپ نے تو رسول خدا صلعم سے جنگ کی کہ جس میں رسول خدا صلعم کے
دندان مبارک شہید ہوئے اور اُنکے چچا حضرت امیر حمزہ مارے گئے اور وہ باغی خود حضرت علی سے لڑا اور ہزاروں مومنین پاک مثل عمار یاسر اور اویس قرنی وغیرہ کے قتل کروائے اور حضرت
امام حسن کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنیکی خبر سنکر تکبیر خوشی میں کہی اور سجدہ کیا اور حضرت علی کو برملا منبر پر گالیاں دیتا تہا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے کہ ثم اشتد الخطب
فتنقصوه واتخذوا لعنه على المنابر سنة ووافقهم الخوارج على بغضه وزادوا حتى كفروه یعنی بعد اُسکے سخت ہوا امر پس تنقیص کی اُن بنی امیہ نے اور اختیار
کیا اُنہوں نے بحکم معاویہ لعن کرنے علی کو سنت اور موافق ہوئے اُنکے خوارج دشمنی اسکی پر اور زیادہ کیا اُنہوں نے یہانتک کہ کافر شمار کیا اُنہوں نے اُس علی کو اور اُسکے فرزند نے جو کچہہ کیا ہے
کہ اولاد رسول خدا صلعم کو قتل کروایا اور اُسکے حرم محترم کی ہتک اور بیعزتی کی اُنکو تم اچہا جانتے ہو یہانتک کہ صواعق محرقہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں اُسکو لکہا کہ خلیفہ حق و امام صادق
اور اُسکے فرزند کو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور امام غزالی نے لکہا ہے کہ یزید مومن تہا لعن کرنا اُسپر جائز نہیں ہے اور اُسکے لعنت کرنیوالے پر لعن کی ہے سو یہ لوگ جنکے ایسے اعمال اور احوال ہیں
کہ جنہوں نے آل رسول خدا کو قتل کیا اور ہمیشہ اُنکو گالیاں دیتے رہے اُنکو تو خلیفہ حق اور امام صادق اور مومن پاک کہتے ہیں اور شیعہ کہ جو اُنہوں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے مگر دشمنان آل
نبی کو بد دعا کرتے ہیں اہل سنت کی نزدیک اس جہت سے ایمان سے خارج ہو جائیں یہی انصاف ہے اور اُنکی افعال بد کو اجتہاد پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے افعال کو اجتہاد پر محمول نہیں
کرتے ہیں بلکہ عداوت پر محمول کرتے ہیں اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ اے بے انصاف تو خود ہیں اور شیعوں کو ناانصاف کہتے ہیں الله شیعوں کی رگ و پے میں جو عداوت بعضی صحابہ کی رچگئی ہے کیا شیعوں
نے کوئی جاگیر شیعوں کی غصب کرلی ہے تو تہی انصاف کرکہ وہ بعضی صحابہ سے جو دشمن تہے آل رسول کے کس جہت سے عداوت رکہتے ہیں شیعہ تو جو کوئی کہ جیسا ہوتا ہے اُسکو ویسا ہی سمجہتے ہیں

اچھے کو اچھا اور برے کو برا اور آل رسولخدا کی دشمنوں کو کیونکر اچھا کہدیں جس وقت کہ حضرت علی نے انکو برا کہا ہو چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے اور تم ہی ہو کہ انکے دشمنوں کے ظلموں کو
خطاے اجتہادی پر محمول کرتے ہو یا انکے ظلموں کی تاویل کرتے ہو اور ہمسے یہ ہو نہیں سکتا ہے اسواسطے تم ہمکو برا کہتے ہو اور کہتے ہو کہ اصحاب کی عداوت انکے رگ و پے میں جگہ گئی اور ائمہ علیہم السلام
کے اقوال پر تو مدار ہمارے مذہب کا ہے جس وقت کہ ثابت ہو جائے کہ یہ قول انکا ہے ہم اسکا اعتبار کیوں نکریں مگر بعضے وقت جو از روی مصلحت انکے جمیع اقوال کے مخالف کچھ فرمایا ہو تو اسکا
ہم البتہ اعتبار نکرینگے اور تقیہ کو تو بار بار ذکر کرنا پڑا ہے عنقریب اسکا بھی ذکر آتا ہے کہ جسکو سنکر تیری حواس منتشر ہو جائیں وے حق کو ناحق اور ناحق کو حق انہوں نے ہرگز نہیں کہا مگر مقتضاے وقت
کا ہے چنانچہ معلوم ہوگا تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے علماء کو طلب کر کے خلق قرآن کا استفسار کیا انہوں نے تقیہ سے جواب دیا اور قرآن کو مخلوق کہا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب علیہم
انہم توقفوا اولا ثم اجابوا تقیۃ یہ علماء اہل سنت تھے جنہوں نے قرآن کو مخلوق کہا اور اہل سنت کے نزدیک قرآن کا مخلوق کہنا کفر ہے اور ایسے ہی امام احمد حنبل کو لکھا ہے کہ
انہوں نے تقیہ کیا قرآن کے مقدمہ میں اب دیکھو تو اہل سنت کے علماء نے حق کو ناحق اور ناحق کو حق کہا کہ نہیں **قال الشیخ الاشعری** جب امام الائمہ حضرت امیر المومنین باینہمہ شہرہ
شجاعت اور زور کرامت کہ شیر خدا اور علی ولی اللہ انکا لقب ہے خلفاء ثلثہ سے اتنا کچھ ڈرتے تھے کہ انکے زمانہ میں تو کیا اپنے زمانہ میں بھی اظہار مذہب حق نکر سکیں تو اور ونکا تو کیا ذکر
ہم جبتک ہرگز نمانیں کہ یا تو تقیہ کو کوئی باطل کر دکھلائے یا کسی ایسی کی سند بتلائے کہ وہ تقیہ نکرتے ہوں اسلئے ناچار تقیہ کی اصل حقیقت ہی کھولکر کچھ کچھ دکھلائے بے انصاف
سے پالا پڑا ہے دیکھیے کتنی چکپھیریاں کھائیں اور ہم انکے دم کے ساتھ لگے ہوئے کہاں کہاں تک جائیں **اقول** حضرت علی خلفاء ثلثہ سے ہرگز نہیں ڈرتے تھے اور حضرت علی کے
سامنے انکی حقیقت کچھ نتھی اور حضرت علی نے جو خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں تم نہیں لیا اور خاموش ہو کر بیٹھ رہے یہ وصیت تھی جناب رسولخدا صلعم کی کہ اے علی بعد میرے بہت مکروہات
تجھپر گذرینگے تو صبر کرنا اور طریق مصابرت اختیار کرنا چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم از علی وصیت فرمودہ بودند کہ یا علی بعد از من بسے امور مکروہ بتو خواہند
رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردہ اند تو آخرت اختیار کنی انتہی اور سوے خلافت کے اور کونسی دنیا تھی بعد
رسولخدا صلعم کے کہ جسکو لوگوں نے اختیار کیا تھا اور خلافت تو مناسب [illegible] بزور نہ چھین لینے کی وجہ سنی چاہیے کہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں ترجمہ رفاعہ بن رافع میں
ذکر بن شیبۃ عن المدائنی عن ابی مخنف عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث بخروجہم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض
رسولہ قلنا نحن اہلہ واولیاؤہ فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی
بعض الالم ثم لم نر بحمد اللہ الا خیرا ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوہ ثم بایعونی ولم استکرہ احدا وبایعنی طلحۃ والزبیر ولم یصبرا شہرا واحدا کاملا حتی خرجا الی
العراق ناکثین اللہم فخذہما بفتنتہما للمسلمین یعنی روایت ہے شعبی سے کہا جس وقت خروج کیا طلحہ اور زبیر نے واسطے محاربہ علی کے تو لکھا ام الفضل بنت حارث نے اور اطلاع کی
ساتھ خروج انکے کے پس کہا علی نے تعجب ہے ساتھ طلحہ و زبیر کی تحقیق کہ خدا تعالی نے وفات دی پیغمبر اپنے کو تو کہا ہمنے ہم ہیں اہل اور وارث اسکے پس نزاع کریگا ہمسے سلطان
اور حکومت اسکی میں کوئی پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کردیا ہمارے غیر کو اور قسم ہے خدا کی کہ نہوتا خوف مفارقت کا اور اس امر کا کہ عود کریگی کفر اور ہلاک اور فاسد
ہو دین تو البتہ متغیر کردیتے ہم پس صبر کیے بعضے الم پر بعد اسکے دیکھا ہمنے بحمد اللہ مگر خیر کو بعد اسکے کودی آدمی عثمان پر کہ خلیفہ کیا اسکو پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی
مجھسے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسیکو اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک مہینہ کامل یہانتک کہ نکلے وہ طرف عراق کے جس وقت کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میری کے اے خدا [illegible] کر تو انکو بسبب
قتل کرنے انکے کے مسلمانوں کو انتہی اور عقیلی اپنی تاریخ میں [illegible] ابو طفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتا ہے قال کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات
بینہم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم
بایع الناس عمر وانا واللہ اولی بالامر منہ واحق بہ منہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضہم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذا اسمع واطیع ان
عمر جعلنی فی خمسۃ نفر انا سادسہم لا یعرف لی فضلا فی الصلاح ولا یعرفونہ کلنا فیہ شرع سواء وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم ثم لا یستطیع عربیہم ولا عجمیہم ولا المعاند منہم ولا المشرک رد خصلۃ منہا لفعلت
حاصل اسکا یہ ہے کہ راوی کہتا ہے میں دروازہ پر تھا بروز شوری کہ آوازیں بلند ہوئیں علی کو مینے سنا کہ کہتے تھے آدمیوں نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور قسم ہے خدا کی میں بہتر اور زیادہ
لائق تھا اس سے خلافت کے واسطے مینے سنا اور اطاعت کی خوف پھر جانے آدمیوں کے سے طرف کفر کے کہ ماری بعض آدمی گردن بعض کی تلوار سے بعد اسکے بیعت کی آدمیوں نے
عمر کے ہاتھ پر اور میں قسم ہے خدا کی بہتر تھا خلافت کے واسطے اور زیادہ لائق تھا اس عمر سے اسوقت بھی سنا مینے اور اطاعت کی مینے اس خوف سے کہ آدمی طرف کفر کے پھر جائیں اور
بعض انکا گردن بعض کے ماری تلوار سے بعد اسکے تم ارادہ کرتے ہو کہ بیعت کرو تم عثمان کے ہاتھ پر اسوقت بھی مینے سنا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں تحقیق کہ عمر نے کردیا ہے مجھکو پانچ
نفروں میں کہ چھٹا انکا میں ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت کو میری اور وہ جانتے ہیں گویا کہ میں فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب کی برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی

اگر میں چاہوں کہ کلام کروں تو نہیں طاقت ہی عربی کو اُنکی اور نہ عجمی کو اُنکی اور نہ معاند اور مشرک کو اُنکی کہ رد کریں کسی خصلت کو اُس میں سے اور نسخ کریں میری فضیلت کو انتہی
اور یہ روایت لسان المیزان میں ابن حجر کے اور کتب دارقطنی میں بطرق متعددہ لکھی ہے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہی کہ جسوقت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرنیکو حضرت علی سی
لوگوں نے متفق ہو کر کہا تو شاہ عرصۂ ولایت فرمود کہ بخدا سوگند کہ شما میدانید کہ احق بخلافت کیست ومعہذا بمقتضاء علم خود عمل نمی نمائید و بنا بر اغراض مصالح دنیوی
خود واله که مسلم داشتم این امر را بر غیر خود زیرا که می دانم که سلامت مسلمانان درین تنزل و تسلیم است چه درین تسلیم حیف خاصه بر من است نه بر اسلام و مسلمانان ترک مناقشه کردم
طلباً للاجر الموجود و با عثمان بیعت فرمود انتہی ان تینوں روایتوں میں تامل کرنا چاہئے کہ حضرت علی نے بزور اور جنگ کسو سطے خلافت کو نہیں لیا ہی اُن سی خوف کرتے تھے اور
ڈری ہوئی تھی یا اسو سطے کہ لوگ مرتد ہو جائینگے اور ماری جائینگے اور اسلام میں فساد پڑ جائیگا اور مسلمان سلامت نہ رہینگے تو کیا بار بار لکھتا ہی اور کس مونہہ سے کہتا ہی کہ علی خلفاء
ثلثہ سی ڈری ہوئے تھے اور بیشک خلافت حق علی کا تھا اور موافق وصیت رسولخدا صلعم کے اور لوگوں کے مرتد ہو جانیکے خوف سی اور اسلام کے فاسد ہو جانیکے اندیشہ سے صبر کرکے بیٹھ
رہی اور خوف اُنکو کسیکا نتھا اور اس میں تقیہ اُنکا نتھا بلکہ ایک مصلحت تھی اور اپنے زمانہ میں جو اظہار مذہب حق نکیا وہاں بھی ایک مصلحت تھی کہ اُنکی اکثر ہمراہیوں کے دلوں میں
محبت ثلثہ کی جمی ہوئی تھی اگر کچھہ کرتے تو لوگ مرتد اور منتشر ہو جاتے منتظر تھے کہ سب آدمی یکسو میری طرف ہو جائیں تو کچھہ کروں سو وہ نصیب ہی نہوا اور اسیو اسطے جب
قاضیوں نے حضرت علی سی پوچھا کہ اب ہم کیا کریں پہلے حکموں کو جاری رکھیں یا آپ اور کچھہ فرماتے ہیں تو جواب میں اُنکے لکھا کہ ابھی بدستور جاری رکھو یہانتک کہ سب میرے متفق ہو جائیں
یا میں مر جاؤں چنانچہ سنیوں کی روایت ہی کہ بخاری میں لکھی ہی کہ قاضیوں کے جواب میں لکھا اقضوا ما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ
او اموت کما مات اصحابی اور تقیہ تو ثابت ہی قرآن اور حدیث سی اور روایات اہل سنت سے چنانچہ عنقریب معلوم ہو جائیگا اور باطل تو اُسکو کوئی کیا کریگا اور جو کچھہ لکھیگا
ہم اُسکو باطل کرینگے اور ناانصاف تو تم ہو کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے اور جواب نہیں آتا ہی تو طرح طرح کی چکبہیاں لیتی ہو اور ہسنے لپینا پیٹتے ہو قال الشیخ
الاشعری مخدوم من آفرین ہے اُن لوگوں کی ہوشیاری پر کہ جنکا یہہ دین ساختہ پرداختہ ہی ایسے نامعقول باتوں کا بجز بدا اور تقیہ کے رواج ہو ہی نہیں سکتا اگر سنیوں نے
کلام اللہ کا حوالہ دیا تو بدا کا عذر لیا اماموں کا قول پیش کیا تو تقیہ سی الزام دیا اب بیچارہ سنی اپنا سا مونہہ لیکر رہ نجائیں تو اور کیا کریں غرض جس نے اس مذہب کو تراشا واقعی نہایت
ہوشیار تھا پر کم فہم بھی ہوں تو اتنی ہی ہوں جتنے حضرات شیعہ کہ دام و دانہ کے انکو کچھہ تمیز نہیں ہی کیسے کیسے لوگ اس دام میں پھنس گئے یہ نسمجہا کہ دین خداوندی کو ایسی باتوں سے کیا
علاقہ یہہ فقط یاروں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں عبد اللہ بن سبا یہودی منافق اور اُسکے شاگرد رشید ہوش یہہ قواعد تشیع تصنیف ہوں اقول ـ شیعوں کا تو وہ دین ہے
کہ جو خدا اور رسول خدا صلعم کا ارشاد کیا ہوا ہی اور اُس دین والوں کی حق میں رسولخدا صلعم نے حضرت علی سی خطاب کرکے فرمایا کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور اہل سنت کا
دین البتہ تراشا ہوا معاویہ اور یزید کا ہی کہ نام اس مذہب کا سنت جماعت انہی ہی زمانہ میں کہا گیا ہی چنانچہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ سے ثابت ہوتا ہی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے
کہ جسوقت سنہ ۴۱ھ میں معاویہ اور حضرت امام حسن کے درمیان صلح ہوئی تو معاویہ نے اُس سال کا نام جماعت رکھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہی کہ جسوقت سنہ ۶۱ھ میں حضرت امام حسین شہید
ہوئے تو یزید نے نام اُس سال کا سنت کہا یہ ترکیب نامعقول اس لقب کی معاویہ اور یزید کے زمانہ سی ہی جسپر اہل سنت فخر کرتے ہیں اور ابتدا مذہب کی ابلیس سے ہی کہ پہلے سب سے ابلیس نے ایک عرب
کی صورت بنکر ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی شرح نہج البلاغہ میں کہ معاویہ نے اس مذہب کی تائید میں فضائل ثلاثہ وغیرہم میں بہت سی روایتیں
بنوائیں اور بدا تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور روایتیں بدا کی پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور تقیہ کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کرینگے اور شیعوں نے کلام اللہ
کے حوالہ میں ہرگز ہرگز بدا کا عذر نہیں کیا تو مفتری اور دروغگو ہی اور تقیہ کرنا تو رسولخدا صلعم کا اور صحابہ کا تیری کتابوں سے ثابت ہے اور عنقریب سب ذکر آتا ہی اگر کسی امام نے جناب
رسولخدا صلعم کی پیروی سی تقیہ کیا تو اعتراض نہیں ہو سکتا سنی اپنا سر کھاؤ کہ جب انکی کتابوں سی ہر کوئی بات ثابت ہو گئی تو وہ تو لاجواب ہو ہی جائینگے اور شیعوں کے مذہب کا
تراشنے والا تو خدا تھا اُسکے برابر کون ہوشیار ہوگا اور شیعہ بھی ہوشیار تھی تو انہوں نے خدا تعالی کی تراشے ہوئے مذہب کو اختیار کیا اور کم فہم سنی ہیں کہ جنہوں نے دانہ اور دام میں
کچھہ تمیز نہ کی اور ثلاثہ اور معاویہ کے دام میں پھنس گئے اور یہ نہ سمجھے کہ دین خداوندی کو ان باتوں سے جو کہ جاہلوں کی گھڑی ہوئی ہیں کیا علاقہ یہ فقط یاروں کی گھڑی ہوئی
باتیں ہیں نہ ابلیس اور اُسکے شاگرد رشید ہوش یہ قواعد تسنن تصنیف ہوں اور عبد اللہ بن سبا پر تو شیعہ لعنت کرتے ہیں قال الشیخ الاشعری بہرحال اس حیلہ اخیر
کا جواب بھی سن لیجیے شاید خداوند کریم کو ہدایت نصیب فرما دے۔ مخدوم من اول تو یہ عذر روایات مذکورہ میں نظر غور پیش نہیں جاتا خاصکر پہلی دو روایات میں حضرت امام سجاد
زین العابدین رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام نے جو کچھ اصحاب ہمام کی تعریف فرمائی تو عین مناجات خداوندی اور دعا کے وقت فرمائی ہے خدا سے کیا تقیہ تھا اگر کسی بنی آدم
سے کلام گفتگو ہوتی تو یہ بھی احتمال ہوتا کہ شاید طرفداران صحابہ میں سو ہو اگر خدا پر بھی صحابہ کی طرفداری کی تہمت تھی تو سنیوں کے نصیب کہ اُنکے پیشوا ائمہ کی خدا بھی طرفداری

کرتا تھا لیکن شیعوں کو اپنا فکر چاہیئے مذہب حق تو بے سوا اسکے اور کسے کہیں ہیں کہ خدا انکی پشتی پر ہو سارا کلام اللہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اور اسی قسم کی آیات سے بھرا
ہے باقی خدا کی طرف یہ احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا ہی اصحاب ثلاثہ سے ڈرتے تھا نعوذ باللہ منہا ہاں اگر شیعہ کہدیں تو کچھ نہیں کیونکہ ان کے عقاید کے موافق تو
حضرت علی کا تقیہ بھی کچھ اس سے کم نہیں شیر خدا ہی تھے بایں ہمہ اپنی موت اپنے اختیار میں چنانچہ کلینی نے اسبات کو ثابت ہی کیا ہے کہ اماموں کی موت انکے اختیار
میں ہے اور کلینی کیا سارے امامیہ اسپر متفق ہیں علم ماکان ومایکون جدا تھا اتنا یقینا بات سمجھتے کہ فلانے وقت فلانے کے ہاتھ سے شہید ہونگا اس سے پہلے نہ اُس سے پیچھے اور تمام عمر
اس طرح آسایش گزار دونگا باوجود کثرت انبوہ دشمناں میرا کوئی مزاحم حال یا درپے جان و مال نہوگا اور اگر ہوگا بھی تو میرا کچھ نقصان نہوگا پھر ان سب اختیارات اور علوم کے بعد
شجاعت تو ایسی کہ ہزار رستم بھی ہوں تو مات جائیں ابوبکر و عمر تو کسکی گنتی ہیں اور کرامت اسقدر کہ درہ خیبر کو اٹھا کر پھینکدیا پھر خانہ ابو بکر اور عمر کی کیا حقیقت پھر بایں ہمہ ابوبکر
اور عمر سے ڈرتے کوئی انصاف کرے بتلائے کہ یہ تقیہ خدا کے تقیہ سے کس بات میں کم ہے علاوہ بریں وقت تعریف مذکور ابوبکر عمر کا بجز نام کام نام و نشان باقی نرہا تھا اور
ظاہر ہے کہ مرے ہوے سے تو گیدڑ بھی نہیں ڈرتے شیر خدا پھر وہ بھی علی مرتضیٰ مرے ہوؤں سے ڈرتے تو قیامت آگئی **اقول** حیلہ گر تو ہی ادا کام تیرا سوائے دروغگوئی کچھ نہیں
ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے تو طرح طرح کے اتہام شیعوں پر کرتا ہے اے اکذب الکاذبین یہ کس شیعہ نے لکھا ہے یا کہا ہے کہ حضرت سجاد نے تعریف جو صحابہ کی
کی ہے تقیہ سے کی ہے کسیکا تو نام لیا ہوتا یا تیرا کام سواے دروغ اور کذب کے اور کچھ نہیں ہے اے دروغگو تعریف صحابہ کی تو عین اعتقاد شیعوں کا ہے تقیہ کیا تھا شیعوں کے نزدیک
تو صحابہ میں بعضے اولیا اکمل تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب خصال میں حضرت صادق ع سے روایت کی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار آدمی
تھے آٹھ ہزار تو مدینہ میں سے اور دو ہزار مکہ میں سے اور دو ہزار آزاد کئے گئے آدمیوں میں سے نہ کوئی اُنمیں قدری تھا نہ مرجی تھا نہ حروری تھا نہ معتزلی تھا نہ صاحب رائے تھا روتے تھے
رات کو اور دن کو اور کہتے تھے کہ قبض کر تو ہماری روحوں کو پہلے اس سے کہ کھائیں ہم نان خمیر اور قاضی شوستری علیہ الرحمۃ نے مجالس المومنین میں ایک سو شانوے اور روسا
صحابہ کے نام لکھے ہیں کہ جو شیعوں کے نزدیک ممدوحین میں سے ہیں سو حضرت سجاد نے جو اپنی مناجات میں صحابہ کا ذکر کیا وہ یہ صحابہ اخیار ہیں وہ لوگ کہ جو بسبب غصب کرنے حقوق
اور ایذا پہنچانے اہل بیت علیہم السلام کے اور انکی عداوت کے ایمان صحیح سے پھر گئے اور حضرت سجاد علیہ السلام نے کسیکا نام لیکر تعریف نہیں کی ہے بالاجمال اُن صحابہ کا ذکر کیا ہے کہ جنہوں
نے صحبت کو نیک طرح سے ادا کیا ہے جیسے کہ خدا تعالی نے بالاجمال تعریف کی ہے اور حضرت سجاد کی تعریف خداے تعالے کی تعریف کرنے سے بڑھکر نہیں ہے جب تیری
کل صحابہ مراد نہوی جیسا کہ ہم لکھ چکے تو روایتوں میں کل صحابہ کیونکر مراد ہونگے بلکہ صحابہ اخیار مراد ہونگے جو کہ تا دم مرگ اپنے ایمان صحیح پر باقی رہے سو ہم خود معتقد اسکے ہیں تو تقیہ
کی اسمیں کوئی صورت نہیں ہے اسمیں جو تقیہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرتا ہے وہ سراسر جھوٹ لکھتا ہے اور بعد اسکے جو اس نے تقیہ پر بنا کر کے لکھا ہے خدا سے تقیہ کرنا اور خدا کا
طرفدار اہل سنت کے بزرگوں اور پیشواؤں کا ہونا اور انکی پشتی پر ہونا اور خدا کا اصحاب ثلاثہ سے ڈرنا سب باطل ہے کہ حضرت سجاد کی مناجات کو کوئی شیعہ کہتا ہی نہیں ہے کہ یہ
مناجات تقیہ سے کی ہے اور حضرت علی کے تقیہ کا تو ہم اس سے پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علی کسی سے ڈرتے نہ تھے اور نہ کسی
کا خوف انکو تھا اور ثلاثہ کے زمانہ میں جو بزور شمشیر خلافت کو غاصبوں کے ہاتھ سے چھینا نہیں ہے اور صبر کرکے بیٹھ رہے تو مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کے خوف سے نہ کسیکے ڈر سے اور موت کے ائمہ علیہم السلام
کے اختیار میں ہونیکا بھی جواب ہم مفصل لکھ چکے کہ اختیار سے مراد یہ ہے کہ وہ موت کو اختیار اور پسند کرتے ہیں اور مکروہ نہیں جانتے لیکن یہ شخص ایک امر کو دس بارہ مرتبہ لکھتا ہے اور ہم کو
ہر بار جواب دینے کی احتیاج ہوتی ہے اور میں اب اُن روایتوں کو لکھتا ہوں جنکی رو سے یہ لکھتا ہے کہ انکو مرنے میں اختیار تھا اول حدیث تو یہ ہے کہ جعفر صادق نے فرمایا کہ ای امام
لا یعلم ما یصیبہ والی مایصیر فلیس ذلک بحجۃ للہ یعنی جو امام کہ نجانے کہ کیا پہنچتا ہے اسکو اور طرف کس چیز کے رجوع کریگا پس وہ حجت خدا کی خلقت پر نہیں ہے اور مضمون اس روایت کا یہ ہے
کہ امام کو خبر دیجاتی ہے کہ زہر سے شہید ہوگا یا شمشیر سے یا فلانی بلا تجھپر نازل ہوگی اور اسمیں کہاں ہے کہ موت امام کے اختیار میں ہوتی ہے اور دوسری روایت طولانی ہے اور حاصل اسکا بھی یہی ہے
کہ خدا تعالی امام کو خبر دیتا ہے مرنے کی اور اسمیں نہیں ہے کہ امام کو موت کا اختیار ہے اور تیسری روایت میں بھی یہی ہے کہ امام زین العابدین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ آج کی شب میری
رحلت ہے دنیا سے کہ آج ہی کی شب جناب رسولخدا صلعم نے وفات پائی تھی اور چوتھی روایت میں یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے قاتل کو اور شب ضربت
کو اور موضع ضربت کو جانتے تھے اور اس روایت میں خُیِّر کا لفظ آیا ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے وفات میں اور زندہ رہنے میں سو انہوں نے وفات کو اختیار کیا اور خُیِّر سے
یہ مراد نہیں ہے کہ انکو موت کا اختیار ہے اور اکثر نسخوں میں کافی کے خُیِّر کی جگہ حین ہے اور بعضی محققین کے نسخوں میں حیّن اور دیگر زندگانی دنیا سے ہے اور پانچویں روایت
میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالی شیعہ پر غضبناک ہوا اور شرح میں اس حدیث کی لکھا ہے کہ غضبناک ہوا مخالفت اور عدم اطاعت کی جہت سے
امام نے فرمایا کہ اختیار دیا مجھکو میرے اور انکے نفس کے درمیان میں تو نے اپنی جان سے انکی حفاظت کی کہ اپنی شہادت کو وسیلہ شیعوں کی نجات کا کیا اور چھٹی روایت میں

یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ اے علی تیرے واسطے ہمارے پاس بہتر ہے اور ساتویں حدیث یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ میں وقت وفات پدر عالیقدر اپنی کے موجود تھا مجھکو کئی وصیتیں کیں اور فرمایا کہ اے فرزند کیا علی بن الحسین کو نہیں سنتا ہے کہ دیوار کے پیچھے سے آواز دیتا ہے کہ اے محمد جلدی
اور آٹھویں حدیث میں یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا تھا کہ نصرت کو اختیار کریں یا ملاقات پروردگار کو انہوں نے ملاقات پروردگار اختیار کیا یہیں کل حدیثیں ہم کو
اس مقدمہ میں آئی ہیں لیکن کہیں نہیں ہے کہ انکو موت کا اختیار تھا یہ شخص مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے بالکل جھوٹ لکھتا ہے مگر یہ بات ہے کہ اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ
یعلمون متی یموتون وانهم لا یموتون الا باختیار منهم یعنی جانتے ہیں ائمہ علیہم السلام کہ کسوقت مرینگے وہ اور تحقیق کہ وہ نہیں مرتے ہیں مگر ساتھ پسند کرنے اپنی کے کہ موت کو
پسند کرتے ہیں سو اختیار منہم کے لفظ سے جو کہ عنوان میں ہے شاہ صاحب نے دہوکا کہایا ہے اور مراد کو سمجھے نہیں اور اس باب کی جسقدر حدیثیں ہیں اور ہمنے بیان کئی ہیں خلاصہ انکی
دیکھ لو کہ کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ موت امام کے اختیار میں ہوتی ہے البتہ یہ بات ہے کہ مرنے سے پہلے انکو خدا تعالی خبر کردیتا ہے اور اس کذاب دروغگو کے دروغ کو تو دیکھو کہ لکھتا ہے
کہ کلینی نے اس بات کو ثابت کیا ہے اور حال یہ ہے کہ کلینی نے جو روایتیں کہ ہمنے لکھی ہیں اس بات کے تحت میں انکو لکھدیا ہے اور ثابت کرنیکا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے تو پہر یہ دروغ دیکھو
کہ لکھتا ہے کہ کلینی کیا ساری امامیہ اسپر متفق ہیں ایسی جہوٹ پر آسمان بہی ٹوٹ نہیں گرتا ہے سچ کہا ہے مرزا رفیع سودا نے کہ ۵ جسدن سے ہے باندھی بوٹنے کلے پہ سنیت خلق ساری جہوٹے
نکلے ۵ اصحاب ثلثہ کی محبت ہے یہانتک ۵ داڑہی بہی جو نکلی تو جہوٹی نکلی ۵ اور علم ماکان و مایکون کا جواب مفصل ہم لکھ چکے ہیں جا دیکھ لے کہ مراد ماکان کے علم سے یہ ہے کہ وہ قادر تہے
ہر ایک چیز کے علم پر کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تہے تو خدا تعالی انکو تعلیم کردیتا تہا اور جس روایت میں امام نے فرمایا ہے کہ ہمکو علم ماکان و مایکون ہے تو مراد اس سے یہی ہے اسواسطے کہ حضرت صادق
نے فرمایا ہے اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمه الله ذلك اور یہ مراد نہیں ہے کہ بالفعل انکو سب حاضر ہے جیسے کہ خدا کی ذات کو حاضر ہے اور انکے مرنے کو خدا تعالی نے آگاہ کردیا سو البتہ جانتے تہے اور جو کچھ انپر واقع ہوا ہم
سے گذر رہا اور بعضے وقت مصلحت وقت سے احتیاج تقیہ کی ہوئی انکو بھی خدا نے آگاہ کر دیا جانتے ہونگے سو کچھ بڑی بات نہیں ہے اہلسنت کی کتابوں میں تو بعضے بعضے جلاہوں کو جنکو اولیاء اللہ کہتے ہیں لکھا ہے کہ مرجانیکا حال انکو معلوم ہوجاتا تہا
شجاعت علی کی ایسی ہی تہی کہ ہزار رستم کی کچھ حقیقت انکے سامنے نہ تہی اور در خیبر کے اکھاڑ دینے میں کچھ شبہ نہیں اور ابوبکر اور عمر تو حضرت علی کے سامنے مثل چیونٹی اور مچھر کے تہے
ہرگز کبھی انسے ڈرے نہیں ہیں ابوبکر سے اور نہ عمر سے ایکمرتبہ عمر کو پکڑ کر اٹھالیا اور کہا کہ اے ابن صہاک حبشیہ اگر وصیت رسول خدا صلعم کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور ثلثہ
کی مدح تقیہ سے ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے اور خلافت لینے میں تامل کیا تو لوگوں کی مرتد ہوجانیکے خوف سے چنانچہ ہم ابہی لکھ چکے ہیں اور حضرت علی نے کسیکی خوف سے ہرگز تقیہ
نہیں کیا ہے اور جو کسی امر میں خاموش ہوکر بیٹھ رہے تو مقتضائے مصلحت یہی تہا نہ خوف کیسیکا اور ہمارے نزدیک ابوبکر اور عمر کی تعریف ہی ثابت نہیں ہے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں پہر تقیہ
کیا تہا اور فرض و تسلیم کرکے بہی ہمنے جواب دیدیا تہا کہ اسوقت لوگوں کی برہم اور منتشر ہوجانیکا خیال تہا اسواسطے ان معتقدین ثلثہ کی تالیف کرتے تہے ثلثہ کی تعریف
کرکے اور ثلثہ اسوقت کہاں موجود تہے کہ انکا خوف ہوتا وہ تو اپنی مقر اصلی کو پہنچ گئے تہے صلح حدیبیہ میں جناب رسول خدا صلعم نے رسول اللہ کے لفظ کو کیوں مٹا دیا وہ تو ہر امر
میں حضرت علی سے زیادہ تہے علم میں اور شجاعت میں سب میں اور خود حضرت علی جو شیر خدا تہے وہ بہی حضرت کے ہمراہ تہے لیکن حضرت نے اپنے اس لقب کو کہ جسکے ذریعہ اور واسطے سے ہدایت
کے آئے تہے اسکو مٹا دیا اور ایسے ڈرے کفار سے کہ طواف کعبہ سے محروم ہوکر واپس چلے گئے یہانتک کہ عمر نے رسول خدا صلعم کی نبوت میں شک کیا اور کہا کہ جیسا کہ میں نے آج شک کیا ایسا
پہلے نکیا تہا پہر کہاں گئی شجاعت رسول خدا اور علی مرتضی کی تیرے نزدیک کہ باوجود کثرت اصحاب کے حضرت نے تیرے نزدیک کفار سے ڈر کر صلح کرلی اور کون ضرورت تہی صلح کرنیکی سیدہی خانہ کعبہ کو چلی جاتی لیکن
تو نہیں جانتا ہے کہ ہر ایک امر کی ایک مصلحت ہوتی ہے اور جیسے کہ پیغمبر اپنی مصلحت کو جانتا ہے ایسے ہی امام اپنی مصلحت کو جانتا ہے اور تو اسکو خوف پر محمول کرتا ہے **قال الشیخ**
الاشعری خیر کہاں تک کہیں مطلب اتنا ہے کہ دعا کے وقت کہ جو وقت مناجات عالم السر و الخفیات ہے اسوقت تقیہ ہونا ایسا ہے جیسا کہ منافقین کا نماز پڑہنا بلکہ اس سے
بہی بڑہ کر منافق بندہ و خدا دونوں کا دغا دینے والا ہے اور در صورت تقیہ نعوذ باللہ حضرت امام سجاد دغا کو کیونکہ یہہ تو ہم یقیناً جانتے ہیں اور شیعہ بہی کتنے ہی نادان کیوں نہوں اس کے
خلاف کہہ سکیں گے کہ حضرت امام کی عبادت کی رو سے ڈر یا تہے کسی سنی یا معتقد خلفاء کی استرضاء کا تو انکی عبادت میں احتمال ہی نہیں بجز اسکے کہ بخیال جانب داری خلفاء جو خدا سے
میں آئے یہ خیال میں ہو کہ ایسا نہو کہ خداوند کریم سب خلفاء اور بے اعتقادی صحابہ سے اگرچہ حق ہی ہو ناراض ہوجائے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات جناب من ایسے محل میں تقیہ کا احتمال کرنا
جس پہلو پلٹ کر دیکھو دین کو برہم درہم کئے دیتا ہے یا خداوند کریم کیطرف جبر آئے عائد ہوگی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا یا ائمہ کیطرف نعوذ باللہ کثیرا بہرحال تقیہ کے پردہ میں دشمنان
اہل بیت ائمہ کو کیا کیا کچھ نہیں کہہ لیتے واقعی بہت خوب صورتی سے ہجو کرتے ہیں بہلا امام سجاد تو ستم دیدہ اور ظلم کشیدہ دشمنان سفاک تہے نہ تو وہ شجاعت تہی جو حضرت امیر میں تہی
نہ وہ کرامت تہی جو حضرت امیر میں تہی اگر انکے حق میں کوئی تقیہ کا دعوی کرے تو شاید کوئی موقوف فی الجملہ مان بہی جائے **اقول** ہم مفصل لکھ چکے کہ حضرت سجاد نے جو صحابہ کی تعریف
کی ہے یہ عین ایمان اور اعتقاد ہمارا ہے اور تقیہ کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور بیشک وہ ایسی ہی تہے لیکن جو لوگ کہ بسبب حب جاہ اور طمع ریاست و مال دنیا کے ایمان صحیح سے خارج ہوگئے وہ اس

مع سے مستثنے ہیں اسواسطے کہ صحابی کی تعریف میں ہے کہ صحبت رسولخدا صلعم کی پاکر ایمان پر مرے اور جس صورت میں کہ ہم حضرت سجاد کے تقیہ کی راہ سے دعا کرنیکے قائل نہیں ہیں اور تعریف کو انکی واقعی جانتے ہیں تو جو کچھ کہ اس سوانح نویس نے تقیہ پر بنا کرکے جھوٹ اور پوچ لکھا ہے سب باطل ہوگیا اور اب ہمیں اس کے قول کے ہر فقرہ کے رد کرنیکی احتیاج نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری لیکن ستم تو یہ ہے کہ حضرت امیر کی نسبت با اینہمہ زور شجاعت و باوجود دعوئے علم و کرامت و استمرار صحت و سلامت کہ زمان خلفاء ثلاثہ سے لیکر اپنی خلافت تک بے اندیشہ گزاری اپنی نیند سوئے اپنی بھوک کھایا یا یہ احتمال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسے دس جھوٹ پر قسم کھائی کہ انکی بدولت آسمان گر جائے تو عجب نہیں اور زمین پھٹ جائے تو دور نہیں کہا یہ اوصاف جمیلہ کہ لاگ بھگ انبیاء کے اوصاف اور لوازم کے ہیں کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ بزعم شیعہ ابلیس سے بھی بڑھکر کہ اسکا تبرا مستحب بھی نہوا اور انکا تبرا فرض بلکہ اس سے بھی بڑھکر کہا جائے تو عجب نہیں کیونکہ موافق مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا کے ایسے ویسے لوگوں کے فرضوں کا ثواب دس گنا ہو تو ہو اسلئے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو ایک نیکی لیکر آئیگا تو اسکو دہ چند ثواب ملیگا اور لعن شیخین اسقدر مقبول ہے کہ انکی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما پر ہر صبح لعنت کرنی ستر نیکیوں کے برابر ہے اور پھر طرفہ یہ ہے کہ ابلیس اور نمرود اور شداد اور فرعون اور ابوجہل اور امیہ بن خلف اور ابولہب وغیرہم دشمنان خدا و رسول کا لعن اور تبرا ماشہ بھر نیکی کے برابر نہیں کسی نے ایسوں ہی کی تعریف میں کہا ہے ع برین عقل و دانش بباید گریست - بالجملہ ایسے لوگوں کی تعریف جو ابلیس اور نمرود اور فرعون اور ابوجہل وغیرہم سے بھی بڑھکر ہو اور پھر تعریف بھی تھوڑی کہ دس بڑے بڑے کمالات تقسیم بیان کئے جائیں ایسے کاملوں سے جنکا نام حضرت علی شیر خدا جنکی اوصاف اوپر مذکور ہو چکے جبھی ہو سکتی ہے کہ کافر ہونیکے یہی معنی ہوں کہ بڑا ہی مطیع و فرمانبردار ہو سواگر کفر کے یہی معنی ہیں تو پس کون مردود برا مانتا ہے اپنی گالیاں تو شیعہ جتنی چاہیں دے لیں بجز تسلیم اس طرف سے انشاء اللہ جواب ہی نہوگا ع بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا * سبحان اللہ کس کس پیچ سے حضرات ائمہ کی معصومیت بلکہ بزرگی کو بٹا لگاتے ہیں خوارج سے شیعہ ہم جانیں کچھ دو انگشت زیادہ ہی ہونگے پر اتنا ہی غنیمہ سنوار کر چھان بخوڑ کر عیب لگاتے ہیں اور خوارج اناڑیوں کی طرح بے سوچے سمجھے گنوار کا لٹھ مار بیٹھے ہیں

اقول حضرت امیر کی شجاعت اور علم میں کیا شبہ ہے کہ اپنا مثل نرکھتے تھے اور کسیکے خوف سے انہوں نے تقیہ بھی نہیں کیا چنانچہ پہلے اس سے ہم مفصل اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے اور بے اندیشہ گزارنا اور اپنی نیند سونا جبھی نصیب ہوا ہے کہ موافق وصیت رسولخدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھ رہے اور اگر رسولخدا صلعم کی وصیت پر عمل نکرتے اور ذوالفقار میان سے باہر نکالتے تو کشتوں کے پشتے لگا دیتے پھر کفر ظہور میں آتا اور اسلام برہم ہوجاتا اور دس جھوٹ پر انہوں نے ہرگز قسم نہیں کھائی ہے کہ اسکو بھی ہم لکھ چکے اور آسمان تو اسوقت گرے اور زمین اسوقت پھٹے کہ جب انہوں نے جھوٹ بولا ہو اور ابوبکر کے حق میں وہ اوصاف بیان کئے ہوں ابوبکر کے حق میں تو انہوں نے فرمایا ہی نہیں ہے اور کیونکر ابوبکر یا عمر کے حق میں فرماتے کہ انکو تو وہ خائن اور کاذب اور غادر اور آثم جانتے تھے جو کہ اوصاف منافقین کے ہیں چنانچہ خطبہ کے جواب کے ریں فدک کے ذکر میں معلوم ہوگا اور خطبہ شقشقیہ میں تصریح انکی مذمت کرتے ہیں اور تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ انکو عبدالرحمن وغیرہ خلیفہ کرنے لگے اس شرط پر کہ ابوبکر اور عمر کی سیرت پر عمل کرو تو اسکو قبول نکیا اور سیرت کو انکی بدعت سمجھے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ان الفاظ سے انکی تعریف کریں کیا انکا نام خطبہ میں لکھا ہے کہ خواہ مخواہ انہی کے واسطے کہا جائے علی الخصوص جسوقت کہ خطبہ ہا خود ہوا اہل سنت کی کتابوں سے اور مخالف ہو روایات تو یہ کتب فریقین کی اور ابلیس پر لعنت کرنیکی احتیاج کیا ہے کہ وہ تو پہلے ہی سے خدا کی زبان سے ملعون ہو رہا ہے اور ثلاثہ پر لعنت کرنا شیعوں کو حضرت علی ہی کی تعلیم کیا ہے چنانچہ ابن ابی الحدید کہ معتقد حقیت خلافت ثلاثہ ہے شرح نہج البلاغت میں لکھتا ہے کہ یحیی بن سعید حنبلی نے نقل کی کہ میں حاضر تھا اسمعیل حنبلی کے پاس جو کہ پیشوا حنابلہ بغداد کا ہے اور ایک مرد کوفی کے ذمہ ایک حنبلی کا قرض تھا وہ حنبلی اسمعیل حنبلی کے پاس آیا تو اسمعیل نے اس حنبلی سے پوچھا کہ تونے اپنی مقروض کے باب میں کیا کیا اپنا قرض اس سے لیا یا نہیں اس نے کہا کہ میں بیزار ہوا اپنی قرض سے کہ بروز غدیر امیر المومنین علی کے قبر پر میں گیا تاکہ قرض اپنا اس سے وصول کروں بڑی فضیحتیں وہاں دیکھیں اور اقوال شیعوں کے سنے کہ علانیہ بیخوف و خطر خلفاء ثلاثہ پر لعنت کرتے ہیں خیال کیا کہ میں قرض اپنا بھول گیا اسمعیل حنبلی نے کہا کہ واللہ یہ جرات نہیں دلائی ہے انکو اور یہ راہ نہیں کھولی ہے واسطے انکے مگر صاحب قبر نے یعنی علی نے اور شیعوں کا اسمیں کیا گناہ ہے اس حنبلی نے سنکر کہا کہ اگر علی حق پر تھا تو ابوبکر کو خلیفہ کیوں جانیں اور اگر باطل پر تھا تو اسکو امام کیوں سمجھیں اسمعیل حنبلی نے یہ بات سنی تو جوتیاں پہن کر چلا اور کہتا تھا کہ لعنت خدا کی ہو اسمعیل پر اگر جواب اس مسئلہ کا جانتا ہو اور نمرود اور شداد اور فرعون وغیرہ پہلی امتوں میں تھے اسلئے ہلاک ہوئے اور ابوجہل اور ابولہب نے جو کچھ کیا اپنی جانوں کے ضرر کیواسطے کیا اور ابوبکر اور عمر نے تو اس امت مرحومہ میں خرابی ڈالی ہے کہ لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور قیامت تک وہ گمراہی چلی جائیگی اسواسطے زیادہ مستحق تبرا کے ہیں - مصرع برین عقل و دانش بباید گریست - اشعریہ لاشعوریہ کی شان عین ہے کہ اچھوں اور بروں کو سب کو ایک قطار میں کھینچتے ہیں اور تمیز حق اور باطل کی نہیں کرتے اور دہریوں سے قائل ہیں اور دس بڑے بڑے کمالات حضرت علی شیر خدا نے قسم کھا کر ابوبکر یا عمر کے واسطے ہرگز نہیں فرمائے ہیں چنانچہ ہم لکھ چکے بھلا کون عقل کا اندھا کہیگا کہ کافروں کی حق میں ایسا فرمایا ہے ہاں اہل سنت کافروں کے حق میں ایسا کہتے ہیں جو کہ مطیع اور فرمانبردار خدا کے نہیں تھے اور شیعہ گالیاں تو کسیکو نہیں دیتے ہیں لیکن بد دعا انکے حق میں کرتے ہیں جنہوں نے دین خدا میں خرابی ڈالی اور ائمہ معصومین سے جو کہ شیعوں کو اعتقاد ہے اور فضائل انکے بیان کرتے ہیں سب جانتے ہیں اور انکی تاریخ ولادت کو

خوشی کرتے ہیں اور انکی وفات کے روز خیرات کرتے ہیں اور ثواب اُسکا اُنکی ارواح مقدسہ کو بخشتے ہیں اور اُنکے ناموں پر اپنی اولاد کا نام تبرکاً اور تیمناً رکھتے ہیں بخلاف ثلاثہ
کے کہ علماء اہل سنت ہرچند اُنکو چمکاتے ہیں لیکن وہ مٹتے اور مٹے ہی جاتے ہیں کہ نہ تو کوئی اُنکی تاریخ ولادت کو جانتا ہی اور نہ تاریخ وفات کو اور نہ کوئی اُنکی فاتحہ دلاتا ہی بلکہ عوام تو اُنکو
جانتے بھی نہیں کہ وہ کون تھے اور نہ کوئی اُنکے نام پر نام رکھتا ہی ہزار آدمیوں میں شاید کسیکا نام ابوبکر یا عمر ہوگا اور ہرچند علماء اہل سنت اہل بیت کے مٹانے میں قصور نہیں کرتے لیکن
خدا تعالیٰ اُنکو روشن ہی کرتا ہی کہ شیعہ و سنی میں اُنکا ہی شہرہ ہی اور محمد اور احمد اور علی اور حسن اور حسین کے نام پر نام رکھتے ہیں اور اُنکی ثنا و مدح میں لکھتے ہیں اور نہ تو کوئی ثلاثہ کے
نام پر نام رکھتا ہی اور نہ کوئی اُنکی مناقب لکھتا ہی مگر بہایت شاذ و نادر اور خوارج اگر ہیں تو وہ تھیں میں ہی ہیں کہ اہل سنت میں سے کوئی زیادہ عداوت اہل بیت سے رکھنی لگا وہ خارجی
اور ناصبی ہوگیا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ عذر پوچ عاقلوں کے سامنے کہ ائمہ معصومین اصحاب ثلاثہ یا اور مہاجرین اور انصار کی تعریف بوجہ تقیہ کرتے تھے قطع نظر اسکے
کہ عقل کے نزدیک یہ عذر لاطائل گوز شتر کی طرح بجتا ہی یوں بھی تو قابل تمسک نہیں کہ جن بزرگوں کی طرف تقیہ کی تہمت کرتے ہیں اُنہیں بزرگواروں کے افسانے جو انکی
معتبر کتابوں میں منقول ہیں بآواز بلند تقیہ کی تکذیب کرتے ہیں ہرچند سبکا اس رسالہ میں درج کرنا ممکن نہیں لیکن مشتے نمونہ خروارے دو تین روایتیں جو امام الائمہ حضرت امیر کے اظہار
حق اور صدق حال پر دلالت کریں درج کی جاتی ہیں تا کہ علم متابعت بزرگان دین کی بزرگی اور خوبی بھی کذب و ریا سے پاک و صاف ہو جاوے اور معلوم ہو جائے کہ جب شمس الائمہ کا
حال یہ ہی کہ تقیہ میں جو بفتوای شیعہ اُنبر منجملہ فرائض ہی تھا اسقدر تقصیر وار تھے اور احکام کا تو کیا ذکر تو اور ائمہ کا کیا حال ہوگا نہج البلاغت میں جو شیعوں کے نزدیک اصح الکتب اور
متواتر ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول تقیہ کے ابطال میں دلیل قوی اور برہان کامل ہی علامۃ الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک یعنی ایمان کی نشانی
یہ ہی کہ جہاں سچ بولنا ضرر کرتا ہو ایسی جگہ سچ بولنے کو مقدم رکھے جھوٹ بولنے پر جو نفع دیتا ہو اس روایت سے صاف نکلتا ہی کہ جو تقیہ کرے اسمیں ایمان نہیں کیونکہ علامت ایمان
کی یہ ہی کہ جان و مال کا ضرر گو ہو جاوے پر جھوٹی بات زبان پر نہ لاوے **اقول** پہلی دلیلیں تقیہ کی اقوال علماء اہل سنت سے بیان کرتا ہوں کہ یہ شیخ نجدی تقیہ کے پیچھے بہت پڑا ہوا ہی تاکہ
لوگونکو اُسکا واہی ہونا معلوم ہو جاوے اور بعد اسکے اسکے قول کا جواب لکھونگا دلیل اول اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن
يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً یعنی نہ پکڑیں مومنین کافروں کو دوست سوائے مومنین کے اور جو کوئی کریگا اُسکو تو بس نہیں ہی خدا تعالیٰ کی کسی چیز میں مگر یہ کہ ڈرو تم
ان کافروں سے ڈرنا بیضاوی میں اسکی تفسیر میں لکھا ہی کہ کفار سے دوستی کرنی جایز نہیں ہی اِلَّا اَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً مگر یہ کہ خوف کرو تم اُنسے تو اُس وقت تقیہ سے ظاہر میں دوستی کرو
اور یعقوب قاری کو اسمیں لکھا ہی کہ اس لئے تقیۃ کو تقیہ ہی پڑھا ہی اور بخاری نے کتاب الاکراہ میں تقاۃ کے معنی تقیہ کے لکھے ہیں اور فتح الباری میں بھی تقیہ لکھا ہی دلیل دوسری اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ یعنی جو شخص کہ کفر کرے ساتھ خدا کے بعد ایمان کے مگر وہ شخص کہ جبر کیا جاوے اور دل اُسکا مطمئن ہو ساتھ ایمان کے
تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہی کہ یہ آیت حضرت عمار کے مقدمہ میں نازل ہوئی ہی کفار نے از راہ زبردستی عمار سے کفر سے کلمے کہلائے تو انہوں نے اپنی زبان سے سب کہے
اور لوگوں نے رسول خدا صلعم سے کہا کہ عمار کافر ہو گیا اُس نے کفر کی باتیں کہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں عمار سر سے پاؤں تک ایمان سے پر ہو رہا ہی اور عمار حضرت کے سامنے رونے لگے تو فرمایا کہ رو نہیں
اگر تجھ سے پھر طلب کریں تو پھر کہہ اور ایسا ہی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی دلیل تیسری تفسیر بیضاوی میں آیت وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ کی تفسیر میں حضرت موسیٰ کو
لکھا ہی کہ فانہ علیہ السلام کان یعاشرھم بالتقیۃ یعنی بیشک موسیٰ تھا کہ زندگانی کرتا تھا اُنمیں ساتھ تقیہ کے دلیل چوتھی حقتعالیٰ فرماتا ہی وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی نہ ڈالو
تم ہاتھوں اپنوں کو طرف ہلاکت کے اور ترک تقیہ بعض اوقات موجب قتل ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ محل خوف ہلاکت میں تقیہ واجب ہے دلیل پانچویں کتب صحاح میں لکھا ہی کہ رسولخدا
صلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ لولا قومک حدیثو عھد بالاسلام لھدمت الکعبۃ و بنیتھا علی قواعد ابراھیم یعنی اگر نہوتی قوم تیری نئی مسلمان تو ڈھاتا میں کعبہ کو اور بناتا میں
اُسکو بنیاد ابراہیم پر سو حضرت نے عائشہ کی قوم سے تقیہ کرکے کعبہ کو نہ ڈھایا دلیل چھٹی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی کہ جناب رسولخدا نے ابوذر سے فرمایا کہ کیف تصنع اذا
خرجت منہ قال اضرب بسیفی قال صلعم الا ادلک علی ما ھو خیر لک من ذلک وا قرب رشدا تسمع و تطیع و تنساق لھم حیث ساقوک یعنی کیونکر کریگا تو جسوقت نکالا جاوے تو اُس مسجد سے کہا کہ مارونگا
میں اپنی تلوار سے فرمایا حضرت نے کہ خبردار ہو کہ رہنمائی کروں میں تجھکو اُسپر کہ وہ بہتر ہی واسطے تیرے اُس سے اور قریب تر رشد کے ہی کہ جو کہیں وہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اور کھینچ جا تو جدہر کو
لیجاویں وہ تجھکو کھینچیں کہ کار بند تقیہ کا ہو اور جو کہیں وہ ظالم وہ ہی کہہ تو دلیل ساتویں صحیح مسلم میں لکھا ہی کہ حضرت ابراہیم کبھی جھوٹ نہیں بولے مگر تین جھوٹ چنانچہ لکھا ہی کہ عن ابی ھریرۃ ان رسول
اللہ صلعم قال لم یکذب ابراھیم النبی قط الا ثلث کذبات اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی کہ فلم یصدر ذلک من ابراھیم یعنی اطلاق الکذب علی ذلک
الا فی شدۃ الخوف لعلو مقامہ یعنی بس نہیں صادر ہوا وہ ابراہیم سے یعنی بولنا جھوٹ کا اُسپر مگر شدت خوف میں واسطے بلند ہونے مقام اُسکے کے اور قاضی نے شرح شفا میں لکھا ہی
کہ قال تقیۃ خشیۃ ان یقتلہ یعنی کہا از روئے تقیہ اور خوف کے اُس سے کہ قتل کرے اور یہ حضرت ابراہیم کی زوجہ کے مقدمہ میں ہے کہ اُسکو اپنی خواہر کہا تھا بعد اگر زوجہ کہتا تو وہ قتل کرتا

دلیل آٹھویں تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ زینب دختر رسول خدا صلعم مسلمان ہوگئی تھی اور شوہر اُسکا ابو العاص کافر تھا اُنمیں مفارقت نکروا سکے اور عائشہ سے روایت لکھی ہے کہ قالت کان
الاسلام فرق بین زینب و ابی العاص الا ان رسول اللہ صلعم لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوبا بمکہ یعنی کہا عائشہ نے کہ تھا اسلام کہ جدائی ڈالی تھی اُس نے درمیان زینب و
ابو العاص کے مگر رسول خدا صلعم قادر نہ تھے کہ جدائی کردیں اُن دونوں میں اور تھے وہ مغلوب مکہ میں دلیل نویں فرایض شریفی میں اور احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ایجاد عول کا عمر نے اپنے زمانہ میں
کیا تھا اور بعد فوت عمر کے ابن عباس کہتے تھے کہ عول تقسیم میراث میں جائز نہیں ہے لوگوں نے کہا کہ تو نے عمر کے زمانہ میں کیوں منع کیا کہا کہ عمر کے خوف سے اور کتاب التحقیق شرح مختصر ابی محمد میں لکھا ہے کہ
کبھی سکوت واسطے مہابت اور تقیہ کے بھی ہوتا ہے جیسے کہ ابن عباس نے سکوت کیا عول کے منع کرنے میں دلیل دسویں شاہ ولی اللہ پدر مولوی عبد العزیز نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے اور محمد بن اسحاق سے
روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے خمس کے مقدمہ میں پوچھا تھا کہ کیا تھی رائے علی کی خمس میں یعنی ذوی القربی کے حصہ دینے میں فرمایا کہ جو رائے کہ اُنکے اہل بیت کی تھی کہ اُنکا حصہ دینا
چاہیے وہ ہی رائے علی کی تھی لیکن خلاف رائے ابو بکر اور عمر کے کرنا مکروہ جانا چنانچہ لکھا ہے کہ اخبرنی محمد بن اسحاق عن ابی جعفر قلت له ما کان رای علی فی الخمس قال کان رایه رای اهل بیته
ولکن کره ان یخالف ابا بکر و عمر اور ملا علی قاری نے بھی ایسی ہی روایت شرح مشکوٰۃ میں لکھی ہے اور آخر میں اُسکے لکھا ہے کہ امام محمد باقر نے جواب اُسکے میں قال کرہ و اللہ ان یدعی علیه
بخلاف سیرۃ ابی بکر و عمر کہا کہ مکروہ جانا قسم ہے خدا کی اُسکو کہ دعوی کیا جائے اُسپر ساتھ خلاف سیرت ابو بکر اور عمر کے حاصل اُسکا یہ ہے کہ ابو بکر اور عمر نے خمس میں سے ذوی القربی کے حصہ کو
برخلاف حکم رسول خدا صلعم کے منع کیا تھا اور حضرت علی جانتے تھے کہ حصہ ذوی القربی کا دینا واجب ہے لیکن اپنی خلافت کے زمانہ میں حصہ ذوی القربی کو دینا مکروہ جانا کہ ابو بکر اور عمر کی
مخالفت ہوتی تھی اور اگر دیتے تو اکثر ہمراہی حضرت علی کے کہ اُنکے دلوں میں محبت ابو بکر اور عمر کی بھری ہوئی تھی دعوی کرتے کہ تو نے ابو بکر اور عمر کی سیرت کے مخالفت کی اسواسطے تقیہ
کیا اور وہ ہی کیا جو ابو بکر اور عمر کرتے تھے دلیل گیارہویں فتاوی قاضی خاں میں لکھا ہے کہ ابراہیم خطبہ میں کلام کرتا تھا اُس سے پوچھا تو وقال انی صلیت الظہر فی داری ثم
دخلت الی المسجد تقیة پس کہا کہ نماز ظہر پڑھی میں نے اپنے گھر میں پھر آیا میں مسجد میں تقیہ سے دلیل بارہویں جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ مامون نے سات علما
کو بلا کر قرآن کے مخلوق ہونیسے استفسار کیا تو تقیہ سے اُنہوں نے جواب دیا کہ قرآن مخلوق ہے چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب طلبهم انهم توقفوا اولا ثم اجابوا تقية اور امام احمد حنبل سے پوچھا تو
یہ تو نہ کہہ سکے کہ مخلوق نہیں ہے لیکن اسقدر کہا کہ کلام خدا ہے نہ اسپر میں کچھ زیادہ کرتا ہوں اور نہ کم کرتا ہوں دلیل تیرھویں صحیح بخاری میں لکھا ہے قال الحسن التقیة الی یوم القیمة
یعنی کہا حسن بصری نے کہ تقیہ قیامت تک ہے دلیل چودھویں تفسیر کبیر میں لکھا ہے التقیة جائزة لصون النفس وهل تجوز لصون المال یحتمل ان یکون الحکم فیها بالجواز لقوله
علیه السلام حرمة مال المؤمن کحرمة دمه یعنی تقیہ جائز ہے واسطے نگاہ رکھنے نفس کے اور آیا جائز ہے واسطے نگاہ رکھنے مال کے احتمال رکھتا ہے کہ ہووے حکم اسمیں ساتھ جواز کے واسطے فرمانے رسول خدا صلعم کے
کہ حرمت مال مومن کی مثل حرمت خون اُسکے کے ہے دلیل پندرھویں فتاوای قاضی خاں میں لکھا ہے کہ ایک مرد کو ایک امیر طلب کرے تاکہ پوچھے اُس سے کئی چیزوں کو اگر کلام کرے وہ موافق
شرع کے کہ پہنچے اُس کو اُس سے کوئی مکروہ سزاوار نہیں ہے اُس کو کہ مخالف حق کے کلام کرے هذا اذا کان لا یخاف القتل علی
نفسه ولا اتلاف عضو ولا یخاف علی ماله فان خاف ذلك فانه لا باس یعنی یہ مخالف حق کے کلام نکرنا اُسوقت ہے جسوقت کہ نہ خوف کرے قتل کا اپنے نفس پر اور نہ تلف
ہونے عضو کا اور نہ خوف کرے اپنے مال کا پس اگر خوف کرے اسکا تو نہیں ڈر ہے خلاف حق کے کلام کرنے میں دلیل سولھویں شرح اشباہ و نظائر حموی میں عینی شرح صحیح بخاری کا حوالہ دیکر
لکھا ہے باب شراء المملوك میں حربی سے ظالموں سے چھڑانے کے حیلوں میں اذا علم انه لا یتخلص الا بالکذب جاز له الکذب الصریح وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق لکونه
ینجی نبیا او ولیا ممن یرید قتله او لنجاة المسلمین من عدوهم یعنی جسوقت جانے کہ تحقیق نہیں چھوٹتا ہے مگر ساتھ جھوٹ کے تو جائز ہے کذب صریح اور کبھی واجب ہوتا ہے بعضے صورتوں میں
بالاتفاق کہ نجات دیوے نبی کو یا ولی کو اُس شخص سے کہ ارادہ کرے اُسکے قتل کا یا واسطے نجات دینے مسلمانوں کے دشمن اُنکے سے دلیل سترھویں شرح اشباہ و نظائر میں لکھا ہے فی مجمع
الفتاوی ان الکذب مباح لاحیاء حقه ولدفع الظلم عن نفسه یعنی مجمع الفتاوی میں لکھا ہے کہ تحقیق جھوٹ بولنا مباح ہوتا ہے واسطے زندہ کرنے حق اپنے کے اور دور کرنے ظلم کے
اپنے نفس سے دلیل اٹھارہویں تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن دِينِكُمْ میں لکھا ہے کہ قال قوم الایة دالة علی ان التقیة جائزة عند الخوف یعنی کہا
قوم نے کہ آیہ دلالت کرنیوالی ہے اس امر پر کہ تقیہ جائز ہے وقت خوف کے اور تفسیر کبیر میں آیہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ کی تفسیر میں ایک طولانی عبارت لکھی ہے اور اُسمیں حضرت ابراہیم علیه السلام کو
جاری کرنا کلمہ کفر کا جائز رکھا ہے۔ یہاں سے تقیہ انبیا کا ظاہر ہوگیا دلیل اُنیسویں تاریخ صغیر بخاری سے بعضے علما اہل سنت نقل کرتے ہیں کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ ما ابالی
لو بایعته یعنی المختار مائة مرة انما البیعة بالقلب یعنی نہیں پروا کرتا ہوں میں اگر بیعت کروں میں اُسکو یعنی مختار کو سو مرتبہ سوا اسکے نہیں کہ بیعت ساتھ دل کے ہے سو بیعت حضرت
علی کی بھی خلفاء ثلاثہ سے ظاہر میں تھی اور دل سے نہ تھی چنانچہ قراین سے معلوم ہوتا ہے دلیل بیسویں جناب رسول خدا صلعم جبتک مکہ معظمہ میں رہے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے
اور اصحاب بھی طواف کیا کرتے تھے اور بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے ہر چند نیت اُنکی بتوں کی طرف کی نہوتی تھی بلکہ رب البیت کی ہوتی تھی لیکن بیت کے طواف کے ہمراہ بتوں کا

بھی طواف ہوتا تھا ۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کفار ہنود طواف کرتے ہیں بتوں کا اور پہاڑوں کا اور جناب رسول خدا صلعم اور مسلمان خلوت میں تو بتوں کو برا کہتے تھے لیکن بتقدور کسی کا نہ تھا کہ کسی بت کی انگلی کو توڑے یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے یہ بیس وجوہ تقیہ کی میں نے لکھی ہیں اور سوائے اسکے اور بہت کثرت سے دلیلیں ہیں اور اس سے زیادہ تفصیل جناب مفتی محمد قلی خانصاحب علیہ الرحمۃ کے رسالہ تقیہ میں ہے اور اصحاب ثلاثہ کی تعریف اماموں نے ہرگز نہیں کی ہے اور اگر واسطے مصلحت کے دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے واسطے کسی مرید ثلاثہ کے روبرو کچھ کہا تو تعریف نہیں ہے ایسا تو جناب رسول خدا صلعم بھی شریر کی زبان سے محفوظ رہنے کے واسطے منہ پر تو اسکو اچھا کہتے تھے اور پیٹھ پیچھے اسکو برا کہتے تھے چنانچہ مشکوۃ میں لکھا ہے اور عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے رسول خدا صلعم سے اذن چاہا حضرت کے پاس جانیکا فرمایا کہ اذن دو اسکو بد ہے یہ آدمی اپنی قوم میں اور جب حضرت کے پاس آکر بیٹھا تو حضرت بہت کشادہ پیشانی اور انبساط اور شگفتگی روئی سے پیش آئے جب وہ چلا گیا تو عائشہ نے اسکی وجہ پوچھی کہ اسکی غیبت میں تو آپنے اسکو برا کہا اور بد رو اسکے شگفتگی چہرہ سے پیش آئے فرمایا کہ بدتر آدمیوں کا وہ ہے کہ ترک کریں اسکو لوگ بسبب خوف شر اسکے کے اور یہ حدیث متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہے اور عبارت مشکوۃ کی یہ ہے عن عائشۃ ان رجلا استأذن علی النبی صلعم فقال ائذنوا لہ فبئس اخو العشیرۃ فلما جلس تطلق النبی صلعم فی وجہہ وانبسط الیہ فلما انطلق الرجل قالت عائشۃ یا رسول اللہ صلعم قلت لہ کذا وکذا ثم تطلقت فی وجہہ وانبسطت الیہ فقال رسول اللہ صلعم متی عہدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ

اور شیعہ ائمہ معصومین پر تہمت نہیں کرتے ہیں تقیہ کی بلکہ حقیقت میں وہ تقیہ کرتے تھے اور اہل سنت کی کتابوں سے ہم تقیہ کو ثابت کر چکے یہانتک کہ انبیاء کے تقیہ کو بھی اور تقیہ کی تکذیب کی کوئی روایت نہیں ہے اور یہ روایت جو حضرت علی سے صدق کی مدح میں لکھی ہے یہ روایت تقیہ کو باطل نہیں کرتی ہے یہ حال غیر محل تقیہ کا ہے اور مراد ضرر اور نفع ضرر اور نفع مال دنیا کا ہے کہ اسکے واسطے سچ ہی بولنا چاہئے گو ضرر اپنے مال کا ہو اور جھوٹ نہ بولنا چاہئے گو فائدہ ہوتا ہو مطلق راست اور دروغ اور ہم اہل سنت کی کتابوں سے واسطے حفاظت نفس کے بلکہ واسطے حفاظت مال کے جواز دروغگوئی کا لکھ چکے ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ جہاد کرنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ سو جیسی کہ آیۃ کی تخصیص ہوئی ہے ایسے ہی اس روایت کی بھی تخصیص کی گئی ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں لا دین لمن لا تقیۃ لہ یعنی نہیں دین ہے واسطے اس شخص کے کہ نہیں تقیہ واسطے اسکے چنانچہ فردوس دیلمی میں ہے سو اس روایت سے مطلق صدق اور کذب ہر موقع میں مراد نہیں ہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم تین جھوٹ بولے تیرے اعتقاد کے موافق چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ایمان ہوں پس معلوم ہوا کہ مراد صدق اور کذب حضرت علی کے قول میں واسطے ضرر اور نفع مال دنیا کے ہے اور اسی الکذب لکاذب من اس روایت میں کہاں ہے کہ جو تقیہ کرے وہ اسمیں ایمان نہیں اسمیں تو صدق کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت ہے اور جان مال کے ضرر کا اسمیں ذکر کہاں ہے اسمیں البتہ مراد ضرر اور نفع دنیا ہے نہ ضرر اور نفع جان کا اور اگر یہی مراد ہو تو بڑی قباحت لازم آئے اور ایمان کی ایک علامت کے نہ ہونے سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور تقیہ تو حضرت ابراہیم اور حضرت علی اور جناب رسولخدا صلعم اور علماء اہل سنت کا سب کا ہم تیری کتابوں سے لکھ چکے ان لوگوں نے جو تقیہ کیا تو معلوم ہوا کہ تیرے نزدیک اسمیں سے کسی میں ایمان نہ تھا اور جب تیرا یہ اعتقاد ہوا تو تیرے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا اور علامتیں ایمان کی حدیث میں ایک تلاوت قرآن کی ہے ایمان کی علامتوں میں سے ہے اگر کوئی تلاوت قرآن نکرے تو چاہئے کہ وہ مومن نہ ہو اور جھوٹ بولنے سے آدمی ایمان سے نہیں نکلجاتا البتہ گنہگار ہوگا اسکو شیعہ سنی جانتے ہیں کاذب حضرت علی ابوبکر و عمر کو بھی جانتے تھے چنانچہ مسلم میں لکھا ہے کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ رایتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا جسوقت کہ جھوٹا مومن نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک ابوبکر و عمر دونوں بے ایمان تھے قال الشیخ الاشعری اور یہ روایت بھی نہج البلاغہ کی ہے قال امیر المومنین انی واللہ لو لقیتہم واحدا وہم طلاع الارض کلہا ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالہم الذی ہم فیہا والہدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ لحسن ثوابہ لمنتظر راج مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بیشک قسم اللہ کی اگر انسے تن تنہا مقابل ہوں اور وہ تمام زمین کو گھیرے ہوں تو میں ہرگز کچھ پروا نکروں اور نہ گھبراؤں اور مجھے انکی گمراہی اور اپنی ہدایت کا عیاں ہے اور اس بات کا خدا داد یقین ہے اور میں خدا کے ملنے یعنی مرنے اور اسکے ثواب کی انتظار و امید میں ہوں سو غور کرو کہ جو شخص تنہا اتنے دشمنوں سے بھی نہ ڈرے جو تمام روے زمین کو ڈھک لیں اور ڈرنا تو درکنار پروا اور گھبراہٹ تک نہ ہو بلکہ مرنے اور جنت کے مشتاق ہوں ایسے لوگوں سے تقیہ ہو سکے کیا معنی ایسے لوگ بھی اگر ڈرنے لگیں تو قیامت آگئی معہذا تقیہ بے خوف کے تو ہوتا ہی نہیں اگر مرجانے کا خوف ہے تو وہ اماموں کو ہوتا ہی نہیں کیونکہ اول تو انکی موت انکے اختیار میں ہے چنانچہ کلینی نے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور تمام امامیہ اسپر اتفاق ہے پھر وہ کسی سے کیا ڈریں اور کیوں ڈریں دوسرے علم وقائع گذشتہ اور وقائع آیندہ سب انکو مستحضر خود انہیں در پیش حال اور کیفیت تفصیل و تشریح معلوم ہوتی ہے اسوقت سے پہلے ڈر ہو ہی نہیں سکتا اور اگر خوف مال یا آبرو یا دیگر کوئی خلائق کا اندیشہ یا کسی قسم کی تکلیف کا خوف ہے تو انبیاء اور ائمہ کا کام یہی ہے کہ تکلیفیں اٹھایا کریں اور تحمل کیا کریں اور دشمنوں کی قوت اور شوکت اور اپنی بے کسی اور بے زوری پر لحاظ نکریں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم نمرود سے نہ چھپے اور آگ میں گرنا قبول کیا اور حضرت موسی فرعون سے نہ ڈرے اور آخر نوبت جلا وطن ہونے کی پہنچی حضرت نوح علیہ السلام نے نوسے برس تک کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں شیعوں نے بھی سنی ہونگی حضرت یحیی اور حضرت زکریا کا مقتول ہونا شہرۂ آفاق ہے حضرات شیعہ بھی انصاف کرکے فرمائیں کہ انکے مقتول ہونیکا باعث سوا کلمۃ الحق اور حق گوئی کے اور کیا تھا عزت چھوڑ بیٹھیں تو جان پر کھیل گئے حضرت امیر جو انبیاء سے افضل نہیں تو مساوات میں تو شیعوں کے نزدیک کلام ہی نہیں آبرو تک کا خدا سے دریغ کریں اور خود خلف رشید

حضرت امیر رضی اللہ عنہ سید الشہدا و شہید کربلا رضی اللہ عنہ جان نازنین کو نثار راہ خدا کر گئی اگر تقیہ سنت حضرت علی بلکہ فرض خداوندی تھا تو اس سے زیادہ اور کونسا موقع تقیہ کا ہوگا کہ تیس ہزار فوج جرار بر سر کارزار زن و فرزند ہمراہ ننگ و ناموس کا اندیشہ نہ کھانا نہ دانہ نہ پانی کا سامان نہ آڑ کے لیے کوئی مکان اور اس طرف سے فقط اتنی طلبگاری کہ بیعت یزید قبول کرلو پھر جہاں جی چاہے چلے جاؤ بڑے حیف کی بات ہے کہ جان و مال سب برباد گئی زن و فرزند پر جو کچھ گزری سب جانتے ہیں پھر تس پر خاتمہ ہوا تو یوں ہوا کہ فرض بغرض معمول اہل بیت پر عمل کیا بیگناہ ہونکو مفت میں ظالمین کے مظلمہ میں گرفتار کرکے انکا وبال نعوذ باللہ اپنی گردن پر لیا نعوذ باللہ اگر یہی تقیہ ہے تو ہم جانتے ہیں کہ یہ دوست بزار ہزار دشمن نسبت حضرت سید الشہدا نعوذ باللہ عقیدہ خسر الدنیا والآخرہ رکھتے ہیں پھر کہ ان الفاظ کو کہتے ہوے بھی ڈرتا ہی مگر خداوند عالم الغیب والشہادۃ خوب جانتا ہے میں تقیہ سے نہیں کہتا کہ یہ بٹ و کد بدولت حضرات مدعیان دروغ و رقم سے شیعہ کے ورنہ خاکپای غلامان اہلبیت ان حضرات کو اکابر اولیا اپنے دعوی و عقیدہ اور سر مخلصین و خلاصہ حسنین اور سید متقین اور سرحلقہ محبوبین سمجھتا ہے جانتا ہے وکلا جو طعنہ شیعہ دعوی دروغ ہوا **اقول** واقعی حضرت علی ایسے ہی تہے جیسے کہ اس روایت میں فرمایا ہی اور شجاعت انکی مشہور و معروف ہے اور وہ ایسے تہے کہ تن تنہا کفایت کرتے تہے اور ترقی اسلام اور کثرت مسلمانوں کی انکی ہی تصدق سے ہوئی ہی کہ بضرب ذوالفقار صفیں کفار کی الٹ دیں اور تقیہ انہوں نے کسی کے ڈر اور خوف سے نہیں کیا ہی کیا طاقت تہی کسیکی جو کوئی انکے آنکھ ملا سکتا ۔ سو انہوں نے تقیہ نہ تو اپنی جان کے خوف سے کیا نہ مال کے خوف سے نہ آبرو اور نہ ہرگز کسی خلافت کے خوف سے نہ اپنی تکلیف کے خوف سے بلکہ اسلام کے فاسد ہوجانے اور لوگوں کے مرتد اور ہلاک ہوجانیکے خوف سے صبر کرکے بیٹھ رہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ استیعاب میں لکھا ہی کہ حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت حق میرا ہی اور لوگوں نے ہمارے غیر کو خلیفہ کر دیا اور اگر میں چاہتا تو متغیر کر دیتا لیکن اسلام کے ہلاک ہوجانے اور کفر کے عود کرنیکے خوف سے صبر کرکے بیٹھ رہا اور لسان المیزان اور کتب دارقطنی میں لکھا ہی اور عقیلی میں روایت ہی کہ حضرت علی نے فرمایا کہ تینوں خلفا کے زمانہ میں خلافت حق میرا ہی تہا لیکن میں نے دیکھا کہ اگر میں اب کچھ کرتا ہوں تو لوگ مرتد ہو جائینگے اور بعضا بعضے کی گردن تلوار سے ماریگا اس سبب سے میں خاموش ہو بیٹھا اور اطاعت میں نے منظور کی اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہی کہ حضرت علی نے فرمایا کہ سلامتی مسلمانوں کی اسی میں ہے کہ میں تسلیم کروں اور اطاعت منظور کروں اگرچہ حیف میری ذات پر ہے سو واسطے حضرت علی صبر کرکے بیٹھ رہے اور کسی کے ڈر سے تقیہ نہیں کیا ہی اور رسول خدا صلعم کی وصیت تہی صبر کرنیکی چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم سب کچھ لکھ چکے ہیں اور موت کے اختیار میں ہونیکا بھی ہم جواب لکھ چکے کسی روایت سے کلینی کی یہ ثابت نہیں ہے کہ موت انکے اختیار میں تہی ورنہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہی اور نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہی تو بالکل جھوٹ لکھتا ہی اور علم ماکان و مایکون کا بھی ہم جواب مفصل لکھ چکے کہ جس چیز کا علم وہ چاہتے تہے تو خدا تعالی انکو تعلیم کر دیتا تہا اس طرح سے انکو علم ماکان و مایکون کا تہا نہ اس طرح سے کہ ہر چیز کا علم انکو ایسا ہو کہ جیسے خدا تعالی کو ہے اور انبیا علیہم السلام کو تقیہ کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اگر وہ تقیہ کریں تو فائدہ بعثت کا عبث ہوجاے اور احکام شرع کے خلقت کو کیونکر پہنچیں مگر جسوقت کہ تقیہ وصول حق کو مانع نہو اور اگر پہنچنا کسی حکم کا امام پر منحصر ہو تو اسمیں اسکو بھی تقیہ نہیں چاہئے اور اگر حضرت نوح اور ابراہیم و موسی وغیرہ انبیا علیہم السلام نے تکلیفیں اٹھائیں تو جواز تقیہ کو مانع نہیں ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کا تقیہ تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یکذب ابراہیم النبی قط الا ثلث کذبات اور بعد اسکے کذبوں کی تفصیل لکھی ہی اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی وعلی کل تقدیر فلم یصدر ذلک من ابراہیم یعنی اطلاق الکذب علی ذلک الا فی شدۃ الخوف لعلو مقامہ اور بعد اسکے لکھا ہی اگرچہ کذب فی نفسہ قبیح ہے لیکن کبھی حسن بھی ہوتا ہی اور حضرت موسی کے حال میں تفسیر بیضاوی میں تفسیر میں آیہ وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ کے لکھا ہی کہ فانہ علیہ السلام کان یعاشرہم بالتقیۃ اور خدا تعالی انکے قول کو بیان فرماتا ہی وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ اور فرماتا ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ اور حضرت زکریا اور یحیی وغیرہ انبیا علیہم السلام کو ہم لکھ چکے کہ انپر تقیہ تہا اور حضرت جرجیس پر جو انواع مصائب و آلام گزرے ہیں لیکن بعلت مذکورہ کی جہت سے انپر بھی تقیہ تہا اور امام بادی احکام شرع نہیں ہوتا ہی بلکہ جاری کرنیوالا ان احکام کا ہوتا ہی جو کہ پیغمبر نے پہنچائے ہیں اسواسطے اسکو تقیہ کرنا جائز بلکہ بعضی صورت میں واجب ہے اور اگر امام ہی کی جہت سے علم حاصل ہوتا ہی تو اسکو بھی تقیہ کرنا جائز نہیں ہی اور امام حسین علیہ السلام کو جو لکھا ہی کہ انہوں نے تقیہ نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مطلق اور سب حالات میں تقیہ نہیں ہے اور حضرت امام حسین کو کئی ہزار خطوط کوفیان غدار نے لکھے اور بڑی مضبوط عہد کیے اور معاہدے اتمام حجت کے کوفہ کو روانہ ہوے اور احکام خدا ظاہر پر محمول ہوتے ہیں اور جسوقت انکی بیوفائی ظاہر ہوئی تو ارادہ پھر جانیکا کیا اور چاہا کہ مدینہ یا کسی اور طرف کو چلا جاؤں تو حر راہ کی سد راہ ہوئی اور فوج یزید کثرت سے آپہنچی بجز لڑائی کے چارہ نہ دیکھا اور بیعت یزید کی اسواسطے اختیار نہ کی کہ بیعت واسطے محافظت جان کی ہوتی ہی اور حضرت امام حسین کو قرائن سے معلوم ہوگیا تھا کہ بیعت کا ایک بہانہ ہی اور یہ اپنے غدر سے باز نہ آئینگے کہ حضرت امام حسن نے باوجودیکہ معاویہ سے بیعت کرلی تہی اور خلافت سے دست بردار ہو کر معاویہ کے سپرد خلافت کر دیا تہا اور پہر معاویہ نے انکو زہر دلوایا اور جب وفات کی حضرت امام حسن کے خبر سنی تو تکبیریں کہیں اور سجدہ کیا جیسا کہ اہل سنت کی کتب تواریخ میں لکھا ہی اور علم امامت سے بھی ظاہر ہوگیا تہا پہر کسواسطے اس فاسق کی بیعت کرتے کہ ہمان آتش در کار موجود تہا کہ بیعت سے کچھ فائدہ نہوتا اور ایسے فاسق شرابخوار کی بیعت کرکے اسلام کو بٹا لگاتے اور قیامت تک بیعت کا ایک بہانہ تہا اور

مد نظر یزید کو کینہ کشی اور عداوت کا ظاہر کرنا تھا اگر حضرت امام حسینؓ کے ذمہ صرف بیعت نہ کرنے کا گناہ تھا تو انکو تو قتل کر ڈالا تھا اور عوض بنا لیلیا تھا لیکن انکی حرم محترم اور جناب سرور انبیاء صلعم کی نواسیوں کا کیا قصور تھا کہ انکا تہتک کیا اور سر برہنہ بازاروں میں اور شہروں میں پھرایا اور یزید نے اپنے دربار عام میں ان پردگیان عصمت اور طہارت کو سینکڑوں اہل دربار کے سامنے سر برہنہ کھڑا کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مونہوں پر رکھے ہوئے تھیں اور بال سروں کی بکھرے ہوئے تھے اور وہ چہرہ نورانی انکے غبار صحرا سے اٹے ہوئے تھے اور امام علیہ السلام کی نعش مبارک کو تو بے گور وکفن صحرا میں ڈالدیا اور گھوڑے اسپر دوڑا کر ہڈیوں کا چورا کر دیا اور سر مبارک انکا نیزہ پر چڑھا کر شہر شہر پھرایا اور یزید نے اپنے دربار میں سر مبارک کو طلب کر کے دہن مبارک کو چھڑی سی کھولا اور دانتوں پر لگاتا تھا اور ایسے ظلم کئے کہ آجتک کسی نے کسی پر ایسے ظلم نہیں کئے یہ کیا سزا بیعت کی نکرنے کی تھی یا عداوت دیرینہ تھی اور اشعار یزید کے مشہور و معروف ہیں کہ انمیں لکھا ہے کہ کہاں ہیں وہ اشیاخ مقتولان بدر و احد کہ میں نے انکے قاتل کی اولاد کو کیسا انتقام لیا ہے جب ایسا حال تھا اور حضرت امام حسینؑ پر بعضی وجوہ سے بیعت کا عبث ہونا واضح ہوگیا تھا تو وہ کیونکر بیعت کرتے اب تجھ کو بنظر غور تامل کرنا چاہئے کہ یہ فرض مفترض معمول بہ اہلبیت تھا اور بیعت مظلمہ میں گرفتار ہوئے مظلمہ میں تو اسوقت گرفتار ہوتے کہ ایسے فاسق متظاہر الفسق کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور جب وہ ایسے کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو وہ سند ہو جاتی لوگوں کو اور اسلام میں فسق و فجور پھیل جاتا اور ایسے بدکار کافر کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے سے جو مقتول ہوگئے تو درجات عالیات کو پہنچے اور اسی جگہ سے ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا ہے ؎ سر داد و داد دست در دست یزید ✦ حقا کہ بنای لا الہ است حسینؑ ✦ اور دوستی ہماری جیسی انکے ساتھ ہے تمام عالم جانتا ہے اور علامت دوستی کی یہ ہے کہ دوست کے کہنے پر چلے اور اسکی پیروی کرے اب منصف فرمائیں کہ پیروی انکی شیعہ کرتے ہیں یا سنی اور تجھ کو انکی مذمت کرنی منظور ہے اس پیرایہ میں جو لکھی اور جو کچھ تو غدر کرتا ہے اور اپنے تئیں دوستداران و غلامان اہل بیت میں سے کہتا ہے یہ دروغ اور تیرا فریب ہے اور دل میں تیری جو محبت ثلاثہ کی پلائی گئی ہے تو ہرگز تو اہل بیت کا دوست نہیں ہو سکتا اور تو فریبی ہے یہاں تو کہتا ہے کہ میں غلامان اہل بیت میں سے ہوں اور بعد اسکے فدک کی دعوی میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے خاطی لکھتا ہے ایک شخص فاسق کو مقابلہ میں اور اسکی طرف احتمال خطا کو روا نہیں کہتا ہے سو تیرا غلامان اہل بیت میں سے اپنے تئیں کہنا بالکل غلط ہے بلکہ غلامان خلفاء ثلاثہ اور معاویہ و عمرو عاص میں سے کہنا چاہئے اور شیعوں کی دوستی اہل بیت سے دروغ ہونی تو محال ہے کہ دوستی اہل بیت کی شیعہ کے مذہب کی حقیقت میں اصل ہے سنی جو دعوی اہل بیت کی دوستی کا کرتے ہیں جھوٹے ہیں مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی جب دیکھا کہ شیعوں کی مدح میں حدیثیں منقول ہوئی ہیں تو جھوٹا دعوی کر کے لکھا کہ شیعہ ہم ہیں بھلا کہیں سیاہی بھی سفیدی ہو سکتی ہے **قال الشیخ الاشعری** تیسری روایت راوندی کہ مقتدائے شیعہ اور شارح نہج البلاغت ہے کتاب خرائج الجرائح میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے ان علیا بلغہ عن عمر انہ ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرقات بساتین المدینۃ وفی ید علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک شیعتی فقال اربع علی صلعتک فقال علی انک لھھنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا ھی ثعبان کالبعیر فاغر فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبلعہ فقال عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لاعدت بعدھا فی شئ وجعل یتضرع الیہ فضرب یدہ الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ روایت بہت بڑی ہے کہاں تک نقل کروں انکے الفاظ بھی بہت ہیں بر حاصل معنی اسکا بیان کئے دیتا ہوں حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو یوں خبر پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعہ علی کو برا کہتے ہیں سو اتفاقات سے بعضے مدینہ کے باغوں کی راہ میں انکے سامنے آگئے حضرت علی نے فرمایا اے عمر مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا کہتا ہے عمر نے کہا میاں اپنی خیر مناؤ حضرت علی نے فرمایا تم اتنے ہوگئے پھر کمان کو جو زمین پر ڈالا تو ایک اژدہا تھا اونٹ کے برابر منہ کھولے ہوئے حضرت عمر کی طرف نگلنے کے ارادہ دوڑا عمر نے کہا خدا کے واسطے خدا کے واسطے اے ابو الحسن پھر ایسی بات نکہونگا اور لگے گڑگڑانے حضرت علی نے اس اژدہا کی طرف جو ہاتھ لگایا پھر وہی کمان کی کمان ہوگئی خیر عمر اپنے گھر چلے گئے اس روایت کو دیکھو تو تقیہ کی گردن ہی توڑ دی ضعیفوں اور اصحاب میں بڑی ہوم دہام حضرت عمر ہی کی تھی اور سنی بھی انہیں کی شوکت اور دبدبہ کو بہت زبان پر لایا کرتے ہیں سو جب انکا یہ حال ہو کہ ایک کرشمہ سی انکو ڈرا دیا اور وہ بیچارے تو فقط اشارے کے تھے اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت امیر کا سکوت جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے افعال اور حرکات پر تھا یہاں تک کہ غصب فدک دیکھا کئے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا اور ان سے بیعت کر لی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے یہ سب بوجہ سہانیت تھا نہ بوجہ تقیہ ورنہ اس اور قدرت اور اس کرامت کا آدمی اور کون تھا جو ان سے اندیشہ یا ہراس ہوتا اور اگر بالفرض زور اور بل و یہ قدرت خداداد کسی میں ہوتی بھی تب غصب دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہوتا اہل ہند جو تمام ولایتوں کی لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں انمیں کا بہنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیدیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالہ کر دیا اب بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادی بھی پھر صاحبزادی نہیں بھی ایک وہ تھی کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا اور تسپر تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سفاک نے حرم محترم اور زنان اہل بیت کی طرف جانیکا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا تھا انکو تو شہادت نامہ کربلا ہر بھی ہو گا لکھنے کی کیا حاجت بالجملہ روایات شیعہ خود تقیہ کے جڑ اکھاڑتی ہیں فقط سنیوں ہی کا قصور نہیں اور آگے اور لکھنا ہمیں ضرور نہیں کہ بحمد اللہ

پس قلان مصنف کسکو یہہ بھی بہت ہے، **اقول** اگر یہہ روایت معتبر ہے تو کیا مضایقہ ہے خدا تعالی نے اُنکو سب طرحکی کمالات بخشی تھے لیکن اس سے اُنکے تقیہ کرنے نہیں توڑتی
اور سُنا سکو باطل کیا ہے کہ تقیہ اُنہوں نے کسیکے خوف سے اور کسی آدمی کے ڈر سے نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھہ چکے بلکہ موافق وصیت رسول خدا صلعم کی وہ لوگوں کے مرتد ہو جانیکے
اندیشے سے اور وہ غاصبان حقوق سے دبے ہوئے اور ڈرے ہوئے نہ تھے اور یہہ بھی ایک کرشمہ تھا کہ جو دکھلا دیا تاکہ معلوم ہو کہ انمیں سب طرحکی قدرت ہے اور خاموشی کسی مصلحت سے ہو رہی ہے بلکہ
ایکمرتبہ عمر کو پکڑ کر اُٹھا لیا اور کہا کہ اے پسر صہاک حبشیہ تیرا کیا مقدور ہے کہ جو تو مجھہ سے اسطرح سے پیش آتا اگر وصیت رسول خدا صلعم کے مجھکو نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور اگر ابوبکر اور عمر کے افعال
اور حرکات پر سکوت تھا تو اُسی مصلحت مذکورہ کی جہت سے تھا اور امر اہم تو خلافت تھی کہ مدار ہدایت و ضلالت کا اُسپر تھا جب اُسپر ہی صبر کیا تو فدک تو فوائد دنیا میں سے تھا سو اُسمیں ابوبکر اور عمر کو
کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہی تھے اور شوکت عمر کی کیا تھی اور کیا ہو وہ اُمم انکی اصحاب میں تھی بلکہ بڑے بد مزاج اور فظ غلیظ تھے اور اسیواسطے لوگ اُنکی خلافت کو قبول نہیں
کرتے تھے اور ابوبکر سے کہتے تھے کہ تو کیا کہیگا اپنے پروردگار سے جسوقت کہ وہ تجھہ سے عمر کے خلیفہ کرنیکو پوچھیگا چنانچہ ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ دخل ناس من الصحابۃ فدخلوا علی ابی بکر
لما بلغہم من استخلافہ عمر فقال لہ القائل منہم ما انت قائل لربک اذا سالک عن استخلافک عمر علینا وقد ترے غلظتہ اور اُس قائل کو تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر تھے
اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ وہ علی مرتضے اور طلحہ تھے اور اسکی قریب ترمذی اور مستدرک میں لکھا ہے سو لوگ اُنکی بد مزاجی سے ڈرتے تھے اور اُنکی فظ غلیظ ہونیکی وہم و اوہام تھی اور ترمذی میں
لکھا ہے کہ لوگوں نے کہا اگر تو ایسے فظ غلیظ کو خلیفہ کریگا تو وہ فظ اور غلیظ ہو جائیگا اور نکاح اپنی بیٹی کا عمر سے حضرت علی نے ہرگز نہیں کیا ہے بلکہ وہ ابوبکر کی بیٹی تھے اسمار کے شکم سے اور اگر
بالفرض بیعت بھی کی ہے تو اُسی مصلحت سے اور اگر نماز اُنکے پیچھے پڑھی ہے تو اُسی مصلحت سے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے
کہ میری سنت اور ہدایت پر نہونگے حذیفہ نے پوچھا کہ پھر میں کیا کروں فرمایا کہ اطاعت اُنکی کر اگرچہ مال تیرا لوٹا جائے اور پشت تیری زخمی کیجائے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ و یجوز تقلید
القضاء من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلدوہ من معاویۃ وکان الحق بید علی اور بوجہ حمایت انمیں سے کوئی بھی امر نہ تھا اور اگر تقیہ تھا تو اُس مصلحت سے تھا نہ کسی آدمی کے ڈر سے
اور زور اور قدرت اگرچہ سب کچھہ تھا لیکن منع اور قدرت تصرف کرنیکا حکم نتھا اور غصب اُنکی دختر کا تو وقوع ہی میں نہیں آیا اور یہہ بھی تیری ہی کتاب فتح الباری میں لکھا ہے کہ علی کو
مضطر کرکے اُنکی دختر سے نکاح کیا اور بعد اسکے ہم مفصل انشاء اللہ تعالی خلد کے جواب کے رد میں لکھینگے اور ہمارے یہاں جو غصب لکھا ہے تو وہ اُسے کلثوم دختر اسمار کے مقدمہ میں لکھا
ہے کہ وہ بھی علی کی دختر کہلاتی تھی چنانچہ معلوم ہوگا اور زوجہ عمر دختر فاطمہ زہرا ہرگز نتھے اسواسطے کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں
کہ زید بیٹا عمر کا کسی خانہ جنگی میں مارا گیا اور اُسی روز اُسکی ماں کا انتقال ہوا دونوں کے جنازہ پر امام حسین نے اور ابن عمر نے نماز پڑھی سو وہ دختر فاطمہ خواہر امام حسین کیونکر
ہو سکتی ہے کہ جو ام کلثوم کہ خواہر امام حسین تھی وہ تو کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ تھی اور امام حسین کے بعد مدت تک زندہ رہی اور اُنکے حال کے مرثیہ کہے اتنا اور دختر ابوبکر کا نام
ایک جو تھا تو اتحاد نام کی جہت سے اور اس جہت سے کہ وہ بھی حضرت علی ہی کے گھر میں تھی اور اُنکی دختر کہلاتی تھی کہ اُنکی زوجہ کی بیٹی تھی لوگوں نے واسطے فضیلت عمر کے
دختر فاطمہ زہرا مقرر کردی اور بہت سی روایتیں اس مقدمہ میں وضع کیں اور غصب کا ظاہر ہونا تو تیری روایت سے بھی ثابت ہے سو تجھکو بھی کہہ سکتے ہیں کہ علی نے باوجود اس
شجاعت کے کہ ہونگی اور بیچارہ بھی اس بغیرتی کو گوارا نکری مضطر اور ناچار ہوکر اپنی دختر عمر کو دی مگر فرق اسقدر ہے کہ تم فاطمہ زہرا کی دختر کو کہتے ہو اور ہم اسمار کی دختر کو کہتے ہیں
اور حضرت علی کے نطفہ سے تو وہ تھی ہی نہیں ہمارے نزدیک تاکہ طعن اُسکا ہمپر وارد ہو کہ آپ ہی دیکھتے رہے اور صاحبزادی بھی دیکھتے رہے اور دونو میں ایک تو وہ تھی کہ جسنے تیس
ہزار کا مقابلہ کیا تھا اور مفصل اسکا جواب انشاء اللہ تعالی بعد اسکے آئیگا اور تقیہ کی خبر کسی روایت نے نہیں اُٹھا دی ہے اور تقیہ ثابت ہے فریقین کی کتابوں سے اور سنی خود
روایتیں تقیہ کرنیکی لکھتے ہیں کہ کئی روایتیں پہلے اس سے اُنکی کتابوں سے ہم لکھہ چکے ہیں اور جو کچھہ تو نے لکھا ہے ہمنے اُسکو باطل کر دیا ہے **قال الشیخ الاشعری**
مگر بنظر اتمام حجت اور مزید توضیح یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقل اور نقل اور عرف سے بھی اس بات میں استفتا کیجے تاکہ شیعونکی آنکھیں تو کھلیں کہ ہم کس خواب خرگوش میں ہو رہے
ہیں جناب من عقل کی رو سے دیکھیے تو پیغمبروں اور اماموں کا تقیہ ایسا ہی جیسے کسی معلم کو لڑکوں کے پڑھانے اور تادیب کے لیے نوکر رکھا جائے اور وہ معلم تعلیم و تادیب در کنار
اُلٹا لڑکونکے ہمرنگ ہوکر گیند بلا یا گلی ڈنڈا کھیلنے لگے اور پیغمبروں اور اماموں کے لیے خدا کی طرف سے تقیہ کا فرض ہونا ایسا ہی ہے اور جیسا معلم اور موجب اہل کتب حکم دے
کہ پڑھائی پر جانے کہ تمہاری اور لڑکونکی سوہبہ سے کوئی لفظ نکل لے خبردار ہے یا انکو نا اور اُنکی تادیب میں تقصیر نہو لیکن جس طرح سے لڑکے چاہیں سر مو اُس میں تفاوت نہو
نہ اُنکو ڈرائیو نہ مارئیو نہ اپنی طرف سے کچھہ کہیو بلکہ وہ کھیلیں تو اُنکے ساتھہ کھیلنے لگیو اب اہل انصاف انصاف فرمائیں کہ یہہ بات کچھہ عقل کی ہے اور اسمیں اور پیغمبروں اور اماموں کے
تقیہ میں کیا فرق ہے اور پھر تقیہ بھی اتنا کچھہ کہ دین برباد ہوگیا تمام اُمت محمدی گمراہ ہوگئی پر اپنا ننگ و ناموس جاتا رہا پر چاہیے زبان سے کلمۃ الحق نکلا اسکی نوبت نہ آئی
کھل کھیلنا تو کجا اور پھر باینہمہ حضرات شیعہ معتقد اس بات کے ہیں کہ دین شیعہ عین مطابق عقل ہے اور کیونکر نہو خدا وند کریم تو اُنکے اعتقادات کے بار بنہمہ خداوندی مع
اور احکم الحاکمین ہونیکے محکوم عقل ہے اور عقل کی اطاعت اُسکے ذمہ فرض ہے واہ سبحان اللہ کیا خدا کی قدر دانی ہے جب خدا کے ساتھہ یہہ معاملہ ہے تو کسیکا کیا شکایت اول

خدا کو محکوم بنایا اور اُسکے احکم الحاکمین ہونے سے جو کلام اللہ میں بعینہ انہیں الفاظ سے مذکور ہی ہاتھ اُٹھایا دوسرا ایسا خلاف عقل حکم اُسکے نام لگایا کہ جس سے بزعم خود نعوذ باللہ
خدا کو گنہگار اور تارک فرض ٹہیرایا تعالی اللہ عن ہذہ العیوب علوا کبیرا **اقول** تو کیا حجت تمام کریگا تیری سب حجت باطل ہی اور عقل کے اور نقل کے اور عرف کے سب کی رو سے
محافظت جان کی واجب ہے اور یہی تقیہ ہی اور خواب خرگوش میں تم مدہوش ہو کہ تمہاری کتابوں میں سے تقیہ کرنا ثابت ہی اور پہر تم انکار کرتے ہو اور پیغمبروں پر تو ہم تقیہ کہتے ہی نہیں ہیں
مگر تمہاری کتابوں سے پیغمبروں کا بہی تقیہ کرنا ثابت ہی چنانچہ ہم لکھ چکے اور امام پر بہی تقیہ اُسوقت ہی کہ جسوقت ساری احکام لوگوں کو پہنچ گئی ہوں اور امام سے کسی حکم کے حاصل کرنیکی
احتیاج نرہی ہو اور بعضا حکم ایسا ہو کہ وہ امام ہی کی جہت سے حاصل ہوتا ہے تو اُسمیں امام کو بہی تقیہ نہیں چاہیے اس صورت میں مثال تیری معلم کی اور لڑکونکی باطل ہوئی کہ یہاں
یہ صورت ہے نہیں ہی یہ تو جب ہو کہ جسوقت سارے احکام تقیہ کی راہ سے خلاف حق کے لوگوں کو پہنچائے یا بعضے احکام کہ جو وہ نہیں پہنچے ہیں اور امام ہی کی جہت سے وہ پہنچ سکتے ہیں اُن احکام
کو تقیہ سے خلاف حق کے بیان کرے سو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اُن احکام میں ہمارے نزدیک امام پر تقیہ نہیں ہے اور اگر تقیہ ہی تو اُن احکام میں ہے کہ جو پہلے پہنچ لیے ہیں اور اب واسطے محافظت جان اپنی کے مطابق
وصی دشمن کی بیان کریں سو تقیہ اور ہی اور مثال معلم اور لڑکوں کی اور ہی اور مثال معلم اور لڑکونکی تو البتہ عقل کی بات نہیں ہے لیکن تقیہ موافق عقل کے ہی اور اگر تقیہ تھا تو بعضے امور
میں ہوا ہی نہ کل شرایع دین میں تا کہ دین برباد ہو گیا ہو اور دیکھ لے باوجود تقیہ بعض امور کے دین حق جو ہے وہ چلا آتا ہی اور برباد ہو گیا مذہب اہل سنت کا ابو حنیفہ کی پیروی میں
کہ جسکو امام غزالی منخول میں لکھتے ہیں کہ وہ گمراہ تھا اور لکھا ہی کہ ابو حنیفہ نے شریعت کو منقلب کر دیا اور الٹ پلٹ دیا اور تاریخ بغداد میں لکھا ہی ابو حنیفہ کو کہ ایسے خلقت اشر کوئی پیدا نہیں
ہوئی اہ بننگ و نام جناب رسول خدا صلعم کا تم نے باقی نہیں رکھا ہی کہ اُنکی زوجہ عائشہ کو تہمت زنا کی لگائی چنانچہ سورہ نور کی تفسیر میں موجود ہی اور رسول خدا صلعم پر تہمت کی کہ وہ اپنی
زوجہ عائشہ کو حبشی مردوں نامحرموں سنڈے مردوں کا ناچ دکہانے کو لیگئے انہی کا مذہب پر سوار کرکے اور کلمہ حق ہمارے اماموں سے ہمیشہ نکلتا رہا ہی جسکا یہ بیان ہی کہ جو ہماری
کتابوں میں موجود ہی اور بعضے وقت اگر خوف سے دشمنان دین کے واسطے حفاظت جان و آبرو کے تقیہ کیا تو وہ کلمہ حق کا مضر نہیں ہے کہ کلمہ حق پہلے ہی سے معلوم ہی اور
اگر جناب رسول خدا صلعم اکثر کلمات ہدایت بیان کرتے تہی تو بعضے وقت یہ بہی کہتے تہی کہ لکم دینکم ولی دین اور حال یہ ہے کہ ابتدائی اُنکے دین کے مٹانیکو اور جبتک مکہ معظمہ
میں ہی کُہل کہیلنا نصیب ہی نہوا اور کفار کے خوف سے نماز کو پوشیدہ خانہ ارقم میں پڑھا کرتے چنانچہ انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ خمیس میں معالم التنزیل سے
لکھا ہی کہ ولما کثر انواع الاذی من المشرکین استتر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اصحابہ فی دار الارقم یعنی اور جسوقت بہت ہوے انواع اذیت
مشرکوں سے تو مخفی ہوے رسول خدا صلعم مع اصحاب اپنے کے خانہ ارقم میں اور کُہل کہیلنا تو کہاں اور جب روپوش ہو گئے تو اظہار حق علانیہ کہاں باقی رہا اور یہی مواہب
لدنیہ میں اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی کہ جبتک آیت فاصدع بما تؤمر نازل نہیں ہوئی تہی تو پوشیدہ رہتی تہی اور تفسیر کبیر کی یہ عبارت ہی قالوا وما زال النبی مستخفیا
حتے نزلت ہذہ الآیۃ اور دین شیعہ کے مطابق عقل ہونے میں کیا شبہ ہی لیکن تو جسطرح سے بیان کرتا ہی وہ بات ہم ہی نہیں ہی اور خدا تعالی کو محکوم عقل کون کہتا ہی بلکہ
یہ کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ خدا ایسا ہو اور ہم جسطرح سے کہتے ہیں تم بہی اُسی طرح درست جانتے ہو گو زبان سے نکہو ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالی پر ایفائے وعدہ واجب ہے کہ عقل
یہی تقاضا کرتی ہی اور جو نہیں تو خدا تعالی کی ذات پر کذب لازم آئے اور عقل حکم کرتی ہی کہ افعال خدا تعالی کے مطابق اُسکے علم کے صادر ہوں ورنہ جہل خدا تعالی کا
لازم آئے سو ہماری عقل یہ تجویز کرتی ہی اور انحراف اس سے تم بہی نہیں کر سکتے ہو اسمیں محکوم ہونا عقل کا کیا ہوا کیا ہماری عقل کے حکم کرنے سے وہ ایسا ہی اور اسمیں عقل
کی اطاعت سے کیا واسطہ ہی کہ وہ ہماری عقل کے تجویز کا مکلف ہی کہ ہماری عقل کی تجویز کی پیروی کرے بلکہ وہ تو ایسا ہی ہی فی نفسہ نہ کہ ہماری عقل کے حکم کرنے سے اور ہماری
عقل نے اُسکو محکوم نہیں بنایا ہی اور فی نفسہ وہ ایسا ہی ہی لیکن ہماری عقل بہی حکم کرتی ہی کہ وہ ایسا ہی ہو اور جو کچھ حکم لگایا ہی وہ موافق عقل کے ہی خلاف عقل نہیں ہے
اور گنہگار ہونا تو اُسوقت لازم آئے کہ وہ تارک ہو سکتا ہو ترک تو اُسکا اُس سے ممکن ہی نہیں ہے جیسے کہ علم اور قدرت کا منفک ہونا خدا تعالی سے ممکن نہیں ہی لیکن اُسکو
اپنے مذہب کی خبر ہی نہیں ہی امام رازی تفسیر کبیر میں آیت یَا اَھلَ الکِتَابِ قَد جَاءَکُم رَسُولُنَا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وجب علی کرمہ ورحمتہ ان یبعث الرسل
الیہم لیکن یہ فرقہ اشعریہ لا شعوریہ عقل سے جو بہرہ نہیں رکھتے ہیں ان باریکیوں کو نہیں پہنچتے ہیں اور بے شعوری کی سی باتیں کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ واجب ہے
خدا تعالی پر کہ انبیاء علیہم السلام وغیرہم بندگان صالحین کو کہ طرفۃ العین جنہوں نے گناہ نکیا ہو بہشت میں داخل کرے اور یہ کہتے ہیں کہ اختیار ہے چاہے دوزخ
میں ڈالدے اور اُس وجوب کی لم کو تو سمجھتے نہیں ہیں کہ اُسکے ترک میں کیا قباحت ہی اور بسبب بے وقوفی کے کہنے لگتے ہیں کہ خدا کو محکوم عقل کا ٹہیرایا اور اُسکے ذمہ
فرض کیا بہلا ہمارے فرض کرنے سے فرض ہوتا ہی ہماری عقل تو تجویز کرتی ہی **قال الشیخ الاشعری** اور از روے نقل تقیہ کا حال پوچھیے تو پہر سنیگے نون آیتیں
ایسی تقیہ کی برائی پر جیسے حضرات شیعہ آپ کرتے ہیں اور اماموں کے ذمہ لگاتے ہیں دلالت کرتے ہیں بلکہ اُلٹے تقیہ نکرنیکی خوبیاں کلام اللہ سے جتنی چاہو

نکالیں تو یہانتک کہ جان کے جانیکے وقت بھی تقیہ کرنے کی بیہودگی کلام اللہ سے ثابت ہوتی ہے کلام اللہ کوئی عنقا چیز نہیں جو نقلی اگر شیعوں کو بوجہ یاد نہو تو
کلام اللہ کے میری طرح جعل کا احتمال ہو تو مطابق کر دیکھیں کہ کلام اللہ میں سورہ بقر میں دوسری سیپارہ میں نصف سے کچھ بعد یہ آیت ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ ۝
یعنی کیا تمکو اے مسلمانوں یہ گمان ہوگا کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ اور تمپر وہ حالت نگذری ہو جو پہلوں پر گزری کہ انکو شدت کا خوف اور تکلیفیں پیش آئیں
اور جھڑ جھڑائے گئے یہانتک کہ رسول اور جو اُسکے ساتھ ایمان دار تھے گھبرا کر یوں کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب ہوگی سو خبردار ہو اللہ کی مدد قریب لگی ہوئی ہے اور اس
آیت کو بھی دیکھیں سورہ آل عمران چوتھے سیپارہ میں ما بین ربع اور نصف کے یہ آیت ہے وَكَاَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا اَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ یعنی بہت سے نبی ہوئے ہیں جنکی ساتھ میں ہو کر بہت اللہ والے دشمنوں سے لڑے ہیں سو جہادوں میں
جو انکو انہیں تکلیفیں پیش آئیں تو ان تکلیفوں کے سبب سے وہ کچھ ڈھیلے ہوئے نہ سست ہوئے نہ کفار سے کچھ دب نکلے اور اللہ صابروں سے محبت رکھتا ہے ان دونوں آیتوں کو خدارا بنظر غور
اور بچشم انصاف دیکھئے اور بے رو رعایت فرمائیے کہ مرضی جناب باری کس طرف ہے در صورتیکہ عوام مومنین کے حق میں یوں کہا جائے تو امام اور پیغمبر تو امام اور پیغمبر ہیں وہ تو دین کی باتوں میں عوام سے بڑھ کر
ہوتے ہیں پہلی آیت کی رو سے تو تقیہ کی صورت میں جنت کی امید ہی منقطع ہے پھر اس سے زیادہ تقیہ کو اور کیونکر دفع کرینگے باقی سو بیکسی اور بے بسی کا عذر ہو تو جناب باریتعالےٰ
نے پہلے اُسکا دفعیہ فرما دیا ہے اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ یعنی گھبراؤ مت ہماری مدد پاس ہی لگی ہوئی ہے اور دوسری آیت میں تقیہ تو تقیہ کفار کی خوف سے سست ہو جانے اور ضعیف ہو جانے
پر تنبیہ کرتے ہیں کیونکہ تقیہ کی برائی کی طرف اشارہ ما استکانوا میں آگیا تھا اس لئے کہ اسکے معنی یہی ہیں ان لوگوں نے کفار کے آگے باوجود تکلفات کے پھر ظاہر کی چاپلوسی نکی
اور یہی تقیہ ہے تقیہ کیے اور کیا سر سنگ ہیں پھر وجہ جو باتیں اور فرمائیں کہ نہ سست ہوئے اور نہ ضعیف ہوئے تقیہ سے دو نمبر اور اُدھر کو کھینچا ہے تاکہ اس سے دور رہیں اور اسمیں گرفتار نہو جائیں
سبحان اللہ خدا بھی کیا منتظم اور مدبر ہے یہ وہی قصہ ہے مرگ گیر تا بہ تب راضی شود **اقول** نقل سے تو تمنے کیا ثابت کیا ہے جو نقل سے ثابت کروگے اور پہلے سے جو علماء اہل سنت تقیہ
کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے کیا اُنکو ان آیتوں کی خبر نہ تھی ابن عباس نے عول کے مسئلہ میں تقیہ کیا عمر کے خوف سے چنانچہ فرائض شریفی میں اور احیاء علوم میں لکھا
ہے وہ تو بڑے مفسر تھے انہوں نے کیوں تقیہ کیا اُنکو ان آیتوں کی کیا خبر نہ تھی اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ سات علماء ثقین نے مامون کے سامنے تقیہ کیا کیا وہ آیات قرآنیہ سے واقف
نہ تھے اور یہ دو آیتیں جو لکھی ہیں ابطال تقیہ میں ان دونوں کو تقیہ کے ابطال میں کچھ بھی مس نہیں ہے پہلی آیت کا تو یہ مضمون ہے کہ کیا گمان کیا ہے تمنے اے مومنین کہ داخل ہو
تم بہشت میں کفار کے ہاتھ سے ایذا پانیکی جہت سے اور ابھی نہیں آیا ہے تم پر حال ان لوگوں کا کہ گزری ہیں پہلے تم سے انبیاء اور مومنین کہ پہنچتی تھی انکو سختی اور بیماری اور ڈگمگا
گئے تھے وہ بلاؤں کی کثرت سے یہانتک کہ کہتا تھا پیغمبر اور جو لوگ کہ ایمان لائے تھے ہمراہ اسکے کہ کب ہوگی مدد خدا کی سو اسمیں بلاؤں اور سختیوں کا ذکر ہے کہ جو خدا کی طرف سے انکو
پہنچتی تھی یہانتک کہ کثرت سے بلاؤں کے قدم انکے متزلزل ہوگئے اور زلزلوا کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلائیں اور بیماریاں اور گرسنگی انپر کثرت سے تھی جس سے گھبرا گئے سو یہاں
تقیہ کی کون صورت ہے اور کس سے تقیہ کرتے اور اگر ان سختیوں میں سے کفار کے ایذا پہنچانیکی بھی سختی تھی تو چند روز کی سختی تھی جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کی سختی مکہ معظمہ میں تھی
آخر کو منصور اور مظفر ہوگئے اور بہر وجہ پہلے لوگ تو مع پیغمبر کی ایک جماعت تھے اور پیغمبر کو تقیہ جائز نہیں چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب مع پیغمبر کی کثرت سے ہوئی تو تقیہ کی کون صورت
ہے اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کا یہ حال تھا کہ حضرت علی نے تو پہلی خوف سے تو تقیہ کیا ہی نہیں چنانچہ ہم لکھ چکے کہ وہ ایک مصلحت تھی اور باقی کی ائمہ بعد امام حسین علیہ السلام
کے ہمیشہ بے یار و مددگار رہے ہیں کہ کسی نے انکا ساتھ نہ دیا اور بعضے قید کے صدمے اٹھاتے تھے اور بعضے اور طرح ظالموں کے ہاتھ سے آزار پاتے تھے اور خوف جان سے تقیہ کرتے تھے
اور پھر بھی انکو نہ چھوڑا آخر کو زہر دلوا کر شہید کروایا اور ایسا ہی حال دوسری آیت کا ہے کہ اس میں لڑنا جماعت کثیر کا ہے کہ جو راہ خدا میں جہاد کرتے تھے اور جہاد میں تکلیفیں
ہوتی ہی ہیں کہ مقتول بھی ہوتے ہیں اور مجروح بھی ہوتے ہیں اور جب بقدر کثرت سے تھے وہ کفار پر جہاد کرتے تھے تو انکی واسطے تقیہ کی کون صورت تھی اور یہ تو تقیہ حرام
تھا اور کیوں وہ کفار سے دبتے اور انکی خوشامد کرتے اور ائمہ علیہم السلام کے پاس نہ تھی جمعیت تھی اور جو چند آدمی انکی شیعوں میں سے ہوتے تھے اور انکے پاس آمد و رفت رکھتے
تھے ظالموں نے ایسا انتظام کیا تھا کہ انکی بھی نگرانی حال رہتی تھی اسواسطے وہ خود بھی ڈرے ہوئے تھے اور اپنی حفاظت کا انکو خیال رہتا تھا جیسے رسول خدا صلعم جب تک
مکہ معظمہ میں رہے تو یہی حال تھا کہ کفار کے خوف سے چھپکر نماز پڑھتے تھے ارقم کے گھر میں اور جسقدر حضرت کے ہمراہ جماعت مومنین تھی کسی امام کے ہمراہ اسقدر بھی نہوتی تھی لیکن
حضرت صلعم کے ہمراہ جو تھی وہ بھی جہاد کے واسطے کافی نہوئی آخر کو حکم ہجرت کا ہوا اسواسطے بعضے وقت میں اتفاقیہ نہ کہ ہمیشہ خوف سے حاکم ظالم کے کہ کوئی آزار انکو یا انکے شیعہ کو
نہ پہنچے تقیہ بھی کبھی کر لیتے تھے سو یہ بحکم خدا تھا کہ فرماتا ہے خداوند وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور مرضی جناب باری اگر تقیہ کی طرف نہیں ہے تو اسوقت ہی کہ جب

جماعت کثیر قابل جہاد کرنیکے ہو کہ ایک دو آدمی اور وہ ایک جماعت تھی اور امام اگر تنہا اور بے یار و مددگار ہو تو وہ کیا کرے اور امام تو درکنار حضرت ابراہیم پیغمبر نے اُس بادشاہ ظالم کے خوف سے تین جھوٹ بولے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ہم لکھ چکے اور پہلی آیت سے حجت کی اُمید تقیہ کرنے سے ہرگز منقطع نہیں ہوئی چنانچہ ہم لکھ چکے اور دوسری آیت میں جماعت کثیر کا حال ہے کہ وہ جہاد کرنیوالی تھے اور ایسی جماعت کو تقیہ کرنا حرام ہے اور اسیواسطے مالکم لاتقاتلون کے لفظ میں اشارہ تقیہ کی برائی کا ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن افسوس ہے شیعونکی بھی ہٹ دھرمی پر کہ تپ پر بھی راضی نہیں مجھے موت تو درکنار اور کیوں راضی ہوں جہاد کو کیوں سر دھرئے اور جہاد تو جب ہو گا جب سنیونکے گھرونکی پلاو اور قورمی کیوں اپنے ہاتھ سے کھوئے اور کیوں اُنکی تیر ملامت کے نشانے ہو کر اپنی نصیبوں کو روئے نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمندان نیست **اقول** شیعوں کو ہٹ دھرمی کیوں ہو تقیہ پر کہ جب تقیہ فریقین کی کتابوں سے ثابت ہوا اور سنی کونسا جہاد کرتے ہیں غدر میں انگریزوں نے مسجدیں ڈہائیں اور قرانوں کی بے ادبی کی کہ مثل اینٹ اور پتھر کے انکو پھینکتے تھے اور مومنین بے گناہونکو پھانسیاں دیتی تھے لیکن اہل سنت تقیہ کرکے بیٹھ رہے اور کسی نے بھی اُن سے انتقام نہ لیا اور ہمپر تقیہ کا طعن کرتے ہیں اور سنیونکی پلاؤ اور قورمی کون شیعہ کہاتا ہے تقیہ کیا کہانیکے واسطے ہوتا ہے شیعونکی یہ عادت نہیں ہے کہ تقیہ کرکے کسی سنی کے دسترخوان پر جا بیٹھیں اہل سنت کی البتہ یہ عادت ہے کہ حضرت عباس کی حاضری ہوتی ہے تو وہ بھی موجود ہو جاتے ہیں دہلی میں نواب حامد علیخاں صاحب مرحوم کے مکان پر جب حاضری ہوتی تھی تو بڑی بڑی لمبی داڑھی والی سنی موجود ہوتے تھے اور باقر خانی شیرمال چٹ کرتے تھے اور خوب تبرا سنتے تھے اور یہ بات اپنی آنکھوں کی دیکھی ہوئی ہے تف ہے ایسی سنیت پر کہ اپنی بزرگوں کی لعن واسطے ایک روٹی کی اپنی کانوں سے سنیں موافق مذہب اہل سنت کے جنت گئی بلا سے گئی نقد را بنسیہ گزاشتن کار خردمندان نیست **قال الشیخ الاشعری** اور میں نے جو یہ عرض کیا کہ اس آیت میں تقیہ وغیرہ سے روکتے ہیں ہر چند اہل فہم کے نزدیک محتاج بیان نہیں لیکن باندیشہ خوش فہمی شیعہ گزارش ہی لازم ہے اس آیت کے سیاق سباق سے واضح ہے جسے تامل ہو دیکھلے کہ جناب باری تعالی اس اُمت کی لوگونکو خاصکر صحابہ کو پہلی اُمتوں کے حال سنا سنا کر سست ہونے اور ضعیف ہونے اور تقیہ کرنے سے روکتی ہیں اب اہل انصاف سے التماس ہے کہ باوجود ان تنبیہات کے اگر کوئی نمانے اُسکو کیا کہئے وہ ناکارہ لوگوں میں سے ہوگا یا عمدہ اور عمدہ بھی اسقدر کہ مستحق ثواب ہو جیسا اہل تقیہ فرماتے ہیں حق تو یوں ہے کہ تقیہ والے مورد عتاب ہیں چنانچہ ان آیات سے ظاہر باہر ہے اور ثواب کجا **اقول** یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اُسوقت نازل ہوئی ہیں کہ جب جنگ بدر اور جنگ احد سے فراغت ہو گئی تھے اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تھی اور جہاد کرنیکی تاکید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں کیا یہ جماعت کثیر تقیہ کرتی کیسا عقل کا دشمن ہے کہ دیوانونکی سی باتیں کرتا ہے اری ہجرت سے پہلے ایسی آیتیں کیوں نازل ہوئیں اور صحابہ کو پہلی لوگونکی سست ہونیکی باتیں کیوں نہ دلائیں کہ صحابہ چھپتے پھرتے تھے اور اب اسواسطے یاد دلائی کہ باوجود کثرت کے وہ جہاد میں سستی کیا کرتے تھے اور مثل ثلثہ اور طلحہ اور زبیر اور ابو عبیدہ وغیرہ کے رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہادوں میں سے بھاگتے تھے جانونکو اپنی بچا کر اور ایسے وقت میں تقیہ کیا کرتے ڈوب پڑ گئی جو ایسے وقت میں بھی تقیہ کرتے اری تقیہ واسطے دو چار ضعیفوں ناتوانوں کیواسطے ہوتا ہے یا فوجوں کیواسطے اور پھر انصاف چاہتا ہے او شیعہ تو ایسے مقام میں ثلثہ تقیہ کرنیوالے کو مورد عتاب جانتے ہیں او تو کیا کہتا ہے ہم پہلے ہی کہتے ہیں کہ تقیہ بے مقام اور بے موقع پر درست نہیں ہے بلکہ بعضی جگہہ واجب ہے اور بعضی جگہہ جائز ہے **قال الشیخ الاشعری** اور تقیہ کرکے منصب پیغمبری اور مرتبہ امامت پر مامور ہونا تو درکنار ویسی بھی خبر نہیں خاصکر ایسے تقیہ کے ساتھ کہ بزعم شیعہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ کرتے تھے کہ صحابہ ملعونین کے ساتھ کہ جو اُنکی عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ ابلیس سے بھی بڑہ کر تھے چنانچہ اسکی طرف اشارہ ہو چکا ہمیشہ ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے اور ہمیشہ اُنکی رضاجوئی میں عمر عزیز کو بسر کیا خداوند کریم تو ارشاد فرماتا ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو بعد حق و ناحق کے معلوم کرنیکے اُنکی خواہشوں کے موافق کچھ بھی کریگا تو تیرا کہیں ٹھکانا نہیں کوئی تیرا دوست نہیں جو تیرا ساتھ دے سکے گا نہ کوئی تیری مدد کرنیوالا جو خدا سے بچا لیگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باینہمہ ممانعت و تہدید پھر بھی اُنکی دلجوئی سے باز نہ آئے خدا کی خواہش پر اُنکی خواہش کو مقدم رکھا **اقول** پیغمبر پر تو ہمارے نزدیک تقیہ ہی نہیں ہے اور اگر حکم کا معلوم ہونا امام ہی کی جہت سے ہو تو اُسمیں اُسکو بھی تقیہ نچاہیے اور صحابہ ملعونین سے رسول اللہ صلعم کو تقیہ کرنے کی کون وجہ تھی کہ وہ تو قائل تھے شہادتین کے اور اُس زمانہ میں کوئی ایسا عمل بھی اُن سے ظہور میں نہ آیا تھا کہ جو اُنکو ایمان سے خارج کردے اور جبتک آدمی سے کوئی ایسا فعل صادر نہو تو وہ ماخوذ نہیں ہو سکتا اور جناب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کو خبر دی تھی کہ فلاں شخص تیرا قاتل ہوگا اور حضرت علی اُسکو جانتے تھے اور لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ اُسکو سزا دیجے تو فرمایا کہ پیش از صدور جرم سزا نہیں ہو سکتی سو جو لوگ کہ اقرار شہادتین کر کے مسلمان ہو گئی تھے سب کے ہی ہمراہ جناب رسول اللہ صلعم دلجوئی سے پیش آتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ اُن سے رہتے تھے یہانتک کہ منافقین سے بھی اور صحابہ ملعونین نے کیا امر مخالف حضرت کے اُسوقت میں کیا تھا جو اُن سے پرہیز کرتے اور ائمہ کا حال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام جو ہم نوالہ اور ہم پیالہ تھے اُسکی وجہ تو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے کہ وہ ایک

مصلحت تھی واسطے سلامت رہنے اسلام کے اور اہل اسلام کے اور باقی کے ائمہ جو ہیں وہ گوشہ نشین تھے کسی سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوئی ہی نہیں ہیں اور جو کوئی دشمن اُنکے پاس واسطے امتحان کے آتا تھا تو بعضے وقت اُسکی مرضی کے موافق کہنے کی ضرورت ہوتی تھی واسطے محافظت جان و آبرو کے اور اس آیت میں جو خدا تعالی منع کرتا ہے متابعت خواہشوں سے رسول خدا صلعم کو تو یہود و نصاری کی خواہشوں کی متابعت سے منع کرتا ہے اور دلجوئی تو جناب رسول خدا صلعم سب کی کرتے تھے یہاں تک کہ مشرکین کی بھی واسطے طمع ایمان لانے انکی اور خدا کی خواہش پر تو حضرت نے کسیکی خواہش کو مقدم نہیں کیا ہے اور آیت میں اگرچہ خطاب رسول خدا صلعم کیطرف ہے لیکن مراد اُس سے مومنین ہیں اور ایسا قرآن میں بہت آیا ہے اور یہ ممانعت اُسوقت کے واسطے ہے جسوقت کہ غلبہ دین حق کا ہوا اور باوجود دعوی قرآن کے یاد ہونیکے ایسے اوندھے موہنہ کے بل گرے کہ آیت کو غلط لکھا آیت تو اسطرح سے ہے کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ اور آپ اس طرح سے لکھتے ہیں کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ مِّن نَّصِيرٍ اور یہاں اس آیت میں نہیں ہے اور جس آیت میں ہے وہ آیت دوسری ہے اور وہ اسطرح ہے کہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ اور ایک غلطی کی ہے کہ ولا نصیر کی جگہہ من نصیر لکھا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ خداوند کریم تو عوام تک تو تقیہ کے کرنے سے روکے اور شیعہ خواص کو بھی تقیہ کرنیوالا اور وہ بھی دایم التقیہ سمجھیں حالانکہ خاص رسالت امانت کے پہنچانیوالے جو شیعوں کے نزدیک بھی پیغمبر اور امام ہیں جناب باری علانیہ یہ فرماتا ہے کہ وہ کسی سے ڈرتے نہیں اور اللہ کے پیام کے پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے سورہ احزاب کے پانچویں کوع میں آیت موجود ہے انبیاء کے حق میں فرماتے ہیں اَلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ یعنی انبیاء کے اوصاف یہہ ہیں کہ پہنچاتے ہیں اللہ کے پیام اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور سوا اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اس آیت کو دیکھنے کہ فقط انبیاء کا ڈرنا ہے اس میں نہیں جو کوئی شیعہ یوں کہنے لگے کہ تقیہ دین کے چھپانیکو کہتے ہیں کیا ضرور ہے کہ ڈر ہی کے سبب چھپا تے ہوں بلکہ کچھہ اور مصلحت ہو سو یہ احتمال اہل تو انکا ہی جانتا ہے کہ کیسا نامعقول ہے پھر بایں ہمہ شاید کوئی اس بات میں کچھہ زبان زوری ہی کرتا لیکن جناب باری تعالی تو علام الغیوب ہے شیعوں کی ہٹ دہرمی تو پہلے ہی سے جانتا تھا اسی لئے پہلے ہی یہہ بچہ لگادی اَلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ پھر انبیاء میں سے بھی خاصکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصکر حکم جدا گانہ سنایا تاکہ زیادہ تاکید ہو کہ کسی قسم کی سستی اور مداہنت ظہور میں نہ آجائے چنانچہ سورہ حجر میں فرماتے ہیں فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ یعنی منادی کہو لگا کر جو لوگ بات اور مشرکین کا کچھہ دھیان نکر **اقول** خداوند کریم تقیہ کرنے سے ہرگز نہیں روکتا ہے نہ عوام کو نہ خواص کو اور خواص کو شیعہ کیا اہل سنت بھی تقیہ کرنیوالا لکھتے ہیں چنانچہ ہم دلیلوں میں جواز تقیہ کے لکھہ چکے اور پیغمبر انکو تو شیعہ رسالت کے پہنچانے میں تقیہ کرنیوالا جانتے ہی نہیں ہیں تو یہ کہاں سے کہتا ہے اور باقی رہے امام اگر حکم کا حاصل ہونا اونہیں کی جہت سے ہوا اور اُنہی ہی پر منحصر ہو تو اُس میں امام کو بھی تقیہ کرنا جائز نہیں جانتے ہیں بعد منتشر ہونے احکام حقہ کے اگر ضرورت تقیہ کی ہو تو امام تقیہ کرسکتا ہے ہمیشہ سو ہم خود کہتے ہیں کہ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام پیغام خدا کے پہنچانے میں دریغ کرتے میں کسی سے ڈرتے ہیں مگر اہل سنت کی کتابوں میں مثل تفسیر کبیر اور مواہب اللدنیہ اور تاریخ خمیس وغیرہ کے لکھا ہے کہ جبتک آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل نہیں ہوئی تھے تو مستخفیا تھے اور جب مخفی ہوگئی تو تبلیغ احکام کے علانیہ کہاں باقی رہی اور سوائے خدا کے کسی سے انبیاء کو خوف نہ کرنا تھا یہ کلیہ نہیں ہے اسواسطے کہ دوسرے آدمیوں سے خوف کرنا انبیا کا ثابت ہے چنانچہ حضرت موسی کا کلام قرآن میں ہے فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ اور فرمایا کہ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنبٌ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ اور پہلے جناب رسول خدا صلعم کفار سے خوف رکھتے تھے چنانچہ فرماتا ہے وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ یعنی اور ڈرتا ہے تو آدمیوں سے اور خدا زیادہ سزاوار ڈرنے کی ہے سو حضرت جو کفار سے ڈرا کرتے تھے اسواسطے خدا تعالی حضرت کو سمجہاتا اور نصیحت کرتا ہے کہ اَلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ جو لوگ کہ پہنچاتے ہیں پیغاموں کو خدا کے اور نہیں ڈرتے ہیں کسی سے سوا خدا کے پس معلوم ہوا کہ حضرت جو کفار سے ڈرتے تھے تو خدا تعالی نے فرمایا کہ پیغام پہنچانے والوں کو ڈرنا نچاہیے کہ جو پیغام خدا کے پہنچاتے ہیں وہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں اور خوف ہی موجب تقیہ کا ہوتا ہے اور شیعہ یہہ نہیں کہتے ہیں کہ بسبب اور مصلحت سے تقیہ کیا ہو نہ خوف سے تو خود ہی ایجاد کرکے کہتا ہے اور پھر خود ہی اُسکو نامعقول ٹھہراتا ہے اور فریقین کی کتابوں میں حروف ہی سے تقیہ کرنیکو لکھا ہے اور بیشک انبیاء رسالات پروردگار کو پہنچاتے تھے اور سوا اس میں فرق نہیں کرتے تھے ہم تو کہتے ہیں اور جناب رسول خدا صلعم بہو لکہ وہ لوگ بات ہی نمانتے تھے **قال الشیخ الاشعری** اور پھر اسکے آگے بڑا کیا بڑا بڑا ہی بات کی چلی جاتی ہے کہتے ہیں قصور نکرجسے شک ہو دیکھہ لے اور پھر انہیں سورہ احزاب ہی میں یوں فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ حاصل یہ ہے کہ تمہارے حق میں رسول ہی کا اقتدا اُنہیں کی چال ڈھال اور انہی روش پر رہنا چاہئے جسے اللہ کی اور پچھلے دن کی اُمید ہے اس آیت نے ساری اُمت کے ذمہ یہ بات واجب کردی کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کے کہنے اور اظہار دین میں دریغ نہیں کرتے تھے تم بھی نکرو پھر خاصکر ائمہ تو ائمہ ہیں وہ تو تبلیغ دین اور اظہار حق ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں بلکہ شیعوں کے نزدیک رسولوں سے زیادہ نہیں تو برابری میں تو حرف نہیں اور برابری نسلی جب ایک کام پر مامور ہوئی تو ائمہ میں اوروں سے تو زیادہ ہی کچھ کو کا دیا ہی نعوذ باللہ خداوند کریم

فرماتے ہیں **اقول** جس بات کو تو لکھتا ہے اُس بات کی تائید میں ہرگز یہ آیت نہیں جو کچھ تفسیروں میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالی اس آیت میں مسلمانوں کو رغبت جہاد کی دلاتا ہے کہ تم جہاد میں ثابت قدم ہو اور اگر گھبرا اور بھاگو نہیں جیسے کہ پیغمبر قائم اور ڈٹا ہوا رہتا ہے اور کھڑا اور بچلتا نہیں ہے ایسا ہی تم کو بھی چاہیے اُسکی پیروی سے تو لوگ وہ تھے کہ جنکو عادت بھاگنے کی تھی مثل ثلاثہ وغیرہم کے اُنکی طرف خطاب ہے اور یہ اس لڑائی کا ذکر ہے جسمیں حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو مار لیا تھا اور اُس ایک ہی کے مارنے سے لڑائی فتح ہوگئی اور اگر ہم اصل حق ہی مراد لیویں اس آیت سے جیسے کہ شیخ لکھتا ہے کہ سارے مسئلے پیچھے یہ بات لگا دی کہ حق کہیں اور اظہار دین حق کریں مگر ائمہ۔ اسکا شیعوں کو کب انکار ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ائمہ معصومین تبلیغ دین کے اور اظہار حق کا ہی کرتے تھے اور جس کام پر وہ مامور تھے اُسکو ادا کرتے تھے اور اس میں قصور نہیں کرتے تھے اور نہ تقیہ کرتے تھے اور تقیہ اُن احکام میں بعض اوقات کرتے تھے کہ جو کچھ حق ہے وہ پہلے اُس سے اہل حق کو پہنچ لیتا اور جس حکم حق کا حاصل ہونا امام علیہ السلام کی ہی جہت سے ہوتا تھا تو اُسمیں وہ تقیہ نہیں کرتے تھے اور یہی ہمارا مذہب ہے ائمہ علیہم السلام کے تقیہ میں **قال الشیخ الاشعری** معہذا خداوند کریم فرماتے ہیں وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یعنی ہم نہیں بھیجتے مرسلین کو مگر فقط بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے اور مرسلین کلام اللہ کی اصطلاح کے موافق پیغمبر ہے کو نہیں کہتے بلکہ جو خدا کے احکام پہنچائے پیغمبر ہو یا نائب پیغمبر چنانچہ سورہ یسین میں ہے انا الیکم مرسلون ہے اس سے نائبان حضرت عیسی مراد ہیں حالانکہ وہ نبی نا تھے نائب ہی تھے اور امام کے تو خود یہی معنی ہیں شیعوں کے نزدیک کہ نائب نبی ہو باقی کوئی یوں کہے کہ حضرت عیسے کے یاروں کو جو رسول کہا تو یا معنی کہ وہ حضرت عیسے کے بھیجے ہوئے تھے اور آیت وما نرسل المرسلین میں وہ مراد ہیں جو خدا کے بھیجے ہوئے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسے کے نائبوں کے بھیجنے کو بھی خداوند کریم نے اپنی طرف نسبت کیا اور یوں فرمایا ہے اذ ارسلنا الیہم اثنین یعنی ہمنے بھیجا اور یوں نہیں فرمایا کہ عیسے نے بھیجا جب حضرت عیسے کے نائبوں کو خداوند کریم اپنا بھیجا ہوا مرسل کہے تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تو اُسکے بھیجے بھیجے ہوئے اور مرسل ہی ہیں تو موافق آیت مذکورہ وما نرسل المرسلین اُنکا کام بھی یہی بشارت اور ڈرانا چاہیئے پھر اب فرمائیے کہ تقیہ کہاں سے آگیا ہم سے تو نہیں ہو سکتا کہ مونہہ اُٹھا کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اطہار کی نسبت یوں گمان ہی کریں کہ وہ فرمودہ الٰہی میں سرمو بھی تفاوت کرتے ہوں ہمہ تن اظہار دین میں مشغول تھے اور کیوں نہوں اول تو آیت مذکورہ سے خود مترشح ہے کہ پیغمبر تبلیغ رسالت میں قصور نہیں کرتے پھر نائب کیونکر اخفا کرینگے نہیں تو پھر نائب ہی کیا ہوئے اور مخالف ہوئے جیسے لکھنے کے مٹانیوالے **اقول** جو کچھ اس آیت کا مضمون ہے وہ ہی تم ہی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بشارت دینے والے اور ڈرانیوالے ہیں اور اصطلاح قرآن میں تو مرسلین پیغمبروں ہی کو کہتے ہیں اور نائبان پیغمبر مراد نہیں ہوتے اور انا الیکم مرسلون میں معنی لغوی مراد ہیں یعنی بھیجے گئے اور ایسے ہی اذ ارسلنا میں اگرچہ بھیجنے والا اُنکا خدا ہے اور ہمنے مانا کہ جیسا پیغمبر بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا ہے ویسے ہی اُسکا نائب ہے اور وہ ائمہ علیہم السلام ہیں لیکن تقیہ کہاں سے جاتا رہا ہم پہلے قول میں لکھ چکے کہ تقیہ احکام حقہ کے پہنچانے میں نہیں ہے اور احکام حقہ کے پہنچانے میں سرمو اُنہوں نے تفاوت نہیں کیا ہے اور تقیہ اُنکا بعض اوقات بعد پہنچنے احکام حقہ کے ہوتا تھا کہ جب لوگوں کو احکام حقہ معلوم ہو لیتے تھے خواہ اس امام سے خواہ اُس سے پہلے امام سے خواہ رسول اللہ صلعم سے اور اگر کوئی حکم ایسا ہوتا تھا کہ اس امام کی بتلانے پر حاصل ہوتا تھا تو وہ اُس میں تقیہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** دوسری جناب باریتعالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی غرض بھی بیان فرماتے ہیں کہ اظہار دین کے لئے اُنکو بھیجا ہے سورہ فتح اور سورہ صف اور سورہ توبہ میں ہے هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ مطلب یہ ہے کہ خدا ہی نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر تا کہ ساری دینوں پر غالب اور ظاہر کر دے اب سنیئے اظہار دین اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اس آیت میں منسوب ہے تب مطلب ظاہر ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اظہار دین خدا ہی کو کرنا مد نظر تھا پر اسطور پر اور اس سامان سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا سو جو کچھ دین کی ترقی اُنکے سبب ہوئی وہ سب خدا ہی نے کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں ایسے تھے جیسے کاریگر اور کار کے بیچ میں آلات ہوتے ہیں تو اس صورت میں مطلب ظاہر کیا اظہر ہے کیونکہ خدا کا ارادہ اظہار کا ہو گا تو پھر کون چھپا سکے گا بلکہ اس آیت میں ایک دلیل کامل ہے سنیوں کے مذہب کی حقیقت کی کیونکہ در صورت تقیہ شیعہ جو سنی بنجاتے ہیں تو ظاہر میں دین اہل سنت ہوتا ہے اور باطن میں مذہب شیعہ تو مذہب اہل سنت تو دین حق ٹھیرا اسلئے کہ لیظہرہ میں جو ضمیر ہے تو دین الحق کیطرف راجع ہے اور مذہب شیعہ علی الدین کا مصداق ہے اور ظاہر ہے کہ ماسوا دین حق کے سب دین باطل ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اظہار جو اس آیت سے مقصود ہے وہ حضرت امام مہدی کے زمانہ سے پہلے ہونا چاہیئے وجہ اسکی یہ ہے کہ غالب ہونے کے لئے دو چیزیں ہونی چاہئیں ایک غالب ایک مغلوب ایسی ہی ایک چیز جو ایک چیز سے ظاہر ہو تو وہ دوسری بھی ہونی چاہیئے سو اس آیت میں ظاہر ہے علی الدین کلہ بھی لیظہرہ کے ساتھ ہے اور اسکے ملنے سے یہ معنی ہو گئے ہیں کہ اور دینوں سے یہ دین ظاہر ہوگا نہ یہ کہ اور دین باقی ہی نہ رہینگے سو حضرت امام کے وقت میں شیعہ ہی فرمائیں کہ اور دین رہیگا یا نہیں معہذا لیظہرہ ارسل سے متعلق ہے تو وہ اظہار ارسال کے متصل ہی چاہیئے سو ایسا اظہار سوا مذہب اہل سنت کے اور کسی دین کو اب تک میسر نہیں آیا شیعہ ہی فرمائیں کہ میں جھوٹ کہتا ہوں یا سچ ہے اسکے بعد بہ چند اب کچھ ضرورت نہیں کہ منقولات میں سے ابطال تقیہ کی کوئی اور سند بیان کیجائے **اقول** معنی اس آیت کی یہ نہیں ہیں کہ جو تو کہتا ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ اس دین کو غالب کریگا سب دینوں پر اور دین مغلوب ہو کر مٹتے جاویں

یعنی ہوں کے اصطلاح میں رسل سے

ہوجائیں اور سب دینوں پر غالب ہوتا سو آخر زمانہ حضرت امام مہدی کے معلوم نہیں ہوتا اور نہ جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ سے آجتک ایسا ہوا ہے اور ظاہر کرنا ہی یہاں مراد کبیر
ہے اور محض ظاہر ہونے میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ جب دین ہوگا تو ظاہر ہی ہوگا اور سب سے زیادہ ظاہر تو نصاریٰ کا دین ہے اور اگر ظاہر ہونا ہی بالفرض ہم مراد لیویں تو بھی ظاہر تو
شیعوں کا دین بھی ہے کچھہ پوشیدہ نہیں ہے اور اگر کسی ایک شخص نے تقیہ سے دین کو چھپایا تو دین نہیں چھپ سکتا جسوقت کہ کروڑوں آدمی سوائے اُسکے اُس دین پر ہوں اور
جیسے کہ بعضے شیعہ سنی ہو جاتے ہیں ایسی ہی بعضی شیعہ بھی ہو جاتے ہیں طمع دنیا کی واسطے یہانتک کہ تبرا بھی کہہ لیتے ہیں اور بعد اُسکے جب اعتراض ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ
تبرا کرنے سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا اور یہ انکھوں کی دیکھی بات ہے اور ایران میں بعضی سنی کا گزر ہو جاتا ہے تو ہاتھہ کھولکر نماز پڑھنی لگتا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے اور اہل سنت زبان
سے تو کہدیتے ہیں کہ ہم تقیہ نہیں کرتے اور شیعہ تقیہ کرتے ہیں لیکن تقیہ سنی بھی بعضے وقت کر بیٹھتے ہیں اس صورت میں دین شیعہ ظاہر ہوتا ہے اور دین اہل سنت باطن میں تو مذہب شیعہ تو دین
حق ٹھیرا اسلیئے کہ لیظہرہ میں جو ضمیر ہے تو دین الحق کیطرف راجع ہے اور مذہب اہل سنت علی الدین کا مورد حل رہا اور ظاہر ہے سوا دین حق کے سب دین باطل ہیں اور اگر کسی ایک شخص
نے تقیہ کیا تو اس سے یہ کہاں سے لازم آیا کہ سارا دین ہی مخفی ہو گیا اور اگر مخفی ہوا تو ایک شخص کا دین مخفی ہوا نہ کل دین اور حضرت امام مہدی کے زمانہ سے پہلے غلبہ سب دینوں پر
نہیں ہو سکتا چنانچہ روایات کتب فریقین اسپر دلالت کرتے ہیں اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ غالب ہونیکے واسطے دو چیزیں چاہئیں ایک غالب ایک مغلوب لیکن دین باطل
کے باقی نرہنے کو غلبہ لازم ہے جب پہلے دین حق غالب ہوگا اور اہل حق اُنکو فنا کرینگے تب وہ نیست و نابود ہونگے نہ خود بخود بغیر کسیکے سعی کے یا یوں ہی فنا ہو جائینگے کیا کوئی
وبا اُنمیں پھیل جائیگی یا رات کو اپنے بستروں پر سوتے ہی رہجائیں گے سو مغلوب کا ہمیشہ باقی رہنا کچھہ ضرور نہیں ہے اور یہہ اس سے لازم آیا ہے اور اگر لیظہرہ ارسل سے متعلق ہے تو یہ کیا ضرور ہے
کہ ظہور ارسال کے متصل ہو اور اگر متصل ہوگا ارسال کے تو وہ دین شیعہ ہوگا کہ جو جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تھا کہ وہ دین شیعہ ہے دین اہل سنت کہ وہ ابوبکر اور عمر کا ایجاد کیا ہوا ہے اور بعد ہی اُس
دین کے جو ارسال سے متصل ہے اور اگر اہل سنت کے مذہب کو مثل نصاریٰ کے کثرت ہی تو کیا ہوا ارسال کے متصل تو نہیں ہے اور جو کچھہ تو نے لکھا ہے وہ سب غلط ہے اور تو تقیہ کو باطل کیا کریگا تقیہ کا حکم تو تیری
کتابوں میں موجود ہے اور اگر تو باطل کریگا تو اپنے مذہب کو باطل کریگا اور ہم تقیہ کو تیمناً ثابت کرتے ہیں اور نہ ہم کو احتیاج اُسکی ثابت کرنیکی نہیں ہے جسوقت کہ اہل سنت کی کتابوں سے تقیہ ثابت
ہوتا ہو اور جو کچھہ تو نے لکھا ہے تقیہ کو ہرگز باطل نہیں کر سکتا چنانچہ ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** لیکن مزید توضیح کے لئے اتنا اور معروض ہے کہ جب کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو اول
دفعہ وہ اکیلا ہی ہوتا ہے اگر وہ اظہار حق نکرے اور بالکل چپکا بیٹھہ رہے تو فرض تبلیغ احکام اُنکے ذمہ رہجائے اور فرضیت تبلیغ احکام کے انبیاء اور درویشوں اور علماء کے ذمہ سب کے
نزدیک مسلم ہے اور اگر کسی اور پر نہو ہمارے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ پر تبلیغ احکام کی فرضیت اس آیت سے واشگاف ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ یعنی اے رسول پہنچا دے جو کچھہ تیری طرف نازل کیا گیا ہے تیرے رب کیطرف سے اور اگر نکیا تو تو نے کچھہ نہ پہنچایا اُسکا پیغام اسیطرح اور لوگوں کو فرماتے ہیں وَلْتَكُن مِّنكُمْ
أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ یعنی اور چاہیے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلاتے نیک کام پر اور حکم کرتے پسند بات کو اور منع کرتے ناپسند سے حکم
ظاہر ہے کہ معروف و منکر کے جاننے والونکو ہی سو اسیکا نام عالم اور درویش ہے جتنا کوئی زیادہ جانیوالا ہی اُسکے ذمہ فرضیت زیادہ ہوگی سو اماموں سے زیادہ اس باب میں اور کون
ہوگا بالجملہ اگر انبیاء مہر سکوت موںہہ پر لگا کر بیٹھہ رہیں اور سر موںہہ کو ہیں ہی نہیں تب انبیاء کا گنہگار ہونا لازم آئیگا اور احکام الہی پہنچائیں تو ظاہر ہے کہ احکام الہی تو نفس کے خلاف ہی
ہونگے اسیواسطے مطیع اور فرمانبردار کوئی کوئی ہوتا ہے ورنہ پھر بدبخت کوئی کوئی ہوتا اور جب نفس کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو لاکھہ میں سے ایک تو مثل ابوبکر صدیق کے بے کھٹکے مانتا ہے ورنہ
سو حجتیں نکالتے ہیں بلکہ اُلٹے دشمن ہو جاتے ہیں پھر اُسوقت اگر آدمی لوگوں کی بدگوئی اور ایذا رسانی سے ہٹ رہے تو اُسمیں اور دنیادار و میں کیا فرق رہا ہر کوئی اُسکو مطلب کا یار سمجھہ کر
دونی تکذیب پر کمر باندہیگا اور جو سانہ ہو گئی تھی وہ ہٹ رہیگی سو دین کی خیریت ہوئی اور نبوت بھی ختم ہولی اور اگر ایسی وقت میں پکارا اور لوگونکی بدگوئی اور نقصان جان و مال سے
نڈر ہوا تو آگے پھر آسانی کا وقت ہے اللہ کا وعدہ ہے کہ بعد شدت اور کلفت کے نصرت پہنچائے چنانچہ آیہ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ آخر میں جو الا ان نصر اللہ قریب ہے اپنے ما قبل ملکر یہی کہتا ہے
اور جب آسانی ہوئی اور خدا کی مدد آپہنچی تو پھر تقیہ کس مرض کی دوا ہے **اقول** پیغمبر پر ہمارے نزدیک تقیہ نہیں ہے اور اگر اُنپر کبھی تقیہ ہو تو اُسکے مبعوث ہو کر آنیکا واسطے ہدایت خلقت کے
کیا فائدہ ہے کہ احکام خدا کو چھپا رکھیں البتہ اگر ابلاغ حق کو تقیہ مانع نہو اور ضرورت تقیہ کی ہو کہ ایسا ہی موقع آپڑے تو تقیہ بھی کر سکتا ہے اپنی جان کی حفاظت کے واسطے اور اسمیں کچھہ قباحت نہیں
ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے خوف جان سے چنانچہ فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اور رسول خدا صلعم احکام تو سب پہنچاتے تھے لیکن
کسی امر میں تقیہ بھی کرتے تھے جیسے کہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ عائشہ سے رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ اگر تیری قوم کے آدمی تازہ مسلمان نہوتے اور
میں ڈرتا ہوں کہ دل اُنکے انکار کریں تو میں خانہ کعبہ کو ڈھاکر بنائے ابراہیم علیہ السلام پر اُسکو نئے سر سے بناتا سو لوگوں سے تقیہ کرکے بیٹھہ رہے اور اُسکو ڈھانے نپائے اور تفسیر کبیر میں یہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ
اللَّيْلُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کلمہ کفر کا اُنکی ہدایت کے لئے اپنی زبان پر جاری کیا اور لکھا ہے کہ و معلوم عند الامۃ انہ یجوز کلمۃ الکفر علی اللسان قال اللہ تعالیٰ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ

اور آیت یا ایہا الرسول خاص حکم کے مقدمہ میں ہے اسواسطے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی ہے اور جبتک رسولخدا صلعم سب احکام پہنچا چکے تھے اور جس حکم کے پہنچانیکی تاکید ہے وہ ایک
خاص ہے اسیواسطے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو ایسا نکریگا تو گویا کوئی حکم نہیں پہنچایا ہے اور وہ حضرت سب احکام پہنچا چکے تھے کوئی ایسا ہی حکم باقی رہگیا ہوگا اور وہ حکم خاص حضرت
علی کے خلافت کا حکم تھا کہ حضرت کو اس حکم کے پہنچانے میں تامل تھا لوگوں کے انکار کے خوف سے اسیواسطے اسکے پہنچانیکی تاکید ہوئی اور لوگوں کے خوف کے دفع کو خدا تعالیٰ نے اسکے آخر میں
فرمایا واللہ یعصمک من الناس یعنی اور خدا بچائیگا تمکو آدمیوں سے اور تفسیر کبیر میں کئی وجوہ اس آیت کی تفسیر میں لکھی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو رسولخدا
صلعم نے علی کی فضیلت میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس آیت سے تقیہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ حضرت بعض مخالفین اور معاندین سے خائف تھے اور بسبب بغض اور حسد
حاسدین کے اور ظہور فتنہ اور فساد کے اظہار حق نہیں کرسکتے تھے اسواسطے یہ آیت تاکید نازل ہوئی اور واللہ یعصمک من الناس فرمایا لیکن محل اس گفتگو کا نہیں ہے فقط اشارہ ہی
کردیا گیا اور معلوم نہیں درویش جو اسنے لکھا ہے یہ کون لوگ ہیں ظاہرا تو دو قسم ہدایت کرنیوالوں کی ہیں انبیا اور علما اور درویش اگر عالم ہے تو علما کے قسم میں داخل ہے پھر اسکے ذکر کے
کیا احتیاج ہے اور اگر دنیا ہے تو کسیکام کا نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ انبیا سکوت کرکے بیٹھ رہیں قطع نظر اسکے کہ انکے ذمہ ابلاغ احکام فرض ہے اگر وہ خاموش ہوکر بیٹھ رہیں تو انکے
مبعوث ہونیکا کیا فائدہ ہے جس لیے وہ پیغمبر ہوکر آئے تھے وہ تو ان سے ادا ہوا ہی نہیں اور اگر ایک ابوبکر تنہا نے مان بھی لیا تو کیا لطف ہوا انکے مان لینے کا انجام تو انہوں نے اپنا
خراب کیا اور ہم تو یہی کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے احکام کے پہنچانے میں کبھی خیال لوگوں کی ایذا رسانی کا نہیں کیا اور احکام کے پہنچانے سے کبھی نہیں ہٹے تو کہاں سے کہتا ہے اور ایسے ہی ائمہ
کا حال تھا کہ وہ بھی اپنے مطیعوں اور فرمانبرداروں کو تعلیم حق کرتے تھے لیکن خود سلطان جو انسے مخالف ہورہے تھے اور ظالموں کی اطاعت کرتے تھے اور ان ظالموں کی خوشامد میں انکے آزار کے درپے ہوتے
تھے اسلیے وہ بعض وقت انکی مرضی کے موافق ہی کہدیتے تھے واسطے محافظت آبرو اور جان کے موافق حکم خدا کے اس حکم میں کہ جسکو پہلے اپنے مطیعوں کو موافق حق کے کہہ چکے ہیں یا پہلے امام سے انکو حکم حق معلوم
ہوگیا ہے اور جو حکم حق کا انکی ہی جہت سے معلوم ہوسکتا تھا اسمیں وہ بھی تقیہ نہیں کرتے تھے غرض یہ ہے کہ حق کے پہنچانے میں وہ تقیہ نہیں کرتے تھے اور نزل الغیث شریفی اور احیاء العلوم میں لکھا ہے
کہ ابن عباس کہتے تھے کہ عول شرع میں جائز نہیں ہے لوگوں نے کہا کہ تونے عمر کی زمانہ میں یہ کیوں نہ کہا کہا کہ اسکے خوف سے اب بتلاؤ کہ یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے کہ حکم شرع کو عمر کے خوف سے چھپایا اور تاریخ الخلفا
میں لکھا ہے کہ سات علماء نے مامون کے خوف سے تقیہ کرکے قرآن کو مخلوق کہا البتہ پیغمبر کو حق کی پہنچانے میں تقیہ نہیں چاہیئے اور انکے واسطے تقیہ کسی مرض کی دوا نہیں ہے مگر بعضے امور میں حسب ضرورت انکو
بھی احتیاج تقیہ کی ہوتی تھی چنانچہ پہلے اس سے ہم کتب صحاح سے لاچکے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے خانہ کعبہ کے ڈھانے میں اپنی قوم سے تقیہ کیا **قال الشیخ الاشعری** الغرض انبیا کے حق میں کوئی
ضرورت تقیہ کے روا ہونے کی معلوم نہیں ہوتی اور چونکہ ائمہ ہدیٰ بھی نائبان پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نائب وہی کام ہوتا ہے جس کام کے لیے منوب ہوا کرتا ہے تو بیشک تبلیغ احکام
انکے ذمہ فرض ہوگی اور انکی کیا تخصیص ہے سب ہی پر فرض ہے چنانچہ ابھی مرقوم ہوا لیکن یہ خاص اسی کام کے لیے ہوتے ہیں پھر ائمہ ہدیٰ معصوم بھی ہیں صدور گناہ کا احتمال نہیں تو انکو
بھی تقیہ کا ہونا ممکن نہیں جیسے کہ انبیا سے ممکن نہیں سو بفضلہ تعالیٰ رسول اللہ صلعم اور انبیا کے احوال کے مطابق کرنے سے یونہی معلوم ہوتا ہے کہ حق گوئی میں انہوں نے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا بلکہ
اس سبب سے جان و مال و عزت وآبرو سب برباد کیا ہے اور اپنی بات سے نہیں ٹلے رسول اللہ صلعم کا حال تو ظاہر ہے سب اہل اسلام نے سنا ہوگا کہ آپکی ایذاؤں کی نوبت یہانتک پہنچی ہے کہ سالہا سال تک کفار
نے ذات برادری سے ڈالے رکھا مکہ سے باہر پڑے رہے یہ عہد کرلیا تھا کہ انسے نہ کوئی بیاہ و شادی کرے نہ انکا کوئی کام مزدوری خبر مزدوری کرے اور زبانی طعن و تشنیع اور دشنام اور دست درازی تو جا
بجا تھی آخر یہ ہوا کہ قتل کا ارادہ ہوا اور آپ مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو تشریف لے گئے اگر تقیہ فرض کیا درست بھی ہوتا تو آپ کیوں اتنی مصائب اٹھاتے اور کیوں بیت اللہ جیسی اشرف چیز کو چھوڑ کر آتے ابوجہل اور ابولہب جیسے
دشمن ہوتے بری خلا کوئی بتلائے تو سہی کہ ان ملعونوں کو سوائے حق گوئی کے اور کیا ستایا تھا زمین ملک انکی نہیں دبالی تھی ملک و دولت انکی نہیں چھین لی تھی علی ہذا القیاس حضرت ابراہیم
جو آگ میں ڈالے گئے اور ہجرت کرکے وطن سے چلے ... تو آپنے سوائے حق گوئی اور اظہار حق اور کیا گناہ کیا تھا **اقول** انبیا کو تو ہم بھی نہیں کہتے کہ وہ تقیہ کرتے تھے لیکن اہل سنت کی کتابوں سے
بعضے بعضے انبیا کا تقیہ کرنا ظاہر ہوتا ہے اور انبیا اور ائمہ علیہم السلام میں فرق ہے کہ پیغمبر تو ابتدا احکام کا خدا کے پہنچانیوالا ہوتا ہے کہ وہ احکام منتشر ہوجاتے ہیں اور لوگوں کو معلوم ہوجاتے ہیں اسکو احکام
کے پہنچانے میں تقیہ کیونکر روا ہو اور اگر وہ تقیہ کریں تو احکام حقہ لوگوں کو کیونکر معلوم ہوں اور امام بعد پیغمبر کے ان احکام کا جاری کرنیوالا ہوتا ہے کہ جو لوگوں کو معلوم نہیں ہیں سو ان احکام میں امام بھی تقیہ
نہیں کرتا ہے ورنہ حق لوگوں کو کیونکر معلوم ہو اور اگر تقیہ کرتا ہے تو ان احکام میں تقیہ کرتا ہے کہ جو لوگوں کو پہلے سے پہنچ گئے ہیں اور مخالفین انکی جبوقت انکے پاس ہوتے اور انکی جانب سے مظنہ آزار پہنچنے کا
ہوتا تو وہ ان احکام کو انکی مرضی کے موافق بیان کرتے اور تبلیغ جن احکام کی انپر فرض ہے اسمیں وہ بھی تقیہ نہیں کرتے تھے اور سوا اسکے اور لوگوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر البتہ واجب ہے
لیکن اسکی مراتب ہیں اور جس مرتبہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قائم کرنے میں خوف ضرر کا ہو تو وہاں اسکا حکم نہیں ہے اور زبان سے کچھ نہ کہنا چاہیئے البتہ دل سے کراہت رکھے اور ائمہ ہمارے نزدیک
معصوم ہیں لیکن تقیہ کرنا محل تقیہ میں گناہ بھی نہیں ہے کہ تقیہ انبیا علیہم السلام نے کیا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور ہم لکھ چکے ہیں مگر ہمارے نزدیک احکام حقہ کے پہنچانے میں
نہ انبیا پر تقیہ ہے نہ ائمہ پر مگر بعد پہنچانے احکام حقہ کے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حق گوئی میں انہوں نے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا اور رسول اللہ صلعم کا جو کچھ حال لکھا ہے سب راست اور درست ہے لیکن اس

وہ احکام کے پہنچانے میں تقیہ کرتے تو لوگوں کو احکام کیونکر پہنچتے انکو تو تقیہ چاہیے ہی نہیں اور کفار جو اُن سے عداوت کرتے تھے تو وہ مذہب کے سبب سے عداوت کرتے تھے کہ مذہب اسلام کو حضرت لیکر آئے تھے اور وہ بت پرست تھے اور جو لوگ کہ ائمہ سے عداوت رکھتے تھے وہ سب مسلمان ہی تھے اور انکے لہو کے پیاسے تھے اور انکو اُن سے عداوت ذاتی تھی کہ وہ لوگ انکے مٹ جانے کے درپے تھے کہ یہ دنیا سے نابود ہو جائیں اور خیال یہ تھا کہ اگر یہ باقی رہیں گے تو لوگ انکی طرف رجوع کرینگے اسلئے درپے انکے مٹنے کے تھے اور بہانہ انکے ہلاک کرنیکا تلاش کرتے تھے اور علماء اُس زمانہ کی بلکہ اکثر خوشامدی انکے دشمنوں کے خوشامد میں جو کہ حکام اُس زمانہ کے تھے بنی امیہ اور بنی عباس اِن مظلوموں کی مخبری تلاش کرتے تھے تاکہ حکام کو خبر کریں کہ ذریعہ انکی ہلاکت کا ہو اور وہ مظلوم بحکم آیت وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ہر امر میں اپنے نفس کی محافظت کرتے تھے اور ظاہر میں اُنکی مرضی کے موافق بھی کہتے تھے۔ ہرچند تدبیریں اپنے بچاؤ کی کرتے تھے لیکن پھر انکو نہ چھوڑا اور زہر دلوا کر انکو قتل کروا یا یہ تھا حال اِن مظلوموں کا اور یہی سبب تھا بعضے امور میں تقیہ کرنیکا لیکن حق کہنے میں انہوں نے بھی تقیہ نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور ہمارے نزدیک تو حضرت ابراہیم نے بھی تقیہ نہیں کیا اور نہ وہ جھوٹ بولے ہیں لیکن اہل سنت کی کتب صحاح میں لکھا ہے حضرت ابراہیم لوگوں کے خوف سے تین جھوٹ بولے نعوذ باللہ منہ **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ انبیاء نے نہ تقیہ کیا اور نہ اُن سے تقیہ ہو سکے علی ہذا القیاس جو انکے نائب ہیں نہ انہوں نے تقیہ کیا نہ اُن سے ہو سکے چنانچہ حضرت امام حسین سید الشہداء کی جانِ نازنین پر جو کچھ گذرا سب جانتے ہیں باعث اسکا فقط حق گوئی تھا ورنہ یزید کا کلمہ کہہ دیتے تو جان کی جان بچتی اور الٹی مال و دولت اور اعزاز و اکرام ہوتا اور حضرت امام الائمہ حضرت امیر کا امیر معاویہ سے لڑنا سب پر روشن ہی سوا انکے اور اماموں کا حال بھی سنا ہو گا کہ سلاطین غاصب نے کیا کیا ایذائیں انکو نہ دیں کیسی قید خانوں میں محبوس رہے اگر تقیہ کر لیتے تو کیوں ذلت اور خواری اور کیوں یہ محنت و دشواری اٹھاتے **اقول** تجھکو یہ کہنا نہیں پہونچتا کہ انبیاء نے تقیہ نہیں کیا اور نہ اُن سے ہو سکے تیری کتابوں میں تو انبیاء کا تقیہ کرنا لکھا ہوا ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور ہمارے نزدیک جو کچھ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کا حال تقیہ میں تھا اسکو بھی ہم کئی دفعہ لکھ چکے اور امام حسین علیہ السلام کا حال بھی ہم مفصل لکھ چکے کہ انہوں نے تقیہ کیوں نہیں کیا اور کیونکر وہ تقیہ کرتے کہ تقیہ کرنے میں انکو کچھ فائدہ نہ تھا اور وہ قرائن سے جانتے تھے کہ جان گئی تھی لہذا میں اسکی بیعت کر لونگا تو بھی یہ خلوت نہ چھوڑیگا کہ عداوت ذاتی رکھتا ہے پھر کیا فائدہ تھا تقیہ کرنے میں اور ہم پہلا اسی سے مفصل تقیہ نہ کرنیکی وجوہ کو لکھ چکے اور جناب امیر علیہ السلام جو معاویہ سے لڑے ایک لشکر انکے ہمراہ تھا اس صورت میں باغی سے لڑنا واجب ہے اور باقی ائمہ علیہم السلام جو سبب نہ رہا یہ مظلوم اور بے یار و مددگار تھے اور جانتے تھے کہ یہ حکام معتقد نہ ہونگے لانہ عداوت ذاتی ہم سے رکھتے ہیں اور کسی نہ کسی بہانہ سے ہمکو قتل کرینگے انہوں نے سب طرح سے احتیاط کی اور اپنی نفوس مقدسہ بچانیکی تدبیریں کیں اور ظاہر میں انکی موافقت کی اور انکی مخالفت سے اپنے تئیں محفوظ رکھا لیکن تب بھی نہ چھوڑا کہ عداوت ذاتی رکھتے تھے اور انہوں نے تقیہ بعضے امور میں کیوں نہیں کیا انہوں نے تو سب کچھ کر کے دیکھ لیا لیکن پھر بھی نہ بچے ان ظالموں کو تو انکا ستانا منظور تھا ایسا نہ ہو کہ لوگ انکو اولاد بتول اور وارثان علم رسول سمجھکر انکی طرف رجوع کریں اور ہماری سلطنت میں خلل آوے اور اطاعت اپنی کرانی انکو منظور تھی ہرچند وہ بظاہر موافقت کئے چلے جاتے تھے **قال الشیخ الاشعری** ہاں عوام مومنین کی نسبت اگر کوئی کہے تو خصوصیت درکنار البتہ جواز معلوم ہوتا ہے اگر عذر قرار واقعی ہو مثلاً لڑکے اور عورتیں اور اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور قیدی اور سوا اسکے جو کوئی ایسا ہی ناچار ہو تو اسکو بقدر ضرورت کفار سے موافقت جائز ہے بشرطیکہ جان کا یا کسی عضو کا اندیشہ ہو اپنی یا اپنی اولاد یا ماں باپ وغیرہ کا اور اگر کچھ یونہی تکلیف کا اندیشہ ہے جسے تحمل کر سکے پھر کفار سے موافقت کرنی ہرگز جائز نہیں اور باایں ہمہ ثواب اسمیں ہے کہ تقیہ نہ کرے کیونکہ صبر کی جو جا بجا تعریف کتاب اللہ میں آئی ہیں تو ایسے ہی دنوں کے واسطے ہیں نہیں تو تقیہ میں کیا ایسی جو صبر کی ضرورت ہوتی اسیمیں تو بلا اور تنجیں پیش آتے ہیں اور حضرعا اور قبلہ بن جاتے ہیں اسلئے کلام اللہ میں جتنی صبر کی تاکید ہے اتنی اور کسی چیز کی نہیں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی سب انسان ٹوٹے میں ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور آپسمیں ایک دوسرے کو حق گوئی اور حق پر قائم رہنے اور صبر کی نصیحت کی **اقول** پہلے تو تجھے مطلق تقیہ سے انکار تھا کہ تقیہ کسی طرح جائز نہیں ہے اور اب تو عوام کے واسطے اقرار کرتا ہے یہ تو کہاں سے کہتا ہے اور کس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ لنگڑے اور لولے کے واسطے تو جائز ہے اور صحیح اور سالم کے واسطے جائز نہیں ہے ابن عباس کیا اندھے اور لنگڑے اور اپاہج تھے جو انہوں نے عول کے مسئلہ میں عمر کے خوف سے تقیہ کیا جیسے کہ احیاء العلوم اور فرائض شریفی میں لکھا ہے اور سات علماء معتبرین نے جو قرآن کے مسئلہ میں تقیہ کیا مامون کے سامنے اور قرآن کو کہا کہ مخلوق ہے جیسے کہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کیا وہ اندھے اور اپاہج اور لنگڑے اور عورتیں تھیں جو تو نے لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کو تو تقیہ جائز ہے اور صحیح اور تندرست کو جائز نہیں ہے اور کیا تو جانتا نہیں ہے کہ تندرست آدمی یا ایک یا دو یا چار آدمی مقابلہ میں ہزاروں ظالموں کے ایسے ہی اندھے لولے اپاہج اور لڑکے اور عورت سے زیادہ بدتر ہیں تو ان اور پوست نہ کرنے میں تخصیص اندھے اور اپاہج کی پائی اور تقیہ کے احکام بھی مختلف ہیں بعضی محل میں واجب ہے اور بعضی محل میں جائز اور بعضی میں حرام اور واجب بموجب حکم خدا ہے جس جگہ کہ خوف ہلاکت ہو چنانچہ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں واجب لکھا ہے کہ دفع الضرر عن النفس واجب اور شرح اشباہ و نظائر میں عینی شرح صحیح بخاری سے نقل کی ہے کہ وقد یجب فی بعض الصور بالاتفاق اور اگر ضرر ایسا ہو تو البتہ وہاں جائز ہے اور جہاں کسی طرح کا ضرر اور کھٹکا نہیں ہے تو وہاں حرام ہے اور دیکھ تو تیری ہی کتابوں میں سب لکھا ہے یا نہیں اور تو وجوب کی نفی کرتا ہے اور جان کے اندیشہ میں البتہ واجب ہے خواہ اپنی جان ہو خواہ اہل اور باپ اور اولاد کی کہ دفع ضرر کا نفس سے واجب ہے اور البتہ جواز کی صورت میں کہ جہاں تھوڑا سا ضرر ہو بہ اولی ترک کرنا بھی جائز ہے مگر تقیہ ہی کر سکتے ہیں تقیہ ایسے محل میں ممنوع نہیں ہے

اور بلاؤں اور محنتوں کے واسطے اہل سنت تقیہ کرتے ہیں شیعوں سے اور حاضری میں حضرت عبا کی حلوا حیث کرتے ہیں اور تبرا بھی سنتے ہیں او ۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسے جواز کی صورتوں میں صبر اولیٰ ہے اور تقیہ کا
بھی مضائقہ نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** شیعوں کے مذہب میں تو حق گوئی کہاں حق کو دبایا تاکید ہی ابوبکر صدیق کو تو ایک فدک کی دبا لینے میں تبرا کہتے ہیں جو تمام حق خداوندی یعنی دین حق کے دبانے
کی فضیلت کے قائل ہیں پھر کتنی ہزار لعنت چاہئے اور سوا اسکے ان الله مع الصابرین ان الله یحب الصابرین ۔ واصبروا وغیرہ آیات صبر کی کلام اللہ میں بھرا ہے اگر تقیہ فرض ہوتا تو صبر کوڑی کس کام کا ہی تھا مضائقہ نہیں
ایک جگہ تو اسکا حکم آتا بالجملہ اگر تقیہ ہے بھی تو عوام کے واسطے ہے اور اُنہیں ہی معذوروں کے لیئے میسر کیلئے ہیں اُنکے واسطے بھی جان کے خوف سے اور بھی جائز ہے واجب نہیں بلکہ ثواب کی بات یہی ہے کہ نکرے **اقول**
شیعوں کے برابر کسی مذہب میں حق گوئی نہیں ہے اور تقیہ کرنے سے حق گوئی نہیں جاتی اور حق کا دبانا نہیں ہے اور دین حق دبایا خلفاء ثلاثہ نے کہ حق کو پس پشت ڈالکر خلاف دین حق
کے طریقے مقرر کئے اور اگر کسی نے کسی ظالم کے خوف سے تقیہ کیا تو کیا مضائقہ ہے کہ وہ بھی بموجب حکم خدا ہے اور حق گوئی اہل سنت کے مذہب میں نہیں ہے کہ وہ انبیا پر تہمت حق چھپانے کی کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی زبان پر کلمہ کفر جاری ہوا اور تین جھوٹ وہ بولے اور جناب رسولخدا صلعم کی زبان پر کلمہ کفر کا تعریف میں بتوں کی جاری ہوا اور فرمایا کہ تلک الغرانیق العلی
وان شفاعتهن لترتجی اور ابوبکر نے فدک کیا خلافت کہ جو مدار ہدایت اور ضلالت کا تھا اُسکو دبا کر اُن کو گمراہ کیا اور جو شخص ایسا کرے اُسکو کیونکر برا نہ کہیں اور دین حق ہم نے تم سے چھین کر دبایا
ہے تم خود گمراہ ہوگئے ہو اور تم جو حضرت ابراہیم کو اور جناب رسولخدا علیہما السلام کو حق کا دبانیوالا کہتے ہو تم پہ لعنت چاہئے اور جیسے کلام اللہ میں صبر کی آیات ہیں ایسی ہی تقیہ کی بھی آیتیں موجود ہیں
اور صبر کچھ تقیہ نکرنے کے واسطے نہیں ہے بلکہ صبر کرنے کی بہت صورتیں ہیں بلاؤں کے نازل ہونے پر اولاد اور مال کے ضائع ہونے پر مکروہات اور مصائب اور حوادث کے نازل ہونے پر اور درد
اور بیماری اور فقیری پر کہ صبر ان امور کے واسطے ہے کوڑی کے کام کا کیوں نہیں ہے اور حکم تو اسکا کلام اللہ میں موجود ہے الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان اور ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة
سوا اسکے اور تقیہ میں عوام کی کہیں تخصیص نہیں ہے اور نہ معذوروں کی تیرے نزدیک حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور جناب رسولخدا صلعم جو کعبہ کو نہ ڈھا سکے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور ابن عباس
اور وہ سات علماء کہ جنہوں نے قرآن کو مخلوق کہا اور سوا انکے اور لوگ جنکا تقیہ کرنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے عوام میں سے اور لنگڑے لولے اندھے ہونگے اور تقیہ جان کی خوف سے واجب ہے اور سوا اسکے
جائز ہے اور ثواب کی بات تقیہ نکرنے میں نہیں ہے اور جواز کی صورت میں یہ ہے کہ چاہے کرے چاہے نکرے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کرے بھی تو واجب ہے کہ بقدر ضرورت کرے اور عین حالت
تقیہ ہجرت کی فکر میں رہے اور جب قدرت پائے آنکھ بچا کر کہیں ایسی جگہ بھاگ جائے جہاں اظہار حق سے کوئی مانع نہو کیونکہ کلام اللہ میں ہجرت کی بڑی تاکیدیں ٹھہری ہوئی ہیں ان ارضی
واسعة فایای فاعبدون یعنی میری زمین واسعہ ہے گھر کی کیا تخصیص ہے جہاں بن پڑے وہاں چلے جاؤ اور میری ہی عبادت کرو اور دوسرے ان الذین توفهم الملئكة ظالمي
انفسهم قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين في الارض قالوا الم تكن ارض الله واسعة فتهاجروا فيها فاولئك ماوهم جهنم وساءت مصيرا یعنی جو لوگ ظالم اپنی جانیں قبض کرتے ہیں
اور وہ ہجرت کے مقدمہ میں تقصیر وار تھے تو فرشتے انسے کہتے ہیں تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم ضعیف بیکس ایک زمین میں پڑے رہتے تھے کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی جو تم ہجرت کرتے سو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ
بری جگہ ہے انجام کی اور سوا ان آیات کے اور بہت آیات میں ہجرت کا حکم ہے سو ہجرت کا حکم اسی مدینہ سے ہوتا ہے کہ احکام دینی ظاہر نہیں کر سکتے **اقول** اگر ایسا حال ہو کہ شعار اسلام بسبب خوف کے کچھ بھی ادا نہو سکتے ہوں اور
دار الحرب میں رہتا ہے تو البتہ وہاں سے دار الاسلام کی کہ جہاں امن ہو وہاں ہجرت کرنی چاہئے اور اس صورت میں ہجرت کا ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب کے موافق نماز
روزہ وغیرہ سب کچھ ممکن ہے اگرچہ پوشیدگی سے ہو جیسے کہ رسولخدا صلعم مکہ معظمہ میں قبل نزول آیت فاصدع بما تؤمر کے پوشیدہ نماز پڑھتے تھے تو ہجرت کی کچھ زیادہ تاکید نہیں ہے اور اگر کہنا ہے
طرف ائمہ علیہم السلام کی ہے تو انکے واسطے تو کوئی صورت ہجرت کی نہتی اسواسطے کہ وہ تو اظہار حق کرتے تھے اور اپنے معتقدوں کو مسائل حقہ تعلیم کرتے تھے اور علمائے یہود و نصاریٰ کو اور اہل سنت کو اور
ملحدوں کو گفتگو کر کے ساکت کرتے تھے اور تقیہ کا اتفاق بہت نادر کسی بعضی امر میں ہوتا تھا انکے واسطے ہجرت کی کون صورت تھی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جاتے کہاں جہاں جاتے وہاں دشمنان جانی موجود
تھے یا کفار تھے کہ وہ دشمن اسلام تھے **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ عوام کو بشرائط مذکورہ جائز ہے واجب نہیں ہے ۔ ایسے ہی نہیں کہ لٹوں کو جو زمین میں لات ماریں تو پانی نکل آئے ہرگز اخفا
حق جائز نہیں انکو یہ لازم ہے کہ اگر وطن میں یا جہاں کہیں وہ ہوں اظہار حق نکر سکیں تو وطن چھوڑ کر چلے جائیں جناب باری فرماتا ہے لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ومن
يفعل ذلك من الله في شيء الا ان تتقوا منهم تقية ويحذركم الله نفسه والى الله المصير فقط اتنی ہی اجازت پر دلالت کرتی ہے کہ اپنا بچاؤ کرو پر کفار سے موافقت
اور دوستی مت کرو سو بچاؤ تو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی اس جگہ سے چلدے تسکین خاطر کے لیئے معنی ساری آیت کے لکھے دیتا ہوں حاصل یہ ہے کہ مومن کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور
انسے موافقت اور صلح نرکھیں مومنوں کو سوائے خدا کے اور کسی کی موافقت اور دوستی نہیں چاہئے اور جو ایسا کریگا وہ اللہ کے حساب سے کسی شمار میں نہیں مگر ہاں یہ تمہیں اختیار ہے کہ کچھ اپنا بچاؤ کرو
اور پھر یہ ہے کہ اللہ آپ سے ڈراتا ہے اور پھر اللہ کیطرف سب کا ٹھکانا ہے یعنی مجھ سے ڈرنا چاہئے کہ میری طرف آنا ہے کافروں سے کیا ڈرتے ہو انسے موافقت تو جب کرتے جب انکی طرف ہرگز تمہیں جانا ہو
فقط ہاں اگر آدمی انکے پنجوں میں پھنس جائے محبوس ہو یا مثل محبوسوں کے ہو جیسے اندھے اپاہج لنگڑے لولے بچے اور عورتیں بیمار اور پھر تسپر کفار زبردستی بھی کریں اور وہ زبردستی بھی ایسی ہو کہ
کے موافق اٹھا نہیں سکتا جیسے قید اور قتل تو اختیار ہے اگرچہ ثواب اسمیں ہے کہ تحمل کیجیئے کیونکہ الا من اکره وقلبه بالایمان سے اجازت ہی معلوم ہوتی ہے کہ اکراہ کی صورت میں فقط بظاہر موافقت

سوا کراہ سے ہی کہی ہیں جو ہاد کو رہو لیکن ان آیات سے جو خدا کی راہ میں مارے جائینگے فضائل انہیں بیان ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ثواب انہاں ہی میں ہے **اقول** شروط تقیہ میں اندھا اور لنگڑا ہونے کی شرط ہے
اور نہ کسی کتاب مذہب اہل سنت میں یہ لکھا ہے بلکہ مطلق ہے خواہ لنگڑا لولا ہو خواہ ہٹا کٹا ہو اور ایک یا دو آدمی کیسے ہی ہٹے کٹے ہوں مگر مقابلہ میں سو پچاس آدمیوں کے لنگڑے لولے سے زیادہ ناتوان اور بودے
ہیں ایسی صورت میں انکو اخفاء حق بدرجہ اولیٰ روا ہوگا اور یہی کتب فریقین سے ثابت ہے نہ جس طرح سے کہ تو لکھتا ہے ہاں اگر شروط ہجرت کی پائی جائیں تو البتہ ہجرت کرنی چاہئے اور تقیہ میں بچاؤ ہی اپنا کیا جاتا ہے
اور کبھا ہوتا ہے اور جو کچھ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کفار سے دوستی نہ کرنی چاہئے اور ظاہر کی موافقت کا مضائقہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے اکثر کفار سے مصالحہ کیا ہے اور قرآن شریف میں خدا تعالیٰ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہے صلح کرنیکا اور حدیث میں آیا ہے کہ کفار سے بھی موافقت و ملاقات رکھنی چاہئے کہ اگر وہ تمہاری موافقت میں ایمان لائینگے تو تمکو انسے آزار تو نہ پہنچیگا اور ترجمہ آیت کا
تو غلط کسواسطے کرتا ہے کہ انسے موافقت اور صلح نہ کریں آیت میں کہاں ہے آیت میں تو یہ ہے کہ دوستی انسے مت کرو اور دوسری آیتوں میں صریح موافقت اور صلح کرنیکا حکم موجود ہے اور رسول خدا صلعم اسکو عمل میں
لائے ہیں چنانچہ کتب فریقین اسکی گواہ ہیں اور جو کہ خوف حقیقی ہے وہ تو خدا ہی سے چاہئے نہ اور کسی سے اور اسیواسطے خدا تعالیٰ اپنے خوف کرنیکا حکم کرتا ہے لیکن بچاؤ نفس کے واسطے کافروں کی خوف سے
موافقت کرنیکا حکم بھی دیتا ہے اور تقیہ آدمی جب ہی کرتا ہے کہ جب کافروں کے پنجہ میں پھنسا ہوا ہو کہ بے اسکے اسکو چارہ نہیں ہے لیکن پنجوں میں پھنسنے سے یہ مراد ہی نہیں ہے کہ قید ہی ہو یا
اندھا اور لاپہج ہو بلکہ کافروں یا ظالموں میں اسکی بود و باش ہو اور بسبب عذرات چند اس مقام کو ترک نہیں کرسکتا ہے چنانچہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے سات علماء کو طلب
کرکے خلق قرآن سے سوال کیا تو انہوں نے تقیہ کرکے قرآن کو مخلوق کہا اور ایسے ہی امام احمد حنبل نے بادشاہ کی خوف سے مخلوق ہونیکا قرآن کے انکار کیا اگرچہ مخلوق بھی نہیں کہا تو وہ اندھے اور
لاپہج نہ تھے مگر کیا ہے کیونکہ بادشاہت انکی وہاں تھی اور ہجرت کرجانا انکو وہاں سے ثابت نہیں اور ایسے ہی ابن عباس نے عمر کے خوف سے عول کو منع نہ کیا اور زبردستی بھی ابھی کسی نے نہیں کی لیکن نقصان
آزار پہنچنے کا بادشاہ کی طرف سے تھا اور قید اور قتل کی بھی شرط نہیں ہے اور قید اور قتل کیا اپنے مال کے واسطے بھی تقیہ کرسکتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ وهل یجوز لصون المال یحتمل
ان یکون الحکم فیہ بالجواز لقولہ علیہ السلام حرمۃ مال المسلم کحرمۃ دمہ ولقولہ علیہ السلام من قتل دون مالہ فہو شہید اور جب وقت مال کے واسطے تقیہ جائز ہوا تو
آبرو کے واسطے تو بدرجہ اولیٰ ہوگا اور ثواب مدد کی لڑائی میں مارے جانے کا بہت ہے اگر کوئی جہاد میں مارا جائے یا کوئی کافر مسلمان سمجھکر مار ڈالے اور اگر جانے کہ میں اگر تقیہ نہ کرونگا تو مارا جاؤنگا اور پھر وہ تقیہ
نہ کرے اور مارا جائے تو ثواب نہ ہوگا اس واسطے کہ اسنے خود اپنے نفس کو قتل کیا کہ عمداً اسکو ہلاکت میں ڈالا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ **قال الشیخ الاشعری**
باقی حضرت ابراہیم ؑ نے جھوٹ بولا تو کوئی زبان پر لائے تو کمال بے حیائی کی بات ہے انہوں نے بظاہر جھوٹ بولا حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے اور قصہ انکا معروف ہے معلوم ہو جائے جب حضرت
ابراہیم ؑ نے اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا اور بت پرستی سے منع کیا اور بتوں کی ہجو کرنی شروع کی تو حضرت کے باپ ہی اول تو مخالف ہوگئے اور انکا کہنا ماننا تو درکنار انکو دھمکانا شروع کیا اس فکر
میں تھے کہ کسی طرح ان سے موحد ہو جائیں اتفاقاً کفار کی عید کا دن آگیا لوگ انکو بلانے بھی آئے کہ چلو انہوں نے ستاروں کی طرف دیکھکر یوں فرمایا کہ میں بیمار ہونیوالا ہوں کفار نے سمجھا کہ جیسے ہم نجوم کا
اعتبار کرتے ہیں یہ بھی نجوم کو مانتے ہیں سو انہیں نجوم کی راہ سے کچھ یوں معلوم ہوا ہے کہ میں جاؤنگا تو بیمار ہوجاؤنگا اور یہاں حقیقت میں ستاروں کو مالک اور کرنیوالا کام ہی کیا تھا اور یہ جو کہا تھا
کہ میں بیمار ہوجاونگا یا تو یہ کہ آثار بیماری کے ہونگے یا آدمی بیمار ہوہی کرتے ہیں ورنہ انسے کہا ہی نہ تھا کہ مجھے ستاروں کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ میں بیمار ہوجاؤنگا جو جھوٹ ہوتا ہاں وہ یہی
سمجھ گئے کہ انہیں نجوم سے یہ بات معلوم ہوئی جب وہ اپنی عید میں چلے گئے تو انہوں نے انکے سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ایک بڑے بت کو کچھ نہ کہا آخر جب کفار پلٹ کر آئے تو انہیں خبر ہوئی اور انہیں
ہی اپنے بتوں کا دشمن سمجھتے تھے سو انہیں ہی پکڑا انسے جو پوچھا تو انہوں نے استہزاء کے طور پر کہا کہ صاحب اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے سو یہ دوسرا جھوٹ ہے کہ جسے کوئی دیوانہ بھی یوں کہے کہ یہ ایسا
جھوٹ ہے جسے ہم سچ سمجھتے ہیں بلکہ ایسی بات ہمارے محاورہ میں بڑا سچ گنا جاتا ہے ان دونوں قصوں کو برائے خدا غور کیجے اور پھر فرمائیے کہ یہ اخفاء حق ہے یا اظہار حق ہے اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اسی کام
کی بدولت آگ میں ڈالے گئے خاص کر یوں کہنا کہ بڑے نے کیا ہے یہ جھوٹ کیا سچ سے بھی زیادہ ہے اسلئے مطلب پر دلالت کرنے سے سب جانتے ہیں کہ یہ جواب کیا تھا ایک چڑانا تھا ایسی مدت تک نجوم
غصہ نہ آتا اب آتا اور حقیقت میں چھپاتے تو دین کو اسوقت چھپاتے سو چھپانا تو درکنار حضرت نے اول تو انکو چڑایا اور پھر انسے کیا سوال جواب کئے کہ ستم کا حوصلہ نہیں جو ایسے وقت ایسی بات
کہے اور اول دفعہ جو انکو نجوم کیطرف دیکھکر دھوکا دیا تو کچھ جان کا بچاؤ آپکو مدنظر تھا مال کا بچاؤ آپکو مدنظر تھا آبرو کا بچاؤ آپکو تھا بلکہ اپنی جان کھونیکا شوق لگا تھا فقط مطلب اتنا تھا
کہ یہ جاویں تو تنہائی میں انکے بت ٹکڑے کئے جاویں سو یہ کام کرنا جان پر کھیلنا تھا ہاں اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ سوم کفار اور انکی عبادت اور شعار سے بھی یکسو رہیں بہرحال یہ جان بازی کا
سامان تھا اور جانبازی کو تقیہ کہنا ایسوں ہی کا کام ہے کہ جنکو دم کی اور ناک کی تمیز نہو باقی رہا تیسرا جھوٹ وہ یہ ہے کہ حضرت اپنی بیوی سارہ کو لئے ہجرت کئے ہوئے جاتے تھے ایک بستی میں جا کر پہنچے
جہاں کا حاکم بڑا ظالم اور نہایت زانی تھا اسکے شیطانی لشکر میں سے کسی نے حضرت سارہ کے حسن و جمال کی خبر کردی اس مردود نے انکو بلوا بھیجا تب حضرت ابراہیم نے با ایں خیال کہ اگر اس مردود
کو حضرت سارہ کا کچھ زیادہ خیال ہوا تو یوں سمجھکر کہ خاوند کی سب سے زیادہ غیرت ہوتی ہے ایسا نہو کہ پہلا کر مجھکو مروا نہ ڈالے جب حضرت سارہ کے لیجانے کو اسکے پیادے آگئے تو یوں فرمایا کہ اے سارہ
اگر وہ ظالم تجھ سے پوچھے تو یوں کہنا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں کیونکہ تم تو دونوں دینی بہن بھائی ہیں بعد حضرت سارہ حضرت ابراہیم کے چچا کی بیٹی بھی تھیں تو بھی حقیقت میں جھوٹ نہ تھا

اور اگر بالفرض والتقدیر یہ کہنا جھوٹ ہی تھا تب بھی دین کا اخفا تو نہ تھا اگر اخفا تھا تو علاقہ زوجیت کا اخفا تھا اور وہ بھی بایں غرض کہ یہ جان جو حق گوئی میں جانے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ ایسے قصہ میں
جاتی رہے۔ خدا کی راہ میں جان نثاری کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ جائے غرض اس جگہ جان کا بچانا بھی اسی لیے تھا کہ کل اظہار حق کروں اور خدا کے کام میں جان دوں نہ ایسے قصہ میں
مروں بالجملہ حضرت ابراہیم کے معاملہ سے تقیہ کا ثابت کرنا کمال دانشمندی اور خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے **اقول** شیعہ تو حضرت ابراہیم کی طرف کذبوں کو منسوب ہی نہیں کرتے ہیں اور نہ کہتے
ہیں کہ حضرت ابراہیم جھوٹ بولے یہ حوصلہ اہل سنت ہی کا ہے کہ بلحاظ ثلاثہ کہ وہ طرح طرح کے عیبوں میں بھرے ہوئے تھے انبیاء علیہم السلام کو بھی عیبوں میں آلودہ کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم کو کہتے ہیں کہ
وہ بھی جھوٹ بولے خوف سے اور چھپا اور پیغمبر بن تو اہل سنت کے علما بھی تین جھوٹ کہتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الفضائل میں لکھا ہے عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال لم یکذب ابراھیم النبی علیہ السلام قط الا ثلث کذبات ثنتین فی ذات اللہ قولہ انی سقیم وقولہ بل فعلہ کبیرھم ھذا و واحدۃ فی شان سارۃ یعنی روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلعم نے
کہا کہ نہیں جھوٹ بولا ابراہیم پیغمبر نے کبھی مگر تین جھوٹ دو جھوٹ تو خدا میں ایک تو انکا کہنا کہ تحقیق میں بیمار ہوں اور کہنا انکا کہ بلکہ کیا ہے اسکو بڑے انکے نے اسکو اور ایک جھوٹ شان سارہ میں کہ وہ
بی بی تھی حضرت ابراہیم کی اور اسکو بہن کہنا بتلایا اور فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ وعلے کل تقدیر فلم یصدر ذلک من ابراھیم یعنی اطلاق الکذب علی
ذلک الا فی شدۃ الخوف لعلو مقامہ الا فالکذب المحض فی مثل تلک المقامات یجوز وقد یجب لتحمل اخف الضررین یعنی ہر تقدیر پر پس نہیں صادر ہوا وہ حضرت ابراہیم سے یعنی بولنا جھوٹ کا اسے مگر شدت
خوف سے انکے درجہ کے بلند ہونیکی وجہ سے اور جو نہیں محض کذب ایسے مقام میں جایز ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے واسطے محمل ہونے زیادہ خفیف ضرر کے دو ضرروں میں سے اور جھوٹ جو بولتی ہیں تو ظاہر
میں ہوتا ہے اور تیرے علماء تو بھی لکھتے ہیں کہ وہ حقیقت میں جھوٹ بولے اور قصہ جو انکا لکھا ہے اس سے کیا فائدہ ہے اس قصہ کو تو تیرے علما ہی جانتے تھے جنہوں نے انکا جھوٹ بولنا لکھا ہے اور قرآن شریف میں
اور روایت حدیث میں دونوں میں تو لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا انی سقیم یعنی تحقیق میں بیمار ہوں اور تو اسکا ترجمہ لکھتا ہے کہ میں بیمار ہونیوالا ہوں اور اگر ان حضرت نے اسطرح
کہا تو تیرے علما تو اسکو بھی جھوٹ ہی لکھتے ہیں اور استہزا میں جھوٹ بولنا کب جایز ہے تیرے علما تو اسکو بھی جھوٹ ہی لکھتے ہیں استہزا ہو یا غیر استہزا اسکو حقیقت میں بولنا کیا بڑے پاگل تھے تیرے علما
جو انہوں نے اسکو جھوٹ مقرر کیا سو تیرے ہی محاورہ میں تو جھوٹ بڑا سچ ہے کہ جسکو تیرے علما بڑا جھوٹ مانتے ہیں اور انکے قول کے سامنے وہ کون دیوانہ ہے کہ جو تیری بک بک کو سنیگا اور تیرے علما تو اسکو
اخفاء حق لکھتے ہیں کہ جو امر حق اور واقعی تھا اسکو تو چھپایا اور خلاف واقع کے بیان کیا اور تو اسکو اظہار حق کہتا ہے اور لکھتا ہے کہ برائے خدا غور کیجیے اور توڑا تو بتوں کو حضرت ابراہیم نے اور سر دھرا
بڑے بت کے یہ کیونکر سچ سے زیادہ ہو جائیگا اور مخالف اسکو کیونکر تسلیم کریگا لیکن صفحہ اہل بیت سے جو تم متعلق ہو اسواسطے تم سمجھتے تھے ہو اور تفسیر قرآن سے آگاہ نہیں ہو اور اسیواسطے ظاہر کے اعتبار
سے تمہارے علما نے اسکو جھوٹ حضرت ابراہیم کا قرار دیا اور جواب سکا نہیں جانتے اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ پھر اسکو خدا کا کہتا ہے اور یہاں دین کے چھپانیکا کیا ذکر ہے یہاں تو جھوٹ بولنے کا ذکر ہے
اور جھوٹ بھی خوف سے کیسے یہ بھی تقیہ نہیں تو اور کیا ہے گو دین کو نہیں چھپایا اور گو ان حضرت نے سوال کا جواب مردانہ کہا لیکن وہ حضرت علیہ السلام تمہارے علما کے نزدیک جھوٹ ہی بولے اور جسکو وہ
جھوٹ لکھیں اسکو تو جانبازی لکھتا ہے اور جھوٹ کسی کے خوف سے تقیہ ہی سے ہوتا ہے یا کسی اور بات سے اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو جو بہن کہا گو خواہر دینی ہو سکتی ہیں لیکن تیرے علما نے تو
اسکو بھی جھوٹ ہی لکھا ہے کہ بادشاہ کے خوف سے وہ جھوٹ بولے اور گو اسمیں دین کا اخفا نہ تھا اور تقیہ دین ہی کے اخفا کو نہیں کہتے ہیں بلکہ جس امر کا اخفا کسی کے خوف سے کریں اپنے بچاؤ کے واسطے وہ تقیہ ہے
خواہ دین کا اخفا کریں یا کسی اور امر کا سو حضرت ابراہیم کا قصہ موافق روایات اہل سنت کے تقیہ پر دلالت کرتا ہے اور یہی ہمارا مقصود تھا **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس جناب سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کرنا اور غار ثور میں چھپنا یہ سب کا سب اظہار حق کے باعث تھا ورنہ ابوجہل اور کفار مکہ کی موافقت میں تو کچھ زیاں ہی نہ تھا اسکو تقیہ کہنا اس سے بڑھکر ہے
اقول ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ سب جناب رسولخدا صلعم کے واسطے اظہار حق کی جہت سے تھا اور تقیہ پیغمبر سے نہیں ہوتا ہے ہاں اگر بعد تبلیغ احکام حق کے کسی بعضے امر میں تقیہ کریں جیسے رسولخدا
صلعم نے قوم عایشہ سے تقیہ کیا کہ خانہ کعبہ کو انکے انکار کے خوف سے نہ ڈھا سکے بنیاد ابراہیم پر بنانے کے واسطے ایسے ہی امام کے واسطے بھی ہے **قال الشیخ الاشعری** الیا تقیہ تو یہی ہے
کہ آدمی دشمن کے وار کو ڈھال سے روکتا ہے اگر بچاؤ کر لینے کے معنی تقیہ ہیں تو یہ عین اظہار حق ہے کیونکہ بچاؤ کی تو جبھی ضرورت پڑتی ہے کہ دوسرا کوئی درپے ایذا ہو اس مقام پر کسی غالباً تقیہ
شیعہ اور بچاؤ میں فرق سمجھ لیا ہوگا پر مزید توضیح کے لیے میں بھی کچھ عرض کئے دیتا ہوں تقیہ مصطلح شیعہ میں دشمن کے دل سے خیال ایذا ہی نکلجاتا ہے کیونکہ تقیہ میں تو فقط اپنے مذہب کا بدل لینا
اور اپنے آپکو ہم مذہب دشمن بنالینا ہوتا ہے سو چونکہ اختلاف مذہب میں دشمنی دینی کے باعث تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو در صورت تبدیل مذہب وہ دشمنی ہی نہ رہیگی بلکہ برعکس دوستی بنجائیگی
اور بچاؤ کی صورت میں دشمنی اور بڑھ جاتی ہے اور خیال ایذا رسانی دو بالا ہو جاتا ہے کیونکہ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جبتک دشمن اپنے قابو میں رہتا ہے اور ایسا موقع ملتا ہے کہ اسکو ایذا دے سکیں تو اسکا
اس قدر خیال کچھ شک نہیں ہوتا ہے دوسرے یوں بھی فکر ہوتی ہے کہ جب جانینگے اسے ذلیل و خوار کرینگے پر جب وہ کچھ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو پھر اپنا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا اب یہ ہم پر وار کرے
تو ان وجوہ سے اعدا کو خیال ایذا رسانی تا مقدور زیادہ ہوتا ہے ایسے میں جو کچھ کسنے بن پڑا کرتا ہے دریغ نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں مقربان الہی کو سخت مصیبت پیش آیا کرتی ہے بالجملہ فرق
لطیف یاد رکھنا چاہیے کہ بہت کام آدمی کا ہے **اقول** دشمن کے وار کو ڈھال سے بچالینا اگرچہ تقیہ باعتبار لغت کے ہو سکتا ہے لیکن تقیہ مصطلح نہیں ہے اور بچاؤ تقیہ میں بھی ہوتا ہے اور تقیہ مصطلح

محض تبدیل مذہب ہی کو نہیں کہتے ہیں بلکہ فتنہ اور فساد کے خوف سے بھی ہوتا ہے گو تبدیل مذہب نہو اور تقیہ کچھہ شیعوں ہی کی اصطلاح میں نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے نزدیک
بھی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حسن سے روایت ہے کہ التقیۃ الی یوم القیامۃ اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے التقیۃ جائزۃ لصون النفس اور سوا اسکے دلیلوں میں ہم لکھ چکے ہیں اور محض
بچاؤ کو تقیہ نہیں کہتے ہیں بلکہ تقیہ کو بچاؤ لازم ہوتا ہے اور بچاؤ لازم عام تقیہ کا ہے کہ تقیہ کے سوا اور مقام میں بھی پایا جاتا ہے اور محض بچاؤ کو تقیہ نہیں کہتے ہیں اور تقیہ کا بچاؤ
تو اسطرح ہوتا ہے کہ دشمن کو اسکی مخالفت معلوم ہی نہو **قال الشیخ الاشعری** جب بات مقرر ہو چکی تو اب اہل انصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کو جو ہنگام قیام
مکہ معظمہ اور اثنار ہجرت میں پیش آئی حضرت امیر کے احوال سے جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش آئے ملا کر دیکھیں اگر اصحاب کرام مرتد ہو گئے تو بیشک حضرت امیر بھی
بحکم متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انکے ساتھہ ویسی ہی پیش آتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل اور امیہ بن خلف وغیرہم سے پیش آئی اور آپ پر بھی وہ سانحے گزرتے
جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گزری آخر کو ایک دن نہ ایکدن نوبت ہجرت پہونچتی اور سنت احمدی اور سنت ابراہیمی و سنت موسوی کی تکمیل ہو جاتی لیکن شکایت تو یہ ہے کہ
حضرت امیر نے کبھی موہنہ کہولکر ایکدفعہ بھی یوں نہ فرمایا کہ میں دین حق پر ہوں اور تم دین باطل پر **اقول** اصحاب کرام باینمعنی مرتد نہوئے تھے کہ مشرک ہو گئے ہوں اور اسلام سے
خارج ہو گئے ہوں بلکہ بسبب کینہ اور حسد اہل حق اور حب جاہ اور طمع مال دنیائے ناپائدار کے ایمان صحیح سے مرتد ہو گئے تھے چنانچہ سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ ان
بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق یعنی بعضوں نے انکی تجاوز کیا راہ حق سے اور پہنچے وہ حد ظلم اور فسق کو اور کیا ضرور ہے کہ بحکم متابعت رسول خدا
صلعم جناب امیر ان سے اسی طرح پیش آتے جیسے کہ وہ حضرت صلعم ابوجہل وغیرہ سے پیش آئے تھے مصلحتیں مختلف ہوتی ہیں باختلاف ازمنہ و اوقات اور ہمنے تسلیم کیا کہ اسی طرح پیش آنا چاہئے
تھا لیکن جناب رسول خدا صلعم کی وصیت پر عمل کیا کہ فرمایا تہا اے علی بعد میرے تجھپر بہت مکروہات گذرینگے تو صبر کرنا چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے اور لوگوں کے مرتد ہو جانے
اور اسلام کے فاسد ہو جانیکی خوف سے اسطرح سے پیش آئے چنانچہ استیعاب و لسان المیزان اور کتب دارقطنی میں لکھا ہے اور ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے اور حکم جہاد کا نہیں
ہے جبتک کہ انصار بہم نہ پہنچیں اور اگر حضرت امیر تنہا ارادہ کرتے تو کچھہ آدمی تو مرتد ہو جاتے اور کچھہ مقتول ہوتے اور اسلام درہم و برہم ہو جاتا اس لئے خاموش ہو کر بیٹھہ رہے
اور رسول خدا صلعم نے فرمایا تہا کہ یا علی لا تجمع الامۃ علیک اور یہ کچھہ ضرور نہیں کہ جو سانحے رسول اللہ صلعم پر گزرے وہ حضرت امیر پر بھی گزرتے رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تو مکہ معظمہ میں
کثرت مشرکین کی تہی اور بعد حضرت کے کثرت مسلمانوں کی ہو گئی تہی اور حضرت صلعم کو تو نوبت ہجرت کے اسواسطے پہنچی تہی کہ مشرکین ان حضرت صلعم کا قتل کرنا چاہتے
تھے اور مشورہ کیا تہا انکے قتل کا اور حضرت علی کا قتل کرنا کسی کو منظور نہ تہا منافقوں کے خلافت کی لینے کی تہی سو لیلی پہر علی سے کیا واسطہ تہا اور سنت احمدی بھی اسکے ہمراہ ساتھہ
اسکے چلی جاتی تہی اہل حق میں اگرچہ وہ تہوڑی تہی اور جسوقت دعوی لیا حضرت علی نے کہ خلافت حق میرا ہے اور اس مصلحت مذکورہ میں کچھہ نہیں کر سکتا تو آپ معلوم ہو گیا
کہ میں حق پر ہوں اور یہ باطل پر ہیں اور کاذب اور خائن اور غادر اور آثم تو انکو جانتے ہی تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے خود اپنا دین حق پر اور انکا دین باطل پر ہونا معلوم ہو گیا
قال الشیخ الاشعری اور اگر آپنے اظہار حق کیا تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا اصحاب نے انکار فرمانا تسلیم کیا تب تو تقیہ کی کیا ضرورت اور انپر کیا اعتراض ہے بلکہ جو کچھہ
انہوں نے کیا وہ عین موافق مرتضوی ہوا اور نہ مانا تو کیا سبب ایسی دشمن کو کسی قسم سے ایذا نہ دی اور اگر یوں کہئے کہ بسبب شجاعت مرتضوی یا امداد خداوندی نے وہ کچھہ
ایذا نہ پہنچا سکے تو اول تو یہ خلاف معقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے حضرت امیر سے کم تہے جو آپ پر یہ آفتیں آئیں **اقول** اصحاب کا مقصود تو یہ تہا کہ خلافت ہماری
ہاتھہ لگے سو اسکو وہ لے چکے تہے اور تقیہ انہوں نے بہی کیا کہ مصلحت مذکورہ کے جہت سے صبر کرکے بیٹھہ رہے اور کیکے خوف سے تقیہ نہیں کیا اور سوائے خلافت کے اور امور میں
کہنا حضرت امیر کا تسلیم بھی کرتے تہے اور جب کوئی مشکل پڑتی تہی احکام دین میں اور مصلحت نیک پانے میں تو انکی طرف وہ رجوع بھی کرتے تہے اور حضرت امیر کو مغصوب الحق
تہے لیکن واسطے ترقی اسلام کے اظہار حق کرتے تہے اور مشورہ نیک دیتے تہے اور حضرت امیر کے ایذا دینے سے کیا واسطہ تہا انکا حق تو غصب کیا تہا پہر ایذا بھی دیتے جو انکا مقصود تہا وہ
حاصل ہو گیا ایذا کی کیا احتیاج تہی اور دشمنی حضرت علی کی جانب سے تو کچھہ نہ تہی اپنی حقوق کے جاتے رہنے کا البتہ رنج تہا سو صبر کرکے بیٹھہ رہے **قال الشیخ الاشعری**
حاشا و کلا جو حضرت امیر نے کبھی تقیہ کیا ہو اگر تقیہ کرتے تو مکہ معظمہ ہی میں کرتے اور اگر کیا ہے تو امیر معاویہ کے ساتھہ ضرور کرلیتے بہت ہوتا تو یہ ہوتا کہ قاتلان عثمان مارے
جاتے وہ کونسے آپکو ایسے عزیز تہے کہ جن کے پاس و لحاظ میں اتنی کچھہ شر و فساد کی دین میں روادار ہوئے حضرت سید الشہداء نے تو بیگناہ ہونکو اور وہ بیگناہ بھی کیسی کہ انکی
قوت بازو اور اپنی لخت جگر اس دین ہی کی بابت قتل کروایا اور اپنے آپ بھی جان بحق ہوئے اور زنان و فرزند ننگ ناموس کا بھی کچھہ خیال نفرمایا حالانکہ یہ سب کشت و
خون بظاہر لاحاصل تہا تیس ہزار آدمیوں کے مقابلہ میں گنتی آدمیوں اور اس بے سروسامانی پر کیا امید کامیابی تہی بخلاف حضرت امیر کے کہ وہ اگر قاتلان عثمان
غنی کو امیر معاویہ کے حوالہ کر دیتے تو خلافت کی خلافت بنی رہتی ایک باغی جو مفسد دین تہا اپنا مطیع و منقاد ہو جاتا دین کی ترقی ہوتی اور پہر باینہمہ کچھہ بیجا بھی نہ تہا

آخر قاتلان حضرت عثمان ظالم تھے مظلوم نتھے اور نہ تھی ہمراہیان امام الشہداء کے برابر تو ہرگز نہی ہی تھی حق۔ یہ ہی کہ یہ سب تہمت اخفاء حق اور عیب نامردی پن ان حضرات
شیعہ کا لگایا ہوا ہے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ **اقول** کئی مرتبہ ہم لکھ چکے کہ تقیہ حضرت امیر کا کسیکے خوف سے نتھا بلکہ مصلحت مذکورہ کی جہت سے کہ ہم کئی مرتبہ
لکھ چکے صبر کرکے بیٹھ رہنا اور مکہ معظمہ میں کیا تقیہ نکیا تھا کہ جناب رسولخدا صلعم کو آزار پہنچتے تھے اور علی مرتضی اور سب اصحاب بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے کیا تقیہ مذہب کی چھپانے ہی کو
کہتے ہیں اور یہ بھی تقیہ ہی ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں پائیں اور خاموش بیٹھے رہیں قتل ہونے کے اندیشہ سے خوف کرکے گمر کیا ہی کہ بدون ہم پہنچنے انصار کے حکم جہاد کا
نہیں ہی اور معاویہ سے تقیہ کیوں کرتے جسوقت کہ انصار واسطے جہاد کرنے اور سر کٹانے کے موجود ہوگئے ہوں کیسا بیعقل ہے شیخ نجدی کہ ایک فوج سے تقیہ کراتا ہے ہماری اگر اسقدر آدمی
ابوبکر کی خلافت کے وقت حضرت علی کو میسر ہوتی تو پھر حضرت ابوبکر خلافت کو حضرت علی سے لے ہی سکتے تھے اور کون ضرورت تھی کہ جو قاتلان عثمان کو کہ اُن میں بعضی صحابہ
بھی تھے قتل کرواتے اور فساد دین میں معاویہ کی شرارت سے تھا اور عداوت جبلی سے جو اس نالایق کو خاندان نبوت سے تھی اور حضرت علی کے خلافت سے ناراض تھا ایک
بہانہ لڑنیکے واسطے قاتلان عثمان کا کیا تھا کہ وہ تمہارے پاس ہیں انکو میرے سپرد کرو اور حضرت سیدالشہدا کا حال اس طرح سے تو پہلے اس سے اسی بحث میں دو مرتبہ بیان کرچکا ہے
اور ہم مفصل جواب اُسکا دو مرتبہ لکھ چکے ہیں اور سیدالشہدا کیونکر بیعت اُس متظاہر الفسق کرتے کہ اُس سے تقیہ کرنے میں کچھ فائدہ نتھا تقیہ واسطے امن میں رہنے کے ہوتا ہی اور
وہ حضرت جان گئے تھے کہ صرف بہانہ ہی بیعت کا ہے اور اگر میں بیعت کرونگا تو بھی یہ کسی اور حیلہ سے مجھکو نچھوڑیگا کہ مجھکو یہ قتل کریگا کہ جناب رسولخدا صلعم نے میرے مقتول
ہونیکی خبر دی ہی اور سوائے اسکے اور کوئی میرا دشمن جانی نہیں ہے اور ہمارے یہاں یہ ہے کہ ہر ایک امام کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہی کہ موافق اُسکے وہ عمل کرتا ہی اور آنکے صحیفہ میں
اسیطرح لکھا تھا کہ جو کچھ اُنہوں نے کیا اور بعد اسکے خط کے جواب میں تو لکھتا ہی کہ حضرت امیر قاتلان عثمان کو فتنہ فساد کے برپا ہوجانے کی جہت سے سپرد نہیں کرتے تھے اور یہاں لکھتا ہے
کہ سپرد کردیتے تو خلافت بنی رہتی یہ بھی خوب بات ہے جیسا اپنے مطلب کے موافق دیکھتا ہی ویسا ہی لکھ دیتا ہی خواہ بجا ہو خواہ بیجا ہو اور معاویہ قاتلان عثمان کے سپرد کرنے سے کبھی مطیع
نہوتا کہ اُسکو عداوت قلبی حضرت علی سے تھی اور قاتلان عثمان کا ایک بہانہ ہی تھا اسواسطے کہ بعد وفات حضرت علی کے جو حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا ہی اور باوجود صلح کرنے حضرت
امام حسن کے اور سپرد کردینے خلافت کے جو اُنکو زہر دلوایا ہی یہ عداوت کی جہت سے تھا یا اور کسی وجہ سے اور قاتلان عثمان ظالم نہیں تھے کہ اُنمیں صحابہ بھی شریک تھے چنانچہ بعد اسکے جواب خط کے رد میں
تجھے معلوم ہوگا اور اصحاب کو اہل سنت کہتے ہیں کہ کلہم عدول اور تو اُنکو ظالم کس جہت سے کہتا ہی اور عیب اور نامردی پن کی کوئی صورت نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام بسبب نہ ہونے انصار کے
ناچار تھے اور اگر یہ عیب ہے تو رسولخدا صلعم کیطرف بھی عائد ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ہجرت کے وقت تک وہ نامردانہ تھی کہ جناب رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور ائمہ
علیہم السلام کیطرف عیب نامردہ پن کا لگانا تہمت اہل سنت کی ہی سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ **قال الشیخ الاشعری** اور طرفہ تر شیعوں کا گذشتہ اور سنیئے سید مرتضی جو بڑے محقق
مذہب شیعہ ہیں وہ اسبات کے قائل ہیں کہ حضرت امیر پر اپنی خلافت اور حکومت کے زمانہ میں بھی تقیہ باقی تھا الہی یہ تقیہ نہوا ایک جان کا وبال ہوا کسی راہ حضرت امیر کا پیچھا نہیں
چھوٹتا اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر اُسوقت تقیہ اُنپر واجب تھا تو امیر معاویہ کو کیوں معزول کیا حضرت تو اُنسے پہلے سے ڈرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کا مکر بہت بڑا ہی حالانکہ
مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس کی صلاح بھی یہی تھی کہ ابھی معزول نفرمائیں بعد استقامت معزول فرمائیگا مگر آپنے نہ مانا اور یہ نماننا آخر کو موجب کیا کیا خرابیوں کا
ہوا یہ سب شیعوں ہی کی کتابوں میں ہے سید مرتضی صاحب کی دلیل سنیئے وہ فرماتے ہیں کہ خلافت مرتضوی برائے نام تھی امیر معاویہ ہمیشہ اُن سے لڑتے رہے معہذا آپکی فوج اور
آپکے ساتھی اکثر اولاد صحابہ تھے جو آپکی دشمن جان گذری ہیں اور اُنکے دلمیں خلیفہ اول و ثانی کا عدل و فضل جما ہوا تھا اگر حضرت امیر اُسوقت کما ینبغی اظہار حق کرتے
تو بہت دشواری ہوجاتی گمان غالب تھا کہ فوج بھی پھر جاتی اس سبب سے عالم خلافت میں بھی اُنپر تقیہ واجب تھا اور اظہار حق حرام اس اعتقاد میں ہر چند سید مرتضے نے تمام امامیہ کا
خلاف کیا ہی کیونکہ وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ قبل خلافت آپ پر تقیہ واجب تھا اور بعد خلافت آپ پر بھی حرام تھا لیکن بزعم خود بڑی دور اندیشی اور کمال چالاکی کی تھی پر چلا
نے چلنے ندی اُنہوں نے اپنی عندیہ میں اسکا بچاؤ کیا تھا کہ مبادا کوئی سنی حضرت کی ایام خلافت کے خطبوں اور ملفوظات کو جن میں اصحاب کرام خصوصا خلیفہ اول و ثانی کی تعریف
ہی دیکھکر ناک میں دم کردے یا یہ گرفت کر بیٹھے کہ دین شیعہ حق ہی تو حضرت امیر کی خلافت تو سب میں اخیر تھی آپنے کیوں نہ اُسکو شایع ذایع کیا اگر آپ دین شیعہ کو رواج دیتے اور
اسے مشہور کرتے تو روئے زمین میں یہی دین ہوتا اور سنیوں کا دین نیست و نابود ہوجاتا جیسے ابوبکر و عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تمہارے گمان کے موافق نیست و نابود
کردیا اور اپنا ساختہ پرداختہ مروج کردیا اور آپکے بعد کسی نے دین کے باب میں کنجکاؤ نہیں کی سو آپ ہی کا دین باقی رہنا چاہیئے تھا القصہ حضرت امیر آخر میں خلیفہ ہوئے تھے یہ
بات دین کی ترقی کے لئے ایسی مفید ہوئی تھی کہ درصورت برعکس ترتیب کی ہرگز متصور نہیں پھر کیا سبب کہ دین اہل سنت ہی مشہور رہا اس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ آپ کو
بھی دین اہل سنت ہی پسند تھا **اقول** جو کچھ سید مرتضی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں گو شتر نہیں ہے بلکہ موافق تحقیق کے فرماتے ہیں اور انکار زمانہ ائمہ علیہم السلام کے زمانہ سے قریب تھا

اور اپنے آبا و اجداد سے مانتے چلے آئے تھے اور البتہ اکثر ہمراہیان جناب امیر صحابہ و اولاد صحابہ معتقدین ابوبکر و عمر تھے اور علی کی خلافت کو مبنی بر خلافت شیخین جانتے تھے اگر خلاف
اُنکی مرضی کے کچھ کرتے تو وہ لوگ منتشر ہو جاتے اور غدر ڈال دیتے اور حضرت علی قلیل الانصار ہو جاتے اور مقابلہ میں دشمن کے مشکل ہوتی اور اب ہمراہ ہو کر دشمنوں سے لڑتے تو یہ سو یہہ
اصحاب و اولاد اصحاب جو حضرت علی کی طرف تھے اسقدر نہ تھے جسقدر کہ معاویہ کی طرف تھے اور معاویہ کی طرف والے مریدان خاص شیخین کے تھے اور حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اسی
لئے معاویہ کی طرف ہو گئے تھے اور جو کہ حضرت علی کی طرف تھے وہ شیخین اور حضرت علی دونوں سے اختصاص رکھتے تھے لیکن شیخین کے کئے ہوئے کو مقدم جانتے تھے اسیواسطے جس وقت حضرت علی
نے تراویح کی جماعت کا موقوف کرنا چاہا تو واعمراہ واعمراہ کرکے فریاد ہونے لگی سو اسواسطے حضرت علی علیہ السلام متفرق ہو جانے جماعت کے خوف سے اور فتنہ و فساد برپا ہو جانے کے اندیشہ سے اُن لوگوں کا
لحاظ کرتے تھے جیسے کہ تمہارے نزدیک قاتلان عثمان کے سپرد کرنے میں فساد کے برپا ہونے کی جہت سے تامل کرتے تھے اور خود تو بھی بعد اسکے خطائے جواب میں لکھتا ہے عثمان کے
قتل ہونیکے ذکر میں کہ حضرت امیر بیچارے انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شورہ پشتی کے کسی سے نہ دبتے تھے سو انصاف کرنا چاہئے کہ تم تو قاتلان عثمان
کے باب میں حضرت امیر کے تقیہ کے قائل ہو کہ وہ اپنی خلافت میں قاتلان عثمان سے ناچار تھے اور اگر ہم کہیں کہ وہ محبان شیخین سے اپنی خلافت میں ناچار تھے تو اس مقدمہ میں تم
ہم پر طعن کرو واہ کیا خوب انصاف ہے اے بے انصافو اور سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ کا جو قول لکھا ہے وہ بعینہ اسطرح سے نہیں ہے جیسے کہ لکھا ہے کہ خلیفہ اول اور ثانی کا عدل اور فضل اُنکے
دل میں جما ہوا تھا اور تقیہ حضرت علی پر واجب اور اظہار حق حرام تھا مگر اسکے قریب قریب ہے اور قول اُنکا سب امامیہ کے خلاف بھی نہیں ہے بلکہ سب امامیہ یہی کہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے
لکھا ہے اور امامیہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ قبل خلافت تقیہ اُنپر واجب تھا اور بعد خلافت حرام تھا بلکہ دونوں وقتوں میں ایک مصلحت تھی اور قبل خلافت کا حال تو مفصل ہم کئی مرتبہ لکھ چکے
اور خلافت کے بعد کا حال اب تحریر ہوا جسطرح سے کہ تم قاتلان عثمان کے سپرد نہ کرنے میں عذر کرتے ہو ایسے ہی ہم عذر کرتے ہیں اور دوراندیشی اور رجال الٰہی سید مرتضیٰ نے کچھ نہیں
کی بلکہ جو امر کہ واقعی تھا وہ لکھا یہ تیری بدگمانی اُنکی طرف ہے بسبب تعصب مذہب کے اور خطبوں میں حضرت علی کی اصحاب اخیار کی تو البتہ تعریف ہے اور خلیفہ اول و ثانی کی کہیں
نہیں ہے بلکہ مذمت اُنکی ہے اور خاص خطبہ شقشقیہ تو اُنکی مذمت ہی میں ہے اور دین شیعہ اپنی خلافت میں جو بخوبی شائع نہ کیا تو اسکی وجہ تو ہم لکھ چکے لیکن اسکے ضمن میں
دین شیعہ بھی چلا آتا تھا اور اگر دین شیعہ دین حق تھا تو باوجود اس غلبہ اور کثرت مخالفین کے چلا آیا اور وہ حضرت تو یہ چاہتے تھے کہ دین حق کہ جو دین شیعہ ہے خوب رواج
پائے لیکن دشمنوں نے مہلت نہ دی کہ مطمئن ہو کر بدعات ثلاثہ کو موقوف کریں اول تو خلیفہ ہوتے ہی حضرت عائشہ نے ابتر الت طلحہ و زبیر اُنسے جنگ کیا اور بعد اسکے خوارج لڑے
اور معاویہ تو ہمیشہ لڑتا ہی رہا یہانتک کہ شہید ہو گئے سو کس روز چین سے بیٹھے تھے کہ دین کو پاک صاف کرتے اسطرف تو دشمنوں نے توجہ ہی نہیں کرنے دی اور چاہتے تھے کہ آدمی
یکسو میری طرف ہو جائیں تو میں احکام حقہ جاری کروں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ زمانہ خلافت علی میں قاضیوں نے عرض کی کہ احکام شرعیہ کو بدستور سابق جاری رکھیں
یا اور طرح سے آپ فرماتے ہیں اُن حضرت نے فرمایا کہ اقضوا ما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی
یعنی حکم کرو تم جو کچھ کہ تھے تم کہ حکم کرتے تھے تحقیق کہ میں ناخوش جانتا ہوں اختلاف کو یہانتک کہ ہو جائیں آدمی ایک جماعت متفق یا مر جاؤں میں جیسے مر گئے اصحاب میرے
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی منتظر اتفاق کے تھے کہ سب میری مطیع ہو جائیں تو کل احکام کو موافق شرع کے جاری کروں سو اتفاق سب کا نصیب ہی نہوا اور اہل سنت کا دین تو یہ ہے
کہ دین معاویہ ہے اسواسطے کہ اہل سنت معاویہ کو بھی خلیفہ حق اور امام صادق جانتے ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے اور ابوبکر اور عمر کا دین کوئی دین جدید نہ تھا بلکہ یہی دین اسلام تھا
لیکن انہوں نے اس دین میں اپنا تصرف کیا تھا کہ اپنی رائے سے اسمیں خلاف شرع کے افراط و تفریط بھی کی تھی اسیواسطے حضرت علی نے خلافت کو بعد عمر کے بشرط اتباع
سیرت شیخین قبول نہ کیا تھا چنانچہ صواعق اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے اور حضرت علی گو زمانہ میں خلیفہ ہوئے تھے لیکن ترقی دین کی اس سبب سے نہیں ہوئی کہ جو ہم لکھ چکے
اور دین اہل سنت جو کہ دین معاویہ ہے وہ دین تو حضرت علی کو ہرگز پسند نہ تھا الا اس دین والوں سے تو حضرت علی جبتک زندہ رہے جنگ کرتے رہے اور مشہور دین اہل سنت ہی نہیں رہا
بلکہ دین شیعہ بھی ساتھ ہی چلا آیا ہے مگر کیا ہے کہ بنی امیہ دشمنان خاندان نبوت کا جو غلبہ اور حکومت رہی ہے تو دین اہل سنت میں آدمی کثرت سے ہیں اور دین شیعہ میں
قلیل اور صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی روایتیں جو کہ شیعہ بھی صحاح ستہ میں موجود ہیں اور اہل سنت لکھتے ہیں کہ یہ ثقہ اور معتمد تھے انہی روایتوں کو ترک نہیں کر سکتے اور
اگر ترک کریں تو احادیث نبی ضائع ہو جائیں سو شیعہ بھی ہمیشہ سے چلے آتے ہیں گو تھوڑے ہیں اور شہرت اہل سنت کی بسبب کثرت انکے ہے نہ باعتبار دین کے **قال الشیخ**
الاشعری الغرض اس اندیشہ سے سید مرتضیٰ صاحب نے یہ چکر کھایا اور یہ بات بنی تھی لیکن یہ نہ سوجھی کہ خلافت اور ولایت انکے تھی اور کس ملک میں تصرف ہو حکم احکام چلتے
ہوں محصول اور خراج رعیت سے وصول کر سکیں جور قزاق کو سزا دے سکے سو بات سوا شام کے اور کونسے ملک میں حاصل نہ تھی خصوصاً حجاز و حرمین و عمان و بحرین اور آذربایجان
اور عراقین اور فارس اور خراسان میں بے کھٹکے آپکی حکومت تھی پھر یہ تھوڑی سلطنت تھی امیر معاویہ کے باپ کا اتنا ملک تھا بھی نہیں وہ اپنے ملک میں جو حکم چاہتے تھے جاری کرتے

تھے ادھر ابوبکر صدیق کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط ملک عرب میں حکومت چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تسپر چار طرف معاندین زور پر تھے مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ ملک یمامہ میں ایک طرف اور سجاح شبیبہ بنی تمیم میں کہ اُسنے بڑھکر عرب میں کوئی قبیلہ نتھا حد سے بڑھ سر پرخاش منکرین زکوۃ اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھی بنو غسان جا رہے سے باہر جدے نکلے جاتے تھے ادھر گرد و نواح مدینہ کے مرتدین کا جدا زور و شور تھا آپکے ساتھی گنتی چنے کہ مدینہ والے ہی تھے اوبا اینہمہ کسی بات میں کسی سے نہ دبے - اور کسی حکم میں مداہنت نکی اگر زکوۃ نہ دینے والوں کو اُنکے طور پر راضی کر دیتا اور لوگوں کو اُنکی رائے کی طور پر تو کچھ مشقت نہوتی ابوبکر صدیق باوجود اس قلت سامان اور عدم شجاعت کے اتنے دشمنوں سے بھی نگھبرائے حالانکہ اکثر انکے دشمن لڑائی کے مشتاق تھے اور بعضے بعضے تو چھوٹے سے بادشاہ تھے اور حضرت علی با اینہمہ شجاعت و کرامت و زور و قدرت اور شوکت سلطنت و امامت اور ولایت کہ ابوبکر کو ایک بھی اُن اوصاف جزئیہ میں سے نصیب نتھا اظہار حق میں اُو رہی کہیں ہم نہیں اتنی سستی فرمائیں اگر ابوبکر صدیق کو یہ اوصاف کہیں سے ملجاتے پھر کافر نام کو کوئی بھولے کا آدمی بھی دنیا میں رہتا تو ہمارا ذمہ تھا **اقول** اس اندیشہ سے سید مرتضی علیہ الرحمۃ نے جگر نہیں لکھایا ہے جو کہ تحقیق ہے وہ آنہوں نے لکھا ہے اور یہ ہی سب شیعہ کہتے ہیں اور سب جگہ احکام خلافت انکے زمانہ میں جگہ جاری تھی لیکن عذر مذکور کی جہت سے اور بسبب اختلاف باقی رہنے کے کہ آپ موافق شرع کے احکام کو جاری کرتے اور اُدھر معاویہ کیطرف کہ اُدھر ایک کثرت تھی اور سوا شام کے اور شہر بھی اُس کے پاس بہت تھے وہاں خلاف شرع کے احکام باقی رہتے تو اس اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے اور منتظر تھے کہ سب جماعت متفق ہو جاوے تو میں احکام کو جاری کروں اور یہی قاضیوں کے جواب میں آپنے فرمایا تھا اور اگر کثرت ملک حضرت علی کے پاس تھے تو کیا ہوا ہمراہی حضرت علی کی جو تھی تو وہ تو ہر ایک امر میں مطیع نتھے جس سے صبح و شام معاشرت رہتی تھی اور ابوبکر سے علی کو کیا نسبت ہے کہ ابوبکر کے ہمراہ جو تھے وہ ہر امر میں مطیع اور ایک دل تھے اور اتفاق کی جہت سے اپنے مخالفوں پر غالب ہوتی تھے چنانچہ مشہور ہے کہ ؎ دو دل یک شود بشکند کوہ را ؛ پراگندگی آرد انبوہ را ؛ اور حضرت علی کے ہمراہیوں کا یہ حال تھا کہ وہ ہر بات کو حضرت علی کے مانتے ہی نتھے ایک مرتبہ عمرو عاص کی حیلہ سازی سے معاویہ نے قرآنوں کو نیزوں پر لٹکوایا اپنی فوج سے کہکر اور حضرت علی کی فوج کے سامنے قرآنوں کو لیکر کھڑے ہوئے حضرت علی کی فوج نے اُنپر وار کرنے میں تامل کیا کہ قرآنوں کو لٹکائے ہیں اور حضرت علی نے ہر چند اپنی فوج سے کہا کہ انکو مارو کہ یہ انکا فریب ہے اور یہ کلام اللہ صامت ہے اور میں کلام اللہ ناطق ہوں کہ تمکو حکم کرتا ہوں لیکن کسی نے کہنا نمانا اور مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی تحفہ میں لکھا ہے کہ ہمراہی حضرت علی کی اطاعت نکرتے تھے پھر حضرت علی ابوبکر کے برابر کیونکر ہو جائیں گے انتظام میں اور ابوبکر کے پاس سامان قلیل نتھا جہاد کرنیوالے بہت ہی بہت ہی تھے لاکھ آدمیوں کے قریب تھے جناب رسولخدا صلعم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں تھے جس وقت خم غدیر پر پہنچے تھے وہ سب کے سب اور سوائے انکے ابوبکر کے ہمراہ تھے اور ایسے وقت میں شجاعت اور کرامت اور زور قوت کام نہیں آتی ہے اور اگر یہ اوصاف بکار آمد ہوتے تو جناب رسولخدا صلعم کی برابر تو ان اوصاف میں کوئی بھی نتھا اور علی بھی حضرت کے ہمراہ مکہ میں تھے لیکن بسبب قلت انصار کے درگاہ جناب باری عز اسمہ سے حکم ہجرت کا نازل ہوا اگر یہ اوصاف کافی ہوتے تو اپنے وطن اصلی کو کیوں چھوڑتے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہ کہنا کہ آپکی فوج اکثر اولاد صحابہ تھی اگر کوئی سنی کہتا تو زیب بھی دیتا سید مرتضی صاحب کس منہ سے کہتے ہیں قاضی نور اللہ صاحب کے نہیں سنتے وہ کیا فرماتے ہیں کہ حضرت علی کے ساتھ قریش میں سے کل پانچ ہی آدمی تھے باقی تیرہ قبیلہ معاویہ کے ساتھ اس لئے آپکو فتح میسر نہوئی بالجملہ شیعونکی اقرار سے آپکے ہمراہ کوفیان جان نثار تھے جو مقتدایان شیعہ ہیں اگر وہ نہوتے اور صحابہ کی اولاد ہی ہوتی تو جیسی انکو عدل و فضل شیخین کا دیکھے بھالے اعتقاد تھا اور اسکے باعث انکی راہ روش پسند تھی ایسے ہی اپنی ماں باپ سے رسول اللہ صلعم کا طریقہ بھی سنے سنائے یاد تھا معہذا اگر پھر جاتے تو کیا تھا آخر دین مرتضوی ہیں وہ آسائشیں اور سہولتیں ہیں کہ منکر بھی معتقد ہو جاتے متعہ کا آواز سنکر امیر معاویہ کے ہمراہی بھی ہمراہ ہو جاتے بلکہ جس اہل مذہب کے کان میں یہ بشارت پہنچتی کہ جیتے جی یہ مزے ہیں اور مر کر بہشت کیسے ہے دیکھے بھالے کیوں نہوتے حضرت امیر کی ہمرکابی اختیار کرتے علاوہ بریں غسل رجلین کی تخفیف تراویح سے بے کھٹکے ایسا دین اور ایسا ایمان تو قسمت ہی سے ملتا ہے اگر اظہار دین خود کرتے تو تمام ملک اور اطراف عجم ممد و معاون ہوتے **اقول** جو کچھ لکھتا ہے بے سند لکھتا ہے دروغ نویسوں کی پیروی ہے اور اصحاب رسولخدا صلعم کے کچھ قریش ہی تو نہیں تھے تا کہ مخالفت و نوبزرگوں کی گنتی میں لا نع آئے بلکہ اصحاب حضرت صلعم کی قریش سے سوا کثرت سے تھے اور اکثر کے معاویہ کے ہمراہ ہونے میں تو کچھ شبہہ بھی نہیں ہے کہ دوست علی کی صحابہ میں سے تھوڑے ہی تھے اور یہ شیعوں نے کب اقرار کیا ہے کہ سب آدمی ہمراہ حضرت علی کی کوفے ہی کے تھے کوفی بھی ہونگے اور مقتدا تو شیعوں کا کوفیوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے سنیوں کا مقتدا البتہ ابوحنیفہ کوفی ہے اور صحابہ اور اولاد صحابہ حضرت علی کی طرف کیونکر ہوتی کہ علی نے جہادوں میں رسولخدا صلعم کے ہمراہ ہو کر کسی کے باپ کو قتل کیا تھا اور کسی کے بیٹے کو اور کسی کے بھائی کو اور کسی کے بھتیجے کو اور کسیکے بھانجے کو اور کسیکے ماموں کو اور کسیکے چچا کو جسوقت کہ ابوبکر اور عمر جہادوں میں سے بھاگ جاتے تھے اور یہی سبب تھا علی کی دشمنی اور ابوبکر و عمر کی دوستی کا اور ابوبکر و عمر کا عدل و فضل بھی ہمنے فرض کیا کہ علی کی عداوت میں بیان کرتے ہونگے لیکن اپنے باپ دادا سے جو سنا تھا وہ یہ تھا کہ اس علی نے ہمارا ناس کر دیا ہے اور ہمارے قبیلے کے قبیلے اس نے مارے تلواروں سے فنا کر دیے ہیں علی سے ہرگز دوستی نکرنا کہ یہ ہمارا قاتل ہے اور طریقہ رسولخدا صلعم کا تو وہ کیا سنتے بلکہ شیخین کا طریقہ اپنے باپوں سے سنکر اعتقاد کرتے تھے اور دین مرتضوی کی جو آسائشیں لکھی ہیں اول تو متعہ کہ اُسکے حکم کی آیت قرآن شریف میں موجود ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں تو بالکل جھوٹ لکھ [illegible] انکا صدیق ہونا متخیل نہو گا اور متعہ سو رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تھے اور میں نکو حرام کرتا ہوں
اور اس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حق کا فرہی تھا تو اوس تنہا کی [illegible] صلے اللہ علیہ و آلہ [illegible] عمر نے ایک شب بعد [illegible] انکو دیکھا خود کہا [illegible]
سکے سب [illegible] مطلق ہی تھے اور اگر سنیوں کی کتابوں [illegible] اور محبت [illegible] رہ بتلاؤ کہ وہ غسل پا کو کہتا ہے یا مسح پا کو کہتا ہے سو یہ شیعہ [illegible]
[illegible] کوئی کافر بھی [illegible] مذہب میں رواج حضرت علی سوا اپنے دوستوں کے انکو جاری کرنے ہی نہیں پائے اور اگر لوگ حضرت علی کے دین کی طرف [illegible]
[illegible] اور خود کم [illegible] کمبات [illegible] کی کون صورت [illegible] کو مزہ کی جہت سے متعہ کو برا جانتا ہے تو نکاح دائمی کو بھی ترک کر دے کہ اسمیں بھی تو مزہ ہے اور یہ دونوں موافق [illegible] خدا
[illegible] آخر علی کا اتحاد دشمنان علی کی قسمت میں نہتا اسواسطے جاری ہونے نہ پایا **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ سنیوں سے تو مقابلہ بھی [illegible]
[illegible] حسنین سے لیکر آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ممد و معاون یہی لوگ تھے جو آپکے دشمنان جانی کے بھائی برادر یا اولاد تھے خالد بن الولید عکرمہ بن ابی جہل
[illegible] ابو جہل کے بھانجے اور ابوبکر صدیق ابو قحافہ کے بیٹے حضرت عثمان ابو سفیان کے قرابتی علی ہذا القیاس اور لوگ ایسے ہی تھے **اقول** سنیوں کے مقابلہ میں
تو شیعہ ہمیشہ گفتگو میں غالب رہے ہیں سنی کیا مقابلہ کرینگے شیعوں کا اور رسول خدا صلعم کے ممد و معاون ابوبکر اور عمر اور عثمان کس روز ہوئے تھے ہمیشہ تو جہادوں میں سے بھاگا کرتے تھے
رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر اور خالد بن الولید اور عکرمہ اکثر جہادوں میں تو کفار کی طرف ہو کر مسلمانوں کو قتل ہی کیا کرتے تھے اخیر میں مسلمان ہوئے تھے اور ممد و معاون حضرت صلعم کا
وہ شخص تھا کہ جو ہمیشہ ابتدا سے آخر تک دین کی کمک میں کفار کو قتل کرتا رہا ہے اور سوا انکے اور لوگ ایسے تھے کہ حضرت علی نے جو انکے اقارب کو قتل کیا تھا اس جہت سے انسے عداوت
رکھتے تھے **قال الشیخ الاشعری** اب بس کیجئے اور ایک دو آیت لکھ دیجئے جس سے معلوم ہو جائے کہ مقربان الٰہی کا کام ہمیشہ سے ستم کشی اعداء دین رہا ہے اور مدام اچھے لوگوں نے
انکے ہاتھ سے ایذائیں اٹھائی ہیں اور خداوند کریم کے نقد میں سختی اور بخشگی پسندیدہ ہے نہ کہ سستی اور مداہنت اِنَّ الَّذِيْنَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّالَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی جو لوگ کہ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو کہ جو حق بات کہتے ہیں انکو سخت عذاب کی بشارت سنا دے اس سے معلوم ہوا کہ
انبیاء اور اچھے لوگ تقیہ نہیں کیا کرتے بلکہ حق گوئی میں دریغ نہیں کرتے اور اسی سبب سے انکو قتل کر دیتے تھے **اقول** ستم کشی اعداء دین کے ہاتھ سے تو آل رسول مقبول کا کام
تھا کہ بعد رسول خدا صلعم کے ہمیشہ اعداء دین کے ہاتھوں سے ایذائیں پاتے رہے ہیں اور یہ آیت بھی انبیاء علیہم السلام کی اور انکے حق میں ہے کہ حق گوئی سے انکو آزار پہنچتے ہیں
یہانتک کہ مقتول ہو گئے اور تقیہ کو یہ آیت باطل نہیں کرتی ہے اگر بعض اوقات کسی نے کسی امر میں تقیہ کیا ہو بعد حق گوئی کے اسواسطے کہ حق کے کہنے میں تو وہ تقیہ کرتے ہی
نتھے وہ تو حق کو ہمیشہ کہتے ہی رہتے تھے چاہے کوئی مانے چاہے نہ مانے اور جو کہ انکے مطیع تھے وہ تو اسکو تسلیم کرتے تھے اور جو کہ مخالف تھے وہ انکو نہیں مانتے تھے اور زبردستی منوا دینے کی قدرت نتھی
اور جب حق کو بیان کر دیتے اور دشمنوں کو وہ حق بیان ناگوار ہوتی تو پھر کسی بعض امر میں وہ تقیہ کرتا اور جناب امیر کو اپنی خلافت میں اگرچہ حق گوئی کی قدرت تھی لیکن مصلحت یہی
جیسا کہ ہم لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ یعنی اے ایمان والو تم میں سے مرتد ہو جائے گا تو لا رہا ہے اللہ ایسے لوگوں کو لے آئیگا جنسے خدا کو محبت ہوگی اور خدا
انکو محبت ہوگی مومنوں کے سامنے تو ذلیل نظر آئینگے اور کافروں کے سامنے بڑے سخت ہونگے اور راہ خدا میں جہاد کرینگے اور کسیکی ملامت سے نہ ڈرینگے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے
محب و محبوب یہی لوگ ہیں جو کافروں کے سامنے دبکر رہیں اور انکی خوشامد نکریں بلکہ انسے کھچے رہیں اور کسیکی ملامت سے نڈریں اب فرمایئے کہ تقیہ میں سوا کفار کی خوشامد اور
انکی موافقت اور اندیشہ ملامت کے اور کیا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ محبوبوں اور محبوں کا کام نہیں بلکہ دشمنان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے **اقول** مطلب آیت کا کچھ
ہے اور اپنی رائے سے یہ شیخ لکھتا کچھ ہے اور کلام خدا میں تحریف کر کے اپنے ایمان کو برباد کرتا ہے اور اول تو ترجمہ ہی بیجا کرتا ہے چنانچہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین کا ترجمہ یہ ہے
کہ مومنوں کے سامنے ذلیل نظر آئینگے اور کافروں کے سامنے بڑے سخت یہ ترجمہ ہی نہیں ہے اور یہ کیا تعریف ہوئی کہ محبوبان خدا مومنوں کے سامنے ذلیل نظر آئینگے یہ تو مذمت
ہوئی اور مومنوں کو کافروں کا ذلیل نظر آنا چاہیے یا محبوبان خدا کا اور معنی صحیح اسکے یہ ہیں کہ نرمی اور تواضع کرنیوالے مومنین پر اور سختی کرنیوالے ہوں کافروں پر ہونگے اور یہ معنی آیت
میں کہاں ہے کہ کافروں کے سامنے دبکر رہیں اور انکی خوشامد نکریں بلکہ انسے کھچے رہیں تاکہ تو اس مضمون تقیہ کی نفی ہو سکے جو کہ آیت میں نہیں ہے تقیہ کو باطل کرے خدا تعالیٰ تو
اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے کہ جو دوستان خدا ہیں اور خدا انکا دوست ہے اور مومنین کے سامنے تو تواضع سے پیش آتے ہیں اور کفار پر سختی کرتے ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں
اور جہاد کرنے میں کسی ملامت کرنیوالے سے ڈرتے نہیں ہیں یہ بتلاؤ کہ تقیہ کو یہ آیت کیونکر باطل کرتی ہے اور جو مضمون کہ آیت میں ہے وہ اور تو اپنی رائے سے ایجاد کر کے بیان کرے تو کہو
کون مسلمان معتقد قرآن تسلیم کریگا اور حضرت موسیٰ نے جو تقیہ کیا ہے جیسے کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے جو قوم عائشہ کی کہ انکے انکار کی خوف سے خانہ کعبہ کو دوبارہ

دوبارہ نبنا سکے جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہی تو
سے وہ دشمنان خدا و رسول ہو گئی اور تو جانتا بھی ہی کہ آیت جناب امیر ا میں حکومت چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تیسر چار طرف معاندین زور پر تھے سلیمہ
معاویہ غیرہ مرتدین پر انہوں نے جہاد کیا اور یہ سب اوصاف اس آیت کے حضرت علی ہی میں پائی قبیلہ تمام عرب کے بر سر پرخاش منکرین زکوۃ اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھی بنوعثمان
اور رسول خدا کو دوست رکھنا اور خدا اور رسول خدا کا اسکو دوست رکھنا چنانچہ کتب صحاح اہل سنت میں لکھا ہی کہ جنگ برادر نیوالے ہی تھی اوسا اینہمہ کسی بات میں کسی سے نہ دبتے - اور
کل کو میں ایسے شخص کو اپنا علم دونگا کہ بھاگنے والا نہیں اور خدا اور رسول خدا کو دوست رکھے اور وہ اسکو دوست رکھیں بعد وہ علی بن ابیطالب تھے چنانچہ ابوبکر عمر من قلت سامان اور عدم شجاعت کے
علم دیا کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ اور ابوبکر اور عمر کے بھاگ گئے پر بنا کہ جو حضرت نے یہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر نہ زور وقدرت اور شوکت وسلطنت رکھتے تھے
کو دوست نہیں رکھتی تھے اور نہ خدا اور رسول خدا انکو دوست رکھتے تھے اور جہاد کرنیکا وصف جو آیت میں ہے وہ بھی حضرت علی کی واسطے ہی کہ اپنی ذات سے وہ خود جہاد کافر نام کو کوئی نہوس کا اپنے زمانہ میں
اور معاویہ پر جہاد کیا اور کسی ملامت کرنیوالی کا خوف نکیا اور ملامت کرنا مسلمانوں پر جہاد کرنے سے ہوتا ہے نہ کفار پر جہاد کرنے سے سو آیت حضرت علی اور انکے ہمراہیان مخلصین کے حق میں ہے
بعضے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں ہے سو غلط ہی اسواسطے کہ ابوبکر میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے تھی نرمی اور تواضع تو مومنین کے ساتھ یہ تھی کہ زبردستی انسے بیعت لی
اور سعد بن عبادہ کو ذلیل کیا اور زبیر وغیرہ کو بے عزت کیا اور سختی کفار پر یہ تھی کہ جنگ بدر میں کفار پر رحم کھا کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا جبکہ آیت عتاب نازل ہوئی اور خدا اور رسول خدا کا
دوست رکھنا اس روایت مذکورہ لاعطین الرایۃ غدا الخ سے معلوم ہو گیا کہ وہ ایسے نہ تھے اور جہاد کرنا تو معلوم ہے کہ ہمیشہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے ایک کافر کو بھی کبھی قتل نکیا اور نہ اپنی خلافت میں
کبھی اپنی ذات سے جہاد کیا اگر کچھ جہاد کا حکم دیتے تھی اور خدا تعالی انکو کہتا ہی کہ جو خود اپنی ذات سے جہاد کریں **قال الشیخ الاشعری** اب الحمد للہ کہ عاقلان منصف کے لیے خوبی تقیہ
عقل اور نقل سے خوب واضح ہو گئی مناسب وقت یوں ہی کہ عرف اور دستور خلائق پر بھی اسی کو منطبق کر کے کچھ اسکی بزرگی بتلا دیجے جبکہ آفاق میں پسندیدہ خلائق پختگی اور استقامت ہے
اور تلون کو سب لوگ ناپسند کرتے ہیں خاصکر دین کے مقدمات میں اور وہ بھی پھر اتنا کہ ایک دفعہ شورا شوری اور پھر بالکل بے نمکی سو پیغمبران دین اور ائمہ ہدی اگر ایک دفعہ احکام دین سنا کر پھر بخوف
جان یا خوف آبرو سے ہم کاسہ کفار ہو جائیں تو سب کے نزدیک یہ یقین ہو جائے کہ یہ لوگ خام طمع دنیا طلب ہیں پھر وہ معجزات کا ظاہر ہونا جو محض حسن اعتقاد خلائق کے لیے ہے سب رائگاں
ہو جائے اور جو لوگ کہ آمادہ ہدایت ہوں وہ منحرف ہو جائیں اور جو راہ پر آ گئے ہوں وہ اس حب جاہ کو دیکھ کر بے اعتقاد ہو کر ہٹ جائیں بلکہ ایسے لوگوں کو سخت دنیادار سمجھیں معہذا
ظاہر ہی کہ نصیحت کی تاثیر کے لیے خود عمل کرنا رکن اعظم ہی جب تقیہ ہوا تو عمل کہاں لاجرم اس صورت میں ہدایت کے کرنیکی کوئی صورت نہیں بالجملہ تقیہ کے بطلان پر عقل اور نقل اور
عرف تینوں متفق ہیں پر جسکی چشم انصاف کور ہو اسکو کیا نظر آئے اور نقل مشہور ہے بلکہ حدیث شریف ہے حبک الشئ یعمی ویصم یعنی تجھے اگر کسی چیز سے محبت ہو جائے تو اسکے عیوب اور
نقصانات کی دیکھنے سننے میں وہ محبت تجھکو اندھا بنا دیتی ہی اگر محبت مذہب الگ ہی ایک طرف کر کے ان تقریروں اور اثبات تقیہ کی تقریروں کو موازنہ کریں تو انشاء اللہ تعالی
مولوی عمار علی صاحب بھی توبہ کر اٹھیں میرزا درعلی کو تو شیعہ کیا بنائیں اور اب ہمکو اسکی ضرورت نہیں ہی کہ بعد اسکے بھی کچھ بیان کریں **اقول** البتہ یہ عقلمندوں پر
کو معلوم ہو گیا ہی کہ تقیہ عقلا اور نقلا اسی طرح سے درست ہے نہ جو کچھ کہ تو نے اسکے بطلان میں لکھا ہی کہ ہمنے اس سب کا جواب معقول دیدیا ہی اور عرف کو منقولات شرع میں کیا دخل ہی
جس وقت کہ خلاف حکم خدا کے ہو اور عرف بھی تقیہ کے بطلان کو نہیں چاہتا ہی کہ عرف میں بھی آدمی کو اپنی نفس کا محفوظ رکھنا واجب ہے نہ ہلاکت میں ڈالنا اور ہر چند پختگی اور استقامت
پسندیدہ خلائق ہی اور تلون غیر پسندیدہ لیکن بعضی وقت ضرورت میں استقامت بیکار ہی چنانچہ مشہور ہے کہ الضرورۃ تبیح المحظورات اور تمہارے شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ ۔ نہ ہر جائے
مرکب توان تاختن ۔ کہ جاہا سپر باید انداختن ۔ اور دین کے مقدمہ میں تلون کا تو قائل کوئی نہیں ہے اور نہ کوئی انبیاء کو یہ کہتا ہی کہ وہ خوف جان یا خوف آبرو کے لیے ہم کاسہ کفار ہو جاتے
ہیں اور جو کفار کہتے ہیں وہی کہنے لگتے ہیں اور نہ یہ ہی کہ وہ طمع دنیا اور جاہ و مال کی لئے تقیہ کرتے ہیں مگر یہ ہی کہ جس امر میں سوائے تبلیغ احکام کی مظنہ آزار پہنچنے کا اور فتنہ و فساد کے برپا
ہونیکا ہوتا ہی تو وہاں جو کہ حق کہنا یا کرنا ہوتا ہی تو اسکو نہ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں چنانچہ بروایت مسلم حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے اور جو کہ حق اور امر واقعی تھا اسکو بیان نہ کیا اور جناب
رسول خدا صلعم خوف انکار قوم عائشہ سے خانہ کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم پر نہ بنا سکے اور باقی رہی ائمہ علیہم السلام جو کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں تھے سو انسے کچھ عداوت نہ تھی
بلکہ ان لوگونکو خاندان نبوت سے عداوت ذاتی تھی اور حق کے پہنچانے میں طالبان حق کی روبرو تو کبھی وہ خلاف حق کے بیان نہیں کرتے تھے اور جسکو جانتے تھے کہ اسکو طلب حق
منظور نہیں ہے اور یہ محض سعایت اور غمازی کی واسطے آیا ہی تو اسوقت اسکے روبرو تقیہ کا کلام کرتے تھی کہ حاکم سے جا کر نہ کہدے اور ہم نوالہ و ہم کاسہ تو وہ اپنے دوستوں ہی کی ساتھ
ہوتے تھے نہ دشمنوں کی ساتھ پس جو کچھ اس نے لکھا ہی سب باطل ہی یہ بات ہی نہ تھی اور باقی رہی عوام سو دنیا کی طمع کے لیے انکے واسطے بھی تقیہ نہیں ہے مگر واسطے حفاظت نفس کے
چنانچہ صحیح بخاری اور تفسیر کبیر میں لکھا ہی بلکہ تفسیر کبیر میں تو یہ لکھا ہی کہ مال کی حفاظت کے واسطے بھی تقیہ کرنا درست ہے چنانچہ پہلے اس سے عبارت اسکی ہم لکھ چکے اور جا بجا کتابا

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں تو بالکل جھوٹ ... انکا صدیق ہونا متخیل نہوگا اور شیعوں کے ...
اور اس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حق کا فر ہی تھا تو اُس تنہائی ... جیسے اللہ علیہ و آلہ ... چھپکر نماز کا ہیکو پڑہتے تھے علانیہ پڑہنی چاہئی ... تا کہ
سکے ... کافر مطلق ہی تھے ... اُنکی کتابوں ... ورمحبت ... بڑہیم نے تو واسطے ... ایک کلمہ کفر اپنی زبان پر جاری کیا تھا چنانچہ تفسیر
... ہندی کا فر بھی ... تیرے عرفہ سے جیسے کہ ہم لکھ چکے اور تقیہ سے ہمکو دوستی موافق حکم خدا کے ہے اور موافق روایات کتب
... اور خوکم ... ہندو ... کہ بات مذہب کے واسطے اور ... ہندی ڈانڈھا کیا ہی جیسے کہ تم ابوبکر کی دوستی میں اندھے ہوگئے ہو اور حق صریح کو مٹاتے ہو اور ہماری کتابوں
... ہے ور آخرت میں بھی خدا ... دوستی میں ایسے اندھے ہوگئے ہو کہ کہتے ہو شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ کسیکی عقل میں آتا ہے
... حسب فرمان الٰہی اور ... سب جمع کرلیا تھا اُسکو پہچانتے نہیں پائے تھے اور محبت تقیہ سے اپنی خوشی نہیں ہے بلکہ شارع کی جانب سے اسکا حکم ہے اور جو کچھ تو نے لکھا
... خلاف عمل علماء اہل سنت کے ہے اور مولوی عمار علی صاحب کیا تو بہ کرینگے کہ اُنکے نزدیک تو حقیت تقیہ کی ثابت ہے اب تمکو ہماری تحریر دیکھکر اُسکے انکار
... امیر معاویہ کے حوالہ ... نے ... پہلے لکھا تھا سب باطل ہوگیا اور کیا لکھیگا اور میرزا در علی صاحب باپ دادے سے شیعہ بنے ہوئے ہیں اُنکو کوئی کیا غیبہ کریگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اتمام

حجت کے لیے اتنا اور معروض خدمت علماء شیعہ ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر فرض محال تقیہ ثابت بھی ہو جاے تو موافق جمہور شیعہ حضرت امیر بہنگام خلافت تقیہ حرام تہا پہر تعریف صحابہ کو تقیہ پر
کیوں محمول کیا جاے اور سلمنا کہ بہنگام خلافت بھی اُنپر تقیہ فرض تھا تو قطع نظر اسکے کہ یہ تعصب ہے تعصب ہے اور اس قول کے قائل نے عقل کی بھی ناک کرلی ہے اسمیں کیا عذر کرینگے کہ حضرت امام
باقر بھی ابوبکر صدیق کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ موافق مذہب شیعہ وہ خدا کی طرف سے تقیہ کرنے سے ممنوع تہے اور تقیہ اُنپر حرام تہا علی بن عیسی اردبیلی امامی اثنا عشری اپنی کتاب کشف الغمہ
عن معرفۃ الائمہ میں نقل کرتے ہیں سئل الامام ابو جعفر عن حلیۃ السیف ھل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ فقال الراوی تقول ھکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم
الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ و عن آبائہ الکرام سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر
چاندی سونے کا کچھ نقش و نگار یا تہنی وغیرہ بھی درست ہے یا نہیں آپنے فرمایا ہاں درست ہے اسلئے کہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا جھول کرایا تھا راوی نے کہا کیا آپ ابوبکر کو
صدیق فرماتے ہیں آپ غصہ میں آئے اور جگہ سے اچک اُٹھے اور فرمانے لگے ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق جو انہیں صدیق نکہے اللہ اسکی بات کو دنیا اور آخرت میں سچی نکرے فقط اب
گوش گزار اہل انصاف یہ ہے کہ سب امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن عیسی اردبیلی علم و فضل میں یکتا اور نقل اور روایت میں بڑے معتمد علیہ ہیں اُنکی روایت پر کوئی طعن نہیں کر سکتا

اقول آجتک کوئی حجت بہی تمہاری تمام نہوئی اور تقیہ کو علماء اہل سنت نے تو جایز کیا بلکہ بعضی جگہ واجب لکھتے ہیں چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے تو خود تحفہ میں
وہ بہی کیا ہوں اب میں جایز لکھتے ہیں اور تو اُسکو محال لکھتا ہے اور جب تو عاجز ہوا اور دیکھا کہ قرآن اور حدیث سے تقیہ ثابت ہے تو خود اقرار کیا لیکن تاویل اسکی یہ کی کہ وہ لنگڑے لولوں کے واسطے ہے
اور یہاں اُسکو محال لکھتا ہے تیرے قول کا کچھ ٹھکانا نہیں اور حضرت امیر نے تقیہ کسیکے خوف سے اپنی خلافت میں نہیں کیا ہے چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے بلکہ ایک مصلحت سے جیسے کہ قاتلان عثمان
کو خوف برپا ہونے فتنہ اور فساد کے معاویہ کے سپرد نکرسکے جیسا کہ تم بھی کہتے ہو اور تعریف صحابہ اخیار کی حضرت امیر نے اپنی خلافت میں کی مذمت خلفاء ثلاثہ کی بلکہ اُنکی تو مذمت کی ہے اور تعریف اُنکی
کیونکر کرتے اُنکو تو وہ پہلے ہی سے کاذب اور خائن جانتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے بہی تعریف ابوبکر کی ہرگز نہیں کی ہے یہ اتہام علماء اہل سنت کا اُنپر ہے اور
اور کشف الغمہ کا جو تو حوالہ دیتا ہے صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی محدث اہل سنت سے نقل کی ہے اور وہ اکثر روایتیں اہل سنت کی کشف الغمہ میں نقل کرتے ہیں اور انجملہ یہ روایت بھی ہے
مولوی عبد العزیز صاحب نے واسطے دھوکا دینے کے یہ تو لکھا نہیں ہے کہ یہ روایت اسمیں ابن جوزی سے منقول ہے اسیقدر لکھدیا کہ کشف الغمہ میں لیا لکھا ہے اور اُنکی پیروی سے تو نے بھی
ایسا ہی لکھدیا اور مولوی عبد العزیز صاحب کے لکھنے پر تو نے اعتماد کرکے اکثر مقام میں دھوکا کھایا ہے اور دروغ لکھدیا ہے پہلے تجھ کو چاہئے تھا کہ تحفہ کے جوابوں کو دیکھ لیتا تاکہ معلوم ہو جاتا کہ یہ سچ
لکھتے ہیں یا جھوٹ لکھتے ہیں تو نے اُنکی پیروی میں مفت اپنے ایمان کو خراب لیا اور صریح یہ روایت اہل سنت کی کتابوں کی ہے اور صواعق محرقہ میں موجود ہے اور دارقطنی نے اسکی تخریج
کی ہے چنانچہ اسمیں لکھا ہے اور اسیطرح کی اور روایتیں بہی اسمیں ہیں اور دارقطنی بڑے استاد کامل تھے ایسی روایتوں کو وضع کرکے طرف ائمہ علیہم السلام کے منسوب کرنے میں اور شیعوں کی
کتب معتبرہ میں یہ روایت نہیں ہے مگر کشف الغمہ میں اہل سنت کی کتابوں سے منقول ہے اور روایت قابل اعتبار نہیں ہے کہ سراسر جھوٹ اور موضوع ہے یہی عذر ہے اس روایت کا جو کہ
ہمنے لکھا ہے اور تقیہ سے اسکو ہم نہیں کہتے ہیں اور علی بن عیسی اربلی کے علم و فضل میں کیا شک ہے اور نقل روایت میں بھی وہ بڑے معتمد علیہ ہیں لیکن اس روایت کو انہوں نے ابن جوزی
سے نقل کیا ہے اسواسطے یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے اور علی بن عیسی اربلی تھے اردبیلی نتھے اسمیں بہی مولوی عبد العزیز صاحب کی پیروی سے تو نے دال کا اضافہ کرکے غلطی کی

قال الشیخ الاشعری باقی رہی یہ بات کہ حضرت امام محمد باقر پر تقیہ کے حرام ہونے کی کیا دلیل سو یہ وہ معقول ہے جو اہلبیت سے منقول ہے سنیئے کلینی میں روایت ہے کہ عن معاذ بن
کثیر عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ عز و جل انزل علی نبیہ کتابا فقال یا محمد ھذہ وصیتک الی النجباء فقال من النجباء یا جبرئیل فقال علی بن ابی طالب و ولدہ و کان علی الکتاب خواتیم من ذھب فدفعہ رسول اللہ صلعم الی

واعره ان يفك خاتمه منه فيعمل بما فيه ثم دفعه الى الح

نفسك لله ففعل ثم دفعه الى علي بن الحسين ففك خاتما فوجد فيه ان اب حکومت چھوڑ کر اس عالم سے تشریف لیگئے تھے اور پھر تیسرے چار طرف معاندین زور پر تھے سلیمہ

علی بن الحسین علیہم السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم کھلی قبلیہ تمام عدب سے بر سر پرخاش منکرین زکوۃ اپنی ہی طرف کھینچ رہے تھے بنو غسان

لاحد علیك ثم دفعه الى جعفر الصادق ففك خاتما فوجد فیہ حدث الناس وافتہم ولا تخافن بہنے والے ہی تھے اور اسبا اہینہ کسی بات میں کسی سے نہ تھے - اور

الی حزن وامان ففعل ثم دفعه الی ابنه موسی علیہ السلام وهكذا الى قيام المهدي عليه السلام ورواہ عن طرق آخر عن معاذ کثیر ایضا تمام لایتھے چنانچہ اس قلت سامان اور عدم شجاعت کے

حاصل روایت کا یہ ہے کہ کلینی میں معاذ بن کثیر سے روایت ہے وہ حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالی نے نازل کیا ابوبکر اور عمر نے زور و قدرت اور شوکت و سلطنت پر

وصیت کے بجائے آپ نے فرمایا اے جبرئیل بجاہا کون ہیں جبرئیل نے کہا علی بن ابی طالب و انکی اولاد اور اس کتاب پر کئی مہریں لگی ہوئی تھیں یہ خود دیکھ کا فر نام کوئی مجلس کا

ایسے ہی اس خط پر لاکھ کی جگہ سونے کی مہریں لگی ہوئی تھیں سو حضرت پیغمبر صلعم نے اس وصیت نامہ کو حضرت علی کو دیا اور یہ فرمایا کہ ایک مہر کو توڑیں اور جو اسکے بیچ نصیحت کر ... الخ انکے زمانہ میں

نے حضرت امام حسن کو دیا انہوں نے بھی ایک مہر کو توڑ کر اسکے نیچے جو کچھ نکلا اسپر عمل کیا پھر انہوں نے حضرت سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اسکے نیچے

سے یہ نکلا کہ ایک قوم کو شہادت کی طرف لیجا اسلئے کہ انکی شہادت تیرے ہی ساتھ ہے اور اپنی جان کو اللہ کے واسطے خرید ڈال انہوں نے ایسا ہی کیا بعد اسکے انہوں نے حضرت امام زین العابدین

کو وہ وصیت نامہ دیا انہوں نے مہر کو توڑا تو اسمیں نکلا کہ سر جھکا چپکا ہو کر بیٹھ رہ اور اپنے گھر ہی میں اور اپنے رب کی عبادت کیے جا یہانتک کہ موت آجاوے سو انہوں نے ویسا ہی کیا پھر انہوں نے وہ وصیت نامہ

اپنے بیٹے امام محمد باقر کو دیا انہوں نے جو مہر کو توڑا تو اسمیں پایا کہ لوگوں سے حدیثیں بیان کر اور فتوے دے اور اپنی اہل بیت کے علوم کو پھیلا اور اپنے آبا و اجداد صالحین کو سچا کر اور سوا خدا کے کسی سے مت ڈر اسلئے

کہ کوئی تجھپر قادر نہو سکیگا پھر انہوں نے اپنے بیٹے امام جعفر صادق کو وہ وصیت حوالہ کی انہوں نے جو مہر توڑی تو اسمیں یہی پایا کہ حدیثیں بیان کر لوگوں سے اور فتوے دے اور کسی سے سوا خدا کے مت ڈر

اور اپنی اہل بیت کے علوم کو پھیلا اور اپنے آبا و اجداد صالحین کی تصدیق کر اسلئے کہ تو خدا کی حفظ و امان میں ہے سو انہوں نے بھی ویسا ہی کیا پھر انہوں نے اپنے بیٹے موسی کو وہ وصیت دی اور اسیطرح امام مہدی

تک برابر چلا گیا اور دوسری سند سے کلینی ہی معاذ بن کثیر مذکور کی واسطے سے امام محمد باقر سے روایت کرتا ہے اور اس روایت میں پانچویں مہر میں یعنی حضرت امام محمد باقر کی نوبت میں تنا اور بھی ہے کہ

اور کہتا رہ حق بات امن میں اور خوف میں اور سوا خدا کے کسی سے مت ڈر غرضکہ اس روایت میں غور فرمائیے کہ حضرت امام باقر کو کس تاکید سے تقیہ کی ممانعت ہے پھر بھی حضرت امام محمد باقر جنکو یہ وصیت تھی کہ

حق کے سوا کبھی کچھ اور مت کہیو حضرت ابوبکر صدیق کی اتنی کچھ تعریف فرمانے میں کہ اس سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ بجز نبوت کے نہیں ہے اسلئے کہ بعد انبیا کے کلام اللہ میں صدیقین ہی کو ذکر فرماتے ہیں اور یہ تعریف

بھی اس تاکید سے کہ بددعا فرماتے ہیں ان لوگوں کے حق میں جو انہیں صدیق نہیں اب کہیئے کہ تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں **اقول** اس روایت سے حرمت تقیہ کی ہرگز ثابت نہیں ہے اور نہ اس روایت میں تقیہ

کی ممانعت ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اس روایت میں تو حکم احادیث کے پھیلانے کا اور علوم اہل بیت کے منتشر کرنیکا ہے کہ بخوف علم کو ظاہر کر اور کسی سے خوف نہ کر سو انہوں نے کثرت سے احادیث کو پھیلایا اور حق کے بیان کرنے میں

کسی سے خوف نہیں کیا دیکھو تو کہ یہ ہزاروں لاکھوں احادیث جو شیعوں کی کتابوں میں ہیں یہ انہی ہیں یا کسی اور کی خاصکر امام جعفر صادق کہ انکے زمانہ میں کثرت سے انتشار احادیث ہوا اور علوم دین

جاری ہوئے اور حق کے بیان کرنے میں کبھی انہوں نے تامل نہیں کیا اور نہ کسی کا خوف کیا مگر بعضے وقت جو کوئی دشمن مخالف واسطے سعایت کرنیکے اور واسطے غمازی کرنیکے نزدیک حاکم ظالم کے کسی حکم کو سنکر

آتا تھا اور اسمیں استفسار کرتا تھا تو وہ اس حکم میں کہ جسکو پہلے ظاہر کر چکے تھے یا تو ذومعنیین یا اسکی مرضی کے موافق بیان کرتے تھے اور جو کہ حق ہے اسکو تو وہ پہلے ہی بیان کر چکے تھے اور ابوبکر کی تعریف

تو حضرت امام محمد باقر نے ہرگز نہیں کی ہے یہ تہام علماء اہل سنت کا ہے اور پھر مولوی عبد العزیز صاحب کی اس روایت کے بیان میں خیانت کرنی کہ یہ لکھا کہ کشف الغمہ میں روایت ابن جعفی سے

منقول ہے اور اگر کوئی سنی اپنی کتاب میں شیعہ کی کسی روایت کو لکھے کہ عن هشام بن الحكم عن ابي عبد الله عليه السلام انه قال ان ابا بكر و عمر كانا غاصبين ظالمين غصبا حق اهل بيت الرسول صلعم

اور کوئی شیعہ سند پکڑے کہ اہل سنت کی فلانی کتاب میں اس طرح سے لکھا ہے تو فرمایئے کہ اہل سنت کے علماء اسکو قبول کرینگے ہرگز نہ قبول نکرینگے اور اگر تقیہ سے ابوبکر کی تعریف بیان کرتے ابوبکر کی

کسی معتقد کے ڈر سے تقیہ کرکے تو مضائقہ بھی نہ تھا کہ جناب رسولخدا صلعم ایک شخص کو اسکے پیٹھ پیچھے تو برا کہا ہے اور اسکے روبرو کشادہ پیشانی اور خاطر داری سے پیش آئے ہیں اسکے شر سے محفوظ

رہنے کے واسطے چنانچہ پہلے اس سے ہم مشکوۃ کے باب الادب سے لکھ چکے سو تعریف ابوبکر کی تو امام محمد باقر نے کی ہی نہیں ہے کہ اسمیں ہم تقیہ کو دخل دیں **قال الشیخ الاشعری** ہمیں

اس روایت سے فقط یہی فائدہ نہیں ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا بے دغدغہ ثابت ہوگیا اور کسیکو تقیہ کے احتمال کی گنجائش نرہی بلکہ شیعوں کے مذہب کا بطلان اور

سنیوں کے مذہب کی حقانیت بھی تحقیق ہوگئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت شیعہ قاطبۃ امامیہ خواہ غیر امامیہ خواہ اثنا عشریہ خواہ غیر اثنا عشریہ اس بددعا کے اندر داخل ہیں

جو حضرت امام مستجاب الدعوات امام محمد باقر کی زبان مبارک سے صادر ہے ہمکو تو شیعوں کو بھی اسکے قبول ہونے میں تامل نہیں سو اس سبب سے بالیقین ہم کو معلوم

ہوگیا کہ انکے دعوے محبت اہل بیت اور دعوی اسلام اور دعوی ایمان سب خداوند کریم کے نزدیک جھوٹا ہے اور آخرت میں بھی خداوند کریم انکی تکذیب فرمائیگا سو اس سے

اخبار شیعہ کے ہرگز ایسے نہیں ہیں تو بالکل جھوٹ لکھ [illegible] انکا صدیق ہونا تسلیم نہوگا اور شیعوں کے مذہب کو باطل او

اور اُس زمانہ سے پہلے اگر کوئی مخالف مذہب حق کا فر ہی تھا تو اُس تنہائی [illegible] صلے اللہ علیہ وآلہ دیتے ہیں اور معاویہ جسنے مذہب اہل سنت [illegible]

[illegible] ہے اس سے بطلان مذہب اہل سنت کا بخوبی واضح ہوگیا او [illegible]

[illegible] کافر بھی [illegible] مذہب میں رام اور لچھمن کی بہت تعریف لکھتے ہیں [illegible] اہل سنت کو

اور خود کہاں ہند [illegible] واسطے اور شیعوں کے مقابلہ میں اسکا ذکر کرنا اس سے بالیقین ہمکو معلوم ہوا [illegible] دعوی اسلام اور دعو

ہے ور آخرت میں بھی خدا اور رسول کریم کی تکذیب کریگا سوا اس سے زیادہ اور کونسا مرتبہ باطل ہونیکا ہوگا **قال الشیخ الاشعری**

[illegible] حسب فرمان الٰہی اور موافق وصیت پیغمبری تھا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان سے جو بیعت کی [illegible]

[illegible] امیر معاویہ کے حوالہ فرمائی سب حسب رائے خدا [illegible] اور ارشاد پیغمبر تھا بوجہ تقیہ نہ تھا اور جب ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت

حضرت علی نے بیعت موافق ارشاد خداوندی کی تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ قابل اسی کی تھے علی ہذا القیاس نکاح دختر مطہرہ حضرت ام کلثوم [illegible]

[illegible] نکاح بھی خدا کے حکم کے موافق ہونے میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح سے کچھ کم نہیں جیسے انکا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

[illegible] تھا ویسے ہی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عمر سے حسب فرمان الٰہی تھا و ہو المراد الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سب حیلہ و حجت امامیہ کا جواب مذہب

[illegible] کا کرم ہے کہ حق کو حق کر دکھایا اور باطل کو باطل **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت علی نے کیا حسب فرمان الٰہی اور موافق وصیت پیغمبری تھا

[illegible] بیعت کرنا بھی موافق وصیت رسول خدا صلعم کے تھا [illegible] اہل سنت کی کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ روضۃ الاحباب [illegible]

[illegible] فرمایا [illegible] علی بعد از من [illegible] اہل التقوی [illegible] کی وجہ میں [illegible] دنیا اختیار

[illegible] اور بیعت [illegible] گھر [illegible] میں [illegible] چھ مہینے تک بیعت نہ کی اور جب فاطمہ زہرا

[illegible] وکان لعلی وجہ

[illegible] اقوتیت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] فقال لا واللہ [illegible] ابی بکر یعنی اور تھی [illegible]

[illegible] لوگوں [illegible] علی [illegible] فاطمہ نے دنیا میں

[illegible] کے چھ مہینے پیچھے وفات پائی [illegible]

[illegible] وقت علی نے لوگوں سے [illegible]

اور ناچار ہو [illegible] کون [illegible]

[illegible] ناچار ہو کر کی چنانچہ لفظ [illegible]

[illegible] ولا تیستون بسنتی [illegible]

[illegible] تسمع وتطیع وان ضرب ظہرک واخذ مالک

[illegible] کے دل انکے شیطانوں کے دل ہونگے بدن [illegible]

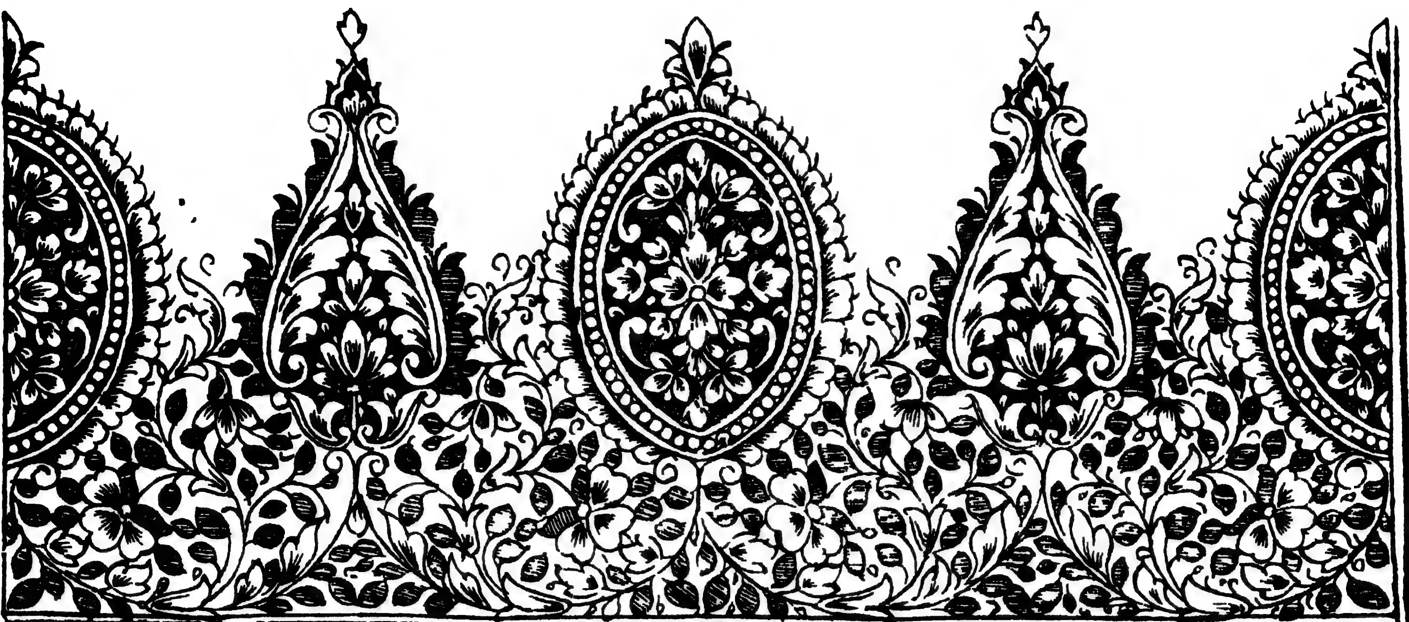
وہ کہیں اور فرمانبرداری کرو اگرچہ پشت تیری زخمی کی جائے اور مال تیرا لوٹ لیا جائے [illegible]

[illegible] تھے تو یہ ہو نہیں سکتا حذیفہ کی زندگی میں ان کا ہونا پائے [illegible]

[illegible] ہو کہ جو ابوبکر کے نطفہ سے تھی اور اسماء [illegible] ابوبکر کے حضرت علی نے نکاح [illegible] ام کلثوم [illegible]

[illegible] کا مفصل [illegible] کے جواب [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ **قال شیخ الاشعری** [illegible]

[illegible] میں آکر یہ حجت کریں کہ واقعی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الشیخ الاشعری

نقل خط مولوی عمار علی کہ جو میر نادر علی کے خط کے جواب میں لکھا تھا

میر صاحب مظہر عنایت و کرم مجمع محامد شیم زاد فضلہ و کرمہ بعد سلام کے واضح خدمت عالی ہووے کہ عنایت نامہ تمہارا پہنچا جو کچھ آپنے تحریر فرمایا تھا معلوم ہوا آپنے لکھا تھا کہ مجھے صحبت علماے شیعہ سے فدک کے غصب ہونیمیں نہیں ہوئی صورت اوسکی یہ ہے کہ آپکی ملاقات کسی عالم واقف اور خبردار سے آج تک حاصل نہیں ہوئی اگر مجھسے آپکی ملاقات ہووے اور میری زبانی آپ سنیں تو آپ پر واضح ہوجاے کہ اہل سنت بالکل غلطی پر ہیں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور بھس پر لیپنا لیپتے ہیں اور تین سوال جو آپنے عبدالحق کیطرف سے لکھے تھے اونکا جواب مختصر یہ ہے کہ سوال اول میں آپنے لکھا تھا کہ رسول خدا کی بیٹیوں نکا نکاح کس سے ہوا یہ سوال بیمحل ہے اسواسطے کہ جناب رسول خدا کے نطفہ سے ایک بیٹی تھی فاطمہ زہرا سو وہ حضرت علی سے منسوب تھی اور دو بیٹیاں جو اور آنحضرت کی اہلسنت مشہور کرتے ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نتھیں بلکہ وہ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں ہمراہ حضرت خدیجہ کے آئیں تھیں اور نام اون دونو صاحبزادیونکا رقیہ اور ام کلثوم تھا ابن حجر محدث اہل سنت کی کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ ایک کا نکاح تو انیں سے عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابوالعاص ابن الربیع سے اور یہہ دونو کافر تھے انتہے بعد اسکے نکاح اون دونو کا عثمان سے ہوا جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور پیغمبر خدا نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئی تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت کے روبرو اور کافروں سے بدرجہ بہتر تھا البتہ بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے ایسی بدعتیں عثمان نے کیں کہ عائشہ اوسکے حق میں کہتی تھی اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احراق المصاحف یعنے قتل کرو اس ریش دراز کو لعنت کرو اس ریش دراز پر قتل کرو اس قرآن کے جلانیوالیکو چنانچہ استیعاب میں لکھا بدعتیں کیں کہ صحابہ رسول نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا یہہ سب ماجرا اہل سنت کی کتابونمیں مذکور ہے اگر سند انکی مطلوب ہوگی تو ہم ... اور اگر یہہ دونو صاحبزادیاں رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل کچھہ مذکور ہوتے جیسے کہ حضرت فاطمہ کے فضائل شیعہ کی کتابونمیں مذکور ہیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ الفاطمۃ بضعۃ منی اور سوا اسکے فضائل فاطمہ کے صدہا کتابونمیں مذکور ہیں او فضائل ایسے مذکور نہیں ہیں اگر آنحضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو البتہ مذکور ہوتے سوال دوسرا علی نے عائشہ سے بہتر جنگ کیے اگر باغ فدک صحابہ کا تھا تو علی نے اونپر جہاد کیوں نکیا جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ سوال ہی غلط ہے اسواسطے کہ علی نے عائشہ سے بہتر جنگ نہیں کیے بلکہ ایک جنگ شکست ہوئی چنانچہ اہل سنت کی کتابونمیں لکھا ہے اور فدک کے غصب کرنے سے جہاد لازم نہوا تھا اسواسطے کہ جہاد مال ...

نہیں ہے بلکہ پیغمبر اور امام واسطے ترقی دین کے جہاد کرتے ہیں نہ واسطے مال دنیا کے اور علی کے پاس جہاد کرنیکو انصار کب تھے کہ وہ جہاد کرتے جہاد
کرنیکا حکم تنہا کے واسطے نہیں ہے بلکہ جسوقت انصار اور مددگار بہم پہونچیں اوسوقت جہاد کرنا چاہیئے جیسے کہ رسولخدا صلعم جب تک مکہ میں رہے بسبب نہونے
انصار کے حکم جہاد کا نہوا جب مدینہ گئے کافروں کے خوف سے ہجرت کرکے اور انصار بہم پہونچے تو جہاد کفار پر کیا اور جبتک مکہ میں رہے کچہہ نہو سکا
بلکہ کچہہ کچہہ مددگار بھی وہاں موجود تھے اون مددگاروں میں ایک علی بھی تھے اونسے بھی کچہہ نہو سکا آخر کفار کے خوف سے سبنے اپنا وطن اصلی
چھوڑ دیا مگر ایسے ہی حال علی کا بعد رسولخدا کے تھا کہ خلفا ثلثہ کے زمانہ میں اونکو انصار اور مددگار بہم نہ پہونچے تو جہاد نکیا اور جب بہم پہونچے
تو عائشہ پر بھی جہاد کیا اور معاویہ پر بھی اور سوال تیسرا یہہ کہ علی کی بیٹیونکا نکاح کس سے ہوا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ فاطمہ کے پیٹ سے علی کی دو
بیٹیاں تھیں بڑی بیٹی زینب کہ جسکا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا اور دوسری بیٹی کلثوم تھی کہ جسکا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا
فقط یہی سوال تھا جسکا جواب ہوا اور کچہہ زیادہ لکھتے تو زیادہ لکھا جاتا اور فدک کا غصب ہونا جو آپنے دریافت کیا تھا اوسکو ایک دفتر چاہیئے لیکن
کچہہ مختصر تھوڑا سا آپکی خدمت میں تحریر کرتا ہوں اگر آپکی طبیعت میں انصاف ہے تو اسی قدر کفایت کرتا ہے اور جو کچہہ لکھتا ہوں یہہ سب
اہلسنت کی معتبر کتابوں سے ہے جس شخص کو کچہہ تردد ہو مطابق کر لیوے اور بعد اسکے انصاف کرے کہ یہہ ظلم ہے یا نہیں جلال الدین سیوطی نے
تفسیر درمنثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو علی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب معارج النبوۃ نے معارج النبوۃ میں اور سوا اسکے
اور علمائے اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ یعنے دے تو اے محمد قریبونکو حق اونکا تو اوسوقت پیغمبر خدا نے
جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اوسکا فدک ہے فدک اوسکو
دیدو اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علما کے ثابت ہوا کہ رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تھی
جب رسولخدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اونکا قبضہ اوٹھا دیا اب فرمائیے کہ یہہ غصب نہیں تو کیا ہے
اور تفصیل اسکی یہہ ہے کہ تاریخ آل عباس کہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ہے اوسمیں لکھا ہے کہ جسوقت اولاد حسنین نے مامون رشید خلیفہ عباسی سے عوض
فدک کا کیا تو اوسنے دو صد علماء اہل سنت جمع کرکے کہا کہ حال فدک کا رست رست بیان کرو اونہوں نے بروایت واقدی و بشیر بن ولید بیان کیا کہ
بعد فتح خیبر آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوئی تو رسولخدا نے جبرئیل سے پوچھا کہ ذو القربے میرے کون ہیں اور حق اونکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی
کہ فاطمہ زہرا تمہارے قریب ہے اور حق اوسکا فدک ہے اوسوقت رسولخدا نے فاطمہ کو فدک دیدیا جب ابوبکر نے اپنی خلافت میں فاطمہ کو فدک سے منع کیا تو فاطمہ
نے فرمایا کہ فدک مجھکو میرے باپنے دیا ہے ابوبکر نے قبول کیا اوسوقت عمر نے کہا کہ فاطمہ سے گواہ طلب کر کہ پیغمبر خدا نے اوسکو دیا ہے اوسوقت فاطمہ زہرا
علی اور ام ایمن کہ ایک بی بی تھی اور حسنین علیہم السلام کو گواہ لائے اور اونہوں نے گواہی دی کہ پیغمبر خدا نے فاطمہ کو فدک دیا ہے تو اوسوقت ابوبکر نے فاطمہ کو
کاغذ فدک کا لکھدیا کہ اپنے حق پر قابض ہووے عمر نے وہ کاغذ ابوبکر سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علی اوسکا شوہر ہے اپنے نفع
کے لئے کہتا ہے ابوبکر نے بھی قبول کیا اور یہہ دعوے کرنا فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا اور گواہی دینا علی اور حسنین کا اور ام ایمن کا اور رد کرنا اور
نامنظور کرنا ابوبکر کا اونکی گواہی کو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے مثل صواعق محرقہ اور فصل الخطاب اور معجم البلدان اور ریاض النضرۃ اور
کنز العمال و تاریخ حاکم اور جمع الجوامع اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور سوا اسکے بہت کتابوں میں ہے لیکن ابوبکر نے فاطمہ کو اور اوسکے
گواہونکو اس دعوے میں جھوٹا جانا اور سوا فاطمہ کے جس کسینے ابوبکر سے دعوے کیا اوسکو ابوبکر نے سچا جانا اور گواہ اوس سے طلب نہ کئے جو کچہہ اوسنے
مانگا دیدیا چنانچہ صحیح بخاری میں جابر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوبکر کے پاس گیا اور مینے کہا کہ پیغمبر خدا نے اپنی زندگی میں مجھسے وعدہ
کیا تھا کہ مال بحرین کا آویگا تو تجھکو میں اوسمیں سے اسقدر مال دونگا اور مال بحرین کا حضرتؐ کی زندگی میں نہ آیا لیکن اب تمہارے پاس آیا ہے
اوس میں سے مجھکو دو کہ حضرت نے مجھسے وعدہ کیا تھا ابوبکر نے یہہ بات سنکر اوسیوقت تین مٹھی مال کی مجھے بھر کر دی اور گواہ مجھسے
اس وعدہ کرنیکی طلب نہ کئے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں وجہ اسکی اسطرح سے لکھی ہے کہ ابوبکر نے جو جابر سے گواہ طلب نکئے
اور یونہی مال اوسکو دیدیا سبب اوسکا یہہ ہے کہ جابر سا صحابی معاذ اللہ پیغمبر خدا پر جھوٹا دعوے کرے اگر جابر سچا ہوگا تو بہم

کون سچا ہو سکتا ہے سو پہلے ابو بکر نے اوس سے گواہ طلب نہ کئے اور بدون گواہی اوسکو مال دیدیا اب کہتا ہوں میں کہ واسطے دینداری اہلسنت
کہ فاطمہ کو جو پارہ جگر رسول خدا صلعم ہے جابر کے برابر بھی نجانا کہ اونے صحابی تھا اور اونکے نزدیک فاطمہ کا مرتبہ جابر کے برابر بھی نہوا کہ جابر کو تو بدون
گواہوں کے مال دیدیا اور اوسکو جھوٹ کہنے سے بچایا اور کہا کہ اگر جابر سچا نہوگا تو کون سچا ہوگا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھکر اوس سے گواہ طلب کئے جب گواہوں نے
اوسکی گواہی دی تو اونکی گواہی کو رد کیا علی کو تو کہا کہ یہہ شوہر اوسکا ہے اپنے نفع کے لئے کہتا ہے علی کو بھی جھوٹا جانا ہر چند علی بھی صحابی تھے
لیکن جابر کے برابر سچے نتھے اور حسنین کو کہا کہ یہہ فرزند اوسکے ہیں اور لڑکے ہیں اور ام ایمن جو باقی رہی وہ ایک عورت ہے اوسکی گواہی کیسی درست
ہووے اب فرمائیے یہہ غصب نہیں تو کیا ہے سوائے اسکے اور غصب کسکو کہتے ہیں اور یہہ عداوت ہے یا دوستی اور مروت اور رعایت حق رسول اور
حق اور سچ تو یہہ ہے کہ اہلبیت کی دشمنی میں حق رسول کی بھی رعایت نکی آپنے لکھا تھا کہ مجھے غصب فدک کی کسی سے صحت نہیں ہوتی اب آپکو چاہئے
کہ میری صحت علمائے اہلسنت سے کرائیے اور میری باتونکا جواب لکھواکر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اوس
مظلومہ کے گواہونکو بھی رد کیا آور بھی سُننا چاہیئے کہ جب فاطمہ نے جانا کہ ابو بکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اوس معصومہ نے دعوے وراثت کا کیا
اور ابو بکر سے کہا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی ہوں مجھے اون حضرت کا مال ارث میں پہونچتا ہے اور فدک میرے باپ کا مال ہے مجھے دیدے اوسوقت
ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کے خلاف بنا کر کہا کہ مینے پیغمبر خدا صلعم سے سُنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیا کا مال صدقہ ہے
کسیکو اونکے وارثوں میں سے نہیں پہونچتا اول تو یہہ کہ یہہ روایت خلاف قرآن کے ہے دوسرے یہہ کہ پیغمبر خدا نے اپنے وارثوں سے نہ بیٹی سے
نہ اپنی بیبیوں سے کسی سے نکہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہونچتا تم دعوے نکرنا اور حکم خدا کا جو کچھہ اونکے واسطے تھا اوسکو اونسے چھپا رکھا اور ایک
اجنبی شخص سے کہ اوسکو کسی طرح کا دخل پیغمبر خدا کی وراثت میں نہ تھا اوسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا لیکن باوجود
اسکے پھر ایکمرتبہ فاطمہ ابو بکر کے پاس گئیں اور اوسوقت ابو بکر منبر پر تھا کہا کہ اے ابو بکر تیری بیٹی تو تیرا ترکہ پائے اور میں اپنے باپکا ترکہ نہ پاؤں اوسوقت
ابو بکر منبر کے نیچے اوترا اور کہا کہ لے میں تجھکو فدک دیتا ہوں یہہ کہکر فاطمہ کو کاغذ فدک کا لکھدیا اتنے میں عمر آیا اور ابو بکر سے پوچھا کہ یہہ کیسا
کاغذ ہے کہا کہ مینے فاطمہ کو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ ابو بکر کے ہاتھہ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ لوگونکو کیا دیگا عرب سے لڑائی ہو ہی
رہی ہے چنانچہ یہہ روایت سبط ابن جوزی نے اپنی سیرۃ میں تحریر کی ہے آور واقدی محدث اہلسنت آور برہان الدین حلبی شافعی نے اپنی سیرۃ میں لکھا ہے
کہ فاطمہ نے ابو بکر سے دعوے فدک کا کیا کہ فدک میرا ہے میرے باپ نے مجھکو دیا تھا اوسوقت ابو بکر نے فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا جب فاطمہ وہ کاغذ لیکر وہانسے پھریں
تو رستہ میں عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہہ کیسا کاغذ ہے فاطمہ نے کہا کہ ابو بکر نے مجھکو فدک لکھدیا ہے عمر نے وہ کاغذ فاطمہ سے چھین کر
پھاڑ ڈالا اگر کوئی کہے کہ ابو بکر کا اسمیں کیا قصور ہے اوسنے تو لکھدیا تھا جواب اوسکا یہہ ہے کہ ابو بکر حاکم تھا اوسکو اس امر میں تابعداری عمر کی نچاہیئے تھی
عمر کو اس شر سے باز رکھتا اور اوسکے کہے پر عمل نکرتا لیکن وہ تو اوسکا ہر امر میں شریک تھا اوسکے مشورہ بدون کچھہ نہیں کر سکتا تھا اور میں کہتا ہوں کہ اگر صحابہ ابو بکر
کو اس امر میں سچا جانتے تھے اور علی بھی ابو بکر کو سچا جانتے تھے کہ ابو بکر سچ کہتا ہے پیغمبر خدا کا سب کہ صدقہ ہے کسیکو نہیں پہونچتا تو پھر علی اور عباس نے
عمر کی خلافت میں عمر سے جاکر کیوں دعوے کیا پیغمبر کے ترکہ کا اوسوقت عمر نے علی اور عباس کو کہا کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے
اور مجھے بھی تم دونو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور میں وہی کرونگا جو کہ ابو بکر نے کیا تھا یہہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہے اور مسند
احمد حنبل میں لکھا ہے کہ عثمان کی خلافت میں عثمان سے بھی پھر دعوے کیا تھا پس اگر ابو بکر سچا ہوتا تو اونکے زمانہ میں دعوے ہرگز نکرتے معلوم ہوا کہ ابو بکر اس
روایت میں بالکل جھوٹا تھا از راہ عداوت کے روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی اور عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابو بکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے
اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس جسوقت علی نے اونکو کاذب اور خائن جانا تو بیشک ہم بھی کاذب اور خائن اونکو جانینگے اور یہی مطلب
غصب سے ہے اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جسوقت ابو بکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا تو فاطمہ زہرا اوسپر غضبناک ہوئی اور تمام عمر بھر کبھی اوس سے
کلام نکیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنیکے وصیت کی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں **جواب خط** یہانتک خط مذکور کی عبارت
تھی بلا کم و کاست لفظاً لفظاً نقل کردیا ہے **اقول** ہمکو کیا معلوم ہے کہ اوس خط کی بعینہ یہی نقل ہے اور اوسمیں تصرف کسی طرح کا نہیں ہوا ہے اوس خط کی نقل

ہمارے پاس موجود ہوتی تو اوس سے مقابلہ کرکے دیکھتے اور جو کچھ کہ اس خط میں لکھا ہے خصوصاً مقدمہ فدک میں اس متانت کے ساتھ ہے کہ اوسکا
جواب ہی نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا اہلسنت انکار کریں اور اپنے راویوں کو منسوب بکذب کریں اور روایات معتبر کو اپنی کتابوں کی
ضعیف ٹھیرائیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہیں تو راویوں کا انکار کرتا ہے اور کہیں اپنے علما کو دروغ گو کہتا ہے اور کہیں روایات معتبرہ کو ضعیف
اور موضوع بیان کرتا ہے اور اپنی راے سے ایجاد کرکے بے سروپا بکتا چلا جاتا ہے چنانچہ بعد اسکے واضح ہوگا **قال الشیخ الاشعری** لیکن اب
ہماری بات سننے کے لئے تیار ہو جیئے تاکہ مولویصاحب کی طمطراق کی حقیقت اور مولویصاحب کی قابلیت اور علماے شیعہ کی فہم و فراست بخوبی
معلوم ہو جائیگی کہ یہہ خط ہرچند عبارت میں تو زیادہ لیکن مثل غذا قلیل الکیموس کہ باوجود قلت کیموس کے سیئ الکیموس بھی ہو خلاصہ نکالئے تو کل
دو چار باتیں ہیں **اقول** ہم بھی علماء اہلسنت کی فہم و فراست اور ہٹ دھرمی اور بے انصافی اور حق پوشی بخوبی واضح کردینگے کہ جس سے
معلوم ہو جائیگا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے اور اون دو چار باتوں ہی کو دیکھنا کہ مثل غذا قلیل الکیموس کے تمام کیموس اوسکا جیّد ہے **قال
الشیخ الاشعری** پھر بھی وہ غلط اگر اعتبار نہ آئے تو دیکھیئے اول تو مولویصاحب یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
نطفہ سے فقط ایک ہی بیٹی تھی جنکا نام فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھا اور اہلسنت جو دو بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مشہور کرتے ہیں وہ آپکے
نطفہ سے نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند کے نطفہ سے تھیں خیر غنیمت ہے کہ جناب مولوی عمار علیصاحب نے اتنا تو
لحاظ رکھا کہ حضرت خدیجۃ الکبری کی اولاد ہونے سے تو اونکو خارج نہیں کیا ہم ایسی ناانصافی پر اسکے بھی شکرگزار ہیں ورنہ جہاں مولویصاحب نے
جرأت کرکے اونکا نسب منقطع کیا تھا اگر حضرت خدیجۃ الکبری سے بھی اونکا نسب منقطع کردیتے جیسے بعضے ایسے ہی دشمنان نہانی اہلبیت نے کیا ہے
تو کون مانع تھا یہہ ہے کہ اس جگہہ تو مولویصاحب نے غیرت کی ناک بھی نہ کٹا لی ہے اور بموافق مشہور دروغ گو یم برروے تو یہہ ستم کئے ہیں کہ سنیوں کی ضد
میں اہلبیت پر جفا کرکے اپنے ایمان پر بھی تو قلم پھیر گئے نہ کلام اللہ کی سُنی نہ اپنی معتبر کتابوں کا لحاظ کیا آفریں ہے کیوں نہوں مولوی عمار علی
ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ✦ اے خدا اہل انصاف بے روے و ریا ہو کر میری گزارش کو سنیں اگر بیجا ہو جب ہی کہیں کلام اللہ
موجود ہے اگر مولوی عمار علیصاحب کو یہہ عذر ہو کہ شیعوں کو کلام اللہ یاد نہیں ہوتا ہے ہم کلام اللہ کے حوالوں کی کیونکر تصدیق کریں تو میں پتے وار
بتلاتا ہوں سورۂ احزاب میں بائیسویں سیپارہ میں قریب ربع کے آخر کے رکوع سے پہلے رکوع کے شروع ہی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ یعنے کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کو
اور مومنوں کی عورتوں کو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں فقط اب گزارش یہہ ہے کہ اتنی بات تو مولویصاحب بھی سمجھتے ہونگے کہ بنات
جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے اور اگر کبھی توسع کرکے دو پر بھی اطلاق کرتے ہیں تب بھی ایک سے تو زیادہ ہی ہوگا بہرحال یہہ کہنا
کہ حضرت فاطمہ کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی بیٹی ہی نہ تھی تب بھی غلط ہوگا **اقول** سواے حضرت فاطمہ زہرا کے جو حضرت خدیجہ کے
شکم سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تھیں خواہ دو ہوں خواہ تین ہوں علے اختلاف الروایات وہ سب ہمارے نزدیک مومنہ صالحہ تھیں اگر وہ واقع میں جناب
رسولخدا کے نطفہ سے تھیں تو ہمیں ہمارا کچھہ ضرر نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کچھہ خلل ہوتا ہے اور اگر وہ صاحبزادیاں جناب رسولخدا
صلعم کے نطفہ سے نہ تھیں تو ہمیں کچھہ ہمارا فائدہ نہیں ہے لیکن ہماری کتابوں میں اون صاحبزادیوں کے مقدمہ میں روایتیں مختلف
وارد ہوئی ہیں بعضے روایت میں یہہ ہے کہ وہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور بعضی روایت میں یہہ ہے کہ حضرت کے نطفہ سے
نہ تھیں اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو اونکے مرجحات کی طرف نظر کرتے ہیں اور رسولخدا کے نطفہ سے نہونیکی اون صاحبزادیوں کے
بڑی دلیل یہہ ہے کہ کیا سبب ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے تو فضائل مذکور ہوں اور اون دونوں صاحبزادیوں کے فضائل کچھہ بھی مذکور نہوں اگر
وہ دونوں یا تینوں بھی رسولخدا کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے بھی فضائل مذکور ہوتے اور جسوقت کہ اونکے فضائل مذکور نہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ
حضرت کے نطفہ سے نہوں کی اسواسطے مولویصاحب نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحبزادیاں جنکو اہلسنت حضرت کی بیٹیاں مشہور کرتے ہیں وہ حضرت کے
نطفہ سے نہ تھیں اور قاضی نور اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہ جو مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسی

ترجیح اور فضائل کی جہت سے کہتے ہیں اور اس مقدمہ میں مختلف روایتیں کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے اگر
اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے کہ قول اوسکا مخالف دوسری روایت کے ہو تو علماء فریقین کے نزدیک اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے
اور اوسکے قول کو غلط نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا کہ یہہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ پھر وہ بھی غلط پس معلوم ہوا کہ بڑی شرافت اور فضیلت حضرت
فاطمہ کو رسولخدا صلعم کے دختر ہونے سے تھی اور اسی جہت سے اونکے فضائل مذکور ہوئے ہیں اور اون صاحبزادیوں کے فضائل مذکور نہوئے اور دیکھو حضرت
علی کی اولاد بہت سی تھی لیکن جو فضائل حضرت علی کے اوس اولاد کے ہیں کہ جو حضرت زہرا کے شکم سے ہیں وہ فضائل اوس اولاد کے نہیں ہیں
کہ جو سوا حضرت زہرا کے اور بیبیوں کی اولاد ہے بلکہ کچھہ بھی فضیلت اونکی نہیں ہے معلوم ہوا کہ جو کچھہ کہ شرف حضرت علی کی اولاد کو ہے وہ
رسولخدا کی اولاد ہونے سے ہے کہ بقدر فضائل اونکے مذکور ہیں اور وہ صاحبزادیاں بھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور
ہوتے اور حضرت فاطمہ زہرا بالغہ ہوئیں تو بہت لوگوں نے اونکے نکاح کی خواستگاری کی اور لکھا ہے کہ ابوبکر نے اور عمر نے بہت رغبت کی حضرت زہرا سے
نکاح کرنیکی لیکن حضرت نے قبول نکیا اب میں پوچھتا ہوں کہ اونکو زیادہ رغبت طرف فاطمہ زہرا کے رسولخدا کی دختر کے ہوئی تھی یا اور کسی
سبب سے اور اون صاحبزادیوں کے طرف تو کسی کی بھی رغبت کرنی نہیں لکھی اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کیونکر نہ رغبت کرتے اپنا شرف
اور منزلت جانکر آور رسولخدا صلعم ابتدا سے خدا پرست تھے او نبوت سے پہلے بھی ہمیشہ خدا پرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے
نطفہ سے ہوتیں تو بت پرستونکو ہرگز ندیتے ابن حجر نے کتاب صابہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ نکاح رقیہ اور ام کلثوم کا ابو لہب کے
دو بیٹوں عتبہ او عتیبہ سے دس برس پہلے نبوت سے ہوا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ نکاح رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ کا پچیس برس کی عمر میں خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا تھا او چالیسویں برس حضرت کو نبوت ہوئی اس صورت میں نکاح رقیہ وام کلثوم کا چاہیے کہ
دو یا تین برس کی عمر میں عتبہ اور عتیبہ سے واقع ہوا ہو اور یہہ بحسب عادت بعید ہے اور ایسی کون ضرورت تھی کہ اون کا فرونسے دو تین برس کی عمر
میں نکاح کرلیتے اور کیونکر حضرت کے نطفہ سے یہہ ہوں کہ نہ تو آیہ الا المودة فی القربیٰ کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کے قریبوں میں سے لکھا ہے
اور نہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کی تفسیر میں کسینے انکو حضرت کی عورتوں میں سے لکھا ہے اور نہ آیہ تطہیر میں انکا عبا میں داخل ہونا لکھا ہے پھر یہہ کیونکر
حضرت کے نطفہ سے ہوں قولہ اور موافق مشہور دروغ گویم بر روے تو اے نکہتا ہوں میں کہ مولوی صاحب نے ہرگز دروغ نہیں فرمایا بلکہ سچ سچ
فرمایا ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ حیات القلوب اور قند مکرر میں لکھا ہے اگر کوئی شخص ایک روایت کے
موافق کہے کہ وہ مخالف دوسری روایت کے ہو تو اوسکو دروغگو نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ایسے شخص کو دروغگو کہیں تو چاہیے کہ تیری نماز اور تمام
اعمال تیرے کہ جنکے مقدمہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں تو ایک روایت کے موافق اونمیں سے عمل کرتا ہے لہ وہ عمل تیرا مخالف دوسری روایت کے
ہے تو سب اعمال تیرے باطل ہو جائیں احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں ہر سورہ کے پہلے بسم اللہ پڑہنی چاہیے اور رفع یدین کرنا چاہیے تو
تو یہہ دو نوامر نہیں کرتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ رسولخدا صلعم نے دو نمازونکو ملا کر پڑہا ہے ظہر کو عصر کے ساتھہ اور مغرب کو عشا کے ہمراہ
اور تو دو نمازونکو ملا کر پڑہنے کو اچھا نہیں جانتا ہے پس چاہیے کہ تیرے ہی قول کے موافق نماز تیری باطل ہو اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہے یَا اَیُّهَا
النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ سب حق ہے اور اوسپر ایمان ہمارا ہے لیکن تجھکو یہہ کہانسے معلوم ہوا کہ بنات کا لفظ جو اس آیت
میں آیا ہے مراد اوس سے فاطمہ اور رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مراد اوس سے تنہا فاطمہ ہوں اور لفظ جمع کا باعتبار توسع کے
جیسے کہ آیہ مباہلہ میں نساءنا کا لفظ جمع کا ہے اور مراد اوس سے تنہا حضرت فاطمہ زہرا ہیں اسواسطے کہ رقیہ و ام کلثوم تو اس سورہ کے نازل ہونے سے پہلے
ہی جسمیں کہ یہہ آیت ہے انتقال کر گئیں تھیں اونکی طرف اشارہ اس آیت میں نہو گا اور اگر زندہ ہوتیں تو آیہ تطہیر جو کہ اسی سورہ میں ہے انکی شان میں بھی ہوتی
اور جیسا کہ علی اور فاطمہ او حسنین علیہم السلام کو حضرت صلعم نے اپنی عبا میں لیکر فرمایا تھا کہ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ انکو بھی اپنی عبا میں لیتے اسواسطے کہ اکثر
روایات صواعق محرقہ وغیرہ میں آیا ہے کہ مراد اہلبیت سے آیہ تطہیر میں اہلبیت نسبی ہیں اگر یہہ دونو حضرت صلعم کے نطفہ سے ہوتیں تو بیشک حضرت کے
اہل اور نسب میں داخل ہوتیں اور انکو بھی اپنی عبا میں لیتے پس معلوم ہوا کہ یہہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور یا یہہ کہ آیہ تطہیر کے نازل ہونے سے پہلے

مرگئیں تھیں اور جب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے انتقال کر گئیں تو وقت نازل ہونے اس آیت کے موجود نہونگی سو واسطے کہ دونوں آیتیں ایک ہی صورت میں ہیں
پس معلوم ہوا کہ آیہ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ میں اشارہ انکی طرف نہیں ہے بلکہ فاطمہ زہرا تنہا اور سب سے مراد ہونگی یا فاطمہ زہرا اپنی صلبی اولادیوں سمیت مراد ہونگی
اگرچہ اوسوقت وہ صغیر السن تھیں لیکن بعد اوسکے تو مشل اور احکام شرع کے قابل پردہ کے ہوئیں اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت میں مراد بنات سے فاطمہ اور
رقیہ اور ام کلثوم تینوں ہیں لیکن ان دونوں کو خدا تعالے نے عرف کے اعتبار سے رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرما دیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اونکو
پرورش کیا تھا وہ متبنے حضرت کی تھیں اور مرد کی زوجہ کی دختر جو کہ دوسرے شوہر سے ہوتی ہے وہ بھی اولاد ہے یا لک سب اوس مرد کی
اولاد کہلاتی ہے جیسے کہ باعتبار عرف کے چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالے فرمایا ہے کہ یعقوب کی اولاد نے اپنے باپ سے کہا کہ نَعْبُدُ
إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ عبادت کرینگے ہم معبود تیرکی اور معبودوں باپوں تیرکی ابراہیم کی اور اسمعیل کی اور اسحاق کی دیکھو یہاں
حضرت اسمعیل کو یعقوب کی اولاد نے باپ یعقوب کا کہا ہے اور حقیقت میں وہ باپ اونکے نتھے بلکہ چچا اونکے تھے ایسے ہی وہاں بھی خدیجہ کی
بیٹیوں کو جو کہ پہلے شوہر سے تھیں رسولخدا صلعم کی بیٹیاں فرمایا ہے **قال الشیخ الاشعری** افسوس مولویصاحب کو اتنی شرم بھی نہ آئی
کہ کوئی سُنے گا تو کیا ہوگا مگر مولویصاحب نے ہم جانتے یہہ سُن رکھا ہے الحیاء یمنع الرزق یعنے حیا رزق روک دیتی ہے اس لئے شاید اسپر بھی
دھیان نفرمایا الحیاء شعبة من الایمان کیونکہ ایمان کا ثمرہ کچھہ ہو ابھی تو آخرت میں ہوگا رزق تو آج ہاتھہ سے جاے ہے اور پہلے لوگ
فرما گئے ہیں نقد را بنسیہ گزشتن کار خردمنداں نیست **اقول** ہمارے مولویصاحب سر سے پاؤں تک حیا اور ایمان سے بھرے ہوے
ہیں اور آخرت میں امید وار اوسکے ثمرہ کے ہیں اور بیحیائی کام تم لوگوں کا ہے کہ پیری اور مریدی کا ایک ایسا طریقہ مقرر کیا ہے کہ اوسمیں
بڑی کمائی ہوتی ہے اور پیر بیحیائی اختیار کرکے دہنوں اور جہلا ہوں سے جو کہ اونکے مرید ہیں خوب حاصل کرتے ہیں اور اگر کسی بیچارہ کے
پاس کچھہ نہیں ہوتا ہے تو وہ عذر کرتا ہے اور پیر اوسکا اوسوقت اوسکو دھمکا کر کہتا ہے کہ اچھا مذے کل کو قیامت کے روز تجھکو کون
بخشوائیگا پھر وہ قرض دام کرکے پیر کو کچھہ دیتا ہے اسطرح سے پیر اہلسنت کے بیحیائی اختیار کرکے کمائی کر لیتے ہیں اور دوسروں کے سر ہو لگتے
ہیں لیکن پیر کی تو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ بہشت میں جائیگا یا دوزخ میں دوسرے آدمی کو وہ کیونکر بخشوائیگا اور غدر سے پہلے دہلی میں
بڑی بڑی لنبی ڈاڑہی والے سُنی شیعوں کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے اور ایک شیرمال یا باقرخانی کی طمع میں وہاں بیٹھے ہوے
خوب تبرا سنتے تھے اسکو کہتے ہیں بیحیائی اور بے غیرتی کہ بیحیائی سے روٹی حاصل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ یا تو
مولویصاحب یہہ تسلیم فرمائیں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں تھیں پھر آپ تسلیم کرینگے کہ وہ حضرت رقیہ وغیرہا تھیں سو واسطے کہ سوا
انکے اور کسیکی نسبت تو کسینے یہہ دعوے کیا ہی نہیں ورنہ آیات ربانی کے منکر کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ یعنے نہیں انکار کرتے
ہماری آیات سے مگر کافر اور اگر کافر بنجانا گوارا کریں اور اس بات کو نہ مانیں کہ سوا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کی اور بھی کوئی بیٹی تھی تو ناچار ہمیں پھر شیعوں ہی کی کتابوں کی سند دینی لازم ہوگی اور نہیں تو جھوٹا ہی بنائینگے اور اگر ہماری
ضد میں اونسے بھی دست بردار ہوں تو سبحان اللہ چشم ما روشن دل ماشاد **اقول** ہم کیونکر تسلیم کریں کہ رسولخدا صلعم کی کئی بیٹیاں
تھیں اور اگر تو سو واسطے کہتا ہے کہ آیت میں قرآن شریف کی جمع کا لفظ آیا ہے اسلئے کئی دختران حقیقی حضرت کی سمجھنی چاہئیں یہہ کیا
ضرور ہے کہ جس جگہہ کہ قرآن میں جمع کا لفظ آوے وہاں جمع ہی مراد لینی چاہئیے سو واسطے کہ قرآن شریف کے اکثر مقامات میں
خدا تعالے واحد کے واسطے جمع کا لفظ بولا ہے ازانجملہ آیہ مباہلہ ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَ
نِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ یعنے کہہ تو اے محمد صلعم نصارا سے کہ آؤ تم کہ بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمھاریوں کو اور عورتوں اپنیوں کو اور عورتوں
تمھاریوں کو دیکھو اس آیت میں نساء کا لفظ کہ جو جمع کے واسطے ہے وہ فاطمہ تنہا کے واسطے خدا تعالے نے فرمایا کہ دوسری اور کوئی عورت
اسمیں شریک نہیں ہے سو واسطے کہ جناب رسولخدا صلعم مباہلہ کے واسطے مباہلہ کی عورتوں کی جگہہ فقط فاطمہ زہرا ہی کو لیگئے تھے نکسی اور عورت کو
اور بیضاوی میں لکھا ہے اس آیہ کی تفسیر میں کہ ندع کل منا ومنکم نفسه واعزة اهله والصقهم بقلبه الی المباهله یعنے بلاویں ہم ہر ایک ہم میں سے

اور ہر ایک تم میں سے نفس اپنے کو اور عزیز تر اہل اپنی کو اور چہیاں تر اونکے کو ساتھ دل اپنے کے دیکھو یہاں جمع کے لفظوں کی تفسیر واحد کے لفظوں کی
ہے اور جو کہ زیادہ عزیز اور زیادہ چہیاں دل سے تھا جناب رسولخدا صلعم ہمراہ اپنے اوسکو لیگئے پس عورتوں میں زیادہ عزیز فاطمہ ہی تھی اسواسطے اوسکو لیگئے
سو فاطمہ تنہا کو خدا تعالے نے بلفظ جمع یاد کیا اگر وہ دونو یا تینوں صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی ہمراہ اپنے لیجاتے اسواسطے کہ اولاد اپنی
سب ہی عزیز زیادہ سب سے ہوتی ہے اور اس آیت سے ثابت ہوئی فضیلت علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کی بعد رسولخدا صلعم کے سب آدمیوں پر اور اس آیت میں
خدا تعالے نے علی کو نفس رسول فرمایا اسواسطے کہ یہہ دونو ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اور رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے علی کو کہ نفسک نفسی یعنے نفس تیرا نفس میرا ہے اور فرمایا
کہ انت منی وانا منک یعنے تو مجھسے ہے اور میں تجھسے ہوں چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے پس علی کا نفس بمنزلہ نفس رسولخدا صلعم ہے اسواسطے خدا تعالے نے
فرمایا اور بعضے نواصب کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد نفس رسولخدا صلعم ہے لیکن یہہ سمجھے کہ کوئی اپنے نفس کو بھی بلایا کرتا ہے کیا نفس آدمی کا آدمی سے جدا
ہوتا ہے کہ اونکو بلایا اور یہہ جو لکھتا ہے یہہ شیخ نجدی کہ آیات ربانی کے منکرین کے لئے یہہ تازیانہ موجود ہے سو ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور منکر
اہلسنت کے جسوقت کہ مراد انفسنا سے رسولخدا صلعم ہوئے تو حضرت کے ساتھ دوسرا کوئی شریک ہی نہیں ہو سکتا اور رسولخدا صلعم تنہا کے واسطے لفظ انفسنا
کہ جمع ہے خدا تعالے نے بیان کیا ہے پس معلوم ہوا کہ واحد کے واسطے بھی جمع کا لفظ آتا ہے اور ہم کسی آیت کے منکر نہیں ہیں اور جو کوئی کہ انکار کرے
آیہ قرآن کا وہ بیشک کافر ہے لیکن یہ لکھو کہ آیات قرآنیہ کا جلانیوالا بھی کافر ہے یا نہیں اور اس جلانیکی ضمن میں انکار بھی ثابت ہے کہ جسنے اپنے قرآن
کے رواج کیواسطے اور قرآنونکو جلایا اور کلام ربانی کی ہتک کا کچھہ خیال نکیا اور جو لوگ کہ اوسکے افعال بد کی تاویل کرکے اوسکو اوس فعلی سے بری
کہتے ہیں وہ بھی شامل اوسکے ہیں انتہی **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اس امید پر اس باب میں روایات کتب معتبرہ شیعہ نقل کرتے ہیں نہج البلاغۃ
میں جو شیعہ کے نزدیک مثل صحیفہ آسمانی اور آیات قرآن کے ہے اور اوسکے مرویات کو سب اثنا عشریہ متواتر سمجھتے ہیں علامہ رضی جو اوسکے جامع
ہیں حضرت امیر کا قول حضرت عثمان کے خطاب میں یوں نقل فرماتے ہیں قد بلغت من صهره صلی اللہ علیہ وسلم ما لم ینالا یعنی الشیخین حاصل اسکا یہہ ہوا
کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذی النورین کو کسی مقام میں یوں فرماتے ہیں کہ تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف میسر
آیا ہے کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو میسر نہیں آیا اور شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی تہذیب میں جو صحاح اربعہ شیعوں میں سے ہے اور ہم سنگ
کافی کلینی ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کان یقول فی دعائہ اللہم صل علی رقیۃ بنت نبیک اللہم صل علی
کلثوم بنت نبیک یعنے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ یا اللہ رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں یا اللہ
رحمت بھیج حضرت کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں **اقول** نہج البلاغۃ مثل صحیفہ آسمانی اور آیات قرآنی کے تو کاہے کو ہے لیکن بعضے
علماء اہلسنت اوسکے حق میں لکھتے ہیں کہ تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق اور کتاب نہج البلاغۃ جو ہے تو وہ تو البتہ ایسی ہے کہ سید
رضی علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے آج تک متواتر اوسکو کہتے چلے آتے ہیں کہ اسمیں خطبے حضرت امیر کے ہیں لیکن حال اوسکے خطبونکا یہہ ہے کہ سید علیہ الرحمۃ
کے زمانہ سے پہلے یہہ خطبے منتشر تھے اور اہل حق کی اور اہل باطل کی کتابوں میں تھے کسی کتاب میں تو کوئی خطبہ اور کسی کتاب میں کوئی خطبہ بعضے
مخالفین نے بعضے خطبونکا جو کہ حق پر دلالت کرتے تھے محو کرنا چاہا اسواسطے سید علیہ الرحمۃ نے بڑی سعی اور کد سے ان خطبونکو لوگونسے لیکر جمع کیا اور
وہ فقرہ جو نہج البلاغۃ کے خطبہ کا لکھا ہے کہ حضرت امیر نے عثمان کو فرمایا کہ تو بسبب دامادی رسولخدا صلعم کے اوس مرتبہ کو پہونچا کہ ابوبکر اور عمر اوس مرتبہ کو
نہیں پہونچے معلوم نہیں یہہ کونسے خطبہ کا فقرہ ہے نام اوس خطبہ کا نہیں لکھا تاکہ تلاش کیا جاتا کہ یہہ فقرہ اوسمیں ہے یا نہیں اور اگر یہہ فقرہ حضرت امیر کے
خطبہ میں ہے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ باعتبار عرف کے داماد فرمایا ہے کہ زوجہ کا داماد اپنا داماد کہلاتا ہے اور اکثر خطبے مخالفین کی کتابونسے
لئے گئے ہیں اگر کسی مرید عثمان نے یہہ فقرہ اوس خطبہ میں زیادہ کردیا ہو تو کیا بعید ہے اور روایت شیخ الطائفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال ہے
کہ حضرت صادق نے باعتبار عرف کے اونکو بنت نبیک فرمایا ہے کہ زوجہ کی دختر اپنی دختر کہلاتی ہے اور اس روایت سے یہہ معلوم ہوا کہ حضرت
زہرا کے سوا حضرت خدیجہ کے بطن سے دو ہی بیٹیاں تھیں اور درود کے بھیجنے کا اونپر کچھہ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ زمخشری تفسیر کشاف میں
یصلون علیکم کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بموجب اس آیت کے ہر ایک مومن پر درود بھیج سکتے ہیں لیکن روافض نے جو اپنے اماموں پر درود بھیجنے کا

استعار کیا ہے سو بیشک ہمنے درود بھیجنے کو ترک کیا **قال الشیخ الاشعری** اور سپر بھی تسلین خاطر نہوا اور جناب مولویصاحب قبلہ وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں اور اسکی یوں تاویل کرنے لگیں کہ عرف کی روسے اونھیں بیٹیاں کہدیا ہو لے پالک کو سارا جہان بیٹا بیٹی کہا کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں حضرت فاطمہ ہی بیٹی تھیں سو میں انشاءاللہ تعالے مولویصاحب سے تسلیم کرا کر چھوڑونگا کلینی میں روایت موجود ہے تزوج رسول الله صلى الله عليه وآله خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه عليه السلام القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر والفاطمة

حاصل اس روایت کا یہہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے جب نکاح کیا تو اوس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کچھہ اوپر بیس برس کی تھی کہ حضرت خدیجہ سے آپکے نطفہ سے پہلے نبوت کے تو حضرت قاسم اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد نبوت کے حضرت طیب اور طاہر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے اس روایت میں شیعونکو کچھہ تین پانچ کرنیکی گنجایش نہیں لے پالک ہونیکے احتمال کو بھی پیش نہیں کرسکتے اور اس روایت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں ایک تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور تین اور حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن اور یہی سنیونکا دعوے ہے پر مولویصاحب نے کمال تورع کے باعث تین کی عدد کو مُنہ پر لانا بھی گوارا نکیا اور اہلسنت کی طرف دو ہی صاحبزادیونکا سوا حضرت فاطمہ زہرا کے دعوے کرنا بیان کیا معہذا انہوں نے سمجھا حریف کی باتکو جتنا گھٹایا جائے مناسب ہے **اقول** یہہ روایت کافی کی مخالف ہے اور روایتوں کے وہ روایتیں کہ جنمیں لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی سوا حضرت زہرا کے دو بیٹیاں اور تھیں کہ وہ دونو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تھیں اور انہیں روایتوں کے موافق دعوے مولویصاحب کا ہے اور یہہ روایت کافی کی موافق روایات اہلسنت کے ہے اور یہہ روایت تقیہ کی راہ سے ہے اور اس روایت کافی کے موافق اگر ہم کہیں کہ حضرت صلعم کی سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں اور تھیں تو ہمیں بھی کچھہ قباحت نہیں ہے اور نہ اس سے ہمارے مذہب میں کسی طرح کا نقصان ہے اور مولویصاحب نے جو لکھا ہے کہ سوا حضرت زہرا کے اور کوئی بیٹی نہیں ہے یہہ موافق دوسری روایت کے ہے اور ہمارے علماؤنمیں بھی یہی مشہور ہے اور اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مولویصاحب نے لکھا ہے اور انکار ہمکو کافی کی روایت سے بھی نہیں ہے اگر اوسکے موافق ہم کہیں **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس تبحر پر اہلسنت کی بیسیوں کتابوں کے نام گناتے چلے جاتے ہیں کوئی جانے مولویصاحب کی نظر میں کو سب گزری ہونگی ہیں حضور کو اوس بات کی تو خبر بھی نہیں جو زبان زد خاص و عام اہلسنت ہے اہلسنت کی کتابونکو دیکھنا تو کہاں نصیب میں جانوں کسی سُنی طالبعلم سے کتابونکا نام سُن بھاگے ہیں ورنہ بعضی بعضی کتابیں جو حضور نے رقیمہ کریمہ میں اونکے حوالے سے غضب فدک بیان فرماتے ہیں شاید خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں خصوصاً جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل علے ہذا القیاس اور کتابیں بھی ایسی ہی ہیں **اقول** اگر تیری نظر سے یہہ کتابیں نہیں گذری ہیں تو یہہ کیا ضرور ہے کہ کسی اور کی نظر سے بھی نہ گزری ہوں اور کہیں نام بھی بجانتے ہوں بلکہ یہہ سب وہ کتابیں کہ مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اگرچہ بعضے نسخے کم پائے جاتے ہیں اور جسوقت جناب مرزا محمد صاحب دہلوی تحفہ کا جواب دہلی میں لکھتے تھے تو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کے کتب خانہ تک کی کتابیں ایک حکمت سے اونکے پاس آتی تھیں اور وہ جواب لکھتے تھے اور اس زمانہ میں شیعوں کے کتب خانہ میں یہہ سب کتابیں موجود ہیں جس کتاب کو تو چاہے دیکھہ لے اور جمع الجوامع اور مسند احمد بن حنبل بھی موجود ہے تو جانتا ہے کہ مینے جو یہہ کتابیں نہیں دیکھی ہیں تو کسی اور نے بھی نہ دیکھی ہونگی اور اگر مولویصاحب نے خود اونمیں کوئی کتاب نہ دیکھی ہو اور دوسرے علماء کے لکھنے سے لکھا ہے کہ جنہوں نے ان کتابونکو دیکھکر لکھا ہے تو کیا مضائقہ ہے تو بھی تو تحفہ اور منتہی الکلام سے دیکھکر لکھتا ہے کہ جنمیں شیعونکی کتابونکا حوالہ ہے اور تجھکو آجتک دیکھنا شیعوں کی اون کتابونکا نصیب نہیں ہوا مولویصاحب پر تو کیا طعن کرتا ہے اپنی تو خبر لے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند بعد اس تحریر کے مجھکو کچھہ ضرورت تحریر نہیں ہے اہل فہم اور اہل انصاف کے نزدیک تو دو ٹوک بات ہوگئی **اقول** ایسا تو نے کیا لکھا ہے کہ جسپر تو نازاں ہے ایک روایت کافی پر بنا کرکے تو غلبہ اپنا ڈھونڈتا ہے اور اوس روایت کے مخالف جو اور روایتیں ہیں اونپر کچھہ نظر نہیں ہے اور اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ تو متعہ زناں کو جائز اور حق جانے اسواسطے

کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اور سوا انکے اور کتابوں میں روایتیں متعہ کے جواز کی مندرج ہیں اور تو اون روایتوں پر عمل نہیں کرتا ہے بلکہ اون روایتوں
پر عمل کرتا ہے کہ جو جواز کی روایتوں کے مخالف ہیں اور حضرت عمر کی رعایت کے واسطے وہ روایتیں بنائی گئی ہیں کہ اونہوں نے متعہ کو حرام کر دیا
تھا **قال الشیخ الاشعری** لیکن مولویصاحب کی خوش فہمی کی تعریف بھی ہمارے ذمہ واجب ہے جناب مولویصاحب اس دعوے کی دلیل کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی صاحبزادی نتھی یوں رقم فرماتے ہیں کہ اگر حضرت رقیہ اور
حضرت ام کلثوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہوتیں تو اونکے فضائل بھی مذکور ہوتے جیسے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے
فضائل طرفین کی کتابوں میں موجود ہیں **اقول** جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے سب حق ہے اور بہت خوب لکھا ہے اسواسطے کہ جسوقت اس
باب میں روایتیں مختلف وارد ہوئیں تو کسی روایت کو اونمیں سے ترجیح دینی چاہیئے اور بجز اوس وجہ کے جو مولویصاحب نے تحریر فرمائی ہے اور
کوئی وجہ بہتر نہیں ہے کہ جسکے رد کرنیمیں تو ہاتھہ اور پاؤں مارتا ہے اور تجھسے کچھہ بن نہیں پڑتا بجز اسکے کہ مولویصاحب کی مذمت کرنیکو اپنی
روسیاہی اختیار کرے اور اونکی ہجو سے اپنی کتاب کو پر کرے **قال الشیخ الاشعری** کیا دلیل ہے کسی نے ایسے ہی کی تعریف میں کہا ہے
برین فہم و دانش بباید گریست **اقول** یہہ سخن تجھپر ہی صادق آتا ہے کہ تو ایسی صاف باتکو نہ سمجھا اور سیدھی باتکو اولٹا کر دیا یہہ
دلیل عجز کی جواب ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر مولویصاحب کو تو قواعد استدلال سے خبر نہ تھی تو کسی سے پوچھہ لینا تھا آخر اتنا
بھی اوروں کے ہی تقی حشتی کے بھروسے ہے جبھی تو بے تحقیق جو چاہا لکھدیا **اقول** مولویصاحب نے وہ استدلال قائم کیا ہے کہ جسکا جواب
تجھسے نہیں ہوسکتا اور اہل انصاف کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اثبات مدعی کے لئے بڑی دلیل مستحکم لکھی ہے کہ جسکو جنبش نہیں ہوسکتی
اور ایسی دلیل قوی بجز ماہر فن مناظرہ کے کوئی نہیں لکھہ سکتا ہے اونکو کسی سے پوچھنے کی کیا احتیاج ہے کہ وہ خود باخبر ہیں بلکہ جو کوئی نہیں
جانتا ہے وہ اونسے دریافت کرلے اور تقی حشتی تو کام تیرا ہے کہ تو فضلہ خوار صاحب تحفہ کا ہے اور ہر مقدمہ میں اونکی ہی تقی کو تو چاٹتا ہے
جیسے کہ اونہوں نے نصر اللہ کابلی کی تقی چاٹی ہے کہ اونکی کتاب کی عبارتکا ترجمہ کرکے تو جا بجا لکھتا ہے اور تجھکو رہت اور دروغ کی اونکے
کچھہ خبر نہیں ہے اور تو یہہ نہیں جانتا ہے کہ اونہوں نے سچ لکھا ہے یا جھوٹ **قال الشیخ الاشعری** جناب مولویصاحب معقولات کے طور
تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر دلالت نہیں کرتا **اقول** جناب شیخ صاحب جو کچھہ آپنے بیان کیا
سچ ہے لیکن اس مقام میں یہہ فقرہ صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس دلیل سے ہر شخص کے فضائل ثابت ہوسکتے ہیں گو اوسکے واسطے کوئی
فضیلت مذکور نہو اسواسطے کہ کہہ سکتے ہیں اوسکے فضائل کے ہونمیں کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ
یزید اور شمر کے واسطے بھی کہہ سکتے ہیں کہ انکے واسطے فضائل ہیں اگرچہ مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئی پر
دلالت نہیں کرتا ہے اگرچہ وہ اپنی شامت اعمال سے مذموم بھی ہوگئے ہیں اون صاحبزادیوں کی کچھہ خصوصیت ہمیں نہیں ہے
اور رسول خدا صلعم کی دختر ہونیکی جہت سے کوئی فضیلت اونکے واسطے نہوئی کہ ایک منقبت بھی اونکی مذکور نہیں ہے اور اونکے ادنے
صحابی کے فضائل مذکور ہیں اور اگر یہی امر کفایت کرتا تھا تو فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فضائل بھی مذکور نہوتے اور اونکے فضائل سے
حضرت صلعم سکوت فرماتے کہ کہہ سکتے تھے کہ فاطمہ کے واسطے نفس الامر میں فضائل ہیں گو مذکور نہیں ہیں اسواسطے کہ عدم الذکر عدم الشئی پر
دلالت نہیں کرتا ہے اور یہہ کیا کہ فاطمہ کے تو فضائل مذکور ہوں اور اونکی کوئی فضیلت مذکور نہو **قال الشیخ الاشعری** لیکن آپکے
سامنے تو بے نقل کام نہیں چلتا کیونکہ کمال تورع سے معقولات کے ذکر کو تو آپ حرام ہی جانتے ہونگے **اقول** نہ آپکے معقولات
قابل سماعت ہیں نہ منقولات کہ جو کچھہ آپ لکھتے ہیں بیموقع اور بیجا لکھتے ہیں اور اگر معقولات آپکے اپنے طور پر ہوں تو ہم اونکو البتہ تسلیم کرینگے
لیکن آپکی جدلیات کو ہم نہ مانینگے اور بطور معقول کے اپنا کونسا مدعی آپنے ثابت کیا ہے کہ جو ہمنے اوسکو حرام جانا ہے **قال الشیخ الاشعری**
جناب باریتعالے سورہ نسا کے آخر میں ارشاد فرماتا ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ یعنے بہت رسول تو ایسے ہیں کہ اونکا
قصہ ہمنے تجھسے کہا ہے پہلے سے اور بہت رسول ایسے ہیں کہ اونکا قصہ و احوال ہمنے تجھسے بیان ہی نہیں کیا غرض اگر کسیکا ذکر نکرنا اوسکے

عدم کی دلیل ہو تو لازم آئے کہ سوا اون رسولوں کے جنکا کلام اللہ مین مذکور ہے نعوذ باللہ اور کوئی رسول پیدا ہی نہوا ہو **اقول** اس مقدمہ کا قیاس
اس آیت پر نہیں ہو سکتا یہہ قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعضے رسول ایسے ہیں کہ ہمنے کسی طرح سے اونکا ذکر نہیں کیا نہ اونکے
نام و نشان کا نہ اونکی نبوت کا نہ اونکے اور قصوں کا اور یہاں تو اون صاحبزادیوں کا ہر طرح سے ذکر ہے اونکے ایمان اور اسلام کا اور بیاہ اور نکاح کا اور زندگی
اور موت کا اور سوا اسکے مگر اونکی فضیلت ہی کا کوئی ذکر نہیں ہے یہہ کیا کہ سب طرح کے تو اونکے ذکر ہوں اور باوجود دختر رسولخدا ہونیکے اونکی فضیلت کا
کوئی ذکر نہو فاطمہ زہرا کو بھی اسیطرح رکھا ہوتا اور اونکی کسی فضیلت کا ذکر نکیا ہوتا اور یہہ آیت تو خود دلالت کرتی ہے اون رسولوں کے وجود پر کہ جنکا خدا تعالیٰ
نے ذکر نہیں کیا ہے اسواسطے کہ فرماتا ہے کہ ایسے رسول بھی ہیں کہ جنکا ہمنے ذکر نہیں کیا ہے اور اگر اس طرح سے خدا نفرماتا تو تمکو کہاں سے معلوم ہوتا کہ اور
بھی رسول ہیں کہ جنکا ذکر نہیں کیا ہے اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت پر کونسا امر دلالت کرتا ہے اس آیت کے مطابق کوئی ایسی روایت بیان کرو
کہ جو دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ اونکے واسطے فضائل تو ہیں لیکن ہمنے اونکو ذکر نہیں کیا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ اگر کسیکا ذکر
نکرنا اوسکے عدم کی دلیل ہوا کرے تو لازم آئے کہ سوا اون رسولونکے جنکا کلام اللہ میں مذکور ہے نعوذ باللہ منہ کوئی اور رسول پیدا ہی نہوا ہو کہتا ہوں
میں کہ اس سے یہہ کب لازم آتا ہے خدا تعالیٰ تو خود فرماتا ہے کہ اور رسول بھی ہیں لیکن ہمنے اونکا ذکر نہیں کیا ہے اور فضیلت پر اون صاحبزادیوں کے کونسا
امر دلالت کرتا ہے اسطرح سے کہ فضائل تو اونکے ہیں لیکن مذکور نہیں ہیں اسکا قیاس اوس پر کرنا بڑی نادانی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا
یہہ کچھہ لازم ہے کہ کسی بزرگ کی اولاد سب کے سب برابر ہوا کریں **اقول** یہہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ سب کی سب اولاد برابر نہیں ہوتی لیکن فاطمہ زہرا
پیغمبر تھی یا امام تھی کہ اونکے اسقدر فضائل مذکور ہیں اور جسوقت کہ وہ معصومہ پیغمبر ہوئیں اور نہ امام ہوئیں تو پھر اونکی فضیلت کونسی ہے کہ وہ
اون صاحبزادیوں میں نہ تھی اور اولاد ہونیکی جہت سے تو سب برابر ہیں اور جیسے کہ فاطمہ زہرا مومنہ صالحہ تھی ایسے ہی وہ دونو صاحبزادیاں
بھی مومنہ صالحہ تھیں پھر فاطمہ کو اونپر کس جہت سے فضیلت ہے پس معلوم ہوا کہ باعث فضیلت فاطمہ زہرا کا یہی ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا
صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ دونو صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے نتھیں دیکھو اولاد علی کی کثرت سے تھی لیکن اونکی اوس اولاد کو جو
کچھہ کہ فضیلت تھی کہ جو حضرت فاطمہ کے شکم سے تھی وہ فضیلت اوس اولاد کو نہ تھی کہ جو اونکی اور ازواج سے تھی اسی جہت سے کہ اولاد فاطمہ
زہرا اولاد رسولخدا ہے اور دوسرے ازواج علی کی اولاد رسولخدا صلعم کی اولاد نہیں ہے ورنہ اولاد علی کی سب برابر ہے اور تعجب ہے کہ فاطمہ زہرا کو
تو جناب رسولخدا صلعم فرمائیں کہ الفاطمۃ بضعۃ منی یعنے فاطمہ پارہ گوشت مجھسے ہے اور اون صاحبزادیونکو کبھی نفرمایا کہ یہہ پارہ گوشت
میرے ہیں اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو اونکو بھی فرماتے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اس باتکو مانیں تو مولویصاحب سنبھل کر مانیں
پھر حضرت امام محمد باقر اور زید شہید کو جو اونکے بھائی تھے برابر کہنا پڑیگا **اقول** حضرت امام محمد باقر کو حضرت زید شہید پر اسواسطے فضیلت
زیادہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام امام تھے اور زید شہید ہمارے نزدیک امام نہ تھے اور حضرت فاطمہ امام نہ تھیں کہ اونکو اونکی بہنوں پر فضیلت ہو
قال الشیخ الاشعری یہہ تو مولویصاحب نے فرمایا ہوتا کہ اہلسنت حضرت زہرا اور حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو برابر سمجھتے ہیں حاشا وکلا
حضرت فاطمہ کو جو شرف ہے وہ اور کے لئے نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء **اقول** جسوقت کہ حضرت فاطمہ زہرا کے فضائل اہلسنت
کی کتابوں میں کثرت سے ہوں اور اون صاحبزادیوں کی فضیلت مذکور نہو تو اہلسنت کیونکر برابر سمجھہ سکتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کو جو
شرف اونپر ہے وہ اسی جہت سے ہے کہ وہ معصومہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے تھیں اور وہ صاحبزادیاں نہ تھیں ورنہ حضرت زہرا کے
اسقدر فضائل کا کتابوں میں مذکور ہونا اور اونکی فضیلت کا ذکر نہونا اور کس سبب سے ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی یہہ جو مولویصاحب
رقم فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا یہہ مولویصاحب کے قوت حافظہ کی دلیل ہے
آرے دروغگو را حافظہ نباشد جناب من ابو العاص سے حضرت زینب کا نکاح ہوا تھا اور وہ دونو صاحبزادیاں جنکا نام آپنے لکھا ہے
ابولہب کے دو بیٹوں سے منسوب ہوئیں تھیں اور حافظ ابن حجر کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں خطا تو اپنی لگاتے ہیں اور اونکے ذمہ **اقول**
جیسے کہ یہہ روایت ہے ایسے ہی وہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ دو بیٹیاں سوا حضرت زہرا کے اور تھیں ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور

دوسریکا نکاح ابو لہب کے بیٹے سے ہوا چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے اور سوا حضرت زہرا کے تین بیٹیاں نہیں لکھی ہیں بلکہ دو بیٹیاں لکھی ہیں اور
عبارت تفسیر نیشاپوری کی تفسیر آیہ ہؤلاء بناتی میں یہہ ہے فلعل تزوج المسلمات من الکفار کان جائزا کما فی اول الاسلام تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتیہ من عتبہ بن ابی لہب
وابی العاص بن الربیع عبد العزی وہما کافران پس شاید کہ نکاح کرنا مسلمان عورتونکا کافروں سے تھا جائز جیسا کہ اول اسلام میں نکاح کیا رسول خدا صلعم نے دو بیٹیوں
اپنی کا عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع بن عبد العزی سے اور وہ دونو کافر تھے اور یہہ شیخ انکار کرتا ہے دو بیٹیوں کی روایت کا یعنے جو
روایت کہ اسنے دیکھی ہے اوسی کو حق جانتا ہے اور جو کہ اسنے دیکھی نہیں اور اسکے عقائد کے مخالف ہے اوسکو صحیح نہیں جانتا اور یہہ نہیں جانتا
کہ اس مقدمہ میں روایات مختلفہ بہت آئی ہیں اور جس روایت میں ذکر تین بیٹیوں کا ہے سوا حضرت زہرا کے اوسمیں اسی طرح سے ہے کہ زینب کا نکاح ابو العاص
سے ہوا تھا اور ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح ابو لہب کے دونو بیٹوں سے ہوا تھا اور جس روایت میں یہہ ہے کہ سوا حضرت زہرا کے دو صاحبزادیاں اور
تھیں رقیہ اور ام کلثوم اوسمیں یہہ ہے کہ اون دونوں میں سے ایک کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا اور دوسریکا نکاح ابو لہب کے بیٹے سے **قال الشیخ الاشعری**
اور یہہ جو مولویصاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ باوجود قوت اسلام کے وہ کافروں کے نکاح میں رہیں یہہ مولویصاحب کی جرأت ہے سبحان اللہ
وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں نہ تھیں تو حضرت خدیجہ کی بیٹیاں تو تھیں اور ہم جانیں کہ شیعہ بھی ام الاطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ
کی اتنی تو پاسداری ضرور کرتے ہونگے کہ اونکی بیٹیونکو مسلمان تو سمجھتے ہونگے اور خیر کوئی سمجھے یا نسمجھے مولویصاحب تو اونکو مسلمان
سمجھتے ہیں کیونکہ اگر وہ دونو کافر ہوتیں تو اسکے کہنے کی کیا حاجت تھی جسوقت کہ باوجود قوت اسلام کے کافروں کے نکاح میں رہیں اور پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے علاحدہ نکیا اگر عثمان کے نکاح میں آئیں تو کیا قباحت ہے عثمان تو خود مسلمان تھا حضرت صلعم کے روبرو
اور اون کافروں سے بدرجہا بہتر تھا **اقول** جو کچھ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست ہے اور آئندہ جو کچھ یہہ شیخ لکھیگا ہم اوسکا
جواب لکھینگے **قال الشیخ الاشعری** پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ باوجود قوت اسلام و شوکت اہل اسلام کے رسول اللہ
صلعم اونسے مسلمان عورت کو بھی چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کی بیٹیاں کفار کی قید میں رہنے دیتے **اقول** تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے
کہ زمانہ بعثت میں وہ صاحبزادیاں کافروں کے تحت میں تھیں اور اوس زمانہ میں مسلمان بھی بہت آدمی ہوگئے تھے اور ایک صورت
قوت کی حضرت کو بہم پہونچی تھی کہ حضرت عمر نے اسلام کو قبول کر لیا تھا اور اہلسنت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت
قوت ہوگئی تھی جسوقت کہ اہلسنت کے علما کہتے ہوں کہ اسلام کو قوت ہوگئی تھی تو اگر مولویصاحب نے بھی کہا ہے تو کیا گناہ کیا اگر قوت
کاملہ ہوئی تھی تو بہر وجہ کچھہ تو قوت ہوئی ہوگی پھر حضرت نے اونکو کافروں کے قبضہ سے کیوں نہیں نکالا اور حضرت امیر حمزہ جو بڑے
زبردست تھے وہ حضرت کے ہمراہ تھے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ شکار سے تشریف لائے اور سنا کہ لوگوں نے حضرت رسول پر بڑی
زیادتی اور تعدی کی ہے یہہ سنکر ابو جہل کے ہفد کمانیں ماریں کہ سر کو اوسکے زخمی کر دیا اور پھر ایمان لائے یہہ حال تھا حضرت کے
ہمراہیونکا اوس زمانہ میں اور اگر سب کفار پر بسبب اونکے کثرت کے قابو نہ تھا تو اون دونو تینوں پر جو کہ اون صاحبزادیوں کے شوہر
تھے اونسے تو بہر نہج غالب ہی تھے لیکن اونکے نکاح سے اونکو چھڑایا نہیں اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تو ہمیشہ سے موحد
اور خداپرست رہے ہیں اگر وہ صاحبزادیاں حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو کبھی اونکو نہ دیتے اگرچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے شکم سے وہ
تھیں لیکن نطفہ سے تو اور شخص کے تھیں کہ وہ بھی اسلام سے پہلے تھا اور مسلمان نہ تھا **قال الشیخ الاشعری** خداوند کریم تو ہر خاص و عام
کو اسکی تاکید فرماتا ہے کہ مسلمان عورتونکو کفار کی قید سے چھڑاؤ یقین نہو تو سورہ نساء کی یہہ آیت موجود ہے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا
یعنے خداوند کریم مسلمانونکو یوں ارشاد فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم خدا کی راہ میں قتال نہیں کرتے اور ضعیفوں کے چھڑانے کیلیے
نہیں لڑتے یعنے واسطے ناتوانوں کے مردوں سے اور عورتوں سے اور بچوں سے جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے نکال جسکے رہنے والے
ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کوئی ہمارا خبرگیراں اور مددگار بنادے مہذا شیعونکو بھی معلوم ہوگا کہ ان آیات کا نزول قبل فتح مکہ ہے اور فتح

سے پہلے ایسی شوکت اسلام نہ تھی اب ملک عرب میں جو چاہیں سو کرلیں سو اگر مولویصاحب کا یہہ مطلب ہے کہ اس آیت کے نزول تک وہ مکہ معظمہ میں تھیں
تب تو اونکا کفار کے پنجہ میں رہنے کا قائل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس پردہ میں طعن کرنا ہے اور اگر اس آیت کے نزول سے پہلے ہی وہ تشریف
لائیں تھیں تو شوکت ہی آپکو کونسی تھی جو باوجود اوسکے آپنے اونکا کافروں کے نکاح میں رہنا گوارا کیا **اقول** یہہ آیت قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہے
لیکن اس آیت کو یہاں کیا تعلق ہے یہہ آیت تو اون لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جو چند آدمی مکہ معظمہ میں تھے اور ایمان لائے تھے اور کفار
اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے اور آزار پہونچاتے تھے اور طرف مدینہ کے اونکو ہجرت نہیں کرنے دیتے تھے خدا تعالیٰ مومنین کو حکم کرتا ہے کہ تمکو
کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں بیچارہ ضعیفوں کے چھڑانیکے واسطے جہاد نہیں کیتے ہو اسے کچھہ مقصود ہی نہیں ہے مولویصاحب کا تو بیان یہہ ہے
کہ رسول خدا نے عثمان سے اون صاحبزادیوں کا نکاح کیا تو کیا قباحت ہے پہلے اوسسے وہ کافروں کے نکاح میں رہی ہیں اور باوجود قوت اسلام کے
رسول خدا صلعم نے اونکو اونکے نکاح سے چھڑایا نہیں کیا اون صاحبزادیوں کے شوہر بھی اونپر ظلم اور تعدی کرتے تھے کہ بموجب اس آیت کے اونکو اونکے ظلم
رہائی دلوادیتے اسکا تو بیان کرہی نہیں ہے نہ اسکی کچھہ بحث ہے مقصود تو یہاں یہہ ہے کہ اونکے نکاح میں اونکو رہنے دیا اور چھڑایا نہیں اور کافروں کے
پاس اونکے رہنے کو روا سمجھا عثمان کے بھی نکاح میں رہیں تو کیا ہے اور یہہ اس آیت میں کہاں ہے کہ تم مسلمان عورتوں کو کافروں کے نکاح میں رہنے دو
خدا تعالیٰ تو اس طرح فرماتا ہے کہ عاجزوں غریبوں پر جو کفار ظلم کرتے ہیں اونکے ظلم سے اونکو چھڑاؤ جو آیت سند میں لاتا ہے ایسی ہی آیت لاتا ہے
کہ جسکو بحث سے کچھہ تعلق نہیں ہے اب بتلاؤ رسولخدا پر طعن کیونکر ہوا اور فتح مکہ سے پہلے قوت اسلام کیونکر نہ تھی اور اگر قوت نہ تھی تو ہر جہاد میں
کیسے فتحیاب ہوتے تھے اور جسقدر جہاد ہوئے تھے وہ فتح مکہ سے پہلے ہی تھے البتہ اسقدر فرق ہے کہ فتح مکہ کے بعد زیادہ قوت ہو گئی تھی اور
جو کہ قوت کاملہ ہے وہ تو فتح مکہ کے بعد بھی نہ تھی بلکہ ابتک نہیں ہے مسلمانوں میں سب سے بڑی سلطنت روم کی ہے سو شاہ روم کی شاہ روس سے
اکثر لڑائی رہتی ہے اور جسقدر فرنگستان ہے روس اور فرانسیس اور انگریز اور پرشیا وغیرہ کوئی بھی مسلمانوں سے مغلوب نہیں ہے اور مولویصاحب کی
قلم سے جو قوت اسلام کا لفظ نکلا ہے تو اوس کی ہی بحث شروع کردی اور قوت اور عدم قوت کا ذکر کرتا چلا جاتا ہے اصل مطلب کو چھوڑ کر مولویصاحب
کی مراد قوت سے یہہ نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کا دخل تمام دنیا میں ہو گیا ہو بلکہ اونکا مقصود تو قوت سے وہ قوت ہے کہ جو تم کہتے ہو کہ حضرت حمزہ اور حضرت
عمر کے مسلمان ہونے سے اسلام کو قوت ہو گئی تھی کسی طرح کی قوت ہو مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر
ہمسے پوچھیے تو حق یوں ہے کہ قبل بعثت نبوی کے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا بعد بعثت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے جب ابولہب بر سر پرخاش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو عداوت کے باعث اپنے بیٹوں سے کہہ کے آپکی صاحبزادیوں کو
طلاق دلوادی سو وہ دونوں اول سال ہجرت ہی میں مدینہ منورہ آگئیں تھیں یہانتک کہ غزوہ بدر میں جو پہلے ہی سال ہجرت میں واقع ہوا
ایک صاحبزادی تو حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور اونہیں کی بیماری کے باعث حضرت عثمان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دی تھی مگر تاریخ دانی اور بہت بیانی مولویصاحب پر ختم ہے جو چاہیں فرماویں **اقول** اگر یہی
حق آپکے نزدیک ہے تو اس سے آپکا مطلب ثابت نہوا بلکہ مولویصاحب کا مطلب ثابت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو اون
کافروں کے نکاح سے نہیں چھڑایا بلکہ ابولہب نے اپنے بیٹوں کو کہکر طلاق دلوادی تھی ہو اسطے کہ مولویصاحب کا تو مطلب یہہ تھا کہ اگر وہ صاحبزادیاں
حضرت عثمان کے نکاح میں رہیں تو کیا ہے کافروں کے نکاح میں بھی رہیں تھیں اور باوجود قوت اسلام کے حضرت نے اونکو کافروں کے نکاح
نہیں چھڑوایا سو آپکے لکھنے سے بھی یہی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکو کافروں کے نکاح سے نہیں چھڑوایا بلکہ ابولہب نے
اونکے شوہروں سے طلاق دلوادی تھی اور آپنے رقیہ اور ام کلثوم کا حال لکھا حضرت زینب کے ذکر سے خاموشی اختیار کی کچھہ اونکی
بھی خبر ہے وہ تو جنگ بدر میں بھی ابوالعاص کے تحت میں موجود تھیں دیکھو تفسیروں کو اور تواریخ کی کتابوں کو کہ لکھا ہے کہ جنگ بدر میں ستر
آدمی کفار میں سے مسلمان قید کر کے رسولخدا صلعم کے پاس لائے تھے اور اون ستر میں ابوالعاص شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ سے بھی تھا
زینب نے اوسکی رہائی کے واسطے زیور اپنا جو کچھہ خدیجۃ الکبریٰ نے جہیز میں اوسکو دیا تھا رسولخدا صلعم کے پاس بھیجا حضرت نے وہ زیور دیکھا

آبدیدہ اور متالم ہوئے اور مومنین سے اوسکو بجل کروا کے زینب کے پاس واپس بھجوایا یہی مولویصاحب کہتے ہیں کہ وہ کفار کے نکاح میں رہی تھیں اور جناب رسول خدا نے اونکو اونکے نکاح سے مدت تک نہیں چھڑوایا اسمیں دروغ کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی حضرت عثمان کے باب میں جو کچھہ مولویصاحب نے لکھہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اوسکا جواب ہمسے نہیں ہوسکتا **اقول** اگر عاقبت اپنی خراب کی ہے تو اہلسنت علمانے کی ہے کہ جنہوں نے یہہ لکھا ہے مولویصاحب نے تو اونکے لکھنے سے لکھا ہے اپنی طرف سے نہیں لکھتے ہیں اور جواب اوسکا تم کیا دوگے کہ جو تمہارے علماء ہی نے یہہ کچھہ لکھا ہو **قال الشیخ الاشعری** ہم کسکو کہیں ہمیں حضرت علی اور حضرت عثمان دونو بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں بجز اسکے کہ یوں کہیں کہ مولویصاحب کو خدا سمجھے اور کیا کہیں **اقول** تمہارا کیا ہے تم تو شیر اور گیدڑ کو دونو کو برابر سمجھتے ہو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کو اور ابو جہل کو برابر سمجھنے لگو تو ہمکو کیا اور یہہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمکو تو علی اور معاویہ اور عمرو عاص سب برابر ہیں معاویہ کو تم خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہی ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ تھا کہ جسنے کہا تھا کہ میں عمر سے زیادہ مستحق خلافت کا ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے بلکہ تم تو یزید کو مومن پاک جانتے ہو چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ وہ مومنین سے تھا لعن کرنی اوسپر جائز نہیں ہے اور ایسا ہی احیاء العلوم میں ہے اور یزید کی خلافت کو حق جانتے ہیں اس دلیل سے کہ خلیفہ حق معاویہ نے اپنی زندگی میں اوسکو خلیفہ کیا تھا اور عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ نے اوسکے ہاتھہ پر بیعت کی تھی اور تاریخ ابن خلکان میں امام غزالی کا قول لکھا ہے کہ یزید کیواسطے ہر نماز میں دعاے مغفرت پڑھنی چاہیئے کہ وہ مومن تھا اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں عمر سعد کو جو کہ کربلا کے معرکے میں حضرت امام حسین سے جنگ کرتا تھا اور آخر کو حضرت کو اوسنے قتل کیا مجتہد لکھا ہے اس جنگ میں کہ باعتبار رائے اور اجتہاد کے لڑتا تھا کم سے کم اوسکو ایک اجر تو ہوگا حسین سے لڑنیں اور شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحابہ نے متابعت یزید کی کی تھی اس لیئے واجب تھی حسین پر اور جمیع مسلمین پر اطاعت یزید کی اور امام غزالی تو کہتے ہیں کہ جو کوئی یزید پلید کو لعنت کرے وہ لعنت اوس لعنت کرنیوالے ہی پر عائد ہوتی ہے اور ہمارا کام یہہ نہیں ہے کہ دشمنان اور قاتلان آل رسول کو بھی اچھا جانیں ہم تو اچھے کو اچھا جانتے ہیں اور برے کو برا جانتے ہیں اور تمہارے نزدیک تو بہت اچھا وہی شخص ہے کہ جو اہلبیت سے عداوت رکھتا ہے تاریخ ابو الفداء میں لکھا ہے کہ معاویہ جمعہ کے خطبہ میں عثمان کے واسطے دعاے خیر کرتا تھا اور علی بن ابیطالب کو گالیاں دیا کرتا تھا اور لکھا ہے کہ بنی امیہ کی پیروی سے اکتالیسویں سن سے ننانویں سن تک حضرت علی کو گالیاں دیتے رہے اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ معاویہ نے سعد کو کہا کہ تو کسواسطے علی کو گالیاں نہیں دیتا ہے اوسنے عذر کیا اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک یہودی سے کہا کہ میری دختر کے نکاح کا پیغام دے اوسنے پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تو کسواسطے پیغام دیتا ہے تو تو یہودی ہے یہودی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے اپنی دختر کا نکاح علی ابن ابیطالب سے کیونکر کر دیا عمر نے کہا کہ واے تجھپر علی تو بزرگان دین میں سے تھا یہودی نے کہا کہ پھر تم علی کو لعنت کسواسطے کرتے ہو عمر نے لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا کہ اسکا جواب دو پس جسوقت کہ عاجز ہوئے جواب دینے سے تو عمر نے حکم کیا لعن کے ترک کرنیکا اور سن نو سے علی پر لعن کرنی موقوف ہوئی ہے اور ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور ایسا ہی استیعاب اور تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ میں لکھا ہے اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی اور تمام اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیر کہی یہہ حال ہے عداوت اہلبیت کا تسپر اہلسنت اونکو خلفاء حق اور امام صادق جانتے ہیں اور شیعوں نے کسیکو قتل نہیں کیا ہے اور نہ کسیکو گالیاں دیتے ہیں لیکن بعضے دشمنان اہلبیت کے واسطے جو دعاے بد کرتے ہیں اور اونکو ایمان سے خارج جانتے ہیں اور قاتلان اور دشمنان [illegible] علی اور اولاد علی کو امام اور خلیفہ سمجھتے ہیں شیعہ کیونکر سبکو برابر جانیں اچھے اور برے کو سبکو **قال الشیخ الاشعری** اور یہہ جو ارشاد ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عثمان رضی اللہ عنہ نے بدعتیں کیں اسکا جواب تو جب لکھا جاتا جب اونکو لکھتے **اقول** عثمان کی بدعتیں اب لکھی جاتی ہیں اونکا جواب انصاف سے لکھنا چاہیئے اول یہہ کہ مال بیت المال کہ حق تمام مسلمانونکا تھا اور خمس کہ حق اہلبیت کا تھا اپنی اولاد اور قریبونکو اور دوستونکو دیتا تھا کھانے جانے والونکے نام اونکا عثمان غنی رکھا اپنے چاروں دامادونکو چار لاکھہ دینار دیئے

اور مال افریقیہ سے مروان کو ایک لاکھ دینار دیئے اور بروایت کلبی او سکو شہر ستانی دو لاکھ دینار دیئے اور کہا کہ ابو بکر عمر اپنے اقارب کو دیتے تھے میں بھی اپنے اقارب کو دیتا ہوں اور واقدی نے روایت کی ہے کہ مال کثیر بصرہ سے آیا تھا سکو اپنی اہل و عیال پر تقسیم کیا اور شتر بہت سے زکوۃ میں آئے تھے سکو حارث بن حکم کو دیدیا اور حکم بن ابی العاص کو حاکم زکوۃ قضاعہ کا کیا تیس ہزار کا کہ وہ مال زکوۃ پہونچا تھا سب اوسکو دیدیا لوگوں نے عثمان کو طعن اور ملامت کرنا شروع کیا اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کہ کلید بردار بیت المال کا تھا کنجیونکو اوسنے مسجد میں پھینکدیا اور کہا کہ میں کلید بردار بیت المال کا نہیں ہوتا باوجود اس سلوک تمہارے کے کہ جو شخص کہ نکالدیا گیا رسولخدا کا تھا اوسکو تین لاکھ دینار دیئے اور اسکے جواب میں یہہ جو کہتے ہیں کہ یہہ خرچ کرنا عثمان کا بیت المال میں سے نہ تھا بلکہ پہلے سے جو عمر کے زمانہ سے اوسکے مال چلا آتا تھا وہ ذاتی مال اپنا خرچ کرتا تھا یہہ جواب بالکل غلط ہے اور ایک بناوٹ ہے اپنی طرف سے اول تو یہہ کہ میاں عثمان خود اقرار کرتے ہیں کہ یہہ بیجا خرچ کرنا بیت المال میں سے تھا چنانچہ ابن قتیبہ نے کہ جسکو شاہ عبد العزیز صاحب نے باب دویم تحفہ میں کہ جو باب مکائد ہے اہلسنت سے لکھا ہے کتاب السیاسۃ والامامۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص انصار میں سے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے عثمان کیا ہے ان مدینہ والونکو کہ بخشش لیتے ہیں اور جہاد راہ خدا میں نہیں کرتے ہیں اور یہہ مال اوسکے واسطے ہے جو کہ جہاد کرے راہ خدا میں مگر وہ پیر ضعیف لوگ صحاب محمد صلعم میں سے عثمان نے کہا کہ بخشش چاہتا ہوں میں خدا سے اور توبہ کرتا ہوں اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور علی متقی نے کنز العمال میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابن سعد نے زہری سے کہا کہ جسوقت حاکم ہوا عثمان تو عتاب نکیا لوگوں نے اوسپر چھہ برس تک بلکہ وہ دوست زیادہ تھا قریش کا عمر سے اسواسطے کہ عمر اونپر سختی کرتا تھا اور عثمان جسوقت حاکم ہوا تو اونپر نرمی کرتا تھا اور چھہ برس اخیر میں اپنے اقارب اور سگوں کو حاکم کیا شہروں کا اور دیا اونکو مال جسوقت کہ تاویل کرنیوالا تھا اسکی کہ میں صلہ رحمی کرنیوالا ہوں بموجب حکم خدا اوس مال سے اور کہا کہ ابو بکر اور عمر نے چھوڑا تھا اس مال کو جو کچھہ کہ اونکے واسطے تھا اور میں نے اوسکو لیکر اپنے قریبوں پر تقسیم کیا پس انکار کیا لوگوں نے اس امر کو عثمان پر فقط پس اقرار کیا عثمان نے کہ وہ مال بیت المال اپنے قریبوں پر تقسیم کرتا تھا صلہ رحمی کی تاویل کرکے کوئی پوچھے کہ صلہ رحمی اپنے مال میں سے ہوتی ہے یا غیروں کے مال میں سے اور تو ابو بکر اور عمر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے صلہ رحمی کرنیوالا کون تھا وہ مال تو جمیع مومنین کا تھا اور بھلا یہہ بات عقل میں آتی ہے کہ حضرت عثمان کے پاس پہلے سے اسقدر مال تھا کہ اوسمیں سے لاکھوں دینار اور درہم وہ لوگونکو دیتا تھا اگر پہلے سے اسقدر مال ہوتا تو عمر کی خلافت میں اس سے پہلے اسقدر خرچ بھی کرتا اوسوقت کون مانع تھا یہہ کیا کہ عمر کی خلافت میں جو کثرت سے غنیمت آتی تھی اوسکو اسقدر لاکھوں اور کروڑوں حصہ میں ملی اور اوسوقت تو اوسکو خرچ نکیا لیکن اپنی خلافت میں خرچ کیا اور اگر اوسکو اسقدر مال غنیمت میں سے حصہ میں آیا تو اور ونکو بھی حصہ میں اسیقدر ملا ہوگا لیکن کسیکو ایسا مالدار لاکھوں خرچ کرنیوالا سوائے عثمان کے نہیں سنتے اور اگر ہر ایک کے حصہ میں اسقدر مال دیا ہو تو تمام دنیا کا خرج بھی کفایت نہیں کرتا ہو اسواسطے کہ ہزاروں مومنین تھے اور جن لوگونکو حضرت عثمان دیتے تھے اونکے حصہ میں بھی تو اسیقدر مال آتا ہوگا پھر اونکو کیا حاجت تھی عثمان سے لینے کی کیسی کیسی تاویلیں پوچ اور بیجا کرتے ہیں خلیفہ صاحب کے بچانیمیں لیکن صاف نہیں کہتے کہ بیت المال کا مال اپنے قریبونکو اور یارونکو دیا مگر خطا ہوئی اور بعضے انکے جواب میں سے تنگ ہوتے ہیں اور کچھہ بن نہیں پڑتا ہے تو خلاف عقل کے واہی اور پوچ تاویل کرکے کہتے ہیں کہ عثمان کیمیا بنایا کرتے تھے اسواسطے اونکو ثروت ہوگئی تھی اوسمیں سے اپنے قریبونکو دیتے تھے بلکہ بیت المال کے مال کے بیجا خرچ کرنیکی رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے چنانچہ مشکوۃ اور مصابیح میں مذکور ہے عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم وائمۃ بعدی یستاثرون بھذا الفیئ حاصل یہہ کہ ابی ذر سے روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ کیا حال تمہارا ہوگا اون اماموں کے ساتھ کہ اختیار کرینگے بجودی خود اور چن لیونگے واسطے اپنے اوس مال غنیمت کو کہ بدون جنگ کرنیکے حاصل ہوتا ہے اور سب مسلمان اوسمیں شریک ہوتے ہیں اور اسمیں یہی اشارہ ہے ابوذر کی طرف کہ تو اون اماموں کو پائیگا اور ابو ذر نے زمانہ عثمان میں وفات پائی ہے پس مراد اون اماموں سے تینوں خلفاء ہونگے نہ سلاطین بنی امیہ وغیرہ کہ بعد اونکے ہوئے ہیں اور ابن تیمیہ بڑا متعصب ہے باوجود انکار کرنے احادیث صحیحہ کے کہ جو حضرت علی کی شان میں ہیں انکا انکار نکر سکا اور منہاج السنۃ میں اقرار کیا کہ عثمان اپنے قریبونکو بیت المال میں سے جو کچھہ دیتا تھا وہ غیرونکو نہیں دیتا تھا اور استیعاب اور ازالۃ الخفاء اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں

اکثر کتابوں میں عثمان کا اپنے قریبوں کو بیت المال میں سے زیادہ دینا لکھا ہے اور خمس افریقیہ کا مروان کو دینا استیعاب میں مذکور ہے اور اس
مضمون کے کچھہ اشعار لکھے ہیں اور ملل نحل میں بھی لکھا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے اور کتاب المختصر فی اخبار البشر میں بھی
یہہ لکھا ہے اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو خمس افریقیہ دیا اور عائشہ نے اوس پر بہت انکار کیا اور اسی جہت سے
اوسکو نعثل اور کافر کہا اور اوسکے قتل پر لوگونکو حرص دلاتے تھے جو شخص کہ اسکا انکار کرتا ہے بڑا متعصب ہے اور دوسرے یہہ کہ فدک کہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا
اور ابو بکر اور عمر نے وہ فاطمہ کو نہ دیا تھا عثمان نے مروان کو دیدیا چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ذیل میں شرح احادیث فرض الخمس
کی میں لکھا ہے اور سوا اوسکے اور کتابوں میں بھی موجود ہے اب کہاں گیا وہ عذر ابو بکر اور عمر کا فاطمہ سے کہ تجھکو یہہ فدک نہیں پہونچتا ہے
تو حق جمیع فقرا مسلمین کا ہے اور تنہا مروان کس طرح سے اوسکا مالک ہو گیا اس امر میں عثمان نے خلاف کیا سیرت شیخین کے باوجودیکہ اقرار کیا تھا
خلافت کے لینے میں سیرت شیخین پر عمل کرنیکا جسوقت کہ علی نے اوس سے انکار کیا تھا اور یہاں اونکی سیرت کے خلاف کیا اور حق یہہ ہے کہ فدک فاطمہ
زہرا ہی کا تھا اور عذر کرنا ابو بکر اور عمر کا اوسکے نہ دینے میں بیجا تھا اور یہہ فدک حق سب مسلمانونکا ہوتا تو عثمان مروان تنہا کو ہرگز نہ دیتا خلاف
رائے شیخین کے اور تیسرے یہہ کہ حکم پدر مروان کہ جسپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا کہ یہہ مخالفت کریگا کتاب خدا کی اور
سنت پیغمبر کی اور ہرچند عثمان نے سفارش کی لیکن حضرت نے نہ مانا اور ابو بکر اور عمر نے بھی اوسکو نہیں آنے دیا تھا عثمان نے اوسکو اپنی
خلافت میں مدینہ میں طلب کر لیا برخلاف مرضی رسول خدا کے اور اوسکے بیٹے مروان کو دولت سے مالا مال کر دیا اور حکم منافق تھا اور
حضرت کے رفتار کی اور حضرت کے چلنے کی نقل کیا کرتا تھا اور کفار کو مسلمانوں کی خبریں پہونچایا کرتا تھا یہہ مضمون تھوڑے تھوڑے
فرق سے تذکرہ سبط ابن جوزی میں اور ملل اور نحل میں اور تاریخ خمیس میں اور سیر حلبی میں اور رجال مشکوٰۃ میں ترجمہ مروان میں شیخ عبد الحق
محدث دہلوی نے لکھا ہے اور کل تواریخ میں یہہ مضمون مرقوم ہے عثمان نے اوسکے طلب کرنے میں سراسر مخالفت رسول خدا صلعم کی اور ابو بکر
اور عمر کی کی اور حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد وقاص اور عبد الرحمان اور عمار یاسر وغیرہ صحابہ اور عائشہ نے ہرچند عثمان کو اس حرکت پر
ملامت کیا کچھہ فائدہ نہوا اگر قرابت کی جہت سے بلایا تو قرابت کو کیا دخل ہے جسوقت کہ رسول خدا صلعم نے منع کیا ہو اور نکال دیا ہو اور لعنت کی ہو
اور کافر کی دوستی کا حکم کب ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ
یعنے نہ پائیگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاتے ہیں وہ ساتھہ خدا کے اور دن آخرت کے کہ دوست رکھیں وہ اوس شخص کو کہ مخالفت کرے خدا کی اور
پیغمبر اوسکے کی اگرچہ ہوئیں وہ باپ اونکے یا بیٹے اونکے یا بھائی اونکے یا کنبے لوگ اونکے اور اس آیت سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کو
ایمان خدا اور دن آخرت پر نتھا کہ جو ایسے لوگونکو دوست رکھتے تھے کہ جو مخالفت کریں خدا اور رسول کی اور دوستی منافقین کی علامت
نفاق کی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنے منافق مرد اور منافق عورتیں بعضے اونمیں کے دوست
بعضے کے ہیں اور حکم وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عائشہ نے بھی لعنت کی ہے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور بعد نقل شعر حسان کے ہجو میں عبد الرحمان
بن الحکم کے کہا کہ لیکن قول حسان کا کہ ان اللعین ابوک یہہ سہو سے ہے کہ عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ کہا عائشہ نے مروان کو اپنے بھائی
عبد الرحمان کی مذمت سنکر کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے لعنت کی ہے تیرے باپکو جسوقت کہ تو اوسکی صلب میں تھا اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے
کہ سب آدمیوں سے زیادہ دشمن اہلبیت کا مروان بن الحکم تھا اور یہہ وہ شخص ہے کہ پوشیدہ کیا اوسنے اوس حدیث کو کہ تصحیح کی اوسکی حاکم نے
عبد الرحمان بن عوف سے اور وہ یہہ ہے کہ کسیکے لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ رسول خدا صلعم کے پاس اوسکو لایا کرتا تھا اور حضرت اوسکے واسطے دعا
کرتے تھے مروان بن الحکم پیدا ہوا تو اوسکو بھی حضرت کے پاس لائے حضرت نے اوسکے حق میں فرمایا کہ مینڈک بیٹا مینڈک کا یا گھرگٹ بیٹا
گھرگٹ کا اور ملعون بیٹا ملعون کا ایسے شخص دشمن رسول خدا کو کہ جسپر رسول خدا نے لعنت کی ہو اوس سے عثمان دوستی رکھے اور بلاوے معلوم ہوا
کہ اہلسنت جو اہلبیت کے دشمنونکو دوست رکھتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ عثمان رسول خدا کے دشمن کو دوست رکھتا تھا اور شیخ عبد الحق
دہلوی نے رجال مشکوٰۃ میں ترجمہ مروان میں لکھا ہے کہ حکم پدر مروان کی اسلام میں طعن کیا گیا ہے اور اوسنے اسلام کو بروز فتح مکہ ظاہر کیا تھا

اور پیچھے رسول خدا صلعم کے چلتا تھا تو آنکھ سے سین مارتا تھا اور ناک چڑھاتا تھا یہہ حال تھا اوسکا رسول خدا صلعم کی نسبت اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ
خواص الامۃ میں لکھا ہے اور خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ حکم کو اور اوسکے بیٹے کو رسول خدا صلعم نے طرف طائف کے نکال دیا تھا جسوقت رسول خدا صلعم نے وفات پائی
تو عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ اوسکو بلالوں اسواسطے کہ وہ اوسکا چچا تھا ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ جو کچھہ رسول خدا صلعم نے کیا ہے میں اوسکے خلاف ہرگز
نکرونگا کبھی اور جب ابوبکر نے وفات پائی اور عمر خلیفہ ہوئے تو اونسے جاکر کہا کہ حکم کے یہاں آنیکا حکم ہو جائے عمر نے کہا کہ اے عثمان تجھکو حیا نہیں ہے رسول خدا
صلعم سے اور ابوبکر سے کہ تو دشمن خدا اور دشمن رسول کو بلاتا ہے مدینہ میں ہم سے قسم ہے خدا کی ایسا کبھی نہوگا اور جب عمر نے بھی وفات پائی اور عثمان حاکم ہوئے تو اونہوں
نے حکم کو اوسی روز مدینہ میں طلب کرلیا اور اپنا مصاحب اوسکو بنایا اور مال عظیم اوسکو دیا اور مرتبہ اوسکا بلند کیا اور مسلمانوں نے اس سبب سے عثمان پر انکار
کیا اور اوسکو ملامت کیا اور یہہ پہلا انکار تھا مسلمانوں کا عثمان پر اور کہا مسلمانوں نے کہ تونے دشمن خدا اور رسول خدا کو بلالیا اور خدا اور رسول کی تونے
مخالفت کی کہا کہ رسول خدا صلعم نے مجھسے وعدہ کیا تھا اوسکے پھر بلانیکا ایک جماعت نے عثمان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اس سبب سے اور بعد اسکے حکم
مر گیا عثمان کی خلافت میں عثمان نے اوسپر نماز پڑھی اور اوسکے جنازہ کے پیچھے دفن کے واسطے جاتا تھا مسلمانوں نے اوسکو خلافت سے معزول کیا
اور قتل کیا اور اوسکو اور اوسکے بیٹے مروان کو عثمان نے خمس افریقیہ کے غنیمت کا دیا پانچ لاکھہ دینار اور جسوقت عائشہ کو خبر ہوئی تو عثمان کے پاس آدمی بھیجا
اور کہلا بھیجا کہ تجھکو اوس منافق کا بلالینا کافی نہوا یہانتک کہ دیتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑھتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یعنے قتل کرو اس پیر مرد کو قتل کرے اوسکو خدا بتحقیق کہ کفر کیا
اوسنے مروان نے سنا تو عائشہ کے پاس جاکر عائشہ پر عتاب کیا عائشہ نے کہا کہ نکل یہاں سے اے فرزند گربہ چشم عورت کے میں گواہی دیتی ہوں رسول خدا
صلعم پر کہ اونہوں نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور تو اوسوقت اوسکی صلب میں تھا اس روایت میں سب مطلب آگیا اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ عثمان نے
حکم کو قرابت کی جہت سے بلایا تھا نہ کسی اور وجہ سے اور سوا اسکے اور وجوہ جو بیان کرتے ہیں سب باطل ہیں کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نے حکم کو منافقین کی دوستی
اور فتنہ انگیزی کی جہت سے درمیان مسلمانوں کے نکالا تھا اور بعد آنحضرت کے اور ابوبکر کے یہہ امر باقی نرہے تو عثمان نے اپنی خلافت میں اوسکو بلوالیا یہہ دعوی
ہی اونکا غلط ہے اسواسطے کہ اوسکو تو حضرت نے اس جہت سے نکالا تھا کہ وہ حضرت کی رفتار کی نقل کرتا تھا اور راز حضرت کا کفار کے روبرو ظاہر کرتا تھا
یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حکم نے حضرت کے راز کے ظاہر کرنیمیں دلیری کی اسواسطے حضرت نے اوسکو مدینہ سے باہر نکلوا دیا اور ایسے ہی افندی لکھتا ہے
اور بعضے جواب میں کہتے ہیں کہ عثمان نے رسول خدا صلعم سے مرض الموت میں حکم کے بلالینے کا اذن لے لیا تھا کہتا ہوں میں کہ اگر حضرت نے اذن دیدیا تھا
تو حضرت کے روبرو ہی کیوں نہ بلوالیا تاکہ زحمت پوچھنے کی ابوبکر او عمر سے اونکی خلافت میں نہ پڑتی یہہ ایسا ہے جیسے کہ فاطمہ نے ہبہ کا دعوی فدک کا
کیا اور خلیفہ اول نے کہا کہ مینے رسول خدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ مال یہ میرا وارثونکو نہیں پہونچتا ایسا ہی عثمان نے دعوی اذن کا کیا کہ جسکو کوئی
نہیں جانتا ہے یہانتک کہ ابوبکر اور عمر نے بھی عثمان کے کہنے کو نہ مانا اور اگر اذن حضرت نے دیدیا تھا تو ابوبکر اور عمر سے کیوں نکہا کہ مجھکو حضرت نے اذن
دیدیا ہے حضرت اذن دیتے تو عثمان اونسے ظاہر کرتے بلکہ یہہ ایک بات عثمان کے مریدونکی بنائی ہوئی ہے بیچارہ عثمان نے کیوں کہا تھا کہ مجھکو
اذن دیدیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر سے عثمان نے اذن دینے کا ذکر کیا تھا لیکن اونہوں نے کہا کہ شاہد دوسرا لا بھلا یہاں مدعی کون تھا کہ جسکے
واسطے دو شاہد درکار ہوں اور اگر یہہ امر راست ہو تو اسکے کیا معنے ہیں جو کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اوسکے آنیکے واسطے روادار نہوے کہ ہنوز فتنہ و فساد کا اوسکے احتمال
باقی تھا اگر فتنہ ہی کا احتمال تھا تو عثمان کے قول کو سماعت ایکے دوسرا گواہ کیوں طلب کیا یہی کہا ہوتا کہ ابھی احتمال فتنہ کا اوسکے آنے سے ہے اور بعضے
کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے عثمان سے کہا تھا کہ تو اپنی خلافت میں اوسکو بلالینا اگر حضرت نے ایسا فرمایا تھا تو عثمان نے بڑی خیانت کی کہ شیخین سے اوسکے
بلانیکی اجازت چاہی حضرت نے تو اذن کو مقید کر دیا تھا کہ تو اپنے زمانہ میں بلانا بلکہ سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر او عمر تو اجازت چاہنے میں عثمان کو
بہت ملامت کرتے تھے اور پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ مسلمانوں نے عثمان کو کہا کہ تونے دشمن خدا اور رسول کو بلالیا
تو عثمان نے عذر کیا کہ مجھسے جناب رسول خدا صلعم نے وعدہ کیا تھا اوسکے بلا لینیکا مسلمانوں نے اوسوقت عثمان کو بہت ملامت کیا اور یہہ بھی بعضے کہتے ہیں
کہ حکم آخر عمر میں نفاق سے توبہ کرکے مومن ہوگیا تھا یہہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ پہلے اس سے سبط ابن جوزی کی روایت میں گزر گیا ہے کہ حکم نے

جنازہ پر نماز پڑہنے سے مسلمانوں نے عثمان کو بہت ملامت کیا اور عائشہ نے کہا کہ اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر اور حسب روایت میں یہہ ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں رسولخدا صلعم سے سرگوشی کی اوسمیں حکم کے اذن دینے کا ذکر نہیں ہے کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اوس سرگوشی میں اذن لے لیا ہو لیکن احتمال سے کیا کام نکلتا ہے صاف اذن اہلسنت کی روایتوں سے بھی ثابت ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت نے وعدہ اذن کا فرمایا تھا لیکن اذن نہیں دیا تھا طرح طرح سے عثمان کے بدعت دفع کرنیمیں جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں اور چوتھے یہہ کہ منا میں چار کی دو رکعت نماز پڑہنی چاہئیں نماز قصر کی مدینہ سے آنیوالونکو جو کہ ایام حج میں وہاں آتے ہیں اور جناب رسولخدا صلعم اور ابوبکر اور عمر نے بھی وہاں دو ہی پڑھی ہیں لیکن حضرت عثمان نے برخلاف شرع کے پوری چار ہی پڑہیں اور شفای قاضی عیاض میں ابن عمر سے روایت ہے کہ صلوة السفر رکعتان من خالف السنة فقد کفر یعنے نماز سفر کی دو رکعت ہیں جو کوئی مخالفت کرے طریقہ رسولخدا کو پس تحقیق کافر ہوا وہ اور صحابہ نے اس حرکت پر عثمان کو ملامت کیا اور اسکے جواب میں جو کہتے ہیں کہ عثمان مقیم ہوگئے تھے اور مکہ میں اونہوں نے نکاح کرلیا تھا وہاں خانہ دار ہوگئے تھے اور مسافر نرہے تھے یہہ جواب نہایت واہی اور پوچ ہے سو سطے کہ مکہ میں اقامت کرنی مہاجر کو تین روز سے زیادہ حرام ہے اور یا یہہ کہو کہ عثمان مہاجرین میں سے نہ تھا اور شرف ہجرت سے اوسکو خارج کرو اور یا کہو کہ تین روز سے زیادہ جو اقامت کی عثمان نے تو فعل حرام عمل میں لایا اور مکہ میں اپنی اہل کے چھوڑنیکا بھی عذر مسموع نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم اپنی ازواج کو سفر میں ہمراہ رکھتے تھے تو نماز کو قصر کرتے تھے اور اگر مکہ میں عثمان کی اہل تھی تو چاہیئے تھا کہ اپنی اہل کو ہمراہ رکھتے تا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی چنانچہ روضة الاحباب میں لکھا ہے کہ عثمان نے عذر اپنے تاہل کا مکہ میں کیا تو عبدالرحمان نے جو کہ بانی خلافت عثمان کا ہے یہی جواب عثمان کو دیکر ساکت کیا کہ تو نے اپنی اہل کو ہمراہ اپنے کیوں نرکھا کہ مخالفت سنت رسولخدا کی لازم نہ آتی جب عثمان لاجواب ہوے تو کہا کہ میری رائے میں ایسا ہی آیا تھا اور علمائے اہلسنت عثمان کی عیب پوشی میں سوا اسکے اور بھی تاویلیں کرتے ہیں کہ قابل سماعت نہیں ہیں اور پانچویں یہہ کہ اصحاب رسولخدا صلعم کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسیکو مارا اور کسیکو شہر سے نکالدیا ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں لکھا ہے کہ اتفاق اہلسنت کا جمیع صحابہ کی عدالت پر ہے اور سند میں اسکے بہت سی آیات قرآن لکھی ہیں اور بعد اسکے لکھا ہے کہ اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ فاعلم انہ زندیق یعنے جس وقت دیکھے تو کسی مرد کو کہ نقصان بیان کرتا ہے اور عیب لگاتا ہے کسیکو صحاب رسولخدا میں سے تو جان تو کہ وہ بدمذہب ہے پس عثمان نے جو بعزتی کی انکی ہو جب اس قول اہلسنت کے علماء کے زندیق ٹھیرا بلکہ کافر چنانچہ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ من اغاظ الصحابة فہو کافر یعنے جو شخص کہ غصہ میں لائے صحاب کو وہ کافر ہے اور عثمان اونکو غصہ میں لایا تھا اور یا یہہ کہو کہ جو لوگ صحاب رسولخدا میں سے عثمان کو عیب لگاتے تھے اور ملامت کرتے تھے اوسکو اوسکی حرکتوں پر وہ زندیق ہوے اور عثمان نے اون لوگونکو نصیحت کرنے پر زدوکوب کیا اور مارا اور ابن مسعود کو قرآن کے ندینے پر مارا کہ عثمان چاہتا تھا کہ اوسکا جمع کیا ہوا قرآن اوس سے لیکر آگ میں جلادوں اور صاحب تحفہ نے تحفہ کے باب مطاعن میں صحابہ کے آٹھویں طعن میں آیہ اِنْ مَکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ الخ اور آیہ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ الخ سے حجت پکڑی ہے کہ اصحاب فعل شنیع اور فسوق او عصیان نہیں کرسکتے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو عثمان کی مذمت کرتے تھے اور خلافت سے اوسکو معزول کرتے تھے اور اوسکو حرکات خلاف شرع سے منع کرتے تھے اگر یہہ امر فعل شنیع ہوتے تو اصحاب ایسا نکیتے اسو سطے کہ فعل شنیع کا اون سے صادر ہونا موجب تحریر صاحب تحفہ ممکن نہیں ہے پھر عثمان نے اونکو کسواسطے مارا کہ اونکی گفتگو نسبت عثمان کے افعال شنیعہ اور عصیان سے نہتھی اور عثمان نے جو زدوکوب کی صحابہ جلیل القدر کو تو صاحب تحفہ اوسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ ہمصفیر منافقین کے اور صحاب شر اور فتنہ کے تھے اور جو کچھہ عثمان سے اونکو پہونچا اہانت اور تحقیر اونکو مستحق اوسکا جانا ارے یارو یہہ کیسی بیہودہ گفتگو ہے ایسے نامی آدمی کی کہ ایک مقام میں تو لکھا کہ صحابہ سے صادر ہونا عصیان کا ممکن نہیں اور دوسری جگہہ لکھا کہ وہ ہمصفیر منافقین اور صحاب شر اور فتنہ تھے اور موافق روایت صاحب اصابہ کے جو پہلے گزری ہے کہ جو کوئی نقص صحابہ کا کرے وہ زندیق ہے تو اس روایت سے صاحب تحفہ بھی زندیقوں میں محسوب ہوئے کہ اونہوں نے صحابہ کو جنکو کہ عثمان نے زدوکوب کی تھی ہمصفیر منافقین اور اصحاب شر و فتنہ لکھا ہے عجیب و غریب ہے حال علماء اہلسنت کا کہ کبھی تو صحابہ کو آسمان بریں پہ بٹھالیتے ہیں اور کبھی تحت الثریٰ میں ڈالتے ہیں اور باوجود اس ڈھول اور دھپے کے اور زدوکوب باہمی کے کہتے ہیں کہ الصحابة کلہم عدول اور کہتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور خود ہی اونکی مذمت میں جو چاہتے ہیں سو لکھتے

ہیں ایک جگہہ مولوی عبد العزیز صاحب باب مطاعن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ سے فسوق و عصیان صادر نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہہ باب مطاعن ہی میں مطاعن
عثمان میں لکھتے ہیں کہ نزد اہلسنت عصمت خاصۂ انبیا است صحابہ معصوم نبودند و لہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر
مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ اند او بعد اسکے لکھتے ہیں کہ و ماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند و بسیارے را تعزیر و حد شرب خمر جاری فرمودہ اند
او پھر لکھتے ہیں کہ الصحابۃ کلہم عدول معلوم نہیں کہ یہہ کیسی عدالت تھی کہ جسمیں سنگسار ہوتے تھے اور حدیں اونپر جاری ہوتی تھیں اور شراب پیتے تھے
اور زنا کرتے تھے اور زن عفیفہ کو تہمت زنا کی لگاتے تھے اور پھر عادل کے عادل باقی رہتے تھے و نیز تعجب تو یہہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم کی زوجہ کو تہمت لگائی
اور پھر عادل بھی باقی رہیں اور بعضے تقیہ پر طعن کر کے لکھتے ہیں کہ عثمان نے اونکو اسواسطے زد و کوب کیا کہ انہوں نے تقیہ نکیا عثمان سے اور بے ادبانہ گفتگو کی
تو ترک تقیہ پر اونکو مارا بھلا اوس وقت تقیہ کا کون محل تھا اوس زمانہ میں تو سب ایک ڈہنگ پر تھے اور عثمان کا مذہب مخالف اہل اسلام کے نتھا او امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر جو واجب ہے تو اسواسطے اونہوں نے حرکات ناشایستہ کو جو موافق مذہب اہلسنت کے ہے وہ حرکات بدعتیں اوسکو منع کیا تھا اسپر اوسنے اونکو آزار پہونچایا ہاں
پہلے سے اگر اونکو معلوم ہوتا کہ عثمان خدا اور رسولخدا سے برگشتہ ہو کر کافر ہو گیا ہے اگر اسکو ہم موافق شرع محمدی کے نصیحت کرینگے تو یہہ ہمکو اذیت پہونچائیگا تو اس صورت
میں البتہ اونکو تقیہ کرنا چاہیئے تھا لیکن ایسا معلوم ہی نتھا بلکہ عثمان کو مسلمان سمجھکر نصیحت کی تھی پھر کیونکر تقیہ کرتے اور چھٹے یہہ مصاحف مقدسہ کو آگ میں
جلایا اپنے جمع کیئے ہوئے قرآن کے جاری کرنیکے واسطے اور پاس حرمت کلام خدا کا نکیا اور یہہ جو کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود اور ابی ابن کعب نے ادعیۂ قنوت
اور عبارات تفسیر قرآنوں میں درج کر دی تھی یہہ قول بالکل غلط ہے بلکہ رسولخدا صلعم نے حکم دیا تھا قرآن کے پڑھنے کا موافق قرأت ابن مسعود کے اور ابی
ابن کعب کے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پڑھو تم قرآن کو چار آدمیوں سے لیکر اور سب سے پہلے ابن ام عبد کا نام لیا اور دوسری
روایت میں ابن ام عبد او معاذ بن جبل اور ابی ابن کعب او رسالم مولے ابو حذیفہ ہے کہ انسے قرآن لو او بعضے کہتے ہیں کہ اونمیں آیات منسوخہ تھیں اسواسطے
جلایا میں کہتا ہوں کہ اب بھی تو آیات منسوخہ قرآن میں موجود ہیں اگر اس وجہ سے جلاتے تو ناچار کاہیکو باقی رکھتے یہہ عذر بھی نامعقول ہے او کبھی کہتے
ہیں کہ اگر وہ قرآن بھی جاری رہتے تو امت میں اختلاف ہو جاتا میں کہتا ہوں کہ ایک قرآن ابن مسعود کا یا ابی ابن کعب کا جاری کیا ہوتا جنکی قرأت کا
جناب رسولخدا نے حکم دیا تھا پھر ایک قرآن ناقص جمع کر کے کاہے کو جاری کیا او سوا اسکے یہہ ہے کہ اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن
سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے کہ سب وافی او کافی ہیں او یہہ اختلاف اونکے نزدیک مباح ہے یہہ وجہ عذر بھی اختلاف کے خوف کی نامعقول ہے
اور ابن مسعود اپنے قرآن کے دینے سے جو انکار کرتا تھا تو اوسکو ایسا مارا کہ اوسکی پسلی ٹوٹ گئی اور اوسکو شہر سے باہر بھی نکالدیا بڑے ظلم کیئے ہیں
عثمان نے اور سوا اسکے بہت سی بدعتیں عثمان نے کیں ہیں نماز عید سے پہلے خطبہ کا پڑھنا ایجاد کیا اور نماز جمعہ میں ایک اذان سے زیادہ دوسری اذان
ایجاد کی جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے او تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ عائشہ انکار کرتی تھی عثمان پر ہمراہ اون لوگوں کے کہ جو اوسپر انکار
کرتے تھے اور جناب رسولخدا صلعم کے بال اور کرتہ نکال کر دکھلاتے تھے او عثمان سے کہتے تھے کہ دیکھ یہہ پرانے نہیں ہوئے اور دین اونکا تو نے
پرانا کر دیا او تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ عثمان نے عمار کو مارا اس سبب سے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم جمع ہوئے اور پچاس آدمی اونمیں مہاجرین او انصار میں
تھے او انہوں نے احداث یعنی بدعتیں عثمان کی لکھکر عمار کو دیں اور کہا کہ عثمان کے پاس یہہ کاغذ لیجا تاکہ اسکو پڑھ کر اپنی حرکتوں سے باز آئے او اگر باز نہ آئیگا
تو اوسکو خلافت سے معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ کرینگے عمار نے وہ کاغذ عثمان کو دیا اور کہا کہ یہہ کاغذ رسولخدا صلعم کے اصحاب کا ہے پڑھ او [illegible]
کہ میں تجھکو نصیحت کرنیوالا ہوں یہہ سنکر عمار کو اسقدر مارا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا کہ عمار غش کھا کر گر پڑے او [illegible]
نمازیں حالت غش میں اونکی فوت ہو گئیں او جلال الدین سیوطی نے بھی رسالہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ صحابہ بعد [illegible] غرض اسکے لکھنے سے
یہہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ بدعتیں عثمان کی کسقدر ہونگی جو اصحاب رسولخدا صلعم نے لکھکر بھیجی تھیں ہمید قال الشیخ الاشعری [illegible]
آیتوں کے ترجمہ میں ترکی صحابہ ثلثہ بالخصوص او باقی صحابہ بالعموم مذکور ہوئی ہے اسلیے اسکو مشترک سمجھکر [illegible] اقول و آیت یہہ وعد اللہ الذین
آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم [illegible]
یعنے وعدہ کیا اللہ نے اون لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے او کام کئے ہیں او انہوں نے اچھے البتہ جانشین کریگا اونکو بیچ زمین کے جیسے جانشین کیا تھا اون لوگوں کو اونکے پہلے

اون سے تھے یعنی بنی اسرائیل اور البتہ متمکن کریگا واسطے اون مومنوں کے دین اونکا کہ پسند کیا ہے واسطے اونکے اور البتہ بدل دیگا اونکو بعد ڈرنے اونکے سے امن کو کہ عبادت
کرینگے وہ میری نہ شریک کرینگے ساتھ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے بعد اس وعدہ کے پس یہہ لوگ وہی ہیں حکم خدا باہر ہونیوالے انتہی اس آیت سے بزرگی اصحاب ثلثہ
کی بالخصوص ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ ولیمکنن لہم پس مراد تمکین سے تمکین فی الجملہ ہے یا تمکین سے مراد تمکین کامل ہے کہ جو تمام روئے
زمین پر غلبہ ہوگیا ہو اگر تمکین فی الجملہ مراد ہے کہ بعضی جگہہ غلبہ ہوا ہو اور بعضی جگہہ نہوا ہو تو رسولخدا صلعم ہی کے زمانہ میں حاصل ہوگیا تھا خلفاء ثلثہ کے زمانہ کی اور اونکے
مابعد زمانہ کی احتیاج نہوئی اور تفسیر بیضاوی میں آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت کے زمانہ میں غلبہ ہوگیا تھا اور مراد استخلاف سے معنی لغوی ہیں
یعنی جانشین کریگا تمکو جیسے کہ جانشین کیا تھا پہلے لوگونکو یعنی بنی اسرائیل کو بعد ہلاک کرنے جبابرہ کے اور منکم کے لفظ میں من بیانیہ ہے چنانچہ کشاف اور بیضاوی
میں لکھا ہے اور مراد اوس سے جمیع مومنین ہیں اور اگر مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ تمام روئے زمین پر غلبہ ہو سو وہ آج تک مسلمانوں کو نصیب نہیں ہے اور تمکین کامل نہوگی مگر زمانہ
میں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے اور حق یہہ ہے کہ مراد اون لوگوں سے اس آیت میں حضرت صاحب الزمان اور اونکے مقلدین ہیں اور مراد تمکین سے تمکین کامل ہے کہ اونکے
زمانہ میں ہوگی اور سوا اسکے اور وجوہ بھی سننی چاہئیں کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا کے کہنے سے زمانہ رسولخدا صلعم اور زمانہ خلفاء ثلثہ کا دونو نکل گئے اسواسطے
کہ اونکے زمانہ میں شرک موقوف نہوا تھا اکثر بلاد میں شرک تھا چنانچہ ابتک شرک موجود ہے پس زمانہ حضرت صاحب الزمان کا ہے جسمیں بالکل شرک نہوگا اور خدا تعالے
فرماتا ہے کہ بدل دینگے ہم خوف سے امن کو سو خوف بھی سب جگہہ سے موقوف نہوا تھا اور اگر بعضی جگہہ کا خوف اور شرک مراد ہو تو یہہ صحیح نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یہہ سورہ مدنی ہے اور
جسوقت یہہ آیت نازل ہوئی تھی تو مدینہ منورہ میں اوسوقت نہ خوف باقی رہا تھا اور نہ شرک تھا اور اگر کوئی کافر بھی تھا تو وہ مغلوب و دبا ہوا تھا پھر وعدہ کرنے سے کیا فائدہ
کہ بعضی جگہہ تو اوسوقت بھی خوف اور شرک نتھا اور بعضی جگہہ شرک ہوتا اور بعضی جگہہ نہوتا اب بھی موجود ہے کبھی دفع ہی نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ مراد دفع ہونے شرک سے کل زمین
ہے اور وہ ابتک وقوع میں نہیں آیا اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ حکیم علی الاطلاق بعضی جگہہ کے شرک کے دفع کرنیکا وعدہ کرے اور نہیں ہوگا وہ مگر زمانہ حضرت صاحب الزمان کا کہ جسمیں
کل زمین سے شرک جاتا رہیگا پس خلفاء ثلثہ کی کوئی فضیلت اس آیت سے ثابت نہوئی بلکہ وہ تو اوس زمانہ میں عذاب میں گرفتار ہونگے اور آسمیں پہلے جس جگہہ معنی اس آیت کو لکھا ہے
صحابہ کے فضائل میں ہم مفصل اسکے جواب میں لکھ چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور باقی حضرت عائشہ کا حضرت عثمان کی نسبت اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا
اقتلوا حراق المصاحف کہنا یہہ سب ابن قتیبہ اور ابن اعثم کوفی شماطی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور یہہ جماعت کی جماعت کذاب مشہور ہیں اور شیعہ غالی ہیں اونکے
کہنے کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا اوسی مثل مشہور کا مصداق بننا ہے پادا آپ لگاوے اور ونکو مولویصاحب کو شرم نہیں آتی ہے کہ ان افسانہائے دروغ کو سنیونکی
کتابوں کی طرف منسوب کرکے ایک دوسرا جھوٹا اپنی گردن پر رکھتے ہیں **اقول** مولویصاحب تو سنیوں کی اور کتابوں سے لکھتے ہیں کہ عائشہ عثمان کو ایسا فرمایا
کرتی تھیں لیکن اس شیخ نجدی کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ اعثم کوفی اور ابن قتیبہ بھی ایسا لکھتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے کہ یہہ شیعہ غالی ہیں اور کذاب مشہور ہیں یہہ سب غلط ہے
اور شیعہ تو انسے تبرا کرتے ہیں یہہ لوگ شیعہ کا ہیکو ہیں مگر عادت اہلسنت علماء کی یہہ ہے کہ جو کوئی اہلسنت میں سے کوئی روایت حق بیان کرتا ہے کہ جس سے
حقیت شیعہ کی پائی جاتی ہو تو اوسکو کہتے ہیں کہ یہہ بڑا رافضی اور شیعہ غالی ہے اور جو کوئی خارجی اور دشمن اہلبیت ہے اوسکو بہت معتبر جانتے ہیں دیکھو صحیح بخاری
کہ راوی اوسکے خوارج بھی بہت ہیں اور سنی مصنف کو رافضی ٹھیرا دینا سب سے زیادہ دستور شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے اور اس شیخ نجدی نے بھی اونکے ہی لکھنے
سے لکھا ہے اور شاہ صاحب کا عجیب و غریب حال ہے باب مطاعن میں مطاعن عثمان کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ واقدی و ابن قتیبہ و ابن اعثم کوفی و شماطی کہ عمدہ مورخین
شیعہ اند میں کہتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین باوجود اس شہرت اور نام کے تعجب ہے ایسے بزرگ سے کہ جن لوگوں سے شیعہ بیزار ہوں اور اون سے تبرا کرتے ہوں
اونکو لکھتے ہیں کہ عمدہ مورخین شیعہ کے ہیں اور حال یہہ ہے کہ مورخ کوئی شیعہ نہیں ہے جسقدر کہ مورخین ہیں سب اہلسنت میں سے ہیں مگر اخوند ملا محمد باقر مجلسی نے
حیات القلوب تاریخ اپنے مذہب کے موافق البتہ لکھی ہے اور یہی ابن قتیبہ مولف کتاب الامامۃ والسیاسۃ شاہ صاحب جسکو شیعہ لکھتے ہیں اسیکو وہ باب گیارہویں
تحفہ کے میں لکھتے ہیں کہ یہہ اہلسنت میں سے ہے ایک شخص کی کسی روایت کو اگر مفید شیعوں کے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہہ شیعہ ہے اور اگر سنیوں کے مفید دیکھتے
ہیں تو اوسیکو جسکو شیعہ کہا تھا سنی کہنے لگتے ہیں عجب حال ہے انکا آور ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ابو محمد صاحب التصانیف سچا
ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ قال الخطیب کان ثقۃ دینا فاضلا وقال السلفی کان ابن قتیبۃ من الثقات واہل السنۃ یعنے خطیب نے کہا ہے کہ تھا وہ ابن قتیبہ معتمد دیندار فاضل
اور سلفی نے کہا ہے کہ تھا ابن قتیبہ معتمدوں میں سے اور اہلسنت میں سے تھا اور یہہ جو شاہ صاحب نے باب گیارہ تحفہ میں لکھا ہے کہ ایک ابن قتیبہ شیعوں میں سے بھی ہے

بالکل غلط ہے شیعوں میں کوئی علما دین میں اس نام کا نہیں ہے اور نہ کوئی کتاب دنیا میں ابن قتیبہ شیعہ ... ابن قتیبہ سنی صاحب کتاب الامامۃ والسیاسۃ ہے جسکے قول کو
ہم سند میں لاتے ہیں اور ابن اعثم کوفی کو شیعہ کہنے کی وجہ یہہ ہے کہ لسان المیزان میں لکھا ہے کہ یاقوت کہتا ہے کہ وہ شیعہ تھا چنانچہ صاحب تحفہ نے حاشیہ میں تحفہ کے لکھا
اور میں یہہ بات کہتا ہوں کہ وہ جو اوسکو شیعہ کہتا ہے وہ دشمن علی اور خارجی تھا چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ کان متعصبا علی علی ابن ابیطالب یعنی تھا متعصب علی
ابن ابیطالب پر اور اوسی میں لکھا ہے کہ اوسنے خوارج کی کتابیں مطالعہ کی تھیں اور اوسکے ذہن میں عداوت علی کی جم گئی تھی اس جہت سے اعثم کوفی کو کہ وہ فضیلت علی
کی جو بیان کرتا ہے تو اوسکو شیعہ کہتا ہے اور شیعہ کہنے کا سنی کو مضائقہ بھی نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ شیعہ ہم ہیں اور شماطی تاریخ
طبری کا اختصار کیا ہے اور اپنی طرف سے اوسنے کچھ اوسمیں زیادہ نہیں کیا ہے اور اعثم کوفی نے جو حضرت علی کی تعریف میں روایتیں بیان کیں ہیں اور اونکے اعدا
ظلموں کی روایتیں لکھی ہیں اسواسطے اوس خارجی نے اوسکو شیعہ کہدیا اور شاہ صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لسان المیزان سے اوسکے قول کو نقل کیا ہے اعثم کوفی کے
تشیع میں اور اب ایک اور امر ہم سننا چاہیے کہ مولویصاحب نے جو لکھا ہے کہ حضرت عائشہ عثمان کے حق میں فرمایا کرتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا ابن قتیبہ اور
ابن اعثم کوفی کے لکھنے سے نہیں لکھتے اہلسنت یعنی علما معتبرین کے لکھنے سے لکھتے ہیں چنانچہ ابن اثیر صاحب جامع الاصول کتاب نہایہ میں باب النون مع العین میں نعثل
کے لغت میں لکھتے ہیں کہ النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وہذا کان منہا لما غاضبتہ وفی بیت الحکمۃ یعنی نعثل شیخ احمق
کو کہتے ہیں اور اسی سے حدیث عائشہ کی ہے کہ جو کہتی تھی قتل کرو شیخ احمق کو قتل کرے خدا شیخ احمق کو یعنی عثمان کو اور یہہ عائشہ نے اوس وقت کہا تھا
جسوقت اوسپر غصہ ہوئے تھے اور مکہ کو روانہ ہوئے تھے اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی میں جنگ جمل کے ذکر میں
لکھا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو خط لکھا پہلے تو طلحہ اور زبیر کو لکھا بیعت کے توڑنیمیں اور پھر حضرت عائشہ کو لکھا کہ اما بعد فانک قد خرجت
من بیتک تزعمین انک تریدین الاصلاح بین المسلمین وطلبت بزعمک دم عثمان وانت بالامس تولبین علیہ فتقولین فی ملا من اصحاب رسول اللہ صلعم اقتلوا نعثلا فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ
حاصل اسکا یہہ ہے کہ نکلی تو اپنے گھر سے گمان کرتی تھی تو اس امر کا کہ تو درمیان مسلمانوں کے صلح کرانیکا ارادہ رکھتی ہے اور طلب کرتی ہے تو اپنے گمان میں خون
عثمان کا اور کل کی بات ہے کہ اوسپر تو لوگوں کی چڑہائی کراتی تھی اور کہتی تھی تو اصحاب رسول خدا صلعم کے روبرو کہ فقد کفر قتلہ اللہ والیوم تطلبین بثارہ فاتقی اللہ وارجعی
الی بیتک واسبلی الیک سترک قبل ان یفضحک اللہ قتل کرو اس ریش دراز کو کہ تحقیق کفر کیا ہے اسنے قتل کرے اسکو خدا اور آج طلب کرتی ہے تو خون اوسکا ڈر تو خدا اور پھر جا تو
اپنے گھر کو اور پردہ کو اپنے لٹکا دے پہلے اس سے کہ رسوا کرے تجھکو خدا اور سبط ابن جوزی کہ جو شاہ عبد العزیز صاحب کے نزدیک معتبرین میں سے ہیں اور تحفہ میں اونکے
قول کو سند میں لاتے ہیں اوسنے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھا ہے کہ حکم خلافت عثمان میں مر گیا تو اوسکے جنازہ پر عثمان نے نماز پڑھی اور اوسکے دفن کے لیے اوسکے
جنازے کے ہمراہ گیا یہہ خبر عائشہ کو ہوئی تو عثمان کو کہلا بھیجا آدمی بنا بھیجکر کہ تجھکو اس منافق کا جنازہ لیکر جانا لائق نہ تھا حتی تعطیہ اموال المسلمین فتصلی علیہ وتشیعہ وبہذا السبب
قالت اقتلوا نعثلا قتلہ اللہ فقد کفر یہانتک کہ بخشتا ہے تو اوسکو مال مسلمانوں کے اور نماز پڑہتا ہے تو اوسکے جنازہ پر اور اوسکے جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتا ہے اور اسی سبب سے کہا عائشہ نے
عثمان کو کہ قتل کرو تم شیخ احمق ریش دراز والے کو قتل کرے اوسکو خدا کہ تحقیق کفر کیا اوسنے اور استیعاب میں بھی اشارہ طرف اسکے ہے اور حبیب السیر میں لکھا ہے
کہ عائشہ چون بسبب نقصان وظیفہ خود از عثمان رنجیدہ بود دم بدم مردم را بر قتل او حریص و ترغیب مینمود و میگفت اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ
بالجملہ بعضے ازین امور مکروہ حامل و باعث شد عائشہ را کہ در شان عثمان میگفت لعن اللہ نعثلا و قتل اللہ نعثلا اور یہہ دونو کتابیں صاحب تحفہ کے نزدیک معتبر ہیں اور سوا اسکے بہت
کتابوں میں لکھا ہے اور یہہ شیخ نجدی انکار کرتا ہے اور اب ہم پوچھتے ہیں کہ شیخ جیو اگر ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کو لا ہست خارج کر دیگی تو انکو تو خارج نکر دیگا یہہ تو بڑے
معتبرین میں سے ہیں اور دیکھو تمہارے علما ہی یاد ہیں یا نہیں اور جھوٹے تم ہو یا ہم ہیں اب تمکو شرمانا چاہیے ایسے جھوٹ بولنے سے قال الشیخ الاشعری
خیر جو صاحب کہ ان کتب کو معتبر سمجھتے ہیں تو وہ تو حقیقۃ الامر کو آپ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے اونکی اطمینان کے لیے اتنی بات بہت ہے کہ اقتلوا جو ہے اوسکے ترجمہ میں تو قتل کرو
واحد کا ترجمہ ہے رقم فرماتے ہیں چنانچہ ملاحظہ نقل خط مولویصاحب سے معلوم ہو جائیگا اسمیں تو خیر یہہ بھی احتمال ہے کہ کروکے واو سہوا مولویصاحب کے سے رہگئی ہو مگر اسمیں تو
سہو کی بھی گنجایش نہیں کہ لعن اللہ کا ترجمہ لعنت کرو یہ تو سمجھ ہے کہ ماضی کی جا معنی امر با اینہمہ لفظ اللہ کے ترجمہ میں ضمیر جمع غائب کے معنے نہ معلوم یہہ کسنے محاورہ کے موافق مولویصاحب
نے ترجمہ کیا ہے ادنے سے ادنے طالب العلم جانتا ہے کسی طفل میزان خواں کو مصدر کے معنے بتلا دیجیے تو اگر اوسمیں پایہ فہم ہوگا تو وہ صیغہ اقتلوا اور لعن کے معنے بتلا سکتا ہے مگر جناب مولویصاحب
اس تحریر کے مقتداے شیعہ اور امام اہلسنت ہو گئے ہیں تا ہنوز جمع و واحد و ماضی و امر کے فرق نہیں سمجھتے بجز اسکے یہ نہیں کہا جائیگا کہ یا تو حضور کو میزان بھی پڑھنے کا سلیقہ نہیں اور یہہ

عمامہ بندی ور کرتہ پوشی اور دعوی علم اور امامت کرلیتے پر ہے کہ دو چار باتیں کہیں سے سن بھاگے ہیں اور بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے
ہیں یا قدر قلیل پایہ علم تو ہے پر خداوند کریم نے موافق وعدہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین مولوی صاحب کو بوجہ شامت بداعتقادی اور بدگوئی مقربان ابن صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ
و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولوی صاحب کے لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں بہرحال اس سلیقہ اور اس استعداد پر ایسے ایسے مضامین عالی میں گفتگو کرنیکو لیا
ہے اور اہل سنت کے کہ اونکا طریقہ ہو بہو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں **اقول** ترجمہ کی غلطی پر اسقدر داروگیر کرنی
اور مذمت کرنی سزاوار اہل علم کے نہیں ہے اسقدر تنبیہ کفایت کرتی ہے کہ ترجمہ اسکا غلط کیا ہے لیکن وہ عداوت جو معاویہ کو علی سے تھی وہ کہاں جاے اگر مریدان معاویہ
اولاد علی کی مذمت نکریں تو معاویہ کے طریقہ سے خارج ہو جائیں اور تو جو کہتا ہے دیکھو خط میں ترجمہ اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا کا غلط لکھا ہے خط مولوی صاحب کا نہیں ہے
بلکہ مولوی صاحب کے خط کی نقل ہے اوسکے نقل کرنیوالے نے غلط لکھدیا ہے جس شخص کے پاس مولوی صاحب نے خط روانہ کیا تھا اوسنے وہ خط تو اپنے پاس رکھا اور اوسکی نقل کرا
کسی سنی کو دیدیا کہ جسنے تیرے پاس اوسکو بھیجدیا ہے اور مولوی صاحب عمداً ایسی غلطی نہیں کرسکتے بھلا جو شخص کہ عربی عبارتیں لکھتا ہو اور عربی کی کتابیں پڑھاتا ہو عقل میں
کب آتا ہے کہ وہ جمع کا ترجمہ واحد کرے اور ماضی کا ترجمہ امر کرے یہہ بات تو ہرگز کسیکی عقل میں نہیں آتی ایسا کام تو اونکے شاگرد بھی نکرینگے اور ہمنے فرض کیا کہ تیرے پاس جو
خط پہونچا ہے وہ مولوی صاحب ہی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا تھا مگر وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے کہ ہر ایک لفظ کا علیحدہ علیحدہ ترجمہ کیا ہو بلکہ حاصل فقرہ کا لکھدیا ہے اور لعن اللہ کا ترجمہ
لعنت کرے خدا چاہیے تھا اگر اوس خط میں اسکی جگہہ لعنت کرو لکھدیا تو کیا مضائقہ ہے کہ جب خدا کی لعنت ہوگی تو بندونکی بھی لعنت ہوگی اوسکے اصلی معنے کی جگہہ
یہہ لکھدیا ہے اسواسطے کہ یہہ حاصل ہو سکتا ہے نہ لفظی ترجمہ اور سوا اسکے یہہ ایک خط تھا ایک شخص کے نام اور ہر کوئی خط کو مکرر نہیں دیکھتا ہے کوئی کتاب مناظرہ کی نتھی کہ اوسکو
مکرر سہ کرر دیکھتے اور خط بھی ایسے شخص کے نام تھا کہ وہ عربی عبارت کو نہیں سمجھتا تھا بے تامل لکھدیا اور دوبارہ اوسپر نظر نکی یہہ کیا معلوم تھا کہ یہہ خط کسی ناصبی کے ہاتھہ جا
پڑیگا اور وہ اوسکو دستاویز کرکے بھیجیگا اور مولوی صاحب بیچارہ کب کہتے ہیں کہ میں متبحر اور بڑا عالم ہوں جیسے کہ تو تعلیاں کرتا ہے اور جا بجا اونکی مذمت لکھتا ہے لیکن تعجب تو
کہ باوجود اس خودستائی اور دعوے کے تو بھی کیا اوندھے مونہہ گرا ہے کہ جعلسازی کی لفظ میں عین کی جگہہ الف لکھا ہے یہہ تونے لغت کا تونے لفظ لکھا ہے مولوی صاحب
کو تو کہہ سکتے ہیں کہ اونسے سہو ہوا اور تجھکو ایسا نہیں کہہ سکتے بلکہ تیری تحقیق یہی ہے کہ تو لفظ غلط کو صحیح نہیں جانتا ہے مولوی صاحب کی غلطی میں اور تیری غلطی میں بڑا
فرق ہے کہ تجھمیں جہل مرکب ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ بوجہ جالسازی عوام کی نظر بندی کرکے روٹیاں مروڑتے ہیں اسکا جواب بعد اسکے آتا ہے اور یہہ جو لکھا ہے کہ
موافق وعدہ واللہ لا یہدی القوم الظالمین مولوی صاحب کو بوجہ شامت بداعتقادی و بدگوئی مقربان دین صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین اظہار بطلان مذہب مولوی صاحب کے
لئے اتنی بھی تو ہدایت نہیں کرتا کہ ترجمہ ہی ٹھیک کرلیں سو ظالم تو تیرے پیر تھے کہ جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے حقوق غصب کیے اور فاطمۃ الزہرا دختر سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ کا گھر
جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے اور اصحاب رسول مقبول کو تکلیفیں اور آزار پہونچائے کسی کو مارا اور کسیکو شہر بدر کیا اور اصحاب رسول ہمارے نزدیک سب ممدوح اور نیک ہیں مگر چند اشخاص
کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت غصب کیے اونکو البتہ برا کہتے ہیں اور صحبت رسول مقبول کو لازم نہیں ہے کہ فعل بد کسی سے صادر نہو حضرت کی صحبت میں منافق بھی بہت تھے کہ ظاہر
میں مسلمان بنے ہوئے تھے مولوی جامی کہتے ہیں بیت ہر کرا دیدہ بہبود نبود * دیدن روے نبی سود نبود * اور اسی طرح سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں اور ترجمہ
غلط مولوی صاحب کا کیا ہوا نہیں ہے اور کیونکر عقل میں آوے کہ جسنے تمام قرآن کا ترجمہ کیا ہو وہ ایسا غلط ترجمہ کرے اور اگر ماضی کا ترجمہ امر ہوتا تو اسطرح ہوتا کہ لعنت
کر تو خدا بلکہ اوسمیں تو امر کے جمع کا ترجمہ ہے اور اللہ کا لفظ ترجمہ میں مذکور نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ لعن اللہ کے لفظ کا ترجمہ یہہ نہیں ہے نہ غلط نہ صحیح بلکہ العنوا کی لفظ کا
ترجمہ ہے کہ برعایت اور مطابقت اقتلوا کے لکھدیا ہے اور لعن اللہ کے ترجمہ میں غلطی نہیں کی ہے کہ ماضی کے معنے امر لکھدیئے ہوں آور یہہ جو لکھا ہے کہ اور اہل سنت کے کہ اونکا طریقہ
ہو بہو سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اوسمیں ہرگز گنجایش حرف گیری کی نہیں اور سمجھنے کو موجود ہیں اہل سنۃ کا طریقہ بالکل خلاف سنۃ رسول اللہ صلعم ہے اور یہہ طریقہ
اونکا طریقہ معاویہ کا ہے کہ اوسنے اس طریقہ کا نام اہل سنت رکھا ہے اور وہی روز سے اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفا میں
لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص ہے کہ جسپر لعنت کی ہے رسول خدا صلعم نے چنانچہ بعد اسکے آئیگا اور پہلے اس سے بھی ہم لکھہ چکے ہیں اور معاویہ کو اور اوسکے ہمراہیونکو جناب رسالتمآب نے
جہنمی فرمایا ہے چنانچہ فرمایا عمار یاسر کو کہ تجھکو گروہ باغی قتل کرینگے کہ تو اونکو طرف بہشت کے بلاتا ہوگا اور وہ تجھکو طرف دوزخ کے بلاتے ہونگے چنانچہ
فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور عمار یاسر کو قتل کیا ہے معاویہ کے ہمراہیوں نے جو کہ بقول رسول خدا ناری تھے پس معاویہ کے ہمراہی اور مرید جو کہ اوسکو امام
صدق جانتے ہیں اور اپنے تئیں اہل سنت کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں معاویہ کے رکھے ہوئے نام پر وہ بھی ناری ہیں اور مطابق سنت رسول خدا صلعم کے مذہب شیعہ کا ہے

اُنکے حق میں ارشاد ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ یعنے اے علی تو اور شیعہ تیرے بیچ جنت کے ہونگے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے جو حضرت علی کے شیعوں کی
بشارت سنی تو دعوی کیا کہ ہم ہیں شیعیان علی بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی سیاہی کو سفیدی کہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور + اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا
کہ شیعہ وہ ہے کہ جو متابعت علی کی کرے اور بعد رسول خدا کے خلیفہ حق حضرت علی کو جانے پس شیعہ حیدریوں میں محسوب ہیں اور اہل سنت بکریوں کے ریوڑ میں داخل ہیں اور
بڑے تعجب کی بات ہے کہ پھر کہتا ہے کہ اہل سنت کے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں گنجایش حرف گیری کی نہیں ہے
اور ایسے ہی نصرانی کہتے ہیں لیکن یہہ سب حرف گوئی بے دلیل ہیں اور شیعوں کے مقابلے سے بھاگتے پھرتے ہیں اور شیعہ سنیوں سے اولجھتے کیا ہیں بلکہ اونکے مزعومات
فاسدہ کو باطل کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور با اینہمہ ایسی ایسی کتب کا حوالہ دیتے ہیں کہ بجز ادیب کامل اونکا مطلب صحیح نہیں سمجھہ سکتا ہے اس
اسلئے دیکھکر تو ہر کوئی سمجھہ سکتا ہے کہ اگر بالفرض کچھہ فریب نہیں تب غلطی فہم سے تو مولویصاحب کی باتیں خالی نہونگی **اقول** اگر تیری سمجھہ میں نہیں آتا ہے
مطلب کتابکا تو یہہ کیا ضرور ہے کہ اور کسیکے بھی سمجھہ میں نہ آوے سچ کہتے ہیں کہ المرء یقیس علی نفسہ ایسی کیا چیستاں ہے، وہ کتابیں اور کیا فائدہ ہے اونکے لکھنے
کا اگر کوئی بڑا ادیب کامل ہو تو اونکو سمجھے اور نہیں تو بیکار ہیں جو شخص عربی پڑہا ہوا ہے اور عربی کا ترجمہ کرسکتا ہے وہ البتہ اون کتابونکو پڑہ لیگا یہہ دلیل عاجزی
کی ہے جواب سے جب آدمی کو جواب نہیں آتا ہے تو ایسا ہی کہتا ہے خصوصا اہل سنت کہ جسوقت شیعوں کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں تو کبھی تو کہتے ہیں کہ اسکا مطلب اور
کچھہ ہوگا تمہاری سمجھہ میں نہیں آیا اور کبھی کہتے ہیں کہ ایسی روایتیں رافضیوں نے ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اسکا راوی بڑا
شیعہ غالی ہے ایسے ایسے عذر پیش کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر ایک توجیہ ہوسکتی ہے یعنے یوں کہیئے کہ مولویصاحب بھی سچ فرماتے ہیں کہ
اہلسنت کی کتابوں میں ان روایات کو لکھکر یوں لکھدیا ہے کہ یہہ روایات موضوع و افترا ہے شیعوں کے گھڑے ہوئے وہاں کچھہ اور مطلب تھا مولویصاحب کمال
فطانت سے اپنا مطلب سمجھہ گئے **اقول** ایسا کسی سنی نے نہیں لکھا ہے کہ ان روایات کو لکھکر بعد اوسکے لکھدیا ہو کہ یہہ افترا شیعونکا ہے بلکہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب
کو جواب اسکا نہ آیا تو لکھدیا کہ یہہ افترا ابن اعثم کوفی اور ابن قتیبہ کا ہے اور یہہ دونو شیعوں میں سے تھے سو اسکو ہم پہلے اس سے باطل کرچکے ہیں اور اگر یہہ بات ہوتی
کہ وہاں مطلب کچھہ اور تھا اور مولویصاحب کچھہ اور سمجھہ گئے تو یہہ کیوں لکھتے کہ یہہ رافضیوں کی بنائی ہوئی بات ہے یہی لکھتے کہ اسکا مطلب یہہ ہے
اور جو کچھہ تم سمجھے ہو وہ نہیں ہے بھلا ایسی بیہودہ سرائی سے کیا فائدہ کہ جسکو کوئی عقلمند قبول نکرے **قال الشیخ الاشعری** سو اس قاعدہ پر اگر
مولویصاحب چلے رہیں تو ہمیں یقین ہے کہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے کتاب اللہ سے مال کے نہ دینے کے مضمون نکالکر مالداروں سے بہت سا کچھہ کمالینگے کیونکہ کلام
اللہ میں لا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ کے بعد خیرا لہم لکھا ہے تو کل کو مولویصاحب فرمانے لگینگے زکوۃ کا نہ دینا بہتر ہے اور فرعون
کے حق میں ربکم الاعلی مذکور ہے تو فرعونکو رب اعلی بتائینگے **اقول** شیعوں کے علماء ان امور سے پاک اور صاف ہیں یہہ کام اہل سنت کے علماء کا ہے
کہ خوشامد میں سلاطین بنی امیہ اور بنی عباس کے صدہا روایتیں بنائیں تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ میرے محل میں ایک عورت ہے
اور میرا دل اوسکی طرف بہت مائل ہے جب میں اوس سے مجامعت کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میں تیرے باپ مہدی کی مدخولہ ہوں اسکی حلت کی
کوئی صورت پیدا کرنی چاہیئے ابو یوسف نے کہا کہ تم اوسکو اپنے تصرف میں لاؤ عورت کے کہنے کا کچھہ اعتبار نہیں ہے یہہ فتوی دیکر ابو یوسف نے انعام
حاصل کیا صاحب کتاب بعد بیان کرنے اس روایت کے تعجب کرکے کہتا ہے کہ میں کسکو کہوں اوس بادشاہ کو کہوں یا اوس امام کو کہوں کہ جسنے یہہ فتوی دیا
اور ایسے ہی قریب اسی روایت کے ایک اور روایت اوسی کتاب میں لکھی ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے اپنے عاملونکو لکھا کہ عثمان
کے فضائل تو بہت ہوگئے ہیں اب خلفاء اولیں کے فضائل بناؤ اور ابو تراب کے حق میں کوئی روایت نکرنے پاوے یہہ سبب ہے کہ جو فضائل خلفاء کے منتشر
ہوئے اور نفس الامر میں کوئی فضیلت اونکے واسطے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس مولویصاحب کا یوں قسم فرمانا کہ استیعاب میں لکھا ہے
یہانتک سعی کیں کہ صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنگ ہوکر اوسے قتل کیا سراسر دروغ اور بہتان صاف ہے **اقول** مولویصاحب کا فرمانا
دروغ نہیں ہے بلکہ راست راست ہے چنانچہ جانیگا تو اور بہت سی کتابوں سے حوالہ اوسکا سنے گا تو اور بدعتونکا تو ذکر ہم ابھی کرچکے ہیں اور کچھہ مدد بھی کو
ہوگئے قتل کے ذکر میں دروغ اسمیں کچھہ نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں میں سب مذکور ہے **قال الشیخ الاشعری** اتنی بات تو عوام و نادان بھی جانتے
ہیں کہ اہل سنت سے کوئی شخص حضرت عثمان کی نسبت حرف گیر نہیں دل و جان سے ہر کوئی اونکا معتقد خالص ہے اور مبتدع و اہل بدعت کو اہل سنت سے ہم

گمراہ سمجھتے ہیں اور علی مخالفت اونسے رکھتے ہیں اور کیونکر مخالفت نرکھیں بدعت تو خلاف سنت ہی کو کہتے ہیں اقول یہہ سب اہل سنت ہی تو ہیں جو کہ عثمان کی بدعتوں
کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور جو کچھہ شیعہ کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے کہتے ہیں اپنی کتابوں سے اور اگر ایسے بدعتی آدمی سے اعتقاد خالص رکھیں با وجود علم اوسکی بدعتوں کے تو خوبی
اس مذہب کی معلوم ہو گئی اور ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ ایسے آدمیوں سے کہ جنکا یہہ حال ہے اعتقاد رکھکر اپنے دین کو خراب کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عثمان نے
اکثر کام خلاف سنۃ رسول مقبول اور مخالف حضرت کی مرضی کے کئے ہیں اور یہی بدعت ہے قال الشیخ الاشعری سو اگر ایسے معتبر کتابوں میں حضرت عثمان کی
نسبت مبتدع ہونا مذکور ہوتا تو اہل سنت میں سے اونکا کوئی نام بھی لیتا چہ جائیکہ یہہ اعتقاد اقول اگر عثمان کو مبتدع کسی نے نہیں لکھا ہے تو اوسکے وہ افعال تو
لکھے ہیں کہ جو اوسکے مبتدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور آدمی کا حال اوسکے افعال ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ کیسا ہے اور افعال حضرت عثمان کے پہلے اس سے ہم بیان کر چکے
ہیں اور ان افعال کو دیکھو کہ بظاہرہ افعال مبتدع کے ہیں یا نہیں اور عثمان نے حد شرع سے تجاوز کیا ہے یا نہیں اور مخالفت خدا اور رسول اللہ اور شیخین کی کی ہے یا نہیں
قال الشیخ الاشعری یہہ سب مولوی عمار علی صاحب کی جالسازی ہے مگر موافق نقل مشہور حق بر زبان جاری شود مولوی صاحب بلکہ پیشوایان مولوی صاحب
اس جھوٹ میں بھی بے ساختہ حق کہہ گزرے اقول جعل ساز تو اہل سنت کے علماء ہیں کہ جسکی پیروی کریں اوسکے عیبوں کو اپنے کتابوں میں لکھتے ہیں پر کریں اور جب کوئی دوسرا
اون عیبوں کا تعرض کرے تو اوس سے دست بگریبان ہوتے ہیں اور اون عیبوں میں تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور اگر ایسا ہی تھا تو عیبوں کو کتابوں میں درج
نکیا ہوتا لیکن حق بر زبان جاری وہ عیب اور ظلم اونکے پوشیدہ کب ہو سکتے ہیں آخر کو علماء اہلسنت ہی کی قلم سے وہ ظاہر ہو گئے اور معلوم نہیں وہ
کونسا حق ہے کہ جھوٹ میں مولوی صاحب کہہ گزرے ہیں اوسکو بیان کرنا چاہیے تھا اور کام تو ہمارے علماء کا ہمیشہ حق ہی کہنے کا ہے حق سے کبھی تجاوز
نہیں کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کے کہ جھوٹی روایتیں بنا کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جیسا کہ زمانہ بنی امیہ اور بنی عباس میں ہوا اہل بیت علیہم السلام
کی عداوت میں قال الشیخ الاشعری اتنا تو معلوم ہوا کہ اہل بدعۃ قابل قتل ہیں سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اور جب
اہل سنت مقبول ہوئے تو لاجرم شیعی مردود اور داخل زمرہ اہل بدعۃ اور قابل قتل ہونگے اقول ہاں البتہ اہل بدعت قابل قتل ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں اور
حضرت عثمان جو قتل ہوئے ہیں اسیواسطے تو قتل ہوئے ہیں کہ اونہوں نے بدعتیں کی تھیں اور صحابہ رسول اللہ صلعم نے اونکو قتل کروا دیا اور اونکی کمک نہ کی اور بعضے اونکے
قتل میں بھی شریک ہوئے چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوگا اور اس زمانہ میں اہلسنت کے دو فرقے ہیں وہابی اور بدعتی سو مولوی اسمعیل صاحب کے گروہ کے آدمی جو کہ وہابی کہلاتے ہیں اس
شیخ نجدی کو اور اوسکے گروہ کے آدمیوں کو سبکو بدعتی کہتے ہیں اب ہمکو اونکے بدعتی ثابت کرنیکی کچھہ احتیاج نہیں ہے کہ انکے مذہب ہی کے آدمی انکو بدعتی کہتے ہیں
اور یہہ جو آپنے فرمایا کہ سو اہل سنت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس درجہ کے مقبول ہونگے اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہو کوئی دلیل بھی ہے اہل سنت کے مقبول ہونیکی
اولٹی ہی کہتے ہو پیر تو تمہارا بدعتی تھا تم جو مرید اوسکے ہو تم کیونکر مقبول ہو گے اور تم پیروی کرتے ہو معاویہ کی اور اوسکو امام صدق اور خلیفہ حق جانتے ہو جیسا
صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جب معاویہ تمہارا امام ملعون ہوا تو تم کیونکر
مقبول ہو جاؤ گے اور یہہ معاویہ ہی تو ہے کہ جسنے تمہارے مذہب کا نام اہل سنت رکھا ہے اور شیعہ جو کہ بشارت دئے گئے ہیں دخول جنت کی اونکو تو مردود کہا گیا تو نہیں سنا ہے کہ رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے کہ یا علی انت وشیعتک فی الجنۃ چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہو لیا اور قابل قتل تو البتہ شیعہ ہیں سو اسطے کہ اہلبیت رسول مقبول سے دوستی رکھتے ہیں اور
اونکے دشمنوں سے بیزار ہیں اور آل رسول کی دوستی میں بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ سے قتل ہوتے چلے آئے ہیں تاشقند کے مریدوں کے ہاتھ سے اور جن دیواروں میں عباسیوں نے
سادات کو زندہ ہی چن دیا ہے بعضے اونکے اب بھی بغداد کہنہ میں موجود ہیں قال الشیخ الاشعری القصہ اگر آدمی فہمیدہ ہو اور مولوی صاحب کی ان
فریب بازیوں کو دیکھے تو بلا تامل دجال نہیں تو کوچک دجال تو سمجھے اقول فریب سے ہمارے مولوی صاحب بالکل پاک اور مبرا ہیں فریب کی کوئی بات اونہوں نے
نہیں لکھی ہے اہلسنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اپنی کتابوں کو دیکھو اونمیں لکھا ہے یا نہیں اور صرف دعوے زبانی سے کام نہیں چلتا ہے اور اگر سنیوں کی کتابوں سے اونہوں
نے کچھہ لکھا تو اسکو فریب نہیں کہتے ہیں اور دجال اور مرید دجال کے تو اہلسنت خود ہیں اور تماشا یہہ ہے کہ مولوی صاحب کو دجال کہتے ہیں اب سننا چاہیے کہ دجال
کون ہے ذہبی نے کتاب مغنی میں ایک روایت لکھی ہے اوسمیں یہہ فقرہ ہے کہ ان خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان یعنے اگر نکلیگا دجال تو پیروی کریگا
اوسکی وہ شخص کہ دوست رکھتا ہے عثمان کو دیکھیے تو کہ کون ہے دجال کے زمرہ میں سے مریدان عثمان ہیں یا شیعہ ہیں تجھکو منظور تھا اپنی دجالی ظاہر کروانا
اسواسطے تو نے بلا وجہ مولوی صاحب کو دجال لکھا قال الشیخ الاشعری اللہ اللہ ایسے ایسے فریب باز ہمنے بھی دیکھے تھے نہ سنے تھے اپنی کتابوں میں ایات

جو حضرت رقیہ و حضرت کلثوم کے بنت رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتی ہیں چھپا کر اگر جھوٹ بولدیا تو بظاہر یہہ احتمال تھا کہ اہلسنت کو شیعونکی روایت کی کیا خبر ہوگی
پر اس بیحیائی کو دیکھنا کہ اہلسنت کے منہ سامنے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے جھوٹ بولتے ہیں دروغ گویم برروے تو اقول حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کی دختران رسول خدا ہونیکی بابت
کو مولویصاحب نے ہرگز نہیں چھپایا ہے اور مولویصاحب نے یہہ نہیں کہا ہے کہ اونکی دختران رسول خدا ہونیکی کوئی روایت نہیں آئی ہے بلکہ دوسری روایت موافق یہہ کہا ہے کہ وہ دونو
صاحبزادیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے نطفہ سے نہیں اور دستور ہے کہ کسی امر میں روایات مختلفہ ہوتی ہیں تو ایک روایت کو بسبب کہ اوسکے مرجحات پائے جائیں تو ترجیح دیتے ہیں اور
وہاں ایسا ہی حال تھا کہ اونکی دختران رسول خدا ہونیکے مرجحات پائے جاتے تھے جیسا کہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے اوسکے واسطے اوس روایت کے موافق مولویصاحب نے فرمایا کہ جو مرجح تھے
یہہ کچھہ فریب کی بات نہیں ہے اور تیرے مذہب میں یہہ ہے کہ ظہر اور عصر کی اور مغرب و عشا کی نماز کو ملا کر پڑھنا بیجا ہے اور ایسی پر تیرا عمل ہے اور تیری کتابوں میں لکھا ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ نے دو دو نمازونکو ملا کر پڑھا ہے پس تو خلاف عمل رسول خدا صلعم کے عمل کرتا ہے یہہ تیرا عمل باطل ہے اور رسول خدا صلعم کے عمل کی روایتونکو تو چھپاتا ہے
بڑا فریب باز ہے تو اللہ اللہ ایسے فریبی کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے اور کیسا فریب باز ہے تو کہ اپنی کتابونکے حوالہ کو سنکر دل میں تو اپنے تو یقین کرتا ہے اور ظاہر میں
کس بیحیائی سے اوس حوالونکو جھوٹ کہتا ہے اون لوگونکے سامنے کہ جنہوں نے اون حوالونکو دیکھکر راست راست لکھا ہے کیسا جھوٹ بولتا ہے تو دروغ گویم برروے تو اور کیسا
دھوکا دیتا ہے تو لوگونکو کہ کوئی جانے کہ مولویصاحب نے جھوٹ لکھدیا ہوگا لیکن جو کہ فہمیدہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہہ لکھنا تیرا اسلوب سے غریب سے خالی نہیں ہے جو کہ عاقل ہیں
وہ تیرے فریب میں کب آتے ہیں اور تجھکو سر سے پانوں تک دروغ کا پتلا جانتے ہیں قال الشیخ الاشعری خیر مولویصاحب کو تو اس زمانے کے بے شرم آتی ہے حیا تو حیا والونکو ہی آتی ہے اس لیے
لازم ہوا ہے کہ صحابہ اور اہلبیت کا بدل و جان حضرت عثمان کے بچانیکی تدبیر میں مصروف رہنا اور مفتی اجازت حضرت عثمان دربارہ قتال اہل بلوا ہونا روایات صحیحہ اور تواریخ
طرفین سے ثابت کیجیے تاکہ مسلمان سادہ لوح جو علمائے شیعہ صاحب کے ان ابلہ فریبیوں سے فریب میں آجائیں اور شاید مولویصاحب کی بھی خواب غفلت سے آنکھہ کھل جائے اور نشہ ضلالت سے چونک
اوٹھیں اقول بیحیائی کا کام تم لوگونکا ہے کہ جن لوگوں سے اعتقاد رکھتے ہو اون لوگوں کے عیبوں کتابونکو جو کرتے ہو اور جب کوئی اون عیبونکا تعرض کرتا ہے تو جھگڑا کرنیکو مستعد ہوتے ہو
اور شرماتے نہیں ہو کہ جن عیبوں پر اعتراض کرتے ہو تمہاری کتابوں ہی میں موجود ہیں مولویصاحب تو سر سے پانو تک حیا سے بھرے ہوئے ہیں اور خواہ مخواہ بیوجہ کسی پر اعتراض نہیں کرتے ہیں کتابیں تمہاری جو ہیں دیکھو
دیکھو اور یہہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ اور اہلبیت عثمان کے بچانے میں مصروف تھے یا اوسکے قتل کروانے میں اور اوسکی اعانت کی ترک کرنے میں موافق روایات صحیحہ و تواریخ اہل سنت تاکہ مسلمان
سادہ لوح اس شیخ نجدی کے ابلہ فریبیوں سے فریب میں نہ آجائیں اور شیخ جی کی بھی اس خواب غفلت سے آنکھہ کھل جائے اور نشہ ضلالت سے چونک اوٹھیں قال الشیخ الاشعری بغور سنیے کہ جو کچھہ
مولویصاحب نے رقم فرمایا ہے محض افترا اور سراسر بہتان لڑکے اور دیوانے بھی ہوں تو سمجھہ جائیں کہ یہہ مولویصاحب کی شرارت ہے اقول جو کچھہ مولویصاحب نے تحریر فرمایا ہے سب راست اور درست
اور موافق روایات کتب اہلسنت ہے چنانچہ بعد اسکے مفصل معلوم ہوگا اور مولویصاحب کے فرمانے میں کسی طرح کا شائبہ شبہ نہیں ہے اور لڑکے اور دیوانے بھی سمجھہ جاینگے کہ جو کچھہ مولویصاحب نے لکھا ہے موافق
روایات اہل سنت کے ہے اور اپنی طرف سے وہ کچھہ نہیں لکھتے ہیں قال الشیخ الاشعری اس لیے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور حضرت عمرو عاص جو
حضرت امیر سے لڑتے تھے تو حضرت عثمان کے قصاص ہی کے لیے لڑتے تھے اقول اس شیخ نجدی نے اس مقدمہ میں آخر تک مولوی عبد العزیز صاحب کے تحفہ کی عبارتکا ترجمہ کیا ہے
لیکن یہہ دریافت نکیا کہ کسی نے اسکا جواب بھی لکھا ہے یا نہیں اور حال یہہ ہے کہ جناب مفتی محمد قلی خان نصّار اعلی اللہ مقامہ تشئید المطاعن میں جواب انکی خرافاتکا لکھہ چکے ہیں اور سیر نظر کی
اور یہہ جو لکھتا ہے کہ حضرت عائشہ اور امیر معاویہ وغیرہ حضرت امیر سے عثمان کے قصاص کے واسطے ہی لڑتے تھے اول تو یہہ کہ موجب ارشاد جناب رسول خدا صلعم کہ حضرت علی کو فرمایا تھا
یا علی حربک حربی یہہ سب جہنمی اور ناری ٹھیرے علی سے جنگ کرکے اور اگر یہہ سب علی سے طلب قصاص عثمان کے لڑتے تھے تو معلوم ہوا کہ علی نے عثمان کو قتل کیا یا قتل کروایا ہے اور علی نہیں قتل کیا
کفار کو چنانچہ اونکی شان میں لکھا ہے امام البررة قاتل الکفرة اس سے بھی عثمانکا کفر ثابت ہوا اور اگر اسواسطے لڑتے تھے کہ قاتلان عثمان علی کے ہمراہ تھے اور علی اونکو اپنا حامی اور دوست
بکار جانکر اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور اپنی دوست ہونیکی جہت سے اونکو حوالہ اونکے نہیں کرسکتے تھے تو پھر بھی قاتل عثمان کے علی ہی ٹھیرتے ہیں کہ قاتلان عثمان کے دلداری اور دلجوئی کرتے
اور اگر علی اونکے حوالہ کرنیمیں مجبور اور ناچار تھے کہ وہ لوگ بڑے زبردست تھے جیسا کہ ابتدا سے تو لکھتا ہے تو علی کا کیا قصور ہے کہ وہ تو اونکو حوالہ کرنیمیں ناچار تھے پر یہہ علی سے کیوں لڑتے تھے
اس سے معلوم ہوا کہ یہہ سب صاحب عثمان کے قصاص کیواسطے نہیں لڑتے تھے بلکہ علی کی عداوت کی جہت سے لڑتے تھے اور قصاص عثمانکا درمیان میں لا کر جنگ کرنا ایک بہانہ تھا اسی طرح اپنے
عداوت علی کے جو اپنے سینوں میں رکھتے تھے بموجب ارشاد رسول خدا کے اور سوا معاویہ کے یہہ ہی لوگ تو ہیں کہ جو عثمان کے قتل پر لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور عثمان کی اعانت سے اونہوں نے اغماض کیا
تھا اور اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا کہیں عقل میں بھی آتا ہے کہ زندگی میں تو اوسکے اوسکو قتل کروایا اور اوسکی کمک سے روگردانی کی اور قصاص اوسکا علی سے لینے کو کھڑے ہوئے اور اگر
عثمان حق پر ہوتا تو اوسکی اعانت اوسکی زندگی ہی میں کرتے اور نوبت اوسکے قتل کی کاہیکو پہنچتی صحابہ سوا اسکے بوقت قتل عثمان کے کئی ہزار آدمی تھے قاتلان عثمان

کیا ایسے زبردست تھے کہ دس ہزار آدمیوں پر غالب ہوئے یہہ نہیں ہے بلکہ اصحاب رسول خدا نے خود اونکی اعانت سے اغماض کیا اور اوسکے قتل پر لوگوں کو ترغیب کی اور غرض
اگر یہہ لوگ عثمان کے قصاص کے واسطے لڑتے تھے تو لڑنا انکا عثمان کو بے یار چھوڑ دینے اور اعانت نکرنے اور اوسکے قتل کی ترغیب و تحریض کرنے کے منافی بھی نہیں ہے استیعاب
میں لکھا ہے کہ ابو الطفیل کہ صحابی جلیل القدر تھا اوس سے معاویہ نے کہا کہ تو زمرہ میں اون لوگوں کے تھا کہ جنہوں نے عثمان کو محصور کیا تھا کہا کہ نہیں لیکن تھا میں زمرہ میں اون
لوگوں کے کہ جو عثمان کے پاس حاضر تھے جس وقت کہ وہ گھیر لیا گیا تھا معاویہ نے کہا کہ تجھکو کونسا امر مانع ہوا اوسکی نصرت کرنے سے کہا کہ تجھکو کونسی چیز مانع ہوئی اوسکی نصرت سے جس وقت
کہ تو شام میں تھا اور شام کے لوگ سب تیرے تابع تھے معاویہ نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ میں اوسکا خون طلب کرتا ہوں اوسنے کہا کہ ہاں لیکن مثل تیری اس نصرت میں ایسی ہے کہ شاعر کہتا ہے
اور مضمون اوسکا یہہ ہے کہ پاتا ہوں میں تجھکو کہ بعد میرے مرنے کے مجھپر گریہ کرتا ہے اور حال یہہ ہے کہ میری زندگانی میں مجھکو زاد نہ دیا تو میرے زاد کو اور شیخ عبد الحق دہلوی نے بھی رجال مشکوٰۃ میں ابو الطفیل کے
ترجمہ میں یہی لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ہے کہ عثمان دو مہینے اور بیس روز محصور رہے ہے کہتا ہوں میں کہ اگر معاویہ کو نصرت عثمان کی منظور ہوتی تو کیا اس عرصہ میں شام سے مدینہ کو نہیں پہونچ
سکتا تھا لیکن اوسکو تو یہہ امر پسند ہی تھا واسطے طلب دنیا اور علی کی عداوت سے عثمان کا قصاص بہانہ ہوگیا اور استیعاب میں مجمع بن جاریہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اوسکا ایسے ہی تھا
عمرو بن العاص جس وقت سے کہ معزول کیا تھا اوسکو عثمان نے مصر سے کہ لوگوں کو عثمان کے قتل پر رغبت دلاتا تھا اور طعن کرتا تھا عثمان پر اور حضرت عائشہ کا حال تو ہم لکھ چکے ہیں
تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے کہ فرماتی تھیں قتل کرو اس نعثل کو کہ تحقیق اوسنے کفر کیا ہے اور طلحہ تو شریک ہی تھے عثمان کے قتل کرنے میں چنانچہ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں عسقلانی
لکھا ہے اور قیس ابن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ مروان بن الحکم نے جنگ جمل میں طلحہ کو دیکھکر کہا کہ اسنے اعانت کی تھی عثمان کے قتل پر یہہ کہکر طلحہ کے زانو پر ایک تیر
مارا اور خون اوس سے جاری ہوا یہانتک کہ وہ مرگیا اور مثل اسکی استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے کہ مروان نے تیر طلحہ کے مارا وہ مرگیا اور کہا کہ طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ
جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا سنا حال عثمان کے قصاص کا کہ یہی تو تھے وہ لوگ جو عثمان کے قتل کرنے میں شریک تھے اور قصاص لینے کو جو ظاہر کرتے تھے یہہ ایک بہانہ تھا واسطے
لڑنے اور ظاہر کرنے عداوت جناب امیر کی کہ کسی حیلہ سے ایسا اونسے جنگ کرکے خلافت سے اونکو معزول کرنا چاہیے اور عداوت ان لوگوں کی حضرت علی سے ظاہر ہے طلحہ اور زبیر کا تو یہہ حال تھا
کہ پہلے تو حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد اوسکے بیعت کو توڑکر عائشہ کے لشکر میں جا ملے علی سے جنگ کرنے نکلے اور حضرت علی نے اونکے حق میں دعا بد کی چنانچہ استیعاب میں ترجمہ
رفاعہ بن رافع میں لکھا ہے کہ جس وقت طلحہ اور زبیر نے خروج کیا علی پر تو ام الفضل بنت حارث نے حضرت علی کو اونکا خروج لکھا علی نے فرمایا کہ تعجب ہے طلحہ اور زبیر سے جس وقت رسول خدا صلعم
نے وفات پائی تو ہمنے کہا کہ ہم اہل اور اقارب رسول خدا صلعم کے ہیں ہمسے کوئی نزاع نکریگا حضرت کی سلطنت میں ہماری قوم نے ہمسے انکار کرکے غیروں کو ہمارا حاکم کردیا اور قسم ہے
خدا کی اگر خوف نہوتا ہمکو کہ مفارقت پیدا ہوگی اور پھر کفر اعادہ کریگا اور دین الٹا ہوجائیگا تو البتہ متغیر کردیتے ہم پس صبر کیا ہم نے بعض الم پر پس شکر ہے خدا کا کہ نہ کیا ہمنے جو چاہا لیکن بعد
اسکے کہ وہ لوگ عثمان پر پس قتل کیا اوسکو اور بعد اوسکے بیعت کی میرے ہاتھ پر اور بیٹھے کچھہ خبر نکیا تھا کسی پر اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور ایک مہینے بھی صبر نکیا یہانتک کہ نکلے
طرف عراق کے کہ توڑنیوالے تھے وہ بیعت میری کے لیے خدایا پکڑ تو انکو بسبب قتل کرنے انکے مسلمانوں کو پس روایت سے کئی امور ظاہر ہوئے اول تو یہہ حضرت علی نے فرمایا کہ خلافت حق
میرا تھا اور لوگوں نے ہمارے غیروں کو خلیفہ کردیا اور دوسرے یہہ کہ علی جو خاموش ہوکر بیٹھہ رہے تو کیسے خوف سے نہ بیٹھے تھے بلکہ اسواسطے بیٹھہ رہے کہ اگر میں تلوار کھینچونگا تو لوگ مرتد
ہوجائیں گے اور تیسرے یہہ جن لوگوں نے عثمان کو خلیفہ کیا تھا اون لوگوں ہی نے اوسکو قتل کیا اور چوتھے یہہ کہ علی نے جو طلحہ اور زبیر کے حق میں دعا بد کی تو معلوم ہوا کہ یہہ دونوں حضرت علی
کے دشمن تھے اسواسطے کہ اپنے دوست کے حق میں دعا بد کوئی نہیں کرتا ہے اور کتاب عقد بن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل میں طلحہ پر لعنت کی ہے اور اپنے دوست پر
لعنت کوئی نہیں کرتا ہے اس سے بھی دشمنی طلحہ اور زبیر کی ثابت ہوئی اور عائشہ تو ظاہر ہے کہ دشمن تھی علی کی اسقدر عداوت تھی اوسکو علی سے کہ بسبب عداوت کے نام علی کا
اپنی زبان سے نہیں لیتی تھی چنانچہ بخاری کی احادیث کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلعم مرض الموت میں حجرہ مبارک سے طرف مسجد کے روانہ ہوئے تو عائشہ کہتی ہیں کہ
ہاتھہ حضرت پیغمبر کا ایک مرد کے شانہ پر تھا اور نام علی کا نلیا بلکہ ایک مرد کہا ابن عباس سے کسینے کہا تو پوچھا ابن عباس نے کہ نام اوس مرد کا عائشہ نے لیا یا نہیں کہا کہ نہیں ابن
عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ زاد الاسمعیلی من روایۃ عبد الرزاق لکن عایشۃ لا تطیب بنفسہا بخیر
یعنی اسمعیلی نے روایت عبد الرزاق سے جو کہ معمر سے ہے نقل کی ہے کہ ابن عباس نے بعد قول مذکور کے کہا کہ لیکن نہیں خوش ہوتا ہے نفس عائشہ کا کہ واسطے اون علی کے
ذکر خیر کرے اور روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ بعد قتل ہونے عثمان کے اور خلیفہ ہونے حضرت امیر کے عائشہ مکہ سے مدینہ کو جاتی تھی رستہ میں ایک شخص سے کہ وہ مدینہ سے
آتا تھا مدینہ کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ عثمان قتل ہوگیا پھر پوچھا کہ بعد اوسکے کیا ہوا اوسنے کہا کہ لوگوں نے علی کے ہاتھہ پر بیعت کی ہے وہ خلیفہ ہوگئے یہہ سنتے ہی کہا
کہ کاش آسمان زمین پر گر پڑا ہوتا اور میں اس خبر کو نہ سنتی اور عثمان تو مظلوم مارا گیا ہے اور وہیں سے بصرہ کو پھر گئی علی سے سامان لڑائی کا کرنے لگی اور حیٰوۃ الحیوان میں

لکھا ہے کہ عائشہ نے قتل علی کی خبر سنی تو خوش اور مطمئن خاطر ہوئی اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی اور صاحب منہاج السنۃ کہ بڑا ناصبی ہے منہج الکرامۃ کے جواب میں لکھتا
اقتلوا نعثلا کے جواب میں کہ ملامت کرنا عائشہ کا اور جمہور صحابہ کا علی کو زیادہ تھا عثمان کو ملامت کرنے سے لیکن میں کہتا ہوں کہ عثمان کا ملامت کرنا بعد قتل کے عائشہ کے دل سے
جاتا رہا لیکن علی کو ملامت کرنا بعد قتل کے بھی باقی رہا اور اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ علی کو طرح طرح ملامت کیا کرتے تھے پس دعویٰ کرنا اہل سنت کا کہ صحابہ علی کے دوست اور مددگار تھے
باطل ہوا اور حال عداوت معاویہ کا سننا چاہیے کہ اوسکو اسقدر عداوت تھی علی سے کہ ہمیشہ وہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرتا تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک بنی امیہ
معاویہ کی پیروی سے گالیاں دیا کئے چنانچہ پہلے اس سے میں ذکر کر چکا ہوں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں جو کہ صحاح ستہ میں داخل ہے روایت کی ہے کہ معاویہ حج کرنے کے واسطے
آیا اور سعد اوسکے پاس گیا اور ذکر حضرت علی کا ہوا معاویہ نے حضرت علی کو بدشنام یاد کیا اور سعد اوسوقت غضب میں ہوا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عامر بن سعد سے روایت ہے
کہا کہ حکم کیا معاویہ نے سعد کو اور کہا کہ کونسی چیز تجھکو مانع ہے ابو تراب کے گالیاں دینے سے اور کتاب ابن عبد ربہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن گئے تو معاویہ حج
کے واسطے آیا اور مدینہ میں داخل ہوا تو ارادہ کیا کہ جناب رسول خدا صلعم کے منبر پر جا کر حضرت علی پر لعنت کرے کسی نے کہا کہ یہاں سعد بن وقاص ہے وہ راضی نہ ہوگا
اس امر سے اوسکو بلا لے اوسکے پاس کوئی آدمی بھیجا اور اوسنے اس امر کا ذکر کیا سعد نے کہا کہ اگر ایسا تو کریگا تو تجھکو مسجد سے نکال دینگے جب سعد مر گیا تو معاویہ نے منبر پر جا کر لعنت
کی اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ تم بھی منبروں پر لعنت کرو عاملوں نے ایسا ہی کیا حضرت ام سلمہ زوجہ رسول خدا صلعم نے معاویہ کو لکھا کہ تم خدا کو اور رسول کو لعنت کرتے ہو اپنے
منبروں پر اور یہ اسواسطے ہے کہ تم علی بن ابیطالب کو لعنت کرتے ہو اور سنے یہ کہا سنا اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں اور محب طبری نے ریاض النضرۃ میں معاویہ کا
علی کو گالیاں دینا لکھا ہے اور سوا اسکے اکثر علما نے لکھا ہے اور سنن بیہقی میں مذکور ہے کہ ابن عباس ایام حج میں عرفات میں تھے سعید سے پوچھا کہ لوگ تلبیہ کیوں نہیں کہتے
ہیں کہا کہ معاویہ کے خوف سے ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور تلبیہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ خداوندا لعنت کر تو اونپر کہ ترک کیا اونہوں نے سنت کو علی کی بغض کی جہت سے
اور ایسے ہی کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ لعنت کرے خدا اوسکو کہ منع کرتا ہے تلبیہ کو یوم عرفہ میں اسواسطے کہ علی تلبیہ کہتا تھا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا
معاویہ نے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور قتادہ اور ابو بکر سے روایت کی ہے کہ حسن بن علی کو زہر دیا اوسکی زوجہ جعدہ نے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ زہر معاویہ نے دلوایا اور کچھ انعام
دیکر اور تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں جسکی سند صاحب صواعق محرقہ اپنی کتاب میں لاتا ہے لکھا ہے اور شعبی نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے جعدہ زوجہ حسن سے کہا
تو امام حسن کو زہر دے تجھکو یزید کے نکاح میں لاؤنگا اور ایک لاکھ درہم تجھکو دونگا جسوقت امام حسن اوسکے زہر دینے سے مر گئے تو اوس عورت نے معاویہ سے کہا کہ وعدہ کو وفا کرنا چاہیے اوسنے
درہم تو اوسکو دیئے اور یزید کے نکاح سے عذر کیا اور تہذیب الکمال اور مرآۃ العجائب وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ معاویہ نے امام حسن کو زہر دلوایا اور تاریخ خمیس میں
لکھا ہے کہ جسوقت معاویہ نے امام حسن کے مرنیکی خبر سنی تو تکبیر کہی خوش ہو کر اور سب اہل شام نے اوسکی متابعت سے تکبیریں کہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسے
ہی نزل الابرار میں مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نے لکھا ہے اور ایسے ہی ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے اور عمرو بن العاص کی عداوت۔ ظاہر ہے قصہ تحکیم میں کہ جو
کچھ کہ اوسنے علی کی عداوت میں ابو موسیٰ اشعری کو فریب دیکر اوس سے کہلایا ہے یہ باعث تھا حضرت علی سے جنگ کرنیکا طلحہ اور زبیر اور عائشہ اور معاویہ کو اور عمرو عاص
کہ علی سے دشمنی رکھتے تھے اسلئے جنگ کیا اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا واسطے جنگ کرنیکے اور بعضے آدمی جو کہتے ہیں کہ معاویہ جو علی سے جنگ کرتا تھا
اجتہاد اوسکا تھا اور عداوت سے جنگ نہیں کرتا تھا یہ بھی غلط ہے چنانچہ استیعاب میں ترجمہ عبد اللہ بن بدیل میں مذکور ہے کہ اوسنے اپنے خطبہ میں کہا کہ معاویہ نے دعوا اوس امر کا
کیا کہ واسطے اوسکے وہ نہ تھا اور جدال کیا باطل ساتھ تاکہ حق کو ڈھا دے اور بعد اسکے کہتا ہے کہ قتل کرو ان جماعت گروہوں ظالموں کو عذاب کرے خدا ان کو تمہارے
ہاتھوں سے اور رسوا کرے اونکو اور نصرت کرے تمہاری کھڑے ہو تم طرف خدا کی دشمن کی اور دشمن اپنے کی پس معلوم ہوا اس سے کہ حضرت علی سے محاربہ اوسکا کسی طرح جائز نہ تھا
اور ہرگز مبنی بر اجتہاد نہ تھا کہ وہ دشمن خدا تھا اسواسطے کہ جسوقت کہ وہ دشمن خدا ہوا اور اوسکا مجادلہ باطل اور حق کے ڈھانیکے واسطے ہوا تو اجتہاد کہاں باقی رہا
اجتہاد میں تو اگر خطا ہو تو بھی ایک اجر ہوتا ہے اور صواعق محرقہ میں عمر بن عبدالعزیز کے حال میں مذکور ہے کہ جسوقت وہ حاکم ہوا تو کہا کہ یہ خلافت رستی خدا کی ہے اور میرے
جد معاویہ نے نزاع کیا اوس امر میں علی بن ابیطالب سے کہ وہ حقدار اوسکا زیادہ تھا یہانتک کہ مر گیا وہ معاویہ اور اپنی قبر میں جا کر گناہوں میں گرو ہی ہو گیا جب گناہوں میں
گرفتار ہو تو اجتہاد کہاں رہا اجتہاد میں تو اجر ہوتا ہے اور کوئی اپنے بزرگ کو نیکی یاد کرتا ہے یا بدی اور معاویہ وہ شخص تھا کہ جسنے اہل مدینہ کے قتل کی وصیت کی اور یزید نے
مسلم بن عقبہ کو بھیجکر قتل کروایا اور مدینہ کو تاراج کیا اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو بدی پہونچاوے اوسکو خدا دوزخ میں ڈالیگا اور وہ آگ میں ایسا
گلیگا جیسا کہ نمک پانی میں گلتا ہے چنانچہ جذب القلوب میں عبد الحق دہلوی نے لکھا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ معاویہ نے حضرت عائشہ کو قتل کیا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے

کتاب اول میں صحاح کے اوائل میں لکھا ہے کہ اوسنے فلانا امر کیا اور فلانا امر کیا اور رسولخدا صلعم کے منبر پر بیٹھے فرزند یزید کیواسطے بیعت لیتا تھا عائشہ نے اپنا حجرہ
سے نکالکر کہا کہ تو بزرگوں سے اپنی اولاد کیواسطے بیعت لیتا ہے اُسنے منبر سے اوتر کر ایک گڑھا کھدوایا اوسمیں عائشہ گری اور مر گئی اور حبیب السیر میں تاریخ حافظ ابرو اور
ربیع الابرار اور کامل السقیفہ سے منقول ہے کہ در شہور سنہ ثمانون و خمسین من الہجرہ کہ معاویہ بن سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمن
بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر را برنجانید عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے بکشاد و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشید و کرسی آبنوس بر آن
نہاد و آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشت و بران کرسی نشاند تا دران چاہ افتاد و معاویہ سر چاہ را با آہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت اس ظلم کو دیکھنا
چاہیے اور جو صحابی کو اور عبدالرحمان کو قتل کیا ہے سوا اون اصحاب کے جو جنگ صفین میں اوسکے یاروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے اور شیعہ کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں صرف بد دعا
کرتے ہیں جو حق میں ثلثہ کے بددین اور بدعتی بلکہ کافر ہو گئے نزدیک اہلسنت کے اور معاویہ باوجود ان ظلموں کے خلیفہ حق اور امام صدق ہو گیا کیا منصف ہیں اہلسنت اور باوجودیکہ
رسولخدا نے معاویہ کو فرمایا ہے کہ معاویہ آگ کے تابوت میں ہوگا دوزخ میں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے اور لکھا ہے کہ تاریخ طبری میں بھی یہہ مرقوم ہے
اور اہلسنت کہتے ہیں کہ معاویہ کو کچھہ نکہو وہ حضرت کے اصحاب میں سے ہے اور عمرو عاص جو کہ بڑا فتنہ انگیز اور شور پشت تھا اوسکو بھی شیخ لکھتا کہ حضرت عمرو بن العاص اور یہہ وہ
شخص تھا کہ جسکے واسطے دعا بد کی ہے رسولخدا صلعم نے چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے اور احمد حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن
محمد سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے آواز گانیکی سنی فرمایا کہ دیکھو یہہ آواز کہاں سے آتی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ معاویہ اور عمرو عاص کی آواز ہے یہہ سنکر فرمایا
کہ خداوندا ان دونوں کو فتنہ میں ڈال اور آتش جہنم میں انکو داخل کر اور معاویہ پر رسولخدا نے لعنت کی ہے چنانچہ زمخشری نے ربیع الابرار میں اور بیہقی نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے
کہ جناب رسولخدا صلعم نے ایکمرتبہ ابو سفیان کو دیکھا کہ گدھے پر سوار ہوا آتا ہے اور معاویہ اوسکے ہمراہ ہے کہ وہ گدھے کی باگ پکڑ کر کھینچتا ہے اور یزید پیچھے سے اوسکو
ہانکتا ہے جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ لعنت کی ہے خدا نے سوار کو اور کھینچنے والے باگ کو اور گدھے ہانکنے والے کو تینوں کو قال الشیخ الاشعری چونکہ
قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر کے ساتھہ ہو لئے تھے اور حضرت امیر ناچاری اونہیں کچھہ نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ وہ بسبب کثرت اور شور پشتی کسیکے
وابستہ تھے اور بجائے خود یوں سمجھتے تھے کہ جب انہیں نے بنی بنائی خلافت کو درہم برہم کر دیا اوروں کی تو کیا ہستی ہے تو طلحہ اور زبیر وغیرہم کو اس قسم توہمات تھے کہ حضرت علی
در بارہ قصاص مداہنت کرتے ہیں اور امیر معاویہ اور انکے ذیل کے لوگ یوں سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان حضرت علی ہی کے اشارہ سے قتل ہوئے ہیں اقول قاتلان عثمان میں
تو جناب رسولخدا صلعم کے اصحاب بھی داخل تھے چنانچہ معلوم ہو جائیگا اور اکثر اصحاب حضرت کے باعث تھے قتل عثمان کے اور کسینے عثمان کی اعانت نکی اور اوسکو بے یار و مددگار
چھوڑ دیا اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ لوگوں کو غیرت دلاتی تھی عثمان کے قتل پر چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہے نعثل کے ذکر میں دیکھو اے اہل انصاف کہ یہاں تو اہل سنت کہتے ہیں کہ
حضرت امیر ناچاری اونہیں کچھہ نہیں کہہ سکتے تھے باوجودیکہ اوسوقت حضرت علی کے ہمراہ ہزاروں آدمی صحابہ وغیرہ تھے اور وقت خلافت ابوبکر کے کہ ہمراہ علی کے بجز چند
آدمیوں کے کوئی نتھا اوسوقت کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر خلافت حق علی کا تھا تو علی تو بڑے شجاع تھے اپنا حق ابوبکر سے کیوں نہ لیا وہاں ناچاری کا کچھہ عذر نہیں کرتے
بلکہ وہاں شجاعت کو اونکی موہنہ پر لاتے ہیں کیسے بے انصاف ہیں اور اوسوقت تو ایسی ناچاری ہوئی علی کو کہ عثمان کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھسکے اونکے قاتلوں کے خوف سے اور انکو
دفن کیا یہانتک کہ لاش اونکی تین روز مزبلہ پر پڑی رہی اور خلافت کے نہ لینے میں اونکی شجاعت پر طعن ہوا کیا انصاف ہے اہلسنت کا اور اگر حضرت امیر ناچاری اونکو کچھہ نہیں کہہ سکتے تھے
تو حضرت امیر کا قصور کیا ہے پھر اونسے عائشہ اور معاویہ نے جنگ کیوں کی کوئی ناچار اور مجبور سے بھی جنگ کرتا ہے جو بات کہ حق ہے وہ نہیں کہتے ہیں کہ علی سے اونکو عداوت
تھی اسواسطے لڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ خلافت کو علی سے چھین لیں اور قاتلان عثمان ایسے کیا زبردست تھے اصحاب حضرت تو کئی ہزار آدمی تھے اور وہ لوگ معدود تھے
اور اگر حضرت امیر کے نزدیک عثمان کا قتل ہونا حق ہوتا تو معاویہ کے ہمراہ والے جو کہ صفین میں حضرت علی سے لڑتے تھے اور عائشہ کے ہمراہ والے جو کہ جنگ جمل میں حضرت علی
سے لڑتے تھے یہہ سب حضرت علی کے ہمراہ ہو کر اون شورہ پشتوں کو کیا نہیں مار سکتے تھے اور جسوقت علی سے یہ لوگ عثمان کے قصاص کیواسطے لڑنیکو آمادہ ہوے تو حضرت
علی نے جمل اور صفین والوں کو کیوں نکہا کہ انسے کہا ہوتا کہ تم مجھسے کیوں لڑتے ہو ہم اور تم سب ملکر ان مفسدوں کو سزا دیویں اور آپسمیں خونریزی کیوں کرتے ہو تعجب کی بات ہے کہ علی کو
جنگ جمل اور صفین میں ہزاروں مومنین کا قتل کروانا تو گوارا ہوا اور اون مفسدوں کو سزا نہ دی اگر تنہا سزا نہیں دے سکتے تھے تو جمل اور صفین والوں کو ہمراہ لیکر تو سزا دے سکتے تھے
اور ناچاری حضرت علی کو کسی طرح سے اونکی گرفتاری میں تھی کیا اون سب مفسدوں سے بھی وہ زیادہ زبردست تھے جو امر کہ واقعی درست ہے اوسکو تو شیخ لکھتا نہیں ہے
کہ وہ لوگ علی کے مددگار تھے اور علی کے شیعوں میں داخل ہو گئے تھے اور علی اونکے سر پر ہاتھہ شفقت کا پھیرتے تھے اور جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بنا کر اور واہی تباہی

اگرچہ لکھتا ہے اور بہت بہت بیان نہیں کرتا ہے کہ عثمان حضرت علی کے اور سب اصحاب رسول مقبول کے اشارے سے مارا گیا ہے اور عائشہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ اور معاویہ
اور عمرو عاص جو علی سے لڑے تو عداوت کے جہت سے لڑتے تھے کہ علی سے اونکو دشمنی تھی اور قصاص عثمان کا دعویٰ کرنا صرف ایک بہانہ تھا اور اصحاب رسول خدا صلعم جسقدر کہ تھے اگر عثمان
کی طرف ہوتے تو کسیکی کیا مقدور تھا کہ عثمان کو کوئی کچھ کہہ سکتا چہ جائیکہ قتل کرنا اور تماشا کرنیکی بات ہے کہ طلحہ اور زبیر نے تو عثمان کو قتل کروایا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ طلحہ
زبیر وغیرہم کو اس وقت یہہ توہمات تھے کہ حضرت علی دربارۂ قصاص مداہنہ کرتے ہیں جب اونہوں ہی نے قتل کروایا ہے تو پھر اونکو اس بارہ میں کیونکر توہمات ہوتے اور اگر معاویہ جانتا
تھا کہ عثمان علی کے اشارہ سے قتل ہوا ہے تو وائے بر عثمان کہ جسکا قاتل علی ہو اسلئے کہ علی قتل نہیں کرتا ہے مگر کافر کو علی کی شان میں ہے کہ قاتل الفجرہ قاتل الکفرہ اور حدیث
میں آیا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی پس معلوم ہوا کہ قتل ہونا عثمان کا حق تھا اور عثمان قتل تو ہوا ہے سب اصحاب رسول کے اشارہ سے لیکن معاویہ نام علی کا جا
کرکے عداوت کی جہت سے لیتا تھا **قال الشیخ الاشعری** تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوائے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دبانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور
نہیں کیا پر مقدر یوں ہی تھا تا مقدور کلمہ کلام سے بلوائیونکو سمجھایا جب کچھ اونکے سمجھہ میں نہ آئی تو حضرت عثمان سے قتل قتال کی اجازت چاہی پر حضرت عثمان ہی
قتل قتال اور جنگ جدال کے روادار نہو بلکہ بکمال تاکید مانع آئے لاچار ہوکر صحابہ خاموش ہوکر بیٹھہ رہے باایں ہمہ پاسنگے ہو بچانے اور بلوائیونکے ہٹانیمیں آخر تک دن رات
میں مشغول رہے حضرت زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ انصار خدا بنیں عبد اللہ بن عمر تمام مہاجرین کے
ساتھ آئے اور یہہ کہا جنہوں نے تمپر بلوا کر رکھا ہے وہی لوگ ہیں جو ہماری تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہیں اور ابتک اونکے ڈر سے پاجامہ میں ہگ دیتے ہیں سارے
بڑھ بڑھ کی باتیں کرنی اونکی اس سبب سے ہیں کہ کلمہ گو ہیں اور تم کلمہ گوئی کا لحاظ کرتے ہو اگر فرماؤ تو اونہیں اونکی حقیقت دکھلادیں اور وہ بھولے دن پھر اونہیں یاد دلادیں
حضرت عثمان نے فرمایا یہی بات مت کہو ایک میری جان کے لئے اتنا ہنگامہ اسلام میں برپا مت کرو مگر باایں ہمہ حضرت حسنین عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن زبیر ابو ہریرہ عبد اللہ
بن عامر بن ربیعہ اور سوا اونکے اور صحابہ حضرت عثمان کے ساتھہ اونکے گھر میں تھے اور جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہہ سب صاحب بچہ لاٹھی مار مار ہٹاتے تھے اور دروازہ
بند کر بیٹھے اور حضرت عثمان کے غلام جو ایک فوج کی فوج تھی یہانتک کہ اگر آپ اونکو حکم دیتے تو اہل بلوا کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہتھیار اور لڑائیکا سامان لیکر
حاضر ہوا اور کمال زاری اور بیقراری سے کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی ہماری تلوار کے سامنے نہیں ٹھیرا اگر حکم ہو تو اون لوگونکا گھمنڈ نکال دیں
اور تماشا دکھلادیں کیونکہ سمجھانے سے تو انکی اصلاح نہیں ہوتی انہوں نے دیکھا کہ کلمہ گوئی کے باعث ہمیں کوئی چھیڑ نہیں سکتا اسلئے روبراہ نہیں ہوتے اور تمہارے
اور سوا تمہارے اور بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں سنتے حضرت عثمان یہی فرماتے تھے کہ اگر میری خوشی منظور ہے اور میرا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار
الگ کرکے اپنے گھروں میں بیٹھہ رہو اور جو ہتیار الگ کردیگا اوسے میں نے آزاد کیا واللہ خونریزی خلائق سے پہلے اگر میں مقتول ہو جاؤں تو یہہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت
اسکے کہ خونریزی کے بعد مارا جاؤں یعنی میری شہادت تو لکھی ہوئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا تھا تم لڑو یا نہ لڑو میں مقتول ہونگا سو کیا
فائدہ کہ لوگ بھی مارے جائیں اور مطلب بھی حاصل نہو اور تواریخ طرفین میں موجود ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور
اپنے بھتیجوں کو حضرت عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی اپنے بیٹونکو دروازہ پر بٹھلا دیا تھا تاکہ بلوائیونکو ہٹا دیتے رہیں جب
اہل بلوا ہجوم کرتے تھے یہہ سب صاحب لاٹھی لکڑ لیسے جو ہاتہہ میں آجاتا تھا لڑتے تھے یہانتک کہ حضرت سبط اکبر امام ہمام امام حسن رضی اللہ عنہ خون آلودہ ہوگئے محمد بن طلحہ
اور قنبر کے سر پر زخم لگا جب دروازہ کی راہ سے اہل بلوا کو آنیکی کوئی صورت نظر نہ آئی اور اندر گھسنے کی کوئی تدبیر نہ بنی تو پیچھے سے بعض انصاریوں کے گھر میں نقب دیکر
اندر گھس گئے اور حضرت عثمان کو شہید کر دیا نہج البلاغت جو صحیح الکتاب شیعہ ہے اس بات کی گواہ ہے حضرت امیر سے اوسمیں روایت ہے کہ اونہوں نے یہہ فرمایا واللہ لقد دفعت عنہ یعنی حضرت
علی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ واللہ میں نے تو حضرت عثمان سے بلا اور اس بلوا کو بہت ہی ہٹایا اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر اور دونوں صاحبزادے
جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیونکو جا بجا مار کر دفع کرتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے اور لعنت کرتے تھے **اقول** اس شیخ نجدی نے مولوی شاہ عبد العزیز
کے تحفہ کی باب مطاعن میں سے عثمان کے مطاعن جو تھے کا ترجمہ کر دیا ہے لیکن یہہ تحقیق کیا کہ اونہوں نے بہت بہت لکھا ہے یا ہمیں کچھ دروغ بھی ہے یا نہیں اور
یہہ جو لکھا ہے کہ تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوائے قتل عثمان کے دبانے میں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا یہہ سب غلط ہے ہوسکے کہ اگر صحابہ کئی ہزار آدمی
تھے اس بلوے کو دبانا چاہتے تو کیا مقدور تھا بلوائیونکا کہ عثمان کو قتل کرتے اور بلوائیوں میں بعضے صحابہ بھی تو شریک تھے بلکہ بعضے قتل میں شریک تھے اول میں اونکا نام
لکھتا ہوں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جو دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اوسکے قتل کی ترغیب لوگونکو دلاتے تھے اور قید اقوال کو اسلئے درج کرتا

استیعاب میں بیچ ترجمہ نفرہ بن عمر بن ورقہ بیاضی کے لکھا ہے کہ روایت کی ہے مالک نے یحیی بن سعید سے اور اوسنے محمد بن ابراہیم بن حرث التیمی سے اور اوسنے ابی حاتم تمام
سے اور اوسنے بیاضی سے اور نام لیا بیاضی کا موطا میں اور ابن وضاح اور ابن مزین کہتے تھے کہ مالک نے اوسکے نام سے سکوت کیا ہوا اسواسطے کہ اوسنے اعانت کی لوگونکی عثمان کے
اور صاحب کتاب استیعاب کہتے ہیں کہ یہہ پہچانا نہیں جاتا ہے اور نہیں ہے کوئی وجہ جو کچھہ کہا ہے اونہوں نے اس امر میں اور نہ تھا ہر قوم کے کہنے والیکو علم اوس امر سے کہ جو کچھ ہوا انصار
یوم الدار واقع ہوا ہے یعنے انصار نے قتل عثمان پر اعانت کی اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ رفع الاسی فی ضرب المثل میں حفصہ بنت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے
مدینہ کے لوگونکو اوسنے کہا جسوقت کہ عثمان قتل ہوا اور لوگوں نے اوسکی نصرت سے پشت پھیری اور جو کچھہ کہ جاری ہوا اونپر معرکہ جمل میں اور یہہ آیت پڑہی ضرب اللہ مثلا
قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ابن ابی حاتم نے
اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے مدینہ والونکو ہر آیت کے ساتھہ مثال دی لیکن اکثر اونمیں صحابہ تھے اور یہہ آیت نازل ہے کفار مکہ کے حق میں اس سے ایسے ثابت
ہوا کہ اصحاب رسولخدا صلعم نے عثمان کی اعانت سے پشت پھیری یہانتک کہ حفصہ نے آیت پڑھی جو کہ کفار کے حق میں نازل تھی اور کنز العمال میں لکھا ہے اور
اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے قال لما نزل اہل مصر الجحفۃ یعاتبون عثمان صعد عثمان المنبر فقال جزاکم اللہ یا اصحاب محمد عنی شرا اذعتم السیئۃ
وکتمتم الحسنۃ واغریتم بی غوغاء الناس حاصل یہہ کہ اسمعیل بن ابی خالد کہتا ہے کہ جسوقت اہل مصر کے لوگ جحفہ پر تو عتاب کرتے تھے عثمان پر عثمان منبر پر
چڑہا اور کہا کہ بدلا دے تمکو خدا اے اصحاب محمد صلعم میری جانب سے بدی کو مشہور کیا تم نے بدی کو اور پوشیدہ کیا نیکی کو اور برانگیختہ کیا مجھپر غوغا آدمیونکا ہیں اس روایت سے
معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے عثمان کی بدیکو مشہور کیا اور نیکیونکو اوسکی پوشیدہ کیا اور لوگونکو اوسکے قتل پر آمادہ کیا یہانتک کہ
عثمان نے اونکے حق میں بد دعا کی اور بعد اسکے لکھا ہے کہ جسوقت عثمان نے محاصرہ کرنیوالونکے ارادہ سے سوال کیا تو کسی نے اوسکو جواب نہ دیا مگر جناب امیر علیہ السلام ازراہ
محاسن اخلاق جواب دیا اور کنز العمال میں لکھا ہے عن مجاہد قال اشرف عثمان علی الذین حصروہ فقال یا ایہا الناس لا تقتلونی فانی وال واخ مسلم
مجاہد سے روایت ہے کہتا ہے کہ مطلع ہوا عثمان اون لوگوں پر کہ محاصرہ کیا تھا جنہوں نے اوسپر کہا اے لوگو نہ قتل کرو تم مجھکو میں والی و بہائی مسلمان تمہارا ہوں اور اسکے
بعد بہی عثمان نے دعاء بد اونکے حق میں کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لوگ کہ اکثر اونمیں اصحاب تھے باقرار سیوطی عثمان کو اونہوں نے بے یار و مددگار چہوڑ دیا اور کسی نے اوسکی
کمک نکی اور عثمان نے اونکے حق میں بد دعا کی اور عبد الوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے المبحث الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف
عما شجر بین الصحابۃ ووجوب اعتقاد انہم ماجورون وذلک لانہم کلہم عدول باتفاق اہل السنۃ سواء من لابس الفتن ولم یلابسہا کفتنۃ عثمان وصفین
ووقعۃ الجمل حاصل یہہ کہ یہہ بحث چوالیسویں بیان میں اس امر کے ہے کہ جو کچھہ درمیان صحابہ کے جھگڑے اور محنا الفتن اور لڑائیاں ہوئی ہیں اونکے ذکر سے زبان کو
بند کرنا واجب ہے اور واجب ہے اعتقاد کرنا اس امر کا کہ وہ اجر دیے جاوینگے اور یہہ اجر دینا اسواسطے ہے کہ وہ کل عادل ہیں باتفاق اہل سنت برابر ہے کہ شامل فتنہ کوئی اونمیں سے
ہوا ہو یا نہوا ہو مثل فتنہ عثمان کے اور جنگ صفین کے اور جنگ جمل کے اس سے معلوم ہوا کہ بعضے صحابہ فتنہ عثمان کے ملابس ہوے اور یہہ بہی اس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ عادل
ہیں اگرچہ خونریزی اور ستم کیشی اور غضب کرنا حقوق آدمیونکا اختیار کریں مگر اونکی عدالت میں فرق نہیں آتا ہے اور واقدی کہ جو بڑا معتبر ہے اور خطیب استیعاب میں اوسکی توثیق
بیان ہوئی ہے اور عبد الحق دہلوی نے مثل بخاری اور مسلم کے اوسکو شمار کیا ہے حدیث غدیر کی روایت نکرنے میں وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ عائشہ اپنی طاقت و کوشش
کے موافق لوگونکو عثمان پر برانگیختہ کرتی تھی اور بہکاتی تھی اور کہتی تھی کہ ایہا الناس ہذا قمیص رسول لم یبل وقد بلیت سنتہ رسول اللہ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا
اے لوگو یہہ کرتہ رسولخدا صلعم کا پرانا نہیں ہوا اور سنت رسول خدا صلعم کی پرانی ہوگئی قتل کرو اس ریش دراز کو قتل کرے خدا اس ریش دراز کو یعنے عثمان کو کہتی تھی کہ اسنے
سنت رسول خدا صلعم کی کہنہ کر دی ہے اسکو قتل کرو اور تاریخ ابو الفدا کی جلد اول میں لکھا ہے کہ کانت عائشۃ تنکر علی عثمان مع من ینکر علیہ وکانت تخرج قمیص
رسول اللہ صلعم وشعرہ وتقول ہذا قمیصہ وشعرہ لم یبل وقد بلی دینہ حاصل یہہ کہ تھی عائشہ کہ انکار کرتی تھی عثمان پر ہمراہ اون لوگونکے کہ انکار
کرتے تھے اوسپر اور نکالتے تھے کرتہ رسول خدا صلعم کا اور بال حضرت کے اور کہتے تھے کہ یہہ کرتہ اور بال ہیں رسولخدا صلعم کے پرانے نہیں ہوے اور دین اونکا پرانا ہوگیا کہ عثمان نے
اوسکو پرانا کر دیا دین میں اونحضرت کی بدعتیں کر کے اور کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ و استیعاب میں ترجمہ طلحہ میں لکھا ہے اور عبارت استیعاب کی یہہ ہے کہ
یقال ان سہما اصاب طلحۃ وان الذی رماہ مروان بن الحکم لسہم فصلہ وقال لا اطلب بثاری بعد الیوم وذلک ان طلحۃ فیما زعموا کان ممن حاصر عثمان واشتد علیہ ولا
یختلف العلماء الثقات فی ان مروان قتل طلحۃ یوم الجمل حاصل اوسکا یہہ ہے کہ طلحہ کی گردن پر تیر پہونچا اور مروان نے وہ تیر اوسکے مارا کہ طلحہ مرگیا اور کہا مروان نے کہ نہ طلب کرونگا اب آج کے بعد خون اپنا

اور اسی واسطے تیر اوسکے مروان نے مارا کہ موافق گمان اہل تواریخ کے طلحہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا تھا اور نہیں اختلاف کیا ہے علمائے ثقہ نے طلحہ کے قتل ہونے
میں مروان کے ہاتھ سے یعنے سب کا اتفاق ہے کہ مروان ہی نے طلحہ کو قتل کیا ہے اور ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علی نے زبیر سے فرمایا کہ ما حملک علی ما صنعت یا زبیر قال
حملک علی ذلک الطلب بدم عثمان فقال علی ان انصفت من نفسک فانت صاحبہ قتلتہ خلاصہ اسکا یہہ کہ حضرت علی نے زبیر سے کہا کہ کونسی چیز تجکو باعث ہوئی اس امر پر کہ جو تو نے میرے ساتھ کیا کہ تو مجھ سے جنگ کی
لوگونکو جمع کرکے کہا کہ اوٹھایا مجھکو اس امر پر عثمان کے خون کے طلب کرنے نے کہا علی علیہ السلام نے اگر انصاف کرے تو نفس اپنے سے اے زبیر تو بس تو نے اور تیرے یاروں نے اوسکو قتل کیا ہے اور
کتاب فصول مہمہ وہ کتاب ہے کہ جسکے مصنف کو شاہ عبد العزیز صاحب بسبب لکھنے روایات انصاف کے شیعہ کہتے ہیں حالانکہ وہ مالکی مذہب تھا اور سنی سخت تھا اور ولی اللہ پدر شاہ عبد العزیز صاحب
نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے فصل پنجم میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ میں تم پر سات فتنوں کا خوف کرتا ہوں کہ بعد میرے ہونگے اور سب سے بڑا فتنہ مدینہ کا ہے اوسیکا قال
الراوی فکانت فتنۃ المدینۃ من قبل طلحۃ والزبیر یعنے کہا راوی نے کہ پس تھا فتنہ مدینہ کا طلحہ اور زبیر کی جانب سے اور یہہ وہی فتنہ قتل عثمان کا ہے نہ غیر اوسکا اور استیعاب میں
محمد بن حذیفہ کے ترجمہ میں بعد ذکر برانگیختہ کرنے اوسکے لوگونکو عثمان پر لکھا ہے کہ وکذلک عمرو بن العاص منذ عزلہ عن مصر یعمل حیلۃ بالتالیب والطعن علی عثمان
یعنے اور ایسے ہی عمرو عاص ہے کہ جب سے کہ معزول کیا ہے اوسکو عثمان نے مصر سے تو حیلہ کرتا ہے رغبت دلانیکا اور طعن کا عثمان پر یعنے لوگونکو اوسکے قتل پر رغبت لاتا ہے اور اوس پر طعن کرتا تھا
اور تاریخ الخلفاء میں ایک طولانی روایت لکھی ہے اور ابتدا میں اوسکے یہہ مضمون ہے کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تجھکو خبر ہے کہ کیونکر ہوا قتل عثمان کا اور کیا تھا لوگونکو اصحاب
محمد صلعم کو کہ اونہوں نے اوسکو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اوسنے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوا اور جسنے اوسکو قتل کیا وہ ظالم تھا اور جسنے کہ عثمان کو ترک کر دیا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا
وہ معذور تھا ہمارا مقصود اوسکے بیان کرنے سے یہہ ہے کہ سعید بن مسیب کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول مقبول نے عثمان کو بے یار کرکے چھوڑ دیا اور اوسکی مدد نکی اور حبیب السیر میں
لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی عثمان کی خلافت کو مکروہ جانتی تھی اب معلوم نہیں کہ وہ صحابہ حق پر ہیں یا عثمان حق پر ہے اور یہہ بھی اوس روایت میں ہے کہ تمام اہل مدینہ
کہ اکثر اونکے صحابی تھے عثمان پر غضب میں ہوے اور مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جس پر غضب میں ہوں اصحاب محمد صلعم وہ کافر ہے اور تاریخ ابو الفدا میں لکھا ہے کہ مال الناس
من عثمان ولیس احد من الصحابۃ ینہی عن ذلک ولا یذب الا نفر منہم اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ فاقتحموا علی عثمان الدار والمصحف بین یدیہ فاخذ محمد بن ابی بکر بلحیتہ فقال له
عثمان یا ابن اخی فواللہ لو رآک ابوک لساءہ مقامک هذا النساء فارسل لحیتہ وولی وضربہ نیار بن عیاض وسودان بن حمران بسیفیہما فنضح الدم علی قولہ فسیکفیکہم اللہ وہو
السمیع العلیم وجلس عمرو بن الحمق علی صدرہ وضربہ حتی مات وطعنہ عمیر بن صابی بطنہ فکسر ضلعین من اضلاعہ حاصل یہہ کہ داخل ہوئے وہ لوگ عثمان پر اوسکے گھر میں اور قرآن شریف
اوسکے آگے رکھا ہوا تھا محمد بن ابی بکر نے ڈاڑھی پکڑی عثمان کی عثمان نے کہا کہ اے فرزند برادر قسم ہے خدا کی اگر باپ تیرا دیکھتا اس مقام پر تجکو یعنے حرکت تیری کو تو اوسکو
برا معلوم ہوتا محمد بن ابی بکر نے یہہ سنکر ڈاڑھی اوسکی چھوڑ دی اور پیچھے کو ہٹ گیا اور نیار بن عیاض اور سودان بن حمران نے تلواریں اوسکے ماریں پس اس آیت پر خون
پڑا کہ فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم اور عمرو بن الحمق عثمان کے سینہ پر بیٹھا اور ایک ایسی ضرب اوسکے لگائی کہ وہ مرگیا اور عمیر بن صابی نے عثمان کے پیٹ پر
ایسی لات ماری کہ دو پسلیاں اوسکی ٹوٹ گئیں اور اس عمرو بن الحمق کے حال میں ترجمہ عمرو بن الحمق میں استیعاب میں ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ ہاجر الی النبی ع
اسلم بعد الحدیبیۃ وقیل بل اسلم عام حجۃ الوداع والاول اصح وصحب النبی وحفظ منہ احادیث وسکن الشام ثم انتقل الی الکوفۃ فسکنہا روی عنہ جبیر بن نفیر ورفاعۃ
بن شداد وغیرہما وکان ممن سار الی عثمان وہو احد الاربعۃ الذین دخلوا علیہ الدار فیما ذکروا ثم صار من شیعۃ علی وشہد معہ مشاہدہ کلہا بالجمل والنہروان والصفین
خلاصہ یہہ کہ ہجرت کی اوسنے طرف رسول خدا صلعم کے اور بعد صلح حدیبیہ کے مسلمان ہوا اور بعضے حجۃ الوداع کے سال کہتے ہیں اور اول ہی قول صحیح ہے اور صحبت میں رسول خدا کے رہا
حدیثیں حفظ کیں اور شام میں سکونت کی اور پھر کوفہ کو نقل کر گیا اور وہاں رہا اور جبیر بن نفیر اور رفاعہ بن شداد نے اور سوا اون دونوں کے اوس سے روایت کرتے ہیں اور رہا وہ عمرو بن
الحمق اون لوگوں میں سے کہ روانہ ہوئے تھے وہ واسطے قتل کے طرف عثمان کے اور وہ اون چار آدمیوں میں کا ہے کہ جو عثمان پر اوسکے گھر میں داخل ہوئے تھے پھر ہو گیا وہ علی کے شیعوں
میں سے اور سب معرکوں میں علی کے پاس حاضر رہا ہے جمل میں اور نہروان میں اور صفین میں اور کنز العمال میں فضیلت اوسکی لکھی ہے کہ ایکمرتبہ اوسنے رسول خدا صلعم کو دودھ پلایا تھا حضرت
نے اوسکے حق میں دعا کی کہ الٰہی اسکو فائدہ بخش اسکی جوانی سے اسی برس اوسکی عمر گزری لیکن بال سفید ہونے اوسکے نہ دیکھے اور استیعاب میں عبد الرحمان بن عدیس کے ترجمہ میں لکھا ہے
اور ابو حذیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ عثمان کے قتل پر لوگونکو بہت رغبت دلاتا تھا اور اوسنے زیر درخت بیعت کی ہے اور ابو عمر کہتا ہے کہ وہ امیر تھا اوس لشکر کا
مصر کہ جو مدینہ کو آتے تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے محاصرہ کیا عثمان کا اور قتل کیا اوسکو پس معلوم ہوا کہ عمرو بن الحمق بڑا جلیل القدر صحابی تھا جو کہ عثمان کی چھاتی پر چڑھا تھا
اور ایک ضرب اوسکے ایسی لگائی کہ وہ مرگیا چنانچہ اس سے پہلے روایت میں ہے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو بے یار و مددگار کر دیا اور اوسکی اعانت نکی اور

اونکے قتل کرنیکی لوگونکو رغبت دلاتے تھے اور بعضے تو ایسے تھے کہ قتل کرنے ہی میں شریک تھے آور اب ایک اور امر اونکے ذلیل کرنیکا سننا چاہیے کہ سینے اونکے
جنازہ پر نماز نہ پڑھی اور اونکے لاشہ کو کوڑی ہی ور گھوری پر پھینکدیا سو تین روز تک نعش اونکی گھوری پر پڑی رہی چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے اور مالک سے روایت
کی ہے کہ لما قتل عثمان القی علی المزبلۃ ثلثۃ ایام فلما کان من اللیل اتاہ اثنا عشر رجلا فیہم فلان وفلان وفلان فاحتملوہ یعنے جسوقت قتل کیا گیا
تو ڈالا گیا گھورے پر تین روز پس جب رات ہوئی تو بارہ مرد اونکے پاس آئے پس اوٹھا لیگئے اونکو اور ایسے ہی سیر حلبی میں لکھا ہے اور سیرۃ المحمدیہ میں لکھا ونقل عن مالک انہ قال لما قتل عثمان
القی علی المزبلۃ فلما دفنوہ غیبوا قبرہ مالک سے منقول ہے کہ جسوقت عثمان قتل کیا گیا تو گھورے پر ڈالدیا گیا اور جسوقت اونکو دفن کیا تو اونکی قبر کو چھپا دیا اور صحابہ اور اہل بیت سے
کوئی اونکے دفن کا روادار نتھا چنانچہ عبدالحق دہلوی نے جذب القلوب میں امام حسن کی وصیت میں لکھا ہے کہ در روایت دیگر آمدہ کہ ہم در وقت رحلت بحسین علیہ السلام فرمود کہ مرا
نزدیک جدم دفن کن اگر این قوم ازان مانع آیند چنانچہ ما اصحاب ایشان را از عثمان رست مانع آمدیم با ایشان الحاح مکن و نزاع مساز و مرا در بقیع الغرقد دفن کن
اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسن وغیرہ نے عثمان کو دفن نہیں ہونے دیا تھا اور اہل بیت کے نزدیک عثمان کچھ قدر نہیں رکھتا تھا اور دفن کرنا مومن کے لاشہ کا واجب کفائی
ہے پس صحابہ نے جو تین روز اونکے لاشہ کو ڈال رکھا اور دفن نکیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک عثمان مومن نتھا اور اگر بلوائیونکے خوف سے دفن نہیں کیا تھا تو اس سے تقیہ کرنا
صحابہ کا لازم آتا ہے اور اہلسنت تقیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ صحابہ اوس زمانہ میں ہزاروں تھے مگر بلوائیوں میں بھی اکثر صحابہ شریک تھے اور عثمان کے لاشہ کو دفن
نہیں کرنے دیتے تھے پھر بسبب اونکے دفن کی کیونکر ہوتی جبکہ صحابہ ہی فوج ہو دیں پس یہ شیخ جو تواریخ طرفین کا حوالہ دیتا ہے کہ صحابہ نے بلوا و قتل عثمان کے دفع میں تقصیر
نہیں کیا یہ محض افترا اور دروغ ہے دیکھو کسقدر روایتیں ہمنے بیان کی ہیں اہلسنت کی کتابوں سے کہ صحابہ ہی باعث ہوئے قتل عثمان کے اور اونکے یار و مددگار تھے بعضے
کسینے اونکی اعانت نکی اور بعضے اونکے قتل میں شریک ہوئے خدا تعالے فرماتا ہے کہ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنے مومن مرد
اور مومن عورتیں بعضے اونمیں دوست بعضونکے ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اگر عثمان مومن ہوتا تو عثمان کی دوستی صحابہ کے دلمیں ہوتی اور اونکی مدد
کرتے اور اونکے قتل کی رغبت جو دلاتے تھے تو موجب اس آیت کے یہ امر نیک ہوا اور یا کہو یہ صحابہ ہی مومن نتھے مثل طلحہ اور زبیر اور عائشہ اور عمرو عاص جو کہ عثمان کے قتل کی رغبت
دلاتے تھے اور جب کہ اس مضمون کی روایتیں بیان کرچکا ہوں تو اس شیخ کے قول کے رد میں کہتا ہوں کہ تواریخ طرفین شیعہ اور سنی کی حاضر ہے صحابہ نے بلوا و قتل عثمان
پر انگیختہ کرنے میں اور اونکے قتل کی رغبت دلانیمیں اپنی طرف سے کچھ قصور نہیں کیا مقدر یوں ہی تھا کہ عثمان صحابہ کی بے اعتنائی سے مارا جاوے اور یہ جو لکھتا ہے کہ
صحابہ نے عثمان سے اجازت لڑنیکی بلوائیوں سے چاہی اور عثمان نے اونکو لڑنے سے منع کیا یہ محض افترا اور دروغ ہے ہرگز ہرگز صحابہ نے عثمان سے اجازت نہیں چاہی اور صحابہ کیوں
اجازت چاہتے کہ وہ خود ہی تو باعث اونکے قتل کے تھے چنانچہ اس مضمون کی روایتیں پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ با اینہمہ پانیکے پہنچانے
اور بلوائیوں کے ہٹانیمیں آخر تک تدبیر میں مشغول رہے اگر صحابہ نے پانی عثمان کے گھر پہونچایا تو کیا مضائقہ ہے کہ گھر میں اونکے بچے اور عورتیں بھی تھیں لیکن بیچارونکا
کیا قصور تھا اونکو آزار ہو بچانیکا کام تو عثمان سے تھا اور بلوائیوں کے ہٹانیکو کوئی تدبیر نہیں بلکہ خود بلوائیوں میں صحابہ شریک تھے اور عثمان کے قتل کی اونکو رغبت دلاتے تھے
چنانچہ پہلے اس سے گذرا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری تمام انصاریونکو لیکر آئے اور جوانان انصار نے کہا اگر فرماؤ تو دوبارہ ہم انصار خدا بنیں یہ بھی صحیح
اور چونکہ تواریخ معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ تنہا زید نے انصار سے کہا تھا کہ اگر وہ انصار ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ ابوالحسن مازنی نے کہ وہ بھی انصار میں سے تھا کہا کہ ہم
تیری اطاعت نکرینگے تاکہ ہو جائیں ہم جیسے کہ خدا تعالے نے مذمت کفار میں فرماتا ہے کہ اطاعت کی ہمنے سرداروں اپنے کی اور بزرگوں اپنے کی پس گمراہ کیا ہمکو راہ حق سے اور بعضے
کہتے ہیں کہ قائل اس قول کا نعمان زرقی تھا کہ زید بن ثابت کے جواب میں کہا تھا چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کتاب الکنی میں ترجمہ ابوالحسن میں لہ صحبۃ یقال انہ ممن
شہد العقبۃ وبدرا وابوالحسن المازنی ہو القائل لزید بن ثابت حین قال یوم الدار یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین فقال ابوالحسن لا واللہ لا
نطیعک فنکون کما قال اللہ تعالے انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا یعنی ابوالحسن کے صحبت تھی رسول خدا صلعم کی کہتے ہیں کہ وہ اون لوگوں میں سے تھا کہ جو حاضر ہوئے تھے عقبہ و بدر میں اور
ابوالحسن وہی ہے جو کہنے والا تھا زید بن ثابت کو جسوقت کہا تھا زید نے روز دار یعنے جس روز کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تھا کہ اے گروہ انصار کے ہو تم انصار خدا کے دو مرتبہ
پس کہا ابوالحسن نے یہ بات سنکر کہ قسم ہے خدا کی نہ مانینگے ہم کہا تیرا کہ ہو جائیں ہم لوگ جیسے کہ کہا ہے خدا نے کہ وہ کافر کہینگے فرمانبرداری کی اور کہا مانا ہمنے سرداروں
اپنے کا اور بزرگوں اپنے کا پس گمراہ کردیا ہمکو اونہوں نے راہ سے اور واقدی نے لکھا ہے کہ زید بن ثابت کے پاس ایک جماعت انصار کی مجتمع ہوئی اور وہ لوگونکو واسطے
نصرت عثمان کے کہتا تھا جبلہ بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا کہ تجھکو ان چیز باغ ہوئی اونکے اوپر سے دفع کرنیکو تو اونکی مدد کیوں نہیں کرتا ہے کہ بخشے تجھکو عثمان نے دس ہزار دینار

اور دیئے تجھکو باغ فدک کہ نہ میراث میں پہنچی تھے تجھکو تیرے باپ سے مثل اُسکے یہ سبب تہا کہ جو زید کہتا تھا انصار سے کہ پہلے ہی انعام بانٹے ہوئے تہا عثمان سے مؤمنین کے حقوق
میں سے لیکن انصار نے اسکا کہنا نہ مانا اور باقی رہا عبداللہ بن عمر وہ بہی عثمان سے کہنے نگیا تھا اُسکی کمک کے واسطے اسواسطے کہ واقدی لکھتا ہی کہ روی عن ابن عمر انہ قال واللہ ماکان
منا الا خاذل او قاتل یعنی روایت کی ہی ابن عمر سے کہ تحقیق اُس نے کہا کہ قسم ہی خدا کی نہتا ہم میں سے مگر بے یار چھوڑ دینے والا یا قتل کرنیوالا عثمان کا پس معلوم ہوا کہ زید بن ثابت
نے اور عبداللہ بن عمر نے عثمان سی جا کر یہ گفتگو نہ کی تھی جو کہ یہ شیخ لکھتا ہی معلوم نہیں ایسی باتیں کہاں سے لکھتا ہی اگر شیعہ کی کسی کتاب سے لکھی تو البتہ تسلیم کیا جائے اور یہ جو لکھتا ہی کہ گھر میں تھے
حضرت حسنین عبداللہ بن عمر وغیرہ عثمان کے گھر میں تھے اور بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ لاٹھی مارتے تھے اور دروازہ بند کر دیتے تھے اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے تو سبب اسکا یہ ہی کہ لوگوں کی جانب
سے تعدی حد شرع سی زیادہ عثمان کے اہل و عیال کو نہ پہنچی اور اُسکے زن و فرزند کو آب و طعام پہنچتا رہے کہ اُن بیچاروں کا کیا قصور تھا کہ وہ تو محض بیگناہ تھے اور اس مقام میں اہل سنت
کے علما بہت سی روایتیں پوچ اور واہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت میر نے امام حسن کے طمانچہ مارا اسلئے حسنین کا کیا قصور تھا خود ہی یہ شیخ لکھتا ہی کہ بلوائی گھر کے پیچھے سی نقب لگا کر چلے آئے اور
حسنین تو دروازہ پہ تھے اور جناب امیر سی ہو سکتا ہی کہ حسنین کو جو کہ دو لعب رسول خدا ہیں بلا قصور تعزیر دیویں اور موافق لکھنے صاحب تحفہ کی یہ معصوم نہیں تو محفوظ ہیں گناہ سی پہر کسواسطے طمانچہ
مارتے بے قصور کو معاذاللہ کیسے دروغگو ہیں تین بدویوں کی جانب داری کر کے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں اور عثمان کے غلاموں کا جو حال لکھتا ہی کہ فوج کثیر تہی اگر حکم دیتا انکو تو حقیقت
معلوم ہو جاتی یہ بہی سب غلط ہی جس صورت میں کہ اصحاب رسول مقبول ہزاروں تھے اور بلوائیوں کا کچھ نہ کر سکے اور اُن کے خوف سے عثمان کے لاشہ کو دفن نہ کرنے پائے یہانتک کہ تین روز تک
گھوڑے پر پڑا ہوا سڑ گیا تو غلاموں کی کیا حقیقت تہی اُنکے مقابلہ میں اول تو یہ امر وقوع ہی میں نہیں آیا اور اگر بالفرض منع ہی کیا تو اسواسطے کہ یہ غلام مفت مارے جاینگے کیا باتیں
بناتے ہیں کہ جو کوئی کمک کرنیکو کہتا ہی تو عثمان اُسکو منع کرتے ہیں ہاں سچ ہی جو وقت کہ اصحاب رسول نے اُسکو بے یار و بے مددگار کر کے چھوڑ دیا ہو تو اور کیا کہیں کوئی بات بہی تو بنانی
عثمان کے واسطے تا کہ لوگونکو معلوم ہو کہ عثمان کو ناحق قتل کیا ہی اور حالانکہ کتابیں اُسکے قصوروں سے پر ہو رہی ہیں اُسکو کہاں چھپائینگے اور یہ جو لکھتا ہی کہ تواریخ طرفین میں موجود ہی کہ حضرت
امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادونکو اور حضرت جعفر کی اولاد کو اور اپنے چیلہ قنبر کو عثمان کے دروازہ پر متعین کر رکھا تھا اور طلحہ اور زبیر نے اپنے بیٹوں کو اور جب بلوائی ہجوم کرتے تہے تو یہ لاٹھی
لکڑی سی جو ہاتھ آجاتا تھا لڑتے تہے اور یہانتک کہ سبط اکبر امام حسنؑ خون آلودہ ہوگئے محمد بن طلحہ اور قنبر کے سر پر زخم لگا یہ بہی سب دروغ ہی اور شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں لکھا اگر تو راست گو
تو شیعوں کی کسی کتاب کا نام لکھا ہوتا اور تو لکھتا ہی کہ تواریخ طرفین میں موجود ہی حاشا کہ شیعہ کی کسی تواریخ میں یہہ مضمون لکھا ہو اور کیونکر یہ قول غلط نہو کہ میاں طلحہ اور زبیر تو
خود باعث قتل عثمان تہے وہ اپنے بیٹوں کو عثمان کی حفاظت کے واسطے اُسکے دروازہ پر کیوں بٹھلاتے اور عجیب و غریب بات ہے کہ علی اور طلحہ اور زبیر خود تو بلوائیوں کے منع کرنے کو عثمان کے دروازہ پر
نہ آئے جو کہ فہمیدہ تھے اور جنکے کہنے کو اثر تہا لڑکوں کو اپنی بھیجدیا بھلا یہ بات خیال میں بہی آتی ہی اور بڑا تعجب ہی کہ عثمان کے غلام جو کہ فوج کی فوج تہی اور ہتیار باندہکر لڑنے کا ارادہ رکہتے
اُنکو تو عثمان نے منع کر دیا کہ تم مت لڑو اور ایسے ہی ابن عمر کو منع کر دیا اور چار پانچ لڑکوں کو علی اور طلحہ کے اور قنبر کو زخمی کروا دیا اُنکو منع نہ کیا کہ تم لاٹھیوں اور لکڑیوں سے کیوں لڑتے ہو تم یہاں سے
چلے جاؤ میری شہادت تو لکھی ہوئی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سی فرمایا تہا تم کیوں زخم کھاتے ہو میں تو مقتول ہونگا سو کیا فائدہ لوگ بہی زخمی ہوں اور مطلب حاصل نہو مگر
یہ کہا جائے کہ عثمان کو عبداللہ بن عمر اور غلام اُسکے بہت عزیز اور پیارے تہے اُنکے مقتول ہونیکو گوارا نکیا اسواسطے اُنکو لڑنے سی منع کیا اور حسنین اور قنبر اور اولاد طلحہ اور زبیر کے ساتھ جو عداوت
رکھتا تھا اُنکو منع نہ کیا اور چاہا کہ یہ مقتول ہو جائیں اور یہ جو لکھا ہی کہ نہج البلاغت جو اصح الکتب شیعہ ہے اسبات کی گواہ ہی حضرت امیر سی اسمیں روایت ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا واللہ قد دفعت عنہ
مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے ایک ٹکڑا ذرہ سا خطبہ میں سے لے لیا ہی نہ اُسکے اول کی خبر ہی نہ اسکے آخر کی کہ کیا لکھا ہی اول میں اس خطبہ کے یہ مضمون ہے کہ ابن عباس
عثمان کی طرف سے حضرت امیر کے پاس نامہ لائے جسوقت کہ عثمان محاصرہ کیا گیا تہا اور سوال اُس نامہ میں نہ نکلنے کا تھا کہ کسی طرح میں اس گھیرے سے نکلجاؤں حضرت علی نے فرمایا کہ اے
ابن عباس کیا چاہتا ہی عثمان مجھکو تو اُسنے شتر آبی کھینچنے کا بنا رکھا ہی کہ کبھی آگے جاؤں اور کبھی پیچھے کو جاؤں اور بار بار آدمی بھیجتا ہی بعد اُسکے فرمایا کہ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت
ان اکون آثما یعنی قسم ہی خدا کی البتہ تحقیق دفع کیا تھا میں نے اُس سے یہانتک کہ ڈرا میں اس امر سے کہ گنہگار ہو جاؤں پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امیر عثمان کے پاس سے لوگوں کو دفع
کرتے ہی اور اُسکی اعانت سے دست بردار ہو گئے تہے اُسکی تلون مزاجی سے اور بصدور احداث اور معاصی سے اور یہ دفع کرنا جو حضرت امیر نے فرمایا ہی یہ پہلی مرتبہ کا ہی اور دوسری مرتبہ کہ جسوقت محصور
تھا اور مارا گیا تھا اُسوقت کا دفع کرنا حضرت امیر کے کلام سی ثابت نہیں ہوتا ہی اور مرتبہ آخر میں جو مدخات کثیرہ اُس سے صادر ہوئی تو صحابہ اُسکے قتل پر راضی ہوئے گویا ابتدا میں اُسکا قتل نہ چاہا
اور آخر میں جناب امیر اُسکے قتل سی کبھو خوش نہ ناراض ہوتے کہ بروایات معتبرہ اہل سنت ثابت ہے کہ جناب امیر نے فرمایا ہی قتل عثمان کے مقدمہ میں بیچ خطبہ میں کہ ماقتلت عثمان ولا کرہت
قتلہ وما امرت وما نہیت چنانچہ فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہی کہ یعنی نہ قتل کیا میں نے عثمان کو اور نہ مکروہ جانا میں نے قتل ہونے اُسکے کو اور نہ حکم کیا میں نے اور نہ منع کیا میں نے اس سے
معلوم ہوا کہ حضرت علی کو عثمان کی قتل ہونیکا کسی طرح سی افسوس اور رنج نتھا اور بعد اسکے لکھا ہی تاتارخانیہ میں کہ کہا حضرت علی نے کہ من کان سائلی من قتل عثمان اللہ قتلہ وانا معہ

یعنی جو شخص کہ پوچھے مجھ سے قتل عثمان کو سے تو خدا نے قتل کیا ہے اسکو اور میں ہمراہ خدا کے ہوں واقدی نے بھی لکھا ہی کہ عمار یاسر کہتے ہیں کہ جس وقت قتل ہوا عثمان تو دیکھا میں نے علی کو منبر پر رسول خدا صلعم کے فرماتے تھے کہ ۔ ما احببت قتله ولا کرهته ولا امرت به ولا نهیت عنه اور سوائے اسکے یہ ہی کہ جسقدر بلوائیوں میں مصر کے رہنے والے تھے وہ سب حضرت علی کے کہنے میں تھے اگر علی چاہتے تو وہ سب علیحدہ ہو جاتے لیکن علی کو تو قتل ہونا عثمان کا گوارا ہی تھا اور یہ جو لکھا ہی کہ اسکی شرح میں تمام شراح نہج البلاغت نے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر بلوے کے دنوں میں جب حضرت عثمان کے گھر میں آتے تھے تو بلوائیوں کو چابک مار مار دفع کرتے تھے اور لعنت کرتے تھے یہ بھی قابل اعتبار نہیں ہی کہ کسی شرح کا نام تو لکھا ہوتا کہ کس شرح تصنیف شیعہ میں یہ لکھا ہی اور جھوٹے دعوی زبانی کو کون سنتا ہی اور دلالت کرتا ہی اسکے بطلان پر قول تمام اہل سنت کا کہ لعنت کسی فاسق کی بھی جایز نہیں ہے بلکہ لعنت کرنا کسی کافر کا بھی جایز نہیں ہی جبتک کہ وہ زندہ رہی جہ جاکہ مومن اور مومن ہی کون کہ اصحاب رسول مقبول کہ جو اکثر اُنمیں سے بلوائیوں میں شریک تھے اور وہ بھی سب کے سب عادل بہلا ایسا ہو سکتا ہی کہ علی لعنت کریں اصحاب رسول پر جو کہ عادل ہیں اور اصحاب رسول باوجود شریک ہونے فتنہ عثمان کے بھی عادل رہی تھے اور اُنکی عدالت میں کسیطرحکا فرق نہ آیا تھا چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وکذا بعدها اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قتل کرنا عثمان کا گناہ نتھا اسواسطے کہ بعض صحابہ جو کہ عثمان کے قتل میں شریک تھے اگر اُسکا قتل کرنا گناہ ہوتا تو وہ کیونکر عادل باقی رہتے اسواسطے کہ عادل تو اُسکو کہتے ہیں کہ جو کوئی گناہ عمداً نکرے بلکہ بلوائی قاتلان عثمان خواہ اصحاب خواہ غیر اصحاب سب مومنین تھے چنانچہ ولی اللہ پدر مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہی کہ خالد ربعی کہتا ہی کہ قرأت فی کتاب اللہ المنزل ان عثمان یاتی یوم القیامة الی اللہ یقول یا رب قتلنی عبادك المومنون پڑھا ہے میں نے بیچ کتاب خدا کے جو کہ نازل کی گئی ہی یہ کہ عثمان آویگا بلند کرنیوالا ہو کر دونوں ہاتھوں اپنے کو طرف خدا کے کہیگا کہ اے پروردگار میرے قتل کیا مجھکو تیرے بندوں مومنین نے اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتلان عثمان سب مومنین تھے اور لعنت کرنا مومن کا کسی وجہ سے جایز نہیں ہی پس نسبت کرنا لعن کا طرف جناب امیر کے محض دروغ اور افترا ہے اور جب یہ دروغ ہوا تو جناب امیر کا عثمان کے گھر پر جانا اور بلوائیوں کو چابک مار مار کر دفع کرنا بھی افترا ہی اور ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ **قال الشیخ الاشعری** ابن اعثم کوفی شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی وہی اپنے فتوح میں نقل کرتا ہی کہ حضرت امیر نے اپنے فرزندار جمند سبط اکبر امام حسن رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ حضرت عثمان کے پاس جاؤ اور کہیو کہ تیرے والد کا دل تمہارے ہی طرف لگا ہوا ہی فرماتے ہیں میں سنوں ہوں کہ یہ لوگ تمہارے مقدمہ میں کچھ بہت غل شور کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے اور تمہارے قتل کا مصمم ارادہ کئے بیٹھے ہیں اسلئے تمہاری طرف سے مجھے بہت اندیشہ ہوتا ہی اگر فرماتے ہو تو میں بھی آکر تمہارا مددگار ہوں اور ان لوگوں سے لڑوں اور جسطرح بن پڑے ان لوگوں کو تمہارے دروازہ سے ہٹادوں حضرت امام حسن حسب ارشاد والد ماجد حضرت عثمان کے پاس آئے اور پیام پہنچایا اُنہوں نے فرمایا یہ مجھے منظور نہیں کہ آپ تکلیف اُٹھائیں اور ان لوگوں سے لڑیں میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہی یوں فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں سے لڑو تو لڑو فتح ہوگی اور نہ لڑو روزہ ہمارے پاس کھولیو سو اب یہی تمنا ہی کہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں جاکر روزہ کھولئے حضرت امام حسن چپ ہوکر چلے آئے **اقول** ابن اعثم کو جو شیعوں کا مورخ کہتا ہی بالکل غلط ہی شیعہ تو اُسپر تبرا کرتے ہیں اور پہلے اس سے ہم بیان بھی کر چکے ہیں اور شیعوں میں تو کوئی مورخ ہی نہیں ہے مگر آخوند محمد باقر مجلسی طاب ثراہ بحار الانوار میں اور حیات القلوب میں بطور تواریخ کے کچھ لکھتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب بھی تحفہ میں فخر کرکے اپنے مذہب کا لکھتے ہیں کہ شیعوں کے مذہب میں تواریخ کی کتابیں نہیں ہیں ہماری ہی کتابوں سے لیتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو وہ روایت معتبر ہی کہ جسکو شیعوں نے اُس امام سے نقل کیا ہو یا اُس صحابی سے جو ممدوح طرفین ہے جیسے کہ ابوذر و عمار و سلمان وغیرہ اور اعثم کوفی مثل اور مورخین کے سُنی ہی مثل تاریخ ابو الفدا اور تاریخ خمیس اور ملل نحل والے کی اور جو کچھ اُس نے اس مقدمہ میں لکھا ہی سب غلط ہی اُسکا قول ہمپر حجت نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے مذہب سے خارج ہی اور وجہ اُسکے شیعہ ہونے کی جو کچھ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں لکھی ہی ہم اُسکو پہلے اس سے رد کر چکے ہیں اور شاہ صاحب ممدوح کا دستور ہی کہ جس سُنی کو دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہی اور وہ باتیں اُسکی قلم سے جاری ہو جاتی ہیں کہ جو شیعوں کی حقیت پر دلالت کرتی ہیں تو اُسکو متہم بتشیع کر دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ شخص سُنی ہی اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونیکا قائل ہی جیسے کہ ابن ابی الحدید معتزلی اور صاحب فصول مہمہ کہ وہ ابن صباغ مالکی ہی اور ابن قتیبہ اور اعثم کوفی وغیرہ اور دیکھو تو یہ شیخ کیسا دہوکا دیتا ہے کہتا ہی اعثم کو کہ شیعوں کا مورخ جو حضرت عثمان وغیرہ کا دشمن جان ہی تاکہ لوگ جانیں کہ وہ شیعہ ہی ہوگا یہ جو کہتا ہی اور حالانکہ شیعہ اُس سے بیزار ہیں معلوم نہیں کہ کسوجہ سے اُسکو شیعہ کہتے ہیں اگر اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ثلاثہ کے عیبوں کو بیان کرتا ہی تو عیبونکو تو سب ہی بیان کرتے ہیں صاحب استیعاب و صاحب ملل و نحل و صاحب کنز العمال اور صاحب تاریخ خمیس اور تاریخ ابو الفدا اور صاحب تاریخ طبری اور سوا انکے اُس تنہا کا کیا قصور ہے ہاں اگر وہ یہ لکھتا ہو کہ خلفاء ثلاثہ غاصبان خلافت تھے اور ابوبکر نے فدک کو غصب کیا تھا اور خلافت حق علی کا تھا اور فدک حق فاطمہ زہرا کا تھا اور سوائے اسکے جو شیعہ اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں تو اس صورت میں البتہ اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ میلان اُسکا طرف تشیع کے تھا اور اُسنے ایسا اپنی کتاب میں کہیں نہیں لکھا ہی اور نہ خلفاء ثلاثہ سے بیزاری لکھی ہی تو اُسکو کیونکر شیعہ کہہ سکتے ہیں اور اُس نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہی کہ حضرت امیر نے عثمان کو امام

حسن کی زبانی پیغام بھیجا تھا اور مدد عثمان کی نہ کی کیا اگر کوئی دشمن مارا جاتا ہے تو اُس سے پوچھا ہی کرتے ہیں لیکن تو کہتا ہے کہ تیری مدد کریں ایسا کہیں بھی دستور ہے اگر حضرت علی کو اعانت عثمان کی منظور ہوتی تو یہ ہجوم اُنسے نہ ہونے پاتا وہ سب لوگ حضرت علیؑ کے کہنے میں تھے اور حضرت علیؑ نے تو جیسے کہ عثمان کو قتل نہیں کروایا ہے ایسے ہی لوگوں کو اُسکے قتل کرنے سے منع بھی نہیں کیا ہے جیسے کہ تاتارخانیہ کی روایت میں پہلے اس سے گزرا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ نہ میں نے اُسکو قتل کیا ہے اور نہ قتل کرنے سے منع کیا ہے لیکن لوگوں کو گمان ہے کہ حضرت علیؑ نے انکو قتل کروایا ہے اور نہ حضرت علی نے عثمان سے مدد کرنیکے باب میں کچھ پوچھا ہے اگر مدد کرنا منظور ہوتا تو پوچھنے کی احتیاج نہ تھی اپنے دوست کو کوئی ایسا بے یار نہیں چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے دوست قتل ہوتا ہو اور آپ دیکھا کریں اور منتظر ہوں کہ دوست کہے تو اُسکی مدد کریں ورنہ اُسکو قتل ہونے دیں اور یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے اور عثمان مدد کرنے سے کیوں کسیکو منع کرتا وہ تو آرزو رکھتا تھا کہ میں بچ جاؤں اور کہتا تھا کہ اے لوگو مجھکو قتل نکرو میں تمہارا بھائی مسلمان ہوں چنانچہ پہلے اس سے گزر گیا ہے کنز العمال سے اور بے وجہ نہیں مارا گیا ہے تاکہ یہ کہنا اُسکا صحت ہو بلکہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا ہے اور دین میں احداث کئے تھے اور حقوق مومنین کو غیر مستحقوں اپنے عزیزوں اور دوستوں پر تقسیم کیا تھا اور صحابہ رسول مقبول کو آزار پہنچائے تھے اور بے عزت کیا تھا اسکے عوض میں مارا گیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اب سنیئے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ حضرت امیر کے تمام معاملات کو نفاق اور ظاہر داری پر محمول کریں شیعہ اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ حضرت امیر اور صاحبزادوں کے ان معاملات اور تمام ان گفتگوؤں کو منافقانہ سمجھیں تو اُنہیں اہل ایمان کون سمجھتا ہے معاذ اللہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور نفاق ۔ چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اُسیوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں اسبات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت ہٹایا تو اُسوقت کیا دباؤ تھا جب تو حضرت عثمان بھی شہید ہو لئے تھے اور قطع نظر شجاعت کے کاروائی خلافت بھی آپ ہی تھے ہمارے ہوئے سے تو نامو بھی نہیں ڈرتے تھے اور بے سر و سامان کے ہراس نہیں ہوتا حضرت علیؑ کو اس شجاعت و اس شوکت پر کیا ہوا کہ اب تک بھی عثمان کا خوف تھا اگر بزعم شیعہ اسمیں کچھ نفاق بھی ہوتا تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آواز بلندیوں کیوں فرماتے

اقول بیہودہ اور بے سر و پا بکتا چلا جاتا ہے اور اپنی طرف سے ایک مضمون تراش کر اُسکا رد جو چاہتا ہے سو بیان کرتا ہے ارے ہم اسکو کب تسلیم کرتے ہیں کہ جناب امیر نے عثمان کو زبانی امام حسنؑ کے کہلا بھیجا تھا اگر فرماؤ تو میں بھی تمہارا مددگار رہوں یہ سب غلط ہے اور اگر اعثم کوفی نے لکھا ہے تو وہ تیرا ہم مشرب ہے سگ زرد - برادر شغال اُسکا کلام ہم پر حجت نہیں ہو سکتا اور معاذ اللہ جناب امیر نے تو کوئی کام نفاق کا کیا ہی نہیں ہے البتہ تیرے نزدیک عثمان کے قتل کے دنوں میں جو صحابہ کہ مدینہ میں تھے تیرے قول کے موافق سب منافق تھے کہ اُنہوں نے کلمہ بلوائیوں کا پڑھا اور بلوائیوں کے خوف سے لاشہ عثمان کا تین روز تک گھوڑی پر پڑا رہنے دیا اور دفن اُسکو نہ کیا کہ دفن کرنا اسکا واجب تھا اور ہر ایک ظاہرداری کو نفاق نہیں کہہ سکتے ہیں اور جو ایسا کہے وہ منافق ہے اسواسطے کہ ظاہر داری خلاف باطن کے تقیہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظاہر میں کفر کی بات ہو اور دل میں ایمان قائم ہو اور نفاق بالعکس اسکے ہے اور تقیہ قرآن سے ثابت ہے آیت اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سے عمار یاسر کے قصہ میں چنانچہ بیضاوی میں لکھا ہے اور تقیہ کو نفاق کہنا کار منافق ہی ہے اسواسطے کہ تقیہ قرآن سے ثابت ہے اور نفاق کی مذمت قرآن میں موجود ہے اور شیعہ تو حضرت امیر کے کسی معاملہ کو نفاق نہیں سمجھتے ہیں البتہ تیری تقریر سے صحابہ کا منافق ہونا لازم آیا کہ اُنہوں نے بلوائیوں سے خائف رہے لیے عثمان کا لاشہ دفن نہ کیا اور اب میں بھی کہتا ہوں کہ اب سنیئے کہ اہل ایمان کا تو یہ کام نہیں کہ صحابہ کے معاملات کو نفاق اور ظاہرداری پر محمول کریں اہل سنت اگر بحکم المرء یقیس علی نفسہ صحابہ کے اس معاملہ کو منافقانہ سمجھیں تو انکو اہل ایمان کون سمجھتا ہے معاذ اللہ صحابہ اور نفاق ۔ چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اور عباس اور علی کے نزدیک تیرے ابوبکر اور عمر بھی منافق تھے چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے کہ جسوقت علیؑ اور عباس نے عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ فدک وغیرہ کا کیا تو عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی تم کاذب آثم غادر خائن جانتے ہو اور یہی علامتیں نفاق کی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ کہا جناب رسول خدا صلعم نے کہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ چار چیزیں ہیں جس شخص میں وہ چاروں ہونگی ہوگا وہ منافق خالص اور جس شخص میں ہوگی ایک خصلت اُن چار میں سے تو ہوگی ایک خصلت اُسمیں نفاق کی یہانتک کہ چھوڑ دے اُسکو جسوقت امانت لیوے تو اُسمیں خیانت کرے اور جسوقت بات کرے تو جھوٹ کہے اور جسوقت عہد کرے تو غدر یعنی بیوفائی کرے اور جسوقت مخاصمہ کرے تو گناہ بد کرے کہ وہ آثم ہے اور حضرت عمر تو خود اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے واللہ انا من المنافقین یعنی قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں چنانچہ احادیث صحاح میں ہے اور امام غزالی وغیرہ جو کہتے ہیں کہ واسطے کسر نفسی کے ایسا فرمایا تھا یہ تاویل بالکل باطل ہے اسواسطے کہ کسر نفس کے واسطے کہتے ہیں کہ میں گنہگار ہوں اور کافر اور منافق بکسر نفس کے واسطے کوئی اپنے تئیں نہیں کہتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے یہ شیخ کہ اور اگر بالفرض نفاق ہی تھا تو اُسیوقت ہوگا اپنی خلافت میں کوفہ میں جب خطبہ میں جب اسبات پر قسم کھائی کہ میں نے قاتلان عثمان کو بہت ہٹایا تو اُسکے جواب میں کہتا ہوں میں کہ جناب امیر علیہ السلام کا منافق ہونا تو کسیطرح سے لازم نہیں آتا ہے نہ اُسوقت میں خلافت میں نہ بعد خلافت کے لیکن شیخین یعنی ابوبکر اور عمر حقیقت میں منافق تھے جیسے کہ ہمنے ثابت کیا صحیح مسلم اور مشکوٰۃ سے اور اب اس شیخ کی جہالت سنی چاہئے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی کتاب تحفہ میں اس نے عثمان کے مطاعن کے جواب میں لکھا ہو واللہ دفعت عنہ دیکھکر اُسکی نقل کر دی ہے لیکن اسکو نہ اسکے پہلے کی خبر ہے اور نہ اسکے بعد کی خبر ہے کہ کیا لکھا ہے اور نہ اسکی خبر ہے کہ یہ کلام جناب امیر کا کیا کلام ہے اور نہ یہ

معلوم ہی اسکو کہ یہ کلام کس زمانہ میں فرمایا تھا اپنی طرف سے جو چاہتا ہی سو بکتا ہی اور حقیقت سے بے خبر نہیں ہی کئی جھوٹ اس نے بیان کئی ہیں اول تو یہ کہتا ہی کہ اپنی خلافت میں کوفہ میں خطبہ پڑھا
اور حال یہ ہی کہ عثمان کی زندگی ہی میں یہ فرمایا تھا نہ اپنی خلافت میں اور خطبہ میں نہیں فرمایا بلکہ ابن عباس جو عثمان کی طرف سے کتابت لیکر آئے تھے اُسکے مضمون ہو جانیکی حالت میں
اور اُسمیں سوال عثمان کا واسطے نکلنے کے تھا تو اُسکے جواب میں حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ منع اسکے اوپر سے بہت دفع کیا تھا یہانتک کہ خوف کیا میں نے کہ ایسا نہو کہ گنہگار ہو جاؤں
اور اپنی خطبہ میں ایسا نہیں فرمایا اور نہ اپنی خلافت میں یہ فرمایا بلکہ عثمان کی زندگی میں ابن عباس کے جواب میں فرمایا اور اس کلام سے حضرت امیر کا ثابت ہوتا ہی کہ اُسوقت عثمان
کی اعانت سے ہاتھ کھینچے ہوئے بیٹھے تھے بسبب اسکے احداث اور بدعات کے اور یہ دفع کرنا جناب امیر کا عثمان سے پہلے اس سے وقوع میں آیا ہی جبکہ اس امر کا مشورہ کرتے تھے نہ وقت محاصرہ عثمان کے
کہ اُسوقت کی اعانت کسی طرح سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ میں پہلے اس سے بیان کر چکا ہوں اور بعد اسکے ایک اور جھوٹ اور افترا لکھتا ہی کہ اُسوقت کیا دباؤ تھا جب حضرت عثمان شہید ہی ہو لئے تھے
اور حال یہ ہی کہ یہ اگر عثمان کے قتل ہونے سے پہلے کا ہی اور یہ وہ نکو کہتا ہی کہ عثمان کے قتل کے بعد کا ذکر ہی اور نہ اُسوقت علی کا فرمانے خلافت تھے کہ عثمان ہنوز زندہ تھا اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہے
سب لچر اور واہی ہی اور اسکا کیا جواب ہووے کہ جسکی کوئی اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر لکھتا ہی نہ تو علی نے مردہ کا ڈر کیا اور نہ عثمان کے قتل کے بعد ایسا کلمہ فرمایا یہ سب غلط اور
جھوٹ ہی جو کچھ کہ یہ شیخ نجدی کہتا ہی اور کچھ اصل اسکی نہیں ہے اور نہ کچھ اسکو خبر ہے اور خوف مردہ سے تو نہیں ہوتا مگر اسکے معتقدین اور مریدین سے البتہ ہوتا ہی لیکن میں کہتا ہوں کہ
اگر ایسا جاہل اور بیخبر تھا یہ شیخ کہ کچھ خبر نہیں رکھتا تھا اور مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکہ دینے سے ایسا دھوکے میں آیا تو اسکو کیا ضرور تھا باب مناظرہ میں قدم دھرنا اور طرفہ یہ ہی کہ مولوی
عبدالعزیز صاحب کا جو کلام کہ اس مقام میں ہے وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا وہ تو کچھ کہتے ہیں اور یہ کچھ کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اور پھر حضرت عبداللہ بن سلام ہر صبح کو بلوائیوں
کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل مت کرو ورنہ انکے قتل کے بعد بہت سے فتنے فساد اُٹھینگے اور حضرت حذیفہ بن الیمان جنکو منافقین کا علم تھا اور حضرت امیر نے بھی
انکے حق میں اس علم کی گواہی دی ہی چنانچہ شیعوں کی کتابوں میں موجود ہی بلوائیوں کو حضرت عثمان کے قتل سے بتاکید منع کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ انکا مارا جانا بہت فتنوں کا باعث
ہو جائیگا **اقول** اسکے واسطے کوئی سند معتبر چاہئے اور کس کتاب معتمد علیہ میں یہ مضمون لکھا ہی اسواسطے کہ کتابوں سے تو ثابت ہوتا ہی کہ سب اصحاب نے عثمان کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا
میں لکھا ہی کہ زہری نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ تم مجھکو خبر دے سکتا ہی کہ کیونکر ہوا مارا جانا عثمان کا اور کیا تھا حال آدمیوں کا اور حال اسکا اور کسواسطے چھوڑ دیا اُسکو اصحاب محمد نے
بے یار و بے مددگار کرکے دیکھو اسمیں لکھا ہی کہ اصحاب محمد نے اُسکو چھوڑ دیا پھر منع کرنا عبداللہ بن سلام اور حذیفہ کا بلوائیوں کو کہاں سے تو کہتا ہی اور اگر بالفرض و التقدیر ان دو آدمیوں نے
منع بھی کیا تو اس سے کیا ہوتا ہی اصحاب رسول مقبول تو اُسوقت بھی ہزاروں تھے اور سب نے عثمان کو بے یار و مددگار کرکے چھوڑ دیا تھا چنانچہ پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں ہزاروں نے تو
عثمان کو چھوڑ دیا اور دو آدمیوں نے بلوائیوں کو منع کیا تو کیا خوبی ہوئی اور سیر محمدیہ میں لکھا ہی کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ قتل کرو اس یہودی کو قتل کرو عثمان کو اور اگر حضرت حذیفہ کو منافقین کا
علم تھا تو ہمکو کیا بلکہ تمہارے ہی حق میں انکے علم کا ذکر خوب نہیں ہی اسواسطے کہ حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میں منافقین میں سے تو نہیں ہوں میزان ذہبی میں لکھا ہی کہ عمر نے
حذیفہ سے کہا کہ انشدك بالله انا من المنافقين یعنی قسم دیتا ہوں میں تجھکو خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ اسواسطے پوچھا کرتے تھے کہ دل میں کھٹکا رہتا تھا
کہ میرا نام تو حذیفہ سے رسولخدا صلعم نے منافقوں میں نہیں لیا اور مشہور ہی کہ چور کی داڑھی میں تنکا آخر کو جو کچھ دل میں ہوتا ہی وہ کسی طرح سے ظاہر ہی ہو جاتا ہی **قال الشیخ الاشعری**
اب کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ یہ لوگ جنکا ذکر ہو صحابہ نہیں تو اور کون ہیں پھر اُنمیں سے حضرت علی تو وہ ہیں کہ وہ اکیلے لاکھوں کے برابر ہیں خصوصاً شیعوں کے نزدیک سو اگر بالفرض و التقدیر صحابہ نے بھی
اُنکو قتل کیا تھا تو حضرت علی تو مانع ہی تھے پھر مولوی صاحب نے کس خوبی پر یہ کے موقع میں کہدیا کہ صحابہ رسول نے تنگ ہو کر اُسے قتل کیا اگر میں ہی جو کہ مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام شیعہ حضرت امیر
اور بندگان مسطور الاسم کو صحابہ نہیں سمجھتے یہ تو اوباش کوفہ اور بدمعاشان مصر اور منافقان اُمت کو صحابہ سمجھتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جو حضرت عثمان کے قتل کے لئے اکٹھے ہو کر آئے تھے سو مولوی
صاحب نے اپنے عندیہ کے موافق سچ ہی کہا ہی ہزودت اس عقل نا ہنجار پر کہ اپنے مذہب کے پابند بھی تو نہیں بہر حال یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہی کہ صحابہ نے تنگ ہو کر قتل کیا سراسر بہتان اور دروغ صریح
ہے پر جسکو نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہی سو کرے ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ کس دلاوری سے فرماتے ہیں اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جاوے چہ دلاورست دزدے
کہ بکف چراغ دارد **اقول** اس شیخ نے بڑی تلاش سے دو صحابی مولوی عبدالعزیز صاحب کے کتاب تحفہ میں سے منع کرنیوالے بلوائیوں کی نکالی ہیں لیکن اس سے کام نہیں چلتا اول تو یہ
کہ ہماری کتاب کا حوالہ دینا چاہئے کہ ان دونوں نے بلوائیوں کو منع کیا تھا اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ انہوں نے منع کیا تھا تو جواب مولوی صاحب کے اعتراض کا کیا ہوا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے تنگ ہو کر
اُسے قتل کیا کوئی ایسی روایت پیدا کیجئے کہ جس سے ثابت ہو کہ کسی صحابی نے نہ تو عثمان کو قتل کیا ہی اور نہ اُسکے قتل پر کسیکو رغبت دلائی ہی اور نہ اُسکے قتل کرنیوالوں کے شریک رہا ہی اور یہ تو مولوی صاحب
نہیں کہتے کہ ایک صحابی نے بھی بلوائیوں کو منع نہیں کیا وہ تو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عثمان کے قتل پر لوگوں کو رغبت دلائی اور بعضے قاتلوں کے ہمراہ رہے اور بعضے اسکے قتل کرنے میں شریک تھے سو مفصل اُسکو
بیان کر آئے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے جا دیکھ لو اپنی کتابوں میں اور عبداللہ بن سلام اور حذیفہ بن الیمان البتہ اصحاب رسول مقبول میں سے ہیں اُسکا کون انکار کرتا ہی لیکن انکا منع کرنا ثابت

نہیں ہے اور مخالف ہے اُس روایت کے جو واقدی نے لکھی ہے کہ ابن عمر کہتے تھے واللہ ما کان الا کاخاذل انفاق چنانچہ پہلے اس سے گزرا ہے اور درصورت فرض لن تو نے منع کیا تو ان ہونے منع کر لینے سے کیا ہوتا ہے جو وقت کہ جماعت کثیر اصحاب آنحضرت کی باعث قتل عثمان ہوئی ہو اور حضرت علی ہرگز مانع نہیں ہوئے ہیں اور جو کچھ اعثم کوفی نے لکھا ہے حضرت علی نے بلوائیوں کو مارنا غلط ہے اسکے قول کا ہمارے نزدیک ہرگز اعتبار نہیں ہے اور صحیح موافق مذہب فریقین کے وہ ہے کہ جو کچھ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت امیر نے فرمایا لہ نہ تو میں نے عثمان کو قتل کیا ہے اور نہ قتل کرنے سے اسکے منع کیا ہے اور نہ اُسکے قتل کو مکروہ جانا ہے اور مولوی صاحب نے اس خوبی پر ہجو کے موقع میں کہدیا ہے صحابہ کے ہاتھ سے عثمان کے قتل ہونے کا اس طرح کی روایتیں کثرت سے اہل سنت کی کتابوں میں لکھی ہیں چنانچہ پہلے اس سے گزری ہیں اور جو کہ اصحاب رسول مقبول ہیں انسے شیعہ اعتقاد نیک رکھتے ہیں اور بہت خوب انکو جانتے ہیں سوا چند اشخاص کے کہ جو غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام تھے اور سوای منافقین کے اس واسطے کہ حضرت کی صحبت میں منافقین بھی تھے لیکن ہمارے نزدیک منع کرنا صحابہ کا بلوائیوں کو ثابت نہیں ہے اور مصر اور کوفہ کے لوگ جو عثمان کے قتل کو آئے تھے اگرچہ یہ صحابہ تھے لیکن صحابہ انکو عثمان کے قتل پر آمادہ تو کرتے تھے اور رغبت تو انکو دلاتے تھے اور مصری اور کوفی ہی تو فقط قاتلان عثمان نہ تھے بلکہ بعض صحابہ بھی تو اُسکے قتل میں شریک تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور منافقان امت کو تو تم ہی صحابہ سمجھتے ہو نہ شیعہ چنانچہ نفاق بعضوں کا جو کہ بڑے نامی تھے ہم صحیح مسلم اور مشکوٰۃ سے پہلے اس سے لکھ آئے ہیں دیکھو کسقدر کتابوں میں لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کے قتل کی لوگوں کو رغبت دلائی تھی اور اُس پر طعن کرتے تھے اور بعضے اُسکے قتل میں شریک تھے اور اُسکو صحابہ نے ایسا ذلیل کیا کہ تین روز تک اسکو کوڑی اور گھوڑی پر ڈال رکھا اور کسی نے اُس پر نماز نہ پڑھی اور نہ دفن کیا اور پھر یہ شیخ انکار کرتا ہے زور سے اس عقل نابکار پر اپنے مذہب کا بھی تو پابند نہیں ہے اپنی عقل ناقص سے جو چاہتا ہے سو کہتا ہے اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کیا سب راست و درست اور واقع ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے پر جسے نہ خدا کا ڈر ہو نہ خلق کی شرم وہ جو چاہے سو کہے اور ہم تو اس بیحیائی اور اس جرأت پر غش ہیں کہ باوجودیکہ اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے روایتیں موجود ہیں کہ صحابہ نے عثمان کو قتل کروایا اور بعضے اُسکے قتل میں شریک ہوئے اور پھر کس دلاوری سے یہ شیخ فرماتا ہے کہ قتل عثمان صحابہ کی طرف منسوب کرنا سراسر بہتان اور دروغ ہے چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد

قال الشیخ الاشعری اور یہ جو کچھ جناب مولوی صاحب حضرت عائشہ اور حضرت علی کی جنگ کے باب میں رقم فرماتے ہیں کہ انکے باہم بہتر جنگ نہیں ہوئی اور جہاد دل دینا کے واسطے نہیں ہوتا یہ بجا اور درست ہے مگر تعجب ہے کہ اس بات میں مولوی صاحب نے کچھ جھوٹ کیوں نہیں لا ہم جانیں یہ مثل سچی ہے الکذوب قد یصدق یعنی جھوٹا کبھی سچ بھی بول دیتا ہے

اقول مولوی صاحب کا کام ہمیشہ راست گوئی کا ہے اور کسی مقدمہ میں وہ جھوٹ نہیں لکھتے اور جو کچھ لکھتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور دروغگو تو یہ ہے کہ سچی بات کو جھوٹ کہتا ہے اور واقعی امور کا انکار کرتا ہے

قال الشیخ الاشعری لیکن تاہم بھی چشم پوشی حق سے کر گئے حضرت علی کے اصحاب ثلاثہ سے جہاد نہ کرنے کو اس وجہ پر محمول کرتے ہیں کہ حضرت علی کے پاس انصار اور مددگار کب تھے کوئی مولوی صاحب سے پوچھے کہ انصار اور مددگار کی ضرورت جہاد میں فقط اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ تن تنہا آدمی مجمع کثیر کے مقابلہ میں کیا کریگا جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر بوجہ نہونے انصار کے قبل مدینہ منورہ کو آنے کے جہاد نہکیا تو بجاے خود تھا کہ آپ میں تن تنہا تاب مقابلہ کفار کی نتھی حضرت امیر کو کیا عذر تھا جو انہوں نے تنہا تن جہاد نہکیا دیکھو تو وہ خود اپنے حال میں کیا فرماتے ہیں نہج البلاغت میں جو اصح الکتب شیعہ ہے علامہ رضی نقل کرتے ہیں قال امیر المومنین انی واللہ لو لقیتہم واحدا وہم طلاع الارض کلہا ما بالیت ولا استوحشت وانی من ضلالہم الذی ہم فیہ والہدی الذی انا علیہ لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ ولحسن ثوابہ منتظر و راج یعنی فرمایا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کہ تحقیق قسم ہے اللہ کی اگر میں اُنسے تن تنہا ملوں اور وہ اس کثرت سے ہوں کہ تمام روے زمین کو ڈھکے ہوں تو میں کچھ پروا نکروں اور نہ گھبراؤں اور مجھے انکی گمراہی اور اپنی ہدایت جانو آنکھوں سے نظر آرہی ہے اور خدا کی طرف سے اُسکا یقین ہوگیا ہے اور میں اللہ تعالی کے ملنے اور اُسکے اچھے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں فقط جو شخص کہ تمام روے زمین کے آدمیوں بلکہ اتنے آدمیوں سے بھی جو زمین کو ڈھک لے تن تنہا نہ ڈرے اسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہاں ماموں کی سوت اپنے اختیار میں نہتی تو یوں بھی کہہ سکتے کہ نہ گھبرانے اور پروا نکرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آدمی مارا بھی نہ جائے شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپنے سمجھا میں تن تنہا لڑونگا تو فتح معلوم ماراہی جاؤنگا پھر کیا حاصل جہاد اعلاے دین کے لیے ہے جب فتح تو حاصل نہوا اور فقط جان ہی جاتی رہی پھر جہاد کاہے کے لیے کیجیے کچھ خدا کو فقط جان گنوانا تو مطلوب نہیں اور درصورتیکہ امام کا انتقال اسکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور تمام اثنا عشریہ اسپر متفق ہیں تو پھر تن تنہا جہاد میں وہ ترقی دین ہوتی کہ مجمع کی صورت میں ہرگز ممکن نہیں مددگاروں کی حاجت سے اگر آدمی نہ مارا جائے تو کرشمہ کی بات نہیں ملی تن تنہا ہو اور تمام جہان جسکو نہ مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا ہنود و عجائب پرست میں اگر ایسا معجزہ کسی ہی دیکھ لیں تو بیشک پکار اُٹھیں لا الہ الا ہو ایک دو دفعہ بھی ایسی لڑائی لڑتے تو بہت ہی تکلیف ہوتی تو اتنی ہی ہوتی کہ آپ زخمی ہی ہو جاتے لیکن عموماً یہ اعتقاد لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتا کہ حیرت سے تو نہ نکلتا اور موافق مخالف سب حلقہ بگوش حضرت امیر ہو جاتے اور حضرت رسول اللہ صلعم کی اس کرامت مرات کثیر کثیرہ ہی جہاد کرنے میں وہ ترقی نہوئی تھی کیونکہ کفار غلبہ رسول اللہ صلعم کو بوجہ جمعیت سمجھکر معتقد نہوئے تھے اسیواسطے اپنے غلبہ کی ہی ترقی امید رکھتے تھے اگر حضرت امیر تن تنہا اٹھتے تو جو مطلوب کہ حضرت امام ہمام امام مہدی کے آنے پر موقوف تھا وہ ابھی حاصل ہو جاتا اور اہل بیت رسول اللہ صلعم پر جو کچھ گزرا وہ ظہور میں نہ آتا **اقول**

ہمیشہ سے طریقہ خدا تعالیٰ کا اسی طرح جاری رہا ہے کہ جبتک انصار نہیں ہوتے تو حکم جہاد کا نہیں ہوتا اور کسی پیغمبر کو بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوا ہے اور اگر جہاد ایک آدمی کی شجاعت اور زور پر موقوف ہوتا تو کیا خدا تعالیٰ انبیا کو علی کے برابر بلکہ زیادہ علی سے شجاعت عطا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تنہا ہی جہاد کرتے اور انصار کی احتیاج نہوتی اور جناب ختم المرسلین صلعم تو کسی فضیلت میں علی سے کم نہ تھے بلکہ زیادہ ہی تھے اگر علی میں اسقدر شجاعت تھی تو حضرت رسول خدا صلعم میں اس سے زیادہ تھی اگر شجاعت کی جہت سے جہاد کافی ہوتا تو انصار کو فراہم ہونیکی کیا احتیاج تھی تنہا ہی کو حکم جہاد کا ہوجاتا اور خدا تعالیٰ تو بڑا قوی اور خالق اور عطا کرنیوالا شجاعت و زور بندوں کا ہے اور بڑی قدرت ہے اسکی جو چاہے سو کرے وہ طالب نصرت کا اپنے بندوں سے کسواسطے ہے چنانچہ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ اور حضرت علی نے جو ایسا فرمایا ہے سب حق ہے اور بیشک وہ ایسے ہی تھے اور انکی شجاعت ایسی ہی تھی کہ وہ تمام روے زمین کے آدمیوں کے مقابلہ میں گھبرا نہ لیتے اور نہ خوف کرتے کہ جناب رسول خدا صلعم کے زمانہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے سے منہ نہ موڑتے تھے جس وقت خلفا ثلاثہ وغیرہم بھاگ جاتے تھے اور لڑائی کو فتح کرتے تھے اور ایک آدمی کا مقابلہ ہزار آدمیوں سے ایسا ہی جیسا کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے اور علی کو بیخبر بھاگتے کہ رسول خدا صلعم نے انکو فرمایا ہے کرار غیر فرار جیسا کہ صحاح اہل سنت میں لکھا ہے اور یہ ایک عطیہ ہے جانب خدا سے واسطے علی بن ابیطالب غالب کل غالب کے اور اگر حضرت علی کروڑ آدمیوں سے منہ نہ موڑیں تو یہ مقتضا انکی شجاعت کا ہے اور ہرگز نہ بھاگیں گو مارے جائیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ سب کو مار ڈالیں اور فتحیاب ہوجائیں اور اگر خدا چاہے تو فتحیاب بھی ہوسکتے ہیں اور حضرت علی نے تو یہی فرمایا ہے کہ میں تمام روے زمین کے آدمیوں کی کثرت سے پروا نکروں اور نہ گھبراؤں سو انکو یہ بات بیشک حاصل تھی کہ کبھی گھبرائے اور جہاد میں سے بھاگے نہیں اور جو لکھتا ہے کہ ہاں تن تنہا ہوکر تمام جہان جسکو مار سکے اس سے زیادہ اور کیا معجزہ ہوگا سو یہ حضرت علی کے قول میں کہاں ہے کہ مجھکو کوئی مار نہ سکے فقط اسیقدر ہے کہ پروا نکروں اور گھبراؤں نہیں تو جھوٹ بولکر اور حضرت علی پر تہمت کرکے لعنت خدا میں کیوں گرفتار ہوتا ہے کیا نہ گھبرانے کو لازم ہے کہ مارا نہ جائے اور جب یہ بات نہیں ہے تو پھر احتیاج انصار کی کیونکر نہو اور حق یہ ہے کہ ایک مصلحت ہے خدا کی جہاد میں واسطے کہ بدون انصار کے حکم جہاد کا نہیں ہوتا ہے ورنہ خدا تعالیٰ تو سب چیز پر قادر ہے جو چاہے سو کرے اگر ایک فرشتہ کو بھیجے تو وہ سب کافروں کی گردنیں توڑ ڈالے پھر آدمیوں کو فرماتا ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ اور آپ تو مومنین سے جو کہ بندے اسکے ہیں اپنی دین کی ترقی میں نصرت چاہے اور علی جو کہ اسکی مخلوقات میں سے اور بندہ اسکا ہے وہ تن تنہا جہاد کرے یہ کیونکر ہوسکتا ہے اور جناب رسول خدا صلعم کو جو تو لکھتا ہے کہ انکو تاب مقابلہ کفار کی نتھی یہ اعتقاد تیرا ہے اور ہمارے نزدیک شجاعت آنحضرت کی علی کی شجاعت سے بھی زیادہ تھی پس معلوم ہوا کہ جہاد پیغمبر اور امام کے زور اور شجاعت پر منحصر نہیں ہے کیسا ہی زور آور ہو کہ لاکھوں آدمیوں پر غالب ہو مگر مصلحت خدا کی یہی ہے کہ جہاد کے واسطے انصار چاہئیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ تمام روے زمین کے آدمیوں سے نہ ڈرے اسکو انصار اور مددگار کی کیا حاجت ہے میں کہتا ہوں کہ بیشک حضرت علی ایسے ہی تھے اور جناب رسول خدا صلعم بھی ایسے ہی تھے لیکن نہ ڈرنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ سب کو مار بھی ڈالے اور نہ ڈرنے سے تو یہ مراد ہے کہ لاکھوں کے مقابلہ میں سے بھاگے نہیں گو مارا جائے اور حضرت علی بھی ایسے ہی تھے فتحیاب ہونا اور سب کا مار ڈالنا اسمیں سے کہاں پایا گیا اور رسول خدا صلعم کو تو ایک آدمی کی بھی ضرورت نہتھی جس وقت وہ حضرت تنہا مقابلہ میں کفار کے کھڑے ہوتے تو چاہیے تھا کہ بحکم خدا کفار کے سر گرنے لگتے جب دو سو سر گرتے تو سب کفار یہ حال دیکھکر اسلام کو قبول کر لیتے یا کہو کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ میں ایسی قدرت نہتھی اور جو کچھ کہ اس شیخ نجدی نے اس مقام میں لکھا ہے یہ جواب اس امر کا نہیں ہے کہ جہاد کے واسطے انصار کی احتیاج نہیں ہے بلکہ اصل میں اعتراض ہے اسکا علی بن ابیطالب پر کہ ایسا کلمہ بڑھکر فرمایا کہ میں اسقدر آدمیوں سے کہ روے زمین کو ڈھکیں تو گھبراؤں نہیں اور نہ خوف کروں اور حال یہ ہے کہ یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا اس روے زمین پر ایسے ہیں کہ وہ اپنی جان کو دیدیویں لیکن لاکھوں کے مقابلہ سے منہ نہ موڑیں اور نہ گھبرائیں اور نہ بھاگیں کچھ حضرت علی ہی پر منحصر نہیں ہے اور حضرت علی نے جو ایسا کلمہ فرمایا تو اس شیخ نجدی نے تعجب کیا اور حضرت علی میں اور سواے انکے اور لوگوں میں بڑا فرق ہے کہ یہ بندہ خاص اور ولی اختصاص خدا کے ہیں اور معجزات اور کرامات بھی انسے ظاہر ہوتے تھے اور حضرت علی کے قول میں کہاں ہے کہ میں اکیلا سب کو مار ڈالوں جھوٹ کیوں لکھتا ہے اسمیں تو یہی ہے کہ میں آدمیوں کی کثرت سے گھبراؤں نہیں سو اسمیں خصوصیت حضرت علی کی نہیں ہے بہتیرے بندگان خدا جو کہ شجاع ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ ہمارے اماموں کی موت انکے اختیار میں نہوتی تو یوں کہہ سکتے تھے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ درصورتیکہ انتقال انکے اختیار میں ہو چنانچہ کلینی نے اسکو ثابت کیا ہے اور تمام امامیہ اسپر متفق ہیں یہ لکھنا اسکا سب غلط ہے نہ تو کلینی نے ثابت کیا ہے نہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہے یہ سب دھوکا دہی مولوی عبد العزیز صاحب کی ہے اور انکی پیروی ہے یہ شیخ نجدی لکھتا ہے چند روایتیں کافی کلینی میں اس طرح کی آئی ہیں کہ جس وقت موت آتی ہے امام کو تو وہ اسکو اختیار کرتا ہے اور پسند کرتا ہے اور مکروہ اسکو نہیں جانتا ہے اور یہ مراد اس سے نہیں ہے کہ اگر موت آئے تو امام کو اختیار ہے کہ چاہے اسکو اختیار کرے اور چاہے اختیار نہ کرے اور مرے نہیں خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ اور امام خدا کے حکم کو ٹالدے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ کسی امامیہ کا یہ مذہب ہے یہ محض اس شیخ کا امامیہ پر افترا ہے اور حدیث میں مختار ہونا کا لفظ آیا ہے یعنی اختیار کرتے ہیں موت اور پسند کرتے ہیں موت کو نہ یہ کہ انکے اختیار میں ہے موت جب چاہیں مریں جب چاہیں نہ مریں اس طرح کی سیکڑوں افترا مولوی عبد العزیز صاحب نے شیعوں پر کئے ہیں اور اپنی کتاب تحفہ میں لکھی ہیں انکی پیروی سے یہ شیخ نجدی بھی انکی کتاب میں دیکھکر لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ شاید اس سبب سے جہاد نہ کیا ہو آپنے سمجھا ہو کہ میں تن تنہا لڑونگا تو فتح تو معلوم مارا ہی جاؤنگا سو اگر انبیا کے واسطے جہاد کرنے کو احتیاج انصار کی اسواسطے تھی کہ اگر وہ تن تنہا لڑینگے تو مارے جائینگے تو حضرت علی کے

واسطے بھی اسی سبب سے احتیاج انصار کی ہو تو کیا مضائقہ ہے کہ جو انبیا علیہم السلام کا حال ہے وہ ہی حضرت علی کا حال ہے اور اسمیں پیروی ہے انبیا علیہم السلام کی پیغمبر تو کچھ طعن اُنکا
نہیں ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ ہاں تنہا ہو کر پھر تمام جہان جسکو نہ مار سکے یہ تو حضرت علی کے قول میں نہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی کثرت سے نہ گھبراؤں اور نہ خوف کروں ورنہ کلینی نے یہ لکھا ہے
کہ اگر امام چاہے تو موت کو دفع کر دے اور معجزہ دیکھکر ہر کوئی کب ایمان لاتا ہے مُردوں کا زندہ کرنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا انبیا کے ہاتھ سے دیکھتے تھے اور پھر ایمان لاتے تھے اور اہل بیت علیہم السلام پر
جو کچھ ظلم گزرا ہے علت اسکی غصب خلافت ہے اگر خلافت خلافت کے مستحقوں کے پاس رہتی تو ظلم آل رسول پر کاہیکو ہوتے چنانچہ تاریخ بلاذری میں لکھا ہے کہ بعد شہادت حسین کے جب ابن عمر نے یزید
کو نامہ لکھا کہ تو نے حسینؑ کو قتل کیا کچھ نہ کیا تو یزید نے اُسکے جواب میں لکھا کہ اے احمق اول جو کچھ کیا ہے تیرے باپ نے کیا ہے ابتدا میں ہم تو تجھے ہوئے فرشوں اور مسندوں پر آ بیٹھے ہیں **قال
الشیخ الاشعری** لیکن افسوس تو یہ ہے کہ [illegible] تو شے دیگر حضرت امیر تو اصحاب ثلاثہ کے سامنے کبھی اتنا بھی نہ بولے جتنا رسول خدا صلعم ابو جہل اور امیہ بن خلف اور ابو لہب اور ولید بن عقبہ
وغیرہم کے سامنے بولے ہیں یہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ جناب سرور کائنات کے اس زور اور بل اور قوت اور شجاعت کے باب میں کوئی روایت نہو اور وہ تو حق گوئی کی بدولت کفار نگونسار کے ہاتھ سے
عالم تنہائی میں کیا کیا جفائیں اُٹھائیں یہانتک کہ علاوہ دشنام ہائے ناسزا اور دست درازی ہائے بے اندازہ کی نوبت یہ پہنچی کہ گھر بار سب الوداع کیا اور حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی نوبت نہ آئی
کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں اور جفائیں اُٹھائیں یا مدینہ منورہ ہی ہجرت کر کے شرف ہجرت کو اضعاف مضاعف بلکہ اُلٹی تہمت پائی اور ہم نوالہ اُنہیں کے پیچھے نمازیں پڑھتے عید و جمعہ میں
اُنہیں کے خطبے سنتے اُنہیں سے رشتہ پیوند قرابت پیدا کرتے تمام عمر یوں ہی گزاری اور کچھ نہیں ہو سکے تھا تو جیسے رسول خدا صلعم نے تقیہ نکیا تھا آپ بھی نہ کرتے القصہ حضرت امیر کے جہاد نکرنے
کو اسباب پر محمول کرنا کہ آپکے ساتھ انصار اور مددگار نتھے کمال سفاہت ہے بلکہ یہ حضرت امیر کی تکذیب کرنی ہے حضرت امیر تو یوں ارشاد فرمائیں کہ میرے مقابلہ میں سارا جہان آ جائے تو کچھ اندیشہ نہیں
ہے اور پھر بوجہ اختیاری ہونے موت کے تنہائی کی صورت میں اور امید ہونی تھی، مولوی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ حضرت امیر انصار کے محتاج تھے معہذا اور کتابوں کو تو پلٹ کر دیکھیں
انصار رسول اللہ صلعم بزعم شیعہ سب انصار اور مددگار حضرت امیر تھے اولاد انصار آپکی مددگار رہی آپکے ایام خلافت میں اکثر اولاد انصار آپ ہی کے ساتھ تھی پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے ثلاثہ کے زمانہ میں
جہاد نکیا انصاف یوں ہے کہ حضرت امیر بدل معین و مددگار خلفاء ثلاثہ تھے خصوصاً شیخین کہ آپ نے انکی تعریفیں ہی خلافت میں بھی کی ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ تقیہ کا نتھا باعتقاد جمہور امامیہ
اُس زمانہ میں آپ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ پہلے مرقوم ہو چکا اور نیز اُس زمانہ میں اُنکا انتقال ہو چکا تھا مرنے کے پیچھے تو نامردوں کو بھی خوف نہیں رہتا ہے چہ جائیکہ حضرت علی پھر ان سب وقائع کے
ملاحظہ کے بعد اور حضرت علی کی شجاعت اور کمالات اور قوت ایمانی کو خیال کر کے اہل فہم کو تو بجز اسکے خیال میں نہیں آ سکتا کہ حضرت علی کا سکوت فقط اسی وجہ سے تھا کہ انکو خلیفہ برحق سمجھتے تھے

اقول جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کے مقدمہ میں خلفاء سے زبانی بہت گفتگو کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ خلافت حق میرا ہے چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں
کروفی رسالة ابی بکر و عمر مع ابا عبیدة الجراح الی علی رسالة لطیفة رواها الثقات باسناد صحیحة تشتمل علی کلام کثیر من الجانبین و قلیل غلظة من عمر و علی و ان علیا
جاء الیهما و دخل فیما دخلت فیه الجماعة و قال حین قام عن المجلس بارک الله فیما ساء و سر کم حاصل یہ کہ ابو بکر کے بھیجنے میں عمر اور ابو عبیدہ جراح کو طرف علی کے بھیجنا اور لطیف
نازک ہے کہ روایت کیا ہے اسکو معتمدوں نے ساتھ سندوں صحیحہ کے کہ شامل ہیں کلام کثیر پر دونو جانب سے اور تھوڑی سختی عمر اور علی کی جانب سے اور تحقیق علی آیا انکے پاس اور داخل ہوا جس جگہ کہ
داخل ہوئی جماعت اور کہا علی نے جسوقت کہ اُٹھے مجلس سے برکت دیوے خدا اُس چیز میں کہ غمگین کیا مجکو اور خوش کیا تمکو انتہی اسقدر دلالت حضرت علی کو خلافت کے چاہنے میں ہے اور صحیح
بخاری میں ذکر غزوۂ خیبر میں عائشہ سے روایت ہے کہ علی نے ابو بکر سے کہا کہ و لکنک استبددت علینا بالامر و کنا نری لقرابتنا من رسول الله نصیبا حتی فاضت عینا ابی بکر
یعنی اور لیکن استبدادگی کی تو نے ہم پر امر خلافت میں اور ہم دیکھتے تھے از جہت قرابت خود از رسول خدا صلعم نصیب اور حصہ اپنا یہانتک کہ آبدیدہ ہوئیں آنکھیں ابو بکر کی اور ایسی ہی مسلم میں ہے پس یہ گریہ آبدیدہ ہونے
کی کیا وجہ تھی اگر علی کو مستحق خلافت جانتے تھے تو خلافت سے دست بردار ہو گئے تھے گریہ [illegible] کر رکھا تھا کیونکہ خلافت کو چھوڑتے [illegible] روضة الاحباب میں لکھا ہے [illegible]
از مہم بیعت فراغت حاصل شد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ او وجوہ مہاجرین و اعیان انصار جمیع ساختہ کسے را فرستاد و علی مرتضی کرم اللہ وجہہ را بآن مجلس طلبید [illegible] آل محمد [illegible]
لائق خود بنشست از موجب طلب خویش پرسید عمر فاروق گفت موجب آنست میخواہیم کہ چنانچہ اصحاب با ابو بکر بیعت کردند تو ہم بیعت کنی علی گفت کہ من ہمان سخن [illegible]
اگر قصد بر شما حجت گردانم راست گوئید کہ بحضرت رسالت پناہ اقرب کیست عمر گفت کہ ترا نگذاریم تا بیعت نکنی اس سے زیادہ دنیا سختی ہوگی کہ منجانب ایسی بات سنے اور خاموش ہو رہے اور سبب اسکا یہ تھا کہ
رسول خدا صلعم نے وصیت کی تھی کہ تیرے اوپر بہت سے مصیبتیں پڑینگی لیکن تجھ کو صبر کرنا چاہیے چنانچہ روضة الاحباب میں لکھا ہے کہ یا علی بعد از من بسی امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق صبر بر مصیبات
پیش گیری چون مردم دنیا را اختیار کردند تو آخرت اختیار کنی اور تاکید صبر کی اسواسطے فرمائی کہ رسول خدا صلعم جانتے تھے کہ اگر علی بدون فراہم ہونے انصار کے تلوار میان سے نکالیگا تو لوگ بسبب
کینہ کے کہ علی کی طرف سے سینوں میں رکھتے ہیں مرتد ہو جاوینگے اور دین میں خرابی آ جائیگی چنانچہ استیعاب میں نافع بن نافع کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ذکر عمر بن شبہ عن المدائنی عن ابی مخنف
عن جابر عن الشعبی قال لما خرج طلحة والزبیر ان الله عزوجل لما قبض رسوله قلنا نحن اهله و اولیاؤه فلا ینازعنا سلطانه احد فابی علینا قومنا

وایم الله لولا مخافة الفرقة وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم یعنی روایت ہے شعبی سے کہتا ہے کہ جسوقت خروج کیا طلحہ اور زبیر نے واسطے محاربہ علی کے تو لکھا ام الفضل دختر حارث نے اور اطلاع کی ساتھ نکلنے انکے کے پس کہا علی نے کہ تعجب ہے ساتھ طلحہ اور زبیر کے کہ تحقیق خدا سے عزوجل نے جسوقت روح قبض کی پیغمبر اپنے کی تو کہا ہمنے کہ ہم ہیں اہل و اقارب اسکے نہ نزاع کریگا ہمسے مقدمہ سلطنت اسکے میں کوئی پس انکار کیا ہمپر قوم ہماری نے پس حاکم اور والی کردیا غیر ہمارے کو قسم ہے خدا کی اگر نہوتا خوف فرقہ کا اور اس امر کا کہ عود کریگا کفر اور ہلاک و فاسد ہوگا دین تو البتہ متغیر کردیتے ہم پس صبر کی بعض الم پر اسکے بعد کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر نہ دیکھا ہمنے بحمد و شکر خدا اگر نیکی کو پھر کودے آدمی عثمان پر کہ اسکو خلیفہ کیا پس قتل کیا انہوں نے اسکو پھر بیعت کی مجھسے اور نہ جبر کیا تھا مینے کسی پر اور بیعت کی مجھسے طلحہ اور زبیر نے اور نہ صبر کیا انہوں نے ایک ماہ کامل یہانتک کہ نکلے طرف عراق کے جسوقت کہ توڑ ڈالی انہوں نے بیعت میری کو اے ندا پس پیشتر تو انکو بسبب قتل کرنے انکے کہ مسلمانوں کو اور عقیلی محدث اہل سنت ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کیا ہے کہ کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات بینہم فسمعت علیا یقول بایع الناس لابی بکر وانا والله اولی بالامر منه واحق به منه فسمعت واطعت مخافة ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضهم رقاب بعض بالسیف ثم بایع الناس عمر وانا والله اولی بالامر منه واحق به منه فسمعت واطعت مخافة ان یرجع الناس کفارا یضرب بعضهم رقاب بعض بالسیف ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذن لا اسمع ولا اطیع ان عمر جعلنی فی خمسة نفر انا سادسهم لا یعرف لی فضلا فی الصلاح ولا یعرفونه کلنا فیه شرع سواء وایم الله لو اشاء ان اتکلم لا یستطیع عربیهم ولا عجمیهم ولا المعاهد منهم ولا المشرک رد خصلة منها لفعلت یعنی تھا میں دن شوری کے وقت خلیفہ کرنے عثمان کے دروازہ پر پس بلند ہوئی آوازیں درمیان ان لوگوں کے پس سنا میں نے علی کو کہ کہتا تھا کہ بیعت کی آدمیوں نے واسطے ابوبکر کے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور سزاوار زیادہ تھا ساتھ خلافت کے اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے خوف اس امر کے سے کہ پھر آدمی کفر کی طرف کرلے بعض انکا گردن بعض کی ساتھ تلوار کے پھر بیعت کی آدمیوں نے عمر سے اور میں قسم ہے خدا کی بہتر اور حقدار زیادہ ہوں خلافت میں اس سے پس سنا میں نے اور مان لیا میں نے اس خوف سے کہ پھر جائیں لوگ کفر کی طرف کہ مارے بعض انکا گردن بعض کو ساتھ تلوار کے بعد اسکے ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بیعت کرو تم عثمان کی اسوقت بھی سنتا ہوں میں اور مان لیتا ہوں میں کہ تحقیق عمر نے کردیا ہے مجکو درمیان پانچ نفروں کے کہ میں چھٹا انکا ہوں کہ نہیں جانتا ہے کسی فضیلت میری کو نیکی میں اور نہیں جانتے ہیں وہ فضیلت کو میری گویا کہ میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہوں اور سب کے برابر ہوں اور قسم ہے خدا کی اگر چاہوں میں کہ کلام کروں میں تو نہ طاقت رکھے عربی انکا اور نہ عجمی انکا اور نہ معاند اور مشرک رد کرنے خصلت اور فضیلت میری کو تو البتہ کرسکتا ہوں میں اور یہ روایت لسان المیزان میں ہے اور کتب دارقطنی میں بطرق متعددہ موجود ہے اس روایت سے اور ماقبل کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ خلافت حق علی کا ہے اور وہ لوگ زبردستی سے اعانت دشمنان علی کی وسیلہ خلیفہ بن بیٹھے اور اگر علی نے انکے اسباب میں مقابلہ نہیں کیا اور اپنے حق کے طلب میں نہیں انسے لڑے نہیں تو ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ علی کے پاس انصار نہ تھے اور صحابہ میں سے کسی نے اس زمانہ میں علی کی نصرت نہ کی اور اہل سنت کی ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ علی اپنے حق خلافت کے طلب میں انسے لڑے نہیں سو اسواسطے کہ اگر ایسا کرتے تو اکثر لوگ مرتد ہو جاتے اور یہ جو کہتا ہے کہ طرفہ تماشا ہے کہ رسولخدا صلعم کے زور اور قوت کی روایت نہو... میں کہتا ہوں کہ آنحضرت کی زور کی روایت بیان کرنیکی کچھ احتیاج نہیں جب حضرت علی ایسے شجاع ہوے تو آنحضرت تو علی سے زیادہ شجاع ہونگے کہ وہ علی سے افضل ہیں اور اگر تجھکو یہ روایت ناگوار معلوم ہوئی ہے کہ جو حضرت علی نے اپنی شجاعت کی بیان کی ہے اور تو یہ کہتا ہے کہ یہ نہج البلاغت کی خطبوں میں ہے اور خطبے نہج البلاغت کے وہ ہیں کہ جنکا اعتقاد رکھتے ہیں علماء اہل سنت مثل قوشجی شارح تجرید اور علامہ تفتازانی اور کازرونی اور ملا یعقوب لاہوری اور صاحب قاموس اور صاحب نہایہ کے اور سوا انکے کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اس صورت میں اعتراض تیرا حضرت علی پر ہوا کہ انہوں نے ایسا بڑھکر کیوں کہا اب کہتا اہل سنت علی سے دوستی رکھتے ہیں اور تو کیا جانے کہ ہماری کتابوں میں جناب رسولخدا صلعم کی زور اور قوت کی روایت نہیں ہے بلکہ اس مضمون کی روایتیں بھی بہت ہیں چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولخدا صلعم نے از راہ خوش طبعی فرمایا کہ اے علی تجھکو کیا گمان ہے کہ روے زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی شجاع نہیں ہے کل جنگل کو روانہ ہو اور جس سوار کو دیکھے تو زور آزمائی کر اگر وہ راضی ہو دوسرے روز حیدر کرار صحرا کو تشریف لیگئے ایک سوار کو دیکھا سفید گھوڑے پر سوار صورت اپنی پوشیدہ کئے ہوئے حضرت علی سے اس نے کہا کہ کیا تو اپنا زور آزمانا چاہتا ہے یہ ہتیلی کہ زمین پر پڑی ہے اگر تو اسکو اٹھالیگا تو تیرا زور مجھ سے زیادہ ہے حضرت علی نے ہرچند زور کیا وہ ہتیلی زمین سے نہ اٹھی غصہ میں ہوئے اس سوار نے منہ اپنا کھول دیا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلعم ہیں فرمایا کہ اے علی رنج مت کر اس ہتیلی میں آسمان و زمین کا بار ہے کہ سوا پیغمبر کے اسکو کوئی نہیں اٹھاسکتا ہے اور حضرت امیر ہمیشہ حق گو رہے ہیں اور اپنے حق کو طلب کرتے رہے ہیں چنانچہ بیان کیا ہے ہمنے اور علی کیونکر حق گو نہو کہ رسولخدا صلعم نے انکو فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی اور ایسے حق گو تھے کہ ثلاثہ وغیرہم مسائل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے اور آزار بھی انہوں نے بہت پائے ہیں کہ خلافت جو حق انکا تھا اور فدک جو کہ فاطمہ زہرا کا حق تھا اسکو لوگوں نے انسے غصب کیا اس سے زیادہ اور کیا آزار و ظلم ہوگا اور انکا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ تاریخ عقد ابن عبد ربہ اور استیعاب وغیرہ میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اور انکے بزرگ بھی اقرار کرتے ہیں اور اسقاط محسن کا بروایت نظام معتزلی اور گرانا فاطمہ کے دروازہ کا چنانچہ کنز العمال میں لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنے کے کہتے افسوس کرکے وددت انی لم اکن کشفت بیت فاطمة وترکته یعنی دوست رکھتا ہوں میں اس امر کو کہ تحقیق نہ کھولتا میں گھر فاطمہ کا اور ترک کرتا میں اسکو ایسے ظلم تو آنحضرت نے بھی نہیں کھینچے اور پھر صبر کیا بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے جیسے کہ روضة الاحباب سے نقل ہوئی ہے اور ہجرت مدینہ منورہ سے کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہاں تو ہجرت کرکے جاتے تھے اور ہجرت دار الشرک سے ہوتی ہے نہ دار الاسلام سے اور مدینہ میں شرک تھا

اور نہ خلفاء مشرک تھے اور نہ کسیکو طرف شرک کی بلاتے تھے بلکہ اسلام کی طرف بلاتے تھے کہ ترقی اپنی ریاست کی اسی کی ضمن میں بھی تھی لیکن بسبب بے علمی کی بعضے احکام میں غلطی کرتے تھے اور کچھ احکام اپنی رای سے ایجاد کرکے خلاف قانون شرع کی بھی جاری کرتے تھے اور حضرت علی وہاں سے ہجرت کیونکر کرتے کہ آخر تو مسلمانوں کی ہدایت واجب تھی سو سب کو راہ حق بتاتے تھے اور خلفاء کو غلطیوں سے سنبھالتے تھے اور گو منصوب الحق تھے لیکن خلفاء کو مشورہ نیک دیتے تھے کہ جس میں ترقی دین کی تھی اور خلفاء کو تو مقصود اپنی حکومت سے تھا سو حکومت انکے پاس تھی اور علی پر ہدایت اور راہ حق کی طرف لیجانا تھا جو کہ مقصود خلافت نبوت سے ہے سو اسکو وہ بجالاتے تھے گو خلافت ظاہری ہاتھ سے جاتی رہی تھی اور اسکے جاتے رہنے سے ہجرت کرنی کیا وجہ ہے اور رسول خدا صلعم نے فقط واسطے ہجرت کرنیکے فرمایا تھا مگر وہاں کے پیش آنے پر جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے نہ ہجرت کرنیکو پھر وہ کیونکر ہجرت کرتے اور باوجود اسکے حکم رسول خدا کا تھا موافق روایات اہل سنت کے خلفاء جور کی متابعت کا چنانچہ بعد اسکے آئیگا اور ہمراہ انکی عیدین میں اور نمازوں میں شریک ہونا اول تمہاری نزدیک ثابت نہیں ہے اور یہ تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ چھ مہینے تک علی نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی اور مفہم شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو روداری علی کی تھی اور جب فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور وہ روداری باقی نہ رہی تو عاجز ہو کر علی نے بیعت ابوبکر کی کی اور اگر انکی ہمراہ نماز پڑھنا اور جمعہ اور عیدین میں شریک ہونا وقوع میں آیا ہو تو کیا مضائقہ ہے یہ امر موافق حکم رسول خدا صلعم کے ہے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان سے فرمایا ہے کہ تکون بعدی ائمۃ لا یہتدون بہدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک قال تسمع وتطیع وان ضرب ظہرک واخذ مالک یعنی ہونگے بعد میرے امام کہ رہنمائی نہ پائینگے ساتھ ہدایت میری کے اور سنت نہونگے ساتھ سنت میری کے اور قریب ہے کہ قایم ہوں اور کھڑے ہوں انمیں مرد کہ دل انکے دل شیاطین کے ہوں بدن انسان میں حذیفہ کہتے ہیں کہ کہا میں نے کہ کیا کروں میں یا رسول خدا اگر پاؤں میں انکو کہا کہ سن تو اور فرمانبرداری کر تو اگرچہ ماری جاوے پشت تیری اور لے لیا جاوے مال تیرا اور اس سے مراد تمہاری امیہ اور بنی عباس نہیں ہو سکتی بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد شمار کیے جائینگے جنکو کہ حذیفہ نے پایا ہو پس موافق اس روایت حضرت علی معاملہ اپنا ان سے رکھتے تھے اور سب امور میں انکے شریک ہوتے تھے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوتے تھے اور حضرت علی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تو قاتلان عثمان کے ساتھ بھی تھے کہ وہ ان حضرت کے لشکر میں تھے اور موافق مذہب اہل سنت کے عایشہ اور معاویہ حضرت علی سے اسی واسطے جنگ کرتے تھے کہ انکو ہمارے سپرد کرو لیکن حضرت علی نے انکو سپرد نکیا اور ہزاروں مومنین کا خون کروایا اسکی کیا وجہ تھی اور عثمان کے جنازہ پر جو نماز نہ پڑھی باوجودیکہ خلیفہ ہو گئے تھے اور نہ اسکو دفن کیا اسکا کیا باعث تھا جو عذر کہ تم اس مقدمہ میں بیان کروگے وہی عذر ابوبکر اور عمر سے خلافت کے نہ لینے کا ہے جو کہ حق ان حضرت کا تھا اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے صبر کرکے بیٹھ رہے اور شیعوں کے مذہب میں تو حکم ہی تقیہ کا ہے اور رسول خدا صلعم نے تقیہ کیوں نہیں کیا بعضے محل پر تو وہ بھی تقیہ کے ساتھ کاربند ہوتے تھے چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس وقت آنحضرت قرآن کو نماز میں آواز بلند سے پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو سنکر قرآن کو اور اسکے نازل کرنیوالے کو اور جس پر نازل ہوتا تھا اسکو برا کہتے تھے حکم ہوا کہ آواز کو قرآن کے پڑھنے میں بلند نکیا کرو سو کفار کے خوف سے بلند کرنا آواز کا موقوف کیا پھر یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے اور جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے مسند عایشہ میں کہ جناب رسول خدا صلعم نے عایشہ سے فرمایا لولا ان یکون قومک حدیث عہدہم بالجاہلیۃ ولخاف ان ینکر قلوبہم لامرت بالبیت فہدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ والزقتہ بالارض وجعلت لہا بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراہیم حاصل یہ ہے کہ اے عایشہ اگر نہوتی قوم تیری جدید زمانہ جاہلیت کے یعنے زمانہ کفر کے اور ڈرتا ہوں میں اس سے کہ انکار کریں دل انکے تو البتہ حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ منہدم کیا جاوے پس داخل کرتا میں اس میں جو کچھ کہ نکل گیا ہے اس سے اور داخل کرتا میں دیوار اسکی کو زمین شرقی میں اور کرتا میں واسطے اسکے دو دروازہ ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی پس پہنچاتا میں اسکو بنیاد حضرت ابراہیم کو اور بعضی روایت میں حدیث عہد بالکفر ہے اور بعضی میں حدیث عہد بالشرک بھی آیا ہے تو تقیہ رسول خدا کا قوم عایشہ سے جو کہ عایشہ کے قریب اور عزیز تھے ثابت ہوا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسمیں ترک قلیل امر بالمعروف کا ہے واسطے خوف ہوا اس امر کا کہ یہ سبب ہو جائیگا فتنہ اس قوم کا کہ انکار کریں حضرت امیر کے ارشاد کا جواب کہ میں مقابلہ میں آدمیوں کی کثرت کے گھبراؤں نہیں اور خوف نکروں اور موت کے اختیار میں ہونیکا جواب اس سے پہلے گزر گیا ہے اور سفینہ تو تیرا عثمان ہے کہ جسکو حضرت عایشہ نے نعثل کہا تھا اور نعثل لغت میں شیخ احمق کو کہتے ہیں اور انصار یا اولاد انصار خلافت میں جناب امیر کے ہمراہ تھے اور یہی سبب ہے کہ عایشہ اور خوارج اور معاویہ پر جہاد کیا لیکن زمانہ میں ثلثہ کے کون ہوا تھا ہمراہ جناب امیر کے تاکہ وہ جہاد کرتے اور کیونکر ہمراہ ہوتے زمانہ میں ثلثہ کے جناب رسول خدا صلعم نے تو فرمایا تھا اپنے اصحاب سے کہ اگر تم علی کو اپنا امیر کروگے تو وہ تمکو راہ راست کیطرف لیجائیگا لیکن نکروگے تم اسکو جیسا کہ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ یا علی [illegible] الامۃ علیک بعدی ای علی نہ مجتمع ہوگی امت تجھ پر بعد میرے جیسا کہ صاحب تحفہ نے باب مطاعن میں عثمان کے مطاعن میں لکھا ہے تو کہاں لکھا ہے کہ علی کے ہمراہ انصار تھے اور جناب امیر شیخین کی کس امر میں معین اور مددگار رہے تھے وہ تو انکی مذمت کرتے رہے ہیں جیسا کہ نہج البلاغہ کے خطبہ شقشقیہ میں لکھا ہے جسکا اقرار علمائے اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب

امیر کا ہی اور استیعاب اور میزان ذہبی وغیرہ سے ہم پہلے لکھ چکے کہ وہ ہمیشہ اپنی خلافت کے جانے سے شکایت ثلثہ کی بلکہ تمام قوم کی کرتے رہے ہیں البتہ مشورہ نیک دینے میں شیخین کے
شریک ہوتے تھے سو اسمیں ترقی اسلام منظور تہی اور وہ زمانہ تقیہ کا کیونکر تہا رسول خدا صلعم نے خود اس زمانہ میں تقیہ کرنیکو فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم سے پہلے اسے ہمنے لکھا ہے اور جو
تقیہ کے جمہور امامیہ کے نزدیک حرام ہوتے ہیں پہلے اس سے لکھا ہمنے وہ سب باطل کر دیئے اور ہوئی ہوئے تھے التقیہ تقیہ نہیں ہوتا ہے لیکن اسکے معتقدین سے ہوتا ہے جو کہ زندہ ہیں اور جسوقت
جناب رسول خدا صلعم نے کہ جنکی شجاعت اور کمالات حضرت علی سے زیادہ تہے عایشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور خوف کی جہت سے کعبہ کو منہدم نکر سکے تو علی کا مرتبہ تو ان سے کم ہے اور حضرت
علی کا سکوت اسوجہ سے تہا کہ انکی پاس انصار نتہے اور استیعاب وغیرہ کی روایتوں سے جو کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اسواسطے خاموشی اختیار کی تہی کہ اگر میں ارادہ
قتال کرونگا تو لوگ مرتد ہو جائیں گے اور دین میں خرابی ہوگی اور ثلثہ کو خلیفہ برحق ہرگز نہیں سمجھتے تہے چنانچہ نہج البلاغہ میں وہ نہج البلاغہ کہ جسکا اقرار قوشجی شارح تجرید اور تفتازانی
اور کازرونی وغیرہ کرتے ہیں جناب امیر کے کلام ہونیکا اسکے خطبہ شقشقیہ میں کہ جسکو صاحب قاموس اور صاحب نہایہ اور صاحب مجمع البحار اور ابو ہلال عسکری اور ابو حیان اور ابن
خشاب کہتے ہیں کہ کلام جناب امیر کا ہے مذمت ثلثہ کی لکہی ہے اور بعضی فقرات اسکے یہ ہیں اما واللہ لقد تقمصہا ابن ابی قحافۃ وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی یعنی خبردار قسم ہے خدا کی پہن
لیا ہے پیراہن خلافت کو ابو قحافہ کے بیٹے نے یعنی ابوبکر نے اور تحقیق البتہ جانتا تہا کہ محل میرا اس سے محل کیلی کا ہے چکی میں یعنی نسبت میری خلافت سے وہ ہے کہ جو نسبت کیلی کو چکی سے ہے کہ جیسے کہ چکی بدون اس کیلی کے نہیں گردش کرتی ہے ایسے ہی جسوقت خلافت میرے
بغیر ہو تو انتظام اسکا بعدالت اور موافق حکم پیغمبر خدا کے نہو گا باوجود اسکے انکو حق تو پوشیدہ اور بدون استحقاق اس پر قابض ہو گیا حتی مضی الاول لسبیلہ فادلی بہا الی فلان بعدہ
یعنی ختم ہو گیا پہلا اپنی راہ کو تو ڈالگیا اسکو یعنی پہنچایا اس خلافت کو طرف فلانے کے بعد اپنے یعنی پہنچایا طرف عمر کے بدلے میں اسکے جو پہلے سبب اسکے ہاتھ پر بیعت کی تہی الی ان قام ثالث
القوم نافجا حضنیہ بین نثیلہ ومعتلفہ یہانتک کہ کھڑا ہوا تیسرا قوم کا یعنی عثمان اور تخت خلافت پر بیٹھا کہ مثل شتر سیر خوردہ کے بلند کرنیوالا تہا زیر بغل اور پہلو اپنے کو
درمیان موضع [illegible] وقام معہ بنو ابیہ یخضمون مال اللہ خضم الابل نبتۃ الربیع یعنی اٹھے ہمراہ اسکے بیٹے باپ اسکے کے
یعنی اقربا اسکے کہاتے تہے مال خدا [illegible] الی ان انتکث علیہ فتلہ واجہز علیہ عملہ وکبت بہ بطنتہ یہانتک کہ بٹ گئی اوپر اسکے رسی
اسکی [illegible] کیا اور تمام کیا [illegible] اسکے عمل [illegible] اسکو پری شکم اور اسراف اسکے نے اور علمائے اہل سنت میں سے ابن عبد ربہ نے کتاب عقد
میں اور ابو ہلال عسکری نے کتاب [illegible] خطبہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی نے اما انی لو اشاء ان اقول لقلت عفی اللہ عما سلف
سبق الرجلان وقام الثالث کالغراب ہمہ بطنہ ویلہ لو قص جناحاہ وقطع راسہ لکان خیرا لہ یعنی [illegible] کہوں [illegible] البتہ کتابوں میں درگذر کری
خدا نے [illegible] ابو بکر اور عمر نے [illegible] اسکا سر کاٹے جاتے بازو
اسکے [illegible] قال الشیخ الاشعری باقی جناب مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ جہاد مال دنیا کے لئے ہوتا ہے
ہر چند درست ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مظلوم کی نصرت دین میں ہے یا دنیا میں سے اور مظلوم بہی کون جگر گوشہ جناب سید الاولین والآخرین اگر ایسے مظلوم کی نصرت داخل دین ہے
تو حضرت [illegible] باوجودیکہ اتنی استطاعت تہی کہ اکیلے سارے جہان کا مقابلہ کر سکتے تہے اور اپنی جان کا کچہہ زیان ہی نتہا معہذا انصار انکی انصار تہے کیوں حضرت زہرا کی مدد نکی
اور حضرت زہرا معاف کر دیتی جب بہی ایک بات تہی حسب ارشاد مولوی صاحب موصوف تادم واپسیں ابوبکر صدیق کا ظلم انکے پیش نظر تہا اور اگر یوں کہیں کہ نصرت مظلوم کار دنیا کی
ہے تو دنیا کی خوبی اور بزرگی تو سب جانتے ہیں اس صورت میں نصرت مظلوم اگر ممنوع بہی نہو گی تو موجب ثواب بہی نہو گی واجب تو درکنار پہر بابت ترک نصرت حضرت امیر رضی
اللہ عنہ کے جو سینہائے شیعہ لبریز شکایت صحابہ اور اولاد صحابہ بغض تہا ہوا لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نصرت مظلوم کو منجملہ دین بلکہ واجب ہی قرار دیں گے
کیوں اول تو کلام اللہ اور احادیث طرفین اس مضمون سے مشحون ہیں دوسرے صحابہ کے مطاعن کی کوئی بات چاہیئے مولوی صاحب تو اسپر غش ہیں بلا سے حضرت امیر پر حرف آجائے مگر
ہمیں خدا کی ذات سے یقین ہے کہ ہمنے جو کچہہ تقیہ کی بات میں اوپر لکھا ہے اگر مولوی صاحب بغور دیکہیں تو زبان سے ہی نکہیں کے تو دل سے تو بیشک اس بات کے معتقد ہو جائینگے کہ حضرت امیر کا
اصحاب ثلثہ سے بیعت کرنا اور فدک کے مقدمہ پر سکوت کرنا سب بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ تہا نہ بوجہ تقیہ اور آگے جو کچہہ آتا ہے انشاء اللہ وہ اور تقریر سابق کی تاکید کریگا اس
مجموعہ کو دیکہکر سب کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت امیر کے وہ لوگ زیادہ قدر کرتے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ آپ کسی سے ہارے ہوئے نتہے اور بسبب ضعف اور ناتوانی کے خلفاء کے ساتھ
موافقت نرکہتے تہے بلکہ محض خدا واسطے یا وہ لوگ جو یوں کہتے ہیں کہ آپ ذلیل و خوار بے سروسامان ناتوان ناچاری کے باعث اطاعت کرتے تہے اور دل میں کچہہ تہا اور زبان پر
کچہہ تہا تمام عمر اخفائے حق اور کتمان دین میں مصروف رہے اور باوجودیکہ آیت وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ جسکا یہ مضمون ہے کہ خلط مت کرو حق کو باطل کے ساتھ
اور مت چہپاؤ حق کو جان بوجہہ کر آپ کو یاد تہی پہر بہی حضرات صحابہ کیساتہ ایسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوئے کہ بظاہر حق و باطل کی تمیز دشوار ہو گئی چنانچہ گروہ اعظم اہل سنت

اسی واسطے ہوگئے ہیں اصحاب ثلثہ کے حد سے زیادہ توقیر کرنے لگے اور معاملہ سب منعکس ہو گیا دین اصلی بہت ضعیف و مخفی رہ گیا **اقول** مولوی صاحب نے یہ کب فرمایا ہے کہ جہاد مال دنیا کے
لئے ہوتا ہے خط میں تو انہوں نے یہ لکھا ہے کہ جہاد ترقی دین کے واسطے ہوتا ہے اور مال دنیا کے واسطے نہیں ہوتا اور نصرت مظلوم کہ جو تو پوچھتا ہے کہ دین میں ہے یا دنیا میں سے ہم اسکو دین میں
گنتے ہیں اور تو جو کہتا ہے کہ پھر علی نے فاطمہ کی مددگیوں نکی فدک کے لینے میں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب خلافت کے مقدمہ میں علی نے سکوت کیا موافق وصیت رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا تھا
حضرت نے اے علی بعد میرے بہت سی مکروہات تجھکو پیش آوینگے تو صبر کرنا جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے تو فدک کا مقدمہ اور اعانت مظلوم تو بدرجہا خلافت سے مرتبہ میں کم ہے کہ مدار دین کا
تو خلافت ہی پر ہے جب وہ ہی ہاتھ سے جاتی رہی تو فدک کی کیا حقیقت ہے اور نہ حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ پروا فدک کی تھی صرف حجت کے تمام کرنیکو دعوی کیا تھا اور حضرت علی کو
کیا استطاعت تھی اگر استطاعت ہوتی تو پہلے خلافت ہی کو لیتے کہ جو فدک کو بھی شامل تھی اور ہر وقت کی ایک مصلحت ہوتی ہے اور نصرت مظلوم کی بعضی محل پر نہیں کر سکتی کہ وہاں
مصلحت یہی ہے اور اگر یہ مقام پر نصرت مظلوم کی واجب ہوتی تو مکہ معظمہ میں جناب رسولخدا کے برابر تو کوئی مظلوم تھا انکی نصرت وہاں کچھ نکر سکے اور ابوبکر کے مونہہ پر اُس کافر نے اتنی
جوتیاں ماریں کہ بینی اور رخسارہ سوجکر برابر ہوگئی جیسا کہ معارج النبوت وغیرہ میں ہے لیکن جناب رسولخدا اور علی مرتضی و سب صحابہ کھڑے ہوئے دیکھا کئے اور کوئی بھی نصرت اُس بیچارہ
کی نکر سکا اور علی مرتضی کسی فضیلت میں رسولخدا سے زیادہ نتھے اور یہ حضرت علی نے کب فرمایا ہے کہ میں سارے جہان کو زیر کرلوں اور یہ کہنا کہ آدمیونکی کثرت سے گھبراؤں نہیں اور نہ
خوف کروں تو مقتضا انکی شجاعت کا ہے وہ حضرت علی ہر چند اشجع الناس تھے لیکن یہ امر ایسا مقرر نہیں ہے جو کوئی شجاع ہوتا ہے خواہ حضرت علی خواہ غیر انکا جان اپنی دیدیتا ہے لیکن منہ
اپنا مخالف کے مقابلہ میں سے پھیرتا نہیں ہے اور نہ بھاگتا نہیں جیسے کہ خلفاء ثلثہ جہاد میں سے بھاگا کرتے تھے لیکن ایسی شجاعت کو یہ لازم نہیں ہے کہ اگر شجاع بھاگے نہیں تو سب کو مار ہی ڈالے
اور سب پر غالب ہی ہو جاوے حضرت علی کے اس کلام کی فرمانے پر کہ میں آدمیوں کی کثرت سے خوف نکروں اور نہ گھبراؤں بار بار تو طعن کرتا ہے لیکن جواب بھی اسکا پایا جاتا ہے اور وہ
انصار حضرت علی کے کونسے تھے جنکو ہمراہ لیکر فاطمہ زہرا کی مدد کرتے اگر انصار ہوتے تو خلافت ہی کو پہلے لیتے اور انصار نہونیکی تو جناب رسولخدا صلعم نے بھی خبر دیتی تھی کہ یا علی
لا تجتمع الامۃ علیک چنانچہ مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں عثمان کے مطاعن میں لکھتے ہیں اور تو حضرت علی پر طعن کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں لیتا ہے میں تجھ سے پوچھتا ہوں
کہ عثمان بھی تیرے نزدیک مظلوم تھا یا نہیں یا اسکا مارا جانا حق و موافق حکم خدا کے تھا اور اگر وہ مظلوم تھا تو صحابہ نے کہ کئی ہزار آدمی تھے عثمان کے مددگیوں نکی اور ایک حضرت
علی بھی انہیں تھے کہ جو سارے جہان کا مقابلہ کرتے تھے اگر اصحاب رسول مقبول اسکی مدد کرتے تو وہ کیوں گردن مارا جاتا اور ظلم ابوبکر بیشک پیش نظر حضرت فاطمہ زہرا کے رہا اور کبھی
ابوبکر سے کلام نکیا یہانتک کہ خلد بریں کو رحلت کر گئیں چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے اور حضرت علی کی ترک نصرت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور
حضرت امیر پر کسی طرح کا حرف نہیں ہے تو یہ چند اپنی گفتگو کو دلیل لاتا ہے اور مطاعن ان صحابہ کے جو مطعون ہیں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہیں تیری تاویل واہی لا حاصل
کیا ہوتا ہے ملا سعد الدین تفتازانی خود شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ صحابہ بسبب حب جاہ اور طمع ریاست اپنے حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور جنہوں نے ملاقات رسولخدا صلعم کی پائی ہے
اُن میں سے سب سنجیدہ نہیں ہے لیکن ہم تاویلیں کرتے ہیں خصوصاً مہاجرین اور انصار کے حق میں اور جو کچھ پہلے اس سے تقیہ کے باب میں لکھا ہے سب یوں ہے اور ردیہ اور حضرت
امیر کا بالفرض بیعت کرنا اور فدک مدینہ پر سکوت کرنا ہرگز ہرگز بوجہ حقانیت اصحاب ثلثہ نتھا بلکہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امیر کو انصار نہ پہنچے اور اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ لوگوں کو مرتد ہوجانیکے اور دین کے ہلاک ہوجانیکے خوف سے حضرت نے منازعت نکیا چنانچہ ہم استیعاب وغیرہ سے پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور تقیہ حضرت امیر کا اسی جہت سے
تھا کہ رسولخدا صلعم نے صبر کرنیکی وصیت کی تھی جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور موافق روایت صحیح مسلم کے حکام جور کے متابعت کا حکم تھا جیسا کہ پہلے گزرا ہے اور اگر بیعت
واقع بھی ہوئی ہے تو ناچاری اور اضطرار سے واقع ہوئی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں منقول ہے روایت ہے وکان لعلی من الناس وجہ حیوۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ
الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشہر فارسل الی ابی بکر ان ائتنا ولا یاتنا معک احد کراہیۃ لمحضر عمر بن الخطاب حاصل اسکا یہ ہے کہ جبتک فاطمہ زہرا زندہ رہی تو لوگوں کو
رو داری علی کی تھی اور جب فاطمہ نے وفات پائی تو لوگوں کے منہ علی سے پھر گئے اس لئے ابوبکر سے درخواست صلح اور بیعت کی کی اور ابوبکر کو بلایا اور کہا کہ اور کوئی نہ آوے اسواسطے کہ عمر
کے آنیکو مکروہ جانتے تھے اور مفہم شرح مسلم میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فاطمہ کی زندگی میں لوگ علی کا بہت احترام کرتے تھے بسبب اسکے کہ وہ دختر رسولخدا کے اُسکے گھر
میں تھے اور جب فاطمہ مرگئی تو لوگ اُس احترام سے پھر گئے تب علی نے بیعت کی اور حضرت علی ہمارے نزدیک ہاری ہوئی کشتی نہ تھے اور نہ ناتوان اور کم زور تھے بلکہ اگر چاہتے عمر کو پکڑ کر اٹھا
لیا اور کہا کہ اے ابن صہاک حبشیہ اگر وصیت رسولخدا کی نہوتی تو تیری ہڈیاں توڑ ڈالتا اور نہ ناتوانی کی جہت سے اور نہ واسطے خدا کے خلاف سے موافقت رکھتے تھے بلکہ بوجہ
وصیت رسولخدا صلعم کے موافقت رکھتے تھے اور موافق اُس روایت صحیح مسلم کے کہ حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت پر ہدایت نہ پاوینگے اور نہ میرے طریقہ پر
ہونگے اُنکی پیروی کرنا اگرچہ تم زخمی ہو جاؤ اور مال تمہارا لوٹا جاوے اور زبان حضرت علی کی ہرگز مخالف دل کے ہمارے نزدیک نتھی بلکہ جو کچھ دل میں تھا وہ ہی زبان پر تھا لیکن

حق کو جاری نہیں کر سکتے تھے بسبب نہ ہونے انصار کے، اور مقتدیٰ سچے اور جو کچھ حق تھا وہ ہی کہتے تھے اور خلط حق کو باطل کے ساتھ تبری ثلثہ کرتے تھے کہ بسبب بے علمی کے اپنی رائے سے ایجاد
کر کے حکم دیتے تھے اور حق کو باطل سے ملا دیتے تھے اور احکام دین میں غلطیاں کرتے تھے اور اگر کوئی حق کو مصلحتاً پوشیدہ کرے تو یہ بھی بموجب حکم خدا ہے چنانچہ حضرت رسول خدا صلعم عائشہ
کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر اسکو نہ بنا سکے اور حضرت امیر ہم پیالہ و ہم نوالہ ثلثہ سے کیا ہوئے تھے اپنے گھر میں گوشہ نشین تھے اور جو کہ اہل حق تھے
مثل سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار وغیرہ کے اسوقت میں بھی وہ حضرت علی ہی کیطرف رجوع رکھتے تھے احکام دین میں اور تمیز حق کے ان لوگوں کو تھی کہ جو پیروان خاص ثلثہ کی تھے
اور گروہ اہل سنت تو بسبب پیروی ثلثہ کی ایسے بد ہو گئے ہیں کہ معاویہ اور عمرو عاص کہ جو حضرت امیر کو گالیاں دیا کرتے تھے انکو اپنا پیر و مرشد اور بزرگ جانتے ہیں اور
معاویہ کو خلیفہ صدق اور امام حق جانتے ہیں اور قاتلان آل رسول کو مومن پاک سمجھتے ہیں سب بسبب پیروی ثلثہ کی ہے اور اہل سنت جیسے کہ توقیر اصحاب ثلثہ کی حد سے زیادہ
کرتے ہیں ایسی ہی انکی عیب بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں لیکن نظر اہل سنت کی ان عیبوں پر نہیں ہے اسواسطے دین اصلی انپر مخفی ہے اور جو وقت کہ حضرت علی ثلثہ کی شکایت
اور خلافت کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا افسوس کرتے ہوں اور اسکو اپنا ہی حق جانتے ہوں جیسے کہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ خلطا و ملطا اور ہم
پیالہ و ہم نوالہ ہونا علی کا اصحاب ثلثہ کے ساتھ مصلحتاً تھا موافق وصیت رسول خدا صلعم کے تو پھر حق کو باطل سے جدا ہونا نہیں کیا تامل ہے اور وہ ہم رائے سکے اور کونسی وجہ کہ حاصل اصلی
تمیز حق کے باطل سے ہو گی لیکن اہل سنت محبت میں ثلثہ کی ایسے از خود رفتہ ہو گئے ہیں کہ حق کو باطل سے جدا کرنیکی طرف انکو توجہ ہی نہیں اسواسطے کہ تصریح تمام ثلثہ کے احکام
شرع اور حق سے تجاوز کرنیکو عیوب لکھا ہوا پاتے ہیں لیکن اس میں تاویلیں کرتے ہیں پھر حق کو باطل سے جدا ہونے میں کیا باقی رہا اور اہل سنت اس ہو کر میں آکر ثلثہ کی توقیر
نہیں کرتے ہیں بلکہ دشمنان علی کیطرف جو انکا سلسلہ منتہی ہوتا ہے ابتدا سے حضرت علی کے دشمنوں کی پیروی کرتے آج تک چلے آتے ہیں جیسے کہ یہود اور نصارا اپنے پہلے گزرے ہوئے
بزرگوں کی پیروی کرتے چلے آتے ہیں اور حق کو اختیار نہیں کرتے ہیں بعد دین حق انپر مخفی رہگیا جیسے کہ اہل سنت پر دین اصلی مخفی ہو گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** تیسرا
مطلب حضور کے تقریر میں یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسے جو حضرت علی کے صلب اور حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے تھیں انکا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیار سے ہوا تھا
ہر چند یہ جواب سوال سائل پر بظاہر منطبق ہے لیکن حقیقت میں دیکھیے کہ جواب سوال سائل سے ایسی ہی نسبت رکھتی ہے جیسے کہ کسی کا بگ کے اس سوال کے ساتھ کہ لا تسئل ہی ہے، اللہ کا یہ جواب
ہاں میاں لا تو ہی ہے، اتنا تو مولوی صاحب بھی سمجھے ہوں گے کہ سائل کی غرض اسبات کے پوچھنے سے کہ حضرت علی کے بیٹیوں کا نکاح کس کس سے ہوا ہے یہی ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضرت ام کلثوم دختر
مطہرہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر سے ہوا ہے صحیح ہے یا غلط ہے اور یہ احتمال اور یہ بھی احتمال ہے کہ مولوی صاحب سمجھیں ہوں اس سے کہ بات ہی تو مشکل ہے **اقول**
اگر سائل کو تردد ہوتا کہ عمر سے نکاح حضرت ام کلثوم کا ہوا ہے یا نہیں تو اسکو کون مانع تھا کہ وہ اسطرح پوچھتا کہ اہل سنت میں جو مشہور ہے کہ عمر کا نکاح ام کلثوم سے ہوا ہے یہ امر راست ہے یا نہیں
بلکہ شیعوں میں جو مشہور ہے کہ عمر سے نکاح انکا نہیں ہوا تو سائل کو دریافت کرنا اس امر کا منظور ہو کہ اگر عمر سے نکاح نہیں ہوا تو پھر کس سے ہوا ہے اس لیے یہ سوال کیا اور یہ سوال سائل کا اور جواب
مولوی صاحب کا اسکی مانند کیونکر ہوا کہ جیسا کہ کسی نے کہا کہ لا تسئل ہی ہے تو مقابل جواب میں کہا کہ لا تو ہی ہے اسکے مطابق تو اسوقت ہوتا کہ جسوقت سائل پوچھتا کہ عمر سے بھی نکاح ہوا ہے اور مولوی
صاحب جواب میں کہتے کہ محمد بن جعفر سے بھی نکاح ہوا ہے اور عمر سے نکاح ہونیکو تسلیم رکھتے لیکن مولوی صاحب کو تو اسکا اقرار ہی نہیں ہے کہ عمر سے نکاح ہوا اگر کوئی مثال لاتا ہے یہ شیعہ تو وہ مطابق
نہیں ہوتے اور اگر کوئی آیت لاتا ہے تو وہ مقصود پر دلالت نہیں کرتے جیسے کہ پہلے اس سے گزرا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال جناب مولوی صاحب نے اس جواب میں طرفہ چالاکی
کی ہے کہ جواب کا جواب بھی دیدیا اور بلت کی بات رکھلی مگر نہ معلوم اس جگہ اب میں پہلی چال کیوں بھول گئے یا اور کوئی مصلحت عمدہ نظر آئی یہ تو حضرت ام کلثوم کے مولوی صاحب کیطرف
شکایت ہی رہ گئی کہ انکی خالاؤں کو تو مولوی صاحب نے جنات قطع نسب سے مستحق اجر عظیم کیا انہوں نے کیا قصور کیا تھا جو مولوی صاحب نے اس عنایت سے محروم رکھا کیا وہ اہل
بیت میں سے نہ تھے جو اس جفا سے دریغ کیا اگر مولوی صاحب کیطرف سے میں جواب دیدیتا ہوں الفضل للمتقدم یعنی بزرگی پہلوں ہی کے لیے ہے اس مثل کو خلاف کیونکر کر دیتے شاید ملازمان
مولوی صاحب کو یہ گمان ہوا ہو کہ حضرت ام کلثوم بنت سیدۃ النساء کی تزویج کا قصہ حضرت عمر کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نکاح کی جو حضرت
عثمان سے ہوا تھا ایک جدید ہے اور تازی بات ہے مبادا اسکا کوئی جاننے والا ہو اور قلعی کھل جائے مگر میں فدوی کش ہوں اہل سنت ان دونوں قصوں کو یکساں پرانا سمجھتے ہیں اور اس
فرق کو کچھ فرق نہیں سمجھتے اپنے جناب مولوی صاحب اگر بمنزلہ علیہا کو یہ مضمون لکھ کر کہ حضرت ام کلثوم حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہی نہیں اسلام تحریر مقدم کردیں اور اندیشہ بدظنی
سنیان ہو تو عند اللہ موجود ہے اب خدا سے تو کچھ زیادہ نہیں جب خداوند کریم کو باوجود علم غیب بدا واقع ہوتا ہو تو آپ تو آدمی ہی ہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے سب ہیچ اور واہی ہے،
اور کوئی مقدمہ ایسا نہیں ہے کہ جسکی جواب کی ضرورت ہو اور حضرت ام کلثوم کی خالاؤں کا حال کہ وہ رسول خدا صلعم کے نطفہ سے تھیں یا نہ ابتدا میں گزر گیا ہے اور جو کچھ انکی نزدیک ثابت
ہوا وہ لکھ دیا اور تو جو اپنی طرف سے ایک نا معقول سوال پیدا کرتا ہے اور پھر آپ ہی اسکا جواب دیتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے مفت کاغذ کا بیہودہ بات سے سیاہ کرنا ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ الفضل للمتقدم

ہے کلیت اسکی غلط ہے بلکہ بعضے متاخر زیادہ بزرگ ہیں پہلوں سے اور تو قلعی کیا کھولیگا اگر کچھ کہیگا تو اُسکا جواب پائیگا اور میں تو ایسی قلعی تیری ثلثہ کی کھولی ہے اگر کوئی منصف ہوگا تو اُسکو دیکھ کر اُن سے بیزار ہو جائیگا اور حضرت کلثوم جو کہ حضرت زہرا کی بیٹی تھی وہ زوجہ عمر کی ہرگز نہ تھی اور جو کلثوم کہ زوجہ عمر تھی وہ حضرت زہرا کی شکم سے نہ تھی اور یہ جو تو اعتراض کرتا ہے جو یہ کہ مراد شیعوں کی ہے اور اُنکی اصطلاح میں مقرر ہے تو اس میں کیسطرح کی قباحت نہیں ہے اور جبکہ تو نے اپنے نزدیک تجویز کر کہا ہے وہ موافق مذہب شیعوں کے نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ مصلحت یوں ہے کہ اسماء بنت عمیس کی طرف منسوب کریجے اور جھوٹ ہے تو بلا جواب ہے زسر گزشت چہ یک نیزہ وچہ یکدست جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی نسبت میں تصرف کیا ہے تو ہے کی نسبت میں بھی سہی معہذا اور ابناء روزگار فقط دنیا کے لئے سیکڑوں جھوٹ بولتے ہیں اگر دو جھوٹ حفظ دین کے لئے بولدیئے تو کیا غضب ہوا بلکہ بنظر پاس ننگ ناموس دین اور متابعت بزرگان اور ائمہ اطہار اُمید ثواب عظیم ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تقیہ ہے لیکن جناب مولوی صاحب کے لوازم رای زنی اور مشورہ گوئی میں سے ہے کہ جملہ مراتب نفع و نقصان سے اطلاع کردیجے اسلئے معروض ہے کہ باینہمہ منافع ایک اس میں نقصان بھی ہے کہ جناب باری تعالی یوں بھی فرماتا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ یعنی حق باطل کو مت رلاؤ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھ کر دوسرے یوں بھی فرماتا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی اور جو چھپائی گواہی تو دل اُسکا گنہگار ہے ان دونوں آیات پر نظر کیجے مگر مجھ سے غلطی ہوئی اب یہ کون حق باطل کے رلانے اور شہادت حق کے چھپانے میں کمی کی ہے جو اسکا اندیشہ ہو اس سے زیادہ اور کیا رلانا ہوگا کہ حضرت عمر کے نکاح کا نام ہی نہ لیا بلکہ اصل رلانا تو یہی ہے اگر صاف کا کرتے اور کہدیتے کہ حضرت زہرا کے یا حضرت علی کے کوئی بیٹی ہی نہ تھی تو یہ لانا نہ تھا اسی انکار کہتے ہیں اور عربی زبان میں اسی جحود کہتے ہیں اور یہ جو آگے آتا ہے وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا تو یہی مقام میں آتا ہے اور یہ مذاق کہ جواب کا جواب جیسا اور بے سروپا تتمہ کی نجابت جیسے مولوی صاحب نے اس مقام میں کیا ہے تو یہ عین حق باطل کا رلا دینا ہے **اقول** ام کلثوم دختر ابو بکر کہ جو اسماء بنت عمیس کے شکم سے تھی اور جعفر ابو بکر کے حضرت علی نے اس اسماء سے نکاح کیا تھا اور محمد و ام کلثوم اولاد ابو بکر اسکی ہمراہ حضرت علی کے گھر میں آئی تھی حضرت علی کی فرزند کہلاتی تھی و عمر نے اس ام کلثوم کا اپنا نکاح کیا تھا اور یہ امر دروغ نہیں ہے چنانچہ تواریخ محرق و روضۃ الشہداء وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت میں مصرح ہے اور عبارت کتاب تتمۃ السعداء کی یہ ہے کہ ام کلثوم دختر ابو بکر بود و ادر غم اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار بود و باز بنکاح ابو بکر در آمدہ از ابو بکر پسر عبد الرحمان و یک دختر ام کلثوم زائید بعد ازاں بنکاح علی بن ابیطالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر در آمدہ عمر بن الخطاب با ام کلثوم دختر ابو بکر نکاح کرد قطع نظر اس سے کہ دختر علی سے بھی عمر نے نکاح کیا تھا یا نہیں یہ مقرر ہی ہے لیکن روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر نے ام کلثوم دختر ابو بکر سے بھی نکاح کیا ہے چنانچہ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے تعداد ازواج عمر میں کہ خطب ام کلثوم ابنۃ ابی بکر الصدیق الی عائشۃ اور کیونکر ام کلثوم بنت ابی بکر زوجہ عمر کی نہ ہوگی کہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تحفہ میں لکھتے ہیں وبعد اسکے یہ شیخ بھی لکھتا ہے کہ ام کلثوم زوجہ عمر اور زید ایک ہی روز وفات پائی اور دونوں کے جنازہ پر امام حسین نے اور عبد اللہ بن عمر نے نماز پڑھی پس جس صورت میں کہ امام حسین نے ام کلثوم کے جنازہ پر نماز پڑھی تو وہ خواہر امام حسین کیونکر ہو سکتی ہے جو ام کلثوم کہ خواہر امام حسین تھی وہ تو کربلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ تھی اور اسیر ہو کر ہمراہ ساری اہلبیت کے ملک شام کو روانہ ہوئی تھی چنانچہ مقتل ابو مخنف اور روضۃ الشہداء اور شہید ابو اسحاق اسفرائنی اور روضۃ الصفا اور حبیب السیر وغیرہ میں لکھا ہے اور ابو مخنف نے لکھا ہے کہ مختار نے کہا ہے کہ کوئی عذر زیادہ سخت مجھپر نہیں گزرا جیسا اس دن سے کہ ام کلثوم کو میں نے مجلس ابن زیاد میں دیکھا کہ نالہ و آہ و اعلیاہ جگر سے کھینچتی تھی اور مثل بید کے کانپتی تھی اور مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے کہ واقبلت ام کلثوم الی مسجد رسول اللہ باکیۃ العین حزینۃ القلب فقالت السلام علیک یا جداہ اور شہید ابو اسحق میں لکھا ہے کہ ام کلثوم نے آگے بڑھکر کہا ویلک یا یزید اور تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے کئی اشعار مرثیہ امام حسین کے تصنیف ام کلثوم کی تحریر فرمائے ہیں پس معلوم ہوا کہ ام کلثوم مادر زید کی دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہ تھی بلکہ سوائے ام کلثوم دختر ابو بکر کے اور کوئی ام کلثوم زوجہ عمر کی نہیں ہے تو یہی ام کلثوم مادر زید زوجہ عمر مراد ہوگی نہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور بیہقی اور دار قطنی نے نقل کی ہے کہ علی نے اپنے بیٹوں کو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے علیحدہ کر رکھا تھا اگر سچ ہی ملاقات ہوئی تو عمر نے علی سے کہا کہ تو اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح مجھ سے کر دے حضرت علی نے کہا کہ میں نے اُنکو اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے رکھ رکھا ہے اور ایسا ہی صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور شرع میں برادر مومن کی منگنی پر اپنی منگنی کرنی جائز نہیں ہے چنانچہ مشارق الانوار میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ لا یخطب احد علی خطبۃ اخیہ یعنی نہ منگنی کرے کوئی تم میں سے اوپر منگنی برادر مومن اپنے کے اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ حضرت عمر خلاف حکم رسول خدا صلعم کے کہ حقیقت میں حکم خدا کا ہے دختر فاطمہ زہرا سے اپنی منگنی کرتے حضرت جعفر طیار کے بیٹوں کی منگنی پر تو اگر اس سے بھی معلوم ہوا کہ زوجہ عمر جو کہ مادر زید تھی وہ دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام نہ تھی بلکہ دختر اسماء تھی اب فرمائیے کہ اگر کوئی بنت اسماء کہے ام کلثوم زوجہ عمر کو تو اُسپر دروغ کونسا ہے اور کیا جھوٹ بولا وہ اور مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جو شیعوں کے علماء میں مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں متعدد جھوٹ لکھا ہے اگر کوئی انکے دروغوں کو جمع کرے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو اور تیرے علماء نے خوشامد میں بنی امیہ و بنی عباس کی سیکڑوں بلکہ ہزاروں حدیثیں بنائیں کہ وہ تیری کتابوں میں مندرج ہیں اور مولوی صاحب ہمارے نے رسول خدا صلعم کی صاحبزادیوں کے نسب میں کچھ تصرف نہیں کیا ہے اور جو کچھ اُنکی اور ہمارے نزدیک ثابت ہے اس سے پہلے میں لکھ چکا ہوں ورنہ حضرت نے اپنی جگہ پر اسمیں تصرف کیا ہوگا لیکن عمر کی زوجہ جو کہ

مادر زید ہے وہ نہیں ہیں اور جو کہ زوجہ عمر مادر زید ہے وہ دختر ابوبکر ہے اور جو ہمارے رونگار کہ واسطے دنیا کے جھوٹ بولتے ہیں اُنمیں سے تو ہے اور ہمارے مولوی صاحب کی ایسی شان نہیں ہے
کہ جھوٹ بولیں اور یا تیرے علماء جھوٹ بولتے تھے دنیا کے واسطے اور جھوٹی مدحیں بناکر بادشاہوں سے انعام لیتے تھے اور اپنے دین کی حفاظت کے واسطے تیرے علماء جھوٹ بولتے ہیں جیسے کہ مولوی عبدالعزیز
صاحب نے تحفہ میں کثرت سے جھوٹ لکھے ہیں اپنے دین کی حفاظت کے واسطے اور ہمارے علماء کا یہ کام نہیں ہے اور ایسے جھوٹ کو تمہارے علماء موجب ثواب جانتے ہیں اور اسطرح کے جھوٹ کو تقیہ نہیں
کہتے ہیں تقیہ اسلئے حفاظت جان اور آبرو اپنی کی ہوتا ہے اور اُسمیں حفاظت جان اور آبرو کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے جیسے کہ عمار یاسر کہ اُنکا اعتقاد تو کچھ تھا اور کفار کے خوف سے خلاف اعتقاد
کے بیان کیا اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ماموں نے علماء کو طلب کر کے قرآن کے مخلوق ہونے سے استفسار کیا اُنہوں نے تقیہ سے جواب دیا چنانچہ لکھا ہے کہ وسبب طلبہم انہم توقفوا
اولا ثم اجابوہ تقیۃ یعنی اور سبب بلانے انکے کا یہ ہے کہ تحقیق اُنہوں نے پہلے تو جواب دینے میں توقف کیا اور بعد اُسکے تقیہ کی راہ سے جواب دیا کہ اُسکو مخلوق کہا اور قدیم نہ کہا جو کہ مذہب
اہل سنت کا ہے اور اس جواب میں موافق اعتقاد اہل سنت کے سب علماء جھوٹ بولے اور تاریخ الخلفاء ہی میں لکھا ہے کہ امام احمد حنبل سے پوچھا قرآن کو نہ تو قدیم کہا اور نہ مخلوق کہا بلکہ کہا کہ وہ
کلام اللہ ہے اسپر میں کچھ اور زیادہ نہیں کرتا اور خوف سے ماموں کے یہ نہ کہا کہ قدیم ہے اور معلوم نہیں یہ سیکنوں کا لفظ جو تو نے لکھا ہے یہ کس زبان کا ہے نہ فارسی ہے نہ ترکی ہے نہ ہندی ہے اگر تو اُردو میں گفتگو
کرنی نہیں جانتا تو کسواسطے تو نے ارادہ اس زبان میں گفتگو کرنیکا کیا تو تو ایک شخص کندہ ناتراش دیہاتی ہے کہ کبھی شہر والوں کی صحبت میں بھی نہیں رہا ہے تجکو شہروں کی زبان سے کیا علاقہ
ہے کہ جو سینکڑوں کی جگہ سیکنوں بولا اور حق کو باطل کی ساتھ ملانا ہمارے مولوی صاحب کا کام نہیں ہے اور عمر کے نکاح کا نام کیونکر لیتے کہ وہ اُنکے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور حق بات انکار
کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کے نکاح کا اقرار کریں تو حضرت زہرا اور حضرت علی کی بیٹی ہو اور جو نہیں تو نہ ہو اور ایسا تو ابوبکر اور عثمان کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُنکی بیٹی سے عمر کے نکاح کا اقرار
کریں تو اُنکی بیٹی ہو ورنہیں تو نہ ہو اور جس وقت ہمارے نزدیک ثابت نہ ہوا عمر کا نکاح دختر علی سے تو ایسا ہی ہے کہ جیسے عثمان کی بیٹی سے نہیں ہوا اور حق صریح کا انکار کرنیوالا تو تیرا خلیفہ حق اور امام صدق معاویہ
ابن ابی سفیان تھا کہ حسن نے سینکڑوں آدمیوں سے اُونٹ کو کہلوا دیا تھا کہ یہ اُونٹنی ہے اور پھر حضرت علی کو کہلا بھیجا کہ تو مجھ سے کیا لڑیگا دیکھ ایسے مطیع ہیں میرے لوگ کہ میری کہنے سے اونٹ کو اونٹنی کہا اور
حق کو باطل کے ساتھ رلادینا کام تمہارا ہے اور تمہارے پیروں ہی نے ایسا کام کیا ہے اور گواہی کو چھپایا ہے فاطمہ کا حق کہ جو موافق حکم خدا کے تھا اور قرآن سے ثابت تھا کہ فاطمہ زہرا اپنے باپ کی وارث ہے
اُسکے رد کرنیکو جھوٹی روایت بنائی اور اُس روایت کے بنانے والے کی رعایت سے تم قرآن میں تاویلیں کرنے لگے اور رسولخدا صلعم نے جو بعد نازل ہونے آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
کے حضرت علی کو خلیفہ کیا اور اُنکے حق میں فرمایا کہ جسکا میں مولا تھا اُسکی علی مولا ہے اور حضرت عمر نے مبارکباد کہا حضرت علی کو اور حسان شاعر نے حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی اشعار کہے لیکن تم نے اُس گواہی کو
چھپایا اور حضرت عمر کے خوف سے کسی نے اُسکی گواہی بعد انتقال رسولخدا صلعم کے نہ دی اور حضرت علی خلیفہ ہوئے تو اُس وقت مسجد کوفہ میں لوگوں نے گواہی دی اور اُس سے پہلے کسی نے گواہی نہ دی اور
باوجودیکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی اور سب اس آیت کے مضمون سے واقف ہیں کہ بے علم کے پیروی درست نہیں ہے لیکن عمر وغیرہ نے
آپسمیں مشورہ کر کے ایک مرد جاہل کو خلیفہ کردیا اور حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کردیا قال الشیخ الاشعری معنے حق باطل کے خلط ملط کر دینے میں جو برائی ہے تو فقط اسی سبب سے ہے کہ
دوسرا کوئی دھوکا نہ کھالے درصورتیکہ اہل سنت جماعت نے شیعوں کی روایات سے یہ ثابت کردیا ہو کہ حضرت کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا تھا پھر کیا اندیشہ وہ دھوکے کی بات ہی نہ رہی جس
نے دیئے اور اگر آپکو یقین نہ آئے دیکھیے آپکے یہاں کی روائتیں اسباب میں ہمارے پاس موجود ہیں آپ اپنی عادت دغا و فریب کو نہ چھوڑیئے قاضی نور اللہ صاحب شوستری شہید رابع حضرت
عباس عم رسول اللہ صلعم کے احوال میں رقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس سے بہت محبت تھی اور اُنکے حق میں یوں فرماتے تھے کہ عباس میرے باپ کی جگہ ہے اور
سوا اسکے بہت ہی کچھ اُنکے فضائل لکھے اسکے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت عباس نے حضرت عمر کے کہنے کے موافق حضرت امیر سے حضرت ام کلثوم کے نکاح کی خواستگاری کی حضرت امیر نے اول بار
انکار فرمادیا دوسری دفعہ سکوت فرمایا بعد ازآں حضرت عباس نے خود حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کردیا حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نکر سکے اسلئے چپکے ہو رہے یہ ہے قاضی صاحب کا بیان
میں نے اپنے اعتقاد کی موافق حضرت عباس اور حضرت عمر کے نام پر لفظ حضرت کا لگا دیا ہے ورنہ قاضی صاحب سے اس تعظیم کی کسی امید ہے اسلئے کہ حضرت عمر تو اُنکے نزدیک حضرت عمر ہیں +
اقول دھوکا بیشک برا ہے اور تیرے بزرگوں ہی نے دھوکے دیئے ہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ ملادیا ہے جسکے سبب سے لوگ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے
کہ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ خلفاء اولین کے فضائل میں روائتیں بناؤ اور خبردار ابوتراب کے شیعوں کی گواہی قبول نکرو اور اس مکار دغا باز شیخ نجدی نے جو قاضی صاحب کے حوالہ سے روایت
نکاح عمر کی حضرت ام کلثوم سے لکھی ہے اُسمیں بڑا تصرف اپنا کیا ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور علماء اہل سنت نے فریب کر کے حق کو باطل سے خلط کردیا ہے کہ نام کے متحد ہونیکی جہت سے کہ دختر فاطمہ زہرا
علیہا السلام کا اور دختر اسماء دونو کا ام کلثوم جو نام تھا تو عمر کی فضیلت کے واسطے دختر اسماء بنت عمیس کی جگہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کردیا اور طرح طرح کی روائتیں اپنے جی سے جوڑیں
کسی روایت میں تو ہے کہ جس وقت عمر نے پیغام حضرت علی کو نسبت کا دیا تو علی نے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنے بھائی جعفر کی اولاد کے واسطے اُنکو روک رکھا ہے اور کسی روایت میں ہے کہ عذر اُنکی خوردسالی
کا کیا اور پھر علی کو ناچار کر کے نکاح کیا اُنکی بیٹی سے اور سوا اسکے طرح طرح کی روائتیں بیان کی ہیں اور منظور حضرت علی کو دختر اسماء کا بھی عمر سے نکاح کرنا منظور نہ تھا کہ وہ خواہر محمد کی تھی اور حضرت علی کی بھی

دختر کہلاتی تھی لیکن بہر مصلحت نہیں دیا چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری نے استغاثہ کے حوالہ سے لکھا ہی اور یہ شیخ جو فریب سے لکھتا ہی کہ قاضی نور اللہ نے اس طرح سے لکھا ہی سو انہوں نے اپنی تحقیق
اور اعتقاد کے موافق نہیں لکھا ہی یہ شیخ حوالہ انکا غلط دیتا ہی بلکہ انہوں نے استغاثہ سے لکھا ہی اور استغاثہ میں بھی اس طرح سے نہیں ہے جیسے کہ یہ لکھتا ہی بلکہ قاضی صاحب نے استغاثہ سے اس طرح
نقل کیا ہی کہ در استغاثہ و غیر آں مسطور است کہ چوں عمر بن الخطاب بہ جہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر مطہرہ حضرت امیر نمود و آنحضرت جہت اقامت حجت مکرر
اظہار اباء و امتناع نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد و گفت کہ اگر تو علی را بدامادی من راضی نمیسازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد کہ منصب سقایت حج و زمزم را از تو خواہم گرفت
عباس ملاحظہ نمود کہ اگر ایں نسبت واقع نشود آں مرتکب ایں امور خواہد شد اور بعد اسکے عباس نے بہت الحاح کیا تو علی ساکت ہوئے اور عباس نے نکاح کر دیا اس مضمون کو قاضی صاحب استغاثہ سے
لکھتے ہیں نہ اپنی طرف سے اور یہ جو لکھتا ہی کہ حضرت امیر بوجہ تقیہ منع نہ کر سکے سو تقیہ کا اس روایت میں کچھ بھی ذکر نہیں ہی اپنی طرف سے لکھتا ہی اور یہ روایت نکاح کی زبیر بن بکار کی ہی کہ جو استغاثہ میں لکھی ہی اور زبیر
مرد ناصبی تھا اور متوکل دشمن آل رسول نے اسکو قاضی مکہ کا مقرر کیا تھا اور اہل سنت کے راویوں میں سے وہ ہی اسکی روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نکاح ثابت ہی نہیں ہی اور باوجود ناصبی
ہونے کے اس روایت میں بھی وہ متزلزل ہی کبھی تو کہتا ہی کہ علی نے اپنی رضامندی سے یہ عقد کیا اور کبھی کہتا ہی کہ یہ امر عباس کی طرف سے تھا اور کبھی کہتا ہی کہ علی نے باوجود انکار کے مجبور ہو کر یہ عقد کیا
ایسے کی روایت کا باوجود ناصبی ہونے کے کیونکر اعتبار کیا جا ایسی ایسی دھوکہ دہی انکے علماء کی بہت سی ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہی کہ عمر نے پیغام نسبت کا دیا تو علی نے اپنی دختر کی خوردسالی
کا عذر کیا لیکن عمر نے عذر علی کا قبول نہ کیا یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو۔ اور استغاثہ اور فتح الباری کی دونوں روایتوں سے مقصد معلوم ہوا کہ حضرت علی کی مرضی نہ تھی عمر سے نکاح کرنے کی
لیکن مجبور ہو کر نکاح کیا اور حضرت عباس کی خوبی میں کیا شک ہی اور نہ انکی بزرگی میں کچھ کلام ہی اور جیسا کہ قاضی صاحب نے انکو لکھا ہی ویسے ہی تھے اور عمر کے نام پر تو وہ حضرت کا لفظ کیونکر لکھتے
کہ انکے نزدیک وہ حضرت کے لفظ کی لیاقت نہیں رکھتے تھے اور تم تو جسکو چاہو حضرت کہتے ہو خصوصاً دشمنان آل رسول کو چنانچہ کہتے ہو کہ حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مروان

قال الشیخ الاشعری وہ حضرت عباس کے حق میں بھی اسی بیان کے پیش بش میں یوں لکھتے ہیں یہ تقریر بھی بطور دلیل ہی کے بیان کی ہو اور مطلب اصلی انکا یہ ہی کہ وہ اعراف میں
ہونگے لیکن حق بات چھپی نہیں رہتی عاقل خود جانتے ہیں کہ جو ایسے محبوب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہوں وہ اعراف میں کیونکر رہ گئے انکے تو نیاز مند بھی اگر جنت میں چلے جائیں تو کچھ بعید نہیں
حیف صد حیف محبان حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا تو یہ رتبہ ہو کہ انکے محبوبوں کو کوئی گناہ ضرر نہ کرے بلکہ گناہ تو گناہ کفر بھی ضرر نہ کرے چنانچہ رضی الدین لغوی نے زنیا ابن اسحاق نصرانی کو
جنتی ہونیکا فقط چند بیتوں کی تصنیف کے باعث جنکے مضمون سے محبت حضرت علی کی ٹپکتی ہی حکم کر دیا ہے حالانکہ انہیں ابیات سے اسکا نصرانی ہونا ثابت ہے اور ایسے ہی ابن قصلون یہودی
کو سب علماء اس فرقہ کے بزرگ سمجھتے ہیں اسکا باعث بھی یہی دو تین بیتیں ہیں **اقول** برادر دروغگو ہے یہ شیخ کہ دروغگوئی میں شاہ عبد العزیز صاحب اور نصر اللہ کابلی پر بھی فوقیت
لیگیا ہی قاضی صاحب جو ہیں تو حضرت عباس کی جابجا اپنی کتاب میں تعریف لکھتے ہیں اور انکا اعراف میں جانا انہوں نے ہرگز نہیں لکھا ہی اور ایسا کیونکر لکھتے باوجود تعریف انکے اور جو
کچھ کہ انہوں نے لکھا ہی وہ اسکی سمجھ میں نہیں آیا یہ کیا بلکہ اسکے بزرگوں کی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور یہی انکی پیروی سے کہتا ہی اور انکی غلطی اس سبب سے [illegible]
کہ وہ دوزخ اور بہشت کے بیان ہی اور وہ دوزخ سے بہتر ہی اور جنت میں مرتبہ سے کم ہی اور وہاں جو کہ نہ دوزخی ہونگے اور نہ جنتی ہونگے وہ سائل ہونگے اور قاضی صاحب نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہی وہاں مراد
ہی نہیں ہے اور وہاں کے ہونیوالوں میں کچھ حضرت عباس ہی کو نہیں لکھا ہی بلکہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کو بھی تو لکھا ہی اور موافق روایت ثعلبی کے لکھا ہی نہ اپنی روایت کے موافق اور وہ موافق تفسیر آیت وعلی
الاعراف رجال کے ہے اور اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہی کہ اوپر اعراف کے مرد ہونگے یعنی حجاب بلند پر در قیامت کہ حجاب درمیان بہشت اور دوزخ کی ہونگے اور ہمارے یہاں مراد ان مردوں سے
ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں کہ بحکم خدا وہ اپنے شیعوں کو پہچانکر جنت میں داخل کرینگے اور ثعلبی جو کہ مفسر اہل سنت کا ہی وہ اپنی تفسیر میں لکھتا ہی کہ مراد ان مردوں سے جو کہ اعراف پر
کھڑے ہونگے علی مرتضیٰ اور حمزہ اور عباس اور جعفر طیار ہونگے سو اس قول کو ثعلبی سے قاضی صاحب مجالس المومنین میں نقل کرتے ہیں اور یہ شیخ معنی اسکے سمجھا نہیں ہے اور حضرت
عباس کا ہونا اسمیں دیکھکر لکھدیا کہ یہ حضرت عباس کو لکھتے ہیں کہ وہ اعراف میں جائینگے اور حالانکہ علی مرتضیٰ اور حضرت حمزہ اور جعفر طیار بھی انکے ہمراہ لکھے ہیں انمیں سے دھوکا دینے کو
حضرت عباس کا نام لیا واسطے اعتراض کرنیکے اور اوروں کا نام نہ لیا علی مرتضیٰ اور حمزہ اور جعفر طیار کا اور عبارت مجالس المومنین کی جو کہ قاضی صاحب نے لکھی ہی اور اس شیخ نے اسپر
اعتراض کیا ہی یہ ہی کہ واظہر اقوال مفسرین اہل سنت کہ در تفسیر قاضی بیضاوی مجملاً و در تفسیر ابو الفتح رازی مفصلاً ایراد یافت آنست کہ ثعلبی امام اصحاب حدیث در تفسیر خود آوردہ باسناد از جویبر بن
سعید از ضحاک از عبد اللہ عباس کہ گفت مراد باعراف جایہا بلند بلند از صراط و آں مردان کہ بر اعراف باشند حمزہ عبد المطلب و عباس و علی ابن ابیطالب و جعفر طیار ذو الجناحین و دوستان خود را
از دشمنان بشناسند بعلامتے و علامت آں باشد کہ دوستان ایشاں سفید رو باشند و دشمنان ایشاں سیاہ رو یہ ہی وہ عبارت کہ جو قاضی صاحب نے لکھی ہی اور دیدہ و دانستہ اس نے اسمیں تصرف کیا ہے
کہ لکھا تو ہی اسمیں کچھ اور کہتا ہی یہ مخالف اسکے اور یہ کون کہتا ہی کہ حضرت عباس بہشت میں نہ جائیں گے ہمارا یہ اعتقاد ہی نہیں ہے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ جسکو حضرت عباس چاہیں گے سفارش کرکے بہشت میں
بھجوا دینگے اور دوستی علی کی بیشک باعث نجات اور مغفرت عصیان ہی لیکن بشرط ایمان اور غیر مومن کی ہرگز نجات نہیں ہے کوئی ہی دوست ہو وہ علی کا اور انکی مدح میں دفتر سیاہ کرے لیکن جبتک کہ

قائل وحدانیت خدا اور نبوت حضرت خاتم الانبیا اور امامت ائمہ ہدیٰ کا نہو تو ہرگز واسطے اُسکے نجات نہیں ہے اور معلوم نہیں یہ رضی الدین لغوی کون شخص ہے کہ جس نے حکم لگا دیا عمر کے واسطے حضرت علی کی مدح کرنے سے بہشت میں جائیگا شاید کوئی سنی صوفی ہو سو واسطے کہ صوفی لوگ حضرت علی کو انبیا سے بہتر جانتے ہیں اور مرتبہ ولایت کا فوق مرتبہ نبوت شمار کرتے ہیں اور یا یہ شخص غالی یا مفوضہ میں سے ہے شیعہ اثنا عشریہ تو یہ نہیں ہے اور اگر اثنا عشریہ میں سے ہو تو بھی اسکے قول کا اعتبار نہیں ہے جبکہ وہ خلاف تمام اہل اسلام بیان کرے جیسا کہ تونے خلاف جماہیر اسلام کے بیان کیا کہ محمد خاتم المرسلین نہیں ہیں اور علماء اہل سنت نے تیرے ارتداد کا فتویٰ لکھ دیا اور تو جھوٹ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن فضلون یہودی کو سب علماء اسفرائن بزرگ جانتے ہیں حضرت امیر کی مدح کرنے سے کسی ایک ہی عالم کا نام لیا ہوتا کہ وہ بزرگ جانتا ہے اور اگر بزرگ بھی جانا تو کیا فائدہ ہے یہ تو نہیں کہتے کہ اُسکی نجات ہوگی اس مدح سے اور وہ بہشت میں جائیگا جیسا کہ تو رضی الدین کی طرف منسوب کرتا ہے نصرانی کا جنتی کہنا ہاں ایک صورت ہے نجات کی مدح کرنی جناب امیر میں کہ وہ ببرکت اس مدح کے مسلمان ہو گئے ہوں اور اگر یہ قول رضی الدین کا راست ہے تو ایسا ہی ہوا ہوگا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہونگے اور بدون قبول اسلام ہرگز نجات نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حضرت علی کا تو یہ رتبہ کہ اُنکے محب بھی اگرچہ کافر ہی کیوں نہوں جنت میں جائیں اور رسول خدا کے محبوب بھی جنت میں جانے پائیں اعراف سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہو اور پھر محبوب بھی کون چچا جان اور وہ بھی مسلمان کیوں اگر کافر ہوتے تو اعراف تک کی نوبت کہاں آتی کیونکہ کفار کے لئے تو سعیر تیار ہی فرماتے ہیں إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا یعنی ہمنے کافروں کیلئے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں اور طوق اور سعیر دوسری آیت وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے اُنکا ٹھکانا بجز جہنم کے اور کچھ نہیں بہرحال قاضی صاحب کی تحقیق کی خوبی دیکھنی چاہیے کہ کس دعوی کو کس دلیل سے ثابت کرتے ہیں اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی ہی اُنکو بچاتے ہیں یہ بزرگوار سمجھتے تھے اگر بالغرض ایسا ہی بھی نہیں جانتا تھا تب ہو جب کہ حضرت عباس کا فرمانا اس قابل نہیں کہ مانا جائے اُنکا فرمانا قبول کر لیا نہ کہ تقیہ کی بحث جیسے ہو رہی ہے مگر حق گمراہ کرے ہے تو الٹی ہی سمجھ میں آتی ہے **اقول** جو کچھ اس نے لکھا ہے سب لغو ہے اور جواب اسکا ہو گیا ہے اور دوست علی کا اگر مسلمان ہوگا تو بہشت میں جائیگا اور منکر کے واسطے ہرگز نجات نہیں ہے گو دوست ہو علی کا اور محبوب رسول خدا کا اگر بعد حضرت کے حضرت کے طریق پر رہا ہے تو بیشک جنتی ہے اور اگر مراد اس سے حضرت عباس ہیں تو اُنکے بہشتی ہونے میں کلام کچھ نہیں ہے اور قاضی صاحب کی عبارت کا مضمون یہ کودن کندہ ناتراش ہرگز سمجھا نہیں ہے یا اپنی طرف سے دیدہ و دانستہ اُسپر افترا کرتا ہے اور قاضی صاحب نے کسی مقام میں نہیں لکھا ہے کہ حضرت عباس بہشت میں جائینگے یہ شیخ اپنے جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور حضرت امیر بھی حضرت عباس کو البتہ بجا پدر ہی سمجھتے ہونگے اسکا کون منکر ہے اور یہ روایت کہ حضرت علی کو حضرت عباس نے نکاح کے مقدمہ میں کہا تو مان لیا یہ تیری ہی کتاب کی روایت ہے اور قاضی صاحب نے اپنی کتابوں سے روایت بیان نہیں کی ہے اور تقیہ کا اُس روایت میں ذکر نہیں ہے اور تجھ کو جو کچھ قاضی صاحب نے لکھا ہے تو اُسکے برخلاف سمجھا ہے اب ہی گمراہ ہے کہ تجھ کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے اور خدا کا کام تو گمراہ کرنیکا نہیں ہے وہ تو راہ نیک بتانیوالا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا ہے باقی رہا عذر تقیہ سو اہل عقل آپ سے پہچانتے ہیں کہ یہ خیال خام تشیع ہے ورنہ یہ روایت خود ہی تکذیب اُسکی کرے ہے کہ یہ نکاح بوجہ تقیہ حضرت امیر ہرگز ہوا ہو کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ اول تو حضرت امیر اور پھر تقیہ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی یوں کہے کہ شیر ہو کر گیدڑ سے ڈرے ہے اور پھر حضرت امیر کا تقیہ بھی ایسے قصہ میں کہ کوئی کافر بیٹی مانگے اور بے غیرت اور بے تمکین بھی گوارا کر لے معہذا یہ بھی منجملہ محالات عادی ہے کہ محبوب رسول خدا صلعم سے آپ ہی کی خاندان کے ساتھ ایسی جفا ظہور میں آئے اسواسطے کہ محبت نبوی تو میزان حق و باطل ہونی چاہیے جس طرف کو آپ کی محبت جھکے وہ حق ہو دوسری جانب باطل الغرض محبوب رسول اللہ صلعم لاریب اہل حق ہونگے پھر اہل حق سے ہوسکے ہے کہ آپکی نواسی کو ایک کافر بے دین کے حوالہ کر دے معہذا ہم نے مانا کہ بوجہ تقیہ ہی حضرت امیر نے یہ نکاح حضرت عمر سے کر دیا لیکن تاہم یہ عذر بدتر از گناہ ہے حضرت عمر کے ساتھ حضرت علی کو بھی کیوں ساتھ لئے ہو بالجملہ یہ نکتہ محفوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اگر حضرت امیر مسلمان ہیں اور کامل الایمان ہیں تو حضرت عمر بالضرور با ایمان ہیں کہ اُنکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اگر حضرت عمر نعوذ باللہ کافر ہیں تو حضرت علی نعوذ باللہ بیٹی دینے کافر نہیں فاجر سہی کہ اپنی بیٹی کا نکاح اُنسے کر دیا اپنے آپ کیا تو کفر میں کچھ شک نہیں اور زبردستی کر دیا تو باوجود اس استطاعت کے اتنی بے غیرتی نعوذ باللہ کہ اونٹ چرانے والا بھی گوارا نکرے جو حضرت علی تو درکنار الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں اس عقیدہ سے بدل و جان ناخوش ہوں اور حضرت زہرا کی صاحبزادی کا یہ قصہ بناچاری لکھتا ہوں کہ مولوی عمار علی صاحب نے حضرت علی کی طرف بدظن نہیں اور خیر یہ بھی نہ سہی ہم بھی ہونگے تو انشاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے ان اموں کے اقوال سے جھوٹا کرینگے **اقول** قاضی صاحب نے یہ روایت نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کی استغاثہ سے لکھی ہے اور وہ روایت زبیر بن بکار ناصبی کی ہے اور ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ بہرحال اتنی بات ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے بالضرور ہوا اگر ثابت ہے تو تیرے نزدیک ثابت ہے ہمارے نزدیک تو ثابت نہیں اور تیری روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور روایت مجالس المومنین کی پہلی اسکے ہمنے جو کہ استغاثہ میں لکھی ہے بیان کر دی ہے اُسمیں کہیں تقیہ کا ذکر نہیں ہے تو کہاں سے نے دوڑا یہ سارے مقدمات تیری جو کہ تقیہ پر بنا کر کے لکھی ہیں باطل ہو گئے اب ہمکو اُنکے باطل کرنیکی احتیاج نہیں ہے اور پہلی اس سے ہم سب باتوں کا جواب بھی دے چکے ہیں اور عمر کو ہم کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور خود قاضی صاحب مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ یعنی ہمکو جو کہتے ہیں کہ شیعہ خلفاء ثلاثہ کو کافر جانتے ہیں ہم پر تہمت کرتے ہیں بلکہ ہم اُنکو مسلمان جانتے ہیں اور البتہ مومن نہیں جانتے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر عمر کافر ہو تو حضرت علی بھی کافر ہوں رسول خدا صلعم کا داماد ابو العاص منافق

روایات اہل سنت کے کافر رہا یہانتک کہ جنگ بدر میں کفار کے زمرہ میں اسیر ہوکر آیا تو حضرت زینب خدیجۂ کبریٰ کی دختر نے اسکے فدیہ میں اپنا قلادہ بھیجا اور حضرت رسولخدا نے جبتک اسکے تحت سے زینب کو علیحدہ نہیں کیا اور حضرت لوط اپنی بیٹیوں کو واسطے مصلحت کے کفار کے نکاح میں دیتے تھے اور روایت استغاثہ سے بھی جو قاضی صاحب نے لکھی ہے مصلحت ہے معلوم ہوتے ہی حضرت علی نے راضی ہوکر نکاح نہیں کیا تھا لیکن یہ درصورت فرض روایت ہے اور عمر کو ہم مسلمان جانتے ہیں کافر مشرک نہیں کہتے اور نکاح کرنا مشرک کفو ہو نہ مسلمان ہے اور یہ درصورت فرض روایت ہے اور نہ ہمارے نزدیک تو ثابت ہی نہیں ہے نکاح ام کلثوم دختر زہرا کا عمر سے اور مناکحت اور مواکلت کے واسطے اسلام چاہیے بلکہ منافقین جو کہ ظاہر میں اقرار شہادتین کرتے تھے انکے ساتھ بھی کھانا پینا اور نکاح جایز تھا جیساکہ شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور تجھکو اس پیرایہ میں اگر مذمت حضرت علی کی کرنی منظور ہے تو تیری زبان کو کون پکڑتا ہے اور یہ عذر تیرا سب بیجا ہے اور ہمتو دختر زہرا سے نکاح کے واقع ہونیکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں تقیہ سے بے تقیہ تو اتنی زبان درازی کس لئے کرتا ہے اپنی روایت پر بنا کرکے کہیں تو عمر کو تو کافر کہتا ہے کہیں علی کو کافر کہتا ہے کہیں علی کو شیر بناتا ہے اور کہیں بے غیرت کہتا ہے اور کہیں علی سے تقیہ کو بعید لکھتا ہے جو کہ رسولخدا صلعم سے ظہور میں آیا چنانچہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضرت نے عائشہ کی قوم سے تقیہ کیا اور اماموں کے اقوال اس مقدمہ میں ہرگز نہیں ہیں **قال الشیخ الاشعری** کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ حضرت امیر نے حضرت عمر کو لایق فایق سمجھکر اپنی صاحبزادی مطہرہ کا نکاح کیا نہ کہ جبر اکراہ سے سئل الامام محمد بن علی الباقر عن تزویجها فقال لولا انه راه اهلا ما کان یزوجها ایاه وکانت اشرف نساء العالمین جدها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخوها الحسن والحسین علیهما السلام سید شباب اهل الجنة ابوها علی ذو الشرف والمنقبة فی الاسلام وامها فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجدتها خدیجة بنت خویلد رضوان اللہ علیهما حاصل حکایہ ہے کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا کہ اگر حضرت علی حضرت عمر کو حضرت ام کلثوم کے لائق نہ سمجھتے ہرگز انکا نکاح ان سے نکرتے وہ سارے جہان کی عورتوں سے زیادہ شرافت والی تھیں اسلیئے کہ نانا انکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دو بھائی انکے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما جو جوانان جنت کے سردار ہیں باپ انکے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اسلام میں شرف و منقبت رکھتے ہیں اور ماں انکی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور نانی انکی خدیجۃ الکبریٰ خویلد کی بیٹی رضی اللہ عنہا فقط اس روایت کو دیکھئے اور قاضی صاحب کی بنا کو دیکھئے زور اس دعوی محبت پر کہ اس پردہ میں کیا کہتے ہیں مشہور تو یوں کرتے ہیں کہ ہمکو اہل بیت سے محبت ہے اور اسکے صحابہ سے عداوت ہے **اقول** کتب امامیہ میں ہرگز ہرگز اس مضمون کی روایتیں صحیح نہیں ہیں کہ عمر کا نکاح ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ہوا ہے اور وہ ایک روایت جو آئی ہے وہ زبیر بن بکار سے ہے کہ وہ سنی ناصبی تھا اور اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے عمر کو لایق نکاح کے نہیں پایا بلکہ عمر نے جبراً نکاح کیا ہے علی کو ناچار کرکے چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنته لعمر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلک الغلط حتے الجاء یعنی تحقیق علی نے جبوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی کا عمر کے ساتھ سبب چھوٹے ہونے سن اسکے کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اس عذر کو یہانتک مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اور تو کہانسے کہتا ہے کہ عمر کو لایق انکی پاکر نکاح کیا اور یہ روایت جو تو نے امام محمد باقر سے نقل کی ہے ہماری کتابوں کی روایت نہیں ہے اور اس طرح کا طرز ہماری روایتوں کا نہیں ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ موافق اپنے مطلب کے روایت بناکر کسی امام کیطرف منسوب کردیتے ہیں حضرت باقر کے یا حضرت صادق علیہما السلام کی طرف اور پھر شیعوں کے جواب میں کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے امام نے ایسا فرمایا ہے تاکہ شیعوں پر حجت ہو لیکن شیعہ اس روایت کو کب قبول کرتے ہیں جبوقت کہ انکی کتابوں میں پائی جائے اگرچہ امام سے وہ روایت منقول ہو اور ایسے ہی روایت سئل الصادق عن حلیۃ السیف کا حال ہے اور یہ روایت بھی سنیوں کی ہے اور اگر شیعوں کی روایت ہے تو اس کتاب کا نام کیوں نہیں لکھا جس میں کہ یہ روایت ہے صرف اتنا ہی لکھدیا ہے کہ دہوکا دینے کے واسطے کہ کتب امامیہ میں صحیح صحیح روایتیں اس مضمون کی موجود ہیں اور نام کتاب کا نہ لکھا اور اگر نام کتاب کا بھی لکھتا تو تیرا کیا اعتبار ہے مجالس المومنین کا حوالہ دیکر تو نے وہ مضمون لکھا کہ جو خلاف تحریر قاضی صاحب کی ہے اور اول تو اس روایت کو لکھتا ہے کہ صحیح ہے تجھکو کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے اور اس روایت کے مضمون میں تو غلطی ہے کہ پہلے تو بیان کیا کہ اگر حضرت علی عمر کو لایق نکاح کرنیکے نہ دیکھتے تو اس سے نکاح نکرتے اور بعد اسکے حضرت ام کلثوم کی شرافت نسب بیان کی اور عمر کی نسب کی کوئی بھی شرافت بیان نکی پھر وہ کیونکر لیاقت ام کلثوم کے نکاح کی رکھیں کیساوات ثابت نہوئی اسی سے وضع اس روایت کی معلوم ہوتی ہے اور وہ کیونکر لیاقت ایسی شریفہ طاہرہ کی رکھتے کہ فرزند تھے صحاک حبشیہ کے البتہ اگر لیاقت سے یہ مراد ہو کہ جیسے ام کلثوم مسلمان ہے ایسے ہی عمر بھی مسلمان تھا اس حیثیت سے تو دونوں برابر ہو سکتی ہیں اور ہم بھی عمر کے اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مقر شہادتین کے تھے اگرچہ افعال ناشایستہ ان سے وقوع میں آئے ہیں لیکن یہ روایت جعلی ہے اور قاضی صاحب نے کوئی بناوٹ نہیں کی ہے ایک روایت کتاب استغاثہ کی بیان کی ہے کہ جس پر تو نے اسقدر زبان درازی کی ہے اور بیہودہ بکا ہے اور پاجیوں کی سی گفتگو تو نے کی ہے اور وہ روایت بھی سنی ہی کی ہے اور اگر قاضی صاحب کی بیان کرنے سے کچھ قباحت لازم آتی ہے تو تجھ پر بھی لازم

اسی ہی تو ہجہ یہی لازم آتی ہی کہ تیری ہم مذہب نے یہ روایت کی ہی زوف ہی اس گفتگو پر تیری کہ روایت تو کری تیرا ہم مذہب زبیر بن بکار اور الزام دی تو قاضی صاحب کو اور
دعوی قاضی صاحب کا محبت اہل بیت میں راست اور درست ہی اور تمام عالم میں مشہور ہی اور تم اہل بیت کے دشمنوں کو دوست رکھتی ہو اور اُنکو خلیفہ حق اور امام صدق جانتی ہو اور
اُنکے حقوق کے غاصبوں کو اُن سی بہتر جانتے ہو اور ظاہر میں اپنی زبانوں سے اپنی تئیں محب اہل بیت کہتے ہو اور قولوں پر اُنکے عمل نہیں کرتے ہو اور اُنکے فضائل کی
روایتوں کو موضوع اور ضعیف کہتے ہو اور روایت احادیث میں علی کے دشمنوں کو ثقہ اور صدوق جانتے ہو اور روز عاشورہ کو عید کرتے ہو اور اُس روز اچھی اچھی کپڑی
خوشی میں پہنتے ہو کہ حسین فرزند رسول اُس روز قتل ہوا اور یزید پر خلافت نے قرار پایا اگر اعتبار نہو تو مکہ اور مدینہ میں جاکر دیکھ لو کہ اُس روز خوشی کرتے ہیں یا نہیں
اور اکثر تمہاری مثل باشندگان ماوراء النہر بغض علی کو شرط ایمان کی جانتے ہیں اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں علی بن جہم قرشی کے حال میں لکھا
ہی کہ محبت علی کی تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تو کہاں سے کہتا ہی کہ ہم دوست ہیں علی کے اور کیونکر یہ ہو سکتا ہی کہ دوستی علی کی اور دوستی علی کے دشمنوں کی ایک دل میں جمع ہو دو تلواریں
کہیں ایک میان میں بھی آسکتی ہیں اور جو شخص کہ دوست ہوگا علی کا وہ بیشک اُنکے دشمنوں سے عداوت رکھیگا جو کہ دوست کا دوست ہے وہ دوست ہے اور جو کہ دوست کا
دشمن ہے اُس سے دشمنی ضرور ہوگی صحابہ میں سے ہو یا اُنکا غیر ہو **قال الشیخ الاشعری** اور ہماری تشخیص میں یوں آتا ہی کہ آپکو اصل صحابہ سے عداوت ہی اور اس سبب سے
اہلبیت کو اپنی طرف کھینچتے ہیں سو اہلبیت کب اسطرف کھنچتے ہیں بلکہ اسطرف کھنچتے ہیں اور کیونکر نہ کھنچیں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر تقیہ حرام تھا چنانچہ بحث تقیہ میں اسکی سند گزر چکی ہی اُنکے فرزند کی
اور ہی حضرت علی اور حسنین کیا اُنکے ساتھ بنی ہاشم زمانہ کو بیغیرت اور بیحیا بتلائے جاتے ہیں اور طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللہ لِیُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کے بشارت میں داخل ہی بدنام و زنا نعوذ باللہ پیش آتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجھے پھر اہل بیت کا اپنی طرف
نہونا اور کیا ہو جسکے دل میں ایمان ہے وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اُٹھتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنی اس عیب بیجا کی ستر پوشی کے لیے اماموں پر
بھی بہتان باندھتی ہیں یہ بے ایمان کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتے ہیں اور اپنا گناہ اُنکے سر دہرتے ہیں اور اس نکاح کے عذر میں یہ ناپاک الفاظ
نقل کرتے ہیں کہ جنکی نقل سے دہی جی ڈرتا ہے ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں اول فرج غصب منا ای خداوند عالم الغیب تجھپر روشن ہی کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے
بری ہوں اور یوں سمجھ کر کہ نقل کفر کفر نباشد باین خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بے خبر ان دغابازوں کے دام میں پھنسا ہوا ایکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے

اقول - اول تو یہ کہ ہم کل صحابہ سے عداوت نہیں رکھتے بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں کہ جنہوں نے حقوق اہل بیت کے غصب کئے ہیں اور ہم جو اُن صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں کیا
اُنہوں نے ہمارا کوئی گاؤں ضبط کیا ہی ہم تو اُن سے اسی واسطے عداوت رکھتے ہیں کہ اُنہوں نے حقوق آل رسول مقبول کے ضبط کئے ہیں اور اُنکو بے یار و مددگار کر دیا ہی اور
سوائے اسکے اور کوئی وجہ اُن سے عداوت رکھنے کی نہیں ہی اور اُسکو تو بھی جانتا ہی اور تیری کتابوں میں وہ بداعمالیاں اُنکی لکھی ہوئی ہیں لیکن تو اُنکی تاویل کرتا ہی اور ہمارے
نزدیک وہ قابل تاویل کے نہیں ہیں اور اس سبب سے ہم اہل بیت کو اپنی طرف نہیں کھینچتے ہیں بلکہ اس سبب سے کھینچتے ہیں کہ بعد رسول خدا صلعم کے ہم اُنکو ہی اپنا ہادی و
پیشوا جانتے ہیں اور اُنکی دوستوں سے ہم دوستی رکھتے ہیں اور اُنکے دشمنوں سے ہم دشمنی رکھتے ہیں اور موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے کہ فرمایا تھا میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا
ہوں کلام اللہ اور اہل بیت اگر اُنکی ساتھ تمسک کروگے تو گمراہ نہوگے ہم پیروی اُنکی کرتے ہیں جیسے کہ ہم کلام اللہ کی پیروی کرتے ہیں بخلاف تمہارے کہ تم اُنکو ایسا نہیں جانتے ہو بلکہ
اُنکے غیروں کو اپنا ہادی و پیشوا جانتے ہو اور اُنکے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہو یہانتک کہ بنی اُمیہ کے زمانہ سے آجتک اُنکو قتل کرتے چلے آتے ہو اور سادات کو تمہاری بزرگوں
نے دیواروں میں چن دیا ہے اور اُنکے دشمنوں سے جو اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنکو قتل کرتے تھے اور اُن سے جنگ کرتے تھے اور اُنکو گالیاں دیتے تھے اُنکو تم دوست رکھتے ہو
اور خلیفہ حق اور امام صدق اُنکو کہتے ہو اور اصول میں تم ابو المنصور ماتریدی کے اور ابو الحسن اشعری کے اور فروع میں تم ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل کی
پیروی کرتے ہو اب دیکھو اہل بیت ہماری طرف کھینچتے ہیں یا تمہاری طرف کھینچتے ہیں کچھ بھی تو انصاف کرنا چاہئے اور امام محمد باقر علیہ السلام پر ہرگز تقیہ حرام نتھا اور کیونکر
حرام ہو اُنپر وہ امر کہ جو جناب رسول خدا صلعم سے ظہور میں آیا ہو اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے تقیہ کے باب میں بکا ہے ہمنے وہ سب رد کر دیا ہی اور حضرت علی اور حسنین کو تو تو ہی بیغیرت
ٹھیراتا ہے عمر کا کفر ثابت کر کے کہ حضرت علی نے کافر کو اپنی بیٹی دی اور نکاح صحیح نہوا بڑی بیغیرتی کی اور ہم تو عمر کو کافر نہیں کہتے بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور تو ہی طاہرہ مطہرہ
جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کہ آیہ تطہیر کی بشارت میں داخل ہی بدنام و زنا پیش آتا ہی عمر کو کافر مقرر کر کے اور ہم خبیث نہیں ہیں بلکہ طاہر اور مطہر ہیں
کہ ہمکو جناب رسول خدا صلعم نے بشارت جنت کی دی ہی جسوقت کہ فرمایا حضرت علی سے کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ ۵ اور خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے جناب رسول خدا صلعم
کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بہکتا ہی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول مقبول کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیگیا اور حضرت فاطمہ کو غصہ اور غضب میں لایا

اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے حکم دیا آگ اور لکڑیاں لیجا ئینگا اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جسنے مال مومنین خورد و برد کیا اور اپنے قریبوں اور دوستوں پر تقسیم کیا اور اصحاب رسولخدا
صلعم کو آزار پہنچائے کسی کو زد و کوب کیا اور کسی کو شہر بدر کیا اور روایت اول فرج غصبناہ در صورت صحت اسی ام کلثوم کے واسطے ہی جو کہ دختر ابوبکر اسماء بنت عمیس کے شکم سے تہی
اور جسوقت حضرت علی نے اسماء سے نکاح کیا تو ام کلثوم بہی ہمراہ اپنی ماں کے آگئی تہی اور حضرت علی کی وہ بیٹی کہلاتی تہی اور عمر نے اُس سے نکاح کیا تہا حضرت علی پر جبر کر کے
اور ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اس سے مراد نہیں ہے اور اگر وہ مراد ہوتی تو کہتے کہ اول فرج غصبناہ یعنی اول فرج ہماری کہ غصب کی گئی ہی ہم سے اور اول فرج غصبنا میں مطلع
نہیں ہے اور تنوین فرج کی تنکیر کیلئے ہے یعنے ایک فرج غصب کی گئی ہم سے سو وہ فرج دختر اسماء ہے اور جس سے زیادہ ربط اور اتحاد ہوتا ہی اُسکو اپنے میں سے شمار کر کے منا کہا کرتے ہیں
جیسے کہ رسولخدا صلعم نے سلمان فارسی کو السلمان منا اہل البیت فرمایا اور حال یہہ کہ وہ اہل بیت میں سے نتہے ایسی ہی ام کلثوم بنت ابوبکر کو منا فرمایا امام نے اور دختر فاطمہ
زہرا تو اس سے مراد ہی نہو سکتی اسواسطے کہ وہ تو اُس زمانہ میں صغیر السن چار برس کی تہی چنانچہ شہاب الدین دولت آبادی نے لکہا ہی سو نسبت فرج ایسے صغیرہ کا کیونکر
ہو غصب فرج تو جوان عورت کا کہسکتے ہیں نہ صغیرہ کا اور جسطرحکی یہ روایت ہی ایسے ہی روایت سنیوں کی کتابوں میں بہی ہی فقط الفاظ اور عبارت کا فرق ہی اور مآل دونوں کا
ایک ہی ہی چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکہا ہے کہ ان علیا لما ابی عن النکاح ابنتہ لعمر بصغرھا و لکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجاء ہ یعنی تحقیق
علی نے جسوقت انکار کیا نکاح کرنے بیٹی اپنی سے ساتہہ عمر کے بسبب چہوٹے ہونے اُس لڑکی کے تو نہ قبول کیا عمر نے علی سے اُس عذر کو یہانتک کہ مضطر اور ناچار کیا عمر نے علی کو اس
روایت میں یہ ہے کہ عمر نے علی کو ناچار کر کے زبردستی سے اُنکی دختر کو لیا اب فرمایئے کہ غصب کسکو کہتے ہیں بدون رضی زبردستی سے جبر کر کے چہین لینے کو کہتے ہیں یا نہیں یا
کسی اور چیز کو کہتے ہیں مآل دونوں روایتوں کا ایک ہے گو الفاظ میں فرق ہی جیسے کہ کہنا کہا نیکے لئے ایک تو یہہ کہ کہا ؤ اور ایک یہ ہے کہ نوشجان فرماؤ اور مآل دونوں کا ایک ہے
او ایسا ہی ان دونوں روایتوں کا حال ہی یہ شیخ نجدی غصب کے لفظ کو دیکہکر متعجب ہوا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ ناچار کر کے زبردستی سے لے لینا ہی تو غصب ہی اور جسوقت
کہ اہل سنت کی روایت سے غصب ہونا ثابت ہوا تو اب ہم بہی مطابق کہنے اس شیخ کے اہل سنت کو کہتے ہیں کہ طاہرہ مطہرہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا کی بشارت میں داخل ہی بد نام و نعوذ باللہ منہا زنا نسبت کرتے ہیں خدا ان خبیثوں کو سمجہے یہہ اہل بیت کا اتنا غصہ ہو تو اور کیا
جسکے دل میں ایمان ہی وہ ایسے واہیات کو سنکر کانپ اٹہتے ہیں پر خدا جانے ان تیرہ درونوں کو کیا ہوا کہ اپنے اس عیب قبیح کے ہنر بنانے کے لئے ایسے ایسے بہتان اتنی کتابوں میں
لکہتے ہیں بے ایمان اور اُس نکاح کے مقدمہ میں تو ناپاک الفاظ نقل کرتے ہیں کہ جنکے نقل سے بہی جی ڈرتا ہی ترجمہ تو درکنار وہ الفاظ یہ ہیں کہ حتی الجاہ الیہ او ندعالم الغیب تجہ پر
روشن ہی کہ میں بدل و زبان اس خیال ناپاک سے بری ہوں اور یوں سمجہہ کر کہ نقل کفر کفر نباشد ایسی خیال نقل کرتا ہوں کہ شاید کوئی بیخبر ان دغا بازوں کی دام میں پہنسا ہوا
یہ انکی کفریات سنکر شاید راہ راست پر آجائے لیکن اسقدر فرق ہی کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی روایت ام کلثوم دختر اسماء کے حق میں ہے اور یہ کہتے ہیں کہ علی کو
ناچار کر کے اُنکی بیٹی اُنسے لی یہ خاص دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو کہتے ہیں جو کہ نواسی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی اور سوائے اسکے ایسی روایتیں
یہ لکہتے ہیں کہ جس سے نبوت میں حضرت کے بٹا لگے اور لوگوں کو نفرت ہو چنانچہ اپنی تفسیروں میں لکہتے ہیں کہ عائشہ کا زنا کرنا بعضے اصحاب رسول نے مشہور کیا ہی اور حضرت صلعم کو
اپنی زوجہ کا زنا کرنا سنکر بہت رنج ہوا اور اس زنا کے روایت بیان کرنے سے مقصود یہ ہی کہ بعد اسکے عائشہ کے پاکدامنی اور برات میں سترہ آیتیں قرآن کی نازل ہوئی میں ا
یہ خیال نہیں ہے کہ پیغمبر کی زوجہ کے زنا کے بیان کرنے میں گو غیر واقع ہو اور کیونکر واقع ہوتی ایسی حرکت زوجہ پیغمبر سے کہ خدا تعالی حافظ تہا اپنے پیغمبر کی آبرو کا لیکن زنا کا
اس طرح سے ذکر کرنا ہی قبیح ہی اور ایسے ذکر میں تو ہتک نبوت کا ہی او حال یہ ہی کہ یہ سترہ آیتیں مارِیہ قبطیہ ... براہیم کی حق میں نازل ہوئی ہیں جنکو عائشہ وغیرہا نے تہمت لگائی تہی اور اس سے زیادہ ہتک
نبوت اور بے غیرتی کی بات سننی چاہئے کہ جسکو سنکر رونگٹے کہڑے ہوں مشکوٰۃ میں عمر کی فضائل میں لکہا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو ناچ حبشیوں کا ناچ دکہا نیکو
لیگئے اور حبشی تو ناچ رہے تہے اور عائشہ رسولخدا صلعم کے شانہ پر سے ... اُن حبشیوں کا مسروں سنتہ وتہی ... اور رسولخدا صلعم اسکو ... دکہا ...
اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولخدا صلعم مجہہ سے پوچہتے کہ تو سیر ہوئی یا نہیں تو میں اس لئے کہ دیکہوں میں کہ حضرت تو میری چاہ کسقدر ہے تو میں کہتی کہ میں ابہی سیر نہیں ہوئی
ہوں اُسوقت حضرت نے اُن حبشیوں سے فرمایا کہ ناچے جاؤ ناچے جاؤ ابہی حمیرا تمہارا ناچ کا تماشہ دیکہہ رہی ہی چنانچہ مرزا فصیح کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ ناچے جاؤ ابہی للّو
تماشا دیکہتی ہی تمہارا رقص کرنا دیکہتی ہی دیکہو تو کیسی بے غیرتی کی بات ہی اور کیا بے حیائی ہی کہ پیغمبر آخر الزماں کہ جو افضل المرسلین ہے اپنی جورو کو نامحرموں کا ناچ دکہانے لیجائے
اور اپنی بغل میں اُسکو لیکر کہڑے ہو مردوں کا ناچنا کودنا دکہلائے اور پہر اُس سے یہ پوچہے کہ تو سیر ہو گئی ہی یا نہیں اور جب تک وہ یہ نہ کہے تو لے ہو اُسکی خاطر داری کے واسطے ناچ
دکہلایا کریں جبتک وہ دیکہے جائے اور جورو پیغمبر کی جو کہڑی ہوئی اُن مردوں کو کہورے تو پیغمبر اُسکے اس فعل و حرکت سے ... ہو تو یہ ... تو یہ ہی ایسی نقل کے بیان سے

اگر کوئی چمار یا خاکروب کو کہے کہ تو اپنی جورو کو ہمراہ لیجا کر ناچ دکھلا دے تو جس شخص سے یہ کہا جاوے اسکو ناگوار معلوم ہوگا کہ اس نے مجھ سے ایسی بات کیوں کہی اور یہ تو
مردوں کے ناچ کا ذکر ہے اگر کنچنیوں کے ناچ دکھانے کے واسطے ہمت کہے کہ تو اپنی جورو کو ہمراہ لیجا کر تماشا دکھلا تو وہ ہرگز قبول نکریگا چہ جائیکہ پیغمبر آخر الزماں کہ جو
تمام مخلوقات سے افضل ہو وہ اپنی زوجہ کو ہمراہ لیجا کر اور اپنی بغل میں لیکر ناچ دکھلاوے نعوذ باللہ پھر اب کیا بزرگی نبوت میں باقی رہگئی کہ جو پیغمبر وہ کام کرے کہ جسکو
چمار اور خاکروب بھی پسند نکرے ای پروردگار کیسے کیسے بہتان ہیں ایمان تیرے پیغمبر پا بابت میں صرف اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کو بڑی چاہ تھی عائشہ کی اور عمر سے شیطان
بہاگتا تھا اور رسولخدا صلعم سے نہیں بہاگتا تھا اور دونوں روایتوں پر بہودہ نے بھی اعتراض کیا ہے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ جو مسلمانوں کے رد میں لکھا ہے اور کیونکر
نہ اعتراض ہو کر روئے زمین کے فرقوں میں سے کوئی فرقہ اسلام مرتبہ کو پسند نکریگا **قال الشیخ الاشعری** افسوس ایک حضرت عمر کی عداوت کے سبب خاندان نبوی کو تو اتنا
بٹا لگا دیا پھر یہ نہوسکا کہ بتصدق اہل بیت حضرت عمر ہی کو شامل رحمت اور مغفرت خداوندی سمجھہ لیتے کیا یہ نسبت تزویج زینبا بن اسحاق نصرانی اور ابن فضلون یہودی
کے اشعار سے بھی گئی گذری ہے حب علی رضی اللہ عنہ میں تو تاثیر ہے کہ ایمان کی بھی ضرورت نہیں حالانکہ کلام اللہ سے کفار کا ٹھکانا جہنم ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ مرقوم ہوچکا پھر کیا
اتنی بھی تاثیر نہوگی کہ اپنے واسطے داروں کو بخشوالیں بہرحال علماء شیعہ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح ہونے میں متفق ہیں بعضے بھول چوک کے حق بات بول جاتے
ہیں اور بعضی بیطرح اداکرتے ہیں سچ ہمارا تو مذہب یہی ہے کہ خذ ما صفا ودع ما کدر لیکن مولوی عمار علی صاحب سب سے بڑہتے رہے انہوں نے سمجہا حق حق کہئے تو مذہب کی
خیر نہیں بلکہ مذہب تو مذہب سنیوں سے ہزار مرتبہ زیادہ حضرت عمر کا معتقد ہونا پڑیگا کہ وہ اہل بیت میں داخل ہوجائیں گے اور تقیہ کی صورت میں بھی باوجود جھوٹ بولنے کے
وہی خرابی کی خرابی برسر بلکہ اس سے زیادہ کیونکہ بطفیل اہل بیت حضرت عمر کی ناحق میں اتنی خرابی نہیں جتنا بالطفیل عمر اہل بیت کے نماننے میں خرابی ہے خصوصا
حضرت امیر کے اور درصورت تقیہ ظاہر ہے کہ کمال بے عزتی اور بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی اور ردوبدل احکام میں مداہنت اور مداہنت بھی اسقدر لازم آتی ہے سو
مولوی صاحب نے ہمارے نزدیک بہت اچھا سمجہا کیونکہ جب جھوٹ بولنا ہی پڑا تو معقول ہی بولے گو کچھ زیادہ ہی سہی جو آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یکدست کیونکہ
مولوی صاحب کے اس حال سے فی الجملہ ہوشیاری ٹپکتی ہے تو عجب نہیں کہ اگر تیرے کی بات لکھیے تو انکے دل میں لگجائے اور شاید اس سبب سے درست نہیں تو رفتہ رفتہ حق کو حق
سمجہ جائیں **اقول** ہم عمر کے نکاح کو دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں تاکہ خاندان نبوی کو بٹا لگی
اور بٹا تو انکو تو لگا تاہی نکاح کا دعوی کرکے اور عمر کو کافر مقرر کرکے اور ہم تو جیسے کہ نکاح کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ایسی ہی عمر کو کافر بھی نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں
اور عمر کے ایسے افعال نہیں ہیں کہ رحمت اور مغفرت اسکو شامل ہو اگر وہ اس قابل ہوتا تو حضرت علی اسکے مرنے کے بعد شکایت اسکی نکرتے اور یہ شکایت کرنا اہل سنت
کی کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ذکر اسکا استیعاب وغیرہ سے کرچکے ہیں اور زینبا نصرانی اور ابن فضلون یہودی کے اشعار کا جواب ہم پہلے اس سے دیچکے ہیں کہ
ہمارے نزدیک مشرک کی نجات ہرگز نہیں ہے رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی مدح میں شعر تصنیف کرے یا حضرت علی کی مدح میں جبتک کہ ایمان کو اختیار نکرے اور بدون
ایمان کے حضرت علی کی مدح کرنیکو کچھ تاثیر نہیں ہے اور اپنے واسطے اوروں کو بھی اسوقت ہی بخشوائیں گے کہ جبوقت وہ مومن ہونگے اور عمر سے تو کچھ واسطہ ہی حضرت علی کا نتھا
اور اگر واسطہ بھی ہوتا تو بدون ایمان کے کچھ فائدہ نتھا اور علماء شیعہ کا حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کے عمر سے نکاح ہونیکا ہرگز اتفاق نہیں ہے بلکہ انکار کرتے چلے آتے ہیں
اور علماء شیعہ کا کام حق بولنے ہی کا ہے اور حق کو بطور حق کے ادا کرتے ہیں بخلاف علماء اہل سنت کی کہ خوشامد میں سلاطین کے سیکڑوں روایتیں جھوٹی بنائیں اور جو کچھ کہ
انکے یہاں حق مذکور ہے اسکو بطور حق ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ اس میں تلبیس کرکے اسکو دگرگوں موافق اپنے مطلب ناحق کے کردیتے ہیں صفائی انکے مذہب میں کہاں ہے
اور مولوی صاحب ہمارے جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں موافق اپنے مذہب کے اور ہمیں انکے مذہب کی خبر ہے اور یہ تمہارا ہی دستور ہے تم صاف صاف بیان نہیں کرتے ہو اور اگر تم صاف صاف بیان
کرو جو کچھ کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے تو تمہارے مذہب کی خیر نرہے اور عمر سے بداعتقاد ہوجاؤ اور شیعوں سے ہزار مرتبہ زیادہ تمہاری بداعتقادی ثلثہ سے ہوجائے اور جاننے
لگو کہ یہ دشمن اور غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جو شخص کہ پسر صہاک حبشیہ ہو وہ ہرگز اہل بیت میں داخل نہیں ہوسکتا کہ اہل بیت تو جناب رسولخدا صلعم کے اقارب سے وہ
اشخاص ہیں کہ ہدایت طریقہ حق کی انکے سپرد ہوئی ہے جیسے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي اور فرمایا کہ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ
نُوحٍ مَنْ رَكِبَ عَلَيْهَا نَجَى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوَى اور وہ علی اور اولاد علی علیہم السلام ہیں اور عمر کہ جو ایک مرد جاہل تھا وہ کیونکر اہل بیت میں داخل ہوسکتا ہے عثمان
تو داخل ہی نہوسکا اہل بیت میں جسکا تمہارے نزدیک آنحضرت کے دو صاحبزادیوں سے نکاح ہوا تھا اور عمر حضرت کی نواسی سے نکاح کرکے کیونکر اہل بیت میں داخل ہوجاتا اور تقیہ میں
جھوٹ بولنے کی کچھ قباحت نہیں ہے چنانچہ ثابت ہوا ہے اور ہم تو اس مقام میں تقیہ کرتے ہی نہیں تقیہ کو تو اسوقت کہیں کہ جبوقت ہم قائل ہوں کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا

عمر سے حالت تقیہ میں ہوا ہے اور تقیہ کرنیکو بزدلی اور بیحیائی اور دین کی سستی نہیں کہہ سکتے ہیں قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ نے تقیہ کیا اور عمار یاسر نے بھی تقیہ کیا چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے اور جناب رسولخدا صلعم عائشہ کے قوم کے انکار کرنیکے خوف سے کعبہ کو ڈھا کر درست نکر سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے اور یہی تقیہ ہے اور جو کچھ کہتا ہے یہ شیخ بے سروپا کہتا ہے اور وہ کونسا جھوٹ ہے کہ جو مولوی صاحب اس مقدمہ میں بولے ہیں انکا تو کام ہی نہیں جھوٹ بولنے کا جھوٹا تو تو ہی ہے کہ بیفائدہ بکتا چلا جاتا ہے اور وہ تو ہمیشہ سے حق کو سمجھے ہوئے ہیں تو ہی حق کو نہیں سمجھتا ہے اور خارج از بحث گفتگو کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** ہمیں بھی لازم پڑا کہ کوئی اور روایت بھی بیان کریں کہ ایک تو ہمیں مولوی صاحب کا حضرت عمر پر غیظ و غضب کم ہو جائیگا دوسری کثرت روایات سے شرماکر شادان اور فرحان نہیں تو ملتی ہے زبان سے شاید ان جائیں وہ روایت یہ ہے مروی ہے ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ فی قصۃ تزویج ام کلثوم فجاء عمر الی مجلس المہاجرین بالروضۃ وقال زفونی زفونی قالوا بماذا یا امیر المومنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب حاصل یہ ہے کہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ حضرت ام کلثوم کے قصہ میں بیان کرتا ہے کہ جس جگہہ مہاجرین روضہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر آئے اور یہ فرمایا مجھے مبارکباد دو انہوں نے کہا یا امیر المومنین کاہیکی مبارکباد حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے حضرت ام کلثوم علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا ہے فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس نکاح سے بڑا افتخار تھا اہل انصاف کے نزدیک تو یہی بات کفایت کرتی ہے کہ حضرت عمر کے معتقد ہو جاویں کیونکہ بظاہر افتخار اسوجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت حاصل ہو گئی اور کوئی یوں سمجھے تو ہم کونسی گلے پر چھری رکھے ہوئے ہیں **اقول** پہلے تمنے کونسی روایت ہماری کتاب سے بیان کی تھی کہ جواب بیان کروگے یا تو مجالس المومنین کے حوالہ سے ایک روایت لکھی ہے سو وہ روایت کتاب استغاثہ کی ہے کہ جو راوی اسکا زبیر بن بکار سنی ہے اور یا ایک روایت حضرت صادق علیہ السلام سے جو لکھی ہے وہ روایت ام کلثوم دختر اسمار کے مقدمہ میں ہے اور اب جو تم لکھو گے وہ روایت بھی اہل سنت کی ہو کثرت روایات کہاں سے ثابت ہوئی اور مولوی صاحب کا عمر پر کونسا غصہ ہے انہوں نے تو نکاح کے مقدمہ میں عمر کا نام ہی نہیں لیا کہ اُس سے نکاح ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے جسوقت ان سے سائل نے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا کس سے نکاح ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد بن جعفر سے اور یہ روایت ابن ابی الحدید کی جو بیان کی ہے ایسی ہے کہ گیدڑ اپنی دُم کو گواہ اپنا مقرر کرے اور ابن ابی الحدید گو معتزلی ہے لیکن ثلثہ کی حقیت خلافت کا وہ قائل ہے چنانچہ اسی شرح میں اُس نے لکھا ہے ہمارے نزدیک اس مقدمہ میں معتزلی اور اہل سنت برابر ہیں سگ زرد برادر شغال اور جو کتب احادیث اہل سنت کی ہیں وہ بھی اُسکی ہیں اور یہ روایت اہل سنت کی اور کتابوں میں بھی ہے تو مثل تاریخ خمیس اور سیرت المحمدیہ وغیرہ یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور نہ ہمارے نزدیک اس روایت کا اعتبار ہے اور معلوم نہیں زفونی کے معنی مبارکباد کہاں سے لئے ہیں لغت کی کتاب میں تو یہ معنی پائے ہی نہیں جاتے اور ہر ایک روایت میں ام کلثوم کو بنت علی لکھا ہے اور مراد اس سے وہی دختر اسمار بنت عمیس ہے اور جس کسی نے دختر فاطمہ زہرا اسکو لکھا ہے اُس نے اتحاد نام کی جہت سے دھوکا کھا کر لکھدیا ہے دختر اسمار کی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو اسواسطے کہ نام دونوں کا ایک تھا اور جیسے کہ دختر حضرت فاطمہ دختر علی تھے وہ بھی دختر علی کہلاتی تھی گو حضرت علی کے نطفہ سے نہ تھی اور عمر کو افتخار اس نکاح سے تمہارے نزدیک ہو گا کہ تم ایسی روایتیں بیان کرتے ہو اور ہمارے نزدیک تو نہیں ہے اور عثمان کا تو نکاح تمہارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم کے دو صاحبزادیوں سے ہوا تھا اُسکو تو کچھ افتخار اس سے حاصل نہوا اور نہ کسی نے اس افتخار کو مانا بلکہ صحابہ نے اُس بیچارہ کو قتل کروا ڈالا اور بعضے اُنکے قتل میں شریک ہوئے چنانچہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں اور جو بات کہ معقول ہو وہ سمجھ میں آتی ہے اور نامعقول کو کوئی کیا سمجھے **قال الشیخ الاشعری** اب مناسب یوں ہے کہ اس بات کا خاتمہ کیجے بر بطور تنبیہ ایک امر معروض خدمت ہے بعضے امیوں نے سنیوں کے سامنے [illegible] کے لئے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قصہ میں سے اخذ کرکے یوں بات بنائی ہے کہ حضرت عمر ام کلثوم پر قادر نہوئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ایک جن بیچ میں حائل ہو جاتا تھا سو [illegible] اسیا جھوٹا ہوتا اُس روایت نامعقول سے بھی نکلتا ہے کہ جو حضرت امام جعفر صادق کیطرف بنائی ہے کیونکہ بہمہ تواتر ثابت ہے کہ حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے حضرت عمر کے ایک بیٹا پیدا ہوا انکا نام زید تھا وہ جوان ہوئے آخر کو بیس برس کی عمر میں ہی علیٰ اختلاف کے باہم کی خانہ جنگی میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور انکی والدہ بھی اُسی روز بیماری میں انتقال کر گئیں تھیں اور دونو جنازوں کو ایکدفعہ نکالا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کیا اور یہ بھی نسمجھے یہ کیا تھوڑی بات ہے بدولت اسکے حضرت عمر کے پاس ہیں یہ سارہ کسی ایسے کی نواسی تھیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انکو اک دم میں چھوڑ دیا تو حضرت ام کلثوم کی تو زیادہ ہی قدر کرنی چاہئے **اقول** جن کے حائل ہو جانیکی روایت ہمارے یہاں نہیں آئی ہے اور وہ امامیہ مذہب کا آدمی ناواقف ہوگا جسنے ایسا کہا اور یا انکی کی روایت کو فرض و تسلیم کرکے ایسا کہا ہوگا اسواسطے کہ نکاح دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عمر سے ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے اور جیسے کہ حضرت صادق علیہ السلام کی روایت ہے ایسے ہی تمہارے یہاں بھی ایک روایت ہے چنانچہ پہلے اس اُسکے جواب میں ہمنے بیان کی ہے اور وہ روایت زید کے اور اُسکے والدہ کے مرنے اور بعد نکلنے اور حضرت امام حسین کے اور عبداللہ بن عمر کے اُنکے جنازہ پر نماز پڑھنے کی تحفہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے جو نقل کرکے لکھی ہے یہ بھی بڑی دلیل ہے اس امر کی [illegible] کا نکاح عمر سے نہیں ہوا اور ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اپنے بھائی امام حسین کے

زندہ رہیں اور آٹھ ماتم میں مرثیہ کہیں چنانچہ اس بحث کی ابتدا میں مفصل ہمنے لکھا ہے اور ہماری کتابوں میں تو کئی مرثیہ انکے لکھے ہیں ورنہ ادنیٰ پایکا بھی نام جو ام کلثوم تھا اس اشتباہ میں اسکی جگہہ دختر فاطمہ زہرا کو مقرر کر دیا ہے اور عمر کے پاس بہنا دختر فاطمہ زہرا کا اسوقت ثابت ہو کہ جب نکاح ہو عمر کا ان سے ثابت ہوا اور نکاح تو ہمارے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے پاس رہنا کہاں اور ایسا ہی حال سکے بعد کے فقرہ کا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحمد للہ کہ مولوی عمار علی صاحب کی تمام افترا پردازیوں کے جواب سے فراغت پائی مگر انہوں نے جو کچھ دربارہ فدک زبان درازیاں اور افترا پردازیاں کیں ہیں اسکے مکافات میں حسب مثل مشہور جیسے کو تیسا اور جواب ترکی بترکی مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی کچھ نظم و نثر سے پیش آتے اور مولوی صاحب کے جواب میں مولوی صاحب کی بے نقط سناتے مگر چونکہ ایسے خرافات کا بکنا پاجیوں کا کام ہے ہمکو نازیبا پایا کہ ایسی نازیبا باتوں میں مولوی صاحب کے ہمصفیر ہوں اور اپنی زبان کو آلودہ کریں اور اہل حق اور ارباب حیا سے شرمندہ ہوں **اقول** مولوی صاحب نے ایک مقام میں بھی افترا پردازی نہیں کی ہے جو کچھ لکھا ہے اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے خط مولوی صاحب کا اس رسالہ میں چھپا ہوا موجود ہے دیکھ لو کہ کس جگہہ افترا پردازی کی ہے اور اپنی کتاب کے حوالہ سے کونسا مقدمہ لکھا ہے اور ایسے ہی فدک کی بحث کو دیکھ لو کہ جو کچھ لکھا ہے اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے وہ نالائق ایسا کیوں لکھ گئے کہ جس سے خصم کو گنجائش اعتراض کرنے اور حجت پکڑنے کی ہوئی انپر تو لعنت کر کہ ایسا کیوں لکھا اور تو نے مولوی صاحب کی مذمت کرنے میں کیا کمی کی ہے اس مطلب تو تھوڑا ہی ہے لیکن تمام کتاب کو مولوی صاحب کی ہجو سے تو نے پر کر دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ہم بھی کچھ نظم اور نثر سے پیش آتے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ بے سبب بے سند کسیکی ہجو کرنی کام پاجیوں کا ہے لیکن بتلا تو مولوی صاحب نے کسی مقدمہ میں ثلثہ پر تبرا کیا ہے یا علماء اہل سنت کے مذمت کی ہے جو تو اپنی کتاب کو انکی ہجو سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے البتہ افعال ثلثہ کے جو کہ ان سے صادر ہوئے ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں لکھے ہیں انہوں نے نقل کئے ہیں اور تو نے تو تمام کتاب کو اپنی ایسی نازیبا اور نالائق باتوں سے زبان کو گندہ کر کے پر کیا ہے کہ دیکھنے والا اگر منصف ہوگا تو یہی کہیگا کہ ایا یہ بھی تھا یہ شخص جس نے ایسا بیہودہ بکا ہے اور تجھ میں شرم کہاں ہے اگر کچھ تھوڑی سی بھی حیا تو رکھتا تو ایسی بیجا باتیں لکھتا مطلب تو تھوڑا سا اور پوچ اور بیہودہ باتیں کتنی **قال الشیخ الاشعری** معہذا اصحاب ثلثہ کی اہانت کے انتقام میں مولوی عمار علی صاحب سے دست و گریبان ہونا تو ایسا ہی جیسا چاند سورج پر تھوکنے کی سزا میں کے کوئی تھپڑ لگائے یا آسمان کی طرف تھوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابنجار کے موتہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائے ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ سے نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت شان ہے دوم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی اہانت یا برا کہنے سے کیا نقصان بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتنے انپر تہوکنے اور اوروں پر کیوں تہوکنے دوم کجا اصحاب ثلثہ کجا امثال مولوی عمار علی جو انکے برا کہنے کی عوض میں انکو برا کہکے جی ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو مولوی عمار علی صاحب جیسوں کی برا کہنے میں انکی تو کچھ عزت نہیں جاتی جو قصاص تبرا یا اہانت اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی **اقول** تجھکو چاہیئے کہ اپنے عالموں سے انتقام لینے میں دست و گریبان ہو اور انکی قبروں پر جوتیاں مار کر کہہ کہ اے نالائقو تم اپنی کتابوں میں ایسی باتیں اہانت اصحاب ثلثہ کی کیوں لکھی ہیں کہ جس پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں اور ہمکو انکا جواب نہایت دشوار ہو گیا اور مولوی صاحب کو تو کیا کہتا ہے وہ تو منزلہ کاتب کے ہیں کہ تیری کتابوں میں سے وہ روایتیں نقل کر دی ہیں اور تیرے ہی عالموں نے جو اصحاب ثلثہ کی اہانت کی روایتیں لکھی ہیں باوجودیکہ انکو بزرگ بھی جانتے ہیں تو انکے جواب دینے میں اہل سنت کو ایسا ہے کہ جیسا چاند سورج پر تہوکنے کی سزا میں کوئی تھپڑ لگائے یا آسمان کے تہوکنے کی عوض میں کسی کم عقل نابنجار کے منہ میں کوئی پیشاب کی دہار لگائے ظاہر ہے کہ اول تو چاند سورج کو ان حرکات ناشائستہ سے کیا نقصان بلکہ عقلا کے نزدیک اور دلیل رفعت مکان ہے دوم کجا شمس و قمر کجا سنگ و کم عقل سگ نژاد مساوات ہو تو ایک بات بھی ہے ورنہ سنگ اور سگ مزاجوں کے اتنے میں کچھ عزت نہیں جاتی ہاں اپنی اوقات البتہ فی الجملہ خراب جاتی ہے سو ایسے ہی اصحاب ثلثہ کو اول تو اہل سنت کے عالموں کے عیبوں کے لکھنے سے کیا نقصان بلکہ الٹا باعث رفعت شان ہے چاند سورج کی طرح وہ روشن ہوئے تو کتنے انپر تہوکنے اور وں پر کیوں تہوکنے دوم کجا اصحاب ثلثہ کجا یہ علماء اہل سنت جو انکے عیبوں کے لکھنے کی عوض میں انکو برا کہکے جی اپنا ٹھنڈا ہو اور دل کا بخار نکلے یہاں تو یہی نسبت مذکور ہے سو اہل سنت کے علما کے عیب ثلثہ لکھنے میں انکی تو کچھ عزت نہیں جاتے جو قصاص عیب نویسی اہانت اصحاب ہو ہاں اپنی اوقات خرافات میں صرف ہوگی **قال الشیخ الاشعری** سو ہم کونسی مجتہد زمانی طوسی ثانی مولوی میرن صاحب کے چیلے چانٹوں میں ہیں جو عقل کے بہ شہادت در بارہ دشنام نشنیں دشنام مذہبی کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم اور دشنام کو عبادت سمجھکر مولوی عمار علی صاحب کو گالیاں دیکر انکی عزت بڑہائیں اور مولوی عمار علی صاحب یا امثال مولوی عمار علی صاحب کو چھوڑ کر کسی بزرگ کو برا کہیں تو کسکو کہیں اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب و اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے بمنزلہ دو پر کے ہیں جیسے ایک پر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑ سکتا اور عمر حضرت کی ہی تھا ہوا
لی نہیں تقیہ کو تو اسوفت

اڑ سکتا ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پیروں کے شہبازی کے موجب فوز مقصد جسکی طرف اُولٰئِکَ ہُمُ الْفَائِزُوْنَ اور فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وغیرہ میں اشارہ ہی نہیں ہو سکتا
بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جسکا آیت لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا میں بیان ہے ہاں کرم قدم بقدم حضرات شیعہ مرتے تو بیب انہوں نے موافق مثل مشہور بغیر دل کے بدشگنی
کے لئے اپنی ناک کاٹ لے سینوں کے ضد میں اصحاب کرام کو برا کہہ کے اپنا ایمان کا نقصان کیا تم بھی شیعہ نکی ضد میں خدا نخواستہ اہلبیت رسول اللہ صلعم کو برا کہہ کر مثل خوارج اور
نواصب کے اپنے ایمان کو خراب کرتے لیکن ہمکو تو پابندی عقل و نقل ہے جاری ہی شیعہ نہیں کہ مثل شتر بے مہار بے راہ آئندہ رفتار بے بائیں راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہمکو دہ نوں فرق بمنزلہ دو آنکھوں
کے ہیں کسکو پھوڑ دیں اپنا ہی نقصان ہے بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضا ہو کہ اسکی آنکھ ناک سب کی سب متناسب اور خوشنما ہوں اور پھر اسکی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی
جاتی رہیگی اور تس پر اگر بیٹھی ہوئی آنکھ کے حصہ کی فراخی بھی دوسری ہی آنکھ میں آ جائے اور اسمیں بجائے سفیدی بھی سیاہی ہی چھا جائے تو وہ حسن ایسا قبیح المنظر ہو جاتا ہے کہ دلدادہ کان
قدیمی اور عاشقان صمیمی بھی اسکی صورت پر لاحول پڑھنے لگیں خاصکر دوسری آنکھ جو باقی رہی ہے بسبب اسکے کہ اپنے اندازہ سے زیادہ فراخ اور کشادہ اور سفیدی کی جگہ بھی سیاہی پڑی ہے ایسی
بری اور بدشکل ہو جائیگی کہ کچھ نہ پوچھو بلکہ اگر چشم باقیماندہ کو شعور اور اختیار ہو تو اپنی اسی حالت اصلی پر آ جاوے اور دوسری آنکھ کو بھی بدستور قائم کر دکھلائے کیونکہ اس کا حسن بھی اصلی کیفیت اور
دوسری آنکھ کی معیت میں ہے سو بعینہ یہی قصہ حضرات شیعہ کے ایمان کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے اعتقاد صحابہ اور حب اہلبیت جو بمقتضاء شہادات کلام اللہ و عترت رسول اللہ صلعم ایمان کے بمنزلہ
دو آنکھوں کے ہیں چنانچہ رسالہ ہذا کے ملاحظہ کرنیوالوں پر پوشیدہ نرہیگا دونو آنکھوں میں سے شیعوں نے ایک آنکھ کو پھوڑا اور اسکے حصہ کی فراخی اور کشادگی بھی بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری آنکھ کو
دیکر اسکو خراب کر دیا یعنی اعتقاد صحابہ کو جو بمنزلہ چشم ایمان ہے اپنے ہاتھوں کھو کر دوسری آنکھ یعنی حب اہلبیت کو اسقدر بڑھایا کہ صحابہ کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے لئے صرف کر دی جسمیں کہ آنکھ
میں سفیدی کی جا بھی سیاہی آ جائے ان حضرات بزرگوار سے شیعہ نے بھی ایسا ہی کیا وجہ اسکی یہ ہے کہ جیسے کہ آنکھ میں تل اور سیاہی اور سفیدی غرض چند قسمیں ہوتی ہیں ایسی ہی عترت
میں بھی چند قسمیں تھیں اولاد اور ازواج اور سوا انکے اور اقربا کیونکہ باتفاق اہل لغت عترت کے معنے خویش و اقربا کے ہیں ان سب میں سے حضرات شیعہ نے فقط اولاد کو اور اولاد میں بھی فقط چند کو
اور سوا اولاد ایک دو کے کسی اور کو تو بجز دو تین کے مرتد سمجھا باقی سب کے لئے تبرا ہی ہے جنکو اپنا پیشوا اور مقتدا بنایا اور مخدوم اور مکرم ٹھیرایا انکے حق میں محبت کو کچھ اسقدر بڑھایا کہ گویا صحابہ باقی ماندگان
عترت کے حصہ کی محبت بھی انہیں کے نثار کی سو بعینہ وہی مثل ہے کہ آنکھ اپنے اندازہ سے کشادہ ہوتی تھی پر سفیدی کے عوض بھی سیاہ ہی ہو گئی **اقول** گالی دینی تو بالکل حرام ہے یہانتک کہ شیطان
کو بھی گالی دینی جائز نہیں ہے اگر گالی سے مراد فحش ہے اور اگر دشنام سے مراد لعن و طعن ہے تو قرآن شریف میں بہت مذکور ہے ارشاد خدا تعالیٰ لعنۃ اللہ علی الظالمین اور لعنۃ اللہ علی الفاسقین و تا آخرہ اور
صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم دعاے قنوت میں لعنت کیا کرتے تھے بعضے کفار پر انکا نام لیکر لیس لعن کرنے میں ظالموں اور فاسقوں پر پیروی خدا اور رسول خدا صلعم کی ہے اور وہ لوگ صاحب
برا کہنے میں تم نے کیا کمی کی ہے جانا انکی جو لکھتا ہے اور اگر گالیاں دیتے ہیں عترت پر بیتی تو ثلاثہ کو گالیاں دینے میں تم کیوں بھر ہیں جبکہ وہ ہی اور اگر تو بلحاظ عوام اہلبیت کو برا نہیں کہتا ہے تو تیرے
بزرگ تو کہتے تھے اور حضرت علی کو گالیاں دیتے تھے جنکو تو خلیفہ حق اور امام صدق جانتا ہے اگر تو نے اپنی ناک کاٹی تو تیرے بزرگوں نے اپنی ناک کاٹی علی کی عداوت میں تیری ناک پہلے کٹی چنانچہ پہلے سے
سے ہم لگاتے ہیں اور یہ البنا کیا بلکہ اولاد رسول مقبول اور انکے دوستوں کو تو قتل کرتے چلے آئے ہیں دیکھو کتب تواریخ میں اپنی اور رہ تمہارا اہلبیت سے ہرگز نہیں چلتا ہے نہ فروع میں نہ اصول میں
بلکہ انکے مخالفوں کا تم دامن پکڑا ہے اور حب کے معنے یہ نہیں ہیں کہ زبان سے کہہ دیا اور نہ تم انکے دوست ہو اور قولوں پر انکے عمل نہ کیا کہیں بھی تمہاری کتابوں میں انکے اقوال اور یہ وہی
انکے اقوال کی ذکر ہے اور تم انکے دوست ہوتے تو انکے کہنے پر چلتے معلوم ہوا کہ تم انکے دوست نہیں ہو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم انکے دوست ہیں قول تمہارا محض لسانی ہے اور یہ جو تو نے انکی
کی مثال دیکر واہی اور پوچ لکھا ہے بالکل غلط ہے اسلئے کہ ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم سے ہرگز دشمنی نہیں کہتے امام زین العابدین علیہ السلام تو انکے واسطے سے دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہم
باصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ چنانچہ صحیفہ کاملہ میں لکھا ہے اور بعضے صحابہ کو ہم اولیا کامل جانتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ بعد رسول خدا صلعم کے بسبب تطمیع اور تخویف شیخین کے حضرت علی سے روگردانی
کی تھی انہوں نے پھر حضرت علی کی طرف رجوع کی بعد ثلاثہ کے البتہ بعضے صحابہ کو کہ جو حق سے تجاوز کر گئے ہیں اور حقوق اہلبیت انہوں نے غصب کئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے اور ایسے ہی بعضے صحابہ
کو اہل سنت بھی اچھا نہیں جانتے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں آیت سورہ توبہ کی وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی
ہے کہ جو بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور تفسیر بغوی میں لکھا ہے سورہ توبہ کی وَمِنْهُمْ مَنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ کی تفسیر میں کہ آیت ان صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جسوقت مال غنیمت پاتے تو
رسول خدا صلعم سے خوش ہوتے اور جب نہ پاتے تو حضرت کا شکوہ کرتے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کے ان صحابہ کی شان میں نازل
ہوئی ہے کہ جو حکم رسول خدا صلعم سے منحرف ہو گئے اور جہاد کرنے سے نفرت اور کراہت کی یہ آیتیں مذمت میں بعضے صحابہ کی ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اچھا نہیں جانتا ہے سو اہل سنت بھی انکو اچھا
نہ جانیں گے اور اگر اچھا جانیں گے تو خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرینگے اور اسکی مخالفت کو پسند کرینگے اور اہلبیت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد رسول خدا کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے اور صحابہ کے مرتد
ہو جانے کی خبر جناب رسول خدا صلعم نے بھی دی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز کچھ آدمیوں کو فرشتے حوض کوثر سے ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جاتے ہو یہ میرے

اصحاب ہیں طائفہ میرے جواب میں کہیں گے کہ تو نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے بعد تیرے دین میں کیا احداث کیا ہے اور جسوقت تو مرا ہے اسوقت ہی سے یہ مرتد ہو گئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے پس کل صحابہ اہل سنت کے نزدیک اچھے نہوے جیسے کہ کل صحابہ ہمارے نزدیک اچھے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے حق میں ہم اور وہ دونوں برابر ہیں اور دو آنکھوں کی مثال دیکھو یہ شیخ ہے اور رواہی بکا مقاوہ باطل ہوا اور زیادہ محبت اہل بیت کی کیونکر نہو کہ خدا تعالی نے محبت انکی قرآن میں واجب لکھی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ اگرچہ قربے کا لفظ عام ہے کہ سب قریبوں کو شامل ہے لیکن مراد یہاں قربے سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں چنانچہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول خدا صلعم قریب آپکے کون ہیں فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اس سبب سے انسے زیادہ محبت کرنی کا اگر کسی اور کے دعوے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہو تو کہدو اور بعضے نالایق کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے آیت إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے اس صورت میں چاہئے کہ عداوت اہل بیت کی جایز ہو اور اسیواسطے بعضے علماء اہل سنت میں سے اہل بیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے ہیں اور اہل بیت کے مناقب میں اور انسے دوستی رکھنے میں کثرت سے علماء اہل سنت نے کتابیں لکھی ہیں اور بڑی تاکید ہے روایتوں میں انسے دوستی رکھنے میں اسواسطے انسے زیادہ دوستی رکھتے ہیں اور جیسے کہ تاکید انکی دوستی کی ہے اور جیسے کہ مناقب انکے ہیں وے اور کسیکے نہیں ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں ہر ایک کو اسکے مرتبے کے موافق اور ازواج آنحضرت صلعم کو بھی ہم دوست رکھتے ہیں سوائے انکے کہ جنہوں نے حضرت علی سے عداوت کی ہے اور اولاد میں سے حضرت کی دس بارہ کو اسواسطے ہم زیادہ دوست رکھتے ہیں کہ فریقین کے علماء انہیں دس بارہ ہی کو حضرت کی اولاد میں سے زیادہ بزرگ اور مستجمع جمیع صفات حمیدہ کہتے ہیں انکے برادروں کو کیونکر سمجھیں مولوی عبد العزیز صاحب نے دیکھو تفسیر عزیزی میں انکو کیا لکھا ہے اور جیسا انکو لکھا ہے ایسا کسی اور کو بھی لکھا ہے اور لغت میں ہر چند عترت آدمی کے نزدیک اور خویشوں کو کہتے ہیں لیکن مراد عترت نبی سے اولاد حضرت ہی کی ہے جیسے کہ اہل بیت گھر کے سب باشندوں کو کہتے ہیں لیکن مراد اس سے یہی بزرگوار ہیں کہ رسول خدا صلعم نے انکو اپنی عبا میں لیکر فرمایا ہے کہ اللہم هؤلاء اهلبیتی اور آیت المودة فی القربی میں بھی قربے کا لفظ عام ہے اور سب نزدیکیوں کو شامل ہے لیکن حضرت سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور تم صحابہ کو حد سے زیادہ بڑھکر دوست رکھتے ہو باوجودیکہ تمہارے علماء لکھتے ہیں کہ بعضے صحابہ حق سے تجاوز کر گئے تھے اور بعضے خونریزی اور قتل کرتے تھے اور زنا کی سزا میں سنگسار ہوئے تھے اور شراب پیتے تھے اور ازواج پیغمبر خدا صلعم کو تہمت زنا کی کرتے تھے اور جناب رسول اللہ صلعم کی ازواج کی طرف نظر رکھتے تھے کوئی تو کہتا تھا کہ اگر رسول خدا مر جائیں تو میں عائشہ سے نکاح کر لوں اور کوئی کہتا تھا کہ میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور جناب رسول خدا صلعم کو یہ سنکر رنج ہوتا تھا چنانچہ اسباب میں آیت نازل ہوئی اور تعزیریں پاتے تھے اور آپس میں حسد اور بغض رکھتے تھے اور پھر تم کہتے ہو کہ یہ سب عدل ہیں اور جسکی چاہو پیروی کرو ہدایت پاؤگے مثل معاویہ و عمرو عاص وغیرہ کی اور انکی پیروی میں علی کو اور اسکے دوستوں کو قتل کرو اور علی کو گالیاں دو اور ہم ہر ایک کو اسکے مرتبے پر کہتے ہیں اور بعضوں کو اولیا اکمل جانتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ انکو مرتبے میں انسے کم جانتے ہیں اور بعضے انمیں سے جو کہ حق سے تجاوز کر گئے ہیں انکو ہم اچھا نہیں جانتے یہی ہمارا مذہب ہے **قال الشیخ الاشعری** شاید اس اجمال میں ناواقفان شیعہ کو بحکم مثل مشہور المرء یقیس علی نفسہ کے احتمال جہل و تلبیس ہو اسلئے تفصیل اس اجمال کی کرنی ضرور پڑی تاکہ اپنی کتاب اور اہل کتاب کی مراجعت کرکے باسانی تحقیق کرکے بعد تطبیق اس بیان کی تصدیق کریں سو تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرات شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ حضرت رسول کریم صلعم کو سرے سے حضرت رسول صلعم کی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے یہانتک کہ زبان زد خاص شیعہ یہ بات ہو گئی ہے عام تو درکنار یا خاص ہی اس جناب سے عام ہی ہیں بلکہ عام سے بھی پرے اور تو کیا کہوں حالانکہ انہیں کی کتب معتبرہ سے ان دونوں مطہرات کا بنسبت رسول اللہ صلعم کی صاحبزادیاں ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ قریب ہے اسباب کے شرح مرقوم ہو چکی اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی اولاد اور ایسے ہی حضرت زبیر بن العوام کو بھی داخل عترت نہیں سمجھتے اور اس قرابت قریبہ بھی لحاظ نہیں کرتے حضرت عباس کی قرابت تو مشہور و معروف ہی ہے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بسبب کثرت علاقہای قرابت گویا بمنزلہ برادر حقیقی کے تھے اول تو انکی والدہ حضرت صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمہ اور انکی دادی ہالہ بنت وہب بن عبد مناف رسول اللہ صلعم کی حقیقی خالہ اور انکے باپ کی پھوپھی ام حبیبہ بنت اسد رسول اللہ صلعم کی دادی اور انکی حقیقی پھوپھی ام المومنین خدیجۃ الکبری رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ پیغمبران سب کے بعد حضرت کے شریف آنکی بیوی حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں سوا ان سب کے پانچویں پشت یعنی قصی بن کلاب میں رسول اللہ صلعم سے جا ملتے ہیں علماء نسب نے لکھا ہے کہ اتنی کثرت سے قرابت کے علاقے سوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسیکو نصیب نہیں ہوئے لیکن آپ فرمائیے حضرات شیعہ کو کہ رسول اللہ صلعم کے اقربا کے دشمن ہوں تو ایسے ہوں کہ حضرت زبیر جیسے قریب عزیز کو باوجودیکہ مہاجرین اولین ہیں اور مجاہدین سابقین میں سے ہیں اور سینکڑوں بشارات فرقانی اور وعدہای قرآنی ان کی بزرگی پر گواہ ہیں از جملہ کفار نکو نسار اور منافقین بدکردار سمجھتے ہیں **اقول** تیرا قول جہل اور تلبیس سے خالی کب ہے اور بغایدہ طول دینے کیا حاصل ہے کاغذ کو لاطائل امور سے سیاہ کرتا چلا جاتا ہے اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا کئی مرتبہ اس نے ذکر کیا ہے ہاں ہمارے نزدیک انکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نطفہ سے ہونا ثابت نہیں ہے اور کسی روایت میں انکا رسول خدا صلعم کے نطفہ سے ہونا آیا ہے ہو اس روایت سے کیا کام چلتا ہے اور روایتیں اسکے مخالف بھی موجود ہیں کہ حضرت کے نطفہ سے یہ صاحبزادیاں نہیں اور ان روایتوں ہی کو ترجیح ہے اور جسوقت کہ روایتوں میں اختلاف ہوا اور اگر کوئی شخص ایک روایت کے موافق کہے تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ

سرے سے ہی یہ منع ہے بلکہ ایک روایت ہی کی موافق وہ بھی کہتا ہے اہل سنت کی کتابوں سے مثل بخاری اور مسلم وغیرہ کے جواز متعہ زنان ثابت ہے لیکن اہل سنت اُن روایتوں پر عمل نہیں کرتے باوجود
اُنکی کتب معتبرہ سے ثابت ہے جو تم جواب دو گے وہی ہم جواب دینگے اور اسکا جواب ہم نے سب جگہ اسکو دیا ہے پہلے اِس سے جس جگہ کہ اس نے انکا ذکر لکھا ہے اور دیکھو تو بہت سے علما نے مناقب فاطمہ زہرا علیہا السلام
میں کتب و رسالے لکھے ہیں کوئی کتاب صاحبزادیوں کے فضائل میں بھی لکھی ہے اگر وہ بھی جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے ہیں تو انکے بھی بیشک فضائل ہونگے اور علما انکے فضائل میں کتابیں
لکھتے اور حضرت عباس کی قرابت میں اور انکی اولاد کی قرابت میں اور حضرت عباس کی بزرگی اور شرافت میں کیا کلام ہے اور زبیر کو بھی ہم حضرت صلعم کا قریب اور انکی پھپھی کا فرزند سمجھتے
ہیں اسکا کون منکر ہے مگر بسبب عداوت رکھنے کے نفس رسول سے اور انکی بیعت کو توڑ کر انکے ساتھ جنگ کرنے سے انکو اچھا نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک حضرت علی سے قتال کرنا ایسا ہے کہ جیسے
جناب رسولخدا صلعم سے محاربہ کیا اور استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے انکے حق میں بد دعا کی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اللھم خذھم بقتلھما المسلمین اور پہلے اس سے ہم مفصل اسکو لکھ چکے ہیں
پس جس وقت کہ حضرت علی نے انکے حق میں بد دعا کی ہو تو ہم انکو کیونکر اچھا جانیں اور قرابت سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ایمان صحیح حاصل نہ ہو اور ابولہب زبیر سے بھی زیادہ حضرت کا قریب تھا کہ چچا
حضرت کا لیکن قرابت نے اُسکے کافر ہونے کی جہت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ بخشا اور زبیر اگرچہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن علی سے عداوت کرنے کی جہت سے ایمان صحیح نہیں رکھتا تھا اور حضرت نوح کے فرزند کنعان کو نوح
کی قرابت نے کیا فائدہ بخشا کہ جو زبیر کو حضرت کی قرابت سے فائدہ ہوتا خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تیرے اہل بیت سے نہیں ہے ایسے ہی زبیر وغیرہ شرف قرابت میں سے نکل گئے جس جس نے کہ حضرت علی سے
عداوت کی موجب ارشاد رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور جب تک ایمان صحیح آدمی میں نہ ہو اور یہیں تک باقی نہ ہو تو ہجرت کیا فائدہ بخشتی ہے اور قرآن میں کسی جگہ زبیر کے نام سے کوئی اشارت مدح کو نہیں ہے
جیسے کہ بخلافِ صحابہ میں آیتیں نازل ہوئی ہیں ایسے ہی مع ہذا انکی مذمت میں بھی نازل ہوئی ہیں احتمال ہے کیا کام حاجت ایسے مقام میں تفصیل نام بنام ذکر کرنے کی **قال الشیخ الاشعری** باقی بیبیاں ازواج مطہرات جو امہات المومنین
یعنی سب مسلمانوں کی ماں ہیں انکی نسبت جو کچھ حضرات شیعہ ناخواں ہیں سب ہی بجا ہے میں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں کیونکہ اول تو اہل بیت کے معنی بعینہٖ اہل خانہ میں تنہی بات تو کوئی
کچھ نہ جانتے ہوں مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہونگے دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو ازواج مطہرات ہی کی شان میں وارد ہوا ہے گو حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت
حسنین بھی بوجہ عموم لفظ یا بسبب التماس حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کی فضیلت میں داخل ہو گئے ہیں مگر تسکین کے لئے جس آیت میں یہ لفظ واقع ہے ماقبل و مابعد آیت
لکھ کر اسکا ترجمہ لکھے دیتا ہوں تاکہ سب شیعہ و سنی متنبہ ہو جائیں یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا
مَّعْرُوْفًا وَّقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ
تَطْهِیْرًا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا یعنی اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسی ہر کوئی عورتیں اگر تم ڈر رکھو تو دب کر نہ کہو بات پھر لالچ کرے کوئی جسکے دل میں روگ ہے
اور کہو بات معقول اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے نادانی کے وقت میں اور کھڑی رکھو نماز اور دیتی رہو زکوۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اسکے
رسول کی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور ستھرا کرے تمکو ایک ستھرائی سے اور یاد کرو اے پیغمبر کی بیبیو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی باتیں اور عقلمندی کی
مقرر اللہ ہے بھید جانتا ہے خبردار رہا یہ تک ترجمہ تھا غرض یہ ہے کہ شیعہ ہی اپنے علما سے پوچھیں کہ یہ ترجمہ صحیح کیا یا غلط بہر حال ان آیات سے اول تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اہل بیت ازواج نبی ہیں
اسی واسطے رسول اللہ صلعم نے حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایک عبا میں لیکر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ میری اہل بیت ہیں تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں داخل ہو جاویں
یہ ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی بادشاہ قدرشناس چشم پوشی ہنر فرماوے یوں کہے کہ تمہارے گھر کے لوگوں کو سب کو ابھی جلدی جاگیر دینگے تو وہ وزیر موافق محاورہ کے یوں سمجھکر کہ ایسے موقع میں بی بی
اور بیٹا مراد ہوا کرتے ہیں اور بیٹی اور نواسے مراد نہیں ہوتے کیونکہ وہ دوسرے گھر کے ہوتے ہیں کچھ اپنے جی میں سوچ کر وقت تحکیل بیٹی اور داماد اور نواسوں کو بھی پیش کرے وہ بادشاہ اسکا پوچھے
کہ یہ کون ہیں تو بایں لحاظ کہ بیٹی اور نواسے اور داماد بھی قرابت میں کچھ بیٹے اور پوتے اور بی بی سے کم نہیں کہے کہ حضور یہ سب گھر کے لوگ ہیں تو اس بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ داماد اور نواسے اور بیٹیاں
ہیں سے گھر کے لوگ نہیں پر بمقتضائے اپنی چشم پوشی ذاتی کے انکو جاگیر دیگا یا لفظ اہل بیت اصل میں عام ہے ازواج اور حضرت علی اور حضرت زہرا اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہم سب شامل ہیں گو قصد ازواج
ہی کی شان میں نازل ہوا ہو جیسے دلی والا ایک لفظ عام ہے سب دلی والوں کی نسبت بولا جاتا ہے اگر کوئی دلی کے رہنے والوں کو دلی والا کہے تو اسکو کوئی غلط نہ کہیگا
نہیں سمجھتا کہ دلی والے لفظ ہی میں انکے سوا اور کوئی دلی والا نہیں اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے جو ازواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت
حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو بالجملہ ازواج مطہرات کو باوجودیکہ وہ اصل اہل بیت میں اور کلام اللہ میں انکی شان
میں یہ آیا ہے وازواجہ امہاتہم یعنی رسول اللہ صلعم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں پھر بھی حضرات شیعہ اپنی زبان نہیں سنبھالتے اور لگام نہیں دیتے اگر دوسری آیت کا یوں جواب
دیں کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں ہماری تو نہیں ہیں تو سلمنا پر آیۂ اول یعنی جس سے انکا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے کیا جواب دینگے **اقول** شیعہ بھی ازواج رسولخدا صلعم کو امّ المومنین
سمجھتے ہیں اور یہ ایک شرافت ہے انکی اور مراد امّ المومنین ہونے سے یہ ہے کہ کسی مومن کا نکاح انمیں سے کسی کے ساتھ بعد رسولخدا صلعم کے جائز نہیں ہے اور یہ آیت اسوقت نازل ہوئی ہے جس وقت بعضے

صحابہ نے کہا تھا کہ محمد مر جائیگا تو ہم اُسکی بیبیوں سے نکاح کرینگے اور کہتے ہیں کہ طلحہ نے کہا تھا کہ جسوقت رسولخدا صلعم مرجائینگے تو میں عائشہ سے نکاح کرونگا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ
وازواجہ امہاتکم یعنی اور بیبیاں اُسکی مائیں تمہاری ہیں تمہارا نکاح اُنسے کبھی جایز نہیں ہے اور ہم البتہ حضرت کی بیبیوں کے ثناخواں ہیں مگر جس نے اُنمیں سے حضرت علی سے عداوت کی ہے
اُسکو ہم اچھا نہیں جانتے موجب ارشاد رسولخدا صلعم کے کہ فرمایا ہے حضرت نے یا علی لا یبغضک الا منافق اور عائشہ کی عداوت کو پہلے اس سے ہم بیان کر آئے ہیں اور عائشہ کو اسقدر عداوت
تھی حضرت علی سے کہ نام علی کا زبان پر نہیں لاتی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں احادیث کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ عائشہ نے وقت نکلنے حضرت صلعم کے حجرہ سے واسطے نماز کی طرف مسجد کے حالت مرض میں
نام حضرت علی کا زبان سے نہ لیا بلکہ کہا کہ ایک مرد اتنکر کے ساتھ کہ مرد غیر مشہور پر دلالت کرے اس حدیث کے راوی نے ابن عباس کے روبرو اسکا ذکر کیا ابن عباس نے پوچھا کہ عائشہ نے اُس مرد کا نام
بھی لیا تھا کہا کہ نہیں ابن عباس نے کہا کہ وہ علی بن ابیطالب ہے کہ اُسکا نام نہیں لیتی ہے عائشہ اور ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ لکن عائشۃ لا تطیب نفسا له بخیر یعنی ابن عباس نے بعد سننے قول مذکور کے کہا کہ عائشہ کا نفس خوش نہیں ہوتا ہے کہ ذکر علی کا بخیر کرے اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ عائشہ نے حضرت علی کا شہید ہونا سنا تو سجدہ
اور سرور ظاہر کیا اس سے زیادہ کیا عداوت ہوگی جب کہ اسکا یہ حال ہے تو پھر ہم اسکو اچھا کیونکر جانیں اور مادر مومنین ہونے سے کیا ہوتا ہے جسوقت فعل ناشایستہ عمل میں لائیگی البتہ مورد الزام ہوگی
اور اہل بیت میں ازواج حضرت کی ہرگز داخل نہیں ہیں اول تو اسواسطے کہ یہ لفظ علی اور فاطمہ اور حسنین میں اس طرح کا مستعمل و مشہور ہوا ہے کہ جس مسلمان سے پوچھوگے سنی ہو یا شیعہ ہو کہ اہل بیت
پیغمبر کون ہیں تو وہ یہی کہیگا علی اور فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں اور ازواج کو حضرت کی کوئی بھی نہ کہیگا اور دوسرے یہ کہ اہل بیت کا لفظ عام ہے ازواج کو اور اولاد کو اور لونڈی اور غلام کو جو کہ
گھر میں ہیں سب کو شامل ہے اور نساء کا لفظ خاص زوجہ کے واسطے کہا جاتا ہے نہ اُسکے غیر کے واسطے اگر کوئی کہے کہ فلانے کی عورت تو اس سے زوجہ اُسکی مراد ہوگی پس جسوقت کہ لفظ نساء ہے کہ جو
خاص واسطے زوجہ کے بولا جاتا ہے آیت نساءنا و نساءکم میں ازواج حضرت صلعم کی مراد نہوئیں بلکہ وہاں بھی حضرت زہرا ہی مراد ہوئیں تو لفظ عام اہل بیت سے کہ جو ازواج کو اور اُنکے غیر کو شامل
ہے وہاں اس سے ازواج کیونکر مراد ہونگی یہ شرافت اِن چار شخصوں ہی کی واسطے ہے کہ خدا تعالیٰ انکی مدح بیان کرتا ہے اور ازواج حضرت کی وہ ہیں کہ کئی آیتوں میں اُنپر عتاب ہوا ہے اور
منع کیا ہے انکو برے کاموں سے چنانچہ فرماتا ہے اِن کُنتُنَّ تُرِدنَ الحَیٰوۃَ الدُّنیَا وَ زِینَتَہَا اور اسکی تفسیر میں اہل سنت کی کتابوں میں ابن عباس سے روایت ہے کہ بیبیاں حضرت کی حضرت سے
مقدور سے زیادہ طلب کرتی تھیں علی الخصوص حفصہ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ تجھ میں اور اپنے میں حکم کروں اُس نے کہا کہ ہاں اور حضرت نے عمر کو بلایا حفصہ نے حضرت کو کہا کہ سچ
کہنا جھوٹ نہ کہنا عمر نے طمانچہ اُٹھایا حفصہ کے مارنے کو اور کہا کہ پیغمبر کہیں جھوٹ بھی کہتا ہے اور حضرت رنج کھا کر ایک مہینے اپنی بیبیوں کے پاس نہ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی اور خدا تعالیٰ نے
فرمایا کہ اگر تم کو مہر دیکر رخصت کریں سو اُسوقت اُنہوں نے ڈر کر خدا اور رسولخدا کو اختیار کیا یہ حال تھا حضرت کی بیبیوں کا اور فرماتا ہے خدا تعالیٰ اُنکے حق میں کہ یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ مَن یَّاتِ مِنکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ
اور فرماتا ہے وَ قَرنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجنَ تَبَرُّجَ الجَاہِلِیَّۃِ الاُولٰی اور فرماتا ہے عَسٰی رَبُّہٗ اِن طَلَّقَکُنَّ اور خاص عائشہ اور حفصہ کی شان میں ہے کہ فَقَد صَغَت قُلُوبُکُمَا اور علی
اور فاطمہ پر کسی آیت میں عتاب نہیں ہے اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن میں صحابہ پر عتاب کیا ہے اور علی پر کہیں عتاب نہیں کیا یس جو شرف کہ انکے واسطے ہے وہ اور
کسیکو نہیں ہے اسلیئے خدا تعالیٰ نے بخطاب اہل بیت انکی مدح بیان کی کہ یہ حضرت کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں علی مِنِّی وَ اَنَا مِنہُ اور اَلفَاطِمَۃُ بَضعَۃٌ مِّنِّی اور زوجہ کا کیا ہے وہ
ایک بندھا رشتہ ہے اگر شوہر مر جائے یا طلاق دیوے تو وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور دوسرے کی اہل بیت میں سے ہو جاتی ہے یہ شرف زوجہ کے واسطے کہاں ہے کہ جو جگر کے ٹکڑوں کے واسطے ہے کہ وہ ہمیشہ کو
اہل بیت ہیں اور زوجہ ایک وقت میں تو اہل بیت میں سے ہوتی ہے اور ایک وقت میں نہیں ہوتی اُسکا اہل بیت میں ہونا عارضی ہے اور جگر کے ٹکڑوں کا اہل بیت میں ہونا اصلی ہے کہ وہ ہمیشہ اہل بیت
میں سے ہیں اور اس شیخ کو اسقدر جو کد ہے ازواج کی اہل بیت ثابت کرنے میں محض عائشہ اور حفصہ کی خاطر سے ہے کہ کسیطرح یہ اہل بیت میں شمار کی جائیں اور سوائے انکے اور کسی بی بی سے حضرت
کی اسکو غرض نہیں ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ اہل بیت کا آیا ہے وہ ہرگز ازواج کے واسطے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا اسواسطے کہ تفسیر قرآن کی موافق ارشاد جناب رسولخدا صلعم کے
چاہیے نہ اپنی رائے سے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا ہے وہ حق ہے اور جس جگہ حضرت نے فرمایا ہے اہل بیتی وہاں ہرگز ازواج مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت علی اور فاطمہ اور اولاد انکی مراد ہے نہ ازواج اور حضرت
نے فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کلام اللہ و عترتی اہلبیتی وہاں بھی حضرت علی اور اولاد رسولخدا صلعم مراد ہیں نہ ازواج اور یہی علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں اور ازواج حضرت کو
اہل بیت آیت تطہیر میں کوئی نہیں لکھتا سوای مولوی عبدالعزیز صاحب کے کہ اُنہوں نے تحفہ میں بسبب عداوت اور تعصب کے آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد موافق روایت عکرمہ خارجی کے
ازواج مراد لی ہیں اور اُن چار شخصوں کو دعاء رسولخدا صلعم سے اہل بیت میں داخل کیا ہے اور یہ امر بالکل مخالف تحریر جمہور علماء اہل سنت کے ہے اسواسطے کہ اہل سنت دو قسم کے ہیں اکثر علماء اہل سنت تو یہ
کہتے ہیں کہ آیت تطہیر چار شخصوں کے حق میں نازل ہوئی ہے علی اور فاطمہ اور حسنین کے حق میں یا پانچ کے حق میں اگر رسولخدا صلعم کو اُنمیں شریک کرو اور بعضی موافق روایت عکرمہ خارجی کے کہتے
ہیں کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے یا دونوں فریق کو شامل ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ آیت تو ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آل عبا کو رسولخدا نے اپنی دعا سے اہل بیت
میں داخل کیا ہے جیسے کہ مولوی عبدالعزیز کہتے ہیں اور یہ شیخ بھی اُنکی ہی پیروی سے کہتا ہے اور حق کو مٹاتا ہے اور علماء اہل سنت احادیث کی کتابوں میں مناقب اہل بیت میں ازواج کی کچھ بھی فضیلت

اہل بیت کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل ازواج کے مناقب کی ہے اور کوئی فصل اصحاب کے مناقب کی ہے اور جو فصل کہ اہل بیت کے مناقب کی ہے اسمیں فضائل جناب امیر اور اولاد رسول خدا صلعم کے مذکور ہیں اور ازواج کے فضائل کا اسمیں کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ ازواج کے فضائل فصل علیحدہ میں مذکور ہیں جو کہ انکے فضائل کی فصل ہے اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو انکے فضائل بھی اہل بیت کی فضائل کی فصل میں مذکور ہوتے علیحدہ کیوں مذکور ہوتے تو اس سے معلوم ہوا کہ کسی مقام میں ازواج اہل بیت کے شریک نہیں ہیں بلکہ اہل بیت کا لفظ خاص واسطے آل عبا کے ہے اور یہ جو بعضی روایت میں آیا ہے کہ سوا حضرت زہرا کے دو دائیاں اور بیٹیاں بھی جناب رسول خدا صلعم کی تھیں ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اسواسطے کہ اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں تو انکو بھی حضرت اپنی چادر میں لیتے اور فرماتے کہ یہ میری اہل بیت ہیں اور گو اہل بیت کے معنی صاحبان خانہ کے ہیں ازواج کو اور انکے غیر کو شامل ہیں لیکن جبکہ حدیث میں آیا ہو کہ وہ علی اور اولاد رسول خدا صلعم میں خاص ہو گیا جیسے کہ قربیٰ کا لفظ آیت مودۃ القربیٰ میں عام ہے اور سب بیبیوں کو حضرت کے شامل ہے لیکن جسوقت رسول خدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ قربیٰ آپکے کون ہیں تو فرمایا کہ وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں ہے تو سب قرابتی بجز کہ سوائے انکے تھے خارج ہو گئے ایسا ہی حال اہل بیت کے لفظ کا ہے اور آیۂ تطہیر کے مقدمہ میں جو لکھا ہے کہ اسکے ماقبل اور مابعد کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں تاکہ سب شیعہ اور سنی متنبہ ہو جائیں اس جعلسازی اور دھوکہ دہی سے تیری کوئی دھوکہ میں نہیں آتا ہے اول تو یہ کہ ترتیب قرآن کی مطابق تنزیل کے نہیں ہے بعضے کی سورہ میں مدنی آیت داخل ہو گئی ہے اور بعضی مدنی سورہ میں کی آیت داخل ہو گئی ہے اور ایک مضمون کی آیت قرآن شریف میں شروع ہوئی اور بعد اسکے دوسرے مضمون کی آیت شروع ہوئی اور بعد اسکے پھر پہلے مضمون کی آیت شروع ہوئی جو کچھ کہ اسمیں باقی رہا تھا اس طرح سے کلام اللہ میں کئی جگہ آیا ہے جامع قرآن نے مشتبہ ہو جانے کے واسطے ازواج کے ذکر میں اسکو ڈالدیا ہے اور یطہرکم میں ضمیر کم کی صریح دلالت کرتی ہے کہ مراد اہل بیت سے ازواج ہرگز نہیں ہیں اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو جیسے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں جمع مؤنث کی ضمیریں آئی ہیں یہاں بھی آتیں اور یہ کہنا کہ ضمیر کم کی بلحاظ لفظ اہل ہے یہ بھی بیجا ہے اور برخلاف تحریر جمیع مفسرین ہے اسواسطے کہ اکثر مفسرین اس کم کی ضمیر کی ملاحظہ سے تو اہل عبا کے حق میں اس آیت کو کہتے ہیں اور ازواج کو خارج کرتے ہیں اور آیۂ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ میں عدول مؤنث واحد اتعجبین سے طرف علیکم جمع مذکر کے نہیں ہے اور نہ مؤنث واحد کو جمع مذکر کے صیغہ میں بیان کیا ہے بلکہ علیکم میں خطاب طرف حضرت ابراہیم وغیرہ انکے اہل بیت کے ہے اور حضرت سارہ بھی انمیں داخل ہیں لیکن سارہ انکی اہل بیت میں اسواسطے داخل ہیں کہ وہ انکے چچا یا خالہ کی بیٹی تھیں نہ زوجہ ہونے کی جہت سے اور تعجبین میں خطاب صرف سارہ کی طرف ہے اور اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ علیکم اہل البیت پیغمبر آخر الزمان کی اہل بیت کی شان میں تھی جو کہ اہل عبا ہیں اور اصل آیۂ سورہ ہود اس طرح تھی اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ لیکن جامع قرآن نے ملتبس ہو جانے کے واسطے آیت رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت کو حضرت سارہ کے ذکر میں ڈالدیا ہے جیسے کہ ازواج کے ذکر میں آیت تطہیر کو ڈالدیا ہے اور اہل سنت کی روایتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اہل بیت سے آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں چنانچہ صحیح بخاری اور جمع بین الصحیحین میں عائشہ سے منقول ہے اور صحیح ابن داؤد و موطا مالک میں انس سے اور مسند احمد حنبل میں ام سلمہ سے اور تفسیر ثعلبی میں ابو سعید خدری سے اور سوا اسکے بہت کتابوں میں اہل سنت کی مذکور ہے کہ یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت شان میں علی اور فاطمہ اور حسنین کے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی صواعق محرقہ میں روایت ہے کہ پہلے رسول خدا صلعم نے ان چاروں کو اپنی چادر میں لیا اور دعا کی کہ خداوندا یہ میرے اہل بیت ہیں میری انسے ناپاکی کو لیجا اور پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کی مطابق آیت تطہیر نازل ہوئی اب بتلاؤ کہ ازواج اہل بیت میں کیونکر داخل ہوئیں لیکن صواعق محرقہ میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت دو دفعہ نازل ہوئی ہوگی اور ترمذی میں عمر کو جو اور ابن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیت تطہیر رسول خدا صلعم پر ام سلمہ کے گھر میں تو حضرت نے فاطمہ اور حسنین اور علی کو بلا کر اپنی چادر میں لیا اور بعد اسکے فرمایا هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا حضرت ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول خدا میں بھی انکی ہمراہ ہوں فرمایا کہ تو اپنی جگہ ہے اور تو خیر پر ہے یعنے اہل بیت میں سے تو نہیں ہے اور مسلم نے حضرت علی کی مناقب میں عمر بن سعد اور باب حسنین میں صفیہ بنت شیبہ سے بھی یہی روایت کی ہے اور مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اسنے پوچھا کہ کون ہیں اہل بیت حضرت کے ازواج ہیں کہا کہ نہیں قسم ہے خدا کی عورت ہوتی ہے ہمراہ ایک زمانہ شوہر کے پھر طلاق دیتا ہے اسکو تو اپنی باپ کے گھر چلی جاتی ہے اور اہلبیت حضرت کے وہ ہیں کہ جنپر صدقہ حرام ہے اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ روایتوں میں زیادہ بزرگ ذات اسی سے مسلم کرتی ہے کہ ازواج حضرت کی اہل بیت میں سے نہیں ہیں اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ جسوقت حضرت نے اہل عبا کو عبا میں داخل کر کے فرمایا کہ یہ لوگ اہل بیت ہیں تو میں نے چادر کا گوشہ پکڑ کر داخل ہوئی اور کہا میں نے کہ میں بھی تم میں سے ہوں تو حضرت نے میرے ہاتھ میں سے چادر کو کھینچ لیا اور فرمایا کہ تو خیر پر ہے لیکن اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ایسی ہی زینب زوجہ رسول خدا سے روایت ہے اور ثعلبی نے عبد اللہ بن جعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اے لوگو ہر نبی کیواسطے اہل ہوتے ہیں اور یہ چاروں اہل میری ہیں بس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ثعلبی نے مجمع سے روایت کی ہے اور چادر میں لینے کا ذکر اور دعا کرنا رسول خدا کا سب لکھا ہے کہ حضرت نے ان چاروں کے سر پر چادر کو ڈالکر کہا کہ خداوندا یہ ہیں اہل بیت میری اور یگانہ میرے پس ناپاکی کو انسے دور کر اور انکو پاک در پاکیزہ کر تو مجمع نے عائشہ سے کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول خدا میں بھی اہل بیت میں سے ہوں حضرت نے فرمایا کہ دور ہو تو میری اہل بیت میں سے نہیں ہے اور ابو القاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں جابر سے روایت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں جابر کہ آیۂ تطہیر جسوقت رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی تھی اسوقت حضرت کی حجرہ میں سوا حضرت کے پاس کوئی علی اور فاطمہ و حسنین کے کوئی نہ تھا پس ظاہر ہے کہ ان پانچوں سے ہی اسوقت بھی اہل بیت اور اہل خانہ تھے اور اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ اہل بیت مراد اثنا عشریہ ہیں ان روایات اہل سنت سے معلوم ہوا کہ اہل بیت آیت تطہیر میں اہل عبا ہیں تو صحیح داخل اہل بیت نبی میں

اور ترمذی اور صحیح ابو داؤد اور موطا مالک میں انس سے روایت ہے کہ جس وقت جناب رسول خدا صلعم نماز صبح کو نکلتے تو حضرت فاطمہ زہرا کے دروازہ پر آواز دیتے تھے بعد نازل ہونے اس آیت کے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز صبح کو ادا کرو اے اہل بیت إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اور اگر ازواج اہل بیت میں داخل ہوتیں تو کبھی تو اُنکے دروازہ پر اس طرح سے آواز دیتے اور ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس میں یہ مذکور ہو کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہو کہ ازواج میری اہل بیت میں سے ہیں اور یا یہ کہا ہو کہ یہ آیت ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر عکرمہ خارجی سے روایت ہے کہ وہ بازار میں آواز دیتا ہوا پھرتا تھا کہ یہ آیت ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے اور عکرمہ ایک مرد خارجی تھا دشمن علی کا چنانچہ ملل نحل اور وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے تھے کہ عکرمہ میرے باپ ابن عباس کیطرف جھوٹی روایتیں منسوب کرتا ہے اور عکرمہ غلام تھا ابن عباس کا بجز بد ذاتی کے اُس سے اور کیا حاصل ہوا اور دوسری روایت جو ابن عباس کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی اُس غلام کی وضع کی ہوئی ہے لیکن تعجب ہے علماء اہل سنت سے کہ عایشہ اور ام سلمہ اور زینب ازواج رسول خدا اور انس اور زید ابن ارقم اور ابو سعید خدری وغیرہ کہ اصحاب آنحضرت سے ہیں اُنکی روایتوں سے چشم پوشی کرکے ایک غلام دشمن اہل بیت کی روایت پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کا دستور ہے کہ اگر ایک شخص معتبر اہل بیت کی فضیلت کو بیان کرے اور دوسرا اُسکے مقابلہ میں کہ نہایت غیر معتبر ہو اور اہل بیت سے عداوت بھی رکھتا ہو تو اُس غیر معتبر کی ضعیف روایت پر عمل ہوگا اور اُس معتبر کی روایت کا اعتبار نکرینگے اور ایک وجہ ازواج کی اہل بیت میں نہونیکی یہ ہے کہ مراد رجس سے اس آیت میں یا تو ناپاکی ظاہری ہے مثل گوہ اور پیشاب اور خون وغیرہ کی اور یا ناپاکی باطنی گناہوں کی ہے اور ناپاکی ظاہری تو ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ ازواج حضرت کبھی گوہ اور موت میں آلودہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اُنکو پاک کرتا پس مراد رجس سے ناپاکی باطنی ہے کہ وہ معاصی صغیرہ اور کبیرہ ہیں اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ بیضاوی اور تفسیر کبیر اور اسعاف الراغبین وغیرہ میں لکھا ہے کہ مراد رجس سے معاصی ہیں اور تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ یہاں استعارہ کیا ہے واسطے گناہوں کے ناپاکی کو اور واسطے تقوی کے تطہیر کو اور مجمل جو لغت کی کتاب ہے اُس میں لکھا ہے کہ تطہیر کے معنے پاک کرنا ہے ہر گناہ سے اور پاک ہونا گناہوں سے دلالت کرتا ہے معصوم ہونے پر اور ازواج رسول خدا صلعم کے معصوم ہونیکا مسلمانوں کے فرقوں میں سے کوئی بھی اقرار نہیں کرتا ہے اور کیونکر معصوم ہوں وہ عورتیں جو باغی ہوئی ہوں اور خروج کیا ہو انہوں نے امام زمانہ پر اور عداوت کی ہو اُس سے اور افشای راز رسول خدا صلعم کیا ہو کہ جسکے سبب سے سیاہ ہو گئی ہوں دل اُنکے پس ازواج حضرت کسی طرح سے مراد نہیں ہو سکتیں اس آیت سے اور نہیں ہیں وہ مگر اہل عبا اور اعمش جو راوی اہل سنت کا ہے بیان کرتا ہے کہ جسوقت عایشہ وقرن فی بیوتکن کو پڑھتی تھی تو اسقدر روتی تھی کہ اُسکا مقنعہ آنسوں سے تر ہوجاتا تھا اور کیونکر نہ روتے کہ اُس سے عمل نکیا گیا آیۂ وقرن فی بیوتکن پر اور حضرت علی سے جنگ کرنے گئی اونٹ پر سوار ہوکر اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کروایا اور حضرت سودہ زوجہ رسول خدا سے لوگوں نے کہا کہ تم حج کو کیوں نہیں جاتے ہو فرمایا کہ ایک حج مجھپر واجب تھا میں اُسکو بجالائی اور بعد اُسکے حج اور عمرہ میرا یہ ہے کہ بموجب حکم وقرن فی بیوتکن کے گھر سے نہ نکلوں یہانتک کہ مر جاؤں اور ایسا ہی ہوا پس جسوقت کہ اُن سے ایسے گناہ سخت صادر ہوں کہ جنکو یاد کرکے تمام عمر رویا کریں وہ کیونکر آیۂ تطہیر کے لائق ہوں اور یہ شیخ نجدی رجس کے معنے گندی بات لکھتا ہے اور اگر حضرت علی سے لڑنا گندی بات نہیں ہے تو پھر وہ قرن فی بیوتکن کو یاد کرکے کیوں روتے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ گندی باتوں سے مراد فحش یا بدکاری ہو اسواسطے کہ ازواج آنحضرت سے بہت بعید ہے کہ ایسے افعال عمل میں لائیں تا کہ خدا اُنکو اس سے پاک کرے اور یہ جو بعضے کہتے ہیں کہ آل عبا تو پاک تھی پاکوں کو خدا کیا پاک کریگا سو تطہیر کے معنے وہ نہیں سمجھے ہیں اسواسطے کہ معنے اُسکے یہاں یہ ہیں کہ طہارت پر ثابت رکھے تم کو خدا جیسے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ میں ہے کہ ثابت رکھ تو ہمکو راہ راست پر اور طہارت نجاست سے بھی ہوتی ہے اور معاصی سے بھی ہوتی ہے ایک معنی ہر جگہ مراد نہیں ہو سکتے اُس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ وہاں کون سے معنی مناسب ہے اور بیت سے ازواج کا بیت مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ پہلی اور پچھلی آیتوں میں مؤنث ہے جمع کا لفظ اگر ازواج کے گھر کے واسطے ہوتا تو جمع کا لفظ یہاں بھی ہوتا کہ مطابق ہوتا پہلی اور پچھلی آیتوں کی پس بیت سے مراد بیت نبوت ہے نہ بیت گل و چوب اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیۂ تطہیر تو ازواج کی شان میں ہے اور علی اور فاطمہ اور حسنین کو رسول خدا صلعم نے اپنی دعا سے اُس وعدہ میں داخل کیا ہے اور اس شیخ کا بھی یہی مقولہ ہے سو یہ قول نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ دعا سے حضرت کے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے دعا تو حضرت کی یہ ہے هؤلاء اهل بیتی یعنی یہ ہیں اہل بیت میری نہ اور کوئی انکے واسطے جو تو نے وعدہ کیا ہے وفا کر اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو انکو بھی اہل بیت میں داخل کر اور صاحب قول مستحسن کہ وہ سنی ہے وہ بھی صاحب تحفہ پر اس قول کے لکھنے میں اعتراض کرتا ہے اور دعا حضرت کی تو نجاست کے دور کرنے میں ہے نہ واسطے داخل کرنے اُن چاروں بزرگواروں کے اہل بیت میں اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا صلعم نے علی اور فاطمہ اور حسنین کو اپنی عبا میں لیا اور بعد اُسکے کہا إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ یعنی خدا چاہتا ہے کہ لیجاوے تم سے ناپاکی کو اے اہل بیت اس سے یہ معلوم ہوا کہ اہل بیت جو کلام اللہ میں مذکور ہیں وہ یہی چاروں اشخاص ہیں اور کوئی نہیں اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا کہ خدا چاہتا ہے کہ تمسے نجاست کو لیجائے اور غیر کا انکے ذکر نہیں کیا دیکھو تو آیت میں اہل بیت سے مراد آل عبا تھی تو حضرت نے اُنکو چادر میں لیکر فرمایا کہ تمسے خدا نجاست کا لیجانا چاہتا ہے اور اگر ازواج مراد ہوتیں تو اُنکو بھی چادر میں لیکر ایسا ہی فرماتے اور یہ دعا میں کہاں ہے کہ تو انکو اہل بیت میں داخل کر اور یا حضرت کی دعا یہ ہے کہ هؤلاء اهل بیتی یعنی یہی اہل بیت میری ہیں اور بعضی روایت کتب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت نے

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دعا کی تھی اپنی عبا میں انکو لیکر کہ خداوندا یہ اہل بیت میری ہیں انکو پاک کر بعد اسکے حضرت کی دعا کے مطابق آیۂ تطہیر انکی حق میں نازل ہوئی
اور ازواج کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے لیکن بعد اسکے جو صاحب بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت کی اس امر کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ سوا انکے کوئی اور اہل بیت میں سے نہو یہ تعصب کی
راہ سے کہدیا ہے اسواسطے کہ اگر کوئی اور بھی اہل بیت میں سے ہوتا تو اسکو بھی ان میں شامل کر لیتے اسی طرح کہتے اور ام سلمہ کو جو حضرت نے چادر میں داخل نہیں کیا اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے
نہ تھی نہ اسواسطے کہ وہ اہل بیت میں سے تو تھے لیکن اگر چادر میں داخل کرتے تو تحصیل حاصل کی لازم آتی اسواسطے کہ یہ تو اسوقت لازم آتا کہ جسوقت اس طرح سے دعا کرتے کہ الٰہی تو انکو بھی
اہل بیت میں داخل کر اور بعضی روایت میں جو آیا ہے کہ حضرت نے ام سلمہ کو فرمایا کہ الگ ہو جاؤ اور چادر کو کھینچ لیا انکے ہاتھ میں سے تو ایسا کیوں کرتے بلکہ صاف صاف فرماتے کہ تم
اہل بیت میں داخل ہو اور تمہارے ہی حق میں آیت نازل ہوئی ہے - تمہاری احتیاج چادر میں داخل ہونیکی نہیں ہے، اور چادر کو انکے ہاتھ سے کیوں
کھینچتے وانتِ علیٰ خیر کیوں فرماتے پس آل عبا کا اہل بیت میں ہونا اور ازواج آنحضرت کا اہل بیت میں نہ ہونا اور معصوم ہونا آل عبا کا ثابت ہوا اور باطل ہوا دعوی اس شیخ
کا اور مثال جو ایک بادشاہ اور وزیر کے بے محل لایا ہے وہ بھی باطل ہوا اسواسطے کہ آنحضرت صلعم نے یہ دعا بھی نہیں کی کہ ان چاروں کو تو اہل بیت میں داخل کر بلکہ حضرت نے تو دعا میں
یوں کہا ہے کہ یہ اہل بیت میرے ہیں یعنی جن سے تو نے وعدہ کیا ہے بلفظ اہل بیت وہ یہ ہیں اور کوئی اور خدا تو جانتا تھا لیکن لوگوں کو بھی اس دعا سے معلوم ہو جائے کہ اہل بیت یہ ہیں اور دعا
کے حضرت نے نجاست سے پاک کرنیکی اور لفظ اہل بیت ایسا عام بھی نہیں ہے کہ اہل عبا اور ازواج کو سب کو شامل ہو اور نہ ازواج کی شان میں نازل ہوا ہے جیسے کہ پہلے اس سے ہم ثابت
کر آئے ہیں بلکہ خاص آل عبا کے حق میں آیت نازل ہوئی ہے اہل سنت کے علماء کا دستور ہے کہ اہل بیت کے فضائل کی روایتوں کو ضعیف یا موضوع کہدیتے ہیں اور یا ایسی تاویل کرتے
ہیں کہ وہ فضیلت بگڑ جائیں اسواسطے کہ ایسا نہو کہ فضیلت انکی ثلثہ کی فضیلت پر بڑھ جاوے اور انکا اجماع جو بلا دلیل اس امر پر ہے کہ افضل الناس بعد رسول خدا صلعم شیخین ہیں اسمیں شکست
لازم آئے اور دتی والی کی جو مثال دی ہے تو دتی کے تو گھوڑے اور گدہے اور بیل وغیرہ کو بھی دلی والا کہتے ہیں اگر اہل بیت ایسے ہی ہیں تو چاہئے کہ حضرت کے غلام اور لونڈی
اور بلی اور چوہے جو کہ گھر میں ہیں اور حضرت کے گھوڑے اور گدہے اور اونٹ سب کو یہ فضیلت شامل ہو تخصیص ازواج اور آل عبا کی نہ ہی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب عام اپنی عموم
باقی رہے اور جسوقت کہ خود حضرت صلعم نے اسکی تخصیص کر دی تو پھر عام کہاں باقی رہا اور قاعدہ اصول فقہ کا ہے کہ نہیں ہے کوئی عام مگر یہ کہ خاص کیا گیا ہے جیسے کہ آیت مودت قربی میں
قربی کا لفظ سب رشتہ داروں کو شامل ہے اور رشتہ دار حضرت کے کثرت سے تھے لیکن علی اور فاطمہ اور حسنین ہی کے واسطے تخصیص ہوئی چنانچہ تفاسیر فریقین میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث
سے دونوں سے یہی ثابت ہوا ہے کہ اہل بیت سے مراد آل عبا ہیں نہ ازواج حضرت کے اور نہ اور کوئی اور تو نے سعد طول دیا اور کہیں بھی ثابت نکیا کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں صرف اتنا ہی کہدیا
کہ حضرت کے گھر کے اہل خانہ انکی بیبیاں ہیں وہی اہل بیت ہونگے اور اسکی تفسیر بر خلاف ارشاد رسول خدا اور قول علماء پر نظر نہ کی اور شیعہ وہی کہتے ہیں کہ جو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے
کہ اہل بیت آل عبا ہیں کوئی دوسرا اور ازواج کسی طرح سے اہل بیت میں داخل نہیں ہیں چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور اصلی ہونا تو امر ثانی ہے اور امہات ہونیکو لازم نہیں ہے کہ کوئی
امر خلاف شرع ان سے صادر نہو اور شیعہ سب ازواج حضرت کو برا نہیں کہتے ہیں بلکہ اسکو کہتے ہیں کہ جسنے حکم خدا اور پیغمبر پر عمل نکیا اور حضرت کو رنج پہنچایا اور جناب علیہ السلام
سے عداوت کی چنانچہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے اور انکے امہات مومنین ہونے سے شیعوں کو انکار نہیں ہے، اور شیعہ بیشک انکو اپنی امین جانتے ہیں لیکن ادنا مہ بات ہے تا ابن ابی
المتی البیت نیکا تو ہم بخوبی جواب آگے آئے ہیں تھمو انصاف کر تعصب کو دور کر قال الشیخ الاشعری بالجملہ ازواج مطہرات کے اعتقاد کا اور محبت کا ہم سب میں یہی حال ہے باقی رہی اولاد انکا حال بھی یہی کہ
فاطمہ زہرا کی اولاد کے بعض حضرات شیعہ دشمن جانی ہیں اور برا کہتے ہیں منجملہ انکے حضرت زید شہید فرزند ارجمند حضرت امام ہمام زین العابدین جو عالم اور متقی اور متورع تھے اور مردانیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انکے بیٹے یحیی بن زید ہیں بزعم اثنا عشریہ یہ دونوں
اور ایسے ہی ابراہیم بن موسی کاظم اور جعفر بن امام موسی کاظم جنکا لقب شیعوں نے رکھ چھوڑا ہے حالانکہ وہ اولیاء اللہ کبار میں سے ہیں اور بایزید بسطامی انہیں کے مرید ہیں اور جعفر بن
علی برادر امام حسن عسکری کہ شیعوں کے عرف میں انکا بھی لقب کذاب ہے اور حسن بن حسن مثنی اور انکی فرزند عبد اللہ بن حسن اور انکے فرزند محمد نام کو جو ملقب بنفس زکیہ ہے کافر اور مرتد
سمجھتے ہیں اور ابراہیم بن عبد اللہ کو اور زکریا بن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر کو بھی جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں
سے تھے کافر اور مرتد جانتے ہیں اور جماعت کی جماعت سادات حسنیہ و حسینیہ جو حضرت زید شہید کی امامت کی اور بزرگی کے قائل ہیں گمراہ اور اہل ضلالت میں سے سمجھتے ہیں
حالانکہ کتب انساب اور کتب تواریخ سادات انساب پر شاہد ہیں کہ اکثر سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے اور فضیلت کے معتقد تھے حاصل یہ کہ اکثر اثنا عشریہ ان بزرگواروں کو
کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ سب جگر گوشہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لخت جگر بتول ہمیشہ ہمیشہ ابدالاباد تک جہنم میں رہیں گے اور اسکی وجہ یہی ظاہر ہے
کیونکہ انکے نزدیک دوازدہ امام میں سے کسی امام کے امامت کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کسی نبی کی نبوت کا منکر اور سب جانتے ہیں کہ کافر ابد الآباد تک جہنم میں رہیگے الغرض قول
اکثر اثنا عشریہ کا یہی ہے اور یہی انکی قواعد پر منطبق ہے کہ یہ بزرگواران مذکور کافر ہیں اور انکے لئے کبھی نجات نہوگی اگرچہ بعضی اسباب کے قائل ہیں کہ یہ گروہ مثل عباس عم

بزرگوار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم اعراف میں رہینگے اور بعضی کہتی ہیں کہ بعد عذاب شدید کے اپنے آبا و اجداد کی شفاعت سے نجات پائینگے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں قول بیوجہ ہیں
کیونکہ جب منکر امامت کافر ہوا تو شفاعت کے ہونے اور اعراف میں رہنے کے کیا معنے شفاعت بالاجماع کافروں کے حق میں نہ کوئی کر سکے اور نہ مقبول ہو اور اعراف میں کافر کا رہنا
خلاف قرآن ہے إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ
یعنی مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے اور کفر ہی پر مرے اُنپر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے ہمیشہ اُس میں رہینگے نہ اُن سے عذاب کم کیا جاویگا نہ اُنکو مہلت ملیگی **اقول**
یہ شیخ جو کچھ لکھتا ہے بے سند اور جھوٹ لکھتا ہے اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے تحفہ میں سے ان دروغوں کو نقل کر کے لکھدیا ہے لیکن یہ نہ تحقیق کیا کہ شاہ صاحب نے راست لکھا ہے
یا دروغ لکھا ہے اور تمام بے سند لکھا ہے بے حوالہ کتاب کے اسکا کیا اعتبار ہے اور ازواج مطہرات جناب سرور کائنات کا حال تو ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں اور باقی رہی اولاد فاطمہ
زہرا علیہم السلام ہم اُنکو بہی بہتر جانتے ہیں اور اُن سے محبت رکھتے ہیں مگر بعضے آدمی سادات میں سے جو کہ سلاطین کے آگے ائمہ معصومین علیہم السلام کی چغلی کہاتے تھے اور باعث
اُنکے قید اور قتل کا ہوتے تھے ہم اُنکو اچھے نہیں جانتے اور کیونکر اچھا جانیں ایسے شخصوں کو کہ جو مثل یزید کے درپئے آزار اور قتل ائمہ ہدا کے ہوں یزید اور شمر اور عمر سعد میں اور
اُن میں کیا فرق ہے اور ہزاروں آدمی سادات کے جو کہ شیعہ ہیں کسیکو قتل نہیں کرتے ہیں مگر ثلثہ کے حق میں دعاء بد کرنے سے تم اُنکو کافر اور بدعتی جانتے ہو تم ہی کل اولاد
رسول مقبول کو اچھا نہیں جانتے اور ماسوائے اسکے تمہارے پیروں و مرشدوں نے ہزاروں سادات کو قتل کروا ڈالا اور دیواروں میں چن دیا اور اب تک تمہارا یہی حال ہے اگر تمہارا اختیار
ہو تو اُنکے قتل کرنے میں ہرگز دریغ نکرو تمہاری اور تمہارے بزرگوں اور بڑوں کے خوف سے تقیہ میں بسر کرتے چلے آئے ہیں تم نے سادات کے ایذا رسانی میں کونسی چیز اٹھا رکھی ہے برا
کہنا تو درکنار رہا اور علماء امامیہ نے ایسے آدمیوں کا سادات میں سے تخطیہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ائمہ ہدی کو قید اور قتل کرواتے تھے سلاطین اہل سنت کے ہاتھوں سے جیسے کہ زید
بن الحسن کہ عبد الملک بن مروان کے روبرو چغلی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی کہا کر باعث اُنکی شہادت کا ہوا اور مانند علی بن اسمعیل بن جعفر کے کہ ہارون رشید کے روبرو
امام موسی کاظم علیہ السلام کیطرف سے جہوٹی باتیں اور بے اصل بیان کر کے اُنکو مدینہ سے طلب کروایا اور دار الخلافہ میں قید کروایا اور ہارون رشید پلید سے کہا کہ ہمنے ایک عصر میں
دو بادشاہ نہ دیکھے تھے اور اب تو یہاں بادشاہ ہے اور موسی کاظم مدینہ میں بادشاہ ہے اور اطراف سے لوگ خراج اُسکے واسطے لاتے ہیں ایک خزانہ اُس نے بہم پہنچایا ہے اور ہتہیار جمع
کرتا ہے یہ افترا ہارون رشید نے سنا تو اُنکو مدینہ سے دار الخلافہ میں طلب کر کے قید کیا اور آخر کو زہر دلوا کر اُنکو شہید کیا اور مثل جعفر بن علی ہادی کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور وکلای ناجیہ
مقدمہ کے چغلی خلیفہ عصر کے روبرو کہا تا تہا اور دعوی جہوٹا امامت کا کرتا تھا جعفر کذاب لقب اُسکا ہوگیا اور اس طرح کے شخصوں کو برا جاننے میں کچھ قباحت بہی نہیں ہے اہل سنت
کی کتب جرح اور تعدیل میں اس قسم کے امور بہت ہیں کہ اکثر سادات صحیح النسب کی تکذیب اور تفسیق کرتے ہیں اہل سنت کی کتب رجال کو دیکھنا چاہئے کہ اس امر کے گواہ ہیں
اور موافق قاعدہ کلیہ اہل سنت کے کہ سب الشیخین کفر و سب الختنین فسق بہتیروں کو سادات صحیح النسب میں سے جو کہ جناب رسول خدا صلعم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور عترت میں حضرت کے داخل ہیں
اہل سنت اُنکو کافر اور واجب القتل و التعذیر جانتے ہیں اب کہو کہ تم میں اور شیعوں میں سادات کے مقدمہ میں کیا فرق باقی رہا جیسے تم اکثر سادات کو بد جانتے ہو ایسے ہی وہ بہی
بعضے سادات کو بد جانتے ہیں اور یہہ جو کہتا ہے بے سند کہ شیعہ حضرت زید شہید فرزند ارجمند امام ہمام امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کو اور اُنکے بیٹے یحیی بن زید کو دشمن رکہتے ہیں
اور اُنکو بد جانتے ہیں یہ قول اسکا بالکل دروغ ہے اور افترا ہے شیعہ وہ ہرگز اُنکو برا نہیں جانتے بلکہ شیعہ تو اُن سے دوستی رکھتے ہیں اور اُنکو بہت نیک اور صالح اور متقی جانتے ہیں
چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں حضرت زید کو لکھتے ہیں کہ کان زید بن علی بن الحسین عین اخوتہ بعد ابی جعفر و افضلہم و کان ورعا عابدا فقیہا سخیا حاصل یہ ہے
کہ زید بن علی بن حسین بعد حضرت امام ابو جعفر محمد باقر کے سب بھائیوں میں زیادہ بزرگ تہے اور عابد و پرہیزگار اور فقیہ و شجاع تہے اور اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمۃ رجال روضۃ المتقین میں لکھتے
ہیں کہ روایت کی ہے مصنف نے اور غیر اُن کے نے کہ دلالت کرتی ہے وہ اُنکے مرتبہ کی بزرگی پر اور ظاہر ہوتا ہے اُس سے یہ امر کہ وہ اپنے واسطے دعوی امامت کا نہیں کرتا تھا بلکہ پسندیدہ آل محمد صلعم کے
واسطے کرتا تھا کہ وہ حضرت امام جعفر صادق ہیں بعد اسکے لکھتے ہیں کہ تھا زیادہ بزرگ اپنے بھائیوں میں اور تھا پرہیزگار اور عابد اور فقیہ اور شجاع اور تلوار لیکر خروج کیا حکم کرتا تھا نیکی کا اور منع
کرتا تھا بدی سے اور انتقام لیتا تھا خون امام حسین کا اور حضرت صادق اُنکے خروج سے راضی تھے اور بعد موت اُنکے تعزیہ ظاہر کرتے تھے اور ایسے ہی یحیی بن زید بن علی تھے کہ صالح اور متقی تھے اور
دشمنی اُنکی شیعوں کی طرف منسوب کرنی دروغ اور باطل ہے اور تکذیب کرتی ہے اسکی عبارت دیباچہ صحیفہ کاملہ کی اور علماء رجال نے اُنکو حضرت صادق کے اصحاب میں سے لکھا ہے اور حضرت
ابراہیم بن موسی کاظم کی بہی عداوت کو طرف شیعوں کے منسوب کرنا باطل ہے بلکہ شیعہ اُنکو بزرگ اور نیک جانتے ہیں چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن موسی بن جعفر بن
محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام بڑے بزرگ اور کریم تھے اور جعفر بن موسی کو شیعہ ہرگز کاذب نہیں جانتے یہ لقب اُنکا شیعوں کی طرف منسوب کرنا افترائے محض ہے کتب امامیہ
بلکہ کتب انساب میں اسکا کچھ ذکر نہیں ہے اور جعفر برادر امام حسن عسکری کو ملقب بکذاب ہونیکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ باوجود ارتکاب فسق و فجور کے وہ دعوی جھوٹا امامت کا اپنے واسطے

کرتا تھا اور عداوت حسن بن حسن مثنیٰ کی منسوب کرنی طرف شیعوں کے بھی اس شیخ کے دروغ میں ہے اسواسطے کہ شیعوں نے انکو اصحاب صادق علیہ السلام میں سے شمار کیا ہے چنانچہ فاضل
استرآبادی اپنی کتب رجال میں لکھتے ہیں اور منسوب کرنا تکفیر اور ارتداد عبداللہ بن حسن اور محمد بن عبداللہ کا جو کہ ملقب بنفس ذکیہ ہے طرف امامیہ کے باطل ہے اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا بن
محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحییٰ بن عمر کہ جو حضرت زید شہید کے پوتوں میں سے تھے امامیہ انکو ہرگز کافر اور مرتد نہیں جانتے انکے ارتداد کو شیعوں کی
طرف منسوب کرنا افترائے محض ہے اسواسطے کہ کتب جرح اور تعدیل امامیہ میں انکا ذکر ہی نہیں ہے جا کر جرح کیا انکا اور محض بن حسن کا تو وجود ہی نہیں ہے معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے لکھا ہے اور بزرگی
اور فضیلت زید شہید کی سب امامیہ معتقد ہیں لیکن امام انکو نہیں جانتے اور دعوی جو امامت کا وہ کرتے تھے اپنے واسطے نہیں کرتے تھے بلکہ واسطے برگزیدہ اور پسندیدہ آل محمد کے واسطے
کرتے تھے جیسا کہ اوپر گزرا ہے اور بعضی روایت میں جرح انکو اچھا نہیں لکھا ہے وہ روایت محمول برتقیہ ہے کہ خلیفہ وقت سے تقیہ اسوقت تھا جس نے کہ انکو قتل کروا کے سولی لوایا تھا اور اگر
حضرت زید کی امامت اور بزرگی کا اعتقاد کرنیوالے سادات کو کوئی شیعوں میں سے کافر اور مرتد جانتا ہے تو اہل سنت ابوبکر کی خلافت اور فضیلت کے اعتقاد کرنیوالے سادات کو مرتد جانتے
ہیں تمنے کونسی بزرگی سادات کی قائم رکھی ہے یہانتک کہ صادق حلوای نخشی قال اقول رسالہ منطق کا لکھتا ہے کہ صاحب قال اقول نے جو آل رسول پر دیباچہ میں اپنے رسالہ کی درود
نہیں لکھا ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ آل رسول کی نوبت رفض میں یہانتک پہنچی ہے کہ وہ کافر ہو گئے ہیں اور حضرت زید کی امامت کی کوئی وجہ بھی ہو کہ جو بالاستقلال انکی امامت کا اعتقاد
کیا جائے اور امام تو انکو اہل سنت بھی نہیں جانتے ہیں و نیز وہ جو بارہ خلیفہ ہیں اہل سنت کے نزدیک جنکی خبر جناب رسول خدا صلعم نے دی تھی وہ یہ ہیں ابوبکر عمر عثمان علی معاویہ یزید عبدالملک اور
چاروں بیٹے عبدالملک کے اور عمر بن عبدالعزیز اور حضرت زید انمیں بھی داخل نہیں ہیں انکو کیونکر امام کہا جائے اور جیسے کہ بعضے سادات کو شیعہ جہنمی جانتے ہیں ایسے ہی اہلسنت بھی بعضوں کو جہنمی جانتے
ہیں ان لوگوں کو جو جگر گوشگان رسول خدا ہیں اور اگر بعضے سادات حسنی اور حسینی حضرت زید کی امامت کے معتقد ہیں تو اس سے کیا ہوا ہے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی امامت کے بھی تو بعضے سادات معتقد ہیں جیسا کہ ہم انکو جانتے
ہیں ایسے ہی انکو جانتے ہیں اور اولاد رسول ہونیکو یہ لازم نہیں ہے کہ اسکی صحت ایمان میں کسیطرح کا فرق آئے لیکن ہماری کسی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ انمیں سے کسی نے توبہ نہیں کی ہے اور ابدالآباد جہنم میں رہینگے جیسا کہ شیعوں
کے نزدیک منکر امامت امام منکر نبوت ہے ایسے ہی اہل سنت کے نزدیک منکر خلافت ابوبکر ہے اور اگر کسی نے در صورت فرض تسلیم ان لوگوں کو کافر کہا ہے تو کافر مشرک اور کافر متاول میں
فرق ہے اور کافر مشرک کے ابدالآباد جہنم میں رہنے کے حکم سے اور نہ قبول ہونے شفاعت سے اسکے حق میں لازم نہیں آتا ہے کہ کافر متاول کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا اور اسکے حق میں شفاعت کے قبول
نہونیکا بھی حکم ہو اور کافر مشرک انکو کوئی شیعہ نہیں کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ شفاعت سے یا بعد عذاب کے نجات پائیں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی ایک نماز کو عمداً ترک کرے وہ کافر ہے
چنانچہ فرمایا ہے حضرت صلعم نے کہ من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر ایسے کافر کو کوئی بھی مسلمانوں میں سے نہیں کہتا ہے کہ ابدالآباد دوزخ میں رہیگا اور حضرت عباس کے اعراف میں ہونیکو
یہ شیخ اور نہ اسکے بڑے کوئی سمجھا ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے اسکے جواب میں لکھ آئے ہیں کہ وہ ٹیلے ہیں درمیان بہشت اور دوزخ کے قیامت کے روز ان ٹیلوں پر انبیاء اور اوصیاء
ہونگے اور اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں لیجائینگے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہونگے اور اہل سنت کے بعضی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اعراف پر
حضرت عباس اور حمزہ اور حضرت علی اور جعفر طیار ہونگے کہ اپنے دوستوں کو پہچانکر بہشت میں داخل کرینگے اور اگر بعضے آدمی جو کہ قابل دوزخ کے نہیں بسبب بعضی معاصی کے ان ٹیلوں پر ہمیشہ بھی
رہے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے کہ وہاں تکلیف تو نہیں اور کافر متاول کے واسطے ضرور نہیں ہے کہ وہ ابدالآباد دوزخ میں ہے اور اعراف میں جانا ممنوع کافر مشرک کے واسطے ہے اور نہ اسکی شفاعت قبول
ہوگی اور آیت **ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار** مشرک کے حق میں ہے کہ جو بغیر توبہ کئے مر گیا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل حضرت شیعہ کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر حضرت رسول اللہ
صلعم کی اولاد اور اقربا اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکے دوستداروں کے ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں اس بارہ میں ذرا سا
فرق ہے فقط اتنا ہی تو ہے کہ شیعہ دوازدہ امام اور انکے بعض اقربا کی بزرگی کے معتقد ہیں اور ناصبی معتقد نہیں سو اس اعتقادی تو انکی بے اعتقادی ہی بھلی اول تو یہ فرقہ محبت کے پردہ میں
حضرات ائمہ کے ذمے صدہا عیب لگاتے ہیں اور پھر ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنی بکانے کے سامنے گاتے ہیں چنانچہ کچھ تو اس رسالہ کے دیکھنے والوں کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا بیان
ہر چند اسبات کے لکھنے کا موقع ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیے بطور نمونہ اشارہ کئے جاتا ہوں حضرت امام الائمہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے احوال کچھ ایسے تراش رکھے ہیں
کہ جس سے ہر کوئی یہ سمجھ جائے کہ نعوذ باللہ وہ بڑے ہی بے غیرت نامرد جھوٹے کذاب تھے کہ اپنی بیٹی کافروں کے حوالہ کردی اور بخوف جان نہ اس مقدمہ میں کچھ چون وچرا کی نہ کسی اور بات میں دم مارا
کافروں کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ انسے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے اور انکی تعریفیں رہا کیں کہ مومنان باخلاص کی اسکے عشر عشیر کبھی ایک دفعہ بھی کی جب نکالی ہے
تو اوروں کا کیا ذکر ہے قیاس کن زگلستان من بہار مرا خارجی اور ناصبی ہر چند حضرت علی کو برا سمجھتے ہیں پر اتنا نہیں سمجھتے **اقول** یہ شیخ بڑا بیہودہ ہے کہ ایک مضمون کو کئی مرتبہ بار بار لکھکر
کتاب کو بڑھاتا ہے تاکہ لوگ جانیں کہ اس نے بہت کچھ لکھا ہے اور جو کچھ کہ اس نے اس قول میں لکھا ہے پہلے اس سے بھی اسکو لکھا ہے اور جواب اسکا ہم لکھ آئے ہیں اور انکی بڑائی اہل بیت کو اور اولاد
رسول مقبول کو بعد رسول خدا صلعم کے اسقدر رنج پہنچا ہے کہ جسوقت آدمی سنتا ہے تو ان آزار پہنچانیوالوں کو بجز لعنت کے یاد نہیں کرتا جگر گوشہ رسول مقبول کا حق غصب کیا اور اسکے گھر کے جلانے کو آئے

اور لڑکیاں لیگئیں اور اُسکا دروازہ آیا اور اُنکے خلیفہ حق سنے اُسکے فرزند کو زہر دلوایا اور اُسکے مرنے کی خبر سنکر تکبیر میں نہیں اور اُسکے بیٹے یزید نے جسکو انکا امام غزالی اور ملا علی قاری مومن
پاک کہتے ہیں اور بدر شاہ عبد العزیز اور شارح ترمذی اسکو خلیفہ حق لکھتے ہیں بھوکا اور پیاسا مع اقارب اُسکے کے ذبح کیا اور اُسکی حرم کو سر برہنہ در بدر پھرایا اور اُسکی اولاد کو انکے اماموں نے جنکو
یا امیر المومنین لکھتے ہیں زہر دلوا کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے تا حضرت امام حسن عسکری شہید کروایا اور اکثر سادات کو یہانتک کہ اُنکے بچوں کو انکے خلفاء اور اماموں نے جا بجا سے تلاش
کر کے قتل کروایا اور دیواروں میں اُنکو چنوا دیا اور اُنکے بڑوں نے ازواج رسول خدا صلعم پر نظر رکھی کسی نے تو کہا کہ اگر پیغمبر خدا مر جائیں تو میں ام سلمہ سے نکاح کروں اور طلحہ نے کہا کہ میں عائشہ سے نکاح کروں
اور جناب رسول خدا صلعم کی زوجہ کو صفوان بن معطل سے تہمت زنا کی لگائی اور معاذ اللہ جناب رسول خدا صلعم پر تہمت کی انہوں نے اور ایسی بے غیرتی کی بات حضرت کی طرف منسوب کر کی کہ جو کوئی سنتا
ہے وہ توبہ توبہ کرتا ہے کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم اپنی زوجہ عائشہ کو کاندھے پر چڑھا کر سنڈے مسٹنڈے حبشیوں کے ناچ کا تماشا دکھلانے کو لیگئے الحاصل اہل سنت کے دعوی محبت تو اسقدر اور پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ کی اولاد اور ازواج رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اماموں کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک خاک پڑے اس محبت پر انمیں اور ناصبیوں میں کچھ فرق نہیں ہے اتنا ہی فرق
ہے کہ یہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم رسول اور آل رسول سے دوستی رکھتے ہیں اگرچہ واقع میں دوست نہوں اور نواصب بات یہ ہے ہی قرار انکی دوستی کا نہیں کرتے سو منہ بولی اقرار سے تو انکی بے قراری ہی بہتر ہے
کیونکہ اول تو انہوں نے ثلاثہ سے اور عائشہ سے حد سے زیادہ محبت انتہا کی اور اس محبت عائشہ میں جناب رسول خدا کے ذمہ عیب لگایا کہ وہ اپنی زوجہ کو کاندھے پر چڑھا کر حبشیوں کا ناچ دکھلانے کو لیگئے اور اپنی بغل میں
لیکر اسکو ناچ دکھلایا اور پھر یہ لوگ ان کفریات کو ہر کس و ناکس اپنے بیگانے کے سامنے گاتے ہیں یہانتک کہ ایک ہندو نے بھی اپنے رسالہ میں لکھکر مسلمانوں پر طعن کیا ہے ہر چند اسبات کی مفصل
لکھنے کا موقع ہے لیکن اس رسالہ مختصر کے مناسب نہیں اسلیئے بطور نمونہ اشارہ کئے جاتا ہوں اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے ہم سب کا جواب دے آئے ہیں مکرر لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور ہم سب
اولاد حضرت صلعم کو برا نہیں جانتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو جو ائمہ ہدیٰ کی چغلی بادشاہوں کے روبرو کھا کر انکو قید اور قتل کرواتے تھے اور ازواج حضرت کو بھی برا جانتے ہیں مگر اسکو کہ جو حضرت علی سے عداوت
رکھتے تھے اور اگر ہم بعض سادات حاسدان اور دشمنان ائمہ ہدیٰ کو اچھا نہیں جانتے ہیں تو اہل سنت تو ہم سے زیادہ کو اچھا نہیں جانتے اُن لوگوں کو جو خلافت سے بیزار ہیں اور ہم نکاح ام کلثوم
دختر فاطمہ زہرا کے عمر سے قائل ہی نہیں ہیں تا کہ حضرت علی کا نام ہونا خیال کیا جائے اور نہ ہم عمر کو کافر جانتے ہیں قوم ہی اسکو کافر کہتا ہے اور ثلاثہ کے ہمراہ انکے پیچھے نماز حضرت علی کی اور ہم نوالہ
اور ہم پیالہ ان سے رہنا درصورت فرض و تسلیم موقوف اس روایت مسلم پر ہے کہ جو حضرت نے حذیفہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے ایسے امام ہونگے کہ میری ہدایت اور سنت پر نہونگے تو انکی متابعت کرنا اگرچہ
پشت تیری زخمی ہو اور مال تیرا لوٹ لیا جائے اور تعریفیں ثلاثہ کی حضرت علی نے اس طرح سے کبھی نہیں کی ہیں کہ جس سے انکی زندگی دین ثابت ہو بلکہ ہمیشہ مذمت انکی کرتے رہے ہیں چنانچہ اہل سنت
کی کتابوں سے اور نہج البلاغت سے ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** پھر اس محبت نامعقول کو اتنا حد سے بڑھایا کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو بھی گھٹایا چنانچہ مذہب امامیہ
بنسبت تمام ائمہ ہدیٰ کے کہتے ہیں کہ وہ سب تمام انبیاء سے افضل ہیں حالانکہ کلام اللہ اور خود انکی کتابیں اسبات پر گواہ ہیں کہ انبیاء سب سے افضل ہیں کلام اللہ میں بار بار انبیاء کی نسبت
اصطفا اور اجتبا جو معنی چھانٹ لینے کے ہے مستعمل ہے اور ظاہر ہے کہ چھانٹی ہوئی چیز باقی سے افضل ہوتی ہے علاوہ کل چار فرقوں کی خداوند کریم تعریف فرماتا ہے انبیاء اور صدیقین
اور شہدا اور صالحین سو ہر جگہ انبیاء ہی کو مقدم کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی باقی تین فرقوں سے افضل اور رتبے میں مقدم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ائمہ ہدیٰ نبی تو تھے ہی نہیں پھر
ان تینوں فرقوں میں سے جونسے کو شیعہ پسند کریں اختیار ہے بہتر ہے کہ اماموں کو صدیق کہیں گے اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے تب بھی انبیاء سے بعد ہی میں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ شیعہ
کلام اللہ کی کاہیکو سنیں گے اسلیئے مناسب ہے کہ انہیں کی کتابوں سے انکو جواب کیجے اور جتا دیجے کہ یہ جو مثل مشہور ہے دروغ گو را حافظہ نباشد اور ایسے ہی یہ مثل کہ حق بر زبان جاری شود دو
سچے ہیں پیشوایان شیعہ نے ہر چند اس روایات کے تراشنے میں جہد بلیغ کیا جس سے اماموں کا انبیاء سے افضل ہونا ثابت ہو جاوے لیکن بمقتضاء مثل اول چوک کر بمقتضاء مفہوم مثل ثانی حق
بات کہی گئی روی الکلینی عن هشام الاحول عن زید بن علی ان الانبیاء افضل من الائمة وان من قال غیر ذالک فهو ضال یعنی کلینی بواسطہ ہشام احول کے زید بن علی سے روایت
کرتا ہے کہ مقرر انبیاء اماموں سے افضل ہیں اور بیشک سوای اسکے جو کہے وہ گمراہ ہے اور ابن بابویہ کتاب الامالی میں بروایت صحیح ایک حدیث طویل کے ضمن میں جسمیں حضرت زہرا رضی اللہ
عنہا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا قصہ مندرج ہے اس طرح روایت فرماتے ہیں عن الصادق عن ابائه علیهم السلام ان الله تعالی قال لسکان الجنة من الملئکة
والارواح الرسل ومن فیها انی زوجت احب النساء الی من احب الرجال الی بعد النبیین یعنی حضرت صادق اپنے باپ دادوں سے روایت کرتے ہیں کہ مقرر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جنت کے رہنے والوں سے
یعنی فرشتوں سے اور رسولوں کی ارواح سے اور جو سوا انکے جنت میں تھے اُنسے خداوند کریم نے فرمایا کہ خبردار ہو کہ میں نے اُس عورت کا نکاح جو سب عورتوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے اُس مرد سے کر دیا ہے
کہ جو سب مردوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے بعد انبیاء کے فقط غور فرمانے کی جا ہے یہ روایتیں آواز بلند سے کہتی ہیں کہ حضرت امیر کا رتبہ بعد انبیاء کے ہے مگر ستم یہ ہے کہ باوجود ان روایات کے بطور ائمہ کو
انبیاء سے افضل ہی بتلاتے جاتے ہیں ظاہر اسکا سبب یہ ہے کہ صحابہ کے حصہ کی محبت اور نیز اکثر اہل بیت کے حصہ کا اعتقاد فقط انہی چند اشخاص معدود کے حق میں صرف کرتے ہیں بسبب انضمام اور
اجتماع محبت اہلبیت سکی غیرہ کے محبت دوازدہ امام اپنی حد سے باہر نکل گئی اور فی المثل شیعوں کی وہی مثل ہو گئی جو نصرانیوں کی ہے کہ حضرت عیسے کے ساتھ اسقدر محبت کو بڑھایا کہ انکو خدا کا بیٹا

نوبت معبودیت تک پہنچایا **اقول** تفضیل انبیاء کی ائمہ پر یا تفضیل ائمہ کی انبیاء پر اختلافی ہے بعضے علما کہتے ہیں کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ سے اور اکثر علما کہتے ہیں کہ ائمہ افضل ہیں انبیاء سے اور یہ اختلاف بسبب اختلاف روایات کے ہے کہ جو ہماری کتابوں میں ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں اکثر روایات تو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ علیہم السلام افضل ہیں انبیاء علیہم السلام سے اور بعضی روایتیں دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام سے اور اختلافی مسئلہ محل طعن اور تشنیع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی یا اختلاف اصحابی رحمۃ اور اگر اختلاف محل طعن ہو تو اشاعرہ اور ماتریدیہ اور ابوحنیفہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اختلاف آپس میں رکھتے ہیں چاہیئے کہ سب باطل پر ہوں اور یہ شیخ جو کل امامیہ کو کہتا ہے کہ امامیہ ائمہ کو انبیاء سے افضل جانتے ہیں غلط کہتا ہے دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب بھی اس مسئلہ میں اختلاف علماء امامیہ کا اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایشاں درین مسئلہ باہم خرفشار بسیار است پس جس وقت کہ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں تو تفضیل انبیاء کی ائمہ پر تحریر کرنے کی تو کچھ احتیاج نہیں ہے باقی رہا دوسرا مذہب کہ جس میں تفضیل ائمہ کی انبیاء علیہم السلام پر ہے اور یہ ناصبی اسی پر طعن کرتا ہے انکی طرف سے جواب دیتا ہوں کہ اول تو روایات ائمہ کی کثرت سے دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ائمہ معصومین افضل ہیں انبیاء سے اور سوائے اسکے آیت مباہلہ کہ وہ قُل تَعَالَوا نَدعُ اَبنَاءَنَا وَاَبنَاءَکُم وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُم وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَکُم ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ کہہ تو آؤ ہم بلائیں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہارے کو اور عورتوں اپنیوں کو اور عورتوں تمہاری کو اور نفسوں اپنوں کو اور نفسوں تمہاروں کو اسمیں خدا تعالی نے حضرت علی کو نفس رسول فرمایا ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں تو حضرت علی کہ نفس آنحضرت کے ہیں وہ بھی سب انبیاء سے افضل ہونگے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی نے قول محمود بن الحسن الحمصی کا کہ وہ متکلمین امامیہ میں سے ہے نقل کیا ہے کہ معلوم ہے کہ مراد انفسنا سے نفس پیغمبر نہیں ہے اسلئے کہ آدمی نفس اپنے کو نہیں بلاتا ہے کہ وہ تو اسکے پاس ہی ہے پس مراد اس سے غیر حضرت کا ہوگا اور وہ سب کے نزدیک علی بن ابیطالب ہیں پس اس آیت نے دلالت کی اس امر پر کہ نفس علی نفس نبی ذاتاً عین ہو تو محالات میں سے ہے پس برابر ہونا بجمیع وجوہ مراد ہوگا مگر جس وجہ کو دلیل نے نکالدیا ہے جیسے کہ نبوت کہ یہ علی میں نہ تھی اور فضیلت جناب خاتم المرسلین صلعم کی تو سب انبیاء پر اجماعی اور ضروریات دین اسلام میں سے ہے تو فضیلت علی بن ابیطالب کی بھی سب انبیاء پر ثابت ہوگی اور ایک وجہ فضیلت ائمہ کی انبیاء پر یہ ہے کہ خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ هَل یَستَوِی الَّذِینَ یَعلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعلَمُونَ یعنی بے علم علما کے برابر نہیں ہیں اور ائمہ معصومین کو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے علم پہنچا ہے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے نزدیک وفات کے حضرت علی کے کان میں کچھ کہا کہ وہ لاکھ باب تھے اور ہر باب میں لاکھ مسئلے تھے اور حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے پہلے اسکے کہ مجھ کو نہ پاؤ اور آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ اہل بیت کے حق میں تم انکو مت سکھاؤ یہ تم سے زیادہ سیکھے ہوئے ہیں اور جناب رسولخدا کا علم سب انبیاء کے علم سے زیادہ تھا تو ائمہ کا علم بھی انکے علم سے زیادہ ہوگا اور جب علم انکا انبیاء کے علم سے زیادہ ہوا تو وہ انبیاء سے افضل ہوئے اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِن رَّبِّهٖ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیهِ ابن مغازلی شافعی نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ وہ کلمے کونسے ہیں کہ جنکے واسطے سے توبہ آدم کی قبول ہوئی فرمایا حضرت نے کہ بحق محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین پس جس وقت بہ برکت اسما پنجتن کے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی تو وہ حضرت آدم سے افضل ہونگے اور آیت وَقِفُوهُم اِنَّهُم مَسئُولُونَ کی تفسیر میں ابن شیرویہ دیلمی نے فردوس میں اور صواعق محرقہ میں دیلمی اور واحدی سے روایت ہے کہ علی کی ولایت سے سوال ہوگا چنانچہ اور ثابت نہیں ہے یہ فضیلت کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہے اور آیت وَاسئَل مَن اَرسَلنَا مِن قَبلِكَ مِن رُّسُلِنَا کی تفسیر میں ابن عبدالبر وغیرہ نے روایت کی ہے اور ابونعیم محدث نے بھی ذکر کیا ہے [illegible] میں بھی مذکور ہے اور مرزا محمد خان بدخشی نے بھی مفتاح النجا میں عبدالرزاق سے روایت کی ہے کہ شب معراج آنحضرت صلعم کو اور جمیع انبیاء کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے محمد صلعم پوچھو تو ان انبیاء سے کہ تم کس امر پر مبعوث ہوئے ہو تو انبیاء نے اسکے جواب میں کہا کہ ہم مبعوث ہوئے ہیں شہادت لا اله الا الله پر اور اقرار کرنے نبوت تیری پر اور ولایت علی پر اور جو شخص ایسا ہے کہ اسکی ولایت کے اقرار پر انبیاء مبعوث ہوئے ہوں تو بیشک انبیاء سے وہ افضل ہوگا خواہ ولایت بمعنی خلافت ہو خواہ بمعنی محبت اور کتاب مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے بھی لکھا ہے اور حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اگر جانتے آدمی کہ کس وقت علی امیرالمومنین نام رکھا گیا ہے تو اسکی فضیلتوں کا انکار نہ کرتے نام رکھا گیا ہے وہ امیرالمومنین جس وقت آدم درمیان روح اور جسد کے تھے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وقت اخذ میثاق کے ذریت آدم سے سب نے کہا کہ تو پروردگار ہمارا ہے اور ملائکہ نے بھی کہا تو خدا تعالی نے فرمایا کہ میں پروردگار تمہارا ہوں اور محمد صلعم نبی تمہارا ہے اور علی امیر تمہارا ہے پس جو شخص کہ یہ مرتبہ رکھتا ہوگا تو البتہ انبیاء سے افضل ہوگا سوائے جناب سرور کائنات کے اور جناب رسولخدا صلعم نے حضرت علی کو فرمایا ہے کہ تو بھائی میرا ہے دنیا اور آخرت میں جیسا کہ ترمذی میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے اور صحابہ میں سے ہر ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا اور علی کو اپنا بھائی مقرر کیا اور مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے اور ابن مغازلی شافعی نے جابر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ دروازہ بہشت پر مرقوم ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ وعلی اخو رسول اللہ دو ہزار برس پہلے آسمانوں کے پیدا کرنے سے اور فرمایا حضرت نے علی تو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں چنانچہ ابن مغازلی شافعی نے لکھا ہے اور ترمذی میں بھی موجود ہے اور جناب رسولخدا صلعم تو سب انبیاء سے افضل ہیں پس حضرت علی کہ دنیا اور آخرت میں حضرت صلعم کے بھائی ہیں وہ بھی افضل ہونگے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ فرمایا حضرت نے میں اور علی نور تھے آدم کے چودہ ہزار برس پیدا کرنے سے پہلے اور مناقب مغازلی اور [illegible] میں بھی اسکی طرف اشارہ ہے اور فرمایا کہ محمد میں نبوت ہے اور علی میں خلافت اور یہ شرف کسی نبی میں نہیں ہے پس علی افضل ہو گا سب انبیاء سے اور سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہے کہ معاملہ عائشہ نے علی کی حال [illegible]

تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر کافر اور حضرت علی نے روایت کی ہو کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے اے علی تو خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہے اسمیں مگر کافر اور صاحب فردوس
نے بھی روایت کی ہو اور مسند احمد حنبل میں لکھا ہو کہ جابر سے سوال کیا گیا علی کی حال سے تو کہا کہ وہ خیر البشر ہے نہیں شک کرتا ہی اسمیں مگر منافق اور کتاب مناقب ابن مردویہ میں
لکھا ہو اور جابر سے روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے روبرو مہاجرین و انصار کے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی عبادت کرے خدا کی جیسا کہ حق عبادت کا ہو اور پھر شک کرے تیری اور تیری اہل بیت
کی افضل الناس ہونے میں تو آتش جہنم میں وہ ہوگا دیکھو یہ روایتیں دلالت کرتی ہیں حضرت علی کی سب انبیا سے افضل ہونے پر سوائے خاتم المرسلین کے کہ علی نائب انکے ہیں اور نائب اپنے منوب سے
افضل نہیں ہو سکتا اور اگر دوسرے اوصیا کی منوبوں سے افضل ہو تو مضائقہ ہی نہیں ہے اور محی الدین عربی کہ اولیاء اللہ اہل سنت میں سے ہیں فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ مرتبہ
ولایت کا اشرف ہے مرتبہ نبوت سے چنانچہ عبارت فص حکمت نفثیہ فی کلمہ شیثیہ سے ظاہر ہوتا ہے اور حضرت علی سب کے نزدیک خاتم الاولیا ہیں پس افضل ہونگے انبیا سے اور مولوی روم اپنی مثنوی
میں لکھتے ہیں ؎ او خدو انداخت بر روی علی • افتخار ہر نبی و ہر ولی • اور اپنے اولیا کے حال میں تو اہل سنت ایسا کچھ لکھتے ہیں کہ مخلوقات خدا میں سے کسیکو وہ رتبہ حاصل نہیں ہی کہ جو
انکو تھا چنانچہ فخر الاسلام نے بزدوی میں لکھا ہی کہ جب ولی کمال کو پہنچتا ہی تو اسپر ماں اور دختر اور خواہر اور بھانجی اور بھتیجی سب محرمات حلال ہو جاتی ہیں جسکے ساتھ چاہی مجامعت کری اور نماز اور روزہ
وغیرہ کل تکلیفات شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں سو یہ مرتبہ تو کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوا اس جہت سے تو اولیا اہل سنت سب انبیا سے یہانتک کہ جناب سید المرسلین سے بھی افضل ہوئے
کہ یہ مرتبہ تو انکو بھی حاصل نہ تھا اور اس سے بھی بڑھکر سنئے کہ اہل سنت جنکے اولیا ہونے سے اپنا فخر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں اولیا ہوے ہیں انکو تو یہ خدا ہی لکھتے ہیں چنانچہ فرید الدین
عطار نے تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہی کہ بایزید بسطامی سفر مکہ میں ایک شہر میں پہنچا اور جسوقت اس شہر سے نکلا تو لوگ اسکے پیچھے پیچھے گئے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ یہ تیرے ہمراہ صحبت رکھینگے
پس بایزید نے بعد اسکے کہ نماز صبح ادا کی تو انکی طرف منہ کرکے کہا کہ اِنَّنِیْ اَنَا اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ یعنی مقرر میں خدا ہوں نہیں ہی کوئی معبود سوا اور پرستش سوائے میرے پس عبادت
کرو تم میری اور اس حکایت کو مولوی روم نے اپنی مثنوی میں اس طرح سے لکھا ہی اور بعضے اشعار اس حکایت کے یہ ہیں ؎ با مریداں آن فقیر محتشم • بایزید آمد کہ نک یزداں منم • گفت
مستانہ عیاں آن ذوفنون • لا الہ الا انا ہا فاعبدون • اور بعد اسکے اور اشعار لکھے ہیں اور آخر میں یہ مضمون لکھا ہی کہ جسوقت بایزید شورش میں آیا تو کہا کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللہِ
یعنی نہیں ہے میرے جبہ کے اندر سوا خدا کے کہ میں ہی خدا ہوں اور مولوی روم اسکا ترجمہ کرتے ہیں کہ اس نے کہا ؎ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا • چند جوئی در زمین و در سما • اور بایزید کہتا تھا سبحانی
ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں کیا بزرگ ہی شان میری اور منصور کہتا تھا انا الحق یعنی میں خدا ہوں اور بعضے اشعار تعریف میں شمس تبریزی کی جو لکھے ہیں وہ یہ ہیں ؎
• دلم سرمست شد انگشت بر رگ مینزند • پردہ عشاق را از دل بر ونق مینزند • انبیاء و اولیا حیراں شدہ در حضرتش • یحیی و یعقوب و یوسف چرخ مطلق مینزند • عیسی و موسی بپا شند
چاکران حضرتش • جبرئیل اند قبولش سحر مطلق مینزند • جان ابراہیم مجنوں گشت اندر عشق او • تیغ را بر فرق اسمعیل و اسحق مینزند • کیست آنکس کش چنین دعوی کند اندر جہاں
شمس تبریزی کہ ماہ بدر را شق مینزند • ہر کہ نام شمس تبریزی شنید اندر جہاں • روح او مقبول حضرت شد انا الحق مینزند • اور فرید الدین عطار نے جوہر ذات میں سوال و جواب بایزید و منصور
حلاج کو نظم کیا ہی کہ بعضے اشعار سوال بایزید کے یہ ہیں کہ منصور حلاج کو بایزید زبان کھولکر کہتا ہی ؎ زباں بکشاد و گفت اے ذات مطلق • بر حق میزنی اینجا انا الحق • منم واقف ز رازت
اندر اینجا • کہ مے بینم ترا من ذات یکتا • تو ذاتی و خدائے پاک ہستی • بت صورت بیکرہ در شکستی • اور جواب منصور کے بعض اشعار یہ ہیں ؎ جوابش داد آنجہ صاحب راز • کہ امد
عشق اے سوز و ساز • فنا شو تا بقائی ما بیابی • پس آنگہ سوئی ما بے خود شتابی • فنا شو تا کنم ایجاب واصل • ہمہ مقصود تو آرم بحاصل • منم حق آمدہ اللہ مطلق • درون جملہ ام آگاہ
مطلق • من آوردم ترا در دار دنیا • منت بشناسم برم در دار عقبیٰ • یہ ہیں اکابر اور پیر و مرشد اہل سنت کے کہ جو کلمات کفر و ضلالت اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اور خدا اپنے تئیں کہتے ہیں
اور پھر اہل سنت انسے بڑا فخر اپنا بیان کرتے ہیں اور بعضی شیعہ کہ جو ائمہ ہدیٰ کو انبیا پر فضیلت دیتے ہیں تو اہل سنت انپر طعن کرتے ہیں لیکن وہ شیعہ ائمہ ہدیٰ کو خدا تو انبیا کا نہیں کہتے ہیں اور اولیا
اہل سنت تو اپنے تئیں خدا انبیا علیہم السلام کا اور تمام مخلوقات کا کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو اپنے چاکروں میں سے کہتے ہیں اور عبد اللہ بن سبا جو حضرت علی کو خدا کہتا تھا اسمیں اور
انمیں کیا فرق ہی بلکہ وہ تو ایک ہی شخص کو خدا کہتا تھا اور اہل سنت کے مذہب میں تو بہت سے خدا ہیں اہل بیت کی پیروی کی ترک کرنیکا یہ نتیجہ ہے کہ اگر اہل سنت انکے طریقہ پر اصول اور فروع
میں بعد رسولخدا صلعم کے انکو ہی اپنا ہادی قرار دیتے اور انکے اقوال پر عمل کرتے تو اس کفریات میں کاہکو پڑتے اور جب ان قولوں پر کفر کے تشنیع کی جاتی ہی تو کہتے ہیں کہ انکی
کلام کو کوئی سمجھتا ہی نہیں ہی تم دیا جا تو یہ اور زیادہ کفر ہی کہ کلام خدا اور کلام رسولخدا سے بھی بڑھکر انکے اقوال ہوئی کہ وہ تو سمجھ میں آئیں اور یہ سمجھ میں نہ آئیں اور اگر باب تاویل ایسا
ہی وسیع ہو جاوے تو چاہیے کہ قول کفر کا دنیا میں باقی نہ رہے تاویل کرکے درست کر دیا جاوے اب کوئی اس شیخ سے پوچھے کہ دیکھو تو شیعوں نے ائمہ ہدیٰ کی محبت کو حد سے زیادہ بڑھایا ہی انکو انبیا
علیہم السلام پر فضیلت دینے سے یا اہل سنت نے اپنے اولیا کی محبت کو کہ باوجود صادر ہونے کلمات کفر کے انکو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور ائمہ ہدیٰ سے جو محبت ہم رکھتے ہیں اس محبت کو تو غلو
کہتا ہے اور تو جو کافروں اور گمراہوں کو جو کلمہ کفر اپنی زبان سے نکالتے ہیں اپنا پیر و مرشد جانتا ہی اور میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں کہ یہ مسئلہ شیعوں میں اختلافی ہی اور اختلافی مسئلہ کے

دا وگیر نہیں ہوسکتی اور جو دلیل کہ شیعوں میں سے ائمہ ہدیٰ کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہیں سوائے فضیلت نبوت کے اور فضائل میں فضیلت دیتے ہیں اور فضیلت نبوت کی انکی
ہی واسطے مخصوص کہتے ہیں اور اصطفا اور اجتبا کا لفظ قرآن میں سوای انبیاء کے اوروں کے واسطے بھی آیا ہی کچھ انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ آل ابراہیم اور آل عمران کے واسطے
بھی آیا ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اور خدا تعالیٰ قرآن میں سب انبیاء کو صالحین کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے
كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اس صورت میں چاہئے کہ صدیقین اور شہدا انبیاء سے افضل ہو جائیں اور لفظ انبیاء کا جو صدیقین اور شہدا اور صالحین پر مقدم ہے اس تقدیم کو کوئی فضیلت متاخرین پر
لازم نہیں ہے. اور اگر یہ تقدیم فی الذکر باعث فضیلت کا ہو تو چاہئے کہ ملائکہ انبیاء سے افضل ہوں اسواسطے کہ کلام اللہ کی اکثر آیتوں میں ملائکہ انبیاء سے پہلے مذکور ہوئے ہیں اور مذہب اہل سنت
کا یہ ہے کہ انبیاء مرسل ملائکہ سے افضل ہیں اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ مراد نبیین سے جناب سرور محمد صلعم ہیں اور صدیقین سے مراد حضرت علی ابن ابیطالب ہیں اور شہدا سے مراد حسنین علیہما السلام
ہیں اور صالحین سے مراد باقی ائمہ علیہم السلام ہیں اور کلام اللہ تو ایمان شیعوں کا ہے لیکن کلام اللہ میں کوئی ایسی آیت مصرح نہیں ہے کہ جو دلالت کرتی ہو اس امر پر کہ انبیاء افضل ہیں
ائمہ ہدیٰ سے بجز نبوت کے اور وہ روایتیں فضیلت انبیاء کی ائمہ ہدیٰ پر جو لکھی ہیں مخالف ہیں روایات کثیرہ کے جو دلالت کرتی ہیں فضیلت ائمہ ہدیٰ کو انبیاء پر اور ان روایتوں کے اختلاف
ہی سے علماء شیعہ میں اختلاف ہے اور جو علماء کہ ائمہ ہدیٰ کو افضل جانتے ہیں انبیاء سے وہ ان دو روایتوں کو تقیہ کی کہتے ہیں اور جو شخص کہ ایک روایت پر عمل کرے اور اسکے مخالف دوسری روایت پر
عمل نکرے تو اسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ایسی روایتیں ہیں کہ ابو حنیفہ کا مذہب انکے موافق نہیں ہے اس صورت میں چاہئے کہ مذہب ابو حنیفہ کا باطل ہو جاوے اور ان
دو روایتوں پر کیونکر عمل ہو جس وقت کہ ان روایتوں کو منافی کثرت سے ہوں. روایتیں موجود ہوں اور بخاری اور مسلم میں متعہ کی حلت کے لئے روایتیں موجود ہیں اور باوجود اس خطا عمر کے کہ اس نے متعہ کو حرام کر دیا
تھا جسکی اباحت قرآن اور احادیث سے ثابت تھی تو ان روایات حلت پر عمل نہیں کرتا ہی اور ہم ائمہ معصومین علیہم السلام سے کیونکر محبت نرکھیں کہ محبت انکی قرآن اور احادیث سے ثابت ہے لیکن اتنی
حد سے زیادہ محبت نہیں رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ انکو خدا کہنے لگیں بخلاف تمہارے ان اولیاء کے کہ جو تمہارے پیر و مرشد ہیں اور تم انسے اپنا فخر کرتے ہو وہ اپنے تئیں خدا کہتے تھے تم بھی انکی پیروی سے
انکو خدا جانتے ہوگے اور اگر خدا نہ جانو گے تو انکی مخالفت میں ہلاک ہو گے اپنے عقیدہ کی موافق اور جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو معبود اپنا ٹھیرایا ایسے ہی تمہارے پیروں نے اقرار اپنی خدائی کا
کیا اور شیعہ تو اپنے اماموں کو بندگان خاص خدا کے حقیقی کر اور مخلوق اسکی جانتے ہیں اور جو کوئی انمیں سے کسیکو خدا جانے یا صفت خاص خدائی کی انمیں سے ثابت کرے تو اسکو کافر سمجھتے ہیں
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ● **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قصہ بعینہ آنکھ کی مثال سا ہی یعنی جیسے کسی حسین متناسب الاعضا متناسق الاطراف کی ایک آنکھ بالکل پھٹ جاوے
اور اسکی دوسری آنکھ میں آ جاوے اور اسکی آنکھ بھی کی مساحت دونوں کی مساحت کے برابر ہو جاوے اور جو آنکھ میں ہی جگہ سفیدی سیاہی ہی چھا جاوے ایسے ہی حضرات شیعہ نے حب اہل بیت
اور حب اصحاب میں سے ایک کو گھٹا اور ایک کو بڑھایا اور جسکو بڑھایا اسکو ایسا بڑھایا کہ دونوں کے برابر اس ایک ہی کو کر دیا اور جیسے آنکھ میں سفیدی کی جگہ بھی سیاہی ہی چھا جاوے تو انہوں نے بھی تمام
اہل بیت میں سے چند اشخاص معدود کو بزرگ سمجھا اور باقیوں کو مردود و مرتد قرار دیا اور باوجود کہ جنکے ساتھ شیعہ محبت کرتے ہیں انکی محبت حد سے بڑی ہوئی ہے یوں سمجھ میں آتا ہی کہ باقیوں کے حصہ کے
محبت بھی انہی چند اشخاص معلوم کے لئے ہی تو اس صورت میں جیسے آنکھ مذکور خوشنما نہ معلوم ہوگی اور تمام چہرہ کو بے رونق کر دیگی ایسے ہی حب اہل بیت اور حب اصحاب جو بمنزلہ دو آنکھوں ایمان کے ہیں
انمیں سے اگر ایک جاتا رہے اور دوسرا بڑھ جاوے تو دوسرا بھی نازیبا ہو جائیگا اور ایمان احسن کو بھی زیب نہ دیگا اسلئے بالیقین یوں سمجھ میں آتا ہی کہ دوازدہ امام بھی اس محبت سے خوش نہوں بلکہ
متنفر ہوں اور اسبات کے خواستگار ہوں کہ انکی محبت اپنی اندازہ پر آجاوے تاکہ بری معلوم ہو اور اسکے ساتھ اصحاب سے بھی اعتقاد اور محبت دل میں جمایا جاوے تاکہ جیسی ایک آنکھ سے دوسری آنکھ کی زیب
اور زینت ہوتی ہے چہرہ پر حسن آتا ہے ایسے ہی حب اصحاب سے حب اہل بیت کو زینت ہو اور دونوں سے ایمان و اسلام کی خوبصورتی ظاہر ہو سو چونکہ اہل سنت رضا اہل بیت میں اپنی سعادت
سمجھتے ہیں **اقول** یہ شیخ پوچ اور واہی بکتا چلا جاتا ہے اور مطلب کی بات تو بہت کم لکھتا ہی اور ایسے واہی امور سے کتاب اپنی روسیاہ کرتا ہی اس پوتھی پڑھنے کو سیاہ کرتا ہی اور
بار بار آنکھوں کی مثال دیتا ہی اور یہی مثال دو آنکھوں کی ہم اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اس طرح سے کہ یہ خلفاء ثلاثہ کو حد سے زیادہ دوست رکھتے ہیں اور ابو جہل اور ولید کو برا کہتے ہیں تو ہمارے
نزدیک دونوں اچھے نہیں ہیں لیکن اس مثال کو اہل سنت پر جاری کر سکتے ہیں اور یہ جو لکھتا ہی کہ کل اصحاب کو شیعہ دوست نہیں رکھتے ہیں یہ غلط لکھتا ہی بلکہ ہم اکثر اصحاب کو دوست رکھتے ہیں
اور بعضوں کو اولیاء کامل میں سے جانتے ہیں لیکن چند اشخاص کو انمیں سے اچھا نہیں جانتے جو کہ غاصبان حقوق اہل بیت ہیں اور جنہوں نے وصی خدا کو خانہ نشین قرار دیا اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کے
آگ اور لکڑیاں لگائیں اور شیعہ تو برا ہی کہتے ہیں کسیکو شیعوں نے قتل تو نہیں کیا اصحاب میں سے عثمان کیا تیرے نزدیک اصحاب میں سے نہ تھا کہ جسکو طلحہ اور زبیر وغیرہ نے قتل کیا اور لاش اور جنازہ کو
اسکے تین روز تک مزبلہ پر پڑا رہنے دیا اور نماز نہ پڑھی اسکے جنازہ پر اصحاب نے اور عائشہ اور معاویہ نے ہزارہا اصحاب رسول کو قتل کیا اور قاتل اصحاب کا کسے تو تیرے نزدیک اچھے ہیں
اور بروں کے برا کہنے والے تیرے نزدیک برے ہیں اور آنکھوں کی مثال تو کیا لاتا ہی مثال نیک یہی ہے کہ جناب سرور محمد صلعم تو مثل آفتاب کے ہیں کہ تمام جہان کو روشن ... ائمہ ہدیٰ کہ جنکو دوازدہ امام
کہتے ہیں مثل ماہ شب چہاردہم کے ہیں کہ شب تاریک جہالت سے باہر نکالتے ہیں اور جیسے کہ چاند روشنی کو آفتاب سے لیتا ہی ایسے ہی انکا علم جناب سرور خدا صلعم کے سینہ سے سینہ حضرت سے انکو پہنچا ہی اور

اصحاب مثل کواکب کے ہیں جیسا کہ اہل سنت ایک روایت بیان کرتے ہیں اصحابی کالنجوم لیکن کواکب سعد بھی ہیں اور نحس بھی ہیں ایسے ہی اصحاب حضرت کے ہیں اور جو کہ سعد ہیں مثل
سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار اور حذیفہ وغیرہ کے بیشک ہم انسے محبت رکھتے ہیں اور جو کہ نحس ہیں مثل ابوبکر اور عمر اور عثمان اور ابو عبیدہ اور طلحہ اور زبیر وغیرہ کے لاریب
ہم انسے محبت نہیں رکھتے اور کیونکر محبت رکھیں کہ جو بسبب حب جاہ اور عداوت علی بن ابیطالب کے حد شرع سے گزر گئے ہوں اور ہم اہل بیت علیہم السلام سے کیونکر محبت بڑھکر نرکھیں کہ خدا تعالیٰ
نے محبت انکی ہمپر واجب کی ہے اور قرآن میں اسکا ذکر کیا ہے اور جناب سرور کائنات نے انکی محبت کی بڑی تاکید کی ہے اور ہماری محبت انسے قلبی ہے جیسے کہ تمہاری محبت انسے لسانی ہے لیکن
انکو ہم مرتبہ خدائی اور نبوت میں نہیں جانتے زیادہ محبت رکھنی انسے مخالف شرع کی بھی نہیں ہے پھر کیا قباحت ہے انکی محبت میں اور اصحاب کی محبت انکی محبت کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی کہاں
آفتاب اور کہاں ذرہ وہ تو نفس اور پارۂ جگر رسول اور یہ مثل ہواداروں اور پرستاروں کے وہ یہ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** تو یہ خاکپائے غلامان اہل بیت کے
طرف سے بنابر تمام شیعوں کو عموماً اور مولوی عماد علی صاحب کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت اہل بیت یہ محبت نامعقول جبتک مقبول نہوگی جبتک کہ سب اصحاب اسکے برابر نہوں
انکے برابر کہنے میں تمہارا ہی برا ہوگا خصوصاً رفیق غار جان نثار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت ابوبکر صدیق جنکے صحابی ہونیکا خدا خود گواہ ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا اور جنکے صدیق
ہونے کی اماموں نے شہادت دی ہے اور مبالغہ تعریف کی ہے چنانچہ معلوم ہو چکا انکا برا کہنا خدا اور ائمہ کو جھٹلانا ہے ایسی صورت میں تو ہزار عیب بھی اگر آنکھوں سے نظر آتے تو یوں سمجھتے کہ ہو نہو ہماری
نظر اور فہم کا قصور ہے خدا کا فرمایا اور ائمہ ہدیٰ کا کہا غلط نہیں ہو سکتا جنکو ہم عیب سمجھتے ہیں وہ ہنر ہی ہونگے ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو مت آؤ ہم تو ہم حضرت موسیٰ نے باوجود اس جلالت
قدر اور کمال علم و فضل کے اور نور نبوت اور وفور عقل کے حضرت خضر کی کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنے کو کہ وہ ظلم ہرگز نتھا عین مطابق مرضی خداوندی تھا ظلم عظیم سمجھا حالانکہ خداوند کریم
کی ہدایت کے موافق گئے تھے اور جناب باریتعالیٰ نے پہلے ہی حضرت خضر کے علم اور بزرگی کی اطلاع کردی تھی چنانچہ تمام قصہ سورۂ کہف میں رکوع **اذ قال موسیٰ لفتاہ** سے لیکر رکوع **یسئلونک
عن ذی القرنین** تک مذکور ہے پھر جب حضرت موسیٰ ع جیسا رسول جو مرسلین اولو العزم میں سے ہے اکثروں سے زیادہ ہے آنے قرآن کے قریب نہیں ہے ذکر ہی ہوگا حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو
نہ سمجھیں حالانکہ حضرت خضر محققین کے نزدیک ولی ہیں نبی نہیں ہیں اور اگر نبی بھی ہیں تو بالاتفاق اس رتبہ کے نہیں جو رتبہ کہ حضرت موسیٰ کو نصیب ہوا تو حضرات شیعہ تو نہ نبی ہیں نہ ولی نہ عقل و دانش سے
انکو کچھ بہرہ چنانچہ اسلئے یہ مثل بھی ہو گئی ہے کہ الشیعۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے سید الاولیاء کے فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ
عین مقتضاء قیاس ہے کیونکہ یہ امت اور امتوں سے افضل ہے اس امت کے اولیاء پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل اور یہی نہیں تو جو امت میں ایسا ہو کہ خدا اور ائمہ ہدیٰ دونوں اسکی تعریف کریں وہ تو بیشک
پہلی امتوں کے اولیاء سے افضل ہوگا ایسے شخص کے افعال کی حقیقت تو اگر ائمہ ہدیٰ بھی نہ سمجھیں اور ظلم و ستم کا گمان کریں تب بھی اہل عقل کے نزدیک کچھ حرج نہیں ہے تو شیعوں کو یہ خلجان ہو کہ ائمہ
ہدیٰ بھی ہمارے عقیدہ کے موافق افضل الخلائق ہیں اور کو اگر بزرگ بھی ہوں تب بھی انسے افضل یا انکے برابر نہیں ہو سکتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم اور ائمہ ہدیٰ کی گواہی ابوبکر صدیق کی بزرگی کی بابت میں
قبول کر لو پھر اسکا جواب ہم یہ دینگے اگر بالفرض والتقدیر ائمہ ہدیٰ ابوبکر صدیق سے افضل ہی ہوں اور خدا کا مہاجرین کو علی العموم باقی امت سے صراحۃً افضل بتلایا ہے انمیں سے ابوبکر صدیق
کو اشارۃً سب سے افضل کہنا چنانچہ اول مفصل مرقوم ہو چکا تمہارے عقیدہ غلط کے موافق غلط ہو تب بھی کچھ دشوار نہیں حضرت موسیٰ بھی تو حضرت خضر سے افضل تھے پھر انکے افعال کی
حقیقت نہ سمجھے اور احسان کا نقصان اور عدل کو ظلم سمجھکر ایسے مغلوب الغضب ہوئے کہ اپنے سب عہد و پیمان بھول گئے **اقول** یہ خاکپائے غلامان اہل بیت تمام اہل سنت کے عموماً اور اس شیخ فضلخوار
ثلاثہ کے خصوصاً کان کھولدیتا ہے کہ اے مدعیان محبت ثلاثہ اگرچہ محبت اصحاب رسول مقبول کی ضرور ہی ہے مثل محبت اہل بیت کے لیکن محبت اصحاب کی ہرگز برابر محبت اہل بیت کے نہیں ہو سکتی
چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہ اہل بیت مثل ماہ چہار دہم کے ہیں اور اصحاب مثل نجوم کے ہیں ایسیں کیونکر برابر ہو سکتے ہیں جب ان دونوں میں فرق ہوا تو البتہ انکی محبت میں بھی فرق ہوگا
یہ ذکر ان اصحاب کا ہے کہ جو اخیار ہیں اور جو کہ حد شرع سے تجاوز کرنیوالے ہیں وہ اس سے مستثنے ہیں اور اگر ایسے لوگوں کے حق میں بددعا کرینگے تو ہمکو ثواب ہوگا نہ نقصان خصوصاً ثلاثہ کے حق میں بددعا
کرنیسے کہ بانی مبانی فساد اس امت میں یہی تھے جو کچھ خرابی اس امت میں واقع ہوئی ہے پہلے پہل انہیں سے ہوئی ہے خصوصاً ابوبکر کہ بعد رسول خدا کے خلافت کو کہ جو علی کا حق تھا عمر کے مشورہ سے انسے غصب کیا ہے اور قرآن شریف میں
خداتعالیٰ نے ابوبکر کو حضرت کا صاحب فرمایا ہے یہ بھی ایک دلیل ہے ابوبکر کے کفر کی سوا اسکے کہ خداتعالیٰ نے کافر کو مومن کا صاحب کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ یا صاحبی السجن یعنی اے دو صاحبو میرے قیدخانہ کے اور وہ دونوں کافر تھے اگر ابوبکر کو حضرت کا
صاحب کہا تو ابوبکر کی اس سے کچھ فضیلت ثابت نہوئی بلکہ مذمت ثابت ہوئی کہ جس لفظ سے خداتعالیٰ نے کافر کو یاد کیا اسی لفظ سے ابوبکر کو یاد کیا اور اصل یہ ہے کہ ہمراہی کو صاحب کہتے ہیں عرب کے
محاورہ میں مومن ہو یا کافر ہو جو کوئی کسی کے ہمراہ ہوگا اسکو صاحب اسکا کہتے کچھ بزرگی اور فضیلت اسمیں نہیں ہے ابوبکر جو غار میں ہمراہ حضرت کے تھے اسواسطے انکو حضرت کا صاحب کہا اور غار میں
ہمراہ حضرت کے تھے اور جانتے تھے کہ خداتعالیٰ اپنے پیغمبر کا حافظ ہے لیکن کفار کے خوف سے اپنی جان کا نہایت رنج تھا اور قریب تھا کہ کثرت رنج سے ہاے ہاے کرنے لگیں اور کفار کو خبر ہو جاے نادان اور غافل
تھے اور نشیب و فراز کی کچھ خبر نہیں رکھتے تھے اسیواسطے کہتے ہیں کہ دوست نادان سے دشمن دانا بہتر ہے اور شیخ سعدی کی یہ بیت حضرت ابوبکر کے ہی حق میں ہے ؎ ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں
کہ جاہل بود غمگسار اور اماموں نے ہرگز ابوبکر کے صدیق ہونے کی شہادت نہیں دی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اس سے لکھا ہے سب باطل ہے اور انکو ہم برا جو کہتے ہیں موافق حکم کے کہتے ہیں

کہ وہ ظالم تھے اور خدا تعالیٰ نے اگر انکو صاحب رسول خدا کا کہا تو اس سے کیا ہوتا ہے کافر کو بھی صاحب کہا ہے اور اماموں نے ہرگز اُسکو صدیق نہیں کہا اور نہ تعریف اُسکی کی ہے اور جو کچھ تو نے پہلے اِس سے لکھا ہے معنے وہ سب باطل کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ اور ائمہ علیہم السلام کے حکم سے ہم انکو بُرا کہتے ہیں اور یہ طریقہ انکو بُرا کہنے کا ائمہ علیہم السلام کے وقت سے چلا آیا ہے چنانچہ حیوۃ الحیوان میں دمیری شافعی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ نے حضرت صادق علیہ السلام کے دروازہ پر جا کر اندر جانے کی اجازت چاہی تو اُسکو اجازت دی اور کوفہ سے ایک قافلہ آیا تو انکو اجازت دی اور اُنکے ہمراہ یہ بھی بلا اجازت اندر چلے گئے بعد گفتگو کے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں کوفہ سے آتا ہوں وہاں ہزار آدمیوں سے زیادہ کو میں نے سنا ہے کہ خلفا پر لعن کرتے ہیں انکو آپ منع کیجیے فرمایا کہ ہمارا کہنا کون سنتا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ کیونکر نہ مانیں گے آپ فرزند رسول ہیں امام نے فرمایا کہ ایک تو تو ہی ہے کہ بے اجازت میرے گھر میں چلا آیا لیکن کوفیوں کو لعن کرنے سے منع نہ کیا اور ایسے ہی جواہر العقدین میں ملا نور الدین سمہودی نے لکھا ہے مگر اُنہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ کا نام لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اُنسے التماس کی اس امر کی کہ لوگ خلفا کو بُرا کہتے ہیں اور آپکا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہی تو ہم کو حکم دیا ہے آپ اُن کو لکھ بھیجیے کہ وہ اس حرکت سے باز آئیں اس امام نے بھی ایسا ہی عذر کیا اور اُن کو منع نہ کیا بس جو کچھ کہ ہم کرتے ہیں وہ امام کے حکم سے کرتے ہیں نہ اپنی رائے سے اور ہمارا کام خدا اور امام علیہ السلام کے جھٹلانے کا نہیں ہے جھٹلانے کا وصف تمہارا ہے اور وہ روایت ابو بکر کے صدیق کہنے کی جو حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہیں وہ روایت اہل سنت کی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور اگر یہ امر ہو کہ آدمی کے ظلموں کو ہم ہنر جانا کریں اور یہ سمجھیں کہ انکے یہ افعال بہتر ہی ہونگے ہماری سمجھ کا قصور ہے کہ جو ہم اُنکے فعلوں کو بُرا گنتے ہیں تو اس صورت میں جہان میں کوئی ظلم ہی باقی نہ رہا جو کچھ کسی سے جہان میں بظاہر ظلم کے صورت صادر ہوتا ہے حقیقت میں وہ ظلم نہیں ہے بلکہ وہ ہنر ہے اور بعضے اہل سنت جو یزید کو مومن پاک جانتے ہیں مثل امام غزالی صاحب احیاء العلوم کے اور ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ کے اور عمر سعد کو جو مومن جانتے ہیں اسی سبب سے کہ وہ حرکات اُنکی قتل کروانا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور اُنکی حرم کو سر برہنہ کوچہ و بازار میں پھرانا اور سر اقدس جگر گوشہ رسول مقبول نیزہ پر سوار کرکے شہر شہر پھرانا یہ سب تمہاری نزدیک ہنر ہے اور بظاہر جو یہ امر برا معلوم ہوتا ہے یہ فہم میں نہیں آیا ہے اور سمجھ کا اسمیں قصور ہے ورنہ یہ سب ہنر ہے جیسا وہاں ہے ویسا ہی یہاں ہے اور اگر نظر انصاف دیکھو تو ثلثہ میں اور اُنکے سوا اوروں میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ثلثہ کے افعال میں تو یہ حکم جاری ہو اور اُنکی اغیار میں قاعدہ جاری نہو اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا جو قصہ بیان کیا ہے بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعد غرق ہونے قبطیوں کے حضرت موسیٰ نے بڑی فصاحت سے خطبہ پڑھا لوگوں نے کہا کہ اور کوئی کیا عالم میں مثل تمہارے نہیں ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات حضرت موسیٰ کی خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اُنکو حضرت خضر کے پاس بھیجا تاکہ موسیٰ کو معلوم ہو کہ مجھ سے زیادہ بعضی چیزوں کا علم اُسکے بندے رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے حضرت خضر کو تو تعلیم کر دیا کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے گلا مروڑنے کا سبب اور حضرت موسیٰ پر پوشیدہ رکھا اس جہت سے حضرت موسیٰ بسبب لاعلمی کے حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے اُسکی رمز سے واقف نہ تھے اب فرمائیے کہ ابو بکر نے جو خلافت کو دبا لیا کیا حضرت جبرئیل خدا تعالیٰ کا حکم اُنپر لائے تھے خلافت کے دبا لینے کو اور فاطمہ زہرا کا گھر جلانے کو آگ اور لکڑیاں لیجانے اور دروازہ کو گرانا جیسے کہ کنز العمال میں ہے کہ ابو بکر وقت مرنے کے افسوس کرتا تھا کہ کاش میں دروازہ فاطمہ نکھولتا کیا کوئی حکم خدا کا اُنکو آیا تھا یا خدا تعالیٰ نے اُنکو تعلیم کیا تھا جیسا کہ حضرت خضر کو تعلیم کیا تھا کہ تم ایسے حرکات عمل میں لاؤ اور اب ہم بھی مثل تمہارے کہتے ہیں کہ ہم جو ثلثہ کو کہتے ہیں موافق خدا اور ارشاد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے کہتے ہیں اور تم جو ہماری ان حرکات کو ظاہر میں برا جانتے ہو یہ تمہارے ذہن کی خوبی ہے کہ تم سمجھتے نہیں ہو اور تمہاری سمجھ کا قصور ہے حضرت موسیٰ جو پیغمبر اولوالعزم تھے اور مرتبہ میں حضرت خضر سے زیادہ تھے وہ تو حضرت خضر کے افعال کی حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تم ہماری رموز کو جو کہ ثلثہ کے برا کہنے میں ہیں کیا سمجھو گے کہ تمکو تو عقل و دانش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ہے اسی لئے یہ مثل مشہور ہو گئی کہ اہل السنۃ نسوان ہذہ الامۃ یعنی اہل سنت عورتیں اس اُمت کی ہیں ایسے نادان اگر امت مصطفوی کے فرقہ حقہ کے کسی فعل کی حقیقت نہ سمجھیں تو کیا بعید ہے بلکہ عین مقتضائے قیاس ہے اور معلوم نہیں ہے شیخ سید الاولیا کسکو کہتا ہے اگر ابو بکر کو یا عمر کو کہتا ہے وہ تو دونو جاہل تھے اور احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور پھر اہل بیت کی طرف رجوع کرتے تھے یہانتک کہ عورتوں سے الزام کھاتے تھے سبحان اللہ کیا اولیا ہیں اہل سنت کے ایسوں کو ولی البتہ ایسے ہی چاہئیں اور بعد اسکے جو کچھ بکا ہے بالکل پوچ ہے کہ قابل جواب کے نہیں ہے اور مہاجرین کے افضل امت ہونیکا جواب ہم پہلے اس سے دے آئے ہیں اور ابو بکر کی فضیلت کا اشارہ بھی کہیں نہیں ہے بلکہ مذمت اُسکی صراحۃً قرآن میں موجود ہے چنانچہ فرماتا ہے تُرِیدُونَ عَرَضَ الدُّنْیَا جسوقت جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا خلیفہ صاحب نے اُسوقت اُنکے حق میں آیت نازل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** القصہ مقتضائے ایمان خدا اور آداب ائمہ ہدیٰ تو یوں تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر حضرت ابو بکر صدیق بظاہر ملحد و زندیق ہی شیعوں کو نظر آتی تو خدا کی گواہی اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی بزرگی کی نسبت فصل میں وار اوسط میں اس رسالہ کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہیچ سمجھی اور اپنی عقل نارسا کی تکذیب کرتے اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو ایسے ہی دونوں کے واسطے بیان فرمایا ہے حضرت شیعہ جیسے عقل کے دشمن اپنی کج فہمی کے باعث خدا کی مقربوں اور دوستوں سے بدگمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنا لیں قربان جائیے خدا علیم کے کتنی دور کی سوجھتی ہے کہ آفریں ہے

شیعوں کی بھی عقل پر کہ اسپر بھی نہ سمجھے خیر خدا انہیں سمجھے والقصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہہ تھا اور اگر بحکم چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات اُنکو دشوار تھی ۔
اقول ہم تو ابوبکر کو ملحد اور زندیق نہیں کہتے اور نہ صدیق کہتے ہیں تم اُنکو صدیق کہتے ہو زندیق کہنے لگو ہم تو اُنکو مسلمان جانتے ہیں لیکن وہ بسبب حب جاہ کے اور طمع حکومت
اور مال دنیا کے حد شرع سے تجاوز بھی کر گئے ایمان صحیح سے خارج ہو گئے تھے اور بالخصوص اُنکی بزرگی کی نسبت کوئی خدا کی گواہی ہی اور خاتمہ بخیر کی شہادت ہے اور اول
اور اوسط میں اس رسالہ کے جو کچھ اس شیخ نے موافق اپنے اعتقاد فاسد کے لکھا ہے ہم اُسکو باطل کر آئے ہیں اور ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ہم جو ثلاثہ کو موافق حکم خدا اور ارشاد ائمہ ہدی اچھا
نہیں جانتے ہیں وہ بسبب اُنکے افعال ناشایستہ کے بد دعا کرتے ہیں اہل سنت اپنی کم فہمی کے سبب اُسکو سمجھتے نہیں ہیں اور اس امر میں ہمپر طعن کرتے ہیں باوجودیکہ ثلثہ کے افعال ناشایستہ
سے کتابیں انکی بھری ہوئی ہیں اور یہ کیا سمجھیں گے حضرت موسی تو حضرت خضر کے افعال کے حقیقت کو سمجھے ہی نہیں تھے اب میں مطابق قول اس شیخ کے اہل سنت کو کہتا ہوں کہ
القصہ مقتضائے ایمان خدا اور ادب ائمہ ہدی تو یوں تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر ابوبکر بن ابی قحافہ بظاہر اچھے ہی سنیوں کو نظر آتے تو خدا کی گواہی بد افعالو نکی مذمت میں کہ
جن میں سے ایک یہ بھی ہیں اور ائمہ کی شہادت کے بعد جو انکی لعن اور تشنیع کی نسبت اول میں اور اوسط میں اس جواب کے مرقوم ہو چکی ہے اپنی ہی سنتی اور اپنی عقل نارسا کی
تکذیب کرتے اور حضرت موسی اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کو پیش نظر کر کے تسکین خاطر پریشان اور تسلی طبع کج کر لیتے کیونکہ جناب باریتعالی نے اس قصہ کو ایسے ہی دونوں کے
واسطے بیان فرمایا حضرات اہل سنت جیسے عقل کے دشمن اپنی کم فہمی کے باعث خدا کے دشمنوں سے نیک گمان ہو کر خدا کو اپنا دشمن بنا لیں قربان جائیے خدائے علیم
کے کتنی دور کی سوجھتی ہے مگر آفرین ہے اہل سنت کی ہی عقل پر کہ اسپر بھی نہ سمجھے خیر خدا اُنہیں سمجھے القصہ مقتضائے ایمان و ادب تو یہ تھا اور اگر بحکم چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر یہ بات اُنکو دشوار ہی تھی **قال الشیخ الاشعری** تو یہ تو شیعہ خواہ مخواہ مانیں ہی گے کہ قیامت کو بعضی گنہگاروں کے اعمال بد کو حسنہ بنا دینگے کیونکہ
کلام اللہ موجود ہی دیکھو کیا فرماتے ہیں اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کئے تو اُنکے گناہوں کو
بھی خدا نیکیاں بنا دیگا فقط اور اگر خوردہ بینیاں شیعہ کو یہ خلجان ہو کہ اس آیت میں جن گناہوں کی نیکیاں بنا لینے کی طرف اشارہ ہے بظاہر وہ ہی گناہ معلوم ہوتے ہیں جنکا سیاق
میں ذکر ہے اور وہ ظاہر ایام کفر کے گناہ ہیں سو ابوبکر صدیق کا کوئی گناہ بنی کا ہی تو وہی کا جو ایام جاہلیت کے گناہوں میں کا ہوگا ہمیں تو بہت سی ایسی باتوں میں کلام ہے جو بعد ان
ایمان اُن سے صادر ہوئے مثلاً غصب فدک کہ وہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات اُن سے ظہور میں آیا تو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ ایسا شبہ انہیں لوگوں کا کام ہے
کہ جنکا دل شبہ میں پڑا ہوا ہے اور اب تک درجہ یقین اور ایمان تک نہیں پہنچا اگر سابق میں گناہاں زمانہ کفر ہی کا ذکر ہو اور انہیں کی نسبت تبدیل کا یعنی نیکی بنا دینے کا اشارہ ہو تب
بھی اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ خدا کو گناہوں کا نیکی بنا دینا آتا ہے پھر جب کفر کے زمانہ کی گناہوں کو کہ وہ بہ نسبت گناہان ایام ایمان کے گناہوں میں زیادہ ہی ہوتی ہیں خدا کو
نیکی بنا دینا آتا ہو تو ایام ایمان کے گناہوں کا نیکی بنا دینا تو سہل ہی ہوگا پھر جسکی خدا اور ائمہ ہدی تعریف فرمائیں اُنکے ایمان کیا بزرگی میں اُسی ہی کو شک ہو سکتا ہے
جسکو خدا اور ائمہ ہدی کی بات میں شک ہو غرض جب ایمان و صلاحیت اعمال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بشہادت خداوندی اور بگواہی ائمہ ہدی ثابت ہو گئی تو اسبات
میں کیوں تامل ہے کہ اُنکے گناہ نیکیاں ہو جائیں اور اگر یوں کہئے کہ گناہوں کا نیکیاں بنجانا توبہ کے ساتھ متعلق ہے ابوبکر صدیق کا ہی معلوم ہو کہ توبہ کر کے مرے ہیں تو اسکا جواب
اول تو یہ ہے کہ اگر متعلق ہو بھی تو گناہوں کی نیکیاں بنا دینے کا وعدہ معلق ہوگا کچھ امکان تو معلق نہیں پھر جب خداوند کریم اور ائمہ دین اُنکی تعریف فرمائیں تو اگر اُن سے خطا ہوئی
بھی تھی تب بجز اسکے اُنکی تعریف اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ اُنکی خطا کو بھی جناب باریتعالی نے نیکی بنا دیا ہو گو انہوں نے توبہ نکی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر توبہ ہی پر تبدیل سیئات
بحسنات موقوف ہے تو خداوند متین اور ائمہ دین کی تعریف خود اسبات کی گواہ ہے کہ وہ توبہ کر کے اس عالم سے تشریف لے گئے ہیں تو وہ قابل تعریف تو کہاں البتہ لایق ہجو اور مستوجب سزا تھے
ہاں اگر شیعہ یہ گرفت کریں کہ خداوند علیم نے تو تعریف پہلے کی تھی یہ خطا اُن سے بعد میں سرزد ہوئی تو اسکا جواب ہمارے پاس بجز اسکے کچھ نہیں کہ البتہ شیعوں کا خدا ایسا ہی ہوگا جسے
چار دن کے بعد بھی خبر نہو ہمارا خدا عالم الغیب ہے ازل سے ابد تک سب اُسکے پیش نظر ہے اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حسب گمان شیعہ برے نہیں ہوتے تو خداوند کریم ہرگز تعریف نفرماتا
اُسکو کیا ضرورت تھی کہ ایک غلط بات کہے آج شیعوں سے سنا اگر خدا کی نہیں مانتے تو نعوذ باللہ تو ائمہ ہدی تو بزعم شیعہ خدا سے بھی بڑھکر ہیں خدا کو تو بدا بھی واقع ہو ائمہ کو تو بدا بھی نہیں ہوتا پھر انکا
علم کہاں اور علم کیونکر اُنکو حاصل اُنکی تعریف کا تو بجز اسکے جواب ہی نہیں کہ حضرت ابوبکر کے گناہ ہی نیکیاں ہی بن گئی ہوں ۔ **اقول** اس بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ
کہ ایک امر کو بار بار بیان کرتا ہے آدمی کو چاہئے کہ جب ایک بات لکھلے تو بعد اُسکے دوسری لکھے یہ کہ ایک ہی بات کو گاتا چلا جائے اور کتاب کو لغو اور بیہودہ باتوں سے سیاہ کرے اور یہ جو
لکھا ہے کہ قیامت کے روز گناہ نیکیوں سے بدل جائیں گے یہ سب درست ہے لیکن بشرط ایمان صحیح اور خاتمہ بالخیر کہ ایمان درست پر مرا ہو اور اعمال صحیح بجا لایا ہو اور امداد دین میں بعد
بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اگر یہ شرط نہیں ہے اور ہم جو ثلثہ کو برا کہتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک یہ ہمارا کہنا برا ہے تو یہ برائی ہماری نیکی بنجائیگی بس معلوم ہوا کہ برائیوں کا

نیکیاں بنجانا بشرط ایمان و اعمال صالحہ ہے اور ابوبکر کا وقت مرنیکے نہ ایمان صحیح تھا اور نہ زندگی میں اعمال صحیحہ خلیفہ صاحب سے صادر ہوئے تھے بلکہ دین میں احداث کر کے سرکشی اور اعمال بد ان سے صادر ہوئے ہیں احداث دین میں کرنا تو موافق ارشاد رسول خدا صلعم کے ہے چنانچہ جامع الاصول میں اور تیسیر الوصول میں سے اور جذب القلوب میں بھی ظرف اُسکے اشارہ ہے ان رسول اللہ صلعم قال لشہداء احد ھؤلاء اشھد علیہم فقال ابوبکر الصدیق الستا یا رسول اللہ باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاھدنا کما جاھدوا فقال النبی صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال وانا لکائنون بعدک ۔ یعنی تحقیق رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ نے فرمایا واسطے شہداء احد کے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ گواہی دیتا ہوں میں انکی خاتمہ بخیر ہم پس کہا ابوبکر صدیق نے کہ کیا ہم نہیں ہیں یا رسول خدا بھائی انکی اسلام لائے ہم جیسے کہ اسلام قبول کیا انہوں نے اور جہاد کیا ہم نے جیسے کہ جہاد کیا انہوں نے پس فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ نے کہ ہاں اور لیکن نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کرو گے تم بعد میرے پس رویا ابوبکر پھر رویا پس کہا کہ اور تحقیق ہم ہونیوالے ہیں ایسے ہی بعد تیرے اب اس روایت کو ملاحظہ کرنا چاہیے کہ ابوبکر کو خاتمہ بالخیر ہونیمیں مثل شہداء احد کے نفرمایا اور اگر حضرت کو ابوبکر وغیرہ کے خاتمہ کی خبر نہ تھی تو فرماتے کہ نہیں جانتا میں کہ تمہارا کیا انجام ہوگا اس طرح کیوں فرماتے کہ معلوم نہیں تم کیا احداث کرو گے بعد میرے حضرت کو اُنکے احداث کی خبر تھی تو ایسا فرمایا اور اگر اعمال اچھے ہوتے تو وقت مرنیکے ابوبکر افسوس کر کے کیوں کہتے کہ یا لیتنی ترکت بیت فاطمۃ و لم اکشفہ چنانچہ کنز العمال میں ہے یعنے ای کاش کہ ترک کرتا میں خانہ فاطمہ کو اور نہ کھولتا میں اسکو اور اگر اسکے اعمال اچھے ہوتے تو حضرت علی اور عباس عم رسول مقبول سے میاں عمر کیوں کہتے کہ تم دونوں ابوبکر کو خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو اور ایسے ہی تھے وہ کہ جناب رسول خدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر میدان کارزار سے بھاگ جاتے تھے اور جماعت نماز میں سے حضرت کو اکیلا چھوڑ کر واسطے تماشے لہو کے کھسک جاتے تھے چنانچہ قرآن میں ہے اور گناہ خواہ قبل ایمان ہوں خواہ بعد ایمان ہوں وہی گناہ نیکیاں بنجائینگی کہ جن گناہونکا کرنیوالا ایمان صحیح پر مرا ہو اور دین میں جسنے احداث نکیا ہو اور اعمال نیک صحیحہ بجالایا ہو اور ابوبکر دین میں احداث کر کے اور افعال سخت عمل میں لا کر مرا ہے اُسکے گناہ اس قابل نہیں ہیں کہ نیکیاں بنجائیں اور آیت اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ اُن صحابہ کی شان میں ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کیطرف رجوع کی ہے بعد منحرف ہونیکی اور انکی ہمراہ ہوکر ناکثین اور مارقین اور قاسطین سے لڑے ہیں اور فدک کے غصب کرنیکا گناہ مثل کفر کے ہے کہ اس میں جناب رسول خدا صلعم کی کچھ قدر نجانی بلکہ حضرت کو مثل عوام الناس کے مثل دھنیے اور جولاہے کی سمجھا اور حضرت کے کچھ عظمت نجانی کہ ایسے کے جگر گوشہ کا حق ظلم اور تعدی سے غصب کیا اسی لئے حکیم سنائی کہتے ہیں کہ ہم را او رنباید ز روئے اعتقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر ہشتن بناداں بگو البتہ گناہونکا نیکی بنا دینا آتا ہے لیکن مومنین صالحین کے گناہونکا نہ ابوبکر اور عمر کے گناہوں کا کہ وہ مومنین صالحین میں سے نہ تھے بلکہ منافق الایمان اور فساق و فجار میں سے تھے انکی گناہ کیونکر نیکیاں بن جائینگے اور یہ جو بار بار کہتا ہے کہ خدا تعالی نے اور ائمہ ہدی نے ابوبکر کی تعریف کی ہے یہ سب غلط ہے خدا تعالی نے قرآن میں بالخصوص کسی جگہ ابوبکر کی تعریف نہیں کی ہے اور علی العموم جیسے کہ سب اصحاب کی تعریف کی ہے ایسے ہی علی العموم انکی مذمت بھی قرآن میں کی ہے جیسے کہ فرماتا ہے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا اور فرماتا ہے کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ اور فرماتا ہے کہ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اور فرماتا ہے کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ اور فرماتا ہے کہ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا اور سوا اسکے بہت سی آیتیں علی العموم مذمت میں ہیں اور ائمہ ہدی نے بھی ابوبکر کی تعریف کی ہے بلکہ اکثر روایتیں اُن سے انکی مذمت اور طعن میں ہیں اور جس روایت کو یہ ابوبکر کی تعریف میں کہتا ہے وہ ہماری روایت نہیں ہے بلکہ اہل سنت کی روایت ہے اور دار قطنی نے اسکی تخریج کی ہے پس یہ شیخ جو دعوی کرتا ہے خدا کی اور ائمہ ہدی کی گواہی کا ابوبکر کی بھلائی میں بالکل غلط ہے اور توبہ کرنا ابوبکر کا گناہوں سے ہرگز ثابت نہیں ہے کیا اس نے خلافت اور فدک کو واپس کر کے حضرت علی کو اور حضرت فاطمہ زہرا کو دیدیا تھا کہ توبہ اُسکی ثابت ہو اور بار بار یہی کہتا ہے کہ خدا نے اور ائمہ ہدی نے اسکی تعریف کی ہے اس بار بار کے کہنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلط کہتا ہے اور ہرگز تعریف اُسکی نہیں کی ہے بلکہ ائمہ ہدی نے تو اسکی ہجو کی ہے اور خدا تعالی تو ازل کے روز سے اسکا دین میں احداث کرنا جانتا تھا اس واسطے کہ وہ ازل سے ابد تک ہر چیز کا عالم ہے پھر وہ کیوں تعریف اُسکی کرتا تو یہی کہتا ہے کہ تعریف اُسکی خدا نے کی ہے بدون دلیل لیکر جیسا کہ کہتا جاتا ہے باوجودیکہ خدا تعالی نے بالخصوص کسی جگہ اُسکی تعریف نہیں کی ہے ابلیس نے اس شیخ کو اغوا کیا ہے کہ جو بار بار ایسا کہتا ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ابلیس خدا سے بڑھکر ہے اسواسطے انکے کہنے پر چلتے ہیں اور ابلیس ہی نے انکا مذہب ایجاد کیا ہے کہ جنکے سبب سے ابلیس نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی چنانچہ حضرت صادق سے یہی روایت ہے اور جس چیز کو ہم بدل سکتے ہیں اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس امر کو ہماری طرف منسوب کرتے ہو وہ ہمارا مذہب نہیں ہے اور اُنکے معتقد کو ہم کافر جانتے ہیں اور ازل سے ابد تک خدا تعالی ہر چیز کا ظاہر کا باطن کا ہمارے نزدیک عالم ہے اور ائمہ ہدی کو ہمارے نزدیک علم ما کان و ما یکون اس طرح نہیں ہے کہ اُنکو بالفعل سب جانتے ہو بلکہ ممکن ہیں کہ جسوقت وہ چاہیں خدا تعالی انکو الہام کر دیتا ہے یہ مراد ہے علم ما کان و علم ما یکون سے اور تو یقین کی کتابوں سے ثابت ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام برگزیدہ اولاد رسول مقبول تھے اور اُن حضرت سے سینہ بسینہ انکو علم پہنچا تھا لیکن تم تو بڑے دشمن ہو اور جلاہے ہمارے اور پیروں میں علم ما کان و علم ما یکون بیان کرتے ہو دیکھ لے تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس جامی وغیرہ اپنے اولیاء کی حال کی کتابوں کو کہ ہمیں لکھا ہے یا نہیں اور ہمارے اطہارین کو تو علم ما کان و علم ما یکون ہو اہل سنت کی کتابوں سے

ثابت ہے چنانچہ مولوی جامی نے شواہد النبوت میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے فرمایا کہ عندنا علم ماکان و مایکون والی یوم القیامۃ گناہوں کو نیکیاں کر دینے سے مقصود اس شیخ کا یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت یہانتک کہ مروان اور معاویہ اور عمرو عاص اور یزید اور شمر اور عمر سعد اور عبد الملک و حجاج اور کل بنی عباس سب بخشے جائینگے اور بہشت میں داخل ہونگے اور یزید کو انکے علما مثل امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ وہ مومن تھا اور حسین کو جو اس نے قتل کروایا ہے اس سے اسکے ایمان میں کچھ نقصان نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ بھی نہ سہی ہم اور جواب رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایات شیعہ سے بات کی شاہد ہیں کہ ابوبکر صدیق گناہ غصب فدک سے تائب ہو کر مرے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی قریب ہے بحوالہ روایات کتب شیعہ یہ مضمون مرقوم ہوگا کہ حضرت فاطمہ انسے راضی ہوگئیں اب فرمایئے توبہ اور کسے کہتے ہیں سیکا نام توبہ ہے اور اگر اسپر بھی شیعوں کے دل کا کفر نہ جائے تو انکی بھی تدبیر تھی **اقول** ابوبکر ہرگز ہرگز فدک کے گناہ سے توبہ کر کے نہیں مرے ہیں یہ دعوی تیرا بالکل دروغ ہے اور شیعہ کی کسی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے اور نہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تادم واپسیں فدک کو واپس کیا ہے اور فاطمہ زہرا تمام عمر ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں صحیح بخاری میں تو لکھا ہے کہ فاطمہ ابوبکر پر غضب میں ہوئیں اور نہ کلام کیا ابوبکر سے کبھی یہانتک کہ مر گئیں کیا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ کہتا ہے کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں ارے پہلے توبہ کرنے کو ثابت کر لے اور بعد اسکے کہہ کہ اور توبہ کسکو کہتے ہیں اگر ابوبکر توبہ کرتے اور فدک فاطمہ کو دیدیتے تو پھر کیا جھگڑا تھا اور کافر تو اہل سنت ہیں کہ کفر کی باتیں کرنے والوں کو اپنا پیر و مرشد جانتے ہیں اور بڑا فخر اور ناز اسپر کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** آخر شیعوں کے نزدیک بھی اتنی بات مسلم تھی کہ قیامت کو حساب کتاب کے بعد جسکے اچھے عمل زیادہ نکلیں گے وہ جنت میں جائیگا جسکے برے عمل زیادہ ہونگے وہ دوزخ میں اور اگر بنظر دور اندیشی اسوقت اس عقیدہ میں کچھ شک بھی آجائے تو لیجیے یہ کلام اللہ کی آیت موجود ہے اور کلام اللہ میں سے عم ہی کا سیپارہ اسمیں سے اول ہی کی سورتوں میں کی جو شیعوں کی یاد بھی نہیں مگر یاد تو ضرور ہی ہونگی وہ آیت یہ ہے فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ یعنی جنکے عمل تول میں بھاری ہونگے تو وہ اچھی میں اور جنکے عمل ہلکے نکلیں گے انکا ٹھکانا ہاویہ ہے اور تجھکو کیا معلوم وہ کیا ہے وہ ایک آگ ہے گرم دہکتی فقط اب تو کچھ تکرار کی بات باقی نہیں سو اس صورت میں خداوند علیم اور ائمہ جسکی تعریف فرمائیں وہ اگر خطاوار بھی تھا تب بھی معلوم ہوا کہ اسکی اچھے عمل زیادہ تھے پھر ان خطاؤں کے باعث انسے رنجیدہ رہنا ایسا ہی جیسا کسی نے کہا ہے مدعی سست گواہ چست یا عربی کی مثل ہے رضی الخصمان و ما رضی القاضی یعنی مدعی مدعا علیہ راضی ہوگئے پر قاضی جی راضی نہوئے خداوند کریم اور ائمہ دین تو راضی ہو جائیں پر شیعہ راضی نہوں اور اسپر بھی خاک ڈالو ابوبکر صدیق کے اچھے عملوں کا زیادہ ہونا بھی شیعوں کو ناگوار ہو تو اسمیں تو کچھ دھوکا ہی نہیں کہ وہ مہاجرین اولین اور مصاحبان رسول اللہ صلعم میں سے تھے سو مہاجرین اولین اور ہمراہیان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اور آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الآیہ کی شرح کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے کہ خدا انسے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی اور اللہ تعالی نے انکے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں اور اللہ نے انسے وعدہ مغفرت گناہاں اور وعدہ اجر عظیم کا کر لیا ہے سو اگر بالفرض والتقدیر ابوبکر صدیق کے گناہ ہی زیادہ تھے یا فرض کرو کہ وہ سراپا گناہ اور ہمہ تن ظلم و جفا ہی تھے تب اس صورت میں جائے طعن باقی نہیں کیونکہ خداوند کریم اپنی وعدہ کا سچا اور بات کا پکا ہے مثل حضرات شیعہ نہیں جنکو دین کی باتوں میں جہل ہے دنیا کا تو کیا ذکر سو ہمکو یقین ہے کہ خدا انسے راضی ہے گو شیعہ ناراض ہوں وہ ناراض ہونگے خدا کو ناراض اور اہل بیت کو رنجیدہ کرینگے کیونکہ اہل بیت تو ایسے نہیں کہ گوشہ عنایت خداوندی کسی طرف کو دیکھیں پھر اس طرف کو نہ جھکیں بلکہ انکی سعادت ازلی اور ہدایت لم یزلی ہی یوں یقین کامل ہے کہ اگر بفرض محال حسب مقال شیعہ ابوبکر صدیق نے کچھ انپر ظلم اور تعدی بھی کی ہو تب اپنی حقوق سے درگزریں اور بلحاظ رضای خداوندی حسب مثل مشہور ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است لیکن اور جفا کو وفا سمجھیں نقل مشہور ہے جدھر رب ادھر سب اور اہل بیت اپنی حقوق سے آپ کیا درگزر ینگے اور کیا راضی ہونگے خداوند کریم جب راضی ہوگا سب کو راضی کر دیگا **اقول** البتہ جسکے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہوگا وہ بہشت میں جائیگا اور یہ بھی درست ہے کہ جسکی تعریف خدا تعالی اور ائمہ ہدی فرمائیں اسکے اعمال اچھے زیادہ ہونگے لیکن خاص خلفاء ثلاثہ کی تعریف نہ تو خدا تعالی نے کی ہے نہ ائمہ ہدی نے اور ائمہ ہدی ہمیشہ انکی مذمت کرتے رہے ہیں اور انسے رنجیدہ رہے ہیں اور خدا تعالی اور ائمہ ہدی ہرگز انسے راضی نہیں ہیں اور جب کہ خدا تعالی اور ائمہ ہدی انسے راضی نہیں ہیں تو شیعہ بھی انسے راضی نہیں ہیں اور ابوبکر ہرگز مہاجرین اولین میں سے نہیں ہے اول تو آیت والسابقون الاولون سے سبقت ہجرت مراد نہیں ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں اور بالفرض سبقت ہجرت اس سے مراد لیجائے تو ابوبکر مہاجرین اولین میں سے نہونگے بلکہ مہاجرین اولین میں وہ ہیں کہ جنہوں نے طرف حبشہ کے ہجرت کی ہے اسواسطے کہ پہلی ہجرت وہی ہے اور ہجرت طرف مدینہ کے بعد اسکے ہے اور مصاحب رسول خدا صلعم کے تو منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن اسکا گواہ ہے اور ابوبکر کے اچھے اعمال کونسے ہیں کہ جو شیعوں کو ناگوار ہوں سبب بے علمی کے لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اپنی رائے سے احکام جاری کرتے اور اگر بعضے اعمال اچھے بھی ہوئے تو اس سے کیا ہوتا ہے ایک گناہ بد بعضا ایسا ہوتا ہے کہ سب اعمال نیک کو نابود کر دیتا ہے ابلیس ہزاروں برس کا عابد تھا اور معلم الملکوت کہلاتا تھا ایک گناہ ہی کی سزا میں کہ وہ سجدہ کرنا آدم کا تھا ملعون ہوگیا اور آیت والسابقون الاولون اور آیت محمد رسول اللہ کا جواب پہلے اس سے ہو چکا ہے اور خدا تعالی تو سب مومنین سے راضی ہے کچھ مہاجرین پر منحصر نہیں ہے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

ابوبکر صدیق نے جو فدک غصب کر لیا تھا اسکی بابت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوگئی تھیں ...

عدن تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ یعنی تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے یہی لوگ بہتر خلقت کے ہیں جزا انکی نزدیک
پروردگار انکے کی بہشتیں ہیں عدن کی کہ جاری ہیں نیچے محلوں انکی کی نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ ان بہشتوں میں مدام راضی ہے خدا ان سے اور راضی ہیں وہ خدا سے وہ واسطے اس
شخص کے ہے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے لیکن جنتیں اور مغفرت گناہان سلامتی ایمان پر موقوف ہے کہ وقت مرنیکے ایمان سلامت ہو اور وعدہ اجر عظیم بھی انہیں لوگوں سے ہے کہ جو ایمان پر مرے
ہیں اسواسطے کہ خدا تعالی ان مہاجرین و انصار اور جمیع مومنین کیطرف خطاب کرتا ہے کہ ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا
والآخرة واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور جو شخص کہ مرتد ہو جائے اور پھر جائے تم میں سے دین اپنے سے پس مر جاوے اور حال یہ ہے کہ کافر ہے پس یہ لوگ وہ ہیں کہ نابود ہو گئے ہیں اعمال انکے دنیا
اور آخرت میں اور یہی ہیں صاحبان آتش دوزخ کے وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور خدا تعالی بے شک اپنے وعدہ کا سچا ہے اور بات کا پکا ہے مومنین کو جو کہ ایمان پر مرے ہیں انکے گناہ
بخشیگا اور جنت انکو عطا کریگا لیکن گناہ ابوبکر کا ایسا نہیں ہے کہ قابل مغفرت ہو اور خدا تعالی نے سب مومنین سے وعدہ بہشت میں داخل کرنیکا کیا تو وہ ان سے راضی ہے اور
انکی تعریف کرتا ہے لیکن بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہو گئے چنانچہ کتب اہل سنت اسپر گواہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وعدہ خدا مغفرت و بہشت کا انہیں مومنین سے
ہے کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور ویسے ہی مہاجرین و انصار کہ جو ایمان پر مرے ہیں اور شیعوں کے دین کی باتوں میں ہرگز دخل نہیں اسواسطے کہ شیعہ ان عالموں کی پیرو ہیں کہ جو
وارثان علم رسول مقبول ہیں اور سینہ بسینہ انکو ان سے علم پہنچا ہے اور جہالت اہل سنت کے دین میں سے ہے کہ وہ جاہلوں کی پیروی کرتے ہیں وہ لوگ کہ جو عورتوں سے الزام کہا تھے تو اپنی
جہالت کا اقرار کرتے تھے اور خدا تعالی ان لوگوں سے ہرگز راضی نہیں ہے اسیواسطے شیعہ بھی ان سے راضی نہیں ہیں اور شیعہ جو ان سے ناراض ہیں تو اسی جہت سے ہے کہ خدا اور ائمہ ہدی
بھی شیعوں سے راضی ہیں اور یہ جو لوگ کہ ان سے راضی ہیں تو خدا تعالی اور ائمہ ہدی دونوں ان لوگوں سے رنجیدہ ہیں اور اہل بیت گوشہ غضب خداوندی کو انکی طرف دیکھ کر طرف انکی
نہیں جھکتی ہیں اور اپنی حقوق سے اہل بیت ہرگز درگزر نکرینگے کہ اکثر انکی مذمت فرماتے رہے ہیں اور خدا تعالی ہرگز ان سے راضی نہیں ہے کہ انہوں نے بڑے ستم کئے ہیں اور دین خدا میں
احداث کیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور رب ان ظالموں کی طرف ہرگز نہیں ہے بلکہ ان سے ناراض ہے اور جو کہ ان سے راضی ہے اور انکو اچھا جانتا ہے اور انکی پیروی کرتا ہے
خدا تعالی انکو بھی اپنے غضب میں گرفتار کریگا اور ان سے راضی ہونیکا تو کچھ دخل ہی نہیں ہے اور تو جو کہتا ہے کہ ہر عیب کہ سلطان بپسندد ہنر است یہ تیرا اور تیرے مذہب والوں کا
اعتقاد ہے اور ہمارے نزدیک خدا تعالی عیب پسند ہرگز نہیں ہے خدا تعالی کو بھی تونے مثل سلاطین دنیا کر دیا **قال الشیخ الاشعری** آخر کلام اللہ میں موجود ہے ونزعنا ما فی صدورہم
من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی جنتیوں کے حق میں فرماتے ہیں اور نکال ڈالی ہے جو کچھ انکے دلوں میں بغض تھے بھائی ہو گئے تختوں پر بیٹھے ہوئے فقط اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ
جیسے جنتی ایسے بھی ہو گئے کہ انکے باہم دنیا میں بغض و عداوتیں تھیں پر جب خداوند کریم انکو جنت میں داخل کریگا ان رنجوں کو انکے دلوں سے نکال ڈالیگا سو اسی طرح یہاں بھی تصور فرما
لینا چاہئے آخر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بشہادت کلام خدا اور کلام ائمہ ہدی شیعوں کو جبراً قہراً تسلیم کرنا پڑا ہے اور اہل بیت کے جنتی ہونیکا پہلے ہی سنیوں
اور شیعوں کو باتفاق یقین ہے اور اگر شیعہ سنیوں کی ضد میں انکی جنتی ہونیمیں کلام کرنے لگیں تو انکی ہٹ دھرمی سے کچھ بعید نہیں غرض جب دونوں فریق جنتی ہوئے تو انکے کینے
اور عداوتیں خداوند کریم آپ نکال دیگا اور اگر با شبہہ فہمائش الشیخ سبحان عبد اللہ بن سبا کو کچھ اثر ہوا اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسی کے ہزار
سمجھانے پر کسی ڈھب سے سر راہ پر نہ آئے اس دغا باز کے سخن بے سر و پا پر ایسے جمیں کہ میرا سن لا الحکم امد مستحکم سے بھی اکھڑ جائیں تو جیسے موسی نے دستاویز ضلالت امیز سامری کو باطل
کر دیا یعنی اس سونیکی بچھڑیکو جو برکت خاکپای جبرئیل علیہ السلام بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل اُسے پوجنے لگے تھے حضرت موسی علیہ السلام نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر کے بہا دیا
تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود برحق اور خدا برحق ہوتا تو جلد ونکی ہاتھوں سے یوں کیوں ذلیل ہوتا اسیطرح میں بھی حجت تمامی مولوی عمار علی صاحب کہ ہو بہو طرز و انداز میں
عبد اللہ بن سبا ثانی اور دغا تازہ کی بانی مبانی ہیں بلکہ انکی حجتیں اسی سرکردہ شقاوت پرور کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور اسی کی پرانی خرافات میں ہیں تا ال قاطعہ سے قطع کر کے سلطوی صاحب
کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ سحان پریشان مولوی صاحب اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں مثل کندہ نشر ہو کے سہارے نہ جلتے **اقول** البتہ خدا تعالی مومنین کے
سینوں سے جو کہ جنتی ہیں اور دنیا میں وہ باہم عداوت اور بغض رکھتے تھے جنت میں ان رنجوں اور عداوتوں کو انکے سینوں سے نکال ڈالیگا لیکن پہلے ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت کر لو تب ایسا کلام کرو اور
خدا تعالی نے کسی آیت میں نہیں فرمایا ہے کہ ابوبکر جنتی ہے اور نہ ائمہ ہدی کے کلام سے ایسا ثابت ہے اور اگر ابوبکر کا جنتی ہونا ثابت ہو تو یہ باہم شیعہ و سنی کی اسقدر تکرار لو بحث کیواسطے ہوتی
بڑا بیہودہ ہے یہ شیخ کہ جو کہتا ہے شیعوں کو تو ابوبکر کا جنتی ہونا تسلیم کرنا ہی پڑیگا اور کلام اللہ میں جیسے کہ علی العموم آیات مدح سمجھا ہے مذکور ہیں ایسی ہی آیات مذمت بھی مذکور ہیں پس
نام کسیکا مرقوم نہیں ہے اور ان لوگو کو بھی کہ خدا تعالی خطاب کر کے کہتا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرة اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون
اور ابوبکر کیونکر جنتی ہو جبوقت کہ رسول خدا صلعم نے اسکو خطاب کر کے فرمایا ہو کہ لا ادری ما تحدثون من بعدی جیسا کہ جامع الاصول میں ہے یعنی نہیں جانتا میں کہ کیا احداث کروگے تم بعد

میرے اور یہ مطابق ہے اُس روایت کے کہ جو کتب صحاح اہل سنت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز بلا کہ کچھ آدمیوں کو حوض کوثر پر سے ہٹکتے ہوئے دوزخ میں لیجا ینگے میں کہونگا کہ انکو کہاں لیے جلتے ہو یہ اصحاب ہیں میرے فرشتے حضرت سے کہینگے کہ تو نہیں جانتا ہے جو کچھ انہوں نے احداث کیا ہے بعد تیرے اور ہمیشہ مرتد رہے جب سے کہ تونے آنسے مفارقت کی ہے لور جو کچھ انہوں نے احداث کئے ہیں وہ اہل سنت کی بہی کتابوں میں مرقوم ہیں اور انکے عیبوں کو ایسا چھپاتے ہیں کہ جیسے بلی گوہ کو چھپاتی ہے اور واہی او رسست تاویلیں اُسمیں کرتے ہیں لیکن ہم نے بڑی مستحکم دلیلوں سے اور اہل سنت کی کتابوں کی سند سے اُنکی تاویلوں کو باطل کر دیا ہے اور جا بجا ہم اُنکے احداث کو اور حد شرع سے تجاوز کرنیکو لکھ چکے ہیں اور اہل سنت پر ظاہر کر چکے ہیں اور اگر باایں ہمہ فما تنفع النذر اُن قمعان الیس خبیث کو کچھ اثر نہو اور جیسے سامری کے ایک کرشمے پر بنی اسرائیل بہک گئے اور حضرت موسیٰ کے ہزار معجزوں پر بہی سر راہ پر نہ آئے اُس دغاباز کی آنکھن بے سروپا پہ ایسے جمے تو میرے اس اظہار اور بیان واقعی سے بہی اُلٹے جائینگے جیسے حضرت موسیٰ کے دستاویز ضلالت آمیز سامری کو باطل کر دیا یعنی اُس سونے کے بچھڑے کو جو برکت حضرت جبرئیل بولنے لگا تھا اور بنی اسرائیل العیسی کو نیکی گر تھے حضرت موسیٰ نے جلا کر دریا میں ریزہ ریزہ کر بکھیر دیا تھا تاکہ ہر کس و ناکس سمجھ جائے کہ اگر یہ معبود بحق ہوتا اور خدا برحق ہوتا تو بندوں کے ہاتھوں سے یوں کیونکر ذلیل ہوتا اسی طرح میں بہی حیلہا حجت تمام اور تاویلہا باطلہ اس شیخ نجدی کو کہ جو بہ اطوار و انداز میں ابلیس ثانی اور دغا ہاے تازہ کا بانی مبانی ہے بلکہ اسکی حجتیں اُسی سرکردہ شقاوت پژوہ کی تراشی ہوئی باتیں ہیں اور وہی کی پُرانی خرافاتیں ہیں سو ہاں دلائل قاطعہ سے قطع کرکے اس شیخ نجدی کے ہاتھ کاٹے دیتا ہوں تاکہ ہر کوئی جان جائے کہ سخنان پریشان شیخ نجدی اگر قابل پذیرائی اہل انصاف ہوتی تو یوں تنکل گوزشتہ ہوکے سہارے نہ اُڑائی جاتی **قال الشیخ الاشعری** سوگوش گزاران مولوی صاحب کو یہ بات یاد رہے کہ دربارۂ غصب فدک جو کچھ مکاری کرکے زیب رقم فرمایا ہے بزعم خود بہت ہی چالاکی کی تہی لیکن جنکا خدا حافظ ہو اُنکو ایسے دھونکوں سے کیا اندیشہ ؎ چہ باک زموج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ❊ ہاں ایسے عقل کے اندھے جیسے ملازمان مولوی صاحب البتہ اس جال میں پھنس جاتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے نامۂ موسومہ میرزا نادر علی صاحب میں کہ مشتمل ہے سیاہ مولوی صاحب کی خوبی کا اُسمیں نام و نشان نہیں یوں رقم فرماتے ہیں کہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں اور شیخ علی متقی نے کنز العمال میں اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اور صاحب مدارج النبوۃ نے اور سوا اسکے اور علما اہل سنت نے روایت کی ہے کہ جسوقت نازل ہوئی آیت ذالقربیٰ حقہ یعنی دے تو اے محمد صلعم قریبوں کو حق اُنکا تو اُسوقت پیغمبر خدا صلعم نے جبرئیل سے پوچھا کہ قریب میرے کون ہیں اور حق اُنکا کیا ہے جبرئیل نے عرض کی کہ قریب تمہارے فاطمہ ہے اور حق اُسکا فدک ہے فدک اُسکو دیدو اُسوقت رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیدیا پس تحریر سے ان علماء کی ثابت ہوا کہ رسولخدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیا اور فاطمہ مالک فدک کی تہی جب رسولخدا صلعم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور ابوبکر خلیفہ ہوے تو فدک کو فاطمہ سے چھین لیا اور اُنکا قبضہ اُٹھا دیا اب فرمایئے کہ یہ غصب نہیں تو کیا ہے انتہی یہانتک مولوی صاحب کی عبارت تہی **اقول** مولوی صاحب نے اِس غصب فدک میں کچھ مکاری نہیں کی ہے اور نہ کچھ دہوکا دیا ہے اہل سنت کی کتابوں میں جو کچھ فدک کے مقدمہ میں لکھا ہے وہ اُنہوں نے نقل کر دیا ہے اور اپنی کتاب سے کچھ نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب قول علماء اہل سنت کے ہیں تو اُن علماء پر اپنی لعنت کر کہ تمنے ایسی باتیں کیوں لکھیں ہیں فدک کے مقدمہ میں کہ جسمیں شیعوں کو ایک دستاویز ہوگئی اور اُنکو اعتراض کرنیکی گنجایش ہوگئی جو کچھ قصور ہے اس مقدمہ میں تیرے علماء کا ہے اور وہ ہی مکار ہیں اور وہ ہی اپنے عوام کو دہوکا دیتے ہیں ایسی عبارتیں لکھکر اور وہ ہی عقل کے اندھے ہیں کہ ایسی باتیں لکھکر اعتراض کراتے ہیں لیکن جو کچھ حق ہے وہ بے تامل اُنکی قلم سے نکلجاتا ہے اور ہر چند جانتے ہیں کہ حق کو چھپائیں مگر پھر بھی ظاہر ہوجاتا ہے اور مولوی صاحب نے تو میرزا نادر علی صاحب کو خط لکھا تھا کہ وہ انکے ہم مذہب ہیں تجھکو تو نہیں لکھا اور نہ اور کسی سنی کو لکھا ہے تجھکو کسواسطے ناگوار ہوا اور تونے اُنکے درپے ہوکر کسلیے رو سیاہی دنیا اور آخرت کی اختیار کی **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری سنئے کہ یہ اعتراض غصب فدک ایک پُرانی بات ہے کچھ ملازمان مولوی صاحب ہی کو نہیں سوجھی سارے شیعہ اسی ہی گاتے رہے ہیں القصہ مولوی صاحب ہی پُرانی قے چاٹتے ہیں جو گلے اُگلتے چلے آئے ہیں پر افسوس یہ ہے کہ ابتدا میں کسی نے یہ دروغ بے فروغ زبان سے نکالا تھا تو نکالا تھا جبتک علماء اہل سنت کو اسکی خبر بھی نہ تہی لیکن جسوقت علماء اہل سنت نے جوابات دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑ دیئے ہوں تب تو غیرت کی بات یہ تھی کہ اس بات کو مُنہ پر بھی نہ لاتے اگر صواعق اور صواعق کیا تہی تو بفضلہ تعالیٰ تحفہ اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ اور منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مناظر بے بدل مولوی حیدر علی سلمہ ربہ کہ علماء لکھنؤ بھی اُنکی ساتھ بولگئے تھے کثرت سے موجود ہیں اُنمیں اس دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے اُنکو رد کرنا تھا جب کہیں اس بات کو زبان پر لانا تھا کیا اگر شرم خدا سے نہتی غیرت نیاوی کو بھی طاق میں اُٹھا دھرا کیسا ہی نامعقول کیوں نہو پر اپنی بات کا جواب سنکر ایک دفعہ تو چپ ہی ہو رہتا ہے ہاں نامرد بیحیا کا یہ کام ہے کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور ہاتھ پاؤں ہی معقول کرتے ہیں تو وہ چونکہ ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہوتا ہے اپنی زبان چلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جایا کرتا ہے مثل مشہور ہے مرد کی ہاتھ چلیں نامرد کی زبان سو یہی وتیرہ حضرات شیعہ کا ہے کہ اہل سنت کے جوابات دندان شکن سے سنکر بہی مُنہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع پر مناسب تو یوں تھا کہ ہم بہی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ مولوی عمار علی صاحب نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں تو ہمکو بہی لازم ہے کہ اُنکو اُنکی حقیقت دکھلادیجے **اقول** اگر تیرے نزدیک اعتراض غصب فدک پُرانا ہے تو دین محمدی بہی پُرانا ہے اگر اسکو پسند نہیں کرتا ہے تو اسکو بہی پسند نہ کر رسولخدا صلعم کی وفات سے قریب ہے یہ اعتراض پُرانا ہی ابتدا سے

ایسا چلا آتا ہی کہ اہل سنت سے آجتک جواب ۔۔۔ اُسکا درست نہیں ہو سکا وہی اور بیہودہ تاویلیں اسمیں کرتے ہیں اور اعتراض جدید کا تو کیا جواب دینگے اور تیرے اگلی ہوئی علما کی تو تو جگالی کرتا ہی
کہ مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کی عبارت کا تو نے ترجمہ ہو بہو کر دیا ہی اپنے گھر سے تو نے کیا لکھا ہی اور ہمیشہ سے قاضی عبدالجبار وغیرہ علماء اہلسنت اسکا جواب لکھتے چلے آئے ہیں لیکن کسی سے
اسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اور علماء شیعہ نے اس مقدمہ میں علماء اہل سنت کا ایسا مرقوم کیا ہی کہ سر نہیں اُٹھا سکتے اور اسکے جواب سے عاجز ہیں اور نصر اللہ کابلی صاحب صواقع بڑا مفتری
اور دروغگو ہی صد ہا دروغ اُس نے شیعوں پر باندھے ہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اُسی کی کتاب صواقع کا فارسی میں ترجمہ کر کے کتاب تحفہ لکھی ہی اور حیدر علی کفش فروش
بھی انکا ہی خوشہ چین ہی اور ہمارے علماء نے ان سب کا نقض کیا ہی اگر تجھ کو اسکی خبر نہیں ہی تو اب خبر ہو جائیگی دیکھ تو کہ میں انکی قولوں کو جو کچھ تو نے انکی کتابوں سے لکھے ہیں کیسا دُور
کرتا ہوں اور مثل غبار کے پراگندہ کرتا ہوں اور ایسے غیرت تو اہل سنت ہیں کہ اکثر کتابیں انکی علی الخصوص ابواب تحفہ رد کئے ہوئے پڑی ہیں اور کسی سنی نے انکا جواب نہیں لکھا اور منتہی الکلام
کے جواب کی کیا تجھ کو خبر نہیں ہی کہ وہ کبھی کا رد ہو گیا ہی اور حیدر علی کفش فروش ہی علماء لکھنو کے سامنے بول گیا ہی اور تحفہ کے جواب اور منتہی الکلام کا جواب جو کثرت سے موجود ہی اور چھپ گیا
ہے اُنمیں تیری دروغ بے فروغ کے جو کچھ جواب لکھے ہیں پہلے انکو رد کرنا تھا جب کہیں ہمارے مولوی صاحب کا جواب لکھنا تھا اگر شرم خدا سے نہتی تو غیرت دنیاوی کو بھی طاق میں اٹھا دھرا کیا
ہی نامعقول کیوں نہو پرانی بات کا جواب معقول سنکر ایکدفعہ تو چپ ہی ہو رہا کرتا ہی بانام وہ بیچارا کیا کام ہی کہ اگر دلاوران شجاعت نژاد کسی نامرد کی سزا میں کچھ سرزنش کرتے ہیں اور
ہاتھ پاؤں سے معقول کرتے ہیں تو ہاتھ پاؤں سے مارا ہوا ہو تو اپنی زبان ہلانے سے باز نہیں آتا اور اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتا ہی مثل مشہور ہے مرد کے ہاتھ چلیں نامرد کی زبان سو یہی تو
حضرات اہل سنت کا ہی کہ شیعوں کی جوابات دنداں شکن سنکر بھی منہ بند نہیں کرتے اور وہی بکے جاتے ہیں اس موقع میں مناسب تو یوں تھا کہ ہم بھی جوابات سابقہ پر اکتفا کرتے لیکن چونکہ اس
شیخ نے اپنے عندیہ میں میدان خالی دیکھکر یہ ہاتھ پاؤں ہلائے تو ہمکو بھی لازم ہی کہ اُسکو اسکی حقیقت دکھلا دیجیے **قال الشیخ الاشعری** سو عرض یہ ہی کہ ملازمان مولوی صاحب کو تو کلام اللہ
نہ یاد ہی نہ یاد ہو اگر یقین نہو تو کوئی صاحب بھی پوچھ دیکھیں کہ یہ آیت کونسے سیپارہ میں ہی بالجملہ اگر مولوی صاحب اور ہم مذہبان مولوی صاحب کو کلام اللہ یاد ہوتا تو اس آیت کو فدک
کے باب میں زبان پر بھی نہ لاتے بلکہ اگر ہم ہی کہتے جب بھی نہ مانتے وجہ اس سخن کی یہ ہی کہ یہ آیت کل دو جا کلام اللہ میں آئی ہی ایک سورہ بنی اسرائیل میں دوسرے سورہ روم میں سو دونوں
کی دونو خیر سے مکہ میں نازل ہوئی تھیں **اقول** مولوی صاحب کو تو قرآن خوب یاد ہی تجھکو ہی یاد نہو گا اور سنیوں میں اکثر آدمی حافظ قرآن ہیں لیکن اچھا تو بعضوں ہی کو یاد ہو گا اور
شیعوں میں جو کوئی حافظ ہی وہ بہت اچھا حافظ ہی اور اسکو خوب یاد ہی چنانچہ ایک مرتبہ تہران میں اور دوسری مرتبہ امرتسر میں سنیوں اور شیعوں کی حافظوں کا مقابلہ ہوا تو شیعوں کے حافظ
غالب آئے اور تو جو بار بار لکھتا ہی کہ شیعوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا تو جھوٹ بولکر لعنت خدا میں گرفتار کیوں ہوتا ہی کیا تو نہیں جانتا ہی کہ خدا تعالیٰ قرآن میں کاذب پر لعنت کرتا ہی اور قرآن تو تیرے عمر کو
یاد نہیں ہوتا تھا بارہ برس میں ایک سورہ بقر یاد ہوا تھا تو اُسکی خوشی میں گائے ذبح کی تھی دیکھ لے اپنی کتابوں میں لکھا ہی کہ نہیں اور عورتوں سے الزام کھاتا تھا بسبب یاد نہونے قرآن کے چنانچہ
تیری کتابوں میں لکھا ہی کہ عمر نے حکم عام دیا کہ جو کوئی عورت اپنا مہر مہر سنتی سے زیادہ مقرر کرے گی تو میں وہ مہر اس سے لیکر بیت المال میں داخل کرونگا عورتیں یہ سنکر عمر کے پاس آئیں اور کہا کہ کیا
تجھکو قرآن یاد نہیں ہی خدا تعالیٰ تو قنطار یعنی مال کثیر کا حکم کرتا ہی مہر کے مقدمہ میں اور تو منع کرتا ہی اُسوقت عمر نے عورتوں سے سنکر کہا کہ کُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتُ
فِي الْحِجَالِ یعنی کل آدمی زیادہ عالم ہیں مسائل میں عمر سے یہانتک کہ زنان پردہ نشین اور خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہی کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ یعنی تو اے پیغمبر مرنے والا
ہے اور تحقیق کہ وہ سب مرنیوالے ہیں اور جسوقت کہ رسول خدا نے وفات پائی تو عمر نے کہا رسول خدا مرے نہیں ہیں کہیں پیغمبر بھی مرتا ہی اُسوقت ابوبکر نے سمجھایا اور کہا کہ حضرت نے وفات پائی ہے
اور یہی آیت عمر کے سامنے پڑھی تو یقین ہوا اگر عمر کو یہ آیت یاد ہوتی تو کیوں کہتے کہ پیغمبر نہیں مرتا اور احکام قرآنی میں جسوقت غلطیاں کرتے تھے اور حضرت علی انکو غلطی پر متنبہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ لَوْلَا
عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اور ایسے ہی حضرت ابوبکر غلطیاں کرتے تھے اگر قرآن یاد ہوتا تو کیوں غلطی کرتے یہ شیخ شیعوں پر طعن کرتا ہی دروغ وافترا کہ انکو قرآن یاد نہیں ہوتا اور اپنے بڑوں کی خبر
نہیں لیتا اور آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہ کے مقدمہ فدک میں ہونیکا کچھ شک نہیں ہے اور جس سورت میں یہ آیت ہے اُس سورت کے مکی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ آیت بھی مکی ہو واسطے
کہ اکثر سورتیں مکی ایسی ہیں کہ اُنمیں مدنی آیتیں داخل ہیں اور اکثر سورتیں مدنی ایسی ہیں کہ اُنمیں مکی آیتیں داخل ہیں لیکن ان دو سورتوں کا مکی ہونا تمہارے مقصود کو باطل نہیں
کرتا ہی اور اگر یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے مدینہ میں نازل ہوئی ہو اور سوائے اسکے یہ ہی کہ مولوی صاحب نے اپنی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی یہ سب تیرے ہی مذہب کے
علماء ہیں جو کہ ایسا لکھتے ہیں علی الخصوص جلال الدین سیوطی کہ تکملی و تفسیر قرآن کی ہیں در منثور اور اتقان تجھ سے تو وہ زیادہ ہی واقف تھے کیا وہ مثل تیرے دیوانہ تھے جو مکی آیت کو مدنی
مقرر کرتے **قال الشیخ الاشعری** علماء تو اس بات کو جانتے ہی ہیں پر عوام کی تفہیم اور تسکین کے لئے اتنا اشارہ بہت ہے کہ دنیا میں ہزاروں کلام اللہ موجود ہیں کھولکر دیکھ لیں
ان دونو سورتوں کے اول میں مکیہ لکھا ہوا ہو گا اور اگر کوئی الٹی کا سمجھنہار مصاحف کا بایں وجہ اعتبار نکرے کہ کلام اللہ تو سنیوں ہی کی لکھی ہی کہیگا تو لیجیے شیعوں کی گواہی موجود ہی طبرسی نے
مجمع البیان میں لکھا ہی سورۃ الروم مکیۃ الا قولہ فسبحان اللہ الخ یعنی علامہ طبرسی جسکے حوالہ ہی یہ مذکور ہو گا کہ جب آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت

فاطمہ کو عطا فرمایا وہی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ سورۂ روم سوائے آیت فسبحان اللہ الخ سب کی ہے اب کوئی مولوی صاحب یہ پوچھے کہ مکہ میں فدک کہاں تھا فدک تو ہجرت سے چھٹے
ساتویں سال بعد رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں آیا تھا اس صورت میں تو سنیوں کی معتبر کتابوں میں بھی اگر تصریح یوں لکھ دیتے کہ یہ آیت بعد خیبر کے فتح کے نازل ہوئی ہے تب بھی
اعتبار نہ کرنا تھا بالجملہ بخبوا ایان مذہب شیعہ کی بات تو بنائی تھی لیکن کیا کریں کلیہ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد تقدیر سے چوک گئی **اقول** ہمارا کلام آیت وآت ذا القربیٰ حقہ میں ہے
نہ ان دونو سورتوں میں اگرچہ دونو سورہ کی ہیں تو کیا ہوا کہ ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ سورۂ مکیہ میں آیات مدنیہ بھی داخل ہوتی ہیں اور ان دونو سورہ کا نام مکیہ کثرت آیات مکیہ کے سبب سے
ہوا ہے کہ اکثر آیتیں انکی مکیہ ہیں لہذا انکا سورۂ مکیہ ہونا بعض آیات کے مدنیہ ہونے کو مانع نہیں ہے اور یہ بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ آیت مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو
اور ہم سے کیا کہتا ہے اپنے علماء سے کہہ کہ تمنے ایسا کیوں لکھا ہے کہ شیعہ ہمکو تنگ کرتے ہیں اور جواب معقول ہم سے کچھ نہیں بن پڑتا اور کلام اللہ تو موافق مذہب شیعوں کے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اور سنیوں کے
مذہب کے موافق قرآن ہرگز نہیں ہے اہل سنت وضو میں مسح پا کو جائز نہیں جانتے ہیں کسی ہندو یا نصرانی عربی دان کے آگے آیت وضو کو پیش کرو دیکھو تو وہ وضو میں پاؤں کے دھونے کو کہتا ہے یا مسح
کرنیکو اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں اکثر اقوال مفسرین اہل سنت لکھتے ہیں مثل فتاوی اور ضحاک اور حسن اور مدینہ وغیرہ کے اور تمام کتاب انکے قولوں سے بھری ہوئی ہے اور انکے مذہب کے موافق
تو وہ روایت ہے کہ جو کسی امام علیہ السلام سے منقول ہے لیکن سورۂ بنی اسرائیل کو نہ لکھا اسمیں بھی تو یہ آیت ہے اور سورۂ بنی اسرائیل اگرچہ سورۂ مکیہ ہے لیکن اسمیں پانچ آیتیں مدنی ہیں چنانچہ
بعضے مفسرین نے لکھا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اور اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اور اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اور وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ
ہے اسکا یہ ہے کہ ترتیب کلام اللہ کی موافق تنزیل کے نہیں ہے ترتیب میں اکثر سورتیں مدنیہ قرآن شریف میں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مکی آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہیں اور
مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے اور اس آیت وآت ذا القربیٰ حقہ کی آیت مدنیہ ہونیکی شہادت ہمارے پاس موجود ہے کہ علماء اہل سنت اسکو مدنی کہتے ہیں
اور لکھتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اور رسول خدا صلعم نے فاطمہ کو فدک دیا اور اگر ہم فرض کریں کہ یہ آیت مکی ہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہوسکتا ہے اسواسطے کہ یہ آیت اگرچہ مکہ میں یا نواح مکہ میں
نازل ہوئی لیکن بعد ہجرت کے نازل ہوئی اور اگر پہلے تو بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ فدک مکہ میں نہ تھا لیکن خدا تعالیٰ جو علم ازلی اپنے سے جانتا تھا کہ بعد ہجرت رسول خدا صلعم کے مکہ معظمہ سے طرف مدینہ منورہ کے
خیبر جو امیر المومنین علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے فتح ہوگا اور فدک ہاتھ آئیگا تو حکم اسکا پہلے ہی سے نازل کر دیا اور نازل کرنیمیں اس لحاظ کے حکم کے کہ آیندہ کو وقوع میں آئیگا کچھ مضائقہ نہیں ہے
اور نہ اسمیں کچھ مانع ہے اور ایسا بہت ہوا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت ما جعلنا الرؤیا التی اریناك کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے منبر پر بندر کودتے ہیں اور
یہ آیت مکیہ ہے اور مکہ میں حضرت کے واسطے کوئی منبر نہ تھا اور اسکا جواب یہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مکہ میں دکھلائی ہو حضرت کو وہ چیز کہ جو انکے واسطے مدینہ میں ہوگی اور شیعوں نے تو کچھ بات اس مقدمہ
میں اپنی طرف سے نہیں بنائی ہے جو کچھ علماء اہل سنت لکھتے ہیں انکے مطابق وہ بھی لکھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکو یہ شبہ ہو کہ کسی نے یہ بھی کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ یا نواح مکہ معظمہ
نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت ہو یا بعد ہجرت سو ہوسکتی ہے کہ غزوۂ فتح مکہ میں سورتیں نازل ہوئی ہوں اور اس سبب انکو مکی کہتے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت
ولا تجہر بصلٰوتك الخ اور سورۂ روم کی پہلی آیت کے شان نزول خود سیاق پر شاہد ہیں کہ انکا نزول ہجرت سے پیشتر ہے علاوہ بریں مولوی دلدار علی صاحب رسالہ ضیغمیہ میں سنیوں کے اس استدلال
کہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ حرمت متعہ پر دلالت کرتی ہے جو اعتراض کرتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے سو یہ اعتراض جبھی وارد ہوسکتا ہے کہ مکی مدنی سے یہی
مشہور اصطلاح مراد ہو یعنی مکی وہ ہے جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہو اور مدنی وہ جو بعد ہجرت نازل ہوئی ہو اور مولوی دلدار علی صاحب اسباب میں ہمارے موافق ہوں مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں
آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ کی تفسیر جو مولوی عمار علی صاحب اور سوا انکے اور شیعہ کہتے ہیں سراسر غلط ہوگی **اقول** میں نے تسلیم کیا کہ یہ دونو سورہ مکیہ ہیں چنانچہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں لیکن
اور یہ دونو آیتیں ولا تجہر بصلٰوتك اور سورۂ روم کی پہلی آیت بھی مکی ہے لیکن کل آیتیں انکی مکی نہیں ہیں بلکہ بعضے انکی مدنی بھی ہیں اور اکثر آیتیں جو انکی مکی ہیں سو اسواسطے انکا نام مکی ہے
اور رسالہ ضیغمیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی درست ہے اسواسطے کہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے آیۂ متعہ کو جو کہ مدنی ہے کیونکر منسوخ کریگی لیکن آیت وآت
ذا القربیٰ حقہ مکی نہیں ہے اب یکو مولوی دلدار علی صاحب کا قول بھی قول کے موافق ہے یا اہل سنت کے قول کے موافق اور جو کچھ ہمارے مولوی صاحب نے آیت وآت ذا القربیٰ کی تفسیر
کی ہے وہ صحیح اور درست ہوئی اور قول اس شیخ کا باطل اور غلط ہوا اور اگر آیت وآت ذا القربیٰ حقہ مکی ہو تو بھی مضائقہ نہیں کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہو اور اسمیں حکم فدک
کے ہبہ کرنیکا ہو اسواسطے کہ روایتوں میں یہ حکم آیا ہے اور آیت الا علیٰ ازواجہم وہ مکی ہے کہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے چنانچہ یہ سب تفسیروں سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے
اہل فہم و دانش سے یہ التماس ہے کہ خدا را میری رو رعایت نکریں پر انصاف کو بھی تو کچھ دخل ہے بے انصافی تو ظلم کے برابر نہیں جو اتنا نہ سمجھیں کہ کیا ذا القربیٰ کے یہی معنی ہیں اور حقہ کا یہی ترجمہ
جو اس روایت میں مذکور ہے بھلا سنیوں کو اول تو ایمان دوسرے یہ خبر یہی ہے کہ یہ روایت ساختہ و پرداختہ حضرات شیعہ ہے پر جیسے یہودی نصرانی ہندو عربی خواں کہ نہ انکو یہ خبر ہے
کہ یہ خبر سراسر غلط ہے اور نہ کچھ پاس عزت و عظمت رسول اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس آیت کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے سو بدولت عنایات حضرات شیعہ بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ دشمنان

بعد ہجرت سے نازل ہوئی

رسول صلعم کو یہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی متہم کرکے یوں کہیں کہ یہ جبرئیل کا حوالہ فقط اسلئے گھڑ لیا تھا کہ اپنی بیٹی کو دینے میں کوئی تکرار نکرے ورنہ کلام اللہ کے الفاظ سے اس تفسیر کو تناسب
نہیں ذا القربیٰ ایک لفظ کلی ہی معنی قریب فقط حضرت فاطمہ میں کیونکر منحصر ہو جا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے قرابتی کچھ ایک دو نتھے ہزاروں تھے خاصکر حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم
جو شہادت قرآن اور اصح الکتب شیعہ کافی کلینی قرابتہ حضرت فاطمہ ہی کی برابر تھیں کچھ کم نتھیں چنانچہ اسکے کو پر مرقوم ہو چکی اور اگر یوں کہئے کہ یہ تو صاحبزادیاں اس آیت کے نزول
سے پہلے وفات پا چکی تھیں تو یہ تو غلط کیونکہ یہ مکی ہی اور ان دونو کا مدینہ میں انتقال ہوا اور سلمنا حضرت علی اور عباس اور حسنین اور حضرت جعفر کو غیرہ تو فدک کے آنیکے وقت موجود تھے
اور یہ سب باتفاق عالم رسول اللہ صلعم کے قرابتی ہیں تو اس صورت میں حضرت فاطمہ کو حق کیا دیا اور قسمت اتنیوں کا حق تلف کر دیا اور اگر ہمارا الیقین نہو تو ان معنوں کی تصدیق
کے لیے ہم مولوی عمار علی صاحب کو ہی شاہد لاتے ہیں دیکھ لیجیے وہ خود اس آیت کے معنی بھی لکھتی ہیں کہ دے تو اے محمد قریبونکو حق انکا دوسرے حصہ کی تفسیر میں فدک کا کہنا بعینہ ایسا
ہی مہمل جواب ہے جیسا کسی نے اپنا نام ہجوں سے تبلایا تھا ع ف زبر عف غ ف زبر عف میرا نام محمد یوسف ہے بھلا ایسی پوچ باتیں اللہ اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں انہیں اتنا بھی خیال نہیں
آتا کہ ہمیں کسی نے کہہ لیا تو کہہ لیا پر خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی کیا کہیگا شاید ان افترا پردازیوں سے یہ غرض ہو کہ ہم سے اگر خدا اور رسول کو موافق نہیں ہو جاتا تو آؤ جتنا ہو سکے خدا اور
رسول ہی ہمیں موافق کرلیں **اقول** اے اہل دانش فہم خدارا میری رو سے رعایت نکرو اور انصاف سے نظر کرو کہ یہ شیخ نجدی دشمن اہلبیت حضرت فاطمہ زہرا سے کسقدر عداوت رکھتا ہی اور اس
معصومہ مظلومہ کے حق کو مٹاتا ہی اور ابو بکر کی رعایت سے کہ اس نے حق فاطمہ زہرا کا غصب کیا تھا اپنے عالموں اور اپنی کتابوں کو جھوٹا ٹھیراتا ہے لوگوں کو مفتری اور دروغگو کہتا ہی اسواسطے کہ مولوی
صاحب نے جو لکھا ہی اسکے علمار کی کتابوں سے لکھا ہی اور اپنی مذہب کے کسی کتاب سے نہیں لکھا اور نہ اپنی طرف سے کچھ لکھا ہی اور باوجود اسکے کہ مولوی صاحب نے تو اسکی کتابوں سے لکھا ہی اور پھر کہتا ہی کہ یہ روایت
ساختہ اور پرداختہ حضرات شیعہ ہی یہ ایسا ہی جیسے کہ اگر مسلمان نصرانیوں سے کہیں کہ انجیل میں لکھا ہی کہ خدا تین ہیں اور نصرانی اسکے جواب میں کہیں کہ یہ ساختہ اور پرداختہ مسلمانوں کا ہی اور از برائے
خدا دیکھو تو ترجمہ اس آیت مذکورہ کا یہی ہی یا نہیں جسوقت روایات مذکورہ اہل سنت کی موافق اسکے ہم تفسیر کریں اور گر مراد اسکی یہ ہے ترجمہ سے کہ فدک اور فاطمہ کا لفظ اس آیت میں نہیں ہے تو ایسی آیتیں مجمل تو
قرآن میں بہت ہیں لیکن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اسکی تفسیر بیان کرکے تفصیل کر دی ہی اور اگر مجمل لفظوں کا لحاظ ہو اور اسکی تفسیر پر نظر نہو تو تمام شریعت لغو اور بیکار ہو جائے یہ ایسا ہی جیسے کہ قرآن
میں خدا تعالی فرماتا ہی کہ نماز کو پڑھو اور لوگ ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتے ہیں کوئی ناقص عقل کا دشمن مثل اس شیخ نجدی کی کہنے لگے کہ قرآن میں ظہر اور
عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کا اور بعضی نماز کے چار رکعت ہونیکا اور بعضے کی تین رکعت ہونیکا اور بعضی کی دو رکعت ہونیکا ذکر کہاں ہے تو اسوجہ سے چاہئے کہ نماز کا پڑھنا چھوڑ دیں اور اہل سنت کو تو یاس
ایمان کا اسوقت ہوتا کہ جسوقت انکو ایمان صحیح حاصل ہوتا انہوں نے تو محبت میں دشمنان اہلبیت کے اپنے ایمان کو خاک میں ملا دیا اور یہودی اور نصرانی اور ہندو جسوقت اس آیت کو مع تفسیر اہلبیت
کی دیکھیں گے تو انکو یقین ہو جائیگا کہ جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہی یہ مطابق مذہب مسلمانوں کی ہی اور اگر بدون تفسیر کے آیت کو دیکھیں گے تو انکی سمجھ میں کچھ نہ آئیگا اور مسلمانوں پر اعتراض کرینگے اور اس دشمن اہلبیت کی شرارت اور بدذاتی کو
ملاحظہ کرنا چاہئے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا دختر نیک اختر اپنی کو جو فدک دیا تو یہ بدترین بنی امیہ اسکو دنیا طلبی اور حیلہ پردازی قرار دیتا ہی اور سوا اس شیخ نجدی کے اور اسکے ہم مذہبوں کے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو حضرت کو
متہم بہ تہمت دنیا طلبی اور حیلہ پردازی کرے اس پردہ میں یہ بدترین بنی امیہ جناب سرور کائنات پر طعن کرتا ہی کہ فاطمہ زہرا کو کسواسطے فدک دیا کہ ابو بکر اسلئے غصب کے عذاب میں گرفتار
ہوا اور یہ جو کہتا ہی کہ لوگ حضرت کو متہم کرینگے یہ ایک بناوٹ اسکی ہی اور جبرئیل سے پوچھنا بھی اسکی کتابوں میں سے لکھا ہی ان لوگوں پر اپنے مذہب کے اسکو نفرین کرنا چاہئے کہ انہوں نے ایسا
کیوں لکھا اور تکرار کرنا لوگوں کا فدک کے مقدمہ میں درکنار رہا ابو بکر نے تو بلا تامل اسکو غصب کر لیا مع تکرار اور ہمنے تسلیم کیا کہ ذا القربیٰ کا لفظ کلی ہی لیکن جسوقت کہ حضرت جبرئیل نے اسکو
خاص کر دیا موافق روایات فریقین کے تو کلیت اسمیں کہاں باقی رہی اور آیہ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى میں جو قربیٰ کا لفظ ہے یہ بھی تو عام ہے اور سب قریبوں کو شامل ہے
پھر حضرت رسول خدا صلعم نے کسواسطے اسکو خاص کر دیا اور فرمایا کہ مراد قربیٰ سے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں اور سب قریبونکو سوای انکے خارج کر دیا جیسا کہ بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں
لکھا ہی اور آیت وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ میں بھی اولو الفضل کا لفظ عام ہی پھر تم اس لفظ سے ابو بکر کے واسطے مراد لیتے ہو اور آیہ مباہلہ نِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ میں نساءنا کا لفظ حضرت
کی سب بیبیوں اور بیٹیوں کو تمہاری مذہب کے موافق شامل ہی فاطمہ تنہا کو تم کسواسطے کہتے ہو اور کسواسطے نساء کو فاطمہ تنہا میں منحصر کرتے ہو باوجودیکہ وہ لفظ جمع کا ہی اور حضرت زینب اور
رقیہ اور ام کلثوم جناب رسول خدا صلعم کے قریبوں میں سے نہیں اگر قریبوں میں سے ہوتیں تو آیت اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اور آیہ تطہیر میں یہ بھی داخل ہوتیں اگر حضرت کے نطفہ سے ہوتیں اور
شہادت قرآن اور روایت کافی کا جواب پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں انکے ذکر میں جو مولوی صاحب کے خط کے ابتدا میں گزرا ہی اور حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ گو حضرت صلعم کے
قریبوں میں تھے لیکن خدا تعالی نے ان سب میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو خاص کر دیا اور زبانی حضرت جبرئیل کی خبر کر دی اور بموجب حکم خدا کے یہ حق خاص فاطمہ زہرا ہی کا تھا اور
کسیکا نتھا اسواسطے حضرت نے فدک فاطمہ ہی کو دیا حق کسیکا تلف نہیں کیا اور مولوی صاحب نے ترجمہ اسکا درست کیا ہی لیکن جبرئیل کے بیان سے فاطمہ زہرا سب قریبوں میں سے خاص
ہو گئیں جیسے کہ نساءنا کے لفظ میں خاص ہو گئیں اور اولو الفضل کے لفظ میں ابو بکر خاص ہو گئی اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہی وہ ایک نرا مہمل ہی اسکا جواب کیا ہو اور یہ تمام عنی جو کچھ کہ مولوی

صاحب نے لکھا ہے یہ ہرگز پوچ نہیں ہے اور کلام اللہ میں ایسا بہت آیا ہے چنانچہ ہم کہہ چکے ہیں اور خدا اور رسولخدا کی طرف اس امر کی نسبت کرنے میں کچھ قباحت نہیں ہے جیسا کہ ہم اسکو بیان کر چکے البتہ حضرت ابوبکر کے واسطے خرابی ہے کہ وہ غاصب اسکے تھے اور اسی واسطے تو سوختہ ہو کر انکی حمایت میں ایسی پوچ باتیں لکھتا ہے اور اگر اسمیں کچھ افترا پردازی ہے تو تیرے علما کی ہے انپر نفرین کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا اور اس امر میں خدا اور رسولخدا صلعم کے موافق ہیں اور وہ ہمارے موافق ہیں اور مخالف انکا تو ہی کہ انکے حکم میں چون و چرا کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ ان تیرہ درونوں سے یہ تو نہوا کہ اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ثابت کریں اور ظاہر کر دکھلائیں بلکہ ایسی باتیں کر کے دونو کو چھپا لیا بلکہ ایسی باتیں کہ جنکو سنکر دانا واقفوں کی تو ایکدفعہ کو کان کھڑے ہو جائیں اور جی میں متردد ہوں کہ یہ بلاغت و فصاحت کلام اللہ کا شہرہ اسی خوبی پر ہے تو بلاغت اور فصاحت معلوم اس چیستان لاحل ہونے سے کیا حاصل تھا **اقول** کوئی ان تیرہ درونان دشمنان اہلبیت مطیعان خلفاء ثلاثہ سے پوچھے کہ آپ تاب اعجاز کلام اللہ اور شرف رسول اللہ صلعم کو ہمنے دے رکھی ہے یا تمنے ارے ہم معانی کلام اللہ کو انسے لیتے ہیں کہ جو وارثان علم نبی کریم تھے اور تم پیروی انکی کرتے ہو کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کرتے تھے اور غوروں سے الزام کھاتے تھے اور اپنے کئے اور کہے پر نادم ہوتے تھے تمہاری پاس مضمون صحیح اور درست کلام خدا کا کہاں ہے اور یا جو کہتے ہو اپنی رائے ناقص سے ایجاد کر لیے کہتے ہو تم فصاحت و بلاغت کو کیا جانو اور چیستان تمہارا کلام ہے کہ مخالف تفسیر صحیح کے کہتے ہو اور یہ غور ہو سکتا ہے کہ جو کچھ تیری مرضی کے موافق کوئی کہے تو وہ درست ہو اور اسی میں اعجاز قرآن کا اور فصاحت و بلاغت اسکی باقی رہے اور جو کوئی مضمون واقعی قرآن کا اور مطابق قول علماء سلف کے بیان کرے وہ صحیح نہو اور نہ فصاحت و بلاغت قرآن کی باقی رہے اور جلال الدین سیوطی کہ جسنے دو تفسیریں لکھی ہیں اور علماء اہل سنت اسی کے کلام کی فضیلت خواہ ہیں وہ تو اعجاز قرآن اور شرف رسول اللہ صلعم کو کچھ آپ ثابت نہ کر سکا اور اسنے قرآن کی تفسیر غلط لکھدی اور تو ایک شخص کندہ ناتراش قرآن کو خوب سمجھا ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر روایت فاطمہ فدک زیادہ تیری تو لفظ مختصر اور معنی واضح ہو جاتے ہاں اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے حضرت فاطمہ زہرا کی ملکیت فدک وغیرہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں فدک کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی خاص چیز دبا لیتا ہے تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو القصہ جہاں مخاطب کے پاس کوئی کسیکی خاص چیز دبی ہوئی ہوتی ہے یا کسیکے ذمہ کوئی حق معلوم ہوتا ہے تو وہاں البتہ اس چیز کا یا اس حق کا لفظ حقہ سے تعبیر کرنا بجا خود ہوتا ہے چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھے تو بلا سے نہ سمجھیں اگر مولوی صاحب کا کہنا سچ بھی ہو اور پھیر رسول صلعم کی طرف یہ احتمال محال ہو دے سکے تب بھی کلام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ فدک اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت فاطمہ کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف مزعوم شیعہ ہے کیونکہ بیع کے انعقاد کا تو شیعوں کو بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ سو انکے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اسلئے کہ وہ اس آیت ہی کو قبالہ ہبہ سمجھتے ہیں چنانچہ اس آیت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے اور ظاہر ہے کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب ہی کی ملک ہوتی ہے تو پھیر فدک کو حقہ کی تفسیر میں کہنا بنانیوالے کی کمال خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے کسی نے سچ کہا ہے عیب کرنے کو ہنر چاہیے **اقول** اکثر آیات قرآنیہ مجمل ہیں اور مطلب انکا شارع کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے اور اگر ایسا نہو تو معنی قرآن خدا ہی کی پاس ہوں اور بندوں کو کچھ علم اسکا حاصل نہو اب میں اس شیخی سے پوچھتا ہوں کہ کلام اللہ میں تو صرف اسیقدر حکم ہے کہ نماز پڑہو لیکن تو ظہر اور عصر اور عشا کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور صبح کی دو رکعت پڑھتا ہے یہ کلام اللہ میں نہیں ہے اور کلام اللہ میں اسیقدر ہے کہ زکوٰۃ دو تم لیکن یہ اسمیں نہیں ہے کہ کس کس چیز میں زکوٰۃ ہے اور ہر چیز کی کیا نصاب ہے خدا تعالیٰ کو چاہیے تھا کہ مفصل بیان کرتا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کو بیان پر موقوف نہ رکھتا تاکہ بندے قرآن ہی کو دیکھ کر سمجھ جاتے اور دوسرے کے پوچھنے کی احتیاج نہوتی اور فدک فاطمہ کا حق ہونا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک روز ازل سے ثابت ہے کہ اسنے ہی اسکو حق فاطمہ اپنے نزدیک مقرر کیا ہے کسیکے بیع کرنے پر موقوف نہیں ہے اور مجازاً بھی اسکو حق فاطمہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے علم ازلی سے جانتا تھا کہ رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کو فدک دینگے اور وہ حق اسکا ہو جائیگا اسواسطے پہلے ہی سے اسکو حق فاطمہ فرمایا جیسے کہ من قتل قتیلاً فلہ سلبہ کا حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وحی کی ہو حضرت کو فدک کے دینے کی اور بعد اسکے اسکا حکم آیت میں نازل کیا ہو اور بعد اسکے مسکین اور ابن سبیل جو ہے وہ بھی حضرت ہی کی قرابت سے ہے کہ حق اسکا خمس ہے چنانچہ دوسری آیت سے ثابت ہے اور یہ ناصبی لکھتا ہے کہ حق جو کسیکا ثابت ہوتا ہے یا تو بیع سے ہوتا ہے کہ وہ خرید کرے یا کوئی شخص اسکو ہبہ کرے اور فاطمہ زہرا نے نہ تو فدک کو خرید کیا تھا اور نہ کسی نے پہلے سے انکو ہبہ کیا تھا تاکہ وہ ملک فاطمہ کی ہوتی اور فاطمہ کا حق اسکو کہتے اس صورت میں فدک فاطمہ کا حق کیونکر کہلائیگا اب میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری تفسیروں میں کیا لکھا ہے تمہارے یہاں بھی تو یہی ترجمہ لکھا ہے اس آیت کا کہ دے تو قرابت والے کو حق اسکا اور محتاج کو اور مسافر کو سو مراد حق سے زکوٰۃ ہے یا اور کچھ فی سبیل اللہ ہے اب میں مطابق قول اس شیخ نجدی کے کہتا ہوں کہ اگر اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے بیع یا ہبہ وغیرہ سے قرابت والے یا محتاج یا مسافر کی ملکیت زکوٰۃ وغیرہ فی سبیل اللہ میں ثابت ہو جاتی اور رسول اللہ صلعم سے اسکے دینے میں کسیوجہ سے نعوذ باللہ کچھ تقصیر ہوئی ہوتی تو البتہ اس صورت میں مال زکوٰۃ کی جگہ حقہ کہنا موقع پر تھا کیونکہ اگر کوئی کسیکی کوئی چیز خاص دبا لیتا ہے تو اسکو کہا کرتے ہیں کہ فلانے کا حق دیدو چنانچہ اہل فہم پر پوشیدہ نہیں کم فہم نہ سمجھیں تو بلا سے نہ سمجھیں سو اگر اہل سنت کا کہنا سچ بھی ہو اور پھیر رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کیطرف یہ احتمال محال ہو بھی سکے تب بھی کلام نہیں چلتا کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ مال زکوٰۃ وغیرہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے قرابت والے اور محتاج اور مسافر کی ملک میں ہو حالانکہ یہ بات خلاف عموم اہل سنت ہے کیونکہ بیع کے انعقاد کا تو اہل سنت بھی انکار ہی باقی رہا ہبہ سو انکے اعتقاد موافق بعد نزول اس آیت ہی کے واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ شئے موہوب قبل از ہبہ واہب کے ملک میں ہوتی ہے تو پھیر مال زکوٰۃ وغیرہ حقہ کی تفسیر میں کہنا کمال خوش فہمی

علمائے اہل سنت پر دلالت کرتا ہے کہنے ہیں کہ یہ کہاں کا عیب ہے کہ یتیموں پر جانے اور اگر خطاب تو جناب رسول خدا صلعم سے ہو اور مراد تمام امت ہو تو بھی یہی حال ہے اور اگر حقہ سے مراد مال فی سبیل اللہ زکوٰۃ وغیرہ ہو بلکہ قرض ہدیہ کا یا بطور ولایت کے ہو یا غصب کیا ہوا ہو تو ہمیں تخصیص قرابت والے اور مسافر اور محتاج کے کیا ہے بلکہ ہر شخص کے چیز کسی کے پاس ہے یا اسکے ذمہ کچھ ہے کیا ہے تو اسکو ادا کرنا لازم ہے اور روایت کی بنانے والے علمائے اہل سنت ہیں انکو ملامت کرنا چاہیے کچھ شیعہ ہی تو اس میں متفرد نہیں ہیں جلال الدین سیوطی وغیرہ کی گور پر جا کر جوتیاں مارکے کہتے ایسا کیوں لکھا قال الشیخ الاشعری اور اگر ہم بپاس خاطر حضرات شیعہ مولوی صاحب کی بات کے بنانے کے لئے موافق نقل مشہور دروغ را اجزا باشد دروغی ہم یوں کہنے لگیں کہ ہاں سچ ہے یہ روایت سچ ہے اور ذالقربیٰ سے مراد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حقہ کے معنی فدک ہی ہیں تو مولوی صاحب اسکا کیا جواب دینگے کہ اس صورت میں جہاں کہیں کلام اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کا ذکر بلفظ ذالقربےٰ ہوگا تو لازم ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہوں اور حجت قرار پایا تو بعد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کسی اور کو بنی ہاشم میں سے خمس کا حصہ لینا درست نہو اور وجہ اس نادرستی کے درصورت مرقومہ یہ ہے کہ آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ کا یہ ترجمہ ہے اور جان رکھو کہ جو کچھ تم غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ رسول کے واسطے اور قرابت والے کے واسطے اور محتاج کے لئے اور مسافر کے لئے فقط یہ ہے خمس کے تقسیم جو اس آیت میں ہے کوئی ہماری تمہاری مقرر کی ہوئی نہیں خدا کی مقرر کی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی مسلمانوں سے تو ہو ہی نہیں سکتی پھر جب کہ ذالقربی حضرت فاطمہ زہرا ہیں تو بعد انکے اور کسی کو اولاد میں بنی ہاشم میں سے انکی خمس میں سے لینا درست نہو حالانکہ مذہب شیعہ اسی باب میں یہ ہے کہ نصف خمس امام وقت کا اور نصف باقی یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا اور ظاہر ہے کہ امام شیعوں کے نزدیک سوا دوازدہ ائمہ کے اور کوئی نہیں سو وہ سب کے سب باتفاق شیعہ معصوم ہیں شیعوں کی تقسیم کے موافق علی نے اپنی خلافت میں خمس میں سے لیا حضرت امام مہدی لینگے بفتوا روایت ہے قومہ بالاظلم اور حرام ہوگا اور اگر کوئی شیعہ مذہب جودت طبع کو کار فرما کر یوں کہے کہ ہر چند ذالقربی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور خمس اصل میں انہیں کے لئے ہے لیکن ائمہ کو بوجہ میراث خمس کا لینا جائز ہے تو میری یہ عرض ہے کہ اول تو میراث بقدر حصہ وارث دیا جاتا ہے ہو کیا بعد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اماموں کے وقت میں سوا اماموں کے سادات میں سے حضرت فاطمہ زہرا کا اور کوئی وارث ہی نہ تھا جو نصف خمس سارا کا سارا امام کے لئے تجویز ہوا اور سلمنا کہ حضرت زہرا کے مال کے وارث انہیں اشخاص معدودہ کے لئے ہے لیکن جو چیز کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مہدی کے زمانہ میں غنیمت میں آئی یا آئیگی وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی میں نہ آئی یا ملک ہونیکے لئے حیات نہ رہی تو اس صورت میں اول تو خداوند علیم حکیم کے اس فرمانیکے کیا معنی ہوں کہ جو کچھ غنیمت لاؤ اسکا خمس ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ اور یتامی وغیرہ کے لئے ہے دوسرے جب وہ حضرت فاطمہ کے ملک ہی نہ ہوئی تو بوجہ وراثت اماموں نے کیوں لیا اور یہی ہے خمس وراثت میں نہ آیا ہو بلکہ استحقاق خمس وراثت میں آیا ہو لیکن کیا انصاف ہے کہ ذالقربی یعنی حضرت فاطمہ زہرا کا استحقاق خمس تو بطور وراثت اولاد میں منتقل ہو جاوے پیر رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے یتیموں اور مساکین اور مسافروں کا استحقاق خمس بطور وراثت انکی اولاد میں منتقل نہو اگر یہی تورت ہے تو اس زمانہ کے یتامی اور مساکین اور ابنا سبیل کی اولاد ہی ہے چاہیے باد ابا دیتیم ہوں کہ نہوں اور مساکین ہوں کہ غنی مسافر ہوں یا مقیم مصروف خمس ہوں اور اماموں کے زمانہ کے یتیم اور مسکین اور ابنا سبیل کو اسمیں سے دینا درست نہو وہ یوں ہی نالک ہیا نکتے پہریں **اقول**

اہل سنت جو معانی قرآن اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں اور جو تفسیر قرآن کی کہ شارع سے منقول ہے اور جناب رسول خدا صلعم اور وارث انکے علم کے بیان کرتے ہیں اسکے طرف لحاظ نہیں کرتے اسواسطے وہ مراد حق کو نہیں پاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ذالقربی سے مراد کسی جگہہ تو کچھ ہے اور کسی جگہہ کچھ ہے یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر جگہہ ذالقربی سے مراد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی ہیں اگر ہم اپنی رائے سے کہیں تو البتہ ہر جگہہ ذالقربے سے مراد فاطمہ زہرا لے سکتے ہیں لیکن جناب رسول خدا صلعم نے کسی جگہہ تو فرمایا ہے کہ مراد اس سے فاطمہ زہرا ہی ہیں چنانچہ اس آیت میں اور دوسری جگہہ فرمایا ہے کہ مراد قریبوں سے حضرت کے بنی ہاشم ہیں جیسے کہ خمس کے آیت میں اور آیت الا المودة في القربى میں مراد قربی سے علی و حسن و حسین ہیں چنانچہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے پس مراد قربی سے ہر آیت میں وہ ہی ہے کہ جو حضرت نے فرمایا ہے اور جس وقت کہ حضرت نے ہر آیت میں قربی کی تفسیر کر دی ہو تو پھر اسکو نہیں چاہیے کہ اپنی رائے کو دخل دیکر اپنی رائے سے کوئی معنی بیان کرے پس جس وقت حضرت نے ایسا فرمایا ہو تو اس صورت میں تو ہم سے کیا کہتا ہے اپنی علمار پر نفرین کر اور کہہ کہ ایسی وقت ذالقربی سے مراد فاطمہ تنہا کس واسطے لی بیان کی ہے تنہا مراد نہیں ہو سکتا میرے نزدیک ہر جگہہ حضرت فاطمہ زہرا تنہا مراد نہیں ہو سکتے ہیں اگر تنہا مراد ہیں لیکن آیہ آت ذالقربی حقہ میں مراد ہیں اور آیت خمس میں وہ معنی ہیں مراد ہیں قرابت والوں سے اور سوائے انکے اور بھی ہیں حضرت کے قریبوں میں سے جن پر صدقہ حرام ہے اور قربی کا حصہ کچھ مخصوص حضرت فاطمہ زہرا ہی کے واسطے نہیں ہے خمس میں اس میں ہی شریک ہیں سب بعد انکے جو کچھ اس پر متفرع کر کے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت کے قریبوں میں سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کا حصہ مثل خمس میں ہے اور سوائے اسکے جو قریب حضرت کے بنی ہاشم میں سے وہ دیا حصہ پاتے ہیں اور تقسیم خمس کی رسول خدا صلعم کے زمانہ میں اسطرح سے ہوتے تھے سو خمس کے چھ حصہ ہوتے تھے ایک حصہ خدا کا اور ایک پیغمبر خدا کا اور ایک پیغمبر کے قریبوں کا اور تین حصے رسول خدا صلعم لیتے تھے واسطے الہ حصہ بنی ہاشم کے یتیموں کو اور ایک حصہ انکے مسکینوں کو اور ایک انکے مسافروں کو دیتے تھے اور بعد رسول خدا صلعم کے حصہ خدا کا اور پیغمبر کا اور قریبوں کا امام کو پہنچتا ہے اس جہت سے کہ وہ قائم مقام پیغمبر کے ہیں لیکن بعد رسول خدا صلعم کے دشمنان آل رسول نے قرابتی حصہ کو موقوف کر دیا اور رسول خدا صلعم کے قریبوں کو نہ دیا پس امام علیہ السلام کو جو ادا خمس خدا اور پیغمبر خدا اور

اقربائے پیغمبر خدا کے حصہ کا پہنچتا ہی اس جہت سے کہ وہ قایم مقام پیغمبر کے ہی نہ اور کسی جہت سے کہ وہ سارا حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ہو اور امام نے نصف اُس میں سے لی لیا ہو یا وراثۃً فاطمہ زہرا کا حق امام کو پہنچا ہو ایسا نہیں ہے اور جو کچھ امام کو پہنچتا ہی وہ حضرت فاطمہ کی ملک نہیں ہی کہ اُنکی حیات کی ضرورت ہو اور نہ بطور وراثت کے اماموں کو اُن سے پہنچتا ہی اور رسولخدا صلعم اپنی زمانہ میں یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو بنی ہاشم کے دیا کرتے تھے اور اب بھی شیعوں میں سے جو کوئی خمس دیتا ہی سوا مال غنیمت کے وہ انہیں ہی سب کو دیتا رہا ہے جسقدر آدمیوں کو چاہیے مثل زکوٰۃ کے یہ لوگ مستحقان خمس اب بھی خاک بہا انکی نہیں پہنچے اور فاطمہ زہرا جیسے کہ فدک کی مالک ہوئیں ایسی ہی خمس میں بھی شریک ہیں اُس میں سے بھی اپنا حصہ پائینگے اور یہ تقسیم خداتعالیٰ کی بہت درست ہی اور موافق استحقاق کے ہر ایک پہنچا ہے نہ زیادہ والیکو کم نہ کم والیکو زیادہ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر کوئی صاحب یوں ارشاد فرمائیں کہ یہ روایت سنیوں کی کتابوں کی حوالوں سے مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہی اگر غلط ہو تو شیعوں کو کیا نقصان ہی سنیوں کو الزام کے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ اُنکی کتابوں میں روایت موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اول تو یہی غلط کہ روایت شیعوں کی نہیں کیونکہ مجمع البیان طبرسی میں حضرت ابو سعید خدری سے اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ روایت موجود ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور اُسکو انکے سپرد کر دیا باقی رہا یہ سنیوں کی کتابوں میں روایت پائی جاتی ہی تو اسکا جواب معقول ہم سے سنیئے جناب من روایت [illegible] ساختہ پرداختہ حضرات شیعہ ہے چنانچہ تقریر سابق میں بخوبی اس بات کی تحقیق مندرج ہو چکی ہی لیکن مزید تسکین کے لئے اتنا اور بھی سنیئے کہ سنی اول تو ایسے بیعقل نہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز اُنکو نہ آتی ہو تیسرے کلام اللہ کے حرف بحرف کے اکثر سنی حافظ اور محافظ اُنکو ہر آیت کے سیاق و سباق پر نظر رہتی ہی اور ایک مضمون کی جتنی آیتیں ہوتی ہیں اُن سبکی خبر رکھتے ہیں جیسے شیعہ اپنی تیرہ درونی اور کج عقلی اور کلام اللہ کی محفوظ نہونے اور موقع استدلال کے سیاق سباق کے یاد نہونیکی باعث صحیح مطلب کی جگہ غلط سمجھ جاتے ہیں سنی غلط نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ بفضلہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہیں دوسرے کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کھرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں سنی روایت کو کلام اللہ پر مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں تو وہ کیونکر ایسی روایت بے سند کو کہ قطع نظر بے سند ہونیکے اُس آیت کا سیاق سباق بلکہ خود اُس روایت کے لفظ اور معنی غلط ہونیکے گواہ ہوں اپنی کتب میں درج کریں یہ سب معتقدان شیعہ کی چالاکی ہی تا عوام اہل سنت کو اس تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کر دیں **اقول** اس دروغ گوئی اور اپنے منہ میاں مٹھو کہنے سے کہ ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں کیا فائدہ ہی اس دروغ بیفروغ کو کہ جو بے سند اور بے دلیل ہی کون پسند کرتا ہی اور کون کہتا ہی کہ شیعوں کی کتابوں میں روایت نہیں ہے لیکن سنیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور اسیواسطے اس روایت میں زیادہ متانت اور استحکام ہی کہ یہ روایت دونوں فرقوں میں موجود ہی اور روایت کا انکار کرنا ایسا ہی جیسا قرآن کی آیت کا انکار کرنا اور یہ روایت غلط کیونکر ہو سکتی ہی کہ جسوقت دونوں مذہبوں میں پائی جائے اور سنیوں کی ایک کتاب میں روایت نہیں ہے بلکہ بہت سی کتابوں میں ہے مثل تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور مسند ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ اور تاریخ حاکم اور معارج النبوت اور تاریخ آل عباس اور مقصد اقصے وغیرہ کے اور اس شیخ کے نزدیک تقیہ کرنا بھی جائز نہیں ہے کہ از راہ تقیہ کسی سنی نے یہ روایت درج کتاب کی ہو اب ہم ان علمائے کثیرہ کا اعتبار کریں یا اس شیخ نجدی کا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ روایت کو بنائیں تو شیعہ اور جا کو دے وہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اور اگر شیعہ داخل کرتا تو کسی ایک شخص کی کتاب میں داخل کرتا نہ کہ اسقدر علماء کی کتابوں میں اور شیعہ کے داخل کرنے سے پہلے کوئی ایسی کتاب بھی تو ہوگی کہ جس میں یہ روایت نہو اُس کتاب کو دکھلاؤ یا یہ کہ وہ شیعہ وقت تالیف کے ہمیشہ اُس مولف کے پاس ہی بیٹھا رہتا تھا کہ اُسکے مسودہ میں یہ روایت داخل کر دی اور اگر داخل کی ہوگی تو اُس شخص کی کتاب میں داخل ہوگی جو ان سب سے پہلے گزرا ہی لیکن اُسکے بعد جو علماء گزری ہیں اُنہوں نے اُس روایت کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں کس واسطے درج کیا اُنکو کیا خبر نہوئی کہ کسی شیعہ نے یہ روایت داخل کر دی ہی صرف مولوی عبد العزیز صاحب دروغ نویس کو اور اُنکے پیروی سے تجھکو ہی اسکا علم ہوا ہے **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** اور جو کچھ پہلے اسکے جواب میں لکھا ہی وہ سب سر تا پا ہیچ اور جو کچھ اب لکھتے ہیں وہ بھی پوچ ہی کہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں اور اگر اہل سنت عقلمند ہوتے تو ہرگز خلفاء ثلثہ کے اور دشمنان اہلبیت کی پیروی کیتے اُنکی برابر کون بیعقل ہوگا کہ سچ کو جھوٹ سے تمیز ہی نہیں کرتے ہیں اور کلام اللہ کے لفظوں کو طوطے کی طرح حفظ کرنے سے کیا فائدہ ہی کہ کلام اللہ کے مضمون کو تو نہیں سمجھتے ہیں اور نہ اُسکے سیاق اور سباق پر نظر ہے اور تیرہ درون شیعہ ہرگز نہیں ہیں تیرہ درون تو تیری بڑے ہیں کہ جو احکام خدا میں غلطیاں کہاتے تھے اور قرآن کی آیتوں سے خبر نہ رکھتے تھے اور اسی جہت سے زن و مرد سے الزام کہاتے تھے اور صحیح مطلب کی جگہ غلط لیتے تھے بسبب یاد نہونے قرآن کے اور اہل سنت جو اُنکی پیروی کرتے ہیں اسیواسطے صحیح مطلب کی جگہ غلطیاں کرتے ہیں اور جو کہ صحیح ہے اُسکو غلط سمجھتے ہیں ایسے عیوب اُنکے ذہنوں میں ثلثہ کی پیروی کی جہت سے راسخ ہو رہے ہیں اور سنی ہرگز تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں کرتے ہیں وہ شیعہ ہی ہیں کہ بسبب پیروی معصومین اور وارثان علم نبی کریم کی جہت سے جیسے کسوٹی پر چاندی سونیکو لگا کر کھرا کھوٹا پرکھ لیتے ہیں ایسی ہی روایت کو کلام اللہ کے مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں جیسے کہ یہ روایت کہ مطابق ہی کلام اللہ الٰہی کے بعضے سنی جاہل نیم ملا کو اس شیخ نجدی کے اور اگر اسقدر تمیز ہوتی تو وہ کیونکر ایسی روایت اور بڑے سند والے کہ جو دونوں فرقوں میں موجود ہے غلط کہتے اور اس روایت کے الفاظ معانی جو بہت صحیح اور درست تھے اسیواسطے اہل سنت کے علماء کبار نے اپنی کتابوں میں اُسکو درج کیا ہے اور معتقدان شیعہ تو جناب رسولخدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام ہیں سوائے اُنکے اور کسیکی پیروی اُنکو قبول نہیں ہے اور روایت جو اُن سے منقول ہی اسیواسطے اُسکو صحیح اور معتبر جانتے ہیں یہ جھوٹ بولکر یہ شیخ لعنۃ اللہ میں

گرفتار ہوتا ہی دیکھو تو اسقدر کتب اہل سنت میں روایت موجود ہے اور بعد اسکے خود ہی اقرار کریگا اور پھر کہتا ہی کہ ایسی روایت کو اپنی کتابوں میں اہل سنت کیونکر درج کریں اور کتابوں میں اسکے
یہ روایت موجود ہے اور شیعوں کو لکھتا ہی کہ یہ انکی چالاکی ہی تاکہ عوام اہل سنت کو از تلبیس ابلیس سے جادہ مستقیم سے برطرف کردیں اور انکے علما کو نہیں کہتا ہی کہ انہوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں
لکھا ہی اگر تلبیس ہے تو انکی ہی **قال الشیخ الاشعری** اول تو سیاق سباق آیت سے مخالفت تفسیر مذکور سے گوش گذار اہل انصاف ہی خدارا غور سے سنیں میں نہیں کہتا کہ میری مدد رعایت
کریں ہاں البتہ انصاف کا خواہاں ہوں سورہ بنی اسرائیل میں رکوع وقضی ربک سے لیکر مابعد تک آیت آت ذالقربی حقہ کے ملاحظہ فرماکر دیکھیں کہ حروف خطاب سے مقصود حضرت نفس نفیس رسول اللہ صلعم
ہیں یا تمام امت اہل فہم جانتے ہیں کہ مقصود خطاب سے تمام امت کا خطاب ہے کیونکہ لَا تَعْبُدُوْا اور رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ و لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ وغیرہ میں تو ضمائر جمع ہی کی ہیں ہاں وہ
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حقہ وغیرہ میں ہرچند بظاہر بوجہ وحدت خطاب اور بقرینہ وقضی ربک جس میں ظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی جانب معلوم ہوتا ہی
یوں معلوم ہوتا ہی کہ وات ذالقربا وغیرہ میں خطاب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی طرف ہی مگر نظر بعموم حکم و لحاظ قرینہ لا تعبدوا وغیرہ یوں معلوم ہوتا ہی۔ یہ خطاب ہر شخص کے لئے ہے اور اسکا
مخاطب ہر خاص و عام ہی اسمیں اور لا تعبدوا میں اگر فرق ہی تو یہی ہے کہ وہاں یعنی لا تعبدوا وغیرہ میں مخاطب متعدد ہیں خطاب ایک اور یہاں دونوں متعدد ہیں یعنی خطاب و مخاطب ہی خطاب
رہی یہ بات کہ بقرینہ وقضی ربک خطاب بجانب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ الکرام معلوم ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جملہ وقضی ربک اس امر کے لیے جبھی قرینہ ہوسکتا ہی کہ وآت
ذالقربی وغیرہ اُس پر معطوف ہو سو اس بات کو اہل معانی اور بیان سے دریافت کرنا چاہئے کہ انشا کا عطف خبر پر اور ماضی کا عطف امر پر درست ہے کہ نہیں حق یہی ہے کہ ہاں وآت ذا القربی
اگر معطوف ہی تو لا تعبدوا پر معطوف ہی اور اگر یوں کہئے کہ وقضی ربک اگرچہ بظاہر خبر ہے پر حقیقت میں معنی امر ہے قرینہ لا تعبدوا موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی لا تعبدوا کا قرینہ
اس بات پر بھی شاہد ہی کہ اگر یہ جملہ خبر بمعنی امر ہی تو خطاب بھی عام ہی ہاں یہ بات اس صورت میں قابل استفسار ہی کہ جب دونوں جا میں مخاطب تمام امت ہی تھی تو نظم و نسق عبارت یوں
مختلف کیوں ہوا یا دونوں جا میں ضمیر جمع ہوتی یا دونوں جگہ ضمیر واحد آتی سو وجہ اس تغیر و تبدیل کے بظاہر یہ معلوم ہوتی ہی کہ جب کوئی حکم احکام متعددہ میں سے جو ایک ساتھ صادر فرمائے تمام
بہ نسبت اور احکام کے زیادہ تر عظیم الشان ہوتا ہی یا بہ نسبت کسی حکم خاص کے مخاطبوں کی طرف سے تقاعد اور تکاسل کا گمان ہوتا ہی تو ایسی صورت میں حکام والاشان بنظر مزید تاکید ہر فرد بشر
کی طرف خطاب کرکے حکم کیا کرتے ہیں سو یہاں بھی باین لحاظ کہ شرک کی برائی اور بر والدین کی بھلائی ہر عاقل کی عقل میں خود بخود جمی ہوئی ہی اسکی ضرورت نہ تھی کہ بتہدید منع فرمائیں اور
بتاکید راہ پر لائیں فقط تقدیم ذکر ہی پر کہ یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہی اکتفا فرمایا ہاں ادا ء حقوق ذوی القربی علے ہذا القیاس بلحاظ صرف بیجا میں اکثر بشر قاصر اور غافل نظر آتے مناسب
مقام یہ ہوا کہ زیادہ تر اہتمام کیا جائے علاوہ بریں امر و نہی درباره توحید و شرک سے یہ مطلب ہوتا ہی کہ خالق سے کیونکر معاملہ کرنا چاہئے اور یہ اوامر ادا ء حق حقوق اہل حقوق اور نواہی اسراف
و تبذیر سے یہ غرض ہوتی ہی کہ خلایق کے ساتھ کیونکر رہنا چاہئے غرض معاملات کی دو قسمیں ہیں ایک خالق کے ساتھ ایک مخلوق کے ساتھ علے ہذا القیاس اوامر و نواہی بھی منقسم بدو قسم
ہیں اصلاح معاملات منظور ہے اور ہر معاملہ دونوں خصوصیات تمام ہوتا ہی سو معاملہ خالق میں تو تمام مخلوقات برابر ہیں ایک ہی خالق اور ہر ایک کے ساتھ ایک ہی نسبت تو ایک ہی معاملہ
تصور کیجئے اور معاملہ مخلوق میں ہر شخص کا حال جدا کیونکہ اول تو ہر ایک کے اقربا جدے ہیں پھر اقربا میں سے بھی ہر شخص سے جدی قرابت اس لئے ہر قرابتی کے ساتھ ایک جدا ہی معاملہ ہوگا جب یہ بات
ذہن نشین ہو چکی تو اب سنئے کہ اول صورت میں تو بلحاظ وحدت معاملہ ایک ہی خطاب مناسب ہے اور صورت ثانی میں بنظر تعدد معاملہ خطاب بھی جدا جدا چاہئے **اقول** اس تطویل
لاطائل سے کیا فائدہ اول تو ترتیب سور اور آیات کے موافق تنزیل کے نہیں ہے اکثر مدنی سورتیں مکی سورتوں پر مقدم ہیں اور مدنی سورتوں میں آیات مکیہ داخل ہیں اور مکی سورتوں میں
آیات مدنیہ داخل ہیں اور یہ تطویل لاطائل تو اسوقت فائدہ بخشتے جسوقت کہ آیت وات ذالقربی حقہ آیت مکیہ ہوا اور ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ آیت مدنی ہے اور جسوقت کہ یہ آیت مدنی ٹھہری تو اسکو
آیات وقضی ربک اور اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ و لَا تَعْبُدُوْا وغیرہ سے کسیطرح سے ربط ہی نہیں ہو سکتا وہ آیت کہیں نازل ہوئی اور یہ آیتیں کہیں نازل ہوئیں اور تسلیم کیا ہے کہ خطاب
جناب رسول خدا صلعم کیطرف ہو اور مراد اُس سے اُمت ہو یہ درست ہے لیکن یہ قاعدہ سب جگہ اور ہر ایک آیت میں جاری نہیں ہے اکثر آیتیں ایسی بھی ہیں کہ وہاں خطاب سے مراد خاص جناب
رسول اللہ صلعم ہی ہیں اور اُمت اُس خطاب میں شریک نہیں ہے علی الخصوص جس آیت کی تفسیر میں روایت ہو کہ یہاں خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہی تو اس صورت میں اُمت
اُس خطاب سے خارج ہو جائیگی اور وہاں صرف رسول خدا صلعم ہی مخاطب ہونگے جیسے آیت وات ذالقربی حقہ میں پس بعد اسکے جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہی وہ سب باطل ہو گیا اور لا تعبدوا کا
قرینہ باقی نرہا اور وقضی ربک سے بھی کچھ بحث نہیں ہے کہ وہ آیات مکیہ ہیں ان آیات میں بحث کرنے سے کیا فائدہ ہمارا کلام تو صرف آیت وات ذالقربی حقہ میں ہے کہ وہ مدنی آیت ہے
اور مکی سورہ میں اتفاق سے داخل ہوگئی ہی اور جو کچھ بعد اسکے لکھا ہی ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اُسکے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے یہ اُسوقت درست ہوتا کہ جسوقت آیت
وات ذالقربی بھی مکی ہوتی اور خطاب طرف تمام اُمت کے مراد ہوتا ہمنے پہلے ہی اسکو دفع کردیا **قال الشیخ الاشعری** اور اگر اب بھی کسیکے دل سے خلجان نجائے تو یہ سمجھ سکے اور کیا
کہا جائے کہ یہ تعصب بیجا ہی مگر تاہم ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا اگر خطاب خاص رسول اللہ صلعم ہی کیطرف ہو گا جب بھی صحیح یہی ہی کہ مخاطب ساری ہی اُمت ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا یعنی یہ ہیں کہ اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑہاپے کو ماں باپ میں سے ایک یا دونوں تو نہ کہہ اُنکو ہوں اور نہ جھڑک اُنکو اور کہہ اُنکو بات ادب کی
الخ فقط اب پوچھتا ہوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم پر بعد چالیس برس کے کلام اللہ نازل ہونا شروع ہوا اور والدین آپکے بچپن ہی میں گزر گئے تھے پھر جو آپکو یہ حکم
سنایا گیا بجز اسکے اور بھی کچھ معنی ہیں کہ اُنہیوں کو سنا سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہیں سو اسیطرح لفظ آت ذالقربی کو سمجھنا چاہئے اور بیشتر اس قسم
کے خطاب کہ سب سے بڑیکو مونہہ پر دھر لیا وہاں کہا کرتے ہیں کہ کسی کام کا زیادہ تر اہتمام ہوا اور عوام کی طرف سے اُس میں کسیطرحکا تقاعد ظہور میں آیا ہو یا تقاعد کا گمان ہو تو ایسے
میں بڑے محبوبوں اور مقربوں اور افسروں کو مونہہ پر دہر کے کہا کرتے ہیں تا کہ سب سمجھ جائیں کہ جب ایسے محبوب اور مقرب کو اس حکم کی تاکید ہیں ہوتی ہے تو کیا ذکر ہے ہمکو بدرجہ
اولے اُس حکم کی رعایت چاہئے بالجملہ اما یبلغن کے قرینہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ گو مخاطب خاص ہے پر خطاب عام ہے چنانچہ لا تبذر تبذیرا بھی فی الجملہ اسکے طرف اشارہ کرے ہے کیونکہ تبذیر سے
منع کرنا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور نیز یہ بات بھی قرینہ مذکورہ سے واضح ہو گئی کہ ماں باپ بھی ذالقربی میں داخل ہیں بلکہ اس آیت میں زیادہ تر لحاظ
اُنہیں کیطرف ہے لیکن خطاب عام جب ہی ہو سکتا ہے کہ لفظ حقہ سے مطلقا صلہ رحمی مراد ہو چنانچہ ظاہر اور متبادر بھی یہی ہے ورنہ حقہ کا مصداق اگر فدک ہی ہو تو پھر کس کس مسلمان
کے پاس فدک ہے جو اقربا کے حوالہ کرے **اقول** پہلے اس سے میں بیان کر چکا ہوں کہ اس آیت میں خطاب رسولخدا صلعم کی طرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں موافق روایات
اہل سنت کی نہ امت کے آدمی اسواسطے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ مراد حقہ سے فدک ہے اور ساری اُمت کے پاس فدک کہاں تھا کہ جو وہ کسیکو دیتے اور بڑی دلیل فدک کو فاطمہ زہرا علیہا السلام
کے دینے کی اور مراد حقہ سے فدک ہونیکی اور سب قریبوں میں سے فاطمہ کے خاص ہونیکی یہ ہے کہ بعد رسولخدا صلعم کے حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعویٰ ہبہ فدک کا کیا ہے اور یہ دعویٰ کرنا پچیس
کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہے جسکا تو مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے انکار کر کے پچیس تیس کتابوں کو نگل گیا ہے اور ہم بعد اسکے اُن کتابوں کے نام لکھینگے اور اسکا کچھ جواب نہیں ہے بجز اسکے
کہ کہو کہ فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا واسطے طلب دنیا کے اور اپنی باپ پر تہمت ہبہ کی کی تھی لیکن ہمسے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ایسا کہیں تم برعایت ابوبکر جو چاہو سو اُنکو کہو اور آیت اِمَّا
یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ آیت مکی ہے اور مراد اس سے اُمت کے آدمی ہیں اور وہ آیت مدنی ہے اور البتہ بیشتر اس قسم کے خطاب سب سے بڑیکو ہوا کرتے ہیں اور
مراد اُس سے سب لوگ ہوتے ہیں لیکن اس جگہہ یہ بات نہیں ہے کہ یہاں تخصیص ہو گئی ہے اور ایسے ہی لا تبذر تبذیرا کا حال ہے مثل اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ کے کہ خطاب حضرت کی طرف ہے اور مراد
اُمت کے آدمی ہیں اور آیہ وآت ذالقربی حقہ میں یہ بات نہیں ہے اور اگر ماں باپ ذی القربی میں داخل ہوں تو ہوا کرو اس سے کیا ہوتا ہے روایتوں نے تو ذالقربی کو خاص کر دیا ہے **قال الشیخ**
الاشعری سیاق سباق آیہ وآت ذالقربی الخ مندرجہ سورہ بنی اسرائیل تو بشہادت وجوہ مذکورہ اس تفسیر سے انکار کرتا ہے علی ہذا القیاس سورہ روم کو خیال فرمائیے اَللّٰہُ یَبْسُطُ
الرِّزْقَ سے لفظ آت ذالقربی کے مابعد تک اگر بغور تامل کیا جائے تو صاف واضح ہو جائے کہ یہاں بھی گو مخاطب خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن خطاب عام ہے کیونکہ
پہلے تو یہ مضمون ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے جس پر چاہے تنگ کر دے اسی پر تفریع کر کے فرماتے ہیں کہ تو قریبوں اور مسکینوں اور مسافروں کو اُنکا حق
دیتا رہ یعنی ہمنے اپنی بے نیازی سے کسی کسی کو مفلس اور تنگدست بنا دیا سو تو اُنہیں اس ترتیب کے موافق خبر لیتا رہ پھر اسکے بعد یہ مضمون ہے کہ یہ بات بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے
جو ایمان لائے اور وہی لوگ فلاح کے پہنچنے والے ہیں اور اسکے بعد اور بھی ایسے ہی مضمون عام ہیں الغرض جو لفظ ذلک کا اشارہ ہے یعنی یہ جو ارشاد ہوا کہ یہ بات بہتر ہے یہ اُسی قرابتیوں کے
حقوق اور مساکین اور ابناء سبیل کے حقوق کے ادا کرنیکی طرف اشارہ ہے سو اسطرح سے اشارہ فرما کر کہنا کہ یہ بات بہتر ہے ایمان والونکے لئے جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی حکم عام ہو سو درصورتیکہ
فدک مراد ہو تو اس تفسیر کا حال ہم تو نہیں کہہ سکتے ایسا ہو جائیگا جیسے نعوذ باللہ مشہور ہے من چہ گویم و طنبورہ من چہ سیگوید الغرض دستاویز ہبہ فدک و فرمان عطاء فدک شیعوں کے
نزدیک سورہ روم کی آیت تھی سو اسکے سیاق سباق کا بھی حال معلوم ہو گیا **اقول** سیاق سباق نفس آیہ وآت ذالقربی کا جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے ہرگز اس تفسیر کا انکار نہیں
کرتا ہے جیسے کہ ہم لکھ چکے ہیں اور ایسی ہی حال سورہ روم کے اس آیت کا ہے اسواسطے کہ ہمارا کلام نفس آیہ وآت ذالقربی حقہ میں ہے اور اُسکے ماقبل اور مابعد سے ہمکو کچھ بحث نہیں ہے کیونکہ ترتیب
آیات کی اور سورتوں کے موافق تنزیل کی نہیں ہے کہیں کی آیت کہیں جمع کر دی ہے اور کہیں کے کہیں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت علیحدہ ہی نازل ہوئی ہے اور سورہ بنی اسرائیل
اور سورہ روم میں داخل ہو کر نازل نہیں ہوئی ہے جامع قرآن نے ان دونوں سورتوں میں اُسکو جمع کر دیا ہے چنانچہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال وغیرہ میں لکھا ہے کہ جسوقت آیہ وآت ذالقربی
حقہ نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا اور یہ نہیں لکھا ہے کہ جسوقت یہ سورت نازل ہوئی تو فاطمہ کو فدک دیا اگر یہ آیت وقت نزول کے کسی سورت کے اندر ہوتی تو اُس سورت کا
نام لکھتے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خطاب اس آیت میں عام ہے اور خطاب سے مراد جناب رسولخدا صلعم اور تمام اُمت ہے اور حکم ہے سب کو قریبونکے حقوق کے دینے کا ہے تو اس صورت میں ہر آدمی اپنے اپنے قریب کو حق
اُسکا دیوے اور رسولخدا صلعم فاطمہ کو فدک دیویں کہ وہ حق اُس کا ہے اور اس حق کے واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ ملک موہوب کے ہووے جیسے کہ اور آدمیونکے قریبونکے حقوق اُنکی املاک سے کچھ
نہیں ہوتی اور حقہ سے مراد فدک کے ہونے سے کوئی قباحت لازم نہ آئی اور دستاویز ہبہ فدک شیعونکے نزدیک آیہ وآت ذالقربی حقہ ہے نہ کل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم گو آیت اُنکا

ان دونوں صورتوں میں مندرج کر دیگئی ہے اور مطلب شیعوں کا بہر نہج ثابت اور متحقق ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حصہ کی تفسیر فدک ہی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا معنی حقیقی ہو یا معنی
ایک کا فرد ہو اور جیسے کوئی شخص گھوڑے کو نہ جانتا ہو اور وہ کسی سے پوچھے کہ گھوڑا کیا شے ہے اور اتفاق سے کوئی گھوڑا اسوقت سامنے آجائے تو وہ دوسرا کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہے گھوڑا تو یہ جواب بیان معنی
اور تفسیر حقیقت نہیں بلکہ حقیقت اسکی ایک فرد کو بتاکر گویا یوں سمجھا دیا ہے کہ باقی افراد بھی اسی پر قیاس کر کے حقیقت مشترک کو سمجھ لو ایسے ہی رسول اللہ صلعم حقیقت حق ذی القربیٰ کو نجانتے ہوں
اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کو افراد حقوق ذی القربیٰ میں سے بتلا کر مطلب کا راہ نکال دیا ہو یوں کہئے کہ نہ یہ معنی لغوی ہیں اور نہ کوئی فرد معین منجملہ اوروں کے بلکہ جناب سرور کائنات فقط
مقدار حق ذی القربیٰ کی نجانتے ہوں سو اسیکا سوال کیا اور حضرت جبرئیل نے اس مقدار ہی کا بیان فرمایا بالجملہ ان تین احتمال سے زیادہ اور کوئی احتمال نہیں جسکو غرض اصلی تفسیر مذکورہ کی
قرار دیجئے اور حقیقت میں دیکھئے تو ایک بھی احتمال نہیں مطلب آیت کا ظاہر ہے تفسیر کی کچھ حاجت نہیں سو خیر اگر اس معنی کو معنی لغوی قرار دیجئے تو ظاہر ہے کہ ظاہر البطلان ہے کونسا کودن ہوگا کہ اس لفظ
کے معنی لغوی اور موضوع لہ مطابقی یہ معنی ہیں اور اگر یوں کہئے کہ مدینۃ العلم اور معدن حکمت یعنی سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات حقیقت حق ذا القربیٰ کو نجانتے تھے اور حضرت جبرئیل نے ایک فرد کا بیان فرما کر
حقیقۃ الامر سے مطلع فرما دیا تو یہ جرأت مولوی عمار علی صاحب جیسے جہول سے ہو سکتی ہے اہل فہم کی زبان تو ایسی نوک کے لئے نہیں اٹھتی عاقل چھوڑ دیوانے بھی اتنا جانتے ہیں کہ حقیقت حق ذا القربیٰ بنیاد لا ہے چنانچہ
لفظ آیت خود صاف یہی کہتا ہے پھر جب کچھ دینے دلانیکا اتفاق ہوگا وہی ایک فرد اس حقیقت کا ہو جائیگا باقی رہا تیسرا احتمال اول نظر میں البتہ فی الجملہ کچھ آیت مذکورہ کے پاس پاس کو ٹھہرتا ہے لیکن غور دیکھئے تو جواب جبرئیل یہی
کیونکہ اول تو اس کا کوئی حدیث شیعہ سنیوں کا سب سے بڑا اس سے تعلق ہے کہ جتنا کوئی دیتا تھا دوسرے سب سے صورت میں لازم تھا کہ یہ کہیں باجزو ہوئے ہے مثلاً یا باعتبار ربع مال یا ثلث مال کی تعیین مقدار بیان فرماتے اس صورت میں سوال جواب
کی وہی شکل ہو جائیگی سوال از آسمان جواب از ریسماں نعوذ باللہ اگر اس احتمال پر حضرات امامیہ میں تو غرابت ہے اس عقیدہ کو بھی منظور فرمالیں کہ خداوند کریم کیطرف سے حکم حضرت علی
پاس وحی کے لیجانیکا ہوا تھا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کے باعث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچا دی کیونکہ اس جواب سے ہی حضرت جبرئیل کی خوش فہمی
کچھ اس خوش فہمی سے جو غرابت کے طور پر دوبارہ وحی رسانی ان سے ظہور میں آئی ہے کم نہیں **اقول** جو کچھ اس شیخ نجدی نے بیان کیا ہے اور احتمالات نکالے ہیں سب لغو اور واہی ہیں
یہاں اپنی رائے کو کیا دخل ہے جسوقت کہ تفسیر اسکی شارع کیجانب سے منقول ہوگئی ہو اسی طرح سے اپنی رائے کو دخل دیکر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو کچھ شارع سے منقول ہے اس پر نظر نہیں
کرتے تھا ابو حنیفہ نے اکثر احادیث کو رد کیا ہے دیکھو صحاح ستہ میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں کہ مذہب ابو حنیفہ کا انکے مخالف ہے اور یہ شیخ بھی پیروی ابو حنیفہ کی کرتا ہے اور شہر دہلی کے
چاندنی چوک میں ایک شخص مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے گروہ میں سے کھڑا ہو کر برملا کہتا ہے کہ ابو حنیفہ گمراہ تھا اور جو کوئی اسکی پیروی کریگا وہ بھی گمراہ ہے اور جناب رسولخدا صلعم
عالم الغیب نہ تھے اور بدون وحی کے ایک امر کو نہیں جان سکتے تھے اور بعض مراتب ایسا ہوتا تھا کہ اگر کوئی پوچھتا تھا تو حضرت ساکت ہو جاتے تھے کچھ جواب نہیں ارشاد فرماتے تھے بلکہ منتظر وحی
رہتے تھے جب اس امر میں کچھ نازل ہوتا تھا تو اطلاع فرماتے تھے جیسے کہ طرفین کی تفاسیر میں مرقوم ہے اور حق طرح طرح کے ہوتے ہیں جسوقت حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہ کا حق اسکو
دے تو حضرت کو کیا معلوم تھا پہلے سے حق کا حال کہ وہ کیا ہے اور حقوق تو قرابتوں کی اور صلہ رحمی کی ظاہر ہے اسکے پوچھنے کی کچھ احتیاج ہی نہیں ہے لیکن حضرت جبرئیل نے جو کہا تھا
رسالتمآب صلعم سے کہ تو حق فاطمہ کا دے تو اسوقت حضرت صلعم متردد ہوئے کہ حق فاطمہ زہرا کا وہ کونسا ہے کہ جسکے دینے کو جبرئیل کہتا ہے اسوقت آنحضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ حق فاطمہ کا کیا ہے
جبرئیل نے اسکا جواب دیا اور حضرت نے اس حق کو پوچھا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اسکی حقیقت کو نہیں پوچھا تھا کہ لازم آئے کہ حضرت حق کی حقیقت سے کیا ناواقف تھے اور اسمیں کیا قباحت ہے کہ جو تو لکھتا ہے
کہ مولوی عمار علی صاحب جیسونکی جرأت ہے حضرت صلعم تو اکثر باتیں حضرت جبرئیل سے پوچھا کرتے تھے کیا تجھکو خبر نہیں ہے اپنی کتابوں کو تو کھولکر دیکھ اور دیوانہ تو تو ہے کہ ایسی پوچ باتیں
لکھتا ہے کہ جنکو سنکر لڑکے بھی ہنستے ہیں اور یہاں حقیقت سے حق کی کیا مطلب ہے اور حضرت اسکی حقیقت کو کیوں پوچھتے حضرت تو اس حق کو پوچھتے تھے کہ وہ کیا شے ہے جسکے دینے کو تم کہتے ہو حضرت
جبرئیل نے اس سے آگاہ کر دیا اور اسیواسطے تو حضرت نے پوچھا کہ حق کی تو کچھ حد نہیں ہے جسقدر دیکو تھوڑا ہے تنہیں تم جو مجھکو حق کے دینے کو کہتے ہو وہ کیا حق ہے کہ میں فاطمہ کو دوں اور جسوقت
جواب میں ایک شے معین کر دی کہ فلاں گاؤں دو تو پھر سمجھو اور حصول کے مقرر کرنیکی کیا احتیاج ہے جواب مطابق سوال کے ہوگیا اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرئیل کو علی کے پاس
وحی کے پہنچانیکا حکم ہوا تھا اور جبرئیل غلطی سے محمد صلعم کے پاس وحی لیگئے شیعہ ایسے شخص کو کافر جانتے ہیں اور یہ اعتقاد تو تمہارے بزرگوں کا ہے شمس تبریز کے نظم کا شعر ہے کہ سہ جبرئیل کہ آمد
زبر خالق بیچون ۔ در پیش محمد شد و مقصود علی بود ۔ اور ایسے ہی بڑی بڑی تہمتیں شیعوں پر کی ہیں کہ وہ تو کچھ کہتے نہیں اور یہ اپنی طرف سے افترا کر کے اور طرح سے انکی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس سے
شیعہ کوسوں بھاگتے ہیں اور یہ شیخ نجدی تو کہتا ہے کہ شیعہ دوازدہ امام کو خدا سے زیادہ جانتے ہیں یہ لوگ ایسی ایسی افترا ہیں لوگوں کے گمراہ کرنیکے واسطے کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
القصہ یہ تینوں احتمال اس تفسیر کے ابطال ہی کا مآل ہیں ہاں اگر فدک پہلے سے مملوک حضرت فاطمہ زہرا ہوتا اور بوجہ غلطی شاملا رسول اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باعتبار ظاہر
ٹھیک ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجیے کہ اتنی بات کے سنی تو درکنار شیعہ بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق شیعہ فدک مملوک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا پر بعد نزول اس آیت کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیا علےٰ ہذا القیاس ذا القربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسمیں بھی ان تینوں احتمالوں کا بطلان سمجھیے

اقول ہمکو ان احتمالوں سے کچھ سروکار نہیں ہے اگر باطل ہیں تو ہوا کرو جو کہ حق ہے اور روایات شیعہ و سنی اسکے باب میں وہ ہوئی ہیں ہم اسکو بیان کر چکے اور اگر یہی امر ہے جسکو کوئی کچھ دیا کرے تو وہ موہوب لہ کی پہلے ہی سے ملک ہو واہب کی بات تو اس صورت میں کسیکو بخشش کرنی درست نہوا سواسطے کہ جو کچھ واہب کے پاس ہے وہ موہوب لہ کی ملک نہیں ہے اور جہاں کہیں کہ خدا تعالے نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قریبوں و مسکینوں کو اور مسافروں کو حق اُنکا دو یہ سب بیجا ہوا اسواسطے کہ دینے والے کے پاس ان لوگوں کی ملک نہیں ہے کہ وہ حق اُنکو دو یہ ایسا ہی حال فدک کا ہے اسمیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے اب ہم بھی مثل اس شیخ کے کہتے ہیں ماں اگر پہلے سے عطیہ مملوک ان لوگوں کا ہوتا اور بوجہ غلطی مثلاً دینے والے کے قبضہ میں ہوتا تو البتہ یہ تفسیر باعتبار ظاہر صحیح ہو جاتی لیکن اسکو کیا کیجے کہ اتنی بات کے شیعہ تو درکنار سنی بھی قائل نہیں بلکہ باتفاق اہل سنت عطیہ مملوک رسول اللہ صلعم تھا بعد نزول پاس آیت کے رسول اللہ صلعم نے ان لوگوں کو ہبہ کیا ان کے حوالہ کر دیا اب جو جواب تم اسکا دوگے وہی جواب ہم فدک کا دینگے اور ذاالقربیٰ کی تفسیر میں جو حضرت زہرا کا نام ہے اسکی وجہ پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب باتوں کو جانے دیجے اگر ذاالقربیٰ اور حقہ کے معنی رسول اللہ صلعم کو معلوم تھے تو لفظ مسکین اور ابن سبیل بھی اس طرح کے اشکال اور اخفاء معنی میں کچھ ذاالقربیٰ اور حقہ سے کم نتھا علے الخصوص تعین مقدار حق مسکین اور حق ابن سبیل کہ ان دونوں کا عرف میں بھی کوئی قانون نہیں بخلاف قرابتیوں کے کہ اُنکے دینے لینے کا ہر قوم میں ایک دستور بندھا ہوا ہے پھر کیا وجہ کہ رسول اللہ صلعم نے اقربا اور اقربا کے حقوق کو تو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین و ابن سبیل بیچاروں کی بات بھی نہ پوچھی اگر یہ عذر ہے کہ اس روایت میں نسہی کسی اور روایت میں ہوگا تو مسلم لیکن کسی دوسری ہی روایت ہے مثل ذاالقربیٰ کے مسکین اور ابن سبیل کی تشخص معین کیجے اور تعین مقدار حق مسکین اور ابن سبیل بیان فرمایئے اور قطع نظر اسبات کے جناب باریتعالیٰ اس آیت میں ایک ساتھ تینوں کو ذکر فرماتا ہے آیت واعلموا انما غنمتم وغیرہ کے ملاحظہ سے بھی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل استحقاق میں ذاالقربیٰ کے ہم پلہ ہیں جیسا کہ انکا دینا ضروری ہے ویسا ہی انکا پھر کیا وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کو ذاالقربیٰ کے حق کے ادا کرنیکا تو فکر ہوا اور اسبات میں کنجی کاو اور تفتیش اور استفسار فرمایا اور دربارہ مسکین اور بیچارہ قلیل ابن سبیل کچھ لب کشا نہوئے **اقول** پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جسوقت تفسیر آیت کی روایتوں سے معلوم ہو گئی تو ہمکو ان احتمالات واہیہ کے جواب دینے سے کچھ کام نہیں ہے اور ذاالقربیٰ اور حقہ کے معنی بیشک سولی اسلم جانتے تھے اور معنی میں انکی کچھ کلام ہی تو نہیں ہے اور نہ کچھ معنی سے اُنکے بحث ہے اور نہ کچھ معنی سے مسکین و ابن سبیل کے بحث ہے کیا جناب سولخدا ان لفظوں کے معنے آنسے پوچھتے تھے جو ایسی واہی باتیں لکھتا ہے حضرت کے قریب جو متعدد تھے اسواسطے حضرت نے قریب کو پوچھا کہ وہ قریب میرا کون ہے جسکو میں دوں قریب کے معنی کو نہیں پوچھا تھا اور قریب حضرت کے جو معین اور منحصر تھے اور معلوم نہا کہ قریبوں میں سے کس قریب کو دینا چاہیے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ وہ قریب کون ہے جسکو میں دوں اور حضرت فاطمہ جو سب قریبوں سے زیادہ تھیں اُنکا ہی نام حضرت جبرئیل نے لیا اور مسکین اور ابن سبیل غیر منحصر تھے انمیں سے کسیکو دینے کی خصوصیت نہیں ہے جو کوئی ملے ہوا اسکو دینا چاہیے اور جسقدر چاہے دے اسواسطے آنسے سوال نہیں کیا اور مسکین کے حق کی مقدار کچھ معین نہیں ہے جسقدر چاہے دے تو اسکے پوچھنے کی کیا احتیاج تھی اور مسافر کا دینا بھی معلوم ہے اسکو اسقدر دیوے کہ وہ وطن کو اپنے پہنچ جائے اسکے پوچھنے کی بھی احتیاج نہیں تھی اور قریب کو دینے کا بھی کوئی قانون مقرر نہیں ہے جسقدر چاہے دے لیکن حضرت جبرئیل نے قریب کو خاص کر کے جو حضرت صلعم سے کہا کہ اسکا حق دے اور مسکین اور مسافر کے واسطے نکہا کہ انکا حق دے جیسے کہ روایتوں میں ہے اسواسطے حضرت صلعم نے قریب ہی کو حضرت جبرئیل سے پوچھا اور مسکین اور مسافر کو نہ پوچھا یہی وجہ قریب کے پوچھنے کی اور مسکین مسافر کے نہ پوچھنے کی اور ایسے ہی حق کا حال ہے کہ قریب کے حق کو جو حضرت جبرئیل نے کہا تھا کہ اسکا دے اسواسطے حضرت نے پوچھا کہ اسکا حق کیا ہے اور مسکین اور مسافر کے حق کے دینے کو نہ حضرت جبرئیل نے کہا نہ حضرت صلعم نے اسکو پوچھا اور بیشک ذوی القربیٰ اور مساکین اور ابناء سبیل تینوں مستحق ہیں فئے میں لیکن مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ تینوں کو برابر دیں بلکہ دینے والے کو اختیار ہے جسقدر جسکو چاہے دیوے اور نہ یہ مراد ہے کہ جو چیز کہ ایک قسم کو دیوے اُسی طرح کی دوسری قسم کو دیوے ان تینوں قسموں میں سے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کسیکو نقد دیوے اور کسیکو غلہ دیوے اور کسیکو زمین دیوے اور کسیکو کپڑا دیوے اور کسیکو گھر دیوے اور حضرت کو ذاالقربیٰ کے حق کی ادا کرنیکا فکر اسواسطے ہوا کہ حضرت جبرئیل نے اُسکے ہی حق کی دینے کو کہا تھا اور مسکین اور مسافر کے حق کی دینے کو نہیں کہا تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اُن دونوں کا حق ندیا جاوے اور ذاالقربیٰ کے ذکر کا اسواسطے زیادہ اہتمام ہوا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا ایک شئے خاص کا حضرت فاطمہ زہرا کو دینا جیسے کہ اور فضائل اس معصومہ مظلومہ کے ہیں یہ بھی ایک فضیلت اُنکی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ لیکن تم لوگ سوختہ ہوتے ہو حضرت زہرا کے دینے سے اور قرآن میں بیجا تاویلیں اور انکار کرتے ہو تمکو اسبات کا رنج ہے کہ حضرت عائشہ کو کوئی جاگیر کیوں نہ عطا ہوئی اگر فاطمہ زہرا کو جاگیر ملی تھی تو عائشہ کو بھی ملتی **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی روایات طرفین کی جو درباب فضیلت خدمتگزاری مساکین اور ابناء سبیل کے وارد ہیں سو ایسی روایتیں صلہ رحمی کی فضائل میں بھی بہت مشہور معروف ہیں اگر مساکین اور ابن سبیل اور اُنکے حقوق کی تفصیل و تحقیق کا پہلے سے علوم ہونا اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے تو ذاالقربیٰ اور اُنکے حقوق کی تفصیل و تحقیق کا معلوم ہونا بھی صلہ رحمی کے فضائل روایات سے معلوم ہوتا ہے مسکین اور ابن سبیل کے باب میں اگر پوچھنے کی حاجت نتھی تو یہاں بھی نتھی اور اگر احادیث فضائل صلہ رحمی میں یہ احتمال ہے کہ شاید بعد اس آیت کے نزول کے لب مبارک نبوی سے صادر ہوئی ہوں تو یہاں بھی وہی احتمال نہ انکے کتب میں اس تاریخ لکھی ہوئی ہے نہ انکی یہ سب رد و کد تو

تو اس صورت میں یہ کہ جیسا تمام امت خاصکر شیعہ اس آیت کو مکی کہتے ہیں مکی ہی کہیں اور اگر سارے جہان کے برخلاف جیسے مولوی عمار علی صاحب نے واقدی اور بشیر بن ولید کے حوالہ سے اس آیت کا
مدنی کیا بعد خیبر کے نازل ہونا مان لیا اور فرمایا ہے ہم بھی اسکے بعد خیبر کے فتح کے قائل ہوں تب ایک بات میں جھگڑا ہو چکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت بعد خیبر کے نازل ہوئی تو آیت واعلموا انما غنمتم پہلے نازل
ہوئی ہے کیونکہ یہ تقسیم آیت واعلموا میں ہے اُسی تقسیم کے موافق فتح خیبر سے پہلے ہمیشہ غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں سو اس صورت میں کیا حاجت تھی کہ رسول صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کیونکہ
ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر آیہ آت ذا القربے حقہ میں تقسیم مذکور کی طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ اس تقدیر پر بھی ذا القربے اور مسکین اور ابن سبیل تینوں کے حق کی شرح مشرح معلوم ہو جاتی
تو جو جو خرابیاں بر تقدیر صحت روایت معلوم ہوتی تھیں سب کی طرف اطمینان حاصل ہو جائیگا **اقول** - البتہ روایات فضائل خدمتگزاری مساکین و ابن سبیل اور ذا القربے سے سب تفصیل
اور تحقیق اُنکے حقوق کی معلوم ہوگئی ہے لیکن آیہ ذا القربیٰ میں حق جناب رسول خدا صلعم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تو اسواسطے پوچھا کہ حضرت جبرئیل نے حضرت صلعم سے کہا تھا کہ تو ذا القربیٰ کا
حق دے از خود اپنی طرف سے حضرت نے ابتدا نہیں کی تھی اور حضرت جبرئیل نے صرف ذا القربے کو حق دینے کو کہا تھا اور مسکین اور ابن سبیل کا کچھ ذکر نہیں لیا اسواسطے حضرت صلعم نے اُنکے حق کو
پوچھا اور اُنکے حق کو نہ پوچھا خواہ احادیث فضائل صلہ رحمی کی بعد نزول آیت مذکورہ کے صادر ہوئی ہوں خواہ پہلے اُس سے اور شیعہ اس آیت کو مکی نہیں کہتے ہیں بلکہ مدنی کہتے ہیں اور بعضے اہل سنت
جو اسکو مکی کہتے ہیں اس جہت سے کہتے ہیں کہ یہ آیت سورہ مکی میں داخل ہوگئی ہے اور وہ سورہ جو مکی ہے تو اس آیت کو بھی مکی کہتے ہیں اور واقع میں نزول اس آیت کا دونو سورتوں بنی اسرائیل اور روم سے
علیحدہ ہے اور یہ آیت تنہا ہی نازل ہوئی ہے جیسے کہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اسکے نزول کی روایت واقدی اور بشیر بن ولید ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ راوی اسکے اور اشخاص بھی ہیں اور آیہ
واعلموا انما غنمتم گو آیہ مذکورہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے غنیمتیں تقسیم ہوتی رہیں اور حضرت بھی اس تقسیم سے واقف تھے اور اُسیطرح تقسیم کرتے تھے لیکن جناب رسول خدا صلعم سے جو حضرت جبرئیل
نے کہا کہ تو ذا القربے کا حق دے تو حضرت نے یہ تصور کر کے کہ ذا القربے کا تو میں حق دیتا رہتا ہوں پھر مجھ سے جبرئیل حق کے دینے کو کیوں کہتے ہیں شاید کوئی امر جدید ہو اسواسطے حضرت نے پوچھا حضرت جبرئیل سے
کہ قریب میرا کون ہے اور حق اُسکا کیا ہے اور یہ گفتگو حضرت صلعم کی اور حضرت جبرئیل کی اسواسطے ہوئی کہ خدا تعالیٰ کو منظور عطا کرنا فدک کا فاطمہ زہرا علیہا السلام کو تھا اور روایات جو دینے کی فدک کے میں
آئی ہیں وہ بہت صحیح اور درست ہیں کوئی خرابی اُنسے لازم نہیں آتی ہے ہرچند تم خاک پھانکا کرو **قال الشیخ الاشعری** بہرحال چار طرف وجوہات متعددہ اور قرائن داخلی اور خارجی
اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ روایت محض موضوع اور سراسر بہتان ہے بالجملہ باعتبار روایت کے تو سنیوں کو اس روایت کے غیر معتبر ہونے میں ذرہ بھی تامل نہیں اور بے تامل یہ سمجھتے ہیں کہ مطلب اس آیت کا یہ ہو کہ
مومنو اقربا اور مساکین اور مسافروں سے سلوک کرتے رہو اور اقربا میں سے ہر ایک کے ساتھ درجہ بدرجہ احسان اور محبت و ادب و تواضع سے پیش آؤ ماں باپ کے ساتھ خدمتگزاری اور اولاد کے ساتھ محبت و خبرداری
اور بھائی بند کے ساتھ اخلاق اور مددگاری سے ملتے رہو بطریقہ علی العموم سب مومنوں کو یہ حکم ہے گو مخاطب فقط رسول اللہ صلعم ہی ہیں نہ یہ کہ فقط رسول اللہ صلعم ایک حضرت فاطمہ کو فقط فدک حوالہ کر کے
اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال ہو جائیں **اقول** اس روایت کے موضوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کوئی قرینہ ہے اور یہ جو اس سے کچھ اس شیخ نے اپنی رای ناقص سے احتمالات نکالکر لکھا ہے سب
لغو ہے اور ہمکو اُن سب احتمالوں کا جواب [illegible] کر دیا ہے اور اگر کوئی شخص سوا اہل سنت کے ایسی روایت کو کہ مخالف مذہب اہل سنت کے ہو لکھتا تو اہل سنت کہہ سکتے ہیں کہ یہ موضوع اور افترا ہے اور جسوقت کہ
ایک جماعت علما اہل سنت کی کسی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھیں تو اہل سنت اسکو موضوع اور افترا نہیں کہہ سکتے ہیں کیا کوئی اپنے مذہب پر افترا کریگا اور سب اہل سنت اس روایت کو غیر معتبر نہیں جانتے ہیں
بلکہ ایک جماعت علماء اسکی تصدیق کرتی ہے اور اپنی کتابوں میں درج کرتی ہے اور ایک دو شخص کے لکھنے پر تو احتمال کر سکتے ہیں اور ایک جماعت کے لکھنے پر ایسا گمان نہیں ہو سکتا اور جو وجوہ کہ
اس روایت کے ابطال میں لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور جو کچھ بعضے اہل سنت مثل اس شیخ نجدی کی اس آیت کے سمجھنے میں ہرگز اس سے متبادر نہیں ہے اسواسطے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں
لکھتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر پر عمل کرنا چاہئے اور ظاہر معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ خطاب اس آیت میں خاص رسول اللہ صلعم کیطرف ہے اور وہ حضرت ہی اس خطاب سے مراد ہیں اور جبتک ظاہر پر عمل ہو
دوسرے معنے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے اور اگر حضرت ہی اس آیت کے خطاب سے مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت بھی نہیں ہے اسواسطے کہ دینا اقارب اور مساکین اور ابنا سبیل کا حضرت کے مخالف نہیں ہے
ہاں اگر جو امر کہ حضرت کی شان کے مخالف ہے اور خطاب ہاں حضرت کیطرف ہے جیسے کہ ولا تبذر تبذیرا میں ہے تو البتہ اس خطاب سے مراد امت کے آدمی ہونگے اسواسطے کہ اسراف اور بیجا خرچ کرنا مخالف
حضرت کی شان کے ہے اور اگر آیت وآت ذا القربے حقہ میں حضرت ہی مراد ہوں تو اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے پھر ہم ظاہر کو چھوڑ کر دوسرے معنے کیطرف جائیں کہ خطاب حضرت کی طرف ہو اور مراد
اُس سے ہم کل مومنین ہوں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے بجز اسکے کہ قرآن کے معنے کو بگاڑنا اور اُسمیں تحریف کرنی بس معلوم ہوا کہ اس آیت کے خطاب سے خاص جناب رسول خدا صلعم مراد ہیں اسکے
اور آیتیں جو دینے اور احسان کرنیکی ہیں اُس سے اور مومنین مراد ہیں مگر اس آیت میں حضرت کو قرابتوں میں سے صرف حضرت فاطمہ کے دینے کا حکم ہوا اور سوا اسکے اور آیتیں ہیں حضرت کو علی العموم سب قرابتوں کے
دینے کا حکم ہو اسمیں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور ہمنے تسلیم کیا کہ اس آیت مذکورہ میں خطاب سے مراد جمیع مومنین ہیں اور سب مومنین کو اپنے قرابتوں اور مسکینوں اور مسافروں کے دینے کا حکم ہے اور رسول خدا
صلعم جو مومنین میں سے ہیں تو ان حضرت کو بھی حکم ہے دینے کا لیکن حضرت کو اس آیت میں قرابتوں میں سے جناب فاطمہ زہرا کے دینے کا حکم ہے اور سوا اس آیت کے اور آیتوں میں حضرت کو سب اُنکے قرابتوں کے دینے
کا حکم ہے اور حضرت سب کو کچھ دیتے رہے ہیں کچھ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہی کو فدک دیکر اس بار حکم سے سبکدوش ہو کر فارغ البال نہیں ہوگئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا بعد تمام فدک

روایت کے اس روایت کا غلط ہونا سو اول تو اس روایت کے غلط ہونے میں اسوجہ سے شک و شبہ نہیں کہ مولوی عمار علی صاحب اسباب کے ناقل ہیں کہ یہ روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں ہے اس سے زیادہ اس روایت کے غلط ہونے کی اور کیا نشانی ہوگی کیونکہ مولوی صاحب کا صدق مقال اور درستی گفتار دربارۂ نقلیات اُن تحریروں سے جو قریب ہے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت بتول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدمہ میں گزری ہیں بلکہ سوا اسکے اور تحریروں سے بھی واضح ہو چکا ہے پھر جب مولوی صاحب روایت میں ایسی امانت دار ٹھیرے کہ شیعوں کی سند میں اپنے علما اور اپنی معتبر کتابوں کی طرف نا جھوٹ کی نسبت کردی ہو اور سب دین و ایمان کا اعتبار کھو دیا ہو سنیوں کے ذمہ اُنکے بہتان باندھ دینے میں انکو کیا اندیشہ رہ گیا ہے ایسے باتوں میں یا خدا کا ڈر ہوتا ہے یا دنیا کی شرم ہوتی ہے سو قربان جایے تقیہ کے اُسکے صدقہ سے دونو کو بغل میں دبا **اقول** مولوی صاحب ممدوح اس نقل میں بھی راستگو ہیں اور بیشک اہل سنت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے اور ہزار در ہزار لوگ تو یہ جو ان روایتوں کا انکار کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم اور رقیہ کے مقدمہ میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے سب سچ ہے اور جو کچھ تم نے انکی نسبت یہ اعتراض کیا ہے ہم اسکو رفع کر آئے ہیں اور انہوں نے کسی عالم شیعہ اور کتاب شیعہ کو جھوٹا نہیں کہا ہے تو تم اُنپر تہمت کرتے ہو اور اُنکے برابر نقص کوئی امانت دار نہ اور خائن تو یہ ہے کہ جو حق کو چھپاتا ہے اور اپنے دین کا اعتبار کھوتا ہے اور سنیوں پر انہوں نے کچھ بہتان نہیں باندھا ہے اپنی کتابوں میں دیکھ لے جو کچھ انہوں نے لکھا ہے راستی سے لکھا ہے تقیہ پر تو کیا طعن کرتا ہے تقیہ شعار انبیا کا ہے اور کثرت سے روایتیں تقیہ کرنے کی اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اور اس شیخ نجدی کی شرارت کو دیکھنا کہ یہاں تو لکھتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے کسی کتاب میں نہیں ہے اور بعد اسکے اسکا اقرار کریگا اور کہیگا کہ یہ روایت تو ہے لیکن ایسی روایتیں تو بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے اور جہاں تک اُسکی نہیں کی ہے اس شیخ کو نہ خدا کا خوف ہے نہ دنیا سے شرم ہے اور نہیں لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے پیروی ہے کہ اس روایت کو شیعوں نے ہماری کتابوں میں داخل کر دیا ہے کبھی انکار کرتا ہے اس روایت کا کبھی اقرار کرتا ہے اگر راستگو ہوتا تو ایک بات کہتا لیکن جب اقرار کیا تو مولوی صاحب ہماری جھوٹ لکھنے سے بری ہوگئے اور جب جواب نہیں آتا ہے تو ایسے ایسے مضامین پوچ اپنے جی سے تراشتا ہے کہ جسکو اطفال بھی پسند نکریں **قال الشیخ الاشعری** مگر اہتمام منتظرین اطمینان خاطر اور ناظرین دفع خلجان کے لیے لازم ہے کہ کچھ مفصل بھی بیان کیا جاتا کہ یہ جو بالاجمال مولوی صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا خوب منقش ہو کر اہل فہم کو اہل سنت کی حقانیت اور شیعوں کا بطلان کا عیان ہو جاتا مگر شاید مولوی صاحب کے اپنی اہانت کی شکایت ہو سو ملازمان مولوی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ معاذ اللہ سنت کب ایسا ہے کہ آپ کے دین کو دروغ ہی سے فروغ ہے سو فروغ کی باتوں میں اگر آپکی استقامت ہماری تقریر یا تحریر سے ثابت ہو جاے تو ہمارا ممنون احسان ہونا چاہیے بالجملہ مزید اطمینان کے لئے اسباب سمجھ دار لوگ ہے زیر قلم ہے مگر اول بطور تنبیہ یہ گزارش ہے کہ کتابیں آدمیوں ہی کی تصنیف ہوتی ہیں جیسے آدمی سب طرح کے ہوتے ہیں جھوٹے سچے معتبر غیر معتبر بدعقیدہ نیک اعتقاد ایسے ہی کتابیں بھی سب طرح کی ہوتی ہیں ملحدان بے دین نے بہت سی کتابیں تصنیف کرکے اچھے اچھے بزرگوں کے نام لگا دیے ہیں اور اسمیں اپنی واہیات سینکڑوں بھر دی ہیں اور بہت سی کتابیں ہیں کہ علماء اہل سنت کی تصنیف ہیں مگر سو بھی اکثر ایسی ہیں کہ لوگوں کی بخبر رسانی کے لئے تصنیف نہیں ہوئیں بلکہ بطور بیاض کے جمع کی گئیں تاکہ نظر ثانی کرکے اُسکی روایات کا حال معلوم کریں اور اتفاق سے نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا یا ہوا اور کسی وجہ سے وہ بیاضیں لوگوں کے ہاتھ پڑ گئیں اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بہت کمیاب اور بدرجہ غایت نادر الوجود بلکہ بمنزلہ مفقود ہیں اور ملحدوں اور مبتدعوں کے وہ ہاتھ لگ گئیں انہوں نے اپنی گھڑی ہوئی روایتیں اُسمیں داخل کر دی ہیں تاکہ اہل سنت کے مقابلہ کے وقت کسی روایت کو ان کتابوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ اہل سنت خاموش ہو جائیں سو اہل تشیع اکثر ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور ایسی کتابوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں اسلئے اہل حق کو لازم ہے کہ جب کسی شیعہ سے کسی کتاب کا حوالہ سنے تو اول تو یہ دریافت کرے کہ یہ روایت اس کتاب میں ہے کہ نہیں دوسرے اس کتاب کا حال تحقیق کرے کہ معتبر ہے کہ نہیں اور معتبر ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی کتاب کی روایات کے معتبر ہونے میں چند باتیں ضروری ہیں اول تو یہ کہ اس کتاب کے مصنف کو تصریح طبائع مخترع کے لئے فقط قصہ گوئی اور افسانہ خوانی مدنظر نہو بلکہ واقعات واقعی کے مشتاقوں کی تسکین کے لئے اُس کتاب کو تصنیف کیا ہو ورنہ جانیے کہ بہار دانش اور بوستان خیال کے افسانے اور چار درویش اور بکاؤلی کی کہانیاں اور فسانہ عجائب اور فسانہ غرائب کے طوفان سب کے سب دستاویز خاص و عام ہو جائیں دوسرے یہ کہ مصنف کتاب کسی کی رو رعایت اور کسیکی بغض و عداوت رکھتا ہو اور اُسکا حفظ اخبار اور صدق گفتار مندرجہ کو مشہور سحر کہ اسکی تحریر کی نسبت کسیکے دل میں شک و شبہ نہو ورنہ طومار کے طومار اخباروں کے لڑکیوں کی زبانوں میں اخبار انگریزوں کی شجاعت اور اُنکے غنیموں کی بزدلی سے مشحون ہوا کرتے ہیں بالاتفاق مسلم ہو جائیں اور یہ جو زبانزد خاص و عام ہے کہ اخباروں کا کیا اعتبار ایک حرف بیجا اور عقیدہ ناسزا ہو جائے اور شیعہ سنیوں کی اور سنی شیعوں کی نقلیات کو بسر و چشم رکھنے لگیں اور ہر کس و ناکس کی بات قبول کرنے لگیں اور سیہ فرق قوت و ضعف حفظ و تفاوت صدق و کذب بعض علی ہذا القیاس یہ تہمت رو و رعایت و کینہ و عداوت ہر کس قابل لحاظ ہے تیسرے یہ کہ مصنف کتاب باوجود صدق و دیانت اور حفظ و عدالت کے اس فن میں جس فن کی وہ کتاب ہے دستگاہ کامل اور ملکہ کما ینبغی رکھتا ہو نہ یہ کہ دین میں مثلاً نیم ملا ہو جس سے خطرہ ایمان ہو یا طب میں مثلاً نیم طبیب ہو کہ بیماروں کو خطرہ جان ہو چوتھے یہ کہ وہ کتاب باوجود شرائط مذکورہ کے قدیم سے مشہور معروف اور ایسی قسم کے لوگوں کے واسطے سے جو مجموعہ اوصاف مرقومہ ہوں دست بدست ہم تک پہنچی ہو ورنہ لازم کیا الزام ہے انجیل و توریت جو کلام ربانی ہیں اور اُس خدا کی تصنیف ہیں جو بوجہ اتم جامع اوصاف مذکورہ کیا مجموعہ جمیع صفات کمال اور معدن جملہ کمالات جلال و جمال ہے اعتبار اور اعتماد میں ہم پلہ قرآن مجید اور فرقان حمید کے ہو جاتے پانچویں یہ کہ روایت کی کتاب میں اعتبار کے لئے ضروری ہے کہ مصنف کتاب نے

اول سے التزام اسبات کا بھی کیا ہو کہ بجز صحیح روایتوں اور محقق حکایتوں کے اور اپنی کتاب میں درج نکرونگا جیسے صحاح ستہ کے انکے مصنفوں نے شرط کرلی ہے کہ بجز صحیح روایت کے اپنی کتاب میں درج نکرینگے اسیواسطے اسکا نام صحاح ستہ مشہور ہوگیا سو اگر کوئی کتاب ایسی بیاض ہو کہ اسنے اسمیں ہر قسم کی رطب و یابس روایتیں اور صحیح غلط حکایتیں اس غرض سے فراہم کرلی ہیں کہ بعد میں نظر ثانی کرکے صحیح صحیح کو قائم رکھکر باقیوں کو نقل کے وقت حذف کردونگا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کیا یا صحیح کو صحیح بتلاکر موضوع یعنی بنائی ہوئی باتوں اور گھڑی ہوئی حکایتوں اور ضعیف وغیرہ کو لکھکر اسکے بعد لکھ جاؤنگا کہ یہ موضوع ہے یا ضعیف ہے مثلاً جیسے امام ترمذی نے کیا لیکن اتفاقاً تقدیر سے انکا یہ ارادہ [illegible] نہوا اور آپ زندہ [illegible] نہونے پائی تھی جی کی جی ہی میں تھی کہ اجل نے آدبایا تو ایسی کتاب کی روایات کا ہرگز اعتبار نہوگا ورنہ کونسا مصنف نہیں کہ اول اسنے ایک مجموعہ بیاض بطور کلیات کے فراہم نہیں کیا امام بخاری سے بہت سندوں سے منقول ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر بخاری شریف کی حدیثیں نکالی ہیں و نیز عبد الرزاق بخاری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کوئی تین لاکھ حدیثوں کی بیاض اکٹھی کی تھی چھانٹ کر بخاری شریف کا مسودہ کیا تھا چنانچہ یہ مضمون بخاری شریف مطبوعہ دہلی مطبع احمدی کے مقدمہ کی دوسری و تیسری فصل میں مندرج ہے بہرحال ایسی بیاضوں کا جمع کرنا ایسے ایسے ائمہ حدیث کی نسبت بھی ثابت ہے سو اگر اتفاق سے امام بخاری مثلاً بعد فراہمی بیاض قبل اسکے کہ خاص بخاری شریف کی حدیثیں اسمیں سے چھانٹ کر بخاری تصنیف کریں اس دار فانی سے کوچ کرجائیں تو وہ گو وہ بیاض امام بخاری ہی کی تصنیف سمجھی جاتی لیکن کوئی بتائے تو کیا وہ قابل اعتبار کے ہوجاتی سبحان اللہ اگر وہ ایسے ہوتے تو امام بخاری کو چھانٹنے ہی کی کیا ضرورت تھی تو اس صورت میں خود امام بخاری اسبات کے گواہ ہیں کہ وہ میری بیاض قابل اعتبار نہیں [illegible] کا عقیدہ [illegible] گئیں کہ وہ ایسے بڑے محدث امام المحدثین کی تصنیف سے کہ جہاں میں کوئی انکا ثانی نہوا ہی نہو غرض اگر کوئی کتاب اس قسم کی کسیکو مل جائے اور اسکے مصنف و [illegible] کی تہذیب و تالیف کا اتفاق ہو تو وہ کتاب [illegible] علماء [illegible] کے نزدیک بھی شہادت عقل اطمینان نہیں ہاں مولوی عماد علی صاحب جیسے ماہر فن حدیث کا ذکر نہیں [illegible] اگر ایسی بات نامعقول کہہ بیٹھیں چنانچہ انکا خط ایسی باتوں سے مشحون ہے تو اسکا جواب بجز اسکے کچھ نہوگا کہ اضافہ المصدر الی المفعول کسی نے کہا ہے جواب جاہلاں باشد خموشی بہرحال یہ تحفہ نظر رکھنا چاہئے کہ [illegible] سبب [illegible] اکثر عالم نام ہو کر فقط اوہام ہوتے ہیں چہ جائیکہ جاہل **اقول** پادری [illegible] جو لکھتا ہے کہ میں نے مولوی صاحب [illegible] بالا اجمال ثابت کیا ہے [illegible] جگہ ثابت نہیں کیا نہ اجمال نہ تفصیل بلکہ مولویصاحب نے [illegible] بیان کیا ہے جس سے شیعوں کی حقانیت اور اہل سنت کا بطلان ثابت ہوگیا [illegible] مولوی عماد علی کی [illegible] اپنی کتاب کو [illegible] طریقہ [illegible] کا نہیں ہے لیکن کیا مضائقہ ہے [illegible] علی ابن ابی طالب [illegible] جھوٹی باتیں لکھکر اپنے دین کو فروغ دیتا ہے اور [illegible] بڑے بڑے علماء کا بھی یہی طریقہ ہے کہ شیعوں پر بہتان [illegible] شاہ عبد العزیز [illegible] اس مقدمہ میں کوئی دروغ گو [illegible] اپنی کتاب تحفہ میں [illegible] کتاب [illegible] جھوٹی [illegible] کہ وہ تمہارے ہی علماء اور تمہاری ہی کتابیں [illegible] جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے [illegible] معتبر ہیں کہ [illegible] علماء متقدمین نے [illegible] صحیح صحیح کو چن کر جمع کیا تھا [illegible] متاخرین نے اپنی کتابوں میں [illegible] اور [illegible] روایتوں کے ایسی [illegible] اوقات کو ضائع [illegible] کنز العمال [illegible] استاد شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تھی ابو یعلی موصلی اور ابن مردویہ جمع کرنا بیاضوں کا کام متقدمین کا تھا وہ [illegible] متاخرین [illegible] تصنیف [illegible] موضوع کو صحیح سے علیحدہ کر دیا ہے اور اب کوئی وقت باقی نہیں [illegible] ہندوستان میں کثرت سے [illegible] ان کتابوں [illegible] کہ یہ روایت ہے یا نہیں اور دریافت کرلے [illegible] علماء سے کہ یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں [illegible] واقعہ [illegible] اطلاع اہل اسلام [illegible] اور یہ بھی دریافت کرلے کہ مصنف ان کتابوں کے صادق القول ہیں یا نہیں اور یہ کتابیں انہوں نے [illegible] اور [illegible] عداوت [illegible] اور یہ بھی دریافت کرلے کہ جس فن میں انہوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں اسمیں دستگاہ رکھتے تھے یا نہیں [illegible] معتبر [illegible] اطلاع ہی نہو یا نہیں [illegible] خطرہ ایمان ہو اور یہ بھی دریافت کرلے کہ باوجود ہونے [illegible] یہ کتابیں تالیف ہوئی ہیں [illegible] مشہور و معروف اور [illegible] چلی آتی ہیں یا نہیں اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایسے ایسے بڑے علماء مثل جلال الدین سیوطی وغیرہ کے باوجود [illegible] احادیث معتبرہ [illegible] اپنی کتابوں میں [illegible] روایتوں [illegible] میں ہرگز انصاف نہیں ہے اگر انصاف کریں تو ہرگز اپنی مذہب [illegible] جسوقت کہ شیعوں سے الزام کھاتے ہیں تو [illegible] ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور اپنی احادیث صحاح کو موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں جسوقت شیعہ انکی ہی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے

اور جسوقت صحیح مسلم کا حوالہ دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصح الکتب صحیح بخاری میں یہ روایت نہیں ہے اور جب صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں تو پھر طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں یہانتک کہ اسکی روایتوں کو بھی موضوع اور ضعیف کہنے لگتے ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی کہ اس شیخ کے نزدیک بڑے مناظر ہیں اس جہت سے کہ صحیحین میں روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں اپنی کتاب ازالۃ الغین میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دو سو اور دس حدیثیں ضعیف ہیں اسی تو بخاری میں اور ایک سو مسلم میں اور تیس میں دونو بزرگ شریک ہیں جب کہ حال اصح الکتب اور مسلم کا یہ ہو تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے ایسی کتاب پر اعتماد رہا باوجودیکہ احادیث بخاری کی صحت پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے اسکی احادیث کے روایت کرنیکی اجازت دی ہے اور یہ شیخ بھی اسکی سب احادیث کو صحیح کہتا ہے لیکن شیعوں کے مقابلہ میں بھی اسکی روایتوں کو ضعیف اور موضوع کہدے تو بعید نہیں اب یہیں سے ان لوگوں کا حال دریافت کر لینا چاہئے کہ اگر شیعہ انکی کسی کتاب کا حوالہ دیویں اور یہ اسکو غیر معتبر کہیں تو عادت ہی انکی ہے کچھ راست راست اور موافق تحقیق کے نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ جسوقت انہوں نے بخاری اور مسلم کو کہدیا ہو شیعوں کے مقابلہ میں کہ یہ کتابیں ضعیف روایتوں پر شامل ہیں تو اور کتابوں کا تو کیا ذکر ہے اور مولوی صاحب نے ہبہ فدک میں روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور یہ شیخ انمیں قدح کرتا ہے تو یہ قدح کرنا اسکا صحیح اور معتبر نہیں ہے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قدح کیا کہ جسکی صحت پر اتفاق اہل سنت کا تھا تو ان کتابوں کے قدح کرنیں کب باز رہینگے یا دیکھو جو روایت ان کتابوں کی صحیح اور معتبر ہے اور جو کچھ اس نے شرائط لکھی ہیں روایت کے صحیح ہونے میں یہ سب بیجا ہیں یہ لوگ از راہ تعصب ان شرائط کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں اور انکے پابند نہیں ہیں اگر کوئی روایت انکی مطلب کے موافق ہو تو اسکو تسلیم کرینگے گو یہ شرائط اسمیں پائی جائیں اور اگر انکے مطلب کے موافق نہو تو ہرگز اسکو تسلیم نکرینگے گو اسمیں سب شرائط پائی جائیں دیکھو یہ شیخ امام بخاری کو شریف لکھتا جاتا ہے اور بڑے ادب سے انکا نام لیتا ہے لیکن جب شیعوں سے مقابلہ ہوا اور شیعہ اسکا حوالہ دیں تو اسکی بھی قدر و منزلت انکے نزدیک باقی نرہی اور جرح کرنا روایتوں کا کام متقدمین کا تھا کہ وہ معتبر اور غیر معتبر کو واضح کر گئے ہیں اور متاخرین کا عمل انکے لکھنے پر ہے اور متاخرین میں سے جس کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے اسکو معتبر اور غیر معتبر روایت کا حال پہلے علماء کے لکھنے سے سب معلوم تھا انہوں نے روایت غیر معتبر اپنی کتابوں میں ہرگز درج نہیں کی ہے اور اگر درج بھی کی ہے تو اس روایت کے حال سے اطلاع کر دی ہے اور مولوی صاحب نے ہماری جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ اسی قسم کی ہیں اور متاخرین کی کتابیں ہیں اور مولوی صاحب مجتہد تو نہیں ہیں لیکن محدثین کے اقوال کو انہوں نے نقل کیا ہے اور تعجب ہے اسکا جواب معقول نہیں ہو سکا اسواسطے تو بے سر و پا بکتا ہے اس سے تو تیری خاموشی ہی بہتر تھی اسواسطے کہ آدمی را زبان فضیحت کند جوز بیمغز را سبکساری اور ان حوالوں کو ہمارے مولوی صاحب کے دیکھکر جو کہ منصف ہیں بیشک طرف مذہب حق کی کہ وہ مذہب شیعہ ہے رجوع کر جاتے ہیں اور جو کہ بے انصاف اور متعصب ہیں وہ اسپر لحاظ نہیں کرتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** چھٹے یہ کہ اگر حدیثیں اور روایتیں باہم مختلف ہوں اور پھر اختلاف بھی حد تضاد یا تناقض کو پہنچ جاوے دونو کا صحیح ہونا فقط مستبعد ہی نہو تو پھر مرجح باعتبار قوت سند ہی کے ہوگی ورنہ لازم ہے کہ شیعوں کے نزدیک روایات شیعہ اور روایات اہل سنت جو مخالف روایات شیعہ ہیں دونو صحیح ہوں ایسے ہی کلینی کی یہ روایت کہ کلام اللہ کی سترہ ہزار آیتیں تھیں لیکن اسوی مندرجہ مصاحف متداولہ کے سب جاری گئیں اور ابن بابویہ صدوق کی روایت کہ کلام اللہ اتنا ہی تھا جتنا اب ہے دونو صحیح ہو جائیں حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین دونو محال ہیں جب یہ بات مقرر ہو چکی تو گوش گزار اہل انصاف ہو کہ اول تو یہ روایت اور نیز باقی روایتیں جو الزام اہل سنت کے لیے اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ میں جمع فرمائی ہیں ان کتب میں نہ پہنچی چاہئیں کیونکہ اعتبار کو ساقط ہو جانیکے لئے آدمی کا ایک جھوٹ ہی بہت ہے مولوی صاحب کا دروغ تو امور متعددہ میں متحقق ہو چکا چنانچہ ناظران بحث متعلقہ نکاح حضرت ام کلثوم جگر گوشہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور ملاحظہ کنان تقریر نسب حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم بنات مطہرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جانتے ہیں کہ گزارش کی کچھ حاجت نہیں اگر یاد نرہا ہو تو پانچ سات ورق الٹ کر ملاحظہ فرمائیں معلوم ہو جائیگا کہ جیسے مولوی عمار علی صاحب نے اپنی کتب مشہورہ معتبرہ کی مرویات سے چشم پوشی کر کے ایک غرض ضعیف یعنی سنیوں کی بات ملکا کرنے کے واسطے رقیمہ موسومہ میر نادر علی صاحب میں بہت سا کچھ خلاف واقع لکھدیا اور پھر جرأت کر کے یہ کہدیا کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کر دی جائے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ہماری صحیح روایتیں تمنیا غلط ہوئی جاتی ہیں اگر سنیوں کے بھی سر پر ایک طوفان پھر دیں تو یہی اندیشہ نہیں اور بڑی دلیل اثبات کی یہ ہے کہ جن کتابوں کے حوالہ سے یہ روایت درج رقیمہ مولوی صاحب ہے خود انہیں کتب کے مصنفوں کی مشہور کتابیں رد کرتے ہیں چنانچہ انشاء اللہ تعالی آیندہ مذکور ہوگا **اقول** جسوقت دو روایتیں باہم مختلف ہونگی تو اسی روایت کا اعتبار ہوگا کہ جسپر اتفاق دونو فریق کا ہے اور دوسری روایت کہ اسکے مخالف ہے متروک ہوگی اور یہی قوت سند ہے اور کلینی کی روایت قرآن کے ناقص ہو جانیکی کہ جو مخالف روایت ابن بابویہ علیہ الرحمۃ کی ہے اس پر عمل نہوگا اور ابن بابویہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی روایت کہ جو موافق اکثر اہل اسلام کے ہے اس پر عمل ہوگا اور اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایات ناقص ہو جانے قرآن کے کثرت سے ہیں لیکن اتفاق علماء کا عدم نقصان پر ہے یہی حال شیعوں کا ہے اور مولوی صاحب نے جسقدر روایتیں اہل سنت کی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں اگر کوئی روایت ان روایتوں کی مخالف پائی جاوے تو وہ معتبر نہوگی اسواسطے کہ معتبر وہ ہے کہ جسپر اتفاق فریقین کا ہے اور مولوی صاحب نے کسی جگہ جھوٹ نہیں لکھا ہے یہ شیخ اسپر تہمت کرتا ہے اور حضرت ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت خدیجہ کبری کی صاحبزادیاں رقیہ و ام کلثوم کے حال میں مولوی صاحب نے کوئی دروغ تحریر نہیں فرمایا ہے

حضرت ام کلثوم دختر حضرت فاطمہ کا تو یہہ حال ہی کہ ایک شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا کا کس سے نکاح ہوا تھا انہوں نے اُسکے جواب میں فرمایا کہ محمد بن جعفر طیار سے
اور عمر کا کچھ ذکر نہ لکھا نہ تو یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اور نہ یہہ کہ اُس سے نکاح ہوا تھا اسمیں اُنہوں نے جھوٹ کیا لکھا اور عمر کا کچھ ذکر جو نہیں لکھا ہی اسواسطے کہ اس مقدمہ میں شیعوں میں
باہم اختلاف ہی کوئی تو کہتا ہی کہ عمر سے نکاح ہوا تھا اور کوئی کہتا ہی کہ عمر سے دختر فاطمہ کا نکاح ہونا ثابت نہیں اور مولوی صاحب ممدوح کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چنانچہ ہم
عدم ثبوت کے وجوہ اس شیخ کے جواب میں بیان کر آئے ہیں اور رقیہ اور ام کلثوم کے مقدمہ میں بھی اختلاف ہی کہ یہہ دونوں صاحبزادیاں جناب رسولخدا صلعم کے نطفہ سے
تھیں یا نہیں سو مولوی صاحب کے نزدیک ترجیح اُسی روایت کو تھی کہ جسمیں حضرت کے نطفہ سے انکا ہونا ہی اور ترجیح کی وجہ بھی ہم اس شیخ کے جواب میں لکھ آئے ہیں اگر کوئی شخص ایک روایت کے
موافق کہی اور دوسری روایت جو مخالف اسکے ہی اُسکے موافق نہ کہی تو اُسکو جھوٹا نہیں کہتے ہیں یہ نہیں جانتا ہی کہ اس صورت میں مذہب ابوحنیفہ کا باطل ہوجاتا ہی اسواسطے کہ اُسکا مذہب
مخالف اکثر احادیث صحاح کی بن جاتا ہی کہ مذہب ابوحنیفہ کا بھی خلاف واقع ہوجاے اور اپنی خبر لیتا نہیں کہ صحیح صحیح روایتوں کا جو کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں کے حوالہ سے لکھی ہیں
انکار کرکے خلاف واقع بیان کرتا ہی اور ایک امر کو پانچ پانچ چھ چھ بار لکھتا ہی اور اس مقدمہ کو کئی مرتبہ لکھ چکا ہی اور پھر لکھا ہی اور ہمکو بھی ہر بار جواب دینے کی احتیاج ہوتی ہی اور
مولوی صاحب نے جو لکھا ہی کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاے بیشک ایسا ہی ہی اور سنیونکی کتابوں میں موجود ہی اور میں بھی کہتا ہوں کہ اگر سند مطلوب ہو تو روانہ کردی جاے
اسواسطے کہ ہمارے علما غلط نہیں لکھتے ہیں جیسے کہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے سیکڑوں افترا شیعوں پر اپنی تحفہ میں لکھی ہیں یہانتک کہ کتابوں کے نام ایجاد کرکے شیعونکی طرف منسوب کر دیئے ہیں جیسے کہ
نصر اللہ کابلی نے صواقع میں مجاج السالکین کتاب کا نام تجویز کرکے لکھدیا ہے کہ شیعونکی مجاج السالکین میں ایسا لکھا ہی اور مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ تحقیق نکیا کہ نصر اللہ کابلی نے
یہ درست لکھا ہی یا دروغ اور واقع میں کوئی کتاب مجاج السالکین ہے یا نہیں اُنہوں نے بھی تحفہ میں اپنی لکھدیا کہ مجاج السالکین میں ایسا لکھدیا ہی اور جو کچھ اُن حوالہ دی گئی کتابونکی
مصنفونکی اقوال مولوی صاحب کی تحریر کے خلاف میں شیخ لکھیگا ہم اُسکو انشاء اللہ تعالی رد کرینگے **قال الشیخ الاشعری** اور سلمنا کہ یہہ روایتیں سنیونکی بعضی کتابوں
میں ملتی ہیں لیکن وہ کتابیں ایسی غیر مشہور ہیں کہ کمیابی میں بیضہ عنقا سے کم نہیں سنیونکو اُن کتابوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوتا حفظ و ضبط تو درکنار سو یہ روایتیں اُن کتابوں
میں ہوں بھی تو بیش برین نیست کہ جیسے بعض سیکاران قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں بہت سے خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح درج کر دیں ہیں ایسی ہی
مقتدیان عبد اللہ بن سبا یہودی منافق یعنی حضرات شیعہ بھی کہ بالیقین تبدیل و تحریف میں کوچک ابدال یہود اور موافق نقال شبہ رنگ زرد برادر شغال تیرہ درونی اُنکے ہم رنگ
اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں اُنکی ہمسنگ ہیں قدیم سے درپے تخریب دین احمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین محمدی علیہ الصلوۃ والسلام رہے ہیں الٹی اہل سنت جماعت پر
پیستے چلے آئے ہیں لیکن باین وجہ کہ تابعان مسیح علیہ السلام کو نہ حفظ و محافظت انجیل سے کچھ کام تھا اور نہ اُسکے تلاوت و یادداشت میں چنداں اہتمام تھا یہود مردود کا انجیل پر بھی داؤ چل گیا
چہ جائیکہ دیگر کتب از غیر مشہور لیکن یہاں یہ حال ہی کہ ایک حرف قرآن پر لکھو کہا سنیوں نے جھوٹ پڑا باندہ رکھا ہی اور ہر ہر روایت صحاح ستہ وغیرہ کتب صحاح پر ہزاروں محدث بیاد اخبار
نے تنقیح اور تفتیش و حفظ اور ضبط کی یہ نوبت پہنچادی کہ کسی ملحد بیدین کو مجال زیادہ کم کرنیکی باقی نہ رہی چنانچہ کثرت حفاظ قرآن اور شیوع محدثین زبانی فرقہ اہل سنت میں آج سند ہے
کو بہی ہی کہ مابہ الامتیاز اور مابہ الافتراق اہل سنت اور شیعہ ایک یہ بات بھی ہوگئی ہی الغرض اسوجہ سے کتاب اللہ اور صحاح ستہ وغیرہ کتب مشہورہ اہل سنت تلک ان تیرہ درونوں کا دست تطاول
نہ پہنچا گو بہت سے کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور ان وعدہا ہی انا لہ لحافظون اور واللہ متم نورہ کا نشان نابکاروں کی سعی بیجا کو انجام تک پہنچادیا لیکن نقل مشہور ہے اصل بدا زخطا خطا مکن جیسے
اسباب سی ہاری تھے جھکمار کر چپ ہو رہتے **اقول** کبھی تو یہہ شیخ نجدی کتابونکا انکار کرتا ہی اور کبھی کہتا ہی کہ یہہ کتابیں ایسی ہیں کہ اہل سنت نے انکو دیکھا نہیں ہے اور کبھی کہتا ہے کہ یہ
روایتیں اُن میں نہیں ہیں اور کبھی کہتا ہی کہ شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کردی ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب شیعونکی مقابلہ میں انکو جواب نہیں آتا ہی
تو طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اب جو لکھتا ہی یہ شیخ کہ جن کتابوں میں یہ روایتیں ہیں وہ کتابیں غیر مشہور ہیں ہم کہتے ہیں کہ لعنت ہے خدا کی جھوٹے پر پہلا دیکھو تو تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور
معارج النبوت اور سوا انکے جن کتابوں میں یہ روایت ہے کیا وہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے جو ابوبکر سے ہبہ کا دعوی کیا تھا کہ میرے باپ رسولخدا صلعم نے مجھکو یہ دیا ہے
تو یا تو یہہ کہو کہ فاطمہ نے جو دعوی ہبہ کا کیا تھا وہ اس دعوی میں جھوٹی تھیں یا یہ کہو کہ وہ سچی تھیں اور اگر وہ سچی تھیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایتیں جو کیفیت ہبہ کرنیکی بابت مولوی
صاحب نے تفسیر درمنثور وغیرہ سے لکھی ہیں سب سچی اور واقعی ہیں یا کوئی اور صورت ہو ہبہ کرنیکی کہ کس طرح سے حضرت نے ہبہ کیا تھا وہ بیان کرو یا حضرت فاطمہ کو اس دعوے میں جھوٹی کہو
اور دعوی کرنا ہبہ کا تو اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں سے ثابت ہی کہ وہ کتابیں بہت مشہور و معروف ہیں جیسے کہ مغنی قاضی القضات اور ملل و نحل شہرستانی اور معجم البلدان و تفسیر
کبیر اور نہایت العقول امام رازی اور ریاض النضرہ اور فصل الخطاب و مواقف اور شرح مواقف و صواعق محرقہ و معارج النبوت و حبیب السیر و روضۃ الصفا و جواہر العقدین
اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی وغیرہ بہت کتابوں میں لکھا ہی پس معلوم ہوا کہ ثابت ہی اور دیکھنا چاہئے اس شیخ نجدی کو کہ جواب سے عاجز ہوا ہی تو کہتا ہی کہ شیعوں نے

ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں بھلا کسیکی عقل میں بات ہی آتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو پہلے سے کسی کتاب میں تو لکھا ہوا ہوتا کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں شیعوں نے داخل کر دی ہے یہ تہمت کسیکو نہیں سوجھتی تھی سوای نصر اللہ کابلی کے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے اُس کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر کے تحفہ اُسکا نام رکھا ہے ایسی ہی ہزلیات اُنہوں نے لکھی ہیں اور یہ شیخ پیروا نکلے اور کوچک ابدال یہود کے برابر تو حضرت عمر ہیں کہ یہود کے اقوال کو پسند کرتے تھے اور جناب رسول خدا صلعم ان حرکات سے اُنکی ناراض ہوتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب الاعتصام میں مذکور ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ آیا جناب رسول خدا صلعم کے پاس عمر پس کہا حضرت سے کہ ہم سنتے ہیں احادیث کو یہود سے پس تعجب کیا ہمنے کیا مناسب ہے کہ لکھیں ہم بعضی کو اُنمیں سے حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ کیا متحیر ہوئے ہو تم جیسے کہ متحیر ہوئے یہود اور نصاریٰ تحقیق کہ لایا ہوں میں واسطے تمہارے شریعت روشن اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ تو نہ گنجایش رکھتی اُسکو مگر پیروی میری روایت کیا ہے اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں انتہی لیکن حضرت کے ارشاد پر عمر نے عمل نکیا آخر کو نسخہ توریت کا لکھ کر لایا ہے اور حضرت کے سامنے اُسکو پڑھا چنانچہ مشکوٰۃ کی کتاب الاعتصام میں لکھا ہے اور ترجمہ اُسکا یہ ہے کہ جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لایا رسول خدا صلعم کے پاس نسخہ توریت کا پس کہا کہ یا رسول خدا یہ نسخہ توریت کا ہے پس خاموش ہوئے حضرت اور شروع کیا عمر نے پڑھنا توریت کا اور چہرہ مبارک جناب رسول خدا صلعم کا متغیر ہوتا تھا پس کہا ابوبکر نے عمر سے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونیوالیاں کیا نہیں دیکھتا ہے تو روئے مبارک رسول خدا صلعم کو پس کہا عمر نے پناہ لیتا ہوں ساتھ خدا کے غضب خدا کے سے اور غضب رسول اُسکے سے راضی ہوئے ہم ساتھ خدا کے ساتھ پروردگاری کے اور ساتھ محمد کے ساتھ پیغمبری کے پس کہا رسول خدا صلعم نے قسم ہے اُس شخص کی کہ جان محمد کی اُسکے دست قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا موسیٰ واسطے تمہارے تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کر دیتے تم مجھکو پس گمراہ ہو جاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی کرتا وہ میری اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں بھی اسی طرح سے لکھا ہے اس روایت سے ایمانداری حضرت عمر وغیرہ کی معلوم ہو گئی کہ حضرت نے فرمایا تم مجھکو ترک کرتے اب یہ کہو یہود کے موافق کون ہے کہ جو یہود کے محرف کتابوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور سگ زرد برادر شغال کس پر صادق آتا ہے جسوقت اہل سنت کو منظور ہوتا ہے اپنے بزرگوں کی عیبوں کا ظاہر کروانا تو جھوٹے جھوٹے فقرے بنا کر شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ شیعہ اُنکے بزرگان خاص کے عیوب ظاہر کریں اور غالب ہے کہ اہل سنت اپنی مذہب کے موافق اس امر میں گنہگار بھی نہ ہوتے ہونگے اور بڑی قسی القلب اور سنگدل بھی حضرت عمر ہی تھے اور ایسے بدمزاج تھے کہ صحابہ ابوبکر کو طعن کرتے تھے عمر کے خلیفہ کرنے پر اور کہتے تھے کہ اگر تو ایسی فظ غلیظ کو ہمپر خلیفہ کریگا تو اپنے پروردگار کو کیا جواب دیگا چنانچہ ازالۃ الخفاء میں ولی اللہ محدث پدر مولوی عبد العزیز صاحب نے ترمذی اور مستدرک سے روایت نقل کی ہے ان ابابکر اذا حضره الموت ارسل الی عمر لیستخلفه فقال الناس استخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افض واغلظ فما تقول لربک اذا لقیته وقد استخلفت علینا عمر یعنی تحقیق ابوبکر نے جسوقت کہ قریب ہوئی اُسکو موت بھیجا طرف عمر کے کسیکو تاکہ خلیفہ کرے اُسکو پس کہا آدمیوں نے کہ کیا خلیفہ کرتا ہے تو ہمپر تندخو اور بدمزاج کو اور اگر خلیفہ کریگا تو ہمپر تو ہو جائیگا وہ تندخو زیادہ اور بدمزاج زیادہ پس کیا کہیگا تو پروردگار اپنے کے جواب میں جسوقت ملاقات کریگا تو اُس سے اور حال یہ ہے کہ خلیفہ کیا ہے تو نے ہمپر عمر کو اور ریاض النضرۃ میں بھی لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ایک جماعت داخل ہوئی ابوبکر پر جسوقت کہ ارادہ کیا اُس نے خلیفہ کرنے عمر کا اور کہنے والے نے کہا اُنمیں سے کہ کیا کہنے والا ہے تو پروردگار اپنے کو جسوقت پوچھیگا وہ تجھ سے خلیفہ کرنے عمر کے سے اور حال یہ ہے کہ دیکھتا ہے تو بدمزاجی اُسکی کو اور تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ یہ اعتراض ابوبکر پر عمر کے خلیفہ کرنے میں طلحہ اور زبیر نے کیا تھا اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ علی مرتضیٰ اور طلحہ نے انکار کیا تھا لیکن ابوبکر نے کہنا نمانا اور عمر کو بعد اپنے خلیفہ کر دیا اس عوض میں کہ عمر نے ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا اور پہلے سے یہی مشورہ تھا ان دونوں کا کہ بعد رسول خدا کے تو ابوبکر خلیفہ ہو اور عمر اس میں سعی کرے اور ابوبکر بعد اپنے عمر کو خلیفہ کرے اور سوائے سنگدل ہونیکے یہ بھی ثابت ہوا ان روایتوں سے کہ صحابہ عمر کے خلیفہ ہونے سے راضی نتھے اور تحریف اور تبدیل میں بڑا اُستاد عثمان تھا کہ جس نے کلام اللہ میں تحریف کی اور جلوا دیا قرآنوں کو اور سیکڑوں آیتیں کلام اللہ میں سے کم کر دیں چنانچہ کثرت سے روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں اور بعضی روایت اہل سنت کی آیت کے زیادہ ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم قرآن کے ذکر میں مفصل بیان کر چکے ہیں اور دین محمدی کے ان تین خلفا ہی نے تخریب کی ہے بسبب بے علمی اور جہالت کے کہ اپنی رائے سے ہی تجویز کر کے احکام جاری کرتے تھے اور لوگوں کو گمراہ کیا تھے چنانچہ پہلے اس سے ہم مسلم سے نقل کر آئے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میری ائمہ ہونگے کہ وہ میری سنت اور ہدایت پر نہونگے اور اہل سنت نے بعد تحریف کے قرآن حفظ کر لیا تو کیا فائدہ ہے کہ عثمان کی تحریف سے صدہا احکام کم ہو گئے ہیں بلکہ صحیح بخاری میں بھی تحریف معلوم ہوتی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ بخاری میں لکھا تھا کہ حضرت صلعم نے فرمایا ان آل ابی طالب لیسوا لی باولیاء یہ روایت اسمعیل بخاری ناصبی نے اپنی کتاب میں علی بن ابی طالب کی عداوت سے لکھی تھی اور اس عداوت ہی کی جہت سے خوارج کی روایتیں اپنی کتاب میں داخل کی ہیں لیکن بعد اسکے لوگوں نے ایسی ایسی روایتوں کو بخاری میں سے نکال ڈالا تاکہ لوگ اسمعیل بخاری پر طعن نکریں اور اُسکو ناصبی قرار ندیں اور یا بہ لا امتیاز اور افتراق شیعہ اور سنی میں ہرگز یہ بات نہیں ہے کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتا

تو جھوٹ لکھتا ہے اور لعنت خدا میں گرفتار ہوتا ہے بسبب دروغگوئی کے اور حافظ قرآن شیعوں میں بہت ہیں اگر تجھ کو کسی شیعہ سے قرآن کا حفظ سننا منظور خاطر ہے تو یہاں ہر ہر مورد پر
چلا آیا امروہہ کو چلا جا اور تیری عمر ہی کو قرآن یاد نہیں ہوتا تھا کہ اکثر قرآن کی آیتوں میں غلطی کرتا تھا چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور کوئی اس شیخ نجدی سے پوچھے کہ صواعق محرقہ
اور مواقف اور شرح مواقف اور تفسیر کبیر وغیرہ جنمیں لکھا ہے کہ فاطمہ نے برائے دعوی ہبۂ فدک کا کیا تھا ابوبکر سے کیا یہ کتابیں غیر مشہور ہیں اور کیا ان کتابوں میں شیعوں نے
ہبہ کی روایت کو داخل کر دیا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اگر اہل سنت کے مذہب میں دروغ نہوتا تو انکے مذہب کو ہرگز رونق نہوتی اور شیعہ ہو جاتے اور یہ ہبہ فدک کی روایت تو
اگر اہل سنت سے اسکا جواب نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کر دی ہیں جیسے کہ یہ بھی ایکبار خاموش ہو رہتی لیکن ٹال مٹال کئے
جاتی ہیں اور اپنی کتابوں کو غیر مشہور کہکر اپنے دل کی پھپولے پھوڑتے ہیں اور اہل سنت ہمیشہ سے زبردست رہے ہیں اور شیعہ عاجز اور دبے ہوئے بسبب اپنی قلت کے اور سنیوں نے
از راہ زبردستی بعضی بعضی روایتیں جو ہمارے مذہب کے مخالف ہیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں کہ جیسے بعض سے کہ ان قبیلہ یہود نے منافقانہ نصرانی بنکر انجیل میں
بہت خرافات خلاف عقل صریح اور مناقض نقل صحیح کر دی ہیں ایسے ہی مقتدایان ابلیس لعین فرقہ نواصب دشمنان آل رسول یعنی حضرت اہل سنت بھی کہ بالیقین تبدیل
و تحریف میں مثل مقتدا اپنے عثمان بن عفان کے کہ جلد بلال یہود مردود اور موافق نقل مشہور سگ زرد برادر شغال تیرہ معنی ہیں انکے ہمرنگ اور قساوت قلبی اور سنگدلی میں انکے
ہمسنگ ہیں قدیم سے دیسے تخریب دین محمدی اور ہمہ تن مصروف تحریف آئین احمدی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام رہتے ہیں اور دوستان و شیعیان علی بن ابیطالب بر دانستہ رہتے
ہیں اس جہت سے کہ شیعہ جو عیوب کہ دشمنان آل رسول کی ظاہر کرتے ہیں انکو ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اسیواسطے ہمیشہ سے شیعوں کے درپے ایذا اور آزار دہی رہتے ہیں اور انکو انکے اکابر بنی امیہ
اور بنی عباس قتل کرتے چلے آئے ہیں یہانتک کہ انکے بزرگوں نے اولاد رسول مقبول کو دیواروں میں چن دیا ہے اور ان تیرہ دونوں اور نابکاروں نے ہر چند کوشش کی
اپنی کثرت اور قوت کے وسیلے سے دین حق کی مٹانے اور بگاڑنے میں لیکن بمقتضاء وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ خدا تعالی نے انکی سعی کو برباد کیا اور دین حق
کو زمین پر باقی رکھا گو بعضوں نے تقیہ ہی میں گزارہ کیا **قال الشیخ الاشعری** اور بہت سے طوفان ایسے جوڑے ہیں کہ عوام بلکہ بعض علما سادہ لوح بھی ایک دفعہ تو جیسے منجملہ انکے
روایات مندرجہ رقیمہ مذکورہ بھی ہیں لیکن بحمد اللہ فرقہ اہل سنت جماعت کہ ایک جماعت کلاں ہی محققین سے کبھی خالی نہیں ہا انکو خداوند کریم جزائے خیر دے وہ لوگ انکے دھوکہ بازیوں کو سمجھ کر
اور بامداد خداوندی انہیں روایات میں سے علامات اور امارات کذب و دروغ انکا عاقلوں کو متنبہ کر دیا اور غافلوں کو طریقہ تمیز حق و باطل کا بتلا دیا چنانچہ اس روایات کی ابطال کی
تقریر کو دیکھکر انشاء اللہ یہ دعوی مدلل ہو جائیگا القصہ عیاران شیعہ کی یہ چالاکی کتب غیر مشہورہ میں چل گئی اسیواسطے علما اہل سنت ان کتب کو ہمرنگ تورات و انجیل سمجھتے ہیں اور
انکی روایات کو معتبر نہیں سمجھتے ہاں انکی روایات کو روایات صحاح ستہ و دیگر کتب صحاح مشہورہ پر پیش کیے جو مطابق نکلا اسکو بسر و چشم رکھتے ہیں اور جو مخالف نکلا وہ سمجھو ان خبیث کیشوں
دروغ پیشہ شیعہ خوارج وغیرہ کے سر رکھتے ہیں اور جو روایت خلاف وفاق ہو بر طرف ہوا گر دلائل عقلیہ کے مخالف ہو تو اسکا یہی حال ہے ورنہ اگر تکذیب نہیں ایسے تو تصدیق بھی
نہیں کرتے بہر حال جو روایت کہ ان کتب میں بلا شرکت غیرے بھی پائی جائے اگر روایت صحاح کے مخالف بھی نہو تب بھی قابل تمسک و لایق حجت نہیں سمجھتے اور مثل مرویات اہل کتاب
بلکہ خود انجیل اور تورات نہ انکی تصدیق کرتی ہیں نہ تکذیب **اقول** یہاں سے اہل سنت کی عاجزی جواب میں شیعوں کے ملاحظہ کرنی چاہیئے کیسا انکار کرتا ہے اپنی روایتوں کا اور اپنے
عالموں کو جھوٹا کرتا ہے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کہ علمائے اہل سنت تو اپنے مذہب میں کتابیں تصنیف کریں اور شیعہ انکی کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کر دیں ایسا تو یہود و نصاری بھی
جسوقت کہ مسلمانوں کے جواب میں عاجز ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے ہماری کتابوں میں روایتیں داخل کر دی ہیں اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں جو روایتیں ہمارے مذہب کے
مخالف ہیں اہل سنت نے داخل کر دی ہیں اب موقع گفتگو کا کچھ نرہا بہت آسان جواب ہاتھ لگ گیا اور سب کی نجات حاصل ہو گئی کہ ہماری کتابوں میں تمنے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں
آجتک کسی نے ایسا جواب نہیں دیا تھا جسقدر کہ اس نے اس قول میں لکھا ہے سوائے بکواس کے کوئی بات نہیں ہے اور اس دروغ نویس سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی شیعہ نے تمہاری کتاب میں اپنی
روایت ملادی تو ایک دو نسخہ میں ملائی ہوگی آخر کوئی نسخہ تو صحیح بھی باقی رہا ہوگا اسکو دکھلا دیا کہ مصنف کے مسودہ ہی میں ملا دی کوئی بھی عقل کی بات یہ لکھتا ہے اور انکے محققین نے
کچھ ثابت نہیں کیا ہے مگر یہ لکھا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنے مطلب کی روایتیں داخل کر دی ہیں یہ لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کے مصنفوں نے رطب و یابس سب جمع کر دیا ہے جو پہچان
نہ پاتے تھے کہ مرگئے اور یہ شیخ بھی یہی لکھتا ہے اور ہمنے سب کو رد کیا ہے اور روایتوں میں سے علامات کذب و دروغ کسی نے نہیں نکالی یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے واسطے دھوکا دینے کے اور جس کسی نے
ان روایتوں کو دیکھکر انصاف کیا اور مذہب حق کو اختیار کیا وہ انکے نزدیک سادہ لوح ہے اور بہکا ہوا ہے جیسے کہ قرآن کی آیتوں کو سنکر آدمی حضرت کے زمانہ میں ایمان لاتے تھے اور کفار
انکو سادہ لوح اور بہکا ہوا کہتے تھے ایسے ہی یہ کہتے ہیں اور علما محققین انکے خوب سمجھتے ہیں کہ جسوقت جواب نہ آیا تو کہدیا کہ یہ روایتیں ہماری کتابوں میں شیعوں نے داخل کر دی ہیں
کیا ہی عقلمندی ہے علما محققین کی اور جو کچھ تو ان روایات میں قباحت نکالیگا ہم اسکو رد کریں گے اور بڑے غضب کی بات ہے کہ ایسی معتبر اور مشہور کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہے اگر علما اہل سنت

اسباب کو سنیوں کے تو اسکے منہ پر کیا تھوکیں گے کہ جو ایسی کتابوں کو غیر مشہور کہتا ہی اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ تفسیر درمنثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کہ جنمیں ہبہ کرنا فدک کا
لکھا ہی اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور ریاض النضرت اور معجم البلدان اور معارج النبوت اور فصل الخطاب وغیرہ کہ جنمیں دعوی ہبہ فدک کرنا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا
ابوبکر سے لکھا ہی کیا یہ کتابیں مشہور نہیں ہیں اور کونسی کتاب ہے اہل سنت کی کہ جسمیں شیعوں کا مطلب کچھ نہ کچھ نہیں لکھا ہی اس جہت سے تو کوئی کتاب اہل سنت کی معتبر نہو۔ اور سب
لغو اور مہمل ہو جائیں پس معلوم ہوا کہ انکی سب کتابیں مثل تورات اور انجیل کے ہیں کوئی کتاب قابل اعتبار نہیں ہی اور جبکہ انکی کتابیں قابل اعتبار نہوئیں کہ جن پر انکا اعتماد تھا تو انکا
مذہب بھی باطل ہی اور اس شیخ نجدی سے زیادہ کون ملحد اور بے دین ہوگا کہ شیعوں کی ضد میں اپنے دین کو باطل کرتا ہی اور اپنی کتابوں کو مثل تورات اور انجیل کی ثابت کرتا ہی اور یا جیوں کی
سی گفتگو کرتا ہی اور اولاد رسول مقبول کو ایسی گفتگو نالایق سے یاد کرتا ہی ؎ اے زادہ زیاد بخود دست ہیچ کہ ٭ نمرود این عمل کہ تو شتداد کردہ ٭ با دشمنان دین نتوان کرد آنچہ تو ٭ با مصطفا
حیدر اولاد کردہ ٭ اور یہ جو کہتا ہی کہ صحاح ستہ اور دیگر کتب صحاح پر ان روایتونکو پیش کرتے ہیں سو سننا چاہئے کہ سب کتابوں میں زیادہ انکے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور انمیں جو
روایتیں قرطاس اور فدک کی آئی ہیں تو اسواسطے انکا اعتبار بھی انہوں نے کھو دیا چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہی کہ دو سو اور دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور اثارۃ الغین
میں لکھتے ہیں کہ بخاری میں اکاذیب اور افترا آت اور موضوعات اور مجعولات ہیں باوجودیکہ تمام اہل سنت کا اجماع انکی صحت پر ہے اور اپنے مذہب کی حقیقت ایسی پر جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں
احادیث صحاح آئی ہیں اور بعد مولوی حیدر علی بھی کسی جگہ لکھتے ہیں کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہی عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ پس و پیش کی کچھ خبر نہیں کہتے اور جو چاہتے ہیں بے سرو پا کہہ دیتے
ہیں اور جب شیعوں سے مقابلہ ہوتا ہی تو اپنی کتب صحاح کو غیر معتبر لکھدیتے ہیں اور جب یہ کتابیں بھی مہمل ٹھہریں تو انکا مذہب کہ جسکا مدار ان کتابوں پر تھا وہ بھی مہمل اور باطل ہوا اور کوئی
کتاب انکے نزدیک معتبر نہوئی اور ان کتابوں پر کہ جن میں غیر معتبر روایتیں ہیں اور کتابوں کی روایتوں کو یہ شیخ نجدی کس منہ سے پیش کرتا ہی اس شیخ نجدی کے قول سے اور مولوی حیدر علی
کے بیان سے تو معلوم ہوا کہ اہل سنت کی سب کتابیں مثل تورات اور انجیل کی ہیں اور بخاری اور مسلم بھی مثل تورات اور انجیل کے ہیں اسواسطے کہ جیسی کہ انمیں تحریف ہوئی ہی ایسے ہی انمیں
تحریف ہوئی ہی کہ بقول مولوی حیدر علی شیعوں نے قرطاس اور فدک کی روایتیں انمیں داخل کر دی ہیں اور اہل سنت کے علما میں سے پہلے اس سے کسیکو یہ مضمون نہ سوجھا تھا کہ سنیوں
کی کتابوں میں شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں داخل کر دی ہیں سید مرتضی علم الہدی کہ انکو نو سو برس کا زمانہ ہوا انکو قاضی القضات سے گفتگو رہتی تھی اور علامہ حلی کو سات سو برس ہوئے
ہونگے کہ اہل سنت کے علما سے انکی گفتگو ہی ہی اور بعد انکے طرفین سے رسائل تصنیف ہوچکے تھے لیکن کسی عالم نے اہل سنت کے علما میں سے یہ نہیں لکھا کہ سنیوں کی کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں
لکھدی ہیں سنیوں کو دھوکا دیکر مگر نصر اللہ کابلی اسکے موجد ہیں کہ جو صواقع میں انہوں نے یہ لکھا ہی اور مولوی عبد العزیز صاحب اور مولوی حیدر علی نے انکی پیروی کی ہی مگر اس شیخ نجدی دغا باز
دشمن فاطمہ زہرا کو یہی کہنا چاہئے کہ اس معصومہ کے حق کو لیا تھا ہی مگر اس حق کو مٹانے کو اسقدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتابوں کو بھی غیر معتبر مقرر کر دیا اور اپنے مذہب کا کچھ پاس نہ کیا کہ اہل سنت کا مذہب اس میں باطل ہوتا ہی **قال الشیخ الاشعری**
سو اگر کسی عالم کو فہم کو ان کتب کے معتبر ہونے میں جب ہی وثوق ہوا کہ ان کتب کے مصنف منجملہ متدینان اہل سنت ہیں تو کوئی انسے پوچھے کہ انجیل اور تورات کے مصنف کچھ خود خداوند اکرم الاکرمین ہیں اگر مصنف کا معتبر ہونا موجب اعتبار
کتاب ہو جاتی تو قرآن و انجیل و تورات شیعوں کے نزدیک معتبر ہو جاتیں نہ لازم آتی کہ نعوذ باللہ جناب خداوند تعالی کا شیعوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہو مگر ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کو اس امر سے کچھ اذیت نہو گی کہ جناب وہ تو نسیہ خدا کا اعتبار کرتے ہیں اور نہ
سخن ایلیہ وہ کہتے ہیں اعتبار ہی گی خدا کی رائے اور علم کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور بداکے قائل ہوگئے لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب بہر حال اہل سنت جماعت کتب غیر مشہور متداولہ کو ہرگز قابل اعتماد نہیں جانتے
اور بملاحظہ عداوت اور بتجربہ عادت دروغ بزرگوار ان شیعہ اس سے مطمئن نہیں کہ جیسے انجیل و تورات کو دشمنان دین نے تحریف کر دیا کتب غیر مشہورہ کو ان حضرات نے حسب مطلب اپنے بدلا ہو **اقول**
حاشا و کلا کہ جو شیعہ اہل سنت کی کتابوں کو معتبر جانتے ہوں البتہ وہ روایات انمیں کی کہ جو شیعوں کی موافق ہیں انکو معتبر جانتے ہیں اور جو روایتیں انمیں کی موافق شیعوں کے نہیں ہیں انکو پوچ اور
رذل جانتے ہیں اور اسکے مصنف کا کچھ لحاظ نہیں ہے اگرچہ کوئی ہو اور مصنف کا اعتبار اسوقت کرتے کہ جسوقت اہل سنت کی کوئی بھی کتاب تحریف سے خالی ہوتی موافق انکے اعتقاد کی اسواسطے کہ جب
بخاری اور مسلم ہی محرف ہوگئیں انکے نزدیک تو پھر کس مصنف کا اعتبار کریں اور خدا تو شیعوں کا ایک ہی اور اسکی رای اور علم شیعوں کے نزدیک سب معتبر ہی اور جس بداکے شیعہ قائل ہیں اسمیں
کچھ قباحت نہیں ہے اور جس بدا کو کہ اہل سنت شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اسکے قائل کو شیعہ کافر جانتے ہیں اور وہ تو جو کہتا ہی کہ کونسے خدا کے قائل ہیں یہ مذہب تیرا ہی ہی تعدد خدا کا
اور ہر سنگ و خوک کو تم خدا کہتے ہو مشہور ہے کہ مولوی عبد الرحمن صوفی لکھنوی کی مسجد کا چراغ ایک کتا گل کر گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ لو اپنے گھر کا چراغ آپ ہی گل کر دیا اور فرید الدین عطار
نے بایزید بسطامی کا حال لکھا ہی کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی اور لا الہ الا انا کہا کرتا تھا اور ایک شعر اسکے اشعار میں سے یہ ہی آہ ناکہ طلبگار خدا ئید خدا ئید حاجت بطلب نیست شما ئید شما ئید
اور منصور انا الحق کہتا ہی تمہارا غرض یہ ہی کہ ہر چیز کو یہ خدا کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب اور اہل سنت تو کسی کتاب کو اپنی معتبر نہیں جانتے نہ مشہور کو نہ غیر مشہور کو اسواسطے کہ
شیعوں نے اپنے مطلب کی روایتیں اہل سنت کی سب کتابوں میں داخل کر دی ہیں سب سے زیادہ مشہور بخاری اور مسلم ہیں جب انمیں ہی شیعوں نے اکاذیب اور افترا آت داخل کر دیئے تو اور کتابوں کا
کیا ذکر ہی جب یہ کتابیں صحیح نہ ٹھہریں تو اہل سنت کا مذہب بھی باطل ہو گیا اسواسطے کہ انکے مذہب کا مدار ان کتابوں پر تھا جب کتابیں موضوعات کو شامل ہوئیں تو انکا مذہب بھی باطل ہوا

قال الشیخ الاشعری ہاں اگر کوئی سادہ لوح میری اسبات کو دون کی بات اور واہیات سمجھے تو بڑوں کی بات تو بڑی ہوتی ہے دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ جو شیعوں سے
بھی زیادہ شیعوں کی عادات اور اصول و فروع مذہب سے واقف ہیں تحفہ اثنا عشریہ میں باب مکاید شیعہ میں جو دوسرا باب ہے کیا فرماتے ہیں احتیاطاً بعینہا انہیں کی عبارت بلاغت آمیز
نقل کرتا ہوں کید سی و دویم آنکہ جمعے کثیر از علماء ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب اہل سنت خصوصاً تفاسیر کہ بیشتر در استعمال علماء و طلبا رمی باشند و بعضی از کتب احادیث کہ شہرت ندارند
و نسخہ آں کتب بدست نیاید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیاں باشند الحاق نمایند چنانچہ قصہ ہبہ فدک در بعض تفاسیر داخل نمودہ اند کہ بسیاق آں حدیث چنیں
روایت نمودہ کہ لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ و اعطاہا فدک الحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمیباشد بیاد شاں نماند کہ ایں آیت مکی است و در مکہ فدک کجا بود
و نیز معلوم نیست کہ برای مساکین و ابن السبیل نیز چیزی وقف میکرد تا عمل بر تمام آیہ میسر مشید و نیز اعطاہا فدک دلالت صریح بر ہبہ و تملیک نمیکند بس لفظ وہبہا بایستے وضع کرد و علی ہذا القیاس در تفاسیر
و سیر جستہ جستہ الحاقات ایشاں یافتہ میشود و دریں کید ہم اکثر مغفلان از علماء اہل سنت خبط میکنند و تشویش میکشند در شہر دہلی در عہد بادشاہ محمد شاہ دو کس بودند از امراء ایں فرقہ کہ کتب اہل سنت
مثل صحاح ستہ و مشکوۃ و بعض تفاسیر بخط خوش می نویسانیدند و در آں احادیث مطلب خود را از کتب امامیہ بر آوردہ داخل می نمودند و آں نسخ را مجدول و مطلا و مذہب نمودہ بقیمت سہل بر گذری
میفروختند و در اصفہان آں فاضل ابراہیم بن علی شاہ کہ یکی از امراء و کبار سلاطین صفویہ بود ہمیں اسلوب عمل کردہ لیکن باین کید ایشان حاصلی نشد زیرا کہ کتب مشہورہ اہل سنت بجہت کمال شہرت و کثرت
نسخ قابل تحریف نیستند و کتب غیر مشہورہ را اعتبارے نہ و عند المحققین اہل سنت از غیر کتب مشہورہ نقل اجازت ندانستہ اند مگر در ترغیب و ترہیب در حکم صحائف انبیاء پیشیں میشمارند کہ بہیچ عقیدہ
و عمل را از آں اخذ نتواں کرد بجہت احتمال تحریف انتہی کلامہ الشریف اور اگر ہم پاس خاطر مولوی عمار علی صاحب اور بھی چشم پوشی کریں اور انکی اور انکے بزرگوں کے ذمہ اتہامات کی نسبت تحریر یا
کہ انہوں نے اپنے مطلب کے موافق بعضی روایتیں سنیوں کی غیر مشہور کتابوں میں لا ملا دیں ہیں تب بھی مولوی عمار علی صاحب کی بات کا بننا معلوم **اقول** بڑے دروغگو تو مولوی
شاہ عبد العزیز صاحب ہی ہیں کہ انہوں نے یہ افترا شیعوں پر کیا ہے اور علماء اہل سنت میں مثل شاہ عبد العزیز صاحب کے کاذب کوئی نہو گا کاذب کیا بلکہ اکذب الکاذبین ہیں کہ اپنی کتاب تحفہ کو دروغ
سے پر کر دیا ہے اور وہ شیعوں کے اصول و فروع سے کیا واقف تھے بانی ان دروغوں کے نصر اللہ کابلی ہیں کہ اول انہوں نے اپنی کتاب صواقع کو دروغوں سے پر کیا ہے اور طرح طرح کی افترا شیعوں پر کئے ہیں اور مولوی
عبد العزیز صاحب نے اسکی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کر کے نام اسکا تحفہ رکھا ہے اور کچھ اکاذیب و افترا ات اپنی طرف سے اضافہ کئے ہیں مدعی تونے جو کچھ دروغ لکھا ہے انہی ہی کی پیروی سے لکھا ہے اور ہم سب کا
جواب پہلے اس سے لکھ چکے ہیں شاہ صاحب تفسیر در منثور میں روایت ہبہ فدک کو دیکھکر سوختہ ہوئے ہیں اسواسطے لفظ خصوصاً تفاسیر کا لکھتے ہیں اور مولوی اسکی اور کتابوں کی انکو خبر نہیں ہے کہ ان کتابوں میں بھی ہے چلو شاہ صاحب تو
ہیں کہ جنہوں نے دعوی ہبہ فدک کے مقدمہ میں پچیس تیس کتابوں کی روایت کا انکار کیا ہے کہ جو کتابیں مشہور ہیں علماء اہل سنت میں اور جو کہ کتابیں انکا وجود دنیا میں نہیں ہے شیعوں کی
طرف منسوب کر دی ہیں جس وقت کہ جواب سے بڑی عاجز ہوئے ہبہ مقدمہ فدک وہ ہی کہ اہل سنت کے علماء سے جواب سکا نہیں بن پڑا اور آیت کے مدنی ہونے کو بھی ہم ثابت کر چکے اور اگر آیت مدنی نہوتی تو فاطمہ زہرا
علیہا السلام ہبہ کا دعوی ابو بکر سے کیونکر کرتے جیسا کہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں لکھا ہے اسواسطے کہ اگر ہبہ ہوا ہوگا تو مدینہ میں ہوا ہوگا اور آیت بھی مدینہ میں نازل ہوئی ہوگی
یا اور کوئی وجہ ہبہ کی بیان کرو اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جسکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے وہ عمداً اپنے باپ پر ہرگز ہرگز افترا نہ کرتے کہ دیدیا ہے مجھکو ہبہ لیا ہے اور تمام آیت پر عمل نہ ہوا ہم لکھ چکے
ہیں کہ فاطمہ زہرا کو فدک دیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ مسکین اور ابن سبیل کو کچھ نہ دیا ہوگا فاطمہ کو فدک دیا تو مسکین اور ابن سبیل کو اور کچھ دیا ہوگا اور ذکر فدک کے دینے کا اسواسطے ہوا کہ خدا تعالی کو منظور
تھا فاطمہ زہرا کو خاص فدک کا دینا اور مسکین اور ابن سبیل کو واسطے خاص شے دینی منظور نہ تھی بلکہ جو چاہیں دیویں سو واسطے انکے دینے کا ذکر نہوا اور یہ جو لکھا ہے اس شیخ نجدی نے مولوی عبد العزیز صاحب
دروغ نویس کی پیروی سے کہ اعطاہا کا لفظ لکھا ہے وہبہا کا لفظ چاہیے تھا کوئی پوچھے کہ معنی میں ہبہ اور عطا کے کیا فرق ہے لغت میں تو دونوں کے معنی دادن اور بخشیدن کو لکھتے ہیں لفظ تو دو ہیں اور
معنی انکے ایک ہیں جیسے کہ قعود اور جلوس اور فتاوی حمادیہ کی کتاب الشہادت میں کشف الغوامض سے نقل کی ہے کہ ان کانت المخالفۃ بینہما باللفظ دون المعنی تقبل الشہادۃ
و ذلک بان یشہد احدہما علی الہبۃ والآخر علی العطیۃ یعنی اگر ہووے مخالفت درمیان ان دونو گواہوں کے ساتھ لفظ کے سو معنی کے تو قبول کی جائیگی گواہی اور وہ اسطرح ہے کہ گواہی دے ایک ان گواہوں میں سے ساتھ
ہبہ کے اور دوسرا اوپر عطیہ کے پس معلوم ہوا کہ ان دونو لفظوں سے ایک ہی مراد ہے اور شرح وقایہ کی کتاب المہر میں لکھا ہے کہ صحیح ہے اگر کہے وہبت و نحلت و اعطیت معلوم ہوا کہ ان لفظوں کے ایک معنی ہیں
اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مینے کو جو حضرت نے دیا تھا تو اس سے ہبہ نہیں تو اور کیا مراد تھی کچھ حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھنی یا استعار دینے کو فدک کے تو کہا ہی نہ تھا اور یہ جو لکھا ہے
کہ در تفاسیر و سیر جستہ جستہ الحاق ایشاں یافتہ میشود سوا نصر اللہ کابلی اور اسکے پیرو مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے یہ افترا کسی نے نہیں کیا تھا پہلے اس سے اور یہ بہتان اسواسطے باندھا ہے کہ شیعوں سے جو
گفتگوی مذہبی میں تنگ و لاجواب کیا کرتے تھے جب ان سے نجات کسی طرح سے نہ دیکھی اور انسے پیچھا چھڑانا محال جانا تو یہ امر تجویز کیا کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں تا کہ شیعہ ان
روایتوں سے ہم پر حجت نہ پکڑیں اور دین میں ہمارے خرابی آتی ہے بھلا یہ بات کہیں عقل میں بھی آتی ہے کہ کوئی اپنی روایت دوسروں کی کتابوں میں داخل کرے اور اگر داخل کر دی ہے تو کوئی ایسا
نسخہ بھی تو ہوگا ان نسخوں میں سے کہ جسمیں داخل کرنے کی نوبت پہنچی ہو اسکو دکھلاؤ ان نسخوں میں سے مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت کی کہ جسمیں الحاق ہوا ہو اور اگر بعد

نسخہ قرآن تمام کہ دکھلاؤ گے تو واقع میں بڑے مفتری ہو یا یہ کہ جسوقت مصنفوں نے تصنیف اور تالیف کی تھی اُنکی وقت تصنیف ہی کی یہ باتیں الحاق کر دی تھیں یعنی وقت تصنیف ہی یہ کتابیں لکھی گئی تھیں
پھر مصنفوں کو انکی دیکھنے کی نوبت نہ پہنچی اور یہ بہتان جس سے آسمان شق ہو جائے یہ ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شہر دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں دو شخص صحاح ستہ میں الحاق کر کے
فروخت کیا کرتے تھے اول تو یہ کہ صحاح ستہ کے سینکڑوں نسخے دنیا میں اُسوقت میں تھے یہ جعل کیونکر رونق پکڑتا ایسا کون عقل کا دشمن تھا کہ ایسا بیہودہ کام کرتا اور اگر ایسا امر وقوع میں آتا تو
مشہور ہو جاتا اور ہر شخص کو خبر ہو جاتی کیا شاہ صاحب ہی کو اسکی خبر ہوئی اور سوا اُنکے اور کسیکو خبر نہ ہوئی اور اگر ایسا انہوں نے کیا تھا اور لوگوں نے اُن نسخوں کو خرید کیا تھا تو اب
بھی تو کوئی نسخہ موجود ہوگا اور شاہ صاحب نے وہ دیکھا ہوگا اُسکو دکھلانا چاہئے تاکہ صدق اور کذب شاہ صاحب کا معلوم ہو بڑا تعجب ہے ایسے نامی مُلّا سے کہ ایسا دروغ بے سروپا اپنی قلم سے لکھے
اور ایسا ہی بہتان ابراہیم بن علی شاہ پر باندھا ہے اور ایسے ہی ہم بھی کہتے ہیں کہ شاہ عالم بادشاہ نے اپنے زمانہ میں کتب شیعہ کو زر کثیر صرف کر کے خرید کیا اور علماء اہل سنت کو جمع کر کے اپنے
مذہب کی تائید کی روایتیں اُنمیں داخل کروائیں اور پھر شیعوں پر اعتراض کرنے لگے کہ تمہاری کتابوں میں ایسا لکھا ہے جواب باب گفتگو مسدود ہو اتم الحاق کہتے ہو تو ہم بھی الحاق کہتے
ہیں اور معلوم نہیں وہ کتب غیر مشہورہ کونسی ہیں جنکی نقل کو منع کیا ہے جن کتابوں میں کلام ہے وہ تو غیر مشہور نہیں ہیں سینکڑوں پائی جاتی ہیں اور علماء اہل سنت ان کتابوں
کے اقوال کو سند پکڑتے ہیں اور اگر مراد غیر مشہور سے یہ ہے کہ جسمیں الحاق ہوا ہو وہ کتب غیر مشہورہ میں سے ہیں تو الحاق تو بخاری اور مسلم میں بھی ہوا ہے جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ العین اور
اثارۃ العین میں لکھا ہے غرض یہ ہے کہ اہل سنت کو اپنی کسی کتاب کا اعتبار نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ جن کتابوں کا حوالہ مولوی صاحب نے روح رقیمہ کر کے فرمایا ہے انمیں بعض
کتابیں تو ایسی ہیں کہ سنیوں میں سے کسی نے انکا نام ہی نہیں سنا اور نہ انکے مصنفوں کا اہل سنت میں سے کوئی نام و نشان جانتے ہیں مثل تاریخ آل عباس کہ علماء اہل سنت نے اس کتاب کو
شاید کبھی سنا بھی نہو بلکہ یہ اسی قسم کی کتابیں ہیں جیسے شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کید بست و یکم آنکہ کتابے را نسبت کنند بیکے از کبراء اہل سنت و در آں مطاعن صحابہ و بطلان مذہب
اہل سنت درج نمایند الی آخرہ اگر یہ کتاب موجود بھی ہو تو کسی شیعہ مکار کی ہوگی **اقول** غلط کہتا ہے تو کہ سنیوں میں سے کسی نے تاریخ آل عباس کا نام نہیں سنا تو نے ہی نہ سنا ہوگا اور
اگر تو نے نہیں سنا تو کیا ضرور ہے کہ کسی اور نے بھی نہ سنا ہو سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں سنیوں کی کیا تو نے ان سبکا اور انکے مصنفوں کا نام سنا ہے اور تیرے نہ سننے کو لازم نہیں
ہے کہ کوئی اور بھی نہ سنے اور شاہ صاحب نے جو اپنے اکیسویں کید میں لکھا ہے کہ شیعہ بعضی کتاب کو کبراء اہل سنت کی طرف نسبت کر دیتے ہیں جسمیں مطاعن صحابہ کے ہوتے ہیں مراد شاہ صاحب
کی اُس کتاب سے سر العالمین ہے کہ جو تصنیف امام غزالی کی ہے اُس کتاب کو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کتاب تصنیف امام
غزالی کی ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کتاب اُنکی تصنیف نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ بیشک وہ کتاب تصنیف امام غزالی کی ہے اسواسطے کہ علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور اُسکی
عبارت کو نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام غزالی نے سر العالمین میں ایسا لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان ذہبی میں ترجمہ حسن بن صباح میں لکھا ہے کہ قال ابو حامد الغزالی فی کتاب
سر العالمین شاهدت قصة الحسن بن صباح لما تزهد تحت حصن الموت۔ اِس قول سے ذہبی کے معلوم ہوا کہ کتاب سر العالمین تصنیف امام غزالی کی ہے
اور شاہ صاحب جو انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ انکی طرف شیعہ اُسکو منسوب کرتے ہیں اور تصنیف انکی وہ کتاب نہیں ہے اسی سبب سے کہتے ہیں کہ اُسمیں امام غزالی نے حدیث
غدیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے علی بن ابیطالب کو بروز غدیر خلیفہ کر دیا تھا لیکن بعد اُسکے جو حب ریاست اور طمع حکومت ہوئی لوگونکو تو علی سے وہ منصب امامت
چھین کر نام اپنے کر لیا اِس مضمون کو دیکھکر شاہ صاحب خفا ہوئے ہیں لیکن کتاب کا انکار کیوں کرتے ہیں کہ انکی نہیں ہے یہی کیوں نہیں کہتے کہ وہ آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے
تب یہ کتاب لکھی تھی اور تاریخ آل عباس کسی شیعہ کی نہیں ہے بلکہ کسی سنی دغاباز ہی کی ہے اور عقل ہی نہیں چاہتی کہ شیعہ کی تصنیف ہو اسواسطے کہ شیعہ تو آل عباس کو
دشمن رکھتے ہیں اس جہت سے کہ وہ دشمنان اور قاتلان اولاد رسول مقبول ہیں اور اہل سنت کے وہ امام تھے کہ اہل سنت انکو امیر المومنین لکھتے ہیں پس شیعہ ایسے لوگونکی تواریخ کہ جو دشمنان آل رسول تھے کیونکر
لکھیں گے بلکہ سنی ہی لکھینگے کہ انکے وہ امام مقتدا اور پیشوا تھے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ جیسی تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی کی اور جھوٹ کہنا کام اہل سنت کا ہے جیسے کہ نصر اللہ کابلی نے کہدیا کہ نہج السالکین
شیعوں کی کتاب ہے اور اُسمیں یہ لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ اُس کتاب کا وجود ہی دنیا میں نہیں ہے اور تاریخ آل عباس ایسی نہیں بلکہ جو روایت کہ اُسمیں ہے وہ روایت اور کتابوں میں بھی
اہل سنت کے پائی جاتی ہے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی کتابیں اس قسم کی ہیں کہ انکے مصنفوں کو فن حدیث اور فن تاریخ میں دستگاہ کامل اور تمیز صحیح و غلط ہرگز نہ تھی جیسے
معارج النبوت ہاں مدارج النبوت کا حوالہ اگر دیتے تو ہماری سر و چشم تھا لیکن ایسی معتبر کتابوں میں سے مولوی صاحب کے ہاتھوں میں کیا آتا اور بعضی کتابیں ایسی ہیں کہ ہر چند انکے مصنف
فن حدیث میں مہارت کامل اور مشق کماینبغی اور تبحر وافر رکھتے تھے جیسے شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ لیکن انہوں نے اپنی اُن کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب کے رقیمہ میں مندرج ہے
یہ التزام نہیں کیا کہ بجز روایات صحیحہ اور کچھ داخل نکرینگے بلکہ رطب و یابس بطور بیاض کے جمع کر لیا ہے جیسے جمع الجوامع کہ اسکا نام ہی اس بات پر شاہد ہے اور نیز اسکا حال شہرت علماء آفاق
ہے یا بغرض تفریق و تمیز صحیح و غلط جمع کیا ہے جیسے تفسیر در منثور اور علی ہذا القیاس موضوعات ابن جوزی کہ ان دونوں کتابوں میں اگرچہ ہر قسم کی مخالف موافق روایتیں پائی جاتی

ہیں لیکن اُن روایتوں کے ساتھ اُسمیں بھی ساتھ ہی لکھا ہوا ہے کہ یہ روایات غلط ہیں اور اسواسطے کیا ہے کہ کل کو مولوی عمار علی صاحب جیسے مکار دغاباز ان روایتوں کی بہروپ سے کسی سادہ لوح
کو دھوکہ نہ دیں شبہیں ہو اِسی غرض کے لئے متقدمین محدثین بھی ایسا کرتے ہیں چنانچہ ترمذی اور امام ابوداود اکثر جگہ لکھ جاتے ہیں **ھذا حدیث ضعیف** اور بعضی کتابیں
ایسی کمیاب ہیں کہ اگر مولوی عمار علی صاحب یوں فرمانے لگیں کہ اُسکی تمام روایتیں ہو بہو مطابق مذہب شیعہ اور اصول فروع شیعہ تھا جہاں اسکی روایات کے مطابق ہے تو وجہ
کمیابی اُن کتب کے مولوی صاحب کی کسی سے زبان نہ پکڑی جائے سچا تو خدا سے ڈرے جھوٹے کو کسکا ڈر اُسکی زبان کو تو لگام ہی نہیں ہوتا مگر ضمنا اس خط میں مولوی صاحب نے
کیا ہو وہ بھی کچھ کم نہیں اور انہوں نے کیا کیا **اقول** اگر بعضے علما کو فن حدیث میں مہارت کامل نہ تھی تو ہو لیکن انہوں نے اُن روایتوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے کہ جن روایتوں کو
متقدمین صحیح کرکے لکھ گئے تھے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ روایات غیر معتبرہ کو اپنی کتابوں میں وہ داخل کرتے اور ایسے ہی مدارج النبوۃ ہے اور معارج النبوت اور مدارج النبوت میں کچھ
فرق نہیں ہے دونو کے مصنف سنی معتبر ہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ ملا علی صاحب معارج النبوت کا مدارج النبوت کے مولف سے علم میں زیادہ تھا اور اس جگہ مدارج النبوت کو پسند کرتا ہے اور دوسری جگہ ہم اُسکے
مصنف کے قول کو ذکر کرینگے تو وہاں تامل میں کریگا اور اُسکو بھی ضعیف کہیگا اور بطور بیاض کے حدیث کی کتاب اول دفعہ میں لکھی جاتی ہے اور بعد اُسکے روایات میں تنقیح جاتی ہے اور تفسیر میں تو
نہیں ہوتی ہے اور نہ وہ بطور بیاض کے جمع ہوتی ہے جمع الجوامع اور موضوعات ابن جوزی کہ وہ احادیث کی کتابیں ہیں ایسی ہونگی اور تفسیر در منثور ہرگز ایسی نہیں ہے اسواسطے کہ تفسیر میں روایت
ضعیفہ نہیں لکھ سکتی اس وجہ سے کہ وہ راجع طرف تحریف قرآن کی ہوتی ہے اور مرگئے قول کو وبال جان ہے اسی مدلسیہ سے جو کچھ کہ اپنے نزدیک معتبر ہے وہ لکھی ہیں اور صاحب درمنثور کا دستور ہے کہ اگر کوئی
روایت ضعیف لکھتے ہیں تو بعد اُسکے یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے چنانچہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے تفسیر میں یہ روایت لکھی ہے کہ مراد اس اکمال دین سے خلافت علی ہے اور بعد اسکے لکھا ہے
کہ یہ روایت ضعیف ہے اور روایت ہبہ فدک کو لکھکر یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اُنکے نزدیک نہایت معتبر ہے اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے کہ بے سند
مکاری اور دغابازی سے ایک بات مہمل لکھ دی اور دیکھو مولوی عبدالعزیز صاحب تو لکھتے ہیں کہ یہ روایت تفسیر میں اہل سنت کی شیعوں نے ملحق کر دی ہے اور یہ لکھتا ہے کہ مثل بیاض
کے ہے کہ رطب و یابس سب ہیں سب ہے اگر سچ ہوتا تو دونو کی ایک بات ہوتی اور جب جھوٹ بولنا مقرر کیا تو پھر کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ اہل سنت
کی کتاب ہو بہو شیعوں کے موافق ہو اور اسکو کون کہیگا البتہ بعضی روایتیں اہل سنت کی کتابوں کی شیعوں کے مذہب کے موافق ہیں اور وہ کثرت سے پائی جاتی ہیں کمیاب نہیں ہیں اور
جو کچھ مولوی صاحب نے ضمیمہ میں اپنی درج فرمایا ہے سب حق ہے اور اہل سنت کی مشہور کتابوں میں موجود ہے اور مکار اور دغاباز اہل سنت ہیں کہ جو ایسی کتابوں کو کمیاب کہتے ہیں
قال الشیخ الاشعری یہ مکاریاں اور دغابازیاں تو میراث شیعہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرماتے ہیں کید بست و دوم آنکہ
مطاعن صحابہ و مسندات اہل سنت از کتب نادر الوجود کمیاب ایشاں نقل نمایند حالانکہ در آں کتب اثرے ازاں نباشد و نسبت آنکہ آں کتب پیش ہر کس و در ہر وقت
و ہر مکان موجود نمیشود اکثر ناظران در شبہہ و شک افتند و بخاطر شاں رسد کہ اگر ایں نقل صحیح باشد تطبیق در میان ایں و در روایات اہل سنت چہ قسم خواہد بود حالانکہ ایں بیچارہا
نمیدانند و در سر نیکنند و نمی فہمند کہ اگر بالفرض نقل صحیح ہم باشد محتاج تطبیق وقتے خواہیم باشد کہ ہر دو روایت در یک درجہ باشند در شہرت و صحت ماخذ و در صحت دلالت و کمیت رواۃ
و چوں ایں امور در آں نقل مخفی و مستور است مقابل روایات مشہورہ صحیحۃ المأخذ صریحۃ الدلالت چرا باید کرد و کتابہائے کہ ازاں فرقہ شیعہ برائے الزام اہل سنت نقل میکنند ہمہ ازیں
قبیل است کہ نادر الوجود کمیاب می باشند و علی تقدیر الوجدان مصنف آں کتب التزام صحت جمیع ما فیہا نکردہ اند بلکہ بطریق بیاض رطب و یابس در آں جمع نمودہ محتاج نظر ثانی
گزاشتہ اند از دیلمی صاحب کشف الغمہ و حلی صاحب الفین از ہمیں قبیل دفتر دفتر نقل کنند و بزعم خود گوی از میدان مناظرہ بردند و ابن طاؤس نیز در مولفات خود ازیں جنس
غرورہا برکردہ و باعتقاد خود اہل سنت را الزام دادہ انتہی کلامہ الشریف بہرحال جب ان بزرگواروں کی ایسی ایسی بزرگیاں بتجربہ معلوم ہوچکی ہوں تو پھر کتب کمیاب
کے حوالہ کا کیا اعتبار رہیگا اول تو یہی یقین کرنا چاہئے کہ ان کتب میں اصل سے ان روایات کا نام و نشان ہی نہیں لندابوں کی ترمتی ہوتی ہیں پھر تسیرا گر یہ کتابیں
بطور بیاض کے مجموعہ رطب و یابس میں انکے مصنفوں کو نظر ثانی کا اتفاق نہوا جو تخلیص کرکے صحیح صحیح روایتیں جدی کرکے باقیوں کو حذف کر دیتے یا لکھ جاتے کہ یہ روایتیں
موضوع ہیں یا ضعیف ہیں **اقول** مکار اور دغاباز تو اہل سنت ہیں کہ جو ان روایتوں کے مقدمہ میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں وہ سب سے زیادہ شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں کہ جو
ہیں جو در دعوں سے اپنی کتاب کو پر کرتے ہیں اور مطاعن صحابہ کو کتب نادر الوجود اور کمیاب سے کہتے ہیں تسند لمطاعن جواب باب مطاعن تحفہ کو دیکھنا چاہئے کہ مطاعن کو صحاح
ستہ اور جمع بین الصحیحین اور جامع الاصول و فتح الباری اور کرمانی اور مسند احمد بن حنبل و تفسیر بیضاوی اور تفسیر نیشاپوری اور تفسیر کبیر معالم التنزیل اور مدارک اور تاریخ طبری اور تاریخ
خمیس اور استیعاب و کنز العمال وغیرہ کتب مشہورہ احادیث اور تفاسیر اور تواریخ سے ثابت کیا ہے یا نہیں کیا ایسی کتابیں بھی نادر الوجود اور کمیاب ہیں اور جن روایتوں سے شیعوں نے
حجت پکڑی ہے وہ سب معتبر ہیں اور معتبر اور مشہور کتابوں میں موجود ہیں اور جو کچھ روایتوں کے عذر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں سب بیجا ہے اور قبیل ہذیانات سے ہے اور اگر بعضی کتاب میں مطلع رطب و یابس کے ہوا

کیا ہوتا ہے ہمکو حجت پکڑنیکے واسطے کفایت کرتے ہیں کہ سنیوں کی کتابوں میں ہے اور راوی بھی انکے سنی ہیں اور تقیہ کا انمیں وہم بھی نہیں ہے کہ یہ قول اُسکو مذموم جانتے ہیں اور صحت تو اربلی صاحب کشف الغمہ
اور علامہ حلی علیہما الرحمہ نے یہ روایتیں لکھی تھیں اُسوقت کتابیں اُن روایتوں کی مشہور ہونگی اور یہ کتابیں اگر ہندوستان میں مشہور نہوں تو کیا ضرور ہے کہ اُس ملک میں بھی مشہور نہوں اہل سنت
کو اُنکی کتابوں سے الزام دینا ثابت ہے اور اب ہندوستان میں تو شیعہ اُن کتابوں سے سنیوں پر حجت پکڑتے ہیں کہ جو بہت مشہور ہیں اور ہندوستان میں موجود ہیں اور یہ شیخ عجیب و غریب گفتگو کرتا ہے
کبھی تو کہتا ہے کہ ان روایتوں کا اُن کتابوں میں نام و نشان نہیں ہے اور پھر کبھی کہتا ہے کہ وہ کتابیں بطور بیاض کے ہیں یہاں اُن روایتوں کا اقرار کرتا ہے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ ہے اگر
راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا اس گفتگو سے یقین ثابت ہو گیا کہ یہ روایتیں موجود ہیں اور معتبر ہیں لیکن احتمالات بے سروپا ایجاد کرکے عذر نامعقول پیش لاتا ہے اور اربلی کو اردبیلی لکھا ہے غلطی سے یہ
لفظ اردبیلی نہیں ہے بلکہ اربلی ہے اور اردبیلی وہ لوگ ہیں کہ جو اردبیل میں رہتے ہیں اور یہ غلطی اس شیخ ہی کی نہیں ہے بلکہ شاہ عبد العزیز صاحب کی ہے اور اس نے اُنکی پیروی سے اردبیلی لکھا ہے

قال الشیخ الاشعری معہذا مولوی صاحب نے بعضے ایسے کتابوں کا حوالہ لکھ دیا ہے نہ اُن کتابوں کو کوئی جانے نہ اُسکے مصنف کو کوئی پہچانے جیسے تاریخ آل عباس پھر جرات تو دیکھو کس دلیری
سے کہتے ہیں کہ تاریخ آل عباس اہل سنت کی معتبر کتابوں میں سے ہے بہر تقدیر اُس کتاب میں یہ روایت بھی ہے تو واقدی کی روایت ہے جنکی جھوٹی تو جھوٹی سچی بات بھی جھوٹی سمجھی جاتی ہے انکی
تعریف میں جو کچھ محدثین نے لکھا ہے دیکھئے مشتے نظر کرتا ہوں مجمع البحار میں امام نسائی کے حوالہ سے جو فن حدیث میں امام ہیں اور اُنکی کتاب منجملہ صحاح ستہ ہے یوں لکھا ہے کہ امام نسائی نے
فرمایا ہے کہ ایسے کذاب کہ جو حدیثوں کے بنانے میں معروف ہوں چار ہیں ابن ابی یحیی مدینہ میں واقدی بغداد میں مقاتل بن سلیمان خراسان میں محمد بن سعید مصلوب شام میں اور پھر نیز لے
شرح الشفا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ واقدی کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے بعد ازاں امام شافعی کا قول واقدی کی شان میں مقاصد حسنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ واقدی کی کتابیں جھوٹی ہیں اب کوئی صاحب
انصاف فرمائیں کہ جب تاریخ آل عباس کا تو یہ حال ہو کہ علماء اہل سنت میں سے کوئی اُسے جانتا ہی نہیں اور پھر اُنکے راوی ایسے نور علی نور وزیری جنہیں شہر یار جنہیں پھر اہل سنت کیونکر ان
روایت پر اعتماد کریں اگر شیعوں کی طرح سنیوں کو دین کا جھوٹ پر دارمدار ہوتا تو البتہ مضایقہ تھا سو ایسی کتابوں کا نا واقفان اہل سنت کے سامنے حوالہ دینا کمال بدیانتی اور دغابازی اور
بیحیائی کی بات ہے اہل فہم پر مثل آفتاب روشن ہے کہ یہ کتاب اگر ہے بھی تو کسی شیعہ دغاباز کی تصنیف ہے پر اس دغاباز کا حوصلہ مولوی صاحب کا تو معلوم نہیں ہے تاہم البتہ کسی ہمارے الیسنت
کے کرتوت ہیں اس استعداد اور اس سلیقہ پر کہ ماموں عباسی کے نام پر لفظ رشید بھی بڑھا دیا یہ فتنہ گری ممکن معلوم نہیں ہوتی کیونکہ عیب انکو ہنر چاہئے فلک کا مونہہ نہیں اس فتنہ کے اٹھانے
شگر ایک تیر لگانا ہی زمانہ کا ہے سبحان اللہ مولوی صاحب کے اس تبحر اور اس علم و فضول پر کہ اب تک یہ بھی نہیں جانتے ملقب برشید ہارون تھا یا ماموں تھا در بارہ غصب فدک یہ یقین ہو گیا ہے
کہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا شاید آپکو اتنا یقین نہوا ہو تنہائی میں سینوں پر یہ جوش و خروش ہیں کہ جامہ سے باہر نکلے جاتے ہیں **اقول** یہ شیخ
ایک امر کو کئی مرتبہ لکھ کر کتاب کو بڑھاتا ہے اور تاریخ آل عباس کا حال تو ہم بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ کتاب کسی سنی دغاباز کی ہے اور اگر اس شیخ نے اُسکو دیکھا نہیں ہے یا سنا نہیں ہے تو اس پر زعم نہیں
آتا ہے اس لئے کہ کسی اور نے بھی اُسکو نہ دیکھا ہو اور روایت ہبہ فدک کا ہونا منحصر اُسی پر نہیں ہے اُس سے سوا اور پانچ چھ کتابوں میں ہے اصل راوی اسکا کچھ ایک واقدی نہیں ہے اُسکے سوا اور بھی راوی
اس روایت کے ہیں کہ ہر ایک کتاب میں راوی علیحدہ کا نام لکھا ہے اور واقدی کو یہ شیخ کاذب لکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ علماء اہل سنت نے اُسکی توثیق کی ہے چنانچہ خطبہ استیعاب میں اُسکی
توثیق موجود ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اُسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہے چنانچہ روایت حدیث غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ روایت نکردہ اند آنرا از اہل حفظ و اتقان
کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور صاحب مجمع البحار کا قول محدث دہلوی کے قول کے برابر ہوگا کہ اُسنے نسائی کے قول
کا حوالہ دیا ہے اور نہ شارح شفا کا ایسا قول ہے اور اگر نسائی کے قول کا اعتبار ہے تو اُسکے اس قول کو بھی معتبر جانو کہ اُسنے لکھا ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی روایت نہیں ہے البتہ یہ روایت تو ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ نہ پر کرے خدا اُسکی شکم کو چنانچہ وفیات الاعیان میں لکھا ہے اور امام شافعی تو تمہارے ابو حنیفہ کو بھی جھوٹا کہتے تھے دیکھو تفسیر کبیر میں جابجا ابو حنیفہ پر اور اُسکے مذہب پر طعن اور
تشنیع لکھی ہے اور تم اُسکی پیروی کرتے ہو اور ہم لکھ چکے ہیں کہ سوا تاریخ آل عباس کے اور کتابوں میں بھی ہے اہل سنت کو سوائے تسلیم اس روایت کے اور کوئی مفر نہیں ہے ہر چند تاویلیں کریں اور جھوٹ
پر مدار تو اہل سنت کے مذہب کا ہے شاہ عبد العزیز صاحب نے صد ہا دروغ تحفہ میں لکھ کر اپنے مذہب کی منی خفت کر رکھی ہے اور بے حیا اور دغاباز اور الیسنت تو تو ہے کہ ایسی ظاہر روایتوں کی تکذیب کرتا ہے
بر رعایت ابو بکر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام جگر گوشہ رسول خدا کا حق مٹانیکو اور اس معصومہ کے جھوٹا ثابت کرنیکو کہ اُس معصومہ نے دعوی ہبہ کا ابو بکر سے کیا تھا اور ہم کیونکر یقین نکریں اس روایت کا جبکہ
فریقین میں روایت منقول ہو اور ماموں کو رشید لکھنے میں کیا قباحت ہے کہ تو اسقدر بیہودہ بکتا ہے کیا ماموں ہارون رشید کا بیٹا نتھا اور باپ کا لقب بیٹے کے واسطے لکھا تو کیا خلاف
محاورہ کیا اکثر باپ کا لقب بیٹے کے واسطے بولتے ہیں اور تجھے اپنی کتابوں کی اور اپنی علماء کی تحریر کی تو خبر ہی نہیں ہے اور شیعوں کا جواب لکھنے کو تیار ہوتا ہے دیکھ تیرے علماء بھی ماموں کو رشید لکھتے
ہیں چنانچہ جامع الاصول میں صاحب جامع الاصول اختلاف مذاہب کے ذکر میں لکھتے ہیں فاما من کان علی راس المائۃ الثانیۃ فمن اولی الامر المامون بن الرشید ومن الفقہاء الشافعی والحسن
اور مولوی صاحب کیا جامہ سے نکلے ہیں اہل سنت کی کتابوں کی روایتیں اُنہوں نے نقل کر دی ہیں اور کسیکی مذمت نہیں لکھی ہے اور جامہ سے تو تو نکلا پڑتا ہے کہ برابر مذمت کرتا ہوا اور

یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہے لیکن اسکا ہمکو کچھ رنج نہیں ہے اسواسطے کہ تیرا پیر و مرشد معاویہ تیرے دادا علی بن ابیطالب کو گالیاں بکا کرتا تھا تو جو کچھ کرے وہ تھوڑا ہے اپنے دادا کی پیروی ہے **قال الشیخ الاشعری** کوئی مولوی صاحب کچھ کہتا ہی تو ہم مولوی صاحب کو یہ ساری مراتب سمجھا کر اتنا اور سمجھائیں کہ اگر ہم ان سب مراتب سے درگذریں تو ہمیں ابھی اور بہت گنجائش باقی ہے کیونکہ اول تو آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ جو سورہ حشر میں واقع ہے اس بات پر شاہد ہے کہ قریہ فدک جو بالاتفاق از قسم فئ تھا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ بحث میراث میں جو حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ سے متعلق ہے معلوم ہو جائیگا پھر ہبہ ہونیکی کونسی صورت ہے جو روایت ہبہ فدک کو صحیح سمجھئے بلکہ بالیقین غلط ہوگی کیونکہ اس صورت میں روایت ہبہ کلام اللہ کی مخالفت ہو وہ بالاجماع بالیقین غلط ہے **اقول** تو ابوبکر کی تکذیب کرتا ہے کہ جو کہتا ہے کہ فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نتھا اسواسطے کہ ابوبکر نے تو فدک کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک مقرر کرکے نحن معاشر الانبیاء کی روایت گھڑی تھی پھر تو خلیفہ صاحب کو جھوٹا جانتے تھے تو نے بھی انکو جھوٹا سمجھا اور جو کچھ تو بعد اسکے اس مقدمہ میں لکھیگا ہم اسکو رد کرینگے اور یہ روایت ہرگز مخالف کلام اللہ کے نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** معہذا مشہور کتابوں میں جو تمام علماء کے دستمال رہتے ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں موجود ہیں کہ وہ فدک کے ہبہ ہونے پر ایسی واضح دلالت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب نے جو روایتیں اپنی صحیفہ میں سندیح فرمائی ہیں وہ فدک کی ہبہ ہونے پر اتنی دلالت نہیں کرتیں اُن روایتوں کی شہرت اور صحت اور صراحت دلالت کو چھوڑکر ایسا کون نادان ہوگا کہ مولوی صاحب کی ان ہذیانات پر کان لگائیگا اور سوا مولوی صاحب ایسا کون ہے کہ ان افسانہائے بے سند پر تکیہ جمائیگا اگر باور نہو تو ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ شریف جو مشہور کتب اہل سنت ہے اسمیں روایت موجود ہے ابوداود کی روایت ہے حضرت مغیرہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مروانیوں کو جمع کیا اور یہ کہا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر رض عمل فیہا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حیوتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عمل فیہا بما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبدالعزیز فرأیت امرا منعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشہدکم انی رددتہا علی ما کانت یعنی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر ماحصل اسکا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فدک تھا سو اُسمیں سے خرچ کیا کرتے تھے اور دیتے رہتے تھے اور بنی ہاشم میں کی بیشوہر عورتوں کے نکاح اُس مال میں سے کرا دیا کرتے تھے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے یہ درخواست کی کہ فدک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو عنایت فرماویں اور ہبہ کردیں سو آپنے اسبات سے انکار فرمایا اور بدستور مذکور اسیطرح آپ اُس میں سے تا دم واپسیں خرچ فرماتے رہے یہانتک کہ آپ اس عالم سے تشریف لیگئے بعد میں جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی ویسا ہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی واصل بحق ہوئے پھر جب حضرت عمر والی ہوئے تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے موافق عمل کرتے رہے یہانتک کہ وہ بھی چلدیئے پھر جب مروان کا اپنے وقت میں قابو چڑھا تو اُس نے اُسی اپنی جاگیر کرلیا پھر رفتہ رفتہ مجھتک نوبت پہنچی اور یہ چیز میرے قبضہ میں آئی سو میری رائے میں یوں آتا ہے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو نہ دی ہو مجھے سزاوار نہیں اور میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فدک کو اُسی انداز پر کردیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رض کے زمانہ میں تھا فقط یہانتک حاصل مطلب روایت تھا اب اول تو غرض یہ ہے کہ اس روایت میں جو بعد حضرت عمر کے ذکر کے مروان کی جاگیر بنالینی ذکر ہے تو مولوی صاحب کو تو انکا ہمرنگ ہمسنگ یہ نسبت چاہئے کہ حضرت عمر کے بعد متصل ہی فدک پر اسکا قبض و تصرف ہوگیا تھا بلکہ یہاں قصہ کو مختصر کرکے یوں کہدیا ہے کہ انجام کار مروان کے قبض و تصرف میں آگیا ورنہ باتفاق اہل تواریخ حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی بدستور سابق ہی رہا اور قصہ کے مختصر کرنیکی بڑی دلیل یہ ہے اول تو لفظ اقطعہا اسبات کو تقاضا کرتا ہے کہ کسیکا دیا ہوا ہے اپنی خلافت میں کیا چنانچہ عربی داں جانتے ہیں کہ اقطاع کے معنی جاگیر کردینے کے ہیں سو جاگیر کردینیکا اختیار بجز خلیفہ اور کسیکو نہیں ہے تا دوسرا اگر قصہ مختصر نہو تو یہ معنی ہوں کہ بعد حضرت عمر کے متصل ہی مروان قابض ہوگیا اور علی الاتصال قابض رہا پھر بعد اُسکے متصل ہی حضرت عمر بن العزیز کے قبضہ میں آگیا سو واقفان فن تاریخ پر روشن ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بعد حضرت عمر کے حضرت عثمان کے اختیار میں تھا اور انکے بعد باتفاق شیعہ و سنی حضرت علی کے اختیار میں تھا پھر جب کبھی مروان کا زمانہ ہوا تو البتہ اُس نے اُسکو اپنی جاگیر کرلیا پھر اسکے مرنیکے بعد کئی خلیفہ ہوئے اُنکے بعد پھر کہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی.. نوبت آئی اور یہ قصہ کا مختصر کرنا کلام اللہ میں بیسیوں جا موجود ہے حضرت موسیٰ و حضرت یوسف کے قصہ کو ملاحظہ فرمادیکھیں بہرحال قصہ مختصر ہے باجماع اہل سیر و تواریخ و علماء۔ حدیث ثابت اور متحقق ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ نبوی حضرت عمر کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا پھر حضرت علی ہی کا قبضہ رہا حضرت عباس کا دخل اُٹھ گیا حضرت علی کے بعد حضرت حسن حضرت حسن کے بعد حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین اور حسن بن حسن کا قبضہ رہا اسکے بعد زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا قبضہ رہا رضی اللہ عنہم اجمعین یہانتک تو انکا بھی خرچ بدستور رہا ان سب کے بعد مروان کے پنجوں میں پھنس گیا یہانتک کہ نوبت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آئی انہوں نے بسبب کمال عدل کے پھر بدستور قدیم کردیا **اقول**

یہ روایت ساختہ و پرداختہ دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ہے جو تمہارے لکھی ہے اسکو تم اپنے گھر میں رہنے دو کہ یہ روایت کہ تمہاری کتاب کی ہے ہم پر حجت نہیں ہو سکتی بڑی بے حیائی اور
بددیانتی کی بات ہے ایسی روایت موضوعہ شیعہ کے مقابلہ میں سنانا تمہاری روایت تم پر حجت ہو سکتی ہے اور ہم پر ہرگز حجت نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ایک کتاب کی ہے اسقدر کتابوں کا مقابلہ
کیونکر کر سکتی جسوقت کہ علماء کثیر نے روایت دعوی فدک کو اپنی کتابوں میں لکھا ہو چنانچہ مغنی قاضی القضاۃ اور ملل نحل اور معجم البلدان اور تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول امام رازی
اور فصل الخطاب محمد پارسا اور مواقف اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور جواہر العقدین اور حاشیہ صلاح الدین رومی و شرح عقاید نسفی اور برہان قاطع اور مقصد اقصی اور معارج النبوت
اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور ریاض النضرۃ اور سوائے اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا اسقدر علماء کی شہادت دعوی ہبہ میں معتبر ہو
یا ایک روایت مشکوۃ کے سراسر موضوع کے اسمیں آتی ہے اسواسطے کہ جسوقت کہ ... اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ روایت کہ جو ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں لکھی
ہے اور وہ یہ ہے فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ کانت اول ظلامۃ ردھا دعا الحسن بن الحسن بن علی بن ابیطالب وقیل بل دعا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب فدفعها الیہ
فکانت بید اولاد فاطمہ یعنی جسوقت والی ہوا عمر بن عبد العزیز خلافت کا تو پہلی دادخواہی یعنی پہلا حق کہ رد کیا اسکو بلایا حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب کو اور کہا گیا ہے کہ بلکہ بلایا
محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کو پس دفع کیا اسکو طرف اسکے پس تھا وہ اولاد فاطمہ کے ہاتھ میں سو فدک اسنے حق اولاد فاطمہ کا جانکر اولاد فاطمہ کو دیا یا حق کل بنی ہاشم کا تھا
اور ان سب پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف کرتے تھے تو تنہا فاطمہ زہرا علیہا السلام سب حق کو کاہیکو طلب کرتی اور راویوں میں بھی اس روایت کے خلل ہے اسواسطے کہ ابوداؤد
نے جن راویوں سے روایت کی ہے اول ان میں عبداللہ بن الجراح ہے اور دوسرا جریر ہے اور اسنے مغیرہ سے روایت کی ہے اور عبداللہ بن الجراح جو کہ راوی اول ہے وہ کثیر الخطا ہے چنانچہ
ذہبی نے حاشیہ کاشف میں لکھا ہے وقال ابو حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر راوی دوم ہے وہ سوء حفظ کیطرف منسوب تھا چنانچہ میزان ذہبی میں ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے
پس جسوقت کہ حال اس روایت کے راویوں کا ایسا ہو تو وہ کیونکر معتبر ہو مقابلہ میں اس روایت کے کہ جسکو جم غفیر نے لکھا ہے اور شہرت اور اعتبار میں صحیح بخاری سے زیادہ نہیں ہے مشکوۃ اور قریب قریب کلام اللہ
کے بھی زیادہ صحیح بخاری ہی ہے اہل سنت کے نزدیک کہ وہ اسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس جسقدر کہ وہ اکاذیب اور ضعاف کو شامل ہو جیسا کہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین
اور اثارۃ الغین میں لکھا ہے تو بیچاری مشکوۃ کی کیا حقیقت ہے اور اسکے روایتوں کے موضوع اور کاذب ہونے میں کیا شبہ ہے اور اگر ایسے ہی اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہے مشکوۃ اور بہت
مشہور ہے تو چاہیئے کہ اسکی سب ہی روایتیں معتبر اور صحیح ہوں و گنجایش تاویل کی انمیں نہو بقول شاہ عبد العزیز صاحب کے عمل قرآن اور حدیث کے ظاہر پر کرنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں
کہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جناب عایشہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن کو مجھسے مباشرت کیا کرتے تھے اور عمر کے فضائل میں لکھا ہے کہ جناب
رسولخدا صلعم اپنی زوجہ عایشہ کو حبشیوں کا ناچ دکھانے کو لیکے اور اپنی بغل میں کھڑا کرکے اسکو ناچ دکھلایا کہ وہ شانہ پر سے مونہہ نکالکر ان حبشیوں نامحرموں شہدوں کا تماشا دیکھتی
تھی اور جسوقت کہ حضرت سے کہتی تھی کہ میں ابھی سیر نہیں ہوئی ہوں ناچ دیکھنے سے تو حضرت فرماتے تھے ان حبشیوں کو کہ ناچے جاؤ ابھی حمیرا تمہارا تماشا دیکھتی ہے اگر یہ روایتیں صحیح اور
واقعی ہیں تو بڑی بے دینی اور بے ایمانی کی بات ہے اور بڑی تہمت ہے رسولخدا صلعم پر کہ ماہ رمضان میں دن کو اپنی زوجہ سے مباشرت کریں اور بڑی بے غیرت اور بے شرم اور
بے حیا تھی عایشہ کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے بیان کرے کہ رسولخدا مجھسے یوں یوں کیا کرتے تھے اور ایسے ہی اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر نامحرموں کا ناچ دکھلانا یہ بھی بڑا
افترا ہے اس جناب پہ ہے اسواسطے کہ یہ فعل بڑا ذلیل اور رذیل ہے کہ جسکو خاکروب اور چمار بھی منظور نکرے چہ جائیکہ پیغمبر عظیم الشان افضل المخلوقات پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں روایتیں دروغ
ہیں اور عایشہ پر تہمت کی ہے جس شخص نے کہ ایسی روایت بے غیرتی کی عایشہ کیطرف منسوب کی ہے کہ وہ کہتی تھی کہ ماہ رمضان میں رسول خدا صلعم دن کو مجھسے یوں یوں کیا کرتے تھے اور
جب یہ روایتیں جھوٹی ہوں تو وہ روایت عمر بن عبد العزیز کی بھی جھوٹی ہو گی کہ ابوبکر کی خاطر سے یہ روایت بنائی ہے اور کیونکر جھوٹی نہو کہ ایک جماعت کثیر کی روایت کے برخلاف ہے
اور اس جماعت کی روایت تو نہایت معتبر اور صحیح ہے کہ انکی کتابیں بطور بیاض کے نہیں ہیں جیسے کہ احادیث کی کتابیں ہوتی ہیں انہوں نے تو اپنی کتابوں میں وہ ہی روایت لکھی ہے
کہ جسکو محدثین نے صحیح اور معتبر قرار دیا ہے اور مشکوۃ حدیث کی کتاب ہے اسمیں رطب یابس سب کچھ ہے پس اس ایک روایت سے کہ سراسر موضوع ہے عدم ہبہ ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم تو
کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماہ رمضان میں دن میں اپنی کسی زوجہ سے کبھی مباشرت نہیں کرتے تھے اور نہ اپنی زوجہ کو بغل میں لیکر حبشیوں کا ناچ دکھلاتے تھے اور اگر
تم اسکے جواب میں کہو کہ مشہور کتابوں میں جو کہ دستمال تمام علماء کے رہتی ہیں اور اعتبار میں قریب قریب کلام اللہ کے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ جو مباشرت اور ناچ دکھلانے پر ایسی واضح الدلالت
ہیں کہ جو تم بیان کرتے ہو عدم مباشرت اور عدم ارادت رقص کو ایسی دلالت نہیں کرتی اور مشکوۃ شریف جیسا شہرہ کتب اہل سنت ہے اسمیں یہ روایت موجود ہے سو یہ تمہارا ہی ایمان ہے
کہ جو تمہارا گمان جناب رسولخدا اور عایشہ کیطرف ایسا ہے اور مولوی صاحب کے ارشاد کو جو تو ہذیانات کہتا ہے کیا مضائقہ ہے اور کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تیرے پیر و مرشد عمر بن خطاب نے
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کو ہذیان کہا تھا جسوقت حضرت نے دوات و قلم طلب کیا تھا اگر تو عمر کی پیروی سے ان حضرت کی اولاد میں سے کسیکو کہے کہ یہ ہذیان بولتا ہے تو اسکا

تعجب نہیں ہے اور اس روایت میں جو لکھا ہے کہ کانت لہ فدک فکان ینفق منہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک جناب رسولخدا صلعم کی ملک تھا اور بنی ہاشم پر اسکو تقسیم کرتے تھے دلالت کرتا ہے اسپر کہ لام
لہ کا جو واسطے تخصیص کے ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ ثم اقطعہا مروان سو مروان نے خود تو قطیعہ اور جاگیر نہ بنایا بعد میں کیا تھا موافق
روایات اہل سنت کے اور پہلے تو عثمان نے ہی اپنی خلافت میں فدک مروان کو دیا تھا اور اسکے ساتھ اسکو مخصوص کیا تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شرح حدیث فدک میں ایک
عبارت لکھی ہے مثل روایت عمر بن عبد العزیز کے اور اسمیں ہے کہ ثم اقطعہا مروان یعنی فی ایام عثمان یعنی پھر قطیعہ کیا اسکو مروان نے یعنی بیچ زمانہ عثمان کے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ قال الخطابی
انما اقطع عثمان فدک لمروان لانہ تاول ان الذی یختص بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون للخلیفۃ بعدہ یعنی کہا خطابی نے جز این نیست رجاگیر کردیا عثمان نے فدک کو واسطے مروان کے
اسواسطے کہ تاویل کی اس نے کہ تحقیق جو چیز کہ خاص ہوتی ہے ساتھ پیغمبر صلعم کے ہوتی ہے وہ واسطے خلیفہ کے جو بعد آتے ہیں اور یہی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کو قطیعہ کردیا
تھا اور شرح موطا میں بھی ملا علی قاری نے یہی لکھا ہے کہ عثمان نے مختص کردیا فدک کو واسطے مروان کے اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح تھی اور فدک
مال سب فقراء مومنین کا تھا تو عثمان نے اسکو مروان کے واسطے کیسے خاص کردیا وہ تو جمیع فقراء کا حق تھا افسوس ہے کہ عثمان نے تو اپنی قرابت کا پاس کرکے مروان کو فدک دیا اور ابوبکر نے ملاحظہ
قرابت رسول مقبول کا نکیا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فدک سے محروم رکھا اور اگر عثمان کو اختیار تھا کہ فدک جسکو چاہے دیوے تو ابوبکر کو بھی اختیار تھا اگر چاہتا فاطمہ کو دے ڈالتا اور اگر ابوبکر کو مثل
عثمان کے اختیار نتھا تو برعایت قرابت رسولخدا صلعم کہ وہ ان حضرت کی جگر گوشہ تھیں مسلمانوں ہی سے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے واسطے بحل کروالیتا جیسا کہ جناب رسولخدا صلعم نے قلادۂ زینب
بنت خدیجہ کبری کا سب مسلمانوں سے معاف کرالیا تھا یقین ہے کہ بپاس خاطر اور محبت رسولخدا صلعم کوئی مسلمان عمل کرنے فاطمہ سے انکار نکرتا اور بطیب خاطر فدک کے محاصل سے دست بردار
ہوجاتے اور ابوبکر اس تہمت سے بری بھی ہوجاتا لیکن ابوبکر کو تو منظور ہی نتھا کہ حضرت فاطمہ فدک سے متمتع ہوں اور نہ بحل کرنیکی مثل زینب کے لیاقت رکھتی تھیں ابوبکر کے نزدیک اور بعد عثمان کے علی کے
تصرف میں آکر فدک آیا اور مثل سابق کی اسمیں عملدرآمد کرتے رہے اس جہت سے کہ جتنے امور تھے سب بے دستور تھے اور بعد رسولخدا صلعم کے جو کچھ تغیر اور تبدل ہوگیا اسمیں کسی طرح سے حضرت
علی دست انداز نہوئے منتظر تھے کہ خلافت کو میری استقلال ہوجاوے اور سب مسلمان میرے متفق ہوجائیں تو میں کچھ کروں لیکن دشمنوں نے مہلت ندی مسلمان ہی آپس میں لڑتے رہے یہانتک کہ اس
دار فانی سے رحلت کرگئے اور فدک کا حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں ہونا عمر کی خلافت میں ثابت نہیں ہے بلکہ غلط ہے اور اگر انکے قبضہ میں ہوتا تو عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی فدک کا کیوں
کرتے اور عمر انکو کیوں کہتے کہ تم دونوں مجھکو کاذب و خائن و غادر و آثم جانتے ہو اور ابوبکر کو بھی ایسا ہی جانتے تھے اور جو کچھ کہ بعد اسکے لکھا ہے وہ بھی ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ مخالف تحریر اہل تواریخ ہے
چنانچہ شرح مقاصد میں محقق تفتازانی لکھتے ہیں کہ مذکور کتب تواریخ میں ہے کہ فدک جس طرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا بعد اسکے مروان نے اسکو قطیعہ کیا اور مروان نے اپنے بیٹے عبد العزیز
اور عبد الملک کو ہبہ کیا بعد اسکے جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو ہبہ کیا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے پس سارے کا سارا فدک ولید کے پاس ہوگیا
بعد اسکے عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایام خلافت میں رد کیا فدک کو اسی حال کو کہ جیسے پہلے تھا اور بعد اسکے سال دو سو دس میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ پر رد کردے
اس نے مرفوع کیا اسکو طرف محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کی الخ **قال الشیخ الاشعری** جب یہ گزارش
ہوچکی تو اب یہ التماس ہے کہ مشکوۃ تو شہرۂ آفاق ہی ہے اور صحاح ستہ میں سے ہے تو جو روایت کہ ایسی کتابوں میں ہو اسکی صحت اور شہرت کو خیال کرنا چاہیے کہ کسقدر اور کس مرتبہ کو ہوگی معہذا
یہ روایت کتنی صاف اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ تا دم واپسیں فدک جناب سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات کے قبضہ میں رہا اور باوجود استدعا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
کے آپنے انکو فدک عنایت نفرمایا بلکہ جیسے حکیم بیمار دار بیمار کو ان چیزوں کے دینے سے انکار کیا کرتا ہے جو اسکو خلل کریں ایسے ہی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاصۂ اہل بیت کے فدک دینے سے
جو مال دنیا تھا انکار فرمایا اور کیونکر انکار نفرماتے آیہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا جسکا حاصل ہے کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اہل بیت کو تم سے ناپاکی دور کرے اور انکو
خوب پاک کردے اسی امر دنیا ہی کی طلبگاری کی مقدمہ میں نازل ہوئی ہے بہرحال یہ روایت فدک کے ہبہ نہونے پر مثل آفتاب کے روشن دلالت کرتی ہے اور وہ روایت جو بزعم شیعہ دستاویز ہبہ ہے ہبہ
ہونے پر صراحۃ دلالت نہیں کرتی کیونکہ عربی کی روایت میں جسکا ترجمہ مولوی صاحب نے زیب رقم فرمایا ہے لفظ اعطا ہے سو یہ لفظ عام ہے ہبہ میں بھی بولا جاتا ہے اور عاریت میں بھی
استعمال کرتے ہیں سر مو تفاوت نہیں دونوں موقعوں میں بلا تفاوت بولتے ہیں اور بڑی دلیل اسکے عموم کی یہ ہے کہ اعطا کا ترجمہ ہندی زبان میں دینا ہے سو سب جانتے ہیں اکثر اوقات عاریت کو بھی کہا
کرتے ہیں کہ فلانی چیز فلانے شخص کو دی ہے یا نے رکھی ہے القصہ لفظ اعطا سے ہبہ ثابت نہیں ہوسکتا **اقول** پہلے اس سے گزر چکا ہے کہ روایت مشکوۃ کی موضوع اور جعلی دشمنان فاطمہ زہرا
علیہا السلام نے وضع کی ہے اگر مشکوۃ کو شہرت ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی تو یہ کوئی اصل نہیں ہے کہ اسکی سب روایتیں بھی درست ہوں اور اگر یہی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ
کافی جو بہت مشہور کتاب ہے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے خلفاء ثلاثہ کو ہمارے بزرگوں کے حقوق کو غاصب کہا ہے تم ہمسے مشکوۃ کی روایت کے صدق کا اقرار کرواتے ہو
تو تم کافی کی روایت کے صدق کا اقرار کرو اور صواعق محرقہ تو مشکوۃ سے بھی زیادہ مشہور ہے اسمیں معاویہ کو لکھا ہے کہ خلیفہ حق و امام صدق ہے کیا تم نہیں لگوگے کہ معاویہ کو خلیفہ حق جاننا چاہیے ہماری

کتاب کی روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی اور اس سے ہمارا یہ اعتراض کا جواب نہیں ہو سکتا اور آیۂ انما یرید اللہ کے خوب معنی تراشے ہیں کہ جو کسی تفسیر میں نہیں ہیں مفسرین تو مراد رجس کے لفظ سے معاصی لیتے ہیں اور یہ شیخ مال دنیا مراد لیتا ہے اور کوئی پوچھے کہ مال میں کیا قباحت ہے جب کہ راہ خدا میں صرف کیا جائے اور محتاجوں کی اس سے خبر لی جائے بلکہ وہ تو افضل العبادات ہے اور حضرت زہرا اور جناب امیر علیہما السلام کا تو یہی حال تھا کہ جو کچھ انکے پاس ہوتا تھا اسکو راہ خدا میں صرف کر کے فقیر ہو جاتے تھے چنانچہ مشہور ہے کہ چادر کو فاطمہ علیہا السلام کے پیوند لگا کرتے تھے ایسے شخصوں کے پاس مال کا آنا بہت مناسب اور افضل ہے اور جیسی کہ یہ ایک روایت موضوع مشکوٰۃ کی ہے ایسے ہی ہماری کتابوں میں بہت روایتیں ہیں کہ وہ فدک کو بخشش پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایات معتبر اور صحیح ہیں اور مثل آفتاب کے بخشش پر دلالت کرتے ہیں ہبہ پر اور وہ روایت کہ جو مشکوٰۃ میں ہے وضعی اور بنائی ہوئی ہے اور لفظ اعطا کا اگرچہ دینے کے معنی میں ہے لیکن ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے اور فتاوی حمادیہ اور شرح وقایہ سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ کی جگہ اعطاء کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اور منتخب اللغات میں ہبہ کے معنی بھی دینے اور بخشنے کے لکھے ہیں یہ دونوں لفظ مرادف سے ہیں اور اعطاء کا لفظ عاریۃ کے واسطے بھی بولا جاتا ہے لیکن قرینہ کو دیکھنا چاہئے کہ کس پر دلالت کرتا ہے حضرت جبرئیل نے جو جناب سرور کائنات سے کہا تھا کہ فاطمہ کو فدک دیدو کیا عاریۃ دینے کو کہا تھا اگر عاریۃ دینے کو کہا تھا تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ہبہ و نحلہ کا دعوی ابو بکر سے کس واسطے کیا تھا عاریۃ کا دعوی کیا تھا اور اگر عاریۃ ہوتا تو ابو بکر جواب میں دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہتے کہ تیرے پاس مستعار تھا اب میں اسکو تجھ سے واپس کرتا ہوں گواہ کیوں طلب کرتے حضرت فاطمہ سے بخشش کے پس معلوم ہوا کہ یہاں اعطاء کے لفظ سے ہبہ مراد ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اب روایت مشکوٰۃ کو تو ایک طرف دھر دیجئے اور اس روایت کو جو مولوی صاحب نے درج صحیفہ شریفہ فرمایا ہے ایک طرف رکھئے اور پھر اسکی صحت اور شہرت اور صراحت دلالت کو اس روایت کے ضعف اور انحصار اور عدم دلالت مقصود سے موازنہ فرمائیے اور پھر فرمائیے کس طرف پلہ جھکتا ہے سو اگر مولوی صاحب عقل کو کار فرمائیں گے تو مبنی اسباب کو تسلیم فرمائینگے کہ واقعی قابل اطمینان اور لائق اعتماد روایت مشکوٰۃ ہی ہے **اقول** مشکوٰۃ کو تو البتہ شہرت ہے کہ وہ ایک کتاب احادیث کی ہے اہل سنت کے مذہب میں اور اس روایت کو نہ شہرت ہے اور نہ صحت ہے اسمیں بلکہ ایک روایت موضوع ہے اور جب روایت کا بنانا ہی ٹھہرا تو اپنی مرضی اور مطلب کے موافق بنائی تا کہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرے اور مولوی صاحب کو کیا غرض ہے کہ ایسی جھوٹی روایت مشکوٰۃ پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جائیں **قال الشیخ الاشعری** اس روایت مندرجہ مشکوٰۃ سے صاف واضح ہو گیا کہ یہ بفرض محال روایت ہبہ فدک کتب مذکورہ میں ہو بھی اور یہ کتابیں ہی سب کی سب ایسے لوگوں کی تصنیف ہوں جو موصوف بہ شرائط اعتبار روایت یعنی صدق و صلاح و فہم و فراست حفظ و دیانت ہوں اور پھر اسکے بعد اعطاء سے مراد بھی ہبہ ہی ہو تو بیش ازیں نیست کہ ان کتب کے مصنفوں نے یہ کتابیں بطور بیاض کے لکھی کر لی تھیں اور رطب و یابس غلط صحیح سب انمیں جمع کر لیا تھا تا کہ بعد انفراغ جمع نظر ثانی کر کے تلخیص کرینگے چنانچہ سب مصنفین کرتے ہیں لیکن اتفاقات تقدیر سے انکی عمر نے وفا کی یا فرصت ملی ہو اسلئے بہت سی روایتیں شیعوں کی بنائی ہوئی انکی کتب میں درج ہو گئیں اور کم فہم نے غلط فہمی سے ان روایات کو اکابر محدثین کی تصنیفات میں دیکھکر بحال رکھی چنانچہ تائید اسکا موید ہے شاہ عبد العزیز صاحب عمدۃ المحدثین و زبدۃ المورخین میں تحفہ میں رقم فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الاصول نے نقل کیا ہے کہ خطیب نے جو متاخرین محدثین اہل سنت سے ہے شریف مرتضی سے جو اجلہ علماء شیعہ میں سے ہے اور علامہ حلی شیعہ مذہب کا بھائی ہے شیعوں کی حدیثیں اسی غرض سے نقل کیں کہ بعد جمع و تالیف کے انمیں نظر کریں کہ انکی کچھ اصل بھی ہے کہ نہیں ہے اور اس سے اول شاہ صاحب عمدۃ المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب ہی رقم فرماتے ہیں کہ جو محدثین کہ فرقہ اہل سنت میں آخر میں پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ پہلے محدث روایات صحیحہ اور حسنہ کو تو خوب ضبط کر گئے ہیں اور انمیں سعی کی گنجائش نہیں تو وہ ایسی حدیثوں کی طرف جنکی سندیں ضعیف ہیں یا وہ جھوٹی بنائی ہوئی ہیں یا غلطی سے کسی حدیث کی سند متن کے ساتھ لگ گئی ہے ایسے متوجہ ہوئے تا کہ سب کو بطور بیاض کے ایک جا فراہم کر کے نظر ثانی کریں اور موضوعات کو حسان وغیرہا سے جدا کریں لیکن بسبب کوتاہی عمر اور قلت فرصت کے یہ مہم انسے تمام نہو سکی گو محدث کہ انکے بھی بعد پیدا ہوئے انہوں نے انکی بیاضوں کی حدیثوں میں باہم امتیاز کر دی چنانچہ ابن جوزی نے جسکا حوالہ مولوی صاحب نے بھی اپنے رقیمہ میں رقم فرماتے ہیں موضوعات کو جدا کر دیا اور اسکے مقابل میں حسان وغیرہا کو مقاصد حسنہ میں جدا لکھدیا اور ایسے ہی سیوطی نے تفسیر در منثور میں کیا اور خود ان محدثوں نے اپنی کتابوں کے مقدموں میں جو بطور بیاض کے ہیں اس غرض کو کھول کر لکھدیا ہے انتہی اس نقل سے ہر کس و ناکس سمجھ جائیگا کہ جن کتب کا حوالہ مولوی صاحب نے اپنے خط میں درج کیا ہے وہ اکثر ایسے ہیں کہ ایسی ایسی روایتوں کے رد کرنے اور حقیقت حال کو بتلانے کے واسطے جمع کی گئیں تھی جن روایتوں کو مولوی عمار علی صاحب اور انکے پیشوا گاتے پھرتے ہیں لیکن اتفاقات سے انکے مصنفوں کو اجل نے آدبایا **اقول** ایک امر کو یہ شیخ پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ لکھتا ہے اور اس بیاض کے ڈھکوسلے کو کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم جواب اسکا لکھتے جاتے ہیں لیکن یہ وہی لکھے جاتا ہے اور روایت مشکوٰۃ تو موضوع اور جھوٹی ہی ہے اور یہ روایتیں کہ ہمارے مولوی صاحب نے صحیفہ میں درج فرمائی ہیں وہ سب ثابت اور واقع ہیں اور ان روایتوں کو ہرگز مولفوں نے ہرگز بطور بیاض کے ان روایتوں کو جمع نہیں کیا ہے بلکہ وہ متقدمین تھے کہ جو ایسا کرتے تھے اور بعد انکے جو محدثین ہوئے اور انہوں نے بعض کتاب حدیث کو دیکھا کہ اسکی روایتوں میں تمیز صحیح اور ضعیف کی نہیں ہوئی ہے تو انہوں نے تمیز انمیں کر دی اور یہ روایتیں ہبہ کی وہ ہیں کہ جو بعد تمیز حق و باطل کے انکے مولفوں نے صحیح اور معتبر جانکر لکھے ہیں اور ایسے وہ دیوانے تھے کہ کتاب کو واسطے فائدہ علم کے لکھیں اور روایتیں انمیں غیر معتبر درج کریں سو اسلئے کہ انکی غرض بطور بیاض کے جمع کرنا تھا بلکہ واسطے فائدہ لوگوں کے لکھتے تھے اور جو لوگ کہ بطور بیاض کے لکھتے تھے وہ پہلے انسے تھے اور ایسا کیا انکو خبط ہوا تھا کہ کتاب تو لکھیں اپنے مذہب میں اور روایتیں داخل کریں انمیں شیعوں کی اور شیعوں کی روایتیں انکی کتاب میں کیونکر داخل ہو گئیں اگر کوئی کتاب لکھتا ہے تو اپنی کتاب کو انکی روایتیں انمیں داخل کرتا ہے یا دوسرے مذہب کی روایتیں بات کہیں عقل میں

بھی آتی ہے کیسے لاجواب ہوتے ہیں اہل سنت مقابلہ میں شیعوں کے کیسے کیسے جھوٹ تراشتے ہیں اپنے مذہب کی محافظت کے واسطے اور کس جرأت سے حق کو مٹاتے ہیں ابوبکر کی خاطر سے کبھی کہتے ہیں کہ
سنیوں نے تو کہا ہی نہیں جو لکھی ہیں تو اُنمیں شیعوں کی روایتیں درج ہو گئی ہیں یا تو اُن مصنفوں نے داخل کیں یا شیعوں نے داخل کر دیں اور کبھی کہتے ہیں ان روایتوں کا ہماری کتب میں نشان ہی نہیں ہے
اور جو کچھ کہتے ہیں سب غلط اور بے سند کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر یہی تھا تو نصر اللہ کابلی سے پہلے کہ وہ بڑا مفتری ہے اور اُسکو گزرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کوئی علمی اور سنی بھی ایسا کہتا لیکن ایسا کسی
نے نہیں کہا یہ سب ایجاد نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا ہے اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی حیدر علی کفش فروش اُسکے پیرو ہیں لیکن ہمکو اس سے کیا یہ روایتیں سنیوں کی کتابوں
میں موجود ہیں اور راوی بھی اُنکے سنی ہیں ہمکو واسطے حجت کے کفایت کرتا ہے اور یہ عذر اہل سنت کا پیش نہیں چلتا اگر ایسا ہی ہے تو کل کو یہود اور نصارا اور ہنود کہنے لگیں گے کہ ہماری کتابوں پر
مسلمانوں نے اپنی روایتیں داخل کر دی ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب تو بڑے اکذب الکاذبین ہیں سینکڑوں موضع تحفہ میں ایسے ہیں کہ انہوں نے داخل کئے ہیں ہمارے مولوی صاحب تحفہ کو دیکھکر سنی ہو گئے تھے اور
بعد اُسکے جو شاہ صاحب کی تلبیسات اور تدلیسات کا حال واضح ہوا تو پھر اپنے اصلی مذہب کی طرف رجوع کئے اور صاحب جامع الاصول کی اور خطیب کی نقل ہمارے نزدیک کب معتبر ہے سنگ زدہ
پر اور شغال اور اگر ہم تسلیم بھی کریں اس سے کیا ہوا بس خطیب نے جمع کی ہونگی شیعوں کی روایتیں لیکن یہ بھی تو لکھا ہوگا کہ یہ شیعوں کی روایتیں ہیں اور اُنکے راویوں سے بھی معلوم ہوتا ہوگا کہ
اُنکے راوی سنیوں کے راوی ہیں یا شیعوں کے اُن روایتوں کا حال تو ہرگز پوشیدہ نہ ہوگا اور سب جانتے ہونگے کہ یہ روایتیں خطیب نے اس غرض سے جمع کی تھیں کہ اُنپر نظر کرونگا اور وہ سب روایتیں کبھی ہی ایک جگہ
ہونگی کچھ التباس کی صورت نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ سنیوں کی روایتوں میں وہ ملکر گڈ بڈ ہو گئی ہونگی اور خطیب نے اپنی روایتوں میں اُنکو مخلوط کر لیا ہوگا لیکن یہ روایات ہبہ فدک کو کسی نے خطیب سے
نقل ہی نہیں کیا ہے اسکے ذکر سے کیا فائدہ ہے اور جو محدثین کہ روایتوں کو جمع کر کے بدون نظر ثانی کے چھوڑ گئے تھے اور اُنکے بعد لوگوں نے اُنمیں نظر کر کے صحیح کو غلط اور ضعیف سے جدا کر دیا ہے تو یہ روایتیں
ہبہ فدک کی اُنہیں صحاح میں سے ہیں کہ مؤلف جنکے بعد اُنکے ہوئے ہیں اور بعضی ایسی ہیں کہ انہوں نے فارسی میں ترجمہ کر کے کتابیں لکھی ہیں جیسے صاحب مقصد اقصیٰ اور صاحب [illegible]
کہ یہ غیر معتبر روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے اور دعویٰ ہبہ کی روایتیں کہ جو فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے کیا تھا بڑے علماء محققین اور معتبروں نے لکھی ہیں جیسے کہ محقق سید شریف کہ انہوں
نے شرح مواقف میں لکھا ہے اور امام رازی کہ انہوں نے تفسیر کبیر اور نہایۃ العقول میں لکھا ہے اور محمد پارسا کہ جسکے قول کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی بحث میں سند پکڑا ہے انہوں نے فصل الخطاب
میں لکھا ہے اور ابن حجر کہ جو تعصب میں تمہر سے زیادہ سخت ہے انہوں نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور سوائے اُنکے یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ اپنی کتابوں کو غیر معتبر روایتوں سے پُر کرتے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں
نے بطور بیاض کی کتابیں نہیں لکھی ہیں بلکہ اپنے نزدیک واسطے فائدہ کی صحیح اور معتبر روایتیں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں اور ابن جوزی نے موضوعات کا رسالہ علیحدہ لکھا ہے اور لکھ دیا ہے کہ
فلانی فلانی روایت موضوع ہے لیکن ہبہ کی روایت کو اُس نے موضوع نہیں لکھا ہے اور تفسیر در منثور تو تفسیر قرآن کی ہے وہ تو بطریق بیاض ہو ہی نہیں سکتی اسمیں تو جو روایت ہے وہ انہوں نے معتبر جانکر
لکھی ہے کہ تفسیر میں ایسا احتمال ہو ہی نہیں سکتا یہ احتمال بیاض کی تو احادیث کی کتب میں ہے سو وہ بھی متقدمین کی کتابوں میں شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی مضامین
گھڑتے ہیں لیکن اسکو کون تسلیم کرتا ہے کہ جو بے سند ہے اور موضوع تو انکا اکثر مقامات تحفہ سے ظاہر ہو گیا ہے دعویٰ ہبہ فدک کی روایت اُنیس بیس کتابوں میں آئی ہو گی بلکہ اس سے زیادہ میں چنانچہ ہم لکھ بھی
چکے ہیں اور شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں دعویٰ ہبہ کے اور گواہی کے جواب میں کہ جواب این طعن آنکہ دعویٰ ہبہ حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن و حسنین علی اختلاف الروایات
در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است اور مفتی محمد قلی خان صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بھی بیس کتابوں کا
اہل سنت کی نام لکھا ہے جنمیں روایت دعویٰ ہبہ فدک کی ہے کیا شاہ صاحب کی نظر سے اُنمیں سے کوئی کتاب بھی نہ گزری ہوگی بھلا عقل میں بھی آتا ہے کوئی ایسا بھی دھوکا ہو گا جیسے کہ جناب شاہ عبدالعزیز
صاحب ہیں اور ہمارے مولوی صاحب نے رقیہ اور ام کلثوم دختران خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک جا پر کہے اور علمائے شیعہ کے حکم کے موافق لکھا تھا کہ یہ دونو صاحبزادیاں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ کی نطفہ سے نہ تھیں اور ایک روایت اُنکی حضرت کے نطفہ سے ہونے کی جو کافی میں ہے وہ تقیہ کی روایت ہے اور اسپر اُنکی نظر ہی نہ تھی اُسکے موافق نہیں لکھا لیکن اس روایت کا انکار بھی نہیں لکھا اور یہ لکھا کہ
اس مضمون کی کوئی روایت ہمارے یہاں آئی ہی نہیں ہے بلکہ ایک روایت و شہرت کے موافق یہ لکھا تھا کہ دو بیٹیاں اور آنحضرت کی اہل سنت مشہور کرتے ہیں وہ دونو حضرت کے نطفہ سے نہ تھیں اور وجوہ بھی ترجیح کی
لکھدی ہیں تسپر اس شیخ نجدی کا یہ حال ہے کہ جا بجا لکھتا جاتا ہے کہ یہ دروغ لکھا ہے اور شاہ صاحب ہو بہو جسکے کتاب پر کلام انکار کیا ہے اسپر نظر ہی نہیں ہے اور جو کچھ یہ شیخ لکھتا ہے شاہ صاحب کی پیروی سے لکھتا
ہے اور شاہ صاحب کی راستی اور دروغ کا حال معلوم ہو گیا ہے اسپر اس شیخ کی تحریر کا بھی قیاس کر لینا چاہیئے **قال الشیخ الاشعری** اور بعضی ایسی کتابیں ہیں جیسے تفسیر درمنثور اور کتاب ابن
جوزی کہ اُنمیں اکثر ایسی روایتیں ہیں جنسے شیعہ تمسک کرتے ہیں وہ اس طور پر ہیں جیسے تحفہ اور منتہی الکلام اور صواعق محرقہ وغیرہ میں ہبہ فدک کی روایت مندرج ہے تو ایسا کون ہے جو یہ
نہیں جانتا کہ تحفہ میں اس روایت کو لکھکر یہ لکھدیا ہے کہ یہ روایت بنائی ہوئی ہے اور مولوی حیدر علی صاحب نے جو کہ تحفہ اثنا عشریہ اور منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات مولوی حیدر علی کا نام نہ لکھا اسمیں تو کا
تے ایک تو کتابوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی جس سے ہر سکیں ایک فدک کو کان کھڑے ہو جاتے اور عوام اور جہال اہل سنت شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی حیدر علی صاحب کو جسقدر جانتے ہیں اُتنا مقتدا
نہیں جانتے اور پھر تسپر مشہور ہے کہ ان دونو صاحبوں نے معدوم غرض ہو کر حیثیت یا معدوم کی ہے سو اگر ان صاحبوں کا نام بھی لکھا تو چنداں بیجا بھی نہ تھا اور عوام کو اگر لکھا تو [illegible] ہو ہی جاتا کہ جناب شاہ

[illegible]

عبد العزیز صاحب نے باوجود شہرت علم و فضل و تبحر فن حدیث و باایں ہمہ صرف ہمت بار بار ذرو افضل اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کر دیا تو ہو نہو یہ روایت صحیح ہی ہو گی اگر شاہ صاحب کو اندیشہ ہوتا
اور کتابیں فارسی زبان میں اور بہر کیف الوجوہ اور فارسی خواں بکثرت ہیں اور قلعی کھل جائیگی بہر حال ذوق سے اس دینداری اور اس پرہیزگاری پر اگر شیوہ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکی لیے دنیا
بہت تھی دین کو کیوں ٹٹا لگایا اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن پھر بھی خیر گزری کہ جو اپنے سنیوں کی دغابازی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسو نکو لا حول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے دام میں نہیں آتے لیکن
شیعوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب بڑے ایسے معتقد ہیں کا یہ دماغ چلا ہے کہ یہ تمیز باقی نہیں کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں کس غرض سے بیان کی ہے آیا بطور رد کے یا بطور اعتبار کے اور اعتماد کی تو لاجرم غنقریب
ہے مولوی صاحب اسبات کو تشہیر کریں کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کو خداوند کریم ساحر اور مجنوں اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور پھر شیعوں کی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ
سمجھیں کہ کلام اللہ میں کفار کا قول منقول ہے اور وہ بھی بایں غرض کہ انکے قول کو رد فرماتے ہیں بہر حال مولوی صاحب کی یہ چالاکیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان
مکاریوں پر نہ جائیں ایسی ہی چالوں نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کے پردہ میں انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **اقول** تفسیر درمنثور وغیرہ میں گو روایت ہبہ فدک کو اس طرح سے
نہیں لکھا ہے جس طرح سے کہ تحفہ اور منتہی الکلام میں لکھا ہے اسواسطے کہ یہ تو اس روایت کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہے اور تفسیر درمنثور وغیرہ میں اس طرح سے
نہیں ہے یہ شیخ جھوٹ لکھتا ہے بلکہ درمنثور میں تو ہبہ کرنیکی روایت کو نقل کر دیا ہے کہ یہ روایت اس طرح سے آئی ہے جیسے کہ اور علماء نقل کرتے ہیں اور پھر اسکا کچھ تعرض نہیں کیا الغرض لکھنا انکی لکھنے کی مثل
کیونکر ہو گا اور بعد اسکے جو اس شیخ نے لکھا ہے کہ قرآن میں آنحضرت صلعم کو کاہن و مجنون و ساحر لکھا ہے تو یہ قول کفار کا نقل کیا ہے یہ کہنا اس شیخ کا اس جگہ صحیح نہ ہو گا اسواسطے کہ روایت ہبہ فدک کی جو
اہل سنت کی کتابوں میں تفسیر درمنثور وغیرہ میں آئی ہے وہ اس طرح سے نہیں ہے بلکہ بطور خبر کرنیکے ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے اور حضرت نے جناب فاطمہ زہرا کو فدک بخشا ہے اور مولوی صاحب تحفہ اور
منتہی الکلام کا حوالہ جھوٹی اور سنیوں کی کتابوں کا وہ تو بے ایمانی کی راہ سے سچ کو دروغ کہتے ہیں اور دروغ کو سچ کہتے ہیں کیوں تیرے مولوی صاحب نے تو ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے کہ جنکے مصنف اس
روایت کی تصدیق کرتے ہیں اور مصنف ہیں اور عوام اہل سنت مولوی شاہ عبد العزیز صاحب سے تو البتہ اعتقاد رکھتے ہیں اور انکو معتبر جانتے ہیں اور مولوی حیدر علی کو یہاں کون جانتا ہے اور
انکا کون اعتبار کرتا ہے اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہے کہ درمنثور میں روایت کو بیان کر کے اگر موضوع یا ضعیف ہوتی ہے وہ روایت تو بعد اسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے یا ضعیف ہے
اور اس روایت ہبہ کو ایسا نہیں لکھا ہے یہ روایت انکے نزدیک بہت معتبر ہے اور وہابی تو شاہ صاحب پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور بعضے انکو بھی بدعتیوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور
اگر وہ دونوں شیعوں کے حق اور راست باتوں کا جواب لکھتے ہیں تو شیعہ انکی کتابوں کو رد کرتے ہیں اور وہ دونوں رد دیتے بڑی ہیں اور اگر وہ شیعوں کے قولوں کو رد کرتے ہیں تو کونسی فضیلت انکو حاصل
ہوتی ہے نصاریٰ بھی تو قرآن کو اپنے زعم میں رد کرتے ہیں اور رد القرآن نام رکھتے ہیں دشمنان دین ہمیشہ سے یہی آزار اہل حق کی چلے آئے ہیں اور اہل حق انکو ایسا دنداں شکن جواب دیتے ہیں کہ پھر وہ
سر نہیں اٹھا سکتے اور شاہ عبد العزیز صاحب باوجود اس فضل اور شہرت علم کی ایسے دروغگو ہیں کہ ان کو رات لکھتے ہیں اور باوجودیکہ انکے مذہب کی کتابوں سے ہبہ کرنا فدک کا ثابت ہے لیکن وہ اسکا دیدہ و دانستہ انکار
کرتے ہیں اور غضب تو یہ ہے کہ دعوی ہبہ فدک کا بعضی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت زہرا نے ابوبکر سے دعوی کیا کہ میرے باپ نے مجھکو فدک بخشش کیا تھا اور ہر چند علماء اہل سنت اس دعوی کا جواب نامعقول دیتے ہیں مگر اس دعوی
کرنیکا انکار نہیں کرتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تو یہ ستم کیا ہے اور راہ حق بکو شاید ہی لوگوں کے گمراہ کرنیکو کہ بعضی کتابوں کا حوالہ کر گئے اور تحفہ میں لکھا کہ حضرت زہرا نے دعوی ہبہ کا نہیں کیا ذوق سے اس
دینداری اور اس پرہیزگاری اور دغابازی پر اگر شیوہ دغابازی اختیار ہی کرنا تھا تو اسکے لیے بھی دنیا بہت تھی دین کو کیوں ٹٹا لگایا ایسا جھوٹ لکھکر اور دین محمدی کو خراب کرنیکا ارادہ کیا لیکن
پھر بھی خیر گزری کہ انہوں نے شیعوں کے دغابازی کا ارادہ کیا جو ایسے لیسو نکو لا حول میں اڑا دیتے ہیں اور ایسے دام میں نہیں آتے لیکن سنیوں کی خیر نظر نہیں آتی کیونکہ جب انکے معتقد کا یہ دماغ چلا ہے کہ یہ تمیز
باقی نہیں ہے کہ فلانی روایت فلانی کتاب میں جو تصریح فدک کے ہبہ میں ہے اور دیدہ و دانستہ میں اسکا انکار کرونگا تو لوگ کیا کہینگے اور یہ روایت جو ہماری کتابوں میں آئی ہے کس غرض سے بیان کی ہے آیا بطور
اسکے کہ ہم اسکو رد کر دیں یا اسپر اعتماد کر دیں تو لاجرم غنقریب ہے یہ شیخ نجدی اسبات کو تشہیر کرے کہ معاذ اللہ قرآن میں جو ظالموں اور کاذبوں پر لعنت آئی ہے اور لوگوں کے حقوق غصب کرنیوالوں پر جو عتاب ہے یہ اینا آتے
جیسے خداوند کریم آنحضرت صلعم کو ساحر اور مجنون اور کاہن اور مفتری فرماتا ہے اور پھر سنیوں کی اوندھی عقل سے یقین ہے کہ اسکو تسلیم کر جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ کلام اللہ میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور وہ بھی
بایں غرض کہ اسپر اعتماد کر کے عمل کرو بہر حال اس شیخ نجدی کی یہ چالاکیاں دیکھکر محبان نبی اور دینداران یقینی کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مکاریوں اس شیخ نجدی کی نہ جائیں ایسی ہی چالوں
نے دین میں رخنہ ڈالا ہے اس علم کے پردہ میں کہ انہوں نے جاہلوں کے نام کو بھی عیب لگایا عالم تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** آگے عرض یہ ہے کہ مجملاً تو اس روایت کا نہ ہونا بنسبت سنی کتابوں کے معلوم
ہو گیا لیکن اگر مفصل بھی کچھ بیان کیا جائے تو اچھا ہے اسلئے ایک دو کتابوں کو بالخصوص ذکر کر کے انمیں اس روایت کا نہ ہونا بیان کرتا ہوں تاکہ موافق مثل مشہور مشتی نمونہ خروارے مولوی صاحب کے سب ابواب کا حال معلوم
ہو جائے مگر چونکہ ان سب کتابوں میں سے تفسیر درمنثور کا حوالہ عوام تو عوام بعض علماء سادہ لوح کو بھی شاید متردد کر دے کیونکہ مصنف جلال الدین سیوطی خاتمۃ المحدثین اور خلاصۃ المفسرین ہیں اور بسبب کثرت تصانیف اور دل ربائی جلالت
وغیرہ کے انکا نام شہرہ آفاق ہو گیا ہے تو اسلئے میں یہی نہیں کہ کتابوں کی نسبت اس روایت کے ہونے نہ ہونیکی تحقیق کرتا ہوں اسلئے گوش گذار اہل انصاف ہوں کہ تفسیر درمنثور میں اس روایت کے ہونیکا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ موضوعات
وغیرہ ہی کے امتیاز کی لیے تصنیف ہوئی ہے سو اسمیں جمع کیا اور بہت سی موضوع روایتیں ہیں لیکن موقع سند میں اسکا نام لینا مولوی صاحب کی کمال حیا اور خوبی ذہن و ذکا پر دلالت کرتا ہے سو گویا یہی استدلال ہے کہ کل کہنی گئیں کہ حضرت عیسیٰ خدا ہیں

بیٹھی ہیں کیونکہ کلام اللہ میں موجود ہے اور اگرچہ کیابی درمنثور اہل سنت کی تسلیم میں تامل ہو تو جلالین اور اتقان تو کثیر الوجود ہیں یہاں تک کہ دونوں چھپ گئی ہیں خصوصاً جلالین کہ تفسیر وغیرہ
میزان الصرف کا حکم رکھتی ہے بلکہ تفاسیر کی بسم اللہ کہئے سو اس میں ملاحظہ فرما دیکھیں کہ آیۂ وآت ذا القربی کی تفسیر میں ذا القربی اور حقہ کی کیا تفسیر کی ہے اگر اُنکے نزدیک روایت متنازع
فیہا معتبر اور صحیح ہوتی تو اول تو مع حوالہ اس حوالہ کو لکھتی نہیں اختصار ہی کرتے تب بھی اس میں کیا دریغ تھا کہ ذا القربی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا کا نام اور حقہ کے بعد لفظ فدک لکھ جاتے
حالانکہ اور جا ایسا ہی کیا کہ جو تفسیری لفظ کی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوئی ہو وہی بعینہ لکھدی ہے بلکہ حدیثوں کی حوالہ تک لکھدیے ہیں معہذا اتقان کے مضامین سے صاف واضح
ہوتا ہے کہ یہہ روایت جھوٹی بنائی ہوئی ہے کیونکہ اُس میں اول ہی نوع میں اسانید متعددہ سے کہ جن میں سے بعضی سندوں کو انہوں آپ جید لکھتی ہیں سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل کا مکی ہونا رقم
کیا ہے اور پھر بعد اُسکے سور قرآنی کی تفصیل کی ہے کہ فلانے فلانی سورتوں میں اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اور فلانی فلانی میں اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی اور پھر تیسرے سورہ روم اور سورہ بنی اسرائیل
کو اُن میں داخل رکھا ہے جو باتفاق مکی ہیں کسی متنفس کو بھی اُسکی مکی ہونے میں خلاف نہیں اور اسی اثنا میں یہ بھی تحقیق کی ہے کہ فلانی سورہ اگر مکی ہے تو اُس میں فلانی فلانی آیت مدنی ہے
پر اُن دونوں سورتوں میں سے کسی آیت کا استثنا نہیں اور اس بات کی سند بھی وہی سند ہے جسکو وہ جید لکھتی ہیں اور اگر بعضے علماء کے اقوال کے موافق ان دونوں سورتوں میں سے کسی
آیت کا استثنا کیا بھی ہے تو اور ہی آیتوں کا استثنا کیا ہے پر اس آیت کو کسی نے یوں نہیں کہا کہ یہ مدنی ہے الغرض اتقان کی عبارت باواز بلند یوں کہتی ہے کہ یہ دونوں سورتیں خاص کر
یہ دونوں آیتیں باتفاق اہل سنت مکی ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ شیعہ بھی اس بات میں سنیوں کے موافق ہیں چنانچہ طبرسی صاحب مجمع البیان کا قول پہلی مرقوم ہو چکا ہے کہ سورہ روم سوا آیت
فسبحان اللہ کے سب مکی ہے الغرض اول تو اتقان کی اس تحقیق سے محقق ہو گیا کہ آیۂ آت ذا القربی مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھی تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال جواب میں
حضرت جبرئیل کا یوں کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں اُنکا حق فدک ہے ہرگز درست نہیں ہو سکتا ہاں اگر حضرت جبرئیل شیعہ مذہب ہوتے تو البتہ کم فہمی کا احتمال ہو سکتا تھا دوسرے
اُنہترویں نوع میں جو کہ در بارہ معرفت طبقات مفسرین ہے فصل اختلاف تفسیر میں یوں رقم فرماتے ہیں کہ ایسی تفسیریں جنکی سند صحیح ہو بہت کم ہیں اور پھر اُس میں بھی ایسی جنکی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچی اور بھی کم ہیں اور پھر یہہ وعدہ کیا کہ میں اُن سب کو برابر ترتیب وار بیان کرونگا چنانچہ اپنی وعدہ کی ترتیب سورہ وار اُن تفاسیر کو مع بیان ماخذ بیان کیا اور نہ سورہ بنی
اسرائیل میں اس روایت متنازع فیہا کو بیان کیا اور نہ سورہ روم میں کہ اُس آیت کو شیعہ دستاویز ہبہ فدک سمجھتے ہیں بلکہ واٰت اس کے متعلق کی جو روایت تھی اسکو لکھ کر خاتمہ میں لکھا کہ یہ جو کچھ
مجھے معلوم ہوا اور حاضر ہے تفاسیر مرفوعہ میں سے جن کے مرفوع ہونے پر لوگوں نے تصریح کی ہے خواہ صحیح ہیں خواہ حسن ہیں خواہ ضعیف خواہ مرسل خواہ معضل لیکن موضوع اور اباطیل کو نہیں
لیا اب غرض یہ ہے کہ اس وعدہ اور یاد دہانی کے قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت لکھی ہے وہ سمجھ کر لکھی ہے اور جو باوجود معلوم ہونے کے چھوڑ دی ہے وہ بے چوک نہیں چھوڑی سو یہ روایت متنازع
فیہا جو نہیں لکھی تو دیدہ و دانستہ نہیں لکھی اسکو موضوعات اور اباطیل میں سے سمجھا ہوگا جو نہیں لکھا اور نہ اس کتاب میں ضعیف اور مرسل و معضل تک نہیں چھوڑا تو اس سے معلوم ہوا
کہ اہل سنت کی کتابوں میں کسی ضعیف طریق اور ضعیف روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نزول آیت مذکورہ کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک
ہبہ کیا ہے جو روایت اس بات پر دلالت کرے وہ لاریب موضوع ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ فدک تا دم واپسین حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض تصرف میں تھا چنانچہ یہ روایت [illegible] مفصل گذر
چکی اور قطع نظر قوت سند اُس روایت کی بڑی دلیل اُسکی صحت کی اور دلیل ہے جسکو شیعہ بھی مان جاتے ہیں یعنی حضرت امیر المومنین علی نے بھی [illegible] موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فدک میں عمل کیا اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وارثوں اسکو تقسیم نہ کیا بلکہ بدستور قدیم فقراء اور مساکین اور ابن سبیل
میں تقسیم کرتے رہے اگر اپنا حصہ خدا میں پاتا تھا تو سب وارثوں کو کیوں محروم رکھا اور یہ بات بھی شیعوں کے نزدیک مسلم ہے انہوں نے اسکے چار جواب دیتے ہیں ان چاروں جوابوں کو مع اُنکی تردید کے
پیش نظر کرتا ہوں تاکہ خوش فہمی و انصاف پرستی علماء شیعہ ہر کس و ناکس پر آشکارا ہو جاوے **اقول** اس تطویل لاطائل سے کیا فائدہ ہے کہ تھوڑی سی بات کو بار بار کا مذکور یاد کرتا ہے اور
درمنثور کی روایت کا ہم جواب لکھ چکے ہیں پہلے اس سے کہ یہہ روایت اُسمیں موضوع نہیں ہے اور موضوع ہونیکا دعوی بلا سند مقبول نہیں ہو سکتا اور نصر اللہ کابلی اور شاہ عبد العزیز صاحب اپنی رائی سے
جو اسکو موضوع کہتے ہیں وہ بڑی دروغگو ہیں کہ بے سند اس روایت کو موضوع کہتے ہیں اور پہلے اُن سے کسی نے یہ اصل بات اپنی قلم سے نہیں لکھی تھی اور درمنثور ہرگز موضوعات وغیرہا کی تمیز کے بعد
تصنیف نہیں ہوئی یہ افترا ہے جلال الدین سیوطی پر اور اگر اُسکے بہت سے موضوع روایتیں ہیں تو ہمکو اس سے کیا نقصان ہے لیکن یہ روایت موضوع نہیں ہے کہ بہت علماء نے اسکو لکھا ہے اور مولوی
صاحب اسکو بے مقطع سند بیان لاتے ہیں ورکلام اللہ میں عیسیٰ کا بیٹا ہونا نصارا کا قول نقل کیا ہے اور درمنثور میں اس روایت کو کسی غیر مذہب کا قول تحریر نہیں دیا ہے بلکہ اپنے مذہب کے راوی سے اسکی روایت
کی ہے پس یہ مثل قول نصاریٰ کے کیونکر ہوگی اور درمنثور ہرگز کمیاب نہیں ہے اکثر نسخے اسکے موجود ہیں اور جلال الدین سیوطی کا دستور ہے کہ اول روایت کو بیان کر دیتے ہیں اگر وہ روایت موضوع
یا ضعیف ہوتی ہے تو بعد اُسکے لکھ دیتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے یا ضعیف ہے جیسے کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کمال از دین کا اور تمام از نعمت کا جو اس آیت میں
مراد اس سے خلافت علی ہے لیکن بعد اُسکے یہ لکھا ہے کہ یہہ روایت ضعیف ہے اور ہبہ فدک کی روایت کو بیان کر کے نہ اسکو موضوع لکھا ہے نہ ضعیف اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت جلال الدین سیوطی

نزدیک بڑی معتبر ہو اور تو بلا سند اور بے دلیل کہاں سے اسکو موضوع کہتا ہی اور جلالین و اتقان کا جو حوالہ دیا ہی کہ ان میں یہ روایت نہیں ہی اول تو ہمارا یہ دعوی ہی نہیں ہی کہ جلال الدین
سیوطی کی سب کتابوں میں یہ روایت ہی اور دوسری یہ کہ یہ کیا ضرور ہی کہ اگر کوئی دو تین کتابیں تصنیف کرے تو جو روایت کہ ایک کتاب میں لکھی ہی تو ضرور ہے کہ وہ روایت دوسری کتاب میں
بھی ہو یہ بات تو ظاہر ہی اور سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دو تین کتابیں لکھتا ہی تو کسی کتاب میں تو اسکی ایک روایت ایسی ہوتی ہی کہ وہ روایت اسکی دوسری کتاب میں نہیں ہوتی اور اگر یہی
بات ہے تو سوائے اس روایت ہبۂ فدک کی بہت ہی روایتیں معتبر در منثور میں ہیں کہ موجود ہیں کہ وہ نہ تو جلالین میں ہیں اور نہ اتقان میں ہیں تو اسکو سمجھنا چاہئے کہ وہ سب روایتیں جو کہ در منثور میں ہیں اور ان
دونوں میں نہیں ہیں موضوع اور غیر معتبر ہو جائیں درحالیکہ اہل سنت ان روایتوں کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے پس ایک کتاب میں ایک شخص کی ایک روایت خاص کا نہونا باطل نہیں کرتا ہی اس
روایت کو جو وہ دوسری کتاب میں اسکی پائی جائے اور سوائے اسکے تالیف میں بھی ان تینوں تفسیروں کے فرق ہی جلالین تو نہایت مختصر ہی کہ اکثر روایتوں سے خالی ہی اور تالیف اتقان کی قرآن کے الفاظ
کے اور آیتوں اور سورتوں کے اور فصاحت و بلاغت و معانی اور بیان اور محکم اور متشابہ وغیرہ کی بیان میں ہے اور تفسیر در منثور میں شان نزول اور قصص اور احکام وغیرہ کا بیان ہے اس صورت میں
ایک تفسیر کی روایت دوسری تفسیر میں نہو تو کیا مضائقہ ہی بلکہ عقل اسی کی مقتضی ہی کہ اکثر روایتیں ایک تفسیر کی دوسری تفسیر میں نہوں ہر چند وہ سب تفسیریں قرآن ہی کی
ہیں لیکن جو مقصد کہ در منثور کی تالیف سے ہی وہ اتقان کی تالیف سے نہیں ہے البتہ اگر جلالین یا اتقان میں جلال الدین سیوطی نے تصریح یہ لکھدیا ہو کہ در منثور میں جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہی وہ موضوع
یا ضعیف تو جائے گفتگو تھی لیکن یہ کہاں ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہی کہ جلالین اور اتقان پہلے لکھی ہوں اور در منثور بعد انکے لکھی ہو اور اسوقت روایت ہبۂ فدک کی دریافت ہوئی ہو تو اسمیں درج
کر دی ہو اور وقت تصنیف جلالین و اتقان کے وہ روایت معلوم نہوئی ہو اور در منثور اگر ان دونوں کے پہلے تصنیف ہوئی تھی تو جلال الدین کو لکھنا چاہئے تھا جلالین یا اتقان میں کہ در منثور میں
جو ہمنے فلانی روایت لکھی ہی وہ روایت وضعی ہی اور جسوقت کہ انہوں نے ایسا نہ لکھا تو معلوم ہوا کہ وہ روایت در منثور کی صحیح ہی گو ایک کتاب میں لکھا اور دوسری میں نہ لکھا اور سوائے اسکے یہ بات ہے
کہ شیخ جلال الدین سیوطی کا مذہب سنی تھا جس کتاب میں اسکی ہمارے مطلب کی روایت ہو گی ہم اس سے اہل سنت پر حجت پکڑینگے گو دوسری کتاب میں اسکی وہ روایت نہو یہی حال ہو جو کچھ ہر
شخص نے لکھا ہی اور سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ روم کی جمیع آیات کے مکی ہونیکا جواب ہم کئی جگہ پہلے اس سے دے آئے ہیں تو بار بار ایک مطلب کے لکھنے کی ہمکو کون ضرورت ہے ہر بار جواب دینے کی اور مجمع البیان
میں اگر آیہ و آت ذا القربی کو مدنی نہیں لکھا ہی تو سورۂ بنی اسرائیل میں تو لکھا ہی اور بعضے مفسرین نے سورۂ بنی اسرائیل کی پانچ آیتیں مدنی لکھی ہیں انمیں سے آیہ و آت ذا القربی حقہ بھی ہی چنانچہ
پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور اگر یہ دونوں سورتیں مکی ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کہ انمیں اکثر آیتیں جو مکی ہیں اسواسطے ان دونوں کا نام مکی ہوا ہی اور یہی حال اکثر سورتوں کا ہی کہ جنمیں اکثر آیتیں مکی
ہوں انکو مکی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مدنی ہوں اور جنمیں اکثر آیتیں مدنی ہوں انکو مدنی کہتے ہیں گو بعضی آیتیں انمیں مکی ہوں اور آیہ و آت ذا القربی بھی مدنی ہی لیکن سورۂ مکی میں
داخل ہو گئی ہی اور اگر آیہ و آت ذا القربی حقہ مکی ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مکی ہی جو مکہ میں یا نواح مکہ میں نازل ہوئی ہو گو بعد ہجرت کے نازل ہوئی ہو یہ آیت بھی ایسی ہی ہی
کہ بعد ہجرت کے مکہ میں نازل ہوئی ہی اور اتقان میں بالفرض اگر اسکو مکی آیتوں میں استثنا نہیں کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ یہ مکی آیت ہی اسکو استثنا نہیں کیا اور مولوی دلدار علی صاحب
علیہ الرحمۃ کا قول جو پہلے اس سے اس شیخ نے اسکے رد میں لکھا ہی اسکا جواب ہم اسی جگہ لکھ آئے ہیں اس صورت میں حضرت جبرئیل کا کہنا کہ ذا القربی حضرت فاطمہ ہیں انکا حق فدک ہی
سب درست اور صحیح ہو گیا اور اس شیخ کا کہنا باطل ہو گیا اور حضرت جبرئیل کو شیعہ کہنے میں کیا تردد ہی کہ وہ شیعوں کیطرف ہیں اور انکے حامی اور مددگار ہیں اور جسطرح سے سورتوں کی اتقان میں
ترتیب ہے اسطرح سے سب آیتوں کی نہیں ہے اور کیونکر کرتے کہ آیتوں کے نزول کا تو حال معلوم ہی نہیں ہے نازل تو ہوئی کسی طرح اور مرتب کیا انکو جامع قرآن نے کسی طرح اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ
قول میں کہ روایت ہبۂ فدک جو اتقان میں نہیں لکھی ہی اس سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ یہ روایت اور دوسری روایتیں در منثور کی جو اتقان میں نہیں ہیں وہ سب کی سب باطل ہو جائیں
اگرچہ عمداً اتقان میں یہ روایت نہیں لکھی ہی اسواسطے کہ دونوں تفسیروں سے مقصود ہی علیحدہ علیحدہ ہی جو روایت کہ اتقان سے تعلق رکھتی تھی اسکو لکھا اگرچہ ضعیف ہو اور جو روایت اس سے
تعلق نہیں رکھتی تھی اسکو نہیں لکھا اگرچہ وہ در منثور میں پائی جائے اور دیکھئے تیری ہی کتابوں میں لکھا ہی کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت فاطمہ کو فدک دیا اور دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے ہبہ فدک کا تو بڑے
بڑے محققین اور معتبرین علماء اہل سنت نے لکھا ہی تیرے کہنے سے کیونکر باطل ہو جائیگا اور روایت جو اس مضمون کی گزری ہی کہ فدک ہبہ نہیں کیا وہ روایت موضوع مشکوۃ کی ہی اسکو ہم کب معتبر
لکھتے ہیں اور حضرت علی نے جو اپنی خلافت میں دستور رکھا اور حضرت فاطمہ کے وارثوں پر تقسیم نہیں کیا وجہ اسکی یہ تھی کہ خلافت انکی ہنوز مستقل نہوئی تھی اور دشمنان دین آپسے جنگ کرتے تھے
انکو مہلت کب ملی تھی کہ خلفائے ثلثہ کی بدعتوں کو دفع کرتے اور جو کہ حق ہی اسکو اسکے موقع پر رکھتے اسیواسطے فدک کی مقدمہ میں بھی دست انداز نہوئے منتظر تھے کہ سب مسلمان متفق میرے ہو جائیں تو مطمئن ہو کر
سب امور کو درست کروں لیکن دشمنوں نے چین سے بیٹھنے دیا یہانتک کہ اجل آگئی چنانچہ اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہی کہ جسوقت حضرت علی خلیفہ ہوئے تو قاضیوں نے ہر مقام کے حضرت علی کو لکھا
کہ ہمکو کیا حکم ہی سب امور کو دستور رکھیں یا کچھ اور ارشاد ہی آپنے انکے جواب میں لکھا کہ دستور کام کرو یہانتک کہ سب یکسر متفق ہو جائیں یا میں مر جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب مر گئے اور جواب صحیح یہی سکا
بھی ہی اور سوائے اسکے جو اور کسی نے جواب دیا ہی وہ بعضے بعضے شیعوں نے اپنی رائے سے تجویز کرکے دیا ہی سب شیعوں کا جواب نہیں ہے جواب صحیح وہ ہے کہ جو میں لکھ چکا اور اہل سنت کے سامنے واسطے تو

ہو جاتا ہے کہ اہل سنت کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعوی ہبۂ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی پس جسوقت کہ حضرت علی کے نزدیک فدک فاطمہ کا حق تھا اور اسکی
گواہی دی تو اپنی خلافت میں فاطمہ کے وارثوں کو فدک کیوں نہ دیا جو جواب تم دوگے اسکا وہی جواب ہم دینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ علی موافق رسول خدا صلعم اور ابوبکر و عمر و عثمان کے فدک میں عمل
کرتے تھے اور فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے تھے سو عثمان کا نام غلط لکھا ہے اسواسطے کہ اُنہوں نے تو فقرا اور مساکین پر تقسیم نہیں کیا بلکہ مروان بدکار کو فدک دیدیا تھا اور کہ اسمیں عثمان نے رسول خدا صلعم
کی پیروی کی نہ ابوبکر و عمر کی باوجودیکہ خلافت کو اسی شرط پر لیا تھا کہ میں انکی پیروی کرونگا اور جو کچھ کہ شیخ اجوبہ مذکورہ کے باب میں لکھیگا ہم سو انشاء اللہ تعالی رد کرینگے تاکہ اُس سے خوش فہمی شیعوں کی
معلوم ہو جاوے **قال الشیخ الاشعری** اول تو یہ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم غصب کی ہوئی چیز کو نہیں لیا کرتے چنانچہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے گھر کو جو بعد ہجرت کے عقیل نے دبا لیا تھا کفار سے نہ لیا
یہ اسی قسم کا جواب ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ مرغ کے ہاتھ چلیں اور نام مرغ کے زبان چلے جناب رسول اللہ صلعم کا اول تو مکان ہی بوقت ثابت نہیں کیونکہ اول تو آپکے والد انکے والد کے آگے مرگئے تھے دوسرے نبی کے
وارث ہونے میں کلام ہاں حضرت علی کے مکان کی نسبت کہتے ہو اور اگر بوجہ وصیت عبد المطلب کوئی مکان آپکا بذاتہ خود مملوک بھی ہو جیسے بعض علما کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے یا کوئی مادہ حضور صلعم کی تجویز تو اس صورت
میں البتہ رسول اللہ صلعم کا اپنے گھر کو لینا تو مسلم لیکن آج کا ہے سے شیعوں کو محقق ہو گیا کہ آپنے اسوجہ سے نہیں لیا نہ لینے کی اور کوئی وجہ احتمال ہو سکتی ہیں علی تو یہ کہ بسبب اوقات اپنی چیز کو غاصب کو معاف کر دیتے
ہیں اور معاف کرنا وہاں ہی ہوتا ہے جہاں آدمی اپنی آپ ہی لے سکتا ہے اور اگر اسکو اسکا لینا درست نہو تو پھر معافی کے کیا معنی سو رسول اللہ صلعم نے بھی معاف کر دیا ہو پھر معاف کرنا انہیں حق کا تو صحیح
ہو سکتا ہے دوسرے کے معاف کرنے کے کیا معنی سو حضرت علی کو اگر فدک کا لینا درست نتھا تو ہبہ کو اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا اور اگر بوجہ معافی نہیں لیا تو اپنا حق معاف کیا ہو حسنین کا اور انکی بہنوں کا
حق کیوں معاف کر دیا معہذا معاف کرنیکے تو یہ معنی ہیں کہ غاصب یا اسکی اولاد کو چھوڑ دے نہ یہ کہ اپنے قبضہ میں رکھے اور اوروں کو دیا کرے دوسرا احتمال یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ جب کسی چیز پر کفار
کا غلبہ و تسلط ہو جاوے اور مسلمانوں کی حکومت باقی نرہے اور نہ اور کوئی ایسا حاکم رہے کہ جس سے مظلوم فریاد کرے اپنی داد کو پہنچے بلکہ حکام کفر ہی اسکو دبا لیں تو وہ چیز کفار کی ملک ہو جاتی ہے
اور انکے سب تصرفات بیع شرا وغیرہ اسمیں جاری ہو جاتے ہیں اور مشتری کو وہ چیز حلال طیب ہو جاتی ہے اور یہ حکم اسلئے جاری کیا گیا کہ اگر یوں نہ جاری کیا جاتا تو ایک عالم کی مصیبت آ جاتی
اور سب کے سب حرام خور ٹھیریں یا ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں کیونکہ ایک ولایت والوں کو دوسری ولایتوں کی چیزوں کی ضرورت رہتی ہے سو جس ولایت کی چیز کی ضرورت ہو اگر اسکو کفار فتح کر لیں
اور وہاں کے متاع اور اسباب کو لوٹ کر لے جاویں تو دوسری ولایت والے اگر خریدیں اور استعمال کریں تو ظالم اور مرتکب حرام ٹھیریں اور اگر نہ خریدیں یا خریدیں اور استعمال نکریں بلکہ
اصل مالکوں کو پہنچا دیدیں تو یہ سخت دشوار ہے ہر چیز میں اور ہر شخص سے نہیں ہو سکتا اس حکمت کے لئے یہ حکم شارع نے تجویز کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے کلام اللہ ہی میں سے اسکی طرف اشارے
پائے ہیں اور رسول اللہ صلعم کے گھر کے نہ لینے کو اسی پر محمول کیا ہے ورنہ اگر گھر کے نہ لینے کی یہ وجہ ہو کہ اہل بیت شے مغصوب کو نہیں لیا کرتے جیسے شیعہ فرماتے ہیں تو یہ تو بشہادت مولوی عمار علی صاحب
بلکہ بشہادت علمائے اسلاف شیعہ غلط ہے کیونکہ مولوی عمار علی صاحب اپنی تحفہ کریمہ میں رقم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کی خلافت میں بلکہ حضرت عثمان کی خلافت میں بھی حضرت علی اور حضرت
عباس رضی اللہ عنہم نے دعوی فدک کا کیا سو اگر شے مغصوب اہل بیت نہیں لیا کرتے تو حضرت علی نے کس لئے یہ دعوی کیا تھا اور اگر یوں کہئے کہ ان دونوں خلافتوں میں دعوی کیا نہیں کیا
روایتوں کے حوالہ سے بیان کیا ہے تو انکو اس سے الزام نہیں دیا جا سکتا تو یہ شیعوں کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو غصب کر لیا اور حضرت زہرا کا دعوی ہبہ کا سنا تو حضرت زہرا نے ارث
کا دعوی کیا سو اگر اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم شے مغصوب کو نہیں لیا کرتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے پھر کیوں فدک کی طلب کی **اقول** پوچ اور واہی بات لکھا ہے یہ لکھنا کہ
کہ رسول خدا صلعم کی کوئی گھر ہی نتھا کسی کی عقل میں آتا ہے کیا وہ حضرت ایسے بے ٹھکانے تھے کہ انکے رہنے کو کوئی مکان بھی نتھا اور ایک گھر تو حضرت کا اب تک مکہ معظمہ میں موجود ہے اور حاجی جب حج کرنے جاتے ہیں تو
اسکی زیارت کرتے ہیں اور اگر والد ماجد حضرت کے اپنے باپ کے سامنے مرگئے تھے تو حضرت کو کیا اسقدر قدرت کبھی نہوئی تھی کہ اپنے رہنے کو کوئی مکان خرید کرتے یا لوگوں ہی کے گھر میں گزارا کرتے تھے ایسا کہنا
تو حضرت کی شان میں محض ہی گستاخی ہے اور یہ کہنا کہ انبیا وارث کسی چیز کے نہیں ہوتے یہ بھی غلط ہے اہل کتاب سے دریافت کرو جن لوگوں نے کتب سابقہ پڑھی ہیں انمیں یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خود وارث ہوتے ہیں اور
انکے بھی لوگ وارث ہوتے ہیں اور روایت لانرث ولانورث کی بالکل موضوع ہے اور نہ لینا حضرت کا اپنے مکان کو غصب کے جہت سے ثابت ہے تو اسوجہ سے کہتے ہیں اُس وقت کو کون کہتا اور حضرت علی نے جو خود نہیں لیا ہے اور فقرا
کو دیتے ہیں یہ معاف کرنا نہیں ہے بلکہ اسکو ترک کر دیا ہے اور آپ نے اسمیں سے نہیں لیا ہے اسکو مکروہ جانکر اور بدستور جاری رکھا ہے اسکو فقرا پر کہ وہ اپنا مال تھا اور اسمیں اختیار تھا اور بسبب غصب ہونیکے خود تو اس کا منافع نہ لیکر
بھوکوں پر تقسیم کر دیا اور حسنین نے اور انکی بہنوں نے بھی خوشدلی پر ارادہ نہیں کیا کہ وہ بھی شے مغصوب کا لینا مکروہ جانتے تھے نہ یہ کہ حضرت علی نے اُن پر جبر کیا تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ اہل بیت تو شے مغصوب نہیں لیتے
ہیں پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کی خلافت میں دعوی فدک کا کسواسطے کیا تھا ہر چند یہ روایت اہل سنت کے موافق ہے لیکن جواب اسکا یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ اہل بیت شے مغصوب کو نہیں لیتے ہیں مطلب اسکا یہ ہے
کہ اپنے اختیار و استعلا سے خود نہیں لیتے ہیں جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کو بعد فتح کہ اختیار تھا اسکے لینے کا لیکن پھر اپنے مکان کو نہ لیا اور اسکے لینے میں سعی کرنیکا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر کسی غاصب کے ہاتھ سے
قبضہ میں آگیا ہو اور اگر کوئی آپ سے دیدے تو لیتے بھی ہیں چنانچہ مغصوب کے نہ لینے کی روایت سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ شے مغصوب کو کسی وجہ سے نہیں لیتے اسواسطے کہ مال مغصوب کے نہ لینے کی جو روایت ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اپنے اختیار
سے اسکو اپنی طرف جو چاہیں کر لیتے اور یہی صحیح ہو سکتا ہے جو فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا کہ اپنی چیز کی طلب کی کوشش میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شے مغصوب کو اسوقت نہیں لیتے ہیں کہ جس وقت اپنے اختیار میں ہو

قال الشیخ الاشعری اور اگر عقلائے شیعہ سنیوں کی ضد میں عقل و انصاف کو طاق میں دھر کر یوں فرمانے لگیں کہ یہ دونوں دعوی اگرچہ بصورت دو ہیں لیکن چونکہ متصل بالفصل واقع ہوا ہیں ہم ایک ہی دعوی ہے قرار دیتے ہیں تو بعد گفت و شنود کے ختم ہو جانیکے غصب متحقق ہوا اور پہلے غصب تھا ہی نہیں جو کچھ خرابی لازم آوے تو اسکا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم ایسے ایسے فرقوں میں درگزر جاتے ہیں ورنہ اسی بات سے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا فدک مغصوب کی نسبت دعوی کرنا ثابت کیا مثل آفتاب روشن ہے لیکن علمائے شیعہ خصوصاً مولوی عمار علی صاحب کے عقل کی رسائی معلوم ہے اسلئے اس بات سے چشم پوشی کر کے ہم اور جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہی فدک عمر بن عبد العزیز کے وقت میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے لیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہوئے یہانتک کہ سنہ دو سو بیس میں مامون عباسی نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے حوالہ کر دی سو اسوقت امام علی رضا نے لیا پھر متوکل عباسی اسپر متصرف ہو گیا بعد ازاں معتضد نے پھر پھیر دیا چنانچہ یہ سب قصہ مفصل قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے اگر کوئی سنی لکھتا تو شیعوں کے نزدیک اعتبار کے قابل بھی نہوتا اور اسکو بھی جانے دیجئے مجالس المومنین کا حال تو پڑھے لکھے یا صحبت یافتہ علما جانتے ہونگے یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت حضرت عثمان کی خلافت مغصوبہ قبول کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے یہانتک کہ نوبت شہادت کی پہنچی اور اگر ان امور میں سے ایک بھی ظہور میں آتا تو شے مغصوبہ کے لینے کے جواز میں اور دلانیکے وجوب میں عقلاء و اولوالالباب کے نزدیک پھر بھی کچھ تامل تھا کیونکہ سابق میں محقق ہو چکا ہے کہ آیہ وات ذالقربی میں گو مخاطب خاص ہے لیکن خطاب عام ہے اگر ذالقربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی مراد ہوں تو انکے حق کا دلانا سب کے ذمہ واجب ہوا اور نیز وجوب عدل و انصاف کے فرضیت کلام اللہ سے ظاہر ہوا ہے اور عدل و انصاف اسے ہی کہتے ہیں کہ اہل حق کو حقوق دلائے جائیں سو بعد غصب کے اگر مالک کا حق باقی رہتا ہے تو حضرت علی کے ذمہ فدک کا حضرت زہرا کے وارثوں کو پہنچانا فرض تھا اور اگر بعد غصب اہل بیت کا حق ساقط ہو گیا تو اسمیں اور عفو میں کیا فرق ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں زبان درازیاں میں۔

اقول معنی ہبہ کے رد کرنے سے غصب کامل ثابت نہیں ہوا اسواسطے کہ سب دعوی حضرت زہرا علیہا السلام کے تمام نہیں ہوئے جب سب دعوی ختم ہو جائیں اور رد ہو جائیں تو اسوقت غصب متحقق ہو اور جب سب دعوی حضرت فاطمہ نے کرلئے اور ابوبکر نے نہ دیا تو غصب ثابت ہو گیا اور بعد اسکے حضرت زہرا نے دعوی نکیا اسمیں تمہارا کیا احسان ہے احسان اپنا تم اپنے گھر رکھو اور سوا اسکے یہ ہے کہ اپنی چیز مغصوب کی طلب کی کوشش میں مضایقہ بھی نہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ چکے اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا اور وہ انہیں کے ہاتھ میں رہا پھر خلفاء عباسیہ اسپر متصرف ہو گئے آخر تک جو کچھ لکھا ہے کہ یہ سب مفصل مجالس المومنین میں لکھا ہے سو میں کہتا ہوں کہ مجالس المومنین میں تو یہ قصہ اس تفصیل سے مذکور نہیں ہے البتہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو دینا لکھا ہے اور حضرت امام علی بن موسی الرضا کو دینا بھی اس میں نہیں لکھا ہے اور یہ روایت منافی ہے اس روایت کے جو شاہ عبد العزیز صاحب نے حاشیہ میں تحفہ کی شرح مقاصد سے نقل کی ہے اور ہم بھی اسکو پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ترجمہ اسکا یہ ہے کہ تواریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ فدک کو جسطرح سے ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک رہا پھر قطیعہ کیا اسکو مروان بن حکم نے اور ہبہ کیا اسکو اپنے بیٹے عبد العزیز اور عبد الملک کو اور ولید بن عبد الملک حاکم ہوا تو عمر بن عبد العزیز نے اپنا حصہ ولید کو بخشا اور ایسے ہی سلیمان بن عبد الملک نے پس رہا سارا ولید کے قبضہ میں ہو گیا پھر رد کیا اسکو عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں طرف اس دستور کے جو پہلے تھا اور دو سو دس ہجری میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک کو اولاد فاطمہ کو دیدے پس اسنے محمد بن الحسن بن زید بن علی بن الحسین بن علی ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا اور شمار کیا گیا یہ مامون کے تشیع میں سے اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا تھا اسواسطے انکی اولاد کو دیا اور وہ روایت مخالف ہے اس روایت کی بھی جو اس شیخ نے مشکوۃ سے بروایت عمر بن العزیز لکھی ہے اور اگر امام محمد باقر علیہ السلام نے لیا تو اسکا مضایقہ ہی نہیں ہے چنانچہ مغصوبہ کے لینے کی روایت ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خود ابتدا اختیار سے نہیں لیتے ہیں اور اگر کوئی غیر دیوے تو لینے کا مضایقہ بھی نہیں ہے اور اگر عمر بن عبد العزیز نے فدک حضرت امام محمد باقر کو دیا تو اس شیخ کا اس میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ اگر حضرت امام محمد باقر کو دیا تو از روی استحقاق دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کا حق تھا اور امام علیہ السلام انکے وارث تھے اس صورت میں ابوبکر اور عمر اور عثمان وغیرہ کا جنکے پاس فدک رہا ظلم ثابت ہوتا ہے اور اگر بطریق تولیت دیا تھا تاکہ اسکو صرف کریں وہ اسطرح سے جسطرح خلفاء ثلثہ صرف کرتے تھے تو یہ تولیت لینا فدک کا بطور تملک کے نہیں ہے اور بحث بطور تملک کے لینے میں ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بعد عثمان کے خلافت مغصوبہ قبول کی اور امام حسین علیہ السلام خلافت مغصوبہ کے طالب ہوئے اسکا جواب یہ ہے کہ کلام اعیان اور اموال میں ہے اور خلافت اس قبیل سے نہیں ہے اسواسطے کہ خلافت وہ امر ہے کہ مصالح دین و دنیا کے اسکے ساتھ متعلق ہیں اور منتشر کرنا احکام دین کا اور رواج شریعت جناب سید المرسلین صلعم کا اسپر موقوف ہے اور ترجمہ اس حدیث کا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں اس بحث میں ذکر کیا ہے اسمیں تصریح کی ہے کہ ما از ان اہل بیتیم کہ مالی را کہ از ما بظلم گرفتہ شود باں رجوع نمیکنیم اور ظاہر ہے کہ خلافت مال کی اقسام میں سے نہیں ہے کہ لینا اسکا اس قول شریف کے منافی ہو اور شے مغصوب اپنی کا لینا سب کو جائز ہے اور دلانا اسکا مالک کو اگر وہ طالب اسکا ہو تو واجب ہے اور اہل بیت پر بھی لینا شے مغصوب کا حرام نہیں ہے لیکن خاصہ انکا ہے کہ وہ اسکی رجوع نہیں کیا کرتے ہیں اور جو امور کہ دعوی کرنیکے اور فدک کے لینے کے بیان کئے ہیں انکی وجہ ہم بیان کرچکے اور آیہ وات ذالقربی کے متعلق میں

ہم مفصل پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ مراد ذوالقربیٰ سے خاص حضرت فاطمہ زہرا ہیں اور آیۂ آت ذاالقربیٰ میں قریب حضرت کے مراد ہوں یا نہوں حق تو ہر ایک شخص کا دلانا واجب ہے اگر مالک طالب اسکا ہوا ور بعد
غصب کے حق کیونکر باقی نہیں رہتا ہے اور فدک میں حضرت فاطمہ کے وارثوں کا حق ہمیشہ باقی رہا ہے مگر جو کہ انکے دوست اور شیعہ ہیں انکو وہ حق انکا مباح ہے اور جو کہ انکے دشمن اور انکے دشمنوں کے دوست ہیں
انکے لئے وہ حق انکا حرام ہے اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے وارثوں کو تو اسوقت دیتے کہ جبکہ وہ فارغ انکی طالب اسکے ہوتے وارثوں نے تو اسوقت خود ہی نہیں لیا حضرت علی پر اسمیں اعتراض بیجا
اور بے موقع ہے اور ابوبکر کو اس سے کیونکر نجات ہو کہ غاصب تو دراصل وہ ہی ہیں بعد غصب کے حق انکا باقی رہے یا نہ رہے یا مر دو سرا ہے مگر گناہ غصب کرنیکا انکے ذمہ سے کیونکر جائیگا **قال الشیخ الاشعری** دوسرا جواب علمار شیعہ نے حضرت علی کے فدک میں تصرف نکرنیکا یہ اختراع کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا اقتدا کیا یعنی جیسے انہوں نے فدک سے کچھ
انتفاع نہیں اٹھایا اس جواب پر تو مناسب یون ہے کہ علمار شیعہ کے قربان ہو جائے سبحان اللہ کیا فہم کی رسائی ہے خیر فہمیدہ لوگوں کی لئے تو اس جواب کی تردید کے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ
عقل خود اس جواب کے مضمون کو ایسی لگتی ہے جیسے کہیں کو معدہ چونکہ سب ایک قسم کے نہیں ہوتے تو اس لیے یہ گزارش ہے کہ جب اماموں نے بعد حضرت علی کے باقرار سرکردہ شیعہ قاضی
نوراللہ فدک کو لیا چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے انہوں نے حضرت فاطمہ بلکہ حضرت امیر کا بھی کسلیئے اقتدا نکیا اور یہ اقتدا فرض تھا یا نفل اگر فرض تھا تو اور اماموں نے کیوں نکیا اور اگر نفل
تہا تو اول تو ائمہ اہل بیت سے ایسی سنت معمول بہا حضرت علی اور حضرت فاطمہ بلکہ معمول بہا حسنین اور معمول بہا حضرت امام زین العابدین کا ترک کرنا مستبعد ہے اور معمول بہا ہونا حسنین
اور امام زین العابدین کا خود ظاہر ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جیسے بنا چاری فدک سے منتفع نہوئیں تہیں ایسی ہی یہ بزرگوار بہی بناچاری منتفع نہو سکی دوسرے حضرت امیر المومنین
نے اس نفل کیواسطے حقداروں کے حق پہنچانیکو جو انکے ذمہ فرض تھا کیوں ترک کیا اور نیز کسیکا اقتدا افعال اختیاریہ میں ہوا کرتا ہے افعال اضطراریہ میں کوئی کسیکا اقتدا نہیں کیا کرتا
اور نہ لازم آئے کہ حضرت امام مہدی حضرت ائمہ ماضین کا اقتدا تقیہ میں جو بوجہ ناچاری وہ کیا کرتے تہے کریں اور ایسی ہی حضرت امام حسین تقیہ میں اتباع حضرت امیر کیہتے سو حضرت زہرا
کسیکے ظلم وستم کے باعث فدک سے منتفع نہوسکیں تو ناچار تہیں حضرت علی کو اپنے وقت خلافت میں اس مظلومیت کے اقتدا کے کیا معنی با اینہمہ اگر حضرت امیر کو حضرت زہرا کا اقتدا ہی کرنا تہا اپنی
حصہ میں کیا ہوتا حضرت حسنین اور انکی بہنوں کو کیوں محروم المیراث کردیا **اقول** اس شیخ کو اگر سلیقہ گفتگو کا نتہا تو کاہیکو کاغذ اور سیاہی کو برباد کیا جو کچھ چاہتا ہے بیہودہ بکتا چلا جاتا
ہے اور سمجہتا ہی نہیں یعنی نہیں جانتا کہ یہاں اقتدا سے کیا مراد ہے اور اقتدا اس جگہ کون بولتا ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جو فدک سے فائدہ نہیں اٹھایا اور حضرت
علی نے بہی انکی پیروی کرکے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور اصل مطلب کو ترک کردیا بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اسکی جہت سے رنج اٹھایا تھا اور آزردہ ہو کر اس جہان سے
رخصت ہوئیں تہی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کرکے کہ جو حضرت فاطمہ کو اس فدک سے رنج پہنچا تھا اور اسکی منفعت سے بے بہرہ ہو کر رحلت فرمائی تہی تو حضرت علی نے انکا رنج یاد کرکے خود بہی
اس سے منتفع نہوئے اور اسکو ترک کیا اور اگر فہمیدہ لوگوں کے نزدیک اسکی تردید کی ضرورت نہیں تو تونے اپنی حماقت کیوں ظاہر کی اسکا جواب لکھ کر اور یہ جو لکھا ہے کہ اور اماموں
نے حضرت زہرا اور علی کا اقتدا کیوں نکیا انہوں نے تو فدک کو لیلیا جیسا کہ قاضی نوراللہ نے لکھا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ اقتدا فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واجب
اور لازم تھا تا کہ یہ اعتراض وارد ہو بلکہ فدک حضرت فاطمہ کے وارثوں کا تھا اور وہ اسکے لینے نہ لینے میں اختیار رکھتے تہے بعضے وارثوں نے مثل جناب امیر اور حسنین کے بسبب مصلحتوں
کے اسکو نہ لیا از انجملہ ایک امر تھا یعنی موافقت حضرت فاطمہ کے تصرف نکرنے میں اور دردناک ہونا قبض کرنیمیں اس چیز کے کہ جسکو اس معصومہ نے نپایا اور بعضے وارثوں نے واسطے
اتمام حجت کے مخالفین پر اور ظاہر کرنے ظلم خلفار متقدمین کے متاخرین کے فعل سے اسکو لیلیا اور تم او پر لکھ چکے کہ اقتدا واجب اور لازم تھا اور یہ بہی ہم کہتے ہیں کہ نفل بہی تہا بلکہ وارثوں کو
اختیار تھا لینے نہ لینے کا بعضوں نے بعضی مصلحت سے نہ لیا اور بعضوں نے کسی مصلحت سے لیلیا پس کچھ ضرور نتھا اقتدا کرنا ایک کا دوسرے کو اور یہ جو لکھا ہے کہ اقتدا افعال اضطراریہ
میں نہیں ہوتا یہاں مراد اقتدا سے موافقت اور مشارکت ہے حال فاطمہ زہرا علیہا السلام فدک کے ترک کرنیمیں اور ہم لکھ چکے کہ اقتدا لازم نہیں ہے پس امام مہدی کسواسطے اقتدا اور
ائمہ معصومین علیہم السلام کا لازم پکڑیں اور کیوں حضرت امام حسین تقیہ میں اقتدا حضرت علی کا کریں انکو اختیار تھا اور تکلیف ہر امام کی علیحدہ ہے حضرت امام حسین علیہ السلام
نے بسبب علامت عدم تقیہ تقیہ نکیا اور حضرت علی نے بموجب وصیت رسولخدا صلعم کے اپنے حق کے جاتے رہنے میں صبر کیا اور احتمال ارتداد قوم سے معرکہ آرائی نکی اور حضرت فاطمہ
کا رنج یاد کرکے انکے حال میں شریک ہوئے اور موافقت کی انکی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی پر کوئی صدمہ ہوتا ہے تو اسکے دوست اس میں موافقت کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی
کسی حاکم جابر کی تعدی سے قید میں ہو جائے اور اسکو ایک وقت روز کہانا نملے تو اسکے بڑے دوست جیسے ماں اور باپ اور زوجہ و سوائے اسکے وہ بہی کہانا اسکے موافقت سے ایک دو دن
نہیں کہاتے ہیں تو اس میں کچھ مضایقہ نہیں ہے جناب رسولخدا صلعم کے دندان مبارک احد میں شہید ہوئے تو حضرت اویس قرنی نے حضرت کے شریک حال ہونیکی جہت سے
اپنے دانت توڑ ڈالے تہے کیا رسولخدا صلعم نے اپنی ہاتھ سے وہ دانت توڑے تہے جو اویس قرنی نے اپنے دانت توڑے اور جیسے کہ حضرت علی نے حضرت زہرا کے حال کے موافقت کی
ایسے ہی حضرت حسنین نے اور انکی بہنوں نے موافقت کی اور انہوں نے خود اپنے ارادہ سے حصہ اپنا نہیں لیا تھا اور حضرت علی نے انکو محروم المیراث نہیں کیا تہا کہ انکے بدون

مرضی کی لوگونکو دیا ہوا اور انکو ندیا ہو **قال الشیخ الاشعری** تیسرا جواب جو شیعوں نے اعتراض معلوم کا دیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر اسلئے فدک سے منتفع نہوئے تاکہ لوگونکو متہم ہوجانیکا
حضرت امیر کی گواہی دربارہ ہبۂ فدک حسبۃً للہ تھی اپنی نفع کی امید پر نتھی یہ جواب بھی مثل جوابہائے سابق سراپا خلل ہے اول تو جو لوگ اس مقدمہ میں حضرت امیر کیطرف سے گمان فاسد رکھتے تھے
وہی لوگ ہونگے جنہوں نے حضرت امیر کی گواہی کو قبول نکیا سو وہ لوگ پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے انکی خلافت میں تو انمیں سے کون تھا جو اسکے جتلانے کیلئے آپنے فدک نہ لیا اور اگر مُردوں کا
جتلانا مدنظر تھا تو اول تو انکو اطلاع نہیں ہوسکتی دوسرے اپنے مرنیکے بعد انکو خود حضرت امیر کی حقانیت و اپنا ظالم معلوم ہوگیا ہوگا سو یہ لینا یوں ہی رائگاں گیا بوجہ حضرت امیر نے مال
حلال کو ہاتھ سے کھویا نہ نفع دینی نفع دنیا اور اگر یوں کہیے کہ خلفاء ثلاثہ مرگئے تھے تو کیا ہوا انکے معتقد اور نواصب موجود تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یوں تو یہ احتمال پھر بھی باقی رہا جب آپکی اولاد نے لیا
خصوصاً مامون کے زمانہ میں کہ وہ مائل بہ تشیع تھا اور فدک کو حق اہل بیت ہی سمجھکر حضرت امام علی رضا کے حوالہ کیا جب بھی آخر نواصب کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ حضرت امیر کی گواہی اس پیشبندی
کیلیے تھی بلکہ نبیرہ اولاد ہی کیلیے ایسی ایسی تدبیریں ہمیشہ دور دراز کیا کرتے ہیں سو نواصب بحکم لقیس المرء علی نفسہ کے بالضرور یہ سمجھے ہونگے کہ حضرت امیر کی گواہی فقط اسلئے تھی کہ اگر یہ تیر ہمارے زمانہ میں
نشانہ پر نہ بیٹھا تو کبھی نہ کبھی تو کارگر ہوہی گا سو اگر یہی دفع تہمت مدنظر تھا تو لازم تھا کہ اپنی اولاد کو وصیت کر جاتے کہ ہرگز ہرگز اس مال کو نہ لیجیو تو میری شہادت میں خلل آجائیگا **اقول**
یہ جواب سب شیعوں کے نزدیک نہیں ہے کسی بعضے شیعہ نے دیا ہوگا لیکن ہم اسکا بھی جواب لکھتے ہیں کہ یہ جو حصر کیا ہے اسکے جواب میں تو باطل ہے بھلا مُردوں کو کیا جتلائینگے ہاں انکے معتقدین کو کہی
تو بجا ہے کہ جیسے انکے معتقد گمان بد حضرت امیر کیطرف رکھتے تھے تو انکے معتقدوں کو بھی یہ گمان بد اور تہمت حضرت امیر کی نسبت ہوگی اور جسوقت کہ عمر نے وقت گواہی کے ابوبکر سے کہا ہو کہ علی تو جر نفع کیلئے
گواہی دیتا ہے تو معتقدین انکے ایسا گمان حضرت علی کیطرف کیونکر نکرینگے اور اولاد کے لینے میں جو احتمال نکالا ہے یہ احتمال باطل ہے اسواسطے کہ یہ احتمال تو اُسوقت متصور تھا کہ جسوقت حضرت علی کی
گواہی کو ... اولاد کو پہنچنے میں اور ظاہر ہے کہ انکی گواہی نسل اولاد کے پہنچنے میں کچھ اثر نکیا تو یہ احتمال باطل ہے اور حضرت امیر کے نلینے اور اولاد کے مامون کے لینے کا باعث یہ ہے کہ مصلحتیں باعتبار اختلاف
اوقات و اشخاص کے مختلف ہوتی ہیں اور مامون کے زمانہ میں جو مامون نے فدک کو اولاد کی دینے سے لیا اُسوقت ایک مصلحت عظیم یہ تھی کہ لوگوں پر ظلم خلفاء ثلاثہ کا واضح ہوجائے کہ انکو جو مامون نے اولاد فاطمہ کو
سمجھکر دیا ہے تو بیشک یہ حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تھا اور خلفاء ثلاثہ اسکے منع کرنے میں غاصب و ظالم تھے چنانچہ مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ جسوقت عمر بن عبد العزیز نے انکو فدک دیا تو معاندان قریش اور
منافقان شام نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اسکے دینے میں طعن کیا تو نے شیخین پر کہ شیخین نے تو فاطمہ کو فدک ندیا تھا اور تو نے اُسکی اولاد کو دیا اسواسطے کہ ان حضرات نے اُسکے لینے کو ترجیح دی اور حضرت امیر
اور حضرت حسنین کے نلینے میں تو مصلحت یہ ہو نہتی اسواسطے انہوں نے اسکو نہ لیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی موافقت اختیار کی اور حضرت امیر اولاد کو اپنی نلینے کی وصیت کیونکر کرتے کہ اولاد کے لینے
میں تو مصلحت ہے اور تھی چنانچہ ابھی گزرا **قال الشیخ الاشعری** چوتھا جواب شیعوں کیطرف سے یہ ہے کہ یہ سب پرہیزگاری اور فدک سے دست برداری تقیہ کی وجہ سے تھی التقیۃ دینی و دین آبائی کا جارحہ
انہیں پر آگئی لیکن ... غفور حافظہ نباشد علماء شیعہ کو اس جواب کے وقت یہ یاد نرہا کہ سب امیوں کا مذہب تقیہ میں یہ ہے کہ جب امام جہاد کیلیے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو پھر تقیہ حرام
ہوجاتا ہے اسلئے حضرت امام حسین نے ہرگز تقیہ نکیا سو حضرت امیر اگر اپنی خلافت کے زمانہ میں تقیہ کرتے اور الٹے مرتکب فعل حرام کے ہوتے نعوذ باللہ اس جواب والوں نے حضرت علی کی تذلیل کردی ہے جیسے
کہا کرتے ہیں کہ نقصان مایہ دیگر شماتت ہمسایہ مال کا مال گیا وبال گناہ پلہ بندھا ... کسی نے سچ کہا ہے دشمن دانا بہتر از نادان دوست معہذا اگر یہ تقیہ خلفاء ثلاثہ سے تھا
تو وہ خود پہلے ہی اس جہان سے چلدیے تھے اور مُردوں سے تو نامردوں کو بھی اندیشہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یا باقیماندوں سے سو وہ یا تو آپکے لشکری تھے اور شیعہ مخلص یا منجملہ رعیت
رعیت میں سے ایسے امور میں اگر اندیشہ ہوتا ہے تو اُنسے ہوتا ہے جنکی آمدنی کم ہوجاتی ہے سو یہاں مصرف فقرا اور مساکین اور ابن سبیل تھے اُنسے ڈرنا بھی ہمروزن خوف مردگان ہے سوا انکے اور کسیکی ملک کیا غرض تھی
فدک کے سبب حضرت علی کے مقابل ہوکر اپنی جان کو خطر میں ڈالتا اور اگر بفرض محال یہ صورت ہو بھی پڑتی تو اول تو حضرت امیر کے برابر کسی میں نہ رعب و دبدبہ تھا اور نہ شجاعت اور نہ لشکر تھا اور اگر کچھ گمان
ہو بھی تو امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کیطرف ہو بھی سو انہوں نے اب کونسی کمی کی دوسرے ایسے مفسدین بجز اسکے کہ رعیت بادشاہ کی مقابلہ پر مجتمع ہوجائیں تصور میں نہیں آتی حضرت ابوبکر صدیق جب
خلیفہ ہوئے تو زیر حکم اسلام سوا ملک عرب اور کچھ نتھا سو وہ بھی بعد وفات رسول صلعم سب کے سب منحرف ہوگئے چنانچہ مختصر اسکا بیان ہوچکا ہے لیکن ابوبکر صدیق باانہمہ تنہائی کہ سوا سکان مکہ و
مدینہ اور کوئی انکا یار و مددگار نتھا اور لشکر عظیم حضرت اسامہ کے ساتھ بنی غسان کی طرف بھیج چکے تھے ہرگز نہ ڈرے اور مانعین زکوۃ کی نسبت باوجودیکہ اکثر صحابہ بسبب قلت اعوان و انصار کے
اُنپر جہاد کرنیسے اندیشہ مند تھے یوں فرمایا کہ واللہ اگر وہ ایک رسی بھی جو راہ خدا میں دیا کرتے تھے نہ دینگے تو میں انسے جہاد کرونگا بلکہ یوں کہا کہ اگر اور کوئی نہ جائیگا تو میں تن تنہا جاؤنگا
جب ابوبکر باوجود اس بے سروسامانی اور کثرت اعدا کے ایسی ناچیز چیزوں پر تن تنہا جہاد کرنے پر تیار ہوجائیں تو حضرت امیر تو اشجع الناس تھے اور لشکر کثیر جسمیں سے اکثر وہ لوگ جنہوں نے ایک بنی بنائی
خلافت کو درہم برہم کردیا انکے ہمراہ اور حسب حال ... فراوان اور حق بھی ایسی مظلوم ہونگا کہ انپر ظلم ہوا دوسری قیامت پھر تجالانے کہ حضرت علی کو تقیہ کیونکر کرنا تھا پھر کیا معنی بہرحال جواب شیعہ جیسے
ہیں سب ایسے ہی ہیں مگر ان جوابوں سے حصول مطلب شیعہ بھی معلوم ہوگیا **اقول** مراد تقیہ سے مصلحت ہے اور جو کام کہ بے مصلحت ہوتا ہے وہ خراب ہوتا ہے اور تقیہ کی تخصیص کچھ شیعوں کیلئے
ہی نہیں ہے اہل سنت کے یہاں بھی تقیہ ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں لیکن زبان سے انکار ہی کرینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ جسوقت امام جہاد کے واسطے تیار ہو اور قتل و قتال میں مشغول ہو تو تقیہ حرام ہے

یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہی اور کہیں ثابت نہیں ہو شیعوں کے نزدیک اور حضرت امام حسین کیونکر تقیہ کرتے کہ شرط تقیہ موجود تھی اور قرائن سے معلوم تھا کہ یزید جو بیعت طلب کرتا ہی ایک بہانہ ہی اسکا فی نفسہ اور بسبب
عداوت کے خون کا پیاسا ہی حضرت امام حسنؑ نے باوجودیکہ معاویہ سے صلح کر لی تھی مگر پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا آخر کو زہر دلوایا اور اُنکے مرنے کی خبر سنی تو معاویہ نے تکبیر کہی چنانچہ پہلے اس سے ہم اہل سنت کی کتابوں
سے لکھ آئے ہیں اگر امام حسین بیعت بھی یزید کی کرتے تو بھی کچھ فائدہ نہ تھا آخر کو کسی بہانہ سے قتل کرتا جیسے امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دلوایا اور یزید کے اشعار معروف و مشہور ہیں جس وقت حضرت امام حسین کا سر مبارک
اُسکے سامنے گیا تو اُسنے چند شعر پڑھے اور مضمون اُن کا یہ ہی کہ کہاں ہیں میرے اشیاخ جو بدر اور احد میں علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے آج میں نے انکے قاتل کی اولاد سے کیسا انتقام لیا ہی اور یزید تو ظاہرا بفسق
بھی تھا جب ایسا حال تھا تو پھر کیا صورت بیعت کر سکتی تھی کہ وہ تو دشمن جانی تھا اور اہل کوفہ نے سینکڑوں خط حضرت امام حسینؑ کی طلب میں لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف
لائیں کہ آپ ہمارے امام ہیں اور آپکے ہم مطیع اور فرمانبردار ہیں اس جہت سے حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادر عم زادہ مسلم بن عقیل کو پہلے اپنی طرف سے کوفہ کو روانہ کیا اُنکے ہاتھ پر کئی ہزار کوفیوں نے بیعت کی
یہ حال سنکر حضرت امام حسینؑ کوفہ کو روانہ ہوئے کہ اُسوقت مصلحت یہی تھی راہ میں حضرت مسلم کی شہادت کی خبر سنی تو ہانسے واپس مکہ جانے کا ارادہ کیا حر بن یزید ریاحی نے روکا اور جانے نہ دیا اتنے میں عمر سعد
لشکر لیکر آپہنچا اور حضرت امام حسینؑ نے عمر سعد سے فرمایا کہ تم مجھکو یزید کے پاس جانے دو وہ جیسا سلوک کرے اُسنے ابن زیاد کو لکھا ابن زیاد نے اجازت نہ دی اور جنگ کرنے کا ارادہ کیا آخر کو شہید کیا اب کونسی صورت تقیہ کی تھی اسی صورت
خواہ مخواہ درپے قتل ہی تھے اور حضرت امام حسین جو عراق کو روانہ ہوئے تو ایک وجہ یہ بھی تھی چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں لکھا ہی کہ ابن عباس نے امام حسینؑ کو عراق کے جانے سے منع کیا تو فرمایا کہ میں نے
اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے مجھکو عراق کو جانیکا حکم دیا ہے اسواسطے جاتا ہوں یہاں یہ بھی ذکر ہر امام کا ایک صحیفہ تھا ہر ایک اُسکے موافق وہ عمل کرتا ہی اس صحیفہ میں حکم ترک تقیہ کا ہوگا اور حضرت
امیر پر تقیہ حرام ہی تہا کہ اُسکے ترک میں نہ تحب فعل حرام ہوتے اور حضرت علی نے تقیہ کچھ خوف کیلئے نہیں کیا اور اس مقام میں کچھ بہادری اور کثرت لشکر کو دخل نہیں تہا بلکہ جو کچھ تھا مصلحت کی وجہ
سے تھا اسواسطے کہ اکثر آدمی جو حضرت علی کے ہمراہ تھے شیخین کے تابعین میں سے تہے اور خلافت کو علی کی مبنی بر خلافت شیخین جانتے تھے اور محدثات و مخترعات شیخین طبیعی اور مقبول خاطر انکی کی جو بھی خیر کرتا
اُن اُموں کا نہایت دشوار تھا ایک مرتبہ تراویح کی جماعت کا موقوف کرنا چاہا تھا واعمراہ کی فریاد لوگ کرنے لگے اور اگر زیادہ ارادہ کرتے یا سخت گیری کرتے تو لوگ مرتد ہو جاتے اور کشت و خون ہوتا چنانچہ ہم پہلے اس
سے لکھ آئے ہیں اور عقیلی کے قول کو لکھا ہی کہ حضرت علی نے یہی عذر کیا اور صبر کرکے بیٹھ رہے اور بدستور جاری رکھا جو کچھ پہلے سے تھا سو یہ مصلحت لی ادہی تھا نہ یہ کہ کچھ خوف ملحوظ شجاعت و کثرت لشکر کو
یہاں کیا دخل ہے یہاں تو مصلحت ہی اور یہی حال تقیہ علی کا اُسوقت میں اور رسوم جاہلیت جیسی کہ مطبوع طبائع اصحاب رسول تھیں ایسے ہی مخترعات شیخین کے اُنکے تابعین کے دلوں میں راسخ اور
منطبع ہو رہی تھی اور کر ڈالنا انکا ممکن نہ تھا جناب رسالتمآب اصحاب کے دلوں سے رسوم جاہلیت کو محو نہ کرسکے باوجود کثرت اہل اسلام کے بسبب مصلحت کے ایسے ہی حضرت علی نے چشم پوشی کی اور بدستور جاری رکھا اور یہ ہم
لکھ چکے ہیں اور اب بھی میں لکھتا ہوں اور خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ جمع بین الصحیحین وغیرہ صحاح اہل سنت میں مسند عائشہ میں لکھا ہے اور شارح وقایہ نے بھی تخریج اسکی کی ہی کہ جناب رسولخدا صلعم نے عائشہ سے فرمایا کہ اے
عائشہ اگر تیری قوم کے آدمی مسلمان جدید نہ ہوتے اور خوف نہ کرتا ہوں میں کہ انکار کریں دل انکے تو حکم کرتا میں کہ خانہ کعبہ ڈھا دیا جائے اور داخل کی جاوے اُسمیں جو چیز کہ باہر ہو گئی ہی اور اُسکے دو دروازے کرتا شرقی اور
غربی پس جسوقت کہ جناب رسولخدا صلعم باوجود کثرت اعوان انصار و اتفاق باہم کے رسوم جاہلیت کو محو نہ کرسکے اور سبب تقیہ کیا تو علی مرتضیٰ کہ جو قدم بقدم پیرو حضرت کے تھے باوجود اختلاف کثیر اور انحراف
وجوہ ناس محو بدعات شیخین سے اگر ازروے مصلحت اغماض فرمائیں تو کون محل طعن ہے اور ابوبکر کا حال لکھا ہی باوجود کثرت تابعین کے سب ابوبکر سے متفق ہر اور ابوبکر کی کیسے چلتی تھی اور حضرت علی کے
لشکر کا یہ حال تھا کہ معاویہ اور عمرو عاص نے فریب کرکے کلام اللہ اپنے لشکر کے آدمیوں کے نیزوں میں لٹکوا کر حضرت علی کے لشکر کے مقابلہ میں کھڑے کئے حضرت علی نے اپنے ہمراہیوں کو ہر چند فرمایا کہ یہ فریب انکا ہی
مارو انکو میں تمکو حکم کرتا ہوں کہ یہ کلام صامت ہے اور میں کلام ناطق ہوں کسی نے حضرت علی کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ہم کیونکر قرآن والوں کو ماریں اور ابوبکر کے ہمراہیوں کا یہ حال تھا بلکہ سب کہنے میں تھے اور تن تنہا
حضرت ابوبکر کیا جانتے لڑنے کو جناب رسالتمآب کے زمانہ میں تو ہمیشہ جہاد میں سے بہاگتے ہی رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں تو ایک مرتبہ بھی جہاد کیواسطے گھر سے باہر نہ نکلے اور لوگوں کو بھیجدیا کرتے تھے اور لوگ ترقی اسلام
اور طمع غنیمت کے واسطے لڑتے تھے اور انکی ریاست مفت میں مل گئی تھی اور لشکر کثیر حضرت علی کی طرف کا یہ کہتا تھا خلیفہ ہوتے ہی جو لوگ کہ انکی طرف تھے باوجودیکہ بیعت کی تھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت کو
توڑ کر عائشہ کیطرف چلے گئے اور بعد اسکے معاویہ کے ہمراہ ہو کر حضرت علی سے لڑائی کی اور جو کچھ کہ ہمراہ علی کے تھے صحابہ میں سے انکے دلوں میں محبت شیخین کی جمی ہوئی تھی اور جو لوگ خالص تھے وہ تو بہت ہی کم
تھے اور جنہوں نے عثمان کی خلافت کو بگاڑا وہ بھی مستعد نہ تھے اور خلافت کو جو انہوں نے بگاڑا انکی تو کیا طاقت تھی لیکن اصحاب رسول مقبول صلعم کی ترغیب و اعانت سے بگاڑا جیسا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے ہیں اور حق جن غلو ہونیکا تہا وہ خود جانتے تھے اور مصلحت کے سبب سے خود دست بردار ہو رہے تھے اور جو صورت تقیہ کی تھی ہمنے بیان کر دی اور جواب جو کچھ ہمنے دیے ہیں سمجھ لینا کہ کیسے
جواب دیے ہیں اور اصل مطلب تو وہ ہی کہ جسکا جواب اہل سنت سے کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ جو اب جبر عالی نے بعضے شیعہ نے دیے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن نہیں ان جوابوں سے نفع ہو کہ نہیں کم
یہ فائدہ حاصل ہو گیا اگر حضرت علی کا فدک میں تصرف مالکانہ نہ کرنا اور بدستور سابق رہنے دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم نے تادم وفات کسیکو ہبہ نہیں کیا تھا اور بہر تقدیر نبی کے
میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ عنقریب انشاء اللہ مشرح و مفصلا اسکا اثبات آتا ہی جب یہ بات محقق ہو چکی ہر ہر دانا و نادان کو محقق ہو گیا کہ روایت متنازع فیہا جو مستند شیعہ ہے سر بسر بنا
اور موضوع تراشیدہ شیعہ ہے اور جبکہ حسب روایت اسکا غلط ہونا صمیم ہو گیا تھا اعتبار تو امیں روایت پہلی کیک قبا نہ بے اصل نکلا **اقول** شیعوں کو بیشک ان جوابوں سے نفع حاصل ہے اور سنیوں کو کچھ حاصل

نہیں ہے اور حضرت علی کا فدک کو بدستور سابق رہنے دینا اور تصرف مالکانہ اسمیں نکرنا ہم لکھ چکے کہ اسوجہ سے تہا جیسے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خانہ کعبہ کو بدستور رکھا اور اسکو بنائے
درست کرنا چاہتے تھے لیکن نہ ڈھا سکے چنانچہ جمع بین الصحیحین وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر حضرت علی کا بدستور سابق فدک کو رہنے دینا اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے اسکو ہبہ نہیں کیا
تھا تو چاہئے کہ حضرت علی نے عثمان کی کمک جو نہ کی تھی اور انکے جنازہ پر نماز نہ پڑھی تھی اور اسکو دفن نکیا تھا یہانتک کہ لاش اُسکی تین دن تک مزبلہ پر پڑی رہی اور اُسکے قاتلوں کو ہمراہ اپنے
رکھا اور جنگ جمل عائشہ اور معاویہ سے کیا یہانتک کہ ہزاروں آدمیوں کا خون کرایا تو چاہئے کہ اسبات پر دلالت کرے کہ عثمان مسلمان نتھا بلکہ مرتد ہو گیا تہا کہ اسکی نماز جنازہ اور دفن کیطرف متوجہ نہوئے اور اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے جو ابوبکر پر دعوی ہبہ فدک کا کیا تو حضرت علی نے فدک کے ہبہ ہونیکی گواہی دی تھی لیکن علماء اہل سنت اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ نصاب بینہ کی پوری
نہوئی تھی کہ ایک حضرت علی ہی گواہ تھے اور دوسرا کوئی مرد گواہ نتھا اسواسطے ابوبکر نے فاطمہ کو فدک نہ دیا سو حضرت علی کو ہبہ ہوجانے کا یقین تھا تو اُنہوں نے گواہی دی تھی ورنہ گواہی کیوں دی پس بدستور رہنے
دینے سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ ہبہ نہوا ہو ورنہ حضرت علی جہوٹے ٹہرتے ہیں کہ وہ گواہی ہبہ ہونیکی دے چکے ہیں پس بدستور رہنے دینے کی کوئی وجہ ہو گی نہ یہ کہ ہبہ نہوا ہو اور حضرت علی کی گواہی کو جو ابوبکر
نے قبول نہیں کیا ہو تو اسکی وجہ اہل سنت کے نزدیک یہی ہے کہ نصاب گواہوں کا کامل نہوئی تھی نہ یہ کہ حضرت علی نے جہوٹی گواہی دی ہو اور جبوقت کہ حضرت علی راستگو تھے اور حق جانکر گواہی دی تھی کہ فدک
فاطمہ کا حق ہے تو پھر جو اپنی خلافت میں بدستور رکھا اور باوجود علم حق فاطمہ کے فاطمہ کی اولاد کو نہ دیا اسکا کیا جواب ہے جو تم جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہے اس حضرت علی کے فدک کو بدستور سابق رکھنے کا جواب ہے
اگر جو شیخ نے لکھا ہے اور وہ چار جواب تم نے شیعوں کیطرف سے نقل کئے انکار کیا ہے در حقیقت بعض شیعوں نے اپنی رائے سے تجویز کرکے جواب لکھے ہیں اور سب شیعوں کی طرف سے وہ جواب نہیں ہیں اور سب کہیں
تو یہی جواب ہے جو ہم نے لکھا ہے فدک کے ہبہ کی گواہی ہی کا حضرت علی کو اور جو کچھ کہ تم نے اُن چاروں جوابوں کی تردید کی تھی اسکا جواب بھی ہم نے لکھدیا ہے لہذا کوئی ہماری تحریر کو دیکھیگا تو وہ جان جائیگا
کہ جو کچھ اس شیخ نے تردید کی ہے وہ باطل ہے اور جہوٹ ہی کا کام لیا ہے اور بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو ہبہ کیا تھا اور آئندہ بھی جو کچھ اس شیخ کے جواب میں ہم لکھینگے اُس سے یہ بھی معلوم
ہو جائیگا کہ پیغمبر خدا صلعم کے ترکہ میں وراثت جاری ہو سکتی ہے جب بات محقق ہو گئی اور غرض جو کچھ ہم لکھینگے اُس سے ہر دانا اور نادان کو معلوم ہو جائیگا کہ روایت متنازع فیہا بہت درست اور واقعی ہے
اہل سنت کے اکابر محققین نے اسکو روایت کیا ہے اور باعتبار درایت اور باعتبار قوانین روایت وہ روایت بہت صحیح اور درست ہے اور انکار اس شیخ نجدی کا اُس سے بیجا ہے **قال الشیخ الاشعری**
علی ہذا القیاس مامون عباسی کے زمانہ میں اولاد حسنین کا بہ نسبت فدک دعوی کرنا اور اسکا دو سو علماء اہل سنت کو جمع کر کے در بارہ فدک استفسار کرنا الی غیر ذلک منزلہ خیالات بوستان خیال و حکایات باغ و بہار
ہے اگر سر غلط نہیں تو مثل مرویات صحیحہ بالکل صحیح بھی نہیں اتنی بات بیشک ظہور میں آئی کہ مامون عباسی نے بوجہ میلان تشیع فدک اولاد حسنین کو حوالہ کر دیا القصہ جب ان افسانوں کا جہوٹا ہونا ثابت ہو گیا
تو دعوی ثبوت ہبہ جسپر مولوی عمار علی صاحب نے بیڑا اٹھا کر عزم اثبات غصب کیا تھا مثل خانہ شیخ چلی کہ سوای خیال اور کچھ نتھا بنا بنایا ڈھ گیا اور بعد ازیں ہمکو کچھ ضرورت تردید نہیں کہ اہل انصاف کیلئے فدک کے
غصب نہونے میں اتنا ہی سامان طمانیت علم الیقین ہے اور حضرات شیعہ جیسے بے انصافوں کیلئے اسقدر جواب دندان شکن اور قاطع جو ہر چہ کہیں کہیں ہے **اقول** مامون عباسی نے دو سو علماء اہل سنت کو جمع کرکے جو
فدک کا حال ہی استفسار کیا تہا اور اُنہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو فدک دیا جیسا کہ تاریخ آل عباس میں ہے یہ بات بہت درست ہے اور اسمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ تائید
کرتی ہے اسکو روایت دوسری کتب معتبرہ اہل سنت کی کہ سوائے اسکے اور بہت سی کتابوں میں موجود ہے ایسی روایت کہ جسکو کثرت سے علماء اہل سنت بیان کرتے ہوں کیونکر مثل بوستان خیال کی ہو جائیگی ہاں
اگر یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں ہوتی اور اہل سنت کی کتابوں میں نہوتی تو کہہ سکتے تہے کہ شیعوں نے یہ روایت بنالی ہو گی اور جبوقت سنیوں کی کتابوں میں روایت موجود ہو تو پھر کیا وجہ اسکے انکار کی ہے
اور مامون نے جو اولاد فاطمہ زہرا کو فدک حوالہ کر دیا تو یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت کے بیان سے اُسکو معلوم ہو گیا تھا کہ فدک حق حضرت فاطمہ کا ہے نہ میلان تشیع سے اور اگر تشیع کی میلان کی جہت سے دیا تو علماء اہل سنت سے پوچھنے
کی کیا احتیاج تھی شیعہ تو کہتے ہی ہیں کہ فدک حق فاطمہ زہرا کا ہے اور ایسا امر واقعی افسانہ کیونکر ہو جائیگا جسکو اسقدر علماء اہل سنت لکھتے ہوں پس معلوم ہوا کہ بنیاد غصب کی بڑی مستحکم ہے کہ اسمیں کسیطرح سے تزلزل
نہیں ہے اور جو کچھ اس شیخ نے بیج اور واہی سی جواب میں لکھا ہے وہ سب رد کر دیا اور اہل سنت بزرگان انصاف میں ایسے جواب دندان شکن سمجھتے ہیں اور تعصب سے کہ بات ہی نہیں سمجھتے اور پہر باز نہیں آتے اور مرغ
کی ایک ٹانگ ہی کہے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** لیکن با ایں ہمہ زیادہ اور طریق تنزل مناظرہ میں علامت حقانیت ہے اسلئے بطور تنزل عرض ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں ضعیف بھی یہ روایت نہیں کہ
بعد وفات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی فدک کیا اور حضرت ابوبکر نے انکا دعوی نہ سنا اور گواہ مانگے اور حضرت شیر خدا حضرت علی اور حضرت ام ایمن یا حسنین رضی اللہ عنہم
کو علی اختلاف الروایات گواہ لائیں اور حضرت ابوبکر صدیق نے بسبب نہ ہونے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے انکی گواہی کو رد کیا یہ سب بے اصل اور بے سند ہیں اور ان روایات کو گھڑ کر زاد راہ جہنم تیار کیا
سرانجام انہی نے بہم پہنچایا اور پہر جرأت تو دیکہو کہ علماء اہل سنت جو اعلم ہیں محبان کی خدمت میں التماس ہے کہ اہلسنت کا شیوہ نہیں کہ وقت پر جہوٹ بول جائیں انکے مذہب میں تقیہ کے جواز کی بھی کہیں صورت ہوتی تو مضائقہ نتھا
جو امور واقعی ہیں اگرچہ ظاہر میں جائے گرفت اور محل طعن ہوں اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں مثلاً حضرت فاطمہ زہرا کا میراث کا دعوی کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق کا نہ دینا اور قصہ قرطاس اور وقوع جمل کہ یہ سب امور واقعی ہیں انکے جواب
معقول رکھتے ہیں اگر جہوٹ ہی بولتے تو جیسے شیعہ وقت پڑے پر جا بولتے ہیں سامنے اپنی مرویات صحیحہ سے بھی انکار کر جاتے ہیں سنی بھی ایسے امور سے انکار کیا کرتے لیکن جو بات اصل ہے بے اصل ہو سکو کیونکر سر بر دہر سنیں اس علاوہ ان دیانت
کو دیکھئے کہ سنیوں کے دین کی خوبی کی حد میں نقصان اور رسوائیاں اہل شیعہ کے دین کو بھی خراب کئے دیتی اور جہوٹی روایتیں تراش کر سنیوں سے گریبان گیر ہوتی ہیں جو بیچ پسند لوگ جہوٹی باتیں ہی سنکر اطمینان پاتا ہے علیہم بھی انکی

الی ہی تحقیق کی کہ جو کچھ شیعہ ایس سبحہ تیج دعوی عزا باشد درو اقول تمہارے اقوال سے شیخ ندوی ہیں ہماری بلیغی میں کچھ فائدہ نہ تنزل ہی شیعہ کی اعتراض سے ہرگز دفع نہیں ہو سکتا اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے
دعوے ہبہ کا نہیں کیا الا یہ حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی دی ہے بلکہ یہ ان بزرگواران شیعہ کا تراشا ہوا ہے یہ لکھنا اسکا بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی دن کو
کہے کہ رات ہے اور یہ شیخ دروغگو جو کچھ لکھتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے لکھتا ہے کہ جو کچھ خرابیاں مذہب میں اہل سنت ہند کے جھوٹ لکھ کر ڈالگئے ہیں باعث اُن خرابیوں
کے مولوی عبدالعزیز صاحب دروغ نویس ہیں کہ انہوں نے یہ دروغ صریح لکھا ہے اپنے دین کی حفاظت کے واسطے چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں کہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا
و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن
کمال سفاہت است انتہی اگر اس شیخ نجدی نے جھوٹ لکھا تو اسکا کچھ تعجب نہیں ہے کہ کس شمار میں ہے لیکن تعجب ہے شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہ اتنا بڑا نامی ہو کر ایسا جھوٹ لکھے کہ جس سے
آسمان پھٹ جاوے کہ اہل سنت کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ یہ روایت دعوی ہبہ فدک کے اہل سنت کے بہت کتابوں میں موجود ہے از انجملہ چند کتابوں کا نام لکھتا ہوں کہ جن کو
جناب مفتی محمد قلی خانصاحب اعلی اللہ مقامہ نے تشیید المطاعن میں جواب باب مطاعن تحفہ میں لکھا ہے تصانیف عمر بن شبہ اور محمد مورخ اور ابوبکر جوہری اور مغنی قاضی القضاۃ اور ملل
و نحل شہرستانی اور کتاب الموافقت ابن السمان اور معجم البلدان یاقوت حموی اور محلی ابن حزم اور نہایۃ العقول امام رازی اور تفسیر کبیر اور ریاض النضرۃ اور کتاب الاکتفا اور فصل الخطاب اور مواقف
اور شرح مواقف اور جواہر العقدین اور وفاء الوفا اور خلاصۃ الوفا ہر دو از سید نور الدین سمہودی اور حاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی اور صواعق محرقہ اور براہین قاطعہ اور مقصد اقصی
اور معارج النبوت اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور سوا اسکے بہت سی کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت دعوی فدک کی موجود ہے اور بعضی کتابیں تو انمیں سے بہت مشہور اور معروف ہیں کیا
شاہ صاحب کی نظر میں سے کسی کتاب پر بھی نگذری ہوگی کیا کسیکی عقل میں آسکتا ہے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسا محقق اپنی کسی کتاب میں اس روایت کو نہ دیکھے دیدہ و دانستہ شاہ
صاحب نے یہ دروغ لکھا ہے اور شاہ صاحب کے پیروی سے اس شیخ نجدی نے یہ دروغ لکھا ہے اور نصر اللہ کابلی جسکی کتاب صواقع کا ترجمہ کر کے شاہ صاحب نے کتاب لکھی ہے اور نام اُسکا تحفہ رکھا ہے اُس نے
بھی انکار اس روایت کا نہیں کیا ہے بلکہ اُسکو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کیا وقت ترجمہ کرنے اُسکی کتاب کے شاہ صاحب کے نظر سے یہ روایت نگذری ہوگی معاذ اللہ کیسا جھوٹ لکھا ہے شاہ صاحب نے
تعجب ہے کہ شاہ صاحب نے اُسکی ساری کتاب کا ترجمہ کر کے ایک کتاب اپنے نام سے نامزد کی اور اس امر کی اُسکی تقلید نکی اور صواقع میں نصر اللہ کابلی نے لکھا ہے کہ ساتواں طعن یہ ہے کہ منع کیا فاطمہ کو
فدک سے اور حال یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ میرے باپ نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہے پس ابوبکر نے تصدیق نکی فاطمہ زہرا کی پس لائیں وہ گواہ اس ہبہ کے پر علی اور ام ایمن کو پس رد کیا شہادت
اُنکی کو پس غضب میں آئیں فاطمہ زہرا اسوقت اور حال یہ ہے کہ فرمایا تھا رسول خدا صلعم نے اُسکے حق میں کہ فاطمہ جگر پارہ میری ہے جو کوئی اُسکو غضب میں لاوے وہ مجھکو غضب میں لایا
اور صاحب صواقع اس اعتراض کو باطل کہتے ہیں اور اسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ شے موہوبہ موہوب کی ملک نہیں ہوتی مگر بعد تصرف موہوب لہ کے کہ اُسکے قبضہ میں آوے اور رسول اللہ ہی تصرف میں
رکھا صرف کرتے تھے جس طرح چاہتے تھے یہانتک کہ وفات پائی سو دیکھو کہ صاحب صواقع نے جواب اسکا لکھا مگر انکار دعوی فدک کا نہیں کیا اور شاہ صاحب کس جرات سے لکھتے ہیں کہ دعوی ہبہ
فدک کسی کتاب میں نہیں اور جن کتابوں کا ہمنے حوالہ دیا ہے اُن سب روایتوں کے نقل کرنے میں تو بہت طول ہوتا ہے مگر بعضی کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں عبدالکریم شہرستانی نے
کتاب ملل و نحل میں لکھا ہے کہ الخلاف الثالث فی امر فدک والتوارث عن النبی و دعوی فاطمۃ علیہا السلام وراثۃ تارۃ و تملیکا اخری حاصل یہ کہ خلاف
تیسرا فدک کے مقدمہ میں اور وراثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دعوی فاطمہ کا بابت پیغمبر پر اور آپ پر سلام وراثت میں کبھی اور تملیک میں کبھی اور قاضی القضاۃ نے مغنی میں لکھا ہے
لسنا ننکر صحۃ ما روی من ادعائہا فدک فاما انہا کانت بیدہا فغیر مسلم بل لو کانت فی یدہا لکان الظاہر انہا لہا فاذا کانت فی جملۃ الترکۃ فالظاہر انہا میراث و اذا کان کذلک
فغیر جائز لابی بکر قبول دعواہا حاصل یہ ہے کہ نہیں انکار کرتے ہیں ہم صحیح ہونے روایت کو کہ دعوی کیا فاطمہ نے فدک کا لیکن فاطمہ کے قبضہ میں ہونا اسکا ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ اگر فاطمہ کے ہاتھ میں ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ وہ اُسکا ہی
ہے پس جس وقت وہ جملہ ترکہ میں حضرت صلعم کے ہوا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ میراث ہے اور جس وقت ایسا ہوا تو ابوبکر کو جائز نہیں ہے قبول کرنا دعوی فاطمہ کا اور اسی جگہ قاضی متعصبات لکھتا ہے کہ یہ
حضرت کا میراث ہے اور ابوبکر نے روایت بنائی کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا اور ترکہ حضرت کا میراث نہیں اور اسی طرح یہ شیخ نجدی لکھیگا کہ ترکہ حضرت کا میراث نہیں ہے بلکہ صدقہ
ہے اور ابن حجر جو کہ تعصب میں تھے سے زیادہ سخت ہے صواعق محرقہ میں لکھتا ہے کہ و دعواہا انہ نحلہا فدکا لم تات علیہا الا بعلی و ام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ
الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی اور دعوی اُس فاطمہ کا کہ تحقیق بخشا ہے رسول خدا نے اسکو فدک نہ لائی وہ اس پر گواہ مگر علی اور ام ایمن کو پس کامل ہوئے مقدار
گواہوں کی کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ تحقیق قبول کرنے میں گواہی شوہر کی واسطے زوجہ کے خلاف ہے درمیان علما کے اور اسکے بعد لکھتا ہے کہ گمان کرنا
اس امر کا کہ حسن اور حسین اور ام کلثوم نے گواہی دی یہ باطل ہے علاوہ اسکے [illegible] قبول نہیں ہے اور بعد اسکے لکھتا ہے کہ زید بن علی نے اولاد کے حکم کو بہت پسند کیا
اور کہا کہ اگر میں ابوبکر کی جگہ ہوتا تو یہی حکم کرتا [illegible] دعوی کو رد کیا اور یہ قول زید کا بہت [illegible] حضرت کہ جسکے

قول سے شاہ عبد العزیز صاحب نے اس طعن میں تمسک کیا ہے اُس میں لکھا ہے عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکن رأیت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها یعنی عبد اللہ سے روایت ہے کہ آئی فاطمہ طرف ابو بکر کے پس کہا کہ دے تو مجھکو فدک کہ رسول خدا صلعم نے ہبہ کیا ہے مجھکو کہا ابو بکر نے کہ سچ کہتی ہے تو اے دختر رسول خدا اور لیکن دیکھا ہے میں نے رسول خدا کو کہ تقسیم کرتے تھے اُسکو پس دیتے تھے فقیروں اور مسکینوں اور مسافروں کو بعد اسکے کہ دیتے تھے تمکو اُس میں سے کھانا تمہارا تو کیا کریگی اُسکو اور تفسیر کبیر میں تفسیر آیہ وما افاء اللہ علی رسولہ منہم میں لکھا ہے کہ فلما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعت فاطمة رضی اللہ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینحلها فدک فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ انت اعز الناس علی فقرا واحبهم الی غنی لکنی لا اعرف صحة قولک ولا یجوز ان احکم بذلک فشهد لها ام ایمن و مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی رسول خدا صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہ تحقیق بخشا تہا رسول خدا صلعم نے اُسکو فدک پس کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سے کہ تو زیادہ عزیز ہے مجھکو فقیری میں اور زیادہ دوست ہے مجھکو تونگری میں لیکن نہیں جانتا میں تیری قول کی صحت کو اور مجھکو جائز نہیں ہے کہ حکم کروں میں اسپر تمکو پس گواہی دی واسطے فاطمہ کے ام ایمن نے اور رسول خدا صلعم کے غلام نے اور بعد اسکے لکھا ہے کہ ابو بکر نے دوسرا گواہ طلب کیا کہ جسکی گواہی شرع میں جائز ہو جب نہوا دوسرا گواہ تو ابو بکر نے جاری کیا جسطرح سے کہ رسول خدا صلعم جاری کرتے تھے اور شرح مواقف میں لکھا ہے فان قیل ادعت فاطمة انہ نحلها ای اعطاها فدک نحلة وعطیة وشهد علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابو بکر شهادتهم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیة لان شهادة الولد لا یقبل لاحد ابویه وجدیه عند اکثر اهل العلم وایضا کانا صغیرین فی ذلک الوقت واما علی وام ایمن فلقصورهما عن نصاب البینة وهو رجلان او رجل وامرأتان حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اسکا کہ رسول خدا صلعم نے بخشا اُسکو یعنی دیا ہے اُسکو فدک بطور بخشش کے اور گواہی دی علی نے اور حسن نے اور حسین نے اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے گواہی دی پس رد کیا ابو بکر نے گواہی اُنکی کو پس ہوئیگا ابو بکر ظالم کہینگے ہم جواب میں کہ لیکن حسن اور حسین رد کئی فرع ہونیکی جہت سے کہ وہ فرزند فاطمہ کے تھے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کیجاتی واسطے باپ اور ماں اور دادا دادی اُسکے کے نزدیک اکثر صاحبان علم کے اور یہ بھی ہے کہ وہ صغیر السن تھے اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن رد ہوئی گواہی انکی واسطے کم ہونے مقدار گواہونکے کہ وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں اور صلاح الدین رومی نے حاشیہ میں شرح عقاید نسفی کے لکھا ہے کہ من منع الارث وفدک بالنحلة وقع بین فاطمة وابی بکر بغض وتشاجر ولم تتکلم معه مدة حیاتها حاصل یہ کہ منع کرنے ارث اور بخشش فدک سے واقع ہوا درمیان فاطمہ اور ابو بکر بغض اور نزاع ابو بکر سے اور نہ کلام کیا فاطمہ نے ہمراہ ابو بکر کے اپنی زندگی کے مدت میں اب اہل انصاف انصاف فرمائیں اور دیکھیں کہ اہل سنت کی کتابوں سے دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا ہبہ فدک کا ثابت ہے یا نہیں اور کسقدر کتابوں میں لکھا ہے اور یہ شیخ بالکل انکار کرتا ہے اسی طرح سے اسکی سب تحریر کو قیاس کرنا چاہئے کہ ہر جگہ ایسا ہی دروغ لکھتا ہے اب دیکھو جہنم کس نے اپنے واسطے تیار کیا ہے اس روایت کو لکھ کر وہ علما اہل سنت سے ہیں جنہوں نے روایت لکھی ہے اور یہ شیخ نجدی لکھتا ہے کہ یہ روایت شیعوں نے لکھی ہے اب کوئی اسکے منہ پر تہوکے اور کہے کہ اے نامعقول یہ روایت تیری کتابونکی کیا نہیں ہے ان لوگونکی نفرین کر کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں روایت لکھی ہے اور شیعوں کو دلیر کردیا ہے اعتراض کرنے پر کیا ان سب کتابوں میں بھی شیعوں نے یہ روایت داخل کردی ہے یا یہ سب کتابیں بھی بطور بیاض کے تصنیف ہوئی ہیں کیسی عاجز ہیں اہل سنت شیعوں کے مقابلہ میں کہ کچھ جواب شافی اُن سے نہیں بن پڑتا بجز اسکے کہ کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایت داخل کردی ہے یا اپنی سب کتابوں کو بیاض مقرر کریں بھلا یہ عقل میں بھی آتا ہے کہ شیعہ اہل سنت کی تمام کتابوں میں اپنی روایت کو داخل کردیں اور اہل سنت کو اُس روایت کے نکال ڈالنے کی اُن کتابوں سے قدرت اور مہلت نہو اور اسطرح سے داخل کریں کہ صاف نسخہ کوئی بھی باقی نرہے اور جسوقت کہ اہل سنت کی انہی کتابوں میں یہ موجود ہو تو اسکا جواب ہم اُن سے طلب کریں تو کیا ہو اور نصاریٰ سے طلب کریں اور دیکھو وقت پڑے پر اہل سنت جہوٹ بول پڑے یا نہیں کہ اسقدر کتابوں کا انکار کیا اور تقیہ کرنیکو تو اہل سنت کی بہت کتابوں میں لکھا ہے زبان ہی سے یہ انکار کرتے ہیں مفتی محمد قلی خاں صاحب اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ تقیہ میں پچاس دلیلیں تقیہ کی اہل سنت کی کتابوں سے لکھی ہیں اور وہ چھپ گیا ہے جو چاہے دیکھ لے اور تقیہ سے انکار کیا تو کیا ایک اور بات جی سے جوڑ کر کہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں اپنی روایتیں داخل کردی ہیں اور دعوی میراث اور قضیہ قرطاس سے بھی تو انکار کرتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے ملاحظہ کر ازالة الغین اور اثارة العین کو مولوی حامد حسین کے اور اسی لئے مولوی حیدر علی کفش فروش نے بخاری اور مسلم کو غیر معتبر ٹہیرایا ہے کہ اُنمیں روایتیں فدک اور قرطاس کے لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں دو سو اور دس روایتیں ضعیف داخل ہیں اور اکاذیب اور دروغ کو شامل ہیں اور جواب تم کیا دو گے ایسی ہی تمہاری جواب ہیں کہ جو جواب دیتے ہو کہ اپنی کتابوں کی روایتوں کا انکار کرتے ہو اور اب بجو شیعہ جہوٹ بولتے ہیں یا یعنی جہوٹ بول رہا ہے کہ اسقدر کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہے یہ تو بتلاؤ کہ کسی شیعہ نے انکار کونسی روایت کا اپنی کتاب کی کیا ہے اس طرح سے کہ ہماری کتابوں میں روایت نہیں لکھی ہے البتہ جسکی اصل نہو اُسکا انکار کرینگے جیسے کہ کتاب منہاج السالکین کہ نصر اللہ کابلی نے جی سے جوڑ کر شیعوں کی طرف منسوب کردی ہے اور شاہ صاحب نے اُسکی پیروی کی ہے اور یہ روایت بے اصل کیونکر ہے جسوقت کہ اسقدر اور ایسے محققین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو اور یہ کام اہل سنت ہی کا ہے کہ مکر اور فریب کا کہ اُنکی مقتدا اور پیشوا تو روایتوں کو اپنی کتابوں میں لکہیں اور وہ اُن روایتوں کو جہوٹ مقرر کر کے شیعوں سے گریبان گیر ہوں اب دیکھ تو میں سچا ہوں یا تو سچا ہے اس مقدمہ میں اب جہوٹے پر لعنت کر اور کہہ کہ لعنة اللہ علی الکاذبین اور دیکھ تو اطمینان اپنا جہوٹ سے تو نے کیا ہے یا ہمنے معلوم ہوا کہ تمہاری

ہے سبکو دروغ ہی سی فروغ ہی اگر دروغ تمہارے مذہب میں نہوتا تو اکثر اہل سنت جو کہ منصف ہیں شیعہ ہوجاتے **قال الشیخ الاشعری** محمد یاسین خاطر اہل صدق اس روایت کے غلط ہونیکی دو دلیلیں بیان کرتا ہوں ایک سنیوں کی طرف سے ایک شیعوں کی طرف سے سنیوں کی طرف کی دلیل تو ایسے لیجیے کہ جس سے اپنے دل کا تردد رفع ہوجاوے اور دشمن کا اعتراض دفع ہوجاوے سو وہ یہی روایت مشکوٰۃ ہے جسمیں عمر بن عبد العزیز کا فدک کو بدستور سابق کردینا مذکور ہے اس روایت کی صحت اور شہرت کیطرف پہلے بھی اشارہ گزرا اور اب بھی کہنا ہے کہ مشکوٰۃ کی شہرت تو سبکو معلوم اور ابوداؤد جو اس روایت کا ماخذ ہے وہ خود صحاح ستہ میں سے ہے بالجملہ یہ روایت صحیح سنیوں کی کتابوں میں موجود ہے پھر جو روایت اسکے مخالف ہو اور بھی ایسی کہ نہ اسکی سند کی خبر اور نہ اسکا ماخذ اسکے ماخذ کی برابر وہ ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی پھر اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ سنیوں کی کتابوں میں بطریق صحیح ایسی حدیث موجود ہے جس سے ہبہ فدک کا ثابت ہوتا ہے تو نادان ہی سنکر یقین کریگا کہ یہ بات غلط ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ معنی ہونگے کہ بطور تردید کے جیسے اسباب کے بتلانیکے لیے کہ یہ روایت غلط ہے اس روایت کو کسی کتاب میں داخل کیا ہوگا یا کسی نے اپنی بیاض میں اور رطب و یابس کے ساتھ اس روایت کو بھی داخل کردیا ہوگا کہ بعد میں نظر ثانی کرکے صحیح غلط میں امتیاز کردی جاوے سو علماء شیعہ نے بوجہ چالاکی اور غلط اندازی ایسے موقع سے اس قسم کی روایات کو چن لیا ہے **اقول** یہ روایت مشکوٰۃ کی جو سراسر موضوع ہے پہلے اس سے لکھ چکا اور ہم اسکو ذکر کرآئے ہیں اور ثابت کرآئے ہیں اہل سنت کے کتابوں سے کہ راوی اسکا جو عبد اللہ بن الجراح ہے وہ کثیر الخطاء ہے اور کمال دانشمندی اہل سنت کی ہے کہ شیعوں کے مقابلہ میں اپنی کتاب کی روایت موضوع کو پیش کریں کل کو کوئی اور روایت اس مضمون کی پیش کرینگے کہ خلفاء ثلاثہ حق پر تھے تو ہم اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور اگر یہی دستور ہو کہ مناظرہ میں اپنی روایت کو پیش کریں تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں خلفاء ثلاثہ سے تبرا کرنا آیا ہے تم اسکو تسلیم کرو اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک کتاب کی روایت کتب کثیرہ کا مقابلہ کرے بڑے بڑے محققین امام رازی اور محقق شریف اور ابن حجر وغیرہ کیا اس روایت کو نہیں جانتے تھے جو انہوں نے برخلاف اسکے لکھا اور اس روایت موضوع پر نظر نکی یہی سبب ہے کہ جو یہ روایت موضوع تھی اسواسطے انہوں نے اسکی طرف توجہ کی ایک عبد اللہ بن الجراح کثیر الخطا کی روایت کو کوئی پھر لیوے اور بڑے بڑے موثقین نے مثل حاکم اور ابن نجار اور بزار اور ابو یعلی اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم وغیرہ کی جو ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے بموجب حکم خدا فاطمہ زہرا کو فدک دیا اسپر نظر ہی نہیں ہے اور ایسا کون بیوقوف ہوگا کہ اپنی کتابوں کی روایت کو چھوڑکر ایک کتاب کی روایت موضوع پر عمل کریگا اور انجیل تو قرآن سے بھی زیادہ مشہور ہے کل کو نصرانی کہنے لگیں کہ اسمیں تین خدا لکھے ہیں اور اسکے برابر کسی کی سند صحیح ہوگی کہ وہ خدا کا کلام ہے بس چاہیے کہ مسلمان اسکو تسلیم کریں اور مقر اسطرح سے اس شیخ کو تو نہیں ہے جب جواب بن نہیں پڑتا ہے تو ایسے ایسے دروغ تراشتا ہے کہ کسی طرح مخلصی ہوجاوے اور مخلصی ہو نہیں سکتی اسواسطے کہ اگر کچھ جواب معقول ہو تو مخلصی ہو اب یہ کہتا ہے کہ اگر صحیح بھی ہو تو بطور تردید کے ہوگی یہ مضمون اسنے کئی مرتبہ لکھا ہے اور ہم اسکو رد کرآئے ہیں لیکن صاحبان انصاف ملاحظہ کریں ان کتابوں کو اور کئی کتابوں کی عبارت میں نے نقل بھی کی ہے دیکھیں کہ یہ روایت دعوی ہبہ فدک کی کیا بطور تردید کے لکھی ہے اور کیا کسی نے لکھا ہے کہ یہ روایت غلط ہے بلکہ بجز تسلیم دعوی ہبہ اور کچھ نہیں لکھا لیکن تسلیم کرکے دعوے کو جواب اسکا البتہ دیا ہے اور یہ کتابیں ایسی بھی نہیں ہیں کہ بطور بیاض کے لکھی ہوں اور انکے مصنفوں نے یہ ارادہ کیا ہو کہ بعد اسکے نظر ثانی کرکے صحیح غلط میں امتیاز کردینگے جو کچھ کہتا ہے شاہ عبد العزیز صاحب کی پیروی سے بے سند اور بے دلیل کہتا ہے اگر یہی بات ہو تو اہل سنت کی کسی کتاب کا اعتبار نہو بلکہ توریت و انجیل کی سی ہوجائیں اور ہر روایت میں احتمال وضع اور غلطی کا ہو اور اہل سنت کا عمل کرنا ان کتابوں پر باطل ہو **قال الشیخ الاشعری** دوسری دلیل شیعوں کی طرف سے جس سے وہ الزام کھائیں اور خاموش ہوجائیں یہ ہے کہ علی کا فدک کو بدستور سابق فقراء اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرنا اور آپ نہ لینا اور حضرت زہرا کے وارثوں کو نہ دینا جسکو شیعہ بھی تسلیم رکھتے ہیں اور کسی واقعی موجب سے انکار نہیں کرتے چنانچہ اسکی تحقیق اوپر گزر چکی ہے اور یہی گزر چکا کہ شیعوں نے اسکے عذر میں ہر چند بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سب رائگاں گئے بالجملہ اس قضیہ مسلم الثبوت طرفین اور نیز روایت مشکوٰۃ سے ہبہ کا متحقق نہونا سراسر ہویدا اور غلط ہے پھر کیا امکان کہ سیدۃ النساء جگر گوشہ رسول اللہ صلعم جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں ایسا دعوی دروغ بایں بزرگی سرزد ہو اور پھر حضرت علی اور حضرت حسنین جو باعتبار طرفین یا معصوم ہیں یا محفوظ شہادت زور جو ہمسنگ کفر ہے ایسا ہو بر ملا علی الاعلان ادا کریں **اقول** یہ دلیل کونسی ہے شیعوں کی طرف سے کیا شیعوں کی کتابوں میں کوئی ایسی روایت ہے مشکوٰۃ کی سی جس سے ثابت ہو کہ ہبہ نہیں کیا اور یہ مقدمہ بدستور سابق باقی رکھنے کا تو متنازع فیہا ہے اور یہ مقدمہ باطل نہیں کرتا ہے اس روایت کو جو کہ کتب کثیرہ میں آئی ہے ہبہ کرنیکی اور اگر حضرت علی نے بدستور سابق باقی رکھا ہے تو کسی مصلحت سے باقی رکھا ہے جیسے کہ رسول خدا صلعم نے خانہ کعبہ کو دوبارہ نہیں بنایا اور بدستور باقی رکھا ایک مصلحت سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور شیعہ ہرگز الزام کھا کر خاموش نہیں ہوتے ہیں بلکہ جواب معقول دیتے ہیں مثل تمہارے کہ جب جواب نہیں آتا ہے تو اپنی صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہو اور جواب تو ہم سب باتوں کا لکھ آئے ہیں لیکن ایک مقدمہ کہ یہ شخص بار بار لکھتا ہے اسکا کیا علاج اور ہمکو بار بار جواب دینا ضرور ہے لیکن ہم بھی اجمالاً یا تفصیل سے خبر لیتے ہیں اور مسلم الطرفین تو یہ کیا بہت امور سوا اسکے ہیں عمر کا جناب رسول خدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہنا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اپنے باپ کی میراث طلب کرنا اور ہبہ کا رد کرنا اور اکثر صحابہ کا عائشہ اور معاویہ کیطرف ہوکر حضرت علی کے درپے قتل ہونا اور سوا اسکے بہت امور ہیں اور مشکوٰۃ کی روایت تو بالکل غلط اور وضعی ہے اسلئے اس ہبہ فدک کا وقوع میں آنا بروایت اکثر کتب اہل سنت صحیح اور متحقق ہے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ باطل اور غیر معتبر ہے اور فاطمہ زہرا کا دعوی دروغ نہیں تھا ہے انکے دعوے اور شہادت دارانے علی اور حسنین اور ام ایمن کی بڑے بڑے محققین نے لکھا ہے مثل امام رازی اور محقق سید شریف اور ابن حجر اور محمد پارسا اور سید نور الدین سمہودی اور محب طبری وغیرہ محققین اہل سنت کے اور اب تو حضرت فاطمہ کو دروغ دعوی کرنیوالی کہتا ہے کل کو

جناب رسول خدا صلعم کو کہنا اور شہادت زور کہ جو صریح کفر ہے وہ انکے واسطے مقرر کرنا اسواسطے کہ اس دعوی میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ اکثر علما اسکو لکھتے ہیں اسکا انکار کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن
کی آیت کا انکار کرنا جب ایسے امر کا آدمی انکار کرے تو پیغمبر کو دروغگو کہنے میں بھی تامل نکریگا اگر تو اپنے علما کو جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے دروغگو اور شہادت زور دینے والا لکھتا تو بہتر تھا
اس سے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو جھوٹا دعوی کرنیوالی اور حضرت علی اور حسنین کو شہادت زور ادا کرنیوالا کہے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں اصلا موجود
نہیں ہے شیعوں کا افترا اور بہتان ہے پہر ایسی روایتوں سے سنیوں کے الزام کے درپے ہونا اور اُنسے اُسکا جواب طلب کرنا کمال غباوت اور عین حماقت کی دلیل ہے باقی رہا مولوی صاحب نے نو دس کتابوں کے
نام لکھدیے ہیں تو وہی تقدیمی کید ہے جو مدبر ال دغا اور فریب کی بابت جو مولوی صاحب کو سینہ بسینہ پہنچی ہے اور ہمنے بحوالہ تحفہ اشارہ کیا جسکا یہ مضمون ہے کہ شیعہ اکثر اپنے مطلب کی باتیں کمیاب
نادر الوجود کتابوں سے نقل کر دیتے ہیں علاوہ ان کتابوں میں اُس بات کا نشان بھی نہیں ہوتا اور اگر ایک دو نسخہ میں کسی کتاب کی یہ روایت ہوئی بھی تو وہ مثل انکے ہی غماز و نمام والی
ہے کیونکہ انکی ایک یہ بھی عادت ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں جو خال خال ملتی ہیں اکثر روایات اپنی مذہب کی یا اپنی آپ تراش کر داخل کر دیتی ہیں چنانچہ تحفہ ہی کے حوالہ سے یہ بات بھی مفصل
مرقوم ہو چکی ہے اور اگر فرض کیجیے کہ ان سب کتابوں کے سبھی نسخوں میں یہ روایت ہے تو ہوا اس بات کا اثبات چاہیے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے التزام کر رکھا ہے کہ جو کچھ ہم ان کتابوں میں درج کریں
صحیح صحیح درج کریں ضعیف اور موضوع درج نکرینگے سو اس بات کا ثابت ہونا تو معلوم البتہ معاملہ برعکس ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ اصول حدیث کے آخر میں جو مشکوۃ مطبوعہ مطبع دہلی
کے اول میں لگا ہوا ہے یوں رقم فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں کوئی پچاس کتابوں سے زیادہ کتابوں کی حدیثیں جمع کی ہیں اور پہر اُسمیں صحیح حسن ضعیف ہر
قسم کی حدیثیں لائی ہیں اسی پر اور کتابوں کو بھی قیاس کر لیجیے مشتے نمونہ خروارے ہے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ الغرض ان کتابوں کے مصنفوں نے یہ التزام نہیں کیا کہ انمیں
بجز صحاح کے ضعیف حدیثیں داخل نکرینگے یہ بات ویسی ہی توظاہر ہے اگر یوں بات ہوتی تو ان کو بھی بمنزلہ صحاح ستہ سمجھتے اور صحاح میں داخل رکھتے اور اگر فرض کیجیے کہ انکے مصنفوں
نے اپنی طرف سے التزام ہی کیا تھا کہ بجز صحیح اور قسم کی روایت انمیں درج نکرینگے تب بھی اطمینان کے قابل نہیں کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحت و ضعف حدیث کے باب میں ایک
آدمی کا کہنا نہیں چلتا کیونکہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کہا جاتا ہے اسلیے ان امور میں ضرور ہے کہ اگر سب محدثین کا اتفاق بھی نہو تو اکثر تو اُسکی صحت کے یا ضعف کے قائل ہوں
اور یہ بات تو شہادت عقل ضروری ہے دوم یہ ہے کہ شیعہ خبیث باطن نے بوجہ تقیہ متورع اور متقی بنکر اول تو اپنا اعتبار پیدا کیا اور پہر محدثین اہل سنت کی خدمت میں پہنچکر اُنسے صحیح
حدیثیں روایت کیں اور انہیں سندوں سے اپنی مطلب کی باتیں بہی انکے ساتھ ملا کر عالم میں پہیلا دیں اور بوجہ تقوی ظاہر اور پوشیدہ تقیہ میں پیچ انکا چل گیا اکثر ثقات نے بھی
انکو متورع اور متقی گمان کر کے انکی روایتیں قبول کر لیں اور بوجہ حسن ظن اُستاد کو ثقہ سمجھا اور سوا اسکے اور بہی اساتذہ کو ائمہ حدیث پایا اسوجہ سے انکی روایات کو منجملہ صحاح سمجھا
اور اس دغا میں آگئے گو متاخرین نے بامداد خداوندی اس دغا کو سمجھا اور اُن حدیثوں کو موضوع قرار دیا اور مردود و متروک ٹھیرایا **اقول** دیکھو جواب نہیں آتا ہے تو یہ شیخ کیسے ہاتھ پاؤں
مارتا ہے اور کیسی جہلی باتیں بناتا ہے اگر راست گو ہوتا تو ایک بات کہتا کبھی تو کہتا ہے کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسوقت تو حکم لگا دیا ہونا چاہیے تہا کہ اسی پر
مدار رکہا ہوتا اور اسپر اطمینان نہیں تو کہتا ہے شیعوں نے ہماری نادر الوجود کتابوں میں یہ روایت داخل کر دی ہے اور اسپر بہی اطمینان نہیں تو اس روایت کا اقرار کر کے کہتا ہے کہ ہماری کتابیں
بطور بیاض کے ہیں اور کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ کہتا ہے اور فہمیدہ آدمی یہیں سے دریافت کر سکتا ہے کہ جواب اس سے کچھ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طرح طرح کی باتیں بناتا ہے اور یہ جو کہتا ہے
کہ ہماری کتابوں میں یہ روایت اصلا موجود نہیں ہے اسکا جواب تو ہم دے آئے ہیں اور پچیس کتابوں کا حوالہ ہمنے دیا ہے جب اسقدر کتابوں میں موجود ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اسکا
جواب ہم اہل سنت سے نہ پوچھیں تو اور کس سے پوچھیں کتابیں تو انکی ہیں یہ روایت اور پہر جو لکھتا ہے کہ ہمسے کیوں پوچھتے ہیں تو بڑے سفیہ و احمق ہیں اور بڑے مکار اور فریبی ہیں کہ
جو ایسی باتیں لکھتے ہیں اور مولوی صاحب نے جو نو دس کتابوں کا نام لکہا تھا یہ امر تحقیقی ہے اور اُن کتابوں میں موجود ہے کتابوں کا حوالہ دینے والے کو دغا باز اور مکار نہیں کہتے ہیں اور
مکار اور دغا باز تو یہی ہے کہ جو اپنی کتابوں کی روایت کا انکار کرتا ہے اور جواب دینے سے عاجز ہوتا ہے تو بیجا مذمت کرنے لگتا ہے تیرے برابر بھی پاجی بیایمان کوئی نہو گا اور مولوی صاحب نے تو دس
کتابوں کا نام لکہا تہا میں نے پچیس کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور تو بھی دروغگو ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی دروغگو ہیں کہ ایسی بے سر و پا باتیں لکھکر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور میں نے
نادر الوجود کتابوں سے نہیں لکھا ہے وہ کتابیں بہت مشہور ہیں جیسے کہ تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ وغیرہ اور دیکھ لے اُن نسخوں کو کہولکر یہ روایت انمیں ہے کہ نہیں اور
وہ ایک دو نسخہ نہیں ہیں پچیس کا تو حوالہ میں نے دیا ہے اور سوا اسکے اور بہت ہیں اور غیر مشہورہ نہیں ہیں وہ سب ہیں موجود ہیں اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ایسی کتابوں میں شیعہ اپنی
روایت کیونکر داخل کرینگے اور تحفہ کا حوالہ دینا نہایت غلط ہے اسواسطے کہ اسکے مصنف شاہ عبد العزیز صاحب جو بڑے کاذب ہیں اُنکا امتحان ہو چکا ہے انکی تحریر کا ہرگز اعتبار نہیں ہے کتب کثیرہ
کا انہوں نے انکار کیا روایت انمیں نہیں اگر کہتے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے تو بھی گنجایش تہی لیکن انہوں نے تو ایسا دروغ لکہا ہے کہ جسکی انتہا ہی نہیں ہے کہ اہل سنت کے کتابوں سے مطلق انکار
کیا کہ اصلا کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ بہت کتابوں میں یہ روایت موجود ہے انکی کسی تحریر کا اعتبار نہیں ہے یہیں سے انکی سب اقوال کا قیاس کرنا چاہیے ۔ قال

بکمستان من بہا بعلو اور ہمارے نزدیک تو واسطے حجت پکڑنے کے اہل سنت کی سب روایتیں صحیح ہیں اسواسطے کہ جامع اُنکے سنی ہیں اور راوی بھی اُنکے سنی ہیں اور تقیہ کرنا
شیخ کے نزدیک گنجایش نہیں ہے اور ہمکو اس سے کیا غرض ہے کہ مصنفوں نے التزام صحیح صحیح روایتوں کے اپنی کتابوں میں درج کرنیکا کیا ہے یا نہیں اور صحاح ستہ میں کیا خوبی ہے
استقصار الافہام جواب منتہی الکلام کو دیکھو کہ کسقدر قدح صحاح ستہ کا اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے اور جمع الجوامع میں اگر سب طرح کی روایتیں ہیں تو ہوا کرے ہم لوگ فرض بھی کرینگے کہ
جلال الدین سیوطی کی وہ کتاب ہے اور جن کتابوں میں یہ روایت متنازع فیہا ہے وہ کتابیں اس قسم کی نہیں ہیں کہ جنمیں سب طرح کی روایتیں ہوں انمیں تو سب روایتیں معتبر اور صحیح ہیں
اور اُنکے مصنفوں نے وہ روایتیں درج کی ہیں کہ جنکو متقدمین نے صحیح کرکے لکھا ہے سب روایتوں میں سے مستثنےٰ کرکے جمع الجوامع پر اُنکا قیاس نہیں ہو سکتا اور فرض کیا ہمنے کہ کتب
بیاضیہ بھی ہوتی ہیں لیکن متاخرین نے صحیح کو غلط روایت سے تمیز کردی ہے اور اس روایت متنازع فیہا کو کسی نے غلط نہیں لکھا ہے اگر لکھا ہے تو کہدو کہ کسنے لکھا ہے اور مولوی عبد العزیز
صاحب کا تو اعتبار نہیں ہے کہ وہ بڑے دروغگو ہیں کہ اسقدر کتابوں کا اُنہوں نے انکار کیا ہے اور سو جد تو اسطرح کہ سکتے کہ وہی ہیں جنکی پیروی ہے یہ شیخ لکھتا ہے اور جن کتابوں میں یہ
روایت ہے اُنکے مصنفوں نے بیشک صحیح اور معتبر روایتوں کے لکھنیکا التزام کیا ہے کہ یہ لوگ متاخرین میں سے ہیں اور اُن روایتونکو اپنی کتابوں میں داخل کرتے ہیں کہ جنکو علما سلف صحیح کرکے
لکھ گئے ہیں اور اس روایت کے لکھنے والے ایک دو آدمی نہیں ہیں بلکہ وہ جماعت بزرگ ہے کہ جنہوں نے یہ روایت لکھی ہے اور شیعہ خبیث نہیں ہیں خبیث وہ شخص ہے کہ جو حق فاطمہ زہرا کے
باطل کرنیکو اسقدر کتابوں کا انکار کرتا ہے اور یا خبیث وہ شخص ہے کہ جو جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد کو ہذیان کہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شیعہ سنیوں کا محدث بنکر
سنیونکو دھوکا دیوے اور اپنی روایت اُنکی کتابوں میں داخل کرے جو علما شیعہ کہ ایسے امر کی قدرت رکھتے تھے وہ مشہور اور معروف تھے وہ ہرگز تقیہ کرکے سنی نہیں بن سکتے تھے کہ اُنکو سب جانتے
تھے اور جو کہ نامی اور مشہور نہ تھے اُنمیں یہ لیاقت نہ تھی کہ محدث ہو سکیں اسیطرح سے عبد العزیز صاحب کا افترا اپنے مذہب کے حفاظت کے واسطے کہ اُنسے جواب شیعوں کا نہیں ہو سکتا اور شیعہ
اہل سنت کی کتابوں میں راوی ہیں اُنکی احادیث کو وہ مشہور اور معروف ہیں اور علماء اہل سنت اُنکو جانتے ہیں اور اُنکی ثقاہت و صدق کو لکھتے ہیں چنانچہ بعد اسکے مولوی عبد العزیز
کے کلام کے جواب میں تقلیب المکائد سے مرقوم ہوگا لیکن یہ شیعہ تقیہ میں نہ تھے بلکہ محدثین اُنکے تشیع سے واقف تھے مگر روایت متنازع فیہا اُنسے مروی نہیں ہے اُسکے راوی تو اہل سنت ہی
ہیں اور ہمنے سب باتونکو فرض کیا لیکن یہ بتلاؤ کہ متاخرین نے شیعونکی داخل کی ہوئی روایتوں کو موضوع ٹھیرایا تو کسی نے اس روایت کو بھی موضوع ٹھیرایا ہے یہ بات مولوی
عبد العزیز صاحب نے کس کتاب سے لکھی ہے علما سلف کی کتابوں میں سے اور مفصل جواب انشاء اللہ تعالیٰ بعد اسکے آئیگا **قال الشیخ الاشعری** چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں
باب مکائد میں مکائد شیعہ کی شان میں رقم فرماتے ہیں کید سیزدہم آنکہ جماعت از علماء ایشان خود را از محدثین اہل سنت وانمودہ بعلم حدیث مشغول شدند و از ثقات محدثین اہل سنت
سماع حدیث حاصل کردند و اسانید صحیحہ آنرا یاد گرفتند و بظاہر بحلیہ تقوی و ورع متحلی گشتند تا طالبان را اعتقاد صادق در حق آنہا بہم رسید و اخذ علم حدیث از آنہا شروع نمودند و احادیث صحاح
و حسان روایت کردند و در اثنا روایت بہمان اسانید صحیحہ موضوعات را کہ مطابق مذہب ساختہ بودند نیز درجملہ مرویات مدرج نمودند و این کید ایشان راہ بسیاری از خواص اہل سنت زدہ است
چہ جای عوام زیرا کہ تمیز در میان احادیث موضوعہ و صحیحہ برجال سند است و چون رجال بسبب این عمل و تلبیس متحد شدند تمیز مشکل افتاد و باب الامتیاز مفقود گشت لاچون عنایت الٰہی شامل
علوم اہل سنت بودہ ائمہ این فن بعد از تحقیق و تفتیش این عمل را دریافتند و متنبہ شدند و بعد از انکشاف حلیہ حال طائفہ از ایشان بصنع اقرار نمودند و طائفہ بصریح اقرار نمودند لیکن امارات
اقرار در آنہا قائم شد و تا حال آن احادیث در معاجم و مصنفات و اجزاء دائر و سائر است اکثر تفضیلیہ و شیعیان بہمان احادیث تمسک کنند و اول کسیکہ این عمل را موجد شد جابر جعفی است
کہ بعد از تحقیق حال او بخاری و مسلم بنا بر احتیاط مطلق مرویات او را از درجہ اعتبار ساقط و مطروح ساختند و ترمذی و ابو داؤد و نسائی بامتابعات و شواہد قبول کنند و آنچہ او دران متفرد است
رد نمایند و ابو القاسم سعد بن عبد اللہ ابی خلف قمی نیز درین باب کتابی ساختہ و بکار رسالہ کہ نیز و اتقان اہل سنت بجہت تلبیس اسانید او گمان میبرند کہ از رجال معتبرین است حالانکہ چنین نیست نجاشی
کہ صاحب نقد رجال شیعہ است او را افقہ طائفہ و وجیہ طائفہ قرار دادہ ا **اقول** محض افترا ہے شیعوں پر اور جن لوگوں کا حال بیان کیا ہے علماء اہل سنت اُنکے تشیع سے ہرگز غافل نہ تھے
اور اُنکو صادق جانتے تھے اور باوجود اُنکے تشیع کے قول کو اُنکے معتبر جانتے اور جو عداوت کہ یہ شیخ اور شاہ صاحب شیعوں سے رکھتے ہیں وہ نہ رکھتے تھے اہل سنت کی روایتوں کے شیعہ راوی تو
ہوئے ہیں اور علما اہل سنت نے اُنکی روایتونکو بسر و چشم منظور کیا ہے لیکن کسی شیعہ نے باطن میں شیعہ اور بظاہر میں سنی محدث بنکر اپنی روایتونکو سنیوں کی کتابوں میں داخل نہیں کیا
ہے یہ محض افترا ہے شاہ صاحب کا اور قبول کرنا اُنکی روایتونکا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے میزان الاعتدال میں ترجمہ میں ابان بن تغلب کے لکھا ہے کہ وہ شیعہ سخت تھا لیکن
بہت سچا تھا پس صدق اُسکا واسطے ہمارے ہے اور بدعت اُسکی واسطے اُسکے ہی پس کہا احمد بن حنبل اور ابن معین اور ابو حاتم نے کہ تحقیق وہ ثقہ تھا اور ذکر کیا ہے ابن عدی نے
کہ وہ غالی تھا تشیع میں پھر کہا کہ اگر کہا جائے کہ کیونکر حکم کیا جاتا مبتدع کی ثقاہت کا باوجودیکہ عدالت نفی کرتی ہے واسطے بدعت کے لی گئی ہی تعریف میں ثقہ کے کہینگے ہم جواب
نہیں کہ غلو تشیع میں اور تشیع بلا غلو بہت تھا تابعین میں باوجود اُنکی کہ کل اُنکے صاحب دین اور صدق اور ورع تھے پس اگر ردکی جائے حدیث اُن لوگوں کی باوجود کثرت اُنکی کے

ضائع ہوجائیں احادیث نبوی کی اور یہ فساد ظاہر ہے اور جلال الدین سیوطی نے رسالہ الفام الحجر فیمن زکی ساب ابی بکر و عمر میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور آخر انمیں سے ذہبی ہے کہ اپنی میزان میں کہتا ہے بدعت دو قسم کی ہے ایک تو صغری ہے مثل تشیع کے اور یہ بہت تابعین میں اور انکے تابعین میں باوجود دین اور ورع اور صدق کے اور نہیں رد کی جاتی حدیث انکی اور شیخ عبدالحق دہلوی نے خاتمہ شرح کتاب سفر السعادت میں لکھا ہے کہ ابو الصلت شیعہ ہے لیکن صادق ہے اور بخاری نے اٹھارہ شیعوں سے روایت کی ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اور ان سب کے نام لکھے ہیں اور اسی طرح بہت کتابوں میں شیعوں کا روایت کرنا لکھا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں لکھا کہ انمیں سے کسی نے محدثین اہل سنت میں سے ظاہر کیا ہو اور در پردہ تقیہ کر کے اور محدث بنکر اپنے مذہب کے مفید کوئی روایت داخل کر دی ہو بلکہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ محدثین انکے روایت کے سننے سے انکار نہیں کرتے تھے اور یہ جو لکھا ہے کہ بعضوں نے اقرار وضع روایت کا کیا اس جہت سے تھا کہ قاضی اسمعیل ناصبی نے مقید کیا حب علی کی روایت کرنے کے جابر کو تو اس نے اپنی نجات کے لئے اقرار وضع کا کیا اور عبدالحق دہلوی نے شرح خاتمہ سفر السعادت میں لکھا ہے کہ اقرار کرنا وضع کا مفید یقین وضع کا نہیں ہوتا لیکن یہ کہ بخاری کے زمانہ سے پہلے کا ہے اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے جو مرویات جابر جعفی کو قبول کیا انمیں اسقدر تعصب اور عداوت تھی اور بخاری نے اپنے نصب و عداوت کی جہت سے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے دوستی رکھتا تھا اور انکے فضائل کی روایتوں کو بیان کرتا تھا اسکی روایتوں کو قبول نکیا اور اسی جہت سے اپنی کتاب میں خارجیوں سے روایت کرتا ہے اور اس تشدد و تعصب کی جہت سے بخاری اہل سنت کے نزدیک زیادہ معتبر بھی ہے غرض یہ ہے کہ کلام تو ہمارا روایت متنازع فیہا میں ہے اور وہ نہ جابر سے مروی ہے نہ ابو القاسم اسکے راوی تو رواۃ اہل سنت میں اور کسی نے اس روایت کو وضعی نہیں لکھا ہے اور جن روایتوں کو یہ فرماتے ہیں کہ متشیعین اور تفضیلیہ انسے تمسک کرتے ہیں وہ روایتیں فضائل اہل بیت کی ہیں باوجودیکہ انکی صحت میں کسیطرح کا و غدغہ نہیں ہے لیکن عداوت کی راہ سے کہتے ہیں اور شاہ صاحب نے بہت روایتوں کو انکے فضائل کی وضعی یا ضعیف لکھا ہے اور اب ہم بھی مثل شاہ صاحب کی کہتے ہیں کہ مکائد تحفہ اثنا عشریہ میں سے یہ ہے کہ اسلاف انکی صحاح ستہ کے جمع کرنے میں جو مشغول ہوئے وقت جمع کرنے احادیث صحیحہ کے احادیث موضوعہ متضمن مناقب خلفاء ثلاثہ اور امثال انکے اور شروع ہونا احکام مبتدعہ کا مثل غسل رجلین اور جواز مسح خفین وضو میں اور تحریم متعہ اور سنت ہونا صلوۃ ضحی کا اور سوا اسکے روایت کیا اور بظاہر اپنے تئیں صلاح اور تقوی سے آراستہ کیا تاکہ عوام گمان کریں کہ جو کچھ نقل کریں اسمیں تدلیس اور تلبیس نہیں کرتے ہیں اور اس جہت سے حقیت خلفاء ثلاثہ کی اور شروع ہونا احکام مبتدعہ کا انکے دلوں میں منقش ہو جائے اور اس کید نے انکی بہت آدمیوں کو جو کہ حقیقت حال سے غافل تھے گمراہ کر دیا **قال الشیخ الاشعری** اب عرض یہ ہے کہ شاہ صاحب کا لکھنا تو آنکھوں کے دیکھنے کی برابر ہے شیعہ سنی سب انکے علم اور تاریخ دانی اور تبحر مذہب طرفین کے قائل ہیں حتی کہ علم اہل سنت تو اپنا علم تھا علم مذہب شیعہ بھی اسقدر رکھتے تھے کہ علماء شیعہ کو بھی میسر نہیں چنانچہ تحفہ اثنا عشریہ اسکے لئے گواہ موجود ہے لیکن اگر شاہ صاحب نہ فرماتے کوئی اور کہتا تب بھی ریاست کا شیعوں کی نسبت یقین بے ساختہ ہو جاتا کیونکہ اس تقیہ کی بدولت نے جھوٹ کو انکے لئے حلال طیب کیا واجب و فرض تک کر دیا ہے لسان المیزان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بہت سے شیعیان نابکار نے کیا منجملہ حارث بن حصین ہے جو اعمش سے روایت کرتا ہے اور اسی قبیل سے حارث بن محمد مکوف ہے اور از انجملہ حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید عدوی مصری ہے جو ثقات کے نام سے جھوٹی باتیں روایت کرتا ہے خیر کہانتک بزرگواران شیعہ کی بزرگی کی تعریف اور مدح میں طول اللسان کیجئے کہ اس قسم کے مضمون بہت ہی تھوڑے ہیں پر برفع استبعاد اور تسکین خاطر سادہ لوحان کیلئے یہ معروض ہے کہ آیہ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا سے جسکا ترجمہ ہے کہ انسے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جنہوں نے اللہ کے ذمہ بھی بہتان لگا دیئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو اللہ کے ذمہ طوفان جوڑ لیا کرتے ہیں اور کم عقلوں اور سادہ لوحوں کو بغرض شیاطین راہ سے بے راہ کر دیتے ہیں سو اس امت میں اس فن میں حضرات شیعہ سے زیادہ اور کوئی چالاک معلوم نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ سے انکے دین کا قیام ہے اگر یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون بولے سو انکی نسبت جتنا کچھ کہئے تھوڑا ہے بالجملہ کتب مذکورہ میں روایت دعوی فدک ہو بھی تو بوجہ حسن ظن علماء اہل سنت اور تقیہ مکاران مذہب شیعہ قبول ہو گئی روایت از سر نو گھڑی پیچھے سے محققین نے گو اسکے بطلان کا اشتہار کر دیا لیکن تا ہم کہانتک پھیلی ہوئی بات کا سمیٹنا جھوٹے تیر کے ہٹانے کی برابر ہے بہر حال وہ روایتیں مشہور ہو گئیں لوگ مغفلین کو سراسیمہ کر دیا اور متشیعین اور مردمان تفضیلی کے لئے سامان اضلال ہو گئیں جیسا کہ توراۃ و انجیل کی تحریفات باعث ضلال و اضلال عالم ہو گئیں پر جیسے قرآن مجید نے توراۃ و انجیل کی غلطیوں کی اصلاح کر دی اور قسمت والوں کو ظلمات سے نکالکر نور میں پہنچا دیا ایسے ہی روایات صحاح اور تحقیقات محققین اولوا الابصار نے بھی ان تحریفات کا تدارک کر دیا اور جنکا مادہ قابل اصلاح تھا انکو ہدایت کر دی اور ضلالت سے نکال دیا باقی مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران امثال کی اگر اصلاح نہو تو کیا بعید ہے جنکے دلوں پر مہر لگی ہوئی تھی انکے لئے بھی قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہے ایسے ہی مولوی عمار علی صاحب بھی اسبات میں انہیں کے قدم بقدم ہیں اور موافق نقل مشہور

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز + کبوتر با کبوتر باز با باز +

کذابوں کی مرویات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو نہ مانا سو وہ کیا کریں مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ **اقول** شاہ صاحب کے لکھنے کا ہرگز اعتبار نہیں ہے انکا امتحان ہو لیا ہے وہ بڑے کاذب ہیں اور انکا لکھنا آنکھوں کے دیکھنے کے برابر اسوقت ہو کہ جسوقت وہ راست راست بیان کریں لیکن انہوں نے

بڑے بڑے جھوٹ لکھے ہیں جیسے کوئی دہکوسلات کہدے چنانچہ کچھ پہلے بھی گزر لیا ہی اور انکے علم و فضل کا ہمکو انکار نہیں ہے لیکن اس علم و فضل پر ایسا دروغ زیب نہیں دیتا اور شیعوں کے مذہب سے
تو وہ کیا آگاہ ہوتے نصر اللہ کابلی کی کتاب صواقع کو دیکھکر کچھ واقف ہوگئے ہیں اور اسی کتاب کا انہوں نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے ایک کتاب لکھی ہی اور نام اسکا انہوں نے تحفہ
اثنا عشریہ رکھا ہی لیکن انہوں نے یہ تحقیق نکیا کہ صواقع میں جو کچھ لکھا ہی نصر اللہ کابلی نے یہ سب سچ ہی یا جھوٹ بھی ہی اور حال یہ ہی کہ اکثر اسمیں دروغ ہی اور جھوٹی نسبتیں شیعوں کیطرف کی ہیں چنانچہ
تحفہ اسکا گواہ ہی اور شیعہ ہر مقام پر تقیہ نہیں کرتے ہیں بلکہ فرض ہونا تقیہ کا بعضے مقام پر قرآن سے ثابت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور فرماتا ہی کہ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ
بِالْإِيمَانِ اور اہل سنت کی کتابوں سے تقیہ ثابت ہے اور جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور قول لسان المیزان والے کا مثل بول کی ہی ہمیں محبت نہیں تھا کہ عداوت کی راہ سے وہ لکھتا ہی اور حسن
زکریا کا نام لکھا ہی وہ بیچارہ فضائل علی بن ابیطالب کے روایتیں بیان کرتے تھے اسواسطے مجروح ہوگئے چنانچہ حاشیہ میں تحفہ کے مولوی عبدالعزیز صاحب نے خلاصہ لسان المیزان سے لکھا ہی اور یہ شیخ جو
کچھ کہتا ہی انکی ہی پیروی سے کہتا ہی اسمیں لکھا ہی کہ انمیں سے ایک حسن بن علی بن زکریا بن صالح ابو سعید العدوی البصری ہی جو ثقات سے جھوٹی باتیں روایت لاتا ہی اور وہ کیا ہی کہا کہ روایت
کی ہی ہمکو صباح بن عبداللہ نے اور اس نے شعبہ سے اور اس نے اعمش سے اور اسنے ابن ابی صالح سے اور اس نے ابوہریرہ سے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی دیکھنا طرف رو مبارک علی کی عبادت ہے اور دوسری
روایت اسی طرح کئی راویوں سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے کنت انا و علی نورا نسبح اللہ و نقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف یعنی تہا میں اور علی نور کہ تسبیح
کرتے تہی ہم خدا کی اور پاکی بیان کرتے تہی ہم اسکی پہلے اس سے کہ پیدا کرے خدا آدم کو چار ہزار برس یعنی چار ہزار برس پہلے آدم کے پیدا کرنے سے ہمارا نور پیدا کیا تھا اور بعد اسکے اسی طرح سے جابر سے
روایت کی ہی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہمکو کہ عرض کریں ہم اپنی اولاد پر دوستی علی بن ابیطالب اور بعد اسکے لکھا ہی حبان سے کہ شاید اس نے ثقات سے ایک ہزار موضوعات روایت
کی ہی اور قاضی اسمعیل نے اسکو اس جہت سے قید کیا اسنے اسکے خوف سے اقرار روایات کے وضع کا کیا وجہ یہ تہی کہ وہ فضائل اہل بیت کی روایتیں بیان کرتے تہی اور لوگ از راہ عداوت علی انکو متہم
اور مقید کرکے اقرار وضع کا کرواتے تہی اور حالانکہ یہ وہ باتیں جنکو تعصب و عداوت کی جہت سے باطل اور موضوع کہتے ہیں خود بڑے معتبر تھے مثل طبرانی اور حاکم کے اپنی کتابوں میں لکہا ہے اور
ابن حجر جو بڑا متعصب ہے اپنے مذہب میں صواعق محرقہ میں لکھتا ہی فضائل علی بن ابیطالب میں الحدیث الحادی عشر اخرج الطبرانی والحاکم عن ابن مسعود ان النبی صلعم قال النظر
الی وجہ علی عبادۃ اسنادہ حسن اور ایک روایت میں ہی لکھا ہی اور عائشہ سے روایت کی ہی اور حدیث کنت انا و علی نورا الخ کتاب فردوس دیلمی اور مناقب ابن مغازلی اور مسند احمد حنبل
میں موجود ہی پھر ان روایتوں کے موضوع اور باطل کہنے کی کیا وجہ ہے مگر عداوت علی ہی اس اندیشہ سے کہ ایسا نہو کہ فضیلت علی کی ثلاثہ کی فضیلت سے بڑھ جائے اور ایسے ہی روایت اولاد پر عرض
کرنی محبت علی بن ابیطالب کی ہی وہ بھی صواعق محرقہ میں بیان کرنے میں آیہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ کے لکھا ہی کہ اخرج الدیلمی انہ قال ادبوا اولادکم علی ثلث
خصال حب نبیکم و حب اہل بیتہ و علی قراءۃ القرآن یعنی ادب کرو تم اولاد اپنی کو تین خصلتوں پر دوستی پیغمبر اپنے پر اور دوستی اہل بیت اسکی پر اور پڑھنے قرآن پر اور امیر المومنین
علی بن ابیطالب اہل بیت میں داخل ہیں بلکہ امام انکے ہیں پس جو کوئی قید کرے اور از راہ عداوت حضرت علی کی فضائل کا بیان کرنیوالیکو اور اسکو بھی کہ اقرار کرے کہ جو کچھ میں نے
فضائل علی کی بیان کئی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور وہ شخص اپنی حفاظت جان و آبرو کے واسطے اقرار کرے موضوع ہونیکا تو وہ باتیں واقع میں موضوع نہیں ہونگی بلکہ سچ ہیں وہ روایتیں اور
مثل انکے کہ جنکو شاہ صاحب نے لکھا ہی اور شیعوں کا کید مقرر کیا ہی کہ ثقات محدثین اہل سنت سے سماعت کیا اور انکے اسانید کو یاد کیا اور تقوی اور پرہیزگاری کر کے اپنا اعتبار بڑھایا اور احادیث
صحاح کو روایت کیا اور اثنا روایت میں اپنی موضوعات کو درج کر دیا اور یہ شیخ بھی انھی کی پیروی کرتا ہی حالانکہ وہ جس کو کہ فضائل علی کی روایتیں بیان کرتے دیکھا جائے
کہ کیا عداوت ہے ان لوگوں کو علی ابن ابیطالب سے اور وہ ایسی ہی روایتیں تہیں جنکو بخاری نے قبول نکیا لیکن جس روایت میں گفتگو ہی اسکو کسی نے موضوع نہیں لکھا ہی اسکی صحت پر
اتفاق ہی محققین اہل سنت کا اور جو لوگ کہ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ اہل سنت ہیں شیعہ ہرگز ایسے نہیں ہیں اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہی کہ ایک دن حضرت جبرئیل لباس پشمینہ پہن کر آئے
رسولخدا صلعم نے پوچھا کہ آج تم خلاف عادت ایسا لباس پہن کر کیوں آئے ہو کہا کہ تعجب مت کرو کہ سب ملائکہ نے لباس پشمینہ پہنا ہی اسواسطے کہ آج ابوبکر نے لباس پشمینہ پہنا ہی اس شان
میں ابوبکر بھی تہی اسی ہیئت سے لباس پشمینہ پہنے ہوئے جبرئیل نے سلام حق کا ابوبکر کو پہنچایا اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی تو مجھ سے راضی ہی یا نہیں ابوبکر نے تین دفعہ جواب دیا کہ میں راضی ہوں
جبرئیل جلد چلے گئے تاکہ جواب پہنچائیں منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسولخدا اگر خدا سے ابوبکر راضی نہوتا تو کیا ہوتا اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ ابھی منافقین سے کہدو کہ اگر وہ راضی نہوتا تو اٹھارہ ہزار
عالم کے آدمیوں کو بھیجتا سفارش کرنے واسطے یہانتک کہ ابوبکر راضی ہو جائے افترا اعداء پر کہ ابوبکر کی رضامندی کے واسطے خدا تعالیٰ ایسا کرے سو وہ اہل سنت ہیں کہ اس امت میں خلفاء ثلاثہ کی مدح
میں ایسے ایسے افترا اعدا پر باندھتے ہیں اور سادہ لوحوں کو مثل شیاطین کے اس سے بے راہ کرتے ہیں اور اس امت میں ایسی فوجیں آدمی حضرات اہل سنت میں اس سے زیادہ اور کوئی جاہل معلوم
نہیں ہوتا اور کیوں نہو جھوٹ سے انکے دین کا قوام ہی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے دین کی محافظت کے واسطے عجیب کتابوں سے زیادہ کا انکار کیا اور حیلہ ثلاثہ کی مدح میں بڑے بڑے
کی باتیں جھوٹی معاویہ کے کہنے سے انکے علماء نے بنائیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہی سو یہ جھوٹ نہ بولیں تو اور کون کو انکی نسبت جتنا لکھے تھوڑا ہے

اور روایت مذکورہ اُن روایتوں میں سے نہیں ہے جو کہ دائر اور سائر ہو گئی ہیں یہ روایتیں حضرت علی کے فضائل کی ہیں جنکو اہل سنت موضوع کہتے ہیں اور شیعین لعین مردان تفضیلی صحبت بچاتے ہیں حضرت علی کے فضائل میں اسواسطے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے تفضیلیوں کو اہل سنت میں سے لکھتے ہیں اس صورت میں وہ اُنہیں روایتوں سے تمسک کرینگے جو کہ حضرت علی کے فضائل کی ہیں بلکہ طعن ثلاثہ کی روایتوں سے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس روایت کو موضوع کسی نے نہیں لکھا ہے بلکہ اسکو برسر و چشم رکھتے ہیں اور قرآن نے سکو اصلاح تورات اور انجیل کی کی لیکن حضرت عمر کا اعتقاد تورات ہی پر جما ہوا تھا کہ وہ اسکو لکھ کر لائے اور جناب سرور کائنات بہت ناراض و رنجیدہ ہوئے چنانچہ کتب صحاح اہل سنت کے حوالہ سے پہلے اس سے ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور اس شیخ کے لکھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انکی کتابیں مثل تورات اور انجیل کے تحریف ہیں کہ بعضے شیعوں کی روایتوں سے وہ محرف ہو گئی ہیں اور انکا مذہب جیسے ان کتابوں کا ہے وہ بھی باطل ہے کہ وہ کتابیں انکی مثل توراۃ اور انجیل کے انکی گمراہی کا باعث ہو گئیں اور اگر علماء نے انکی تحریفات کا تدارک کر دیا اور لکھدیا کہ یہ روایت صحیح ہے اور یہ روایت موضوع ہے تو ہمارا مطلب اس سے ثابت ہو گیا اسواسطے کہ روایت مذکورہ ہی کو کسی نے علمائے سلف میں سے موضوع نہیں لکھا اور شیعہ تو ہر طرح سے صیانت پر ہیں کہ اپنی روایات کو برسر و چشم رکھتے ہیں اور اہل سنت بھی کی صلاحیت نصیب نہیں ہے کہ مفسد مشہوروں کی اپنی صحیح صحیح روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور اپنے راویوں کو کاذب قرار دیتے ہیں اور کیونکر انکار نکریں کہ انکے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور جھوٹی روایتوں کا جو کہ خلفاء ثلاثہ کے فضایل میں ہیں اعتقاد رکھتے ہیں انکے لئے قرآن جیسی حقانی کتاب سے اصلاح نہوئی بلکہ تحریفات آبائی اور تبدیلات اسلاف کے پابند رہے ایسے ہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور یہ شیخ انکی پیروی کے اسبات میں ہیں کہ قدم بقدم ہیں اور موافق مثل مشہور کے کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز کذابوں کی روایات پر جم گئے اور اہل صدق کی بات کو سنا اسوقت کیا کریں من یضلل اللہ فما لہ من ہاد **وقال الشیخ الاشعری** اگر ہم تسلیم کریں اور مناظرہ میں شیعوں سے نرمی ہی برتیں اور اسبات کے قائل ہوں کہ اس روایت میں کسیطرح کا قصور نہیں ہے اور تاویل یا ورقی کی ہے تب بھی شیعوں کی آنکھوں میں خاک ہی رہیگی کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مشکوۃ کی روایت اصح ہے اور یہ قوی ہے تو وہ روایت اقوی ہے اسکو اسپر ترجیح نہیں ہو سکتی وہی بہر طور مرجح رہیگی اور یہ بات کچھ ہمیں نہیں ہے کہ اصح اور اقوی کو صحیح اور قوی پر مقدم کہتے ہیں تمام عالم یہ کرتا ہے عقل اسی بات کی شاہد ہے شیعہ ہر چند عقل سے کچھ غرض نہیں رکھتے اسی طریق پر چلتے ہیں اور اگر یہ نکریں تو بہر دین سے دست بردار ہوں کیونکہ انکی یہاں اختلاف کے برابر کسی مذہب میں اختلاف ہی نہیں چنانچہ ناظران تحفہ اثنا عشریہ و منتہی الکلام وغیرہ مصنفات مولانا حیدر علی پر پوشیدہ نرہیگا اور قدر قلیل اسکا کچھ پتا اس رسالہ میں سے بھی ملیگا اور دور کیوں جائے مولوی عمار علی صاحب یوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے سوا حضرت فاطمہ زہرا کی اور کوئی بیٹی ہی نتھی اور کلینی بصراحت اور نہج البلاغت بلکہ خود کلام ربانی تعدد بنات نبوی پر شاہد ہیں چنانچہ اوپر مفصل مذکور ہوا تو اب ہم مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ اگر سچے ہیں بزعم خود تو سچے ہیں اور معتقدوں کے نزدیک تو آپ کی بات بہر حال خدا کی بات ہے پھر آپکی روایت ہی خواہ مخواہ آپکو صحیح ماننی پڑی اور کافی کلینی خود اصح الکتب ہے اور نہج البلاغت بمنزلہ وحی آسمانی اور قرآن خود وحی آسمانی ہی ہے پھر آپ نے بایں وجہ کہ خدا کی تردید میں تو بدا کا احتمال ہے اور کافی اور نہج البلاغت میں ائمہ کا قول ہے باب میں منقول ہے اور انکے علوم علم خداوندی اور علم نبی ہے خود انہیں اور نبی صلعم خدا ہی سے لیتے ہیں تو اس صورت میں بھی انکے اقوال میں بھی یہی احتمال تھا اور آپکو نہ خدا سے واسطہ اور نہ رسول اللہ صلعم سے واسطہ آپ نے جو اپنی ہذیان لکھو اس کو کافی کی روایت اور حضرت امیر اور خدا کی شہادت سے اصح سمجھکر مقدم رکھا یہ ترجیح آپکے نزدیک صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو فہو المراد ورنہ چشم ما روشن دل ما شاد یہ بات تو آپ مانینگے کہ ہمارا یہ قول کہ سوائے حضرت فاطمہ کے رسول اللہ صلعم کے اور کوئی بیٹی ہی نہیں غلط ہے باقی اس ترجیح کو صحیح اصح پر راجح ہے حضرت علی کے اس قول ہی سے ہم رجوع کر دینگے جو نہج البلاغۃ میں مندرج ہے الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب یعنی گروہ اعظم کے ساتھ رہو اسواسطے کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت کے اوپر ہے اور دیکھو مجمع سے الگ مت ہو اسلئے کہ مجمع سے نکلا ہوا آدمی شیطان کے لئے ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہی ہوئی بکری بھیڑیے کے لئے ہوتی ہے فقط سو بفرض محال مولوی صاحب کی جھوٹی بات جیسے حضرت زہرا ہی کا بیٹی ہونا اگر سچ بھی ہو تب مرتبہ صحت سے تو آگے چلنے ہی کی نہیں پھر اسکو اصح الاقوال پر ترجیح دینی تمام عالم سے علیحدہ ہونا ہے سو سوچئے شیطان کے زمرہ میں داخل ہونا مولوی صاحب کو مبارک سبحان اللہ سچ ہے راہ ہر کار و ساختند + مہر او اندر دلش انداختند شیعوں کو خداوند کریم نے غلطی ہی کے لئے پیدا کیا ہے جو ایسی ایسی براہین قاطعہ سنکر بھی باز نہیں آتے اور جیسے اندھا دن کو بھی نور آفتاب سے فیضیاب نہیں تو یہ کوران دین بھی ان دلائل سے جو مثل آفتاب روشن و روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے **اقول** خاک سنیوں کی آنکھوں میں ہے جو اپنی موضوع روایت سے شیعوں پر حجت پکڑتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں ارے نامعقول ہم اپنی روایت سے کیا تجھپر حجت پکڑینگے جو تو اپنی روایت موضوع کو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تجھکو شرم نہیں آتی اور یہ روایت ایک کتاب کی جماعت کثیرہ کی کتابوں کی روایت کا کیونکر مقابلہ کریگی اور اپنی خوشی تو اسکو اصح کہتا ہے ہم تو اسکو ضعیف بھی نہیں کہتے بلکہ موضوع کہتے ہیں پہلے تو اسکا صحیح ہونا ثابت کر تب دعوی اصح ہونیکا کیجیو اور عالم جو ترجیح دیتا ہے تو صحیح روایتوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور ہم تو اسکا صحیح ہونا تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور بفرض تسلیم کیا کہ وہ روایت مشکوۃ کی بھی صحیح ہے لیکن اصح کیونکر ہوگی ایک کتاب کی روایت بلکہ اصح وہ روایت ہے کہ جسکو ایک جماعت نے نقل کیا ہے اس صورت میں بھی ترجیح ہماری ہی روایت کو ہوگی مشکوۃ کی روایت پر اور عقل سنیوں ہی میں نہیں ہوتی ہے اگر عقل ہوتی تو موضوع روایت کو صحیح سے ترجیح نہ دیتے اور اختلاف اہل سنت میں کچھ کم ہے اسقدر اختلاف ہے کہ ایک کتاب سے اصح

میں تصنیف ہوئی ہی اختلاف الائمہ رحمۃ للامۃ اور اُس اختلاف کو رحمت مقرر کیا ہی اور جناب رسول خدا صلعم سے منقول ہی شیعوں کی کتابوں میں کہ فرمایا حضرت نے اختلاف امتی رحمۃ اور تو اختلاف پر طعن کرتا ہی
اور مولویصاحب نے ترجیح دی ہی کلینی کی روایت پر اُس روایت کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ سوا حضرت فاطمہؑ زہرا کے اور کوئی صاحبزادی حضرت کے نطفہ سے نہتی اور کلینی کی روایت کا انکار نہیں
کیا ہی کہ کلینی میں تو روایت ہی نہیں ہی بلکہ ترجیح دیکر دوسرے کے موافق لکھا ہے۔ اور کوئی دختر سوا فاطمہ زہراؑ کے حضرت کے نطفہ سے نہتی لیکن وہ دونوں روایتوں کو صحیح جانتے ہیں اور تو موضوع
کو صحیح روایت پر کیونکر ترجیح دیگا اور نہج البلاغت سے بصراحت یہ نہیں ثابت ہوتا ہی کہ حضرت کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تہیں اور کلام ربانی میں جمع کا لفظ اگرچہ آیا ہی لیکن جسوقت یہ آیت نازل ہوئی
تہی اُسوقت سوا فاطمہ کے اُنمیں سے کون زندہ تہی روضۃ الاحباب میں لکہا ہی کہ رقیہ تو سنہ دو ہی میں مر گئی تہیں اور یہ آیت نازل ہوئی سنہ پانچ میں اور اسکو جانے دیجیے باعتبار عرف کے متبنے
اور مندوبہ کی بیٹیاں بہی اپنی ہی بیٹیاں کہلاتی ہیں عرف کے اعتبار سے فرمایا ہی اور پہلے اس سے ہم جواب اسکا تفصیل سے لکہہ چکے ہیں دلائل دیکہو اور جو تو نے لکہا ہی تم ہو اور یہ صاحب ہیں جنہوں نے اسقدر کتابوں کا
انکار کیا اور وہ تو اپنے زعم میں بہی جہوٹے ہیں کیونکہ اُنہوں نے جان بوجہکر اسقدر کتابوں کا انکار کیا ہی اور یہی تو تمہارا ہی اعتقاد ہی کہ اپنے سلف کی جہوٹے کلام کو خدا کے کلام سے زیادہ جانتے ہو اور اُنکے
کلام سے پہرنا خدا کی بات سے پہرنا جانتے ہو اور کافی ہمارے نزدیک اصح الکتب نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک کتب احادیث برابر ہیں اور روایتیں ہر کتاب میں سب طرح کی ہیں اور وہ تم ہی ہو کہ بخاری کو اصح الکتب
کہتے ہو اور پہر اُسمیں قدح کرتے ہو اور اکاذیب پر شامل بتلاتے ہو اور نہ ہمارے نزدیک نہج البلاغت وحی آسمانی ہی جناب امیر علیہ السلام کی طرف اُنکے قولوں کو منسوب کرتے ہیں اور وہ قول اُنکے موافقین اور
مخالفین سب سے لیکر جمع کئے ہیں اور علماء اہل سنت بہی اقرار کرتے ہیں کہ وہ کلام جناب امیر علیہ السلام کا ہی اور قرآن تو ہمارا ایمان ہی اور اُسمیں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے وہ مثل ناسخ اور منسوخ کی ہے اور محکم
تو بدا کہتا ہی اُسکے ہم قایل نہیں ہیں اور جو قول امام ہی ہم بسر و چشم اُسکو تسلیم کرتے ہیں لیکن اقوال ائمہ معصومین مثل اقوال رسول خدا ہیں کہ اُسمیں مختلف ہوتے ہیں بحسب اختلاف روات اور ایک قول کو
دوسرے قول پر ترجیح دی جاتی ہی اور ہم پہلے لکہہ چکے ہیں اور اب بہی کہتے ہیں ہم کہ مولویصاحب نے کافی کی روایت کا انکار تو کیا ہی نہیں ہے بلکہ اُسکے مخالف دوسری روایت کے موافق ترجیح دیکر لکہا ہے
اور وہ روایت کافی کو بہی تسلیم کرتے ہیں اور جو کچہ نہج البلاغت یا اور کتابوں میں ہی کہ حضرت کی کئی بیٹیاں تہیں تو ہم بہی کہتے ہیں کہ ہاں وہ سب حضرت ہی کے نطفہ سے تہیں ہمنے اب تسلیم کیا اور ہمنے جو
یہ اقرار کیا تو ہمارے مذہب میں اس سے کیا قباحت لازم آئی لیکن اب تمکو چاہیے کہ تم بہی اُس روایت کے جسکے قایل ہو کہ اُس روایت کو جماعت کثیرہ نے لکہا ہی ہمنے تو ایک جماعت کو ترک کرکے ایک کتاب کافی
کی روایت پر عمل کیا اور تم ایک کتاب کی روایت کو ترک کرکے جماعت کثیرہ کی کتابوں کی بہی روایت پر کیا عمل نکرو گے اب تجہکو لازم ہے کہ جماعت کی روایت پر عمل کر اور خلفاء ثلاثہ کی غاصب ہونیکا
قایل ہو اور واسطے خدا اور رسول خدا کے تو تمکو نہیں ہے اور ہم تو وہی کہتے ہیں جو خدا اور اُسکے پیغمبر نے فرمایا ہی اور اگر تو نے مولویصاحب کے قول کو ہذیان و ہجواس لکہا ہی تو کیا عجب ہے کہ حضرت عمر نے تو رسول خدا
کے ارشاد کو ہذیان و ہجواس کہا تہا اور ترجیح دینی کو کافی کی روایت پر تو ہم پہلے اس سے لکہہ چکے کہ وہ غلط نہیں ہے اور صحیح کو اصح پر ترجیح دینا تو اُسوقت تم مرجوح کہو کہ جب کوئی اُس اصح کو ضعیف
بہی کہتا ہو چہ جایکہ صحیح یہاں تو تم اُسکو موضوع کہتی ہیں ہر تم اسکو ترجیح دیتے ہو اور یہ قول جناب امیرؑ کا الزموا السواد الاعظم مراد سواد اعظم سے حضرت امیر نے اپنی جماعت مراد لی ہی اور خطاب ہے طرف خوارج کے
اپنی طرف الحاق کرنیمیں اور بعضے کتب اہلسنت سے مثل تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر کے یہ بہی ثابت ہوتا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ کو سواد اعظم فرمایا ہی اور یہاں حضرت امیر نے اپنی ذات یا اپنی جماعت کو
سواد اعظم فرمایا ہے اور ہر سواد اعظم مراد نہیں ہو سکتا کہ بعضے سواد اعظم احتمال ضلالت کا رکہتی ہیں اسواسطے کہ حضرت امیر نے دوسرے خطبہ میں معاویہ کو بہی سواد اعظم فرمایا ہی چنانچہ فرمایا کہ ملئیم بہذا السواد الاعظم اور اگر ہر سواد
اعظم حق پر ہو تو چاہیے کہ یزید اور یزیدیان حق پر ہوں اور دست خدا کے جماعت پر ہو اور حضرت امام حسین مع رفقا شہید ہوں اور قتل ہونا اہل مدینہ کا اور تاراجی مدینہ کی اور بے ادبی روضہ مقدسہ
اور مسجد نبوی کے جو یزیدیوں کے عمل سے وقوع میں آیا ہی سب حق اور صواب ہو اور جو سواد اعظم حق پر ہو تو ہم اُس سے علیحدہ نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں تو اُسوقت کہنا چاہیے کہ جسوقت ہم اُنکے
قول کو نہ مانتے ہوں لیکن وہ اقوال اُنکے ہمارے مطلب کے باطل نہیں کرتے ہیں جسمیں مولویصاحب کا کچہہ جہوٹ نہیں ہے جہوٹے تم ہو جو سچ کو جہوٹا کہتے ہو اور اگر ہم اسمیں تمہارے موافق کہنے لگیں تو اسمیں ہی ہمارے لیے کچہ
قباحت نہیں ہی اور یہ قول جناب امیر کا جو ہی الزموا السواد الاعظم روایت مروی ہبہ فدک میں ہمارے قول کی تائید کرتا ہی کہ اسکو ایک جماعت کثیر نے اپنی کتابوں میں لکہا ہی اور تم ایک مشکوۃ کی روایت لیتے ہو و بالفرض
بفرض محال تمہاری جہوٹی بات یعنی فدک کا ہبہ نکرنا اگر سچ بہی ہو تب بہ صحت سے تو آگے چلتی ہی کہ نہیں ہے اسکو سچ قول پر کہ جو جماعت کثیر کی جماعت کے قول میں ترجیح دینے میں تمام عالم سے علیحدہ ہو سو سوچ سے
شیطان کے زمرہ میں داخل ہو اس شیخ نجدی کو مبارک سبحان اللہ ہر بیچے راہبر کارے ساختند مہر وا مندوش اندستند سینو نخود خدا و مدار نے غلطی پر جمے رہنے کے لیے پیدا کیا ہی جو ایسی بیہی براہین قاطعہ
سنکر بہی باز نہیں آتے اور جیسے اندہا دنکو بہی آفتاب سے فیضیاب نہیں ہوتا یہ کوران بہی ان دلایل سے جو مثل آفتاب کے روشن ہیں مستفیض نہیں ہوتے **قال الشیخ الاشعری** الغرض روایت کو دکر سے تو
وہی متردد ہو سکتا ہی جو دن کو آفتاب کے ہونیمیں متردد ہوتا ہی لیکن یہی حجتی الحجۃ کی حجت جاوا مسبقی امین تم نہیں تسلیم کرتی ہی اور ہم کہتے ہیں کہ سلفا علماء شیعہ کے ابو غلہ ہی سمجہ ہی اور روایت مشکوۃ کو دیکہ رجیحہ مولویصاحب
ترجیح نہیں ہی لیکن جہوٹی بات اسطرح پاؤں نہیں چلتی اب یہی شیعہ ہی مطلب کی یہی روایت ہے نہیں ہو سکتی کیونکہ جو حدیث اس مضمون کی شیعہ کی ہی پایا گیا ہر بعض گمنام کتابوں میں داخل ہو گئی ہے اسمیں ایسا لفظ کوئی نہیں
جس سے یہ ثابت ہو جاوے کہ ملک لفظ اعطی الیہ ہی جو ہبہ اور عاریت دونوں میں استعمال کرتے ہیں دفع تردد کے لیے اُس روایت ہی کو بعینہ نقل کئے دیتا ہوں صواعق محرقہ میں جو دربارہ رد رفض تصنیف ہوئی ہی ابن حجر کی فضایل میں ابوبکر کے
لکہا ہے اگرچہ تشیع کی کہری ہوئی ہی ابوبکر صدیق کی فضیلت ہی نکلتی ہی اور شیعوں نے ہر چند طعن کی بات کہری تہی پر خوبی قسمت سے تعریف ہو گئی ہی گو مولویصاحب اور اُنکے اتباع کو یہہ بہی غنیمت ہی

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر وہ روایت یہ ہے اخرج الحافظ بن شیبہ عن زید الامام الجلیل قیل لہ ان ابابکر انتزع من فاطمۃ فدک فقال انہ کان رحیما وکان یکرہ ان یغیر شیئاً ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا فقالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک فقال ہل لک بینۃ فشہد لہا علی و ام ایمن فقال لہا فبرجل وامرأۃ تستحقینہا ثم قال اللہ لو رجع الامر فیہما الی لقضیت بقضاء ابی بکر حاصل یہ ہے کہ حافظ عمر بن شیبہ نے ابی بکر کسی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت زید سے جو امام جلیل القدر ہیں یعنے زید بن امام زین العابدین کسی نے کہا کہ ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے فدک چھین لیا تھا انہوں نے فرمایا وہ بڑی رحم دل تھے یعنی اُنسے ایسا کام کب ہوسکتا ہے یہ تو سنگدلوں کا کام ہے وہ تو بڑی رحم دل تھے پر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی انداز کے بدلنے کو انکا جی نہیں چاہتا تھا اور اُسکے بدلنے سے انکو کراہت آتی تھی سو فاطمہ اُنکے پاس تشریف لائیں اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فدک دیا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا کوئی گواہ ہے سو حضرت علی اور ام ایمن نے گواہی دی انہوں نے فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت سے تو حق ثابت نہیں ہوسکتا اسکے بعد حضرت زید فرماتے ہیں کہ واللہ اگر یہ مقدمہ میرے یہاں رجوع ہوتو میں اسمیں وہی حکم دوں جو ابو بکر نے حکم دیا فقط **اقول** روایت مشکوۃ کی جو ایک کتاب میں ہی مخالف ہے اُس روایت کی جو کتب کثیرہ میں ہے اور ایک جماعت نے وہ روایت نقل کی ہے اس صورت میں روایت مشکوۃ کی موضوع ہے نہیں وہ ہی متردد ہوسکتا ہے جو دن کو آفتاب کے ہونے میں متردد ہوتا ہے اور روایت مشکوۃ کی موضوع ہونیکی ایک وجہ یہ ہے کہ ابو بکر جوہری نے جو کتاب سقیفہ میں صاف لکھا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے اولاد فاطمہ ہی کو انکا حق سمجھکر دیدیا تھا اور رای شیعونکی ہرگز غلط نہیں ہے بلکہ صحیح ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہتے ہیں اپنی کتابوں سے جیسے کہ یہ شیخ اپنی کتاب سے لکھتا ہے اور مشکوۃ کی روایت کو بار بار بیان کرتا ہے رای اسکی غلطی پر ہے اور شیعونکی ہر طرح سے مطلب براری ہے چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ روایت ہبہ کرنے فدک کی اہل سنت کی بڑی معتبر کتابوں میں مندرج ہے جو کہ بہت مشہور ہیں اور وہ ایسی کتابیں کہ وہم ہی نہیں ہوسکتا کہ شیعوں نے اپنی روایت اُنمیں داخل کردی ہوگی اور نہ کسی عالم سنی نے اُسکی طرف کسی کتاب میں اشارہ کیا ہے یہ شیخ نجدی جو چاہتا ہے سو بکتا ہے اور روایتوں میں اہل سنت کی کتابوں کے ہبہ اور نحلہ کا لفظ موجود ہے اور اگر اعطا کا لفظ کسی روایت میں ہے تو اُس سے ہبہ ہی مراد ہے اور عاریت کو وہاں کچھ دخل نہیں ہے لیکن اس جھوٹے دغاباز کی چالاکی کو دیکھنا چاہئے کہ جو صحیح روایت دعوی ہبہ کی صواعق محرقہ میں موجود ہے اور اسکے لکھے ہوئی روایت کے اوپر چند سطر کی فاصلہ سے وہ ہی لکھی ہوئی ہے اُسکو تو لکھا نہیں ہے اور ایک روایت موضوع گھڑی ہوئی دشمنان فاطمہ زہرا علیہا السلام کو لکھ دیا ہے اور جو روایت صحیح دعوی ہبہ فدک کے اُسکو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں وہ یہ ہے ودعواہا انہ نحلہا فدک لم تأت علیہا الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینۃ علی ان فی قبول شہادۃ الزوج لزوجتہ خلافا بین العلماء یعنی دعوی کرنا فاطمہ کا ابو بکر سے کہ تحقیق اُس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے بخشا ہے اُس فاطمہ کو فدک لائی وہ فاطمہ اُس دعوی پر گواہ مگر علی کو اور ام ایمن کو پس کامل ہوئی مقدار گواہونکی اور وہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ قبول ہونے گواہی شوہر میں واسطے زوجہ اُسکی کے اختلاف ہے درمیان علما کے دیکھو صواعق محرقہ ہی میں نحلہ کا لفظ جو بخشش کے معنے میں ہے موجود ہے اور اس شیخ نجدی نے اس روایت کو تو ترک کیا اور ایک روایت گھڑی ہوئی نواصب کے ذکر کی اور سوا اسکے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ادعت فاطمۃ انہ نحلہا اعطاہا فدک نحلۃ وعطیۃ حاصل یہ کہ دعوی کیا فاطمہ نے یہ کہ تحقیق اُس رسول اللہ صلعم نے بخشا ہے اُسکو یعنی دیا ہے اُسکو از رو بخشش اور بخشش کے اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے فلما مات رسول اللہ صلعم ادعت فاطمۃ رض انہ کان نحلہا فدک یعنی پس جس وقت وفات پائی رسول اللہ صلعم نے تو دعوی کیا فاطمہ زہرا نے کہ تحقیق اُس رسول اللہ صلعم نے بخشا تھا اُسکو فدک اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے کہ جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہبہا لی یعنی آئیں فاطمہ رض طرف ابو بکر کے پس کہا کہ دیدو تم مجھکو فدک کہ تحقیق رسول اللہ صلعم نے ہبہ کیا ہے اُسکو واسطے میرے اور ملل ونحل میں لکھا ہے کہ ودعوی فاطمۃ وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری یعنی اور دعوی کرنا فاطمہ کا وراثت کا کبھی اور ملکیت کا کبھی اسی طرح سب کتابوں میں لکھا ہے اور اس روایت میں صواعق محرقہ کے جو زید بن علی کیطرف منسوب ہے مراد اعطا سے ہبہ ہے نہ عاریت اسواسطے کہ سب کتابوں میں دعوی کا لکھا ہے یہاں اعطا سے مراد عاریت کیونکر ہوگی اور عاریت کے واسطے گواہونکے طلب کرنیکی کیا حاجت تھی جو چیز کہ عاریت ہوئی اُسکو جب چاہا لیلیا اور حضرت فاطمہ عاریت کا دعوی کیوں کرتے جو کہ حق مساکین اور فقرا کا تھا اہل سنت کی نزدیک اور یہ روایت جو حضرت زید سے بیان کی ہے بالکل موضوع ہے وہ ایسا کیوں کہتے اور پھر کہتا ہے کہ شیعونکی گھڑی ہوئی ہے شیعہ تو لعنت کرتے ہیں اُسپر جسنے یہ روایت زید کیطرف منسوب کی ہے تم ہی لعنت کرو اُسپر اور اُسکے ہم مذہبوں پر اور دیکھو صواعق محرقہ کیسی مشہور کتاب ہے اُسکو کہتا ہے کہ گمنام کتاب اور کیا سبب اور خود ہی کہتا ہے کہ اعطا کا لفظ ہبہ اور عاریت میں دونوں میں مستعمل ہوتا ہے اور اُسکے قرائن کو نہیں دیکھتا ہے کہ یہاں کونسی معنے ہے اس ہیں صواعق محرقہ کے دوسری روایت ہے کو دیکھ لیا ہوتا جس میں صاف ہبہ پایا جاتا ہے اُسی کو دیکھ کر سمجھ گیا ہوتا کہ مراد اعطا سے ہبہ ہے لیکن وہ روایت صواعق محرقہ کے ہبہ کے کہ جو زید کی روایت کے قریب ہی ہے ضرور اسنے دیکھی ہوگی لیکن از راہ تعصب اُس روایت کا تو انکار کیا اور ایک روایت موضوع کا جو کہ زید کی روایت ہے واسطے دہوکا دینے کے ذکر کردیا کوئی بھی ڈہنگ ہی انکا کیسے عاجز ہیں شیعونکی جواب دینے میں کہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے اسنے اور یہ جو لکھتا ہے کہ صواعق رد رفض کے واسطے تصنیف ہوئی ہی رد تو وہ کیا کریگا کہ اُس ڈہنگ کی نہیں ہیں اور ایسا بیان کرتے ہیں کہ لوگ انکو کہتے ہیں ابن حجر جو مادہ نر لیکن قاضی نور اللہ شوستری کے نواسے کا عجیب اور غریب کیا ہے کہ صواعق محرقہ کا رد صواعق محرقہ ہی سے کیا ہے اور جو روایت وہ اُسکے رد میں لائی ہیں اسی کتاب کے روایت لائی ہیں کسی دوسری کتاب سے

قال الشیخ الاشعری اب غور فرمائیے کہ ہر چند افترا کردہ کذابان شیعہ ہی جو بظاہر بحیلۂ تقیہ سنی اور بباطن بدکردار تھے لیکن بموافق مثل مشہور حق بر زبان جاری شود لفظ وہبہا جو صریح ہبہ اور تملیک پر دلالت کرتا تھا اضعاف روایت کو نہ سوجھا لیکن تعریف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی چڑی اور یہ تعریف بھی کیسی کچھ اور وہ بھی امام زادہ سے اور امام زادہ بھی کون جو خود بھی جلیل القدر اور والد ماجد تو اُن ہی خیر مضمون کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر یہ روایت منجملہ عیوب قادح اعتبار سے مبرا ہو اور یہ ہمہ رتبہ روایت مشکوٰۃ بھی ہو تب عطا سے بدو وجہ ہبہ ثابت نہیں ہوتا ہے اول تو یہ کہ حضرت زید کا یہ جواب از قبیل مماشاۃ مع الخصم یعنی بطور تنزل اور تسلیم ہے یعنی اگر تسلیم کیجیے کہ چھین ہی لیا تھا تو اُسکی خلافی وجہ تھی مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس روایت سے ہبہ کا ثبوت نہوگا بلکہ انکار نکلیگا دوسرے یہ کہ اردو میں عطا کا ترجمہ دینا ہے جیسے ہبہ میں دینا اور عطا بولتے ہیں ایسی ہی عاریۃ میں بھی یہ دونو لفظ دونو زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں اور سند اسکی حدیث صحیح مقبول الطرفین ہے وہ حدیث یہ ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ مطلب یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں حضرت علی کو جھنڈا عنایت کرنے سے ایک روز پہلے رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ کل کو لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول اللہ صلعم کا محب اور خدا اور رسول اللہ صلعم کا محبوب ہے فقط اب غور فرمائیے کہ اس حدیث میں بھی اعطاء کا مادہ موجود ہے پر کسی نادان کو بھی یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ جھنڈا ہبہ کر دیا بلکہ جیسا دستور ہے کہ چپراس سپاہی کو اور قلم وزارت وزیروں کو اور خزانہ کی کنجیاں خزانچیوں کو دیا کرتے ہیں اور وہ دینا بطور امانت ہوتا ہے اسی لئے جب سب کو معزول یا موقوف کر دیتے ہیں تو یہ سب اشیا چھین لیتے ہیں ایسے ہی سپہ سالاروں کو جھنڈے کا دینا بھی بوجہ امانت ہوتا ہے خصوصا رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کہ اس زمانہ میں بلکہ اصحاب کرام کے زمانہ میں بھی ہمیشہ ہر لڑائی کا ایک جدا ہی افسر ہوتا تھا اس لڑائی میں تو خود سرور کائنات علیہ آلاف افضل الصلوات و اکمل التحیات ہی سپہ سالار تھے فقط لڑائی کے وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو اسقدر انبوہ کا افسر کر دیا تھا جو مقابلہ پر بھی بھیجے گئے تھے الغرض جھنڈے بھی عطا کرنا بطور امانت تھا **اقول** یہ روایت دشمنان اہل بیت کی وضع کی ہوئی ہے اور شیعہ اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اور جواب اسکا ہم نے دیا کہ اس روایت موضوعہ میں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور ہبہ کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے بیان کر دیں یہانتک کہ خود صواعق محرقہ ہی میں جسمیں کہ یہ روایت ہے بیان کر دیا کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعوی کیا تھا اور اعطا کی لفظ کو یہ کہتا ہے کہ ہبہ اور عاریت میں دونو میں مستعمل تو ہے ہاں ہم نے بھی تسلیم کیا لیکن یہاں اعطا سے مراد ہبہ ہے اور عاریت مراد نہیں ہے اور اسکی تائید کیلئے ہمنے روایتیں ہبہ کی بیان کر دیں اگر تو سچا ہے اور کہتا ہے کہ مراد اعطا سے یہاں عاریت ہے تو ایک ہی روایت عاریت کی تو بیان کر دے جیسے کہ ہمنے کئی روایتیں ہبہ کی بیان کی ہیں اور منصف آدمی انصاف کریں اور ملاحظہ فرمائیں کہ اس مقدمہ میں ہم تو حوالہ انکی کتابوں کا دیتے ہیں اور یہ اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہے یہ کیونکر حق پر ہو جائیگا اور دوسرے انکے بطلان کی یہ دلیل ہے کہ اس شیخ نے پہلے اس سے کئی مرتبہ انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہماری کسی کتاب میں دعوی ہبہ کی روایت نہیں آئی اور اب اس ایک روایت موضوعہ سے مطلب کی ثابت کرنیکی لالچ کو لایا اگرچہ اسمیں احتمال لفظ عاریت کا نکالتا ہے لیکن دعوی کرنا حضرت زہرا کا اور گواہی دینی حضرت علی اور ام ایمن کی اس روایت موضوعہ سے بھی ثابت ہو گئی اور وہ احتمال عاریت کا باطل ہے کسی نادان کی بھی عقل میں آئیگا کہ کوئی عاریت کا دعوی بھی کیا کرتا ہے اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو اپنی ملک کا دعوی کرتا ہے اور ہمارا اعتراض اس روایت کے موافق نہیں ہے بلکہ صواعق محرقہ کی دوسری روایت کے سند سے اور سوا اسکے اور کتابوں کی روایت کی ہے اور شیعوں کی بنائی ہوئی یہ روایت نہیں ہے جسکو تو کہتا ہے کہ افترا کذابان شیعہ ہے ہم اس روایت کے بنانیوالے پر لعنت کرتے ہیں اگر تو راست گو ہے اپنے قول میں تو تو بھی لعنت کر اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ زید شہید نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جو لفظ کہ صراحت ہبہ پر دلالت کرتا ہے وہ دوسری روایتوں میں موجود ہے یہانتک کہ صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے اسیواسطے اس روایت میں جو اعطا کا لفظ آیا ہے اُس سے بھی مراد ہبہ ہی ہے اور وہ اضعاف روایات اہل سنت ہی ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کو رحیم لکھا ہے اور امام جلیل القدر نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا اور ہمارے نزدیک تو یہ روایت عیبوں سے بھری ہوئی ہے کہ ابوبکر قسی القلب کو رحیم لکھا ہے اور روایت مشکوٰۃ کی تو سراسر موضوع ہے اسکا یہاں کیا ذکر ہے اور ہم تو حضرت زید کے اس قول کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ بطور تنزل و تسلیم کے اسکو تو کہتا ہے ورنہ ہبہ اس روایت سے بھی ثابت ہے جیسے کہ ہم کہہ چکے اور ہم نے تسلیم کیا کہ اعطا دینے کے معنی میں ہے لیکن مراد اس سے ہبہ ہے اور ہبہ میں بھی دینا ہی ہوتا ہے اور عاریت یہاں ہرگز مراد نہیں ہے جیسے کہ اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور جو حدیث کہ سند میں لایا ہے اُسکا قیاس اسپر نہیں ہو سکتا اگر اس حدیث میں بالفرض اعطا سے مراد عاریت ہو تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی کہ اسمیں سب قرائن ہبہ کے موجود ہیں اور اب ہم اس حدیث کو مفصل بیان کرتے ہیں تا کہ ناظرین کو اسپر اطلاع ہو لکھا ہے کہ جب خیبر کی لڑائی درپیش ہوئی تو رسول خدا صلعم نے اپنا نشان ابوبکر کو دیا اور ہمراہ انکے جماعت صحابہ کی بواسطے فتح خیبر کے روانہ کی خلیفہ صاحب روانہ ہوئے اور جب مخالفین سے مقابلہ ہوا تو تاب انکو جنگ کی نہ لا کر مع ہمراہیوں کے بھاگ کر چلے آئے اور دوسرے روز حضرت نے نشان با عمر کو دیا اور ایک جماعت انکے ہمراہ کی مخالفین سے لڑنیکو بھیجا وہ بھی مثل اول کے بھاگ کر چلے آئے تب یہ حال حضرت نے دیکھا تو فرمایا حضرت نے کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ یعنی البتہ دونگا میں نشان اپنا کل کو ایسے مرد کو کہ حملہ کرنیوالا ہو نہ بھاگنے والا ہو وہ دوست رکھتا ہو خدا کو اور پیغمبر اسکے کو اور دوست رکھتا ہو اسکو خدا اور پیغمبر اسکا فتح کریگا خدا ہاتھ اسکے پر جب حضرت نے ایسا فرمایا تو ہر ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت کے روبرو آتا تھا اور آرزو کرتا تھا کہ وہ شخص میں ہی ہو جاؤں اور یہ منصب مجھے ہی تفویض ہو لیکن حضرت کسیکی طرف توجہ نہ کرتے تھے اور حضرت علی کو کہتے تھے کہ وہ تو اس سفر میں نہوگا اسواسطے کہ اُسکی آنکھیں دکھتی ہیں اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھکو کبھی تمنا منصب کی نہوئی تھی لیکن اس منصب کی آرزو مجھکو بھی ہوئی اور میں حضرت کے سامنے ہتھیار لگا کر گیا تو میری طرف بھی حضرت نے توجہ نفرمائی مگر تعجب ہے خلیفہ صاحب کے خیال پر کہ

کہ کل کو تو میں جہاں آپ آیا ہوں یہ ہے کہ مجھکو نشان کیونکر عنایت ہوگا اور اسکی آرزو میں حضرت کے سامنے چلے گئے خلاصہ یہ ہے کہ وہ نشان اپنا حضرت نے حضرت علی کو دیا اور حضرت علی نے خیبر کو
فتح کیا اب اس حدیث کو ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ جب دونوں صاحب بھاگ کر آئے تو آنحضرت نے ہر ایک کے حضرت نے فرمایا کہ کل کو میں ایسے شخص کو نشان دونگا کہ مکرر جانے والا حملہ کرنیوالا ہوا اور بھاگنے والا نہیں
تو معلوم ہوا کہ یہ بھاگنے والے تھے کہ بھاگ کر چلے آئے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ ایسے شخص کو نشان دوں کہ جو دوست رکھے خدا کو اور اسکے رسول کو اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھے اس سے یہ معلوم
ہوا کہ یہ دونوں خدا کو اور اسکے رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے اور نہ خدا اور رسول انکو دوست رکھتے تھے اس شیخ نے حدیث خیبر کا ذکر کرکے ابوبکر اور عمر کے اوصاف ظاہر کر دیئے اور اگر
اس حدیث میں عطا سے مراد عاریت سمجھیں تو اس روایت میں مراد عاریت نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم کہہ چکے اور جیسے کہ کوئی اس حدیث میں عطا سے ہبہ نہیں سمجھ سکتا ایسے ہی اس روایت
میں کوئی اعطا کے لفظ سے عاریت بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ معنی وہاں ہرگز درست نہیں ہو سکتے اور حدیث خیبر میں اگر اعطا سے ہبہ مراد لیویں تو کیا بعید ہے کہ حضرت صلعم نے وہ نشان حضرت علی
کو دے ڈالا ہو اور خزانچیوں اور چپراسیوں اور فوج والوں پر اسکا قیاس نہیں ہو سکتا کہ دینداروں کو دنیا داروں سے کیا نسبت اور یہ کیا ضرور ہے کہ کنجیاں سپاہیوں کے پاس اور چپراس چپراسیوں
کے پاس اور جھنڈا فوج کا انکے خزانچیوں کے پاس امانت ہو تو حضرت علی کے پاس بھی نشان امانت ہو **قال الشیخ الاشعری** اور جب عطا اور اعطا امانت میں بھی مستعمل ہوا تو ہو سکتا ہے
کہ حضرت فاطمہ زہرا کا یہ فرمانا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی فدک یعنی رسول اللہ صلعم نے مجھکو فدک عطا فرمایا ہے باینمعنے ہو کہ فدک مجھکو رسول اللہ صلعم نے کھانے پینے کیلئے مستعار
رکھا ہے اور حاصل اسکا میرے لئے معاف تھا سو گو اسکو اپنا مملوک نہیں سمجھتی آخر تم کسی کیسکو اسکو یا اسکے محصول کو دوہی گے سو مناسب یہ ہے کہ ہمارے ہی پاس رہے کیونکہ ہمارے پاس اور پہلے
سے بھی تھا اور اسکے محصول کو ہم مدت سے کھاتے ہیں تم اسکے محصول کو مثل محصول دیگر متروکہ نبوی علی صاحبہا وآلہ الف الف صلوٰۃ وسلام فقرا اور مساکین اور ابن سبیل پر تقسیم کرو
اور حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت فاطمہ سے گواہوں کا طلب کرنا باوجودیکہ دل رحیم تھے چنانچہ حضرت زید نے فرمایا ہے اور رحمدلوں کا یہ کام نہیں کہ ایسی سنگدلی برتیں اور وہ بھی حضرت
فاطمہ زہرا بنت رحمۃ للعالمین صلعم سے کہ جنکی مکافات رحمت بدری تمام عالم کو رحم کرنا چاہئے چہ جائیکہ ابوبکر صدیق جیسا بانیاز رحمدل اسوجہ سے تصور فرمانا چاہئے کہ مثلاً قریب وفات
سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات نے فدک حضرت فاطمہ زہرا کو برسے چند مستعار عطا فرمایا ہو پر حضرت ابوبکر صدیق کو قصہ معلوم نہو ہو بلکہ باین نظر کہ دوام فدک میں
تصرف مالکانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو کرتے ہوئے دیکھا تھا بجا خود یہ سمجھے ہوئے تھے کہ فدک بھی بسبب حدیث ما ترکناہ صدقہ کے جسکا ذکر عنقریب ہے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وقف عام ہے
اسمیں جانکہ حضرت فاطمہ زہرا سے یہ بات سنکر اسوقت جان صدیق اکبر عجب شکنجہ میں آگئی کہ نہ ادہر ہو بنے رعایت رضا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایک طرف اور پابندی اتباع سنت نبوی علی صاحبہا
الف الف صلوٰۃ وسلام جسکی طرف حضرت زید نے بایں لفظ اشارہ فرمایا وکان یکرہ ان یغیر الخ ایک طرف اور دونوں جانبین واجب الرعایت مگر چونکہ رعایت جانب حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بھی منجملہ
وجوب اتباع نبوی اور اقتداء مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تھی ورنہ پاسداری قرابت رسول اللہ صلعم کی ضرورت اور فرضیت ہرچند بمراتب مؤکد ہے لیکن اسکی بھی جیسا کہ مشہور ہے ہر کس گر
تا بہ تنش تو جیسا آیہ لا تقل لہما اف ولا تنہرہما میں ممانعت تو بظاہر ہوں کہنے اور جھڑکنے ہی کی ہے لیکن مطلب یہ ہے کہ جب ہوں کہنے اور جھڑکنے سے رک گئے تو گالی گفتار اور جوتی
پیزار بطریق اولیٰ ہونگی ویسے ہی پاسداری قرابت سے بھی مقصود یہی ہے کہ جب امور دنیوی میں بھی رسول اللہ صلعم کی ناخوشی گوارا نکرینگے تو امور اخرویہ میں تو بالاولیٰ مطیع اور منقاد رہینگے
کیونکہ رسول اللہ صلعم کا رسول کرکے بھیجنا اصل امور دینی کی اصلاح کے لئے ہے خصوصاً حقوق مالی ہیں اور وہ بھی فدک کہ بشہادت دستور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کی
حق تلفی کا فی الجملہ خلجان سا تمہ لگا ہو کیونکہ تا دم آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ مصرف فدک رہے معہذا اہل حق موقع رعایت میں رعایت انکو زیادہ دیا کرتے ہیں اسلئے انصاف والے
آپ تو یہی رعایت نہیں کرتے تو ان دو وجہ سے مرجح اور موتیہ بھی تھا کہ محاصل فدک میں دستور نبوی صلعم کو ہر چہ بادا باد دستور العمل کہتے لیکن بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے حضرت صدیق اکبر
بسبب کمال اخلاص اور نہایت پاس نیاز کی اسبات کے جویاں ہوئے کہ تا مقدور دلداری حضرت زہرا کیجائے اور جسقدر بن سکے خاطر مبارک حضرت زہرا پر میل نہ آنے دیجے بایں ہمہ اپنی غلط فہمی کا
بھی احتمال اسلئے طالب شہود ہوئے تاکہ شاید کسی گواہ کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اسبات کیطرف پایا جائے کہ گو متروکہ رسول اللہ علیہ وسلم وقف عام ہے لیکن پھر بھی مستعیر یا اقربا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اولیٰ واقدم ہیں چونکہ حضرت ابوبکر صدیق بوجہ پاسداری قرابت نبوی حضرت فاطمہ زہرا کے سامنے وہ دو ٹوک بات کہنے میں متامل اور متردد تھے اور اپنا مافی الضمیر یہ بات کہ میں وہی کرونگا جو
رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے بلحاظ دلشکنی جگر گوشہ رسول اللہ صلعم آشکارا نہیں کہہ سکتے تھے تو خدا ساز غیب سے تدارک ہوا اور بحکم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا یعنی جو شخص خدا سے ڈرے خدا اسکے
لئے بلاؤں سے نکاسی کی صورت کر دیتا ہے وہ لطیفہ غیبی پیدا ہوا کہ جس سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رنجش کا کھٹکا بھی جاتا رہا یعنی گواہ ملے تو ایک مرد اور ایک عورت ہی ملی نصاب شہادت بھی
پورا نہوا جو کسیکو کچھ کہنے کی گنجائش باقی رہے بلکہ ایک عذر معقول ہاتھ آیا اور عذر معقول اہل عقل اور دینداروں کے نزدیک مقبول ہی ہوتا ہے والعذر عند کرام الناس مقبول **اقول** جواب تو
ہم اسکا دے چکے ہیں کہ جس سے اسکا یہ پوچ اور واہی بخاستہ بسب نوع ہو گیا اور بے فائدہ ہے لیکن اب کچھ ہی کہنا چاہئے کہ عطا اور اعطا گو امانت میں بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن یہاں کیا جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک کو حضرت فاطمہ کے پاس امانت رکھا تھا اور امانت میں تو کسیکے تصرف نہیں کر سکتے ہیں پر کھانا پینا کیسا اور اگر کھانے پینے کی حضرت نے اجازت دیدی تھی تو وہ جنھم

تو کسی چیز کے مالک ہی نہ تھے موافق تیری قول کی پھر حضرت آل فقرا اور مساکین و ابن سبیل کی کون تہی کہ ایک گروہ عظیم کا حق اپنی بیٹی کو دیدیا اور ابو بکر کو کیا دخل تھا کہ ایک گروہ کا حق خاص
ایک شخص کو دیدیتے فاطمہ زہرا علیہا السلام ابو بکر سے اسکی طالب ہوتیں اور فاطمہ زہرا تھا کیسے طالب ہوتیں اُسکی کہ جو حق ایک جماعت کثیرہ کا تھا اور ابو بکر کے نزدیک تو دنیا سب کا تھا فقرا و
مساکین و ابن سبیل کا پھر حضرت فاطمہ کس لیے کہتیں کہ تم کسی کسیکو دو گے مجھ اکیلی ہی کو دیدو اور ابو بکر ہرگز رحمدل نہ تھے بلکہ بڑے سنگدل تھے کہ پہلے فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کا دروازہ گرا چکے
تھے اور وقت مرنے کے افسوس کرتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نکھولتا چنانچہ استیعاب و تاریخ طبری میں لکھا ہے اور نہ حضرت سید نے ابو بکر کو رحمدل کہا ہے یہ ایک افترا ہے اُنپر ہاں تمام
عالم کو حضرت فاطمہ پر رحم کرنا چاہیے لیکن ابو بکر نے اُنپر رحم نکیا یہانتک کہ آزردہ اس جہان سے رحلت کر گئیں اور فدک ہرگز مستعار نہ تھا بلکہ مملوک تھا حضرت فاطمہ کا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں
اور تصرف مالکانہ ابو بکر نے کرتے ہوئے حضرت کو کیونکر دیکھا تصرف مالکانہ تو یہی کہ اپنی ذات کے صرف میں لاتے اور بیع اور ہبہ کر سکتے اور حضرت تو تیرے نزدیک کسی چیز کے مالک ہی نہ تھے بڑا بیہودہ
ہے کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں کچھ کہتا ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابو بکر نے حضرت کو فقرا و مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا لیکن جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا تو یہہ خیال کیا
ہوتا کہ میں نے آنحضرت کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا ہے مگر فاطمہ زہرا جو دعوی کرتی ہیں اُنکو واقع میں انکو دیا ہوگا اور مجھکو اسکے دینے کی خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ جسکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہو اور
رسول خدا صلعم اُسکے حق میں فرمائیں سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ وہ جھوٹ ہرگز نہ کہیگی اور اپنے باپ پر اس مال حطام دنیا کیواسطے عمداً افترا نکریگی یہ سمجھکر دیدیتے جیسا کہ حضرت جابر کو
بمجرد دعوی کے دیدیا تھا اور گواہ طلب نکئے جابر سے لیکن ابو بکر کو تو منظور ہی تھا کہ فاطمہ زہرا فدک سے متمتع ہو کسی حیلہ سے اسکو دفع کرنا چاہیے اور وراثت کا دعوی کیا تو جھوٹی روایت لا نورث کی
بنائی اور اُسوقت ابو بکر شکنجہ میں کیا ہونگے کہ حکومت و مال سے دونوں سے منتفع ہو رہے تھے شکنجہ میں تو اب ہونگے اپنے افعال و کردار کے کیفر میں اور حضرت سید نے ہرگز کچھ نہیں فرمایا یہ اُنپر افترا ہے اور رعایت
حضرت زہرا اور اُنکے بعد عالیمقدار کی اُنکے باب میں کسی کی نہیں کی اور نہ کچھ حضرت کی قرابت کا پاس کیا اور ابو بکر کو رعایت منظور ہوتی تو گو وہ مال فقرا تھا لیکن مومنین سے حضرت
فاطمہ کے واسطے معاف کروالیتا جیسے کہ رسول خدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری کا بھیجا ہوا فدیہ شوہر کے واسطے سب مومنین سے معاف کروالیا تھا اور ابو بکر کیونکر معاف کرواتے اُنکو تو یہ غدغہ تھا
کہ اگر میں فاطمہ کو دیدوں تو ایسا نہو کہ قوت بہم پہنچا کر خلافت کا دعوی کریں اور لڑائی حضرت زہرا کی تو اُسوقت ہوتی جسوقت انکو فدک دیدیتے اور ملال تو حضرت زہرا کو ابو بکر سے ایسا ہوا کہ
تا دم موت انہوں نے ابو بکر سے کلام نکیا اور غلط فہمی ابو بکر کی ہرگز نہ تھی جو کچھ کرتے تھے اپنے ارادہ و اختیار سے عمداً کرتے تھے اور گواہوں کی طلب کی بھی کچھ احتیاج نہ تھی ایک حیلہ تلاش کرتے تھے ضبط
کرنیکے واسطے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کو جھوٹا نہ جانتے ہونگے لیکن یہ جانتے تھے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو کہ جسکے بہانہ سے فاطمہ زہرا کو جواب دیدوں کہ وہ ساکت ہو جائیں اور گواہ بھی
طلب کئے ہیں کہ جہاں مدعی کو جھوٹا دعوی کرنیکا احتمال رکھتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا ایسے مدعیوں میں سے تھیں کیا جابر بھی حضرت فاطمہ کا مرتبہ تھا کہ اُسکو راست گو جان کر دیدیا اور حضرت
فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور علی سا صدیق نے گواہی دی اور جب گواہی ادا ہوئی تو کہا کہ نصاب بینہ کی پوری نہوئی یہاں تو حضرت علی اور فاطمہ دونوں کا قول معتبر نہوا اور جابر نے دعوی کیا تو بدون
گواہوں کے اُس تنہا ہی کا قول معتبر ہوگیا ان ہذا لشیء عجاب خوب قرابت کا رسول خدا صلعم کی ابو بکر نے پاس کیا اور خوب قدمیت و اولیت کو سمجھے ہرگز ابو بکر کو دلشکنی حضرت فاطمہ زہرا کا
خیال نتھا بلکہ حیلہ تلاش کرتے تھے فاطمہ کو صاف جواب دینے کا اسواسطے گواہ طلب کئے اور یہ عذر نامعقول گواہوں کا حضرت فاطمہ کے واسطے ہرگز نتھا یہ عذر بدتر از گناہ ہے اگر نصاب بینہ کی بھی
پوری ہو جاتی تو کوئی اور حیلہ کھڑا کرتے اور عجیب یہ ہے کہ شہادت عمر بن عبد العزیز کی ہبہ کرنے میں جو کہ مشکوۃ میں ہے وہ تو معتبر ہو جائے جسکو شیخ بار بار پیش کرتا ہے اور شہادت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام
اور ام ایمن کے جو کہ ہبہ کرنیکے بارہ میں ہے وہ معتبر نہو اور بلکہ یہاں بینہ بھی پوری ہو گئی تھی اکثر کتابوں میں تو یہ ہے کہ علی اور ام ایمن نے گواہی دی اور تفسیر کبیر میں ہے کہ مولا رسول خدا صلعم اور ام ایمن نے گواہی دی
دیکھو دو مرد حضرت علی اور مولا جناب رسول خدا صلعم اور ایک عورت ام ایمن تین گواہ ہو گئے نصاب البینہ سے بھی زیادہ ہوگئی اور ایک شاہد کی شہادت پر بھی حکم ہو سکتا ہے جسوقت شہادت اسکی مفید یقین کے ہو
چنانچہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس باب میں ایک تحقیق کی ہے کہ جسوقت حاکم صدق شہادت شاہد واحد کا جانے تو موافق اُسکے حکم کر سکتا ہے اسمیں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے شہادت خزیمہ کے بمنزلہ دو مرد کی
شہادت کے رکھی اور تفسیر نیشاپوری اور کشاف میں بھی یہی لکھا ہے اور اسیواسطے نام اُسکا ذو الشہادتین ہوا کیا حضرت علی کی شہادت خزیمہ بن ثابت کی شہادت کے برابر بھی نتھی اور سوا اسکے یہ ہے کہ اتباع اہلبیت
کا موجب حدیث ثقلین کے واجب ہے اور نصر اللہ کابلی نے باوجود اس تعصب کے کہ سرحدان خرافات کا وہ ہی ہے موقع میں نے لکھا ہے کہ کذلک حدیث مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح من تمسک
بہا نجی ومن تخلف عنہا ہلک لا یدل علی ہذا المدعی یعنی الامامۃ و ان سلمنا ان الفلاح منوط بولائہم و ہداہم والہلاک بالتخلف عنہم کان الخلفاء و الصحابۃ یرجعون الی افضلہم فیما اشکل علیہم من
المسائل و ذلک لان ولائہم واجب و ہداہم ہدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اور ایسی ہی حدیث مثل اہلبیتی الخ بھی دلالت کرتی ہے اسی مدعی پر یعنی امامت پر اور نہیں شک ہے اسمیں کہ تحقیق فلاح منوط
ہوئی ہے اُنکی دوستی اور ہدایت پر اور ہلاکت اُنسے پھر رہنے میں ہے اور اسیواسطے خلفا اور صحابہ رجوع کرتے تھے اپنے افضل کیطرف کہ وہ علی ہیں اُس امر میں جو مشکل ہوتا تھا اُنپر مسائل میں سے اسواسطے
کہ دوستی اُنکی واجب ہے اور ہدایت اُنکی ہدایت رسول خدا صلعم کی ہے اب دیکھو کہ ابو بکر نے تخلف کیا اُنکے کہنے سے اور اُنکا اتباع نکیا کہ ہدایت اُنکی ہدایت رسول خدا صلعم کی تھی اور اُنکے قول پر عمل نکیا تو ہلاک
اور گمراہ ہوا یا نہیں اور حدیث ثقلین میں اُنسے تمسک کرنیکا حکم ہے اور یہاں ابو بکر نے تمسک کیا کہ تمسک کا عوض تخلف کیا اور فاطمہ زہرا کے کہنے پر عمل نکیا اور اُسکو جھوٹا گمان کرکے گواہ اُس سے طلب کئے

قال الشیخ الاشعری اسلئے ہم بالیقین جانتے ہیں کہ یہ بات موجب مزید اقتدار حضرت ابوبکر صدیق نہیں تو باعث رفع رنج قلب پاک حضرت زہرا تو ضرور ہی ہوئی ہوگا چنانچہ حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجانا جو شیعوں کی کتابوں کے حوالہ سے عنقریب انشاء اللہ مذکور ہوگا اس بات پر شاہد ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا یہ قول واللہ لو
رجع الامر الی فقضیت فیہا یعنی واللہ اگر یہ مقدمہ میرے پاس رجوع ہوتا تو میں بھی یہی حکم کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا آواز بلند کہتا ہے کہ حضرت زہرا کو حضرت ابوبکر سے کچھ ملال نہ تھا اور تھا تو
باقی نہیں رہا بلکہ مبدل بخوشی ہوگیا تھا ورنہ اگر ابوبکر سے حضرت فاطمہ الزہرا اس جہان سے ناخوش تشریف لیجاتیں تو اہل بیت میں سے ایک بھی ابوبکر کو بھلائی سے یاد نہ کرتا چہ جائیکہ ایسی [illegible] کی تعریف القصہ اگر
علماء شیعہ کو ہمارا یہ کہنا کہ یہ روایت صحیح ہے مسلم ہو تو بہتر ورنہ اس روایت میں کوئی بات خلاف اہل مذہب [illegible] کو نہیں پہنچتی جو علماء شیعہ [illegible] ہوکر زبان دراز کریں اور الزام اہل سنت کے لیے اس
روایت کو زبان پر لائیں ہاں اگر توجیہ جیسے [illegible] بن پڑتی تو البتہ شیعوں کی البتہ فی الجملہ کچھ بن پڑتی مگر شاید علماء شیعہ [illegible] بات بنانے لگیں کہ ہر چند عاریت کے معنے
میں عطا کا لفظ مستعمل ہونا مسلم لیکن یہ معنی حقیقی ہیں اور عاریت معنی مجازی اسلئے استعمال میں جبتک کوئی قرینہ صارفہ معنی حقیقی نہ پایا جائے تب تک معنی عاریت کے مفہوم نہیں ہو سکتے سو اول تو یہ بات ہی [illegible]
مستدل و مدعی کو لازم ہے کہ دعوی کیے دلیل زبان پر نہ لائے ورنہ ایک حرف خفیف لا نسلم میں وہ دعوی مسترد ہو جائیگا اور یہ بھی نہ سہی جیسے علماء شیعہ ایک دعوی بے دلیل پیش کرکے بزعم خود اہل
کے سامنے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں ہم بھی ایک بے دلیل دعوی کرتے ہیں کہ یہ لفظ ان دونوں مردوں میں مشترک معنوی ہے یا ان دونوں معنی میں مشترک لفظی ہے اور یہ دعوی ایک وجہ سے بہ نسبت دعوے
علماء شیعہ معقول بھی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ لفظ اپنے معنے موضوع لہ میں مستعمل ہو سو اس صورت میں ہر ایک معنی کی نسبت کوئی قرینہ چاہئے جو دوسرے معنی سے صارف ہو سو ہمکو اسکی کچھ ضرورت نہیں کہ
قرینہ مذکورہ لفظی ہی ہوا کرے اور وہ بھی لفظ کثیر المعنے کی پس و پیش ہی لگا ہوا ہو بلکہ قرینہ کی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ مخاطب کو فہم مطلب میں غلطی نہ پڑے سو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے
بعد زیب نشینی مسند خلافت اسباب کی تحقیق کی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ترکہ مملوکہ کیا کیا ہے سو اس تحقیقات میں یہ بھی تحقق ہوگیا ہو کہ فدک تادم واپسیں مملوکہ مقبوضہ رسول اللہ صلعم
ہی رہا ہو بلکہ خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے اقرار سے یہ بات ثابت ہوگئی ہو اور ظاہر بھی ہے کیونکہ ایسی بات گھر ہی کے لوگ جانا کرتے ہیں لیکن جب حضرت
ابوبکر صدیق نے بطور خود اسکا بندوبست اور اسکا جمع خرچ کرنا چاہا تب حضرت فاطمہ زہرا باینوجہ کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دے رکھا ہے مزاحم حال ہوئی ہوں اور اس حجت سے
یہ غرض ہو کہ گو فدک ہمارا مملوک نہیں لیکن اولی یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے اور اسکی آمدنی ہمارے ہی پاس آیا کرے اب منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ بشہادت قواعد علم مناظرہ
مدعی کو خصم کے لیے یہی احتمالات ممکنہ خلاف دعوی مدعی ہی کفایت کرتے ہیں سو اس احتمال کی امکان میں اہل عقل تو کیا امکان ہی جو انکار کریں وہ ایسے ہی ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ بعد وقوع اس
ماجرا کے حضرت زہرا کا یہ فرمانا کہ مجھکو رسول اللہ صلعم نے دیا ہے بجز عاریت و کسی معنی پر محمول نہیں ہو سکتا اور باوجود مملوک نہونے کے اتنا تحکم بوجہ ناز اہل بیت بنیاز صدیق اکبر ہو
خصوصاً اس موقع میں کہ عاریت بھی رسول اللہ صلعم کی دی ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلعم کے لئے اور کہے کی بہرو بہر صحابی خلفاء پر تحکم کر لیا تھا چہ جائیکہ اہل بیت اور انہیں سے بھی
حضرت فاطمہ زہرا اور وہ بھی حضرت صدیق اکبر پر کہ نیاز خاص اہل بیت تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر کا بوجہ قریب مسجد حضرت عباس کے پرنالہ کا توڑ ڈالنا اور انکا یہ تحکم کہ یہ
رسول اللہ صلعم کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا تمنے کیوں توڑا اور پھر حضرت عمر کا اس پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے درست کرنا کتابوں میں موجود ہے لیکن ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد حضرت زہرا کا یہ تحکم
بر سر لیکن حضرت ابوبکر صدیق بوجہ [illegible] ترکہ صدقہ جسکا ذکر قریب ہے انشاء اللہ تعالی آتا ہے مجبور تھے اور پھر گو ہونی تقریر ہی کچھ عقدہ کشائی نہو کوئی اشارہ کسی قسم کا حضرت زہرا رضی
پاس رہنے دینے پر گواہ ہونی تقریر سے ظاہر نہو سعد اگر یہی نہ مقدار معین خرچ تک پہنچی اور اس پر شہادت دستور نبوی خبرگیری فقراء اور مساکین اور ابن سبیل کی جس قسم اور جس رتبہ کی کہی جائے
اسی مال میں ثابت **اقول** حضرت زہرا کا رنج ہرگز ابوبکر سے رفع نہیں ہوا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مثل بخاری و مسلم کے اور شیعوں کی ایسی کوئی کتاب نہیں ہے جس میں لکھا ہو کہ
حضرت زہرا ابوبکر سے راضی ہوگئی ہوں اگر منہاج السالکین کو کہتا ہے اسکا تو وجود ہی دنیا میں نہیں ہے نصر اللہ کابلی نے اپنے جی سے جوڑ کر لکھ دیا ہے کہ شیعوں کی کتاب منہاج السالکین میں
ایسا لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی اسکی پیروی سے لکھ دیا ہے اور حضرت زید نے بھی کچھ نہیں فرمایا ہے لیکن اہل سنت کا افتراء ہے لیکن اس روایت سے یہ ثابت بھی نہیں ہے کہ حضرت زہرا کا
رنج بخوشی مبدل ہوگیا ہو اور اہل بیت میں سے کون ابوبکر کو بھلائی سے یاد کرتا ہے بلکہ شکایت کرتے ہیں دیکھو نہج البلاغہ کو جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ حضرت امیر کا کلام ہے اس میں فدک
کے جاتے رہنے کا افسوس کرکے لکھا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ زیر آسمان ہمارے پاس یہی فدک تھا سو لوگوں نے اسمیں بخل کیا اور ہمکو نہ دیا اور اس روایت زید کو تو ہم موضوع ہی کہتے ہیں کہ اسکے آخر میں
حضرت زید کا قول وضع کرکے لگا دیا ہے اور اول میں اسکو جو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا لکھا ہے اس سے ہمارا مطلب ثابت ہے جسکا تو انکار کرتا تھا اور عطا سے مراد وہاں ہبہ ہے کہ اور روایتوں سے بھی ثابت ہے
اور دعوی کرنا ہبہ کا ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ سراسر خلاف تیرے دعوے کے ہے اور علماء شیعہ غلط نہیں کہتے ہیں بلکہ موافق روایات کتب اہل سنت کے کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ فدک کا ابوبکر سے کیا اور
روایت بہت کتابوں میں ہے اور وہ روایتیں تیری اس روایت موضوعہ کے سوا اور غیر ہیں لہذا الزام اہل سنت کے واسطے بھی وہ اور ہی روایتیں ہیں جنکو ہم پہلے اس سے لکھ چکے یہی روایت اور عطا
کا لفظ اس جگہ ہرگز عاریت کے واسطے نہیں ہے بلکہ مراد اس سے ہبہ ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور قرینہ گواہ طلب کرنیکا واسطے ہبہ کے موجود اور عاریت کے واسطے گواہ کی طلب کرنیکی احتیاج نہیں [illegible]

عاریت کو جب چاہا واپس کر لیا اور عاریت جناب رسول خدا صلعم دی ہی نہیں سکتے تھے کہ وہ مال فقرا تھا بیگانہ حق اپنی دختر کے حوالہ وہ کس وجہ سے کر دیتے اور حضرت کا تو وہ مال ہی نہ تھا
موافق مذہب اس شیخ کے ابن یعقوب کا دعوی تو بے دلیل ہرگز نہیں ہے اہل سنت کی کتابوں سے شیعہ ہمیشہ سنیوں کو الزام دیتے چلے آتے ہیں اور ابوبکر نے کس طرح تحقیق کر لیا ہو گا مملوک حضرت
کی اس چیز کو کہ وہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت کی چیز ہی نہیں ہے اسواسطے کہ تو لکھ چکا ہی کہ رسول اللہ صلعم کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے تھے اور یہ بات کہ تا دم واپسین فدک حضرت کا مملوک و مقبوض
رہا ہو گا اور اہل بیت کے اقراروں سے بھی ثابت ہو گیا ہو یہ احتمال نہایت پوچ اور بے اعتبار ہے اسواسطے کہ اہل بیت میں بعد حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کے علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام میں حضرت
فاطمہ نے تو دعوی ہبۂ فدک کا کیا اور حضرت علی نے گواہی دی جیسا کہ اکثر کتب اہل سنت میں لکھا ہے اور کئی کتابوں میں تو یہی لکھا ہے کہ حسنین نے بھی ہبۂ فدک کی گواہی دی علی اہل بیت کا یہ حال
ہے پھر یقینی بات کے مقابلہ میں احتمال پوچ نکالنا کام عقلمندوں کا نہیں ہے بلکہ باؤلوں کی بڑ ہے ہاں گھر کے لوگ اہل بیت تھے سو انہوں نے دعوی ہبہ کا کیا جسکو ابوبکر نے قبول نہ کیا حضرت فاطمہ کے
فدک پر اٹھالینے اگر فدک فاطمہ زہرا کا مملوک نہ تھا تو فاطمہ کا زند خود بخود کیسے دخیل و قابض ہو گئے تھے اور اگر حق فقرا تھا ایک شخص تنہا کے پاس کیونکر جماعت بزرگ کا حق ہو جاتا اور یہ احتمالات ہیں مدعی کے خصم کے مقابلہ میں
نصوص متظافرہ مدعی کو کفایت نہیں کر سکتے ہیں اور اہل عقل کیا نادان بھی پسند نہیں کر سکتا ہے اور حضرت زہرا کا فرمانا کہ مجھکو فدک دیا ہے ہرگز عاریت پر محمول نہیں ہو سکتا روایات کثیرہ کی حاجت
سے اور عاریت ہونے کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں بار بار عاریت کہے چلا جاتا ہے اور حضرت فاطمہ نے دعوی اپنی ملک ہونیکا کیا تھا پھر مملوک کیونکر نہوتا اور ابوبکر جیسے ہی نیازمند تھے کہ ایک حیلہ حق فاطمہ
زہرا کا دبا بیٹھے اور حضرت عمر کا پرنالہ کو اپنے ہاتھ سے لگانا یہ بھی انکا ایک بہانہ تھا اور نہ بادشاہ ہو کو ایسے کاموں کو اپنے ہاتھ سے کرنا نہایت بے موقع ہے اور روایت ما ترکنا صدقہ کی بالکل باطل و
اور گواہ ہونیکی حضرت زہرا کے واسطے کچھ احتیاج نہ تھی **قال الشیخ الاشعری** القصہ اگر روایت متنازع فیہا اگر چہ بخاطر شیعہ ہم تسلیم ہی کر لیں کوئی بات خلاف مذہب اہل سنت
اور مناقض حدیث مشکوٰۃ اس روایت سے نہیں نکلتی بلکہ الٹی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف نکلتی ہے سو علماء شیعہ اس روایت کو صحیح سمجھیں تو فبہا اور اگر تسلیم کریں جمیع اجزا اسکا
تسلیم کریں اور اگر عذر نامعقول پیش کریں کہ ہر چند یہ روایت صحیح ہے لیکن حضرت زید ہمارے عقیدہ کے موافق نعوذ باللہ منہا کافر مرتد ہیں کیونکہ امامت حق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
تھا اور وہ امام وقت تھے اور امام ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے پھر جو انہوں نے جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو امام سمجھے تھے اور جو شخص کہ امام نہو اور با اینہمہ دعوی امامت کا کرے تو وہ بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی
نبی نہو اور پھر دعوی نبوت کا کرے سو جیسا وہ کافر ہے بلکہ کافروں میں بھی اشد ایسا ہی یہ بھی ہے پھر انکی بات کا اپنے مذہب کی تائید میں کیا اعتبار ہاں ہبۂ فدک کا جو مخالف مذہب حضرت زید یعنی
مذہب اہل سنت ہے البتہ مقبول ہے لیکن اسکو توجیہ عاریت پر چلنے دیا تو اسکا جواب قاضی نور اللہ صاحب سنیوں کی عبارت سے آپ دیں اور ہمیں اسلئے ہمکو کیا ضرورت کہ حضرت زید کی نیکی کو اثبات میں دوسری کتابیں
انکی روایت نقل کئے دیتا ہوں کہ انکا لکھا شیعوں کے نزدیک حجت آسمانی سی ہے بلکہ یہی مثل نوشتۂ تقدیر کوئی اسکو مٹا نہیں سکتا قاضی نور اللہ صاحب مجالس المومنین میں فضیل بن یسار کے احوال میں
امالی شیخ ابن بابویہ سے نقل کرکے بروایت فضیل بن یسار یہی رقم فرماتے ہیں کہ گفت در محاربۂ زید بن علی با طاغیان لشکر ہشام با او ہمراہ بودم چون بعد از شہادت زید بمدینہ رفتم و بخدمت
امام جعفر صادق رسیدم آنحضرت از من پرسید کہ ای فضیل با عم من قتال اہل ہشام حاضر بودی گفتم بلے آنگاہ پرسید کہ چند کس را از ایشان کشتی گفتم شش کس گفت مگر تو را شکے در حلال
خون ایشان باشد گفتم اگر شکے در آن میداشتم چرا ایشان را میکشتم آنگاہ شنیدم کہ آنحضرت گفت اشرکنی اللہ فی تلک الدماء واللہ زید عمی ہو واصحابہ شہداء مثل ما مضی
علیہ علی بن ابیطالب واصحابہ انتہی بلفظہ فارسی کا ترجمہ تو اکثر جانتے ہیں پر عربی کا ترجمہ لکھنا پڑا وہ یوں ہے خدا مجھکو ان خونوں کے ثواب میں شریک کرے واللہ حضرت زید میرے چچا اور انکے اصحاب
سب شہید ہیں اور یہ قصہ ایسا ہے جیسا حضرت علی اور انکے یاروں پر گزرا انقلاب حضرت امام ناطق یعنی امام جعفر صادق کی اس تمنا اور تشبیہ کو دیکھنا چاہئے کہ امام کے منہ سے جو لفظ نکلے ہوں سر بسر حق
سو تشبیہ اگر صحیح ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت زید کا حال حضرت امیر المومنین کے حال کے ہم پلہ تھا تو اس صورت میں زید کا کافر ہونا تو البتہ بڑا ہو لیا اور عمدہ انبیا میں سے ہو گئے جو شہید ہوئے اور بحضرت
امیر کے حال کا انکے حال کے مماثل ہونا تو محال ہی ہو گا یہ بات جبھی ہو سکتی ہے کہ عقیدۃً اور عملاً اور حالاً حضرت زید مطابق حضرت امیر کے ہوں نعوذ باللہ جو مقدار ہی کا ہو یعنی جیسے چھوٹی تصویر بڑی کی
بڑی تصویر کی ہر بات میں سوا مقدار کی مطابق ہو حضرت زید بھی حضرت علی کی سوا عظمت اور زیادتی مراتب کے ہر بات میں مطابق ہوں سو یہ فرق اور ائمہ میں بھی ہے حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر
صادق وغیرہ و جملہ حسنین صلوات اللہ علیہم اجمعین مع سب کے میں کوئی حضرت علی کے برابر ہیں بہر حال حضرت زید کی بات بادون تاویل درست نہ ہو گی خصوصاً ایسی اختلافی بات کہ جسمیں کچھ غور کرتے بنی نہیں
کی جاتی کیونکہ سنی شیعہ کے قول موافق بالاتفاق اس خلاف ایک طرف جنت اور ایک طرف جہنم ہے **اقول** ہمارا نزاع اس ایک روایت میں نہیں ہے اسکو تو ہم پہلے ہی موضوع کہہ آئے ہیں ہمارا
نزاع تو ان روایتوں میں ہے کہ وہ صواعق محرقہ اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف وغیرہ میں ہیں اور انکو ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ بالکل مناقض روایت مشکوٰۃ کے ہیں اور انمیں بھی یہی بات کی پائی جاتی ہے جو مذکور
اور موضوع سمجھتے ہیں ہم اس روایت کو جو اس شیخ نے پیش کی ہے گو باوجود موضوع ہونیکے دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا اسمیں بھی پایا جاتا ہے اور یہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہے اور فضائل میں
ابوبکر کی اس روایت کو گھڑ ڈالا ہے صواعق محرقہ والے نے پہلے اسکی کیا حجت ہے اور حضرت زید کو ہم بزرگان دین میں جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے بھی انکے ذکر میں بیان کر آئے ہیں اور یہ تائید کی ہے اسکو
روایت مجالس المومنین کی جو اس شیخ نے بیان کی ہے اور دعوی امامت کا اپنی ذات کے واسطے نہیں کرتے تھے اور جہاد بھی امام اصل کی امامت کے واسطے کرتے تھے اور انکے کفر کی نسبت شیعوں کی طرف

کرتی محض افترا ہی لیکن جو روایت کہ حضرت زید سے منقول ہو تم اپنی کتابوں میں درج کرو اسکا کیا اعتبار ہی اور حضرت زید تو کیا بلکہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے جو بہت سی روایتیں اپنے مطلب کے موافق بناکر اپنی کتابوں میں درج کی ہیں انکو ہم کب تسلیم کرتے ہیں اور مذہب فدک مخالف مذہب زید کی ہرگز نہیں ہے یہ مخالفت تمہیں نے جی سے جوڑی ہی اور زید کی طرف منسوب کی ہی اور عاریت کو تو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے اور جو کچھ مجالس المومنین سے کہا ہی وہ صحیح اور درست ہے اور زید کی بابت باون تولی پاؤ رتی ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ ساختہ اور پرداختہ تمہارا ہی ہے اور حضرت زید نے ایسا نہیں فرمایا ہی **قال الشیخ الاشعری** بالجملہ روایت متنازع فیہا بالیقین موضوع ہی اور باانہمہ وضعیت جو سنیوں کی بعضی کتابوں میں پائی جاتی ہی تو اول تو اسکا حال مفصل معلوم ہو چکا دوسرا اس روایت کو بغرض الزام شیعہ بھی درج کرتے ہیں کہ جو روایت تمہاری بنائی ہوئی اور تمہاری سناویز اعتراض ہی روایت ہماری مفید مطلب ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی فضائل ہی میں اسکو لکھا ہی بر خلاف کی سمجھن بات الٹی ہی سمجھتے ہیں اور بے سوچے سمجھے انسے ایسے مواقع میں ہے ہی لوگوں کے دھوکا دینے کو جیسا مولوی صاحب نے کیا ہی نقل کر دیتے ہیں چنانچہ مولوی عمار علی صاحب نے ایسا ہی کیا ہی اور پھر ہرگز شرم وحیا کی پاس کو بھی نہیں پھٹکتے اور اسپر بھی علمائے شیعہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں اور شرم کی آنکھیں بند کرکے یوں فرمانے لگیں کہ گو اعطا بمعنی عاریت بھی آتا ہی لیکن تاہم متبادر معنی ہبہ ہی ہیں خصوصاً اس روایت میں تو اسکا جواب اول تو یہ ہی کہ متبادر ہونا ہبہ کا لفظ اعطا سے اس روایت میں مسلم لیکن اول تو شیعہ ملفوظات ائمہ خصوصاً کلمات مرتضوی کے جو صحابہ کرام اور حضرت ابوبکر و عمر کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور انمیں سے کہ اسی شمار میں ہی منقول ہوئے ہیں معنی متبادر سے لیکر شیعہ نے ہی سے دست بردار ہوں اور ایسے ہی آیات قرآنی جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں انکو اپنے معنی متبادر ہی پر رکھکر بلا معتقد ہو جائیں اسوقت ہم اس قسم کی درخواست کریں فی الجملہ بجا بھی ہی اگر وہاں مان جائیں تو خیر جو ہوں تو ہم یہاں مان جائیں دوسرا اگر معنی متبادر ہی ہر کلام میں لیا جایا کرے تو بیشتر باریک فہمی وغیرہ سب لغو ہو جائے اور اکثر غلط فہمیاں درست ہو جائیں کیونکہ بیشتر سب غلط فہمی کا یہ تبادر فہم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی اور اختلافات ائمہ اہل سنت اور ایسی ہی اختلافات باہمی مجتہدین شیعہ مبنی اسی حمل پر ہیں علمائے اصولیوں و اخباریوں کا اختلافات جو شیعوں میں باہم پیدا ہوا ہے اسکی وجہ بھی یہی ہی کہ اخباری ظاہر خبر پر عمل کرتے ہیں اور جو معنی متبادر ہوتے ہیں اسی کو پیش نظر رکھتے ہیں اور اصولی اپنی شدید میں غور کرکے معنی مقصود شارع پر عمل کرتے ہیں اور متبادر معنی ظاہر اخبار کا لحاظ نہیں کرتے ہیں حضرت مولوی عمار علی صاحب اگر اس روایت میں وجہ تبادر معنی ہبہ سے الجھنے کو تیار ہوتے ہیں تو پہلے اپنے مذہب اصولیین سے دست بردار ہو کر اخباری بن جائیں پھر ہم سے دوچار ہوں اسوقت ہم بھی ناچار بحکم کلموا الناس علی قدر عقولہم اس دو کلے کو عالم کو ہر جگہ معنی متبادر ہی لحاظ رکھنی چاہئیں جیسے عوام کا کام ہے یا معنی محقق کی تحقیق ضروری ہی جیسے محققین کا شیوہ ہی اعراض کرکے دوسری طرح مولوی صاحب کے کان کھولینگے **اقول** ہمارا کلام اس روایت میں نہیں ہے اگر موضوع ہی تو ہوا کرے بلکہ وہ روایتیں ہیں جو ہمنے لکھی ہیں اور دعوی ہبہ فدک پر بتصریح دلالت کرتی ہیں اور وہ روایتیں بغرض الزام شیعہ ہرگز نہیں لکھی ہیں اور بغرض الزام تو یہ روایت بھی نہیں نقل کی ہی اور اس روایت کے وضع کرنیوالے پر تم بھی لعنت کرو اور ہم بھی لعنت کریں اور ابوبکر کی فضایل میں اسکو کیا ہمنے لکھا ہی جو اسکی محبت ہمپر ہو ابوبکر کے فضائل میں داخل کرنیوالے پر بھی لعنت کرو کہ کس شقی نے اسکو اسمیں داخل کر دیا ہی اور الٹی سمجھے والے تم ہو کہ اس قدر روایتیں دعوی ہبہ میں موجود ہیں اور پھر نہیں سمجھتے اور الٹی ہی کہی جاتے ہو اور مولوی صاحب ہو کہ نہیں تیرہ میں فوراً دس کتابوں سے تمہاری تو انہوں نے سند پکڑی ہی اور بیس کتابوں کا میں نے حوالہ دیا ہی پھر دیکھئے کہ اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہی دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنمیں موجود ہی یا نہیں اور شرم وحیا تجھکو نہیں ہے کہ تو اتنی کتابوں کا انکار کرتا ہی اور ہٹ دھرمی ہماری کے سند نہیں ہے جو کچھ ہم لکھتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور تجھسے جواب نہیں بن پڑتا تو ہٹ دھرمی کرتا ہی اور اس روایت میں بھی ہم محض متبادر ہونے کی جہت سے ہبہ نہیں کہتے ہیں تاکہ تمکو ہر جگہ متبادر پر کہنا پڑے بلکہ اور روایتوں کی تائید سے کہتے ہیں جو کہ بتصریح ہبہ پر دلالت کرتی ہیں اور کلام جناب امیر علیہ السلام کا ابوبکر و عمر کی مدح میں انکی فضیلت دینی پر دلالت نہیں کرتا ہی اگر انکی مدح دنیا کی اقتضا سے کی تو کیا ہوتا ہی جناب رسول خدا صلعم نوشیرواں کی تعریف کیا کرتے تھی باوجودیکہ وہ کافر تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں تو لکھا ہی کہ جناب سرورکائنات صلے اللہ علیہ وآلہ نے بتوں کی مدح میں فرمایا ہے کہ ان شفاعتہم لترتجی یعنی تحقیق شفاعت انکی البتہ امید رکھی گئی ہی اور جو کچھ تمنے اس سال میں لکھا ہی وہ سب رد کر دیا ہی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ سب جگہ معانی متبادر ہی مراد ہوتے ہیں اور اول تو اس روایت میں ہماری گفتگو ہی نہیں ہے اور اس روایت میں اگر ہم اعطا سے عطاء ہبہ مراد لیوینگے تو اور روایتوں کی شرح کرنے سے لیوینگے اور ہمارے مجتہدوں میں جو اختلاف ہوا ہی وہ اختلاف انکا روایتوں کے اختلاف سے ہے اور اخباریوں اور اصولیوں میں بھی فقط یہ ہی اور ایک یہ فرق ہی کہ اخباری تو ہر ایک خبر پر عمل کرتے اور اصولی جو روایت کہ اصول مذہب کے مخالف ہو اسکو قبول یا مطروح کرتے ہیں اور اگر ہم اخباری ہو جائیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو کہتے ہیں کہ ہر جگہ معنی متبادر مراد نہیں ہوتے ہیں بلکہ بعضے مقام میں تاویل کرنیکی احتیاج ہوتی ہی اور اس روایت میں جو ہم ہبہ مراد لیتے ہیں وہ اس جہت سے ہے کہ اور روایتوں میں تصریح ہبہ کی ہوئی ہی

قال الشیخ الاشعری اعنی مانا کہ لفظ اعطا کے معنی روایت متنازع فیہا میں ہبہ ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فدک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ہبہ ہی کر دیا تھا لیکن مولوی عمار علی صاحب بلکہ تمام علمائے شیعہ اسمیں کیا ارشاد کرینگے کہ یہ روایت منقطع ہی حضرت زید اس زمانہ میں کہاں تھے جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق سے دعوی ہبہ فدک کیا یہ بات اگر بالفرض واقع میں وقوع میں آئی ہی تو قریب وفات حضرت سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات ظہور میں آئی ہی بلکہ متصل بعد وفات ہی چنانچہ ثابت جانتے ہیں

سو سن ماننے کو وقائع کا مشاہدہ اور انکی روایت اور شہادت بجز صحابہ اور کسیکا کام نہیں القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہی کوئی بات بے سند متصل لائق اعتبار نہیں ہاں حضرت زید اگر شیعوں
کے امام ہوتے تو علم غیب کی وجہ سے سنیوں کو نہیں تو شیعوں ہی کے نزدیک اُسکا قول حجت ہوجاتا پر شیعوں کے نزدیک تو مومن ہی نہیں چہ جائیکہ علم غیب اور امامت ہاں منکر امامت امام وقت ہے جس حال میں
کافر ہو جاتے اور سنیوں کے نزدیک گو حضرت زید اکابر اولیاء میں سے ہوں لیکن تاہم آدمی ہیں جبتک سند نہو کیونکر معلوم ہو کہ انہوں نے جس سے یہ بات سنی ہے وہ معتبر ہے کہ نہیں صحابی کی ملاقات میں تو احتمال
ہے باقی تابعین سو اُنمیں جیسے اچھے نیک بد سب طرح کے ہیں اور اگر بالفرض کسی صحابی سے انکی ملاقات ہوئی بھی تو یہ کیا لازم ہے کہ وہ صحابی اُسوقت حاضر ہی تھے یا انکو کسی دوسرے صحابی سے یہ بات
پہنچی ہی تھی اور پھر حضرت زید نے بھی اُنہیں سے سنا ہو احتمال ہے کہ جس صحابی سے انکی ملاقات ہوئی ہو تو خیر یہ بات معلوم نہو اور اگر معلوم بھی ہو تو انہوں نے اُنسے نہ سنا ہو بلکہ کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبان زد
عوام ایک بات دیکھکر اسی کی موافق نقل کردیا ہو یا بطور تسلیم قول معترضین یہ بات فرمائی ہو بہرحال احتمالات چند در چند قادح اعتبار روایت موجود ہیں پھر با اینہمہ احتمالات کوئی کیونکر اس روایت
کو دربارہ دعوی ہبہ فدک قبول کرے خصوصاً در صورتیکہ آیت اور روایت صحیح متصل بلکہ مرفوع اعنی روایت مشکوٰۃ اُسکے مخالف موجود ہو **اقول** اس روایت کو ہم ہرگز سند نہیں گردانتے یہ روایت
تو دشمنان اہلبیت کی وضع کی ہوئی ہے ہمارا کلام تو ان روایتوں میں ہے جو پہلے اس سے ہم لکھ چکے تو اس روایت کو بار بار کس واسطے ذکر کرتا ہے ہم تو اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں اور اس روایت کے منقطع
ہونے سے ہمکو کیا حاجت جسوقت کہ ایک جماعت علماء اہل سنت نے اس روایت ہبہ کو تسلیم کرکے نقل کیا ہو ہمکو تو واسطے حجت پکڑنے کے کافی ہے اور سوا اسکے تفسیر در منثور میں ابو سعید خدری سے ہبہ کی روایت
لکھی ہوئی ہے اور بزار اور ابو یعلی اور ابو حاتم اور ابن مردویہ نے سلسلہ اسکا ابو سعید خدری تک پہنچایا ہے اور ریاض النضرۃ میں عبداللہ ابن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت
کی ہے کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابو بکر سے دعوی ہبہ کا کیا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت یہ کہ جو اہل سنت کے نزدیک امام ہیں غیر معتبر روایت کا اعتبار کریں اگر یہی احتمال ہے اس روایت میں تو کیا وہ
تیری برابر بھی نہیں جانتے تھے کہ ایسے احتمالات کی روایت کو انہوں نے قبول کرکے کہا کہ اگر میرے پاس مقدمہ آتا تو میں بھی ایسا کرتا جیسا کہ ابو بکر نے کیا ہے اور اس طرح کی احتمال جو تو نے نکالے ہیں تو سب روایتوں
میں جاری ہو سکتی ہیں اسی روایت پر منحصر نہیں ہے اسواسطے کہ راویوں کے سلسلہ میں سے جو کسی نے اپنے اوپر والے سے روایت کی ہے معلوم نہیں کہ وہ معتبر ہے یا نہیں اور اگر معتبر ہے تو معلوم نہیں کہ اُسنے
جو سنا ہے اسی طرح سنا ہے جیسے کہ پہلے نے کہا تھا یا کچھ فرق ہوگیا ہے اسواسطے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کہتا کچھ ہے اور سننے والا سمجھتا ہے کچھ اور اگر اسیطرح اُسوقت سمجھا تو بعد اسکے بعینہ یاد نہیں رہا ہے
انسان کو سہو و نسیان بھی عارض ہوتا ہے اور جھوٹے سچے بھی ہوتے ہیں اور جس صحابی تک وہ روایت پہنچی ہے معلوم نہیں اُسنے خود سنا تھا یا دوسرے صحابی سے سنا تھا یا کسی تابعی سے سنا ہو بلکہ زبان
ایک بات سنکر اسی کے موافق کہدیا ہو اور اکثر روایتیں ایسی ہیں کہ کتاب ابو نعیم بن ابی حاتم اور بزار اور بیہقی اور دارقطنی اور ابو یعلی وغیرہ سے روایت ہے اور اور ہر کا سلسلہ راویوں کا بیان نہیں
کیا ہے پس جبکہ یہ حال ہو اور چند در چند احتمالات نکلتے ہوں تو جائز ہے کہ ایک روایت بھی سنیوں کی معتبر نہو اور روایت مشکوٰۃ کی تو موضوع ہے کہ مخالف ہے اکثر کتابوں کی روایت کے اور معلوم
نہیں وہ آیت کونسی ہے جسکی طرف اشارہ ہے یا وہ بھی روایت مشکوٰۃ ہی اور روایت مشکوٰۃ کی تو معلوم ہے جیسی کہ ہے بار بار اُسکا ذکر کیوں کیا جاتا ہے **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید
کوئی کم فہم اُسکے وقوع کا موہم ہو اس وجہ سے کلام کرتے ہیں کہ روایت مشکوٰۃ میں بھی عمر بن عبدالعزیز سے جو تابعی ہیں ایک روایت بے سند منقول ہے کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں موجود نہ تھے
سو ہمکو بعد غیر معتبر ہونے روایت متنازع فیہا کے اس روایت کا غیر معتبر ہونا مضر نہیں لیکن تاہم بپاس خاطر شیعہ اسکو بھی مٹائے دیتے ہیں واضح ہو کہ یہ روایت مشکوٰۃ میں بہ حیثیت حدیث عمر
بن عبدالعزیز ہی کا قول ہے لیکن اس قول کو مغیرہ بن شعبہ جو صحابی ہیں نقل کرتے ہیں اور صحابی تابعی سے نہیں سنا کرتے رسول اللہ ہی سے سنا ہوگا اسی لئے علماء مرفوع کے حکم میں الفاظ رسول
حدیث جانتے ہیں علاوہ قرینہ عقلیہ بھی اس بات کو تقاضا کرتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمانا حجت ہو کیونکہ اس قول کو حجت لینے فدک کی قرار دینے میں کوئی بات
ثابت نہیں کرتے اور نہ لینے کے لئے جیسے رسول اللہ صلعم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کا نہ دینا حجت ہوسکتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلعم کا ہبہ کردینا ہوسکتا ہے
نہوتا بلکہ الٹا ہبہ کا کرنا صحیح ہوتا تو انکو کیا ضرورت تھی کہ نقصان بنا تو یوں کرتے کہ فدک کو دیدیا اور نقصان بن یوں کرتے کہ جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی کس پر رسول اللہ صلعم پر
جہنمی ہونیکا وعدہ ہے اور وعدہ بھی متواتر کیونکہ حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھکر میرے نام پر کوئی جھوٹ بات لگاوے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کر لیوے
بالاتفاق محدثین کے نزدیک متواتر ہی بلکہ متواتر باللفظ اگر ہے تو یہی ہے بہرحال اگر روایت حضرت زید بن علی بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہم موضوع نہ کہیں اور تسلیم ہی
کرلیں کہ واقعی یہ بات حضرت زید ہی کی فرمائی ہوئی ہے تب بھی اسکے آگے رسول اللہ صلعم تک سند کہاں ہے **اقول** لم نفہم تو اسبات کو کیا مبادا کہیگا کہ کوئی قصیدہ کہیگا کہ شاید عمر بن
عبدالعزیز کے زمانہ میں تھا اور جو احتمالات کہ زید کی روایت میں جاری کئے ہیں وہ ہی عمر بن عبدالعزیز کی روایت میں جاری ہوتے ہیں اور روایت زید کو ہم کب معتبر جانتے ہیں
سوا اُس فقرہ کے جو اول میں ہے اور سب روایتوں کے مطابق ہے اور مغیرہ تو راوی ہے عمر بن عبدالعزیز کے کہنے کا اور یہ جو روایت کو اُس سے لیا ہے اور اگر حضرت کے اصحاب میں
سے ہیں تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کہاں تھے جو آپکے قول کی روایت کرتے اور اگر حضرت کے صحابہ ہی میں سے تھے تو یہ تھی کہ رو برو حضرت فاطمہ نے ہبہ فدک کا چاہا اور رسول خدا نے
ہبہ نکیا یہ تو وہ نہیں کہتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ بیشک اسکی گواہی دیتے لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا بلکہ عمر بن عبدالعزیز کے قول کو نقل کردیا ہے اسمیں صحابی اور غیر صحابی دونوں برابر ہیں

اور سوا اسکے یہ ہے جو کہ راوی اس روایت کے ہیں معتبر نہیں ہیں اول راوی اسکا جو عبد اللہ بن الجراح ہیں کثیر الخطا ہیں چنانچہ حافظ ذہبی نے کاشف میں لکھا ہے کہ قال ابو
حاتم کان کثیر الخطاء اور جریر کہ جو راوی دوسرا ہے وہ منسوب طرف سوء حفظ تھا جیسا کہ میزان ذہبی میں لکھا ہے اور مدلس بھی تو تھا اور یہ جو لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک بنی امیہ سے لیکر
یہ حجت پکڑی تھی اول تو ہم اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں کہ اسنے ایسا کہا تھا اسواسطے کہ یہ روایت سراسر موضوع ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ اسنے کہا تھا تو بپاس خاطر حضرت
ابوبکر ایسا کہا تاکہ لوگ جان جائیں کہ ابوبکر کو جو بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فدک کو چھین لیا ہے یہ بات صحیح نہیں ہے اور جھوٹ کا سرزد ہونا عمر بن العزیز سے محال
نہ تھا علماء اہل سنت نے سیکڑوں باتیں تراش کر جناب رسول خدا صلعم کے ذمہ دہری ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے جو کہ معتقد حقیت خلافت خلفاء ثلاثہ کا اور انکے مریدوں میں سے تھا شرح نہج البلاغہ
میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے خلفاء کی شان میں بہت سی حدیثیں بنوائیں اور امرا کی خوشامد میں جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ابو یوسف کا حال لکھا ہے زمانہ میں واثق
کے علماء کا یہ حال ہے اور عمر بن العزیز اگرچہ اور بنی امیہ سے کچھ اچھا تھا لیکن پھر دنیا دار آدمی تھا اور عمر عبد العزیز سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنا ایسا بعید جانا اور ابوبکر کی
جو حضرت فاطمہ زہرا نے دعوی ہبہ فدک کا کیا جسکو کثیر سے علماء اہل سنت اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں جسمیں ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو جھوٹا جانکر گواہ طلب کیے اور وعید حدیث من کذب علی الخ
داخل کیا اور مسئلہ فقہیہ میں تغیر جاری کیا اور یہ خیال نکیا کہ کیا فاطمہ زہرا اپنے باپ پر افترا کرینگی کہ انہوں نے مجھکو فدک ہبہ کیا ہے اسکا کچھ مضائقہ نہیں اہل سنت کے نزدیک وضع حدیث کی رو سے
مقدمہ میں تو ہم کہہ چکے جو کچھ کہنا تھا **قال الشیخ الاشعری** معہذا جیسے علامات صحت روایت مشکوۃ میں ظاہر ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ایسے ہی روایت متنازع فیہا کی علاوہ سند ہونیکے
امارات کذب بھی ظاہر و باہر ہیں کیونکہ باتفاق مورخین فدک تادم واپسین رسول اللہ صلعم ہی کے تعلق و تصرف میں تھا اور بے قبض ہبہ ملک موہوب نہیں ہوتا واہب کی ملک میں رہتا
ہے اور ملک رسول اللہ صلعم کا حال حضرت ابوبکر صدیق کو معلوم تھا کہ بعد وفات وقف ہو جاتی ہے پھر جو درباره ہبہ گواہ طلب کیے تو یوں کیے ابوبکر صدیق کی دنیا کی ہوشیاری اور مسائل کی
واقف کاری سے کہ جو امور دنیا میں مفید ہیں شیعہ بھی معتقد ہیں جب دنیا ہی ٹھیرا تو ایسا مشکل کیوں پیش جسمیں اندیشہ ہار جانیکا ہو کیونکہ اگر گواہ اپنی مقدار معین کو پہنچ جاتے تو پھر بھی عذر
بھی بجا تھا کہ ہبہ بے قبض تمام نہیں ہوتا اور کوئی یہ جانتا کہ ماریہ نے کی تھیں اگر یہ عذر قابل سماعت تھا تو پہلے ہی پیش کیوں نکیا اور اگر گواہوں کے طلب کرنیکو شیعہ محمول تحقیق حق پر کریں
تو بعد اسکے جو کچھ پیش آیا وہ خواہ مخواہ عدل و انصاف ہی ہوگا کیونکہ حکم خداوندی ہی کے موافق حکم کیا ہے کوئی قاعدہ نہیں گھڑ لیا باقی رہی کچھ تقریر درباره طلب گواہ ہاں کہی ہے اگر اسکو
شیعہ تسلیم کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد ورنہ انکی کوتاہ فہمی سے امید تو یہ نہیں علاوہ بریں جب یہ بات مقرر ہوئی کہ فدک تادم آخر رسول اللہ صلعم ہی کی قبض میں رہا تو باتفاق شیعہ و سنی
اگر آپنے ہبہ کیا ہی تو حضرت فاطمہ کی ملک میں آیا پس حضرت فاطمہ جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں کہیں ایسا غلط دعوی کرتی جسمیں بہرحال حق تلفی
خلایق ہے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے تو وارثوں کی حق تلفی ظاہر ہے ورنہ فقرا اور مساکین کی حق تلفی ہے بلکہ آپکا ترکہ وقف ٹھیرا خلیفہ کو اختیار ہے جسے
چاہے دیدے پس اگر حضرت فاطمہ کے پاس آگیا تو اور بھی بھلا ہے لیکن اس فن فریب لینا فریب بازوں و دنیاداروں کا کام ہے بہر حال علامات صدق روایت مشکوۃ اور امارات کذب روایت
متنازع فیہا اہل فہم کے نزدیک تو ایسی روشن ہیں جیسی اہل نظر کے سامنے آفتاب و دیں مولوی عمار علی صاحب یا انکے اقران و امثال اگر نہ سمجھیں تو پھر ہم کو کیا ہوش کہو کہ یہ کیا کہتا ہے انکے
حسب حال پھر یہ شعر پڑھا جائیگا ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ＊ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **اقول** روایت مشکوۃ بالکل موضوع ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے اور روایت ہبہ دعوی فدک کی ہرگز جھوٹی
نہیں ہو سکتی کہ بڑے محققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور اسکو جزم الورود جانکر جواب اسکا دیا ہے اور انکار اس روایت کا کسی نے نہیں کیا ہے یہانتک کہ
نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کہ جو اس فن میں ان سب کے استاد ہیں اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی اسی کے کلام کے خوشہ چین ہیں اس روایت کا انکار نہیں کرتے
ہیں جبکہ اسقدر ایسے محققین نے تصدیق اس روایت کی کی تو روایت مشکوۃ کی کہ وہ حدیث کی کتاب ہے اور اسمیں سب طرح کی روایتیں ہوتی ہیں بیشک موضوع ہوگی
اور یہ جو لکھا ہے کہ باتفاق مورخین فدک تادم بازپسین رسول اللہ صلعم کے قبضہ میں رہا یہ کہنا بالکل غلط ہے ہرگز ہرگز مورخین نے ایسا نہیں لکھا ہے اور اگر کسی ناصبی نے ابوبکر کی حمایت
کے واسطے لکھدیا ہو تو اسکا کیا اعتبار ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کا قبضہ فدک پر تھا چنانچہ مولوی صاحب کے خط میں مندرج ہے اور ہم
پھر لکھتے ہیں کہ کنز العمال میں علی متقی کی اور مسند ابو یعلی موصلی میں اور تفسیر در منثور میں اور مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقہ جناب
رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تو قبضہ ہو گیا یا نہیں اور قبضہ کسکو کہتے ہیں الخ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود ورود روایات کثیرہ دعوی ہبہ فدک اور شہادت امیر المومنین ع
حضرت فاطمہ زہرا بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کریں کیا حضرت یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا اور حضرت امیر المومنین جو اعلم صحابہ تھے انکو بھی معلوم نتھا کہ ہبہ
بدون قبض درست نہیں ہوتا یہانتک کہ گواہی بھی ادا کردی اور نہ حضرت زہرا کو منع کیا دعوی کرنے سے کہ تم کسواسطے دعوی کرتی ہو ہبہ تمہارا قبضہ تو ہوا ہی نہیں کہ ہرگز سنیوں سے
جواب اسکا نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ اپنی کتابوں کا انکار کریں اور اپنے علماء کو کہیں کہ بڑے احمق تھے جو ایسی واہیات اپنی کتابوں میں لکھ گئے اور جس صورت میں حضرت فاطمہ کا قبضہ ہبہ پر تھا تو

تو نے زید کی روایت میں کس واسطے لکھا ہی کہ زید بن علی نے کہا کہ ان ابا بکر انتزع من فاطمہ یعنی تحقیق کہ ابو بکر نے چھین لیا فاطمہ سے اب میں پوچھتا ہوں کہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے قبضہ میں فدک
تو تھی ہاتھ میں سے ابو بکر نے چھین لیا تھا اور اگر اُنکے قبضہ میں نہ تھا تو چھیننا کیونکر صادق آئیگا اور جس صورت میں کہ قبضہ حضرت فاطمہ کا نہ تھا تو ابو بکر نے ایک سیدھی بات کہہ دی ہوتی
کہ قبضہ تو تمہارا اسپر کبھی نہیں ہوا ہی ہبہ کیونکر ثابت ہو گواہ کس واسطے طلب کئے اور اگر امور دنیا کی جہت سے طلب کئے اس خوف سے کہ کل کو لوگ بدنام کریں کہ بے وجہ چھین لیا تو اس جہت سے گواہ طلب
کرنے ہی بیجا ہیں اسواسطے کہ سبھی آدمی جانتے ہونگے کہ حضرت فاطمہ کا اسپر قبضہ کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر صاف جواب دینے سے کون بدنام کرتا بلکہ یہ کہتے کہ ابو بکر نے جو کچھ واجبی تھا وہ کیا
بلکہ گواہوں کے طلب کرنے میں تو کہتے ہونگے کہ بڑا بے توقف ہی باوجود نہ ہونے قبضہ کے گواہ طلب کرتا ہی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ ابو بکر کے نزدیک حق فاطمہ کا ثابت تھا لیکن ابو بکر نے
امور دنیا کی ہوشیاری کے واسطے گواہ طلب کئے اور اگر حضرت فاطمہ کے ہٹانے اور ساکت کرنے کو طلب کئے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ نے باوجود عدم قبض دعوی ہبہ بے القبض کا کیا تھا کہ اُن سے
گواہ طلب کئے کہ اگر گواہ پورے نہ لائی تو ہٹا دونگا اور اگر گواہ پورے لائی تو واسطے ہٹانے کے کچھ اور بہانہ کرونگا فاطمہ زہرا ہرگز ایسی جاہل اور بے علم اور دروغگو نہیں کہ ایسا بیہودہ دعوی
کریں اور اگر مقدار گواہوں کی پوری ہو جاتی تو یہ مذمت عدم قبض کا بیجا کیونکر ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کے گواہی گذر جاتے کہ فلانی شخص نے فلانے کو ہبہ کیا ہے اور قبضہ اسکو نہ دیا ہو تو چاہئے
کہ وہ درست ہو جائے اور حال یہ ہے کہ یہ بھی درست نہیں ہے جبتک کہ واہب اپنی قبض و تصرف سے نکالکر موہوب لہ کے قبض و تصرف میں نہ دیوے اور جسوقت کہ لوگوں کے نزدیک ہی حضرت
فاطمہ کا قبضہ نہ تھا تو پھر کون کہتا کہ نہ دینے کے بہانہ ہیں گو گواہ پورے گزر گئے ہوں تو کیا موافق شرع ہے یہی ہوا کہ قبضہ تھا اور حکم خداوندی واسطے گواہوں کی اُسوقت ہی کہ جسوقت کوئی مع القبض
دعوی ہبہ کا کرے اور اگر قبضہ نہو تو صاف جواب دینا چاہئے پس معلوم ہوا کہ واسطے طلب کرنے گواہوں کے یہی وجہ تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا اُس پر قبضہ تھا اور اب ہم ایک
اور وجہ اسکی قول کے تردید میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا دو حال سے خالی نہیں یا تو ابو بکر انکو اس دعوی میں جھوٹا جانتے تھے یا سچا جانتے
تھے جھوٹا تو جان نہیں سکتے اسواسطے کہ آیت تطہیر اُنکی شان میں نازل ہوئی تھی کہ گناہوں سے وہ پاک ہیں اور اگر اہل سنت اُنکو معصوم نہیں جانتے تو محفوظ تو جانتے ہیں اور جو شخص
محفوظ ہو گناہوں سے وہ ایسا افترا رسول خدا پر ہرگز نہ کریگا کہ مجھکو اُنہوں نے فدک ہبہ کیا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ اس دعوی میں راست گو تھیں ابو بکر کے نزدیک اور جسوقت کہ وہ سچی تھیں
تو گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج نہ تھی اسواسطے کہ گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج تو اُسوقت کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو تو جسوقت حاکم ہی مدعی علیہ ہوا اور مدعی کو
دعوی میں راست گو بھی جانتا ہی تو اس صورت میں گواہوں کی طلب کرنیکی احتیاج نہیں ہے بلکہ بمجرد دعوی کے دیدینا چاہئے اور اگر نہ دیگا تو بڑا ظالم ہی اور گواہوں کے طلب کرنیکی احتیاج
اُسوقت ہوتی ہی کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا اور شخص ہو خواہ اُسکے دعوی کو حاکم سچا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور مجد مورخ کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے عمر کی خلافت میں بھی
دعوی ہبہ فدک کا کیا تھا پس اگر قبضہ حضرت فاطمہ کا نہوتا تو پھر حضرت علی اتنی مدت کے بعد دعوی ہبہ کا کیوں کرتے اور نہ لا محالہ جناب رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہرگز فدک نہ رہا تھا بلکہ
اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا چنانچہ ہم ثابت کر چکے ہیں اور اگر فاطمہ نے اپنے دعوی کیا تو بہت بجا کیا کہ حضرت صلعم نے اُنکو ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا تھا اسیواسطے اُس معصومہ نے جسوقت ابو بکر
نے اُن سے چھین لیا تو دعوی ہبہ کا کیا جو ہبہ پر دلالت کرتے ہیں روایات کتب اہل سنت سے آخر کتب اہل سنت میں جو کہ لکھی ہوئی بات کوئی کیونکر کہہ دے کہ نہ ہوئی ہوگی کیا یہ ہی ذوم کا
تیر ہے کہ کسی ذوم کے ایک تیر لگا تو اُسنے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو سو دعوی کرنا حضرت فاطمہ کا تو متحقق ہی یہ تو کسی طرح سے مٹتا نہیں جف القلم بما ہو کائن اب اہل سنت سر پٹکا کریں
اور حق تلفی تو اُسوقت متحقق ہوتے جسوقت سوائے اُس مظلومہ کے کسی اور کا حق اُسمیں ہوتا اور رسولخدا صلعم کا ترکہ ہرگز وقف نہیں ہے اور روایت لا نورث کی بالکل باطل ہی اور اگر خلیفہ کو منظور
تھا جسکو چاہے دیتے تو جسوقت حضرت فاطمہ طالب ہوئی تھیں بلحاظ قرابت رسولخدا کہ وہ دختر نیک اختر حضرت کی تھیں کیوں نہ اُنکو دیدیا اور اگر ہبہ کا دعوی تیرے نزدیک صحیح نہیں ہے
اور ضرور فریب کا ہی تو وہ وراثت کا دعوی تو صحیح ہی اُسوقت ہی دیا ہوتا لیکن اُسنے تو اُسوقت بھی نہ دیا اور عثمان نے اپنی قرابت کا لحاظ کر کے مروان کی جاگیر میں فدک کو کر دیا اور ابو بکر نے
جناب رسالتمآب کی قرابت کا لحاظ کر کے فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نہ دیا اور روایتوں سے ثابت ہو چکا ہی کہ دعوی فاطمہ زہرا کا صحیح ہے در صورت الحمد روایت مشکوۃ کی موضوع ہے اہل فہم کے
نزدیک اور ابو بکر نے جو اس مقدمہ میں اہل بیت علیہم السلام کی مخالفت کی وہ باطل ہوگئی مولوی عبد العزیز صاحب نے آخر باب چہارم تحفہ میں لکھا ہی کہ باید دانست کہ باتفاق شیعہ
و سنی این حدیث ثابت است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی پس معلوم کرد کہ در مقدمات دینی
و احکام شرعی ہر گاہ پیغمبر حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبی کہ مخالف این دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃ و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار این دو بزرگ نماید گمراہ و خارج
از دین حالا در تحقیق باید افتاد کہ ازین دو فرقہ یعنی شیعہ و سنی کدام یکی متمسک باین دو حبل متین است و کدام کس استخفاف این دو چیز عالی قدر میکند و اہانت می نماید و عند جانب مقابل
ساقط می انگارد و طعن در ہر دو پیش میکند پس موافق تحریر شاہ صاحب کے جناب رسولخدا صلعم نے خلاف ان دو چیز کا کیا تھا اب کہیے ابو بکر اُنکی مخالفت میں کہ دعوی ہبہ اور وراثت کو
رد کیا اور اُنکے دعوی کا انکار کیا تو خارج از دین اور گمراہ ہوا یا نہیں اور اُسکا قول اُنکے مقابلہ میں غیر معتبر ہوا یا نہیں اور اسی طرح باب امامت میں تحفہ کی حدیث ثقلین کی جو کہ ہیں

شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ ہمیں قسم حدیث مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی و من تخلف عنہا غرق دلالت میکند بر آنکہ فلاح و ہدایت مربوط بدوستی ایشان و منوط باتباع
ایشان است و تخلف از دوستی و اتباع ایشان موجب ہلاک است یعنی بفضل اللہ تعالی محض نصیب اہل سنت است بس اور اسی طرح نصر اللہ کابلی نے صواقع میں لکھا ہی چنانچہ انکے
قول کو ہم پہلے ہی نقل کر آئی ہیں اس قول کے موافق بھی ابوبکر نے جو علی اور فاطمہ کے قول کا اتباع نکیا بلکہ انکی اتباع سی تخلف کیا کہ دعوی ہبہ اور وراثت میں انکی فرمانیکی موافق عمل نکیا
تو ہلاک ہوا یا نہیں اور اسی طرح امام رازی تفسیر میں تحت آیۂ امت اور وجوب اتباع اور اقتدا حضرت امیر کا لکھتے ہیں اور فدک کے مقدمہ میں ہبہ اور میراث میں کہ جو دونوں موافق ارشاد
جناب امیر علیہ السلام کے ہیں ابوبکر کے منع کرنیکو صواب لکھتے ہیں عجب حال ہی ان لوگوں کا کہ جب حق آتا ہی تو اس سے بالکل گریز کر جاتے ہیں بہر حال علامت کذب روایت مشکوۃ سی اور
علامات صدق روایت دعوی ہبہ اہل فہم کے نزدیک تو ایسے روشن ہیں جیسے اہل نظر کے سامنے آفتاب اور یوں شیخ نجدی یا انکی اقران و امثال اگر نسمجھیں تو پھر ہمیں کوئی یہ نکہی کہ کیا
کہتا ہی انکے حسب حال پھر یہ شعر پڑہا جائیگا گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ **قال الشیخ الاشعری** غرض روایت مشکوۃ کی کہ وہ روایت ہم پلہ نہیں ہو سکتے جو انکو
چھوڑ کر اس روایت پر عمل کریں بلکہ موافق قواعد مرقومہ بالا کے لازم ہی کہ بسبب تعارض روایت مشکوۃ کی کہ وہ درحقیقت روایت ابو داؤد ہی جو صحاح ستہ میں سے ہی اور صحاح ستہ
کی روایت کی صحت اور قوت کو بھی بہت سے کہ انکا نام صحاح ہی اس روایت کو جو حضرت زید کے نام لگا کر بیان کی ہی رد کریں اور سلمنا کہ یہ روایت صحیح بھی ہی اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہبہ کا
دعوی کرنا بھی درست لیکن اتنی بات سنی و شیعہ کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہی کہ ہبہ بے قبض تمام نہیں ہوتا تاوقتیکہ قبض و تصرف واہب ہیگا ایکی ملک ہی رہیگی چنانچہ ارشاد علامہ
حلی میں مطلب اول مقصد دوم میں مرقوم ہی فلا تسمع دعوی الہبۃ مجردۃ عن دعوی القبض یعنے نسنا جائیگا دعوی ہبہ بے دعوی قبض کے اور فدک بالاجماع تا دم واپسیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ہی قبضہ میں تھا آپ حین حیات تک فدک میں تصرف مالکانہ کرتے رہے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا دخل آپکی زندگی میں نہیں ہونے پایا اثبات میں مورخین طرفین بلکہ محدثین
فریقین متفق ہیں مورخین کے اخبار کے نقل کرنیکی اول تو اس وجہ سے حاجت نہیں کہ کتب تواریخ پر ہر کسیکو عبور میسر آ سکتا ہی پر علم حدیث تک نوبت کسی کسی کی پہنچتی ہی اکثر ونکو مضامین
احادیث کے اطلاع نہیں ہوتی دوم تواریخ کی بات اعتبار میں احادیث کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی اس لیے طرفین کی روایات احادیث کی ہی طرف اشارہ کئے جاتا ہوں پہلے تو اور یہ واقف
ہونیکے معنی میں ہی نہیں تراشے سنیوں کی روایت لیجئے اول تو وہی روایت مشکوۃ جو مرقوم ہو چکی اثبات پر تصریح شاہد ہی دوسری مشکوۃ ہی میں ابو داؤد کی حدیث بروایت مالک بن
اوس بن الحدثان مرقوم ہی جس میں اثبات کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے اثبات استدلال میں کہ مال فی قابل تقسیم نہیں کچھ ایسا بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں جدی
جدی مصرف کے لئے وقف رکھیں تہیں بنی النضیر خیبر فدک اور فدک کے مصرف کے بیان میں فرماتے ہیں و اما فدک فکانت حبسا لابناء السبیل یعنی فدک مسافروں کے خدمتگزاری
کے لئے وقف ہی اب بحکم قواعد مناظرہ تو ہمیں انہی کی کتابوں کا حوالہ بہت ہی کیونکہ ورود اعتراض کیلئے ضروری ایسی بات ہو کہ جسپر وہ اعتراض ہو اسکی مسلمات اور مانی ہوئی بات ہو انکی خلاف
ہو اور درصورتیکہ اسکی مسلمات کے خلاف نہو تو اعتراض اعتراض ہی نہیں سو درصورتیکہ ہمنے انہی کتابوں سے ثابت کر دیا کہ فدک تا دم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبضہ میں تہا اور پھر کتاب
بھی ایسی معتبر کہ حجت بتحاشہ صحاح ستہ ہی تو پھر از روی دعوی اعتراض ہے لغو ہو گیا کیونکہ ہبہ بالاتفاق طرفین بے قبض جب ملک ہی نہیں لیکن معترض کا سکوت ادب ہی اور اطمینان یہہ اور
اتنی بات سے شیعہ ساکت ہو جائیں **اقول** مشکوۃ کی روایت سے وہ روایت اعتبار میں بڑھکر ہی کہ روایت مشکوۃ کی تو ایک کتاب کی روایت ہی اور راویوں میں اسکے لوگوں نے
قدح کیا ہی چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور روایت دعوی ہبہ کی کتب کثیرہ میں ہے کہ جسکو ایک جماعت کی جماعت نے نقل کیا ہی اس صورت میں بسبب تعارض کے روایت مشکوۃ کی اعتبار
ساقط کیجائیگی اور عمل ہبہ کی روایت پر ہو اور یہ روایت ابو داود کی موضوع ہی اور علماء اہل سنت نے اسکی بہت روایتوں کا قدح کیا ہی بلکہ صحاح ستہ کی سب کی روایتوں میں قدح کیا ہی دیکھو تو
کتابیں رجال کی موجود ہیں اور انکا نام صحاح رکھنا ایسا ہی جیسا کہ کہتے ہیں کہ برعکس نہند نام زنگی کافور اور سنن ابو داؤد کے بعضی بعضی روایت کا تو میں حوالہ دیتا ہوں کہ ایک ان
تو یہ ہے کہ وہ عائشہ سے ہی قالت ارسل النبی صلعم بام سلمہ لیلۃ النحر فرمت الجمرۃ قبل الفجر اسکو ابن قیم نے زاد المعاد میں منکر لکھا ہی اور تصریح کی ہی کہ امام احمد حنبل نے اسکا انکار کیا ہی اور ایک
روایت عبد اللہ بن زید سے ہے کہ قال اراد النبی صلعم فی الاذان اشیاء لم یصنع منہا شیئا محمد بن الحنفیہ نے تکذیب اسکی کی ہی چنانچہ انسان العیون میں لکھا ہی اور ابو حفص عمر بن علی بن عمر القزوینی
نے تو بہت روایتوں سنن ابو داؤد پر حکم وضع اور افترا کا کیا ہی از انجملہ یہ ہی کہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم [illegible] علیہم وعلی ہذا القیاس اور جسوقت کہ بخاری اور مسلم کا ذکر کو شامل
ہوں تو اور کتابوں کس شمار میں ہیں چنانچہ مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں لکھا ہی کہ دو سو دس روایتیں انمیں ضعیف ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ کا کیا تو جو کچھ
ہم کہتے ہیں وہ ثابت ہوا اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ زہرا نے بدون قبضہ کے دعوی کیا ہو حضرت زہرا نہیں جانتی تہیں کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے تا کہ وہ بدون قبضہ کے
دعوی کرتیں تم جانتے ہو کہ خلفاء ثلثہ جیسے جاہل تہی مسائل دین سے اور غلطیاں کہاتے تہے ایسے ہی حضرت فاطمہ بھی ہونگی جنکے گھر میں سے احکام دین جاری ہوں ایسی بات کو نجانینگی
اور ابوبکر سے فاطمہ ہر طرح بے شک زیادہ عالمہ تہیں چنانچہ کنز العمال میں ذکر روایت ثقلین میں لکھا ہی اور ایسے ہی جواہر العقدین میں مستدرک سے لکھا ہی کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ

ولا تعلموھم فانہم اعلم منکم یعنی اور نہ سکھاؤ تم انکو کہ تحقیق وہ زیادہ سکھے ہوئے ہیں تم سے پس معلوم ہوا کہ منظور یہاں حضرت فاطمہ کی خطا ثابت کرنی ہے کہ بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کیا
اور ہبہ تو بدون قبضہ کے البتہ صحیح نہیں ہے لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اُسپر نہ تھا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے کارندے وہاں سے ابوبکر نے اُٹھا دیئے اور تیری کتابوں کی
روایت جو کہ زید کیطرف منسوب ہے اُس میں یہی ہے کہ کسی نے زید سے کہا کہ انتزع ابو بکر یعنی چھین لیا ابوبکر نے اگر فاطمہ زہرا کے قبضہ میں نہ تھا تو چھینا کیونکر چھینا تو اُسکو کہتے ہیں کہ کسیکے
پاس کچھ چیز ہو اور دوسرا زبردستی سے اُسکے پاس سے لے لے سو قبضہ حضرت فاطمہ کا فدک پر ثابت ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ فدک بالاجماع تادم واپسیں حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں تھا
اور آپکی زندگی میں حضرت زہرا کا دخل اُسپر نہیں ہوا یہ بالکل غلط ہے اور اگر اسپر اجماع ہوگا تو ناصبیوں کا ہوگا شیعہ تو اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں اور اس دغاباز کے جھوٹ کو
تو دیکھو کہ لکھتا ہے کہ مورخین طرفین بلکہ محدثین فریقین اسپر متفق ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا یہیں سے دیکھنا چاہئے کہ اگر اس قول میں یہ سچا ہوتا تو جیسے کہ شیعوں کی
کتاب ارشاد کا حوالہ دیا ہے کہ ہبہ بدون قبضہ کے نہیں ہوسکتا ہے تو اس بات کا حوالہ بھی شیعوں کی کسی کتاب سے دیتا کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں نہ تھا لیکن یہ کہاں ہے اگر کسی کتاب میں
ہوتا تو لکھتا لیکن ایک جھوٹ بات مجمل لکھدی کہ مورخین طرفین اور محدثین فریقین اسپر متفق ہیں اور تباہ کیا اسکو مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی نے اُنکی دروغ اور افترا کے لکھنے پر
اعتماد کر کے یہی لکھدیا ہے اور روایت مشکوۃ جسکی روایت عمر بن عبدالعزیز سے ہے وہ تو ہم لکھ چکے کہ موضوع ہے اور اسی قیاس پر دوسری روایت ہے اور اُس میں جو لکھا ہے کہ ابنا سبیل کے
واسطے فدک کو حبس کیا تھا سو حبس کی معنی کچھ وقف کی ہی نہیں ہیں کہ کوئی تسلیم کرے ممکن ہے کہ ابتدا میں اسکو ابنا سبیل کے واسطے روک رکھا ہو اور بعد اُسکے وہ حضرت فاطمہ کو ہبہ کر کے دیدیا ہو اور مناظرہ کا
یہ دستور نہیں ہے کہ آدمی اپنے مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے یہ نہایت عاجزی ہے خصم کے مقابلہ میں اسکا خصم تو اسکی کتابوں کا حوالہ دیوے جو کہ اُسکے مسلمات میں سے ہیں اور یہ اُسکے جواب میں اپنے
ہی مذہب کی کتاب کا حوالہ دیوے اگر نصاری سے مناظرہ ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کتاب میں تین خدا لکھے ہیں اُسکو تسلیم کرنا چاہئے اور یہاں معترض کی مسلمات میں سے کوئی ایسی
بات نہیں ہے کہ جسکی سبب سے اعتراض نہو سکے اُسکا تو اعتراض یہ ہے کہ دعوی ہبہ کا کیا بدون قبضہ کے ہو نہیں سکتا کہ بدون قبضہ کے دعوی کرنا کام جاہلوں اور بیہودوں کا ہے اور یہاں جو کہ
دعوی کرنیوالے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ہیں کہ محال ہے کہ بدون قبضہ کے وہ دعوی ہبہ کا کریں اور اعتراض معترض کا قائم ہے اور اول تو تمہاری کتابوں میں بصراحت یہ نہیں ہے
کہ حضرت صلعم نے فدک کو ابنا سبیل پر وقف کر دیا تھا بلکہ اُس میں حبس کا لفظ ہے اور حبس ضرور نہیں ہے کہ وقف ہی کو کہتے ہوں اور دوسرا یہ ہے کہ یہ روایت ہی معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ سب اہلسنت
لکھتے چلے آئے ہیں کہ فدک فقرا اور مساکین اور ابنا سبیل پر تقسیم ہوتا تہا اور اسمیں تخصیص ابنا سبیل کی ہے اسواسطے یہ روایت باطل ہے اور تیسرا یہ ہے کہ یہ روایت سنیوں کی کتاب کی ہے
ہمپر حجت نہیں ہوسکتی اسلیئے یہ اعتراض دفع نہیں ہوسکتا اور ہبہ بدون قبضہ کے البتہ درست نہیں ہے لیکن یہاں ایسی صورت نہیں ہے کہ دعوی بدون قبضہ کے ہو اور شیعہ تو اُسوقت
ساکت ہوں جسوقت جواب شافی اور صحیح اہل سنت سے سنیں لیکن اہل سنت کے پاس جواب اسکا نہیں ہے اور جو کچھ جواب ہے وہ پوچ ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن بجای خود سنیوں کی بات سے
اُنکا دل مطمئن نہیں ہوتا اسلیے گذارش دیگر ہے معراج السالکین جو کتاب معتبر امامیہ ہے اور نیز دیگر کتب امامیہ میں روایت ہے جسکا اسجگہ فقط مضمون ہی لکھ دیتا ہوں عبارت بعینہا
انشاء اللہ آیندہ مرقوم ہوگی اُسکا مضمون یہ ہے جب ابوبکر صدیق نے دیکھا حضرت فاطمہ اُنسے کھنچی لگیں اور ملنا ملانا چھوڑ دیا اور پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ نہ بولیں تو یہ بات بڑی
دشوار معلوم ہوئی اسلیئے یوں چاہا کہ اُنہیں راضی کیجئے سو اُنکے پاس جا کے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپکا دعوی سچا ہے پر کیا کروں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ تمہارے خرچ کے موافق تمہیں دیکر اور عاملوں کی مزدوری دیکر جو کچھ بچتا تھا اُسے فقرا اور مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم فرما دیتے تھے تب اُنہوں نے فرمایا تو
اچھا ویسی طرح کرتے رہو جسطرح کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ تو میں قسم کہاتا ہوں کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے
ویسی ہی کئے جاؤنگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا قسم ہی کہاتے ہو کہ اسطرح ہی کروگے تب پھر ابوبکر نے عرض کی کہ قسم خدا کی میں اسطرح کرونگا اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا نے یوں فرمایا کہ خدایا تو گواہ رہیو بات پر راضی ہوگئیں اور عہد لیلیا اور حضرت ابوبکر صدیق انکا خرچ دیکے باقی کو فقرا اور مساکین اور ابن سبیل کو دیدیا کرتے فقط اسسے حضرت
ابوبکر صدیق کا یہ عذر کرنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اسلیئے آپکے حوالہ کرنے میں معذور ہوں اور پھر حضرت فاطمہ کا اسمیں کچھ انکار نکرنا بلکہ یوں فرمانا کہ اچھا
یوں ہی کیئے جاؤ اور پھر اُسپر خوشی سے راضی ہوجانا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تا دم واپسیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قبض و تصرف تھا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا
قبضہ نہیں ہوا تھا **اقول** یہ روایت جو معراج السالکین سے لکھی ہے شیعوں میں تو کوئی کتاب معراج السالکین نہیں ہے تاکہ یہ روایت اسمیں ہو یہ افترا نصراللہ کابلی کا ہے کہ صواقع میں
اپنے جی سے جوڑ کر لکھا ہے اور ایک جھوٹ بنا کر لکھدیا ہے کہ شیعوں کی معراج السالکین میں ایسا لکھا ہے اور حال یہ ہے کہ شیعوں کے مذہب میں اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور نصراللہ کابلی کی پیروی
مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھا ہے اور شاہ صاحب کی پیروی سے اس شیخ نے لکھا ہے اور وہ عبارت جو معراج السالکین سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے تحفہ میں لکھی ہے وہ یہ ہے
ان ابابکر لما رأی فاطمۃ انقبضت عنہ وھجرتہ ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عندہ فاراد استرضاءھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا بنت رسول اللہ فیما ادعیت ولکنی رأیت

رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منہا قوتکم والصانعین بہا فقالت افعل فیہا کما کان ابی رسول اللہ یفعل فیہا فقال لک اللہ علی ان افعل فیہا ما کان
یفعل ابوک فقالت واللہ لتفعلن فقال واللہ لافعلن ذلک فقالت اللہم اشہد فاستغفرت ورضیت بذلک واخذت العہد علیہ وکان ابوبکر یعطیہم منہا قوتہم ویقسم الباقی
فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل اور ترجمہ اسکا ایسے قریب ہے جو اس شیخ نے کیا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ نصر اللہ کابلی نے تو تمام منہاج السالکین ہی لکھا تھا اور شاہ صاحب نے تو آپسے پتہ بھی نہ لیا اسکے سوائے منہاج السالکین کے
دیگر کتب معتبرہ امامیہ بھی لکھدیا جسوقت اہل سنت سے عاجز ہوئے امامیہ کو جواب نہیں سوجھا تو یہ تجویز کی کہ کوئی کتاب شیعوں کے نام زد کرکے اسطرح سے لکھ دینا چاہئے کہ زبان انکی
بند ہو لیکن جہوٹ سے کام نہیں چلتا ہے آخر کو ظاہر ہو جاتا ہے اور جو کچھ اس روایت دروغ کتاب دروغ پر بنا کرکے لکھا ہے وہ سب باطل ہے اور تا دم بازپسین حضرت رسولخدا صلعم
کے پاس فدک ہرگز نہیں رہا ہے بلکہ وقت وفات حضرت کے فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تہا اور ابوبکر نے آنسے چہین لیا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کے قبضہ میں فدک نہوتا تو وہ معصومہ دعوی
ہبہ کا نکرتیں کہ ہبہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں ہے جب قبضہ نہوا تو پھر دعوی کیسا تھا اور جو شخص کہ کہتا ہے کہ فاطمہ کا قبضہ کبھی نہوا تھا اور صرف دعوی آنہوں نے ہبہ کا کیا وہ شخص حضرت
فاطمہ کو خاطی مقرر کرتا ہے عداوت سے **قال الشیخ الاشعری** پس حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دعوی ہبہ میں تکذیب نہیں کی تصدیق ہی
کی لیکن قانون شرعی کے موافق عمل کیا تاکہ آپ ناحق دینے کے وبال سے اور حضرت فاطمہ ناحق لینے کے عذاب و نکال سے محفوظ رہیں اور یا اسلئے جو گواہ طلب کئے تو اسی نظر سے طلب
ہوے کہ اگر گواہ ہوں تو یہ بات ثابت ہو جاوے کہ واقعی فدک رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تہا گو بسبب عدم قبض کے انکی ملک میں نہیں آیا لیکن پہر اولی یہی ہے کہ حضرت
فاطمہ زہرا کے حوالہ کیا جاوے پر اسکو کیا کیجے کہ شہادت اپنی نصاب کو نہ پہنچی اور بیجہ دعوی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جو انکو حوالہ نہ کیا تو اسکی وجہ انشاء اللہ آگے مذکور کیجائیگی امید واثق
بایں ہمہ مگر شاید کسی شیعہ منصف کو یہ خلجان ہو کہ ابوبکر صدیق کی یہ احتیاط کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہبہ میں بھی اور ہبہ بھی حضرت فاطمہ کے لئے وہ بھی شرط قبض و تصرف
ملحوظ رہے کچھ دل کو نہیں لگتی بلکہ از قبیل غلو و فریب معلوم ہوتی ہے رسول اللہ صلعم کا تو اشارہ بھی کافی تہا آپکے امور اور دونکا ضبط تام بھی برابر نہیں ہو سکتا سو اس وہم کو خلل
ہی دل سے کھو دے تو کھو دے یہ اسی قسم کا وہم ہے جو ہنود و یہود و نصاری اور مجوس کے دل میں بہ نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خوارج کو نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہٹکتا ہے
ان مردودونکو بھی یہی گمان ہے کہ یہ دعوی رسالت و امامت جو انہوں صاحبوں سے منقول ہے کہ ایک نیا طلبی کا ڈہنگ تھا کچھ دل کو نہیں لگتا بلکہ از قبیل غلو و فریب معلوم ہوتا ہے بدگمان
وہم کی دوا نہیں لقمان کے پاس وہ دو تو نا اہل عقل اور اہل انصاف سے بات کہکر ہر کسیکا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل نادان نا انصاف سدید ہان دراز زبان سے بات کہہ کے بجز اسکے کہ اپنا
مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہے نا انکا علاج تو دور ہے یہاں صحیح حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان نہیں چلتا پر یوں سمجھکر کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل بھی ہوتا
ہے مولوی صاحب سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علماء شیعہ ایک ہی سانچہ کے ڈہلے ہوئے ہیں **اقول** اگر ابوبکر نے دعوی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تکذیب نہیں کی بلکہ سچے
دعوی کو سچا جانا ہے تو پہر فدک انکو کسواسطے نہ دیا اور گواہ کیوں طلب کئے خلیفہ صاحب تو جانتے ہی تہے کہ یہ سچی ہیں اور جسوقت حاکم کو علم ہو مدعی کے صدق کا تو حکم کر سکتا ہے اور یہاں
تو دو گواہ بھی ہو گئے ایک تو خود خلیفہ صاحب کہ حضرت فاطمہ کو اس مقدمہ میں راست گو جانتے تہے اور پہلے سے انکو ہبہ کا علم ہو گا ورنہ راستگو انکو کیونکر جانتے اور دوسرے گواہ حضرت
علی ہیں مع ام ایمن کے پہر حضرت فاطمہ کو فدک کیوں نہ دیا اور اگر ابوبکر حضرت فاطمہ کو راستگو جانتے تہے تو گواہ آنسے کیوں طلب کئے گواہ تو اسیواسطے طلب کرتے ہیں کہ مدعی کے دعوی
میں احتمال صدق اور کذب دونوں کا ہوتا ہے واسی لئے شارع نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے اور جسوقت حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو تو پہر کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنے کی خصوصاً
جسوقت کہ حاکم خود ہی مدعی علیہ ہو البتہ اگر مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اسکے اطمینان کے واسطے حاکم مدعی سے گواہ طلب کریگا گو مدعی کے صدق کو جانتا ہے تو مضائقہ
نہیں ہے اور اگر حاکم ہی مدعی علیہ ہو اور مدعی کے صدق کا علم بھی رکہتا ہے تو اس صورت میں اگر حاکم مدعی کو نہ دیوے تو بڑا ظالم ہے اور گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو کیا احتیاج ہے
اور جسوقت کہ ابوبکر حضرت فاطمہ کو سچا جانتے تہے تو پہر ابوبکر کو دینے کا اور فاطمہ کو لینے کا عذاب و نکال کیوں تہا اسکی کیا وجہ ہے اور اگر وہ ابوبکر کے نزدیک راستگو نہ تہیں تو پہر گواہوں
کے طلب کرنے کی کیا احتیاج تہی کہ جو کہ حکم دینے والا تہا وہی مدعی علیہ تہا اور مدعی کو راستگو بھی جانتا تھا اور اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ آپر تھا تو والی دینی میں کیونکر تہیں اور
اگر اولی نہیں تو بے طلب گواہوں کے بھی اولی تہیں گواہوں کے طلب کرنیکی کیا احتیاج تہی پس معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ اسپر تھا اسواسطے آنسے گواہ طلب کئے اور اگر قبضہ نہوتا تو گواہ طلب
نکرتے بلکہ ویسے ہی جواب دیتے اور آیندہ بموجب دعوی کے نہ دینے کی وجہ لکہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالی اسکو رد کرینگے اور ابوبکر نے نہ دینے کی البتہ بڑی احتیاط کی ہے باعتبار دنیا کے کہ
فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مال چہین کر آپ سے متمتع ہوئے اور دین کو تو اپنے تباہ ہی کیا ایسی مظلومہ کا مال ضبط کرکے اور ابوبکر کی احتیاط قبض و تصرف میں کہ نہتی لو ونہ ابوبکر کو کچھ حاجت
قبض و تصرف کا ہوا ورنہ ابوبکر نے شرط قبض و تصرف کی کی یہ تو ابوبکر کے مرید اپنی طرف سے ایک بات بنا کر کہتے ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تہا اور نہ کسی غیر کے دلمیں یہ خلجان
ہے اور گواہ جو ابوبکر نے طلب کئے ہرگز خیال غلو اور فریب سے نہیں ہے اور خلجان تو تمہارے دلمیں ہے اور یہ سمجھ کے تمکو کہ حضرت ابوبکر صدیق یار غار حضرت کا انکی دختر نیک کی نسبت ایسا

کیوں کرتے کہ اُس سیدہ عزیزہ کا حق دبا بیٹھے یہ تو دل کو نہیں لگتا ہے یہ تو اُن پر بہتان ہی معلوم ہوتا ہے سو اُس ہم کو خدا ہی اِسے بچاوے لکھنے سے تو کھو بیٹھے کیسی قسم علم و فہم ہے جو یہود اور نصاریٰ
اور مجوس کے دل میں بہ نسبت رسول خدا صلعم ہے کہ یہ شخص عرب کا رہنے والا نہ لکھا ہے نہ پڑھا ہے یہ کیسی پیغمبر ہوگیا یہ بات تو اُن کو نہیں سوجھتی بلکہ از قبیل دغا اور فریب معلوم ہوتی ہے ع
بدگمان و وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس + اہل عقل و اہل انصاف سے بات کہیکر ہر کسی کا دل شاد ہوتا ہے پر جاہل و نادان نا انصاف دریدہ دہان و دراز زبان سے بات کہنے سے بجز اسکے کہ اپنا
مغز خالی ہو اور کچھ حاصل نہیں ہوتا انکا علاج تو دُرّہ ہے، یہاں حدیث و قرآن و دلائل عقلیہ کے بیان سے کام نہیں چلتا پر یوں سمجھا کہ جہاں چار نادان ہوتے ہیں وہاں ایک عاقل
بھی ہوتا ہے اس شیخ نجدی ہی سے امید فہم نہیں تو کیا سارے علما اہل سنت ایک ہی سانچہ کے ڈھلے ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** ابنا مافی الضمیر عرض کرتا ہوں جناب من
اگر یہ ماجرا اور یہ سرگزشت بلا کم و کاست اسطرح ہو جسطرح شیعہ گاتے پھرتے ہیں اور بفرض محال حضرت ابوبکر صدیق نے گواہ طلب کئے تو اول تو اسکی وجہ کیوں گواہ طلب کئے مذکور
ہوتی ہے دویم انشاءاللہ اور وجہ بھی معلوم ہو جائیگی لیکن درصورتیکہ یہ مقدمہ کسی وجہ سے ہو گواہ طلب کرنیکے قابل ہو تو بلاشبہہ پھر گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہتے ہیں تو مفت کا
درد سر تہا سو علما شیعہ ہی فرمائیں کہ گواہوں کے کیا مقدار کلام اللہ میں بیان فرمائی ہے اور اُسمیں پھر کسیکی کچھ تخصیص بھی ہے کہ فلانے قسم کے آدمی ہوں تو پھر کچھ اس عدد اور اس کیفیت کے
ضرورت نہیں معہذا صدق نیت حضرت ابوبکر صدیق پر یہ بات گواہ ہے کہ انکی خلافت میں جو حضرت عثمان نے اُنسے یہ بات کہی کہ میں نے مرض وفات میں سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ
واکمل التحیات سے حکم کے بلوانیکی اجازت لی ہے تو اُنہوں نے اُنسے بھی گواہ طلب کیا اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذاللہ کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بزعم شیعہ کاوش بھی
ہتی تو حضرت عثمان سے تو بزعم شیعہ سنی محبت اور موافقت اور دوستی ہی تھی پھر کچھ دینا ہی نہیں پڑتا تھا شیعہ یہ بتاویں جو تقیہ کا احتمال ہو پھر حضرت عثمان سے اُنہوں نے گواہ طلب کیے
تو کیوں کیے یہ باتیں کمال دیانت و استقامت پر دلالت کرتی ہیں لیکن شیعہ اپنی عداوت سے ناچار ہیں کینہ نے انکا قلب تیرہ و تار کردیا ہے حق و باطل کی تمیز نہیں ہے اچھی باتوں کو
برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں اسکا جواب بھی ہماری طرف سے چھ سو برس پہلے شیخ سعدی کہہ گئے ہیں ع چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر **اقول** جو کچھ شیعہ اس مقدمہ
میں کہتے ہیں بیشک واقعی ہے اور اسیطرح سے ہے اسواسطے کہ فریقین کی روایتیں اسپر دلالت کرتی ہیں اور عجب ہے تیس کتابوں میں اہل سنت کی لکھا ہوا ہے کہ ابوبکر نے گواہ طلب کئے اور پھر لکھا ہے
یہ شیخ کا بفرض محال یہ بھی عجیب اجرا ہے اور جو وجہ گواہوں کے طلب کرنیکی پہلے اس سے لکھی ہے اسکو تو ہم باطل کر آئے اور جو کہ بعد اسکے لکھیگا اسکو بھی ہم رد کر دینگے اور گواہونکی جب مقدمہ میں
ضرورت ہوتی ہے وہاں البتہ گواہ گواہوں ہی کی طرح چاہئیں اور گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقدار میں ہوتی ہیں اور تخصیص بھی کسیکی نہیں ہمنے سب تسلیم کیا لیکن اس مقدمہ
میں تو گواہونکی احتیاج ہی نہیں ہے چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ اس مقدمہ میں مدعی حاکم کے نزدیک اس دعوی میں صادق ہے اور مدعی علیہ خود حاکم ہی ہے پھر گواہونکی طلب کرنے
کی کیا وجہ ہے، گواہ تو مدعی سے اُسوقت طلب کئے جاتے ہیں کہ جسوقت مدعی کا قول احتمال صدق اور کذب کا رکھتا ہو اور تم خود کہتے ہو کہ ابوبکر نے اس دعوی میں حضرت فاطمہ کی تصدیق کی اور یہی
بھی انکا صدق ثابت کردیا ہے اور گواہ اُسوقت طلب کئے جاتے ہیں جسوقت کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اس صورت میں گو حاکم کو مدعی کا صدق معلوم ہو لیکن واسطے اطمینان مدعی علیہ
اور دفع تہمت کے گواہونکو طلب کریگا اور یہاں یہ بات نہیں ہے بلکہ مدعی علیہ اس مقدمہ میں خود حاکم ہے اور مدعی کے صدق کو جانتا ہے طلب کرنا گواہونکا اسے نہ چاہئے بلکہ چاہئے کہ بدون طلب
گواہونکے موافق مرضی مدعی کے حکم دیوے اور اگر حکم نہ دیگا تو ظالم ہو جائیگا اور اگر عثمان نے ابوبکر سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے اجازت حکم کے بلا لینیکی لی ہے اور ابوبکر نے عثمان سے
گواہ طلب کئے اول تو یہ روایت تمہاری کتابوں کی ہے ہمپر حجت نہیں ہوسکتی اور سوا اسکے یہ ہے کہ جیسے رسول خدا صلعم نے حکم کو نکال رکھا تھا ایسے ہی ابوبکر اور عمر نے بھی اسکو نکالے رکھا تھا
اور عثمان نے اپنے زمانہ میں اسکو بلا لیا تھا اس صورت میں اسپر طرح طرح کی تشنیع ہونے لگی تو سوا اُسکے کہنے سے علما نے طرح طرح کی روایتیں اُس پر سے طعن کے دفع ہونیکو بنائیں کسی روایت میں تو
ہے کہ عثمان نے حضرت کے مرض الموت میں حکم کے بلا لینے کا اذن حضرت سے لے لیا تھا اور بعضی میں ہے کہ عثمان نے مرض الموت میں حضرت سے سرگوشی کی تھی اس سرگوشی میں اذن لے لیا
ہوگا اور بعضی روایت میں ہے کہ ابوبکر اور عمر سے اذن لینے کا ذکر کیا تو اُنہوں نے کہا کہ دوسرا گواہ لا۔ اسیطرح سے روایات کثیر لوگوں نے وضع کرکے لکھی ہیں عثمان پر سے طعن کے دفع کرنیکو
اور ہم عثمان کے ذکر میں سب کو رد کر آئے ہیں سو یہ سب روایتیں موضوعی ہیں اور ہمنے فرض کیا کہ عثمان نے ابوبکر سے کہا ہوگا اور گواہ جو عثمان سے طلب کیا تو سبب اسکا یہ ہے کہ ابوبکر کو عثمان کی بات کا اس
مقدمہ میں اعتبار نہ تھا کہ ابوبکر جانتے تھے کہ اس نے ہر چند جناب رسول خدا صلعم سے اجازت چاہی ہے و برو لیکن حضرت نے اجازت نہیں دی ہے اسکو جو رغبت اسکے بلانیکی ہے سبب سے تو یہ ایک بات
جھوٹ بنا کر کہتا ہے اسواسطے گواہ طلب کئے ہونگے اور عثمان کے افعال ایسے ناشایستہ تھے کہ زمانہ خلافت میں کہ اُسوقت میں تو ضرور ہی خلیفہ کو کہ اتقا اور عدالت اختیار کرے وہ اُسوقت بھی
بدافعالیوں سے باز نہیں آتے تھے یہانتک کہ حضرت عائشہ محدثہ اہل سنت عثمان کے حق میں فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا اقتلوا احراق المصاحف زمانہ خلافت کا یہ حال ہے اور وہ
زمانہ تو انکی خلافت کا نہ تھا معلوم نہیں کہ اُس زمانہ میں افعال انکی کیسی ہونگے کہ ابوبکر نے انکی بات کا اعتبار نہ کیا اور گواہ اُنسے طلب کئے اور حضرت فاطمہ کا یہ حال ہرگز نہ تھا جسکی شان میں
خدا تعالی فرماتا ہے یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اور رسول خدا صلعم پر افترا کرنا اور کہنا کہ مجھکو حضرت نے فدک ہبہ کیا ہے اس سے زیادہ اور کیا رجس ہوگا اور عثمان سے تو ابوبکر کی سعد دوستی بھی

تھی اگر تھی تو عمر سے تھی اور سوا ابوبکر کے سب جانتے تھے کہ عثمان نے ہر چند چاہا لیکن حضرت نے حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی اگر ابوبکر بوجود کہنے عثمان کے قبول کر لیتے تو لوگ بدنام کرتے
ابوبکر کو کہ رسول خدا صلعم نے تو حکم کے آنیکی اجازت نہیں دی ابوبکر نے عثمان کو کہنے سے کیسے بلا لیا یہ وجہ ہوگی گواہوں کے طلب کرنیکی اور یہ امر ابوبکر کی دیانت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ
لوگونکی بدنام کرنیکی خیال سے عثمان کے دعوی کو قبول نکیا اور شیعہ جو ابوبکر سے عداوت رکھتے ہیں ابوبکر نے شیعونکی کوئی جاگیر ضبط نہیں کی ہے بلکہ ابوبکر نے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروت
برتی ہے اسواسطے ابوبکر کو اچھا نہیں جانتے اور یہ دستور اہل سنت کا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور اچھی بات کو برا جانتے ہیں اور بری بات کو اچھا جانتے ہیں اور عیب کو ہنر
سمجھتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی یوں کہنا کہ گواہ ثبوت دعوی کے لئے ہوتے ہیں اور جب مدعی کی طرف سے خاطر جمع ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ گواہ طلب کئے جائیں
تو اسکا جواب یہی ہے خدا کو دیجئے کیونکہ خدا ہی نے علی الاطلاق یہ حکم دیا ہے کہ بدون دو گواہ اعتبار نکیا کرو یہ قانون سنیوں نے نہیں گھڑ لیا بہرحال خداوند کریم نے اہل بیت یا اصحاب یا کسی ولی عالم کا
استثنا نہیں کیا سنیونکو تو خدا کے اتباع سے کام ہے شیعہ بھی اگر اتباع خداوندی کریں تو منہ نہیں بنا سر کھائیں گر یہ بات نہوتی تو سنی یہ حکم کاہیکو مانتے کہ اگر کوئی شخص چاند دیکھے
اور اسکی گواہی بسبب تنہائی یا اتہام فسق و فجور قاضی قبول نکرے تو لازم ہے کہ سب شریک حال رہے اور روزہ رکھے یا ابر و غبار میں محاق کی دو صورت کے اعتبار ہے اگر کبھی انتیسویں کا چاند
ہو تو انتیسویں کو افطار کیا کرے علی ہذا القیاس صلحا و علما یا صالحات عورتوں کی گواہی میں قید لگ جاتی بلکہ جن کفار کا صدق مقال تجربہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور بہت سے مسلمان نام کے
زیادہ مسلمان نکلتے ہیں انکا کہنا خواہ ایک ہو یا زیادہ قبول ہوا کرتا بالجملہ اس سے میں نے اطمینان کا اعتبار نہیں پابندی قوانین منظر ہے تاکہ امتحان عبودیت اور خودمختاری ہو جاوے ہاں حکمت
اور مصلحت اس قانون میں البتہ یہی ہے کہ ثبوت حق ہو جایا کرے سو اگر راے پر حکام وقت کے چھوڑا جاتا تو اول تو اندیشہ روی رعایت دوسرے ہر کسیکو یہ دعوی ہو سکتا ہے کہ میری بات قابل اطمینان
ہے بس حسب خواہ در انتظام کے اپنے حکام مقرر کئے جاتے ہیں وہ صلح اور انتظام تو درکنار البتہ فساد اور جنگ و جدال کی توقع ہے اسلئے قانون کلی مقرر کر دیا جسمیں اکثر مصلحت مدنظر رہا کی
باوجود بر خلاف اسکے اگر کسی صورت میں کبھی مصلحت کو رہ پائی بھی جائیگی تو اسکا اعتبار نہوگا الغرض یہ ہم کہ حضرت فاطمہ کے صدق مقال کو بالاتفاق شیعہ و سنی بالاتفاق قائل ہیں
پھر کیا ضرورت ہوتی ہے یہ اور طلب کئے گئے اسلئے گواہان سے حضرت فاطمہ کے طرف سے بدگمانی ٹپکتی ہے یا اونہیں کی بو آتی ہے بسبب کوتاہ فہمی کے پیدا ہوتا ہے یہاں فہم والوں کلام نہیں دو نہ
سے کلام نہیں معہذا سبب نہیں ہے کہ مدار بزرگی طاعت خداوندی پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں حق فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک اللہ کے نزدیک زیادہ تعظیم و تکریم
اسی کی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو تو اس صورت میں لازم تھا کہ ان قوانین کی رعایت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو زیادہ تر ہو اور جو ان قوانین کی رعایت کرے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
کو زیادہ محبوب ہو اور اسکی آپکے دل میں زیادہ جگہ ہو سو حضرت ابوبکر صدیق کا گواہوں کا طلب کرنا بقرینہ آیہ مذکورہ موجب نشاط خاطر مبارک حضرت زہرا رضی اللہ عنہا ہوا ہوگا پھر نہ معلوم شیعہ کیوں
لڑے مرتے ہیں وہی مثل ہے کہ مدعی مدعی علیہ تو راضی ہو گئے پر قاضی جی راضی نہیں ہوتے اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ گواہوں کا جھوٹا جاننا کچھ ضرور نہیں اور انکی گواہی کے موافق
حکم نہ دینا کچھ اور ہی جب تک کہ شہادت اپنی مقدار کو نہ پہنچے یعنی دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتیں اور صفت موصوف نہوں تب تک حاکم کو جائز نہیں کہ انکے کہے کے موافق مدعی کو ڈگری کر دے
اگرچہ کیسے ہی معتبر کیوں نہوں اور انکے کہنے سے کتنی ہی تسلی کیوں نہو جاوے سو اس حکم نہ دینے اور ڈگری نکرنے کو کوئی نادان ہی یوں سمجھے تو سمجھے کہ گواہوں کی تکذیب کے باعث ہے صورتیکہ دو مرد یا
ایک مرد اور دو عورتیں ایک مقدمہ میں موافق مدعی کی متفق اللفظ ایک بات کہیں تو پھر بجز عدم اعتبار گواہان کے کوئی صورت ڈگری نکرنے اور مدعی علیہ سے قسم لینے اور مدعی کی دعوے کے نہ سننے کی
نہیں شیعوں کے کہنے ... موافق اگر اس روایت کو ہم تسلیم بھی کرلیں تو ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن گواہی نصاب مذکور کو نہیں پہنچتی بلکہ حضرت حسنین کی گواہی ملکر بھی
جیساکہ جناب دروغ آمیز لوتی عمار علی صاحب پیر لگاتے ہیں مقدار مذکور اور حد مسطور کو نہیں پہنچتی کیونکہ دونوں صاحبزادے اس زمانہ تک نابالغ تھے سو اس گواہی کے موافق حکم نکرنے میں تو ثابت
نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور انکے گواہوں یعنی حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین کو جھوٹا جانا ہاں انکی استقامت شریعت اور اتباع سنت
ثابت ہوتی ہے لیکن نقصان فہم کو کچھ علاج نہیں تجویز نحی اصلاح انبیاء سے بھی نہیں ہوتی ہم تو کسکے شمار میں ہیں مثل مشہور ہے کہ امام غزالی کی بعضی کتابوں میں کچھ ایسا لکھا ہے
کہ ایکبار حضرت عیسی علیہ السلام کوہسار کی طرف بھاگے جاتے تھے کسی نے عرض کی آپ ایسی افتاں و خیزاں اسطرف کیوں جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ ایک نادان آتا ہے اس نے عرض کی کہ پھر آپکو
کیا اندیشہ ارشاد فرمایا کہ بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں وہ کسیکے فیض صحبت یا برکت نصیحت سے زائل نہیں ہوتی الٹی اسیکا اثر پڑ جاوے تو پڑ جاوے فقط اور کسی نے سچ کہا ہے کہ شعر لکل داء دواء
یستطب بہ الا الحماقۃ داء لا دواء لہا ۔ یعنی ہر بیماری کا کچھ نہ کچھ علاج ہے جس سے اسکے زائل ہونے کی تدبیر کیجاتی ہے پر حماقت ایسی بیماری ہے کہ اسکا کچھ علاج ہی نہیں **اقول** تھوڑی
تھوڑی سی بات کو طول دیا ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور ہم اس طول کو ایک مختصر بات سے رد کر دیتے ہیں کہ ہاں خداتعالی نے گواہوں کا ایک قانون مقرر کر دیا ہے واسطے فیصلہ کے اور اسکی
کسیکی تخصیص نہیں ہے نیک ہو یا بد ہو لیکن اس صورت میں ہے کہ مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہو اور جس وقت کہ مدعی علیہ خود حاکم ہی ہو اور مدعی کو وہ جانتا ہے کہ یہ اپنے دعوے
میں صادق ہے تو اس صورت میں اسکو کیا احتیاج ہے گواہوں کے طلب کرنیکی اسکو تو بمجرد طلب کے دیدینا چاہئے خداتعالی تو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کو ادا کرو اور جس وقت

گر حاکم کے نزدیک حق مدعی کا ثابت ہے تو پھر گواہوں سے اُسکو تحصیل حاصل کی کیا ثابت کریگا یا ثابت کرانا تو غیر کے واسطے ہوتا ہے اگر مدعی علیہ غیر حاکم کے ہے جسوقت خدا تعالیٰ قیامت کے روز ابوبکر سے پوچھیگا کہ تو جانتا تھا کہ فاطمہ اپنے دعوی میں سچی ہے اور اپنا حق طلب کرتی ہے پھر تجھکو اُسپر قانون شرع کو جاری کرنیکی کیا احتیاج تھی وہ تو تجھ ہی سے طلب کرتی تھی اور تو اُسکو سچا جانتا تھا تو تو نے اُسکا حق کیوں نہ دیا لیکن ابوبکر کی کسی طرح سے نجات نہیں ہے گواہوں نے بسبب قصور بینہ کے فاطمہ کو فدک نہ دیا اور دنیا میں بری ہو گئے لیکن نفس الامر میں اور نزد خدا بری نہیں ہوئے پھر بھی غاصب کے غاصب ہی رہے ایک مرتبہ جناب رسولخدا صلعم کے روبرو ایک مقدمہ پیش ہوا اور مدعی نے دو گواہ گزرانے تو حضرت نے موافق گواہی گواہوں کے مدعی کو غالب رکھا اور مدعی علیہ اس مقدمہ کو ہار گیا بعد اُسکے حضرت نے مدعی سے فرمایا کہ تو اگرچہ موافق قانون شرع کے مقدمہ جیت گیا ہے لیکن اگر تو نفس الامر میں بھی سچا ہے تو تیرے واسطے کچھ نہیں ہے اور اگر تو نفس الامر میں جھوٹا ہے تو گو تو اب دنیا میں جیت گیا ہے لیکن بروز قیامت تجھکو دینا ہوگا اور اس مقدمہ میں تو ماخوذ ہوگا اور اگر ابوبکر بری ہو گیا ہے تو کیا ہے کل کو خدا کے سامنے کیونکر بری ہوگا اور یہ قانون گواہوں کا اور قسم کا خدا تعالیٰ نے واسطے فیصلے کے مقرر کیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس قانون کی رو سے اگر حق والا ناحق ہو جاے تو خدا کے نزدیک بھی وہ ناحق ہو سو حضرت ابوبکر بسبب کامل نہونے نصاب بینہ کے یہاں بری ہو گئے تو خدا کے نزدیک وہ بری نہیں ہیں کہ باوجود علم صدق دعوی فاطمہ کے فاطمہ کو حق نہ دیا بیشک وہ غصب کے عیب سے ہرگز صاف نہوئے اور اگر حضرت فاطمہ کو خلیفہ صاحب فدک دیڈالتے جسقدر کہ عذر گواہوں کے طلب کرنے میں اس شیخ نے کئے ہیں ایک بات کا بھی ظہور نہوتا تو کسیکو اندیشہ رو رعایت کا ہوتا اور نہ صورت کوئی فساد کی تھی بلکہ لوگ یہ کہتے کہ ابوبکر کے ذمہ جو حق فاطمہ زہرا کا تھا اُسکو انہوں نے ادا کیا اور خدا بیان تو اس وقت بھیں کہ جسوقت مدعی علیہ حاکم کے سوا کوئی اور شخص ہوتا تو البتہ شبہہ روی و رعایت کا ہوتا یا صورت فساد کی ہو سکتی تھی اور یہاں تو یہ صورت ہی نہیں ہے اور بیشک ابوبکر نے جو نہ دیا اور گواہ طلب کئے تو ہمیں بدگمانی اور ناپسندی کی بو آتی ہے سمجھداروں کے نزدیک اور نادان جو ہیں وہ اسکے خلاف کہتے ہیں اور ابوبکر نے ہرگز اطاعت خدا کی نہیں کی آدمی کو چاہیئے کہ جو حق اپنے ذمہ ہے اُسکو ادا کرے تاکہ خدا تعالیٰ کے مطیعوں میں ہووے اور ابوبکر نے فاطمہ زہرا کا حق نہ دیا باوجودیکہ جانتے تھے کہ انکا دعوی سچا ہے تو وہ کیونکر خدا کے مطیع ہوئے اور اگر کسیکا حق کسی کے ذمہ ہے اور جس سے طلب کرتا ہے اُسکو بھی اُسکے حق کا یقین ہے اور اسی طلب میں اُسکو سچا جانتا ہے تو چاہیئے کہ وہ اُسکا حق ادا کرے بلکہ کیسے کہ تو اپنے حق کے گواہ لا ایسا دستور ہرگز نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حق کے گواہ نہیں ہوتے ہیں لیکن جس سے وہ اپنا حق طلب کرتا ہے وہ اُسکو سچا جانتا ہے اور گواہ اُسکے موجود نہیں ہیں تو چاہیئے کہ اُسکا حق ضائع ہو جائے اور رعایت اس قانون کی حضرت فاطمہ کو اگرچہ محبوب ہے لیکن یہ محل اس قانون کا نہیں ہے اور اگر قانون حضرت فاطمہ پر جاری کیا اور وہ اس قانون کی رعایت سے صبر کر کے بیٹھ رہیں لیکن خلیفہ صاحب کو برات غصب سے پیش خدا نصیب نہیں ہوئی غاصب کے غاصب ہی رہے اور نہ جانے کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی دختر نیک اختر کا حق ابوبکر نے غصب کیا اور قاضی حقیقی تو خدا تعالیٰ ہے ہم بھی دیکھینگے کہ حضرت ابوبکر خدا تعالیٰ کو کیونکر راضی کرینگے جسوقت فاطمہ زہرا قیامت کے روز پیش خدا استغاثہ کریگی ؎ کیا قیامت ہوگی جسدم کہیگی فاطمہ ؛ اے خداوندی تری لوٹی گئی فریاد ہے ؛ اور حضرت فاطمہ اور انکے گواہوں کے جھوٹا جاننے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے جو طلب کیا تو ابوبکر نے بدون گواہوں کے اُن کو دیا اور بے گواہوں کے دینے کی وجہ علما اہل سنت نے یہ لکھی ہے کہ جابر رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے تھے وہ ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے اور قرآن اور حدیث سے انکا صدق ثابت کیا اسواسطے کہا کہ علی اور فاطمہ مثل جابر کے بھی سچے نہ تھے اور علی کے واسطے تو لحاظ گواہوں کی مقدار کا ہوا کہ قصور نصاب بینہ کا سمجھکر انکی گواہی کو رد کیا اور جابر کے قول کو راست جانا اور حسنین کا گواہ ہونا بھی اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے مولوی صاحب کا دروغ یہ نہیں ہے اور جسوقت حضرت علی کی گواہی کو اور ام ایمن کی شہادت کو قبول نکیا تو انکو جھوٹا ہی جانا اور مقدار گواہوں کی نہونیکا تو ایک بہانہ تھا اسواسطے کہ بخاری کی شروح میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر کا جھوٹ نہیں کہتا ہے اور ابوبکر نے حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کو معتبر نہ جانا کیا حضرت علی رسولخدا صلعم کے اصحاب میں سے نہ تھے اور بیوقوف تو تم ہو کہ حق بات کو جھوٹا کر دیتے ہو اور امام غزالی نے جو حضرت عیسے کی نقل بیان کی وہ تمہارے ہی صادق آتی ہے کہ فیض صحبت رسول مقبول نے انکو کچھ فائدہ نکیا علی الخصوص عثمان بن عفان کہ بقول عائشہ نعثل تھے اور نعثل احمق کو بھی کہتے ہیں اور اہل سنت پر انکی حماقت کا اثر پڑا ہوا ہے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر با اینہمہ بیان واضح شیعوں کے دل کی کلمہٹ نکلی اور حضرت صدیق جیسے صادق کی طرف گمان فاسد ہے تو لیجئے آپ زبان کو لگام دیجئے اور اپنا کام کیجئے روایت کتاب منہاج الکرامت میں جو شیخ ابن مطہر حلی کی تصنیف ہے موجود ہے انہوں نے سنیوں کی طرف سے جواب شافی وکافی لکھ رکھا ہے القصہ اہل سنت کی تصنیف نقص ہوئی اور انہیں کی لاٹھی انہیں کا سر وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا گو روہ روایت یہ ہے لما اعطت فاطمۃ ابا بکر فی فدک کتب لہا کتابا وردہا علیہا یعنی جب حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو دربارہ فدک وعظ و پند کیا تو ابوبکر صدیق نے فدک کی جاگیر کا کاغذ حضرت فاطمہ کے نام لکھکر فدک انہیں کو لوٹا دیا فقط اور سنتے کہ یہ روایت صحیح شیعوں کی ایسی معتبر کتاب میں جسکا نام منہاج الکرامت اور پھر تصنیف السید علامہ حلی جسکا نام ابن مطہر حلی پائی جائے تو پھر سنیوں سے کیوں الجھتے پھرتے ہیں اس روایت کے قربان جائیے اس روایت نے تو شیعوں کو تین پانچ کے قابل نہیں رکھا اب تک مولوی صاحب نے ہبہ اور میراث کا دعوی لکھا تھا وصیت یا بیع یا کسی عمل کی اجرت کا احتمال باقی ہے سو ہماری طرف سے اسکی بھی اجازت ہے کہ لگے ہاتھوں اس وجہ سے بھی طعن کر لیں کہ سر چڑھے سنیوں کا کچھ لحاظ نکریں اور تو انکو یہ ملگئی ہے دوسرے انکی لٹیا بربندہ ہے جہاں اس روایت کا پتا لگا دیا آگے بھی وہ کام چلا دیگا **اقول** بیان واضح جس سے جواب شافی حاصل ہوتی اب تک

کچھ بھی بیان نہیں کیا یہ شیعہ کیسے رل ملی گلچھرے کرینگے کھیل اور ابو بکر کی بابت ہے بدگمانی ہو بکر وور ہو کر جس نے حق فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا اور روایت سند میں ایسی لای کہ
پہلے تو اس مقدمہ میں ابو بکر ہی پر طعن تھا اور اب ابو بکر اور عمر دونو پر طعن ہو گیا اور روایت منہج الکرامت کی کیا خوب بیان کی کہ اول کا فقرہ توڑ کا بیان کیا اور آخر کا فقرہ ترک کیا مثل
تقلید [illegible] کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہی لا تقربوا الصلوة پھر ہم نماز کیوں پڑھیں اور وانتم سکاری پر نظر نہ کی ایسا ہی شیخ جی نے مولوی عبد العزیز صاحب دروغ زنیر
انکی پیروی سے کیا ہی آخر کا فقرہ منہج الکرامت کا چھوڑ دیا اور وہ روایت منہج الکرامت کی اس طرح ہی لما اعطت فاطمة ابا بکر فی فدک کتب لها کتابا وردها علیها فخرجت من عنده
فلقیها عمر فخرق الکتاب یعنی بسبب نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابو بکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھا ابو بکر نے واسطے فاطمہ علیہا السلام ایک نوشتہ فدک کا اور پھیر دیا اسکو فاطمہ پس باہر
نکلی فاطمہ ابو بکر کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے اس سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے وہ کاغذ جو کہ ابو بکر نے لکھکر فاطمہ کو دیا تھا اور اس روایت کے قریب اہل سنت کی کتابوں میں بھی روایتیں ہیں اور
مولوی حیدر علی صاحب کے خط میں موجود ہیں روایت سبط ابن جوزی کی اور انسان العیون برہان الدین شافعی حلبی کی اور تاریخ آل عباس کی غرض یہ ہے کہ سنیوں اور شیعوں کی دونوں کی کتابوں میں
لکھا ہی کہ ابو بکر نے کاغذ کو لکھا اور عمر نے اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور منہج الکرامة میں جو یہ روایت لکھی ہی سنیوں ہی کی کتابوں سے ماخوذ ہی بڑی شرارت تو اسمیں عمر کی ہی کہ حضرت فاطمہ کا ہتک کیا کہ
انکا کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابو بکر کی اہانت کی کہ انکے لکھے ہو کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابو بکر پر طعن دو بالا ہو گیا کہ ایک تو یہ کہ فدک حضرت فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو حضرت فاطمہ کا ہتک کیا اور
انکا کاغذ پھاڑنے سے ایذا انکو پہنچائی تو اسپر راضی ہوا اور خاموشی اختیار کی اور اس فعل شنیع سے عمر کو منع نہ کیا اور اسکے کہنے پر عمل کر کے پھر دوسرا کاغذ نہ لکھا پس منہج الکرامت کے روایت کے
لکھنے سے کچھ فائدہ اس شیخ کو نہ ہوا بلکہ زیادہ طعن ہو گیا کہ یہ طعن انکے ہی سر پڑی وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا اور دیکھو تو شیعوں کے الجھنے کی بات ہی کہ نہیں عمر نے
وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اور ابو بکر نے اسکے فعل کو پسند کر کے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور شیعوں کو تمہیں پیچ کرنے کی بڑی گنجائش ہو گئی اور البتہ میراث کا تمنے کیا جواب دیا ہی جو اور امور کا جواب
دیگے اور منہج الکرامة کی روایت جو اہل سنت کو لگی تو کیا حاصل ہوا بلکہ اور زیادہ اعتراض ہو گیا سو خدا تعالی شیعوں ہی کی پشتی پر ہی نہ اہل سنت کی کہ اس روایت میں بھی شیعوں کو
سنیوں پر غالب کہا ہی اور اسی طرح آگے کو بھی شیعوں ہی کو غالب دیکھیگا لیکن یہ شیخ ڈوبا ہی مولوی عبد العزیز صاحب کے بہروسے پر کہ انہوں نے منہج الکرامت کی روایت کا ایک ٹکڑا لکھا
تھا اور آخر کا فقرہ جس سے اور زیادہ طعن ہوتا تھا اسکو نہ لکھا اس نے بھی انکی پیروی سے ہی کیا اور اکثر جگہ انہیں صاحب کی پیروی کی ہی یہ جھوٹا ہیرا ہے قال الشیخ الاشعری ابی سنی
کی بات ہی کہ مولوی صاحب ہر بات میں اپنی کتابوں سے جھوٹے ہوتے جاتے ہیں اور سنیوں کی کتابوں سے مات کھاتے جاتے ہیں یہانتک تو ناظرین کو معلوم ہی ہو گیا اور آگے اور انشاء اللہ
اور معلوم ہو جائیگا سو جتنا کہ گزشتہ کے دروغ منجملہ سے علاوہ اب جس بات کا جتلانا مد نظر ہی وہ یہ ہی کہ اول تو مولوی صاحب کا یہ طوفان دیکھئے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی کا بیان لکھتے
لکھتے یہ جولانیاں پر آگئی کہ حضرت حسنین کو بھی ساتھ سان لیا یہ نہ خبر پائی کہ الزام خصم کے لیے ضرور ہی کہ وہ بات لکھی جو اسکی نزدیک بھی مسلم ہو سو مسلم ہونا تو معلوم جو روایت کہ سنیوں کے نام لگا رکھی
ہی حضرت حسنین کا نام تو اسمیں بھی نہیں ہے اور اگر اپنی بہتانوں اور اپنی کتابوں کی بہروسے سنیوں کو الزام دیتے ہیں تو یہ الزام تو مثل فوارہ انہیں کے سر پڑیگا ورنہ یوں تو ہر بات ہر شخص بنا سکے
اقول مولوی صاحب کسی بات میں اپنی کتاب سے جھوٹے نہیں ہوئے ہیں بلکہ تو ہی اپنی کتابوں سے جھوٹا ہوتا ہی کہ تیری جھٹلانے کو ہمنے اسقدر تیری کتابوں کی روایتیں بیان کیا ہی کہ ایک طرح
روایتوں کی باندھ دی ہی اور تیری ہی کتابوں سے تجھکو مات دیتے جاتے ہیں ناظرین اس نسخہ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا اور منہج الکرامت کی روایت جو تو لایا ہی اس سے الٹی تیری اوپر ہی زد
پڑی ہی اور جو کچھ تو آگے لکھیگا وہ بھی سب معلوم ہو جائیگا اور تیرا دروغ کیا بلکہ مولوی عبد العزیز صاحب کا دروغ ہمنے بخوبی ثابت کر دیا ہی اور ہمارے مولوی صاحب کا کام طوفان لکھنے کا نہیں ہے
وہ دروغگو تو ہی ہی کہ اپنی روایتوں کا انکار کرتا ہی اور تجھکو اپنی کتابوں کی خبر ہی نہیں ہی دیکھ تو تیری کتابوں میں حسنین علیہما السلام کی گواہی لکھی ہی یا نہیں اگر تجھکو مناظرہ کا ڈھنگ یاد
نہیں ہی تو تو نے کسو واسطے اسکا قصد کیا تو نے پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لیا ہوتا تب ہی کچھ کہا ہوتا دیکھ شرح مواقف میں موجود ہی فان قیل ادعت فاطمة انه نحلها ای اعطاها فدک بنحلة
وعطیة وشهد علیه علی والحسن والحسین وام کلثوم والصحیح ام ایمن فرد ابو بکر شهادتهم فیکون ظالما قلنا اما الحسن والحسین فللفرعیة لان شهادة الولد
لا یقبل لاحد الابوین والاجداد عند اکثر اهل العلم [illegible] حاصل یہ کہ اگر کہا جائے کہ دعوی کیا فاطمہ نے اس امر کا کہ حضرت
رسول خدا صلعم نے اسکو فدک بخشی دیا ہی اسکو بطور بخشش کے اور گواہی دی اسپر علی اور حسن اور حسین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہی کہ ام ایمن نے گواہی دی نہ ام کلثوم نے پس رد کیا ابو بکر نے انکی گواہی کو
پس ہو گیا ابو بکر ظالم کہیں گے ہم اسکے جواب میں لیکن حسن اور حسین نہ مقبول ہوئی انکی گواہی فرع ہونے کی جہت سے کہ وہ فرزند تھے فاطمہ زہرا کے اسواسطے کہ گواہی فرزند کی نہیں قبول کی جاتی کسی
ماں اور باپ اور دادا اور دادی اور نانا اور نانی کی واسطے اور وہ دونو صغیر بھی تھے اسوقت میں اور لیکن علی اور ام ایمن انکی گواہی مقبول نہوئی اسواسطے کہ نصاب بینہ سے کہ دو مرد یا ایک مرد اور
دو عورتیں ہیں کم تھی فقط دیکھ تیری کتاب میں حسنین کا گواہ ہونا لکھا ہوا موجود ہی اب تجھکو شرمانا چاہئے اور اس دروغ سے توبہ کرنی چاہئے اور تجھکو اس سے کچھ کام نہیں ہے کہ تیری نزدیک مسلم ہی یا نہیں
لیکن تیری کتاب کی روایت ہے اور یہی مشہور ہی کہ خصم کی الزام کو اسکی کتاب کی روایت لانی چاہئے اور تیرا تو یہ حال ہی کہ جب کچھ تجھ سے نہیں بن پڑتا ہی تو انکار ہو کر تو اپنی کتابوں کا یا اپنی کتابوں کی

روایت کا انکار کرتا ہی یا کہتا ہی کہ ہماری کتابیں بطور بیاضوں کے تصنیف ہوئی ہیں تیرا تو ڈہنگ ہی نرالا ہی اور حضرت فاطمہ کے دعوی ہبہ کی ایک ہی روایت نہیں ہے بہت سی روایتیں
ہیں کہ کتب متعددہ میں طرح طرح سے لکھی ہیں اور تو تو حسنین کی گواہی کا انکار کرتا ہی اور تفسیر کبیر میں تو ام ایمن کو اور مولای رسولخدا صلعم کو گواہ لکھا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے وہ روایت لکھ آئے
ہیں یعنی حسنین علیہما السلام کے سوا اور بھی گواہ نکلے تجھکو خبر بھی ہی سنت کی اور مولویصاحب نے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہی خط انکا موجود ہی دیکھ لے وہ تو یہی ہی کہ اپنی کتاب کی روایت سے
غلبہ تلاش کرتا ہی چنانچہ مشکوۃ کی یہ ایک روایت صنوع کو کئی اوراق میں بکتا چلا آیا ہی یہ الزام مثل نقارہ کے تیری ہی سر پر آیا ہی کہ تو ہمارے مقابلہ میں اپنی روایتیں لکھتا ہی اور باوجود یکہ تو اپنی روایتیں
لاتا ہی لیکن پہر بھی ہار جاتا ہی غلبہ تجھکو کسیطرح سے نصیب نہیں ہوتا **قال الشیخ الاشعری** دوسرے مولوی صاحب کا یوں رقم فرمانا کہ ابوبکر صدیق نے تو جاگیر نامہ حضرت زہرا کے نام لکھدیا تھا
پر حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا مولویصاحب نے کیا سمجھکر لکھا ہی یا بے سمجھے ہی لڑنے کو دوڑتے ہیں سنیوں کی کتابوں سے اگر کہتے ہیں تو سنیونکی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں اور اگر اپنی
کتابوں کے بہروسے پر زبان درازیاں ہیں تو اسکا اول تو یہ جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی + سبحان اللہ ایسا مناظرہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا اپنے خوابوں کے بہروسے
دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں دوسرے منہج الکرامت کونسی سنیوں کی کتاب او شیخ ابن مطہر حلی کونسی سُنی یا حضرت عمر او حضرت ابوبکر کی خالا کی بیٹے ہیں جو اتنا جملہ زالمہ یعنی پہاڑ
ڈالنے کا جملہ ہضم کر گئے مولویصاحب تو نہی ہی نقری ہیں شیخ ابن مطہر حلی انکے بھی پیشوا او استاد ہیں او متقدمین سابقین میں سے ہیں جو بات مولویصاحب میں انتہ ہوگی وہ انہیں میں بھی
سمجھنی چاہئے اگر اسبات کا جہوٹا سچا کچھہ بھی پتا ہوتا تو وہ موسونی کے بہاگ رکھاتے ہاں مجہ سی غلطی ہوئی بہت سے شاگرد رشید استادی پڑھتے ہیں شیخ ابن مطہر حلی میں ایک بڑا عیب یہ تھا وہ
مایہ عقل تو رکہتی تھی پس چشم بد دور مولوی صاحب اس تصور سے بھی بری ہیں **اقول** مولویصاحب نے کاغذ پہاڑ ڈالنا جو کہا ہی وہ اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اور انکے خط میں وہ موجود ہی
کیا تیری آنکھوں سے وہ دکھلائی نہیں دیا اس خط میں یا لوگوں کے دہوکا دینے کو دیدہ و دانستہ تو انکار کرتا ہی لیکن ہمکو پہر لکھنا پڑا اور وہ یہ ہے کہ سبط ابن جوزی کہ علماء معتبرین اہل سنت میں سے ہی
اور صاحب تحفہ نے مطاعن عمر میں انکی روایت پر اعتماد کیا ہی وہ اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ قال علی بن الحسین رضی اللہ عنہما جاءت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر
وهو علی المنبر فقالت یا ابا بکر افی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک ولا ارث ابی فاستعبر ابوبکر باکیا ثم قال بابی ابوک و بابی انت ثم نزل فکتب لها بفدك ودخل علیه عمر فقال ما هذا فقال
کتاب کتبته لفاطمة بمیراثها من ابیها قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتك العرب کما تری ثم اخذ عمر عنها الکتاب فشقه ۔ حاصل یہ کہ کہا علی بن الحسین
رضی اللہ عنہما نے کہ آئی فاطمہ دختر رسولخدا صلعم طرف ابوبکر کے کہ جسوقت ابوبکر منبر پر تھے پس کہا فاطمہ نے کہ اے ابوبکر کیا کوئی نوشتہ آیا ہی خدا کے پاس سے کہ تیری بیٹی تو وارث تیری ہووے میں
اپنے باپ کی وارث نہوں پس روئے ابوبکر یہ سنکر پہر کہا کہ قربان ہوں باپ میرے تیرے باپ پر او قربان ہوں باپ میرے تجھپر پھر اترے ابوبکر منبر سے اور لکھدیا فاطمہ کو نامہ فدک کا داخل ہو عمر اور کہا
ابوبکر سے یہ نوشتہ کیسا ہی ابوبکر نے کہا کہ یہ ایک نوشتہ ہی کہ لکھدیا ہی میں نے فاطمہ کو میراث اسکے باپ کی طرف سے عمر نے یہ سنکر کہا کہ مسلمانوں پر تو کیا خرچ کریگا اگر فاطمہ کو فدک دیدیگا اور دیکھتا ہی تو
کہ عرب تجھسے جنگ کر رہی ہیں بعد اسکے عمر نے وہ نوشتہ ابوبکر کے ہاتھ سے لیکر پہاڑ ڈالا انتہی اور ایسا ہی برہان الدین حلبی شافعی نے انسان العیون میں لکھا ہی اور تاریخ آل عباس سے مفصل مولوی
صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہی اسمیں دیکھنا چاہئے اور یہ سب کتابیں اہل سنت کی ہیں اور پہر لکھتا ہی کہ سنیوں کی کتابوں میں تو اسبات کا پتا بھی نہیں یہ بڑا دہوکا ہی اور ایسا ہی کوئی مکار ہوگا کہ دن
کو رات کہتا ہی اور حال یہ ہے کہ خط میں اس روایت کو دیکھ چکا ہی اور سنیوں کی کتابوں کا اسمیں نام لکھا ہی اور پہر صاف انکار کرتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ کسی نے نہ سنا ہوگا کہ اپنی کتابوں کی کیا بلکہ اپنے
خوابوں کے بہروسے دوسروں کو الزام کا ارادہ رکھیں اس سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا مولوی صاحب نے کسی اپنی کتاب سے روایت کا حوالہ دیا ہی جو تو ایسا کہتا ہی اور جن کتابوں کا مولوی صاحب نے حوالہ دیا ہے
سیرت سبط ابن جوزی اور انسان العیون اور تاریخ آل عباس کیا یہ کتابیں شیعوں کی ہیں ان لوگوں پر لعنت کر کہ انہوں نے ایسا کیوں لکھا ہی تو انکے قولوں کو نقل کر دیا ہی اور جسوقت کہ
تو اپنی کتابوں سے بھی آگاہ نہیں ہے تو پہر دوسری تو نے مناظرہ کی کیوں اختیار کی ایسے جاہل کا تو یہی جواب ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور منہج الکرامت البتہ شیعوں کی کتاب ہے اور
علامہ حلی اسکے مصنف ہیں کہ وہ بھی شیعہ ہیں اور بہت علماء کو اہل سنت کے انہوں نے الزام دیے ہیں اور ابوبکر اور عمر کے عیوب انہوں نے ظاہر کیے ہیں اور پہاڑ ڈالنے کا قصہ انہوں نے ہضم نہیں
کیا ہی بلکہ انہوں نے تو صاف لکھدیا ہی کہ ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو فدک کا کاغذ لکھدیا تہا عمر نے وہ کاغذ پہاڑ ڈالا چنانچہ ہم انکی عبارت کو پہلے قول میں لکھ چکے ہیں کہ قصہ
انہوں نے پہاڑ ڈالنے کا ضرور لکھا ہی مگر مولوی عبدالعزیز صاحب انکی عبارت میں سے پہاڑنے کی قصے کو ہضم کر گئے اور انکی پیروی تو نے بھی اسکو ہضم کیا اس سے پہلے جو فقرہ ہی اسکو
تو لکھا اور بعد اسکے جو قصہ کاغذ کے پہاڑ ڈالنے کا ہی اسکو ترک کر دیا لوگوں کے دہوکا دینے کو اور وہ روایت منہج الکرامت کی یہ ہی لما وعظت فاطمة ابابکر فی فدك كتب لها كتابا ورد
علیها فخرجت من عنده فلقیها عمر فخرق الکتاب ۔ دیکھ تو انہوں نے پہاڑ ڈالنے کا قصہ لکھا ہی یا نہیں شاباش صاحب اور تو آخر کی عبارت یہی واسطے دہوکا دینے کو پہاڑنے کے قصہ کو
اڑا دیں تو انکی کتاب میں سے تو نہیں اڑ سکتا ہی اور دیکھ تو کہ نقری شاباش صاحب اور تو پہیری یا نہیں کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ پر افترا کیا کہ انہوں نے یہ لکھا ہی اور ساری عبارت کو نہ لکھا اور
علامہ حلی نے جو یہ لکھا ہی اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی کہ واسطے الزام دینے اہل سنت کے وہ کتاب انہوں نے لکھی ہی اور عقل سے بری تو تو ہی کیا جیوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور سفاہت اور دنائت

تیری کلام میں سے ٹپکتی ہی اگر تو بھلا مانس ہوتا تو بھلے مانسوں کی سی گفتگو کرتا معلوم نہیں تیری کیا ذات ہی اگر دو چار حرف تو پڑھ گیا ہی تو کیا ہوتا ہی تاثیر اصل کی کہاں جاتی ہی معلوم
ایسا ہوتا ہی کہ سادات نا تو نے تجھکو خوب ہی کفشکاری کی ہی جو تو بھلا ایسا بیہودہ کلام کرتا ہی قال الشیخ الاشعری اب مولوی صاحب کے یہ شکایت باقی رہی کہ ابوبکر صدیق نے حضرت
جابر رضی اللہ عنہ کی بات تو بے گواہوں کے مان لی پر ستم یہ ہی کہ حضرت فاطمہ زہرا کی بات باوجود ایسے معتبر گواہوں کے بھی نہ مانی سو اسکا اول تو جواب یہی ہی کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں کی
ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں کے نزدیک محل اور موقع تھا سو اس روایت کا سنیوں کی کتابوں میں نہ ہونا اور اسکا موضوع ہونا دیکھنے والوں پر انشاء اللہ تعالی بخوبی واضح ہو جائیگا اور اگر
سنیوں کی کتابوں میں یہ روایت پائی جاوے تو یہ شکایت کرنی اپنی فہم و فراست کی خوبی بیان کرنی ہی اگر یہی الزام ہو تو کل کو سنی پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھ اور یہود و نصاری کے
توریت و انجیل محرف کی لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائیں گے اور ان کتابوں کی باتیں مان جائینگے اور شیعوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہی ہندو یا سکھ نہ جانے میں انکا کچھ
کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاری کی ہم مذہب جانے میں انہیں کچھ زیان نہیں اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو بتلا دیتا کہ شیعوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان شتر کو جسمیں
شتر گاو پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ مشابہت ہے اور سنو کہ یہ روایت سنیوں کی ان کتابوں میں جنکا حوالہ مولوی صاحب دیتے ہیں کسی ایک دو نسخہ میں ہے بھی تو اول تو
وہ کتابیں غیر مشہور اور غیر معتبر دوسرے وہ بھی شیعوں کا الحاق ہی چنانچہ تحقیقات مذکورہ بالا کو دیکھکر ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نہ رہیگا اور باینہمہ بہر وجہ مطلب گو ہاں معلوم ہو چکی ہی اسکے
ملاحظہ سے آپ واضح ہو جائیگا کہ حضرت جابر کا قصہ یعنی ایسی مال کا بے شاہد دیدینا جو ایسوں ہی کے دینے کے لیے ہی اور قسم کا ہی اسکو حضرت فاطمہ زہرا کے قصہ کے ساتھ جسمیں بے تحقیق دینے میں اندیشہ
حق تلفی فقرا و مساکین و ابن سبیل تھا کچھ نسبت نہیں جو اسکو اسپر قیاس کیا جاوے معہذا گواہوں کا طلب کرنا قصیہ فدک میں ہو سکتا ہی کہ بوجہ خیر خواہی حضرت فاطمہ زہرا ہو اقول مولوی صاحب
کی وہ شکایت ہی کہ اہل سنت سے اسکا ہرگز جواب نہیں ہو سکتا ایک تو یہی عجز ہی اسکے جواب سے کہ لکھتا ہی یہ شیخ نجدی کہ یہ روایت اگر سنیوں کی کتابوں میں ہوتی تو البتہ اس شکایت کا کم فہموں
کے نزدیک محل اور موقع تھا اور حال یہ ہے کہ جس جس کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت موجود ہی انہی کتابوں کا انکار کیا ہی اس دروغ کو دیکھنا چاہیے اور اس مکر اور فریب کی گفتگو کو دیکھنا چاہیے
کیسے لکھتا ہی کہ روایت اگر ہوتی تو کم فہمی کی نزدیک شکایت تھی نہ فہیدہ لوگوں کی نزدیک اور یہ روایت ہرگز موضوع نہیں ہے اور کسی علماء اہل سنت میں سے اسکو موضوع لکھا ہی اور اہل
دستور یہ نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ شکایت کریں ہم تو موافق روایات کتب اہل سنت کے شکایت کرتے ہیں کہ انکی کتابوں میں لکھا ہی اور اسی کو الزام کہتے ہیں ورنہ اگر تمہارا یہی حال ہی تو
تم کل کو پنڈتوں اور سکھوں اور یہود و نصاری سے بھی الزام کھاؤ گے کہ وہ تمکو تمہاری ہی کتابوں سے الزام دینگے اور شیعہ تمکو ان تمہاری ہی کتابوں سے کہ جو مثل پوتھیوں اور گرنتھوں اور
توریت اور انجیل محرف کے ہیں تمکو الزام دیتے ہیں اپنی روایت کا تو ذکر بھی نہیں کرتے جب تجھکو جواب نہیں آتا تو تنگ ہو کر ایسا کہتا ہی اور لکھا تو سب کی طرف تمہارا ہی ہی پنڈتوں دریاد
اور سکھوں سے تمکو کیا بلکہ تمہاری پیروں کو مناسبت درست ہے اور اگر تو نے یہود اور نصاری اپنا نام شیعوں کا تقیہ کی راہ سے لکھا ہی تو یہ شعار انبیا اور صحابہ کا ہی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہی اور شیعوں کا دستور نہیں ہی کہ سنیوں کو مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیویں مولوی صاحب کا خط موجود ہے اسمیں دیکھ لو کہ جو حوالہ ہی وہ سنیوں کی کتاب کا ہی اور نہ ہمنے کسی جگہ اپنی کتاب کا حوالہ دیا
وہ تو یہی بے شرم انتہا بے غیرت ہے کہ ہمارے مقابلہ میں اپنی کتاب کا حوالہ دیتا ہی اور مشکوۃ کی روایت موضوعہ کو دور تک گاتا چلا آیا ہی اگر یہی الزام ہو تو کل کو شیعہ پنڈتوں کی پوتھیوں اور سکھوں
کے گرنتھ اور یہود و نصاری کی توریت اور انجیل محرف لکھی ہوئی سے ملزم ہو جائینگے اور ان کتابوں کی روایت مان جائینگے اور سنیوں کو تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکا سب طرف لیکھا ہی ہندو یا سکھ
بن جانے میں انہیں کچھ نقصان نہیں اور یہود و نصاری کی ہم مذہب جانے میں انہیں کچھ زیان نہیں چنانچہ انکی کتابوں سے ثابت ہے اگر اندیشہ تطویل نہوتا بتلا دیتا اور جسکو خواہش ہو وہ رسالہ تقیہ جناب
مفتی محمد قلی خاں طاب ثراہ کا اور جوابوں تحفہ اثنا عشریہ کو جو کہ علامہ دہلوی حکیم محمد مرزا صاحب نے لکھے ہیں ملاحظہ کرے کہ سنیوں کو ان سب کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے حیوان مشہور جسمیں اشتر گاو
پلنگ کو اونٹ اور بیل اور چیتے سب کے ساتھ نسبت مشابہت ہے اور یہ روایت موی ہبہ کی ایک دو نسخہ میں کیا بلکہ جس جس کتابوں میں اہل سنت کی ہی اور نام انکے پہلے اسکے ہم لکھ آئے ہیں اور بعضی
انمیں سے گو ایسی ہوں کہ اس شیخ نے انکو نہ سنا ہو لیکن اکثر تو مشہور و معروف ہیں اور نہایت معتبر ہیں اور یہ شیخ بھی انکو جانتا ہی اور دیدہ و دانستہ انکا انکار کرتا ہی اور جو لکھتا ہی کہ شیعوں کا الحاق
ہے سو ہم تو کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس روایت کو انمیں داخل کیا ہی انپر اور انکے حسب اہل مذہب لعنت کرو اور ہم بھی انپر لعنت کرتے ہیں اور جو کچھ یہ شیخ اس مقدمہ میں پہلے اس سے
لکھا ہی ہم سب کو رد کر آئے ہیں اور گواہوں کے طلب کرنے کو بھی باطل کر آئے ہیں جو کچھ ابوبکر نے جابر کو بے طلب گواہوں کے دیا ہی اسمیں اور فدک میں کچھ فرق نہیں ہی جیسے فدک مال فقرا ہی اہل سنت
کے نزدیک ایسی ہی وہ بھی ہی جو کہ جابر کو دیا ہی اور جو کچھ جابر کو دیا ہی اسمیں بھی اندیشہ حق تلفی فقرا کا ہی کہ اسقدر مال ہی جابر کو خاص کیا اور ان دونوں مالوں میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے کہ ایک
میں گواہ چاہیئیں دوسرے میں گواہ نہ چاہیئیں اور ہمارا کلام تو اسمیں ہے کہ جابر کے تو دعوی میں تصدیق کی اور حضرت فاطمہ کی تصدیق نہ کی اور اگر حضرت فاطمہ کی اس سبب سے تصدیق نہیں کی کہ
فدک کو فقرا اور مساکین پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا کیا فاطمہ زہرا اس تقسیم کو نہیں جانتی تھیں کہ باوجود دیکھنے تقسیم کے دعوی ہبہ کا کیا اور حضرت فاطمہ کو اس تقسیم کی خبر تھا نہو لیکن یہ دعوی جو
کیا اگر بے پایا نے مجھکو ہبہ کیا ہی کیا بدون ہبہ کرنے کے حضرت فاطمہ نے ہبہ کرنیکے کہ اپنی جی سے جوڑ لیا تھا کیا ایسی نعوذ تھیں حضرت فاطمہ تمہارے نزدیک بڑی افسوس کی بات ہی اور ابوبکر کو کیا

خبر تھی اُسکی جسکو کہ حضرت فقرا پر تقسیم کرتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ اُسکو اپنی وفات سے پہلے ہی حضرت نے فاطمہ کو دیدیا ہو اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو لیکن ابوبکر نے اسقدر تو خیال کیا ہوتا کہ فاطمہ جو مجھ سے طلب کرتی ہے کیا اپنے باپ پر افترا کریگی اور جھوٹا دعوی اپنے باپ کی طرف منسوب کرکے دوزخ کو اختیار کریگی بلکہ یہ خیال چاہئے تھا کہ ہبہ کیا ہی ہوگا مگر مجھکو اسکی خبر نہیں ہوئی ہے لیکن ابوبکر کو تو فدک کا دینا ہی منظور نتھا اور اگر فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کی تھی تو پھر کیوں نہ دیا اور گواہ کس واسطے طلب کئے مدعی علیہ تو خلیفہ صاحب خود ہی تھے اگر کوئی اور مدعی علیہ ہوتا تو گواہونکو طلب کرتے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی تصدیق ہی نہیں کی انکے مرید دعوی تصدیق کا کرتے ہیں اور جابر کی البتہ تصدیق کی اور اگر ابوبکر نے حضرت فاطمہ کی تصدیق بھی کی اور ہم بھی اور سب مسلمان جانتے ہیں کہ ابوبکر فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں سچا جانتے تھے لیکن عمداً جان بوجھکر انکو نہیں دیا اور گواہونکا بہانہ کیا اور اگر ابوبکر کو دینا منظور ہوتا تو بے طلب گواہوں کے دیدیتے اور گواہوں کے طلب کرنیمیں خیرخواہی حضرت فاطمہ کی ہرگز نتھی بلکہ محض حق تلفی تھی ایک بہانہ ہے اور اگر خیرخواہی منظور ہوتی تو مجرد دعوی کے فدک کو فاطمہ کے حوالہ کردیتے فاطمہ کو راست گو جانکر اور گواہوں کی تکلیف نہ دیتے **قال الشیخ الاشعری** تفصیل اس اجمال کی ہرچند معلوم ہو چکی پر نا انصافوں سے کام پڑا ہے اسلئے مکرر عرض ہے کہ باتفاق شیعہ و سنی اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ تا دم بازپسین فدک رسول اللہ صلعم ہی کے قبض تصرف میں رہا پھر جب ابوبکر صدیق کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ متروکہ انبیا وقف ہو جاتا ہے اور بے قبض مفید ملک نہیں تو اسمیں تو کلام ہی نتھی کہ یہ چیز حضرت فاطمہ زہرا کی ملک تو نہیں پھر جو گواہ طلب کئے جائیں تو اسلئے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تحقیق ملکیت منظور تھی جو کسی دانا کو یہ شبہ ہو کہ ہاں اگر مسموع حضرت فاطمہ کی بات تو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو اور خیار کی جز ہے گواہوں کے سنے اور بے تحرا مسلم ہو بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں کہ شاید گواہوں کی تقریر سے کوئی اشارہ نبوی اس جانب پایا جاوے کہ فدک کو حضرت زہرا ہی کو دینا چاہئے اب کوئی عاقل غور کرکے فرمائیں کہ یہ بات حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیرخواہی کی بات ہے یا دشمنی اور بدخواہی کی مگر مولوی صاحب کی عقل تو عاقبت نشین ہے الٹی ہی بات سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ زہرا کا اعتبار نہوا **اقول** تفصیل تمہاری ہو چکی ہے اور انصاف تم ہو کہ ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت ہو چکا ہے تم ہی کچھ بچاؤ کی بات بیجا چلاتے جاؤ ہو اور یہ کہتے ہو کہ باتفاق شیعہ و سنی کہنا تمہارا محض دروغ ہے اور دروغ گوئی چلے جاتے ہو سو دروغ نویسی تمہارا کچھ کام نہیں ہے اور دروغ سے اجتناب نہیں کرتے ہو جو یہ جانتے ہو کہ خدا تعالی کا دروغ گو پر لعنت کرتا شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فدک تا دم بازپسین جناب رسولخدا صلعم کے قبض تصرف میں رہا اگر راست گو ہو تو کسی کتاب شیعہ کا حوالہ دیا ہوتا بلکہ خلاف اسکا ثابت ہے اور ابوبکر کو ہرگز یہ معلوم نہیں تھا کہ متروکہ انبیا وقف ہوتا ہے بلکہ ایک روایت اپنے دل سے گھڑ لی تھی کہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور فرض کیا ہم نے کہ متروکہ انبیا کا وقف ہوتا ہے لیکن فدک جناب رسولخدا کا متروکہ نہ تھا وہ تو حضرت فاطمہ کا مال تھا کہ انہوں نے اپنی ملکیت کا دعوی اسمیں کیا تھا اور فاطمہ زہرا کا اُسپر قبض تھا ابوبکر نے از راہ سینہ زوری اسپر اپنا قبضہ کرلیا تھا اور جس وقت فاطمہ کا قبضہ تھا تو وہ ملک انکی کیونکر نہوگی اور ابوبکر نے گو بظاہر ملک فاطمہ ہونے کی جہت سے طلب کئے تھے اور گواہ کس لئے ہوتے ہیں اور یہ ایک بہانہ تھا ابوبکر کا گواہوں کا طلب کرنا ورنہ گواہوں کی کچھ احتیاج نتھی اسلئے کہ دعوی ابوبکر پر ہی تھا کسی اور پر نتھا کہ ابوبکر گواہوں سے اُسکا فیصلہ کرتے اب میں پوچھتا ہوں کہ ابوبکر کے ذمہ کسیکا حق تھا ہوگا اور وہ شخص اپنے حق کا طالب ہوا ہوگا اور ابوبکر اسکو اس دعوی میں سچا بھی جانتے ہونگے تو اس سے گواہ ہی طلب کیا کرتے ہونگے اور یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اور اگر گواہ طلب کیا کرتے ہونگے تو بڑی حق تلفیاں کیا کرتے ہونگے اور مال لوگوں کے مارتے ہونگے اسواسطے کہ اکثر گواہ ہر وقت موجود نہیں ہوتے ہیں جب گواہ موجود نہوئے تو جواب دیدیا اور اس امر کو تو اہل سنت ابوبکر کی نسبت ہرگز قبول نکرینگے جب اسکو قبول نکرینگے تو فاطمہ زہرا کو جھوٹا ٹھیرا لینگے کہ وہ دعوی اپنے میں دروغگو تھیں اسواسطے گواہ انسے طلب کئے اور حضرت جابر جو راست گو تھے انسے گواہ طلب نکئے اور جسوقت ابوبکر جانتے تھے کہ فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے رسولخدا کو میں اور سب آدمیوں نے دیکھا ہے اور فاطمہ کے قبضہ میں کبھی ہوا ہی نہیں ہے تو وہ کونسا ایسا گواہ عقل و دین کا دشمن ہے کہ اشارہ نبوی کی باب میں گواہی دیگا اُسکو علم تو ہے اس امر کا کہ یہ فاطمہ زہرا کی ملک نہیں ہے اور خلاف اپنے علم کے گواہی دیگا کہ یہ حضرت فاطمہ کی ملک ہے اور حضرت صلعم نے فاطمہ کو یہ ہبہ کیا ہے جسکی طمع میں ابوبکر نے گواہ طلب کئے بھلا یہ بات عقل میں بھی آتی ہے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک اصحاب رسول مقبول صلعم بھی جھوٹی گواہیاں دیا کرتے تھے کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر ہی موقوف نہیں ہے اسواسطے کہ جسوقت ابوبکر نے فدک کو فقرا پر تقسیم کرتے ہوئے دیکھا اور فاطمہ کا اسپر کبھی قبضہ نہیں ہوا اور باوجود اسکے ابوبکر نے گواہ طلب کئے اسبات کے حاصل ہونیکو کہ کوئی اشارہ نبوی من جانب کیا پایا جائے اور وہ گواہ ہبہ کی گواہی دیویں تو جھوٹے ہی گواہی دیوینگے اور ابوبکر کو بھی علم تھا کہ یہ گواہی دینگے تو جھوٹی ہی گواہی دینگے یاہی یہ کیسا عذر بیجا ہے کہ بچا طرح ابوبکر حضرت زہرا کو اور ابوبکر گواہ اور سب صحابہ کو فاسق اور فاجر ٹھیرایا اہل سنت نے حضرت فاطمہ کو تو اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا اور جو گواہ پیش کئے اور ابوبکر کو تو وہ معاصی اسواسطے مقرر کیا کہ ابوبکر کو منظور ہوا کہ فاطمہ کے لوگ جھوٹی گواہی دیویں اور سب صحابہ کو اس جرم میں اسواسطے کہ وہ جھوٹی گواہی دیا کرتے تھے خصوصاً حضرت علی کہ باوجود علم اس امر کہ فدک فقرا پر تقسیم ہوا کرتا تھا اور فاطمہ زہرا کا اسپر کبھی قبضہ نہیں ہوا اور پھر جھوٹی گواہی دیدی کہ حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کیا تھا اور پھر لکھتا ہے اسکو کہ یہ حضرت فاطمہ کی دوستی اور خیرخواہی تھی برعکس نہند نام زنگی کافور حضرت فاطمہ کے حق کو غصب کرنیکو دوستی اور خیرخواہی فاطمہ کی لکھتا ہے اور جابر کا اعتبار کیا اسکو ٹھیرایا ہے بیشک جابر کا تو اعتبار ہوا ہے ابوبکر کو اور یہ جو لکھا ہے کہ فاطمہ کا اعتبار نہوا یہ بات تو اہل سنت کی کتابوں سے لازم آگئی تھی اسواسطے لکھا ہے اور فاطمہ کا تو ابوبکر کو دینا ہی منظور نتھا اگر دینا منظور ہوتا تو گواہ کیوں طلب کرتے اُنسے **قال الشیخ الاشعری** معہذا حضرت جابر کے مدعی میں یہ احتمال تھا کہ ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اگر

میں رسول اللہ صلعم نے انسے وعدہ کیا تھا اور پھر انکو اُس وعدہ کے موافق نہ دیا جاتیگا تو ایک گونہ خلاف وعدہ رسول اللہ صلعم کیطرف عائد ہوگا اور یہ خلاف وعدگی ہر چند بمجبوری تھی
کیونکہ تا دم آخر رسول اللہ صلعم کے پاس مال بحرین آیا لیکن شان نبوت بہت رفیع ہی اور پیغمبر نبوت بہی کسکی نبوت اس مرتبہ رفیع پر آتا بھی قصور نا زیبا ہی خصوصًا یہ لحاظ کیا جاوے کہ حیات النبی صلعم و روضۂ
مبارک میں زندہ او حضرت ابوبکر بمنزلہ ادا روضہ آپکے کارکن او مال بحرین موجود اگر واقع میں وعدہ تو واقع میں آیا ہی اور دو صورت طلب گواہاں حضرت جابر کسے پاس گواہ نہ نکلے کیونکہ کچھ ضرور نہیں
کہ کسیکے سامنے ہی وعدہ کیا ہو تو اس صورت میں لاریب تا قول آنکے نزدیک خلاف وعدہ بجانب رسول اللہ صلعم عائد ہوگا القصہ بمقتضاء احتیاط ایسے امر میں ہی کہ بے طلب گواہان انکا مطالبہ پورا
کیا جاوے اگر وعدہ واقعی تھا فبہا ورنہ کچھ نقصان نہیں آخر وہ مال صحابہ ہی پر تقسیم ہوتا بخلاف فدک کہ اسکے دینے میں لاریب رسول اللہ صلعم کی نافرمانی نظر آتی تھی بسبب قبضہ مستمر رسول
اللہ صلعم تا دم آخر فدک مملوک رسول اللہ صلعم تھا اور جب آپکی وفات ہوئی تو وہ بمقتضائے حدیث ما ترکناہ صدقہ کے جسکی تحقیق کا ہم وعدہ کرکے چلے آتے ہیں اور اب انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی قریب آپکا ذکر
آتا ہی وقف ہوچکا تھا کسی بیٹا بیٹی یا بھائی برادر بیوی باندی کا اُسمیں حق نہ تھا پھر اُسکو کسیکے دعوے کے باعث دینا اُس حدیث کے مخالف عمل کرنا ہی **اقول** یہ وعدہ کا عذر تو صحو سلانکا لائی ہرگز
ابوبکر کے ذہن میں نہ تھا اور نہ کسی نے لکھا ہی اور بخاری کے شراح نے تو جابر کے دینے کی وجہ جو لکھی ہی تو یہ لکھا ہی کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹ نہیں کہتا ہی اور آنکے اس لکھنے ہی پر تو ہمارا اعتراض ہے
اور یہ وعدہ کا جملہ جو اسنے بیان کیا ہی خارج از بحث ہے لیکن ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ جابر کو جو لکھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا اسواسطے اُس سے گواہ طلب نہ کئے اور فاطمہ سے گواہ طلب کئے کیا وہ جھوٹی تہیں
اسکا کیا جواب ہے اور اگر ابوبکر نے وعدہ کے ایفاء کے واسطے جابر کو دیا یہ امر ثانی ہے یہ بھی خوب بات ہے کہ سوال از آسمان جواب از ریسمان اور بخاری کے شارحین تو جابر کو لکھتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا
اور انکی خبر میں جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال نکالنا جواب نیا ہی کہ ہر خبر جھوٹی نہیں ہوتی لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر خبر جھوٹی تو ہوتی ہی نہیں اس سبب سے جابر کو دیا تو یہ احتمال تو حضرت فاطمہ کے
دعوی میں بھی ہو سکتا ہی پھر کیا وجہ ہے جابر کی نہ کی اور فاطمہ کے نہ کی اور یہ جو وعدہ نکالنی پر ہرگز اپنے موقع پر نہیں ہے اور کسیطرح سے خلف وعدگی حضرت پر لازم نہیں آتی خلف وعدگی تو
اُسوقت تھی کہ جبتک مال بحرین حضرت کی زندگی میں آیا اور پھر حضرت جابر کو نہ دیتے اور نہ کسیطرح کا قصور حضرت کی طرف عائد ہوتا ہی جسقدر اس عذر میں لکھا ہی سب بیجا ہی بے سند اور بے دلیل
اور وہ کونسا قصور ہوگا جو اس صورت میں لوگ کہینگے کہ بلاریب خلف وعدہ حضرت کی جانب عائد ہوگا اور خلف وعدہ تو اُسوقت تھا کہ وہ حضرت زندہ ہوتے اور مال بحرین حضرت کے سامنے آیا
ہوتا اور پھر جابر کو اسمیں سے نہ دیتے ایسا احتمال تو اسوقت حضرت فاطمہ کی طرف بھی ہو سکتا ہی کہ اگر واقع میں انکو حضرت نے دیا ہی اور انسے گواہ طلب کرولی اور گواہ بہم نہ پہنچے تو فاطمہ کی حق تلفی ہوگی اور جیسے
احتیاط جابر کے دینے میں تھی ایسی ہی حضرت فاطمہ کے دینے میں تھی اگر انکو ہبہ کیا تھا تو فبہا ورنہ کچھ نقصان ہی نہیں آخر وہ سب تقسیم ہوتا تھا فاطمہ ہی کو دیا سہی اور فاطمہ کے دینے میں اگر نافرمانی
رسول خدا صلعم کی تھی انتہا کا رتبہ یہ کہ اگر فاطمہ زہرا کے حصہ سے وہ زیادہ تھا تو اسکو اوروں سے بخشوا لیتے جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجۃ الکبریٰ کی خیر میں بخشوالی تھیں یقین
ہے کہ کوئی بھی اسمیں عذر نہ کرتا اور قبضہ جناب رسول اللہ صلعم تا دم آخر ہرگز ثابت نہیں ہے اور روایت ما ترکناہ صدقہ کی حضرت کی متروکہ کے مقدمہ میں ہے اور جو چیز کہ حضرت نے اپنی زندگی
میں کسیکو دیدی ہے وہ حضرت کی متروکہ میں داخل نہیں ہے اور اس روایت ما ترکناہ صدقہ کو ہم رد کرینگے اور بیٹا بیٹی کا حق اگر متروکہ میں حضرت کے نہیں ہے بدلیل روایت موضوعہ کے تو اُس
چیز میں سے تو انکا حق زائل نہیں ہوتا ہے جسکو اپنی زندگی میں کسیکو دیدیا ہے **قال الشیخ الاشعری** مگر مولویصاحب کی مذہب میں جو اشارات نبوی پر چلے اور رسول اللہ صلعم کا ایفاء وعدہ
ادائے قرض کا بی وصیت خیال رکھے اُس سے برا کوئی نہیں آپ عمل نہیں کرتے پھر جو عمل کریگا وہ آپ برا لگیگا اہل انصاف کے نزدیک تو اتنی بات ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب ابوبکر صدیق
خلیفہ ہوئے اور مال بحرین آیا تو انہوں نے یہ منادی کرادی کہ اگر کسیکا کچھ قرض رسول اللہ صلعم کی ذمہ ہو یا رسول اللہ صلعم نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آوے ہم اُسکو ادا کرینگے اور پھر
بے دستاویز بے گواہ دینا شروع کیا چنانچہ حضرت جابر نے اسی منادی کے باعث پایا بندہ کمالائق اثبات کے لئے دلیل کامل ہی کہ ابوبکر صدیق کو حق تلفی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خطرہ بھی
نہیں گذرا چہ جائیکہ کوئی چیز بالیں کسی عاقل کے تصور میں آسکتا ہی کہ جو شخص فقط اس خیال پر کہ مبادا رسول اللہ صلعم کے ذمہ کسیکا قرض رہجائے یا آپ کی بات میں فرق آجاوے بے تحقیق پیسہ لٹا
منہ کھولدے ایسا کھلا ہوا حق پھر وہ بھی جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے دبا بیٹھے علاوہ بریں آپ کھایا نہ اپنوں کو کھلایا بلکہ بدستور قدیم اہل بیت و مصارف مقررہ میں صرف کیا
اور منفعت دنیا کی لاتیں اور مار عذاب آخرت سر پر لیا کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ ابوبکر جیسے ہوشیار کو کہ جسکی ہوشیاری کی قسم کھائی غصب کرنا بھی نہ آتا تھا **اقول** ہماری یہ گفتگو ہی نہیں ہے
کہ ابوبکر نے جابر کو کیوں دیا اور ایفاء وعدہ کیوں کیا سوال دیگر جواب دیگر اسکو تو ہم مذموم ہی نہیں کہتے اور نہ اسکو ہم برا جانتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جابر نے جو ابوبکر سے کہا کہ مجھ سے رسول خدا صلعم
نے فرمایا تھا کہ مال بحرین آئیگا تو میں تجھکو اسقدر دونگا سو حضرت کے زمانہ میں تو وہ مال آیا نہیں اب آیا ہی اسمیں سے تم مجھکو دو ابوبکر نے بمجرد بیان جابر کی جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُسنے طلب نہ کئے
اس امر کے تم سے حضرت نے کب فرمایا تھا سو صحیح بخاری کی شارحین لکھتی ہیں کہ ابوبکر نے جو بمجرد طلب کی جابر کو مال دیدیا اور گواہ اُنسے طلب نہ کئے وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ پیغمبر خدا کی صحابی تھی اور صحابی
جھوٹ نہیں بول سکتی اور قرآن اور حدیث سے اصحاب کا حضرت کے صدق ثابت کیا ہی کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتی اسپر ہم کہتے ہیں کہ فاطمہ کا مرتبہ کیا جابر کے برابر بھی نہ تھا کہ اُس مظلومہ کے قول کا بھی
نہ اعتبار سمجھا اور گواہ اُنسی طلب کئے کیا فاطمہ جھوٹی تھیں کہ ابوبکر نے انکی کہنے پر عمل نہ کیا سو اسکا جواب دیتا نہیں ہے اور ایفائے وعدہ حضرت کا عذر کرو یا کہ اگر جابر کو نہ دیتے تو حضرت کے وعدہ میں

فرق آتا اور ہم ایفائی وعدہ پر اعتراض نہیں کرتے ہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کیا پیغمبر خدا کی سارے اصحاب تو اہل سنت کے نزدیک ایسے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے تو موافق قرآن اور حدیث کے دراہم جو بہت
جابر سے گواہ طلب کئی اور فاطمہ کیا جابر کے برابر بھی نہ تھیں صدق میں جو انسے گواہ طلب کئے اسکا جواب کچھ نہیں ہے اور اسکے سوا وہ طرح طرح کی باتیں بنائی ہیں اور یہ جو لکھتا ہے کہ مال بحرین جو ابوبکر نے منادی کر
کے جس کسی کا حضرت کے ذمہ ہے وہ آکر لیوے تو تعجب ہی ہے کہ جس نے مانگا اسکو دیا اور جب فاطمہ نے اپنی حق کا دعوی کیا تو انکو انکا حق دیا اور گواہ انسے طلب کئے اور دیدہ و دانستہ حق تلفی اس مظلومہ کی کی
مقصود تو ابوبکر کا یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کو فدک نہ دوں گو ساری دنیا کی آدمی جو چاہیں مجھ سے لیجائیں اور جابر کو دینا دلیل نہیں ہو سکتی حضرت فاطمہ کے حق تلفی نکرنے کی اپنی مصلحت سے ہر امر میں جسکو
دینا مصلحت سمجھی اسکو دیا اور جسکو دینا مصلحت نہ سمجھی اسکو نہ دیا ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے یہ سب احتمالات رکیکہ ہیں اور احتمالوں سے کام نہیں چلتا ہے جو امر کہ
وقوع میں آیا اور روایات اہل سنت اسپر دلالت کرتی ہیں وہ احتمالوں سے دفع نہیں ہو سکتا ہے کہ ابوبکر ایسا تھا اور ایسا تھا اور اس نے یہ کیا اور یہ کیا پھر وہ حق تلفی کیوں کرتا یہ سب عذر بیجا ہیں اور ابوبکر
کی ہوشیاری میں کیا شبہ ہے جو کام انہوں نے کیا وہ بیوقوفی سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ بھی چاہا کیا اور وہ بھی چاہا کیا لیکن اہل بیت علیہم السلام سے نہایت بیمروتی کی +

قال الشیخ الاشعری اور ان سب کو جانے دیجئے ایسا فرق لیجئے کہ اہل عقل حضرت ابوبکر کی فہم و عقل پر آفرین اور علماء شیعہ کی کجی عقل اور بلادت طبع پر نفرین کریں فرق یہ ہے کہ دعوی
ہبہ فدک جو حضرت زہرا سے بزعم شیعہ ظہور میں آیا تو سنیوں کے طور پر تو حدیث صحیح ما ترکناہ صدقۃ کے جسکا عنقریب انشاء اللہ تعالی ذکر آتا ہے معارض اور مخالف تھا اور شیعوں کے طور پر استحقاق ورثہ نبوی
کے منافی ضرور تھا اور دعوی جابر کی کوئی استحقاق یا کوئی حدیث معارض و مخالف نہ تھی کیونکہ جس مال میں سے ان کو دیا گیا وہ مال کیکا ترکہ نہ تھا اور نہ کوئی حدیث اور روایت اسکے بیان تصرف کے دینے والے
یا وارد ہوئی تھی بلکہ وہ مال یا خمس یا عشر یا خراج کی قسم کا تھا سو حضرت جابر بہر طور اسکا استحقاق رکھتے تھے **اقول** اب ہم سے اسکا جواب لیجئے کہ اہل عقل شیعوں کے فہم و عقل پر آفرین اور اہل سنت کی
بلادت طبع اور کجی عقل پر دلالت کرے اور فرق کچھ بھی نہ پایا جاوے اسواسطے کہ دعوی ہبہ فدک موافق روایات کتب کثیرہ اہل سنت کے حضرت زہرا علیہا السلام سے جو وقوع میں آیا وہ روایت موضوعہ ما ترکنا
صدقۃ کے ہرگز معارض اور مخالف نہ تھا اسلئے کہ حضرت زہرا رسولخدا صلعم کے متروکہ میں سے جو کہ حضرت کا مال تھا اور بعد انکے وہ حضرت نے چھوڑا تھا اسمیں سے نہیں چاہتی تھیں وہ تو موافق روایت موضوعہ کے وہ مال
فقرا کا تھا اور موافق حکم الہی کے مال حضرت کے سب وارثوں کا تھا حضرت زہرا تو اپنا مال چاہتی تھیں جو کہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی میں انکو دیکر قبضہ انکا اسپر کرا دیا تھا وہ مال حضرت کے متروکہ میں سے نہ تھا اور
روایت مذکورہ اس امر پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت نے بعد اپنے اپنا مال چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے نہ یہ مال اسواسطے کہ وہ روایت موضوعہ اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ جو کچھ حضرت نے بعد اپنے چھوڑا ہے اپنا مال
یا غیر کا مال وہ صدقہ ہے بلکہ جو کچھ کہ حضرت کا مال ہے وہ صدقہ ہے نہ غیر کا مال اور اگر کسی غیر کا مال حضرت کے پاس مستعار یا امانت کہیں ہو یا کسیکا مال حضرت کے مال میں ملا ہوا ہو وہ کیونکر حضرت کے متروکہ
میں داخل ہوگا اور فدک تو ایسا ہی تھا بلکہ وہ حضرت فاطمہ کے قبضہ میں تھا چنانچہ دلالت کرتی ہیں اسپر روایات کتب اہل سنت کی مثل تفسیر در منثور اور کنز العمال اور معارج النبوت وغیرہ کے کہ جناب رسولخدا
صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا پس معارض روایت موضوعہ مذکورہ کے کیونکر ہوگا کہ اس روایت میں تو حضرت کے متروکہ کا ذکر ہے نہ حضرت فاطمہ کے مال کا اور جابر کو دینے پر تو ہمارا
اعتراض ہی نہیں ہے کہ اسکو کیوں دیا جابر کے متعدد بیان نعم ہم یہ کہتے ہیں کہ انکا صدق قرآن و حدیث سے ثابت ہے بمجرد دعوی کے انکو دیدیا اور گواہ انسے طلب کئے اور فاطمہ کو جابر کے برابر بھی راست گو
نہ سمجھا انسے گواہ طلب کئے سو اسکا جواب اہل سنت سے حاصل ہی نہوا **قال الشیخ الاشعری** ۱۰ یہ بات اہل عقل پر نہایت ظاہر اور باہر ہے کہ گواہ تعارض کے رفع کے لیے ہوتے ہیں اور ایک جانب راجح کردیتے
ہیں سو اسواسطے دو متخاصمین کے رفع مخاصمت کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جس صورت میں کہ کوئی خبر یا دعوی بلا مزاحم عقلی یا نقلی یا خبری یا ادعائی کے پایا جاوے اور مخبر اور مدعی بھی مومن مسلمان
ہو تو پھر حکم نبوی یہ ہے کہ ظنوا بالمومنین خیرا اب التماس یہ ہے کہ حضرات شیعہ اگر دو چار گھڑی کے لیے بھی عقل مستعار لیکر اس فرق میں غور فرمائیں تو اس فرق کے مان جائیں کچھ کلام نہیں ورنہ ایسے
ہی ایسے عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے یہ خطاب ان تک نہیں پہنچا تو یہ سفارت ہم ہی کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو اب اور اتمام
کہ دقیقہ سنجان معانی پر اس تقریر سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حضرت جابر سے گواہوں کا نہ طلب کرنا چنانچہ روایات صحاح میں موجود ہے اور نیز حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے گواہوں کا طلب کرنا اگر بالفرض
والتقدیر بفرض محال جیسے حضرات شیعہ فرماتے ہیں تحقیق میں وقوع میں آیا ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کی کمال فہم اور نہایت اطاعت اور اتباع رسول صلعم پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دونوں باتیں معیوب
ہیں تو مولوی صاحب ابوبکر صدیق پر بانیوجہ طعن کریں معذور ہیں اور لاجرم طاعنان ابوبکر صدیق مصیب اور باجر ہیں لیکن اس صورت میں بڑی تعریف کی بات یہ ہوگی کہ فلاں شخص
کد صاحب اور سراپا بیوقوف ہے فسق و فجور میں یکتائی روزگار دروغ و بددیانتی میں مشہور ہر کوچہ و بازار اس صورت میں ہمکو مولوی صاحب کی تعریف کرنی لازم ہے مگر نظم تو سر رشتہ بن نہیں پڑتی
ملازمان مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ عنایت فرما کے یہ قدر قلیل نثر ہی قبول فرمائیں **اقول** اسکا جواب تو ہم اوپر کے قول میں بیان کر چکے کہ حضرت جابر کے دینے میں ہمکو کچھ کلام
نہیں ہے ہمارا تو مطلب ہی اور تھا جیسا کہ گزرا اور یہ جو لکھا ہے کہ متخاصمین کی رفع مخاصمت کیلئے گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے اور دعوی بلا مزاحم ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا حال
بھی مثل جابر کے ہے اور انکے دعوی کا کوئی مزاحم نہیں ہے اسواسطے کہ انہوں نے متروکہ رسولخدا میں جو کہ حق تھا اسکا دعوی نہیں کیا تھا کہ تم مجھکو اسمیں سے دو بلکہ انہوں نے تو دعوی
اپنے حق کا کیا تھا جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ انکے دعوی کا نہ تھا یہاں تو کوئی صورت گواہوں کے طلب کرنے ہی کی نہ تھی جس وقت حضرت فاطمہ نے طلب کیا اسوقت

دیدیا ہوتا کہ انکے مال کی مشغول الذمہ ہو رہی تھی اور اگر حضرت فاطمہ کو سچا نہیں جانتے تھے تو موجب ظن المومنین خیرا کے گمان ہی راستی کا کرکے انکو فدک دیدیا ہوتا تعجب ہے کہ جابر کے واسطے تو ظن خیر ہو اور حضرت زہرا جنکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی انکے واسطے ظن خیر بھی نہو التماس یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اگر دو چار گھڑی کو اپنی کسی سے عقل مستعار لیکر غور فرمائیں تو کچھ فرق نہیں ہے اور اس فرق کے سمجھنے کو تسلیم کریں تو کچھ کلام نہیں ہے لیکن ایسے ہی عقل کے دشمنوں کے لئے کلام اللہ میں افلا تعقلون آیا ہے اگر بوجہ یا دہانی کلام اللہ کے یہ خطاب کان تک نہیں پہنچا تو یہ بشارت ہمیں کرتے ہیں جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ات او الناس ہے کہ دقیقہ سنجان معانی رس پر بتقریر یہ ہے واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت جابر کے گواہ ہونے کا طلب نکرنا لیکن چونکہ روایات صحیحہ میں موجود ہے اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے گواہوں کا طلب کرنا جیسا کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں لکھا ہے اور واقع میں وقوع میں آیا ہے تو ابوبکر کی کمال بے انصافی اور نافرمانی رسول اللہ صلعم پر دلالت کرتا ہے اور مولویصاحب ان دونوں باتوں کو نہ تو معیوب جانتے ہیں اور نہ انکی جہت سے طعن کرتے ہیں بلکہ ابوبکر کی بے انصافی سے ابوبکر پر طعن کرتے ہیں اور اس طعن کرنے کو مبنی اتباع اہل بیت معصومین علیہم السلام سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی مولویصاحب پر اعتراض کریگا تو بڑی تعریف کی بات انکی یہ ہوگی کہ خلافا اگر چاہے اور ہر تا یا بیوقوف سے فسق و فجور میں بیکار روزگار دروغ اور بے دیانتی میں مشہور کرو تو بازار **قال الشیخ الاشعری** سبحان اللہ اس فہم و فراست پر اصحاب کبار پر یہ زبان درازیاں پھر اسپر یہ ہو کے بازیاں کہ عوام کو ایسا تو یقین ہوجائے کہ مولوی صاحب کی بات سر بسر بجا و درست یعنی آپ میرزا درعلی صاحب کو رقم فرماتے ہیں اب فرمائیے غصب نہیں تو کیا ہے سوا اسکے او غصب کسکو کہتے ہیں اور یہ علیحدہ ہے یا دوستی اور مروت اور رعایت حق رسول اللہ صلعم اور حق اسیکا یہ ہے کہ اہل بیت کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نہ کی آپنے لکھا تھا مجھے غصب فدک کی صحت نہیں ہوتی اب آپکو چاہئے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرائیے اور میری باتوں کا جواب لکھا کر بھجوائیے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اور اس مظلومہ کے گواہوں کو بھی رد کیا انتہی بلفظہ سو منصفان فہمیدہ او فہیمان سنجیدہ کی خدمت میں عرض ہے کہ مولوی صاحب کو میرے لکھے جواب سمجھا کر یہ سمجھا دیں کہ یوں جواب لکھا کرتے ہیں لیکن اسکا کچھ علاج نہیں کہ مولوی صاحب کی یہ درخواست ہے کہ میری صحت علماء اہل سنت سے کرا دیں **اقول** سبحان اللہ ایسا گمان بد شیعوں کی طرف کہ وہ اصحاب کبار پر زبان درازیاں کرتے ہیں حاشا کہ وہ اصحاب کبار کی نسبت زبان درازیاں کریں بلکہ وہ تو انکو بزرگ اور پیشوا اپنا جانتے ہیں مگر غاصبان حقوق اہل بیت علیہم السلام کو اچھا نہیں جانتے اور ان لوگوں کو جنکے حق میں جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ بعد میرے امام اور پیشوا ہونگے کہ میری سنت و میری ہدایت پر نہونگے چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اور بعد رسولخدا صلعم کے مرتد ہوگئے اور دین میں بدعات کیا اور حوض کوثر پر سے فرشتے انکو ہانکتے ہوئے دوزخ میں لیجائینگے چنانچہ کتب صحاح میں لکھا ہے اور جو کچھ مولویصاحب نے لکھا ہے عوام کیا خواص کو یقین ہوجائے اگر انصاف کریں ورنہ ہوگا ہرگز نہیں ہے بلکہ امر واقعی ہے کہ سب اہل سنت کی کتب معتبرہ سے لکھا ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے ابوبکر کا غاصب ہونا ثابت کر دیا ہے کہ اسکا جواب ہی نہیں ہو سکتا اور جو کچھ تونے اسکے جواب میں لکھا ہے سب لچر اور واہی ہے اور ہمنے اسکو رد کر دیا ہے اور جو کچھ انہوں نے میرزا درعلی صاحب کو اپنے خط میں لکھا ہے سب راست و درست ہے اور علماء اہل سنت اسکا انکار نہیں کر سکتے ہیں اور اگر انکار کریں تو اپنی کتابوں کا انکار کرینگے اور اپنے علماء کو جھوٹا ٹھیرائینگے اور جو کچھ اس شیخ نے جواب میں لکھا ہے وہ جواب نہیں ہے اسواسطے کہ یا تو انکار کرتا ہے ان روایتوں کا جو انکی کتابوں میں موجود ہیں اور یا کہتا ہے کہ ہماری کتابیں نقل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں ہر طرح کی روایتیں ہیں یا کہتا ہے کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں یہ روایتیں داخل کردی ہیں بھلا یہ بھی کچھ جواب ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مولویصاحب کو سمجھا دیں کہ دیکھو یوں جواب لکھا کرتے ہیں اس سے کوئی پوچھے کہ ایسا ہی جواب ہوتا ہے جیسا تونے لکھا ہے اور جو کچھ کہ تونے لچر اور واہی لکھا تھا وہ سب ہمنے رد کر دیا پھر کس بات پر تو نازاں اور تعلی کی باتیں لکھتا ہے اور مولویصاحب کی درخواست تو اسیواسطے ہے کہ ان روایتوں کی صحت کراؤ کہ کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایتیں لکھی ہیں یا نہیں اور حال یہ ہے کہ انکی کتابوں میں وہ روایتیں موجود ہیں اور انکا انکار کرنا انکا ایسا ہی جیسا کہ کلام اللہ کی آیتوں کا انکار کرنا اور یہ جو مولویصاحب نے لکھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ جابر کو سچا جانا اور فاطمہ کو جھوٹا سمجھا اسکا جواب تو تجھ سے ہرگز نہو سکا اور ہی باتیں طرح طرح کی بنانے لگا چنانچہ ہم لکھ آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** مولویصاحب تو سراپا غلط ہیں غلط کا صحیح کرنا اور صحیح کہنا ہمکو نہیں آتا ہاں غلط کی جگہ صحیح بتا سکتے ہیں اسلئے اتنا ہو سکتا ہے کہ ملازمان مولویصاحب سے یہ کہا جائے کہ مولویصاحب غلط ہیں جبھی تم اپنی صحت کراتے ہیں ظاہر اور باطن سے صحیح علماء اہل سنت ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو غنیمت سمجھو خیر یہ قصہ تو بہت طول دراز ہے مولویصاحب کے ہذیانات بیمعنی کا جواب چاہئے اور انکی حقیقت الامر کھولکر دکھلائیے تاکہ معلوم ہوجائے کہ مولویصاحب اپنے ہوش میں نہیں اس بیماری میں جو اور ول کے خواب سے بدتر ہے مولویصاحب بڑبڑاتے ہیں وہ نہ عقل کا کام نہیں کرنا وجود ایسے ایسے دلائل واضح کے جنکا ذکر ہوچکا پھر بھی غصب فدک کا اسکے دلمیں خیال آئے اور ابوبکر جیسے عادل متقی اور مطیع خدا و رسول کو ظالم ٹھیرانے **اقول** مولویصاحب تو بہت صحیح اور درست و راست گو ہیں اور غلط علماء اہل سنت ہیں کہ جب جواب دینے سے بند ہوتے ہیں تو اپنی روایتوں کا انکار کرتے ہیں اور ایسے غلط ہیں وہ کہ ہم ہر چند انکا صحیح کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ صحیح نہیں ہو سکتے اور صحیح کو غلط کہتے ہیں اور مولویصاحب تو انکی ہی صحیح تو کچھ صحیح کراتے تھے لیکن وہ علماء غلط جو ہیں تو انکو صحیح کرنا نہیں آتا اور غلط ہیں تو یا تو علماء اہل سنت ہیں یا انکے اقوال غلط ہیں اگر ہدایت منظور ہے تو ہمارے کہنے کو غنیمت سمجھو و سنیہ قصہ تو بہت دور دراز ہے اس شیخ نجدی کے ہذیانات بیمعنی کا جواب چاہئے سو اسکو ہم بالکل مضمحل کر چکے ہیں اور اسکی حقیقت الامر کھولکر دکھلا دی ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ شیخ نجدی

انہی ہوش میں نہیں ہیں میدان ہی میں تھی اور وں کے خواب بدتر ہی پر شیخ پڑا پڑا تا ہی ورنہ عقل کا کام نہیں کہ باوجود ایسے ایسے آثار واضحہ کے کہ جو نہی اسکے قولوں کے رد میں لکھی ہیں پھر بھی
فدک کے غصب نہ ہونے کا اسکا دل میں خیال آئے اور ابوبکر جیسے عاصی خدا و رسول صلعم اور نا انصاف و ظالم کو متقی و عادل ٹھیرائے **قال الشیخ الاشعری** ابوبکر صدیق کے پاس
اگر او رفضائل گوناگوں نہ ہوتے تو یہی حکایت انکی فضیلت کے لئے بہت تھی کیونکہ عاقل سمجھتے ہیں کہ ملامت دنیا خاصکر اہل عزت سے بے سبب نہیں اٹھائی جاتی دیندار دین کی عزت
اور دنیادار دنیا کی عزت کو جان و مال سے عزیز سمجھتے ہیں اور عزت بھی عزیز نہو تو یہ کرنا چنداں عزیز ہوگی اسکا عزیز ہونا ہے اعور تیں ... عزت کیلئے اپنی جان کو تلف
کر دیتی ہیں ورنہ دو بسر تی ہیں زہر کھا لیتی ہیں مردوں کا تو کیا ذکر ابوبکر کا جان بوجھکر حلف تیرا ملامت ناکساں ہونا **اقول** تمہارا ہی کام ہے جو ظلم کو فضیلت ٹھیراؤ اور ابوبکر کو
اور کوئی فضیلت حاصل تھی بڑی فضیلت علم و شجاعت کی ہے سو علم کا تو یہ حال تھا کہ مسائل دین میں غلطیاں کھاتے تھے اور شجاعت کا یہ حال تھا کہ جناب رسولخدا صلعم کو معرکہ
جہاد میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور ابوبکر دنیا دار تھے اور دنیاداروں کو دنیا کی عزت چاہئے سو باعتبار دنیا کی عزت انکی بہت سی بڑھی ہوئی تھی اور اسی دنیا ہی کی عزت کے
ترقی کیلئے ابوبکر نے عمر کو واسطے جلانے گھر فاطمہ زہرا کے لکڑیاں اور آگ ہمراہ کرکے بھیجا تھا بہانہ تنات اکھوا دروازہ فاطمہ زہرا کا اور ابوبکر نے مرنے سے پہلے اسکا افسوس کیا چنانچہ یہ بات
کنز العمال او طبری میں لکھا ہوا ہے اسی ترقی عزت دنیا ہی کے واسطے خلافت اپنے نام کی اور ترقی ریاست ہی کے لئے فدک غصب کیا تاکہ اور ریاست بھی کسیکے پاس نہ رہے اور سب چیزوں کا میں ہی
مالک ہو جاؤں علی الخصوص فاطمہ زہرا علیہا السلام یہ خیال آیا کہ ایسا نہو کہ فدک کے سبب سے قوت بہم پہنچا دعوی خلافت کا کریں اسلئے فدک کو غصب کیا اور جو منصف تھے وہ ایسی کہتے
تھے اور ملامت بھی کرتے تھے اپنی جگہ پر ورنہ برملا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتے کہ تونے یہ کیا کیا اور وہ تو بادشاہ تھے کسکا مقدور کہ کوئی کچھ کہتا اور جو کچھ کہتا ہی تو وہ بھی گئے اور بیت میں
انکی کیا وقت آیا اور عمر کو فاطمہ زہرا کے گھر پر چڑھا کر بھیجا تھا آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے واسطے جلانے کے یہ بھیجا کیا جان بوجھکر نہ تھا اور کیا نہیں جانتے تھے کہ اس گھر میں ہیکو لوگ برا
کہیں گے کہ علی و فاطمہ و حسنین کے جلانے کو لکڑیاں بھیجیں ایسا ہی فدک کا دبا بیٹھنا تھا اور یہ عمر کا جانا آگ اور لکڑیاں لیکر واسطے جلانے گھر فاطمہ کے اہل سنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور مولوی
عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** کیونکہ ایسے مواقع میں کوئی جانتا ہے کہ یہی انجام ہوگا بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ پابندی خداوند کریم اور حضرت
نبی کریم صلعم سے مجبور تھی ورنہ جو شخص خود کھا سکے نہ اپنے تئیں کھلا سکے کسیکی چیز دبالے ایسا شخص اگر ایسے موقع میں ایسے شخصوں سے تو گواہ طلب کرے اور حضرت جابر سے طلب نہ کرے قطع نظر جو
مذکورہ بالا کے بجز اسکے اور کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کہ انصاف اور اہل انصاف کو لازم ہے کہ روئے رعایت کے موقع میں زیادہ تر سخت گیری سے پیش آیا کرے اور عزیزوں سے نسبت اوروں کے
نرم ہماری اور اظہار ہے کہ اپنوں اور پرائے کی رعایت بحر نہیں بوجہ محبت فقط ایسا ہی کیا کرتا ہے کچھ مدنیت ملا نہیں ہوتا بلکہ امید کلمۃ الخیر ہوتی ہے اور اپنے بزرگوں اور بزرگوں کی رعایت نہیں مردان جانتا رکابو محبت یا عدالت دکھا
کرتا ہے اور بوجہ للہیت ملاحظہ جانبداری بنا کرتی ہے سو اپنی قرابتوں کے رو رعایت کرنی اور عزیز ہے رقمی نہی محو خلائق ہوتی تو بزرگان و دوں کی رعایت نہ کرنی اور ہی وہ بھی جانیے **اقول** ہرگز ہرگز ابوبکر کو یہ خداوند کریم اور رسول
کریم صلعم سے مجبوری تھی اور نہ انکو حکم تھا خدا کا کسیکا حق دبا لو گواہوں کے بہانہ سے اسواسطے کہ یہاں موقع گواہوں کے طلب کرنے کا نہ تھا یہاں تو فاطمہ زہرا مدعی تھیں اور ابوبکر مدعی علیہ
تھے اور فاطمہ زہرا کی اس دعوی میں تصدیق کرتے تھے پھر گواہ کسواسطے طلب کئے گواہ تو اسوقت چاہئیں جبکہ مدعی علیہ انکار کرے اور آپ تو مانتا اور اپنے کو مدعا علیہ دلیل عدم غصب
کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ ابوبکر کو تو منظور یہ تھا کہ فاطمہ زہرا کے پاس فدک نہ رہے گو میں اور میرے اقارب اس سے متمتع ہوں لو ہرچند محتاج نہ تھی اسلئے غصب کیا اور اگر آپ بھی اسمیں سے
کھایا یا انہیں لگا نو انکو اسمیں سے کچھ دیا تو یہ بعید بھی نہیں ہے اور اپنے تئیں نہ دینا اور خود نہ کھانا ثابت بھی نہیں ہے اگرچہ صدقہ حق فقرا اور مساکین کو دے دیا ہو اور انصاف ہرگز نہیں
کیا ابوبکر نے اور یہاں رعایت کا موقع کونسا ہی جابر سے تو گواہ طلب کرنے میں کچھ ہم کو تکرار ہی نہیں ہے تم تو یہی کہتے ہو کہ جیسے کہ جابر سے گواہ طلب نہیں کئے ویسے ہی
فاطمہ زہرا سے بھی نہ لئے ہوتے کہ فاطمہ زہرا کے مقابلہ میں سوا ابوبکر کے اور کوئی مدعی علیہ نہ تھا اور جیسے کہ اپنے قریبوں اور بزرگوں کی رعایت چاہئے ویسے مقابلہ میں اپنے
نفس کی بھی رعایت چاہئے لیکن یہاں تو ابوبکر نے اپنے نفس کی رو رعایت کی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو گواہ اُن سے طلب کئے اسواسطے کہ وہ اہل فقر ہی تھا جسکا کہ فاطمہ نے
دعوی کیا تھا مال فقر تو وہ تھا جو بموجب روایت موضوعہ ... صدقہ کے کہ مال رسولخدا تھا اور حضرت نے اسکو بعد اپنے چھوڑا تھا سو فاطمہ زہرا حضرت کے مال کو طلب نہیں کرتی تھیں تو اپنا مال
طلب کرتی تھیں اگر فاطمہ راست گو تھیں اس دعوی میں تو ان سے گواہ کیوں طلب کئے حضرت جابر کا اور انکا ایک ہی حال تھا اور ابوبکر نے اسواسطے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے کہ فاطمہ زہرا کا حق
ثابت نہو گا تو رسولخدا صلعم کے ترکہ میں فدک کو داخل کرکے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دونگا سو یہ اس صورت میں تھا کہ اگر حضرت فاطمہ کیطرف احتمال کذب کا ہوتا قطع نظر اسکے اس شیخ نے
لکھا ہی پہلے اسکے کہ ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو اس دعوی میں راست گو جانا تھا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جابر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ صحابی پیغمبر خدا کا جھوٹا دعوی نہیں کر سکتا سو
حضرت فاطمہ تو جابر سے بڑھکر راست گو تھیں جنکی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی وہ کیونکر جھوٹا دعوی کرینگی جب راست گو ٹھہریں تو گواہ ان سے طلب کرنے بیجا ہیں اور اگر حضرت فاطمہ
راست گو تھیں تو بعد ادائے شہادت بھی انکو فدک دینا چاہئے تھا گو نصاب بینہ کامل نہوئی تھی مگر ابوبکر کو تو دینا فدک کا کسی طرح منظور نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے نفس کے

واسطے پیرزادوں کی رو رعایت کی اور سوائے اسکے یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے یگانوں اور پیرزادوں کی تو رو رعایت نکرے اور غیروں کی رو رعایت کرکے اپنی پیرزادوں اور قرابتوں کا حق غیروں کو دلوادے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ جسکا حق ہے اسکو دلوائے اسمیں لحاظ کسی جانب کا نہیں ہو سکتا ہو ابوبکر نے اسواسطے کہ فاطمہ زہرا پیرزادی تھی اُسکی رو رعایت نکرکے اُسکا حق اُسکو نہ دیا **قال الشیخ الاشعری** اور جب حضرت فاطمہ جیسی پیرزادی ہو کہ نہ اس رتبہ کا کوئی پیرزادہ ہوا ہے نہوا اور ابوبکر صدیق جیسا مرید ہو جسکے صدق و وفا اور جاں نثاری اور اُلفت اور محبت اور خدمتگزاری کی کلام اللہ اور اقوال عترت رسول اللہ صلعم چنانچہ گذرا دو گواہ عادل کیا بلکہ اثبات کے گواہ ہوں کہ ایسا یار وفادار نہ کوئی ہوا ہے نہو گا تو ایسے پیر و الیسے ویسے کی ایسی تعریف نہیں کیا کرتے تو اس صورت میں حکم خداوندی پر قائم رہنا ابوبکر جیسے صدیق کا کام تھا نہ دوسرے کا اتنی دشواری اور بقدر ملامت عوام کالانعام اور دشنامہائے خفیفان نافرجام اپنے سر پر اٹھائیں پر زور ہے شیعوں کی عقل پر کہ انکو خوبیاں بھی برائی نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر مطیعان خدا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں رافضی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشا یہ ہے کہ بیدین دینداروں پر بددینی کی تہمت لگائیں و مخلصان قدرشناس کو معتقدیان عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اہلبیت بتائیں **اقول** ۔ ایسی پیرزادی کی ساتھ یہ سلوک کیا ابوبکر نے کہ اسکا حق غصب کیا اور اسکا گھر جلانے کیواسطے آگ اور لکڑیاں ہمراہ کرکے عمر کو بھیجا اسکو ارادت اور صدق و صفا اور جاں نثاری اور اُلفت و محبت اور خدمتگزاری کہتے ہونگے اور کلام اللہ میں کہیں ابوبکر کا نام نہیں لکھا ہے اور نہ ان امور پر اقوال عترت دلالت کرتے ہیں اور وفاداری اور جاں نثاری تو یہ تھی کہ رسولخدا صلعم کو تنہا چھوڑ کر جہاد میں سے بھاگ جاتے تھے اور اگر کسی نے تعریف بھی کی ہے تو وہ اُنکی فضیلت دینی پر دلالت نہیں کرتی اور کلام اللہ میں تو جیسے کہ تعریف مجمل ہے لوگونکی ایسے ہی مذمت بھی ہے اور ابوبکر بدلائل خارجیہ اُس تعریف سے خارج ہیں اور حکم خدا کو ابوبکر نے ہرگز نہیں مانا ایک شخص جاہل تھا احکام خداوندی کو کیا جانتا تھا اور شیعہ جو کچھہ کہتے ہیں موافق حکم خدا کے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن میں جا بجا ظالموں پر لعنت کرتا ہے اور اہلبیت کی دوستی اور متابعت میں انکے دشمنوں کو برا کہتے ہیں کچھہ شیعوں کی اُن ظالموں نے جاگیر ضبط نہیں کی ہے کہ جسکے عوض میں انکو برا کہیں انکے بزرگوں کے حقوق جو غصب کئے ہیں سو اسواسطے انکے غاصبوں کو برا کہتے ہیں اور اس برائی کے کہنے میں بڑا ایذا اٹھاتے ہیں اور انکی دوستی کی جہت سے مجروح اور مقتول ہوتے ہیں اور ملامت عوام کالانعام اور دشنامہائے خفیفان نافرجام انکی دوستی میں اپنے سر پر اٹھاتے ہیں پر زور ہے اہلسنت کی عقل پر کہ انکو اہلبیت سے یہ دوستی بری ہی نظر آتی ہے چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر و مطیعان خدا پر طعن و تشنیع کرتے ہیں سمجھتے ہی نہیں ناصبی انکو خدا سمجھے طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بیدین دینداروں پر بددینی کی تہمت لگائیں و مخلصان قدرشناس و دوستان آل خیر الناس کو معتقدیان ابلیس خبیث دشمن اہلبیت بتائیں **قال الشیخ الاشعری** اگر قدرشناسوں سے حد سے گزر جانیوالے مراد لیجائیں اور قدرشناس دشمن سمجھے جایا کریں تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے محب اور رسول اللہ صلعم اور آپکی امت حضرت عیسیٰ کی دشمن ہونی چاہئیں غرض یہ کہ اگر دیکھیں مفرط فی المحبت اسکا محب نہیں جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے نصاریٰ جو دعوی محبت حضرت عیسیٰ کرتے ہیں تو حقیقت میں انکی محبت نہیں کرتے کیونکہ مدار انکی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معلوم البتہ انکے خیال میں تھی اپنی تصویر خیالی کو وہ چاہتے ہیں اور اُسی سے محبت رکھتے ہیں حضرت عیسیٰ کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں ائمہ اہلبیت سے محبت نہیں اور محبان قدرشناس کو دشمن اہلبیت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول اللہ صلعم اور انکی امت کو دشمن عیسیٰ سمجھتے ہیں **اقول** جو کچھہ اس شیخ نے بیان کیا ہے بالکل غلط اور بیجا ہے اور خلفاء ثلاثہ ہرگز قدرشناس اہلبیت میں سے نتھے اگر قدرشناس ہوتے تو انکو کیوں آزار پہنچاتے اور شیعہ کسی امام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں جانتے ہیں بلکہ بندۂ خدا اور مخلوق اُسکا جانتے ہیں اور حضرت علی نے خود فرمایا ہے کہ میرے مقدمہ میں افراط اور تفریط کرنیوالے دونو جہنمی ہیں اور شیعہ جو بعد رسولخدا صلعم کے افضل سب سے اور ائمہ اور پیشوا اپنے انکو سمجھتے ہیں اور سوائے انکے اور کسیکو اپنا امام نہیں سمجھتے تو اسکو افراط محبت نہیں کہتے ہیں اگر یہی افراط محبت ہے تو اہلسنت جو بعد رسولخدا کے ابوبکر کو افضل الناس جانتے ہیں باوجود بت پرستی سابقہ کے اور خلیفہ اور امام حق سمجھتے ہیں چاہیئے کہ یہ بھی افراط محبت میں داخل ہو تو پھر شیعوں کی کیا تخصیص اور اس صورت میں چاہیئے کہ اہلسنت مثل نصاریٰ کے ہو جائیں خلفا کی محبت میں اور شیعہ اہلبیت سے محبت کامل رکھتے ہیں کہ اصول و فروع میں انہی کی پیروی کرتے ہیں بموجب حدیث انی تارک فیکم الثقلین ہے اسکو شیخ افراط محبت کہتا ہے اور محبت افراط کی انسی غالیوں میں ہے اور تفریط کی اہلسنت میں ہے اور بعضی انمیں سے نصب و خروج کی راہ چلتے ہیں اور حضرت علی کی فضائل کی توضیع اور تضعیف کرنیوالے تو اکثر انہیں میں ہیں اس شیخ کے نزدیک محبت سنت صحیح اہلبیت سے اسوقت ہو کہ حقیقت خلفاء ثلاثہ کو انسے افضل اور اولی جانیں اور اہلبیت کو مثل عوام الناس کے سمجھیں سو یہ شیعوں سے ہرگز نہو سکیگا وہ تو انکو بعد رسولخدا صلعم کے سب سے افضل جانینگے چاہے انکی محبت کو خیالی کہو چاہے حد سے گزر جانیوالی کہو **قال الشیخ الاشعری** دشمنی اہلبیت تو اسی کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران مطہرہ رسول صلعم کو تو آپکی بیٹیاں ہی نہیں سمجھتے حالانکہ کلام اللہ اور احادیث کلینی وغیرہ اور اقوال حضرت امیر سب اسبات پر شاہد ہیں اور حضرت عائشہ محبوبہ بلکہ ممدوحہ جناب کبریا کو جنکی طہارت اور بزرگی میں سورۂ نور میں آیات متعددہ موجود ہیں اور سوائے انکے اور بیبیوں کو جو بشہادت آیۂ کریمہ و ازواجہ امہاتہم تمام مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت عباس عم بزرگوار سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الاطہار اور رسول اللہ صلعم کی پھوپی کی بیٹی حضرت زبیر کو جو سوا اسکے اور بھی پاس رکھتی ہیں اور حضرت سید الشہدا شہید کربلا رضی اللہ عنہا کے داماد مصعب بن زبیر اور حضرت عمر فاروق

داماد حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت زید شہید فرزند سعید حضرت امام ہمام زین العابدین اور سوا انکے اور اقربا رسول اللہ صلعم اور اولاد امجاد ائمہ اظہار کو بھی بشہادت کتب عترت
اور اہل سنت داخل ہیں شیعہ کافر اور مرتد سمجھتے ہیں اور دشنام ہائے ناسزا انجام دیتے ہیں چنانچہ اوپر کچھ کچھ گذرا پھر اُن بیچاروں کو غیرت نہیں آتی کہ صحابہ کو دشمن اہل بیت بتاتے
ہیں **اقول** جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے حضرت رقیہ اور ام کلثوم کو اہل بیت میں سے شمار نکیا تو ہم انکو اہل بیت میں کیونکر سمجھیں حضرت نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام
کو عبا میں لیکر فرمایا کہ ہؤلاء اہلبیتی یعنی یہ ہیں اہل بیت میری نہ سوا انکے اور اُن دونوں کو عبا میں لیکر اسطرح نفرمایا تو تو ہی انصاف کر کہ پھر یہ اہل بیت میں سے کیونکر محسوب
ہوں اور انکا حضرت کے نطفہ سے ہونا ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں لیکن تو بار بار اسکو لکھتا ہے اور کلام اللہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے کہ یہ دونوں حضرت کے نطفہ سے تھیں چنانچہ انکے ذکر میں گذرا ہے اور حضرت
امیر کا قول بھی اسپر دلالت نہیں کرتا ہے اور کلینی میں اگرچہ اس مضمون کی روایت ہے لیکن وہ اور روایتوں کے مخالف ہے اسواسطے اور روایتوں کے موافق کہا کہ اُن روایتوں کی ترجیح پائی
جاتی تھی کلینی کی روایت پر اور کلینی کی روایت کے موافق بھی کہیں اگرچہ مرحوم ہے کہ وہ دونوں ہی حضرت کے نطفہ سے تھیں تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے جیسے کہ ہم پہلے
لکھ چکے ہیں اور حضرت عائشہ جنکو تم محبوبۂ رسولخدا صلعم کہتے ہو جسوقت کہ وہ حضرت علی کی عداوت رکھیں اور ہزاروں مومنین کو قتل کروائیں اور خدا تعالیٰ کی مدول حکمی کریں جیسا کہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں تو ہم انکو کیونکر اچھا جانیں اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا یا علی لا یبغضک الا منافق اور ممدوحہ
خدا تعالیٰ وہ ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں انکی مذمت کی ہے جسوقت کہ انہوں نے افشاے راز رسولخدا صلعم کیا چنانچہ فرماتا ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا اور عایشہ اور حفصہ کو
دونوں کو مشابہت دی ہے زن نوح اور زن لوط علیہم السلام سے جو کہ کافرہ تھیں اور وہ آیتیں سورہ نور کی اگر فرض کیا جائے کہ انکی ہی شان میں تھیں تو وہ کچھ مدح پر دلالت نہیں
کرتی ہیں بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسطح وغیرہ نے جو انکو متہم بزنا و بدکاری کیا تھا وہ ایسے نہیں ہیں اور تہمت لگانیوالے جھوٹے ہیں اور امہات مومنین ہم سب ہی
جانتے ہیں کہ وہ بمنزلہ ماؤں کے ہیں اور نکاح انکا کسی مومن سے جائز نہیں اور اگر وہ خدا کے اور رسولخدا کے نافرمانی کرینگے بیشک سزاوار مذمت کے ہونگی گو بمنزلہ ماؤں کے ہیں
اور حضرت عباس عم رسول افضل الناس صلعم ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں اور معلوم نہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الجبار القہار کے کیا معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو آل
کی صفات ٹھیرایا ہے یعنی بکتا جاتا ہے اور لوگوں پر طعن کرتا ہے اور زبیر گو حضرت کی پھوپی کے بیٹے ہیں لیکن جسوقت حضرت علی کی بیعت کو توڑ کر اُنسے جنگ اختیار کی اور ہزاروں مومنین
قتل کروائے تو بموجب حدیث یا علی حربک حربی کے رسولخدا صلعم سے محاربہ کرنیوالوں کی زمرہ میں داخل ہوئے اور پھر ہم انکو کیونکر اچھا جانیں ابولہب تو زیادہ حضرت کے قریب ہی تھے اور
ہم پہلے اس سے لکھ آئے ہیں استیعاب سے کہ حضرت علی نے طلحہ اور زبیر کے حق میں بد دعا کی ہے پھر ہم ان دشمنان علی کو اچھا کیونکر جانیں اور مصعب بن زبیر کو جو لکھا ہے یہ کس شمار میں ہیں
اور انکو کوئی کیا کہتا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ حضرت سکینہ سے انکا نکاح ہوا تھا اس میں بھی اختلاف ہے اور مشہور ہماری یہاں تو یہ ہے کہ حضرت سکینہ تین چار برس کی عمر میں قید خانہ میں یزید کے
انتقال کر گئی تھیں پھر نکاح کہاں اور عمر بن الخطاب سے حضرت زہرا کی دختر کا نکاح نہیں ہوا ہے بلکہ وہ ام کلثوم مادر زید جو کہ عمر کے زوجہ تھی وہ ابوبکر کی دختر تھی اسمار کے شکم سے چنانچہ
ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور حضرت زید شہید ہمارے نزدیک بزرگان دین میں سے ہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت کر آئے ہیں اور جتنی کہ یہ گذری ہیں کافر تو ہم انمیں سے کسیکو نہیں جانتے
ہیں بلکہ سب کو مسلمان جانتے ہیں لیکن انسے ایسے افعال شنیعہ صادر ہوئے ہیں کہ نجات انکی مشکل ہے اور اسی لئے ہم دعا بد انکے حق میں کرتے ہیں اور جو کسینے انکو کافر کہا ہے تو وہ کفر تاویلی
ہے نہ کفر حقیقی اور کفر تاویلی کی جہت سے اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور سوای انکے اولاد ائمہ علیہم السلام میں سے اور جو کوئی ایسا ہے کہ اُسنے کسی خلیفہ سے جعلی کسی امام کے کہا کر باعث امام
کے زہر دلوانیکا ہوا ہے اسکو اچھا نہیں جانتے اور باقی سب کو مسلمان جانتے ہیں اور غیرت تو اہل سنت میں نہیں ہے کہ بعضے صحابہ کی عداوت اور بے مروتی بنسبت اہل بیت علیہم السلام
اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں اور پھر انکی صفائی بیان کئے جاتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر حضرت ابوبکر صدیق کو حضرت فاطمہ سے عداوت ہوتی تو اہل سنت
میں سے ابوبکر صدیق کا کوئی نام بھی لیتا مثل خوارج کوئی فاطمہ کو تعظیم یاد ہی نکرتا بلکہ الٹی نعوذ باللہ جیسے شیعہ اصحاب کبار پر تبرا کرتے ہیں تبرا کیا کرتے **اقول** یہ حق کا اُنکی غصب
کرنا عداوت پر دلالت کرتا ہے یا محبت پر تو ہی کہدے اور عداوت ابوبکر کی اسقدر تھی کہ اہل بیت میں سے کوئی سر اُٹھانے پائے اور ہمیشہ یہ دبے ہوئے اور دست نگر ہمارے رہیں اور خلافت
کا نام نہ لیویں اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ ایسا نہو کہ انہیں کسی طرح کی قوت پہنچے اور دعوی خلافت کا کریں اور یہ تیرا لکھنا کہ اگر ابوبکر کو فاطمہ زہرا سے عداوت ہوتی تو کوئی ابوبکر کا نام
بھی نہ لیتا اور فاطمہ کی تعظیم نکرتے بالکل غلط ہے تمکو تو اس بات کا لحاظ ہی نہیں ہے معاویہ قطع نظر اسکی کہ وہ حضرت علی سے جنگ کرتا رہتا تھا اور ہزاروں مومنین اُسنے قتل کروائے
لیکن جبتک زندہ رہا حضرت علی کو گالیاں دیتا رہا اور عداوت کی باتیں کرتا رہا اور حضرت امام حسن کو زہر دلوایا جسپر دلالت کرتے ہیں روایتیں تمہاری کتابوں سے مگر تم جیسے کہ حضرت
علی کو کہتے ہو کہ وہ خلیفہ تھے ایسے ہی معاویہ کو خلیفہ حق و امام صدق کہتے ہو جیسا کہ صواعق محرقہ اور غنیۃ الطالبین وغیرہ میں لکھا ہے بلکہ یزید کو خلیفہ حق جانتے ہو اور دوازدہ خلفا میں
داخل کرتے ہو جیسا کہ تواریخ الخلفا اور صواعق محرقہ اور شرح جامع صغیر اور فتح الباری وغیرہ میں ہے باوجود یکہ اُسنے قتل کروایا فرزند رسول الثقلین کو اور تہتک اُسکے حرم محترم کا

کیا اور مدینہ منورہ کو تکلیف دیا اور مسجد نبوی کی بے ادبی کی اور امام غزالی تو اُسکو مومنین کاملین میں سے جانتے ہیں تمہارا تو ڈھنگ ہی نرالا ہے اب میں پوچھتا ہوں کہ معاویہ نے
جو ایسے ایسے کار نالایق کئے ہیں کیا تم اُسکا نام نہیں لیتے ہو یا حضرت علی کو تعظیم یاد نہیں کرتے ہو اور باوجود اس عداوت قلبی کے کیا تم معاویہ پر تبرا کرتے ہو ایسا ہی حال ابو بکر اور فاطمہ
کا ہے تو جھوٹی باتیں کسو واسطے بکتا ہے **قال الشیخ الاشعری** اب مولوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپکا یہ کہنا کہ واہ ری بردینداری اہل سنت الخ انصاف سے فرمائیے صحیح
ہے یا ہمارا یہ کہنا کہ واہ ری بردینداری و عقل و ہوشیاری شیعہ خصوصاً مولوی عمار علی صاحب کہ صحابہ کی دشمنی میں حق رسول اللہ صلعم کی بھی رعایت نکی بلکہ خدا کی شہادت
اور ائمہ اطہار کی گواہی کو رد کیا اہل بیت رسول اللہ صلعم میں جسکو یوں سمجھا کہ اسکا گوشہ عاطفت صحابہ کی طرف مائل ہے اُسیکو کافر اور مرتد جو چاہا سو کہا اگر عذر نامعقول تقیہ کا
تو حضرت علی اور حسنین اور امام زین العابدین اور محمد باقر اور امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم و علی آبائہم و متبعیہم اجمعین کی بھی خبر تھی کیونکہ ان بزرگواروں نے اصحاب کبار کی تعریفیں کیا لکھی کی ہیں خصوصاً حضرت علی و حسنین
رضی اللہ عنہم کہ ہمیشہ ممد و معاون اونکے رہا کئے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ اصحاب کبار رضوان اللہ اصحاب ثلاثہ رہے ہیں پھر بھی جو یہ بات کا فرق پوچھتے ہیں کہ فاطمہ سے تو گواہ طلب کئے اور جابر سے کیوں طلب نکئے اب اسکو کوئی پوچھے کیا سبب ہے
کہ حضرت علی و دیگر بعض ائمہ کے تعریفوں کو اور معاونتوں کو اور موافقتوں کو تو تقیہ پر محمول کرتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عباس وغیرہم کے ابو بکر صدیق کے ساتھ موافقتوں اور اُنکی حق میں
اُنکی تعریفوں کو تقیہ پر کیوں نہیں محمول کرتے یا مثل حضرت عباس اور حضرت عمر اور حضرت زید شہید حضرت علی اور دیگر ائمہ اطہار کے اقوال و احوال کو نفاق اور ریا سے خالی
کیوں نہیں سمجھتے **اقول** مولوی صاحب کا کہنا سب صحیح اور درست ہے اسواسطے کہ تمنے جابر کا صدق قرآن اور حدیث سے ثابت کر کے کہا کہ جابر جھوٹ نہیں کہہ سکتا وہ رسولخدا
صلعم کا صحابی ہے اسواسطے بے طلب گواہ ہونیکے اُسکو دیا اور فاطمہ زہرا کو مثل جابر کے بھی راست نجانا یہانتک کہ اُن سے گواہ طلب کئے پھر کیا ہووے تمہاری دینداری کہ تمنے جابر کی برابر
بھی فاطمہ زہرا کو نجانا اور یہ وہ مقدمہ ہے کہ جسکا جواب تجھ سے کچھ بھی نہو سکا اور جو کچھ تونے کہا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اُسکا جواب ہم دے آئے ہیں او صحابہ کو ہم سب کو اپنا بزرگ جانتے
ہیں سوائے غاصبان حق اور موذیان آل رسول کرم او اُنکے حق میں کوئی شہادت خدا کی اور گواہی ائمہ اطہار کی نہیں اور اہل بیت میں سے اُنکی طرف کسیکا گوشہ عاطفت نہیں تھا
اور اگر تھا تو تونے کیوں نہیں لکھا اور تقیہ کا عذر نامعقول نہیں ہے بلکہ بحکم خدا اور رسولخدا ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں سب لکھا ہے اور پہلے اسسے تقیہ کے ذکر میں ہم مفصل
لکھ چکے ہیں اور تحفہ کے باب امامت میں لکھا ہے کہ جناب امیر قاتلان عثمان از خوف قتل کار کیتے تھے اور عبارت تعلہ اللہ وانا معہ قبیل تعریض سے تھی کہ بنا بر ضرورت عمل میں لائی مثل
ہذہ اختی حق میں حضرت سارہ کے کہ حضرت ابراہیم سے سرزد ہوئی اور وہ ضرورت خوف بلوا اور فتنہ اور فساد کے تھی قاتلان عثمان سے لشکر میں بلکہ خوف یہ تھا کہ قصد حضرت امیر
کے قتل کا کریں تقیہ نہیں تو کیا ہے ایسا ہی حال حضرت امیر کا ثلثہ سے اور اُنکی ہمرہیوں سے تھا اور حال دیگر ائمہ کا ثلثہ کے معتقدین سے اور جو کچھ کہ اس شیخ نے روایتیں تعریف
ثلثہ کے ان حضرات سے لکھی ہیں وہ ایسی تعریفیں نہیں ہیں کہ جسکی سند ہو اور اُنکو ہم رد کر آئے ہیں اور نہج البلاغۃ میں بلکہ بعض کتب اہل سنت میں ثلثہ کی مذمت کرنا جناب
حضرت امیر کے لکھا ہے اور معلوم نہیں ممد و معاون ثلثہ کے یہ حضرات کیا رہے ہیں البتہ جو امر کہ موجب ترقی اسلام کا ہوتا تھا اُس میں شریک ہو جاتے تھے اور مشورہ نیک دیتے تھے
نہ ثلثہ کی خاطر سے بلکہ ترقی اسلام کے واسطے اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہنا موافق اُس روایت مسلم کے ہے کہ جو رسولخدا صلعم نے حذیفہ سے فرمایا کہ بعد میرے پیشوا اور ائمہ ہونگے کہ وہ میری
ہدایت اور سنت پر نہونگے اُنکی تو پیروی کرنا اگرچہ مال تیرا لوٹا جاوے اور پشت تیری زخمی ہو اور یہی حال حضرت عباس کا ہے ابو بکر اور عمر کے ساتھ اور ابو بکر اور عمر تو آپس میں دو تن
اور ایک جان تھے مقابلہ میں حضرت علی کے اور ابو بکر نے عمر سے گٹھ کر اور اُسی کی کمک سے خلافت کو غصب کیا ہے اُس عوض میں کہ میں مرونگا تو اپنی مرنے سے پہلے تجھکو خلافت کر جاؤنگا اور
یہی کیا ہر چند لوگوں نے غل مچایا اور ابو بکر سے کہا کہ تو اپنی پروردگار کو کیا جواب دیگا کہ جو ایسے بدمزاج کو ہم پر خلیفہ کر گیا لیکن ابو بکر نے کسیکا کہنا نمانا اور عمر کو خلیفہ کر دیا انکی
تعریفیں ایسی کیونکر ہو سکتی ہیں جو تقیہ پر محمول ہوں کیں حقیقت میں متفق اور متحد تھے اور حضرت علی اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی بعضی تعریفیں تقیہ پر اسواسطے محمول ہیں کہ اکثر مقامات میں انہوں نے انکی مذمت کی ہے چنانچہ
ہے اور بعضے مقام میں جو کوئی روایت بظاہر مدح پر دلالت کرتی ہوگی وہ تقیہ پر محمول ہوگی جیسا کہ دستور ہے اور مذمت کرنا حضرت علی کا ثلثہ کی اور افسوس کرنا خلافت کے جاتے رہنے کا اہلسنت کی کتابوں سے ثابت ہے کچھ شیعہ ہی اسمیں منفرد نہیں ہیں
اور تقیہ کو نفاق کہنا کام بے دینوں کا ہے اسواسطے کہ تقیہ پر کلام اللہ کی آیتیں دلالت کرتی ہیں اور نفاق کی مذمت اُسمیں لکھی ہے اور نفاق اُسکو کہتے ہیں کہ جو دل میں کفر ہو اور ظاہر میں اقرار اسلام کا کرے اور تقیہ میں دل میں ایمان
ہوتا ہے اور اظہار میں خلاف ایمان کے ہوتا ہے جیسا کہ عمار یاسر سے وقوع میں آیا چنانچہ بیضاوی میں الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر میں لکھا ہے اور رسولخدا صلعم نے عمار سے یہی فرمایا کہ اگر وہ تجھسے کہلاویں تو پھر کہہ پس تقیہ بموجب حکم
خدا کے حکم کا اتباع کرنا ہے اور ہم تو موافق حکم خدا کے چلتے ہیں اور تم اگر حکم خدا کو نہیں پسند کرتے ہو نہیں مانتے تو اپنا سر کھاؤ ہمکو اس سے کیا **قال الشیخ الاشعری** اور نیز کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ ہمنے مانا
حضرت ابو بکر نے حضرت علی اور حضرت ام ایمن وغیرہما کی گواہی کے موافق عمل نکیا لیکن وہ حکم خداوندی سے مجبور تھے خداوند کریم کا حکم یہی ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ
ہونی چاہئیں حضرات شیعہ جو خدا کی اس شہادت کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ایک حضرت فاطمہ رضی ہی نتھی بلکہ آپکی کئی بیٹیاں تھیں تسلیم نہیں کرتے اور علی ہذا القیاس
حضرت علی کا اسی تعدد بنات میں ہمصفیر خداوندی ہونا جو شیعوں کے نزدیک سچا نہوا اور اُنکا کہا مقبول ہے تو کیا بلا شبہ آئی یہاں تو یہ عذر بھی نتھا خدا تعالی اور حضرت علی

دو نو ملکر تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے زیادہ ہی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی تو قابل سند ہو اور حضرت علی اور جناب پاک کبریائی کے قابل سند نہو **اقول** ہمتو یہ کہتے ہیں کہ گواہ طلب کرنے ہی نچاہئیں تھے کہ یہ موقع گواہونکی طلب کرنیکا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی کی اور ام ایمن کی گواہی قبول کی اسواسطے کہتے ہیں کہ جابر کا تو تنہا کا قول قبول کر لیا اور حضرت فاطمہ کا قول مع حضرت علی اور ام ایمن کے قبول نکیا اور انکی گواہونکو بھی رد کیا اگر نصاب بینہ کم تھی تو کیا تہا دعوی تو ابو بکر ہی پر تہا کسی اور پر نتہا اگر قبول کر لیتے تو کچھ قباحت نتھی لیکن اُنکو تو دینا منظور نتہا اور گواہونکا ایک بہانہ تہا ان مجبوری کسی طرح کی نتھی اور خدا تعالی کی شہادت اس امر پر ہرگز نہیں ہے کہ رسولخدا صلعم کے نطفہ سے کئی بیٹیاں تہیں اور نہ حضرت علی کا قول اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور بنات کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اسواسطے آیا ہے کہ منکوحہ کی بیٹیوں کو اور متبنی کو بھی اپنی بیٹا بیٹی کہتے ہیں اور زید رسولخدا صلعم کی بیٹی نتھی بلکہ متبنی تہی اور جسوقت حضرت نے انکی زوجہ زینب سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے طعن کیا کہ اپنی بیٹی کی زوجہ سے نکاح کر لیا اور قرآن سے یہ قصہ ثابت ہے اور حضرت اسمعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا اور وہ چچا ہے انکی چنانچہ فرمایا کہ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ چچا کو خدا تعالی باپ بولا ایسے ہی متبنی اور زوجہ کی اولاد اپنی اولاد کہلاتی ہے اسواسطے خدا تعالی نے بنات فرمایا اور کبھی توسع کے واسطے ایک شخص کے واسطے جمع کا بھی لفظ لاتے ہیں جیسا کہ آیت مباہلہ میں نسائنا و نسائکم میں مراد نساء کے لفظ سے کہ جمع کا لفظ ہے حضرت فاطمہ تنہا مراد ہیں ایسے ہی بنات میں حضرت فاطمہ کے واسطے جمع کا لفظ فرمایا ہو اور پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے ہیں پس شہادت خدا تعالی کی اور حضرت علی کا قول اس امر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ سوا حضرت فاطمہ کے اور بھی کوئی دختر جناب رسولخدا کی نطفہ سے تہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے بعضی روایت میں ہے کہ حضرت کے نطفہ سے رقیہ اور ام کلثوم بھی تہیں اور بعضی میں ہے کہ حضرت کے نطفہ کی نتہیں اور ترجیح اس روایت کو بھی ہے اور ہمنے اس روایت کو کہ وہ حضرت کے نطفہ سے تہیں تسلیم کیا اب تو اپنی بات کو تسلیم کرا و کہہ کہ ابو بکر نے گواہی حضرت علی اور ام ایمن کی جو رد کی تو نہایت بیجا اور بے انصافی کی **قال الشیخ الاشعری** اور اگر مولوی صاحب کی خاطر سے اس امر فاں ہی کو تسلیم کریں کہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن اور حسنین چلدوں نے گواہی دی تہی تب قطع نظر اسکی کہ اب بھی نصاب مقررہ شہادت کو یہ شہادت نہیں پہنچی و شیعونکو جائے دم زدن نہیں شیعہ اسکا کیا جواب دینگے کہ مدائح صحابہ سے کلام اللہ تو مشحون تہا ہی اقوال عترت طاہرہ اور ملفوظات ائمہ اطہار بھی انکی صفت و ثنا سے مملو ہیں اور اماموں سے ایک دو نہیں بلکہ تین چار قول تو احقر نے بھی اس رسالہ میں نقل کئے ہیں پھر باوجود یکہ گواہی میں عدد ائمہ اطہار ہی دو سے بڑھ گیا خدا تو در کنار اعتبار نہیں کرتے اور رد شہادت اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں وائی بر دینداری شیعہ کہ صحابہ کی عداوت میں نہ خدا کا اعتبار کیا نہ ائمہ اطہار کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا خیال کیا نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دہیان پہر الٹے چور کو توال کو پکڑیں اور الٹی نکٹی ناک والونکو ہنسے مولوی عمار علی اور انکے ہم مذہب ابو بکر صدیق پر طعن کریں جنکی بزرگی کا خدا ہی گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں ان روایات کی سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسلئے انکی تکریر میں تقصیر کی ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نفرمائیں بلکہ پلٹ کر دیکھ لیں **اقول** مدائح صحابہ سے البتہ قرآن مشحون ہے لیکن ثلثہ کی کوئی مدح قرآن میں نہیں ہے وہ اس مدح سے خارج ہو گئے ظلم کرنیکے سبب سے جیسے کہ قرآن میں کل مومنین کی مدح ہے اور وعدہ مغفرت انکے واسطے ہے اور بعضے بعد جناب رسولخدا صلعم کے باوجود اس مدح کے مرتد ہو گئے چنانچہ دلالت کرتے ہیں اس پر روایات کتب اہل سنت ایسے ہی حال خلفاء ثلثہ کا ہے اور اس مدح مجمل سے جو کہ قرآن میں ہے کچھ فائدہ نہیں ہے جبتک کہ تا دم واپسیں ایمان پر قایم نرہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور معلوم نہیں وہ اقوال عترت اور ملفوظات ائمہ اطہار کون سے ہیں اگر راست گو تہا تو وہ اقوال انکے تو نے کیوں نہیں لکھے اور تین چار قول جو تو نے پہلے اس سے لکھے ہیں وہ کسی کام کے نہیں ہیں اور ہمنے انکو رد کر دیا ہے اور اعتبار ہم کیونکر کریں تو تو جو کچھ کہتا ہے وہ سب غلط ہے اور رد شہادت تو اسوقت ہوتی کہ شہادت دعوے میں آئی ہوتی اور ہم اسکو نمانتے پس یہ قول تیرا کہ وائی بر دینداری شیعہ الخ سب غلط ہو گیا اور مولوی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وائی بر دینداری اہل سنت الخ اسکی نقل ضرور ہے ہو سکتا اور خدا کے فرمانے پر اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ائمہ اطہار کے ارشاد پر ہمارا ایمان ہے اور نہایت معتبر جانتے ہیں لیکن جو ایک جھوٹ بات لکھی اسکو ہم کیونکر معتبر جانیں اور یہ بات تجہ پر ہی صادق آتی ہے کہ ثلثہ کی دوستی میں نہ خدا کا اعتبار اور نہ رسولخدا صلعم کا اور نہ ائمہ اطہار کے فرمانیکا خیال اور نہ بزرگواران مذکور کے افعال حمیدہ اور احوال پسندیدہ پر دہیان اور سر لگانے ہو ہماری جیسا کہ الٹا چور کو توال کو پکڑے اور الٹی نکٹے ناک والوں کو ہنسیں اور مولوی عمار علی صاحب اور انکے ہم مذہب ابو بکر پر کس واسطے طعن نکریں کہ جو حق علی کا اور فاطمہ زہرا جگر گوشہ رسولخدا کا غصب کرے جسکی مذمت کا کلام اللہ گواہ ہو اور ائمہ اطہار اقرار کریں کفر اسے نہیں کہتے تو اور کسے کہتے ہیں اور دشمنی اہل بیت یہ نہیں تو اور کیا شے ہے تفصیل ان امور کی اور سندیں غصب کرنے حق فاطمہ زہرا کے سب اس رسالہ میں مندرج ہو چکی ہیں اسواسطے انکی تکریر میں تقصیر کے ناظرین رسالہ ہذا بدماغی نفرمائیں بلکہ پلٹکر دیکھ لیں **قال الشیخ الاشعری** کیا ستم ہے کہ ایک روایت موضوع بے سند میں جسکا اعتبار کسی طرح نہیں ہو سکتا

اور نہ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں اسکا نشان ہی ہے یہ دیکھ لیا ہے کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ سے گواہ طلب کئے اور آنکی بات بے گواہوں نمانے اور پھر گواہوں پر بھی دعوی کو انکے مسترد کیا تو ان سب اخوان الشیاطین کا وظیفہ ہی یہ ہوگیا کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت ام ایمن کو جھوٹا جانا حالانکہ اوس روایت تکذیب اور سوء ظن کی بو تک نہیں آتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ بسبب پابندی قانون خداوندی حکم موافق مرضی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نہ دیسکے اور اپنی آیات قرآنی اور شہادت ائمہ ربانی کو جو بطریق تواترہ باسانیدہ معتبرہ ثابت ہوتی ہیں وہ کسیطرح لائق اعراض و انکار نہیں بہر صورت قابل اعتبار ہیں ہضم کئے بیٹھے ہیں اور زبان تک نہیں لاتے حالانکہ اعتبار احادیث و آثار کے لئے باتفاق ایک زن بھی کفایت کرتی ہے نصاب شہادت کی حاجت نہیں چہ جائیکہ تواتر و تکاثر **اقول** پہلے لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ لے اور بعد اسکے اس روایت کا موضوع اور بے سند ہونا زبان سے نکال کیسا بیہودہ ہے کہ یہ ایک مطلب کو دس دس بارہ بارہ دفعہ لکھتا ہے اور رسالہ کو بیفائدہ بڑھائے چلا جاتا ہے تاکہ لوگ جانیں کہ اسنے بہت کچھ لکھا ہے اور اس طوالت پر اسکو کچھ فائدہ نہوا کہ جو کچھ اسنے بکا تھا سب رد ہوگیا اور جو روایت کہ بیس تیس کتابوں میں اہل سنت کی ہے اسکو بے سند کہتا ہے ایسا ہی دروغگو ہے کہ سارا مدار اسکا دروغ پر ہے یہیں سے اسکے سب باتوں کو قیاس کرنا چاہئے اور اخوان الشیاطین تم ہو کہ اپنی کتابوں میں تمنے یہ لکھا ہے اور ہم تو تمہاری علما کے لکھنے سے کہتے ہیں کہ جابر کا تو صدق ثابت کرکے اسکے قول کو بے گواہ ہونے کے تسلیم کر لیا اور انکا قول تسلیم نہ کیا اور انکے ہی واسطے پابندی ہوئی قانون خداوندی کی اور آیات قرآنی کے اور ائمہ ربانی کی کوئی شہادت نہیں پائی جاتی تو غلط کہتا ہے اور اگر تیری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے تو اسکا کیا اعتبار ہے اور نہ تیرا تواتر اعتبار کرنیکے قابل ہے **قال الشیخ الاشعری** چونکہ یہ قضیہ بہت دور جا پڑا اور جسقدر لکھا گیا گو قلیل لیکن اہل فہم کو کافی ہے اس لئے عرض رسا ہوں کہ اگر بالفرض بالفرض محال روایت ہبہ اور قضیہ طلب گواہان صحیح بھی ہو تب دامن حال صدیق اکبر لوث خطا اور آلودگی جفا سے صاف و مصفی ہے مصداق روایت منہج الکرامت ابن مطہر حلی سے یہ بات تو صاف ہی معلوم ہوگئی کہ گناہ حق تلفی فدک تو حضرت ابوبکر صدیق اپنے سر نہیں لیگئے باقی رہا ان سے گواہوں کا مانگنا اور حضرت جابر سے گواہوں کا نہ مانگنا تو اول تو وجوہ متعددہ اسکی مرقوم ہو چکی اہل فہم سمجھتے ہیں کہ وہ وجوہ کیسے برجستہ اور ایک سے ایک چڑھتے ہوئے ہیں **اقول** ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ بیان کرتا ہوا چلا گیا ہے اور مفید مطلب ایک بات بھی نہیں لکھی اہل فہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہے لغو لکھا ہے اور روایت ہبہ کو محال لکھتا ہے جو اسکی بہت کتابوں میں لکھی ہوئی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی ڈوم کے تیر لگا تھا اس نے کہا کہ خدا کرے کہ نہ لگا ہو بھلا جو چیز کہ کتابوں میں لکھی گئی ہے اسکا وقوع محال کیونکر ہوگا اور ابوبکر کا دامن حال لوث خطا اور آلودگی جفا سے ہرگز صاف نہوگا اسواسطے کہ فدک کا غصب کرنا ثابت ہوگیا ہے اور روایت منہج الکرامت سے گناہ حق تلفی ابوبکر سے دفع نہیں ہوا بلکہ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ گناہ حق تلفی میں ابوبکر اور عمر دونوں شریک ہیں اور حضرت فاطمہ سے گواہوں کی طلب کرنیکی اور حضرت جابر سے طلب نہ کرنیکی وجوہ جو لکھی ہیں ہم انکو باطل کر آئے ہیں اور وہ وجوہ کسی کام کی نہیں ہیں برجستہ ہونا تو درکنار **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں ابوبکر صدیق کچھ معصوم نتھے امام مجتہد تھے اور مجتہد سے اہل سنت کے نزدیک خطا بھی ہو جاتی ہے بلکہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے اور یہ بات تو شیعوں کو بھی چار ناچار ماننی پڑیگی کیونکہ سورہ انبیاء میں کوع و نوحا اذ نادی من قبل کی شروع ہی میں ایک کھیتی کے تنازع کا جو مقدمہ حضرت داؤد کے دربار میں پیش ہوا تھا مذکور ہے سو اس قصہ میں جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی رائے مختلف ہوئی اور خدا نے حضرت سلیمان کے رائے کو پسند کیا چنانچہ فرماتے ہیں ففہمناہا سلیمان یعنی ہمنے سمجھا دیا وہ فیصلہ سلیمان کو تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد سے جو بالاتفاق نبی ہیں اور معصوم ہیں اجتہاد میں غلطی ہوئی سو اسیطرح حضرات شیعہ اگر ابوبکر صدیق کو بعذر غلطی اجتہاد معذور رکھیں اور یوں سمجھیں کہ ابوبکر صدیق نے یا حضرت جابر سے گواہوں کی نہ طلب کرنے میں غلطی کی یا حضرت فاطمہ سے گواہوں کے طلب کرنیمیں غلطی کہائی تو کیا نقصان ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ جسکے خدا اور ائمہ تعریف کریں اسکے برا کہنے سے بچ جائینگے **اقول** جو کچھ ابوبکر نے کیا وہ خطائے اجتہادی ہرگز نتھی کہ مقابلہ میں کلام اللہ کے اجتہاد باطل ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی زبردست سینہ زوری سے کیکا مال دبا بیٹھے تو وہ اسکے اجتہاد پر محمول ہو خوب اجتہاد ہے اہل سنت کا کہ لوگوں کا مال کہا جانیکو خوب قانون ایجاد کیا ہے اور اگر اس ظلم کو اجتہاد کہتے ہیں تو شیعہ جو خلفاء ثلثہ پر تبرا کرتے ہیں یہ بھی ایک اجتہاد انکا ہے اسواسطے کہ خواہ مخواہ تو انکو برا کہتے ہی نہیں ہیں بلکہ روایات سے ثابت کرکے کہتے ہیں انتہائی کار یہ ہے کہ ان سے اس اجتہاد میں خطا ہوگی تو بھی مستحق ایک اجر کے تو ہونگے پھر تم انکو برائیوں کہتے ہو اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ثلثہ سے جو خطائیں سرزد ہوئی ہیں تو اسواسطے انبیاء کو بھی خطاکار مقرر کر دیا ہے یہ کہنے کو کہ انسے کیا خطا ہوئی ہے دیکھو انبیاء سے بھی خطائیں ہوئی ہیں تو اور ثلثہ کے عیوب کو تو ایسا چھپاتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور جو کسی پیغمبر سے ترک اولی وقوع میں آیا ہے اسکو بکمال بشاشت ظاہر کرتے ہیں یہانتک کہ ایک کتاب لکھی ہے اور نام اسکا تخطیۃ الانبیاء رکھا ہے اور تخطیۃ الخلفاء کوئی کتاب نہ لکھی جیسے کہ شیعہ ثلثہ کی خطائیں نکالتے ہیں ایسے ہی یہ انبیاء کی خطائیں نکالتے ہیں اور جیسے کہ یہ ثلثہ کی خطاؤں کا جواب دیتے ہیں ایسے ہی شیعہ انبیاء کی خطاؤں کا جو کہ یہ نکالتے ہیں جواب دیتے ہیں اور بھلا انبیاء کو اجتہاد کی کیا احتیاج تھی جس وقت کہ خدا تعالی وحی کا نازل کرنیوالا موجود ہو

اجتہاد تو وہ کرے کہ جو حکم دینے میں مجاز ہو خدا کی طرف سے اپنی رائے سے حکم دینے کا اور رائے سے حکم دینے کا کہیں حکم ہی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما ینطق عن الھویٰ اور اگر انبیاء کو حکم اجتہاد کا ہوتا تو جناب رسول خدا صلعم وحی کی منتظر کاہیکو رہتے دیکھو تفسیروں میں جو دیکھا گر کسی نے کچھ حضرت سے پوچھا ہے تو حضرت نے اگر اسکا حکم معلوم نہیں ہوا ہے تو کچھ جواب نہیں دیا ہے بلکہ منتظر وحی کے رہے ہیں جب وحی نازل ہوئی ہے تو جواب دیا ہے اور اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو اپنی رائے اور قیاس سے کہدیتے اور اگر انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہوتی تو اُنکے قول کا کیا اعتبار ہوتا اور اُنکی بات کی ساری پت جاتی رہتی اور جسوقت کہ اُنکو وحی سے یقینی امر کا حاصل ہونا ممکن ہو تو وہ اجتہاد کے ظنی بات پر کیوں عمل کرینگے کسیکی عقل میں بھی آتا ہے یقینی کو چھوڑ کر ظنی کی طرف جانا اور تماشا یہ ہے کہ انبیاء کے اجتہاد میں صواب ہی نہیں بلکہ خطا ہی ہوتی ہے چنانچہ کہتا ہے کہ مجتہد تو مجتہد انبیاء سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام کا جو قصہ ہے اُس میں حضرت داؤد نے ہرگز اجتہاد نہیں کیا اور نہ اُسمیں اُنسے خطا سرزد ہوئی ہے بلکہ حضرت داؤد نے جو حکم دیا تھا وہ بھی موافق وحی کے تھا کہ انبیاء سابقین کا وہ حکم تھا اور اسیطرح پہلے سے چلا آتا تھا حضرت داؤد نے اپنی رائے سے اجتہاد کرکے نہیں کہا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالیٰ نے اُسطرح سے تفہیم کیا تھا جس طرح سے کہ اُنہوں نے حکم دیا یہ حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اور حضرت داؤد کا حکم منسوخ ہوگا اور اکثر ایسا ہوتا رہا ہے اور بعد اُسکے جو قرآن میں ہے وکلاً آتینا حکماً وعلماً اُس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے حکم۔ موافق وحی کے تھے اور یہ قصہ ایک شخص کا ہے کہ اُسکی زراعت کو کسی شخص کے گوسپندیں کہا گئی تھیں اور وہ اپنا قصہ واسطے فیصلہ کے حضرت داؤد کے پاس لیگئے تھے اور تفسیروں میں مفصل اسکا ذکر ہے اور فہمنا کا یہ مطلب کیونکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے سلیمان کی رائے کو پسند کیا معلوم نہیں کہاں سے گھڑتا ہے اُسکا مطلب تو یہ ہے کہ ہمنے تعلیم کیا اور سمجھا دیا وہ حکم سلیمان کو جو حکم کہ اُسنے دیا تھا اور دیکھو طرفہ بات یہ ہے کہ کہتا ہے کہ داؤد نبی اور معصوم تھے اُنسے غلطی ہوئی بھلا یہ ہوسکتا ہے اجتماع ضدین کہ معصوم ہو کر غلطی کرے یہ غلطی حضرت داؤد کی ابوبکر کی خاطر سے نکالی ہے اس لیئے کہ گو پیغمبر پر حرف آئے لیکن ابوبکر پر کوئی حرف نہ آئے اور ابوبکر کیونکر معذور ہوسکتے ہیں کہ یہ غلطی اُن سے عمداً سرزد ہوئی ہے کہ اگر اہل بیت کے پاس فدک رہیگا تو اُنکو ایک قوت بہم پہنچے گی انکا دست نگر ہی رہنا اچھا ہے اور فدک کے ضبط کرنیکو ایک بہانہ گواہوں کا تھا ورنہ گواہوں کی طلب کرنیکی کچھ احتیاج ہی نہ تھی جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اور جابر سے گواہ طلب نکرنے میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ جابر سے تو گواہ اس سبب سے طلب نہ کئے کہ وہ صحابی پیغمبر کا تھا جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اور فاطمہ زہرا کیا جھوٹی تھیں وہ جابر کی برابر بھی وہ صدق میں نتھیں کہ اُن سے گواہ طلب کئے اور خدا اور ائمہ نے اُنکی تعریف ہرگز نہیں کی ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یوں بھی ناک سیدھی نہیں ہوتی تو نہ سہی حضرت ابوبکر صدیق سے نعوذ باللہ اول مرتبہ میں نیت بد ہی تھی اور اس سبب سے ٹالتے تھے کہیں گواہ طلب کئے کہیں جھوٹی روایت خدا کہنے والوں کو پکڑے بنالی تھی لیکن روایت منہج الکرامت ابن مطہر حلی اثبات پر شاہد ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وعظ اور پند سے اُنہوں نے فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کردیا اس سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اس گناہ سے توبہ کی کیونکہ وعظ سبب جو کوئی کسی گناہ سے باز آئے تو وہ توبہ ہی ہوتی ہے توبہ کے اور کچھ سر سینگ نہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یعنی توبہ کرنیوالا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کا نکرنیوالا یعنے جیسے وہ عذاب خداوندی سے ناجی ہے ایسے ہی یہ بھی ناجی ہے معہذا اگر توبہ نکرتے جب کچھ اندیشہ نتھا کیونکہ بشارات آیات مذکورۃ الصدر اُنکے ساتھ خداوند صادق القول نے وعدہ مغفرت گناہان کرلیا ہے مومنیوں کو یہانتک کچھ نہیں کیونکہ اُنکی اصطلاح کے موافق ابوبکر صدیق ولی ہیں نبی نہیں جو معصوم ہونا ضروری ہو

اقول ابوبکر کی نیت ہمیشہ بد ہی ہے کبھی درست ہی نہوتی اور منہج الکرامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے فدک کا کاغذ لکھا اور عمر نے ابوبکر کے ہاتھ میں سے وہ کاغذ لیکر پھاڑ ڈالا چنانچہ ہم پہلے اُس سے لکھ آئے ہیں اور ابوبکر نے سامنے عمر کے دم نمارا اور اُس پھاڑ ڈالنے کو تسلیم کیا اور عمر کی رائے کو پسند کرکے پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ اپنی توڑ ڈالی اور اُس سے پہلے ہی سختی اور بے انصافی برآگئی اور یہ عمر کے کاغذ پھاڑ ڈالنے کا ذکر اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہے مثل انسان العیون اور سیرت سبط ابن جوزی کے لکھا ہوا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فدک مال فقرا نتھا اسواسطے کہ اگر مال فقرا ہوتا تو ابوبکر حضرت فاطمہ کو کاغذ لکھ کر کاہیکو دیتے اور جسوقت دینا منظور ہوا تو روایت لانورث کی بنالی سو توبہ تو اپنی ابوبکر نے توڑ ڈالی عمر کے کہنے سے اور پھر کاغذ نہ لکھا اور توبہ کرنیوالوں میں محسوب نہیں ہوئے اور شہادت اُنکی واسطے کوئی نہیں ہے اور وعدہ مغفرت تو قرآن میں سب مومنین کے واسطے ہے اگر تادم واپسیں اپنے ایمان پر قائم رہے اور حال یہ ہے کہ بعد رسول خدا صلعم کے سیکڑوں مومنین مرتد ہوگئے تھے اور اہل سنت باوجود ایسے صدور لغزشیہ کے اگر کسیکو بے سند ولی کیا بلکہ نبی بھی بنا دیں تو اُنسے بعید نہیں ہے اسواسطے کہ معاویہ کہ جسکو جناب رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے اور حضرت علی کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا ہے خلیفہ حق اور امام صدق جانتے ہیں اور اُنکی اصطلاح تو یہ ہے کہ یزید بھی اُنکی نزدیک مومنین کاملین سے تھا جیسا کہ امام غزالی لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو کہ دشمنان اہل بیت ہیں وہ اُنکے نزدیک بہت اچھے ہیں **قال الشیخ الاشعری**۔ یہ مشکل تو شیعوں کو ہے شیعہ اور اخوان جنہی صحیفہ کاملہ حضرت سجاد زین العابدین دیکھا ہے یا سنا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت سجاد جو موافق عقیدہ شیعہ معصوم ہیں اور دست برد شیطان سے مطمئن اپنی حق میں کیا فرماتے ہیں کہ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ یعنی شیطان نے

میری باگ پکڑلی ہے بدگمانی نے اور ضعف یقین میں اور مجھے شکایت ہے اُسکے بُرے پڑوس اور اپنے نفس کے مطیع شیطان ہوجانیکی فقط اب التماس یہ ہے کہ امام کو جب بات جھوٹی تو ہو ہی نہیں سکتی خاص کر شیعوں کے نزدیک نہیں تو کافر ہوجائیں پھر جو شیطان کے حضرت امام زین العباد پر یہ چیرہ دستی ہے تو اسکا کیا جواب اُنکے لئے تو کلام اللہ میں کوئی ایسا وعدہ بھی نہیں جسکو سنکر اُنکے جنتی ہونیکا یقین ہوجائے اور کسی طرح کا احتمال باقی نرہے گو شیعہ بجای خود اُنکو معصوم و مغفور اور ہم محفوظ و مغفور سمجھتے ہیں معہذا سوء ظن اور ضعف یقین اور طاعت نفس ایسے الفاظ ہیں کہ خطاء فی الاجتہاد پر بھی منطبق نہیں ہوسکتے علے ہذا القیاس نہج البلاغۃ میں جو مجموعہ خطب حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ہے اُس میں ایسے ایسے مضامین مندرج ہیں اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ کلام اللہ میں بہت سے انبیاء کی نسبت مذکرہ خطا ہے حضرت آدم اور حضرت یونسؑ کا قصہ مشہور و معروف ہے سوان سبکے مقابلہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے ارادہ غصب بہت ہی تھوڑا ہے کیونکہ وہ معصوم نتھے اسے پروردگار بے نیاز اس سراپا نیاز اور اخلاص کی جان تو آگاہ ہے کہ کسقدر میرے دل میں بہ نسبت حضرت زین العباد و دیگر ائمہ اطہار و انبیاء کبار اخلاص اور اعتقاد اور محبت اور نیاز ہے یہ جو کچھ لکھا جاتا ہے بایں نظر نقل کفر کفر نباشد حضرات شیعہ کی کفریات کے مقابلہ میں لکھا جاتا ہے **اقول** کلام امام زین العابدین کا ازراہ کسر نفس اور عجز اور تواضع کی ہے کمال خشوع اور خضوع کے ساتھ کہ جسقدر احسانات اُسکے ہیں اُنکے شکر کی استطاعت میں نہیں رکھتا ہوں اور گناہوں کو وسوسہ شیطان کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں سو اسلئے امام نے ایسا فرمایا اور اس عجز اور انکساری کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایسا وقوع میں آیا ہو اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں اگر وقوع میں نہیں آیا تو کیا جھوٹ کہا ہے اسواسطے کہ آدمی گناہ نہیں کرتا ہے اور پھر درگاہ خدا میں ظاہر کرتا ہے کہ میں بڑا گنہگار ہوں جیسا کہ طریقہ انبیاء اور مقربان درگاہ خدا کا ہے اور خدا کی درگاہ میں تعلی اور گستاخی کا کلام نہیں کرتے ہیں جیسے کہ عثمان ہارونی نے کہا کہ فلانے کو بیٹا دی نہیں تو سونا مارونگا یا خدا سے روٹھکر اور ڈاڑھی منڈاکر بت خانہ میں جابیٹھے جیسا کہ اہل سنت کی اولیاؤں کا طریقہ ہے اور یا کہنا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں خدا ہوں پاکی سے یاد کرو مجھکو کہ کیا بڑی ہے شان میری جیسا کہ بایزید بسطامی نے کہا تھا اور درگاہ خدا میں تو کلمات عجز چاہئیں اور اقرار گناہ ہو گا گو گناہ وقوع میں آئی ہوں ایسے کلمات پر اعتراض نہیں بلکہ یہ کلمات قابل مدح کے ہیں جناب رسولخدا صلعم گناہوں سے اپنے استغفار کیا کرتے تھے اور حال یہ ہے کہ وہ معصوم تھے اول عمر سے آخر تک پھر یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ وہ حضرت تو جھوٹ بول سکتے ہی نتھے گناہ کیا کرتے ہونگے جو استغفار کرتے ہیں مسلمان تو کوئی کہنے کا نہیں سوا اسکے کہ تو سب انبیاء کو خاطی لکھتا ہے ابوبکر کی رعایت سے اور حضرت سجاد نے بھی یہ کلمات مقام مناجات میں سرزد ہوئی ہیں اپنی قصور شکر اور عبادت میں اور سب جانتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تھے اور اسیواسطے اُنکا لقب سجاد اور عابد اور زین العابدین ہوگیا ہے اور جو ازراہ عاجزی کے اُنہوں نے اپنی پروردگار کے سامنے عرض کی تو اسکو یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ جھوٹ تو کہتے ہی ہونگے حضرت عمر کہتے تھے کہ واللہ انا من المنافقین چنانچہ بخاری میں لکھا ہے سن چاہئے کہ منافق ہونا اُنکا واقع ہوجائے اور یہ کلمہ لوگوں کے سامنے کہتے نہ خدا کے سامنے اور قسم کھا کر کہتے کہ قسم ہے خدا کی میں منافقوں میں سے ہوں اور یہ عاجزی اور کسر نفس کی جہت سے بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ انکساری کی جہت سے اپنے تئیں گنہگار اور خطاکار کہتے ہیں اور کافر اور منافق اپنے تئیں کوئی نہیں کہتا ہے اور حضرت سجاد نے کسر نفسی سے ایسا کہا تھا لیکن حضرت سجاد نے کسیکا حق غصب نہیں کیا تھا اور ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام کی زلات جو قرآن میں مرقوم ہیں ویسے نہیں ہیں کہ اُنہوں نے کسی کی حق تلفی کی ہو اور وہ تو معصوم تھے سب کے نزدیک اور ایسے ہی حضرت علی اور حضرت سجاد ہمارے نزدیک معصوم ہیں اُنکے قول میں اور فعل میں تاویل کی جائیگی اور ابوبکر کسیکی نزدیک معصوم نتھے کہ اُنکے قول اور فعل میں تاویل ہو چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ غیر معصوم کے باب میں تاویل نہیں ہوسکتی اور غصب فدک بہت بڑا سخت گناہ ہے کہ حق الناس ہے اسکی خطا کو انبیاء کی خطاؤں سے کیا نسبت کہ وہ ایسی نہیں ہیں اور پھر اُنمیں گنجائش تاویل کی ہے اور ابوبکر کی خطا میں گنجائش تاویل کی نہیں ہے اور ابوبکر کے واسطے جنتی ہونیکا یقینی وعدہ کونسا ہے کیا ابوبکر کا نام لکھا ہے قرآن میں اور قرآن میں وعدہ یقینی ہوتا تو دس رونکی قطعی جنتی ہونیکی روایت کی وضع کرنیکی حاجت کیوں ہوتی قرآن سے تو جنتی ہونا اُنکا ثابت ہی تھا اور اگر صحابہ سے بالاجمال وعدہ جنتی ہونیکا کیا ہے تو مطلق مومنین سبھی سے وعدہ ہے قیامت تلک جو کہ ایمان لائے اور حضرت سجاد مومنین میں اجل ہی تھے اور بعد اسکے جو کچھ عذر لکھا ہے اپنی برات کے واسطے یہ نہایت پوچ اور بیجا ہے قطع نظر حضرت امیر اور حضرت سجاد کے کہ انبیاء کو تو یہ لوگ کبھی معصوم ہی کہنے لگتے ہیں لیکن ابوبکر کی رعایت کے واسطے اُنکو بھی نچھوڑا آخر کار اُنکو خطاکار ٹھیرایا اور مشہور اور معروف کا حوالہ دیا اور حال یہ ہے کہ ہم اس میں انکے شریک نہیں ہیں اور جو امر کہ اُنسے صادر ہوا ہے ہم اُسکو خطا نہیں کہتے ہیں اور یہ ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو خاطی ٹھیراتے ہیں زور شب ہے ایسے مذہب کو جو خطاکرنیوالوں کی خاطر سے معصوموں اور بے خطاؤں کو خطاکار ٹھیرائیں اور کفریات کی باتیں بیان کرکے آتش جہنم کو اپنے واسطے مہیا کریں **قال الشیخ الاشعری**۔ اب آگے سنئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب لکھتے ہیں اور اب اور سننا چاہیئے کہ جب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جانا کہ ابوبکر نے مجھے ہبہ فدک میں جھوٹا سمجھا تو اس معصومہ نے دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر سے کہا کہ میں پیغمبر صلعم کی بیٹی ہوں مجھکو اُن حضرت کا مال ارث میں پہنچتا ہے اور فدک میرے باپ کا

مال ہی مجھے دیدی اُسوقت ابو بکر نے ایک جھوٹی روایت قرآن کی خلاف بنا کر کہا کہ مین نے پیغمبر خدا صلعم سے سنا ہے وہ حضرت فرماتے تھے کہ انبیا کا مال صدقہ ہے کسیکو اُنکے وارثوں میں سے نہیں پہنچتا
اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وارثوں میں بیٹی سے نہ اپنی بیبیوں میں کسی سے نہ کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچتا تم دعوی نکرنا اور حکم
خدا کا جو اُنکے واسطے تھا اُسکو چھپا رکھا اور ایک شخص اجنبی سے کہ اُسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا صلعم کی وراثت میں نتھا اُسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسری صحابی سے نکہا انتہی بلفظہ **اقول** کچھ
مولویصاحب نے وراثت کے باب میں لکھا ہے نہایت سخیف ہے جیسے دعوی فدک کا مضمون نہایت سست اور کمزور تھا اور دعوی ہبہ میں اس شیخ نجدی نے بہت ہاتھ اور پاؤں مارے لیکن جو اسکا قول اس سے نہو سکا اور جو کچھ اُس
نے لکھا تھا ہمنے وہ سب ذکر دیا اور وراثت کے باب میں جو کچھ اس نے لکھا ہے اُسکو بھی انشاء اللہ تعالی رد کئے دیتا ہوں اور اسکی زبان درازیوں اور بیہودہ گوئیوں کو خاک میں ملا دیتا ہوں منتظر رہنا چاہئے
قال الشیخ الاشعری مولویصاحب تو فرمایئے اب ہماری بھی سنیے قدما و بزرگان شیعہ بوجہ وراثت فدک کے سابق میں ابوبکر صدیق پر طعن کیا کرتے تھے جب اہل سنت سے جوابات معقول
اس اعتراض کے اُن نامعقولوں نے سنے اور مجال دم زدن باقی نرہی تو اُنکے لواحق نے روایات ہبہ تراش کر بڑی دھوم دھام سے طعن شروع کیا اور اس دعوی کے ثبوت تک پہنچانیکے بہت حیلے
کئے یہانتک کہ کتب غیر مشہورہ اہل سنت میں بھی الحاق کیا اور سنی بنکر طالب علمان اہل سنت کو دھوکا دیا اور اس روایت کو روایت کیا لیکن یہ فریب بھی چلا اور بسبب وضوح کذب آیت
مذکورہ اور کھلجانے حال راویان روایت اور غیر معتبرہ اور غیر مشہورہ ہونے اُن کتب کے جنمیں روایت پائی جاتی ہے اول تو یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگئی دوسرے خدا ساز دروغ واضعان
روایت کام آیا اور بمقتضاء مثل مشہور دروغگو را حافظہ نباشد روایت تو بنائی پر بنانی نہ آئی یہ بھول گئے کہ ہبہ بے قبض موہوب مفید ملک نہیں اور نیز ایک مرد اور ایک عورت اور ایک عورت یا دو لڑکوں کی
مدعی ثابت نہیں ہو سکتا بہرحال اُنہوں نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی لیکن قربان جایئے خداوند عظیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرشناسی اور طرفداری کے کہ ابوبکر صدیق کی طعن سے بری
کرنیکی پہلی ہی وہ تدبیریں کری جسکے سبب شیعوں کو طعن کرنے کے بجز غوغا اور شور غوغا اسکا نہ اور کچھ حاصل نہو خداوند کریم نے تو گواہی کی اعتبار کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی
قید لگادی اور جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات والتسلیمات نے تا دم آخر اپنا تصرف رکھا اسلئے ناچار ہو کر شیعیان خراب طینت کو مکر اپنی عاقبت کی خرابی کرنیکا فکر ہوا
وصیت کی روایت تراشی مگر پھر وہی بات ہے کہ جھوٹی بات پاؤں نہیں چلتی یہ نسمجھے کہ وصیت تو اُس مال میں جاری ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو جب میراث جاری ہی نہیں تو وصیت کے
کیا معنی **اقول** جو کچھ پہلے لکھ چکا ہے یہ شیخ اور ہم اسکو رد کر چکے ہیں پھر اسی کا ذکر کرتا ہے اور اپنی تقویم پارینہ کو بار بار پیش کرتا ہے اسکے فریب و مکاری کو دیکھنا چاہئے کہتا ہے کہ پہلے بوجہ وراثت
فدک شیعہ طعن کیا کرتے تھے اور اُسکا جواب پایا تو روایات ہبہ تراشی کیسا دروغگو ہے کہ کوئی بھی اسکی بات دروغ سے خالی نہیں اسواسطے کہ یہ طعن ہبہ فدک کا جدید نہیں ہے بلکہ دعوی ہبہ اور
دعوی میراث کے دونوں اعتراض قدیم سے چلے آتے ہیں سید مرتضی علیہ الرحمۃ کہ جنکو نو سو برس کا زمانہ ہوا رد مین قاضی عبد الجبار کے کتاب شافی انکی موجود ہے اور ہبہ فدک کے مقدمہ میں سید علیہ الرحمۃ
نے اقوال قاضی کو رد کئے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ اُنکے بعد یہ اعتراض تراشا ہے اور حال یہ ہے کہ ہمیشہ سے یہ اعتراض چلے آئے ہیں اور اہل سنت سے آجتک جواب اُنکا نہو سکا ہے کہ مقدمہ میں کبھی اپنی
کتابونکی روایتونکا انکار کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ شیعوں نے ہماری کتابوں میں وہ روایتیں داخل کر دی ہیں بھلا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور ہم سب کو رد کر چکے ہیں اور پھر بکے جاتا ہے اور
کہتا ہے کہ کتب غیر مشہورہ میں الحاق کر دیا ہے بھلا تفسیر درمنثور اور تفسیر کبیر اور شرح مواقف اور صواعق محرقہ اور معارج النبوۃ اور کنز العمال وغیرہ جن میں روایت ہبہ کرنیکی اور دعوی ہبہ کی ہے کیا
مشہور نہیں ہیں کیسا دھوکا دیتا ہے یہ شیخ نجدی اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں نے الحاق کر دیا ہے کہ یہ روایت ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہے لعنت اُسکے جواب میں کئی مرتبہ لکھ چکا
ہوں کہ جس نے یہ روایت اُن کتابوں میں داخل کی ہے اُسپر اور اُنکے اہل مذہب سب پر لعنت کرو اور جب اسقدر کتابوں میں روایت موجود ہو تو ہرگز غیر معتبر نہیں ہو سکتی اور اگر کسی شیعہ
نے دھوکا دیکر یہ روایت سنیوں کی کتابوں میں داخل کر دی ہوتی تو کوئی سنی تو کہتا کہ یہ روایت شیعوں کی داخل کی ہوئی ہے مگر کسی نے ایسا نہیں لکھا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کو جب اسکا
جواب نہ آیا تو نصر اللہ کابلی مفتری کی پیروی سے اُنہوں نے ایسا لکھا ہے اور اُنکی پیروی سے یہ شیخ لکھتا ہے اور ہبہ اگرچہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے لیکن حضرت فاطمہ کا قبضہ تو فدک پر موجود تھا اور
رسولخدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابونمیں موجود ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت فاطمہ کا قبضہ تو اُسپر نہوا ہو
اور پھر دعوی ہبہ کا ابوبکر سے کیا ہو کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں کہ ہبہ بے قبضہ صحیح نہیں ہے اور پھر بدون قبضہ کے دعوی ہبہ کا کرتیں تم جانتے ہو کہ جیسے کہ خلفا ثلاثہ جاہل تھے مسائل میں
ایسے ہی فاطمہ بھی ہونگی اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہبہ کا تو گواہوں کے طلب کرنیکی اُسوقت احتیاج ہی نتھی بلکہ بمجرد دعوے کے دینا چاہئے تھا جیسا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے اور معلوم ہوا تیری نزدیک فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا تھا کہ خدای عظیم اور رسول کریم نے قدرشناسی اور طرفداری ابوبکر کی واسطے اُنکے اوپر سے طعن کے دفع کرنیکو قید دو مرد یا ایک مرد
اور دو عورت کی لگادی اور حضرت نے اپنے قبضہ میں تا دم آخر رکھا اور حال یہ ہے کہ ابوبکر سے طعن دفع ہی نہیں ہو سکتا اور وہ اس غصب سے بری نہیں ہو سکتے آخرت میں بیشک اُنسے مواخذہ ہوگا
اسواسطے کہ وہ فاطمہ اور علی دونو کو صادق جانتے تھے اور حیلہ شرعی کو ظاہر کرکے گو فاطمہ زہرا کو فدک نہ دیا لیکن جسوقت خدا کہیگا کہ دعوی فاطمہ زہرا کا تیری اوپر تھا اور تو اُسکو راست گو بھی جانتا تھا پھر اُسکو
کیوں نہ دیا اور گواہ اُس سے کسواسطے طلب کئے کیا مدعی علیہ تیری سوا کوئی اور شخص تھا کہ اُسکے اطمینان کے واسطے تو نے گواہ طلب کئے تو اُسوقت خلیفہ صاحب کیا جواب دینگے اور ان خرافات

دیکھنا چاہئے کہ اپنی عاقبت کیسے خراب کرنیکے واسطے ایک اور طوفان کھڑا کیا ہے کہ وصیت کا اعتراض اپنی طرف سے ایجاد کرکے شیعوں کیطرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ اعتراض
کرتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو فدک دیدینے کی وصیت کی تھی لیکن ابوبکر نے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور حال یہ ہے کہ کسی کتاب میں ہمارے یہ طعن نہیں لکھا ہے معلوم
نہیں مولوی عبدالعزیز صاحب کو کون امر باعث ہوا اس طعن کے ایجاد کرنیکا اور انکی پیروی سے بے سند و بے تحقیق یہ شیخ بھی لکھتا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ وصیت تو اسی مال میں جاری
ہو سکتی ہے جسمیں میراث جاری ہو باطل کرتا ہے اسکو قول صاحب صواعق محرقہ کا جواب میں اس اعتراض کے کہ علی کو خچر اور تلوار رسولخدا صلعم کی کسواسطے ابوبکر نے دیے کہ وہ تو حلال نہیں تھی
چنانچہ لکھتے ہیں صواعق محرقہ میں کہ وعن الثالث انہ لم یدفع ذلک لعلی میراثا ولا صدقۃ لما مر بل بطریق الوصیۃ منہ الیہ علی ما ورد حاصل یہ ہے کہ اور جواب تیسرے اعتراض سے یہ ہے کہ نہیں دفع
کیا واسطے علی کو یعنی نہیں دیا علی کو خچر اور تلوار ابوبکر نے باعتبار صدقہ کے اور نہ میراث کے جیسا کہ گذرا ہے بلکہ بطریق وصیت کے رسولخدا صلعم کیطرف سے طرف علی کی جیسا کہ وارد ہوئی **قال**
الشیخ الاشعری القصہ جب سد باب سے بھی قافیہ تنگ ہوا تو علماء شیعہ کو سخت دشواری پیش آئی کہ نہ طعن کئے بن پڑی اور نہ چپ رہے سے کام چلے ہے اگر طعن کریں تو کس منہ سے کریں اور
خاموش ہو بیٹھیں اور مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام شیعہ کو کیا منہ دکھلائیں اور نذرونیاز کس سے لیں اور اموال اموات کو کیونکر ہضم کریں باقیماندگان شیعہ نے اپنے متقدمین کے انہیں گونہ ہائے ستر
مذکورۃ الصدر کو کمی بیشی کرکے زبان پر رکھا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو مولوی عمار علی صاحب نے اپنے رقیمہ کریمہ مسمی بہ میر زاد علی صاحب میں ایسا کیا ہے لیکن بحکم مثل مشہور عیب کے بکو ہنر
چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ مضامین مندرجہ رقیمہ کو جو فی الجملہ بطرز جدید میں اپنے آپ تراشتے ہوں یہ بات کہ کہیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے قبضہ کی تحریر لگائی کہیں حضرت
علی اور حضرت ام ایمن کی گواہی کیساتھ حسنین صلوات اللہ علیہم کی گواہی بڑھائی کہیں ہبہ اور میراث دونو کی نسبت بترتیب کور دعوی کرنیکا دعوی کیا کہیں حضرت عمر کے کاغذ
پھاڑ ڈالنے کا بزعم خود الزام دیا کسی بڑی مکار یکتائے روزگار کی چالاکی نظر آتی ہے یہ مولویصاحب بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست و نیز بغرض فروغ مذہب سراسر دروغ ان بہتانوں کو نقل کرکے
تنہائی میں جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی سنی واقفکار کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو یہ سب بوجھک بھول جاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ
بہت سی چھینا جھپٹی میں فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور بہت سے جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جائینگے لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب اہل سنت میں قوت اور کیوں نہو سچی بات سچی
ہی ہوتی ہے کہ علماء تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی جواب دندان شکن سے شیعوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کا جو کچھ حال کاڑا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہی
ہو چکا اسی پر اس اعتراض کو بھی قیاس کر لیجئے ۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا **اقول** واضح ہو کہ ہم لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتابوں سے کہ جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو
فدک ہبہ کیا اور دیدیا اور بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر نے وہ فاطمہ زہرا سے چھین لیا اور انکے قبضہ سے نکالکر اپنے قبضہ میں کرلیا اور حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ابوبکر سے کہ میرے باپ نے یہ مجھ کو دیا ہے
تو مجھ سے کیوں چھینتا ہے اسوقت ابوبکر نے کہا کہ اگر تمکو تمہارے باپ نے دیا ہے تو اسکا گواہ کون ہے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن نے گواہی اسکی دی تو ابوبکر نے کہا کہ گواہ پورے نہوئے دو مرد
یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئے تھیں اور یہاں ایک مرد اور دو لڑکے اور ایک عورت ہے اور فدک کو ضبط کرلیا اور جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اس مقدمہ میں بہت کہا تو ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو
کاغذ فدک کی واگذاشت کا لکھدیا لیکن عمر نے وہ کاغذ دیکھا اور پڑھا تو اس کاغذ کو پھاڑ ڈالا اور ابوبکر کو بھی رائے عمر کی پسند آئی اور حضرت فاطمہ فدک سے محروم ہوگئیں یہ سب اہلسنت کی کتابوں
میں لکھا ہے جسکو یہ شیخ لکھتا ہے کہ کہیں یوں کہتے ہیں اور کہیں یوں کہتے ہیں اور شیعہ انکی کتابوں کے لکھے ہوئے کے موافق ان پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ شیعوں کے ایسے اعتراض ہیں کہ ہرگز اہل سنت
سے دفع نہیں ہوسکتے اور جو کچھ جواب میں لکھتے ہیں وہ کافی نہیں ہے مولوی عبدالعزیز صاحب نے ہر چند کوشش کی جواب دینے میں اور ہاتھ پاؤں مارے اور ایسی ہی مقدموں میں ایک
کتاب لکھی اور نام اسکا تحفہ رکھا لیکن شیعوں کے علماء نے اسکو بالکل رد کردیا اور ایسے جواب دندان شکن لکھے کہ پھر اہل سنت کے علماء کو یارا اسکے جواب کا نہوا اور جب قافیہ انکا تنگ ہوا اور علماء
اہل سنت کو دشواری پیش آئی کہ نہ جواب لکھے بن پڑے ہے اور نہ چپ رہے سے کام چلے ہے اگر پھر جواب لکھیں تو کس منہ سے لکھیں کہ کچھ جواب نہیں ہوسکتا اور خاموش ہو بیٹھیں اور
مذہب سے دست بردار ہوں تو عوام اہل سنت کو کیا منہ دکھلائیں اور نذرونیاز کس سے لیں اور اموال لوٹ کو کیونکر ہضم کریں تو کٹھ ملا اور ٹلو ونے جو کہ نیم ملا خطرہ ایمان ہیں انہیں گونہ ہائے
شتر مذکورۃ الصدر کو جوکہ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھ گئے تھے کم و بیش کرکے زبان پر دھرا اور پھر زبان درازیاں شروع کیں سو اس شیخ نجدی نے بھی ایسا ہی کیا اور ان اعتراضوں کے
دفع کرنیکا ارادہ کیا لیکن بحکم مثل مشہور عیب کے بکو ہنر چاہئے انکا یہ حوصلہ نظر نہیں آتا کہ انکے تراشے ہوئے یہ مضامین ہوں کہیں تو انکار کرتا ہے روایتوں کا کہ ہماری کتابوں میں یہ
روایتیں نہیں ہیں اور جب اس سے بن نہیں پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں شیعوں نے اپنی روایتیں داخل کردی ہیں جب اس سے بھی کام نہیں چلتا ہے تو کہتے ہیں کہ
ہماری کتابیں مثل بیاضوں کے ہیں کہ انمیں سب طرح کی روایتیں ہیں یہ کسی بڑے مکار یکتائے روزگار کی چالاکی ہے یہ شیخ بحکم میلان طبیعت حیلہ دوست اور نیز بغرض
فروغ مذہب سراسر دروغ اور بہتانوں کو نقل کرکے تنہائی میں اپنے جامہ سے باہر نکلے پڑتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آجتک کسی شیعہ واقف کی کوئی بات نہیں سنی نہیں تو
یہ سب بوجھک بھول جاتے انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ بہت سی چھینا جھپٹی میں کہ ابوبکر نے فدک کو فاطمہ زہرا سے چھینا ہے ابن حجر شاید ابوبکر کی فدک میں سے کچھ تو ہاتھ آئیگا اور

ہے کہ جھوٹ ملکر ایک سچ کے برابر تو ہو جاتی ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ مذہب شیعہ میں تو ہے اور کیوں نہو سچی بات یہی ہی ہوتی ہے کہ علما شیعہ تو ایک طرف امثال احقر ہیچمدان بھی جوابات دنداں شکن سے سنیوں کے دانت توڑنے کو بہت ہیں چنانچہ اعتراض سابق کے جواب کا جو کچھ خاکا اڑا ہے وہ تو ناظرین کو معلوم ہی ہو چکا اسی پر اس اعتراض کے جواب کو بھی قیاس کرنا چاہئے قیاس کن زگلستان من بہار مرا ۔ **قال الشیخ الاشعری** اور اگر یہی جواب ہے اس اعتراض کا اس پر بس نہیں جاتا تو سنیے مولوی صاحب یوں تو فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایک جھوٹی حدیث خلاف کلام اللہ کے بنا کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بات کو رلا دیا مخدوم من سچا آدمی سچی بات کو مان لیا کرتا ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعوی میراث کیا اگر تمکو ہٹ دھرمی مد نظر ہوتی تو اس روایت کو کتابوں میں سے بھی حذف کر دیتے فقط انکار تو درکنار کوئی موضوع روایت تو تھی ہی نہیں جو بعذر عدم اعتبار بیچا چھڑا لیتے اور اتنی بات منصفوں کے نزدیک ہمارا اس دعوی کے حقیت کو کہ روایت مذکور جسے ہے کفایت کرتی ہے پر خدا مدام ہمکو مولوی عمار علی صاحب کے ہمرنگ نکرے جو نہج البلاغت اور کافی کلینی جیسی معتبر کتابوں میں حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم کا رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں ہونا ثابت اور محقق ہو اور پھر انکی بیٹیاں ہونے سے انکار کر جائیں و الٹی التی حجتیں لائیں چنانچہ مذکور ہو گا مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ حدیث خلاف کلام اللہ بنا لی خلاف واقع ہے انصاف تو اتنی بات سے سمجھ گئے ہونگے کہ شیعوں کو کلام اللہ سے کیا سروکار جس قوم میں کلام اللہ کا چرچا ہی نہو وہ کلام اللہ کو کیا سمجھیں جو یہ سمجھیں کہ فلانی بات کلام اللہ کے موافق ہے فلانی مخالف مگر علم الیقین عین الیقین کے برابر نہیں ہوتا اسلئے اتنی گزارش کرنی پڑی مگر علما شیعہ خصوصا مولوی صاحب اپنے قصور فہم سے ناچار ہیں ورنہ کلام اللہ اور حدیث معلوم جیسے تحقیقات کا ہمنے اوپر ہی وعدہ کیا ہے باہم مخالف نہیں بلکہ موافق کیا متعلق ہیں **اقول** جیسے کہ تمنے پہلے اعتراض کا جواب دیا ہے ویسے ہی اسکا جواب دو گے کہ جس سے معترض کی تسکین خاطر ہو اور مولوی صاحب نے طلب میراث میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب قطعی اور راست ہے اور تو ہرگز سچا نہیں ہے جو روایت کہ تمہیں تمہیں کتابوں میں ہو اسکا انکار کرو یا کہے کہ ہماری کتابوں میں روایت غلط کر دی ہے اور اگر سچا ہو تو اس روایت کو راست جاننا پہلی روایت کو کہ جسکا انکار کرتے ہو کیا اپنی کتابوں میں سے اسکو حذف کر دیا ہے جو اس روایت کو حذف اپنے لکھنے والے تو لکھکر اپنے ہاتھ کاٹ گئے اور اگر دعوی میراث کی روایت موضوع نہیں تو اس دعوی کے ہٹانے کی روایت تو موضوع ہے اور یہی روایت موضوع کہ ہمارے روایت دعوی میراث کو تم سچا کہتے ہو اور اس روایت موضوع کی اعانت سے اپنا بیچا چھڑا یا ورنہ روایت دعوی ہبہ اور روایت دعوی میراث کی صداقت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں امر وقوع میں آئی ہیں اور ہم خود کہتے ہیں کہ خداوند کریم ہمارے مولوی صاحب کو ہمرنگ تجھ دروغگو کے نکرے اور حضرت رقیہ و ام کلثوم کے مقدمہ میں انہوں نے کچھ دروغ نہیں لکھا ہے بھلے اس مقام کو اور دروغگو تیرے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی ہیں کہ خدا تعالیٰ تو قرآن میں لکھے کہ مشرکین نجس ہیں چنانچہ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ اور ابوحنیفہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے کہیں کہ مشرکین پاک ہیں اور خدا کے قول کو جھوٹا ٹھیرائیں اور تماشا یہ ہے کہ مومنین کو یہ تبلائیں کہ انکے وضو اور غسل کا بچا ہوا پانی نجس ہے اور رسول خدا صلعم تو دو نمازوں کو مغرب و عشا کو جمع کریں اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین کریں اور سورہ کے پہلے بسم اللہ کہیں اور ابوحنیفہ خلاف اسکے حکم دیویں اور انکی پیروی سب مقلدین انکے ایسا ہی کریں یہانتک کہ امام غزالی اور صاحب تاریخ بغداد لکھتے ہیں کہ شخص ابوحنیفہ [illegible] تھا اور پھر انکی پیروی کرتے ہیں اور روایت لا نورث بیشک مخالف کلام اللہ ہے لو شیعوں کو کلام اللہ سے کام کیوں نہیں ہے کلام اللہ انکا ایمان ہے اور اسی پر انکا عمل ہے اور تعریف کلام اللہ کی احکام پر عمل کرنیکی ہے اور واسطے ثواب کے اسکی تلاوت کرنی ہے سو شیعوں میں یہ بات موجود ہے اور اسکے لفظوں کو مثل طوطے کے یاد کرنے سے کیا فائدہ ہے اور تمام تو سنیوں کو کلام اللہ سے نہیں ہے بلکہ علما اور مولوی بھی انکا کام نہیں وہ تو تلاوت کو سمجھتے ہیں اور کسیکو نہیں سمجھتے اور تدبیر کلام اللہ کو نہایت بدی سمجھتے ہیں اور کلام اللہ کا انمیں چرچا رہتا ہے لیکن آج بھی سب سچ کی ہوتی ہے سنیوں میں کیا سب آدمی تلاوت ہی قرآن کی کیا کرتے ہیں اور شیعوں میں کلام اللہ کا چرچا ہی تو اس روایت موضوع لا نورث کو مخالف کلام اللہ کے کہتے ہیں اور بیشک اس روایت کے موضوع ہونے میں کسیطرح کا تردد نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** مزید توضیح کے لئے اول سے تقریر مخالفہ اسی طرح بیان کیجئے جس سے شیعہ و علما شیعہ بھی ممنون احسان ہوں بعد ازاں اثبات موافقت ہے انکو پیش ملے کہ سر بگریباں ہوں مخدوم من ظاہرا مولوی صاحب اور وہ کے تیروں کے بھروسے اٹے پھرتے ہیں جسقدر کہیں سے من ابی ہی کہدی ورنہ خیر و عافیت ہے جو یہ طرز نامعقول اختیار کیا کہ دو باتیں انکو مفید مطلب ہیں ہیں منہ پر مہر لگا کر بیٹھ رہے انکو لازم تھا کہ اول اثبات مخالفت کرتے جب کہیں کسی سے خواستگار جواب تھے تو یہ کس نامعقول نے انکو طرز مناظرہ سکھلایا کہ دعوی بلا دلیل پیش کرتے ہیں انصاف کی رو سے تو اسکے جواب میں ہمکو فقط لا نسلم کفایت کرتا ہے یعنی اتنا بہت ہے کہ ہم یوں کہدیں کہ ہم نہیں مانتے اور اگر ہم بھی بے دلیل ایسے ہی دعوی کرنے لگیں بلکہ تمام عقائد اہل سنت کو بلا دلیل پیش کرنے لگیں تو کوئی پوچھے مولوی صاحب کے پاس کیا جواب ہے معہذا ہم تو نہیں کہہ سکتے کہ اگر کوئی ناصبی یا خارجی بہ نسبت ان روایات کے جو فضائل ائمہ اور استحقاق امامت وغیرہ خصوصیات میں شیعہ حضرات شیعہ اماموں سے نقل کرتے ہیں یوں کہنے لگیں کہ اپنے مطلب کے لیے اماموں نے یا شیعوں نے خلاف قرآن یہ باتیں گھڑ لیں تو پھر بجز اسکے کہ مولوی صاحب اپنی زبان کو منہ میں سمیٹ کر بیٹھ رہیں اور کیا کر سکیں گے **اقول** جو تقریر کہ تم لکھو گے مخالفت میں روایت موضوعہ کے قرآن سے اسمیں تمہارا کیا احسان ہے وہ تو پہلے ہی سے ہمکو معلوم ہے اور صاحب تحفہ نے شیعوں کی کتابوں ہی سے اسکو نقل کیا ہے اور موافقت اسکی قرآن سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تم جو لکھتے ہو کیا اپنے گھر سے لکھتے ہو تم مولوی عبد العزیز صاحب کے فضلہ خوار ہو یہی ستور ہے سننے سے اور کتاب کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی بعد مولویصاحب نے کسی خارجی سے کب مناظرہ کیا تھا کہ بتفصیل مخالفت کو بیان کرکے بھیجیے اور نہ انکا ارادہ مناظرہ کرنیکا کسی سے تھا انکے مذہب کے آدمی ذکر وہ بھی خواندہ
تھا تین چار بالکل کم سن نے پوچھی تھیں اسکی سمجھ کے موافق تھوڑا سا مجملاً لکھ بھیجا اُنکو کیا خبر تھی کہ یہ خط ایک ناصبی کے پاس جا پہنچیگا ورنہ مفصل در بطور مناظرہ کی لکھتی اور مولویصاحب خواستگار اُسکے
جواب کے کب ہوئے تھے جو تو لکھتا ہی جب کہیں کسی سے خواستگار جواب کے ہوتے البتہ اُسمیں یہ لکھا تھا کہ اہل سنت سے اسکی صحت کرالو کہ یہ باتیں انکی کتابوں میں موجود ہیں یا نہیں تونے اسی پر اکتفا کیا
ہوتا کہ ہماری کتابوں میں یہ باتیں نہیں ہیں اسقدر بکھیڑا کیوں کیا اور اپنی اوقات کو کیوں ضائع کیا بلکہ تونے لانسلم ہی کہدیا ہوتا یہاں کسکو آرزو تھی ایسے دروغگو و بیہودہ بکنے والے سے
مناظرہ کرنیکے کتابوں میں بیہودگی کلمہ لکھتا چلا جاتا ہی اور نواصب و خوارج کو تم کیوں بدنام کرتے ہو تم خود کیا نہیں کہتے تو تم ہی مثل نواصب کے ہو اسقدر فرق ہی کہ وہ علانیہ بُرا کہتے ہیں اور تم آنکھ چھپا
کی تنقیص اور تضعیف کرتے ہو اور نواصب بھی تم میں سے ہیں کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہی **قال الشیخ الاشعری** لیکن ہمارا احسان کو دیکھئیے کہ اول مقدار رسائی ذہن شیعہ ہی بلکہ کچھ اس سے
بھی بڑھکر تقریر مخالفت تحریر میں لاتے ہیں واضح رہی کہ نہایت کوشش کرکے علماء شیعہ نے یہ بات نکالی ہی کہ حدیث ابوبکر صدیق جسکا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد
فرمایا ہی کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث ہی نہیں جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہے باوجودیکہ اسکے راوی فقط ابوبکر صدیق ہی ہیں کلام اللہ کے مخالف ہے اور جو حدیث کلام اللہ کے مخالف ہو
اگر بالفرض اسکے راوی بہت سے بھی ہوں تب غلط ہی چہ جائیکہ ایک راوی بالخصوص اہل سنت جماعت کے نزدیک کہ انکے نزدیک کلام اللہ میزان صحت معیار صدق و کذب اخبار ہی تفصیل
اس اجمال کی یہ ہی کہ اول تو حدیث مذکور اس آیت کے مخالف ہے یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ جس سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا نکلتا ہی کیونکہ
اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمکو پہلے سے ہی کہدیتا ہی کہ تمہاری اولاد میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر ملا کرے سو رسول اللہ صلعم جیسے اور احکام صوم صلوۃ حج زکوۃ میں شریک ہیں ایسے ہی اس حکم
میں بھی امت کے شریک ہیں کیونکہ اس آیت میں نبی غیر نبی کی تخصیص نہیں پھر یوں کہنا کہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وارث نہیں اس آیت کا تکذیب کرنا ہی دوسرے اور روایت فَهَبْ لِیْ
مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ کے جیسے اور انبیاء کے ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی نکلتا ہی مخالف اور متناقض ہی کیونکہ پہلے کا ترجمہ تو یہ ہی کہ وارث
ہوئے حضرت سلیمان حضرت داؤد کے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہی کہ حضرت زکریا علیہ السلام جناب باری تعالی سے یہ التجا کرتے ہیں کہ الہی مجکو اپنے پاس سے ایک لڑکا عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور
اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو فقط سو اول آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو نبی تھے انکے ترکہ میں میراث جاری ہوئی اور دوسری آیت سے گو یہ بات تصریح نہیں نکلتی لیکن اول تو
حضرت زکریا جو مشہور نبی ہیں ایسے قدیمی حکم کے خلاف طلب کرنا مستبعد ہے تصور میں نہیں آتا کہ جو حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر انکے زمانہ تک برابر معمول بہا ہو انکو بڑھاپے تک معلوم نہ ہوا اور
نہ اس باب میں کوئی وحی آئی حالانکہ زمانہ پیری موت کا مقدمہ ہوتا ہی ایسے وقت میں لازم ہی کہ جو جو بات نبی کی مسائل متعلق ہوں انکی اطلاع کی جاتی تاکہ اسکے موافق وصیت کر جاوے ورنہ جو بات
نبی ہی کو معلوم نہو تو پھر امتیوں کے معلوم ہونیکی کیا امید ہے باینہمہ جیسے حضرت نوح نے بیٹے کی نجات کی دعا کی جواب میں بطور تنبیہ و عتاب اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا مرضی
جناب باریتعالی تھی حضرت زکریا کی اس التجا کی جواب میں بشارت قبول دعا کا پہنچانا کی کچھ تنبیہ و عتاب نہیں کیا اس بات کا وہم جاتا کہ یہ عتاب اسی سبب سے ہوا
کہ حضرت زکریا نے وراثت کیوں نام لیا بہرحال ان آیات سے اتنا ثابت ہوا کہ انبیاء کے مال میں بھی میراث جاری ہوتی ہی پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلعم علی العموم سب انبیاء کو شامل کرکے
فرماتے ہیں کہ ہمارے گروہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا کیونکر صحیح ہو بلکہ ان دونوں آیتوں سے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ جو بعضی روایات حدیث مذکور میں لفظ لانورث بھی آیا ہی یعنی ہم بھی کسیکے
وارث نہیں تو یہ بھی غلط ہی کیونکہ حضرت یحیی اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی بالاتفاق نبی ہیں جب دونوں اپنے اپنے والد کے وارث ہوئے تو یہ بات کہ کوئی نبی کسیکا وارث ہی نہیں ہوتا
سراسر غلط نکلی یہ ہی تقریر مخالفت کلام اللہ و حدیث مذکور اس سے بہتر شاید شیعہ بھی تقریر نکر سکیں **اقول** اگرچہ شیعوں کی تقریر لکھی ہی لیکن پھر بھی بعض امور باقی رکھی ہیں وہ
لکھنے میں نہیں آئی ہی انشاء اللہ تعالی بعد اسکے لکھے جائینگے **قال الشیخ الاشعری** اب ہماری بھی تحقیق صحیح و تنقیح فصیح کے ترانہ عقل آشیانہ کیطرف متوجہ ہوجئے کہ انشاء اللہ کیا
دلکشا اور راحت افزا ہے جس سے کان میں پڑتے ہی اطمینان ہو جائے ظاہر کی مخالفت کا خلجان انشاء اللہ تعالی ایسی طرح دور ہو کہ پھر کبھی دھیان بھی نہ آئے یہ ترتیب بات موافقت
کی بات تحریر میں آتی ہی لیکن چونکہ باریک مضامین بے تمہید کے ادا نہیں ہو سکتے اسلئے اول یہ گزارش ہی کہ ہر چند کلام اللہ من اولہ الی آخرہ حرفاً حرفاً خدا ہی کا تصنیف ہے
اور اسی وجہ سے اُسکو کلام اللہ کہتے ہیں لیکن مراسلات اور خطوط بنی آدم کلام ربانی بھی دو قسم پر ہی ایک تو جیسے کوئی منشی اپنی طرف سے کسیکو خط لکھے یا کوئی شخص کسی قاصد کو پیام لکھ کر
بھیجے تو اس صورت میں عبارت بھی اسی منشی اور اسی شخص کی ہوتی ہی اور وہ خط اور وہ پیام بھی اسی کیطرف سے ہوتا ہے خط رسال اور پیام بر فقط مثل ہوا ہوتے ہیں کہ ایک کے منہ کی آواز
دوسرے کے کان تک پہنچا دیتے ہیں اس قسم کا تو اکثر کلام اللہ ہے امثال کے لکھنے کی کچھ حاجت نہیں یعنی جیسے خدا کا تصنیف ہے ویسے ہی خدا کیطرف سے امت کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یا دونوں کو یا کسی خاص قوم کو خطاب ہے سو اکثر تو عبارات ایسی ہیں نشان دہی اور تحریر مثال کی کچھ ضرورت نہیں ہے پر شاید شیعہ بے لکھے نہ سمجھیں اسلئے ایک دو مثال کافی وافی مرقوم ہیں
یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ الخ پہلی آیت میں بے تخصیص کسی نیک و بد کی سب بندوں کو یہ حکم ہی کہ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو دوسری آیت میں بنی اسرائیل کو

سنایا جاتا ہی کہ اے گروہ بنی اسرائیل میری فلانی نعمت یاد کرو اور دو آیتیں باقی انمیں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب ہی بہرحال جیسے یہ عبارات خدا کی تصنیف کی ہوئی ہیں ایسے ہی انکے مضامین بھی خدا ہی کیطرف سے ہیں اور کا پیام سلام نقل نہیں فرماتے دوسرے یہ صورت کہ جیسے لکھنا پڑہنا جاننے والے کسی ایسے جاہل کا خط جسے فارسی آتی فارسی خط لکھدیا کرتے ہیں تو عبارت اُس منشی ہی کی ہوتی ہی کوئی نادان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبارت اس مرد جاہل کی ہی پر مضمون اُس جاہل ہی کا ہوتا ہی اور خط بھی اُسیکا گنا جاتا ہی یا جیسے کسیکو کوئی شخص کچھ تلقین کرے کہ تو اپنی فلانے مطلب کیلئے فلانے سے یوں کہیو جیسے مختاروں اور وکیلوں سے مسودہ کرالیا کرتے ہیں تو گو عبارت تلقین کرنیوالی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے پر اُسکا مضمون کہنے والے یا عرضی والے کا سمجھا جاتا ہی ایسے ہی کلام اللہ میں بعض بعض عبارات ایسے ہیں کہ وہ بھی خدا کی ہی بنائی ہوئی ہیں لیکن انکے مضامین بندوں کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں قل یا ایہا الکافرون اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور سوا اسکے جہاں لفظ قل یا تو اول میں ہی اور پھر بعد میں ایسے الفاظ ہیں کہ جسکے ملاحظہ سے یوں معلوم ہو کہ متکلم مخاطب ہو مثلا قل اعوذ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتا ہوں میں اس سے معلوم ہوتا ہی کہ متکلم جناب سرور کائنات ہیں تو بعد قل کے جتنی عبارت ہے اُس سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے سمجھنی چاہئے لیکن جیسے زبانی تلقین میں اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ تلقین کرنیوالا یوں کہے کہ تو یوں کہیو عرضی کے مسودہ میں اسکی ضرورت نہیں کہ اُسکے اول میں یوں لکھدیں کہ تو یوں کہیو بلکہ مسودہ کرکے یوں ہی حوالہ کردیتے ہیں ایسی ہی کلام پاک خداوند کریم میں بھی بعضی عبارتیں ایسی ہیں کہ وہ بندوں کیطرف علی العموم فقط یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیطرف سے ہیں لیکن اُسکے اول میں قل تو لکھا نہیں بلکہ بمنزلہ مسودہ وکلا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یا سب کی طرف سے تصنیف کرکے اُنکے حوالہ کردیا ہی چنانچہ سورہ فاتحہ اس قسم کی ہی خاص کر ایاک نعبد سے لیکر آخر سورہ تک جسکا یہ مضمون ہی کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں سیدھی راہ چلا الخ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خداوند کریم نے بندوں کی طرف سے بنا کر اُنکے حوالہ کردی ہی تاکہ وقت حضور دربار خداوندی یعنی وقت نماز کے خداوند کریم سے عرض معروض کیا کریں ہے اگر خدا کی طرف سے کہیئے تو خداوند تعالی شانہ سے زیادہ کون ہی خداوند کریم اُسکی عبادت کرے اور اُس سے مدد کا خواستگار ہو اور پھر کونسی جناب باری تعالی بے راہی پر ہیں جو سیدھی راہ کی آرزو ہی **اقول** کچھ ان کی تحریروں سے کلام اللہ کو کیا مناسبت ہی کہ جو اُسپر قیاس کیا جائے اور باوجود اس قیاس مع الفارق کے پھر نہیں بن سکتا اسواسطے کہ پہلی صورت میں اگر کوئی کسیکو خط لکھے تو وہ اُسیکا کہلاتا ہی یہ تو کلام خدا پر منطبق ہوسکتا ہی اور دوسری صورت کہ جسمیں یہ ہے کہ کوئی جاہل کسی منشی سے عرضی لکھوائی تو مضمون اُسکا اُس جاہل ہی کا ہوتا ہی یہ منطبق نہیں ہوتا اسواسطے کہ رسول خدا صلعم کسی مضمون کو اپنی طرف سے نہیں لکھواتے ہیں کہ وہ انکا مضمون کہلائے اور نہ خدا تعالی نے کہیں فرمایا ہی کہ ہم تیری طرف سے لکھکر بھیجتے ہیں بلکہ خدا تعالی جو کچھ بھیجتا ہی وہ اُسیکا مضمون ہے موافق قل کل من عند اللہ کے اور نہ رسول خدا نے کہیں خدا تعالی کو کہلا کر بھیجا ہی کہ تو میری طرف سے ایسا لکھدے بلکہ جو حکم کہ جناب رسول خدا صلعم کو معلوم نہ ہوتا تھا تو خدا سے پوچھتے تھے اور خدا تعالی فرمادیتا تھا تب حکم خدا تعالی کی طرف ہوگا یا رسول خدا صلعم کے کو پکڑ اسی رسول خدا تو اُس حکم کو سنادینگے خدا کی طرف سے اسکے بندوں کو اور اگر کوئی کسیکا پیغام لیکر کسیکو سنانے کو جائے تو کوئی دیوانہ بھی یہ نہ کہیگا کہ یہ سنانے والے کی طرف سے ہے بلکہ جو کہنے تعلق کہ فلانے کی طرف سے ہے اور یہ اُس پیغام کو سناتا ہی سو جو حکم کسی امر کا ہوتا ہی وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہی نہ پیغمبر کیطرف سے پیغمبر تو اُسکے حکم کا سنانیوالا ہی اور اگر خدا کی طرف سے نہ ہو تو معلوم ہوا کہ اس شرع کا مقرر کرنیوالا خدا نہیں ہی بلکہ رسول خدا صلعم ہیں کہ اپنی طرف سے لوگوں کو احکام پہنچاتے ہیں اور خدا کی طرف اُسکو منسوب کیا ہی کہ خدا یوں حکم دیتا ہی جیسے کہ ہیں کفار حضرت کو یہی کہتے تھے کہ تو نے اپنی طرف سے بنالیا ہی اور خدا تعالی نے اس زعم کے رد میں فرمایا کہ ولو تقول علینا بعض الاقاویل الخ چنانچہ بعد اسکے اسکو ہم لکھینگے اور لکھوانیوالے کے خلاف کا مضمون لکھوانیوالا ہی کا کہلاتا ہی لیکن جو کچھ خدا تعالی پیغمبر کے پاس بھیجتا ہی وہ خدا ہی کا مضمون کہلاتا ہی نہ پیغمبر خدا کا پھر پیغمبر کیطرف سے کیسے ہو جائیگا اور آیت لو گئم اللہ ایسی ہے جیسے کہ کوئی امیر لوگوں کو کہے کہ امیر المومنین یا امر کم اسمیں اور اُس میں کچھ فرق نہیں ہی اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ غائب کے صیغہ میں بیان کرنے سے خدا کیطرف سے نہ ہو بلکہ رسول خدا کی طرف سے ہو جاوے اور تو بڑا جاہل ہی اور کلام عرب سے واقف نہیں ہے چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا اور جو کوئی کسیکو تلقین کرے کہ تو اپنے فلانے مطلب کو یوں کہیو تو البتہ اُس کہنے والے کی طرف نہ ہوگا اور اگر کہے کہ تو ہمارے مطلب کو فلانے سے یوں کہیو تو اُس تلقین کرنیوالے کا مطلب ہوگا لیکن معلوم نہیں اس سے کیا حاصل ہی اور قل یا ایہا الکافرون وغیرہ میں ابتدا قل سے آخر تک تو ظاہر ہے کہ خدا کیطرف سے ہی اور قل کے بعد سے بھی خدا ہی کیطرف سے ہی اور کسی کی طرف سے نہیں اسواسطے کہ یہ واسطے تعلیم بندوں کے ہی کہ تم اس طرح کہو اور یہ سب خدا کی طرف سے ہی اور متکلم قل اعوذ کے رسول خدا صلعم نہیں ہیں اور قل اعوذ یا قل کے بعد کے بھی متکلم اُسوقت ہونگے کہ جسوقت زبان سے اعوذ کہینگے اور اس میں خطاب تو رسول خدا صلعم کی طرف ہے اور مراد جمیع مومنین ہیں کہ تم اعوذ کہو سو اس مطلب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قل کے بعد کی عبارت کو ہم رسول خدا صلعم کیطرف سے سمجھیں لیکن یہ سوچنے کی بات ہے کہ بوقت قل کے بعد آوے اور اگر قل کا لفظ نہ ہو تو پھر احتمال رسول خدا کیطرف سے ہونیکا ہرگز نہیں ہے اور کلام اللہ کا قیاس عرضی لکھنے والے پر اور مسودہ وکلا پر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ کلام اللہ کا جو کہ مضمون ہی وہ خدا کیطرف سے ہی اور ان عرضی لکھنے والوں اور مسودہ کرنیوالوں کا یہ کلام ہی جو کہ مضمون ہی وہ لوگوں ہی کیطرف سے ہی اور خدا کا کلام کہ بندوں کیطرف سے کہنے والا کافر ہی علاوہ اس بات کے نزدیک اہل سنت کے ایاک نعبد و ایاک نستعین بھی بندوں کیطرف سے نہیں ہے بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہی کہ واسطے تعلیم بندوں کے

فرمایا ہی کہ تم یوں کہا کرو اور سوا اُسکے احکام خدا کا قیاس اس مناجات پر کیونکر ہو سکتا ہی کہ اگر مناجات بندہ کی طرف سے ہو تو حکم حلال و حرام ہی بندہ کیطرف سے ہو جائے
قال الشیخ الرشید ہی نسبت آیات مقدمہ جو مطلب تو اب متوجہ ہو کر سنئے کہ آیت یوصیکم اللہ بلکہ ابتداء سورہ نساء سے لیکر یہاں تک بلکہ عجب نہیں تمام سورہ کے سورہ بمنزلہ سورہ
فاتحہ ہی جناب خدا تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوالہ فرما دی ہی تاکہ آپ بیجا خود لوگوں کو اسطرح سے سمجھا دیں دلیل اسبات
کی کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تصنیف کی گئی ہی خدا کی طرف سے نہیں ہے یہ ہی کہ یوصیکم اللہ فرمایا اور یا عبادی اوصیکم مثلا نفرمایا اگر خدا کی طرف سے بندونکی خطاب
میں آیت ہوتی تو لازم تھا کہ یا عبادی اوصیکم مثلا فرماتے یہ عبارت جواب موجود ہے صاف اسی پر دلالت کرتا ہی کہ متکلم اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مخاطب امتی آپ
اپنی طرف سے آن الفاظ کے بیان میں خداوند کریم کا حوالہ دیکر احکام میراث تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ معنے اسکے یہ ہیں پہلے سے تمہیں خدا تعالی نے آگہی دی ہی کہ تمہاری اولاد میں
بیٹے کو ملو دو بیٹیوں کے برابر۔ ایسی بات ہی کہ جیسے سررشتہ دار جج یا کلکٹر کا حکم اہل مقدمہ کے سنا تے وقت کہا کرتے ہیں کہ صاحب تمہاری نسبت یہ حکم دیتے ہیں اور اگر حاکم خود کلام کیا کرتا ہے
تو اہل مقدمہ کے نام یا لقب سے جیسے چودھری یا شیخ جی پکار کر مثلا کہا کرتا ہی کہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں یا ہمارا تمہارے لئے یہ حکم ہی مثلا نہ یہ کہ اپنا نام لیکر یوں کہے کہ تمہیں فلاں شخص
یوں کہتا ہی پس درصورتیکہ یا عبادی اوصیکم نفرمایا جسکا یہ مطلب ہوتا کہ ای میری بندو میں تمہیں کہے دوں ہوں بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ اللہ تمہیں کہے دے ہے تو بالیقین معلوم
ہوگیا کہ جیسے سورہ فاتحہ سب کیطرف سے بنائی ایسے ہی یہ آیت رسول اللہ کی طرف سے بنا دی ہی تاکہ امت اسی طرح سے باتیں کریں اور ظاہر ہے کہ جب سررشتہ دار کسی اہل مقدمہ کو
کوئی حکم سنایا کرتا ہی تو اس حکم سے اپنے آپ کو خارج سمجھتا ہی یہاں تک کہ سوا سررشتہ دار جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں اگر اُسوقت موجود ہوں اور سبھی کو یوں کہے کہ حاکم تمہارے لئے یوں
فرماتے ہیں تب بھی اُسوقت کی گفتگو سے کوئی یوں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سررشتہ دار بھی اس حکم میں داخل ہی علی ہذا القیاس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو اس
حکم کے سنانے میں احکم الحاکمین کے سامنے بہ نسبت ہمارے بمنزلہ سررشتہ دار کے ہیں اس حکم سے خارج سمجھنا چاہئے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ حکم فقط اُمتیوں کے لئے ہی اور حدیث لانورث ماترکناہ
صدقہ اس دقیقہ مخفی کے سمجھا دینے کے لئے اس آیت کی تفسیر ہے **اقول** واہ کیا خوب لکھا ہی کہ خدا تعالی کو تو کلکٹر ٹہرایا ہی اور رسول خدا صلعم کو سررشتہ دار اُسکا معلوم ہوتا ہے
کہ آپنے مختاروں اور وکلا کے زمرہ میں نوکری بہت کی ہی اور کچہریوں ہی میں اپنی اوقات بسر کی ہی اسقدر بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کجا احکام خدا اور کجا احکام کلکٹر اُسکا قیاس اُسپر کرکے
ایک دین سے تم خارج ہوگئے اور قرآن کے معانی میں جو تمنے تحریف کی اور یہ لکھا کہ یہ آیت خدا کی طرف سے نہیں ہی بلکہ رسول خدا کی طرف سے ہے اور اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو یا عبادی اوصیکم
کہتا اس لکھنے سے تم علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہوگئے۔ اور فتوی تمہاری کفر کا اس رسالہ کے آخر میں لکھا جائیگا اور اس صورت میں تمہارے جواب کے رد کرنیکی احتیاج نہ تھی لیکن
واسطے واضح کرنے تمہاری جہالت اور بے بصیرتی کے لکھا جاتا ہی اور ایک امر جو کہ تمہاری جہالت اور کفر پر دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ تم تمام سورہ نساء کو کہتے ہو کہ یہ خدا کی طرف سے
نہیں ہے بلکہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہے اور اُس میں یہ بھی ہی کہ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ الخ ورفعنا فوقکم الطور اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے بھیجنے والے اور طور کے بلند کرنیوالے جناب
رسول خدا صلعم ہیں اور ایسا اعتقاد کفر محض ہی اور لازم آتا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم متکلم اور مخاطب دونوں ہو جائیں چنانچہ فرماتا ہی فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا اور اس شخص کی
عقل جاتی رہی ہی کہ آیت یوصیکم اللہ کو مثل سورہ فاتحہ کے کہتا ہی سورہ فاتحہ تو بمنزلہ دعا کے ہی کہ واسطے تعلیم بندوں کے نازل کی ہی کہ تم یوں کہا کرو اور جناب رسول خدا بھی
اُن بندوں میں شریک ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ میں ایک حکم ہی خدا کی طرف سے سب بندوں کو اور سورہ فاتحہ میں تو ایاک نعبد و ایاک نستعین دلالت کرتا ہی کہ بندے اس طرح سے کہا کریں
اور آیت مذکورہ میں کیا چیز ہے کہ جو دلالت کرے اس امر پر کہ رسول خدا صلعم اس طرح سے کہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت کے واسطے یہ سورہ تصنیف کرکے نہیں بھیجا ہی کہ وہ مضمون تو رسول خدا
صلعم کا ہو اور خدا تعالی نے آپکے مضمون کا مسودہ کرکے بھیجدیا ہو بلکہ وہ مضمون بھی خدا تعالی ہی کا ہی اور اس جاہل کو دھوکا اس سبب سے ہوا ہی کہ خدا تعالی نے اپنے حکم کو متکلم کے صیغہ
میں بیان نہیں کیا بلکہ غایب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اور یہ نہیں جانتا ہی کہ خدا تعالی اپنے تئیں جیسے کہ متکلم کے صیغہ میں بیان کرتا ہی ایسے ہی غایب کے صیغہ میں بیان کرتا ہی اور یہ ایسا
ہے جیسے کہ کوئی اَمِیْرَ اَنَا اٰمُرُكَ کی جگہ امیر المؤمنین یامرک کا کہے اور یہ عین محاورہ عرب کا ہی چنانچہ علم معانی میں گزرا ہی اسنے مطول اور مختصر معانی کو نہیں دیکھا ورنہ ایسی بیہودہ
بات نہ کہتا اور ایک بیہودہ بات جو لکھتا ہی کہ اگر یہ آیت خدا کی طرف ہوتی تو یا عبادی اوصیکم کہا جاتا یہ تھا قطع نظر اسکے کہ خدا کے کلام کو اصلاح دیکر کافر ہوتا ہی موافق فتاوی علماء
اہل سنت کی اس طرح کی تو سینکڑوں آیتیں ہیں کہ انکے اول میں یا عبادی کا لفظ نہیں ہے اور وجہ خدا ہی کیطرف سے ہیں اگر کوئی انکو خدا کیطرف سے نہ کہے تو علماء فریقین کے نزدیک وہ کافر ہی جیسے کہ یحییکم و یمیتکم اور یہ بھی
ضرور نہیں ہے خدا تعالی متکلم ہی کے صیغہ میں بیان کرے بلکہ موافق محاورہ عرب کے سب طرح سے درست ہے چاہے متکلم کے صیغہ سے بیان کرے چاہے غایب کے صیغہ سے جیسے کہ علم معانی میں مذکور ہی اور یہ نہیں ہے کہ اگر خدا تعالی
کسی حکم کو متکلم کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ تو اسکی طرف سے ہو اور جو غایب کے صیغہ میں بیان کرے تو وہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہو اور خدا کی طرف سے نہ ہو لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا جاوے مذہب کے بنا
رونا ہی دین کا کھونا ہی پس معلوم ہوا کہ ہر حکم خدا کی طرف سے ہے خواہ متکلم کے صیغہ میں ہو خواہ غایب کے صیغہ میں۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اور رسول خدا صلعم

ہی محکوم اُس حکم کے ہیں مگر بعضے حکم میں بدلیل متفق علیہ فریقین رسولخدا مستثنے ہیں اور رسولخدا صلعم کی طرف سے قرآن میں کوئی حکم نہیں ہے، اور جو کوئی اسکا قائل ہی کہ رسولخدا
صلعم کی طرف سے بھی حکم ہیں وہ سب مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے چنانچہ فتوی سے علمائے اہل سنت کے معلوم ہوتا ہی اور یہہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جناب رسولخدا صلعم ایک حکم کو خداتعالے
کیطرف منسوب کرکے اور اپنی طرف سی بناکر لوگوں کو سنائیں کہ خدا تمکو یوں وصیت کرتا ہی اور حال یہ ہے کہ خداتعالی فرماتا ہی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا
مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ یعنی اور اگر افترا کرتا ہمپر محمد صلعم بعضی باتونکو تو البتہ پکڑتے ہم اُس سے دست راست اُسکا پھر البتہ کاٹتے ہم اُس سے دل کی رگ کو اور اگر کوئی کہی
رسولخدا صلعم نے اپنی طرف سی یہ حکم بناکر خدا کی طرف منسوب نہیں کیا ہی بلکہ پہلے سی یہ حکم نازل ہو لیا تھا تو ہم کہیں گے قرآن موجود ہی دیکھ لو سوائے اس مقام کی کسی آیت میں تو نہیں ہے کہ تو میرے
بندوں کو اسطرح سے کہنا کہ خدا تمکو وصیت کرتا ہی تمہاری اولاد میں اور اگر سوائے قرآن کے کسی اور وحی سی معلوم ہوا تھا تو وہ حدیث قدسی تھی اسکو بیچ قرآن نکرتے بلکہ زبانی بیان کر دیتے
اور کلکٹر گو اپنا نام لیکر اہل مقدمہ کو نہیں سناتا ہی کہ بلوٹن صاحب تمکو یہ حکم دیتے ہیں لیکن خداتعالی اپنا نام لیکر فرماتا ہی کہ اللہ تمکو یہ حکم دیتا ہی او خداتعالی کا یہ حکم ہی لیکن جاہل ناواقف سے کیا کہا
جائی اور اگر تو اسکے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہی تو کسی دوسرے عربی داں واقف علم معانی و بیان سے پوچھ کہ مطول یا مختصر معانی میں مسندالیہ کی بحث میں کیا لکھا ہی اور آیہ یوصیکم اللہ صاف
دلالت کرتی ہی اس امر پر کہ مخاطب اسکے جناب رسولخدا صلعم اور تمام آدمی اُمت کے ہیں اسواسطے کہ اسکو جبرئیل علیہ السلام آسمانوں سی لیکر آئے ہیں تو سبکے ہی واسطے لیکر آئی ہیں مع پیغمبر کے اور پہلے
حضرت جبرئیل نے رسولخدا صلعم کیطرف خطاب کرکے مع جمیع امت کے یوصیکم اللہ فرمایا ہی تو رسولخدا صلعم بھی اس حکم میں شریک ہیں اور جس وقت پہلے سب سے جبرئیل نے یوصیکم اللہ کہا تو چاہئے کہ موافق
اعتقاد و سمجھ اس شیخ کے یہ آیت حضرت جبرئیل کی طرف سے ہو کہ خداتعالی نے انکے واسطے تصنیف کرکے بھیجا ہو اور جناب رسولخدا تو جبرئیل کے بعد ہیں وہ جبرئیل کے واسطے ہو تو بعد اُسکے رسولخدا صلعم کے
واسطے ہو اور جبرئیل کیطرف سے ہوتا تو باطل ہی کہ وہ رسول محض ہیں ایسی ہی رسولخدا کیطرف بھی ہونا باطل ہی کہ وہ بھی رسول محض ہیں اور جو ہی خدا کیطرف سے ہے اور اگر رسولخدا صلعم نے جو لوگونکو یہ حکم خدا سنایا ہے
اس جہت سے ۔ لہذا انکیطرف سے یہ آیت ہو گئی تو چاہئے کہ بعد رسولخدا کے جو لفظ اس حکم کو سناوے تو وہ حکم اُسکی ہی طرف سے ہو جاوے اور وہ اُس حکم سے خارج ہو اور یہ مضمون کہ خدا نے رسولخدا کے واسطے آیتونکو
تصنیف کرکے بھیجا ہی کہ وہ آیتیں خدا کیطرف سے تو بندوں کو نہیں ہیں بلکہ رسولخدا کیطرف سے آیتونکو ہیں کسی روایت میں نہیں آیا ہی اس شیخ نے اس مضمون کو اپنی دل سی تراشا ہی اور اسیواسطے علماء
اہل سنت نے اسکے کفر کا فتوی دیا ہی اور اگر اس آیت سے پہلے قل کا لفظ ہوتا تو ایک وہم ہوتا تھا کہ رسولخدا کیطرف سے ہو لیکن یہ بھی سب جگہ صحیح نہیں ہے جیسے کہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا اور
قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ آیت اگر بعد قل کے بھی رسولخدا صلعم کیطرف سے ہو تو لازم آئیگا کہ سب آدمی رسولخدا صلعم کے بندے ہیں اور قرآن میں لئے ایسا آیا ہی کہ بعضے قاریوں نے
نعلم متکلم کو یعلم غائب کا صیغہ پڑھا ہی اور ضمیر اسکی خدا کیطرف پھیرتی ہی لیکن جاننا چاہئے کہ متکلم کے صیغہ ہونے میں وہ حکم خدا کیطرف سے ہوا اور غائب کا صیغہ ہونے میں وہ ہی حکم خدا کیطرف سے نہو بلکہ رسولخدا
کیطرف سے ہو جاوے واہ کیا خوب ہزلیات تراشتے ہیں اور آیہ یوصیکم اللہ سی پہلے آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ جو ہی دیکھو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ عورت کا
ماں باپ کے ترکہ میں حصہ ہے اور خصوصیت ست کی عورتوں کی نہیں ہے اور موافق قول اس شیخ نجدی کے آیہ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ چاہئے کہ صحیح نہو اور نہ خدا
کی طرف سے ہو اور نہ پیغمبر کیطرف سے ہو لیکن یہ اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ نہ چاہئے تھا اور اگر رسولخدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ کی جگہ اَنَا اَدْعُوْكُمْ
ہوتا کس طرح کا جاہل اور کودن یہ شخص ہے کہ عرب کے محاورہ تو واقف نہیں ہے اور شیعوں سے گفتگو کرنیکو موجود ہو گیا اور معانی اور بیان سے اگر کچھ اطلاع رکھتا تو خداتعالی کو کلکٹر نہ ٹھیراتا اور قواعد
میں اسکو بھی ہم واضح کرینگے اور آیہ یوصیکم اللہ مثل سورہ فاتحہ کے نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم لکھ چکے اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کلکٹر کا حکم مقدمہ والوں ہی کے واسطے ہو اور سررشتہ دار ہر حکم سی خارج ہو
بلکہ کلکٹر اپنی طرف سے اسواسطے انتظام اور مصلحت عام کی علی العموم بھی اکثر حکم دیا کرتا ہی اور اسمیں سررشتہ دار بھی محکوم ہوتا ہی اور یہاں ایسا ہی ہی پس معلوم ہوا کہ جیسے سررشتہ دار بسبب حکم کے سنانے سے
خارج نہیں ہوتا ہی ایسی ہی رسولخدا صلعم بھی اس حکم سی خارج نہیں ہیں اور کلکٹر او سررشتہ دار کی مثال بیان الٰہی مناسب نہیں ہے بلکہ اسطرح سی مثال دینی چاہئے کہ ایک بادشاہ جلیل القدر
اور اُسکا ایک وزیر بھی صاحب منزلت بزرگ ہو اور وہ بادشاہ اپنی رعیت پر مع وزیر کے کوئی حکم تجویز کرکے بھیجے وزیر کے پاس کہ یہ حکم لوگونکو سناوے تو وہ اگر انکو سناویگا بھی اور خود بھی عمل
شریک ہوگا اور لوگوں سے کہیگا کہ بادشاہ کا یہ حکم ہی و جناب رسولخدا صلعم بنزدیک گو بمنزلہ سررشتہ دار کلکٹر کے ہیں لیکن جیسے کہ سررشتہ دار عمل کو احکام [illegible] مرحمت عام
اور وہ احکام سرکاری ہیں انسی خارج نہیں ہوتا ہی ایسے ہی رسولخدا صلعم احکام خدا کی گو لوگونکو وہ سناتے ہیں لیکن اس سے خارج نہیں ہیں اور حکم جناب رسولخدا صلعم اور تمام امت کے واسطے ہی اور روایت
نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ مخالف ہے آیہ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ اور آیہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ کی اور انصاف تو اور شی ہی او تعصب اور سب [illegible]
از راہ تعصب اپنی مذہب کی دلیلیں اپنے دل سے تراش کر کہتا ہی خواہ حق ہوں خواہ ناحق ہوں اور اگر انصاف و حق چاہتا ہی تو یہ ہی کہ روایت لا نورث بالکل جھوٹی ہی اسواسطے کہ اگر یہ روایت ثابت
ہوتی تو خداتعالی نے جیسے کہ وراثت اولاد کی قرآن میں بیان کی ہی ایسے ہی یہ بھی بیان کر دیتا کہ انبیا کا ترکہ کسیکو نہیں پہنچتا ہی خواہ تو اسی آیت میں مستثنی کر دیتا خواہ دوسری جگہ بیان کر دیتا
کیا خدا کو علم نہ تھا کہ اسکے بیان نکرنے میں نزاع واقع ہوگا اور لوگ گمراہ ہو جائیں گے میں اسکو بھی کہونگا اور واضح کرکے لکھدوں کہ میری بندوں میں جھگڑا نہو جس وقت کہ اسکو نہ لکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ

کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور ایسے ہی حدیث ثقلین جو کہ متفق علیہ فریقین ہے اسکے بھی روایت لا نورث کا دروغ ہونا معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ روایت ثقلین کی خطاب میں ابوبکر عمر وغیرہ سبھی صحابہ داخل ہیں اور اما الثقلین میں افضل سب سے حضرت علی ہیں اور انہوں نے روایت لا نورث کو تسلیم نہیں کیا ہے اور ابوبکر سے اسمیں گفتگو کی ہے اور ابوبکر اور عمر دونو کو کاذب اور خائن جانا ہے **قال الشیخ الاشعری** بر شیعہ بسبب کم فہمی اور نہایت کجی طبیعت کے باعث تغیر کو تبدیل اور تغییر سمجھتے ہیں اور آیہ میں تخالف جانتے ہیں قصور تو اپنا اور طعن ابوبکر صدیق کی ذمہ اس تقریر کے بعد تو یقین یوں ہے شیعہ اپنے دل میں پشیمان ہو کر مومن خان کا یہ مصرع پڑھینگے ع میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا الغرض ذرہ برابر حدیث مذکور اور آیہ معلوم میں تخالف نہیں بلکہ حدیث مذکور آیہ معلوم کی تفسیر ہے اور سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اہل فہم سمجھتے ہیں اور کم فہم نہ سمجھیں تو اپنا سر کھائیں اور اس حکم سے اور سوا اسکے جو حکم کہ ایسے ہی عبارات میں مندرج ہے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں ہاں جیسے کبھی سر رشتہ دار کی نسبت بھی وہی حکم کمنون خاطر ہوتا ہے تو آگے پیچھے اسکو متعینہ کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے بھی یہی حکم ہے مثلا کسی ضلع میں کوئی کلکٹر ہو اور اسی ضلع کا رہنے والا کوئی مالگذار اسکی کچہری کا سر رشتہ دار ہو اور نسبت مالگذاروں کے کوئی حکم صادر ہو اور وہ سر رشتہ دار مالگذاروں کو یوں حکم سنائے کہ تمہارے لئے یہ حکم ہوا ہے تو گو ان الفاظ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ سر رشتہ دار کے لئے بھی یہی حکم ہے لیکن اتنی وجہ کہ سابق خلوت جلوت میں اسکو یہ بات محقق ہو کہ سب مالگذاروں کے لئے ایک ہی حکم ہے وہ سر رشتہ دار بھی وقت تعمیل حکم اسی حکم کا پابند رہیگا سو اگر بعض احکام میں مثل صوم صلوٰۃ وحج وزکوٰۃ رسول اللہ صلعم بھی شریک ہوں اور پھر بالفرض وہ بھی ایسے ہی الفاظ سے کلام اللہ میں ادا ہوئے ہیں کہ موافق تقریر مسطور رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہونے چاہئیں تو کسی اور قرینہ اور خطاب پنہانی سے آپکا اپنا شمول اس حکم میں معلوم ہو مگر چونکہ اس حکم میں یہ متحقق ہو گیا ہو کہ میں اس حکم میراث سے خارج ہوں بلکہ بالخصوص اسبات میں میرے لئے اور حکم ہے تو بایں نظر کہ مبادا صوم وصلوٰۃ کا اشتراک دیکھکر باقی ماندگان یہ سمجھ جائیں کہ گو اس آیت سے آپکا شمول اس حکم میں معلوم نہیں لیکن کیا عجب کہ مثل صوم وصلوٰۃ اس حکم میں بھی بوجہ وحی جدید کے باعث آپ شریک ہو گئے ہوں اور یہ سمجھکر اموال متروکہ کو حسب ضرورت اعزا اجار و زمرہ کسیکو دیا نہیں گیا تھا تقسیم کر لیں اور تصرف غیر واجبی سے انجام کار دین و دنیا کی خرابی اٹھائیں **اقول** جو کوئی تیری مرضی کی موافق کہے وہ تو سمجھدار ہے اور جو کوئی تیرے بیہودہ کلام کو نہ مانے وہ تیری نزدیک کم فہم ہے اور وہ کونسا عقل کا دشمن ہے کہ جو روایت مصنوع ابوبکر کو جو مخالف مضمون آیت کے ہے اسکو اس آیت کی تفسیر کہدیگا اور ہم قصور فہم تو تیرا نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ تو جان بوجھکر ابوبکر کی محافظت کے واسطے اسکی عیب سے بیجا تاویلیں ایجاد کرتا ہے اور اپنی اس بیجا گفتگو سے ارادہ الزام دینے کا کرتا ہے لیکن ہم الزام کب کھا سکتے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ آیت قرآن اور روایت ابوبکر میں بالکل مخالفت ہے اور یہ روایت تفسیر اس آیت کی ہرگز نہیں ہو سکتی ہر چند تو ہاتھ پاؤں مارے اور یہ بھی غلط ہے کہ سنیوں کی سب حدیثیں کلام اللہ کی تفسیر ہیں اور اگر کوئی بعضی روایت کلام اللہ کی بعضی آیت کی تفسیر ہوئی تو ہوا کرو لیکن یہ روایت ہرگز تفسیر اس آیت کی نہیں ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی حکم سے خارج نہیں ہیں مگر جو حکم کہ حضرت کی شان کے مخالف ہو اور یا کسی قرینہ سے معلوم ہوا ہو کہ حضرت اسکی شامل نہیں ہیں اور جسوقت کہ حکم عام حاکم کیطرف سے صادر ہو کہ مثلا جو کوئی کسیکا مال چرائیگا تو وہ قید ہوگا تو گو سر رشتہ دار اس حکم کو سناتا ہے لیکن اس حکم کا وہ بھی محکوم رہیگا اور آگے پیچھے کہنے کی اور اسکو جتلانے کی کچھ احتیاج نہیں ہے جسوقت یہ حکم حاکم کی زبان سے سنیگا اسیوقت اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مجھکو بھی یہی حکم ہے اور سب آدمی سمجھ جائینگے کہ سر رشتہ دار بھی اس حکم سے خارج نہیں ہے ایسے ہی اگر حکم عام درگاہ پروردگار سے بندوں پر جاری ہو اور وہ حکم حضرت صلعم کے مرتبہ کے مخالف نہیں ہے تو وہ حضرت بھی اسمیں شریک ہونگے الفاظ اس حکم کے کیسے ہی ہوں اور کسی اور قرینہ اور خطاب سے شامل کرنے کی احتیاج نہیں ہے جیسے کہ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اور کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ اور وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ اور اگر جناب رسول خدا صلعم اس حکم میں شریک نہیں ہیں تو قرآن یا حدیث سے اسکی سند لانی چاہیے اور بے سند تو ہر ایک شخص اپنی بات کے بنانیکو جھوٹے قصے بنا سکتا ہے مگر خصم اسکو کب تسلیم کرتا ہے اور جناب رسول خدا صلعم کو ہرگز یہ متحقق نہیں ہوا ہے کہ میں حکم میراث سے خارج ہو گیا ہوں بلکہ اپنے تئیں اس حکم کی شریک جانتے تھے اور سوائے اس حکم کے اور کوئی حکم حضرت کے واسطے نہیں ہے اور وہ کون دیوانہ ہے کہ جو یہ سمجھیگا کہ حضرت اس حکم میں شریک نہیں ہیں بلکہ مثل حکم صوم وصلوٰۃ اس حکم میں بھی حضرت کو شریک جانینگے اور وحی جدید کی احتیاج نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** اور یہ تخصیص کہ رسول اللہ صلعم کا مال بعد وفات میراث میں نہیں آ سکتا کچھ نئی تخصیص نہیں بہت سے حکم ایسے ہیں جنمیں امت کے لئے کچھ حکم ہے اور رسول اللہ صلعم کے لئے کچھ اور حکم تہجد بشہادت شروع سورہ مزمل اور آیہ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک رسول اللہ صلعم پر باتفاق اکثر امت فرض تھا اور باقی تمام امت پر فرض نہیں صوم وصال آپکے حق میں موجب ثواب تھا باقی تمام امت کے لئے ممنوع اگر کوئی عورت اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کو ہبہ کر دے تو آپکو وہ حلال تھی اوروں کے لئے وہ حلال نہیں آپکے ذمہ مہر اور عورتوں کے حق میں عدل یعنی سونے لیٹنے میں برابری نبھانی فرض نہ تھی مگر آپنے تمام عمر عدل ہی سے گزاری اور مہر بھی دیا اور باقی تمام امت پر یہ دونو باتیں ضروری ہیں سب امت کے لئے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ہے چنانچہ اسی سورت کے شروع میں اس تعداد کا ذکر ہے اور باتفاق اہل اثنا عشریہ بلکہ اکثر فرقہائے شیعہ وسنی اسکے یہی معنی ہیں کہ چار تک اجازت ہے آگے اجازت نہیں حالانکہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حکم سے خارج ہیں آپکے حق میں سب جانتے ہیں کہ قید نہ تھی اور اس حکم سے آپکے خارج ہونیکی وجہ بھی یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا کیطرف سے نہیں بلکہ بمنزلہ آیہ یوصیکم اللہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہے

اقول تو اپنی خوشی ہی تخصیص کہتا ہی بے سند تخصیص کیونکر ہو سکتی ہی اب اس آیت میں اور بعض احکام میں جو جناب رسول خدا صلعم خاص ہیں انکے واسطے اسناد اور دلائل شرعیہ موجود ہیں
اور روایات میں وارد ہوا ہی اور اس آیت کی تخصیص کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو غاصب ہے اور اپنے فائدہ کیواسطے روایت بنا کر کہتا ہی اگر سواے اسکے کوئی دوسرا شخص کہنے والا ہوتا تو البتہ کچھ
گنجائش ہوتی اور جسقدر خصائص حضرت صلعم کے بیان کئے گئی ہیں انکی سندیں موجود ہیں اور جو کچھ خصوصیتیں جانب خدا سے حاصل ہو گئی ہیں انسے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ جس چیز میں حضرت کے واسطے
خصوصیت نہیں ہے اسمیں بھی وہ حضرت خاص ہو جائیں اور اہل سنت کی کتابوں میں جو خصائص رسول خدا صلعم کی لکھے ہیں انمیں کہیں یہ خصوصیت نہیں لکھی ہی کہ پیغمبر خدا کا مال بعد وفات کے صدقہ ہوتا
ہی اور وارثونکو نہیں پہنچتا ہی اور اگر ایسے ہی بے دلیل ان حضرت کو خاص کرنا منظور ہی تو نماز و روزہ میں بھی انکو خاص کرو اور کہو کہ ان حضرت پر نماز و روزہ واجب نتھا مگر امت پر واجب ہے اور اگر جناب
رسول خدا صلعم چار عورتوں کے حکم سے خارج ہیں کہ زیادہ بھی کر سکتے ہیں مع جب حکم خدا تو کیا ضرور ہی کہ بحکم خدا میراث کے حکم سے بھی خارج ہو جائیں اور اسمیں بھی اور اسمیں بھی سب میں حکم خدا ہی اور
سب خدا ہی کیطرف سے ہے کہ وہ ہی احکام کا جاری کرنیوالا ہی نہ اور کوئی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ یعنی نہیں ہے حکم مگر واسطے خدا کے اور جناب رسول خدا صلعم تو واسطہ میں خدا تعالی کے احکام کے
پہنچانیکا جیسے کہ جبرئیل واسطہ ہیں احکام کے پہنچانیکا سو حضرت جبرئیل کو احکام پہنچانیکے سبب سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ احکام جبرئیل کیطرف سے ہیں نہ خدا کیطرف سے ایسے ہی رسول خدا صلعم کو نہیں کہہ سکتے البتہ فرق
یہ ہی کہ جبرئیل مکلف ان احکام کی نہیں ہوں اور جناب رسول خدا صلعم مکلف بھی ہیں اور بعضے احکام تو ایسے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم انمیں شریک امت کے نہیں ہیں اور اکثر ایسے ہیں کہ جنمیں خود بھی شریک
ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ عالیقدر اپنے وزیر کے پاس احکام علی العموم جاری کرنیکے واسطے بھیجے کہ بعضے احکام تو ایسے ہوں کہ انمیں وزیر شریک ہو اور بعضے ایسے ہوں کہ انسے خارج ہو لیکن جس حکم سے کہ خارج ہو اسکی اطلاع کردے
اور آیہ مذکورہ میں اور سواے اسکے اور کسی آیت میں یہ حکم نہیں ہے کہ رسول خدا صلعم کو اطلاع کر دی ہو کہ تو اس حکم سے خارج ہی اور چاہئے تو یہ تھا کہ اگر رسول خدا اس حکم سے خارج تھے تو جیسے کہ خدا تعالی نے اولاد کی
میراث کا حکم بیان کیا تھا یہ بھی بیان کر دیتا کہ پیغمبر اس حکم سے خارج ہی **قال الشیخ الاشعری** جیسے کچہری کی عرضی نویس کو عرضی لکھدیتے ہیں اور وہ عرضی لکھوانیوالی کی ہی سمجھی جاتی ہی اور
عرضی نویس کے کوئی نہیں کہتا ہی ایسے ہی اس حساب سے ان احکام کو رسول خدا صلعم کے احکام یعنی وعظ و پند سمجھنا چاہئے کیونکہ اس تعداد کے ذکر سے کچھ ہی پہلے شروع میں سورہ کے اسطرح خطاب ہے یا ایہا الناس
اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ یعنی اے لوگو ڈرو تم اپنے رب سے جسنے تمہیں ایک جان سے یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہی فقط سو یہ کلام اور یہ خطاب ظاہر ہی کہ خدا کیطرف سے بندوں کو نہیں ہی نہیں تو یوں فرماتے
یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم یعنی اے لوگو مجھسے ڈرو اسلئے کہ میں تمہارا رب ہوں جسنے تمہیں پیدا کیا ایک جان سے فقط اب نہ ہو یہ کلام اور یہ خطاب رسول اللہ صلعم کیطرف سے ہو اور مخاطب سب بندے کی امتی ہوں
تو لاجرم یہ احکام بھی نسبت امتیوں کے ہونگے **اقول** جو کوئی کسیسے عرضی لکھوائیگا تو وہ عرضی البتہ اس لکھوانیوالے ہی کی کہلائیگی اور اس لکھنے والے کی کوئی نہ کہیگا لیکن قرآن شریف کو رسول خدا صلعم نے
نہیں لکھوایا ہی اور نہ قرآن شریف تھوڑا یا بہت رسول خدا صلعم کا مضمون ہے کہ انہوں نے اسکو خدا تعالی سے لکھوایا ہو اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ
نورا نہدی بہ من نشاء من عبادنا یعنی نہیں جانتا تھا تو کہ کیا ہی کتاب اور نہ ایمان ولیکن ہمنے کر دیا ہی اسکو نور کہ راہ دکھلاتے ہیں ہم اسسے جسکو چاہتے ہیں بندوں اپنے میں سے فقط رسول خدا صلعم تو جانتے ہی نہ تھے
پہلے اسسے کہ قرآن کیا چیز ہی پھر انکا مضمون وہ کیونکر ہو جائیگا اور خدا تو فرماتا ہی کہ ہمنے اسکو نور واسطے ہدایت کے کر دیا ہی اور یہ کودن جاہل کہتا ہی کہ وہ خدا کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسول خدا کیطرف سے ہی
بھلا خلاف مذہب کل مسلمانوں کے یہ کیونکر ہو سکتا ہی پس معلوم ہو کہ وہ خدا تعالی کا مضمون ہے اور خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی لو خدا تعالی ہی اسکا ایک عبارت میں نازل کر بھیجنے والا ہی واسطے مصلحت بندوں کے
اور جناب رسول خدا صلعم ان مضامین کو خدا تعالی کی طرف سے بندوں کو سنانیوالی ہیں سو یہ احکام رسول خدا صلعم کیطرف سے نہیں ہو سکتے بلکہ کوئی حکم جناب رسول خدا صلعم کیطرف سے نہیں ہے جو حکم کہ قرآن میں ہے وہ خدا ہی کیطرف سے
ہی چنانچہ فرماتا ہی ان الحکم الا للہ وہ حضرت تو پہنچانیوالے احکام خدا کے ہیں اور آیہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم خدا تعالی ہی کیطرف سے ہی لو خدا تعالی ہی کیطرف سے اسکے بندوں کو خطاب ہے اور جو کوئی یہ کہتا ہی کہ یہ
کلام اور خطاب خدا کیطرف سے اسکے بندوں کو ہو ہی نہیں سکتا ورنہ یوں فرماتا یا ایہا الناس اتقونی فانی ربکم الذی خلقکم وہ شخص نزدیک علماء اہل سنت کے کافر ہی اور فتوی اسکی کفر کا ہمارے پاس موجود ہی اور پانچ
علماء دہلی کی اسپر مہر ہی وہ بھی انشاء اللہ تعالی اس رسالہ کی آخر میں لکھا جائیگا اور یہ شیخ جاہل اور کلام عرب سے ناواقف جو ہی تو جس حکم کو خدا تعالی نے غائب کے صیغہ میں بیان کیا ہی اسکو کہتا ہی کہ یہ خدا
کیطرف سے نہیں ہے بلکہ رسول خدا کیطرف سے ہی اور اگر خدا کیطرف سے ہوتا تو متکلم کی صیغہ میں بیان کرتا اور حال یہ ہے کہ یہ عین محاورہ عرب کا ہی کہ متکلم اور غائب دونوں کی صیغہ میں بیان کرتے ہیں اور امیر جو کہ مصنف خطبہ ہوتا ہی
کہتا ہی کہ یا ایہا الناس اطیعوا امیرکم اور یہ کچھ ضرور نہیں ہی کہ اطیعونی ہی کہی اور کتابوں کے خطبوں میں لکھتے ہیں کہ اما بعد فیقول فلاں بن فلاں وغیرہ ضرور نہیں ہے کہ متکلم کا صیغہ کہیں اور اگر نہ کہیں تو وہ اسکے
طرف سے نہو بلکہ دوسرے کیطرف سے ہو جبکہ اسکو پڑھتا ہی اور مظہر کو مقام مضمر کے لانا عین محاورہ عرب کا ہی اور اسی مختصر معانی میں مسند الیہ کی بحث میں جسجگہ کہ مظہر کو مقام مضمر کی لاتے ہیں وہ مقام پڑھا ہی اور قول
خلفا کا اسمیں مثال لکھی ہی کہ امیر المومنین یامرک کو انا آمرک کی جگہ کہتے ہیں اور یہ شعر حضرت علی کا مختصر معانی میں لکھا ہی الٰہی عبدک العاصی اتاک * مقرا بالذنوب وقد دعاک * دیکھو یہاں غائب
کا صیغہ آیا ہی کہ انا العاصی اتیتک نکہا اور عبدک العاصی کہا اور یہی حال آیہ یوصیکم اللہ کا ہی اور ایسے ہی حال ہر آیت قرآن کا ہی جسجگہ کہ ضمیر متکلم کی جگہ اللہ یا رب کا لفظ آیا ہی اور یہ شیخ بسبب
جہالت اور ناواقف ہونیکے محاورات کلام عرب سے اگر خدا تعالی غائب کے صیغہ میں اپنا ذکر کرے تو کہتا ہی کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نہیں ہے اب واضح ہو گیا کہ جسقدر قرآن شریف میں آیتیں ہیں سب وہ
خدا کیطرف سے ہیں اور رسول خدا صلعم کیطرف سے ایک بھی آیت نہیں ہی اور جو کوئی ایسا کہے وہ کافر ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس سے نازل کرے اسکی طرف سے تو نہو اور جو کوئی پڑھکر

پڑھ کر سناوے تو اسکی طرف سے ہوجاوے اور اگر یہی ہے تو چاہئے کہ وعظ وغیرہ سوائے رسول خدا صلعم کے جو احکام خدا کو سناتے ہیں انکی ہی طرف سے قرآن ہوجاوے اور خدا کی طرف سے نہو اور جو کوئی سناوے وہ اُس حکم میں شریک نہو اور جس وقت کوئی واعظ کلام اللہ کو پڑھ کر احکام خدا لوگوں کو سناتا ہے تو کوئی یہ نہ کہیگا کہ رسول خدا صلعم کا حکم سناتا ہے بلکہ یہ کہیگا کہ خدا کا کلام پڑھتا ہے اور اُسی کا حکم سناتا ہے البتہ جو کوئی حدیث کو پڑھکر سنائیگا تو کہینگے کہ یہ رسول خدا صلعم کا کلام پڑھ کر حضرت کا حکم سناتا ہے اور کوئی قرآن کی آیت اگر ہوگی تو اُسکو قال اللہ تعالیٰ لکھینگے اور قال رسول اللہ نہ لکھینگے اسواسطے کہ وہ اگر رسول خدا صلعم کی طرف سے ہوتی تو قال رسول اللہ لکھتے اور یہ شیخ نجدی کہتا ہے کہ یہ رسول خدا ہی کی طرف سے قرآن کی آیتیں ہیں اور اس شیخ نے آیت یا ایہا الناس اتقوا کو جو لکھا ہے کہ اسمیں اگر ضمیر متکلم کی ہوتی تو یہ خدا کی طرف سے ہوتی اور ضمیر متکلم کی جو اسمیں نہیں ہے تو اسواسطے یہ رسول خدا صلعم کی طرف سے ہے یہ قول اُسکا نہایت پوچ ہے اسواسطے کہ اسی سورہ میں لکھا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اسکے قول کے موافق یہ آیت نہ خدا کی طرف سے ہو سکتی ہے نہ رسول خدا کی طرف سے اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعونی و اطیعوا الرسول ہونا چاہئے تھا اور اگر رسول خدا کی طرف سے ہوتی تو اطیعوا اللہ و اطیعونی ہونا تھا جب ان دونوں کی طرف سے نہوئی تو کوئی اور شخص پیدا کرنا چاہئے جسکی طرف سے یہ آیت ہو اور اسطرح کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جیسے کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ یہ آیت رسول خدا کی طرف سے تو ہو ہی نہیں سکتی اسواسطے کہ خطاب اُن حضرت کی طرف ہے اور موافق اعتقاد اس شیخ کے خدا کی طرف سے بھی یہ آیت نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو ولکنی اہدی من اشاء ہوتا اس شیخ کے نزدیک خدا تعالیٰ سے بڑی غلطی ہوئی کہ اپنا نام لیا اور ولکنی اہدی کی جگہ یہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ کہا اور کلکٹر تو یوں نہیں کہتا ہے اپنا نام لیکر کہ کلکٹر صاحب تمکو یہ حکم دیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے جو اپنا نام لیا اور کہا کہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ تو اس شیخ نجدی کے نزدیک خدا تعالیٰ سے بڑی غلطی ہوئی کہ مثل کلکٹر کے اپنا نام لیکر یہ کہنا چاہئے تھا **قال الشیخ الاشعری** بیماردار جو بحکم حکیم حاذق بیمار کو نصیحت کرتے ہیں کہ تو دوا پی لے اور پرہیز کر تو کسیکے نزدیک نہ بیمار نہ غیر کے لازم نہیں کہ بیماردار خود ہی دوا پیوے اور پرہیز کرے بلکہ سب کے نزدیک بیماردار ان احکام سے خارج ہوا کرتے ہیں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ جو ہم بیماروں کے لئے بمنزلہ بیماردار کے ہیں بحکم حکیم مطلق یہ احکام مندرجہ ذیل یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الیٰ آخر السورت سب اُمتیوں کو سناتے ہیں تو لاجرم آپ ان احکام سے خارج ہیں اور اگر کسی حکم میں شریک بھی ہیں تو اُسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُس بیماردار کو بھی حفظ صحت کیلئے یا اور کسی مصلحت کی رعایت کیلئے وہ حکیم دوا یا پرہیز وہی بتلادے جو اُس بیمار کے نسخہ اور پرہیز میں داخل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تمام سورہ خاص کر شروع سے لیکر آخر رکوع یوصیکم اللہ تک جتنے احکام مذکور ہیں وہ سب بنسبت اُمتیوں کے صادر ہوئے ہیں اسمیں سے اگر کسی حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک اُمت ہیں تو کسی اور اشارہ کنایہ یا وحی غیر متلو کے سبب ہیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ تمام سورہ نہیں تو آخر رکوع مذکور تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے عبارت بنائی گئی ہے بالجملہ جناب سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اکثر احکام سے مستثنےٰ ہیں اور ہر دانا فہمیدہ سوا اُس مسئلہ مذکورہ کے دنیا کے کاروبار میں سے اُسکی بہت مثالیں نکال سکتے ہیں مثلاً افسر بہ نسبت عوام ملازموں کے بہت احکام میں مستثنےٰ ہوتا ہے اور بہت احکام ایسے اُسکو مخصوص ہوتے ہیں جیسے سپاہی ڈیوٹی میں افسر وں سے معاف ہوتا ہے پہرہ پالنا اور حکم بولنا اور انتظام کرنا اور موجودات لینی اور امور ضروری کی احکام بالادست کو اطلاع کرنی افسروں کے ذمہ ہوتی ہے الحاصل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مثل حکم تعداد منکوحات اس حکم سے خارج ہوئے تو یہ آیت اور وہ حدیث باہم مخالف نہوئی موافق اور مطابق ہی نکلی **اقول** مثال یہاں جاری نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ جیسے کہ رسول خدا صلعم بمنزلہ بیماردار کے ہیں ایسے ہی بیماروں میں بھی داخل ہیں کہ جیسے کہ اور لوگ مکلف شرع کے ہیں ایسے ہی حضرت بھی ہیں اور اس سے خارج ہو نہیں سکتے اور جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کو یہاں بیماردار فرض کیا ہے اور باقیوں کو بیمار اسطرح سے تو خدا کے حکم کے سنانیوالے واعظ وغیرہ سب بیماردار ہوسکتے ہیں تو چاہئے کہ وہ بھی حکم خدا سے خارج ہوں اور وہ لوگ جسطرح خارج نہیں ہیں اسیطرح جناب رسول خدا صلعم بھی خارج نہیں ہوسکتے اور اگر خارج ہیں تو کسی اور اشارہ سے خارج ہیں جو کہ شرع میں مقبول ہے جسکو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور اگر سنانیکی جہت سے رسول خدا صلعم بمنزلہ بیماردار کے ہیں تو چاہئے کہ سب سنانیوالے بمنزلہ بیماردار کے ہو جاویں اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حضرت بیماروں میں بھی داخل ہیں مثل اور لوگوں کے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حضرت اس حکم عام سے تو خارج ہوں اور کسی دلیل اشارہ کنایہ سے اسمیں داخل ہوں بلکہ اس حکم عام میں داخل ہیں اور کسی اور دلیل خارجی ہی سے بعضے حکم سے مستثنےٰ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورہ جناب رسول خدا صلعم کیطرف سے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ احکام خود اپنی ذات سے تجویز کرکے واسطے سنانے بندوں کے رسول خدا صلعم کے پاس بھیجے ہیں اور خود بھی حضرت ان احکام میں شریک ہیں اور اگر کسی حکم سے مستثنےٰ ہیں تو دلیل منقول شرع سے مستثنےٰ ہیں جسکو مسلمان مانتے ہیں اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سورہ رسول خدا کیطرف سے بنایا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ اول سورہ سے آخر رکوع تک تو رسول خدا کی طرف سے عبارت بنائی گئی ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ بعض قرآن تو خدا کیطرف سے ہو اور بعض قرآن رسول خدا صلعم کیطرف سے نہ کسی روایت میں ہے نہ اصول فقہ کی کسی کتاب میں اور نہ معانی اور بیان کی کسی کتاب میں اسکا ذکر ہے خدا تعالیٰ ہی کے بیان سے ثابت ہے کہ تمام قرآن خدا ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرماتا ہے تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ اور کہیں تلک آیات الرسول نہیں فرمایا پھر رسول خدا صلعم کیطرف سے کیونکر ہوسکتی ہے اور اگر رسول خدا مکلف نہیں ان احکام قرآنیہ میں امت کے شریک نہیں ہیں تو ان حضرت پر احکام کے جاری کرنیکا کوئی دوسرا قرآن ہوگا پس معلوم ہوا کہ خدا کے دو قرآن ہیں ایک پیغمبر کیواسطے اور دوسرا امت کے واسطے اور سنئے

یہ تو لکھا کہ اول سورہ سے آخر کو ع تک رسول خدا صلعم کے واسطے بنایا گیا ہی اور باقی کو نہ لکھا کہ کسواسطے بنایا گیا ہی شاید اسکے نزدیک ابو بکر کے واسطے بنایا گیا ہو اور افسر سپاہیوں کا جو اکثر احکام سے
مستثنے ہوتا ہے وہ بادشاہ کے حکم سے مستثنے ہوتا ہی اور بادشاہ اُسکو کہدیتا ہی کہ تو فلانے فلانے حکم میں شریک نہیں ہے اور بے حکم بادشاہ کے اپنی طرف سے ایک بات بنا کر مستثنے نہیں
ہوتا ہی ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم ہیں کہ جس حکم میں خدا تعالی نے اُنکو مستثنے کر دیا ہی اُس میں وہ مستثنے ہیں اور آیت یوصیکم اللہ میں خدا تعالی نے اُن حضرت کو مستثنے نہیں کیا ہی
کہ کسی دوسری جگہہ فرمایا ہو کہ تو میراث کے حکم میں داخل نہیں ہے، اور حکم تعدد منکوحات میں جو وہ حضرت داخل نہیں ہیں تو خارج کے اشارہ سے جو منقول ہے اور سب مسلمان
اُسکو تسلیم کرتے ہیں ورنہ اطلاق اُن حضرت کے داخل ہونے ہی کو چاہتا ہے اور اس حکم سے خارج ہونا اُن حضرت کا جبکا مخصص منقول ہی تقاضا اس امر کا نہیں کرتا ہی کہ میراث کے حکم
سے بھی کہ جسکا مخصص غیر منقول ہی خارج ہو جائیں اور جس وقت خارج نہوئی تو آیت یوصیکم اللہ میں اور روایت نحن معاشر الانبیاء میں مخالفت لازم ہو گئی **قال الشیخ الاشعری**
ہاں مخالفت اسے کہتے ہیں کہ شیعہ اپنے اماموں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی والدہ کے یعنی وارثوں کو بعضے ترکہ کا حصہ نہیں دیا بلکہ خود اپنے آپ سب لیا ہی جیسے شمشیر اور مصحف اور انگشتری
اور پوشاک بدنی سو جن روایتوں کی سند اماموں سے ہے اُنکو حصہ نہیں دیا اول تو فقط انہیں کی روایت ہے اور کوئی اُسکا راوی نہیں دوسری یہ بات آیہ یوصیکم اللہ کے برطور مخالف تطبیق کے
صورت نہیں اب اگر بالفرض یہ حدیث غلط بھی ہو اور ابو بکر صدیق نے بنالی ہو تب بھی مضمون صحیح ہی نکلا حکم بہر حال یہی ہی کہ فدک وغیرہ متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میں میراث جاری
ہونیکا حکم نہیں اور اس لئے اب ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ اس حدیث کی صحت کی دلائل جمع کر کے پیش کریں یا کوئی اور وجہ دربارہ تطبیق حدیث مذکور اور آیت یوصیکم اللہ بیان کریں
یا اس حدیث میں اور روایات باقیہ میں موافقت ثابت کر کے شبہ تخالف کو دور کریں کیونکہ کلام فدک میں میراث جاری ہونے میں تھی سو اُسکے طرف سے اطمینان ہو گئی **اقول** اگر اماموں نے
بعضے وارثوں کو اشیاء مذکورہ نہیں دی تو اس سے مخالفت آیہ مذکورہ کے لازم نہیں آتی کہ اشیاء مذکورہ مورث کے نماز اور روزہ کے عوض میں اُسکے فرزند اکبر کو دیے گئے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا
نماز اور روزہ جو کہ اُس سے فوت ہو گیا تھا بجا لاوے اور اُسکی عوض میں اشیاء مذکورہ کو لیوے اور بے وجہ نہیں ہے، اور اسکے دینے کی وجہ یہ ہی کہ حق الناس کہ جو کسی کی ذمہ ہوتا ہے تو بعد مرنیکے اُسکی
جائداد میں سے دلوایا جاتا ہی اور نماز روزہ جو حق اللہ ہی اور مرنیوالے کے ذمہ رہگیا ہی تو اسکا بھی ادا کروانا چاہئے تاکہ وہ بری الذمہ ہو جاے سو اُسکی یہ صورت مقرر ہوئی ہی کہ فرزند اکبر کے ذمہ اُسے
رکھا ہی اور عوض میں اُسکے یہ چیزیں مقرر کی ہیں کہ جو علاوہ ہیں اور اکثر فروخت نہیں ہوتی ہیں بلکہ آدمی اُنکو اپنے پاس ہی رکھتا ہی سو یہ اشیاء جو دی گئی ہیں مفت اور بے وجہ نہیں
دی گئی ہیں بخلاف روایت ابو بکری کے کہ اُس میں بلا وجہ حق رسول خدا صلعم کے وارثوں کا مقطوع ہوا ہی اور نہایت کار یہ ہے کہ بعضی اشیاء جو کہ علاوہ ہیں اُنمیں اماموں نے حصہ نہیں
دیا سو وہ موافق حکم شرع کے ہی کہ اُس مقدمہ میں حکم ہی اور اسیواسطے وارثوں نے اُسپر اعتراض نہیں کیا اور نہ کچھ تکرار کیا کہ وہ پہلے سے اس حکم کو سنے ہوئے تھے اور امام کو وہ معصوم بھی
جانتے تھے بخلاف حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ اُنہوں نے ابو بکر کی روایت لانورث کو تسلیم ہی نہیں کیا اور ابو بکر کو اس روایت میں دروغگو جانا کہ اُسپر غصہ ہوئیں اور تمام
عمر ابو بکر سے کلام نکیا اور بعد ابو بکر کے عمر کے زمانہ میں حضرت علی نے اور حضرت عباس نے پھر دعوی کیا اگر ابو بکر کو اس روایت میں راست گو جانتے تو پھر دعوی کرتے اور ابو بکر کو اور عمر کو دونوں
کو خائن اور کاذب اور غادر اور آثم کیوں سمجھتے اس میں اور اُس میں بڑا فرق ہی اور روایت لانورث میں جو صاحب کہ پیغمبر خدا کے مال متروک کے صدقہ ہونیکے مدعی ہیں وہی اُسکے
راوی ہیں اور کوئی شخص نہیں ہے اور سوا اُنکے اور کسی شخص نے اُس روایت کو بیان نہیں کیا ہی اور اگر کوئی اور بھی اُسکا راوی ہوتا تو حضرت فاطمہ ابو بکر کے قول کو تسلیم کر لیتیں
اس جہت سے کہ سوای مدعی صدقہ اور بھی اُسکے راوی ہیں اور اس تحریر سے ہماری ثابت ہو گیا کہ اماموں کا امر آیت کے مطابق ہے اور روایت لانورث ساختہ اور پرداختہ ابو بکر کے
مخالف ہی اور اُسکی صحیح ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے اور اُسکا مضمون ہرگز صحیح نہیں نکلا بلکہ غلط نکلا اور فدک میں میراث کے جاری ہونیکی کوئی ایسی وجہ پیدا نہوئی کہ جس سے
اطمینان حاصل ہو اور احتمالات سے کام نہیں چلتا ہی اور روایت لانورث کی صحت کی ایک بھی دلیل نہیں ہے، چہ جائیکہ دلائل کہ اُنکو تم پیش کرو اور تطبیق تو کسی وجہ سے روایت مذکورہ
کی آیت مسطورہ سے ہی نہیں ہو سکتی اور ایسی تمنے دونوں کے موافقت میں سعی کی اور ایسے مضامین خلاف اعتقاد اہل اسلام کے اپنی طبیعت سے تمنے ایجاد کئے کہ علمائے اہل سنت کی
سرکار سے تمہارے کفر کا حکم جاری ہوا اور تمہارے حق میں اُنہوں نے کفر کا فتوی دیا اور وہ فتوی آخر میں اس مختصر کے مرقوم ہوگا ملاحظہ کر لینا **قال الشیخ الاشعری** لیکن تا ہم با ایں نظر کہ اولیائے
کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری اور اُنکی بدگوئیوں کی دندان شکنی میں اسینظر خداوند تعالی و رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور توقع دعا و شفاعت اولیاء و مقربان خدا ہی میں ہے خاص ابو بکر
صدیق کہ سر افسر مقربان و سر لشکر اولیاء ہیں اسلئے اس آیت سے مطابقت کی ہی ایک اور وجہ مرقوم ہی اور تطبیق روایات باقیہ بھی بعرض خدمت اہل انصاف ہے اور آں بطور شیعہ و سنی کہہ بیان ہوتے
علامات صحت حدیث مذکور بھی انشاء اللہ تعالی کیا جائیگا سو اول آیہ یوصیکم اللہ کے ساتھ مطابقت کی ایک اور وجہ لیجئے اگر بطور مذکور جس سے جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ و سلم کا مستثنے ہونا اس حکم سے معلوم ہو جانے
یہ حکم بیان نہونا بلکہ ایسے الفاظ ہوتے کہ جیسے باعتبار الفاظ کے عموم خطاب سے سمجھا جاتا یا کوئی عقل کا اندھا انہیں الفاظ کو یوں کہنے لگے کہ عموم پر دلالت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلعم بہر نہج اس حکم میں
شامل ہیں تب بر تقدیر صحت حدیث مذکور کوئی دشواری نہیں ہے بہت سہل ہوگا تو آیہ مذکور کی تخصیص لازم آئیگی مخالفت پھر بھی نہیں مخالفت تعارض اور تناقض کو کہتے ہیں تخصیص کی صورت

رشتہ ناتے کی صورت ہو جائیگی مثلاً کوئی یوں کہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا تو اس کلام کے اول و آخر میں کوئی نادان بھی تعارض نہیں سمجھتا حالانکہ یوں کہنا کہ سب آئے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زید بھی آیا یہ کہنا کہ زید نہیں آیا اسکے مخالف ہے سو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ آخر کلام اول کلام کی مخصص ہوگئی باقی کوئی یوں کہے کہ اس مثال پر تو جب قیاس کیا جائے کہ جیسے اس کلام میں جملہ مخصصہ سابقہ لگا ہوا ہے ایسے ہی مضمون حدیث کا کوئی لفظ اس آیت کے متصل آگے پیچھے لگا ہوتا سو اسکا جواب یہ ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسی کلام میں کہ سب آئے مگر زید نہیں آیا ایک زید کی تخصیص تو لفظی ہے باقی صدہا لاکھوں کی تخصیص اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ لفظوں میں کہاں ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اس قسم کے کلام کا سبھی کو اتفاق پڑتا ہی ہے اور ایسا نہیں تمام مخلوقات بلکہ سب بنی آدم اور ساری روئے زمین کے رہنے والوں کا آنا بھی مقصود نہیں ہوتا ہے ایک بستی کے یا ایک گروہ کے یا ایک محفل خاص کے آدمی مراد ہوتے ہیں سو یہ تخصیص کونسے لفظ سے نکل آئی

اقول ۔ اولیاء کرام اور مقربان درگاہ خداوندی کی طرفداری تو اسوقت ہوتی جسوقت تم فاطمہ زہرا کی حمایت کرتے کہ وہ دختر نیک اختر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہیں اور انکے حقوق کے غاصبوں کو اور رنج و آزار پہنچانیوالوں کو جھوٹا ٹھیراتے اور تم نے تو بالعکس اسکے کیا ہے کہ فاطمہ زہرا کو جھوٹا اور خاطی مقرر کیا اور جو کہ غاصب انکے حقوق کے ہیں اور جنہوں نے انکو آزار پہنچائے ہیں اور تکلیفیں دی ہیں انپر آنچ نہیں آنے دیتے اور ان آزاروں کو اور انکے عیبوں کو انکی اصلاح حال بد آل ہیں ایسا چھپاتے ہو کہ جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے اور میاں ابوبکر صاحب جنکو تم اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے گمان کرتے ہو وہ ہیں کہ جنکے حق میں خدا تعالیٰ نے نازل کیا تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے انکی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ نہیں جانتا میں کہ بعد میرے تم کیا احداث کروگے دین میں اور انکے اور انکے بھائی کے حق میں اشارہ کرکے فرمایا کہ بد ترین خبیثا اور امام ہونگے کہ وہ میری ہدایت و سنت پر نہونگے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ تم حرص کروگے امارت کی اور وہ تمہارے واسطے ندامت ہو جائیگی چنانچہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے ایسے آدمی اولیاء اور مقربان درگاہ خدا میں سے کیونکر ہونگے اور مقربان درگاہ خدا میں سے تو جناب رسول خدا صلعم ہیں جو سبکے بھی افسر ہوئے اس شیخ کے نزدیک اور بمطابقت اس روایت کو تو روایت مذکورہ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور تخصیص کی ایک وجہ تو اتنی ہے اور مثال اسکی اسطرح سے دی ہے کہ میرے پاس سب آئے مگر زید نہیں آیا اسمیں گو تخصیص پائی جاتی ہے مگر وہ روایت ابوبکر کی نحن معاشر الانبیاء الخ مخصص آیہ یوصیکم اللہ کی نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول ہی نہیں فرمایا چنانچہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیر آیہ یوصیکم اللہ میں لکھا ہے کہ چوتھی تخصیصات اس آیت میں سے یہ ہے کہ مذہب اکثر مجتہدین کا یہ ہے کہ انبیاء نہیں موروث ہوتے ہیں اور شیعوں نے خلاف کیا ہے اسمیں روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے میراث طلب کی تو اسکو منع کیا اور حجت پکڑی اسپر اپنے قول سے نحن معاشر الانبیاء لا نورث سو اسوقت حضرت فاطمہ نے حجت پکڑی عموم قول اللہ کے مثل حظ الانثیین سے اور گویا کہ اشارہ کیا فاطمہ زہرا نے اس امر کیطرف کہ عموم قرآن کا خاص کرنا جائز نہیں ہے خبر واحد سے اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن عام کی ہو اور خبر صدقہ کی متاخر ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ عندنا یعنی ہم حنفیوں کے نزدیک تخصیص کلام مستقل سے نہیں ہوتی بلکہ وہ نسخ ہوتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ قرآن کی ہو اور انکے نزدیک نسخ کتاب اللہ کا خبر واحد سے جائز نہیں ہے چنانچہ تلویح میں لکھا ہے کہ کتاب منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے پس دعوی جو تخصیص کا کیا تھا آیہ مذکورہ میں وہ باطل ہوا اور عموم آیت کا باقی رہا اور اس سے یہ بھی باطل ہوا کہ جو کہتا ہے کہ مخصص کا لفظوں میں متصل ہونا کچھ ضرور نہیں ہے اسواسطے کہ مخصص اگر عام کے متصل نہوگا بلکہ بعد میں عام کے ہوگا تو ناسخ کہلائیگا نہ مخصص اور مخصص جبتک کہ ظاہر نہو وہ مخصص ہی نہیں ہے اور آنا اگر تمام زمین کے آدمیوں کا مراد نہیں ہوتا بلکہ ایک بستی یا قوم کے آدمی مراد ہوتے ہیں اور اسمیں اگرچہ ایسے لاکھوں کی تخصیص ہے کہ وہ لفظوں میں کو نہیں ہے مگر یہاں عقل مخصص انکی ہے کہ مراد تمام روئے زمین کے آدمی نہیں ہو سکتے ہیں عقل کے نزدیک اور آیہ مذکورہ میں کوئی تخصیص نہیں سمجھی جاتی جبتک کہ خدا تعالیٰ اسکی تخصیص بیان نکرے اور عقل کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے کہ آیت کی تخصیص کرے جبتک شارع سے کوئی تخصیص متصل عام کی منقول نہو اور تم نے اپنے مطلب کے ثابت کرنیکو ایک مثال جو بیان کی ہے وہ تو اس آیت میں جاری نہیں ہو سکتی ہے قال الشیخ الاشعری اور اسپر اگر تسکین نہو تو اب ایسی مثال لیجئے کہ پھر کسیکو مجال دم زدنی نرہے اول یہ ہے کہ یہ حکم ہے فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی نکاح کرو عورتوں سے جسقدر تمہاری مرضی ہو دو دو تین تین چار چار فقط اب صاف ہے کہ باتفاق سنی و شیعہ خصوصا امامی اثنا عشری اسکے معنی یہی ہیں کہ چار نہایت درجہ ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے سو اگر یوصیکم اللہ عام ہے اور رسول اللہ صلعم اور غیر کو سب کو شامل ہے تو فانکحوا ما طاب لکم بھی عام ہے اور سب کو شامل ہے کوئی لفظ ایسا جس سے رسول اللہ صلعم کا اس سے مستثنے ہونا ثابت ہو اسکے پیش پس میں نہیں ہے جیسے کلام منفصل سے اس آیت کو تخصیص کر کے رسول اللہ صلعم مستثنے کر لیا ہے ایسے ہی حدیث مذکور سے آیہ یوصیکم اللہ کو مخصوص کر کے رسول اللہ صلعم کو مستثنے کر لیا اور اگر یوں کہو کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص تو دوسری آیت ہی سے کی گئی سورۂ احزاب کی یہ آیت یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ من المؤمنین تک اسپر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لئے تیری عورتیں جنکے تو مہر دے چکا اور جو باندیاں تیری ملک میں آگئی ہیں اس لوٹ میں سے جو اللہ نے دلوادی ہیں اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی جنہوں نے وطن چھوڑ دیا تیرے ساتھ میں اور جو کوئی عورت ہو مسلمان اگر بخشے اپنی جان کو نبی کو اور نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لاوے نری تجھکو سوا اور مسلمانوں کے فقط سو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ کی اجازت ہی نہیں تو اتنی کیوں گناتے سو جیسے فانکحوا کی تخصیص اس آیت سے ہوگئی ایسی ہی کوئی آیت بتلاؤ جو آیہ یوصیکم اللہ کے تخصیص اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونے پر دلالت کرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تحکم بیجا کا ہیسے روا ہو گیا کہ کلام منفصل بھی ہو تو آیت ہی ہو عقل سلیم۔ آیت اور خبر آیت اس بات میں تو یکساں
نظر آتے ہیں **اقول** تخصیص آیت مذکورہ کی تو موافق مذہب شیعوں کے ہو سکتی ہے نہ موافق مذہب سنیوں کے اسواسطے کہ شیعہ تو اس روایت ہی کو نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ
ابوبکر نے یہ روایت بنالی ہے اور اہل سنت کے نزدیک سو اسلئے تخصیص نہیں ہو سکتی کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خبر واحد سے آیت کتاب اللہ خاص نہیں ہو سکتی اسکے سوا سے قول کا جواب ہو گیا اور آیۂ
فانکحوا ما طاب لکم من النساء کا حکم البتہ عام ہے سب کو شامل ہے لیکن یہ آیت خاص ہو گئی ہے دوسرے حکم سے اور آیۂ یوصیکم اللہ کا کوئی مخصص نہیں ہے اور روایت کا نبلا نورث ما ترکناہ صدقۃ خبر واحد ہے
اُس سے کیونکر تخصیص ہو سکیگی آیت کی اور سوا اسکے یہ بات ہے کہ آیت کا مخصص آیت ہی چاہیئے اور عقل سلیم ہرگز تسلیم نکریگی کہ یقینی امر کو ظنی خاص کر دے سو وہ بھی موضوع اور کذب **قال**
الشیخ الاشعری اور عقل سلیم کی نہونیکے عذر سے جواب مسلم نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو آیہ فانکحوا کا مخصوص ہونا آیہ انا احللنا سے مسلم نہیں کیونکہ مقام دعوی میں لازم ہے کہ ایسی دلیل پیش کیجائے جسمیں خلاف
دعوی کا احتمال نہو اور اس آیت میں احتمال ہے کہ شاید احل لکم ما وراء ذلکم اس امر کیواسطے نازل ہوئی ہو کہ تمہارے لیے سو اس قسم کی عورتیں حلال ہیں کہ جتنی چاہو نکاح کرو جیسے احل لکم ما وراء ذلکم کے یہ معنی ہیں
کہ سوا محرمات مذکورہ کے سب قسم کی عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ مہروں سے انکے ساتھ نکاح کرو سو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سوا محرمات مذکورہ کے جسقدر چاہو اتنی نکاح کر لو اور موید اس احتمال کی یہ بات ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ نساء سے پہلے
نازل ہوئی ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں نوع اول میں ترتیب نزول سورتہای قرآنی میں ایک حدیث متصل نقل کی ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے سو تبتک یہ فانکحوا نازل ہوئی ہی نہتھی جو آیہ انا احللنا
نازل ہوئی اور جبتک آیہ فانکحوا نازل نہیں ہوئی تھی تب تک نکاح کے باب میں رسول اللہ صلعم کی کیا تخصیص ہے کسیکی بھی کوئی قید عدد نہتھی پھر کیا ضرورت تھی کہ جو اس آیت کو نازل کرکے یہ
اطلاع کی گئی کہ تمہارے لئے جتنے نکاح کرو درست ہیں اس صورت میں لا محالہ یوں ہی کہا جائیگا کہ آیہ فانکحوا کی تخصیص کسی مدعی جی سے ہوئی اور اگر یوں کہئے کہ ترتیب مذکور باعتبار فواتح سور ہے یہ کہنا لازم آئیگا
کہ سورۂ احزاب کی تمام آیتیں سورۂ نساء کی تمام آیتوں سے پہلے ہی نازل ہوئی ہیں چنانچہ مشار الیہ کچھ لیا ہی واضح ہوتا ہے سو ہر چند یہ احتمال ہمیں ساکت نہیں کر سکتا اسلئے کہ مدافعت ان احتمالات کی ہمارے
ذمہ نہیں ہم کس بابکے مدعی ہیں جو احتمالات مخالفت کو رفع کریں ہاں اس احتمال کا دفعیہ کہ شاید ساری ہی احزاب یا فقط آیہ انا احللنا ساری سورۂ نساء یا فقط فانکحوا سے پہلے نازل ہوئی
انکو ضرور ہے تاکہ انکا دعوی تخصیص ثابت ہو **اقول** عقل سلیم تو تمہیں میں نہیں ہے کہ بیجا گفتگو کرتا ہے اور ہمارا یہ قول نہیں ہے کہ آیہ فانکحوا آیہ انا احللنا ہی سے خاص ہو گئی ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے
ہیں کہ اس آیت کی تخصیص میں تو کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ رسول خدا صلعم کی چار بیبیوں سے زیادہ تھیں پھر کسی وجہ سے تو تخصیص پائی ہے گو اسکا مخصص تمکو
معلوم نہو اور اگر آیہ انا احللنا کو اس آیت کا ہم مخصص سمجھیں تو بھی ہو سکتا ہے اور احل لکم میں ہرگز یہ احتمال معتبر نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے اس قسم کی عورتیں ہوں اسواسطے
کہ تفسیر قرآن کی احتمالوں سے نہیں ہوتی ہے تفسیر وہ ہے کہ جو حدیث میں آئی ہے یا مفسرین اسکو لکھ گئے ہیں اور اتقان کا جو حوالہ دیا ہے کہ اسمیں نزول سورۂ احزاب کا پہلے سورۂ نساء
سے لکھا ہے یہ امر بھی قابل اعتبار نہیں ہے اسواسطے کہ آجتک یہ تو تحقیق ہی نہیں ہوا کہ مکی سورت کونسی ہے اور مدنی سورت کونسی ہے جو سورت قرآن کی ہے اسمیں اختلاف ہے کسیکے نزدیک تو مکی
ہے اور کسیکے نزدیک وہ ہی سورت مدنی ہے اور عثمان کو تو سورتوں کی ترتیب معلوم ہی نہیں تھی کہ کونسی سورت پہلے نازل ہوئی ہے اور کونسی اسکے بعد نازل ہوئی ہے اگر معلوم ہوتا
تو موافق ترتیب نزول کی جمع کرتے اور اگر انکو معلوم نہوتا کسی اور کو تو معلوم ہوتا اس سے دریافت کر لیتے لیکن کسیکو معلوم ہی نہتھا اور اسی جہت سے مدنی آیتیں مکی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں اور مکی
آیتیں مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں سو ہو سکتا ہے کہ آیہ فانکحوا پہلے نازل ہوئی ہو آیہ انا احللنا سے اور تم مدعی کیوں نہیں ہو آخر دعوی کرتے ہی ہو کہ یہ قرآن جو ہے جسکو کلام اللہ کہتے ہیں خدا کیطرف
نہیں ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی طرف سے امت پر ہے اور خداتعالی نے پیغمبر خدا کیطرف سے تصنیف کرکے پیغمبر خدا کے پاس بھیجا ہے اور یہ احکام جو جاری ہوتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں ہیں اور نہ احکام
قرآنی میں خداتعالی کو کچھ دخل ہے خداتعالی تو کاتب انکا ہے جیسے کہ کوئی عرضی کسی سے لکھواتا ہے تو وہ عرضی لکھوانے والے کی ہوتی ہے نہ لکھنے والے کی ایسے ہی سارا قرآن مطلب تو رسول خدا کا ہے اور اللہ نے
نے وہ مطلب بیان خداتعالی سے لکھوا لیا ہے اور علماء اہل سنت نے تمہاری اس تحریر پر تمہارے کفر کا فتوی لکھا ہے اور وہ آخر میں اس کتاب کے ہمنے لکھدیا ہے سو اس دعوے کے اثبات کے لئے تم احتمالات
بے سند اپنی رائے سے نکالتے ہو جیسے کہ تمنے ایک احتمال یہ سا ختم المرسلین مقرر کر دیئے جس پر علماء اہل سنت کی تم پر لعنت ہوئی اور سورۂ نساء کا بعد سورۂ احزاب کے نازل ہونا ہمارے نزدیک ثابت نہیں
ہے عثمان نے سورۂ نساء کو سورۂ احزاب سے پہلے کسواسطے لکھا ہے ہمکو کفایت کرتا ہے رفع احتمالات کیلئے فعل تمہارے پیر نابالغ کا اب ہم عثمان کے فعل کو چھوڑ کر جو کہ خلیفہ اہل سنت کے نزدیک ہے اتقان
والے کے لکھے کو کیونکر معتبر جانیں **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہماری چشم پوشی دیکھئے کہ ہم اس سے بھی درگزر کرکے آیۂ یوصیکم اللہ کی مخصص بھی آیت ہی بتلاتے ہیں یعنی سورۂ حشر جو بشہادت
حدیث مشار الیہ سورۂ نساء ہی بعد میں نازل ہوئی ہے اسمیں یہ آیت موجود ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین
وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم مطلب یہ ہے کہ جو مال بطور فئے کے خداوند کریم نے اپنے رسول کریم رسول اللہ صلعم کو دلوایا یعنی بستیوں والوں سے یعنی بے لڑے بھڑے فتح ہو گئی تو وہ اللہ کے واسطے اور
رسول کے اور ناتے والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے لئے ہے تاکہ نہ آوے لینے دینے میں دولتمندوں کے تم میں سے فقیر علمائے اہل سنت اور منصفان شیعہ کی خدمت میں عرض ہے کہ
مال فئے کی تقسیم جناب باریتعالی نے چھ حصوں پر کی ہے سو بعض علماء کا تو یہی قول ہے کہ چھ حصوں پر تقسیم کرکے خدا کا حصہ بیت اللہ اور مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے پر اکثر امت کا مذہب

یہ ہی کہ مال فے کے پانچ ہی حصے ہیں لیکن چونکہ عبارت فللّٰہ وللرسول الخ جو یہاں ہیں موبہو وہی عبارت ہے جو پارہ دہم کے شروع میں مصرف خمس کے بیان کے لئے وارد ہوئی ہے اور شیعوں کا اسجگہ پانچ حصوں پر تقسیم کرنا بالیقین معلوم ہے تو بالیقین معلوم ہوا کہ یہاں بھی شیعوں کے نزدیک یہی تقسیم ہوگی سو اس مذہب کے موافق ذکر خدا کی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جو چیز خداوند کریم کے ارشاد کے باعث اُسکی رضا کے موافق خرچ کی جاتی ہے تو اسکو خدا کے ساتھ اور نیز اُنکے ساتھ جو موافق ارشاد خداوندی اُسکے مصرف مقرر ہوئی ہیں ایک نسبت حاصل ہو جاتی ہے خدا کے ساتھ تو یہ نسبت کہ اُسکی راہ میں خرچ ہوئی اور اہل مصرف کے ساتھ یہ نسبت کہ اُنکے لئے مقرر ہوئی تو اسکو خدا کی طرف بھی کہہ سکتے ہیں چنانچہ عرف میں یہ ہو گیا ہے کہ جو چیز بہ نیت ثواب دیا کرتی ہیں اُسکو خدا کی طرف ہے کہا کرتے ہیں اور اہل مصرف کے واسطے بھی چنانچہ عرف میں انکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور بولا کرتے ہیں کہ فلانی چیز فقیروں کے یا مسکینوں کے واسطے ہے مثلاً تو اس صورت میں حاصل یہ ہوا کہ مال فے خدا کے واسطے ہے اور فلانی فلانی قسم کے آدمیوں کے واسطے یعنی خدا کی رضامندی کے لئے انکو دیا جائے اور ضرورت اس کہنے کی یہ ہوئی کہ مال فے تو اُسے کہتے ہیں کہ جو کفار کے پنجوں میں سے بے لڑے بھڑے بسبب رعب لشکر اسلام کے بطور صلح اہل اسلام کے قبضہ میں آ جائے سو یہ مال حقیقت میں تو جناب باری تعالی نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں داخل کر دیا چونکہ بظاہر اسکا باعث رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے اور رعب میں فی الجملہ جمعیت لشکر کو مداخلت ہے تو لشکریوں کو اسمیں طمع ہو سکتی تھی اسلئے یوں ارشاد ہوا کہ جو مال بے لڑے بھڑے ہمنے اپنے رسول کو دلوا دیا ہے اُسمیں تمہیں جانفشانی کی نوبت نہیں آئی کہ کسی قسم کے مشقت نہیں پڑی سو مناسب یوں ہے کہ اسکو خدا تعالی کے واسطے چھوڑ دو تاکہ مصارف مذکورہ میں صرف ہو لیکن پہلی آیت میں جو یہ جملہ ہے فما اوجفتم سے یہاں تک قدیر تک اس جملہ کے مناسب یوں ہے کہ یوں کہئے کہ جب خداوند کریم نے تمہاری بے سعی و کوشش کے یہ مال اپنے رسول کو دلوا دیا تو اسمیں تمہارا کچھ حق نہیں جیسا مال غنیمت بسبب اسکے کہ بظاہر تمہاری جانفشانیوں کے باعث رسول اللہ صلعم کے ہاتھ آیا تھا تم پر تقسیم کیا جاتا ہے کہ ایسے ہی جو مال فقط خدا کی عنایت سے ہاتھ آئی ہو وہ خدا کا ہو جاتا ہے اور جو لوگ اللہ والے ہیں اور خدا کے نام پر بیٹھے ہیں یہ خدا کے نام کا مال انکو ملنا چاہئے ہر حال لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا لیکن جیسا لفظ علی رسولہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبض و تصرف ثابت ہوا ایسا ہی لفظ فللّٰہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ قبض و تصرف مالکانہ نہیں یعنی متولیانہ ہے یعنی آپ خازن اور امین ہیں مالک نہیں ورنہ اس مصرف کے مقرر کرنیکے کیا معنی مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے اور اگر بالفرض مال فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوا اور ایک قدر معین کے لئے ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو مقرر کر دینا ایسا ہی ہو جیسے زکوۃ کے لئے جو ایک حصہ معین ہے فقرا و مساکین وغیرہم کو مقرر کر دیا ہے تو قطع نظر اسکے کہ یہ بات بشہادت عبارت آیت ظاہر البطلان ہے اسکے یہ معنی ہونگے کہ نعوذ باللہ سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات جو باتفاق سراسر معصوم ہیں اس بہانے بار حقوق مندرجہ آیت اپنے سر پر لینگی سو اسکے قائل ہونیکی جرأت شیعوں ہی میں نظر آتی ہے اہل سنت کو ایسی بات کہکے اپنا ٹھکانا نظر نہیں آتا باقی رہا فے کے اندر رہنے کا مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا سو اس صورت میں اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ لفظ افاء اللہ اس صورت میں صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کو اصل زمین بانٹ کر دینی چاہئے الغرض رسول اللہ صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت نہیں پھر نہ معلوم کس وجہ سے روایت ہبہ فدک کو علماء شیعہ صحیح سمجھتے ہیں اور فدک کو تمام حق وارثان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق خاص قرار دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ تمام اکابر صحابہ خصوصاً خلفاء ثلاثہ پر زبان طعن دراز کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اگر پہلے سے عذر جہل تھا تو البتہ یہ عذر معقول ہے لیکن بعد استماع ان کلمات طیبات و مضمون آیت سراپا ہدایت کے توبہ و استغفار میں کیا توقف ہے **اقول** آیۂ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ ہرگز مخصص آیۂ یوصیکم اللہ کا نہیں ہے خواہ سورۂ نساء سورۂ حشر سے بعد نازل ہوا ہو یا پہلے اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک تھے اور فدک حضرت کے حصہ ہی میں آیا تھا چنانچہ معلوم ہو گا اور تجکو کیا خبر ہے کہ سورۂ نساء سورۂ حشر سے پہلے نازل ہوا ہے عثمان کے لکھنے سے کہتا ہے اُسنے تو سورتوں اور آیتوں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے کہ جو نزول میں پہلے ہے اسکو بعد میں کر دیا ہے اور پہلے سے یہ شخص کہتا چلا آتا تھا کہ ہم ثابت کرینگے کہ فدک رسولخدا کا مملوک مال نہ تھا اور اب ممدوح اُس نے اپنے نزدیک اگرچہ ثابت کر دکھایا لیکن رسولخدا صلعم کا مال مملوک نہ ہونے میں اسکو نہ معلوم ہوا کہ اسمیں کیا قباحت ہے اسمیں اسنے ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس کو بلکہ سب علماء اہل سنت کو جھوٹا ٹھیرایا ابوبکر اور عمر کو تو اسواسطے کہ انہوں نے فدک پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر کہا تھا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وارث جو کوئی ہوتا ہے وہ مورث کے مال مملوک کا وارث ہوتا ہے نہ غیر مملوک کا اور صدقہ انکا مال اُسوقت ہوتا ہے کہ جب جائیں اور بعد اپنے چھوڑ جائیں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے فدک کو پیغمبر خدا کی ملک قرار دیکر دعوی وراثت کا کیا تہا اور علی اور عباس کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ انہوں نے عمر کی خلافت میں دعوی پیغمبر خدا کے ترکہ کی وراثت کا کیا تھا اور عمر نے اُنکو وہی جواب دیا تھا جو ابوبکر نے فاطمہ کو جواب دیا تھا کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور سب علماء کو اسواسطے جھوٹا ٹھیرایا کہ وہ سب لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا وہ بھی رسولخدا کی ملک ٹھیراتے ہیں کہ پیغمبر کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا غرض یہ ہے کہ اس نے وہ لکھا ہے کہ جسکا کوئی قائل نہیں ہے اور یہ شخص سزاوار تھا ابوبکر کی تابعی کرے واسطے اسکو وہ سوجھی کہ جو ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی اگر یہ ابوبکر کے زمانہ میں ہوتا تو ابوبکر کو تعلیم کر دیتا کہ تم فاطمہ زہرا سے اگر وہ رسولخدا کی وراثت کا دعوی کریں تو صاف کہدو کہ پیغمبر خدا نے کوئی مال ہی اپنا نہیں چھوڑا اور نہ وہ کسی چیز کے مالک تھے تم کس کی وراثت کا دعوی کرتے ہو تو اس صورت میں ابوبکر کو جھوٹی روایت مخالف کلام اللہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور روایت کے بنانے سے بدنام اور مطعون خلایق نہوتے اور مال فے جو کہ بدون جنگ کرنیکے ہاتھ آتا ہے اگر لوگ وہاں کے جلاوطن ہو جائیں یا صلح کر لیں تو وہ موافق حکم خدا کی آیۂ

حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ پیغمبر خدا کا اور جو حصہ کہ خدا کا ہے اسکو بھی رسول خدا صلعم اپنی مصلحت کے موافق خرچ کرتے ہیں۔ اور ایک حصہ جناب رسول خدا صلعم کے قریبوں کا کہ وہ حضرت کی اہل بیت کو پہنچتا ہے اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے یتیموں کا اور ایک حصہ آل محمد صلعم کے مساکین کا اور ایک حصہ آل محمد کے مسافروں کا سو ہمارے مذہب کے موافق تو اس طرح سے ہے اور بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد رسول خدا صلعم کے قریب ہیں اور حضرت سجادؑ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اور مخالفین کے علماء انسے کل آدمیوں کے قریب اور یتیم اور مساکین اور مسافر مراد لیتے ہیں اور فدک بھی اموال فے میں سے ہے کہ وہ رسول خدا صلعم کے پاس آ گیا تھا اور حضرت ہی کی ملک میں قرار پایا تھا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خاص رسول خدا صلعم کے واسطے تھا اور اسی پر صلح ہوئی تھی کہ وہ رسول خدا صلعم کے واسطے ہو اور باقی کی چیزیں جو ہیں انمیں سب شریک ہوں اور حضرت صلعم کی خالص ملک تھی تو حضرت فاطمہ نے دعوی ہبہ اور وراثت کا کیا تھا اور جناب رسول خدا صلعم ہی کی ملک خالص جانکر ابوبکر نے کہا تھا کہ رسول خدا صلعم کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے اور فدک کا خالص واسطے رسول خدا صلعم کے ہونا اہل سنت کی کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ معجم البلدان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ فدک ایک قریہ ہے حجاز میں سے کہ درمیان اسکے اور مدینہ کے دو منزل کا فاصلہ ہے اور بعضی تین منزل کہتے ہیں فتح کیا تھا اسکو خدا تعالی نے اپنے پیغمبر پر سنہ ۷ میں صلح کی راہ سے اور یہ اسطرح سے ہے کہ جسوقت رسول خدا صلعم نے خیبر پر نزول اجلال فرمایا اور اسکے قلعوں کو فتح کیا اور تین قلعے باقی رہگئے تھے کہ انکے باشندوں پر تنگی اور دشواری بہت ہو گئی ان قلعوں والوں نے رسول خدا صلعم کو کہلا بھیجا کہ ہم یہاں سے نکلکر جلاوطن ہو جائیں حضرت نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ نکلگئے اور فدک کے باشندوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت کو کہلا بھیجا کہ ہم سے فدک کی نصف اثمار اور اموال پر صلح کر لو حضرت نے قبول کیا پس فدک ان چیزوں میں سے تھا کہ بدون دوڑانے گھوڑوں اور اونٹوں کے ہاتھ آیا تھا اور وہ خالص رسول خدا صلعم کا تھا اور اسمیں چشمے اور درخت خرما بہت تھے اور وہ فدک وہ ہے کہ فاطمہ زہرا نے کہا تھا کہ رسول خدا صلعم نے مجھکو بخشا ہے اور ابوبکر نے کہا کہ میں اس پر گواہ چاہتا ہوں اور اسکا ایک قصہ ہے فقط اور مقصد اقصی میں لکھا ہے کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول صلعم چون خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بردست حضرت امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوالط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالی میفرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت خویشان من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوالط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسول او ست در فدک ہم بادہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتے نوشت و این تنقیہ بود کہ بعد از وفات رسول خدا صلعم پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت کہ این کتاب رسول خدا است کہ برای من و حسن و حسین نوشتہ است اس سے معلوم ہوا کہ مصالحہ اسپر ہوا تھا کہ فدک خاص رسول خدا صلعم کے واسطے ہو اور جو کہ حق خدا اور رسول تھا اسمیں اسکے مالک بھی رسول خدا صلعم تھے پس جسوقت معلوم ہوا کہ وہ خالص رسول خدا کا تھا تو جو کچھ اسنے اپنی رائے سے ایک بات تراش کر لکھی ہے وہ سب باطل ہے اور جو آدمی کہ کوئی چیز کسیکو دیتا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ واسطے خوشنودی خدا کی ہے اور مال فے جو ہے سو وہ تو خدا تعالے کا عطا کیا ہوا ہے اسمیں خدا تعالی نے حصے مقرر کر دیئے ہیں اور ایک حصہ بنا رکھا ہے کہ اسکو جناب رسول خدا امور خیر میں صرف کریں اور مال فے کو کوئی آدمی اپنے گھر سے کسیکو نہیں دیتا ہے کہ جو اسمیں قصد ہو کہ واسطے رضائی خدا کے دیتا ہوں وہ تو بخشش ہے خدا کی جانب سے اور تو فے کے مال کے اور خمس کے پانچ حصے کہاں سے کہتا ہے قرآن میں تو دونوں کی چھ حصے لکھے ہیں پانچ حصے خلاف ارشاد خدا کے کوئی کیونکر کہدیگا مگر دشمنان اہل بیت نے بعد وفات رسول خدا صلعم کے ایک حصہ حضرت کے قریبوں کا البتہ خمس میں سے موقوف کر دیا تھا اور مال فے دینے میں یہ ارادہ نہیں ہوتا ہے کہ بنام خدا یا ہے جیسا کہ خیرات و صدقہ میں ارادہ ہوتا ہے بلکہ اسمیں تو یہ لحاظ ہوتا ہے کہ جو جسکا [illegible] رسول خدا صلعم کا قبض و تصرف ثابت ہو لیکن فلدر سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ قبض و تصرف مالکانہ رسول خدا کا کیقدر مال میں بھی نہیں تھا آخر ان حضرت کا بھی تو حصہ ہے اپنے حصہ میں تو تصرف مالکانہ ہی ہوگا اور فلدر کے لفظ سے تو یہ ثابت ہوا کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا بھی ہے جیسے کہ رسول خدا کا اور قریبوں اور یتیموں وغیرہ کا ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا لیکن ہم تو اوپر لکھ چکے ہیں کہ فدک خالص رسول خدا صلعم کا مال تھا اسمیں کوئی شریک انکا نہ تھا اور حضرت فاطمہ زہرا نے خالص حضرت رسول خدا کا حق جانکر اسکا دعوی کیا تھا اور اگر رسول خدا صلعم غیروں کے حصوں کے متولی تھے تو اپنے حصہ کے تو مالک تھے کہ جسمیں فدک وغیرہ تھا اور اپنے حصہ کا حضرت کو اختیار مالکانہ ہی تھا اور جو حصہ کہ حضرت کا تھا اسکو اپنے تصرف میں لائے اور باقی کی اسامیوں کا حصہ انکو پہنچا دیا اور آیت سے یہی ثابت ہے کہ اسمیں چھ حصے خدا تعالی نے مقرر کر دیئے ہیں اور رسول خدا صلعم نے وہ حصے تقسیم کرکے پہنچا دیئے کیسکا حصہ اپنے ذمہ باقی نہیں لگا رکھا اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت حقوق مندرجہ آیت اپنی سر پر لیگئے اور یہ بھی تمکو کہاں سے معلوم ہوا کہ جناب رسول خدا صلعم نے اراضی کو تقسیم کرکے ذوی القربیٰ وغیرہ کو نہیں دیا اور مال فے کچھ تنہا فدک تو تھا ہی نہیں کہ اسکے ہی ٹکڑے کرکے تقسیم کرتے مال فے تو کثرت سے تھا اسمیں سے ایک فدک بھی تھا اور اگر مال فے میں کسی چیز کے مالک نہوں بلکہ متولی اسکے ہوں اور لوگونکو تقسیم کرکے نہ دیویں اور مر جائیں اور مشغول الذمہ جہان سے گئے ہوں لیکن یہ بات ثابت کرنا چاہئے کہ حضرت نے کسیکو کچھ نہیں دیا اور لوگوں کا بار اپنی گردن پر دہر لے چلے گئے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی تو حصے مقرر کرے لوگوں کے اور رسول خدا صلعم ارشاد خدا کو لغو جانکر اسکی تقسیم مستحقین پر اسکی نکریں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے تقسیم کر دیا تھا مال فے کو اور اپنے حصہ کے خود مالک ہوئے تھے اور حضرت کے ہی حصہ میں سے ایک فدک بھی تھا اور یہ موافق مذہب اہل سنت کے ہے اور یہ بھی اہل سنت لکھتے ہیں کہ فدک خالص رسول خدا صلعم کا مال تھا اور ابوبکر اور عمر اور علی اور فاطمہ اور عباس تھے اسکو رسول خدا صلعم کی ملک قرار دیتے تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے اور روایت ہبہ فدک کو اور دعوی وراثت فدک کو علماء اہل سنت بھی لکھتے ہیں شیعوں کو تو کسواسطے کہتا ہے کہ وہ ہی کہتے ہیں اور اسیواسطے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی اپنی زمانہ میں

فدک کو غصب کیا تھا اسواسطے شیعہ انکو غاصب کہتے ہیں اور اُنپر طعن کرتے ہیں اور طعن کرنیمیں اپنی تئیں ماجور اور مثاب جانتے ہیں اور عاقبت کو تو اپنی تو ہی خراب کرتا ہی حضرت فاطمہ زہرا کے غاصبوں کی حمایت کرنے سے اور جاہل تیری ملانہ تھی کہ جو عورتوں سے الزام کھاتے تھے اور ہم تو جاہل نہیں ہیں اور باوجود اسکے جو کچہ کہتے ہیں موافق تحریر علماء اہل سنت کے کہتے ہیں اور تو یہ بھی تجھکو کرنی چاہئے کہ تو اپنے علماء کی تحریر کے خلاف لکھتا ہی اور مخالف حکم خدا کے بکتا ہی اور کلام خدا میں تاویلیں بیجا کرتا ہی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر قریہ فدک نے رسول اللہ صلعم کے قبض و تصرف میں آیا ہوتا یا بعد ادائے قدر واجب منجملہ اراضی وسیعہ اور قریات کثیرہ قریہ فدک خاص رسول اللہ صلعم کے پاس بچا تو البتہ درصورت احتمال مفروض فی الجملہ جای گفتگو تھی لیکن شیعہ ہی فرمائیں کہ فدک کا کافی ہونا اور پھر غیر منقسم ہونا اسکے نزدیک مسلم نہیں بلکہ انصاف سے دیکھیے تو اس قسم کی تقسیم بھی مفید مطلب شیعہ نہیں کیونکہ بالفرض اگر قریات ہوتے تو ہر ہر قریہ لوں سے جدی جدی صلح واقع ہوئی تھی کسی ایک کی سلطنت بھی نہ تھی جو فقط اس سے صلح کرنی کافی ہو اور کتنی بچا سو اس صورت میں تھا کہ ہر قریہ میں سے تقسیم کرکے حقوق واجب ادا کرتے کیونکہ لفظ ما جو فللہ میں ہے عموم و شمول اقرای پر دلالت کرتا ہی مثل غنیمت ہر ہر کو جدا گانہ تقسیم کرنا چاہئے تھا اور اگر کوئی عقل کا اندھا اور تعصب کا پورا سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے فدک کو کسی غنیمت کا حصہ خمس کہکے سنیوں کی سامنے آنکھیں کرنیکا ارادہ کرے تب بھی موافق مثل مشہور پھر کہا کہ رسیدیم آسمان پیداست وہی خرابی کی خرابی بر سر رہیگی کیونکہ جن الفاظ اور جس عبارت سے مال فے میں سوای رسول اللہ صلعم کے اصناف اربعہ ذی القربے وغیرہ کے حقوق کا تعلق ثابت ہوتا ہی وہی الفاظ بعینہا خمس کے مصرف کے بیان کے لئے جناب باریتعالی نے ارشاد فرمایا ہی اگر علماء شیعہ کو بوجہ یاد نہونے کلام اللہ کے بحکم المرء یقیس علی نفسہ اس گفتار میں میری طرف دروغ کا احتمال ہو تو کلام اللہ تو ہر جا موجود ہی سیپارہ دہم کے پہلی آیت کو مطالعہ کر دیکھیں ہ بہذا خمس تو مال غنیمت میں سے ملتا ہی سو اگر بالفرض فدک جنگ وجدال سے فتح ہوا ہوتا تو چار خمس تو پھر بھی غانمین کے ہوتے علے ہذا القیاس سوا خمس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اگر کہیئے تو جو حال اور مجاہدین کا ہی وہی رسول اللہ صلعم کا سو کسیطرح ساری فدک کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونیکی کوئی صورت نہیں یہی احتمال نہیں کہ فدک کسی قریہ کے اس حصہ معین کا نام ہی جو بعد ادائے حقوق واجبہ بچ گیا تھا کیونکہ بالاتفاق اہل لغت صاحب قاموس وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ فدک ایک قریہ کا نام ہی علماء شیعہ کو اسمیں کلام نہیں اور جاہلوں سے اپنی کلام نہیں بہرحال قبل اثبات اس بات کے کہ بعد تقسیم اراضی کثیرہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہ گیا تھا یہ احتمال ہی کہ اراضی فی بلکہ اراضی خمس بھی مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مثل خیال محال مجانین پریشان ہی رہیگا **اقول** جس وقت سے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہی اور بعد اُن حضرت کے فدک میں نزاع واقع ہوئی ہی اُس روز سے سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ فدک مال مملوک رسول اللہ صلعم کا تھا اور رسولخدا صلعم کے ملک ہونیکی جہت سے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ یہ میری باپ کا مال ہی مجھکو وراثت میں پہنچتا ہے اور اگر فدک رسولخدا صلعم کا مملوکہ نہوتا تو حضرت فاطمہ وراثت کا دعوی کاہیکو کرتیں اور اگر فدک مملوک رسولخدا صلعم کا نہوتا تو ابوبکر سنیوں کہتے کہ پیغمبر کے مال متروک میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور پہلے اس سے اس شیخ نجدی نے بھی اس کتاب میں کئی جگہہ لکھا ہی کہ فدک پر رسولخدا صلعم کا قبض و تصرف مالکانہ تھا اور اب کہ دروغگو را حافظہ نباشد کہتا ہے کہ فدک رسولخدا صلعم کی ملک ہی نتھا اور ملک نہونیکی احتمالات واہیہ لکھتا چلا جاتا ہی اور اس سے کوئی پوچھے کہ رسولخدا صلعم کے پاس کس وجہ سے فدک آیا جو فاطمہ زہرا نے اُسکا دعوی کیا تیرے نزدیک رسولخدا صلعم کی ملک تو تھا ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہی کہ وہ مال فی تھا اور اُسمیں کئی فریق کے حقوق تھے معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے اُسکو اُن فریق پر تقسیم نکیا اور اُنکے حقوق غصب کرکے اپنے پاس رکھ چھوڑے اور بلا ادائے حقوق رحلت فرماگئے سو یہ عقیدہ تو تمہارا ہی ہمارا نہیں ہے اور یا یہ کہ حضرت نے اُسکو غصب نہیں کیا بلکہ اُسکا محاصل سب فریق کو پہنچا دیتے تھے تو وہ صدقہ کیونکر ہوا وہ تو مملوک اُن فریقوں کا تھا کہ خدا تعالی نے اُنکو دیا تھا اور صدقہ وہ ہی کہ جو کسیکی ملک ہو یا کوئی آدمی اپنے مال میں سے کسیکو کچھہ راہ خدا میں دے پھر معلوم نہیں رسولخدا صلعم کے پاس فدک کیسے آیا اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ فدک رسولخدا صلعم کے پاس خالص ہوکر اُنکے حصہ میں آیا تھا اور فدک کی تقسیم کرکے سب فریق کو پہنچانیکی احتیاج نہیں ہی کسیکے حصہ میں کوئی قریہ آیا اور کسیکی حصہ میں کوئی قریہ آیا اور اگر ہر قریہ کی جدی جدی صلح ہوئی تھی تو رسولخدا صلعم نے فدک کی صلح خاص اپنی ذات کے واسطے کی تھی چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ہی اور اس سے پہلے ہم اسکی نقل کر چکے ہیں اور رسولخدا صلعم کو اختیار تھا حصوں کے دینے میں جسقدر چاہا دیا اور جسقدر چاہا خود لیا اور فدک کو بھی آپ ہی لیا اور اسمیں کسیکو حکم تکرار کرنیکا نتھا اسواسطے کہ خدا تعالی فی ہی کے ذکر میں فرماتا ہی وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یعنی جو کچھہ تمکو پیغمبر دیوے سو لیلو اور جس چیز سے تمکو منع کرے تو تم باز رہو پس رسولخدا صلعم کو اختیار تھا اُنہوں نے مال فی میں سے فدک کو لیا اور اُنکو اور چیزوں میں سے جسقدر چاہا دیا اور یہ ضرور نہیں کہ ایک ایک بگہہ کو تقسیم کریں اور ہر ایک قریہ کے ٹکڑے ہوں اسواسطے کہ جسوقت پچاس ساٹھہ گاؤں ہوتے ہیں تو شرکا اُن دیہات کے حصہ کر لیتے ہیں اپنی رضامندی سے اور یہاں تو رسولخدا ہی کو اختیار تھا دینے کا جسقدر چاہا دیا اور دوسرے شرکا کو کچھہ دخل نتھا بموجب اُس آیت کے اور جب شرکا نے دیہات کو تقسیم کیا یا رسولخدا نے تقسیم کرکے دیئے تو کسیکے پاس دس گاؤں آئے اور کسیکے پاس بارہ گاؤں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ ہر ایک گاؤں کے ٹکڑے ہوں اور خدا تعالے نے جو فرمایا ہی کہ جو چیز کہ خدا تعالی نے فی کی ہی اُس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی کی ہر چیز کے ٹکڑے کرکے تقسیم کر لو بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ اُسمیں فلانے فلانے کا حصہ ہے اور سب اُسمیں شریک ہیں اگر اُسکے حقدار اپنی رضامندی سے اُس کل کے چھہ حصہ کرکے

ہر ایک شخص اپنا اپنا حصہ وصول کر لے تو کیا موافق حکم خدا کے ہوگا اور یہاں تو رسول خدا صلعم کی رضامندی پر تھا جیسے چاہا ویسے دیا اور فدک کو خود لیا اور اگر یہی ہے کہ جو چیز کہ فی کی ہو کوئی چیز ہو اسکے ٹکڑے ہی چاہئیں تو اس صورت میں ہر ایک درخت کے بھی ٹکڑے کر کے تقسیم کرنی چاہئے اور ہر مکان کے ٹکڑے ہی کرنے چاہئیں اور ہر جامہ کے ٹکڑے کرنے چاہئیں علیٰ ہذا القیاس اموال منقولہ کہ مال فی ہے اور اسمیں سب کا حصہ ہے اسکو کوئی عاقل بھی پسند نہ کریگا اور اسکو یہ خبر نہیں کہ رسول خدا صلعم کی مرضی پر موقوف ہے اگر قرآن یاد ہوتا تو جانتا اور فدک کو خمس میں سے تو کوئی شیعہ بھی نہیں کہتا ہے بلکہ مال فی میں سے کہتے ہیں خمس کا ذکر نہایت بیجا ہے اور اگر فدک خمس میں سے فرض کیا جاوے اور دیہات کثرت سے ہوں کہ خمس کے بہت دیہات ہوں تو اسمیں بھی یہی صورت ممکن ہے اور رسول خدا صلعم سارے فدک کے مالک ہو سکتے ہیں لیکن ہم فدک کو خمس میں سے تو کہتے ہی نہیں ہیں اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک رسول خدا صلعم کے ملک تھا اور حضرت فاطمہ نے ہر لئے رسول خدا صلعم کی ملک قرار دیکر اس میں دعوی وراثت کیا تھا اور مال فی میں سے رسول خدا صلعم کے حصہ میں وہ آیا تھا **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کسی عقل کے دشمن کو اس احتمال کے بطلان کی حقیقت میں خلجان رہے اسیواسطے ہمکو بھی لازم ہے کہ اس احتمال کے بطلان کی وجوہ جن سے مال فی بھی ثابت ہو جاوے بیان کر کے ابوبکر صدیق کی براءت بلکہ حقانیت اور علماء شیعہ کی خوش فہمی کو آشکارا کر دکھلائیں سو اول تو احتمال کے بطلان کے لئے کہ فدک جو منجملہ اراضی فی ہے مملوک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور ان مصارف معلومہ کا مقرر کر دینا بعینہٖ ایسا ہی جیسے اموال مملوکہ میں قدر زکوۃ کے لئے فقراء اور مساکین وغیرہم کو مقرر فرمایا ہے قطع نظر اسکے کہ ادنیٰ عربی دان کو بھی یہ وہم نہیں گزر سکتا چنانچہ ظاہر ہے یہی ایک لفظ فللہ کا کافی ہے کیونکہ مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا اموال فی کا اس لفظ سے ظاہر و باہر ہے چنانچہ مطالعہ کنان تقریر مسطور بالا پر انشاء اللہ تعالیٰ مخفی نہ رہیگا دوسرے اگر لفظ ما افاء اللہ علی رسولہ تملیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے تو پھر فللرسول کہنے کی کیا حاجت تھی بلکہ مثل وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ یہاں بھی جسقدر خداوند کریم کو مد نظر ہوتا کہ اسکی راہ میں خرچ کیا جاوے اسکی تعیین فرما کر فللہ ہی کے بعد ولذی القربی والیتامی الخ فرما دیتے فللرسول نہ فرماتے اور اگر یوں کہیے کہ لفظ ما افاء اللہ سے تو تملیک نہیں ثابت ہوتے پر فللرسول تملیک پر دلالت کرتا ہے تو البتہ یہ بات نادانوں کے نزدیک داناؤں کی سی بات ہے لیکن سمجھ والے سمجھتے ہیں کہ اگر فللرسول میں لام تملیک کے لئے ہو تو لاجرم فللہ ولذی القربی کا لام بھی تملیک ہی کے لئے ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس جگہ تملیک بے اسکے ہو ہی نہیں سکتے کہ جس جس کی ملک کیا گیا ہے پہلے سے اسکی ملک میں نہ ہو بلکہ بعد افاءت یعنی مسلط کر دینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصناف مندرجہ آیہ مال فی کے مالک ہوئے ہوں کیونکہ اول تو یہ بات ظاہر ہے کہ قبل افاءۃ اموال فی میں کفار کے سب تصرفات مثل بیع و شرا و ہبہ وغیرہ کے سب کے نزدیک صحیح ہیں معہذا اگر وہ قبل افاءت مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کر لیں تو بہ نسبت اموال کوئی انکا مزاحم حال نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ قبل افاءت کفار ہی مالک تھے دوسرے فا تعقیب خود اس بات پر شاہد ہے کہ اگر لام للرسول وغیرہ سے ملکیت ثابت ہوتی ہے تو اس کا خداوند کریم مالک الملک خالق ارض و سما کا پہلے سے نہ مالک ہونا شیعوں کے نزدیک ہو تو ہو سکے کیونکہ پہلے سے مالک ہونیکی وجہ اگر ہو تو یہ ہو کہ اموال فی قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسپر قابض ہوں کفار کے مملوک تھے اور ایک شے کے تمام و کمال ایک وقت میں دو مالک نہیں ہو سکتے پھر خداوند کریم کو بھی کسطرح مالک کہئیے لیکن یہ استبعاد جبھی ہو سکے ہے کہ ملک خداوند کریم ہم پلہ ملک کفار ہو سو شیعہ برنگ معتزلہ جیسے بندہ مخلوق کو کہ افعال اختیاریہ کا خالق قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں ایسے ہی اگر ملک میں بھی خالق اور مخلوق کو برابر سمجھنے لگیں تو کون روکتا ہے عقیدہ غلط سے بجز عقل کے اور کوئی نہیں روک سکتا سو وہ پہلے ہی نصیب دشمنان ہوا اہل سنت جو بندوں کے ملک کو مالک الملک کی ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعیر مالک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں تو انکو مالک الملک کے ملک اور بندوں کے خصوصاً کفار کے ملک کے اجتماع میں کوئی محال نہیں نظر آتا **اقول** عقل کا دشمن تو تو ہے کہ جو خلاف قرآن اور خلاف تحریر جمیع علماء کے کہتا ہے اور فدک کا مال فے میں سے ہونا ثابت ہے اور ابوبکر کی براءت کسی طرح سے نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے جسکا وہ حق تھا اس کو نہ دیا اور فدک کے مملوک رسول اللہ صلعم ہونے میں بھی کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور مال فے کے خداتعالی نے کئی حصہ مقرر کئے ہیں ان میں سے ایک حصہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور حضرت کے حصہ میں فدک بھی داخل ہے کہ حضرت نے مصالحہ کر کے خود اسکو لیا تھا اور اپنے حصہ کے حضرت مالک تھے اور ایتام اور فقراء کو جو حضرت نے دیا وہ اپنے حصہ میں سے نہیں دیا بلکہ بموجب ارشاد خداوندی وہ بھی مستحق مال فے کے تھے اور فللہ کے لفظ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک مال فے کے موافق اپنے حصہ کے نہوں جس عربی دان سے چاہے پوچھ لے اور للہ کے لفظ سے تو یہ ثابت ہے کہ جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربی کا حصہ ہے ایسے ہی خدا ہی تعالی نے اس میں سے ایک حصہ اپنا مقرر کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امور خیر میں اس کو صرف کریں اور یہ کہاں ثابت ہے اس سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فے کے مالک نہیں ہو سکتے یہ شخص بڑا بیباک ہے اور دیکھو کس طرح سے قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم مال فے کے کسی طرح مالک نہ تھے اور حال یہ ہے کہ خداتعالی سورۂ احزاب میں فرماتا ہے کہ مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ یعنی وہ چیز کہ مالک ہوا ہے ہاتھ تیرا اس میں سے کہ فے کیا ہے خدا نے تجھ پر دیکھو قرآن میں تو خدا ہی تعالی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک مال فے کا کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ مالک ہی نہ تھے اور

(۱) جو کچھ اس شیخ نے پہلے اس سے لکھا تھا وہ بھی بیجا تھا اور اس سب کا ہم جواب دے آئے ہیں اور لفظ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالی نے مال فی رسولخدا
صلعم کو عطا کیا کہ وہ حضرت کے تحت و قبض اختیار میں ہو گیا لیکن خدا تعالی نے اسکے حصے مقرر کئے ہیں کہ وہ فلانے اور فلانے کے حصے میں سو رسولخدا صلعم ہر ایک حصہ دار کو عنایت کر دیں
اور للرسول کہنے کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ اس میں رسول صلعم بھی شریک ہیں اور انکا بھی حصہ اس میں ہے سو حضرت نے اپنا حصہ اسمیں سے لیا کہ جس میں فدک بھی ہے اور اپنی اس حصہ
کے مالک ہوئے اور وللرسول خدا تعالی کیوں نفرماتا کہ اس میں حصہ رسول اللہ صلعم کا بھی تھا اور جس جس کا حصہ تھا سب کا ذکر کر دیا اور رسولخدا صلعم نے جس جس کو اسمیں سے دیا بعد وصول کے ہر ایک
اپنے حصہ کا مالک ہو گیا اور اسی طرح جسقدر رسولخدا صلعم نے لیا وہ اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور اگر اپنے اپنے حصہ کے یہ لوگ مالک نہوئے تو پھر کسواسطے انکو دیا تھا کیا انکے پاس امانت
رکھا تھا اور اگر نہیں دیا تو تعمیل حکم خدا کی نہی اور البتہ للرسول پر اور ولذی القربی پر سب پر لام تملیک کا ہے اور ملک تو سب حصہ داروں کی اسی وقت ثابت ہو گئی جسوقت کہ خدا تعالی
نے فرمایا کہ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى گو وصول بعد اسکے ہوا اور قبل افاءۃ اگرچہ وہ کفار کے تصرف میں تھا لیکن بعد افاءۃ مملوک رسول خدا صلعم اور ذو القربی وغیرہ کا ہو گیا اور اگر قبل افاءۃ
وہ مسلمان ہو جاتے تو پھر کیا اسمیں کلام تھا وہ ہی اسکے مالک رہتے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل افاءت کفار اسکے مالک نتھے بڑا کو دن ہے یہ جو ایسے مہمل گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فاء تعقیب کے
اس بات پر شاہد ہے ارے یہ اسمیں سے کہاں نکلتا ہے کہ پہلے سے خدا مالک نہو خدا تعالی تو مالک سب چیز کا ہے اور اسی نے یہ عطا کیا ہے مسلمانوں کا رعب ان یہودیوں کے دل میں ڈالکر
اور اسنے بھی پہلے اس سے کفار کو دی تھا اور مالک کر دیا تھا اور اب کفار سے چھین کر مسلمانوں کو دیدیا اسکا مالک نہونا کہاں سے لازم آیا مالک کرنیوالا کافروں کا اور مسلمانوں کا تو وہ ہے
اور اسی نے اسکے حصہ مقرر کر کے ہر ایک حصہ دار کو اسکا مالک کر دیا ہے اور یا افاء اللہ کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خدا نے دیا ہے اپنے پیغمبر کو جو کہ مالک سب چیز کا ہے اور بعد دینے کے
اسکی تقسیم اسطرح سے ہے کہ وہ فلانے اور فلانیکے واسطے ہے کہ وہ اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو جائیں اور جب دیا تو جسکو دیا اسکو مالک کر دیا اور خدا تعالی کے مالک کر دینے سے وہ مالک ہو گئے
جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنی غلاموں کو جاگیر بخشے کہ وہ اسکے مالک ہو جائیں اور کہائیں اور پہنیں لیکن یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ بخشنے سے پہلے بادشاہ کہ وہ مالک نتھے ارے بادشاہ تو پہلے
ہی مالک تہا اور اب بھی مالک ہے کہ اسکے تحت تصرف میں سے کہیں نہیں جا سکتے اور اگر خدا تعالی کا مالک نہونا سمجھا جائے تو یہ موافق سمجھ ان کو دن کی ہے اور شیعوں کے نزدیک ایسا
ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بھی اس کو دن ہی کے نزدیک ہے کہ جب کفار مالک ہوئے قبل افاءت تو خدا تعالی مالک نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ایک چیز کے دو مالک نہیں ہو سکتے اور اسنے خدا تعالی
کو بھی سب کے ہی برابر مقرر کیا ہے اور یہ بھی ثابت کیا کہ دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہیں ہوتا ہے اور خدا تعالی اس شیخ نجدی کے نزدیک ہم پلہ کفار بھی ہے اور معتزلہ تو تم میں
سے ہی ہیں کہ وہ ثلثہ کی خلافت کو مثل تمہاری معتبر جانتے ہیں اور ہم دونوں سے بیزار ہیں اسواسطے کہ معتزلہ تو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر قادر مستقل ہے اور تم اشعریہ کہتے ہو کہ بندہ
کو کسی طرح کا دخل نہیں ہے وہ تو مثل پتھر کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین یعنی نہ تو بندہ مجبور ہے اور نہ یہ کہ وہ بالکل مالک و قادر ہے اپنے فعل کا کہ خدا تعالی
کو اسکے فعل میں کسی طرح کا دخل نہو بلکہ درمیان جبر و تفویض کے ہے اور اگر معتزلہ بندہ کو خالق افعال اختیاریہ کا قرار دیکر خالق حقیقی کی برابر سمجھتے ہیں تو تم ہر سگ و خوک کو خدا سمجھتے ہو
اور خالق تو فعل کا وہ ہی ہوتا ہے کہ جو اس فعل کو اپنے اختیار سے صادر کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فعل کو کرے تو کوئی اور نام دہر دو سرے کے کہنیسے سچ کہا ہے الاشعریۃ لاشعوریۃ اور
بعضے مرتبہ یہ طائفہ کسبیہ اشعریہ لاشعوریہ کسب کو دخل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کرتا تو ہے خدا ہی لیکن کسب بندہ کا ہے اسواسطے بندہ ماخوذ ہوگا یہ بھی خوب بات ہے کہ کرے تو کوئی اور پکڑا
جائے کوئی اور وہ شیعہ ہی ہیں کہ جو بندونکے ملک کو مالک الملک کے ملک کے سامنے بمنزلہ قبضہ خزانچی بلکہ مستعار ملک اصلی کے ملک کے سامنے سمجھتے ہیں اور اہل سنت ملک میں خالق اور
مخلوق کو برابر جانتے ہیں بلکہ انکے بڑے اپنے تئیں خدا کہتے تھے چنانچہ بایزید بسطامی کہتا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی اور کہتا تھا کہ لا الہ الا انا فاعبدونی **قال الشیخ**
الاشعری او رسلمنا کہ تملیک معنی مذکور نہو بلکہ مقصود فقط بیان ملک ہو اور موافق عقیدہ اہل سنت فللہ وللرسول کے یہ معنی ہوں کہ مالک حقیقی خداوند مالک الملک ہے اور مالک مجازی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و سلم لیکن لذی القربی الخ کے لام سے جو ذوالقربی و یتامی وغیرہ کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اسکا کیا جواب معہذا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور ذی القربی وغیرہ ہر ایک کو مثل
خداوند مالک الملک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو تمام اموال فی کا مالک کہئے چنانچہ بظاہر للرسول اور لذی القربی کا عطف للہ ہی پر ہے اور وہ اسی بات کو مقتضی ہے تب تو اسکے
محال ہونیمیں کلام ہی نہیں اور اگر یوں کہئے کہ ذی القربی کا عطف للرسول پر ہے اور یہ دونوں معطوف معطوف علیہ ملکر للہ پر معطوف ہیں تب اس سے بھی یہ کیا کم کہئے کہ اموال فی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و سلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہو سو یہ بات اول تو یوں کسی مسلمان کے دھیان میں نہیں آ سکے کہ اس صورت میں لازم تھا کہ جیسے غنیمت غانمین پر تقسیم
کیجاتی تھی اموال فی اصناف معلومہ پر تقسیم کئے جاتے تا کہ ہر کوئی اپنے حسب دلخواہ اسمیں تصرف کرتا ضرورت ہوتی تو کسیکے ہاتھ بیچ دیتا نہیں تو آپ رکھتا یا کسیکو دے دیتا سو یہ وبال
کسکی گردن پر رہا کہ مالکان اشیاء کو دخل نملا سو اہل سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تو در کنار انکے خدام کی طرف بھی یہ وہم نہیں آ سکتا کہ ایسے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے ہوں
ہاں شیعہ کہیں تو انسے بھی دور نہیں انکی اور خرافات کو دیکھئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں **اقول** ملکیت کے جو معنے ہیں وہ ہی ہیں اور تفریق کرنے مالک حقیقی اور مجازی کے

کچھ احتیاج نہیں ہے خدا تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کسیکی ملک ہے اور اُسکے قبضہ میں ہے خدا تعالی تو اُسکا بھی مالک ہے کہ اُسنے ہی اپنی قدرت اور فضل سے وہ دی ہے اور اپنی اپنی حصہ کے رسول اللہ
صلعم بھی مالک ہیں اور ذی القربی بھی مالک ہیں جو کچھ ہے کہ رسولخدا صلعم نے اُنکو دیا ہے اور ذی القربی کے مالک ہوں تو کیا قباحت ہے کہ جو تو انکے مالک ہونیکا جواب پوچھتا ہے اور خدا کی برابر
کسیکو کوئی مالک نہیں سمجھتا ہے اور نہ تمام اموال کا کوئی مالک رسولخدا صلعم کو کہتا ہے نہ ذوالقربی کو تو کوئی کیوں کہیگا البتہ اپنے اپنے حصہ کے سب مالک ہیں اور رسولخدا صلعم حصوں کے تقسیم کرنیوالے
ہیں جسقدر جسکو چاہا دیا اور آیت میں خدا تعالی نے حصوں کو کھولدیا ہے کہ فی میں سے فلانے فلانے کو پہنچے اور ایک حصہ خدا تعالی کا ہو کہ وہ اُمور خیر میں صرف کیا جاوے اب جسکو
چاہو معطوف ٹھیراؤ اور جسکو چاہو معطوف علیہ۔ للہ کے لام سے یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالی تمام اموال کا مالک ہے تاکہ للرسول اور ذی القربی کا اُسپر عطف کریں تو وہ بھی تمام اموال کے مالک
ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ ایک حصہ خدا کے واسطے ہے مال فی میں سے اور ایک ایک حصہ رسولخدا اور ذی القربی کے واسطے اور یہی عطف سے سمجھا جاتا ہے تیرے باتیں بنانے سے اور قرآن میں
تحریف کرنیسے مطلب تیرا حاصل نہیں ہوتا دیواروں میں ٹکریں مار اور اپنے سر کو توپھوڑ جو چاہے سو کر لیکن ابوبکر پر سے یہ طعن دفع نہیں ہوسکتا ہے اور جسوقت خدا تعالی نے مال فی سب
اصناف میں مشترک کر دیا ہے تو اسمیں کیا قباحت ہے اور اگر کوئی مسلمان اُسکو مشترک کہے تو کیا گناہ ہے جسوقت کہ رسولخدا صلعم نے سب اصناف پر اُسکو تقسیم کر دیا ہو اور یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ رسولخدا
صلعم نے اُسکو تقسیم نہیں کیا تقسیم نکرنے میں تو بڑی قباحت ہے خدا تعالی نے تو حکم دیا کہ وہ مال فلانے فلانے کے واسطے ہے اور رسولخدا لوگوں کے حصوں کو دبا رکھتے اور کسیکو نہ دیتے تو ایسی
حق تلفی لوگوں کی متصور تھی سو یہ تمہارا ہی عقیدہ ہے کہ مثل ابوبکر کے رسولخدا صلعم نے حق لوگوں کا اُٹھا دیا تم قائل ہو اس امر کے کہ تقسیم نہیں کیا اور ہمارے نزدیک تو تقسیم کرنا اُسکا ثابت ہے
اور یہ تو تم ہی کہتے ہو کہ تقسیم نہیں کیا اور یہ ظلم عظیم رسولخدا صلعم پر روا رکھتے ہو اور اگر تم ایسا کہو تو تمسے کچھ دور بھی نہیں تمہاری اور خرافات کو ٹٹولیئے تو اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں
قال الشیخ الاشعری دوسرے اگر تقسیم بھی وقوع میں آتی تب یہ بات تصور میں نہیں آسکتی کہ شرکا غیر معین میں ایک چیز مشترک ہو کیونکہ تو ایک تعداد معین ہوتی ہے انکو
غنیمت میں شریک کہنا تو زیبا ہے ذوی القربی اور یتامی وغیرہ کا کوئی عدد معین کسیکو معلوم نہیں ہوسکتا اور معلوم بھی ہو تو سب کو اُنکا حق پہنچانا بندوں سے محال ہے معہذا اصل زمین
کا دینا تو ایک طرف اراضی فدک کی آمدنی بھی تمام ذوی القربی اور تمام جہان کے یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کو نہیں پہنچی نہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور اگر ان
اصناف اربعہ کو اہل اسلام ہی میں منحصر رکھئے کلام کیجئے تب بھی شیعوں کا قافیہ تنگ ہیگا اور اگر بالفرض بفرض محال مقصود جناب باری تعالی فللہ سے تو یہ ہو کہ مالک حقیقی جناب باری تعالی
ہے اور فللرسول سے یہ مطلب ہو کہ مالک مجازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لذی القربی الخ بیان مصرف کیلئے ہو تو اس سے اہل سنت کو سوا اسکے کہ اس صورت میں خدا کی طرف حرف عام
ہوگا چنانچہ معلوم ہو جائیگا انشاء اللہ تعالی اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک جو اس صورت میں فقط برائے نام ہی ہوگئی اگر بالفرض بطور وراثت
وارثوں کی طرف منتقل بھی ہو جائیگی تو استحقاق اصناف باقیہ تو کسیطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی طرف منتقل ہو ہی نہیں سکتا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں اصل کی آمدنی کا خرچ کرنا ضرور تھا بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ویسے ہی بدستور رہیگا اور اگر بفرض محال منتقل بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے اصناف
اربعہ کے وارثوں کی طرف منتقل ہو سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں سے کچھ تعلق نہیں ہے ابوبکر صدیق نے جو حضرت فاطمہ زہرا کو نہیں دیا تو اسکی وجہ یہی تھی کہ اُنکی طلبگاری سے یہی بات نکلتی
تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو جو بطور فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبض و تصرف میں آیا تھا مثل اور املاک ہر قسم کے تصرف کے قابل سمجھکر فقط اپنی گذران کیلئے طلب کرتی
تھیں بطور تولیت نہیں مانگتی تھیں ورنہ دعوی ہبہ اور دعوی میراث کے کیا معنی معہذا روایت نجاۃ السالکین جسکا ترجمہ تو مذکور ہو چکا اور عبارت بھی انشاء اللہ قریب ہی مذکور ہوگی اس
دعوی کے لئے دلیل کامل ہے اہل فہم اُس روایت سے آپ سمجھ جائینگے کہ ابوبکر صدیق کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا فدک کو اپنے صرف کیلئے طلب فرماتے تھیں ورنہ اگر
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی اسلئے طلب فرماتے ہیں کہ مصرف مذکور میں صرف کریں تو ابوبکر صدیق یوں کیوں عذر کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصرف میں صرف کرتے
ہوئے دیکھا ہے مگر چونکہ اہل حق بعد ظہور حق کے مان لیا کرتے ہیں جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فہم مبارک میں حضرت ابوبکر صدیق کی بات آگئی اور صدیق اکبر کو اسم بامسمی صدیق
صادق پایا یہ گمان پہلے سے تھا کہ ابوبکر صدیق آپ خورد برد کر لیں گے اس کام کے انتظام کرنے میں خلجان دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق کا عذر قبول فرمایا اور اُنکا
قول مسلم رکھا اور فدک کی آمدنی کے صرف کا انتظام اور اہتمام ابوبکر صدیق کے سپرد کیا اور راضی ہوگئیں چنانچہ ناظران روایت مذکور پر مخفی نہ رہیگا تسپر بھی شیعہ نہ مانیں تو اور کیا کہا جائے
مگر ان نامعقولوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اتباع سے غرض نہیں صحابہ کی عداوت کے لئے اہل بیت کے نام کو آڑ کر رکھا ہے۔ **اقول** بے شک تقسیم وقوع میں آگئی تھی اور رسولخدا
صلعم نے سب کو پہنچا دیا تھا سو ہمارے مذہب کے موافق تو کسیطرح کی دشواری نہیں ہے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک مراد ذوی القربی سے رسولخدا صلعم کے قریب ہیں کہ وہ اہل بیت حضرت کے ہیں اور یتامی
اور مساکین اور ابن سبیل سے بھی مراد آل محمد کے یتیم اور مساکین اور ابن سبیل ہیں تو اُنکے پہنچانے میں کچھ دشواری نہ تھی اور موافق مذہب اہل سنت کے بھی کہ وہ سب مسلمانوں کے قریب اور یتیم اور
مساکین مراد لیتے ہیں ہوسکتا ہے اسواسطے کہ ہر صنف کے آدمیوں کو اصناف مذکور میں سے جسقدر آدمیوں کو دینا ممکن ہو پہنچا سکتے ہیں اگرچہ ہر صنف کے دس دس پندرہ پندرہ آدمیوں کو پہنچے

اس صورت میں ہر صنف کو پہنچا دینا صادق آجائیگا اور مراد اس سے یہ نہیں ہی کہ ہر صنف کے کل افراد کو پہنچایا جائے جیسے کہ زکوۃ اور خمس کے دینے کا حکم ہی کہ اس قسم کے آدمیونکو دینا چاہیے سو جسقدر
آدمیونکو دینا ممکن ہوگا دیوینگے اور مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی کل آدمیونکو دینا چاہیے یا خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہی کہ تم قریبوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو تو اس سے
مراد یہ نہیں ہے کہ روی زمین پر جسقدر کہ قریب اور یتیم اور مسکین اور مسافر ہیں انکو دو کہ کوئی آدمی بھی انمیں سے باقی نرہے اور ایسے ہی انما الصدقات للفقراء والمساکین میں یہ مراد نہیں ہی کہ تمام روے
زمین کے فقرا اور مساکین کو دو اسواسطے کہ یہ تکلیف لا یطاق ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور خدا تعالی فرماتا ہی کہ فے فلانے فلانے کے واسطے ہے سو انکے واسطے ہوئی تو انکو دینا
ضرور ہوگا جسقدر آدمی کہ ہم پہنچیں اور اگر کسیکو ندیویں تو حق تلفی کرنیوالے ٹھہرینگے اور ایسا وہم تو حضرت کیطرف ہوئی نہیں سکتا بہرحال دینا ہی ہوگا اور جب دیوینگے تو جسقدر آدمیوں کا دینا
ممکن ہوگا دیوینگے کیا تیرے نزدیک کلام خدا کا لغو ہی کہ اسکا کچھ مطلب ہی نہیں ہی تیرے نزدیک تو مال فے کی تقسیم کا قابل ہی اور نہ عدم تقسیم کا معلوم ہوا کہ اس آیت کے مطلب میں تیرا قافیہ
نہایت تنگ ہی نہ تو تجھسے یہ بن پڑتا ہی کہ تو کہے کہ مال فے تقسیم ہوگیا ہی اور نہ یہ کہہ سکتا ہی کہ تقسیم نہیں ہوا ہے حق تو منحرف ہی اس لئے کچھ کا کچھ کر دی بولا ہوا ہے اور جناب باری تعالی کا ہرگز یہ مقصود نہیں ہے
کہ فللہ سے مراد مالک حقیقی خدا تعالی ہے اور فللرسول سے مالک مجازی رسول خدا مراد ہیں اور ما بعد اسکا بیان مصرف کے لئے ہی اور یہ کون کہتا ہی بلکہ مقصود اس سب سے یہ ہی کہ مال فے کے چھ حصہ کرکے دینا چاہئے
ایک حصہ خدا کا کہ رسول خدا صلعم امور خیر میں اسکو صرف کریں اور ایک حصہ رسول کا اور ایک حصہ قریبوں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینونکا اور ایک حصہ مسافرونکا لیکن رسول خدا صلعم کو اختیار
تھا جسقدر چاہا دیا اور جیسے کہ دنیا میں مالک ہوتے ہیں موافق شرع کے اپنی چیز کے ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم بھی اپنی حصہ کے مالک تھے مال فے میں بڑا انتظام کیونکر تھے اور جس طرح سے کہ سارے
آدمی برا نام مالک ہیں دنیا میں اپنی چیز کے کہ کل کو یہیں چھوڑ کر چلے جائینگے اسطرح سے تو حضرت بھی برا نام تھے لیکن یہاں اس سے بحث ہی نہیں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ اصناف باقیہ کے وارث رسول خدا
صلعم کے وارث ہیں ہم تو یہ نہیں کہتے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم کے تو وارث وہ ہی ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور اصناف باقیہ کے وارث وہ ہیں کہ جو انکے وارث ہیں اور رسول خدا صلعم نے تو مال فے
اپنی زمانہ میں سب حصہ داروں کو دیدیا تھا اور جو کچھ حضرت کے پاس تھا اور فدک وغیرہ جو کہ زہرا علیہا السلام کو ہبہ کیا تھا وہ حضرت کے قبض و تصرف میں ہبہ کرنے سے پہلے تھا اور اصناف اربعہ کا حق تو انکی
وارثوں کو منتقل ہوگیا تھا اور رسول خدا صلعم کے حصہ میں جو فدک تھا اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو رسول خدا صلعم نے بخشا تھا وہ ابوبکر نے ضبط کر لیا تھا اور اصناف اربعہ کا حصہ رسول خدا صلعم کے وارثوں کو
کا ہبہ کو پہنچ گیا البتہ رسول خدا صلعم کا حصہ فدک وغیرہ وہ حضرت کے وارثوں کو پہنچا ہے اور اسیواسطے حضرت فاطمہ فدک کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے پہلی دفعہ میں تو اس طرح سے کہ مجھکو میرے باپ نے یہ
ہبہ کیا ہی مجھکو دیدے جب ابوبکر نے ندیا تو پھر اس مطلوبہ نے دعوی وراثت کا کیا اور کہا کہ یہ میرے باپ کا مال ہی مجھکو ارث میں پہنچتا ہی مجھکو دیدے ابوبکر نے ایک روایت بناکر کہا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا
ہے اسی سبب سے حضرت فاطمہ کو فدک نہ دیا اور حضرت فاطمہ نے اپنی چیز جانکر اور رسول خدا صلعم کا مال جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا اور میراث کا مال طلب کیا تھا اگر ایسے واسطے مال غیر مال رسول اللہ
میں سے طلب نہیں کیا تھا اور میراث کے طلب میں ارث کی مال میں سے ہوتی ہی نہ غیر مال مورث میں اور ابوبکر نے جو لا نورث کہا تھا کیا سمجھکر کہا تھا اسیواسطے کہا تھا کہ پیغمبر کے مال متروک میں میراث جاری نہیں
ہوتی اور تو ابوبکر کے خلاف کس وجہ سے کہتا ہی کہ دعوی میراث کے کیا معنی اور معراج السالکین کا تو میں پہلے اس سے جواب دے چکا ہوں کہ معراج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہی جسمیں روایت ہو نصر اللہ کابلی
نے یہ فریب کیا ہی ایک روایت بناکر اور معراج السالکین مفروض کا حوالہ دیکر شیعوں کی طرف منسوب کر دیا ہی اور اسکی پیروی ہی مولوی عبد العزیز صاحب نے کیا ہی اور انکی پیروی یہ شیخ لکھتا ہی سو روایت دلیل
نہیں ہو سکتی اور اہل فہم اس جھوٹی روایت کو سمجھ گئے اور حضرت فاطمہ نے اپنا استحقاق جانکر فدک کو ابوبکر سے طلب کیا تھا بطریق خیرات ابوبکر سے طلب نہیں کرتی تھیں اسیواسطے ابوبکر نے لا نورث انکی
جواب میں کہا اور جب دعوی کیا تو کہا کہ اپنی گواہ لاؤ اور اگر رسول خدا صلعم کا مال نہ ہوتا تو ابوبکر ایسا کیوں کہتے اور اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر نے اس مصرف میں صرف کرتے ہوئے حضرت کو دیکھا ہی تو یہ کیا ضرور ہے
کہ وہ مال رسول خدا کا نہو ہو سکتا ہی کہ وہ اپنے مال کو انمیں صرف کرتے ہوں یا ابوبکر کے دیکھنے کے بعد حضرت فاطمہ کو دیدیا ہی اور ابوبکر کو خبر نہوئی ہو اسواسطے کہ ہم علی اور فاطمہ اور حسنین اور عباس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے
ہیں کہ بعضے تو انمیں سے مدعی ہیں اور بعضے گواہ ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا کی فہم میں ابوبکر کی بات کسطرح سے آتی تھی کہ ابوبکر جھوٹ کہتا ہی اپنی طرف سے ایک بات بناکر اور ناراض ہوگئیں ابوبکر سے یہانتک کہ تا دم زیست
ابوبکر سے کلام نہ کیا اور یہ روایت معراج السالکین کی وضعی ہی اور کیسی باتیں میں ہنسارتا ہی یہ شیخ جھوٹی روایت بناکر کہتا ہی کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو اسم باسمے صادق پایا اور ان سے سر کہنے میں غلطیاں کھایا تو
ابوبکر کا عذر قبول کیا اور راضی ہوگئیں اگر ابوبکر کو صادق جانتیں اور اس سے راضی ہوتیں تو ابوبکر پر غصہ کیکو ہوتیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور وہ روایت معراج السالکین کی تو جھوٹی ہے کیا شیعونکو
جھوٹی روایت سے الزام تو دیتے ہو اور نا اہل تو تم ہو کہ جھوٹی روایتیں بناکر شیعوں کے سر تھوپتے ہو اور شیعونکو تو بہر نہج اتباع علی اور فاطمہ زہرا منظور ہی اور اسیواسطے خلفاء ثلاثہ کو اچھا نہیں جانتے ہیں کہ علی اور فاطمہ زہرا کا
حق انہوں نے نہ دیا اور سوائے اسکے اور کوئی وجہ عداوت کی نہیں ہے تم بھی اسکو جانتے ہو **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر بفرض محال فللہ سے تو یہ مراد ہو کہ مالک حقیقی خدا کریم ہے اور فللرسول کا
یہ مطلب ہے کہ مالک مجازی رسول اللہ صلعم اور لذی القربی الخ کے یہ معنی ہوں کہ ان مصارف میں صرف کیا جاوے تو اہل سنت کو تو اسکی تسلیم میں کچھ دشواری نہیں ما ملک بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بطور وراثت حضرت فاطمہ زہرا کو آتی ہی لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کیطرف سے خرچ کرنیکے داروغہ تھے بعضا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی آمدنی کو مصارف معلومہ میں صرف کرتی تھیں جیسا
کی اس طفل تسلی سے شیعونکو کیا ما تم آئیگا اتنی بیطرح کی خرابیاں اور جوابدہیاں سر پر پڑینگی اول تو نعوذ باللہ لازم آئیگا کہ خدا کریم نے باوجود تمکنت اس تملیک میں رسول اللہ صلعم سے منہ

اور محبوب کے ساتھ وہ معاملہ کیا جیسے کہا کرتے ہیں گھر باہر سب تیرا ہی پر کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا سبحان اللہ جو بات مخلوق کے حق میں بھی معیوب ہو وہ شیعوں کو اس صورت میں جناب باری کی نسبت
تجویز کرنی پڑیگی دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے اعجاز کا شہرہ اور بوجہ فصاحت و بلاغت اور خوبی عبارت و مضامین جناب باریتعالی کو یوں دعوی کرنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی ایسی کوئی ایک سورت ہی
لے آؤ زیادہ نہیں تو انا اعطینا کے برابر سہی اس صورت میں محض بیجا اور بیموقع ہو جائیگا مضمون ایسا کچھ مالک تو کردیا پر اختیار ذرہ برابر نہ دیا اور عبارت ایسی کچھ کہ معنی مقصود سے کچھ لگاؤ نہیں اگر آپ
تو بجہ اس موقع میں یوں کہا جائے المعنی فی بطن الشاعر تو بیموقع نہو بلکہ انصاف دیکھئے تو خلاف مقصود پر البتہ دلالت موجود ہے قرینہ عطف سے للرسول لذی القربے سے ایک طرح کا استحقاق ثابت ہوتا ہے ہاں اگر
کہئے اللہ قرینہ اس سے اقوی اسکے معارض ہو جاتا ہے اللہ میں جو دیکھو تو کچھ مضائقہ بھی نہ تھا اسی لئے سوا اسکے کہ بطور احوال میری زبان پر آگیا آجتک کسی نے اسکا یہ مطلب ہی نہ سمجھا اور باینہمہ قرآن
مبین ہی ہاں تیرے للہ کے لام کو اگر تملیک کے لئے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ تملیک وہاں ہوا کرتی ہے جہاں پہلے سے ملک نہو تو یہ مسلم لیکن لذی القربے الخ لام کے یہ معنی کیوں نہیں ذی القربی
وغیرہ تو کچھ ہمسایہ خدا اور شریک موجودات نہیں جو مالک حقیقی اور مالک قدیم انکو کہا جائے اور تملیک بمعنی مذکور کی گنجایش نہو جو تھے یہ کہ اگر رسول صلعم کی ملک مثل ملک جملہ بنی آدم ہو اور
آپ اس قسم کی ملک کے قابل ہیں تو قرینہ عطف یوں تقاضا کرتا ہے کہ جو بات للرسول کے لام سے ثابت ہو وہی لذی القربے کے لام سے ثابت ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر مثل ملک خداوندی رسول اللہ
صلعم کی ملک بھی عوام کی ملک سے ممتاز ہو اور ایک نوع جدا گانہ ہو تو ہم یوں کہتے ہیں کہ جیسے باریتعالی کی ملک میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی رسول اللہ صلعم کی ملک میں بھی وراثت
جاری نہیں ہوسکتی **اقول** فللہ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہو ورنہ للرسول سے یہ مراد ہو کہ مالک مجازی رسول خدا صلعم ہوں بلکہ یہ مراد ہو کہ اس مال خمس سے ایک
حصہ خدا کا ہو کہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور ایک حصہ رسول خدا صلعم کا ہو کہ وہ اپنے حصہ کے مالک ہوں جسقدر چاہیں اور ایسے ہی ذی القربی وغیرہ کا حصہ ہے اور بموجب حکم خدا بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام
فدک کی وارث ہوں اور ابوبکر حضرت فاطمہ کی میراث سے دار نوعہ نہیں ہوسکتی کہ وہ تو اسکے غاصب تھے اور از راہ تعدی اور تمردی فاطمہ زہرا کو فدک نہ دیا اور حضرت زہرا ان سے ابوبکر سے ناراض ہو کر اس دنیا
سے رحلت کی ہے دار و غنگی ابوبکر کی کیونکر ثابت ہو اور شیعوں پر کوئی خرابی عائد نہیں ہوتی ہے کہ تو جو کچھ معنی للہ اور للرسول کی تجویز کرتا ہے شیعہ اسکو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ رسول خدا
صلعم کو ایسا مالک جانتے ہیں کہ گھر باہر تیرا ہے لیکن کوٹھی کٹھلے کو ہاتھ نہ لگانا یہ تیرا ہی عقیدہ ہے اور نہ ہم ایسے معنی کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات لازم آئے اور کلام اللہ کے اعجاز اور فصاحت و بلاغت
میں خلل آئے اور لام للہ کا البتہ تملیک کے واسطے ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ مال خمس میں ایک حصہ خدا کا ہے کہ اسکو امور خیر میں صرف کریں اور لام تملیک میں بھی کچھ ضرور نہیں ہے کہ پہلے سے ملک نہو
خدا تعالی لمن الملک الیوم کے جواب میں فرمائیگا کہ للہ الواحد القہار یا یہ کہ خدا تعالی نے فرمایا للہ ما فی السموات وما فی الارض کیا پہلے اس سے خدا تعالی کی یہ سب ملک نہ تھا اور زمانے سے پہلے کیا
آسمان و زمین کسی کی ملک میں نہ تھے اور ذی القربی کی بھی لام تملیک کے واسطے ہے اور مراد اس سے بھی یہی ہے کہ ایک حصہ نکالکر انکو دینا چاہئے اور رسول خدا صلعم کی ملک البتہ ایسی ہی جیسے
اور آدمیوں کی ملک ہے اور اس شے کے مملوک ہونے میں سب کا حال برابر ہے مگر رسول خدا صلعم آپ اختیار ہے اسکے تقسیم کرنیوالے ہیں اصناف مذکورہ کو جسطرح چاہیں دیں اور خدا تعالی تو مالک ہر چیز کا ہے اصل
انے اپنی بندوں کو مال فی دلوایا اور ایک حصہ اسمیں اپنا مقرر کیا امور خیر میں صرف کرنیکے واسطے اور حصہ مقرر کئے حصہ خدا کا خدا مالک ہے کہ اسکو راہ نیک میں صرف کرواتا ہے اور ایسے ہی جناب رسول خدا صلعم اور رسول اللہ اپنے
اپنے حصہ کے مالک ہیں جو چاہیں کریں اور اس ملک میں سب برابر ہیں سوا باریتعالی کی ملک یعنی جو حصہ کہ اسنے اپنا مقرر کیا ہے وقف ہے اور صدقہ میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی اور رسول خدا صلعم کا حصہ وقف اور
صدقہ نہیں ہے اور وراثت مردہ کے مال میں جاری ہوتی ہے اور خدا تعالی موت سے پاک ہے اور رسول خدا صلعم کی موت آچکی کہ وہ اس جہان سے رحلت کر گئے انکے مال میں البتہ وراثت جاری ہوگی اور ملک سے مراد
کے بھی مال میں وراثت جاری ہوتی ہے کہ سب آدمیوں کے پاس جو کچھ ہے وہ مال خدا کا ہے اور جو کوئی مرجاتا ہے تو بعد اسکے دوسرا شخص اسکا وارث ہوتا ہے اور جو کوئی وارث ہوتا ہے اسکی شان سے موت ہو تو بھی ہے اور
اللہ تعالی کا وارث ہونا تو قرآن سے ہی ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے نحن الوارثون پس چاہئے کہ اسکے مال میں وراثت جاری ہو **مقال الشیخ الاشعری** اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے اول تو یہ کہ رسول اللہ صلعم
بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپکی ملک زائل ہونے ہی نہیں پاتی جو وارثوں کی ملک اسکی قائم مقام ہو بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں چند روز کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں تو ہمارے لواحق وغیرہ ہماری
اشیاء کو ترکہ میں وراثت سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور نہ وہ لوگ وارث مالک نہیں ہو جاتے ایسے ہی رسول اللہ صلعم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے ہیں اور آپ تو اپنی اشیاء اموال کے مالک کوئی مالک نہیں ہوگیا
اور حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقہ جو ابوبکر صدیق سے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ تا بتقلید حیات ہیں پر شیعہ سمجھیں تو کیا کیجے اور اگر شیعہ یا اور کوئی رسول اللہ صلعم کے زندہ ہونے کو نہ مانے تو
اقول ماشاءاللہ کیا وجہ معقول پیدا کی ہے ایسے ذہن نا رسا پر تعجب ہے کہ آجتک کسی عالم کو علماء اہل سنت میں سے ایسی وجہ نہ سوجھی تھی کہ جسکا مسلمانوں میں ہے۔ شیعہ سنی کوئی قائل نہیں ہے اگر شیخ ابوبکر
کے زمانہ میں ہوتا تو انکی تالیف قلوب کرنے کو کافی تھا اور انکو روایت لا نورث کے وضع کرنیکی احتیاج نہوتی اور جسوقت فاطمہ زہرا وراثت کا دعوی کرتیں تو ابوبکر یہی کہہ دیتا کہ فاطمہ زہرا یہی کہہ دو کہ رسول خدا صلعم بلکہ تمام انبیاء
زندہ ہیں اور کوئی انمیں سے مرا نہیں ہے تم وارثت کس کے مال میں سے لیتی ہو اور طلب کرتی ہو اس شخص کو کلام اللہ بھی یاد نہیں ہے ورنہ ایسی بات نلکھتا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کل نفس ذائقۃ الموت
اسمیں تخصیص کسی نفس کی نہیں ہے نبی اور غیر نبی کی اور اگر پیغمبر کو اسطے موت نہوتی تو خدا تعالی انکو مستثنے کر دیتا اس آیت میں سے یا اور کہیں دوسری جگہ فرماتا بلکہ خدا تعالی نے تو تصریح کر دی ہے رسول خدا
صلعم کی موت کی کہ وہ بھی مرینگے چنانچہ فرماتا ہے کہ انک میت وانہم میتون اور اسی وجہ سے جسوقت کہ حضرت صلعم نے وفات پائی تو حضرت عمر نے بھی بسبب جہالت کے فرمایا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم مرے نہیں ہیں

گمان انکو یہ تہا کہ پیغمبر مرتا نہیں ہے۔ اسوقت ابوبکر نے عمر کو سمجہایا اور کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ پیغمبر کو موت نہ آئے خدا تعالی قرآن میں فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تب عمر نے کہا کہ گویا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تہی چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں لکہا ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ میں اسکے جواب میں لکہا ہے کہ ان حضرت کی وفات کے صدمہ سے عمر کے ہوش بجا نہ رہے تہے اسواسطے بیہوشی میں انکی زبان سے نکل گیا تہا کہ پیغمبر خدا مرے نہیں پہر انہوں نے بہی حضرت کے مرنے کا اقرار کیا اور یہ شیعہ انکار کرتا ہے برخلاف اعتقاد کل اہل اسلام کے اور اہل سنت کی کتابوں میں لکہا ہے کہ بوقت قبض ملک الموت واسطے قبض کرنے روح مطہر کے بصورت اعرابی بنکر آئے اور دولت سرا پر حاضر ہوکر اجازت طلب کی اور بعد اجازت حاصل ہونے کے تو واسطے قبض روح کے داخل ہوئے اور روح کے قبض کرنے میں مشغول ہوئے اور لکہا ہے کہ یہانتک مولود شریف جو پڑہتے ہیں تو اسمیں یہی لکہا ہے کہ جب ملک الموت روح اقدس قبض کرنے لگے تو رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے نکلنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے کیا امت کے لوگوں کی بہی روح ایسی ہی سختی سے قبض کریگا جو کچہ سختی کرنی ہے مجہپر کر لو اور امت کے لوگوں کی ارواح آسانی سے قبض کرنا اور بعد اسکے روح اقدس کو قبض کیا اور ان حضرت کا مرنا تو یہانتک مشہور ہو گیا ہے کہ بارہ وفات میں مقرر ہو گیا ہے اور دہلی میں آجتک ان دنوں میں قدم شریف پر بڑا ہجوم ہوتا ہے یہانتک کہ جس مہینے میں حضرت نے وفات پائی ہے اس مہینے کا نام ہی بارہ وفات کا مہینا ہو گیا سو وفات تو حضرت کی اور قبض ہونا روح اقدس کا قرآن اور حدیث اور کتب تواریخ سے ثابت ہے اب حضرت جو گنبد قبر میں مدفون ہیں تو معلوم ہوا کہ دوسری مرتبہ حضرت زندہ ہوئے ہیں اور یہ جو رجعت کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زندہ ہونگے یہ مذہب شیعوں کا ہے نہ اہل سنت کا لیکن مرنیکے بعد زندہ ہونا وراثت کو مانع نہیں ہے کہ جو وہ مرنیکے بعد ہی ثابت ہو جائیگا اور بعد اسکے اگر پہر زندہ ہوئے تو ہوا کرو اور اگر مثل شہدا کے زندہ ہیں کہ عالم برزخ میں کہاتے پیتے ہیں تو اس زندگی کا حکم موت کا سا ہے اور میراث کا اس زندگی سے نہ پہنچنا چاہئے ورنہ چاہئے کہ جو مثل زندگان دنیا کے انکا نماز روزہ وغیرہ کے بہی مکلف ہوں اور روایت لا نورث تو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کچہ ہم دنیا میں چہوڑ کر چلے گئے ہیں وہ صدقہ ہے اور اسکا کوئی وارث نہیں ہو سکتا ہے اور زندہ رہنے پر حضرت کے کہاں دلالت کرتی ہے

قال الشیخ الاشعری دوسری وجہ یہ کہ انبیا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمال درجہ کی حقیقت شناسی ہر دم ہر لحظہ خداوند کریم مالک الملک کی ملکیت کو دیکہتے ہیں اور اسکو مالک الملک ہر وقت انکی نظر میں ہے اسلئے اپنی ملک کو ملک نہیں سمجہتے ہیں بلکہ جیسے کوئی کسیکے گہر دعوت کہانے جاتا ہے اور اس کہانیکو بمنزلہ امانت یا عاریت کہانا کہلانیوالے کا کہلایا ہوا ہی ملک سمجہتا ہے برخلاف اس کہانیکی نسبت جو اسکے سامنے رکہا جاتا ہے فقط کہا لینے کی اجازت سمجہتا ہے نہ یہ کہ اپنا سمجہکر کسیکو دیدے یا بیچ ڈالے یا اپنے لواحق کو لیجائے بلکہ اپنے لئے بہی لیجانا ممنوع جانتا ہے نہیں تو عرف و شرع میں اس بات کو معیوب کوئی نہ سمجہتا ایسا ہی انبیا بہی ان اشیا کو جو انکے قبضہ میں بطور ملک ظاہر کے آجاتی ہیں اپنی ملک نہیں سمجہتے بلکہ ملک مالک الملک سمجہکر بمنزلہ مہمان یا دعوتی کہ جو کچہ اسسے کہایا گیا کہایا باقی مالک خانہ کا ہے جو کچہ کام آیا کام میں لائے باقی کو خدا کی ملک سمجہکر اس سرائے دنیا سے کہڑے ہوتے ہیں پہر جب انکے نزدیک انکا ترکہ انکی چیز نہوئی تو یہ قبض حین حیات اور استعمال بمنزلہ قبض طعام دعوت اور استعمال مال مستعار ہوگا اور انکے عندیہ میں ورثہ کو اسمیں سے کچہ حق نہ پہنچیگا اسیواسطے رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور یہ بات کہ اگر انبیا کا مقبوضہ انکی ملک ہی نہیں تو انکی بیع و شرا چاہئے کہ نافذ نہو اگر کسی نادان ہی کے دل میں کہٹکے تو کہٹکے کیونکہ جیسے بحث ہوتی ہے بسا اوقات اہل دنیا بہی انکو اسباب کی اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لینا خداوند کریم تو درکنار یاران بیتکلف تو اجازت کے بہی محتاج نہیں انکے تو دوستوں کی چیزمیں اجازت ہی سمجہتے ہیں لیکن اس اجازت کو ملک کوئی نہیں سمجہتا یہانتک کہ اسکے وارث بہی اسکے مستحق ہو جائیں الحاصل انبیا کی حقیقت شناسی اسی بات کو مقتضی ہے کہ اپنے مقبوضہ کی نسبت بہی آپکو مالک نسمجہیں اسکو منجانب اللہ سمجہکر اور مالک خداوند کریم جانکر حسب مرضی ضرورت اپنی کام میں لاتے ہیں باقی رہے عوام اور سوا انبیا کے ہرچند کتنے ہی باکمال کیوں نہوں بمنزلہ عوام ہی کے ہیں انکو انبیا کے مقابلہ میں بمنزلہ اطفال و مجانین کے بڑوں اور ذی عقلوں کے مقابلہ میں سمجہنا چاہئے یعنی جیسے اطفال بے تمیز اور مجنونان اطفال شیرہ دعوت یا غیر کی کسی قسم کی چیز کو اگر انکے پلے پڑ جائے اپنی سمجہکر اگر مالک بہی انسے لینے لگے تو غل مچا دیتے ہیں اور رونے دہونے لگتے ہیں اور مالکان سیر چشم چشم پوشی کرکے چپ رہتے ہیں اور اس کہانے کو بچا لے دیتے ہیں اور ان اشیا کو انہیں کے پاس چہوڑ دیتے ہیں ایسے ہی عوام بہی اس متاع دنیا کو جو حقیقت میں ملک مالک الملک مالک حقیقی کی ہے انکے پاس مستعار ہے گو زبان سے خدا کی کہی جائیں پر دل سے اپنی ہی سمجہتے ہیں اور اگر کسی ایک آدمی نے دل سے بہی خدا ہی کی سمجہا تو اول تو پورا پورا سمجہنا کہاں دوسرے کسیکو کیا معلوم دل کی بات سوائے خدا کے کون جانتا ہے جو انکے مال میں وراثت جاری نہ کی جاوے مثل نبوت اگر انکے اندر بہی اسکی کوئی علامت ہوتی تو یہاں بہی یہی سبیل خداوند اکرم الاکرمین نے براہ چشم پوشی انکے ترکہ کو انہیں کی ملک قرار دیکر تقدیر مناسب انکے پسماندوں کو تقسیم کر دیا انتہی الفصل دوسری وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملک انبیا برنگ ملک خدا قابل وراثت نہو یہ وجہ غلط ہی تو ہوا کرو شاید کوئی اور ہی وجہ ہو مدعیان وراثت کو بہی تسکین ہی رہیگی

اقول ایسی پوچ اور واہی باتوں سے کچہ کام نہیں چلتا ہے بہلا اس دلیل بات کو کون عقلمند پسند کریگا اور جو کچہ اس نے لکہا ہے وہ ایسی بات ہے کہ جسپر اطفال و مجانین بہی ہنستے ہیں وہ یہ جو اس نے لکہا ہے کہ انبیا خاصکر رسولخدا صلعم اپنی ملک کو ملک ہی نہیں سمجہتے ہیں اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ صورت ہے کہ ملک تو انکی حقیقت میں ہے لیکن اپنی ملک کو ملک نہیں سمجہتے ہیں ایک یہ صورت ہے کہ وہ انکی ملک ہی نہیں ہے اور یہ صورت کہ اپنی ملک کو ملک نہیں سمجہتے ہیں یہ کچہ مخصوص انبیا کے واسطے نہیں ہے تمام بندگان خدا یہی سمجہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچہ ہمارے پاس ہے سب بمنزلہ مستعار کے ہے اور ہم اسکو یہیں چہوڑ جائینگے اگر یہ ہمارا ہوتا تو ہمارے ہمراہ جاتا اور حدیث میں بہی وارد ہوا ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے کہ آدمی دنیا میں بمنزلہ مہمان کے ہے اور جو کچہ اسکے پاس ہے عاریت ہے اور اگر آپکے واسطے ایسا نہیں کہہ سکتے تو مقربان درگاہ خدا اعلی الخصوص وہ لوگ کہ جنکو اہل سنت اولیاء اللہ کہتے ہیں اور انہوں نے ذات خدا میں اپنے تئیں واصل کر دیا ہے یہانتک کہ اپنے تئیں خدا

کہنے لگتے ہیں تو لوگ بھی اہل سنت کے نزدیک ایسے ہی ہیں بلکہ انبیا سے بڑھکر ہیں اس مقدمہ میں کہ اپنی چیز کو اپنی ملک نہیں جانتے ہیں اور جو کچھ اسلئے انبیا کی خاصکر ہمارے پیغمبر کے اوصاف میں لکھا ہے
سب اُنپر صادق آنا ہی چاہئے کہ انکا بھی کوئی وارث نہو اور اپنی ملک کو یہ سمجھیں کہ یہ میری ملک نہیں ہے اس سمجھنے سے جو امور کہ مترتب ہیں ملکیت پر اُسکی ملک سے زائل نہیں ہو سکتی ہیں ملک کا
ملک ہونا اور چیز ہے اور اُس چیز کا جو کہ حقیقت میں ملک ہے ملک سمجھنا اور بات ہے اور اگر رسولخدا اُسی چیز کے مالک نہوں تو اختیار کرنا حضرت کا لازم آئے اور مالک ہونا حضرت کا کلام اللہ سے ثابت ہے اسواسطے
کہ حضرت اپنی لونڈیوں کو تصرف میں لائے ہیں ملک ہونیکی جہت سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّآ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِیۡۤ اٰتَيۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ بموجب حکم خدا تعالی لونڈیوں کو
ملک ہونیکی جہت سے تصرف میں لائے اور اگر حضرت کی ملک نہوتی اور تصرف میں لاتے تو مرتکب حرام کے ہوتے پس جسوقت کہ ملک ہونیکی جہت سے متصرف ہوئے تو ملک حضرت کی ثابت ہوئی اور بندہ
جو حضرت آزاد کرتے تھے اگر وہ ملک حضرت کی نہوتی تو کچھ ثواب نہوتا اور آزاد کرنا انکا لغو ہوتا اور یہ ایسا ہوتا کہ جیسے کوئی حلوائی کی دکان پر دادا کی فاتحہ دلوائے اور راہ خدا میں جو حضرت دیدیتے تھے
اگر وہ مال حضرت کا نہوتا تو ثواب حضرت کو کاہیکو ہوتا ثواب تو اپنی چیز کے دینے کا ہوتا ہے پس جسوقت کہ حضرت کی چیزوں کا ملک حضرت کی ہونا ثابت ہوا تو جو کچھ کہ حضرت نے بعد اپنی چھوڑا ہے وہ
سب مال حضرت کا اور مملوک اور مقبوض انکا تھا انبیا کو اپنی چیز کا بیچنا اور خریدنا اس امر پر محمول ہو کہ دوستوں کو لباس اوقات اجازت دیا کرتے ہیں کہ وقت ضرورت ہماری چیز کو بیچ لیا کرو یہ بات
ایک مہمل اور بیہودہ ہے کہ اسکو کون عقلمند قبول کریگا اور یہ تو مومنین کے واسطے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی خدا تعالی کے بڑے دوست ہیں چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ
اس صورت میں چاہئے کہ انکی بھی دنیا میں کوئی ملک نہو اور خرید اور فروخت کی انکو اجازت ہو اور یہ کسی کتاب اور روایت میں آیا بھی نہیں ہے کہ خدا تعالی نے حضرت کو فرمایا ہو کہ جو کچھ تیرے
پاس ہے یہ تیرا نہیں ہے لیکن ہمنے تجھکو اجازت بیچنے خریدنے کی دیدی ہے اور اگر بالفرض یہ حکم ہوگا تو سب آدمیوں کے واسطے ہوگا اور ہر چند کوئی دوست کسیکا دنیا میں ہو یہانتک کہ بھائی بہن ہوں
تو بھی بلا اجازت کسیکی چیز کو خرید و فروخت نہیں کر سکتے ہیں کہ یہ شرع میں درست ہی نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کریگا تو گنہگار رہیگا جبتک کہ مالک معاف نکرے اور سوائے انبیا کے ہزاروں مقربان
درگاہ خدا بھی سوائے مرتبہ نبوت کے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ انبیا اور وہ اولیا ایسے نہیں ہوتے ہیں کہ اگر غیر کی چیز پلے پڑ جائے تو اُسکو دبا رکھیں جیسے ابوبکر نے فدک کو دبا رکھا اور مالک طلب
کرے تو غل مچائیں اور رونے لگیں اور اُسکو دیویں نہیں پس حق بھی اس امر میں مثال انبیا کے ہیں چاہئے کہ یہ بھی اپنی چیز کے مالک نہوں اور انکے اموال متروکہ میں وراثت جاری نہو اور میں
پوچھتا ہوں کہ جناب رسولخدا صلعم جو کسی سے قرض لیتے تھے تو وہ حضرت کی ملک ہو جاتا تھا یا نہیں اگر وہ ملک ہو جاتا تھا تو ہمارا مطلب ثابت ہے اور اگر ملک نہیں ہوتا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت
مال غیر میں بیجا تصرف کرتے تھے اور اگر ملک حضرت کی نہوتا تھا تو حضرت علی کو اپنے قرض کے ادا کرنیکی وصیت کسواسطے کی تھی جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے
قرض رسولخدا کا ادا کیا اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے سب پوچ ہے اور قابل توجہ کے نہیں ہے کہ انبیاء اور ماسوا انبیاء میں فرق نکالا ہے یہ کلام پاگلوں اور مجانین کا سا ہے اور جو وجوہ واہیہ
لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ورثۂ انبیا میں بیشک وراثت جاری ہوتی ہے اور کوئی وجہ ایسی نہیں ہے کہ جس سے انبیاء کے ترکہ میں وراثت کا جاری نہونا ثابت ہو ہرچند اہل سنت
سر اپنا پھوڑیں اور دیواروں سے ٹکریں مگر ہمارے دعوائے وراثت کو یہ مشکل نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصد للرسول سے ایسی ملک کو ثابت کرنا جو برائے نام ہو اہل سنت
کو تو کچھ مضر نہیں پر شیعہ سنا تو سمجھ لیں کہ کوئی آپ بھی ایسی معقول باتوں پر کیا کہیگا القصد اہل لشی فہم - نیز یہ لام جو بسوا لذی القربیٰ میں ہے ملکیت اور استحقاق معنا
مندرجہ آیت مثل لام للذکر مثل حظ الانثیین یا لام لکم رؤس اموالکم جو پہلا ملکیت اور دوسرا استحقاق پر دلالت کرتا ہے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہاں اگر مثل لام اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ
لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ بیان مصرف کے لیے کہا جائے تو البتہ قرین عقل اور شیعوں کے نزدیک بھی واجب التسلیم معلوم ہوتا ہے اول تو ہمیں کچھ خرابی نہیں ہے نقل وغیرہ عقل اسے تسلیم رکھتی ہے اور بوجہ
بے عقلی اگر عقل کی بات کے تسلیم کرنے میں شیعوں کو کچھ عذر ہو تو آیہ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ مسئلۂ خمس جو بعینہا آیہ ما افاء اللہ کے مطابق ہے باتفاقات شیعوں کے نزدیک لام بیان مصرف
کے لیے ہے چنانچہ ابو القاسم صاحب شرائع الاحکام نے جو ملقب بمحقق ہے اور سوائے اسکے اور علماء امامیہ نے اس بات کو تصریح کہا ہے بلکہ اس سبب کے اماموں سے بھی سند بیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے
کہ جو کوئی کسی چیز کا مصرف ہوتا ہے اگر مالک مال اسکو دیدے تو اہل مصرف اسکی داد خواہ نہیں ہوتے بالجملہ اہل مصرف قبل عطا مالک نہیں ہوتے اسلئے فقرا وغیرہ کو زکوۃ اور صدقات کا مالک
قبل عطا کوئی نہیں سمجھتا تو اس صورت میں لام ملکیت اور استحقاق پر دلالت نکریگا اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک وغیرہ اراضی کو تقسیم کرنا ضروری نہ
سمجھا بلکہ آمدنی کو تقسیم فرماتے رہے اگر لام للرسول وغیرہ ملکیت و استحقاق پر دلالت کرتی تو قرینہ لفظ ما افاء اللہ کا اسمائے کو مقتضی تھا کہ اصل زمین کچھ بانٹ کر مستحقوں کو حوالہ فرماتے کیونکہ اصل
زمین مصداق ما افاء اللہ ہو سکتی ہے نہ کہ آمدنی چنانچہ ظاہر ہے **اقول** شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ایسی ملک نہیں کہتے ہیں تو ہی اپنی طرف سے ایجاد کرکے کہتا ہے اگر مضر ہوگا تو تیرے واسطے ہوگا کہ تو ہر
احتمال کا موجد ہے اور تجھ پر ہی اجنبی طعن کریگا جو ایسے احتمالات نکالنے کا اور شیعہ تو رسولخدا صلعم کی ملک کامل کے قائل ہیں بموجب ارشاد خدا تعالی کے نہ ایسی ملک کے جو برائے نام ہو اور لام للرسول و
لذی القربیٰ ہے جیسے کہ مصرف مال فئے ثابت ہے ایسی ہی ملکیت اور استحقاق بھی ثابت ہے کہ خدا تعالی نے مال فئے انکو عطا کیا ہے اور اُسکا مالک کیا ہے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عطا تو کرے اور مالک
نکرے یعنی بدون ملک کرنیکے عطا کے کچھ معنی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ عطا لغو ہے اور لغو خدا تعالی پر محال ہے اور جب خدا تعالی نے عطا کیا تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسولخدا ارشاد خدا کو لغو جانیں اور تقسیم کرکے

اہل مصرف کو نہ پہنچائیں یا ان والی کے نزدیک یہ بھی محال ہی اور اگر اہل مصرف کو نہ دیویں تو البتہ وہ دعوی کریں کہ خداتعالیٰ تو ہم کو عطا کر چکا اور فرمایا کہ فلانے اور فلانے کے واسطے یہ ہے آپ ہم کو کس واسطے نہیں دیتے ہیں اور مال عطای خدا کا مثل حال زکوٰۃ کے نہیں ہے کہ وہ بخشش خدا ہی اور یہ خیرات بندہ ہی اور اگر مال خمس اور زکوٰۃ امام کے پاس جمع ہو جاوے اور اہل مصرف کو نہ دیوے تو اہل مصرف البتہ دعوی کرینگے اور اگر سارا مال آپ ہی خورد و برد کر جاوے مثل عثمان کے تو البتہ اُسکو مطعون کرینگے جیسا کہ صحابہ نے عثمان کو مطعون کیا یہانتک کہ مروا ڈالا اور زکوٰۃ اور خمس میں اہل مصرف اگرچہ قبل عطا مالک نہیں تھے ہو لیکن مال فے میں بمجرد نزول آیت کے مالک ہو گئے تھے گو ابھی قابض نہیں ہوئے اور جب خدا نے بخشدیا اور فرمایا کہ یہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہی تو انکو مالک ہی اُسکا سمجھیں گے اور اس صورت میں لام الرسول اور لذی القربی کا ملکیت اور استحقاق پر اور بیان مصرف پر دونو پر دلالت کریگا سو اسیواسطے رسولخدا صلعم نے اراضی فے ہی کو تقسیم کیا نہ اُسکی آمدنی کو اور تقسیم کرنا اراضی فے کا ہم کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں اور جسوقت خداتعالیٰ نے اراضی کو فے کیا ہو اور فرمایا ہو کہ وہ فلانے اور فلانے کیواسطے ہی تو کیونکر ہو سکتا ہی کہ رسولخدا صلعم اراضی کو تو نہ دیویں اور آمدنی اُسکی دیویں اور اگر آمدنی ہی دینی منظور ہوتی تو خداتعالیٰ آمدنی کے دینے کا حکم کرتا اراضی کو کیوں فرماتا کہ خداتعالیٰ نے اراضی فے کی ہے فلانے اور فلانے کیواسطے اور مصداق ما افاء اللہ کا جو اراضی تھی تو رسولخدا صلعم نے اراضی ہی کو تقسیم کیا اور آمدنی کا تقسیم کرنا کسی کتاب میں نہیں لکھا ہی بلکہ اہل سنت کی کتابوں سے بھی تقسیم اراضی ہی ظاہر ہوتی ہی کہ فدک حضرت صلعم کے حصہ میں آیا اور اگر فدک حضرت کے حصہ میں نہ آیا ہوتا اور مال فے تقسیم نہ ہوتا تو فدک خاص کے دعوی کرنیکی حضرت فاطمہ کو کوئی وجہ ہی نہ تھی بلکہ کل مال فے کا دعوی کرتیں کہ کل مال فے حضرت کے قبضہ میں تھا یا بعض غیر معین کا دعوی کرتیں فدک کی کیا تخصیص تھی **قال الشیخ الاشعری** اگر شاید کسی عقل کے دشمن کو یہ شبہ گذران کرے کہ ہمنے ما بیان مصرف سے ملکیت اور استحقاق ثابت نہیں ہوتا تاوقتیکہ اہل مصرف کو کچھ عطا نکیا جاوے انکی ملک میں نہیں آتا لیکن لفظ ما افاء اللہ اسبات کو تقاضا کرتا ہی کہ اصناف مندرجہ آیہ مصرف اہل زمین ہیں تو اس صورت میں لازم تھا کہ رسول اللہ صلعم زمین کو تقسیم فرماتے آمدنی کا تقسیم کرنا بظاہر برخلاف آیہ ہی سو اس خیال کیا ہی علما کی گزارش یہ ہی کہ اس قسم کے شبہ کا جواب اہل سنت تو انشاء اللہ تعالی بطور معقول دینے سے نکلیں گے لیکن شیعہ اتنا تو سمجھیں کہ یہ اعتراض اہل سنت پر بلکہ صاحب شریعت سرور کائنات خلاصہ موجودات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیمات پر ہی سو اس صورت میں اپنے مذہب کی بھی خبر نہیں ایسے شبہ کا جواب ہماری طرف سے تو یہی شعر مشہور ہے ؏ شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی ٭ با اینہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدک کو تقسیم کر کے نہ دینا ہمیں تو ایمان کے لئے کہ یہ افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم نہیں ہم تو بے دلیل اُسکو صحیح سمجھتے ہیں لیکن بصورتیکہ ابو بکر صدیق وغیرہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرفداری میں ہمکو اتنا بکھیڑا کرنا پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری اور حمایت کیونکر نہ کرینگے **اقول** یہ بات تو ہم نہیں کہتے ہیں تو ہی عقل کا اور نقل دونو کا دشمن ہے کہ جو ایسی بات کہتا ہی اور اپنی عقل ناقص سے خلاف نقل ایک واہی خیال ایجاد کر کے کہتا ہی اور پھر اُسکے جواب دینے سے بھی مستعد ہوتا ہی ہم تو کہتے ہیں کہ اہل مصرف اپنا اپنا حصہ لیکر مالک اور قابض ہو گئے اور رسولخدا صلعم نے اپنے حصہ میں فدک بھی لیا اور اُسکا مصالحہ کر کے فدک والوں پر آمدنی کا حصہ مقرر کر دیا چنانچہ ہم مقصد اقصیٰ وغیرہ کتب اہل سنت سے لکھ آئے ہیں اور آمدنی کا تقسیم کرنا تو تو ہی کہتا ہی ہم نہیں کہتے ہیں اور ہمارا اعتراض جناب رسولخدا صلعم پر اُسوقت ہوتا کہ ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نکیا ہوتا تو ہی کہتا ہی کہ رسولخدا صلعم نے اراضی کو تقسیم نہیں کیا اور حال یہ ہی کہ لفظ ما افاء اللہ کا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ زمین تقسیم کر کے سب کو دی جاوے اور جب تقسیم حضرت نے نہ کی تو اعتراض تیرا رسولخدا صلعم پر ہو گیا تو ہی اپنی فکر کر کہ تو ایمان سے خارج ہو گیا اور تیری ہی خیر نہیں ہے اور تو تقسیم کر دینے کا مقر اسواسطے نہیں ہوتا ہی کہ اسمیں ابو بکر کی خیر نہیں ہے ورنہ تیرا قول جانتا ہی کہ زمین فے تقسیم ہو گئی ہی اور اسیواسطے حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور خاص فدک کو جناب رسولخدا صلعم کیوں تقسیم کرتے فدک تو حضرت نے فاطمہ زہرا کو ہبہ کر دیا تھا چنانچہ ہم اول بحث میں اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اور تو رسولخدا صلعم کا حامی کیونکر ہوگا تو نے تو اپنی رائے سے شبہ پیدا کر کے اُن حضرت پر اعتراض جما دیا ہے اور ابو بکر کی طرفداری میں تم نے اپنا ایمان برباد کیا اور پھر مطلب تیرا حاصل نہوا **قال الشیخ الاشعری** اگر شیعوں کو خلفاء کا بغض اور خدا کہ باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس بات کا طعن ہے کہ اس آیت سے تو آمدنی کا مصارف مندرجہ آیت میں صرف کرنا معلوم نہیں ہوتا اگر اہل مصرف کا دینا اس آیت سے نکلتا ہی تو اصل زمین کا نکلتا ہی پھر آپنے اصل زمین ہی کیوں نہ تقسیم فرمائی تاکہ سب نہیں تو کچھ تو رسول اللہ صلعم کے حصہ میں آتا اور حضرت فاطمہ زہرا کا بہ نسبت فدک دعوی وراثت صحیح ہو جاتا اور یہ طعن جو ابو بکر پر بوجہ نہ دینے میراث کے ہم کرتے تھے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر حسب زعم شیعہ لپٹ کر نہ آتا کیونکہ وہ معصوم نہیں اور معصوم سے یہ بات کہ جو اپنی مورث کی چیز ہی نہو اُس میں دعوی وراثت کا کرے اس اہتمام سے کہ شیعوں نے سب ہی سنا ہوگا ہرگز تصور میں نہیں آسکتا اور ایک شیعے اگر مالک اہل مصرف میں سے کسی ایک کو اس غرض سے عطا کرے کہ اسقدر اوروں کو دیکر باقی جو بچے اُسکو اپنے آپ کیلیوے تو اور لینا دینا تاوقتیکہ وکیل نے تقسیم نکیا ہی تقسیم نکرے اُسقدر میں کہ جسقدر بعد تقسیم اُسکے پاس باقی رہجائیگا اُسکے لئے موجب ملک نہیں ہو سکتا اور وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ اشیاء مشترکہ میں باتفاق فریقین بے قبض موجب ملک نہیں ہو سکتا اور قبض بے تقسیم متصور نہیں تو اس صورت میں یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ آخر رسول اللہ صلعم قابض تو تھے ہی اگر اور کوئی اصناف مندرجہ آیت میں سے بایں وجہ مالک نہیں ہو سکتا کہ اہل مصرف قبل عطا اور قبل قبض مالک نہیں ہوا کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب پر قابض تھے اپنا حصہ بھی اُس میں آگیا بہر حال کوئی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک ہونیکی نہیں نکلتی جو دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صحیح ہوا **اقول** شیعوں کا تو یہ قول ہی نہیں ہے کہ آمدنی مصارف پر صرف ہوتے تھے بلکہ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ زمین ہی کو تقسیم کر دیا تھا اور فدک کو آپ لیا تھا اور اگر ہم فرض کریں کہ آمدنی کو وہ حضرت تقسیم کرتے ہونگے

تو سوائے اپنے اور اصناف میں تقسیم کرتے ہونگے اور اپنے واسطے تو فدک کو مستثنے کر کے خود لے لیا تہا جیسا کہ ہم اہل سنت کی کتابوں سے لکھ آئے ہیں اور اول تو آیت فے سے ثابت ہی کہ خدا تعالی نے فے چند اصناف کو عطا کیا اور فرمایا کہ فلانے فلانے کے واسطے ہی سو وہ بمجرد نزول آیت کے اُسکے مالک ہو گئے گو ابھی قبضہ میں ہر ایک کے نہیں آیا اور جب رسولخدا صلعم نے تقسیم کر کے ہر صنف کو اُسمیں سے عطا کیا تو وہ قابض بہی ہو گئے اور باقی کا مال فے جس میں فدک تہا اُسکو اپنے قبضہ میں اپنا حصہ قرار دیکر اپنے پاس رکھا وہ حضرت کی ملک کیونکر نہیں ہو سکتا اور دوسری حضرت فاطمہ اور علی اور عباس کے دعوی کرنے سے اور ابو بکر کے لا نورث کہنے سے ثابت ہوا کہ فدک جناب رسولخدا صلعم کی ملک میں آ گیا تہا اسواسطے کہ وراثت غیر ملک موروث میں نہیں ہو سکتی پس دعوی حضرت فاطمہ صحیح ہوا اور ابو بکر نے جو فاطمہ کو نہ دیا تو وہ مورد طعن ہو گئے اور تو جو یہی کہتا ہی کہ اراضی فے کو تقسیم نہیں کیا تہا باوجودیکہ آیت سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ زمین تقسیم کیجائے اور رسولخدا صلعم نے زمین تقسیم نہ کی تو یہ تیرا اعتراض اُنپر ہوا اور جب حضرت نے تقسیم نفرمائی تو فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور جب فدک حضرت کے حصہ میں آیا اور فاطمہ زہرا نے وراثت کا جھوٹا دعوی کیا کہ جو چیز پیغمبر کی تہی اُسکا دعوی کیا تو یہ اعتراض تیرا حضرت فاطمہ پر ہوا کہ بیجا دعوی کیا اور ہماری طرف سے تو یہ اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہم تو تقسیم اراضی کی اور ملکیت رسولخدا صلعم کی دونوں کے قائل ہیں اور جناب رسولخدا صلعم نے سب اصناف کو تقسیم کیا اور بعد تقسیم کے جو کچھ بچ رہا وہ سب اُن حضرت کا ہی اسواسطے کہ جسوقت سبکو دیچکے تو سوائے اپنی ذات کے اور کون باقی رہا ہے کہ اُسکا حق حضرت کے ذمہ ہوا اور اُسکو دیویں اور دینے میں بہی حضرت کو اختیار تہا جسقدر چاہا دیا اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہی وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا یعنی جو کچھ دیویں تمکو رسولخدا تو بس لیلو اُسکو اور جس چیز سے منع کریں تمکو تو بس باز رہو اور کچھ تکرار نکرو سو حضرت نے جسقدر چاہا اصناف کو دیا اور بعد دینے کے وہ باقی حضرت کا مملوک ہی اور مشترک کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہی اور اہل مصرف کو بہی پہنچا جسقدر کہ پہنچا اور رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے کہ جس میں فدک بہی تہا موافق روایات فریقین کی اور دعوی حضرت فاطمہ کا وراثت فدک کا صحیح ہوا اور اگر تیرے نزدیک حضرت فاطمہ نے جھوٹا دعوی کیا تہا کہ جو چیز رسولخدا صلعم کی نہتی اُسمیں دعوی کیا سو یہ تیرے نزدیک ہی اور تیرے سوا اور کوئی بشر قائل اسکا نہیں ہے اور ابو بکر نے بہی حضرت کی ملک ہی قائم رکہی تہی جسوقت کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وراثت ملک ہی میں مورث کی جاری ہوتی ہی نہ غیر ملک میں اور سب علماء اہل سنت یہی لکہتے چلے آئے ہیں کہ فدک مملوک رسولخدا صلعم کا تہا لیکن پیغمبر کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور تو جو بے سند اور بے دلیل خلاف تحریر سب علماء کے لکہتا ہی تیرے قول واہی کو کون مانتا ہی اور تو کس شمار میں ہے کہ تیرے قول کو کوئی پسند کرے اور ملکیت رسولخدا صلعم کی ہم ابتدا سے ثابت کرتے چلے آئے ہیں پہر دعوی وراثت حضرت فاطمہ زہرا صحیح کیوں نہو

قال الشیخ الاشعری بالجملہ ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہی اور بموصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ شیعوں کے اطواروں سے یوں ٹپکتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تقسیم نکرنے میں اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو وجہ سے حرف آیا ایک تو بظاہر خلاف آیت کیا دوسرے اس تقسیم نکرنیکی بدولت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی معصومیت بالکل ہی تہا منی مشکل ہو گئی اسلئے ہمیں بہی اپنا ما فی الضمیر عرض کرنا ضرور پڑا تاکہ بسبب طرفداری جناب رسالتماب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دامان رحمت خداوندی میں ہمیں بہی جگہہ ملی اور شیعے جواب دندان شکن سنکر اپنے کردار کو پہنچیں جناب من شیعوں کا ایسے مقاموں میں الٹا قطع نظر اسکے کہ اہل سنت پر کیا اعتراض کرتے ہیں اپنے مذہب پر کہتے ہیں اس مثل مشہور کا مصداق ہو جاتا ہی سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است کیونکہ ما افاء الله الخ جملہ اسمیہ کلام بلغا اور فصحا میں موجب دوام و ثبوت ہوتا ہی اور کوئی بشر بمقتضای بشریت اس قاعدہ کی رعایت میں چوک جائے تو چوک جائے خداوند علیم نہیں چوک سکتا مگر اس صورت میں لازم ہی کہ للہ اور للرسول و لذی القربی ہونیکی صفت دائما سے زائل و منفک نہو اور بایں صفت موصوف ہونے سے اُسکی ذات میں کچھہ انکار نہو سو یہ بات جبہی بن پڑتی ہی کہ اموال فے کو چنانچہ مرقوم ہو چکا وقف کہا جائے کیونکہ وقف کو دائما للہ بہی کہہ سکتے ہیں اور اہل مصرف کے لئے بہی کہہ سکتے ہیں باقی رہا جملہ انما الصدقات للفقراء الخ ہر چند وہ بہی جملہ اسمیہ ہی لیکن اہل دانش و فہم پر مخفی نہوگا کہ صدقہ ہونا کسی چیز کا خود ایک آنی بات ہے یعنی کوئی ایک آن واحد کے لئے اس صفت کو اپنے موصوف سے ارتباط پیدا ہوتا ہی اور مثل حرکات سریع الزوال ہونے میں اپنے موصوف سے جدا ہو جاتی ہی کیونکہ اس صفت کے وجود کے یہی معنی ہیں کہ بقدر مقرر کے اُسکو دیجیے ورنہ قبل دینے کے صدقہ نہیں الا تمام احکام صدقات مثل ادائے فرض اور حصول ثواب اور اطفاء غضب وغیرہ بے دئیے اُسپر مرتب ہوا کریں اور جب دیچکے جبہی صفت صدقہ ہونیکی اُس سے زائل ہو جاتی ہی اسلئے اگر کوئی محتاج فقیر مسکین مال زکوۃ کسی اہل نصاب سے لیکر کسی غنی یا ہاشمی وغیرہ کو دینے لگے تو کچھ ممنوع نہیں ہے بالجملہ صدقہ ہونیکی صفت کا وقت عطا اور قبض ہی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ ایک آن کی بات ہے سو اس آن تک اُسکا للفقراء ہونا نہیں کیا بعد میں اگر فقراء وغیرہ اُسکو کسیکو ہبہ کر دیں یا بیچ ڈالیں تو وہ صدقہ ہی نہیں پہر بہی فقراء کا استحقاق باقی رہے **اقول** اس مقام میں تصدق مراد نہیں ہے کہ تصدق بندہ کے انفاق کو کہتے ہیں اور مال فے عطیہ ہی خدا کی طرف سے کہ اُس نے اہل کتاب کے دلوں میں رسولخدا صلعم کا رعب ڈالکر اُنکو اُنکے گہروں سے جلاوطن کر دیا ہے اور خاص کر دیا ہی اُنکے اموال کو ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کو اور اُنکی اہل بیت کو اور اُس میں سے رسولخدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہیں اور وہ حصہ اُنکا مملوک اُنکا ہی اُسکے باب میں جو چاہیں کریں اور مال فے کے تقسیم ہونیکے شیعہ ہرگز قائل نہیں ہیں تو جھوٹ لکہہ کر اپنے گور کو کسواسطے انگاروں سے بہرتا ہے بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ اُن حضرت صلعم نے تقسیم کر دیا تہا اور خلاف آیت کے حضرت نے ہرگز نہیں کیا ہی اور تقسیم ہونا تو اسکا اہل سنت کی

کتابوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں یہ خلاف آیت کے کیونکر ہوا اور بعد آیت فے کے جو آیت ہے وہ بھی تقسیم ہونے ہی پر دلالت کرتی ہے اور تقسیم ہونے کی جہت سے حضرت فاطمہ کے پاس فدک آیا اور اُسکی مالک ہو گئیں اور جب مالک ہو گئیں تو دعوی کرنا اُنکا صحیح و درست ہے بعد ضبط کرنے ابوبکر کے پہلے تو دعوی ہبہ کا اور پھر دعوی وراثت کا اور اس جہت سے اُنکی معصومیت میں کچھ خلل نہ آیا اور ابوبکر نے اُنکو نہ دیا تو ابوبکر غاصب ٹھہرے اور اہل سنت کو مشکل ہوئی کہ اُنہوں نے جواب دندان شکن پایا اور ابوبکر کی طرفداری میں رسول خدا صلعم کو ناراض کیا اور نادان سے نادان کی بھی عقل میں نہیں آتا ہے کہ مال فے میں رسول خدا صلعم کے ملک میں نہ آیا ہو اور پھر حضرت فاطمہ نے دعوی کیا ہو اور ما افاء اللہ الخ اگرچہ جملہ اسمیہ ہے ما موصولہ کی جہت سے مگر یہاں دوام پر دلالت اُسوقت تک کرتا ہے کہ جب تک وصف فیئیۃ اُس میں موجود ہے اور جب تقسیم ہو گیا مال فے تو دوام اُسکا جاتا رہا بسبب جاتے رہنے وصف فیئیۃ کے جیسے کہ انما الصدقات میں ہے کہ جب مال صدقہ فقرا کو دیدیا تو دوام صدقہ کا جو فقرا کے واسطے تھا اُسمیں سے جاتا رہا اب فقیر اُس مال میں سے اگر کسی تونگر کو کچھ دیوے تو جائز ہے اور تونگر کے واسطے وہ صدقہ نہیں اور مال فے کے مقدمہ میں خدا تعالی حکم کرتا ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر کو مال فے دیا ہے وہ فلانے فلانے کیواسطے ہے اُنکو دینا چاہئے اور اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ جو کچھ اُسمیں سے پیغمبر تمکو دیوے لیلو اور جو کچھ منع کرے تو اُس سے باز رہو سو رسول خدا صلعم نے خدا کا حصہ تو امور خیر میں صرف کیا اور اپنا حصہ فدک وغیرہ لیکر اُسپر قابض ہو گئے اور باقی کے فریق کے بھی حصے پہنچا دیئے اور یہی مراد ہے اس آیت سے اور جملہ ما افاء اللہ اگرچہ ما موصولہ کی جہت سے جملہ اسمیہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں جملہ فعلیہ ہے صلہ کی جہت سے اور موصول و صلہ ملکر حدوث اور تجدد وفیئیۃ پر دلالت کرتے ہیں فللہ و للرسول الخ موصول کی جہت سے خبر اُسکے واقع ہوا ہے اور ما گو اسم ہے اور معنی اُسکے صلہ سے ملکر حدوث کے ہو گئے ہیں یعنی جو کچھ احداث فے کیا ہے خدا تعالی نے اپنے رسول پر وہ فلانے اور فلانے کے واسطے ہے اور جس وقت وہ مال تقسیم کر دیا اور حصہ دار اُسکے مالک ہو گئے تو وہ اُسکو جو چاہیں کریں اور یہ ضرور نہیں ہے کہ للہ و للرسول و لذی القربی ہونیکی صفت اُس مال میں ہمیشہ موجود ہو بلکہ جیسے کہ صدقہ کہ جب فقرا کو دیدیا تو وہ صدقہ ہونے سے جاتا رہا ایسے ہی مال فے جب اُسکے مستحقوں کو دیدیا تو وہ فے ہونے سے جاتا رہا اور یہ جو لکھا ہے کہ للہ اور للرسول ہونیکی صفت ما افاء اللہ سے زائل نہو سو یہ جبھی تک ہے کہ تقسیم نہیں ہوا ہے اور وصف عنوانی اُسکا باقی ہے اور جب تقسیم ہو گیا تو یہ صفت اُسمیں سے جاتی رہی مثل صدقہ کے کہ جب وہ فقیر کو دیدیا تو وصف تصدق اُسمیں سے جاتا رہا اور مال فے بسبب وقف ہونیکی کوئی سبیل نہیں ہے اسواسطے کہ اُس مال کو خدا تعالی نے بخشش کر کے اُن صاحبوں کو مالک اُسکا کر دیا ہے وقف سے یہاں کیا علاقہ ہے اور وقف تو وہ ہے کہ کسیکی ملک نہو اور مال فے کا دوسری جگہ خدا تعالی قرآن شریف میں مملوک ہونا فرماتا ہے کہ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ اور یہ شیخ نجدی قرآن میں تحریف کر کے معانی قرآن کو فاسد کرتا ہے اور للہ جو آیت فے میں آیا ہے تو اسواسطے لکھتا ہے کہ یہ مال للہ ہے یعنی بنام خدا ہے جیسے کہ وقف کہ وہ کسیکی ملک نہیں ہوتا اور فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور فے کے مال کو یہ شیخ فی سبیل اللہ مقرر کر کے لکھتا ہے کہ یہ وقف ہے اور وقف کو وہ ما للہ کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ للہ سے یہاں یہ مراد نہیں ہے اور اگر للہ سے مراد بنام خدا ہو تو چاہئے کہ و للرسول سے مراد بنام رسول ہو اور و لذی القربی سے مراد بنام ذی القربی ہو بلکہ للہ سے تو یہاں مراد ہے کہ واسطے خدا کے یعنی ایک حصہ خدا کے واسطے بھی ہے جیسا کہ اوروں کے واسطے ایک ایک حصہ ہے اور حصہ خدا کا امور خیر میں صرف کیا جاتا ہے اور باقی کے اہل تصرف اپنے حصہ کو تصرف میں لاتے ہیں اور اسی پر آیت دلالت کرتی ہے اور اگر للہ سے یہ مراد ہو کہ فی سبیل اللہ یہ مال ہے تو چاہئے کہ للرسول اور لذی القربی سے مراد فی سبیل الرسول و فی سبیل ذی القربی ہو اور صدقہ کو آئی کہنا بالکل غلط ہے اسواسطے کہ مال زکوۃ میں نصاب پر جب حول گذر جاوے تو زکوۃ کو مال میں سے اپنے نکالنا چاہئے اور جب نکال لیا اور اپنے مال میں سے اُسکو علیحدہ کر لیا تو وہ صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ فقرا کو نہ پہنچے اور جبتک فقیر بہم نہ پہنچے ایک ماہ یا دو ماہ مثلاً تو وہ مال صدقہ ہی کہلائیگا جبتک کہ رکھا رہے اور خود آیت انما الصدقات دلالت کرتی ہے کہ دینے سے پہلے صدقہ ہو لیا ہے یعنی صدقہ کہ جو تمنے راہ خدا میں دینے کے واسطے نکالا ہے وہ واسطے فقیروں کے ہے سو پہلے مال کا نام صدقہ ہو لیا ہے کہ جو راہ خدا میں دینے کو نکالا ہے اور بعد اُسکے وہ دیا گیا ہے البتہ دینے کی اُسکی ایک آن ہے کہ وہ ایک آن میں پایا جاتا ہے اور اُسکے صدقہ ہونیکی ایک آن نہیں ہے اور حصول ثواب اور اطفاء غضب رب صدقہ کے دینے پر مترتب ہے نہ مال کے صدقہ ہونے پر اور جیسے کہ جملہ ما افاء اللہ دوام پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی جملہ انما الصدقات بھی دلالت کرتا ہے بلکہ اُسمیں تو جو کچھ تجدد بھی پایا جاتا ہے اور یہ جملہ تو صاف صاف ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے چاہئے کہ مال صدقہ بھی ہمیشہ کو جب تک کہ دنیا میں ہے اور مستحقوں کو دیدیا ہے تو بوصف تصدق ہی باقی رہے لیکن یہ نہیں جانتا یہ شخص کہ دوام انکا جبھی تک ہے کہ اُنکے مستحقوں کو نہیں پہنچا ہے اور جب مال فے اور صدقہ اپنے اپنے مصرف میں آگیا تو پھر وہ ثبوت اور دوام کہاں باقی رہا **قال الشیخ الاشعری** القصہ یہ قضیہ بھی دوام پر دلالت کرتا ہے او اسکے دائمہ ہونے سے ہمیں کیا انکار ہے پر اتنا یاد رکھنا ضرور ہے کہ دوام کے یہ معنی ہیں کہ محمول وقت وجود موضوع حقیقی تک اُسکے ساتھ مربوط رہے مگر موضوع حقیقی کا پہچاننا ہر کسیکا کام نہیں ان باتوں کے لئے حقائق شناس معانی سنج چاہئے جسکو خداوند کریم علیم بقدر بصیرت عنایت فرمائے کہ مناط حکم اور مدار ارتباط موضوع و محمول و سیاق کلام کو دریافت کر سکے اُسکا یہ کام ہے سو جملہ ما افاء اللہ میں موضوع مصداق ما ہے اور اُس سے مراد خود اموال فئی ہیں اور صفت افاءت تعیین اور تفہیم و دفع ابہام کے لئے ہے اسلئے للہ وغیرہ ہونا جو مضمون خبر ہے اُسکی ذات کے ساتھ دائم رہیگا اور موافق اصطلاح اہل منطق یہ قضیہ دائمہ ہوگا اور جملہ انما الصدقات وغیرہ میں موضوع حقیقی صفت تصدق ہے ذات اموال نہیں ہے وجہ اسکی ظاہر ہے کیونکہ یہ جملے اگرچہ جملے خبریہ ہیں اہل فہم کے نزدیک انشائیہ ہیں مطمح نظر ان مقامات میں تصدق اور انفاق ہے اور موصوف بتصدق اور انفاق یعنی اموال کا لحاظ فقط اسلئے ہے کہ یہ صفت

تغیر اس موصوف کے متحقق نہیں ہو سکتے سو اس جملہ میں دوام محمول تا دوام وصف تصدق چاہیے اور موافق اصطلاح اہل منطق اسکو عرفیہ عامہ کہتے ہیں اور قضیہ انما افاء اللہ اگرچہ انشائیہ ہے پر اس قضیہ میں صفت فارت مطمح نظر نہیں ورنہ جیسے جملہ انما الصدقات یا جملہ انفقتم کا حاصل تصدقوا اور انفقوا ہے اس جملہ کا خلاصہ افیئوا ہوتا ہے **اقول** البتہ یہ قضایا دائمہ عرفیہ ہیں لیکن جبتک کہ وصف عنوانی انکی موضوع میں موجود ہے تو محمول ذات موضوع کو ثابت ہے اور جب وصف عنوانی جاتا رہیگا تو محمول موضوع کو ثابت نہوگا جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ہے کہ تحرک الاصابع کا انسان کو اسوقت تک ثابت ہے کہ جبتک وہ کاتب ہے اور اگر وہ کاتب نہوگا تو تحرک اصابع بھی اسکو ثابت نہوگا اور موضوع حقیقی تو انما الصدقات میں مال صدقہ ہے کہ جسکو وصف تصدق لاحق ہو گیا ہے نہ وصف تصدق کہ وہ موضوع اسکا نہیں ہے اسواسطے کہ فقرا کو مال تصدق دیا جاتا ہے نہ وصف تصدق اور صفت تصدق اسمیں بھی رفع ابہام کے واسطے ہے ورنہ اموال سب برابر ہیں اور یہ جو فرق نکالا ہے کہ افارت میں تو موضوع حقیقی مال فے ہے اور انما الصدقات میں وصف تصدق ہے یہ فرق صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں آیتوں میں موضوع حقیقی مال ہے اور انما الصدقات للفقراء میں وصف تصدق ہرگز موضوع حقیقی نہیں ہو سکتا کیا فقرا کو وصف تصدق دیا جاتا ہے جو وہ موضوع مقرر ہو اور فقرا اور مساکین کے واسطے مال تصدق ہی ہوتا ہے نہ صفت تصدق کی جیسے کہ کل کاتب متحرک الاصابع میں ذات کاتب کی کہ وہ انسان ہے متحرک الاصابع ہے نہ صفت کتابت کی اور جملہ انما افاء اللہ میں البتہ مصداق لفظ ما کا موضوع ہے کہ وہ اراضی مفائیہ ہیں لیکن مطلق زمین بلکہ موصوف بافارت کہ جسکو خدا تعالیٰ نے فے کیا ہے وہ ہمیشہ خدا اور رسول اور ذی القربیٰ وغیرہ کے واسطے تھے جبتک کہ اسمیں وصف عنوانی اسکا کہ فیئۃ ہے اسمیں باقی ہے اور جسوقت کہ مال فے کے حصہ داروں نے بعد تقسیم اسکو اپنے قبضہ میں کر کے فروخت کیا یا ہبہ کیا تو وہ وصف فارت اسمیں سے جاتا رہا اور ثابت ہونا محمول کا واسطے اسکے ضرور نہیں ہے اور مطمح نظر تصدق میں لیکن افارت میں دونوں جگہ مال ہی ہے مگر موصوف بتصدق اور افارت نہ صرف تصدق اور افارت اور تاویل کر کے جملوں خبریوں کو طرف جملوں انشائیوں کے لیجانیکی کچھ حاجت نہیں ہے اور کوئی وجہ وجیہ ہے اور درصورت فرض جملہ انما افاء اللہ کا خلاصہ فیئوا کیونکر ہو سکتا ہے جمع کا صیغہ جیسے کہ تصدقوا و انفقوا میں کہ کل مومنین مراد ہیں تصدقوا اور انفقوا جمع کا صیغہ ہو سکتا ہے اور فے کرنیوالا تو تنہا خدا ہی ہے یہاں تو واحد کا صیغہ افئ بسکون الہمزہ چاہیے نہ جمع کا صیغہ اور اگر مال فے میں رسول خدا صلعم کیطرف خطاب ہو کہ مال فے دے تو فلانے اور فلانے کو تو وہاں بھی واحد کا صیغہ چاہیے نہ جمع کا صیغہ اور سوا اسکے یہ ہے کہ تصدق اور انفاق فعل بندوں کا ہے اور افارت فعل خدا کا اور فعل خدا کا قیاس کہ وہ واحد یکتا ہے افعال بندوں پر کہ وہ متعدد ہیں نہیں ہو سکتا ہے کہ اگر بندوں کے واسطے تصدقوا و انفقوا کہا جاوے تو خدا کے واسطے فیئوا کہا جاوے **قال الشیخ الاشعری** اس تقریر کو سنکر اہل فہم کو تامل نہ ہوگا کہ فعل جناب سرور کائنات علیہ و آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات میں مطابق آیت ہے باقی رہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا معصوم ہو کر ایسی غلطی کرنی سو اہل سنت کے نزدیک سوا انبیا کسیکی معصومیت مسلم ہی نہیں دوسرے کسی مقدمہ خاص میں معصوم سے غلط فہمی ہو اور غیر معصوم ہونے کے کچھ محال نہیں چنانچہ مضامین آیت محمد رسول اللہ کی تفسیر میں اسکی تحقیق گذر چکی ہے اور بیسیوں نظیریں اسکی کلام اللہ اور حدیث میں موجود ہیں منجملہ اسکے کھیتی کے قضیہ میں حضرت داود کا غلطی کرنا حالانکہ نبی ہو چکے تھے اور حضرت سلیمان کا حق بات کا سمجھ جانا حالانکہ جبتک نبی نہوئے تھے اور نہ موافق اصطلاح شیعہ امام تھے اس دعوی کے لئے دلیل کافی ہے مگر شیعوں کو کلام اللہ یاد نہو یعنی ففہمناہا سلیمان کا فہم نہو تو اہل سنت کا کیا قصور ہے اس جگہ سے ہر کوئی سمجھ گیا ہوگا کہ اہل سنت پر یہ طعن کرنا کہ یہ ایسے اماموں کی تقلید کرتے ہیں جو انہیں کے اقرار موافق خطا کرتے ہیں ایسا ہے جیسے اندھا آفتاب کو بے نور بتلاوے اور جیسے اندھا آفتاب کو بے نور نہیں کہتا اپنی آنکھوں کو بے نور کہتا ہے شیعی بھی اہل سنت کا قصور نہیں بتلاتے اپنی عقل کے قصور کی گواہی دیتے ہیں **اقول** یہ تقریر تو تیری تجکو کچھ مفید نہوئی اور رسول خدا صلعم کے افعال تو مطابق آیات کے ہیں اور حضرت کا اراضی فے کو تقسیم کر کے ہر ایک حصہ دار کو حصہ پہنچانا بھی مطابق آیت کے ہے لیکن فعل حضرت کا مسلم نہیں وہ کونسا ہے کہ جو تیرے دعوے کے مطابق ہے اور ہر چند فاطمہ زہرا تمہارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ جھوٹی ہیں لیکن اس مقدمہ میں حضرت فاطمہ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی اگر فاطمہ زہرا ہی تنہا مدعی ہوتیں تو تم یہ احتمال نکال سکتے تھے کہ فاطمہ زہرا نے جھوٹا دعوی کیا باوجود اس علم کے کہ فدک رسول خدا صلعم کی ملک نہیں ہے اور پھر اسمیں دعوی وراثت کا کیا اور ابوبکر نے حدیث بیان کی لا نورث ہم یہانتک کہ حضرت فاطمہ غصہ میں ہو گئیں لیکن حضرت علی نے کہ جو اقضی امت تھے اور حضرت عباس نے بعد ابوبکر کے باوجود سننے روایت لا نورث کے پھر دعوی وراثت کیا عمر کے زمانہ میں عمر سے اور عمر نے کہا تم دونوں ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے اور مجکو بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اگر فاطمہ زہرا غلطی پر تھیں تو حضرت علی اور حضرت عباس نے پھر دعوی کیوں کیا اور ابوبکر کے لا نورث کو کیوں تسلیم کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی نہیں ہوئی یہ ارث کے طلب کرنے میں اور دعوی انکا سچا تھا اور ابوبکر روایت لا نورث میں جھوٹے تھے اور اگر سچے ہوتے تو حضرت علی انکے قول کو تسلیم کر لیتے اور پھر دعوی وراثت پیغمبر کا عمر سے نکرتے کیا حضرت علی اور حضرت عباس کو ابوبکر سے عداوت تھی کہ باوجود سننے روایت لا نورث کے عمر کے زمانہ میں پھر انہوں نے دعوی کیا عمر سے اور فاطمہ زہرا کو تمہارے علما گو معصوم نہیں جانتے لیکن محفوظ تو جانتے ہیں گناہوں سے اور جب آیۂ تطہیر کی خاطی کیونکر ہو سکتی ہیں کہ عمداً جھوٹا دعوی کریں اس چیز میں جو رسول خدا صلعم کی ملک نہتی اور جبکہ حضرت علی کو معلوم تھا وہ ابوبکر اور عمر کو ہرگز معلوم نتھا اور جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ اقضاکم علی اور حضرت علی خود فرماتے تھے کہ سلونی قبل ان تفقدونی اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں جانتا ہوں قرآن کی ہر آیت کے نزول کو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو اور زمین سخت پر نازل ہوئی یا زمین نرم پر اور کسواسطے نازل ہوئی اور کس کس مقدمہ میں نازل ہوئی پس جسوقت کہ ایسا شخص دعوی کرے اور ابوبکر کو جھوٹا جانے تو فاطمہ سے کیونکر غلطی ہوئی کہ سب ورثہ رسول خدا صلعم متفق تھے اس دعوی میں اور ابوبکر کو کاذب اور خائن اور آثم جانتے تھے

فے کو مملوک رسول اللہ صلعم کہیں تو یہ ترتیب اور توقف تو درکنار وجود خبر بھی اپنی ذات سے ضرور نہوگا کو بوجہ معصومیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور میں جنکی آپ مامور تھے قصور ممکن نہو
ہاں اگر مصرف کہیں تو پھر یہ ترتیب اور توقف اظہر من الشمس ہے چنانچہ توجیہات ذکر اللہ سے جو مذکور ہو چکی ہیں آپ پر عیاں ہے معہذا اگر مقصود شارع یہی ہوتا کہ اراضی فی مملوک رسولخدا صلعم ہیں
اور اللہ اور لذی القربی بایں غرض فرمایا ہے کہ خدا کے واسطے ذی القربی وغیرہ کو دینا چاہیے تو لاجرم فللرسول ولله ولذی القربی الخ فرماتا اس صورت میں گو یہ آیہ
مصداق المعنی فی بطن الشاعر تو ہوتی لیکن بلا سے یہ ترتیب اور توقف جو مدلول فا ہے درست ہو جاتا اور معنی کو کسیکی سمجھ میں آتے فی حد ذاتہ تو صحیح ہو جاتے فصاحت و بلاغت بلکہ باعتبار
قواعد زبان دانی صحت عبارت بھی نسہی لیکن اتنی غلطی تو نہوتی کہ برعکس معنی مقصود دلالت کرے **اقول** یہ چوتھی دلیل بھی پوچ اور واہی ہے بلکہ بعینہٖ محض ہے کہ اسکا کچھ ماحصل
نہیں ہے اور ما افاء اللہ کہ جو مبتدا ہے البتہ متضمن معنی شرط ہے اور للہ وغیرہ ہونیکا ترتب بھی فاءات اور تسلیط ہی ہے لیکن افاءت اور تسلیط وقوع میں آ گئی تھی کہ اہل فدک وغیرہ رسولخدا صلعم
کے رعب سے اپنے اموال کو چھوڑ کر نکل گئے اور حقتعالی نے وہ مال آنحضرت رسولخدا کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ فلانی اور فلانے کیواسطے ہے اور جسوقت کہ افاءت کہ وہ شرط ہے وقوع میں آئی تو وہ مال سب مصارف کے
واسطے ہو گیا موجب حکم خدا اور یہی خبر ہے کہ وہ مال فلانے اور فلانیکے واسطے ہے اور یہی مشروط ہے اور رسولخدا صلعم کو پہلے افاءت سے تو ہم مالک مال فی کا نہیں کہتے ہیں کل کا نہ بعض کا بلکہ کہتے ہیں کہ
حقتعالی نے کل مال رسولخدا صلعم کے سپرد کیا اور اسکے بعد آیہ فی نازل کر کے ایک حصہ کا مالک بھی چھہ حصوں میں سے رسولخدا صلعم کو کیا اور رسولخدا صلعم کو تو ہم ایک مصرف ہی مال فی کا
کہتے ہیں اور مصرف ہی ہونیکی جہت سے مالک اپنے حصہ کے ہوئے ہیں کہ جسمیں فدک بھی تھا اور مقصود شارع کا آیہ فی کے نازل کرنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ کے اموال فی میں رسولخدا صلعم بھی مالک
ہیں اور یہ مقصود نہیں ہے کہ یہ مال اللہ ہے یعنی بنام خدا ہے بلکہ مقصود للہ کہنے سے یہ ہے کہ ایک حصہ اسمیں خدا کا ہے کہ وہ امور خیر میں صرف کیا جائے اور جو کچھ اس شیخ نے لکھا ہے یہ مراد ہی
نہیں ہے آیہ فی سے اپنی رائے ناقص سے احتمالات واہیہ پیدا کر کے قرآن میں تحریف کرتا ہے کہ جن احتمالات کا کوئی قائل نہیں ہے اور خدا تعالی کو اصلاح دیتا ہے کہ جو لکھتا ہے کہ یوں کہنا
چاہیے تھا اور یوں کہنا چاہیے تھا **قال الشیخ الاشعری** پانچویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہے کہ ضمیر کیلا یکون دولۃ بجانب ما افاء اللہ راجع ہے اور کیلا یکون
دولۃ علت تعین مصرف مذکور ہے سو اس صورت میں معنی ہونگے کہ یہ مصرف اس اندیشہ کے لیے مقرر کیا گیا ہے کہ مبادا اراضی فی تحت تصرف اغنیا آ جائیں مگر اس اندیشہ سے جبھی تک بچاؤ
ہو سکتا ہے کہ اراضی فی کو مد خرچ اصناف معلومہ کہا جائے ورنہ اگر مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مملوک کسی گروہ ہوں تو ایک فدنہ ایک اور خرابی بالضرور پیش آئیگی اصناف مندرجہ
آیت اگر خود اغنیا نہیں تو خداوند بے نیاز کی بھی عادت یہ ہے کہ دولت فقر کو فقط ایک ہی خاندان میں دائم قائم نہیں رہنے دیتا بسا اوقات اولاد اغنیا فقیر اور پس ماندگان فقرا امیر ہو جاتے
ہیں سو بعد وفات رسول اللہ صلعم اور پس از انتقال ذی القربی وغیرہم اگر حسب معلوم شیعہ اراضی فی میں وراثت جاری ہوگی تو مدتک اس سلسلہ میراث میں بہت سے اغنیا بھی نکلیں گے
اور وہ خرابی جسکی بچاؤ کے لیے یہ مصرف مقرر کیا تھا بحال خود رہیگی اور یوں کہنا کہ اغنیا سے مراد حکام یا اغنیا لشکر ہیں محض تعصب ہے لفظ عام ہے بے قرینہ معنی خاص مراد لینے عوام کا بھی
کام نہیں چہ جائیکہ علما جو خواص امت ہیں ہاں اگر قطع طمع اغنیا لشکر افسران فوج کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہو یا حکام جاہلیت اس قسم کی اراضی کو خاص اپنے لیے رکھتے ہوں اور رسم
قانون نامعقول کے موقوف کرنے کے لیے یہ مصرف مقرر فرمایا ہو تو در صورت فرض وقوع امور مذکورہ بھی بریں نسبت کہ حکم عام کے لیے شان نزول خاص ہو سو یہ بات اسی جگہ خاص نہیں
بیسیوں آیات اور سیکڑوں احادیث کی شان نزول خاص اور حکم عام ہے اور اسکا عموم بالعموم مسلم ہے خاصکر کتب علم اصول میں تصریح صحت امکان خصوص شان اور عموم احکام کو
ہے **اقول** اول تو یہ کہ یہ احتمال اپنی طرف سے پیدا کر کے اسکے بطلان کی دلیلیں لکھتا ہے اور ہم اسطرح سے کب کہتے ہیں چنانچہ پہلا اس سے ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی کہتے
ہیں کہ مال فی ان اصناف کے لیے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ ایسا نہو کہ اراضی فی تحت تصرف اغنیا آ جائیں لیکن یہ بات تقسیم سے پہلے ہے کہ اگر اصناف مذکورہ پر اراضی تقسیم نہوگی تو
اندیشہ اغنیا کی تصرف میں لانیکا ہے اور جسوقت کہ تقسیم ہو گئیں اور اپنی اپنے حصے سب حقداروں کو پہنچ گیا اور وہ نیز قابض ہو گئی تو فے ہونیکا وصف اسمیں سے جاتا رہا اور اب ان زمینوں کا
حکم وہ ہے کہ جو اور اراضی مملوکہ کا حکم ہے اور بعد اسکے اگر انکے وارث اغنیا ہو جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اب وہ حکم ہی باقی نہیں رہا جیسے کہ مال خمس بنی ہاشم کی سوا اور کسیکو نہیں دینگے
لیکن جب دیدیا تو بعد اسکی مال خمس بنی ہاشم سے غیر بنی ہاشم کو پہنچ جائے تو کیا قباحت ہے اور مراد یہی اغنیا ہے اسی زمانہ کی اغنیا ہیں کہ جو محتاجوں کو نہ دیویں اور خود لیلیویں یا آپ زیادہ لیویں اور محتاجوں کو
تھوڑا دیویں اپنے غلبہ سے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا اور دین الاغنیا منکم میں خطاب مومنین کیطرف ہے اس خطاب سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ ہی کی اغنیا مراد ہیں قیامت تک کے اغنیا اور بعد اسکے
خدا تعالی فرماتا ہے کہ وما اتکم الرسول فخذوہ یعنی اور جو کچھ کہ دیوے تمکو پیغمبر مال فی اور غنیمت میں سے تو پس لو تم اسکو کہ وہ حق تمہارا ہے وما نہکم عنہ فانتہوا ۔ یعنی اور وہ چیز کہ منع کیا ہے اس نے تمکو اس
سے پس باز رہو اور قریب اسکی مضمون آیہ بھی تقسیم مال فی پر دلالت کرتی ہے کہ فے کے اموال تقسیم ہو گئے اور خدا تعالی نے تنبیہ کر دی ہے کہ تقسیم میں جو کچھ تمکو پیغمبر دیوے لیلو اور اگر تقسیم مراد نہوتی
تو خدا ایسا کیوں فرماتا اور تقسیم سے مراد بھی تقسیم مال فی ہے کہ اسکا ذکر ہے نہ پیداوار اراضی فی کی پس جسوقت کہ تقسیم ہو کر لوگوں کو پہنچ گئی تو فیئیت اسکی باقی نرہی جیسی کہ صدقہ فقیر کے پاس چلا گیا تو
وصف تصدق اسمیں سے جاتا رہا اور ملک فقیر کی وہ ہو گیا اگر اب فقیر اسمیں سے غنی کو دیوے تو جائز ہے ایسے ہی مال فی میں بعد ملک ہو جانے اصناف مذکورہ کے اگر انکے وارثوں میں سے

بعضی غنی ہو جائیں تو کچھ قباحت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ نے جو فرمایا ہی کہ کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ تو مراد اغنیا سے وہ ہیں کہ جو اپنی غلبہ سے اراضی فے کو دبا بیٹھیں اور فقرا کو محروم رکھیں یا تھوڑا دیویں اور یہ مراد نہیں ہے کہ اصناف مذکورہ کے وارثوں میں کوئی غنی ہو جاے تو اسکو بھی نہ دینا چاہئے اور اغنیا سے مراد ہماری عام نہیں ہی اغنیا کو ہم خاص نہیں کرتے ہیں کہ مراد اُس سے حکام یا اغنیا لشکر ہوں پس بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی سب فضول ہی **قال الشیخ الاشعری** چھٹی وجہ احتمال مذکور کی بطلان کی یہ ہی کہ اراضی فے کے لئے جن اشخاص اور اصناف کو مقرر فرمایا ہی تو انکو اُنکے اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصفت رسول اسکا ذکر فرمایا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کو بوصف یتیم اور مسکنت اور مسافرت یاد فرمایا اور اُنکے حسب نسب وغیرہ تشخصات اور تعینات کو ذکر نکیا اور پھر اسکے بعد لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الخ اور وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ الخ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ الخ کو جو لِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ سے بدل ہی ماقبل کا ضمیمہ کیا اس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ ان اوصاف [illegible] فے سے مصرف ہونا مراد ہے اور دخل ہو اُن اراضی کا مصرف ہونا ان اوصاف پر موقوف ہی اور چونکہ زمین باغ ملک مثل منافع اکل و شرب شل [illegible] پانی وغیرہ جنسی تفلع انہی ہلاکت [illegible] وقت انتفاع برتنو سجال قائم [illegible] یوم القیامۃ اراضی فی سے استفاع انہیں اشخاص کو جائز ہوگا جو موصوف باوصاف مذکورہ ہوں [illegible] کا اراضی ذکر یعنی وقف کہا جاتا اور مصارف مذکورہ میں صرف ہو نہ یہ کہ تقسیم کریں اور اصناف مندرجہ کو اُسکا مالک کر دیں [illegible] الکان [illegible] ہی کرو جہ معلوم ہوتی ہی کہ محققین کے نزدیک اس لئے کہ خمس اور فے سے کیا رسول اللہ صلعم کو وقت تقسیم خمس اور فے میں سے جو سہم رسول اللہ صلعم ساقط ہوگیا بعد وفات رسول اللہ صلعم رسالت اور وصف مسکنت [illegible] وغیرہ میں باقی نہیں رہا **اقول** سو وہ احتمال کہ جو تیرا انکالا ہوا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ باطل ہی اور اُسکے بطلان کی دلیل جو تو نے لکھی ہے وہ بھی باطل [illegible] وہ احتمال نکالتا ہی کہ جسکو ہم قبول نہیں کرتے ہیں اور پھر اُس باطل کے باطل کرنے پر تیار ہوتا ہے اور اراضی کے لئے جن اصناف کو مقرر فرمایا ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ انکو انکی اوصاف سے تعبیر فرمایا ہے اور اُنکے حسب و نسب کا کچھ ذکر کیا لیکن جو کہ متصف بایں اوصاف تھے جناب رسول خدا صلعم نے اراضی فے کو اُنپر تقسیم کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا اور ہبہ کیا اگر چاہا اور اگر چاہا فروخت کیا اور بدل لِذِی الْقُرْبٰى سے وہ اور اُسکے مابعد لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ [illegible] اور وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ الخ اور اُسکے بعد وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یہ علیحدہ جملے ہیں انکو ماقبل سے کچھ علاقہ نہیں اور پہلا جملہ ان دونوں جملوں میں انصار کی تعریف میں ہے کہ وہ مدینہ میں تھے اور دوسرا جملہ تابعین کے اور انکے بعد مومنین کی تعریف میں ہے قیامت تک جو کہ ہونگے اور مال فے ان لوگوں کے واسطے تہا ملک خاص [illegible] واسطے تہا اور مہاجرین ہی کو جناب رسول خدا صلعم نے دیا اور انصار [illegible] خصوصیت کہ انکو حاجت زیادہ تھی چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہو کہ لم یعط الانصار منہ شیئا الا ثلثۃ [illegible] گئے انصار مال فے میں سے کچھ [illegible] کہ انکو حاجت بہت تھی اور حاشیہ میں اُسکے لکھا ہی کہ وہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ اور سہل بن حنیف [illegible] روایت [illegible]

[illegible]

پاتے ہیں انصار بیچ سینوں اپنے کے یعنی اپنے نفسوں میں حاجت کو یعنی وہ چیز کہ جس سے حاجت ہوتی ہے مثل طلب و حسد اور غیظ کے [illegible] وہ مہاجرین فے وغیرہ میں سے وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اور اختیار کرتے ہیں وہ انصار اپنے نفسوں پر یعنی مقدم رکھتے ہیں مہاجرین کو اپنے نفسوں پر [illegible] مہاجرین ہی مال فے کو دیں اسی طرح تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل مال فے سب تقسیم ہوگیا تھا اور یہ شیخ نجدی جو کہتا تھا کہ اُسکی تقسیم نہیں ہوا تھا اور اُسکے [illegible] تقسیم ہوتی تھی سب اُسکا کہنا باطل ہوگیا اور فے کی آیت میں آیا تہا کہ مال فے خدا کے واسطے ہی اور اُنکے واسطے ہی جو موصوف بوصف رسالت اور قرابت اور مسکنت اور مسافرت ہیں سو جناب رسول خدا صلعم نے ان سب پر تقسیم کر دیا کہ یہ اپنے اپنے حصہ کے مالک ہوگئے اور اپنا حصہ حضرت نے خود لیا کہ جس میں خدا کا تہا اور خدا تعالیٰ کا حصہ [illegible] میں صرف کیا اب مال فے میں سے بعد تقسیم کے وصف فیئیہ جاتا رہا اور مال فے کا بعد تقسیم کے وہ حال ہوگیا کہ جو سوا اُسکے اور مال مملوک کا حال ہے چاہیں اُسکو فروخت کریں چاہیں ہبہ کریں جیسے کہ مال صدقہ جس وقت کہ فقرا کے پاس پہنچ گیا تو اُنکو اُسمیں اختیار ہے جو چاہیں سو کریں امر باطل ہوا جو کہا کہ اسکے بعد اسکے لکہا [illegible] منافع اراضی اُنکے ہلاک ہونے پر موقوف نہیں ہیں اسواسطے کہ جب ان لوگوں پر اصل مال فے تقسیم ہوگیا تو یہ لوگ مال فے کے مالک ہوگئے اور فے یہ اُس سبب سے جاتی رہی اب منافع اُسکے اگر اراضی فے ان لوگوں کے پاس ہیں تو انکے واسطے ہیں اور اگر انہوں نے وہ اراضی کسیکو دیدی ہی بطریق بیع کے یا ہبہ کے تو اُنکے واسطے ہیں اور ثبوت اور دوام بلا انتہا کا جبھی تک تھا کہ مال فے تقسیم نہوا تھا اور جب تقسیم ہوگیا تو وہ بات ہی جاتی رہی اور وقف کو یہاں کیا تعلق ہی مال فے تو خدا تعالیٰ نے اصناف مذکورہ کو عطا کیا تھا کہ وہ اُسکے مالک ہو جائیں سو بعد تقسیم کے وہ اُسکے مالک ہوگئے اب اُسکو جو چاہیں سو کریں اور جو امر کہ اراضی فے کے وقف ہونے پر موقوف تہا وہ امر باقی ہی نہیں رہا اور قرآن کی آیت سے تو مال فے کا تقسیم ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہتا ہی کہ اصل زمین کو تقسیم نکریں اور اصناف مندرجہ کو اُسکا مالک نکریں کیونکر ہو سکتا ہی وہ مقدمہ ہی باطل ہی جسکے واسطے زمین تقسیم نہونی چاہئے تھی اور الکان اول کو اختیار ہے جس وقت کہ اراضی انکی حصہ میں

آگئی تو جس مصرف میں چاہیں اُسکو صرف کریں اور اب لحاظ اوصاف مذکورہ کا باقی ہی نہیں رہا ہی اور مال فی اور خمس اگر اس زمانہ میں حاصل ہو تو اُن لوگوں ہی کو دیا جائیگا جو متصف باوصاف مذکورہ ہیں اور رسولخدا صلعم کا حصہ امام کو پہنچیگا جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی اور رسولخدا صلعم کا سہم ہرگز ساقط نہیں ہوا ہی امام اُنکے قائم مقام ہے محققین کا نام کیوں بدنام کرتا ہی اور اوصاف مذکورہ کے آدمی سب زمانہ میں موجود ہوتے ہیں **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی زکوۃ اور صدقات واجبہ اُنکے مصرف ہونیکے لیے بھی تحقق اوصاف فقر و مسکنت وغیرہا جسکی طرف آیہ انما الصدقات مشیر ہی ضرور ہی مگر چونکہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں چنانچہ ابھی مرقوم ہوا تو وقت تصدق وقت تحقق اور وجود اوصاف معلومہ ضرور ہوا چونکہ فقرا وغیرہم کو آیہ انما الصدقات میں فقط اُن اموال کا مصرف مقرر کیا ہی جو موصوف بصدقہ ہوں اسلیے بلفظ صدقات تعبیر فرمایا اور اگر قطع نظر اس صفت کے فقرا وغیرہم کو نفس مال کا مصرف مقرر فرماتے تو مثل انما المخرج من الاموال بنیۃ الصدقۃ یا سوا اسکے اور کوئی ایسی عبارت جس سے مطلق مال کے لئے فقرا وغیرہم کا مصرف ہونا ثابت ہوتا بیان فرماتے الحاصل آیہ انما الصدقات میں اصناف کو دو طرف میں اوصاف ہی سے ارتباط ہی اور آیہ ما افاء اللہ میں ایک طرف ذات اور دوسری طرف اوصاف ہیں اسلیے زکوۃ میں دونوں اوصاف کو اور فی میں فقط ایک جانب میں اوصاف کو ملحوظ رکھنا چاہئے **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ صدقات واجبہ کے مصرف ہونے کے لیے وصف فقر چاہئے لیکن یہ کہنا کہ وصف تصدق کو بجز آن واحد قیام نہیں غلط ہی اسواسطے کہ آدمی اپنے مال میں سے زکوۃ کو نکالکر ایک عرصہ تک رہنے دیتا ہی یہانتک کہ مستحق اُسکا بہم پہنچے اور جبتک وہ مال رکھا رہیگا صدقہ ہی کہلائیگا کہ یہ مال زکوۃ مال صدقہ ہی اور خود انما الصدقات کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ جو کچھ تمہارے پاس مال صدقہ ہی وہ فقرا کو دو تو پہلے ہی سے موصوف بتصدق ہولیگا اور اپنے مال میں سے نکالا جائیگا تو فقرا کو دیا جائیگا اور خدا تعالی بھی اُسی مال کو کہتا ہی فقرا کو دو کہ جو پہلے سے موصوف بتصدق ہو لیا ہی اور صدقہ تو اُسی وقت سے ہوگیا کہ نیت اُسکی صدقہ ہونے کی کی تھی ایک آن تو کہاں سے کہتا ہی البتہ اُسکے دینے کی ایک آن ہوتی ہی ایسے ہی مال فی کے دینے کی بھی ایکہی آن ہوتی ہی اور دینے کے وقت وہ مال صدقہ موصوف بتصدق ہوتا ہی جیسے کہ مال فی وقت دینے کے موصوف بہ فیئیۃ ہوتا ہی اور جب دیدیا تو یہ دونوں مال اپنے وصفوں سے علیحدہ ہوگئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ انما الصدقات میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہی کہ جو موصوف بصدقہ ہوں جیسے کہ آیہ ما افاء اللہ میں اُن اموال کا مصرف مقرر فرمایا ہی کہ جو موصوف بہ فیئیۃ ہوں اور مطلق مال کا مصرف دونو آیتوں میں نہیں فرمایا ہے اور جیسے کہ آیہ انما الصدقات میں دونو طرف اوصاف ہیں تصدق اور فقر ایسے ہی آیہ ما افاء اللہ میں دونو طرف اوصاف ہیں فیئیۃ اور رسالت اور قرابت وغیرہ اسمیں بھی دونو طرف اوصاف کا ملحوظ رکھنا ہوگا اور یہ بات نہیں ہی کہ یہاں ایک طرف محض ذات ہو **قال الشیخ الاشعری** ساتویں وجہ احتمال مذکور کے بطلان کی یہ ہی کہ مالک حقیقی تمام مخلوقات اور موجودات کا بالاتفاق اور بالبداہت مالک الملک خداوندکریم ہی اور بوجود آنکہ ہمارا تمہارا مالک ہونا ایک معنی مجازی ہیں جیسے کوئی شخص اپنے چند مکان چند آدمیوں کو مستعار یا کرایہ پر رہنے کو دیدے اور وہ چند مستاجر اُسی رہنے کے مکان کو محاورہ میں اپنا گھر کہدیا کرتے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں ایسے ہی ہمیں بھی مالک حقیقی نے ہماری اشیاء مقبوضہ کو انتفاع کے لیے دے رکھی ہیں اور ہم اُنکو اپنے محاورات میں اپنا کہتے ہیں لیکن جیسے مکانات کا مستعیر یا کرایہ دار ہونا عاریۃ لینے اور کرایہ لینے پر منحصر اور موقوف فقط مالک مکان کی ملکیت کفایت نہیں کرتی بلکہ اگر عقد کرایہ اور عاریۃ ظہور میں آئے تو پھر مالک اصلی ہی کیطرف آ رہیگی ایسے ہی ہمارے مالک ہونے کے لیے بھی اسباب تملیک ظاہری مثل بیع شرا ہبہ وصیت وغیرہا ضرور ہوئی ورنہ تمام موجودات پھر خدا ہی کی طرف مملوک ہوتے ہیں منسوب رہینگے مگر چونکہ اموال فی مشار الیہا بلفظ ما افاء اللہ میں اُن اسباب میں سے فقط غنیمت ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اور اُسی کو جناب باری نے فما اوجفتم سے دفع کردیا تو یہ اموال سوائے خداوندکریم مالک الملک کے اور کسیکی طرف بطور ملکیت منسوب نہیں ہو سکتی پھر اس صورت میں للرسول ولذی القربی کے معنی بجز بیان مصرف اور کچھ نہیں ہو سکتی ہی سو یہی مطلب ہمارا تھا **اقول** ہم بھی کہتے ہیں کہ مالک حقیقی سب چیز کا خدا تعالی ہی لیکن اپنے فضل و کرم سے وہ بندوں کو عطا کرکے مالک کردیتا ہی کہ وہ اُسمیں جس طرح چاہیں اپنا تصرف کریں اور خدا تعالی کے مالک حقیقی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ جو کچھ اُسنے اپنے بندوں کو دیا ہی وہ اُسمیں اپنا تصرف مالکانہ نکریں اور اگر ایسا ہو تو دنیا میں کسی چیز کا کوئی مالک ہی نہ کہلائے اور اُنکو تصرف کرنا اسمیں جائز نہو اور دیکھو مال غنیمت کہ جو جہاد کرنے سے ہاتھ لگتا ہی اور وہ خدا تعالی نے مجاہدین کے واسطے مباح اور حلال کردیا ہی تو وہ اُسکے مالک ہیں جس طرح چاہیں اُسمیں تصرف کریں اور خمس میں بنی ہاشم کا یہی حال ہی اور ایسے ہی مال فی ہی کہ جو بدون جنگ کے ہاتھ آتا ہی اُسکو خدا تعالی نے رسولخدا اور ذوی القربی وغیرہ کے واسطے مباح کیا ہی اور حکم کیا ہی کہ یہ حق اُنکا ہی اُنکو دو اور جب اُنکو دیا گیا اور اُنہوں نے اُسمیں اپنا تصرف کیا تو مالک ہونیکی جہت سے کیا یا اور کسی جہت سے اور مکان کی عاریت لینے اور کرایہ لینے کی جو مثال دی ہی اُسکو یہاں کیا تعلق ہی کرایہ اور عاریت میں تو کرایہ دار اور مستعیر مالک نہیں ہو سکتا ہی کہ مالک نے اُنکو اُسکا مالک نہیں کردیا ہی اور مستعیر اور کرایہ دار مکان عاریت اور کرایہ کو ہرگز اپنا مکان نہیں کہتا ہی بلکہ جنکا مکان ہی اُنکا مکان کہتا ہی اور اپنا مکان تو اُسکو کہتے ہیں کہ جو حقیقت میں اپنا ہی اور خدا تعالی نے جو کچھ بندوں کو دیا ہی اُسنے اُنکو اُسکا مالک کردیا ہی اور اسباب ملکیت میں سے ایک ہبہ بھی ہی اور جب خدا تعالی نے مال فی کو بخشا اور ہبہ کیا تو وہ اُسکے مالک ہوگئے اور ہمنے تسلیم کیا کہ خدا تعالی کی غرض اس آیت میں بیان مصرف ہی ہی لیکن مراد اُس سے یہی ہی کہ یہ حق اُنکا ہی اُنکو دینا چاہئے اور جب اُنکو دیا تو وہ اُسکے مالک ہوگئے یا نہیں اور اگر مالک نہوئے تو کیا خدا تعالی نے اُنکے

پاس مال فی امانت رکھوایا ہی کہ وہ اسکی حفاظت کریں کیسا دیوانہ ہی یہ شیخ نجدی کہ پاگلوں اور مجنونوں کی سی گفتگو کرتا ہی اور یہ نہیں سمجھتا ہی کہ جب ایک چیز کا مصرف مقرر کردیا
گیا تو پھر یہ چیز صرف کی جائیگی تو وہ چیز اہل مصرف کے پاس پہنچیگی اور ملاحظہ کرینکے واسطے رہیگی کہ دیکھو تم اسکو چھونا نہیں کہ یہ تمہاری ملک نہیں ہے یا اسواسطے کہ یہ چیز تمکو ہمنے دی ہے
اسکو جو چاہو سو کرو سو تمام دنیا کی آدمیوں سے اگر پوچھو تو کوئی بھی کہیگا کہ خدا تعالے نے یہ چیز اپنے بندہ کو صورت دیکھنے کیواسطے دی ہی اور مالک اسکا نہیں کیا ہی بلکہ مالک اسکا خود
ہی رہا ہی بلکہ یہی کہینگے کہ خدا تعالی نے اپنے بندہ کو اسواسطے دی ہی کہ اسکو جو چاہی سو کرے چاہے فروخت کرے چاہے ہبہ کرے اور ہبہ بدون ملکیت کے نہیں ہوسکتا ہی اور اس شیخ
نجدی نے تو خدا تعالی کا مرتبہ بندوں سے بھی پست کردیا اور اسکو بخل کیطرف منسوب کیا اسواسطے کہ اگر کوئی آدمی کسیکو کوئی چیز بخشتا ہی تو یہ نہیں کہتا ہی کہ میں نے یہ چیز تمکو دی تو ہی لیکن
تو اسکا مالک نہیں ہی مالک اسکا میں ہی ہوں چہ جائیکہ خداوند کریم کہ اسکے فضل و کرم کے برابر کسیکا فضل و کرم نہیں ہی وہ کسی بندہ کو اپنی کوئی چیز عطا کرے اور از راہ بخل مالک
اسکا اسکو نکرے یہ کیونکر ہوسکتا ہی تعالی اللہ عما یقول الظالمون اور حقیقت میں تو خدا ہی مالک سب چیز کا ہی کہ وہی سب کو دیتا ہی لیکن جسکو دیتا ہی اسکو مالک اسکا کردیتا ہی اور للرسول
ولذی القربی وغیرہ البتہ بیان مصرف کیلئے آئی ہی ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن جب اہل مصرف کو مال فی دیدیا تو وہ اسکے مالک ہوگئے اسمیں تیرا مطلب کیونکر ثابت ہوا تو تو کہتا ہی کہ وہ مالک ہی نہیں
ہوئے بلکہ ہمارا مطلب ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ ان مصرفوں میں سے ایک مصرف رسولخدا صلعم ہیں اور وہ اپنے حصہ کے مالک ہیں کہ جسمیں فدک بھی تھا **قال الشیخ الاشعری** باہمال ان سات
وجوہ سے اراضی فی کا مد خرچ پنج اقسام معلومہ ہونا شامل موات حواس ہر کس و ناکس واضح اور لائح ہوگیا اور باوجود مدخرچ ہونے کے وجہ طلب کرنی حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ عنہا کی اول تو یہ ہی کہ جناب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا معصوم نہیں اور معصوم بھی ہوں تو معصوم سے غلط فہمی محال نہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور وجہ غلط فہمی کی یہاں ظاہر
بھی ہی کیونکہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اراضی فی پر قبض و تصرف حضرت خلاصۂ موجودات سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات کا بنا تا
دیکھا تھا اور اسبات کی تحقیق کہ یہ قسم غنیمت سے ہی یا از جنس فی ہے زنان خانہ نشین اور وہ بھی ایسی زاہدہ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ غرض نہو بہت دشوار ہی خاصکر خیبر اور قری خیبر کی نسبت کہ
فدک بھی انہیں میں سے ہے کیونکہ بعض قری خیبر عنوہ یعنی بعد جنگ و جدال اور بعضی قری جیسے فدک صلحاً مفتوح ہوئے ہیں اسلئے یہ نسبت خیبر خاص کی مابین علما اختلاف میں ہے
کہ آیا خیبر عنوہ فتح ہوئی ہی یا صلحاً **اقول** ساتوں وجوہ تیری ہمنے باطل کردیں اور تقسیم ہونا اصل اراضی فی کا نہ مد خرچ کا پنج اقسام معلومہ پر مثل موات تین پنج حواس کے ہر کس و ناکس پر
واضح اور لائح ہوگیا اور پہلی اس سے ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے میراث کے طلب کرنیمیں ہرگز غلطی نہیں ہوئی ہی گو تمہارے نزدیک وہ معصوم نہوں اور معصوم
سے گو غلطی ہونی محال نہیں ہے لیکن غلطی امر سے وقوع میں نہیں آتی اور اگر ایسی بات ہو کہ معصوم ہو کر غلطی کیا کرے تو وہ معصوم ہی نہیں ہے اور لوگوں کو اسکی بات کا اعتبار نہوگا
اور جو وجہ کہ پہلے اس سے معصوم کی غلطی کی لکھی ہی ہمنے اسکو باطل کردیا ہی اور فدک اول تو یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا ہی کے پاس تھا کہ جناب رسولخدا صلعم نے انکو ہبہ کیا تھا چنانچہ اہل سنت
کی کتابوں میں لکھا ہی اور حضرت فاطمہ نے کل اراضی فی پر قبضہ جناب رسولخدا صلعم کا ہمیشہ نہیں دیکھا ہی بلکہ قبل تقسیم دیکھا ہی اور بعد تقسیم ہر قبضہ ہر ایک حصہ دار کا رہا ہی اور تقسیم
رسولخدا صرف اپنے حصہ کے قابض تھے کہ جسمیں فدک تھا اور وہ فاطمہ کو ہبہ کردیا تھا اور غیروں کے حصوں پر آنحضرت کا اپنا قبضہ اٹھا لیا تھا و بعد حضرت فاطمہ زہرا [illegible]
ہوں لیکن ایسی غافل اور بیخبر نتھیں کہ انکو فدک کا حال معلوم نہو کہ یہ مال فی ہے یا مال غنیمت ہے اور اگر ہم تسلیم کریں کہ فدک مال غنیمت ہی تھا اور ہمیشہ حضرت کے قبضہ میں رہا اور مال
فی نتھا تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہے اور حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ جب فدک حضرت رسولخدا صلعم کے قبضہ میں ہوا اور انکے ہی قبضہ میں اسکو حضرت فاطمہ نے ہمیشہ دیکھا ہے
تو وہ مال مملوک حضرت کا تھا اور حضرت فاطمہ نے اپنی پدر عالی مقدار کی ملک میں دعوی میراث کا کیا اور حضرت فاطمہ کو تو غلطی پر کسواسطے کہتا ہی غلطی پر تو تو ہی اور بڑی دلیل فدک کی مملوک
رسولخدا ہونیکی یہ ہی کہ ابوبکر نے ملک رسولخدا اقرار دیکر کہا تھا کہ مال انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہی کیا تیرا علم ابوبکر کے علم سے بھی زیادہ ہی کہ ابوبکر تو ملک رسولخدا بیان کرے اور تو کہے
کہ وہ رسولخدا کی ملک ہی نتھا اور فدک کے مقدمہ میں ہرگز اختلاف علما نہیں ہے بلکہ فدک وہ ہی سب کے نزدیک کہ جسکے باشندے مسلمانوں کے رعب سے جلاوطن ہوگئے ہوں **قال الشیخ
الاشعری** الحاصل اراضی فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہونا اہل انصاف پر روشن ہوگیا اگرچہ اہل فہم کو پہلے بھی اسمیں تامل نتھا کیونکہ اہواء جو تعیین مصارف
معلومہ اگرچہ رسول اللہ صلعم کے مملوک ہونیکی کوئی صورت بھی تھی تو یہی تھی کہ ان اوصاف کا مقرر فرمانا ایسا ہو جیسا کہ زکوۃ اموال مملوکہ اغنیاء کیلئے فقراء وغیرہم کا مقرر کرنا کو بیان
فی حد ذاتہ ممکن تھی لیکن قرینہ عطف للرسول اور لذی القربی اسبات کو مقتضی تھا کہ جیسے ذوالقربی وغیرہم بالاتفاق مالک اراضی فی نہیں رسول اللہ صلعم بھی مالک نہیں اور اگر
قطع نظر اتفاق امت کے ذی القربی وغیرہم کو مالک کہا جائے تو بہت سے بہت ہوگا تو اراضی فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصناف باقیہ میں مشترک ہوں لیکن وہ ایسا اور موجود
ہیں ایک تو شرکا غیر محدود کا شریک ہوگا کیونکہ ذی القربی وغیرہم کا کوئی حد و پایان نہیں ہر روز کمی بیشی رہتی ہی خاصکر والذین جاؤا من بعدہم نے تو دائرہ اہل مصرف کو اتنا فراخ
کردیا ہی کہ قیامت تک کے مومنین کو گھیر لیا ہی دوسرے قبل عطا مال غنیمت بلکہ دین بھی ملک میں نہیں آسکتا اراضی فی جو کسیطرح اسکے حصول میں اہل مصرف کی بھی کوشش پا کسیکے

فعل کو دخل نہیں محض فضل خداوندی سے ہاتھ لگ گیا ہے کیونکر قبل عطا اور قبل قبض کسی کا مملوک ہو سکے **اقول** اراضی فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ہونا ہماری تحریر سے اہل انصاف پر بخوبی روشن ہو گیا اور یہ جو لکھا ہے کہ مملوک نہیں ہوئی یہ کہنا اس شیخ کا باطل ہو گیا اور خود جناب باری عز اسمہ قرآن شریف میں اپنے رسول کو مال فے کا مالک مقرر کر کے خطاب کرتا ہے کہ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں پھر کسکی مجال ہے کہ یہ کہے کہ جناب رسول خدا صلعم مالک فدک کے نہ تھے اور کسیکی فہم میں نہیں آتا ہے کہ جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بخشی ہے حضرت اسکے مالک نہوں ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے اور یہ کون عقل کا دشمن کہتا ہے کہ ذو القربی وغیرہم اراضی فدک کے مالک نہیں تاکہ باعتبار عطف کے رسول خدا صلعم بھی مالک نہوں بلکہ ذو القربی وغیرہم سب اراضی فدک کے مالک ہیں جسقدر کہ انکے حصہ میں آتی ہے اور تماشا یہ ہے کہ لکھتا ہے کہ بالاتفاق اراضی فدک کے مالک نہیں علاوہ تو سپر اتفاق نہیں ہے جیسا یہ پاگل ہے ایسے ہی پاگلوں کا اسپر اتفاق ہوگا جو کہ عقل سے بہرہ نہیں رکھتے ہیں جسوقت مال فے تقسیم ہو گیا اور قرآن میں اسکی تقسیم سے بالکل خبر ہو تو ہر صنف اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور جناب رسول خدا صلعم اپنے حصہ کے مالک ہوئے شراکت کہاں باقی رہی ورثہ کا ہرگز غیر محدود نہیں ہیں جو اس زمین میں رسول خدا صلعم کے روبرو موجود تھے انپر تقسیم ہو گیا اور وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ کے مومنین مال فدک میں ہرگز شریک نہیں چنانچہ ہم پہلے اس سے تفسیر بیضاوی سے لکھ چکے ہیں بلکہ مال فے خاص اسطرح مہاجرین کے ہے یہانتک کہ انصار کے واسطے بھی نہیں ہے اور سب تفسیروں میں اسی طرح لکھا ہے معلوم نہیں کہاں سے کہتا ہے کہ آیہ مذکورہ کی مومنین کو بھی اسمیں شریک کرتا ہے اور اہل سنت کا تو یہ مذہب نہیں ہے نہیں معلوم کیسا مذہب کا آدمی ہے کہ اہل سنت کے بھی خلاف کہتا ہے اور مال غنیمت یا مال فے اگر قبل عطا مالک نہیں ہو سکتا ہے تو بعد عطا تو مملوک ہو جاتا ہے خواہ سعی و کوشش سے ہاتھ لگے خواہ بے سعی محض فضل و کرم خدا کی سے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ مال فے جو بے سعی کے ہاتھ آیا ہے اصناف مذکورہ بعد قبضہ کے اسکے مالک ہو گئے اور یہ کون کہتا ہے کہ قبل عطا اسکے مالک ہوئے یہ تو ہمارا دعویٰ ہی نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اہل عقل پر بادی النظر میں اس عبارت سے اراضی فدک کا غیر مملوک ہونا عیاں تھا اور اب سب پر واضح ہو گیا بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب اس آیت سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ الٹا محال ہونا ثابت ہوا اور جب یہی ہے تو اتنی تطویل کی ضرورت پڑی، نہ عدم ثبوت ملکیت خود ظاہر تھا البتہ باین نظر کہ کم فہموں سے مقابلہ ہے عدم ثبوت ملکیت میں گفتگو کرنی ضرور ہی تھی **اقول** اہل عقل کے نزدیک تو بادی النظر میں آیہ فے سے اراضی فدک کا مملوک ہونا عیاں تھا اسواسطے کہ جسوقت خدا تعالیٰ نے سارا اراضی فے کے مصارف مقرر کر دیئے کہ فلانے فلانے کے واسطے مال فے ہے انکو دیدو تو بعد تقسیم کے اپنے اپنے حصہ کے مالک ہو گئے اور ہمنے اسکو خوب واضح کر دیا ہے اور دوسری آیت جو مالک ہونے رسول خدا صلعم کی ہے اس سے پہلے ہمنے ذکر کر دی جواب حضرت کے مالک ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے اور یہ کہنا کہ امکان ملکیت بھی ثابت نہیں ہوا بلکہ الٹا محال ثابت ہوا ہے یہ ایک بڑے ہی دیوانوں کی سی کہ بے سرو پا بکا کرتے ہیں کیا ابوبکر نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ رسول خدا صلعم کی ملک قائم رہی مگر فدک کو کہا کہ پیغمبر کی چیز کا کوئی وارث نہیں ہے تو جو کچھ کہ انہوں نے بعد اپنے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے اور وارث جو کسیکا کوئی ہوتا ہے تو اسکی ملک میں ہی ہوتا ہے اسواسطے انکے مال کی وراثت کی نفی کی اور اگر مال پیغمبر کا ملک پیغمبر کی نہ ہوتا تو اسیقدر کہنا کافی تھا کہ پیغمبر کی ملک میں کوئی مال ہی نہ تھا ورثہ کسمیں جاری ہو یہ عبارت طویل بنا کر کاہیکو کہتے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور اگر فدک رسول خدا صلعم کی ملک نہ ہوتا تو حضرت عباس اور حضرت علی کہ جو ہر ایک حکم سے آگاہ تھے اور رسول خدا صلعم نے انکو فرمایا تھا کہ اقضاکم علی اور وہذہ قضیۃ ولا ابا حسن لہا جو کہ آنحضرت میں دائر اور سائر ہو گیا ہے عمر کے زمانہ میں دعویٰ رسول خدا صلعم کی وراثت کا وہ کاہیکو کرتے اور جو کچھ کہ تو نے عدم ملکیت میں تطویل کی ہے وہ سب خاک میں ملگئی اور ہمنے اسکو باطل کر دیا اور عدم ثبوت ملکیت ہرگز ظاہر نہ تھی بلکہ ملکیت ہی ظاہر تھی اور جو کچھ تو نے اس مقدمہ میں گفتگو کی ہے وہ سب ہیچ اور واہی ہے ناحق تو نے اوقات اپنی ضائع کی ایسی گفتگو کرکے **قال الشیخ الاشعری** مگر اتنی بات باقی ہے کہ لفظ ما افاء اللہ عام ہے اشیاء منقولہ و غیر منقولہ کو برابر شامل ہے پس اگر ما افاء اللہ کی وجہ سے وقف ہے تو لاجرم اسباب منقولہ بھی وقف ہوگا سو اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی اول تو یہ کہ حنفیوں کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف ہونا ہی صحیح نہیں دوسرے یہ کہ اموال فدک میں سے بہ نسبت اموال منقولہ کے وقف ہونا کسی سے منقول اور مروی نہیں بلکہ اگر تعامل سلف و خلف پر نظر کیجے تو عیاں ہے کہ منجملہ اموال فے اسباب منقولہ میں تصرفات مالکانہ کرتے تھے بیع و نذر وغیرہ آثار ملکیت جو وقف ہونے پر دلیل کامل ہیں برابر بے تکرار اور انکار مروج رہے ہیں چنانچہ بنی نضیر کے ہتھیار وغیرہ اموال منقولہ جو ہاتھ آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقسیم فرما دیئے تھے اور صراحۃً نہ کنایۃً یوں فرمایا کہ یہ اشیاء وقف ہیں انمیں تصرفات مالکانہ مت کیجو دو دیگر یہ بھی نسبی کلام اللہ سے زیادہ تو کوئی حجت نہیں کلام اللہ میں خود موجود ہے ما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک مطلب یہ ہے کہ اے نبی ہمنے حلال کیں تیرے لیے وہ باندیاں جنکا تو مالک ہوا ہے اموال فدک میں سے اس آیت سے صریح ثابت ہے کہ فے کی باندی غلام مملوک ہو سکتی ہیں وقف نہیں تھے جب ایک چیز کا بھی اموال فدک میں سے مملوک ہونا ثابت ہوا تو فلاملہ وغیرہ الفاظ آیہ ما افاء اللہ اور الفاظ سیاق و سباق آیہ مذکورہ کے اور جنکو وسیلہ سے وقف ہونا اراضی فدک کا ثابت کیا گیا ہے وہ معنی نہونگے جو وقف ہونے پر دلالت کریں نہ کلیہ قضیہ ما افاء اللہ بعبارات کو مقتضی ہے کہ تمام افراد ما افاء اللہ کا ایک حکم ہے خواہ اسباب منقولہ ہوں خواہ غیر منقولہ ہوں تب دونوں وقف نہوں تب دونوں نہوں اسلئے ہمیں ہے اس خلجان کا رفع کرنا ضرور پڑا مولوی اہل انصاف کی خدمت میں

یہ گزارش ہے کہ واقعی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اشیاء منقولہ وقف نہیں ہو سکتی لیکن خدا وند کریم و علیم و حکیم کچھ امام ابو حنیفہ کا مقلد نہیں جو اُسکے ذمہ اتباع رائے ابو حنیفہ ضروری ہو اور اگر
اتفاقات سے کوئی بات بظاہر خلاف مذہب حنفی صادر ہو جائے تو اُسکی جوابدہی اُسکو ذمہ پر لازم ہو مثل بریں نسبت کہ امام ابو حنیفہ سے خطا ہوئی ہو لیکن شیعہ یہی فرمائیں کہ اہل سنت امام ابو حنیفہ
کو معصوم ہی کب سمجھتے ہیں جو یہ خرابی اُنکے سر پڑے بلکہ اہل سنت کا یہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا ہے المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صحیح بھی کہتا ہے ہاں اتنی بات مسلم کہ مرتبہ اجتہاد
کو یہ لازم ہے کہ اکثر صحیح کہا کرے سو اس بات میں اُنسے غلطی ہو گئی ہو تو کیا حرج ہے اُنکے صاحبین وغیرہما کی رائے تو آخر یہی ہے کہ اشیاء منقولہ بھی وقف ہو سکتی ہیں وہی اہل سنت ہی کے پیشوا ہیں
شیعوں کے نہیں اور اگر شیعے اُنکو اپنا پیشوا بنالیں اور طوسی اور رضی و شریف مرتضیٰ و ابو القاسم محقق وغیرہم کا اتباع چھوڑ دیں تو رہی نصیب اُنکے اور پھر کچھ تکرار نہیں معہذا یہ آیت کچھ معارض
اور مناقض رائے ابو حنیفہ نہیں بلکہ کچھ موافق ہی ہو تو کچھ عجب نہیں **اقول** جو کچھ تو نے لکھا ہے سب ایک ڈھل ہی ہے۔ نزدیک اسواسطے کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فی وقف نہیں ہے اگر ہم
اُسکے وقف ہونیکے قائل ہوتے تو اسوقت یہ ذکر کرنا چاہئے تھا کہ اشیاء منقولہ ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وقف نہیں تو اُسکا جواب یہ ہے آدمی کو چاہئے کہ گفتگو اُس مقدمہ میں کرے جو خصم کے نزدیک مسلم ہو
اور ابو حنیفہ کا مذہب تو اکثر قرآن اور حدیث کی مخالف ہے اور اپنی رائے سے احادیث کو رد کرتا ہے اسیواسطے امام غزالی نے اور صاحب تاریخ بغداد نے اُسکو گمراہ لکھا ہے اور مال فی کے وقف نہونے پر آیہ
مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ دلالت کرتی ہے یہ سب صحیح ہے اور اس آیت سے مال فی کا مملوک رسول خدا صلعم ہونا ہی ثابت ہو گیا اور منیک مال فی وقف تھا اور بعد اسکے جو کچھ ایسا جواب لکھیگا
ہم اُسکو رد کرینگے اور یہ جو لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ ابو حنیفہ کا مقلد نہیں ہے ہاں صحیح ہے اور اگر ابو حنیفہ جو کچھ کہتا ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے مخالف کہتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے یہی تصریح یہ نہیں فرمایا ہے
کہ اشیاء منقولہ میں بھی وقف کرنا درست ہے اور تو ابو حنیفہ سے زیادہ عالم بھی نہیں ہے کہ تیرا قول ابو حنیفہ کے قول سے زیادہ معتبر ہو اور وہ تو اہل زبان تھا کہ قرآن کو بہ نسبت تیرے اچھا سمجھتا تھا یہ بھی خوب
بات ہے کہ جو کہ اہل زبان ہو اُس سے تو خطا ہو اور تیری رائے صواب پر ہو اور ابو حنیفہ کے معصوم ہونیکی انکار سے کیا فائدہ تم تو معصوم کو بھی غلطی اور خطا پر ثابت کرتے ہو چنانچہ حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام
کو کہتا ہے کہ اُنسے غلطی ہوئی اور شیعہ ایسے گمراہ ہوں کہ اپنا پیشوا کا ہیکو مقرر کرینگے معصوموں کو چھوڑ کر اور رای ابو حنیفہ اگر آیت کے مناقض نہو تو ہمکو اس سے کیا اور وقف میں ہماری بحث ہی نہیں ہے
کہ ہم اُسکو باطل کر آئے ہیں **قال الشیخ الاشعری** اگر اس آیت کی شرح مطلوب ہے تو کان دھر کر سنئے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف مد نظر ہو اور میری سمجھ اپنی پر نظر نہو ما سبق اس آیت کا هُوَ الَّذِیْ
اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ سے لیکر یُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں تو اب اس صورت میں بجز اموال غیر منقولہ اراضی
و باغات ما افاء اللہ سے مراد نہونگی اور باعتبار خصوص ماسبق کے لفظ ما کا باوجود عموم ذاتی کے مخصوص ہو جانا ایسا شائع و ذائع ہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ جانتے ہیں اطفال کافیہ خواں بھی سمجھتے ہیں کہ الاسم ما دل
علی معنی میں ما سے مراد کلمہ ہے اسلئے مولانا جامی شرح ملا میں کلمہ ما کی شرح میں کلمہ ہی لکھتے ہیں القصہ ما افاء اللہ سے علی العموم اموال منقولہ و غیر منقولہ سب مراد نہیں فقط اموال غیر منقولہ مراد ہیں چنانچہ
کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بھی اسیطرف فی الجملہ کھینچتا ہے اسلئے کہ تداول اور دولت کے تو معنی ہیں کہ ایک شے بحال خود باقی رہے اور باینہمہ کسی کسی کے پاس منتقل ہوتی رہے سو یہ بات بجز اموال غیر منقول اور
کسی میں بطور کمال متصور نہیں اقسام غذا اور اقسام لباس اور اقسام مرکب سب کے سب بسبب استعمال فنا ہو جاتے ہیں یا فنا ہونے لگتی ہیں اگر چندے کوئی چیز قایم رہی تو کیا قائم رہی یوں تو
کچھ نہ کچھ سب اشیاء کو قیام ہے روٹی سالن بھی تھوڑی دیر ٹھیری رہتی ہی ہیں علی ہذا القیاس سوا اتنی قیام سے کیا کام چلتا ہے یہاں تو بشہادت والذین جاؤا من بعدہم قیامت تک کا حساب ہے بہرحال ما افاء اللہ
میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں جو اعتراض معترض مُرتفع ہو اور ہمیں فکر جوابدہی ہو ہاں اتنی بات البتہ قابل لحاظ ہے کہ ہمنے مانا اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہی نہیں لیکن اموال منقولہ کا جو
نے حاصل ہوتے ہیں کیا حکم ہے مثل اموال غیر منقولہ وقف یعنی مذکور سمجھا جاتا ہے یا مثل غنیمت مملوک ہو سکتی ہیں سو اپنی فہم نارسا میں یوں آتا ہے کہ وہ قابل ملک و عطا ہیں اگر اہل فہم بھی جانب ہوں
تو فبہا ورنہ ہمارا کیا نقصان ہے ہم اُسکے وقف ہونیکو اگر ثابت ہو جائے تو اپنی کوئی بات یعنی وقف نہونے سے بھی زیادہ خوش ہوکر تسلیم کریں اگر وہ بھی وقف ہو جائے تو کچھ اعتراض ہی باقی نہ رہے **اقول**
ہر چند ہمکو منقول غیر منقول سے کچھ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اموال فی کے وقف ہونیکے قائل ہیں لیکن یہ شیخ نجدی ایک نئی ایچ بولتا ہے اسواسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ جو کہتا ہے کہ هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ سے لیکر یُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ تک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ما افاء اللہ سے مراد فقط مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہے اول تو آیت میں غلطی کی ہے کہ من اہل الکتاب کے لفظ کو کھا
گیا ہے اسواسطے کہ اصل میں آیت اسطرح ہے هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ یہ نتیجہ قرآن کے یاد نہونیکا ہے اور کہتا ہے شیعوں کو کہ اُنکو قرآن یاد نہیں تھا۔
اور اپنی خبر نہیں لیتا ہے اور دوسرے یہ کہ ہو الذی سے لیخزی الفاسقین تک کوئی ایسا مضمون نہیں ہے کہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ما افاء اللہ سے مکانات سکنی اور اراضی صحرائی ہیں
اور لفظ عام کی البتہ تخصیص ہو سکتی ہے اگر کوئی مخصص اُسکا پایا جائے اور لفظ ما کا افاء اللہ میں کوئی مخصص موجود نہیں ہے اور الاسم ما دل علی معنی میں مخصص ما کا وہ دل علی معنی ہے جو
ہے اسواسطے کہ معنی پر جو دلالت کریگا وہ کلمہ ہی ہوگا اور سوا کلمہ کے اور کوئی معنی پر دلالت نکریگا اور ما افاء اللہ میں بسبب نہونے اُسکے مخصص کے تعمیم ہے باقی رہیگی لوہ منقول و غیر منقول پر یہ دلالت
کریگا اور بعد کے لا یکون دولۃ کا لفظ بھی اس عموم ہی کیطرف کھینچتا ہے کہ ایک شے کا بحال خود باقی رہنا اور کسی کسی کے پاس انتقال کرنا یہ شے منقول میں بھی ہوتا ہے مثل لباس اور سواری کے کہ کئی کئی سال
تک باقی رہتی ہیں اور بعد چند سال کے تو مکانات بھی منہدم ہو جاتے ہیں اور رہینگے تو سوای ذات خدا کے اور کسیکو نہیں ہے جنکے پاس یہ چیزیں انتقال کر کے جاتے ہیں تو وہ خود ہی باقی نہیں رہتے آخر وہ بھی مر جاتے

ہیں اور لباس اور سواری کا حال مثل روٹی اور سالن کے نہیں ہے کہ انکو انپر قیاس کیا جائے اور والذین جاؤا من بعدہم کو اس سے کیا تعلق ہے اس آیت کے لوگوں کے واسطے تو اموال فی کے
نہیں ہیں یہاں تک کہ انحصار کیجئے اسواسطے ہی نہیں ہے مال فی تو خاص مہاجرین کے اصناف مذکورہ کے واسطے ہے چنانچہ تفاسیر میں لکھا ہے بہرحال اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل ہیں اور
بحث تو کرنا تھا اس امر کی کہ اموال منقولہ ما افاء اللہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ اموال غیر منقولہ اسمیں داخل ہیں اور اب لکھتا ہے کہ بہرحال ما افاء اللہ میں اموال غیر منقولہ داخل ہی نہیں
ہوا عتراض اس معترض کا دفع ہوا۔ وقف تو کوئی نبی کا مال فی لی نہیں ہے نہ اموال منقولہ نہ اموال غیر منقولہ چنانچہ ہم پہلے اسے لکھ چکے ہیں اور یہ کہنا کہ اموال غیر منقولہ تو وقف ہیں اور
اموال منقولہ قابل تملک و عطا ہیں تو بڑی حماقت کی بات ہے کہ پہلے تو اس قول کو ابو حنیفہ کے کہ اشیاء منقولہ وقف نہیں ہو سکتی بلکہ مملوک رہتی ہیں رد کیا تھا اور اب اسکو تسلیم کرتا ہے
اور کہتا ہے کہ وہ قابل ملک کے ہیں **قال الشیخ الاشعری** خیر اب اپنے خیالات کو عرض کرتا ہوں بگوش ہوش و چشم انصاف غور سے سنئے اور ملاحظہ فرمائیے وقف ایسی چیز
ہوتی جاتی ہے کہ بحال خود باقی رہے اور پھر کام آسکے چنانچہ وقف کے معنی یہی ہیں کہ اصل محبوس اور موقوف ہے اور منافع مصارف وقف میں صرف کئے جائیں معہذا فی کے وقف معنی
مذکور ہو نہیں سکتے بذات و منافع کی خواہ مخواہ ضرورت ہے کیونکہ للہ اور للرسول، ولذی القربی وغیرہم ہونا جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ اصل اللہ تعالی کے لئے رہے اور منافع اوروں کے لیے چنانچہ
مذکور ہو چکا سو یہ بات ہاں ہو سکتی ہے جہاں وہ چیز اور رہے اور اسکے منافع اور نہ خود منافع میں قابلیت نہیں سو اموال منقولہ میں سے اقسام غذا کا تو مجموعہ منافع ہونا ظاہر ہے کیونکہ منافع
کے معنی اس جگہ فقط اتنے ہی ہیں کہ استعمال کامل کے بعد پھر قابل استعمال باقی نہ رہے بلکہ استعمال ہی میں فنا ہو جائے سو اقسام غذا کا منافع ہونا تو ظاہر ہے باقی اسکے اور اسباب
منقولہ مثل اقسام لباس سواری وغیرہا اور ضروریات انسانی کی اگرچہ ایک وجہ سے مثل اشیاء غیر منقولہ خود اصل ہیں اور انکے منافع اور کیونکہ گھوڑا اور چیز ہے اور اسکی منفعت یعنی فائدہ
یعنی سواری لو تخفیف مشقت سفر اور شے علی ہذا القیاس کپڑا اور شے ہے اور اسکا فائدہ یعنی پہننا اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچنا اور زیب و زینت اور شے لیکن غور کیجئے
تو اسقدر فرق ہے کوئی چیز اشیاء ضروریہ انسانی میں سے خالی نہیں اقسام غذا میں بھی یہ بات موجود ہے کہ روٹی مثلاً اور شے ہے اور اسکے منافع یعنی کھانا اور مزا آنا اور قوت کا
پیدا ہونا اور شے لیکن اسقدر فرق ہے کہ قابلیت وقفیت پیدا نہیں ہوتی ورنہ جیسے زمین کا وقف ہونا مسلم الثبوت ہے اناج غلہ بھی وقف ہوا کرتے حالانکہ اسکے وقف ہونے کی عقل کے
نزدیک کوئی معنی نہیں وقف ہونے کے لیے ضرور ہے کہ اصل محبوس اور موقوف رہے اور منافع مصرف میں صرف ہوں اور یہاں اصل منافع کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے نقل مشہور ہے جیسے اصل ویسی نسل
بایں ہمہ اگر غلہ بھی وقف ہونے کے قابل ہے تو اراضی موقوف کا غلہ بلاشبہ وقف ہو پھر نہ اہل مصرف کو اسکی بیع درست ہو نہ ہبہ نہ اسمیں میراث جاری ہو نہ وصیت حالانکہ جہان میں اسکا کوئی منکر
ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ غلہ کو من جمیع الوجوہ منافع ہی سے مقید رکھا ہے سو منافع وقف اہل مصرف کے حق میں صدقہ ہوتے ہیں اور صدقہ جسکو کر دیا جائے اسکا مملوک ہو جاتا ہے تو اب اسکی بیع و شرا وغیرہ
میں کچھ دشواری نہیں اور کسی کے نزدیک غلہ وقف بھی ہو سکے تو ہوا کرے یہاں تو کلام اراضی فی میں ہے جنکو ہم نے وقف خداوند کریم کہا ہے سو اراضی فی کا غلہ بالاتفاق وقف نہیں ہوتا
اسیواسطے مملوک اہل مصرف ہو جاتا ہے بالجملہ پیداوار زمین اور علی ہذا القیاس ثمار و اشجار کا وقف نہ ہونا تو ظاہر ہو گیا ہے باقی رہے انواع مراکب اور اقسام لباس وغیرہ انمیں نسبت
غذا کے یہ فرق نکالئے تو نکالئے کہ غذا استعمال کے ساتھ ہی فنا ہوتی ہے اسلئے وقف نہیں ہو سکتی بخلاف سواری لباس کے کہ یہ چڑھنے پہننے وغیرہ سے فنا نہیں ہوتے لیکن بعد غور یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یہ فرق بعینہ ایسا ہے کہ روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر کھا لیجئے اور باقی کو چھوڑ دیجئے سو حاصل اسکا یہ ہوا کہ بقدر استعمال فنا ہو گئی سو کپڑے سواری وغیرہ میں بھی یہ بات موجود ہے
کیونکہ گھوڑا جو جانور سواری میں ہے بہ نسبت ان جانوروں کے جو انکے برابر کھاتے پیتے ہیں پر سواری میں نہیں رہتے بڑا اور کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر چندے بسبب امداد بدل ما یتحلل باقی بھی
معلوم ہوں تو اول تو تبدل ما یتحلل ہی یوں کہے ہے کہ اصل باقی نہیں اور اگر ایسے موافق ہوں اسکو بقائے اصل کہئے تو وہ بقا کہاں جو کسی استعمال کو ہو اور وہ چیز جو نور کی نرم اور
بدن استعمال ہوتی ہیں جان استعمال میں نہیں آتی چنانچہ ضعیفی میں جو قابل استعمال نہیں رہتا تو یہی دو باتیں گھٹ جاتی ہیں علی ہذا القیاس کپڑا بھی استعمال سے پتلا پڑ جاتا ہے
چنانچہ بیدار مغز پر مخفی نہ ہوگا اور اسکے تار کمزور ہو جاتے ہیں اور انہیں چیزوں پر مدار کار استعمال کا تھا اسیواسطے رفتہ رفتہ بہت استعمال کے باعث قابل استعمال نہیں رہتا سو یہاں بھی وہی
حاصل نکلا کہ منافع بقدر استعمال فنا ہو گئے غایت مافی الباب کہیں نقصان ایک طرف سے ہوا کہیں چاروں طرف سے شکل بنی رہی کہیں بگڑ گئی لیکن استعمال ہونے کا مضمون دونوں جا
برابر ہے باقی رہی شکل صورت کو لیکر کیا جائے اسکو استعمال میں کچھ دخل ہی نہیں عکس آئینہ میں کل صورت موجود ہے مگر چونکہ جسمیت اور زور و طاقت نہیں کوئی صورت استعمال
کی نظر نہیں آتی بالجملہ جن چیزوں سے منافع متعلق ہے وہ چیزیں بقدر استعمال فنا ہو جاتی ہیں اور جو چیزیں بحال خود باقی ہیں انسے منافع کو کچھ تعلق نہیں بات اگر ہے تو زمین میں سوا اسکے
اور اشیاء غیر منقولہ ہی میں ہے کہ استعمال میں منافع ہی فنا ہوں اور اصل باقی رہے استعمال کی وجہ سے اصل میں کچھ نقصان نہ آئے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اشیاء منقولہ کو
قابل وقف ہی نہ سمجھا اور صاحبین یا کسی اور نے اگر بلحاظ بقائے صورت بعض اشیاء منقولہ انکو قابل وقف سمجھا تو انکی صورت کو اصل منافع اور بقاء صورت کو بمنزلہ بقاء اصل منافع سمجھکر اسکے وقف ہونے
کے قائل ہو گئے ہیں لیکن بعد اس تحقیق کے اہل حق سے توقع یوں ہے کہ رائے امام ابو حنیفہ ہی کو ترجیح دیں اس سے قطع نظر کیجئے تو مذہب صاحبین غلط ہے حق ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ بایں خیال

کہ اول تو منافع مرکب و لباس وغیرہ اشیاء ضروریہ دنیاوی عرف میں مرکب اور لباس ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ تاوقتیکہ صورت اور جان باقی ہے قوت اور بدن کی طرف منسوب
نہیں ہوتی جو یوں کہئے کہ استعمال میں فنا ہوتے جاتے ہیں دوسری منافع مرکب و لباس وغیرہ منافع کلیہ ہیں کہ اوقات مختلفہ میں انکی افراد ظہور میں آتے ہیں اور جیسے ہر ہر فرد بشر
انسان کامل ہے جزو انسان نہیں ایسی ہی منافع اشیاء مذکورہ بھی جو اوقات مختلفہ میں حاصل ہوتی ہیں منافع تامہ ہیں اجزا منافع نہیں اور ظاہر ہے کہ بعض افراد کے فنا ہو جانے
نوع فنا نہیں ہوتے بلکہ جب تک ایک فرد بھی باقی ہے تو تمام نوع باقی ہے تو اس صورت میں معلوم ہوا کہ بعض اوقات کے انقطاع سے اصل منافع فنا نہیں ہوتے ہیں پھر وقف کیوں نہو سکیگا
کیونکہ بقاء منافع دلیل بقاء اصل ہے بخلاف منافع اقسام غذا کے کہ وہ منافع جزئیہ ہیں کہ جو نفع کہ ایک روٹی سے حاصل ہوتا ہے آدھی سے اسکا آدھا حاصل ہوتا ہے پورا باقی
نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ہے ہاں اگر اصل باقی رہتی خیر اگر مذہب ابو حنیفہ اگر حق ہے تو اموال منقولہ کا منجملہ اموال فے وقف نہوتا تو درکنار قابل وقف نہونا ظاہر ہو گیا اور اگر رائے
صاحبین صحیح ہے تب بھی مطلب ہاتھ سے نہیں گیا وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام ضرورات بشری میں سے احتیاج غذا منجملہ ضرورات اصلیہ ہے اور باقی اموال منقولہ تمام ضرورات فرعیہ میں
داخل ہیں اگر غذا کے ضرورت نہوتی تو نوکریوں کی تلاش کے لئے سواری کی ضرورت مثلا نہوتی تو معلوم ہوا کہ سواری کی ضرورت غذا کی ضرورت سے پیدا ہوئی پھر سواری کی ضرورت
سے مثلا گہانس دانہ کی ضرورت پیدا ہوتی ہے علی ہذا القیاس جہانتک یہ سلسلہ ضرورت نکلا چلیگا تو مابعد ماقبل کے فرع ہوگا اور حقیقت میں ضرورت اصلی ایک ضرورت غذا ہی نکلیگی باقی
کی احتیاج کو کہنے کو اُن اشیاء کی احتیاج ہے لیکن حقیقت میں غذا کی احتیاج ہے تو اس صورت میں یہ خیال کہ وقف رفع ضرورت کے لئے ہوتا ہے اور حقیقت میں ضرورت
اگر ہے تو ضرورت غذا ہی ہے تو مصرف وقف میں اس ضرورت کا ہونا ضروری ہوا **اقول** ۔ جسقدر اس شیخ نجدی نے لکھا ہے سب خارج از بحث ہے اور اسقدر وقف کی
تحقیق کے مقدمہ میں جو لکھتا ہے اس سے کیا فائدہ ہے گفتگو تو اموال فے میں ہے اور اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور کلام اللہ کی آیت اور
تفسیروں سے ثابت ہو گیا ہے کہ اصل اموال فے بحسب تقسیم ہو گئی مہاجرین پر اگر وقف ہوتی تو بدستور قایم رہتی اور جسے اسکو نہ کئے جاتے اب وقف کی بحث کرنی بیجا ہے اور جو کچھ اسنے وقف کے
باب میں غلطی کی ہے اُسکے رد کرنے میں ہمکو کیا فائدہ ہے اسواسطے ہمنے اسکے قول کا تعرض نہیں کیا **قال الشیخ الاشعری** اور کسی ورد وقف میں نہیں تو وقف خمس تو رفع احتیاج
غذا ہی مقصود ہے چنانچہ جناب باری تعالی عز اسمہ نے بھی لفظ رسول و مساکین و فقرا اور ابن السبیل میں اسطرف اشارہ فرمایا اسلئے کہ فقیر اور مسکین کے معنوں میں رزق کی کمی اور کوتاہی
معتبر ہے بلکہ لفظ رسول یتامی اور ابن سبیل بھی اسیطرف مشیر ہیں چونکہ رسول تو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باینوجہ کہ رسول ہیں یعنی خدا کی بھیجی ہوئی
ہیں خدا کے کام میں لگی ہوئی ہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ حسب دلخواہ کمائیں اور فراغت سے بیٹھکر کہائیں اور جب کمائی نہونیکی وجہ یہ ہوئی کہ خدا کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو لاجرم
بمقتضائے قدرشناسی خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نان نفقہ بھی خدا ہی کے ذمہ ہونا چاہئے اسکی بجز صورت اسکے اور کیا ہوگی کہ جو مال خاص خدا کا ہو بے منت غیر حاصل
ہوا ہو اس میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا جائے یتامی اور ابن سبیل کا موجب ہونا ہی تو باعتبار اکثر کے بسبب انقطاع اسباب رزق ہو جاتا ہے اور نیز لفظ فقرا
میں تو مشکل فوت کے ہونے پر دلالت ہے مگر یہ بوجہ احتیاط بالیست سب کو شامل ہے اور اسلئے جنہیں میں فقر کا لحاظ ملحوظ رکہنا ضروری ہوا خواہ ذوی القربی ہوں خواہ اقسام باقیہ بالجملہ
مصرف وقف میں احتیاج غذا کا ہونا ضروری ہوا سو اگر اُنکو اموال منقولہ دی جائیں تو دو طرح رفع احتیاج مذکور میں کام آسکتی ہیں ایک تو یہ کہ بطور مذکور انکو سلسلہ اسباب تحصیل
غذا میں داخل کیا جائے مثلا سواری پر چڑہ کر نوکری وغیرہ کے لئے سفر کیا جائے تاکہ کچھ کما کر غذا بہم پہنچائی یا مثلا ہنڈیا رکابی وغیرہ کہانے پکانے کے لئے رکہا جاوے تاکہ بوسیلہ کہانا پکائے دوسرے
یہ کہ اشیاء مذکورہ کو بیچکر کہا جائے لیکن اگر اتفاق سے پیٹ کو ایسی لگی ہو کہ جان پر بنی ہوئی ہو تو اس صورت میں بیع کی اجازت نہ دینی جیسا وقف میں ہوتا ہے رفع احتیاج کے بدلے احتیاج کا
بند کردینا اور آسائش کے بدلے جو رفع احتیاج اُسکے لئے ہوتی ہے دو تا تکلیف میں ڈالدینا ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہوگی کہ چیز پاس ہو اور پھر اُس سے منتفع نہو سکے خرابی دل ہے روا
تریں ترجیہ بود کہ شمع را بنہاند وسوختن ندہند اور اس قسم کی احتیاج کا ہونا فقرا و مساکین کے تو مفہوم میں داخل ہے پر یتامی اور ابناء سبیل میں بھی کثیر الوقوع ہے اور چونکہ سبب اس قسم کی
احتیاج کا فقرا اور مساکین اور یتامی اور ابناء سبیل کے حق میں بے سروسامانی معلوم ہوتی ہے تو بجز اسکے ارتفاع بجز اسکے متصور نہیں کہ اُنکو کچھ عطا کیا جائے تاکہ اگر غذا ہو تو خود اُس سے
ورنہ اُسے بیچکر اپنا پیٹ پالیں سو در صورتیکہ عطا میں اُنکو اختیار ہے نہو تو اُنکی طرف سے بھاڑ میں پڑیں ایسے منافع مثل پیداوار زمین اثمار و اشجار اقسام غذا میں سے ہوتی تو پھر اُسکا
بیچنا تو درکنار متولی وقف کو اُنکا دینا ہی کیا ضرور ہوتا بہر حال اموال منقولہ کا وقف ہونا فقرا اور مساکین وغیرہم کو مفید نہیں تو دوسری وجہ سے جس مذہب امام ابو حنیفہ موجہ
معلوم ہوتا ہے **اقول** یہ بھی جو کچھ کہ اسنے لکھا ہے سب فضول ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اموال فے ہرگز وقف نہیں ہیں اور اگر یہ لوگ جو کہ مصرف فے کے ہیں محتاج اور نادار اور
تنگدست تہی سمجھے ہیں تو تسلیم کیا کہ انکو انکی تنگدستی ہی کی جہت سے خدا تعالی نے انکو مال فے دیا کہ چاہیں اسکو فروخت کریں چاہیں اسکی آمدنی میں سے گذر اوقات کریں اور
جناب رسول خدا صلعم کو فقیر اور محتاج نہیں کہہ سکتے اُنکی عظمت و جلال کے سبب سے اور نہ رسول کا لفظ فقیر ہی پر دلالت کرتا ہے بلکہ بعضی بعضی رسول بادشاہ ہو گئے ہیں اور

ہمارے حضرت صلعم کو احتیاج کسب کرنیکی نہتی غنیمت اور خمس اور فے میں حضرت کا حصہ تھا وہ حضرت کو کفایت کرتا تہا اور خدا تعالی حق میں فرماتا ہے کہ و وجدک عائلا فاغنی
یعنی اور پایا تجہکو عیال دار فقیر پس تونگر کر دیا تجہکو اور اُسکے سوا جو کچھہ اس شیخ نے اپنے ذہن ناقص سے ایجاد کر کے لکھا ہی اُسکے رد کرنے میں ہمکو کچھہ فائدہ نہیں ہے اسواسطے ہمنے اُسکو ترک کیا
قال الشیخ الاشعری باقی رہی جاہ یا مکانات کہ اُنکا وقف ہونا ہی نظر برفع احتیاج فقرا و مساکین وغیرہم نہیں ہو سکتا لیکن انمیں اور اموال منقولہ میں دو فرق ہیں جنکے سبب انکو اموال منقولہ پر
قیاس نہیں لیا جاتا ایک تو یہ ہے اموال منقولہ معدن رزق ہی نہیں جو مخرج قوت ہو سکیں بخلاف مکانات کے کہ اُنکی زمین بہر حال قابل پیداوار ہے اور چونکہ مدار وقفیت کا یہی قابلیت ہے پیداوار کا
ہونا کچھہ ضرور نہیں ورنہ زمین وقف اگر مزروعہ ہو اور ایک سال یا چند سال کسی سبب سے افتادہ رہے تو اُسکی وقفیت باطل ہو جایا کرے اسلیے مکانات وقف کے زمین ہی قابل وقف
رہنگی حاصل یہ ہے کہ اگر غرض اصلی کسی شے کے کسی وجہ خارجی کے باعث مسدود و مفقود ہو جاے تو جو حکم اُس غرض کی وجہ سے اُسپر متفرع اور مترتب ہوا تھا وہ حکم موقوف نہو جاے گا ویرانون
مسجدوں میں گو بالفعل نماز نہیں پڑہی جاتی پر چونکہ قابلیت نماز بدستور باقی ہے تو حکم وقفیت بہی باقی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ گو ضرورت غذا ضرورت اصلی ہے لیکن ضرورت مکان
اور ضرورت آب بہی ضرورت اصلی ہی کسی اور ضرورت کی ضرورت سے انکی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر یہ دونوں ہی مثل غذا زمین سے حاصل ہوتی تو زمین کے وقف کرنیمیں ان تینوں
ہی کا لحاظ چاہیے ان تینوں میں سے کوئی سی بہی کچھہ غذا ہی کی خصوصیت نہیں پر چونکہ پانی اول تو اکثر بے دام درم کے میسر آ ہی دوسرے بیشتر پیاس غذا کے کہانے سے پیدا ہوتی ہے
تو اسوجہ سے گویا پانی کی ضرورت غذا ہی کی ضرورت پر موقوف ہوئی غایۃ فی الباب اور ضروریات کے سلسلہ اسباب غذا ہوں اور یہ داخل سببات غذا تیسرے اکثر غذاؤں کا قیام اور قوام ہی پانی ہی سے ہے
تو اسوجہ سے پانی بہی منجملہ اسباب غذا اور مثل اور ضروریات فرعیہ کے فرع غذا ٹہرا تو پانی کی ضرورت کے ارتفاع کی طرف تو ضرورت نہوئی اسلئے نہ آیہ ما افاء اللہ میں نہ اُسکے صلہ میں اسکی طرف
کچھہ اشارہ فرمایا مگر ضرورت مکانات من کل الوجوہ ضرورت اصلی ہے اور پھر بجز مال کثیر کے اُسکی ارتفاع اور اندفاع کی کچھہ صورت نتھی اسلئے اُسکے رفع دفع کی ضرورت پڑی سو میں
سمجہتا ہوں لفظ اُخرجوا من دیارہم میں اسکی طرف اشارہ ہے لیکن اموال منقولہ میں سے کسی میں قابلیت نہیں کہ بالذات ان ضرورتوں کو رفع کر سکے البتہ ان ضروریات ثلثہ کی تحصیل کے
سامان ہیں خواہ بطور سببیت کے جیسے ہنڈیا رکابی وغیرہ سے پکانا کہانا اور گہوڑے پر چڑہ کر نوکری کو جانا یا بطور بدلیت کے یعنی اموال منقولہ کو بیچکر روٹی مکان پانی بہم پہنچانا لیکن ایسی
ضرورت جس میں گہوڑے اور لباس وغیرہا کے بیچنے کی نوبت پہنچی بہ نسبت اُس ضرورت کے کہ یہ اُسکے حق میں منجملہ اسباب ہوں شدید ہے اور پہر باینہمہ اہل مصرف میں موجود ورنہ مصرف ہی کیوں ہوتی تو
اموال منقولہ میں اُسکی رعایت کرنی ضرور پڑی یعنی مثل پیداوار زمین اموال منقولہ میں بہی بعد عطا کے اہل مصرف کو اختیار دے تا کہ بیچ کہوچ کر رفع ضرورت کریں بالجملہ اموال منقولہ مثل پیداوار
کہ وہ بہی منقولات میں سے ہے ملک میں اہل مصرف کے کر دینی چاہئیں **اقول** جو کچھہ اُسنے قول میں لکہا ہے وہ بہی سب فضول اور باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** اب سبکو معلوم ہو گیا کہ آیہ
ما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک کچھہ ہماری مضر نہیں بلکہ اُلٹی موید ہے کیونکہ بظاہر من جو مما میں ہے تبعیضیہ ہے سو اس صورت میں ما ملکت یمینک سے دو باتیں معلوم ہو جائینگی ایک تو یہ کہ رسول اللہ
صلعم تمام اموال فے کے مالک نتھے دوسرے جسقدر کے مالک ہوے وہ بجز مسلط ہو جانیکے مالک نہیں ہوتے تھے ورنہ سبہی کے مالک ہوتے کیونکہ سبب ملکیت اس صورت میں تسلط ہی ہوگا سو وہ سبہی میں پایا جاتا
تو لا جرم کسی اور سبب سے مالک ہوے ہونگے اور وہ بظاہر بجز اسکے کہ بعد تقسیم آپکے قبضہ میں آگیا اور کچھہ معلوم نہیں ہوتا چنانچہ لفظ یمینک خود قبضہ پر دلالت کرتا ہے ورنہ اگر قبض کی ضرورت نہوتی
فقط ملکیت بصیغہ خطاب فرما دیتی لفظ یمینک کی کچھہ حاجت نتھی **اقول** آیت ما ملکت یمینک بالکل تیری مضر ہے اسواسطے کہ تو برابر کہتا چلا آیا ہے کہ رسولخدا صلعم مال فے کے نہ کل کے نہ جزو کے کسیکے
مالک نتھے بلکہ تو نے تو یہ کہا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک نتھے تمہکو اس آیت کی کیا خبر تہی یہ ثمرہ قرآن کے یاد نہونیکا ہے اور من کی تبعیضیہ ہونیکا بہی ہمارا ہی مذہب ہے
کہ جناب رسولخدا صلعم بعض اموال فے کے مالک ہوئے تہے اُس مقدار کے کہ جو حصہ حضرت کا تہا اور حضرت کے حصہ ہی میں سے ایک فدک بہی تہا اور یہ تو ہم بہی نہیں کہتے کہ جناب رسولخدا صلعم تمام
اموال فے کے مالک تہے بلکہ اُسیقدر کے مالک تہے جو کہ حضرت کے حصہ میں آیا تہا اور قبضہ میں تو حضرت کی ابتدا میں کل ہی مال فے تہا لیکن بعد تقسیم کے مالک اُسیقدر کے ہوتے جسقدر کہ حصہ میں
آیا اور تقسیم کرکے دینے کا حضرت ہی کو اختیار تہا جسقدر چاہا اوروں کو دیا اور باقی کا اپنے پاس رکہا اور اب تو یہ شیخ حضرت کے مالک ہونیکا اقرار کرتا ہے کہ حضرت بعض مال فے کے مالک ہوئے تہے اور
بعد اسکے پہر انکار کریگا جیسا کہ پہلے سے انکار کرتا چلا آتا تہا **قال الشیخ الاشعری** باقی کلام ہے اسمیں کہ قبل قبض مالک تو نتھے پر جیسے قرض خواہ مال مدیون میں بعد عطا غنی مال غنیمت
میں مستحق ہوتے ہیں اور بوجہ اس استحقاق مدعی بن سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی مال فے میں مستحق تہے یا مثل فقرا و مساکین کہ اُنکو مال اغنیا و مالکان زکوۃ میں اس قسم کا استحقاق
نہیں ہوتا کہ مدعی ہو سکیں بلکہ قابل عطا اور مصرف عطا ہوتے ہیں رسول اللہ صلعم بہی فقط منجملہ مصارف تہے اسلئے اسکی تحقیق بقدر فہم نارسا گزارش ہے جناب من استحقاق دو قسم کا ہوتا
ہے ایک استحقاق قوی اور اُسکو ہم استحقاق فعلی اور استحقاق شخصی اور استحقاق حقیقی بہی کہتے ہیں دوسرا استحقاق ضعیف اور ہم اسکو استحقاق انفعالی اور استحقاق نوعی اور استحقاق
مجازی بہی کہتے ہیں اور وجہ تسمیہ بیان معنی سے انشاء اللہ ظاہر ہو جائیگا استحقاق قوی میں مستحق کیجانب کوئی امر وجودی ہونا چاہیے جو منشا استحقاق اور مبدء دعوی ہو سکے ورنہ مستحق
حقیقہ میں مستحق نہوگا پر مزاحم ہوگا سو یہ بات دین کی صورت میں تو ظاہر ہے غنیمت میں بہی مخفی نہیں کیونکہ جہاد امر وجودی ہے اور یہی لم معلوم ہوتی ہے کہ مال غنیمت کی تحصیل کو بندونکی

طرف منسوب فرمایا اور یوں فرمایا واعلموا انما غنمتم من شیء ورنہ حقیقت میں سب چیزیں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں اور استحقاق ضعیف میں فقط مفلسی و ناداری جو امر عدمی ہے کفایت کرتا ہے لیکن ظاہر ہے
کہ عدم مثبت وجود نہیں ہو سکتا اس سے حق جو امر وجودی ہے ناداری سے جو امر عدمی ہے ثابت نہو گا اسیواسطے اگر کوئی کسی مفلس کو کچھ نہ دے تو نسبت اس مفلس کے ظالم نہ گنا جائیگا اور نہ مفلس اسکی نالش
فریاد کر سکیگا ہاں اگر حقوق واجبہ کسی مفلس کو بھی نہ دے تو عند اللہ گنہگار ہو کیونکہ مفلس کا حق نہیں تو خدا کا تو ہے بالجملہ ناداری اور مفلسی مثبت حق نہیں فقط موجب قابلیت ہے اور یہ قابلیت تمام نوع
مفلسین میں برابر ہے تو جس کسیکو دیدیگا کام چل جائیگا اسیواسطے محققین کے نزدیک جملہ مصارف المندرجہ آیت انما الصدقات کا احاطہ و استیعاب ضروری نہیں یعنی یہ لازم نہیں کہ سب ہی
اصناف کو دی کیونکہ یہاں مدار کار امر عدمی پر ہے جو ناداری ہے اور وہ سب میں برابر ہے علاوہ بریں بالبداہت مسلم ہے کہ سب اشخاص اصناف مذکورہ کا دینا لازم نہیں سو اگر بالفرض بوجہ مفلسی متعلق تو سب کو دینا ضروری ہوتا اور
جب سب اشخاص کا دینا ضرور نہیں تو سب اصناف کا دینا بھی ضروری نہیں اور اس ناداری کی وجہ سے ان مصارف کا مقرر کرنا اکثر اصناف میں تو ظاہر ہے پر عاملین اور مولفۃ القلوب
میں ناداری کا ہونا ہی سر سے ضروری نہیں مدار استحقاق ہوتا تو درکنار سو اسکا جواب یہ ہے کہ عاملین کا دینا تو وہ فقرا مساکین وغیرہم کا دینا ہے کیونکہ یہ نہوں تو صدقات کیونکر
وصول ہوں تو گویا یہ انکی نوکر اور اجیر ہیں انکا دینا فقرا مساکین ہی کے کام میں خرچ کرنا ہے گویا انہیں کو دیا فقرا مساکین وغیرہم ہی کو دیا باقی رہے مولفۃ القلوب سو انکا دینا بھی تو سبب
تکثیر صدقات تھا کیونکہ زکوۃ خوشی خاطر سے تو کوئی دیتا ہے البتہ عامل کو اگر سلطان وقت کی پشتی ہو تو وصول ہو سکے ہے سو فتح مکہ سے پہلے پہلے بسبب قلت اہل اسلام انکا دینا بھی حاجت
تھی اور وقت فتح مکہ گو بظاہر ایک وجہ سے جماعت کثیر ہو گئی تھی لیکن حقیقت کو دیکھئے تو قصہ بدستور تھا کیونکہ مولفۃ القلوب بظاہر مسلمان تھے جب تک ایمان دل میں نہ بیٹھا تھا اگر
چونکہ داد و دہش میں اثر ہے کہ دینے والیکی محبت لینے والیکے جی میں پیدا کر دیتی ہے تو اس تدبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو نتیجہ ایمان ہے انکے دل میں جما دی گئی اور تو بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بکثرت ہو گئے اسواسطے اب مولفۃ القلوب کا سہم ہی ساقط ہو گیا الحاصل مولفۃ القلوب کا دینا بھی ایک وجہ سے فقرا مساکین وغیرہم کا دینا تھا لیکن انکا دینا اُنکے حق میں
بمنزلہ تجارت تھا اسواسطے جب اس تجارت میں کچھ نفع نہ رہا اسکو موقوف کر دیا بعد اس زمانہ کے فقرا اور مساکین اسلام کے فقر و مسکنت کی وجہ سے کفار کی مخالفت ہوتی تھی سو انکو کچھ دیکر اپنا
موافق دل کر لینا گویا فقرا اور مساکین ہی کو دینا ہے کیونکہ داد و دہش سے فقرا کا فقر رفع ہو جاتا ہے سو وہی بات یہاں بھی نکلی الحاصل وجہ سہم یوں معلوم ہوتا ہے کہ المولفۃ القلوب کا سہم بعد لینے کے بعد
استحقاق ضعیف میں مصرف کی جانب فقط امر عدمی ہوتا ہے اس لئے انکی طرف سے دعوی اور طلبگاری نہیں ہو سکتی ہاں خدا کی طرف سے جو امر وجودی ہے منشا استحقاق ہوتا ہے اسلئے
خدا کی طرف سے مطالبہ اور مواخذہ رہتا ہے اور زکوۃ حق خداوندی کہتے ہیں گو فقرا مساکین کی طرف مجاز منسوب کر دیں **اقول** جب یہ مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلعم
مال فئ میں بالتعین اسکے اپنی حیات میں مالک ہوگئے اور حضرت ہی کے حصہ میں فدک بھی آیا تھا جسکا دعوی حضرت فاطمہ علیہا السلام کا تھا اور خدا تعالی کی بخشش میں استحقاق
کیا دخل ہے جسکو چاہے دیوے اور جو کچھ استحقاق کی تحقیق میں وہ بعد اسکے جو ابھی بے فائدہ ہے بوجہ کا تذکرہ بیان کرنا فضول ہی تھا **قال الشیخ الاثری** جب یہ بات ثابت
ہو چکی تو اب سے اموال فئ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب کسی امر وجودی کا ہونا جو منشا استحقاق ہو سکے بطلان ہے تو صرف کفار کی جانب آتا تھا بجز ملکیت کوئی امر
نہیں ایک ملکیت ہونیکا احتمال تھا سو ملکیت جناب باری تعالی نے ما افاء اللہ فرما کر رفع کر دیا تو اب بجز اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استحقاق از قسم استحقاق ضعیف کہئے
بن نہیں پڑتی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے مال فئ کی تحصیل کو بندوں سے منسوب نہیں فرمایا بلکہ لفظ افاء اللہ میں اپنی ہی طرف منسوب کیا اسی سے یوں معلوم ہوتا ہے
کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا سہم ساقط ہو گیا چنانچہ مذہب اکثر اہل سنت یہی ہے اور شیعہ سہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام کیلئے تجویز کرتے ہیں تاہم حسن نیت پر
دلیل نہیں سو اس صورت میں فقط افادہ یعنی خداوند کریم کا اس مال کو ہاتھ قبضہ سے نکالکر رسول اللہ صلعم تک پہنچا دینا دلیل ملکیت ثابت کی چنانچہ بطلان ملکیت معلوم ہوچکا اور پھر ادھر کوئی صورت استحقاق کی
نہیں تو بجز اسکے کہ رسول اللہ صلعم منجملہ مصارف مال فئ ہوں **اقول** خدا تعالی کی بخشش کیواسطے استحقاق کی ضرورت نہیں جو چاہے اپنے بندوں کو بطور ہدیہ دے کسی امر وجودی کی ضرورت نہیں
یؤتیه من یشاء لیکن جسکو چاہے کسیکو بادشاہی دیتا ہے اور کسیکو نبوت عطا کرتا ہے کیا استحقاق ان لوگوں کا درگاہ خدا میں موجود تھا وہ یہی دیتا ہے استحقاق سے نہیں جب کسیکو بادشاہی دینی
چاہتا ہے تو اسکے سامان مہیا کر دیتا ہے جسکے وسیلہ سے بادشاہ ہو جاتے ہیں ایسے ہی اہل نضیر کا سامان پیدا کر دیا وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر نکل گئے یا صلح کر لی اور انکے اموال خدا تعالی نے اپنے
خاص بندوں کو عطا کئے استحقاق کی دو قسم بیان کرنی تو یہی اور ضعیف یہی ایجاد فقیر ہے اور اگر اسطرح ہو بھی تو آدمیونکی بخشش میں ہوگا نہ خدا تعالی کی بخشش میں اور اگر استحقاق
ضعیف رسول خدا صلعم کے واسطے مقرر کیا جائے تیری مزعوم کے موافق تو اسمیں بھی کچھ قباحت نہیں ہے اور مال غنیمت کو جو خداوند تعالی نے بندوں کی طرف منسوب کیا اسواسطے کہ وہ انہوں نے
لوٹ کر جمع کیا تھا اور مال فئ انہوں نے جمع نہیں کیا تھا بلکہ وہ محض تفضل خدا سے تھا اسواسطے خدا تعالی نے اسکو اپنی طرف منسوب کیا کہ وہ بے مشقت آدمی کے ہاتھ آیا تھا اور بعد وفات
جناب رسول خدا صلعم کے سہم حضرت کا ساقط نہیں ہوا ہے اور شیعہ بوجہ سہم رسول خدا صلعم کا امام کے واسطے نہیں کہتے ہیں بلکہ یہاں روایتیں اس مضمون کی ہیں اور آیتیں تو مجمل ہوتی
ہیں اور تفصیل انکی روایتوں میں ہے اور یہی مذہب بعضے اہل سنت کا ہے کہ سہم رسول خدا صلعم کا بعد ان حضرت کے واسطے امام کے ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے آیت فئ کی تفسیر میں

ویصرف الآن سہم الرسول الی الامام علی قول یعنی اور صرف لیا جائے اب حصہ رسول اللہ صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور
لشکر کے صرف میں کیا جائے اور اب حصہ رسول اللہ صلعم کا طرف امام کے ایک قول پر اور بعضی کہتے ہیں کہ سرحد کفر اور اسلام کے صرف اور لشکر کے صرف میں کیا جائے اور بعضی کہتے ہیں کہ
مصالح مسلمین میں صرف کیا جائے چنانچہ یہی تفسیر بیضاوی میں ہے پہلے قول کے بعد لکھا ہے الی العساکر والثغور علی قول والی مصالح المسلمین علی قول لیکن یہ کسیکا مذہب نہیں ہے کہ سہم حضرت
کا بعد حضرت کے ساقط ہو گیا ہے اور تو ہم بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے جو مال کفار کا حضرت تک پہنچا دیا ہے اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوئی لیکن جس وقت خدا تعالی نے اس میں
حضرت کا حصہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ فللہ وللرسول و حضرت نے اپنا حصہ اس میں سے بعد تقسیم کے لیا تو حضرت اپنے اس حصہ کے مالک ہو گئے اور یہی ماملکت یمینک سے ثابت ہے اور استحقاق
کو کچھ دخل نہیں ہے خدا تعالی کی بخشش میں اور ہم بھی حضرت کو ایک مصرف مال فے کا کہتے ہیں اور اسیواسطے حضرت مال کے موافق اپنے حصہ کے مالک ہوئے ہیں **قال الشیخ الاشعری**
بہرحال آیت وماملکت یمینک مما افاء اللہ میں اگر افادہ بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو تو در صورتیکہ من مامیں تبعیضیہ ہو ہمارے مخالف نہیں بلکہ مؤید ہے اور اگر برخلاف ظاہرین کو بیانیہ کہئے
تو بھی مامیں مصداق نہوگا جو عموم پر دلالت کرے اور تمام فے مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ موصوفہ ہوگا ورنہ لازم آئیگا کہ مال فے ماملکت میں منحصر ہو اور سواء ماملکت اور کچھ نہو یہ سارا جھگڑا
تو اس صورت میں ہے کہ افاء فے بمعنی اصطلاحی سے مشتق ہو اور در صورتیکہ افاء بمعنی اعادہ اور رد کے ہو اور حاصل یہ ہو کہ خداوند کریم نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
ڈالدیا تو بھی یہ استدلال ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس آیت میں کوئی دستاویز نہوگی کیونکہ یہ معنی غنیمت اور فے میں دونوں میں بن پڑتے ہیں اور حق دیکھئے تو یہی بات معلوم
ہوتی ہے کیونکہ منشاء و مبداء اس اصطلاح کا اگر ہے تو آیت سورہ حشر یعنی ما افاء اللہ علی ہو رہا ہے مگر سورہ احزاب جسمیں آیت ماملکت یمینک مما افاء اللہ ہے سورہ حشر سے پہلے نازل ہو چکی
تھی چنانچہ اتقان میں ابن حصار سے [illegible] ترتیب نزول سورتہائے قرآنی نقل کی ہے اسمیں ترتیب مشرح مذکور ہے معہذا سورہ حشر میں بھی خود افاء بمعنی اصطلاحی نہیں
بلکہ معنی لغوی مراد ہیں [illegible] افاء بمعنی اصطلاحی یہ ہے کہ جنگ وجدال کی نوبت نہ آئی سو یہ بات رہے قتل وقتال اور بے جنگ وجدال مال ہاتھ آجائے یہ تو فے اور غنیمت سے ماخوذ ہے اگر افاء
کے مفہوم میں یہ بات داخل ہوتی تو فے اور غنیمت کی [illegible] تھی پر جب لفظ کثرۃ الاستعمال [illegible] ہوا تو اختصار کے لئے سارے جملہ ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم الخ
معنی ایک فے میں بھر لئے جیسے جہاد میں تمام جاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ معنی داخل کرلئے ہیں الغرض جب آیت سورہ حشر میں جو ماخذ اصطلاح مذکور ہے خود افاء بمعنی لغوی ہو تو
آیت احزاب جو پہلے نازل ہوچکی اسمیں افاء بمعنی اصطلاحی کیونکر ہوگا **اقول** خواہ فے آیت ماملکت یمینک مما افاء اللہ میں معنی اصطلاحی ہو خواہ معنی لغوی اور من ما میں خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ
تیری واسطے ہر طرح سے مضر ہے سو اسطے کہ تو تو ابتداء سے کہتا چلا آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم مال فے کے مالک نہ تھے نہ کل کے نہ جزو کے اور اس آیت سے حضرت کے ملکیت ثابت ہوتی ہے اگرچہ بعضی ہی مال کے ہو اور فے
پر کیا مقرر ہے تو تو یہ کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم کسی چیز کے دنیا میں مالک ہی نہ تھے اور ہم تو من کو تبعیضیہ ہی کہتے ہیں اور یہ ہمارا دعوی نہیں ہے کہ کل مال فے مملوک رسول اللہ صلعم تھا بلکہ ہم تو اس
مال کو مملوک حضرت کا کہتے ہیں کہ جو حضرت کے حصہ میں آیا تھا اور اسمیں فدک ہی تھا اور اگر معنی لغوی مراد ہوں فے کے کہ خدا تعالی نے اپنے مال کو کفار سے ہٹا کر رسول اللہ صلعم کے ہاتھوں
ڈالدیا ہے تو اسکا کچھ مضایقہ نہیں ہے اور ملکیت جناب رسول اللہ صلعم کی ماملکت کے لفظ سے ثابت ہے اور سوائے اسکے آیت ما افاء اللہ سے حضرت کی ملکیت ثابت ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت ما افاء اللہ
پہلے نازل ہوئی ہے آیت ماملکت یمینک کا [illegible] اسواسطے کہ جب حضرت مالک ہوئے ہیں حکم سے آیت ما افاء اللہ کے تو بعد اسکے حقتعالی نے فرمایا کہ ماملکت یمینک و اتقان میں اگرچہ لکھا ہے کہ سورہ
احزاب سورہ حشر سے پہلے نازل ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب آیتیں بھی سورہ احزاب کے سورہ حشر کے سب آیتوں سے پہلے نازل ہوئی ہوں سواسطے کہ اکثر کی سورتوں میں آیات مدینہ
داخل ہیں اور وہ آیات مدینہ کی آیتوں سے جو کہ مدنی سورتوں میں داخل ہو گئی ہیں نزول میں کیونکر مقدم ہونگے اور سورہ حشر میں بھی مراد فے سے معنی اصطلاحی نہیں بلکہ معنی لغوی ہی مراد ہیں
وہاں بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے تیرا اسواسطے کہ اسوقت یہ معنی ہونگے کہ خدا تعالی نے جو کچھ اعادہ کیا ہے اور رد کیا ہے اپنے رسول صلعم پر کہ وہ لائق اسکے تھا کہ اسکے واسطے وہ ہو اسواسطے کہ پیدا
کیا ہے خدا تعالی نے آدمیونکو اپنی عبادت کے واسطے اور جو کچھ اور پیدا کیا ہے وہ انکے واسطے ہے تاکہ وسیلہ ڈھونڈیں وہ اسکے ساتھ طرف طاعت اسکی کے پس لائق ہے وہ کہ ہووے واسطے فرمانبرداروں
کے اور یہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اور جس وقت کہ وہ مال انکے واسطے ہوا تو وہ مالک ہوئے اس مال کے اور آیہ ماملکت یمینک ہرگز پہلے نازل نہیں ہوئی ہے آیہ ما افاء اللہ سے
جس سے یہ لازم آئے کہ سورہ حشر میں افاء بمعنی لغوی مراد ہو تو اس سے پہلے کی آیت میں معنی اصطلاحی کیونکر مراد ہونگے اور یہ بھی کچھ ضرور نہیں ہے بلکہ جہاں چاہیں ہم معنی لغوی یا
اصطلاحی مراد لیویں اور مطلب ہمارا ہر طرح سے ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اب بفضلہ تعالی جملہ مراتب متعلقہ آیہ ما افاء اللہ سے فراغت پائی اور ہر فہمیدہ و غیر فہمیدہ کے نزدیک
یہ بات متحقق ہوگئی کہ فدک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نتھا نہ اسمیں ہبہ کی قابلیت ورنہ اسمیں میراث جاری ہوسکی اور یہ بھی متیقن ہوگیا کہ روایت ہبہ فدک جو شیعوں کے
نزدیک باب غصب کی دلیل کامل ہے محض افتراء اور بہتان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصور میں نہیں آسکتا کہ مال غیر مملوک کو دیدہ و دانستہ کسیکو بطور ہبہ حوالہ کر دیں ہاں اگر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ سمجھنے کا احتمال ہوتا تو یوں بھی ہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کلام ... اور کلام اللہ کے دقایق کو نہ سمجھیں تو پھر کون سمجھے ہم جیسے سمجھا کریں

تو کلام اللہ کے اشارات سمجھ جائیں اور رسول اللہ صلعم نہ سمجھیں سمجھ میں نہیں آتی مگر شیعوں کے نزدیک یہ بات ہو تو ہو یا یوں ہوتا کہ رسول اللہ صلعم نہ سمجھتے کوئی امتی سمجھتے تو یوں بھی کہہ سکتے کہ اجتہاد تھا کچھ وحی تو تھی ہی نہیں جو غلطی نہ ہو سکے یہاں تو یہ صورت کہ اگر اجتہاد بھی ہو تب امر ممکن نہیں کہ آپ غلطی کریں اور پھر متنبہ نہ ہوئے ہوں اس صورت میں اگر بالفرض و التقدیر بفرض محال نقل کفر کفر نباشد آپ کلام اللہ سے اس اشارہ کو کہ فدک جو منجملہ فے ہے مملوک نہیں سمجھے ہوتے اور اس وجہ سے براہ غلطی ہبہ بھی کر دیتے تب لازم تھا کہ وحی ربانی سے اصلاح اور تصحیح ہو جاتی اور فدک کو مسترد فرماتے **اقول** الحمد للہ کہ جو احتمالات واہیہ کہ اس شیخ نجدی نے آیۂ ما افاء اللہ میں پیدا کئے تھے ہم نے انکے باطل کرنے سے فراغت پائی اور آئندہ جو کچھ یہ لکھیگا اُسکو بھی ہم باطل کرینگے اور اب ہر فہمیدہ اور غیر فہمیدہ پر محقق اور واضح ہو گیا کہ فدک بیشک مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا اسی واسطے کہ فدک جناب سرور کائنات کی ملک میں تھا تو حضرت نے اُسکو بنام فاطمہ زہرا علیہا السلام ہبہ کیا تھا چنانچہ ہبہ کرنا اُسکا اہل سنت کی بھی کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ جسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور بعد وفات جناب رسالتمآب صلعم کے ابو بکر خلیفہ بن بیٹھے اور حضرت فاطمہ سے فدک کو اُنہوں نے چھین لیا تو اُس مظلومہ نے دعوی میراث کا کیا کہ میں رسول خدا کی بیٹی ہوں مجھکو میراث دیں انکا متروکہ پہنچتا ہے سو خلیفہ صاحب نے ایک روایت بنا کر کہا کہ پیغمبر خدا صلعم کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ روایت ہبہ فدک جو ہے وہ اہل سنت کی احادیث میں دونوں کی کتابوں میں ہے جو دہی افترا اور بہتان کیونکر ہو سکتا ہے افترا اور بہتان تو وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے ایسی کوئی بات بنائے کہ وہ کتابوں میں نہ ہو اور جب کہ معتبر کتابوں میں بڑے معتبرین علما نے اسکو لکھا ہو تو وہ افترا کیونکر ہو جائیگا اور فدک کہ جو مال فی میں سے ہے اُسکا ہم مملوک رسول خدا صلعم ہونا ثابت کر آئے ہیں اور قرآن سے ثابت ہے کہ مال فی مملوک رسول خدا صلعم بھی تھا چنانچہ آیہ ما افاء اللہ ہی سے ثابت ہے اور دوسری آیت مال فی کی مملوک رسول خدا صلعم کے ہونے کی یہ آیت ہے وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ چنانچہ پہلا اس سے ہم اس آیت کو تین چار مرتبہ لکھ چکے ہیں جب قرآن سے ثابت ہوا کہ مال فی مملوک رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا تو پھر حضرت نے ہبہ کیا تو اپنا مال مملوک ہبہ کیا اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ غیر مملوک کو ہبہ نہیں کر سکتے تھے لیکن جبکہ ہبہ کیا اور وہ کتابوں میں لکھا ہے تو وہ مملوک ہی حضرت کا تھا اور غیر مملوک ہوتا تو کیونکر ہبہ کر دیتے اور کلام اللہ سے تو سر کر یہ بات پیدا نہیں ہوتی ہے کہ مال فی مملوک رسول خدا صلعم تھا بلکہ مملوک ہونا ثابت ہے اور وہ حضرت بنا مملوک ہونا ہی سمجھے ہوئے تھے بموجب حکم خدا اسی واسطے ہبہ کیا لیکن تیرے نزدیک جناب رسول خدا صلعم البتہ قرآن کو سمجھے ہوئے نہ تھے لہ تیری رائے کے مخالف ہبہ کیا اور جو احتمالات باطلہ کہ تو نے نکالے ہیں اُن پر عمل نہ کیا اور تمکو دعوی ہے قرآن کے سمجھنے کا جسکو نہ ابو بکر سمجھا اور جسکی حقیقت کے نہ پہنچنے سے تہتر فرقے ہو گئے چنانچہ کہتا ہے تو کہ پیغمبران قرآن کے اشارات کو سمجھے تو وہ کیوں نہ سمجھتے ہونگے تو رسول خدا کے سمجھنے کا ایک احتمال ہی ہو سکتا ہے کہ شاید سمجھے ہی ہوں اور تو جو دعوی کرتا ہے کہ میں قرآن کے اشارات کو خوب سمجھتا ہوں ہر چند یہ گفتگو پاگلوں اور دیوانوں کی سی ہے لیکن تو نے کوئی آیت اس مضمون کی نہ نکالی کہ جو تصریح مال فی کے نہ مالک ہونے پر دلالت کرے احتمالات واہیہ نکالکر حق کو باطل کرتا ہے ایسے ایسے احتمالات تو دہریے اور ملحدین بھی اپنی طرف سے پیدا کر کے وحدانیت خدا کے قائل نہیں ہوتے ہیں لیکن یہ بھی انکے احتمالات بہت مضبوط ہیں کہ انکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور تیرے احتمالات ایسے واہی اور سست ہیں مثل نسیج عنکبوت کے کہ تھوڑے سے اشارہ میں پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور اجتہاد کے واسطے امتی کی کیا تخصیص ہے تیرے نزدیک تو انبیا بھی اجتہاد کرتے تھے اور اُنسے اجتہاد میں غلطی ہوتی تھی جیسے تیرے نزدیک حضرت داؤد سے غلطی ہوئی سو جناب ختم المرسلین سے جو غیر مملوک کو ہبہ کیا تو انسے غلطی ہوئی اور یہی تیرے دل میں ہے اور یہ ایک احتمالی بات ہے کہ تصور میں نہیں آسکتا کہ غیر مملوک کو [illegible] البتہ کیونکر ہبہ کر دیتے صاف صاف کیوں نہیں کہتا کہ اُن حضرت سے بھی غلطی ہوئی جیسے کہ حضرت داؤد سے غلطی ہوئی اور یہی ہوا ہو تو تیرے نزدیک کہ حضرت نے بعد اس کے متنبہ ہو کر ابو بکر سے کہا نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث اور مال فے کا مملوک ہونا تو کلام اللہ میں لکھا ہے مملوک نہ ہونے کو کلام اللہ سے کیونکر سمجھے تاکہ اُس کو نہ سمجھ کر غلطی سے ہبہ کر دیتے اور احتیاج اُس کے اصلاح کی وحی ربانی سے ہوتی مال فے کے مملوک ہونے ہی کو کلام اللہ سے سمجھ کر ہبہ کیا تھا اور تو جو کچھ کہتا ہے الٹی کہتا ہے **قال الشیخ الاشعری** سو اگر شیعہ اتنی گنجائش پا کر سنیوں کے نزدیک ممکن ہے کہ نبی سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام سے باوجود نبوت حکم میں غلطی ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا باوجود نبی نہ ہونے کے صحیح سمجھ جانا چنانچہ سورۂ انبیاء میں آیۂ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ مذکور ہے اسبات پر شاہد بھی ہے اپنے مذہب سے دست بردار ہو کر حضرت ابو بکر صدیق کی ضد میں یوں ہی کہنے لگیں کہ فدک کا مملوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونا بشہادت کلام اللہ مسلم لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ فدک کو ہبہ بھی ضرور ہی کیا ہو تو یہ ہو کہ بوجہ غلطی اجتہاد کلام اللہ کا یہ اشارہ نہ سمجھا ہو سو اسکا جواب اول تو یہ ہے کہ اتنی دور جانے اور اسقدر تکلیف کرنیکی کیا ضرورت ہے اس سے سہل ترکیب میں بتائے دیتا ہوں جسمیں مذہب کو بھی آنچ نہ آئے اور بات کی بات بنی رہے یعنی سبب یوں ہی کہ یہ بات نعوذ باللہ خدا ہی کے ذمہ لگائیں اور اسبات میں بھی بدستور دیگر اغلاط خداوندی نعوذ باللہ منہا بداء کے قائل ہو جائیں اور رسول اللہ صلعم کو اس لوث سے بچا لیجیے کیونکہ یہ بزرگی تو اسلاف شیعہ نے خدا ہی کے لئے تجویز کر رکھی ہے اور رہا الزمہ کچھ حاصل بھی نہیں سنیوں کے نزدیک اگر نبی کی طرف نسبت غلط فہمی کا امکان ہے اور [illegible]

نزدیک کیا۔۔ وہ بھی نزد آپ کی ہی کہیں ہیں تو وہ اسکے بھی قائل ہیں کہ وحی میں اسکی اصلاح ضروری ہے **اقول** خود ہی اپنی طرف سے یہ شیخ نجدی ایک ایک سوال
ایجاد کیا ہے اور یہ جو اسکا جواب تراشتا ہے کہ حسب شیعہ بزرگ بدل و انبیا علیہم السلام کو غلط گو ٹھیراتا ہے نعوذ باللہ منہ جب پیغمبر سے غلطی ہوئی تو وہ کیونکر قابل اعتبار کے رہا
وہ تو ایک بازاری آدمی ہوا اور دین جو اسکا جھوٹا ہوا کہ اغلاط سے پر ہے اور حضرت داود پر تہمت و افترا کرتے ہیں کہ انسے غلطی ہوئی اور حال یہ ہے کہ انسے ہرگز غلطی نہیں ہوئی
بلکہ انہوں نے بھی موافق حکم خدا کے جو پہلے سے چلا آتا تھا حکم دیا اور اب خدا تعالیٰ نے اس حکم کے عوض حکم حضرت سلیمان کو تعلیم کر کے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور شیعہ ایسا پوچ سوال
کیوں کرینگے جیسا کہ تو نے لکھا ہے اور کلام اللہ سے تو مال فی کا مملوک ہونا ثابت ہے اور اسکی کلام اللہ گواہی دیتا ہے اور شیعہ ایسے بیہودہ نہیں ہیں کہ کلام اللہ تو فئے کے مملوک ہونیکی گواہی
دیتا ہے اور وہ کہیں لگیں کہ مال فئے مملوک رسولخدا صلعم نہیں ہے جیسے کہ تو بیہودہ باولوں کی سی گفتگو کرتا ہے کہ کلام اللہ سے تو مال فئے کا مملوک ہونا ثابت ہے چنانچہ تو بھی پہلے اس سے آیہ ما ملکت
یمینک مما افاء اللہ کے ذکر میں کہہ آیا ہے اور پھر مملوک ہونیکا انکار کرتا ہے اور حضرت نے ہبہ بیشک کیا لیکن غلطی سے نہیں کیا بلکہ اپنے ملک کا جو کلام اللہ سے ثابت ہے ہبہ کیا اور انبیا کی
غلطی کا تو ہی معتقد ہے تو ہی اسمیں گرفتار رہ اور ہمارا اعتقاد یہ نہیں ہے ہم انبیا کو سب عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور یہ جواب بدا سے جو تو نے دیا ہے بدا کا یہاں کیا محل ہے اور بدا کے معنی جو
اپنی طرف سے تجویز کر کے ہماری طرف منسوب کرتا ہے ہم ہرگز ایسے بدا کے قائل نہیں ہیں ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی اور نہ اسکو کسی امر میں جاہل جانتے ہیں
بلکہ اسکو ازل ہی سے ابد تک سب کلیات و جزئیات اور ما کان و ما یکون کا عالم جانتے ہیں کافی میں لکھا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ما بدا للہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدو لہ
اور دوسری روایت میں ہے کہ ان اللہ لم یبد لہ من جہل اور اسی طرح سے کئی روایتیں ہیں اور جو کچھ تو نے مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے بدا کے مقدمہ میں لکھا ہے دیکھ لے
کیسے جواب ہمنے دندان شکن اسکے دیے ہیں اور جو کچھ تو بدا کے مقدمہ میں افترا کرتا ہے سب کذب و بہتان ہے اور جھوٹے پر خدا لعنت کرتا ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال فدک کے
ہبہ ہونیکی کوئی صورت نہیں جو روایت ہبہ کو مانئے اور اس وجہ سے فاطمہ زہرا کو مالک جانئے غرض ہبہ کا باطل ہونا روشن ہوگیا اور کیونکر روشن نہو ہبہ کے لیے ملک واہب مقدم ہے
سو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت اراضی فی کے جسمیں سے فدک بھی ہے مالک نہونا ثابت ہوگیا و علی ہذا القیاس فدک میں میراث کا جاری ہو سکنا نہو سکنا بھی بخوبی واضح
ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ اگر آیہ یوصیکم اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر شامل ہے اور خطاب عام ہے خاص امت ہی کو نہیں تب بھی بہ نسبت
ابو بکر صدیق کوئی حرف عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ آیہ ما افاء اللہ منجملہ متروکہ نبوی بہ نسبت فدک وغیرہ اموال فی کی مخصص ہے چنانچہ واضح ہو چکا بلکہ غور سے دیکھیے تو تخصیص کے
کہنے ہی کی کچھ حاجت نہیں تخصیص ہو تو یہ معنی ہوں کہ آیہ یوصیکم اللہ سے بہ نسبت فدک بھی یہی حکم نکلتا تھا لیکن مثل استثنا آیہ مذکور یا کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا
کر دیا ہے سو یہ بات یہاں کوسوں پاس کو نہیں پھٹکتی کیونکہ آیہ یوصیکم اللہ اگر متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل ہی ہوگی تو اس متروکہ کو شامل ہوگی جو مملوک نبوی ہے کیونکہ میراث
تو اشیا مملوکہ مورث میں جاری ہوتی ہے فدک جب وقف ہوا تو مملوک ہی نہیں تو عموم آیہ یوصیکم اللہ میں داخل کیونکر ہوا اگر آیت نہوتی تو البتہ در صورت تسلیم عموم خطاب اسکی ضرورت
پڑتی کہ حدیث ما ترکناہ صدقہ کو مخصص کہیں لیکن بحمد اللہ اسکی ضرورت ہی نہوئی **اقول** ہبہ ہونا فدک کا کتب فریقین سے ثابت ہے چنانچہ پہلے اس سے مفصل مذکور ہو لیا چاہے تو اسکو
مان یا نہ مان اور جب ہبہ ہونا ثابت ہوگیا تو بیشک حضرت فاطمہ زہرا اسکی مالک تھیں اور وہ انکی ملک میں ہوگیا اور ابو بکر نے جو ان سے چھین لیا تو وہ غاصب ٹھیرے اور یہ کہنا تو ثابت
ہونا ہمنے سب پر روشن کر دیا اور کیونکر روشن نہو کہ جب فریقین کے علماء اسکے ہبہ ہونیکو لکھتے ہیں اور ہبہ کرنیکو جو موہوب کا ملک واہب ہونا چاہیے سو کلام اللہ سے ثابت ہے کہ مال فی جسمیں فدک بھی
تھا وہ مملوک رسولخدا صلعم تھا چنانچہ ہم اسکو ثابت کر آئے ہیں اور مال فئے کا مملوک رسولخدا صلعم نہونا ہرگز ثابت نہیں ہے اور جو احتمالات کہ اس شیخ نے اسکے مملوک نہونے میں بیجا دیے
تھے ہمنے ان سب کو باطل کر دیا ہے اور جب فدک کا مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو میراث بھی اسمیں جاری ہو سکتی ہے اور اسکے جاری ہونیکو ہم ثابت کر چکے اور آیہ یوصیکم اللہ رسولخدا صلعم کو اور امت کو دونوں کو
برابر شامل ہے کہ خطاب اسکا عام ہے اور جب ان حضرت کیطرف بھی خطاب ہوا اور ابو بکر نے وارثوں کو انکے ترکہ میں سے نہ دیا تو ابو بکر کے غاصب ہونے میں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے اور آیہ ما افاء اللہ سے
ہرگز تخصیص اس آیت کی نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مال فی مملوک رسولخدا صلعم تھا اور نہ کوئی اور مخصص اسکا پایا جاتا ہے اور نہ کسی مخصص نے فدک وغیرہ کا استثنا کر دیا ہے
بلکہ علی ترکہ میں ان حضرت کے میراث جاری ہوگی اور آیہ یوصیکم اللہ اسی متروکہ کو ان حضرت کے شامل ہے کہ جو مملوک حضرت کا ہے اور فدک بھی مملوک حضرت کا تھا چنانچہ ہم ثابت کر آئے ہیں اور ابو بکر کے قول لا نورث سے بھی یہی ثابت ہے کہ فدک
مملوک حضرت کا تھا اور مال فی کی وقف ہونیکا کوئی قائل نہیں ہے اپنی طرف سے ایک بات تراش کر جو چاہتا ہے سو کہتا ہے اور کیونکر وقف ہو وہ مال کہ جسکا مملوک ہونا قرآن سے ثابت ہے اور جب مملوک ہوا تو بیشک آیہ یوصیکم اللہ میں داخل ہوگا
اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** لیکن تاہم تکثیر سواد وجوہ دفع مخالفت آیہ مذکور و حدیث مسطور کیلیے ماسوا اس تقریر کے کہ درباره تخصیص گزر چکی ہے اسقدر اور مرقوم ہے کہ آیہ یوصیکم اللہ میں
کچھ بھی تخصیص نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ باتفاق فریقین اور بہت سی تخصیصیں ہوئی ہیں چنانچہ کافر وارث نہیں ہوتا غلام وارث نہیں
ہوتا قاتل مورث وارث نہیں باایں ہمہ ان تخصیصات پر کلام اللہ کا کوئی لفظ آیہ مذکور سے متصل ہو یا منفصل دلالت نہیں کرتا بجز اسکے نہیں کہہ سکتے کہ احادیث مخصص ہوئی ہیں

پھر ایسے حدیث ما ترکناہ صدقہ نے کیا قصور کیا ہے کہ مخصص نہیں ہو سکے اگر یہ حدیث آیت مذکور کی بایں معنی مخالف کہتی ہو کہ مخصص ہے تو حدیثیں اور تخصیصوں پر دلالت کرتی ہیں بدرجہ اولی منافی
ہونگی اسواسطے نہ کوئی لفظ اس آیت میں اُنکی موید ہے جیسا کہ قرینہ غلبہ یوصی ہو خصوص خطاب کم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مذکور ہوا مضمون حدیث ما ترکناہ کا موید ہے اور نہ کوئی اور ہے آیت ان
احادیث کے مساعد ملتی ہے جیسا کہ آیت ما افاء اللہ حدیث مذکور کے مساعد ہے **اقول** کیا فائدہ ہے بیان کثیر وجوہ رفع مخالفت آیت مذکورہ سے جبکہ فقط ایک وجہ بھی مفید نہو اور روایت ما ترکناہ صدقہ
ہرگز مخصص آیت مذکورہ کے نہیں ہے بلکہ مخالف اُسکے ہے اور کافر اور غلام اور قاتل مورث کو جو میراث نہیں پہنچتی یہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اسواسطے انکو مانع میراث ہم جانتے ہیں اور وارثان خاندان نبوت کا
کوئی مانع ثابت نہیں ہوا ہے اور حضرت فاطمہ زہرا نے اس تخصیص کو قبول نہیں فرمایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے تفسیر میں آیت یوصیکم اللہ الخ کے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے روایت نحن معاشر الانبیاء سنی
تو عموم للذکر مثل حظ الانثیین سے تمسک کیا اور اسمیں اشارہ ہوا طرف اس امر کے کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کی مخصص نہیں ہو سکتی اور حنفیوں کے نزدیک شرط مخصص کی یہ ہے کہ مقارن
عام کی ہو اور جو ساتھ عام کے متاخر ہے تو ناسخ ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے کہ کلام مستقل حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہو سکتا بلکہ ناسخ ہوتا ہے اور صاحب تلویح نے فوائد قیود تعریف تخصیص میں لکھا ہے کہ فخرج به التخصیص
لانہ یکون متراخیا یعنی باہر نکلگئی تخصیص اسواسطے کہ وہ متراخی نہیں ہوتی ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خبر صدقہ کی ناسخ کتاب خدا ہو جائے اور خبر واحد ناسخ کتاب خدا ہو نہیں سکتی چنانچہ تلویح میں ہے
لعدم النزاع فی ان الکتاب لا ینسخ بخبر الواحد یعنی واسطے نہونے نزاع کے اس امر میں کہ تحقیق کتاب خدا منسوخ نہیں ہوتی ہے خبر واحد سے اور اگر فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اُسوقت تمہارے نزدیک غلطی
ہوئی تھی تو حضرت علی کہ جو عالم تھے سب مسائل کے انہوں نے حضرت فاطمہ کو آگاہ کیوں نہ کر دیا کہ ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے تم رنج نکرو اور ابوبکر سے کلام نکرو اور ترک کرو یہانتک کہ خود بھی مع حضرت عباس کے
بعد اُسکے عمر کے زمانہ میں دعوی میراث کا کیا اور روایت نحن معاشر الانبیاء کو مخصص آیت مذکورہ کا نجانا کیا یہ بھی غلطی پر تھے تعجب ہے کہ جو لوگ کہ مصداق آیت تطہیر کے ہوں وہ تو غلطی پر ہوں
اور جو شخص کہ جائز الخطا ہو وہ حق پر ہو اور جب کہ روایت ما ترکناہ صدقہ مخصص نہوئی تو بیشک مخالف آیت مذکورہ کی ہوگی اور سوائے اسکے جسقدر کہ حدیثیں [illegible] ایسے ہیں کہ مخالف نہیں کہی سکتے
کہ مخصص مخالف نہیں ہوتا ہے اور روایت مذکورہ مخصص جو نہیں ہے اسواسطے اسکو ہم مخالف آیت مسطورہ کے کہتے ہیں اور قرینہ یوصی کا ہرگز خصوص خطاب کم پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ خطاب مقام عام
ہے اور آیت ما افاء اللہ موید روایت موضوعہ مذکورہ کی نہیں ہے جیسے کہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل اگر آیت ما افاء اللہ سے بھی قطع نظر کیجیے اور حدیث مذکور میں
خطاب اور تفسیر او حدیث [illegible] تب بھی پیش بربنیست کہ حدیث مذکور آیت مسطورہ کے مخصص ہوگی مخالفت کجا اور اگر تخصیص بھی مخالفت کہلاتی ہے تو ایسے مخالفت شیعہ حنفی کے نزدیک
درست ہے تکرار کی کیا بات ہے ہاں مخالفت اسکو کہتے ہیں کہ میت کے ماں باپ کی ہوتے اُسکی اولاد کے اولاد کو میراث نہ دی جائے جیسے کہ شیعہ کہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں حالانکہ اولاد کی اولاد بلا شبہ
اولاد ہی میں داخل ہے اور خود جناب رب تعالی ہی فرماتے ہیں یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اولاد کو میراث دلانے کے باب میں خود جناب رب تعالی وصیت فرماتے ہیں پھر
جب اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہوئی تو انکی وراثت آیت سے ثابت ہوئی اور اگر اولاد کی اولاد اولاد ہونے میں بھی حضرات شیعہ کو سند ہی کی ضرورت ہے اور بے سند اور بے دلیل ایسے مضامین
نہیں سمجھ سکتے تو لیجیے سند بھی موجود ہے کلام اللہ میں اولاد کی اولاد بھی کو آیت مباہلہ یعنی ندع ابناءنا و ابناءکم میں ابناءنا فرمایا اسلئے کہ باتفاق فریقین ابناءنا سے حضرت حسنین وغیرہما
مراد ہیں حالانکہ وہ دونوں صاحبزادے رسول اللہ صلعم کے نہ تھے بیٹی کی بیٹی تھے دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے زمانہ میں جو حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد تھی انکو خداوند کریم
بار بار بنی اسرائیل کہتا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کے معنے یعنی اولاد یعقوب ہیں اسلئے کہ بنی معنی اولاد اور اسرائیل نام حضرت یعقوب ہیں اور سب جانتے ہیں کہ اُس زمانہ کے بنی اسرائیل حضرت
یعقوب کے بیٹے تو تھے ہی نہیں اولاد کی اولاد تھی وہ بھی کئی پشتوں کے بعد علی ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے زمانہ کے آدمیوں کو خداوند کریم اس آیت میں بنی آدم فرماتا ہے یا بنی آدم
لا یفتننکم الشیطان اور نیز اور آیت میں بنی آدم فرماتا ہے حالانکہ حضرت آدم کا بیٹا کوئی بھی نہ تھا ایسے تو کہیں دور تک یہ سلسلہ چلا کہ اولاد کی اولاد ہوئی تھی **اقول** روایت
لا نورث جسکو تم حدیث کہتے ہو ہرگز مخصص آیت مذکورہ کی نہیں ہو سکتی چنانچہ ابھی پہلے قول میں ہم لکھ چکے ہیں اور جب مخصص نہیں ہے تو مخالف ہوگی اور اولاد کی اولاد کو شیعہ قایم مقام
اولاد کی جانتے ہیں ماں باپ میت کے خواہ زندہ ہوں خواہ مر گئے ہوں چنانچہ شرایع الاسلام میں لکھا ہے و اولاد الاولاد یقومون مقام آبائهم عند عدمهم فی مقاسمة الابوین یعنی جس
میت کے ماں اور باپ موجود ہونگے اور اُسکی اولاد زندہ نہوگی بلکہ اسکی اولاد کی اولاد زندہ ہوگی تو اولاد کی اولاد اپنی ماں اور باپ کی قایم مقام ہو کر اپنے ماں اور باپ کا حصہ میت کے ماں اور باپ کے ہمراہ پاوینگے
اور یہی مذہب کل امامیہ کا ہے مگر ابن بابویہ تنہا کا یہ قول ہے کہ میت کے ماں باپ کی ہوتے اُسکی اولاد کی اولاد کو نہ دیا جائے سو جو روایت کہ اس مضمون کی ہے وہ ابن بابویہ خلاف مقصود اُسکے سمجھے
ہیں اور علماء نے اُنکو جواب دیا ہے اور اُنکے قول کو قابل اعتبار نہیں جانا ہے چنانچہ شرایع الاسلام میں لکھا ہے و شرط ابن بابویہ فی توریثهم عدم الابوین و هو متروک سو یہ قول ابن بابویہ کا
متروک لکھا ہے اور کسیکا اسپر عمل نہیں ہے اور یہ شیخ دروغگو کہتا ہے کہ شیعہ کہتے بھی ہیں اور کرتے بھی ہیں کوئی جانے کہ سب شیعہ ایسا ہی کہتے ہونگے اور سوائے اسکے سننا چاہیے کہ ابن بابویہ کہتے
ہیں کہ میت کے ماں باپ کے ہوتے اسکی اولاد کی اولاد کو میراث اسکی نہ دینگے اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ اولاد کی اولاد اولاد ہی نہیں ہوتی جیسے کہ شیخ لکھتا ہے کہ حسنین کو دیکھو ابناء رسول اللہ صلعم
فرمایا اور حضرت یعقوب کی اولاد کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا یا حضرت صلعم کے زمانے کے آدمیوں کو بنی آدم کہا کوئی اُس سے پوچھے کہ اس سے یہ کسنے کہا ہے کہ اولاد کی اولاد [illegible] نہیں ہوتی یہ تو ابن بابویہ نے

بھی نہیں کہا ہے آدمی کو چاہیے کہ پہلے بات کے سمجھنے کا سلیقہ پیدا کرے تب گفتگو کرے اور بیہودہ بکنے سے کیا فائدہ ہے بجز سیاہ کرنے کاغذ کے اور ضائع کرنے سیاہی کی و نیز بنی آدم کی جمع مثال
دی ہے تو اس صورت میں چاہیے کہ اولاد آدم کی سب آدمی آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہو جاویں اور یہ نہایت لغو بات ہے **قال الشیخ الاشعری** دوسری مخالفت یہ کہتے
ہیں کہ بیوی کو زمین و زر زمین کی قیمت سے میراث نہیں دیتے اور علی ہذا القیاس برادران و ہمشیرزادگان مادری کو مقتول کی دیت میں سے میراث نہیں دیتے اور دیتے قاتل کو
مقتول کے ترکہ اور دیت میں سے میراث دیں بشرطیکہ خطا سے یا شبہ خطا سے قتل کیا ہو حالانکہ نصوص قرآنی زوجہ و بہنوں و بھائیوں کی توریث میں عام ہے زمین کی اور اسکی
قیمت کی اور دیت کی کچھ تخصیص نہیں اور اسیطرح حدیث القاتل لا یرث بھی جس سے قاتل کا محروم ہونا ثابت ہوتا ہے عام ہے عمد اور خطا کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے باایں ہمہ اور
بھی سنیئے بیٹے بڑے کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک میت کی بدون عوض دلاتے ہیں اور رہبات میں شیعہ بعض ائمہ سے بھی روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ
کے ترکہ میں ان اشیا میں سے اور وارثوں کو حصہ نہیں دیا بلا عوض سب آپ ہی رکھا اور پھر اس روایت کا راوی سوا شیعہ اور کوئی نہیں حالانکہ یہ روایت مخالف قرآن ہے اگر عذر
عصمت امام ہے اور یوں کہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے اور امام سے ظلم و ستم و خطا نہیں ہوتی جو کچھ انہوں نے کیا صحیح ہی کیا ہوگا ہم نہ سمجھیں تو کیا ہوا اول تو اہل سنت کسی کو سوائے
انبیا معصوم ہی نہیں جانتے جو انکے سامنے یہ عذر چل جاوے اور مسلم کہ فعل معصوم میں خطا نہیں ہو سکتی لیکن بالاتفاق قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے مقدم ہے کیونکہ
افعال میں تو یہ بھی احتمال ہے کہ خاص اسی کے لیے ہو اور بہتیرے احکام رسولخدا صلعم کے ساتھ مخصوص تھے منجملہ انکے درباره نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چار کی قید
نہونی معلوم ہو چکی صوم وصال کا آپکے لیے جائز ہونا اور روزہ کے لیے نہونا سب کو معلوم علی ہذا القیاس اور بہتیرے امور ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے اور کچھ
انکا ذکر کرتا ہوں پہلا اور قول میں یہ احتمال نہیں ہوتا اگر اسمیں اسکے سوا کوئی تخصیص ہی ہوتی ہے تو کسی ایک دو ہی کی ہوتی ہے **اقول** یہ مخالفت نہیں ہے اور مخالفت اسوقت میں ہو کہ زوجہ
بالکل محروم الارث ہے جیسے ابوبکر نے اولاد رسولخدا صلعم کو محروم الارث کر دیا کہ کسی شی کے حضرت کے ترکہ میں سے مستحق ہی نہیں ہیں اور زوجہ کا حصہ کہ مقرر ہے وہ پاتی ہے مگر زمین میں سے اسمیں
اختلاف ہے مذہب سید مرتضی علیہ الرحمۃ کا یہ ہے کہ زمین کی قیمت اسکی اسمیں سے حصہ زوجہ کا دیا جاتا ہے اور امام مالک کے نزدیک حد الزوجین و برادران مادری کو دیت میں سے حصہ نہیں پاتا ہے چنانچہ شرح منظومہ
میں لکھا ہے اور نصوص قرآنیہ عام ہیں کچھ فرق دیت و غیر دیت کا نہیں ہے اور اگر زوجہ کو نہیں دیتے ہیں تو اس وجہ کو ہمارے یہاں نہیں دیتے ہیں کہ جو میت سے اولاد رکھتی ہو وہ البتہ اصل
زمین میں سے حصہ پائیگی نہ بے زوجہ اور حکمت اسکے زمین کے نہ پانے میں یہ ہے کہ وہ دوسرا شوہر کر لیتی ہے اور اکثر اسباب ہوتا ہے کہ وہ میت کے وارثوں کے دشمن اور حاسد سے نکاح کر لیتی ہے اور شوہر اسکا
جو اس زمین میں رہتا ہے یا اور کوئی فائدہ اس سے حاصل کرتا ہے تو میت کے وارثوں کو رنج ہوتا ہے کہ ہمارے مورث کا مال اغیار برتتے ہیں اور میت کے برادران و ہمشیرزادگان مادری کو دیت میں سے
نہ پہنچنے کا قول سب شیعوں کا نہیں ہے بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ کا قول ہے اور لحاظ اکثر کے قول کیطرف ہوتا ہے اور قاتل کو مقتول کے ترکہ اور دیت میں اگر خطا سے قتل کیا ہے تو البتہ وارث کرتے
ہیں کہ اسمیں اسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ اگر نہ دیویں تو اسپر ظلم ہے اور ممنوع میراث سے اسوقت ہوتا ہے جو عمداً ظلم سے قتل کرے اور اہل سنت کے بھی بعضے علما یہی کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل
حصہ پائیگا چنانچہ منہج وغیرہ میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر و بعضے بصریین کہتے ہیں کہ قاتل مطلق میراث پاتا ہے عمد ہو یا غیر عمد اور امام مالک کہتے ہیں کہ قتل خطا میں قاتل حصہ پائیگا نہ قتل عمد میں اور نصوص قرآنی
اگرچہ عام ہیں لیکن عام کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور روایتوں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ **وما من عام الا وقد خص** اور روایت لا نورث کی بطرح سے مخصص نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہم پہلے اس
بیان کر چکے اور بیٹے بڑے کو شمشیر اور مصحف اور انگوٹھی اور پوشاک جو دیتے ہیں تو بلا عوض نہیں دیتے یا تو اسکے حصہ میں سے قیمت ان چیزوں کی وضع کر لیتے ہیں چنانچہ مذہب سید مرتضی و ابن جنید علیہما الرحمۃ
کا یہی ہے اور اگر بدون وضع کرنے قیمت کی دیتے ہیں جیسے کہ بعضے کہتے ہیں تب بھی مفت نہیں دیتے بلکہ میت کے ذمہ جو نماز و روزہ رہگیا ہے اسکو بڑا بیٹا ادا کرے اسکے عوض میں دیتے ہیں اور یہ بھی اسوقت
دیتے ہیں کہ یہ چیزیں ترکہ میں موجود ہوں اور اگر یہی ترکہ ہو تو کچھ نہیں دیتے اور اگر پسر اکبر سفیہ و فاسد الرای ہو یا فرزند اکبر دختر ہو تو اسکو کچھ نہیں دیتے ان چیزوں میں سے اور بلا عوض ہرگز نہیں دیتے
اور اگر کسی امام نے ایسا کیا ہے کہ ان چیزوں میں سے اور وارثوں کو نہیں دیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم بیان کر چکے کہ بلا عوض نہیں دیا ہے اور بعض اشیا کے مستثنیٰ ہونے سے محروم الارث ہونا لازم نہیں آتا
جس سے مخالفت آیت کی لازم آوے مخالفت آیت کی تو اسوقت ہوتی کہ حسب وقت کچھ نہ دیا ہوتا جیسے کہ اولاد رسول مقبول کو کچھ نہ دیا گیا اور جن وارثوں کو امام علیہ السلام نے اشیا مذکورہ سے
محروم رکھا تھا انہوں نے فعل امام کو مسلم رکھا کہ انہوں نے رسولخدا صلعم سے یا کسی امام سابق سے اس حکم کو سنا ہوگا اور وہ امام کو معصوم بھی جانتے تھے گو تم معصوم نہ جانو اور اگر فی الواقع اس امر میں ظلم ہوا
ہوتا تو وہ اس مقدمہ میں البتہ گفتگو کرتے لیکن انہوں نے دم نہ مارا اور سمجھا کہ حکم شرع کا اسی طرح سے ہے اور حضرت فاطمہ تو ابوبکر کو نہ معصوم جانتی تھیں اور نہ اس قول لا نورث میں انکو
راست گو سمجھتی تھیں اور امام علیہ السلام نے جو کچھ کیا اس حکم کے موافق کیا کہ جو سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے چلا آتا تھا اسمیں ظلم کو کیا دخل ہے اور بوبکر کا قول اگر موافق ارشاد رسولخدا صلعم کے ہوتا تو حضرت
فاطمہ اور حضرت علی اور حضرت عباس اسکو تسلیم کرتے اور معصوم تو تم انبیا کو بھی نہیں جانتے بلکہ غلطیاں خطا کرتے سمجھتے ہو اور ہم نے تسلیم کیا کہ قول معصوم اتباع اور اقتدا میں فعل معصوم سے
مقدم ہے لیکن تمکو اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے چنانچہ معلوم ہوگا **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قول بعض ائمہ اگر وہ بالفرض معصوم بھی ہیں تو کہیں اتنے ہیں جتنے رسول اللہ صلعم

قابل اتباع اور اقتدا ہوا چنانچہ شیعوں کے نزدیک علی العموم یہ حکم جاری ہی ہر خس و ناکس کو یہ مقام حاصل ہو کہ مصحف انگشتری وغیرہ ترکہ پدری میں سے بدون عوض کے لے لے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی لائق اتباع ہوا اور جب ان امور کو بھی لحاظ کیجئے کہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں اور ابوبکر نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی اور آجکل کے شیعہ جو روایت مذکور پر عمل کرتے ہیں نہیں سنا تو کہاں نصوص [illegible] زرارہ [illegible] لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ایک وجہ سے [illegible] خطاب بھی ہو سکتے ہیں اسکا مخصص ہونا بالکل ظاہر نہیں کہ اسکے سوا احتمال ہی نہو بلکہ قرین عقل بعد غور کے [illegible] ہوتا ہے بخلاف روایت شیعہ کے [illegible] مخصص کیا مخالف ہے کیونکہ تخصیص کے لئے کوئی وجہ چاہئے یہاں بجز دھینگا دھینگی اور کچھ نہیں غرض ان امور کے لحاظ سے روایت شیعہ روایت ابوبکر صدیق کی پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی **اقول** بیشک ائمہ معصومین اقتدا و اتباع میں مثل رسول خدا صلعم ہیں اسواسطے کہ علم انکا وہ ہی ہے کہ جو علم رسول خدا صلعم تھا اور سینہ بسینہ ان حضرات تک پہنچا ہے اور جناب رسول خدا صلعم نے امت کو انکی پیروی کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی کلام اللہ و عترتی اہل بیتی [illegible] فرمایا میں دو چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں اگر انسے تمسک کروگے تو بعد میرے گمراہ نہوگے ایک تو کلام اللہ ہے اور دوسرے عترت میری کہ وہ اہل بیت میرے ہیں اب ہمکو انکی پیروی بموجب ارشاد حضرت کے [illegible] واجب ہے اور ہمکو کسی قول میں انکی تکرار کا یارا نہیں ہے کہ ایسا کیوں فرمایا اور اول تو یہ کہ مصحف وغیرہ انہوں نے بدون عوض لیا نہیں ہے [illegible] دوسرے یہ کہ رسول خدا صلعم نے انکی پیروی کا حکم کیا ہے ہم انکے اقوال و فعل کو حق جانتے ہیں اور اگر وہ ایسے ہوتے کہ دیدہ و دانستہ خلاف شرع کوئی کام کرتے تو حضرت صلعم انکی پیروی کا حکم نکرتے اور قول جناب رسول خدا صلعم البتہ اولی ہے اگر یہ حضرت کا قول ہو اور لا نورث ما ترکناہ صدقۃ رسول خدا صلعم کا قول ہی نہیں ہے ایسی بات ہے کہ بنیا تو دیتا ہی نہیں اور اسکو لینے والا کہتا ہے کہ پورا تولو اسے پہلے اسکو رسول خدا صلعم کا قول ہونا تو ثابت کر لیں تب ہی کچھ کہیں [illegible] رسول خدا صلعم کا قول ہووے کہ جسکو نہ حضرت فاطمہ نے تسلیم کیا نہ حضرت علی نے نہ حضرت عباس نے اور جو کچھ صاحب خانہ کو معلوم ہوتا ہے وہ دوسرے کو نہیں معلوم ہوتا [illegible] حضرت علی کہ جو بعد [illegible] صلعم کے سب امت سے زیادہ عالم تھے اور خلفاء ثلاثہ ہر ایک مشکل میں انکی طرف رجوع کرتے تھے انپر یہ حکم کیونکر پوشیدہ رہتا اور اگر حضرت علی نے جناب رسول خدا سے [illegible] سنا تھا تو ابوبکر سے [illegible] تھا اگر حق تھا تو اسکو تسلیم کیا ہوتا اور بعد سننے کے بھی پھر کیوں [illegible] دعوی کیا اور بعد ابوبکر کے عمر کے زمانہ میں [illegible] عباس کے کیوں دعوی کیا [illegible] ابوبکر کو کاذب و [illegible] خائن جانتے تھے [illegible] ہی جانتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے جناب رسول خدا صلعم سے ہرگز ہرگز روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ نہیں سنی [illegible] گمان غلطی کا حضرت فاطمہ کی طرف [illegible] غلطی [illegible] نہیں ہوئی اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اور ڈرا تو [illegible] اپنے کو [illegible] حضرت علی و حضرت فاطمہ کو آگاہ کر دیا ہوگا اور اسے بھی خبر کر دی ہوگی کہ [illegible] میراث میں [illegible] شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی وہ دیدہ و دانستہ ایسا جھوٹا دعوی کریں یہاں تو احتمال کو بھی گنجائش نہیں ہے [illegible] پس جب ابوبکر اس روایت میں راست گو نکلے تو انکی روایت سے [illegible] خطاب [illegible] مخصص ہوئی اور روایت شیعہ [illegible] مخالف قرآن نہیں [illegible] ہے اور قول و فعل معصوم کا ہمکو موجب ارشاد رسول خدا صلعم [illegible] پیروی کے واسطے اور [illegible] وجہ [illegible] معلوم ہے کہ بعض [illegible] استثنا [illegible] محروم کہا مخالف یہ ہی ہے **قال الشیخ الاشعری** معہذا ہم پوچھتے ہیں کہ ائمہ [illegible] تخصیص کیا ہے اگر رسول اللہ صلعم کا کوئی عمل اور قول [illegible] صلعم ہی کے قول سے تخصیص کی تھی [illegible] انگریزی کا حوالہ [illegible] ابوبکر صدیق کی جانب [illegible] رسول اللہ صلعم [illegible] راوی بیچ میں تھا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب میں کچھ علاقہ نہیں [illegible] کلام اللہ [illegible] مخالف [illegible] معصوم کے تو معنی یہی ہیں [illegible] کے خلاف اس سے نہو سکے دوسرے اسپر بھی [illegible] امت کے لیے ہی یہی حکم مخالف [illegible] تخصیص [illegible] مخالفت [illegible] صورت میں مخالفت کہیں نہیں اسمیں کوئی کیوں نہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کلام اللہ کے مخالف [illegible] بات کیوں نہو [illegible] نہیں علی ہذا القیاس [illegible] مسطورہ جو بحوالہ مذہب شیعہ مرقوم ہوئی ہیں اور واقع میں تخصیصات نہیں مخالفات ہیں [illegible] ظاہر ہے ایک طرف [illegible] حدیث [illegible] اسکی پیچیدگی اور مخالفات شیعہ کی منافرت کو ملحوظ کرکے دونوں کو تولیے کہ کدھر کو پلہ جھکتا ہے **اقول** اول تو یہاں [illegible] تخصیص کی احتیاج نہیں ہے اسواسطے کہ [illegible] بلکہ عوض میں ایک چیز کر دیگئی ہے مفت نہیں دیگئی ہے اور اگر ہم تخصیص ہی کے قائل ہوں تو [illegible] ابوبکر [illegible] نہیں تھا بلکہ خود بنا لیا تھا اور اگر سنتے تو اہل بیت علیہم السلام اسکو تسلیم کرتے [illegible] چنانچہ کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم سے علاقہ کیوں نہیں ہے [illegible] ارشاد [illegible] خلاف ہرگز نکہیگا اور نہ امت کو مخالف کلام اللہ کے حکم دیگا اور تخصیص کو مخالفت کسیطرح سے نہیں [illegible] تخصیصات شیعہ [illegible]

مدینہ علیہ سے منقول ہیں وہ روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ کی مثال تخصیص میں بیان کرنا بڑی حماقت کی بات ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا ہی نہیں ہے تخصیص تو اس وقت ہوتی کہ جس وقت رسول خدا صلعم فرماتے اور جبکہ ایسا فرمانا اس حضرت سے ثابت نہیں ہے کہ حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت عباس وغیرہ نے اسکو تسلیم نہیں کیا اس صورت میں ابوبکر کی جھوٹی روایت کو شیعوں کی راست تخصیصات سے تو دنیا اندھی اور ... کریگا اگر کریگا تو نادم ہوگا کہ روبرو راست کے مقابلہ نہیں کرسکتا ہے اور روایت ابوبکر کی بالکل جھوٹی ہے اسلئے کہ اہل بیت علیہم السلام نے اسکو قبول نہیں کیا اور شیعوں کی تخصیصات کو کسی طرح سے مخالفت نہیں ہے آیہ مذکورہ اس طرح کی تخصیص سے ثابت ہوتی ہیں اور اگر ابوبکر کی روایت راست ہوتی تو اسکو بھی مخصص آیہ مذکورہ کا کہہ سکتے تھے لیکن وہ تو سرے سے راست ہی نہیں ہے اور اگر راست ہو تو حنفیوں کے نزدیک مخصص نہیں ہوسکتی کہ انکے نزدیک شرط تخصیص کی یہ ہے کہ مقارن عام کے ہو اور خبر صدقہ مقارن آیہ مذکورہ کے نہیں ہے اور روایت بکریہ لا نورث کو یہ وجہ بھی باطل کرتی ہے کہ رسول خدا صلعم مقروض اور مدیون بھی ہوتے تھے چنانچہ حضرت علی کو فرماتے تھے انت قاضی دینی اور جس وقت مال حضرت کا صدقہ ہوا تو دنیا سے مشغول الذمہ گئے اور جلیل ہے بعد کیا مال تو کوئی لیوے اور قرض ادا کوئی اور کرے بلکہ یہ فرماتے کہ جو کوئی میرا مال لیوے وہ میرا قرض ادا کرے اور معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے کفن کے بھی محتاج ہونگے اور تبرعا کسی کے ذمہ نہیں ہے

قال الشیخ الاشعری الحاصل یہ بے سر سخن ہے شیعوں کی سخن فہمی اگرچہ قدم بقدم ان بزرگوار کی عقل و نقل سے مناسبت معلوم ہوتی جاتی ہے ہر ہر بات پر گرفت انمیں بھی ہوسکتا جاتا ہوں اور نہ ترس آتی ہے کہ ان حیاؤں کو الزام دیکر کہاں تک شرمائے اسلئے باقی امور کا جواب لکھنے جی ڈھلتا ہے اور یوں خیال آتا ہے کہ جب اس فرقہ کی خوش فہمی ہر ہر سطر پر معلوم ہوگئی تو اہل انصاف اسی سے سمجھ جائینگے اور بھی ایسی ہی کل ملائیں ہونگی لیکن یقین سے اطمینان کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے گو انہی تقریروں سے جو مرقوم ہو چکیں مولوی عمار علی صاحب کے خط علوم سے امور باقیہ کا غلط ہونا بھی تیقن اور متحقق ہوگیا لیکن بنا بر یقین کو یہ تردد ہوگا کہ دیکھئے انکے غلط ہونیکی کیا کیا وجوہ ہوں اسلئے باوجود قلت فرصت و کثرت ضروریات اور بھی حرکت کرنی پڑی

اقول بے سر سخن سے سخن فہمی شیعوں کی اور عقل و نقل سے مناسبت صحیح اور درست ہے اور اہل سنت میں ایک فرقہ اشعریہ ہے کہ جسکو اشعر لاشعور کہتے ہیں اور یہ شیخ احمق بھی اسی فرقہ بے شعور میں سے ہے کہ سفیہوں اور دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور اپنی بیہودہ پاگلوں کی سی باتوں کو الزام دینا سمجھتا ہے اور میرا ارادہ ایسی بیہودہ باتوں کے جواب لکھنے کا نہ تھا لیکن امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے اسکے پیر بزرگ معاویہ بن ابی سفیان سے جنگ کی تھی اسلئے میں بھی انکی پیروی سے اسکے مرید کا مقابلہ بکراہت کرتا ہوں اور جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ کیا لکھا ہے اور جو کچھ آگے کو لکھیگا وہ بھی ایسا ہی بیہودہ لکھیگا کہ جسکا جواب دندان شکن پائیگا اور جس بات کا جواب ہو چکا ہے پھر اسی کو بیان کرتا ہے اور ایسا بے حیا ہے کہ کسی طرح شرماتا نہیں ہے اور جھوٹی کتابوں کی جھوٹی جھوٹی حوالے دیتا ہے اور شیعوں کی جیسی خوش فہمی ہے تیری جہالت جانتا ہے مگر تیری خوش فہمی ہمارے لکھنے سے ثابت ہوگی کیا اہل سنت کے منصف ہیں انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہ شیخ دیوانوں کی سی گفتگو کرتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کا بعد اسکے اس مقدمہ میں کوئی مضمون ہی نہیں ہے وہ امور باقیہ کونسے ہیں کہ جنکو تو غلط کہتا ہے اور مولوی صاحب موصوف نے بعد اسکے اپنے خط میں کب لکھا ہے کہ روایت لا نورث خلاف ہے آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ و ورث سلیمان داود کے مگر تیرا کار اور عادت تیری جھوٹ لکھنے کی ہے جھوٹ لکھتا چلا جا اور نہ مرید کا دین کیسے داخل ہو جا رحمت خدا سے تو محروم ہے یکا

قال الشیخ الاشعری اسلئے بقدر مناسبت درباره مخالفت حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقہ اور آیہ وہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب اور آیہ و ورث سلیمان داود کے اپنی مافی الضمیر کو قلم کے نیچے کھینچتا ہوں اول قابل لحاظ یہ بات ہے کہ جب آیہ یوصیکم اللہ خطاب مخصوص امت کیلئے ہوا تو اس حدیث ہی کی اہل سنت کو کچھ ضرورت نہیں اور کسی مال میں میراث جاری ہو کہ نہ ہو رسول اللہ صلعم کے مال میں تو وراثت جاری ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ رسول اللہ صلعم اس حکم میں داخل ہی نہیں با اینہمہ جب آیہ ما افاء اللہ سے فدک کا غیر مملوک ہونا ثابت ہوگیا تو جھگڑا ہی تمام ہوگیا اب اگر کوئی کہیں سے خاص رسول اللہ صلعم ہی کی ترکہ میں میراث کا جاری ہونا بھی ثابت کرے تب بھی فدک میں تو میراث جاری ہو ہی نہیں سکتی القصہ اگر بوجہ مخالفت ظاہر کلام جو حدیث مذکور اور آیات باقیہ میں ظاہر بینوں کو معلوم ہوتی ہے حدیث مذکور غلط ہی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں اول تو رسول اللہ صلعم باشارہ آیہ یوصیکم اللہ ہی اس حکم سے مستثنے ہیں پھر اگر ورا انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہی بھی ہو تو ہوا کرو کلام تو رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں ہے غایت مافی الباب حدیث مذکور غلط ہو لیکن اسکے غلط ہونے سے فدک نہیں مل سکتا ہاں آیہ یوصیکم اللہ اگر غلط ہو جاے تو البتہ شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو دوسرے اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں بھی میراث جاری ہو تب جس چیز میں تنازع ہے یعنی فدک میں بشہادت آیہ ما افاء اللہ میراث جاری نہیں ہوسکتی اب اگر مخالفت مابین حدیث و آیات کے ثابت بھی ہوگئی تو حدیث ہی غلط ہو جاویگی شیعوں کا مطلب تو ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر آیہ ما افاء اللہ پر شیعہ خط لا کھینچکر ایمان پر خط کھینچ جائیں تو کیوں نہیں بہر حال بغرض اثبات برات حضرت صدیق اکبر یعنی بایں غرض کہ فدک کا نہ دینا موافق حکم نبوی تھا ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ حدیث مذکور ... ہر طرح موافقت ثابت کیجئے اور مخالفت جو بظاہر نظر آتی ہے اسکو باطل کر کے حدیث مذکور ثابت کیجئے اسباب میں بشارہ یوصیکم اللہ اور آیات ما افاء اللہ کافی ہے بغرض اثبات ... صدیق ...

اقول روایت لا نورث کی مخالفت کا ذکر آیہ وہب لی من لدنک ولیا اور آیہ و ورث سلیمان داود سے مولوی صاحب کے خط میں نہ تھا اس نے اپنی طرف سے ... مولوی صاحب کا امور باقیہ کا غلط ہونا متیقن ہو جائیگا اور یہ مخالفت روایت مذکورہ کی ان دونوں آیتوں سے ایسی ہی ہے کہ یہ بھی روایت لا نورث ما ترکناہ صدقہ کے موضوع ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ شیخ اس مخالفت کے رفع کرنے میں جو کچھ کوشش کریگا اسکو ہم باطل کرینگے

جیسا کہ ہم ابتدا سے باطل کرتے چلے آئے ہیں اور اب اسنے اول لحاظ کے لفظ سے آخر تک پھر اُن امور کا اعادہ کیا جنکو کہ ہم باطل کر آئی ہیں اور ناظرین تحریر پر انکا حال بر وضح ہو گیا ہوگا کہ ہم پہلے
اس سے لکھ چکے ہیں اسکے اقوال کو رد ہیں اور ثابت کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب ہر طرف جناب رسول خدا صلعم کے اور تمام امت کے اور رسول خدا صلعم اس خطاب سے خارج نہیں ہیں اور یہ کہنا اسکا
کہ مخصوص امت کی طرف خطاب ہی باطل اور بیجا ہے اور میراث جناب رسول خدا صلعم کے ترکہ میں بھی بیشک جاری ہوتی ہی بموجب حکم آیت یوصیکم کے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور روایت لانورث
باطل ہی خواہ احتیاج ہو اہل سنت کو طرف اسکے خواہ نہو اور یہ بھی ہم اسکے اقوال کے ابطال میں ثابت کر آئی ہیں کہ فدک کا مملوک رسول خدا صلعم ہونا آیت ما افاء اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے
اور اسی آیت کے حکم سے رسول خدا صلعم فدک کے مالک ہوئے ہیں اور اسی جہت سے حضرت فاطمہ زہرا نے ابوبکر سے دعوی فدک کا کیا پہلے تو ہبہ کا اور بعد اسکے وراثت کا اور ابوبکر نے اس [illegible] کیے ہوئی
کو رد کیا اور یہ کہتا ہی کہ جھگڑا ہی تمام ہو گیا اور فدک میں بیشک میراث جاری تھی کہ وہ مال فے میں داخل تھا اور جناب رسول خدا صلعم موافق اپنی حصہ کے مال فے کے مالک تھے اور اسی میں ایک
فدک بھی تھا جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور یہ جو کہتا ہی کہ حدیث مذکور کو غلط ہو جائے یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے غلط ہونے سے ابوبکر غلط ہوئی جاتے ہیں اور قابل خلافت کے نہیں رہتے اول تو
وہ کون عقل کا اندھا ہے کہ جو رسول خدا صلعم کو آیت یوصیکم اللہ کے خطاب سے مستثنے جانیگا کہ خطاب تو عام ہو اور بے وجہ اسکو خاص سمجھے اور پہلے اس سے جو اس شخص نے اسکے مذہب میں دیوانوں
اور پاگلوں کی سی گفتگو کی ہی اور حضرت کے مستثنے ہونیکی وجوہ لکھے ہیں کبھی تو لکھتا ہے کہ رسول خدا صلعم زندہ ہیں اور اپنی قبر کے گوشہ میں بیٹھی ہیں بھلا زندوں کا کون وارث ہو سکتا ہی اور
کبھی لکھتا ہی کہ رسول خدا صلعم دنیا میں کسی چیز کے مالک ہی نتھے اور دنیا میں کوئی چیز انکی مملوک نتھی پھر انکا کون وارث ہو اور کبھی لکھتا ہی کہ خدا تعالی تو مثل کلکٹر کے ہی اور رسول خدا صلعم مثل سر رشتہ دار
کے اور سر رشتہ دار جب کلکٹر کا حکم لوگوں کو سناتا ہی تو وہ خود اس حکم میں شریک نہیں ہوتا ایسی ہی رسول خدا صلعم جو حکم خدا سناتے تھے تو وہ خود اس حکم میں شریک نہوتے تھے اور سوا اسکے جو کچھ اس نے
لکھا ہی ہم اس سب کو باطل کر چکے ہیں اور اگر اور انبیا کے ترکہ میں میراث جاری ہوئی ہی تو ابوبکر جھوٹے ٹھہرے کہ انہوں نے انکے ترکہ میں میراث کے جاری ہونیکا انکار کیا ہی اور اپنی
طرف سے نحن معاشر الانبیاء بنا کر رسول خدا صلعم پر افترا کیا کہ انکی طرف اس روایت دروغ کو منسوب کیا قابل خلافت نرہی اور کلام تو جناب رسول خدا کے اور سب انبیاء کے ترکہ میں ہے اور سب کے ترکہ
میں میراث جاری ہوئی ہی جیسے کہ جناب رسول خدا صلعم کے ترکہ میں جاری ہوئی ہی اور حدیث مذکور غلط ہوئی تو ابوبکر مفتری ہوئی اور داخل حکم من کذب علی متعمدا کے داخل ہوا اور نہ اہل
خلافت کے ہوئی بلکہ خلافت کے بھی غاصب ہوئے اور فدک بیشک رسول خدا صلعم کے ملک میں آیا اور دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہو جیسا کہ ہم لکھ چکے اور آیت یوصیکم اللہ کی جہت سے تو شیعہ کہتے ہیں کہ فدک
حضرت فاطمہ کو میراث میں پہنچتا تھا اور ابوبکر نے انکو نہ دیا اور یہ شیخ الشیخ کہتا ہی کہ یہ آیت غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اس عقل کے دشمن سے کوئی پوچھے کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ
کو فدک میراث میں پہنچتا ہی اس آیت کے حکم سے پہنچتا ہی یا کسی اور آیت کے حکم سے تیری گروہ کے واسطے تو خرابی اس آیت ہی کے حکم سے ہوئی ہی اور ابوبکر غاصب ٹھہرے ہیں تیرے نزدیک
اس آیت کا غلط ہونا چاہیے تاکہ ابوبکر کی نجات ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں میراث جاری ہوگی تو فدک میں پہلے ہوگی اور بشہادت آیت ما افاء اللہ بھی فدک میں میراث جاری
ہو گی کہ اس آیت کے حکم سے فدک رسول خدا صلعم کے ملک میں آیا تھا اور آیت یوصیکم اللہ کے حکم سے اسمیں میراث جاری ہوئی اور روایت مذکورہ لانورث مخالفت آیت کے جہت سے غلط ہوئی تو ابوبکر
کاذب اور خائن ٹھہرے اور شیعوں کا مطلب تو فضل خدا سے ہر طرح سے ثابت ہے اور ہم ثابت کر آئی ہیں اور آیت ما افاء اللہ کی جہت سے شیعوں کا مطلب ثابت ہے اور تیرا مطلب باطل تو تمنے تمہارا اُس پر
خط لا کا کھینچنا چاہیے کہ جس میں ابوبکر کی نجات ہو کیا مکاری ہی کبھی تو کہتا ہی کہ آیت یوصیکم اللہ غلط ہو جائے تو شیعوں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو اور کبھی [illegible] کو لکھتا ہی اپنے آیت ما
افاء اللہ پر خط لا کھینچیں اور حال یہ ہے کہ شیعوں کا مطلب ان دونوں آیتوں ہی سے ثابت ہوتا ہی اور [illegible] دونوں آیتوں کی ہی جہت سے ہو گئے ہیں اور ابوبکر کو غاصب ٹھہراتے ہیں اور اہل
ابوبکر کی غاصبیت کے دفع کرنے میں اپنی ایمان کو برباد و ضائع کرتے ہیں اور ہر چند [illegible] کچھ فائدہ نہیں ہوا اور ابوبکر کی [illegible] نہیں ہوتی اور
آیت یوصیکم اللہ اور آیت ما افاء اللہ کے اشارے سے ابوبکر غاصب ٹھہرے ہیں آیت اور روایت میں تناقض چاہیے موافقت پیدا کرنی چاہی بکرے اور ابوبکر [illegible]
گفتگو کرے **قال الشیخ الاشعری** اس لیئے نظر بر تقدم و تاخر آیات اول در باب مخالفت حدیث و آیت وہب لی من لدنک ولیا یرثنی [illegible]
اس آیت میں وراثت مال مراد ہی اور اس وجہ سے حدیث کو اس آیت کے مخالف کہتے ہیں تو وہ حال سے خالی نہیں ہیں آل یعقوب سے یا تو خود ذات با برکات حضرت یعقوب علیہ السلام [illegible]
محاورات عرب میں اکثر پایا جاتا ہی کہ آل فلانی بولتے ہیں اور اس سے خود وہی شخص مراد ہوتا ہی یا حقیقی معنی مقصود ہوں یعنی آل یعقوب سے اولاد یعقوب مراد ہو [illegible] اول صورت میں تو
لازم آئیگا کہ تا دم دعاے مذکور مال حضرت یعقوب جنکی انتقال کو دو ہزار برس سے زیادہ ہو چکے تھے بجنسہ غیر منقسم رہا ہوا ہو اور آگے حضرت زکریا کو یقین [illegible] وفات سے پہلے ابھی اور حق
تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ اگر تقسیم ہو لیا ہوتا یا بعد اس دعا کے قبل وفات حضرت زکریا کے تقسیم ہو جاتا تو پھر جملہ یرث من آل یعقوب کے زیادہ کرنیکی [illegible] کافی تھا کیونکہ
اس صورت میں وہ مال حضرت زکریا کا ہو چکا اب حضرت یعقوب کا نہ رہا [illegible] حضرت یحیی وارث تو [illegible] حضرت زکریا ہی کے وارث کہلائینگے حضرت یعقوب کے وارث نہ کہلائینگے اس صورت
میں لا جرم جملہ یرث من آل یعقوب غلط ہو جائیگا اور پھر لغو جدا رہیگا کیونکہ حضرت زکریا کی نسبت تو وراثت پر دلالت موجود تھی یرث من آل یعقوب [illegible] حال اس صورت

... رسالت سے زیادہ ... حضرت یعقوب کا مال غیر منقسم ہی رہا سو ایسی بات دیوانوں سے سنتے ہیں نہ عاقلوں کے کانوں میں تو اسنے معقول
بات تو کسی سے مانی نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ رسالت سے زیادہ ایک نفس کا مال باوجود اس کثرت اولاد کے شاید کبھی نہ ہوئی ہو جو غیر منقسم رہا ہو **اقول** البتہ وراثت سے اس آیت میں
مراد وراثت الٰہی ہے اور اہل سنت کی تفسیروں میں بھی لکھا ہے چنانچہ معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہے وقال الحسن معناہ یرثنی مالی ویرث من آل یعقوب النبوۃ یعنی کہا
حسن نے معنی اسکے یہ ہیں کہ وارث ہووے میرے مال میں بیٹا اور وارث ہووے اولاد یعقوب سے نبوت کا اور تفسیر کبیر میں مذکور ہے واختلفوا فی المراد بالمیراث علی وجوہ احدھا ان المراد بالمیراث
فی الموضعین ھو وراثۃ المال وھذا قول ابن عباس والحسن والضحاک یعنی اور اختلاف کیا ہے انہوں نے اس میراث کے معنی میں کئی وجوہ پر ایک ان وجوہ کا یہ ہے کہ تحقیق مراد ساتھ میراث
کے دونوں جگہ میں وہ وراثت مال ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن اور ضحاک کا ہے اور اسی طرح تفسیر لباب میں ہے اور لغت اور شرع میں دونوں میں ارث اسکو کہتے ہیں کہ جو انتقال کرے
میت سے طرف وارث کے یعنی جو مال میت کا وارثوں کو پہنچے خواہ نقد ہو خواہ جنس کی اقسام مال میت سے ہو اسکو ورثہ کہتے ہیں اور مال کے غیر مثل علم اور نبوت کے ارث کا استعمال
نہیں ہوتا مگر بطریق مجاز اور حقیقت کو چھوڑ کر طرف مجاز کے جانا اور علم اور نبوت میں اسکا استعمال کرنا بدون دلیل کے ہرگز جائز نہیں اور دوسرے یہ کہ حضرت زکریا نے کہا کہ واجعلہ رب رضیا
یعنی اور کر دے اسکو اے پروردگار میرے پسندیدہ اصلی قول تو اس میں یہ ہے کہ ہمیشہ وہ پیغمبر تو ہے پس اگر مراد وراثت سے وراثت علم و نبوت ہو اور مقصود حضرت زکریا کا یہ ہو کہ پیغمبر اور علم و
نبوت اسکو وراثت میں پہنچے تو جس وقت وہ نبی ہوا تو تمام فضائل اس میں ... پسندیدہ ہوا اور جب نبی ہو گیا تو پھر اسکے واسطے دعا رضی کر دینے کی بالکل بیکار
اور بیجا ہے حصول نبوت کے فقرہ واجعلہ رب رضیا ... ایسا ہی ہے جیسے کوئی ... اور اسکو پسندیدہ کر ... پیغمبر ہوا تو پسندیدہ ہونیکی دعا کرنی کیا فائدہ
رکھتی ہے اور کہا حضرت زکریا نے وانی خفت الموالی من ورائی اور ابن عباس نے ... موالی سے مراد ... یعنی بھائی بہن ... نزدیک عصبہ ہیں ... نزدیک ورثہ ہیں
یہ سب مفسرین اہل سنت ... بیان کرتے ہیں پس وارث کو طلب کیا واسطے ... اپنے ... موت کے خوف وراثت مال مدنظر ... اور وراثت نبوت میں ہرگز نہیں ہوتا ہے اس واسطے
کہ ... نبوت خدا تعالیٰ ... جو اسکے لائق ہوا اور جو کوئی اسکی لیاقت نہیں رکھتا اسکو ہرگز نہیں دیتا اور یہ بات ہرگز متصور نہیں ہو سکتی کہ حضرت زکریا
... خدا تعالیٰ ... نبوت ... استحقاق نبوت کا ... موت کا ہو اور خدا تعالیٰ اسکو ہی کرتا تو نبوت
... حضرت زکریا کا دعا کرنا لغو تھا ... حضرت زکریا کا خوف کرنا ... معلوم ہوا کہ مراد وراثت سے یہاں وراثت مال ہے کہ قریب میرے
اگر وارث ہو جائیں تو مال کو ... خوف تھا حضرت زکریا کو اس جہت سے دعا کی اور مراد آل یعقوب سے اولاد یعقوب ہے نہ ذات یعقوب اور یعقوب زکریا کے
بھائی کا نام تھا یا عمران بن ماثان کے بھائی کا نام تھا جیسا التفسیر بیضاوی میں لکھا ہے نہ حضرت یعقوب پیغمبر کہ جنکو دو ہزار برس کا عرصہ ہوا ... یہ تحقیق لکھ دیتا
اور عمران حضرت مریم کے باپ ... اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آل یعقوب سے مراد ذات یعقوب ہو ... ایجاد کر کے لکھ دیتا ہے اور پھر اس واہی بات کا
جواب دیتا ہے پس جس وقت کہ آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب نہ ہوئے تو جو کچھ اسنے بعد اسکے اسپر بنا کر کے لکھا ہے وہ سب باطل ہے **قال الشیخ الاشعری** اگر آل
یعقوب سے معنی تحقیقی مقصود ہوں اور اولاد یعقوب مراد ہو تو یہ معنی ہوں کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے وارث ہوں جو تعداد میں ... حضرت یحییٰ تمام
احیاء اور اموات کے ساتھ رشتہ و قرابت رکھتے ہوں جو موجب وراثت ہوئے ... بنی اسرائیل میں جو زندہ ہوں وہ لاجرم حضرت یحییٰ کے سامنے مر ہی جائیں تاکہ
وراثت جو حضرت زکریا ہی اور یرث من آل یعقوب اسپر دلالت کرتا ہے ظہور میں آوے یہ بات پہلی بات سے بھی کچھ بڑھ کر ... بجز اسکے کہ ان عبارات کے یہ معنی لینے کو دھینگا دھینگی اور
لتھڑ ... کہئے اور ... عالم کے تو تصور میں بات نہیں آ سکتی ... امور وجود میں آئیں ... کوئی نادان ... نامعقول تمنائیں کرے چہ جائیکہ حضرت زکریا انبیاء
کی تیزی ذہن اور سلامت عقل سب جانتے ہیں اور پھر باینہمہ کیا زیبا تھا کہ جناب باری تعالیٰ ایسی چیز بیہودہ باتوں کو اپنے ایسے کلام پاک میں نقل فرماتا کہ جسکی بلاغت و متانت کا شہرہ آسمان
سے زمین تک پہنچا غایت ما فی الباب کوئی بات کو بنا کر یوں بنا دے کہ من کل واحد من آل یعقوب اگر فرماتے تو یہ اعتراض ہو سکتا اور فقط من آل یعقوب سے تو سب بنی اسرائیل کے مال
کی وراثت لازم نہیں آتی اگر اہل انصاف سمجھتے ہیں کہ اگر یہ معنی ہوں کہ بنی اسرائیل میں سے ہر فرد بشر کے وارث ہوں یعنی ضرور نہیں ایک دو کی وراثت بھی کافی ہے تو اتنی بات تو یرثنی
میں موجود تھی اسقدر عبارت آرائی سے کیا حاصل ہوا معہذا ایسے مواقع میں بحکم محاورہ تمام افراد ہی مراد ہوتے ہیں **اقول** البتہ آل یعقوب سے مراد اولاد یعقوب ہے نہ حضرت یعقوب
لیکن آدمی کو چاہئے کہ دوسرے شخص کے مطلب کو دریافت کر لے تب ارادہ گفتگو کا کرے اور جو کچھ کہ دوسرا شخص کہتا ہے اسکو تو سمجھے نہیں اور اپنی طرف سے لتھڑ ہوں ہوں کرنے لگے یہ طریقہ گفتگو
کا نہیں ہے اور معنی صحیح اس آیت کے یہ ہیں کہ لفظ من آیت من آل یعقوب میں تبعیض ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے پروردگار میرے بخش تو مجھکو اپنے پاس سے ایک بیٹا کہ وارث ہو میرا اور
بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ چچا اسکا ہو یا ماموں اسکا یا خالہ یا پھوپھی اسکے اور سوائے اسکے جنکا کہ وارث ہو سکتا ہے نہ تمام بنی اسرائیل اسکو تو سب جانتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کل بنی اسرائیل کے

وارث نہیں ہوسکتی ایسی پوچ باتوں کے کہنے سے کیا فائدہ ہے اور یہ بھی خوب بات ہے کہ اپنی طرف سے ایک بات پوچ تو ایجاد کرکے تبعوں کی طرف منسوب کر دینا کہ شیعہ جسکے قائل نہیں ہیں اور پھر اُس
پوچ بات اپنی ساختہ اور پرداختہ پر اعتراض کرنے یہ اس شیخ نجدی کا ہی کام ہے اور عاقل تو ایسا کام نہیں کر سکتا اور اگر من کو تبعیضیہ کہئے بلکہ بیانیہ کہئے اور وراثت سے مراد وراثت
علم یا نبوت ہو جیسا کہ یہ شیخ کہتا ہے تو اس صورت میں بھی معنی یہ ہونگے کہ حضرت یحییٰ تمام بنی اسرائیل کے علم کے وارث ہوں و یہ بات نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بنی اسرائیل کا علم کیسا
تھا اگر بعضوں کا علم ہدایت کا تھا تو بعضوں کا علم گمراہی کا بھی تھا ایسی دعا حضرت زکریا ہرگز نکرتے کہ مجھکو ایسا فرزند عطا کر کہ سب بنی اسرائیل کے علم کا وارث ہو خواہ ہدایت کا
علم ہو خواہ ضلالت کا علم بلکہ من تبعیضیہ ہے اس صورت میں یہی مراد ہے یعنی عطا کر مجھکو ایسا فرزند کہ وہ وارث ہو بعض اولاد یعقوب کا کہ وہ انبیا علیہم السلام ہیں لیکن مراد وراثت
اس آیت میں وراثت مالی ہے نہ وراثت علمی چنانچہ ہم پہلے اسسے اہل سنت کی تفاسیر سے نقل کر چکے ہیں و خود آیت وراثت مالی پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ اسکے پہلے ہی وَاِنِّیْ خِفْتُ
الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ سو خوف موالی سے دال کا ہوتا ہے کہ وہ اسکو خورد و برد کریں خوف علم کا اور وراثت علم و نبوت مراد ہوتی او خوف احکام شرع کی تبدیل و خراب کر دینے کا ہوتا تو موالی کی
ذکر کی کیا خصوصیت تھی بلکہ کہتے کہ میں ان لوگوں کا خوف کرتا ہوں کہ جو اشرار ہیں خواہ موالی ہوں خواہ انکے غیر ہوں اور حسن بصری نے جو وراثت مالی مراد لی ہے اسی آیت سے استدلال کیا ہے
چنانچہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے اور کہتا ہے حسن بصری کہ اگر وراثت نبوت مراد ہوتی تو حضرت زکریا اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ نہ کہتے اور ہمیشہ علم نبوت کا بدون مال جناب باری
خزانہ میں مکلف نہیں ہے اور حضرت زکریا جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ موافق حکمت اور مصلحت کے کرے گا تو انسے محال معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف ایسا گمان کریں کہ نبوت ایسے شخص کو دیوے
جو کہ تبدیل احکام اور شرائع کرے اور وراثت علم و نبوت کسیطرح سے مراد نہیں ہو سکتی او مفصل دلیل تسکے ہم لکھ چکے اور جسوقت لفظ من سے من آل یعقوب میں مراد من تبعیضیہ ہوا تو جو
کچھ اس شیخ نے لکھا ہے وہ سب باطل ہے کیا اسواسطے کہ مراد بعض آل یعقوب ہے من بیانیہ نہیں جیسے ہم لکھ چکے تا کہ اعتراض ہو اور مراد لفظ من اگر بیانیہ ہو تو بھی مضائقہ نہیں
ہے اسواسطے کہ یعقوب حضرت زکریا کے بھائی کا نام تھا یہی تو ترکہ کا خوف تھا حضرت زکریا کو و حضرت یعقوب بن اسحاق مراد لینی جیسا کہ بعضی روایات اہل سنت میں آیا ہے نقل سے
ثابت ہے **قال الشیخ الاشعری** اللہ شیعوں کا اس آیت کو وراثت مالی پر محمول کرنے کو یہ نقض حدیث ما ترکنا صدقۃ حضرت ابوبکر صدیق اور یہ واسطے حضرت صدیق پر
طعن کرنا بعینہ ایسا قصہ ہے جیسے خدا و رسول پر طعن کرنا کہ فہم و فراست و خوش فہمی اس کو ہو تو جانو لو انکے وجہ کی عقل ہے تو نیک معنی ہی ہیں
ہوگی معنے حضرت زکریا نے مقام عاجزی لفظ فرمائی ہیں کہ تو واقف دوسرے نیکی میں فرزند کا وارث تو نیکی سیار اور افسوس یہ کہ آپ وارث ہوا تو اولاد
فرزند ہوتا ہے جو قابلیت وراثت رکھتا ہو اور اگر ذریت کے قید سے یہ غرض ہو کہ ایسے اوصاف میں یہ ہوا جو مانع وراثت ہوں مثلاً فرزند ہو اور قاتل ہو یا قاتل
کے وارث میت نہیں ہوتے تب بھی سی کچھ حاجت نہتھی اسلئے کہ اوصاف بد صفات کے وجود سے یہ معنی ہیں اولی ہی تو ایسا جو تیرا فرزند موافق رہا یہ احتمال ہے کہ
کی قید اسلئے بڑھائی کہ مبادا فرزند تو عطا ہو لیکن سامنے ہی مر جاوے تو یہ احتمال اسی کو رد ہے جو لوگ باللہ خداوند علیم کو فہیم سمجھتے ہیں عادت الفاظ و جو میں انی خفت الموالی سے
وراثی جس سے یہ بات نکلتی ہے مجھے یہ بعد کا اندیشہ ہے اس اندیشہ کے سبب طلب کیا ہوا سو اس عاجزی بات معاف ہو تو ولی ملے تو ایسا ملے جو بعد میرے تائب ہو
لفظ ولی کو اسے ہی کہتے ہیں جو ولیعہد و خلیفہ ہو اس مضمون کو حضرت زکریا نے یہ بیان کیا ہے **اقول** وراثت مالی شیعہ ہی نہیں کہتے ہیں بلکہ علماء اہل سنت بھی کہتے ہیں
جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے اور ہم نے بخوبی ثابت کر دیا ہے وراثت مالی کو اور وراثت علم و نبوت مطلق نہیں ہو سکتی اور وراثت و نبوت حدیث تمہاری مخالفت آیات کے اور اسیطرح ہونا
تیرے نزدیک تو ابن عباس اور ضحاک و حسن بصری اور شعبی وغیرہ علماء اہل سنت ہونگے جو وراثت مالی کے قائل ہیں وہ فہم و فراست و خوش فہمی سے بہرہ ہیں علماء کی نزدیک
اُنہوں نے وراثت مالی تجویز کی اور تجھ جاہل کو ان کی رای کے موافق نہ کہا اور شیعہ تو وہ کہتے ہیں کہ جو بیت سے ثابت ہے تیری طرح احتمالات و اہیہ نہیں پیدا کرتے اور ولی سے البتہ فرزند
مراد ہے اور ولی کی کہنے سے یہ نتیجہ ہرگز نکلا اور نہ یہ ہوتا ہے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فرزند پیدا ہوا اور لڑکپن ہی میں باپ کے جیتے جی مر جاتا ہے اسلئے حضرت زکریا نے یہ دعا کی کہ وہ وارث پیدا
ہووے کہ بعد میرے بھی وہ زندہ رہے اور جمیع صفات کی چیز آدمی کو مطلوب ہوتی ہے اور اسکے جی میں ہے اسی طرح موافق اپنی مرضی کی حاجت طلب کیا اور خدا تعالیٰ تو ہر ایک بات کے مافی الضمیر
کا عالم ہے اور جانتا ہے کہ اسکو ایسے صفات کا مطلوب ہے لیکن دعا میں سب اوصاف کا ذکر کیا چاہیئے اور اوصاف کا ذکر ہے اور اسنے دعا طلب کی ہے اور خدا تعالیٰ بھی اس کے مطابق
کے عطا کرے تو پھر تکرار نہیں کر سکتے اگر تکرار کریں تو خدا تعالیٰ فرمائے کہ تو نے ان اوصاف کا طلب کیا تھا حضرت یوسف نے کہا کہ **اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ** خدا تعالیٰ نے دعا
قبول کی اور قید خانہ میں بھجوا دیا جب تکلیف ہوئی قید خانہ میں تو اسکی شکایت کی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے تم سے عافیت کو کب طلب کیا تھا قید خانہ چاہا تھا قید خانہ دیا اور
بیضاوی میں لکھا ہے کہ یوسف کو اول عافیت طلب کرنی چاہیئے تھی اور خدا تعالیٰ کیا نہیں جانتا تھا کہ یوسف کے دل میں عافیت کو چاہتا ہے لیکن صرف قید خانہ کو چاہا تھا خدا تعالیٰ
نے قید خانہ دیدیا اور عافیت کو نہیں چاہا تھا عافیت نہ دی اور فرزند کا سامنے ہی مرجانا کیا ممکن نہیں ہے اُنہوں نے تو فرزند ہی طلب کیا تھا اور اگر فرزند موافق دعا کے پیدا ہو کر

انکے سے پہلے ہی مر جاتا تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا اور اسمیں نعوذ باللہ کہنے کی کیا بات ہی دعا موافق طلب کے مستجاب ہوتی ہی یا موافق اُسکے جو دل میں ہی اور خوف موالی کیواسطے اسی طرح کی دعا کرنی مناسب تھا کہ جسمیں اُس فرزند کی درازی عمر بھی ہو تاکہ باپ کے مال کو موالی تک پہنچنے دے اور خود ہی اُسکا مالک ہوجاوے اور حضرت زکریا کو جو خوف موالی کا تھا کہ ایسا نہو کہ میرا مال اُنکو جا پہنچے اسواسطے اُنہوں نے یہ دعا کی کہ ایسا فرزند عطا کر کہ جو اُسکو میرا مال پہنچے اور موالی کو نہ پہنچے یہ لفظ انکو کسیطرح سے نہیں ہو سکتا ہی اور بعد کے اندیشہ کیواسطے جیسا فرزند چاہئے تھا کہ پیدا ہو اور وارث بھی ہو ویسا ہی حضرت زکریا نے طلب کیا اَنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ کے مطابق جو دعا پہلے گزرا ہی اور اگر صرف ولیا کہتے اور یرثنی نہ کہتے تو اُسکے مطابق نہوتا اور ولی کو لفظ سے اول تو ولیعہد کے ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ولیعہد ہی مراد ہو تو کیا ولیعہد باپ کے سامنے نہیں مرتا ہی دیکھو مرزا شبو جو ولیعہد بہادر شاہ بادشاہ کے تھے اپنے باپ سے پہلے ہی مر گئے اور باپ کے وارث نہونے پائے کیا فائدہ ہوا ولیعہد بنے سے جب باپ سے پہلے ہی مر گئے اور میراث باپ کی لینے نہ پائے **قال الشیخ الاشعری** اور اِن سب خرابیوں سے قطع نظر کیجے وراثت مال کے نہونیکی ایک یہی وجہ بہت ہے کہ اس صورت میں حضرت زکریا کے منصب نبوت کو بٹا لگتا ہی مال کا اتنا خیال کہ جیتے جی تو تھا ہی مرنے کے بعد کا بھی ابھی سے بندوبست ہے اور وہ بھی اسقدر کہ خدا سے بھی کچھ شرم نہیں یہانتک کہ جناب باری ہی سے یہ التجا ہے کہ اسکے برتنے کے لیے فرزند عنایت کر یہ درجہ کی دنیا داروں اور محبان دنیا کا کام ہے نہ کہ انبیا کا اور انمیں سے بھی حضرت زکریا کا جو آزادگی اور وارستگی میں مشہور تھے مستغفر اللہ شیعہ بھی کسقدر بیہودہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ انبیا کو بھی نہیں چھوڑتے انبیا کی یہ لوگ کیا قدر جانیں اُنکی ہمت بلند کے سامنے تو تمام متاع دنیا مینگنی کے برابر ہی اسمیں سے پھر حضرت زکریا جیسے بے تعلق و ملک متعدد قلیل متاع دنیا کے لئے اسقدر کیا بندوبست کیتے اور وہ بنا کچھ کہ خدا تک نوبت پہنچی اور بھی اس اہتمام سے کہ اول تمام مراتب اپنے استحقاق کے جس سے خواہ مخواہ دعا قبول ہی کرنی پڑے بیان کیے جائیں من بعد تمہید مطلب سے تو بھی انی خفت الموالی جس سے اپنی کمال بیقراری اور بیتابی اور ضرورتِ فرزند ثابت ہو جاتا کہ کچھ توقف نہو سبحان اللہ نبی نہوئے دنیادار ہوئے اتنی دور کی تو انہیں ہی نہیں سوجھتی جنکے رگ و پے میں محبت دنیا رچی ہوئی ہی اور غضب رو زاسی بیان گیا ان میں سے ہیں علاوہ بریں حضرت زکریا کو یہ اندیشہ کہ انکے بنی اعمام اُنکے مال کو اُنکے بعد بیجا اور بیموقع صرف کرینگے تو اول تو یہ کہ یہ اندیشہ ہی بیجا کیونکہ نقل مشہور ہے آپ ہوئی جگ بیر لوں مرنے کے بعد کوئی سیاہ کرو یا سفید مردہ کو کیا اندیشہ بعد مردن کوئی مواخذہ کی صورت ہی نہیں اور پھر خدا سے عرض کرنیکی کیا ضرورت تھی اس اندیشہ کی تدبیر اور تدبیر ہے وہ عمدہ کہ صورت قبولیتِ عادہ بات ہرگز نہیں جو اُنکے ہاتھ میں موجود تھی یعنی اپنے ہاتھ سے تمام اموال خدا کی راہ میں لٹا جاتے جو اس خوف سے بھی نجات ہوجاتی اور ذریعہ یہ ترقی درجات آخرت بھی میسر آتا فرزند اگر نیک بھی ہوا اور اُس نے مال کو خدا کی راہ میں صرف بھی کیا تو مردہ کو کیا وہ مال اب فرزند کا ہوا تو ثواب دینے دلانے کا اسکو ہوگا باقی رہی یہ بات کہ مال کو ایک دفعہ لٹا دینے میں اندیشہ تھا کہ اگر بعد اتفاق حیات طویل باقی نکلی تو اپنا گزارہ مشکل ہی اسکی یہ صورت ہے کہ اگر کسی ایسی ہی بے صبری و اسباب کی پابندی تھی اور باوجود نبوت توکل کا شعار رکھا تو انبیا کو اُنکی موت کی اطلاع ہوجاتی ہی وقت اطلاع موت سب دیدی لاجاتی اور وارثان بد وضع کے لئے کچھ نہ چھوڑتے القصہ نظر بر وجوہ مذکورہ وھب لی من لدنک ولیا سے وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی **اقول** وراثت مال میں اہلسنت کے نزدیک کچھ خرابی نہیں ہے اگر خرابی ہی تو وراثت علم و نبوت میں ہے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں بلکہ وراثت علم بن سکتی ہی نہیں اور وراثت مال میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جو کچھ اس دورمیں لکھا ہے وہ احتمالات ہیں اور جو یہ لکھا تھا کہ اگر وراثت مالی مراد ہو تو حضرت زکریا کی نبوت کو بٹا لگتا ہی یہ ایک واہی سی بات ہی اگر کوئی یہ کہی کہ میرا کچھ مال میرے بعد باقی رہجائے تو وہ مصرف نیک میں صرف ہو اور بد چلن آدمی اُسپر قابو پاکر اُسکو مصرف بد میں اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے پائیں اور خدا سے درخواست کی اپنی اس آرزو کی تو اسمیں بٹا لگنے کی کونسی بات ہے اور دنیاداروں کی کونسی صورت ہے بلکہ یہ تو عین دینداری ہی کہ مال مصرف نیک میں صرف ہو اور حرام میں صرف ہونے سے محفوظ رہے اگر یہ امر خلاف شریعت ہوا اور غیر مرضی خدا ہوتا تو کہنا بجا تھا علاوہ اسکے مال کی بیجا ضائع کرنیکو حکم بھی نہیں آیا ہی بلکہ حکم یہ ہی کہ اپنی موقع پر صرف ہو اور اسمیں نبی اور غیر نبی سب برابر ہیں یہ بات ہرگز ہرگز دنیاداروں کی سی نہیں ہے اور ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک وغیرہ مفسرین اہل سنت جو وراثت مالی کے قائل ہیں چنانچہ تفسیر کبیر اور معالم التنزیل وغیرہ میں لکھا ہی اُنکو ان قباحتوں کی کیا خبر نتھی جو تو اپنی طرف سے ایسی باتیں ٹھہراتا ہی اور خیال نہیں کرتا کہ تمام مال کے بیجا خرچ کرنیکا کیوں نہو جسوقت کہ حضرت زکریا کی متعلقین جو کہ کسب کرنے سے قاصر ہوں اور عورتیں کہ جسکی سبب اُنکی مال میں سے روزی باقی ہیں علی الخصوص راضی کی حاصل میں سے تو وہ سب محروم رہجائیں اور اشرار اسکو خورد و برد کر جائیں اور پسماندوں کا خیال نہیں ہوتا ہی تو یہ وصیت کسواسطے مقرر ہوئی ہی اور مال کو مرنے سے پہلے ایک دفعہ ہی لٹا دینا بھی پسندیدہ نہیں ہی بلکہ اُسکا باقی رکھنا اس جہت سے کہ اُمین جو کہ کسب کرنے سے عاجز ہیں ہمیشہ روزی باقی رہیں یہ بہتر ہے اور اسیواسطے فرزند سعید طلب کیا کہ وہ اس مال کو ہمیشہ راہ خدا میں صرف کرتا رہے اور بے سہارے والونکو پہنچاتا رہے جیسا کہ میں پہنچاتا ہوں تو یہ موجب تضاعف حسنات کا ہی اور جو کچھ کہ موصی کی وصیت کے موافق محتاجوں کو علی الدوام پہنچتا رہی تو کیا وصیت کرنیوالے کو ثواب نہوگا کیا اُسکا ثواب بھی وارث ہی کو ہوگا یہ بات نہیں ہے بلکہ اُسکا ثواب وصیت کرنیوالے ہی کو ہوگا اس ارادہ سے مال کی باقی رکھنے میں کہ ہمیشہ عاجزوں کو پہنچتا رہی اور زیادہ ثواب ہے مال کی ایک دفعہ ہی لٹا دینے سے پس معلوم ہوا کہ وراثت سے مراد وراثت مالی ہی نہ وراثت علم و نبوت **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد میں بھی بحکم قرائن عقلیہ

ارادہ وراثت مال ممنوع ہے مگر شاید شیعوں کو یہ عذر ہو کہ یہاں عقل ہی نہ رہی تو البتہ یہ عذر معقول ہے خیر اگر شیعہ انصاف کریں تو اس قدر اور معروض ہے کہ باتفاق مورخین و اجماع اہل تواریخ حضرت داؤد کے انیس بیٹے تھے ایک حضرت سلیمان اور اٹھارہ اور پس سبھی وارث ہوتے اگر ہوتے حالانکہ بطور خصوصیت جناب باری تعالیٰ کا یوں فرمانا کہ حضرت داؤد کے حضرت سلیمان وارث ہوئے اسبات کو مقتضی ہے کہ حضرت داؤد کے وارث فقط حضرت سلیمان ہی تھے اور بھائیوں کی شرکت نہ تھی اور نیز یہ بھی محض ہی بات ہے کہ سب بیٹے باپ کے مال کے وارث ہوا کرتے ہیں اس بات کے بیان کرنے سے کیا حاصل نکلا جو جناب باری تعالیٰ نے اس قصہ کو یاد فرمایا ایسی لغو بیہودہ باتیں خداوند متین کے کلام میں نہیں ہو سکتیں علاوہ بریں ایسی بات کے بیان کرنے میں حسب تمام عالم بلکہ شریک ہوں کیا بزرگی نکلی جو خداوند کریم نے حضرت سلیمان کے فضائل و مناقب میں اسکو درج فرمایا اور بمقام تعریف میں چنانچہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے ذکر کیا القصہ بوجوہ مذکورہ یہاں بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی جب یہ دلائل واضحہ اس سے اطمینان ہوا کہ ہرچہ باد اباد وراثت مالی تو مراد نہیں تو یہ تردد رہا کہ پھر اور کونسی وراثت مراد ہوگی اسبات کے اطمینان کے لیے اول حضرات آئمہ کی طرف رجوع کیا اودھر سے یہ جواب ملا ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ ورث سلیمان یعنی بیشک حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے چنانچہ روایت امام جعفر صادق کے حوالہ سے امام المحدثین شیعہ حضرت کلینی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے سنیوں کی کتابوں میں ایسی ویسی باتیں ہوتیں تو شیعوں کے لئے گنجائش انکار بھی تھی بہرحال اس روایت سے عیاں ہے کہ آیہ و ورث سلیمان میں تو وراثت علمی اور وراثت منصب نبوت مراد ہے وراثت مالی مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم کو حضرت سلیمان سے کیا قرابت تھی جو اُسکے وسیلہ سے جو مال حضرت سلیمان کو حضرت داؤد کے ترکہ میں سے ملا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میراث میں ملتا علیٰ ہذا القیاس ملا تو کب ملا بجز اسکے کچھ نہیں کہ ایسی میراث جو حضرت داؤد سے حضرت سلیمان کو پہنچی اور حضرت سلیمان سے رسول اللہ صلعم کو پہنچی بجز میراث نبوت اور میراث علم کے اور کچھ نہیں **اقول** آیہ و ورث سلیمان میں بحکم قرائن عقلیہ و نقلیہ یہی ثابت ہے کہ مراد وراثت سے وراثت مالی ہے نہ وراثت علمی اور اگر اشعریہ لاشعوریہ بسبب نہ ہونے عقل کے نہ سمجھیں تو عذر انکا بجا ہے کہ وہ عقل سے معذور ہیں اور حضرت داؤد کے انیس فرزند ہونے پر ہرگز اجماع اہل تواریخ نہیں ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس مضمون کو طرف کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کے منسوب کیا اور دعویٰ اجماع کا اسپر نہیں کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ فی کتب الیہود والنصاریٰ ان بنی داؤد کانوا تسعۃ عشر و قال بعض المسلمین ایضاً یعنی کتب یہود و نصاریٰ میں مذکور ہے کہ فرزند داؤد کے انیس تھے اور بعضے مسلمانوں نے بھی یہی کہا ہے لیکن کتب یہود و نصاریٰ اور بعض مسلمین کا جو حوالہ دیا ہے اسکی صحت کی کیا دلیل ہے اور قرآن اسپر دلالت کرتا ہے کہ حضرت داؤد کے سوائے سلیمان کے اور کوئی فرزند نہ تھا چنانچہ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور کسی فرزند کی پیدائش کا ذکر نہ کیا اور اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے تو ہو سکتا ہے کہ بعد حضرت داؤد کے انمیں سے کوئی باقی نہ رہا ہو سوائے سلیمان کے اسیواسطے خداتعالیٰ نے حضرت سلیمان تنہا کی وراثت کا ذکر کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس شرع میں وراثت نبی کی خاص نبی ہی کیواسطے ہوتی ہو سوا کہ یہ قول اس سے زیادہ بعید نہیں ہے کہ پیغمبر کا کوئی وارث ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ابوبکر نے کہا نحن معاشر الانبیاء لا نورث اور سوای اسکے یہ ذکر کہ سلیمان کی وراثت کا ذکر اوروں کی عدم وراثت پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ بھی وارث ہوئے ہوں اور اگر ایسا ہی ہے کہ حضرت سلیمان کی وراثت کا ذکر اور فرزندوں کی نفی وراثت پر دلالت کرتا ہے تو چاہیے کہ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ اور فرزندوں کی عدم وجود پر دلالت کرے کہ اسمیں تو سوائے حضرت سلیمان کے کسیکی پیدائش کا ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ سوائے حضرت سلیمان کے اور کوئی فرزند حضرت داؤد کے تھا اسواسطے انکی ہی وراثت کا ذکر کیا یہ میں وجہ حضرت سلیمان تنہا کی ذکر کرنیکی وراثت میں و سوائے اسکے جب ذکر حضرت سلیمان تنہا کا واسطے اہتمام شان سلیمان کے بھی ہو سکتا ہے سوائے باقیوں کے اور روایت کافی کلینی کی جو بیان کی ہے یہ روایت اُس آیت کی تفسیر اور تاویل میں واقع نہیں ہوئی ہے اور غایت مافی الباب یہ ہے کہ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور لفظ میراث کا غیر اموال میں بھی نہیں بولا جاتا ہے سو اسکا کوئی منکر نہیں ہے اور کلام تو اسمیں ہے کہ لفظ میراث وقت اطلاق بدون قرینہ کے غیر میراث اموال میں مستعمل نہیں ہوتا اور روایت میں قرینہ میراث علمی کا موجود ہے اور آیت میں نہیں ہے اسیواسطے حضرت علی نے آیہ و ورث سلیمان داؤد اور آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب سے استدلال کیا جس وقت ابوبکر نے کہا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے اور کنز العمال میں لکھا ہے عن ابی جعفر قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثہا وجاء عباس بن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معہما علی فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فقال علی ورث سلیمان داؤد وقال زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب قال ابوبکر ہو ہکذا وانت واللہ تعلم مثل ما اعلم فقال علی ہذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا یعنی ابو جعفر روایت کرتے ہیں کہا آئیں فاطمہ طرف ابوبکر کی طلب کرتی تھیں میراث اپنی اور آیا عباس پسر عبد المطلب طلب کرتا تھا میراث اپنی اور آیا ہمراہ اُن دونوں کے علی پس کہا ابوبکر نے کہ کہا ہے رسول خدا صلعم نے نہیں میراث کئے جاتے ہیں ہم جو کچھ کہ چھوڑا ہے ہمنے وہ سو صدقہ ہے پس کہا علی نے کہ خدا فرماتا ہے و ورث سلیمان داؤد اور کہا زکریا نے یرثنی ویرث من آل یعقوب کہا ابوبکر نے کہ وہ اسی طرح ہے اور تو قسم ہے خدا کی جانتا ہے جیسا کہ میں جانتا ہوں پس کہا علی نے یہ کتاب خدا کی ... ناطق ہے پس خاموش ہوئے اور پھر گئے **قال الشیخ الاشعری** علاوہ ازیں خود کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق دونو اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جملہ ورث سے میراث علمی مراد ہے میراث مالی مراد نہیں چنانچہ ظاہر عربی داں پر پوشیدہ نہیں باینہمہ بندہ بھی ماقبل مابعد دونو کو لکھکر اطمینان کئے دیتا ہے کلام سابق تو یہ ہے

لقد آتینا داود و سلیمان علماً وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علیٰ کثیر من عبادہ المؤمنین جسکے جملہ ورث سلیمان سے ملکر یہ معنی ہوئی کہ یا ہمنے داود اور سلیمان کو ایک علم اور کہا ان دونوں نے شکر اس اللہ کا جس نے فضیلت دی ہمکو اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر اور وارث ہوئے سلیمان داود کے اور کلام لاحق یہ ہے وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر اور مجموعہ کے ملکر یہ معنی ہوئے کہ وارث ہوئے سلیمان داود کے اور کہا وہ لوگو ہمکو سکھائی ہے یعنی خدا نے گفتگو پرندوں کی فقط اب دیکھیے کہ جب جملہ ورث جملہ ولقد آتینا پر معطوف ہوا اور جملہ وقال ورث پر معطوف ہوا اور پھر ان دونوں تینوں معطوف اور معطوف علیہ کے ایک دوسرے پر معطوف ہونیکو لحاظ کریں تو در صورتیکہ جملہ وقال جملہ ورث پر معطوف ہو تو اس ارتباط سے آپ یہ بات نکلتی ہے کہ ورث میں وراثت علمی مراد ہے ورنہ بے علاقہ دو جملہ میں عطف کے کیا معنی جس نے مختصر معانی اور مطول کی بحث فصل و وصل کو دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر وراثت سے وراثت علمی مراد نہو بلکہ مالی ہو پھر عطف کے جواز کی کوئی صورت نہیں چہ جائیکہ موجب فصاحت و بلاغت ہو اور ظاہر بھی تو ہے اس صورت میں ان دونوں تینوں جملوں میں عطف کا ہونا بعینہ ایسا ہے کہ جیسا زاغ کے ساتھ طوطی کو ایک قفس میں بند کر دیجیے اور جملہ ورث جو امین اپنے ماقبل و مابعد کے داخل ہے اسکی یہ صورت ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں بیا دہیں بیچ کا لکھا ایسے غیر مربوط کلام دیوانوں کے ہوتے ہیں خداوند تعالیٰ شانہ کی شان رفیع سے یہ بات محال ہے کہ ایسی ناموزوں گفتگو کرے **اقول** کلام ربانی میں کلام سابق اور کلام لاحق ہرگز دلالت نہیں کرتی اس امر پر کہ جملہ ورث سے میراث علمی مراد ہے بلکہ اسمیں وراثت مطلق کا ذکر ہے اور مطلق بدون قرینہ کے وراثت مالی پر دلالت کریگا جو کہ معنی حقیقی ہیں اور پہلے جملہ میں تو خدا تعالیٰ فرما چکا تھا کہ ہمنے داود و سلیمان کو علم دیا ہے اور بعد اسکے داود سے وارث ہونے علم کے کیا معنی ہیں علم تو انکو حاصل تھا ایسا کلام پوچ خدا تعالیٰ کیطرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ورث میں وراثت علم مراد نہیں ہے البتہ اگر خدا تعالیٰ داود کی لفظ پر اقتصار اور بس کرتا اور سلیمان کی لفظ کا ذکر نہ کرتا اور کہتا کہ ولقد آتینا داود علماً اور بعد اسکے کہتا کہ وورث سلیمان تو اس صورت میں وراثت علمی مراد ہو سکتی تھی اور ایسے ہی مابعد کی آیت قال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر کا حال ہے کہ اس آیت میں لازم نہیں آتا ہے کہ آیہ ورث سلیمان داود میں بھی وراثت علمی مراد ہو سو اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے وراثت مال مراد ہو اور بعد اسکے حکایت قول سلیمان کی کہ جو متضمن تعلیم زبان طیر ہی کی ہو اور اس سے اشارہ ہو طرف اس امر کے کہ فضیلت علم اور مال دونو کی حضرت سلیمان کو حاصل تھی اور یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک لفظ سے جو مراد کہ معطوف میں ہو وہی معطوف علیہ میں ہو ورنہ عطف ہی جائز نہو اور مختصر معانی اور مطول میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جو تو کہتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معطوف کے معنے کچھ ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ اور نیز ہر دو جملوں کو اتحاد معنی لازم نہیں ہے بلکہ ایک ایسا لفظ ہو کہ اسکے دو معنی ہوں تو اسکے لفظ سے تو ایک معنی مراد لے سکتے ہیں اور اسکی طرف جو کوئی ضمیر پھریں تو اس سے دوسرے معنی مراد لے سکتے ہیں چہ جائیکہ معطوف و معطوف علیہ کہ انکو اتحاد فی المعنی لازم ہی نہیں ہے اور یہ عین محاورہ عرب ہے اور یہ کلام نہایت موزوں ہے اور دیوانوں کا سا کلام نہیں ہے دیوانہ تو ہے کہ جو معقول کو غیر معقول کہتا ہے اور اگر کوئی کہے کہ رایت عیناً و نعت علیناً تو اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ جو پہلے عین کے معنی ہیں وہی دوسرے عین کے بھی معنی ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ پہلے عین سے مراد آفتاب ہو اور دوسرے عین سے مراد زر ہو و صاحب بیضاوی نے ورث سلیمان کی تفسیر میں وراثت میں جیسے کہ علم کو لکھا ہے ایسے ہی ملک کو بھی لکھا ہے اور تردید کر کے لکھا ہے کہ وورث سلیمان داود النبوۃ او العلم او الملک اب فرمایئے کہ ملک کو مال کہیں گے یا نہیں اور حضرت سلیمان کے مال داود کے وارث ہونیکی بھی روایتیں بہت ہیں چنانچہ تفسیر بیضاوی میں آیہ اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد کی تفسیر میں جو کہ سورہ ص میں ہے لکھا ہے کہ انہ علیہ السلام غزا دمشق و نصیبین واصاب الف فرس وقیل اصابہا ابوہ من العمالقۃ فورثہا منہ یعنی اور روایت کی گئی کہ تحقیق اس سلیمان علیہ السلام نے جہاد کیا دمشق اور نصیبین پر اور پہنچا ہزار گھوڑوں کو اور کہا گیا ہے کہ پہنچا انکو باپ انکا عمالقہ سے پس وارث ہوا وہ سلیمان ان گھوڑوں کا اس داود سے اور کشاف میں بھی اسی آیت کے ذیل میں اور یہی تفسیر معالم التنزیل و بحر المعانی میں عبارت جو کہ بیضاوی میں لکھی ہے اور ربیع الابرار میں زمخشری نے لکھا ہے کہ وورث سلیمان من ابیہ الف فرس الخ یعنی اور وارث ہوا سلیمان باپ اپنے سے ہزار گھوڑوں کا اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ وہ گھوڑے موروثی تھے وراثت مالی حضرت سلیمان کی ثابت ہوئی اور روایت نحن معاشر الانبیاء لانورث وضع کی ہوئی ابوبکر کی باطل ہوئی **قال الشیخ الاشعری** ہاں اگر ایسے مواقع میں محاورات عرب میں لفظ وراثت نہ بولا کرتے تو فی الجملہ جائے تامل تھی مگر شیعوں کو شاید خبر نہو پر حافظان کلام ربانی کو معلوم ہے کہ محاورات ساکنان عرب تو درکنار خود کلام ربانی میں جو ارباب فصاحت و بلاغت کے نزدیک عرب زبان میں کوئی کتاب یا کوئی عبارت اسکے ہمسنگ تو کیا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتی بہت مواقع میں وراثت علمی مراد ہے یہانتک کہ وراثت مالی کا کوئی احتمال بھی نہیں ہو سکتا فرماتے ہیں ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا جسکا یہ مطلب ہے کہ پھر ہمنے وارث کیا کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جنکو چھانٹ لیا دوسری جا ارشاد ہے فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب اس سے بہی وہی وراثت کتاب یعنی علم کتاب مراد ہے مگر شاید خوش فہمان شیعہ کو یہاں احتمال ہو کہ کتاب بھی تو مال ہے اور شاید وراثت مالی ہی یہاں بھی ہو تو اس احتمال کی دفع کے لئے کاغذ کو سیاہ کرنا میں اپنی نسبی کا اندیشہ ہے مگر بلحاظ قدر فہم شیعہ ناچار کچھ اشارہ ضروری ہوا اسلئے معروض ہے کہ اول آیہ میں تو بعد عبادنا کے فمنہم ظالم لنفسہ اور دوسری آیت میں بعد کتاب کے یاخذون عرض ہذا الادنی ہے سو تفریع فمنہم سے تو یوں ظاہر ہے کہ عطاء کتاب کے بعد باعتبار عمل کے انکے تین حال ہوگئے کوئی ظالم ہا کوئی مقتصد کوئی

سو عمل علم پر متفرع ہو سکتی ہے نہ کہ اوراق اور جلد کتاب پر اور یاخذون کا الخ یہ مطلب ہے کہ انکو کتاب کیا ملی دنیا ہی کمانے لگے یعنی رشوت لیکر امراء کی مرضی کے موافق مسئلے غلط بتانے لگے چنانچہ قرینہ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اسبات پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ رشوت لیکر غلط مسائل بتانے بے علم کو نہیں ہو سکتے بہرحال اکثر مواضع میں لفظ وراثت سے وراثت علمی مراد ہے سو اس استبعاد کی بھی گنجایش نہیں کہ میراث کو علم سے کیا علاقہ **اقول** پہلے آدمی گفتگو کرنیکا سلیقہ پیدا کرلے اور دوسرے کے کلام کو سمجھ لے اسکے بعد گفتگو کرے اور بے سمجھے ہی یہاں وہاں کرنے لگے تو اس سے کیا فائدہ ہے تمام قول اسکا لغو ہے اور حقیقت میں اس نے بیفائدہ کاغذ ہی کو سیاہ کیا ہے ورنہ شیعوں کا تو دعوی ہی نہیں ہے شیعہ کب کہتے ہیں کہ وراثت کا استعمال علم میں نہیں ہوتا ہے تو انکا دعوی ہی نہیں ہے اور کیونکر ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بدیہی بات کا انکار کریں جو کہ کلام اللہ میں آ گئی ہو جیسا کہ تو بدیہی بات کا انکار کرتا ہے شیعوں کا تو دعوی یہ ہے کہ مطلق وراثت بدون قرینہ کے وراثت مالی میں مستعمل ہوتی ہے جو کہ معنی حقیقی اسکے ہیں اور اگر کوئی قرینہ علم کا یا اور کسی چیز کا پایا جائیگا تو اسمیں مستعمل ہوتی ہے اور یہ معنی ... مجازی ہیں اور اورثنا الکتاب میں قرینہ وراثت علمی کا موجود ہے اسواسطے معنی مجازی مراد ہونگے اور آیہ وورث سلیمان میں کوئی قرینہ نہیں ہے اور ما قبل اور ما بعد کی آیت میں وراثت علمی مراد لینی کو یہ لازم نہیں ہے کہ آیہ ورث سلیمان میں بھی وراثت علمی مراد ہو اکثر ہوتا ہے کہ معطوف کے کچھ معنی ہوتے ہیں اور معطوف علیہ کے کچھ معنی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے **قال الشیخ الاشعری** ہاں تا مدکسی عربی جوان عمامہ بند شیعہ کے جی میں یہ کھٹکے کہ وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہے [illegible] لغت کے معنی حقیقی چھوڑ کر بے ضرورت معنی مجازی لینے درست نہیں لیکن اگر یہ ضرورت ہوتی تو مضائقہ بھی نہ تھا اسلئے گزارش یہ ہے کہ معنی معروف وراثت کا معنے حقیقی ہونا اور علم میں مجازاً مستعمل ہونا ہے اول تو مسلم نہیں علم میں بھی مثل وراثت اپنے معنی حقیقی میں رہتی ہے الغرض وراثت کے معنی حقیقی دونو کو عام ہیں اور بظاہر اسکے معنی قائم مقام ہونیکے قریب ہیں بلکہ اگر معنی حاوی اور مسلط ہو جانے کے کہیے تو اور بھی انسب اور اولی ہے چنانچہ ظاہر ہو جائیگا پر بسبب کثرت استعمال کے عرف فقہا میں معنی معروف میں خاص ہو گیا ہے ورنہ حقیقت وراثت کا اطلاق وراثت علم و وراثت منصب وغیرہ پر ویسا ہے صحیح اور درست ہے جیسا کہ وراثت مال پر اور دلیل اسبات کی کہ معنی وراثت مال مجاز لفظ معروف ہو گیا ہے ورنہ اصلی معنی قریب قریب قائم مقام ہونے یا حاوی اور مسلط ہو جانے کی ہیں عام ہے کہ بطور معروف ہو یا بطور دیگر یہ ہے کہ بعض ایسے موقع میں کلام اللہ میں یہ الفاظ مستعمل ہوا ہے کہ وہاں وراثت علمی ہو سکے کیونکہ جو چیز میراث میں ملی ہے وہ مال ہے اور نہ میراث بطور معروف ہو سکے اسلئے کہ جن سے یہ میراث پہنچی ہے ان سے رشتہ داری تو درکنار قرابت دینی بھی نہ تھی بلکہ یہ مسلمان تو وہ کافر جنسے میراث بطور معروف پہنچتی بھی نہ پہنچتی ہاں اگر معنی قائم مقام ہونے اور نیابت منصب کے کہیے جاویں والعیاذ [illegible] واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربها التی بارکنا فیها جسکے معنی یہ ہیں اور وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو جو دبے ہوئے تھے مشرق اور مغرب زمین کا جس میں ہم نے برکت رکھی فقط اسمیں ان لوگوں سے جنکو زمین ملی وہ بنی اسرائیل تھے اور جن سے ملی وہ فرعون اور قوم فرعون تھی ان میں قرابت نسبی تو کیا ہوتی قرابت اسلام و ایمان بھی نہ تھی بلکہ یہ مسلمان تھے تو وہ کافر اگر بالفرض آپس میں ایسی رشتہ داری بھی ہوتی تب ظاہر یہ ہے کہ اس شریعت میں بھی مسلمانوں کو کافروں کی میراث نہ پہنچتی ہوگی بجز اسکے کہ میراث سے مراد قائم مقام ہونا اور وراثت منصب مراد ہو اور کوئی صورت نہیں ہے اس صورت میں وراثت علمی ہے جو بمعنی مجازی لیتے اور یوں کہتے کہ معنی حقیقی وراثت مالی ہے سب جانتے ہیں کہ وراثت میں جو چیز ملی وہ زمین ہے جو اصل مال ہے اور نہ یوں کہنے کی جگہ ہے کہ وراثت بمعنی معروف ہے **اقول** بیشک وراثت علمی وراثت مجازی ہے اور وراثت مالی وراثت حقیقی ہے اسواسطے کہ لغت اور شرع سے دونوں سے یہی ثابت ہے شرح میں لکھا ہے میراث لغت میں ہے کہ میراث مال کا ملک مردہ سے زندہ کو پہنچے شرع میں بھی میراث اسی معنی میں مستعمل ہے دیکھ لے فقہ کی کتابوں کو اور میراث کے یہ معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں کہ وہ چیز کہ علم مردہ کا کسیکو پہنچے اور اگر تو بدیہی بات کو تسلیم نہ کرے تو تیرے تسلیم نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے جو کہ منصف اور سمجھدار ہیں وہ تو تسلیم ہی کریں گے اور اگر تو خدا کا بھی انکار کرے تو اس کا کیا نقصان ہے دیکھ بیضاوی شکوہ حاشیہ کشاف میں آیہ یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وراثت انتقال کرنے اندوختہ کو مالک تیرے غیر تیرے سے بغیر عقد کے کہتے ہیں اور بعد اسکے کہتا ہے کہ اصل اندوختہ کو موروث اور میراث اور ارث اور تراث بولتے ہیں اور کہا جاتا ہے ورثت مالا عن زید و ورثت زیدا و ورث سلیمان داؤد وقال وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اب دیکھ تو وراثت کیا معنی لکھے ہیں اور علم میں بے قرینہ کے ہرگز وراثت اپنے معنی حقیقی پر مستعمل نہیں ہے اور نہ وہ معنی حقیقی میں اور نہ وہ بات قائم مقام ہونے اور حاوی اور مسلط ہونے کے معنی میں ہے اور نہ کسی اہل لغت اور نہ شرع نے اسکو لکھا ہے اور اگر ایسے معنی میں ہونیکا کہیں احتمال ہوگا تو وہ معنی بھی مجازی ہونگے کہ جو خلاف لغت کے ہیں اور لغت میں تو اسکے معنی زندہ کو مردہ کا مال پہنچنے کے ہی ہیں اور یہی معنی حقیقی ہیں اور جو استعمال فقہا کا ہے وہ بھی اسی سبب سے ہے اور وراثت کا اطلاق وراثت علم اور وراثت منصب پر ہرگز مثل اطلاق وراثت مال کے نہیں ہے اسواسطے کہ اول میں اطلاق مجازی ہے اور ثانی میں اطلاق حقیقی ہے اور بدیہی ہے جیسے کہ سوائے ان

معنی حقیقی لے جس معنی میں کہ وراثت کا لفظ مستعمل ہوگا وہ معنی مجازی ہونگے اور اپنے دعوی کی سند میں جو آیت لایا ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا اسمیں معنی حقیقی ہیں وراثت کے یعنی وراثت کا مال اسمیں ظاہر ہے اور کچھ تردد اس میں نہیں ہے اسواسطے کہ بعد ہلاک ہونے فرعونیوں کے بنی اسرائیل انکے سب مال کو مالک ہوئے زمین کے اور باغ کے اور مکان کے اور سوا اسکے سب چیزوں کے کہ مُردوں کا مال زندوں کو پہنچا یہی معنی لغت میں ہیں اور رشتہ داری کی قید نہیں ہے اگرچہ شرع میں لحاظ رشتہ کا ہے اور مسلمان کے مال کے واسطے اور کافر کے مال کے واسطے اور اس میں معنی حقیقی لغوی موجود ہیں اور اگر رشتہ نہیں ہے تو نہو اور مسلمان کا مال میراث میں البتہ کافر کو نہیں پہنچتا ہے اور یہ کہاں ہے کہ کافر کا مال وراثت میں مسلمان کو نہیں پہنچتا اپنی طرف سے جو چاہتا ہے سو لکھتا اور مراد مشارق و مغارب ارض سے زمین شام ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے سو اس سے کہ بنی اسرائیل وارث ہوئے اور قائم مقام ہونا اور حاوی اور مسلط ہونا وراثت کے معنے نہیں ہیں بلکہ وراثت کو لازم ہے کہ جب کوئی وارث ہوتا ہے تو اپنے مورث کے قائم مقام ہوتا ہے اور جائداد پر اسکے حاوی اور مسلط ہوتا ہے اور نہ اس جگہ وراثت علمی ہے اور نہ وراثت منصب بلکہ وراثت مالی ہے کہ بنی اسرائیل فرعونیوں کے اور عمالقہ کے مال کے مالک ہوئے بعد انکے مرنیکے **قال الشیخ الاشعری** علی ہذا القیاس اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ میں بھی یہی معنی ہیں کہ بیشک زمین اللہ کی ہے وارث کردے ہے جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اور آخر بھلا ڈرنیوالوں ہی کا ہے وہی وراثت بمعنی قائم مقام ہونے کے ہے الغرض ان مواقع میں تو وراثت ظاہر میں بمعنی قائم مقام ہونے کے ہے اور غور سے دیکھیے تو حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہے کیونکہ آیہ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا میں جبکہ یہ معنی ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں سے اُسکو جو پرہیزگار ہوگا فقط سوا حاوی اور مسلط ہوجانے کے اور معنی مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ یہاں قائم مقام ہونیکی بھی گنجائش نہیں اسلئے کہ جنت پہلے کسی اَور کے قبضہ میں کب تھی جو پرہیزگاروں کو اُنکے قائم مقام کیا اور جنت لوان سے چھین لیا اور مجازاً میراث حضرت آدم علیہ السلام کہئے تو قطع نظر اسکے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجازی کیوں لیجئے اسکا کیا جواب ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام تو جنت میں موجود ہونگے سو باپ کے ہوتے اولاد کے وارث ہونیکے کیا معنی بہرحال ایسے معنی عام جو تمام مواقع میں برابر صحیح ہوجائیں یہی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ وراثت سے حاوی ہوجانا اور مسلط ہوجانا مراد ہوا اور جب ایک معنی عام حقیقی بن سکیں جو سب مواقع میں صحیح ہوجائیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسکے قائل ہوں کہ بعض مواقع میں معنی حقیقی لیجئے اور بعض مواقع میں معنی مجازی کیونکہ جیسا بے ضرورت معنے حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی مراد لینے درست نہیں ایسا ہی بے ضرورت اس کا قائل ہونا کب درست ہے کہ ایک جا معنی حقیقی لیں اور ایک جا معنی مجازی ہاں اگر معنی عام کے حقیقی ہونیکی کوئی صورت نہو تو یوں ہی سہی معہذا قانون میراث لاریب قدیم ہے قانون شریعت ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت میں کچھ کچھ اسکے قواعد ہیں اگر یہ بات سوم بنا ہیں سے ہوتی تو تب یہ بات نہوتی تو اس صورت میں میراث مالی معنی شرعی ہوئے اور وضع لغت اصطلاح شریعت سے ہر قرن میں مقدم سمجھی جاتی ہے خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہو خواہ کسی اور نبی کا اور ظاہر ہے کہ اصطلاحات اقسام معنی حقیقی میں سے نہیں ہوتے بلکہ اقسام منقولات میں سے ہوتے ہیں تو لاجرم معنی حقیقی اور ہی ہونگے سو اگر وہ ہی ہوں جو میں عرض کئے تو فبہا ورنہ جو کچھ ہوں ہی ہی ہمارا تو اتنا مطلب ہے کہ وراثت بمعنی معروف معنی حقیقی نہیں معنی اصطلاحی ہے **اقول** اس آیت میں بھی معنی حقیقی یعنی وراثت مال مراد ہے اسواسطے کہ خداتعالی ایک شخص کو موت دیکر دوسرے کو اُسکا وارث کردیتا ہے جو کہ مستحق وراثت کا ہے اور مورث کے مال کا وارث کو مالک کردیتا ہے بعد موت [illegible] مراد ہے معنی حقیقی وراثت سے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ میں معنی مجازی مراد ہیں سو اسواسطے کہ اصل میں معنی وراثت کے یہ ہیں کہ انتقال مال مردہ کا طرف وارث کی اور وارث کو اُسکے مال کا مالک کردینا سو اس آیت میں وراثت کا لفظ مالک کردینے پر دلالت کردیتا ہے جو کچھ کہ جزو معنی ہیں اور کل معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جو بلحاظ انتقال مال کا بھی ہو سو یہاں اطلاق وراثت کا جزو معنی پر ہے کہ وہ مالک کردیتا ہے اور یہی مجاز ہے یعنی یہ وہ جنتیں ہیں کہ مالک کرینگے ہم اپنے بندوں میں سے اُسکو جو پرہیزگار ہوگا فقط اور اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ وراثت کا لفظ تملیک و استحقاق میں مستعمل ہوتا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ پرہیزگار آدمی وارث ہونگے دوزخیوں کے مکانوں کے جو کہ بہشت میں ہیں اگر اعمال نیک کرتے تو انہیں پہنچتے وہ مکان اُنکے خداتعالی متقیوں کو دیدیگا کہ وہ وارث اُنکے ہوجائینگے اور یہ معنی حقیقی معنی کے قریب ہیں کہ اس میں انتقال بھی ہے دوزخیوں سے طرف متقیوں کے اور دوزخی بمنزلہ مردوں کے ہیں اور جو کوئی مالک ہوگا وہ حاوی اور مسلط بھی ہوگا لیکن بعد مالک ہونیکے ورنہ حاوی اور مسلط تو بے ملک بھی ہوجاتا ہے قہر اور غلبہ سے اسواسطے مراد وراثت سے یہاں مالک ہونا ہے بطور اباحت کے اور قائم مقام ہونیکے معنی یہاں صحیح نہیں ہوسکتے ہیں اور حضرت آدم کی میراث بھی نہیں ہے اور جو معنی اسکے مناسب ہیں وہ ہم کہہ چکے اور اگر یہاں معنی حقیقی درست نہوسکیں گے تو معنی مجازی مراد ہونگے اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر مقام میں معنی حقیقی ہوتے ہیں اور معنی عام حاوی ہوجانا اور

مسلط ہونا وراثت کے معنی کسی نے نہیں لکھے ہیں بے سند ان معنی کا کیسے اعتبار کیا جائے نادر شاہ دہلی میں آکر حاوی اور مسلط ہوگیا اور محمد شاہ بادشاہ کو اُس نے
مغلوب کردیا تو چاہیئے کہ محمد شاہ کی زندگی ہی میں نادر شاہ کو کہنے لگیں کہ محمد شاہ کا وارث ہوگیا اور ایسا کوئی بھی نہ کہیگا اور معنی حقیقی تو وہ ہیں کہ اہل زبان نے وضع
کیئے ہیں بھلا معنی حقیقی کسی اور شخص کے بنانے سے بھی بن سکتے ہیں کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہندی آدمی عربی لفظ کے معنی اپنی طرف سے تجویز کریں اُسکے حقیقی معنی تو وہ ہی ہیں
جو واضع زبان عرب نے تجویز کئے ہیں اور مقامات مختلف ہوتے ہیں کہیں تو معنے حقیقی مراد ہوتے ہیں وہاں معنی مجازی کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور کسی مقام میں معنی حقیقی
نہیں بن سکتے وہاں معنی مجازی ہی مراد ہوتے ہیں لیکن اُسکے واسطے کوئی قرینہ بھی ہوتا ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے صحرا میں ایک شیر کو دیکھا کہ ایک گائے کو مار کر
اُسکا لہو پی گیا اور گوشت اُسکا کھا گیا تو یہاں شیر کے معنی حقیقی ہی مراد ہوں گے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے بازار میں ایک شیر کو دیکھا کہ وہ عطار کی دکان پر کھڑا ہوا دوائیں
خرید کرتا تھا تو یہاں معنی مجازی ہونگے اور مراد شیر سے کوئی آدمی ہوگا اور معنی عام ہونگے تو کوئی صورت نہیں ہے اسواسطے معنی میراث کے لغت میں اُس چیز کے لکھے ہیں
کہ جو مُردہ سے کسی کو پہنچے مال کی قسم میں سے اور یہ میراث کا وہ لفظ ہے کہ اُسکے معنی جو کہ لغت میں ہیں وہ ہی اصطلاح میں اہل شرع کے ہیں اصطلاح اور لغت میں کچھ
فرق نہیں ہے اور معنی حقیقی وہ ہی ہیں جو کہ لغت میں لکھے ہیں **قال الشیخ الاشعری** - اب سنئے اگر جو اصطلاح کے پھر اصطلاح بھی ایسی غالب نہیں کہ معنی
حقیقی پر ترجیح ہو کیونکہ کلام اللہ میں اکثر مواقع میں معنی اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا بہت سے کم ایسے مواقع ہیں کہ ظاہر وہاں معنی اصطلاحی کا احتمال ہو اور
تلاش کیجئے تو بجز اُن آیتوں کے جو متمسک شیعہ ہیں اور کوئی آیت نہ نکلی اور یہ ظاہر ہے کہ اُن آیتوں میں بھی احتمال ہی احتمال ہے اور پھر احتمال بھی ایسا کہ غور سے دیکھئے
تو وہ احتمال ہی محال ہے چنانچہ بخوبی واضح ہوچکا پھر کونسی ضرورت ہے کہ معنی حقیقی کو چھوڑ کر معنی منقول مراد لیتے ہاں اگر خدا تعالیٰ کی خود اصطلاح مقرر کی ہوئی
ہوتی اور مثل صوم صلوٰۃ معنی اصلی مراد ہی نہ ہوا کرتی تو ایک بات بھی تھی اس تقریر آخر سے متحقق ہو لیا کہ وراثت علمی اور وراثت بمعنی معروف دونو معنی مجازی ہیں یعنی معنی
غیر حقیقی ہے اور سلمنا کہ وراثت بمعنی معروف وراثت حقیقی ہے اور وراثت علمی وراثت مجازی لیکن مجاز متعارف اور [illegible] مشہور ہے [illegible] استعمالات قرآن میں یہانتک کہ
حقیقت معنی حقیقی کی برابری کرنے دینا چنانچہ دو آیتیں اس بات کی شاہد مذکور بھی ہوچکی ہیں ایک ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ دوسری فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اور ظاہر ہے کہ یہ دونو وراثت علمی پر بے تکلف دلالت کرتی ہیں کچھ تامل اور توقف کی نوبت نہیں پہنچتی اور یہی مجاز متعارف کے معنے
ہیں کہ ایسا مجاز حقیقت سے کم نہیں ہوتا جو یوں کہا جائے کہ بے ضرورت معنی مجازی مراد لینے درست نہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تب بھی بات ہاتھ سے کہیں نہیں
گئی اس لئے کہ اسمیں تو کسیکو کلام نہیں رہا جو قرآن کے معنے مجازی کے مراد لینے میں کچھ دشواری ہی نہیں بلکہ وقت قرائن [illegible] معنی حقیقی کا [illegible] دینا اور معنی مجازی کا
[illegible] مراد لینا ضرور ہو جاتا ہے نہیں تو معنی مجازی کے استعمال کی کوئی صورت ہی نہو سوا اول تو حدیث کلینی [illegible] معنی حقیقی [illegible] معنی مجازی
کے مراد لینے [illegible] کوئی علاوہ [illegible] عقلیہ اور نقلیہ مذکور ہو پھر اب بھی معنی مجازی [illegible] نہوں تو پھر اب [illegible] **اقول** [illegible]
معنی لغوی ہیں میراث کے وہ ہی اصطلاحی ہیں اور کلام اللہ میں بھی یہ معنی موجود ہیں اور کچھ [illegible] نہیں [illegible] جہاں [illegible] موقع ہو وہاں ہوں گے
اور سوائے آیات متمسکہ شیعہ اور جگہ بھی یہ معنی آئے ہیں چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالیٰ سورہ نساء میں کہ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ اور بعد اسکے فرماتا ہے وَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ اور آخر سورہ
میں فرماتا ہے وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ جہاں جہاں کہ وراثت کا ذکر تھا وہاں خدا تعالیٰ نے فرما دیا اور سارے قرآن میں کہیں [illegible] نہیں اور یہ جو آیہ يَرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ
يَعْقُوْبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ میں ہم کہتے ہیں کہ صرف احتمال ہی نہیں ہے بلکہ معنی کے واقع میں یہ ہی [illegible] ہم کہتے ہیں [illegible] احتمال کا [illegible] تمام ہے اور
جو احتمال کہ تونے نکالے تھے ہمنے اُن سب کو باطل کردیا ہے اور جو کہ اُن آیتوں میں ہم کہتے ہیں وہ ہی معنی حقیقی ہیں [illegible] معنی منقول [illegible] لغت اور
اصطلاح کا اتحاد ہے اور ہماری تحریر سے معلوم ہوگیا کہ وراثت علمی معنی مجازی ہیں اور وراثت مالی جسکا یہ معنی معروف لکھا ہے معنی حقیقی ہیں اور استعمال لفظ [illegible] مطلق کا علم میں
بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف اور مشہور نہیں ہے اور دونو آیتوں میں میراث کا مقید ہونا کتاب کے ساتھ صریح موجود ہے اور وہ قرینہ ہے کہ [illegible] وراثت علم [illegible] کلام [illegible] مطلق
میں ہے کہ جو بدون قرینہ کے ہو وہاں بیشک معنی حقیقی ہی مراد ہونگے اور مجاز معنی حقیقی کے برابر شہرت میں اُسوقت ہوتا ہے جسوقت اُسمیں کوئی قرینہ [illegible] الحقیقة ہو اور
یہی مجاز استعمال میں حقیقت سے کم ہوتا ہے جسمیں کوئی قرینہ پایا جائے اور یہ تو ہم نہیں کہتے ہیں کہ مجاز کہیں استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ جس جگہ قرینہ پایا جائیگا وہاں حقیقت
کو چھوڑ کر مجاز کا ہی استعمال کرینگے لیکن آیہ يَرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ اور آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ میں کوئی قرینہ نہیں ہے جسکے سبب سے وراثت علمی کہ وہ معنی مجازی ہیں مراد
لئے جائیں اور حدیث کلینی میں صریح قرینہ مجاز کا موجود ہے وہاں معنی حقیقی کیونکر مراد لئے جائینگے اور اس حدیث میں ہم معنی مجازی کا ہرگز انکار نہیں ہے ۰

قال الشیخ الاشعری اور بالفعل اور ایک ایسی دلیل ہے جس سے وراثت مالی کا آیت ورث میں بلکہ آیت وہب لی الخ میں بھی مراد نہونا اور وراثت علمی کا دونوں آیتوں میں مراد
ہونا بتصریح ثابت ہوجائے اور شیعوں کو بھی اُسکے انکار میں مجال دم زدن نہو ہمارے پاس موجود ہے یعنی سوائے روایت مذکور کے ایک دوسری روایت کلینی ہے جسکو شیعوں کو بھی برسر و چشم ہی
رکھنا پڑے اور در باب مطلب مذکور روایت سابق سے زیادہ کافی وافی ہے پیش نظر ہے بغرض دندان شکنی شیعہ اُس روایت کو زیب اوراق کرتا ہوں روی محمد بن یعقوب الرازی
فی الکافی عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام انہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا وفی نسخۃ لم یترکوا درھماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثھم
فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ بحظ وافر مطلب یہ ہے کہ محمد بن یعقوب رازی یعنی علامہ کلینی کافی میں ابو البختری کے واسطہ سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ بیشک علماء
انبیاء کے وارث ہیں اور یہ اس سبب سے ہے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں چھوڑا اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ میراث میں نہیں پایا کوئی درہم اور نہ کوئی دینار اُنہوں نے جو میراث میں چھوڑا ہے تو چند
باتیں ہیں اپنی باتوں میں سے چھوڑ گئی ہیں سو جس نے کچھ اُنکی باتوں میں سے لیا تو اُس نے بڑا ہی کامل حصہ لیا فقط اس روایت سے تصریح معلوم ہوگیا کہ انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں
ہوتا اُنکی علم کی البتہ علماء وارث ہوتے ہیں بعینہ یہی مطلب اُس حدیث کا ہے جو اہل سنت حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں اگر اُس روایت کو مولوی عمار علی صاحب اور
دیگر علماء شیعہ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ روایت بدرجہ اولی جھوٹی ہے مگر باین لحاظ کہ وہ روایت صدیق ہے تو یہ روایت صادق ہے اور جھوٹوں کو سچوں کی بات کب پسند آتی ہے اس روایت کو
جھوٹا بتلانے لگیں تو کیا عجب ہے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق سے بھی برگشتہ ہوجائیں اور کلینی کو بھی تبرا کر کے اُنکے کردار کو پہنچائیں لیکن اسبات میں اُنکو جب مشکل ہو
کہ دین سے غرض ہو اگر دین سے غرض ہو تو صدیق اکبر سے ہی کیوں بگاڑتے بہر حال وہ تسلیم کریں نکریں حضرت امام ہمام جعفر صادق کا قول ہمارے نزدیک صادق ہے اور اُنکی بات
ہمارے سر اور آنکھوں پر الحاصل بشہادت کلمہ انما جو باقرار شیعہ بھی مفید حصر ہے چنانچہ آیت انما ولیکم اللہ سے برعم خود اسی بھروسہ لڑتے ہیں یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء نے سوا علم اور علائق
کی کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی تو اس صورت میں لاجرم دونوں آیتوں میں میراث علمی ہی مراد ہوگی باقی شیعوں کو اس بات کا اختیار ہے کہ اُسی معنی حقیقی کہکے تعبیر کریں یا معنی
مجازی اُسکا نام رکھیں اگر معنی حقیقی کہیں تو فبہا اور نہ مجاز کہیں اور مجاز بھی مجاز متعارف تب بھی اُنہیں مرحبا اور اگر ہماری ضد میں مجاز غیر مشہور و غیر متعارف کے قائل
ہوں تب بھی کچھ اندیشہ نہیں چشم ما روشن دل ما شاد اس لئے کہ باوجود اسقدر ہجوم قرائن صارفہ کے جو در باب مراد نہونے وراثت مال مذکور ہوئی اور باوجود اسقدر کثرت وجوہ ارادہ وراثت
علمی کے جو مسطور ہوئیں اگر وراثت علمی مراد ہو تو گو وہ وراثت مجازی ہی سہی تب عین حق صواب ہے بلکہ اگر بالعکس ہو خطاء فاحش اور غلطی ہیں اور قواعد دلالت کی رو سے غیر جائز اقول
ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس سے وراثت مالی کہ آیہ وورث سلیمان میں اور آیت ہب لی میں مراد نہونا ثابت ہو اور وراثت علمی ثابت ہو اور روایت کلینی کی جو لکھی ہے اول تو یہ ہے کہ راوی
اُسکا ابو البختری ہے کہ جو سنی ہے اور ابو بکر کے مریدوں میں سے ہے چنانچہ ملا صدرا نے شرح کافی کلینی میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ابو البختری وھب بن وھب روی
عن ابی عبداللہ وکان کذابا عامیا الا ان لہ احادیث عن جعفر بن محمد کلھا لا یوثق بھا ولہ احادیث مع الرشید فی الکذب یعنی ابو البختری بن وہب نے روایت کی ہے ابو عبداللہ
علیہ السلام سے اور تھا وہ دروغ گو عامی مگر اُس کی پاس حدیثیں جعفر بن محمد کے تھیں کہ وہ کل قابل اعتماد کے نہیں اور اُسکے پاس حدیثیں تھیں ہمراہ رشید کے جھوٹ میں اور دوسرے یہ کہ
اس شیخ کا مطلب بھی اُس سے ثابت نہیں ہے اسواسطے کہ اُس میں ذکر علماء کی وراثت کا ہے نہ اُنکی غیر کی وراثت کا کہ علم میں علماء ہی وارث انبیاء کے ہوتے ہیں نہ غیر اُنکی اور نفی اُسمیں درہم اور
دینار کی وراثت کی ہے نہ زمین وغیرہ کی کہ انبیاء مورث درہم اور دینار کے نہیں ہوتی ہیں یہ کہ زمین کی بھی مورث نہوں اور سبب اسکا یہ ہے کہ درہم اور دینار کو جمع کرنا اُنکا مذموم ہے اور حسرت
پر دلالت کرتا ہے اُسکو بعد انبیاء علیہم السلام نہیں چھوڑتے ہیں تاکہ اُسکے مورث ہوں لیکن درہم و دینار کا مورث نہونا اسپر دلالت نہیں کرتا ہے کہ زمین وغیرہ کی بھی مورث نہوں اور ہمارا کلام
زمین میں ہے اور اُسکی نفی وراثت روایت میں مذکور نہیں ہے اور حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام واسطے علماء کے سوا علم کے چیز دیگر قسم درہم و دینار سے میراث نہیں چھوڑتے ہیں اور
کلمہ انما کا اگر حصر کے واسطے ہے لیکن وہ حصر واسطے علماء کی ہے اسواسطے کہ اُنکی ہی وراثت کا ذکر ہے اس صورت میں معنی اُسکے یہ ہونگے کہ نہیں وراثت کسی چیز کی بیچ انبیاء علیہم السلام علماء کے مگر احادیث کہ علماء جو وارث ہوتے
ہیں تو انکی احادیث کے وارث ہوتے ہیں اور چیز کا اور سوا علماء کی اور کسی کی وراثت کا ذکر نہیں ہے اول کو ضرہ کے قرینہ سے مسطور اس آیت کی شرح میں ایک وجہ ہمارے علماء نے لکھی ہے کہ جسکے سبب سے اس روایت پر کسی طرح سے اعتراض نہیں
ہوسکتا اور حصر بھی کلمہ انما میں حقیقی ہی باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ لم یورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہے اور ایسے ہی اورثوا کے بعد کہ جو علماء کی طرف راجع ہے اور محذوف ہونا ضمیر
مفعول کا کلام فصحاء عرب میں بلکہ کلام ربانی میں بہت آیا ہے جیسے کہ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اور مختصر معانی میں دو شعر حضرت علی کے لکھے ہیں الٰھی عبدک العاصی اتاک
مقرا بالذنوب وقد دعاک + فان تغفر فانت لذاک اھل وان تطرد فمن یرحم سواک اور جیسے کہ اصطفی کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہے ایسے ہی ان شعروں میں تغفر اور
تطرد اور یرحم کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہے اور یہی لم یورثوا اور اورثوا کا حال ہے کہ انکے بعد بھی ضمیر مفعول کی محذوف ہے اس صورت میں یہ روایت اسطرح سے ہوگی کہ ان العلماء ورثۃ
الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوھم درھماً ولا دیناراً وانما اورثوھم احادیث من احادیثھم یعنی تحقیق علماء وارث انبیاء علیہم السلام کے ہیں اور

یہ اس سبب سے کہ انبیاء نے میراث میں نہیں دیا ہے اُن علماء کو درہم کو اور نہ دینار کو اور سوائے اسکے نہیں کہ میراث میں دیا ہے انکو احادیث کو احادیث اپنی میں سے سو جس نے اُنکی باتوں میں سے
لیا تو حصہ پورا لیا اب معنی اس حدیث کے بہت درست ہو گئے کہ کسی طرح سے گنجائش اعتراض کی اس حدیث پر باقی نہ رہی اور اس حدیث میں اور روایت لا نورث ما ترکناہ
صدقۃ میں رات اور دن کا فرق معلوم ہو گیا اور حصر اضافی بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ آیۂ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ الخ میں ہے اور حالانکہ سوا اشیاء مذکورہ کے اور بہت چیزیں حرام ہیں
اور ایسا ہی اس روایت میں بھی کچھ بہ نسبت بعض کی ہے اور قرینہ بعض کے ہونیکا اسمیں موجود ہے اور آیۂ انما ولیکم اللہ میں کوئی قرینہ حصر اضافی کا نہیں ہے بلکہ وہاں حصر حقیقی مراد ہے اسواسطے
کہ ہماری کتابوں میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں کہ جو دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ ہر امام نے در وازہ ائمہ علیہم السلام میں سے اپنے اپنے زمانہ میں حالت رکوع میں سائل کو انگشتری
دی ہے اس صورت میں اگر مراد آیہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ میں حصر حقیقی ہوگی تو بھی کوئی اس حصر سے خارج نہوگا اور اس روایت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء مطلق مال کے مورث نہیں
ہوتے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ درہم اور دینار کے مورث نہیں ہوتے ہیں زمین اور سوائے اسکے اور اسباب اور آلات اور ثوب کے کہ جنکا میراث اہل بیت میں ہونا ثابت ہے اور روایت ابو بکر
میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے یہ روایت مثل اُس روایت کے کیونکر ہوگی کہ یہ روایت در صورت تسلیم جھوٹی نہیں ہے اور روایت ابو بکر کی جھوٹی ہے کہ اُسکو اہل بیت علیہم السلام نے
اور حضرت عباس نے تسلیم نہیں کیا ہے اور اس روایت کو ہمنے تسلیم کر لیا کیسے ہی ہو اور جواب اُسکا دیدیا اور اگر ہم مضمون صحیح بید البحرین تسلیم کرکے بلکہ جھوٹا ہی کہیں روایت کلینی
کو بسبب مخالف ہونے کتاب خدا کے اور روایت کرنے سنی کی تو ہمارا کیا نقصان ہے اور تم اگر روایت ما ترکناہ صدقۃ کو جھوٹا کہو تو ابو بکر کی خیر نہیں ہے اور اپنے مذہب سے ہاتھ اٹھاؤ اور ہم
امام جعفر صادق علیہ السلام سے برگشتہ کیونکر ہو سکتے ہیں کہ مدار ہمارے مذہب کا اُنکی روایتوں پر ہے اور جواب اُس روایت کا ہم دیچکے اور برگشتہ تو تم ہو کہ تمہاری اصول میں اُنکا اعتبار
ہے نہ فروع میں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہمکو برگشتہ ہونیکو تو کسواسطے کہتا ہے ہمکو اس روایت کا یقین ہی نہیں ہے کہ اُن حضرت نے ایسا فرمایا ہو اگر برگشتہ ہونیکو کہتا ہے
تو ابو البختری سے برگشتہ ہونیکو کہہ کہ جسنے یہ روایت کی ہے اور وہ تیرا بیر بھائی ہے اور دین سے غرض تمکو نہیں ہے کہ ابو بکر کے عیوب کی اصلاح میں دین اپنا کھوتے ہو اور اگر یہ روایت واقع
میں صحیح بھی ہو تو تیرا مطلب اُس سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ہم لکھ چکے ورانما جو کلمہ حصر کا ہے اُسکا جواب بھی ہم دے آئے ابتدا میں جا دیکھ لے اور آیت انما ولیکم اللہ میں جو کلمہ حصر ہے
اُسکا حال بھی ہم بیان کر چکے اور روایات ہرگز ثابت نہیں ہوئی اور روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑی بلکہ یہ ثابت ہے کہ علماء انبیا علیہم السلام کی سوائے احادیث کے اور کسی چیز کے وارث نہیں
ہوتی اور جب وہ ثابت نہوا تو دونوں آیتوں میں وراثت علمی مراد نہوگی کہ آیتوں میں مطلق وراثت کا ذکر ہے اور روایت میں قرینہ علم کا موجود ہے اسواسطے روایت میں وراثت علمی مراد ہے اور اگر مجاز متعارف بھی تسلیم کیا جائے اُس میں
بسبب قرینہ کے تو ہوا کرو اُس میں ہمارا کیا نقصان ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ بدون قرینہ کے معنے حقیقی مراد ہونگے ہمارا تو کلام اُن دونوں آیتوں میں ہے کہ اُن میں کوئی قرینہ
وراثت علمی کا نہیں ہے اور اگر اور آیتوں میں اور روایتوں میں قرینہ کے سبب سے مجازاً وراثت علمی مراد ہوگی مجاز متعارف ہی ہو تو ہمکو کیا ضرر ہے **قال الشیخ الاشعری**
بہرحال آیت وورث میں جیسے بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد ہونا ثابت اور متحقق ہو گیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی مراد ہے
علی ہذا القیاس جیسے قرائن و دلائل مسطورہ بالا سے یہ متیقن ہو گیا تھا کہ آیۂ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ میں وراثت مال مراد نہیں اب بشہادت روایت ثانی کلینی یہ
ثابت ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وراثت علمی مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے اور بعد ادائے شہادت اس روایت کے اسکی حاجت کچھ نہ رہی کہ کچھ قرائن اس بات کے بھی
ذکر کئے جاویں کہ آیت وہب لی میں بھی بدستور آیہ وورث وراثت علمی ہی مراد ہے کیونکہ روایت مذکورہ سے پیچھے کہ شیعوں کے ہاں معتبر ہے اور کونسی دلیل دندان شکن ہوگی اس روایت
کے ذکر کرنے میں شیعوں کی وہی مثال ہو گئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر **اقول** آیہ وورث سلیمان میں بقرائن و دلائل سابقہ وراثت مالی کا مراد ہونا ثابت
ہو گیا تھا ویسے ہی اب بوجوہ دلائل مذکورہ یہ بھی متحقق ہو گیا کہ وراثت علمی اس آیت میں مراد نہیں علی ہذا القیاس جیسے دلائل و قرائن مسطورہ سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ آیہ وَهَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ میں وراثت مال مراد ہے اب روایت کلینی سے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت مذکورہ میں وراثت علمی مراد نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے اور ہم اسکو ثابت کر آئے ہیں
اور اس روایت سے شہادت اس امر کی ہرگز نہیں ادا ہوئی کہ آیت وہب لی اور آیت وورث سلیمان میں وراثت علمی مراد ہو بلکہ وراثت مالی بدستور ثابت ہے اسواسطے کہ روایات
اہل سنت صاف صاف وراثت مالی پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم تفسیر کبیر اور تفسیر معالم التنزیل سے لکھ چکے ہیں کہ ابن عباس اور حسن بصری اور ضحاک اور شعبی وغیرہ
جو کہ مفسرین اہل سنت ہیں انکے نزدیک وراثت مالی مراد ہے اور بیضاوی اور کشاف و کنز العمال سے ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت سلیمان کو حضرت داؤد سے وراثت میں
گھوڑے پہنچے ان روایتوں کی بیان کرنے میں سنیوں کے کو ہی مثل ہو گئی جیسے کہا کرتے ہیں اُنہیں کی جوتی اُنہیں کا سر اور روایت کلینی جسکا راوی ایک سنی ناصبی ہے باوجود
اسکے پھر بھی اُس سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہو **قال الشیخ الاشعری** مگر نظر مزید تحقیق و خوشنودی اہل سنت و تشفی شیعہ کچھ قدر قلیل
اور بھی چھیڑ چھاڑ ہے اسلئے عرض ہے اگر لفظ ولی اور جملہ وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقرا کو جو آیت فہب لی من لدنک ولیا سے متصل ہی پہلے واقع ہے

بنظر غور دیکھا جائے تو بیاں ہو جائیگا کہ مقصد حضرت زکریا علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام فقط طلبگاری جانشین اور خواستگاری خلیفہ نیک آئین تھے اس دعا کے وقت جسکا اس
سورہ مریم میں قصہ مذکور ہے تمنا عطاء فرزند تھے کو کسی اور وقت میں ہی دعا مانگی ہو اسواسطے کہ لفظ ولی باتفاق اہل لغت بمعنی فرزند ہرگز نہیں آتا البتہ بمعنی ولیعہد اور
جانشین آتا ہے اور اسپر لفظ موالی من ورائی کا قرینہ خود اسی پر دلالت کرتا ہے کہ گو لفظ ولی مثل لفظ مولی بمعنی متعدد آتا ہے لیکن یہاں یہی معنی مراد ہیں کیونکہ موالی کے ساتھ لفظ من ورائی
جو لگا ہوا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ موالی سے معنی مذکور ہی مراد ہوں صحیح نہیں ہو سکتا اطمینان کیلئے ترجمہ مرقوم ہے اعنی اپنے بنی اعمام اور اپنے اقرباء سے اندیشہ ہے یعنی یہہ ڈر ہے کہ وہ لوگ منصب خلافت
نبوت کے لایق نہیں اگر وہ لوگ میرے جانشین ہوئے تو ان سے حمایت احکام خداوندی تو معلوم الٹی تبدیل اور تحریف کا کھٹکا ہے اور اپنی اولاد ہونیکی توقع نہیں جو یہی امید ہو کہ شاید
کوئی فرزند لایق فائق پیدا ہو جائے کیونکہ میری عورت بانجھ ہے اسلئے یہ عرض ہے کہ مجھے ایک ایسا جانشین عنایت فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو اور اسکو اپنی مرضی
موافق کر دے تو مطلب ظاہر ہے کہ سیاق میں موالی کے معنی بجز قائمان مقام اور خلفاء کے اور کچھہ نہیں ہو سکتی تو لاجرم ولی بھی جو اُس مادہ سے مشتق ہے بمعنی ولیعہد اور جانشین ہی ہو گا اور اگر بفرض محال
ولی بمعنی فرزند بھی ہو تو موالی بھی بمعنی فرزندان ہو گا اور ظاہر ہے کہ حضرت زکریا کے اول تو فرزند تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو پھر تمنا فرزند کس لئے تھی وراثت کے قابل سبھی فرزند ہوتے ہیں نیک ہوں یا بد باقی
رہا مضمون پسندیدہ الٰہی ہونیکا اگر بالفرض بفرض محال کوئی فرزند بد اطوار ہی تھا اور اسلئے دوسرے فرزند نیک کے طلبگاری تھی تو اُسی کے حق میں دعا کیوں فرمائی اور موالی کے لئے
جو دعا نفرمائی تو پھر وجہ ظاہر ہے تمام برادری بلکہ تمام کنبہ کے ساتھ آدمی کو ایسی نہیں ہوتی جو انکی خواہ مخواہ دعا ایسی تہ دل سے نکلی یہ معاملہ اگر ہوتا ہے تو اپنی ہی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے کہ اگر اُسکو
بد اطوار دیکھے تو خواہ مخواہ جی پر شبہ جائے اور اصلاح کی دعا بے اختیار دل سے نکلے سو یونہی ہی اتنا تو یقینا معلوم ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دعا کے وقت تک کوئی فرزند تھا نیک نہ بد
تو معلوم ہوا کہ موالی سے وہی لوگ مراد ہیں جو بظاہر اُنکے جانشین ہونیکا دھیان تھا ایسی جماعت بظاہر غیر ہی کی طلبگاری کی علت ہے کیونکہ حاصل معنی بظاہر یہ ہیں کہ میرے تو فرزند ہو ہی نہیں سکتا
اس لئے کوئی جانشین ہی سہی اور جب جانشین کوئی غیر ہو تو پھر وراثت مندرجہ آیت بجز وراثت علمی اور وراثت منصبی کے صحیح نہ ہوگی اور یہ بھی نہ سہی جب ولی بمعنی جانشین ہوا تو
وراثت وراثت علمی ہی مراد ہوگی وہ اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور یہہ دعا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ جیسے محبان دنیا اور اہل دنیا فرزند اور خلف رشید کے طلبگار ہوتے ہیں ایسی ہی ارباب علم و فضل
اور مرشدان صاحب کمال کو خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی تمنا ہوا کرتی ہے بلکہ ایسے لوگوں سے تمنا فرزند البتہ مستبعد ہے **اقول** یہ شیخ پہلے اس سے لکھہ چکا تھا اور اسیکا پھر اعادہ کیا
کہ جسکا جواب سنکر اہل سنت پشیمان اور شیعہ خوش ہوں اور عبث قرآن میں تحریف کرتا چلا جاتا ہے اور فضول اور بے فائدہ مضمون سے کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے کہ جو سنیوں کے
مذہب کے موافق ہو نہ شیعوں کے قلندروں کا سا کلام ہے کسینے ایک قلندر سے پوچھا کہ داڑھی کسواسطے منڈاتا ہے کہا کہ قرآن میں آیا ہے کلا سوف تعلمون یعنی اپنی کلہ صاف کرو ایسا ہی اسکا
کلام ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ حضرت زکریا کو تمنا عطاء فرزند نتھی یہہ لکھنا اسکا بالکل غلط ہے اور مخالف ہے تحریر جمیع مفسرین کے بلکہ تمنا اُنکو فرزند ہی کی تھی اور اسیواسطے دعا کی تھی اور جب
فرزند پیدا ہوگا تو وہ بعد مرنیکے جانشین بھی ہووے ہی گا لیکن دعا جانشین کے طلب کرنیکی نتھی بلکہ طلب فرزند ہی کی دعا تھی چنانچہ بیضاوی میں نداء خفیا کی تفسیر میں لکھا ہے لئلا یلام
علی طلب الولد فی ایان الکبر یعنی تاکہ ملامت کیا جائے طلب فرزند پر بیچ وقت بڑہاپے کے اس سے طلب فرزند معلوم ہوا اور ولم اکن بدعائك رب شقيا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وتنبیه علی ان المدعو
لہ وان لم یکن معتادا یعنی اور تنبیہ ہے اسپر کہ طلب کی گئی چیز اگرچہ نتھی باعتبار عادت کے اور عادت میں بوڑہے آدمیوں سے فرزند کا وجود میں آنا نہیں اور حاشیہ میں مدعو
مراد فرزند ہے اور ولیا کی تفسیر میں لکھا ہے من صلبی یعنی ولی مجھکو عطا کر میرے صلب سے اور بعد اسکے خدا تعالی فرماتا ہے یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمه يحيى یعنی
اے زکریا خوشخبری دیتے ہیں ہم تجھکو ایک لڑکے کی کہ نام اُسکا یحیی ہے اب دیکھو کہ برابر فرزند کا ذکر چلا آتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ تمنا عطاء فرزند کی نتھی اور اگر جانشین ہی طلب کرنا منظور
تھا تو جانشین تو ہر کوئی ہو سکتا ہے اگر وہ قابل جانشینی کے ہو اور پھر کیوں کہا کہ ولیا من صلبی جیسا کہ بیضاوی میں ہے اور یہہ کہا کہ سر میرا سفید ہو گیا ہے اور زوجہ میری
بانجھ ہے اور میں خود بڑہاپے سے سوکھہ گیا تو کیوں واسطے کہا کہ ایسی حالت میں میرے کیونکر فرزند پیدا ہو تو خدا تعالی نے فرمایا کہ ہو علی ہین وہ مجھہ پر آسان ہے کہ میں نے تجھکو پیدا کر دیا تھا جبکہ تو
کچھ کوئی چیز نتھا اب فرمائے کہ یہ فرزند کی خواستگاری کی دعا ہے یا کسی جانشین کی کہ میرے فرزند تو پیدا ہی نہ ہو گا بسبب بانجھ ہونے زوجہ کے کوئی جانشین ہی عطا کر دے کسیکے عقل میں
بھی یہ آتا ہے اور اگر جانشین طلب کرنا منظور تھا تو بہتیرے آدمی ہونگے کسیکو قابل پاکر جانشین کر دیا ہوتا اور اگر کوئی اس قابل نتھا تو سب اُمت کے اصلاح کی دعا کی ہوتی
اپنی قرابت والوں میں سے یہہ یوں کہیں کہ عقل تو اسکو اور تعجب ہے کہ حضرت زکریا کو تو اپنے مابعد کا یہ خیال ہوا کہ اصلاح اُمت کے واسطے اور اجراء احکام خدا کے واسطے خلیفہ اور جانشین طلب
کیا اور پیغمبر آخر الزمان کہ جنکے بعد کوئی پیغمبر ہو گا اور خود حضرت ہی جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہو گا تو پھر کوئی جانشین اور خلیفہ خدا تعالی سے طلب نکیا کہ جو اصلاح اُمت کے
کرتا رہتا اور احکام خدا کے جاری کرنے میں کبھی غلطی نکرتا اور دوسرونکی طرف ندیکھتا کہ یہ کچھ درستی کر دیں اُسکو بھی اُمت ہی کی رای پر چھوڑ دیا کہ جسکو چاہیں خلیفہ کر دیں کیا بات
ہو اگر ایسا ہی ہے تو حضرت زکریا کچھ پیغمبر آخر الزمان سے تو زیادہ نتھے اُنہوں نے بھی اپنے جانشین کو اُمت ہی کی رای پر چھوڑ دیا ہوتا جسکو چاہتے خلیفہ کرتے کیا ہی تو ایسی عاجزی سے

طلب جانشین کے واسطے کیوں دعا کرے پہلا خیال میں ہی آپ کے افضل المرسلین قیامت تک ہیگا اپنی جانشین کو خدا تعالی سے طلب نکری اور حضرت زکریا کہ جنکی امت کے
تہوڑے سے آدمی ہونگے اور چند روز کی نبوت تہی وہ اپنے بعد کے واسطے جانشین طلب کرے انّ ھذا لشئ عجیب اور لفظ ولی کے معنی اگرچہ لغت میں پسر کے نہیں لکھی ہیں لیکن ولی
کا لفظ شامل پسر کو بہی ہے اسواسطے کہ ولی اسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنیکے جسکا امر کسی کے نزدیک وریپوستہ ہو وہ ولی اسکا ہوتا ہے اور وہ وارث اسکا ہے چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ــ
آیۃ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا کی تفسیر میں لکہا ہے کہ لولیہ الذی یلی امرہ بعد وفاتہ وھو الوارث اور زیادہ وارث اور جس سے کہ نزدیک امر مرنیوالیکا ہوتا ہے پسر سے بڑہ کر اور کوئی
نہیں ہوتا ہے اسواسطے ولی سے مراد یہاں پسر ہی ہے اور نہ ولیعہد بہادر اور من ورائی کا قرینہ بہی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریا کہ پسر پیدا ہونا اپنے باپکا وارث ہو کر انکی
جائداد پر قابض ہوجاتے گا تا بنی اعمام وغیرہ انکی جائداد کو خورد برد نکرنے پائیں اور بیجا اور غیر مرضی خدا میں صرف نکرنے پائیں یہی اسکا مطلب ہے اور بہت صحیح اور درست ہے اور ترجمہ
جو اس آیت کا کیا ہے وہ صحیح نہیں کیا اول تو یہ کہ منصب خلافت کا کچہ خوف ہی نتہا اسلئے کہ بدون تخلیفہ ہوہی نہیں جاتا لوگوں کے کئے سے ہوتا ہے موافق مذہب اہل سنت جیسا کہ
ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ کر لیا پہر حضرت زکریا کو اسکی کیا فکر تہی بعد انکے لوگ خود کسیکو جانشین کر لیتے جو کہ تبدیل احکام کی ذکر کیا ابوبکر نے تبدیل احکام کئیے تہے جو وہ کرتا اور مولوی عبد العزیز
صاحب نے تحفہ کے باب امامت میں لکہا ہے کہ کسی پیغمبر نے خلیفہ اپنا مقرر نہیں کیا ہے بلکہ امت کی رائے پر چہوڑ دیا ہے تو کہاں سے کہتا ہے کہ حضرت زکریا نے خلیفہ اور جانشین طلب کیا تہا اور
جسوقت کہ وہ ولی عہد اور جانشین پیغمبر کا ہوا تو یا تو پیغمبر ہوگا یا غیر پیغمبر کہ بسبب وراثت علم پیغمبر کے مستجمع جمیع صفات حمیدہ اور فضائل پسندیدہ ہوگا پہر بعد اسکے رضیا ہونیکی دعا کرنی کیا
کہنا کہ واجعلہ رب رضیا کیا معنی رکہتی کہ بیغو اور بیفائدہ ہوجاتا ہے اور تبدیل احکام کے لئے خصوصیت بنی اعمام کی کیا ہے جو شریر ہوگا وہ بدلے گا ایسا کہنا چاہیے تہا کہ میں اشرار امت سے ڈرتا ہوں
اور اگر خدا تعالی کسیکو خلیفہ کردیتا تو کیا بنی اعمام وغیرہ تبدیل احکام نہیں کرسکتے تہے انکو کون مانع تہا اور کسنے فرمانبرداری کی حضرت زکریا اور یحیی کی یہانتک کہ ظالموں نے
دونوں باپ بیٹوں کو قتل کر ڈالا اور آخر جانشین طلب کیا تہا وہ کون تہا بیٹا تو حضرت زکریا کا نہا اسواسطے کہ تو لکہ چکا ہے کہ فرزند کے طلب کرینکی حاجت نہی اور خدا تعالی نے دی
تو وہ چیز دی کہ جسکی آرزو نتہی پہر دعا انکی کیونکر مستجاب ہوئی کہ انہوں نے فرزند کا غیر طلب کیا تہا نہ فرزند اور دیا خدا تعالی نے فرزند اور حالانکہ خدا تعالی فرزند ہی طلب کیا تہا نہ کوئی جانشین چنانچہ
سورہ آل عمران میں بہی خدا تعالی نے حضرت زکریا کی دعا کا ذکر کیا ہے اور اس دعا میں تصریح طلب اولاد کا کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ یعنی
اور بخش تو مجہکو اولاد پاکیزہ اور اگر خدا تعالی کسیکو پیغمبر کا جانشین کرے تو کیا وہ موافق مرضی خدا کے نہوگا جو اسکے کہنے کی احتیاج ہوئی کہ اپنی مرضی کے موافق ہی اسے کر اور موالی
کے معنی ہرگز قرابتمند کے نہیں ہیں اس مقام میں اور یہ کسینے نہیں لکہا ہے اور یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ حضرت زکریا کے دعا سے پہلے فرزند تہا فرزند ہوتا تو دعا کیوں کرتے اور جو لکہا
ہے کہ موالی کے لئے جو دعا نہ مانگی اسوجہ سے سبب غلط ہے دعا ہر ایک کے واسطے ہوسکتی ہے بلکہ موالی ہی کی اصلاح کی دعا کرنی چاہیے تہی اپنی جانشین ہونیکی دعا یہاں تہا یہ کہ موالی میں
تو خدا تعالی کسیکو بغیر حضرت زکریا کی دعا سے لائق جانشینی کے نہیں کر سکتا تہا اور انکی غیر کو کر سکتا تہا یہ ترجیح بلا مرجح کیونکر درست ہوا اور اسکی کیا وجہ ہے کہ غیر کی طلبگاری ہوا اور انکی طلبگاری
نہوا اور ہرگز ظاہر معنی کا یہ نہیں ہے کہ فرزند تو میسر نہیں ہوسکتا کوئی جانشین ہی سہی قرآن میں کیوں تحریف کرتا ہے کیا حضرت زکریا خدا کی قدرت کے منکر تہے جو ایسا گمان کرتے اور کہتے کہ
فرزند تو میسر ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ کہا کہ میں بوڑہا ہوں اور جورو میری بانجہ ہے فرزند میسر کیونکر ہوگا کہ خلاف عادت ہے خدا تعالی نے فرمایا کہ مجہپر یہ آسان ہے اور غیر جانشین کو نہ تو حضرت زکریا نے طلب
کیا نہ خدا تعالی نے کوئی غیر انکو دیا بلکہ فرزند طلب کیا تہا سو خدا تعالی نے فرزند عطا کیا اور فرزند کا طلب کرنا ہم مفصل پہلے اس سے ابتدا میں لکہ چکے ہیں اور جب فرزند کا طلب کرنا
ثابت ہوا اور وارث ہونیکے واسطے تو وراثت مالی مراد ہوگی اور جو کہا جانشین ہوگا آخر میں وہ فرزند ہی تہا نہ غیر فرزند اور ارباب علم و فضل کو طلب فرزند ممنوع نہیں ہے نہ مذموم ہے بلکہ حدیث
میں آیا ہے حضرت صلعم نے فرمایا کہ کثرت سے نکاح کرو تا امت میری بڑہے اور زیادہ ہو اور خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ فاتوا حرثکم انی شئتم کیا طلب اولاد کے لئے فرماتا ہے یا مزہ حاصل کرنیکے واسطے شاید
حضرت زکریا کی امت میں طلب اولاد کا حکم نہو اور تعجب ہے ارباب علم و فضل اور مرشدان صاحب کمال کی تمنا خلیفہ راشد اور جانشین کامل کی ہو اور رسول اللہ صلعم جو سب سے افضل تہے اور دین بہی انکا تا قیامت
تک تہا اور لوگوں کے گمراہ ہوجانیکا بہی مظنہ تہا وہ کوئی اپنا جانشین طلب نکرے اور لوگوں کی رائے پر چہوڑ دے کہ وہ جسکو چاہیں جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کر دیں قال
الشیخ الاشعری اور یہ جو بعض واقعہ میں حضرت زکریا کے دعا میں بجائے ولی لفظ ذریت ہے جو باتفاق معنی اولاد کلام اللہ میں منقول ہو تو اس سے یہ لازم نہیں کہ سورہ مریم میں بہی اس دعا سے اولاد ہی
مطلوب ہو اسلئے کہ مکرر سہ کرر دعا کا اتفاق ہوا ہو سورہ مریم میں جس دعا کا ذکر ہے اس ملک وقت تک بسبب اسکے کہ اولاد کی طرف سے مایوس تہے جانشین ہی کی تمنا ہو گو کچہ تو اس سبب سے
کہ مایوس کو اس ہی چیز کی تمنا ہوتی جسکی طرف سے مایوس نہیں تو مایوس ہی کیوں ہو خداوند کریم ارحم الراحمین قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے بوجہ خاطر داری حضرت زکریا سوا تمنا پوری
کردی کچہ اس وجہ سے مد نظر رحمت و قدرت خداوندی عطا فرزند ہوا ہو کا سدعا کے بعد قبل قبولیت جب حضرت مریم کو دیکہا ہو کہ بے موسم خداوند کریم انکو میوہ بہنچاتا ہے تو انکو بہی امید ہوئی ہو کہ مجہکو بہی
فرزند عنایت ہوجاتا تو ایسے ارحم الراحمین قدیر کے رحمت و قدرت سے کیا بعید ہے اسلئے اسوقت خاص فرزند ہی کی دعا کی ہو اور خداوند مجیب الدعوات نے قبول فرمائی ہو بہرحال

گر دعاؤں کا اتفاق ہوا ہو اول بسبب نہونے سامان تولد کے فقط جانشین ہی کی دعا کی ہو بعد میں یوں سمجھ کر کہ سامان کی خدا کو ضرورت نہیں اسبات کی دعا کی ہو کہ جانشین بہی ملے تو فرزند ہی ملے لیکن جس آیت میں کلام ہے اُس آیت میں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ دعا فرزند ہی اُسمیں مقصود ہے اور باایں ہمہ جس جگہہ لفظ ذریت ہے وہاں بہی اگر اولاد معنوی یعنی خلیفہ راشد اور مرید کامل و شاگرد رشید مراد ہو تو کیا قباحت ہے آخر شاگردوں اور مریدوں کو فرزند بول ہی دیا کرتے ہیں **اقول** بے شک سورہ آل عمران میں اور سورہ مریم میں دونوں سورتوں میں ایک ہی مطلب ہے اور دونوں جگہہ طلب فرزند مراد ہے اور یہی مذہب سب مسلمانوں کا ہے مگر تو البتہ سب مسلمانوں کی مخالف کہتا ہے تبلا کہ سب مسلمانوں کا مذہب صحیح ہو یا تیرا قول واہی اور دونوں سورتوں میں خدا تعالی نے اُسی ایک قصہ طلب فرزند کو ذکر کیا ہے جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کا ایک قصہ کئی جگہہ قرآن میں ذکر کیا ہے اور وہ ہی ایک دعا تہی حضرت زکریا کی حضرت مریم کا حال دیکھ کر اور مکرر اور سہ کرر ہرگز وقوع میں نہیں آئی وہ دعا کہ جسکی شاہد ہیں تفسیریں مسلمانوں کی اور جو مضمون دعا کا سورہ آل عمران میں ہے وہ ہی سورہ مریم میں ہے مگر اُس میں ذریت کا لفظ فرمایا ہے اور اسمیں ولی کا کہ جو اپنے نطفہ سے ہو جیسا کہ تفسیروں میں لکھا ہے اور حضرت زکریا اولاد سے مایوس ہرگز نہ تھے مایوس تو ادنی مومن بہی نہیں ہوتا ہے رحمت خدا سے چہ جائیکہ پیغمبر اسواسطے کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ یعنی نہیں نا اُمید ہوتے ہیں رحمت خدا سے مگر قوم کفار کیا حضرت زکریا کو ہی تو نے کافروں میں سے مقرر کیا ہے البتہ اسقدر جانتے تھے وہ کہ موافق عادت کے نہیں ہے اس عمر میں اولاد کا ہونا لیکن جب حضرت مریم کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو جانا کہ قدرت خدا سے یہ بہی بعید نہیں ہے اور مایوس ہرگز نہ تھے اور مایوس اُسکو کہتے ہیں کہ بالکل اُمید منقطع ہو جاوے اور حضرت زکریا سے یہ بات بہت بعید تھی اور مایوس ہوتے تو دعا طلب فرزند کیوں کرتے آخر خدا کو قادر جانتے تھے تو دعا کی گو بے موسم میوے دیکھکر کی تھی اور وہ ایک ہی دعا تھی حضرت زکریا کی طلب فرزند کے دونوں سورتوں میں جو کہ خدا تعالی نے قبول فرمائی اور دعا کی مکرر ہونیکا کہیں ذکر نہیں ہے اور جو احتمالات واہیہ تو نے نکالے ہیں سب باطل ہیں سامان تولد کا ہونا اور سامان تولد کا نہونا اور سامان تولد کے خدا کو کیا ضرورت تہی اور یہ کیا کہ پہلے تو اُسکو نسمجہا اور بعد میں سمجہے پہلے کیا قدرت خدا کے معتقد نہ تھے اور جس آیت میں کلام ہے بیشک اُسمیں دعا طلب فرزند تہی جیسا کہ اہل سنت کی تفسیروں میں لکھا ہے اور اگر تو تسلیم نہیں کرتا ہے تو تو کون ہے اور کس شمار میں ہے کس شئے پر مدکہ بہا کیسی پہلے اپنا اعتبار پیدا کیجے اُسوقت ایسا کلمہ زبان سے نکالئے آپ بہی علماء غیر معتبرین کی ریس کرنے لگے آپکی بہی وہی نقل ہے کہ جیسے مینڈک کو مچھر کی چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ مینڈک نے کہا میرے تو ایک نعل جڑا دے مچھر نے کہا کہ مجھکو بہی یاد آبیٹھا دیکھو اوردیکھو الٹی بات کو کہتا ہے کہ ذریت سے مراد خلیفہ راشد اور مرید کامل ہے بہلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے خدا تعالی تو فرماتا کہ ہمنے تجہکو خوشخبری یحیی کی دی جو کہ حضرت زکریا کے فرزند تھے اور یہ کہتا ہے کہ مراد اُس سے مرید کامل ہو کیا خدا تعالی حضرت زکریا کی دعا کو نہ سمجہا تھا کہ اُنہوں نے طلب تو کیا کچھہ اور خدا نے دیا کچہہ اور حضرت زکریا نے جو کہا کہ ہم تو سن رسیدہ ہو گئے ہیں ہمارے لڑکا کیونکر پیدا ہو تو کیا وہ مرید ہے حضرت زکریا کی زوجہ کی شکم سے پیدا ہوتا جو ایسا کہا البتہ یہہ کہنا چاہیے کہ حضرت زکریا کے تو مرید طلب کئے تھے مگر خدا تعالی نے اُنکی دعا قبول نکی اور ایک فرزند کہ جسکی آرزو اور طلب نہ تہی وہ دیدیا جسکو چاہتے تھے اگرچہ فرزند عزیز تر ہے مگر موافق آرزو کی نتہا +

قال الشیخ الاشعری اور فرزند ناخلف کو کہا کرتے ہیں کہ یہ ہمارا نہیں ہے بلکہ خود خداوند کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بوجہ ناخلفی یوں کہا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں اور وجہ ایسی بیان فرمائی کہ یعنی بداطوار ہوا جس سے یوں معلوم ہو جاتا کہ جو نیک اطوار ہیں وہ سب بمنزلہ برادر اور فرزند ہیں بلکہ سورۂ ہود میں جو حضرت نوح کا قصہ مذکور ہے تو اُس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب متبعان نوح کو اہل نوح فرمایا جس سے ایک دفعہ تو یوں سمجہ میں آتا ہے کہ حضرت نوح کی کنبہ کے لوگ مراد ہیں اسلیے کہ حضرت نوح کو یہ حکم ہوا تھا کہ جب طوفان کی آمد ہو تم کشتی میں سب قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا چڑہا لیجو اور اپنی اہل کو چڑہا لیجو ظاہر ہے کہ جانوروں کے اور اہل و عیال کے چڑہانیکو تو فرمایا اور سوا اُنکے اور مسلمانوں کے چڑہانے کو نفرمایا اور یہ سب جانتے ہیں کہ خداوند کریم سے منجملہ محالات ہے کہ جانوروں کے بچاؤ کی تدبیر تو کی جائے اور مسلمانوں کے بچاؤ کا سامان نکیا جائے اس سے یوں معلوم تو ہے کہ سب مسلمانوں کو اہل و عیال نوح ہی میں شمار کیا ہے القصہ جب تبع اور مرید داخل اہل و عیال ہوئے اور فرزند ناخلف اہل و عیال سے خارج ہوئے تو ہو سکتا ہے کہ ذریت سے مرید اور تبع ہی مراد ہو چنانچہ عرب کے محاورات میں بہی زمرہ کے لوگوں کو آل اور ذریت کہہ دیا کرتے ہیں مگر انصاف یوں ہی ہے کہ سورۂ آل عمران میں جو دعا زکریا علیہ السلام میں لفظ ذریت واقع ہے تو وہاں اولاد ہی مراد ہے پر اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورۂ مریم میں بہی لفظ ولی سے اولاد ہی مراد ہو ہاں یہ ثابت ہو جائیگا کہ سوای اکیبار کے اسباب میں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا ہی نہیں کی تو ڈہکانے کی بات ہے پر مغائرت الفاظ یعنی یہاں وہ الفاظ کا ہونا اور وہاں اور یہ سب بات پر شاہد ہے کہ چند بار دعا کا اتفاق ہوا پھر کیا ضرور ہے کہ فرزند ہی پر محمول کیجیے البتہ اگر بجز فرزند کے مراد لینی معنی صحیح نہو سکیں تو ایک بات بہی ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالعکس ہے فرزند کو مراد لینے میں صحت معنی زائل ہو جاتی ہے تو عجب نہیں چنانچہ عرض ہو چکا کہ جملۂ كَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا اسیطرف مشیر ہے اور اگر یوں کہیے کہ اس سیاق سے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ غرض تھی کہ وجہ دعا معلوم ہو جائے اور اسبات کی ہاں یہ مرض کا اندیشہ نہیں کہ اولاد موجب فتنہ ہے اس جلالت قدر پر کیا مناسب تھا کہ ایسی تمنا نازیبا کو زبان پر لائے دوم جملۂ كَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا سے مثل جملۂ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا جو اپنی بڑہاپے پر بہی دلالت کرتا ہے اپنا عجز اور بے سرو سامانی ثابت ہو جائیگا تا کہ باعث جوش رحمت اور موجب حرکت قدرت ہو نہ یہ کہ بوجہ بے سرو سامانی وقطع امید مقصود ہے تو قطع نظر

اسکے کہ ہمنے جو معنی بیان کئے ان معنی سے عمدہ نہیں تو کم تو کسیطرح نہیں اور ہمکو لا نسلم کہنے کی اس سبب سے پھر بھی گنجائش ہے اسلئے تو بات ہاری ہی نہیں کہ ولی بمعنی فرزند تو ہو ہی
نہیں سکتا اگرچہ اسکا مصداق فرزند ہی کیوں نہو غرض بہرحال یہ لفظ بمعنی ولیعہد اور جانشین ہے اور جب بمعنی ولیعہد اور جانشین ہوا تو وراثت سے وہی وراثت مقصود ہوگی
جو ولیعہد اور جانشین کو سزاوار ہے تاکہ لفظ ولی کی اختیار کرنیکا بھی فائدہ معلوم ہو اور وہ ظاہر ہے کہ یہی وراثت منصب اور وراثت علم ہے نہ وراثت مالی بطور معروف جیسے بدلائل قرآنی
مرقوم بالا آیہ فہب لی الخ میں وراثت مالی کا مراد نہونا معلوم ہوچکا تھا اب بشہادت روایت کلینی و قرائن مذکورہ یہی متحقق ہوگیا کہ وراثت علمی اور وراثت منصب ہی منصوص ہے اور وہ خلجان
جو دربارۂ تخالف ہر دو آیہ مشار الیہا و حدیث ما ترکناہ صدقۃ ظاہر بینان حدیث کلام اللہ میں کھٹکتا تھا بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور بہر نہج اطمینان کامل ہوگئی کہ حدیث مذکور آیتوں
کی مخالف ہی نہیں جو اس وجہ سے اسکو غلط کہا جائے اور دشمنان صدیق اکبر کی وہی گو در صورت غلط ہونے حدیث مذکور کے بھی شیعوں کا اہل سنت پر کچھ دباؤ نہیں ہو سکتا چنانچہ بحوالہ اشارہ یوصیکم اللہ
اور ہدایت آیہ ما افاء اللہ مرقوم ہوچکا بلکہ الٹی شیعوں کو اپنی دین نظر آئے گی اس حدیث کی مصداق انکی حدیثیں بھی نکلیں اور نیز اب اسکی کسیطرح حاجت نہیں کہ جبتک اس حدیث کا مخالف ہونا
ثابت ہوگیا ویسی ہی قطع نظر مخالف ہونیکی فی حد ذاتہ اسکا صحیح ہونا بھی صحیح ہو جائے **اقول** فرزند ناخلف کو یہ کون کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اگر کہا تو اپنی زوجہ پر اس نے تہمت زنا
کی لگائی اور مستحق عذاب رہا اور دوسری زٹل سنیے کہ خدا تعالی پر بہتان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت نوح کے بیٹے کے حق میں خدا تعالی نے کہا نوح سے کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اب اپنے دین میں شیخ
کامل ہوگیا خدا پر تہمت کرکے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی نے یہ نہیں کہا ہے کہ اے نوح یہ تیرا بیٹا نہیں ہے بلکہ یہ کہا تھا کہ تیری اہل میں سے نہیں ہے یعنی مومنین میں سے نہیں ہے اور مومن اور
کافر میں جو ولایت منقطع ہو جاتی ہے تو کہ فرزند مومن کی اہل میں سے نہیں ہوتا ہے اسواسطے فرمایا کہ تیری اہل میں سے یعنے تیری دین والوں میں سے نہیں ہے اور سبب ہے کہ بعد اسکی اسکی علت کو بیان کیا
کہ انہ عمل غیر صالح اور یہ کہاں کہا ہے خدا نے کہ یہ تیرا بیٹا نہیں ہے اور مومنین اگرچہ بمنزلہ فرزند کے ہوتے ہیں لیکن جس وقت کوئی یہ کہے کہ الہی مجھکو فرزند عطا کر تو اس سے یہ مراد نہوگی کہ مجکو
مرید یا تابع بخشدے ورنہ کوئی اس سے ایسا سمجھیگا اور اگر خدا تعالی نے جو آیت میں فرمایا تو اہل نوح فرمایا ہے فرزندان نوح نہیں فرمایا ہے اور اہل تو آدمی کی ہمراہیوں کو کہتے ہیں لیکن ہمراہیوں
کو اولاد نہیں کہتے ہیں اور اگر سب مسلمانوں کو اہل نوح کہا تو اس سے کہا جاتا ہے اہل تو انکو تھے ہی کہ انکے دین پر وہ تھے لیکن فرزندان نوح انکو نہیں کہا ہے تاکہ مرید اور تبع پر اطلاق فرزند کا صادق
آوے اور ذریت سے مراد مرید اور تبع ہو جاوے اور عرب کے محاورات میں اگر بالفرض و تسلیم زمرہ کو کبھی آل اور ذریت بولتے ہیں تو موحدین کو بولتے ہونگے اور اگر کوئی مرید کو خدا تعالی سے طلب کرے
تو یہ ہرگز نہ کہیگا کہ الہی مجھکو اولاد اور ذریت بخشدے اگر ذریت کا لفظ کہیگا تو اس سے اولاد ہی مراد ہوگی نہ مرید اور خدا تعالی نے جو قرآن میں ذریت آدم اور ذریت نوح فرمایا ہے وہاں
اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور انصاف یہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ انصاف یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم کی اولاد ہی مراد ہے نہ مرید اور سوائے ایکبار کے حضرت
زکریا نے دعا ہی نہیں کی تھی وہ ہی ایک دعا ہے کہ جو حضرت مریم کے پاس بے موسم میوہ دیکھکر دعا کی تھی کہ خدا تعالی کی قدرت سے بعید نہیں ہے کہ مجکو بھی وقت خلاف عادت کے اولاد دیوے
اور بعض الفاظ میں دعاؤں کی مغایرت ہونی دلیل چندبار کی دعا کی نہیں ہو سکتی وہ ہی ایک قصہ حضرت موسی کا ہے کہ کئی جگہ قرآن میں مذکور ہے اور الفاظ میں اسکی مغایرت بھی ہے اور
ولی کو مفسروں نے فرزند پر محمول کیا ہے اور اسی امر کا قرینہ بھی ہے اور تمام مفسرین تیری طرح باؤلے نہیں جو صحت معنی اولاد کو چھوڑ کر جو کہ مرید کے مراد لینے میں ہیں وہ معنی غلط اختیار کرتے
اور مرقوم بھی ہوچکا ہے کہ [illegible] دلیل کی طرف [illegible] ہے اور حضرت زکریا کو کسی بات کا اندیشہ تھا دعا کا [illegible] لا موجب فتنہ بھی نہیں ہوتی ہے
انہوں نے تو اولاد طیبہ طلب کی تھی اور اپنا بڑھاپا اور زوجہ کا بانجھ ہونا جو حضرت زکریا نے بیان کیا تو اسواسطے کہ رحمت خدا جوش میں آئے نہ قطع امید کے واسطے لیکن تو پہلی اس سے
ہے کہ حضرت زکریا مایوس ہوگئے تھے اور قطع امید کر دی تھی رحمت خدا سے اور جس چیز پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہو اسکو لا نسلم نہیں کہہ سکتے اور اگر یوں ہی لا الہ الا اللہ کو بھی لا نسلم کہے
تو تیری زبان کس نے پکڑی ہے اور بیشک مراد ولی سے فرزند ہے اور جب فرزند مراد ہو تو وراثت مالی مراد ہوگی در انجام کو وہ فرزند ولیعہد اور جانشین بھی ہوگا میں طلب نبی کی
تھی اور وقت دعا کی ولیعہد ملحوظ تھی جیسا کہ آیہ فہب لی میں دلائل و قرائن مرقوم ہوچکا کہ وراثت مالی مراد ہے اور روایت کلینی سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ ان آیتوں میں بھی
وراثت علمی مراد ہے لہذا مخالفت روایت ما ترکناہ صدقۃ کے دونوں آیتوں سے ہنوز باقی ہے اور وہ مخالفت ہرگز دفع نہیں ہوئی اور اپنے دل میں جاہا طمانیت کر لیکن واقع میں وہ
مخالفت کہیں نہیں گئی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ کا غلط اور جھوٹ ہونا ثابت ہے پھر شیعوں کا دباؤ اہل سنت پر ہے اس مقدمہ میں کیونکر جائیگا چنانچہ آیہ
یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ کے ذکر میں مرقوم ہوچکا اور سنیوں کو اپنی دین نظر آئے کہ روایت ما ترکناہ صدقۃ مکذب آیات قرآنیہ ہیں اور شیعوں کی کتابوں میں کوئی روایت
مصدق اس روایت موضوعہ کی نہیں ہے اور جس روایت کا اس نے حوالہ دیا ہے اسکے معنی نہیں سمجھا اور اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کے مخالف قرآن ہونے میں
کچھ شک نہیں ہے وہ روایت ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی **قال الشیخ الاشعری** مگر بنظر اثبات و اظہار صدق صدیق اکبر کچھ اسباب میں بھی
رقم طرازی ضرور ہے اس لئے اول تو یہ معروض ہے کہ اس جگہ یہ عذر بیجا ہے کہ اس حدیث کا راوی ایک ہی شخص ہے کیونکہ یہ بات تو وہاں

دیکھی جاتی ہی کہ جہاں خود نہ سنا ہو اور درصورتیکہ کوئی شخص اپنے کانوں سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لی تو اُسکی لئے وہ اپنا ایک سننا لاکھوں کی خبر دینے سے زیادہ ہوگا کیونکہ راویوں کی کثرت کی جو روایت میں ضرورت ہوتی ہی تو اس لئے ہوتی ہی کہ جھوٹ ہونیکا وہم جاتا رہی اور جب اپنے کانوں سے سن لیا تو پھر جھوٹ کا احتمال ہی نہیں رہتا جو اُسکی رفع دفع کی ضرورت ہو بلکہ لاکھوں کے بیان سے گو یقین حاصل ہوجاے پر ایسی تسلی اور اسقدر اطمینان نہیں ہوتا جسقدر دیکھنے سے ہوتا ہی کلکتہ دلی لندن مکہ مدینہ کے ہونے میں گو ہمیں اس وجہ سے شبہ نہیں کہ ہزاروں لاکھوں بیان کرتے ہیں لیکن دیکھنے میں جو بات ہے وہ سننے میں نہیں اسلئے مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ جب دیکھنے کی چیزوں میں یہ حال ہی کہ اوروں کا کہا اگرچہ لاکھوں کہا کیوں نہوں اپنے دیکھنے کی برابر نہیں تو سننے کی باتوں میں بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ اوروں کی خبر اور روایت اگرچہ لاکھوں کہا کیوں نہوں اپنے کان کے سننے کی برابر نہیں ہوسکتا چنانچہ اظہر من الشمس ہے پھر جب ابوبکر صدیق اپنے کان سے ایک حکم سن چکے ہوں تو اُنپر یہ اعتراض کرنا کہ جس روایت پر اُنہوں نے عمل کیا بجز اُنکے اُسکا اور کوئی راوی نہیں علماء شیعہ کے کمال سلامت عقل اور خوبی فہم پر دلالت کرتا ہی اتنی بات تو ہر ادنی اعلے جانتا ہی کہ حدیث نبوی اُس شخص کے حق میں جس نے اپنے آپ بلاواسطے سنی ہو یقین بلکہ عین الیقین ہے اُس کو اُس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے کسی دوسرے سے سنے یا نہ سنے اس لئے اجماع اصولین شیعہ و سنی اس بات پر ہی کہ خبر کا متواتر و غیر متواتر اور واحد اور مشہور وغیرہ ہونا بہ نسبت انہیں لوگوں کے ہے جنہوں نے نبی کو نہ دیکھا اپنے آپ اُنکی بات سُنی بلکہ اوروں کے واسطے اُنکی باتیں سنی کہ نہ اُنکے حق میں جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بچشم خود دیکھا اور بگوش خود اُنکے کلام سنے ایسے لوگوں کے حق میں جنہوں نے پیغمبر صلعم کی بات اپنے کانوں سے سن لی ہی رسول اللہ صلعم کی حدیث متواتر سے بڑھکر ہی سو ابوبکر صدیق نے اپنے سننے کے موافق آپ عمل کیا تھا کسی دوسرے کی گردن پر تو جبر ہی نہیں کیا غرض یہ اعتراض تو بہر حال بیجا ہاں بے اعتقادی کی وجہ سے اُنکی بات کا اعتبار نکرو تو یہ دوسری بات ہی بلکہ اُسکو اعتراض سے کیا علاقہ معہذا کلموا الناس علے قدر عقولہم ہم اُسی راہ پر چلتے ہیں جس راہ شیعہ چلیں اگر کثرت راویوں ہی سے حدیث ہوتی ہی اپنے سننے سے نہیں ہوتی تو سنیے جیسے روایات کے غلط ہونیکی دو صورتوں میں ایک یہ کہ اُسکی راوی کذاب و مفتری ہوں دوسرے یہ کہ اُسکے معنی مخالف عقل یا معارض نقل صحیح ہوں ایسے ہی صحت روایات کی بھی یہی دو ہی صورتیں سمجھنی چاہئیں ایک تو یہ کہ اُسکے راوی صادق ثقہ دیندار ہوں دوسرے یہ کہ قرآن یا احادیث صحیحہ اُسکے معنوں کے موید ہوں اور عقل اُسکی مدلول کے مساعد ہو علی ہذا القیاس جیسے راویونکی قلت اور روایا صحیحہ کے مخالفت سے بقدر مخالفت اعتبار کی بھی قلت ہوتی ہی چنانچہ سب جانتے ہیں ایسی ہی کثرت روات و ناقلان اخبار اور موافقت اخبار و روایات صحیحہ سے بقدر موافقت اعتبار کو بھی ترقی اور زیادتی ہوتی ہی اس لئے دونوں قسم کی صحیحہ اور دونوں قسم کی وجوہ اعتبار کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی **اقول** صدق ابوبکر کا سننا کسی طرح سے ثابت نہیں ہوسکتا جو وقت کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے اُنکو کاذب سمجھا ہو بقول عمر چنانچہ صحیح مسلم میں ہے اور بیفائدہ اور فضول بحث کرکے کاغذ کو سیاہ کرتا ہی کبھی تو کہتا ہی کہ سنا ہوا مثل دیکھنے کے کب ہوتا ہی اور کہیں راویونکی کثرت اور قلت کی بحث کرتا چلا جاتا ہی اس سے تو ہم کو کچھ بحث ہی نہیں ہے بلکہ یہ روایت خود بنائی ہی اور جناب رسولخدا صلعم مخالف قرآن کے ایسا کیوں فرماتے اور اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہوتا تو حضرت فاطمہ اُسکے کہنے کو رد کیوں کرتیں اور اگر حضرت فاطمہ سے تمہارے زعم میں غلطی ہوئی تھی تو بعد اُسکے تو سمجھ جاتیں اور چھ مہینے جو زندہ رہیں اور تا دم واپسیں ابوبکر سے کلام نکیا اس عرصہ میں حضرت علی تو اُنکو سمجھاتے اور کہتے کہ خلیفہ رسول سچ کہتا ہی تم خفا مت ہو لیکن حضرت علی نے بھی اس روایت کو تسلیم نکیا اور پھر عمر کے زمانہ میں عمر سے دعوی میراث کا کیا پہلے تم رسولخدا صلعم سے اس روایت کا سننا ثابت کرلو اُسوقت کہو کہ ابوبکر نے اپنی سنے ہوئے پر عمل کیا اور اپنا سنا غیر سے سننے کی برابر نہیں ہوتا ہی سو ابوبکر نے اس روایت کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی نہیں ہے اور اپنی طرف سے روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے گلے پر چھری رکھی ہی اور اپنے سنے ہوئے پر عمل اُسوقت ایا جاتا ہی کہ جسوقت مظنہ بدگمانی اور تہمت کا نہو اور بے اعتقادی کی جہت سے یہ بات نہیں ہے بلکہ واقع میں ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی نہیں ہی چنانچہ ثابت ہے اور راویونکی تو قلت و کثرت سے یہاں کچھ بحث ہی نہیں ہے اور ابوبکر اُس روایت میں بیشک کاذب ہیں اور روایت اُنکی مخالف ہی قرآن کے اور ابوبکر اس روایت میں صادق نہیں ہیں اور نہ آیت قرآنی اُسکی صحت کے موید ہے اور جب قرآن ہی کے مخالف ہوئے تو وہ روایت ایسی کونسی ہوگی کہ جو اُسکی صحت کے موید ہوگی بلکہ جو روایت کہ اُسکی موید ہوگی وہ بھی کاذب ہی ہوگی **قال الشیخ الاشعری** راویونکی کثرت کا تو یہ حال ہی کہ ابوبکر ہی اسکے راوی نہیں کوئی دس بارہ راوی ہیں اور وہ بھی ایسے ایسے کہ اُنکی نانی آسمان و زمین نے بھی کہتے دیکھی سنی ہونگی اور یہ جو علماء شیعہ فرماتے ہیں اور مولوی عمار علی صاحب بھی اُسے ہی گاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک سے فقط ایسی روایت کو سنا کر جواب بتلایا کہ اُسکا راوی ایک آدمی کے سوا یعنی اپنے آپکے اور کوئی نتھا دروغ محض اور سراسر بہتان ہی اس لئے کہ اہل سنت کی کتابوں میں یہ حدیث بروایت زبیر بن العوام اور حذیفہ بن الیمان و ابو درداء و ابو ہریرہ و عباس و علی و عثمان و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عایشہ ام المومنین و عمر بن الخطاب و ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین صحیح و ثابت ہوئی ہی اگر حضرت عایشہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اسباب میں شیعونکو اعتبار نتھا تو حضرت علی اور حضرت حذیفہ وغیرہم نے کیا تقصیر کی ہی جو اُنکا بھی اعتبار جاتا رہا مگر شیعونکے نزدیک اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ حق کہہ گذرے اور وہ بھی ایسی مقدمہ میں جسمیں حق کہنے سے مدعیان محبت شیعیان پر عداوت کی بات ہیکی پڑی ہی مگر بنظر خیر خواہی شیعہ باتباع آیت کلا مند مولا علماء شیعہ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ سُنیونکی بدشگونی کے لئے اپنی ناک اپنے ہاتھ سے کیوں کاٹتے ہو یہ بھی خبر ہی کہ معصوم کے قول کے ماننے سے شیعہ پھر شیعہ نہیں رہتا بزعم خود کافر ہو جاتا ہی

ورنہ پس جبکہ حضرت علی کا اس روایت میں نام آگیا پھر توجیہ چاہیے یا نچاہیے اتنا ہی چاہیے علی ہذا القیاس حضرت حذیفہ کی بات سمجھنی کیونکہ اگر وہ معصوم نتھے تو در باب روایت معصوم ہی تھے اسواسطے کہ ملا عبد اللہ مشہدی نے اظہار الحق میں انہیں حضرت حذیفہ کے حق میں پیغمبر خدا صلعم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے ما حدثکم بحذیفۃ فصدقوہ یعنی جو کچھ حذیفہ تمسے کہا کرے اُسے سچ ہی سمجھو اور سچ ہی کہو اور کسیکو تامل ہو کہ اور یہوں تو یوں حضرت علی سکے راوی ہونگے تو انہیں تصدیق کے لئے اصح الکتب اہل سنت سے وہ حدیث ناظرین کے پیش نظر کرتا ہوں جس سے بالخصوص حضرت علی کا بنسبت اس حدیث کے راوی ہونا ثابت ہو جائے اخرج البخاری عن مالک بن اوس بن الحدثان النصری ان عمر بن الخطاب قال بمحضر من الصحابۃ فیہم علی والعباس وعثمان وعبد الرحمن بن عوف والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا اللہم نعم ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک قالوا اللہم نعم حاصل یہ ہے کہ امام بخاری نے مالک بن اوس بن الحدثان النصری کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ تحقیق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع میں جس میں حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی تھے یوں فرمایا کہ میں تمہیں اُس خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اُن سب نے کہا ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے پھر حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہا کہ میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں اور خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے اُن دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم خدا کے روبرو کہتے ہیں کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فقط **اقول** سوای ابوبکر کے کوئی اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کا راوی نہیں ہے یعنے ایک بھی راوی نہیں ہے چہ جائیکہ دس بارہ اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے ہرگز اُنہوں نے یہ روایت نہیں کی ہے اور علماء شیعہ اور مولوی عمار علی جنتمآب جو فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے یہ روایت سنا کر حضرت فاطمہ کو فدک ندیا اور اُس روایت کا راوی سوائے ابوبکر کے کوئی نہیں ہے یہ بات دروغ اور بہتان نہیں ہے بلکہ راست اور صحیح ہے اور کتب فریقین اسکی شاہد ہیں تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد منہ علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ اور ایسا ہی ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی اختلاف کیا میراث میں اُس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس نپایا نزدیک کسیکے اس امر سے علم کو پس کہا ابوبکر نے کہ سنا ہے میں نے رسول خدا صلعم کو فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑا ہے ہمنے وہ صدقہ ہے اور شرح مختصر الاصول عضدی میں جس جگہہ کہ بیان کیا ہے جواز تعبد کو خبر واحد کے ساتھ وہاں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ روایت ابوبکر سے ہے نہ اور کسی سے اور مولوی عبد العلی نے شرح مسلم میں یہی لکھا ہے اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں بھی لکھا ہے بخوف طوالت سب عبارتیں اُنکی کتابوں کی نقل نہیں کی اور امام غزالی نے منخول میں اور مولوی نظام الدین پدر مولوی عبد العلی نے صبح صادق شرح منار میں بھی لکھا ہے اور سوای اسکے بہت کتابوں میں لکھا ہے کہ سواء ابوبکر کے کوئی راوی اس روایت ما ترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے اور بخاری سے جو روایت لکھی ہے وہ روایت بناوٹی ہے بالکل جھوٹ اور ساختہ اور پرداختہ بنانیوالوں کی ہے اور کسی کا کیا ذکر خود بخاری کی روایت سے اُسکا کذب ظاہر ہو جائیگا اور تتمہ اُس روایت کا مناقض اللہم نعم کے ہے چنانچہ تتمہ اُس حکایت کا یہ ہے کہ کہا عمر نے پھر وفات پائی رسول خدا صلعم نے پس کہا ابوبکر نے کہ میں خلیفہ رسول اللہ صلعم کا ہوں اور قبضہ کیا اُسپر ابوبکر نے اور عمل کیا جس طرح سے کہ رسول خدا صلعم عمل کرتے تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف منہ کر کے کہا کہ تم اُسوقت ذکر کرتے ہو کہ ابوبکر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو اُسکے حق میں اور حال یہ ہے کہ قسم ہے خدا کی وہ سچا اور نیک اور تابع حق کے تھا یہ پچھلا فقرہ جو عمر نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ باعتقاد عمر حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر کو صادق اور نیک اور تابع حق نہیں جانتے تھے ورنہ اسکے کہنے کی کیا احتیاج تھی اور جن لوگوں کا نام لکھا ہے سوا علی اور عباس اور حذیفہ کے مثل زبیر اور ابوہریرہ اور عثمان اور عبد الرحمن اور سعد بن وقاص اور عائشہ اور ابوبکر اور عمر کے ہماری نزدیک کسیکی بنسبت قدر اور منزلت نہیں ہے مثل اور عوام الناس کے ہم اُنکو جانتے ہیں چہ جائیکہ ایسے ہوں کہ انکا ثانی زمین و آسمان نے ندیکھا ہو اور پھر امر واقعی یہ ہے کہ اُنہوں نے ہرگز ایسا بیان نہیں کیا ہے علی الخصوص حضرت علی کہ کئی مرتبہ وہ اس روایت بکری کی تکذیب کر چکے ہیں اور ابوبکر کو جھوٹا اقرار دیچکے ہیں اور پہلے اس سے ہم لکھہ چکے ہیں کنز العمال وغیرہ سے کہ جسوقت ابوبکر نے حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ کے روبرو ما ترکناہ صدقۃ کو روایت کیا تو حضرت علی نے اسکے رد میں آیت وورث سلیمان داؤد اور آیت فہب لی من لدنک ولیا سے استدلال کیا اور روایت بکری کو کاذب جانا اور ہمیشہ ابوبکر کو بلکہ عمر کو بھی کاذب جانتے رہے اور دعوی میراث رسول خدا صلعم کا عمر کے زمانہ میں بھی کیا اور عمر نے کہا کہ تم دونوں مجھکو اور ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے ہو چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جسوقت عمر نے ان دونوں سے یہ کہا تو ان دونوں نے کچھہ عذر نکیا اور فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ علی اور عباس دونوں اس مقدمہ میں اپنے مخالف کو یعنی ابوبکر اور عمر کو ظالم جانتے تھے اور جمع الجوامع میں سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن جلندی نے رسول خدا صلعم کے پاس ہدیہ بھیجا اور اُن حضرت صلعم نے وفات

پائی تھی ابوبکر کے پاس وہ ہدیہ لیگیا حضرت علی کو دی اور کہا کہ یہ ہدیہ ابن حلبندی کا ہی کہ جو رسولخدا صلعم کیواسطے بھیجا ہے یہ فدک نہیں ہے تو کسواسطے لیتا ہی اور عسقلانی نے
لسان المیزان میں ترجمہ محمد عبداللہ میں لکھا ہے کہ واعظ بلخی نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ ایکروز فاطمہ زہرا گریہ اور بکا کرتی تہیں حضرت علی نے کہا کہ کیوں روتی ہو کیا
میں نے تمسے فدک کو چھین لیا ہے یا میں نے تمہارا حق غصب کیا ہے یا میں نے تمکو کوئی اذیت پہونچائی ہے پس کیونکر حضرت علی کو راوی اُس روایت موضوعہ کا کہا جائے اور جب علی نے
یہ روایت نہیں کی ہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے یہ روایت نہیں کی ہے اور نہ عمر نے کسی سے پوچھا ہے اُس روایت ماترکناہ صدقۃ کو اور عثمان کو جو راوی اس روایت کا لکھا ہے یہ بھی غلط
ہے اسواسطے کہ عثمان تو ازواج رسولخدا صلعم کی طرف سے وکیل ہو کر ثمن کا یعنی آٹھویں حصہ کا تقاضا کرنے گئے تھے عایشہ نے جواب میں کہا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسولخدا
صلعم نے فرمایا ہے لا نورث ماترکناہ صدقۃ چنانچہ صحیح بخاری میں لکھا ہے اگر یہ روایت راست ہوتی تو عثمان اُنکی وکالت کیوں قبول کرتے بلکہ کہتے کہ میں نے رسولخدا صلعم
سے سنا ہے کہ اُنکا مال کسیکو نہیں پہنچتا ہے اور ازواج حضرت سے اختصاص رکھتی تہیں اُنہوں نے بھی اس روایت کو نہ سنا یہانتک کہ عثمان کو وکیل کیا اپنے حصہ کے طلب میں
اور اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو فدک کو مروان خاص کے جاگیر میں کیوں کر دیتے مال فقرا کو چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ عثمان نے فدک کو مروان کے جاگیر میں کر دیا تھا
اور باقی کے آدمیوں نے اگر درست فرض اللہم نعم کہا تو یہ سب ابوبکر اور عمر کے مریدوں میں سے تھے انکی روایتوں کا کیا اعتبار ہے لیکن سنا رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں ہے اور اگر یہ
روایت راست ہوتی تو جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا تھا اور ابوبکر نے اُنکے جواب میں ماترکناہ صدقۃ کہا تھا تو کوئی تو اُن آدمیوں میں سے اسکی شہادت ادا کرتا اور کہتا کہ
میں نے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہے لیکن کسی نے بھی اسوقت نکہا اُسوقت یہ جماعت کہاں گئی تھی یہانتک کہ حضرت فاطمہ غضبناک ہوئیں ابوبکر پر اور تمام عمر کلام نکیا کسی نے بھی نکہا کہ
اے دختر رسولخدا ابوبکر سچ کہتے ہیں تمہارے باپ نے ایسا ہی فرمایا تھا مگر کسیکی زبان سے نہ نکلا اور ابن ابی الحدید نے بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ بیان کیا ہے شرح نہج البلاغہ میں
کہ این کانت ہذہ الروایات ایام ابوبکر وما نقل ان احدا من ہؤلاء یوم خصومۃ فاطمۃ روی من ہذا شیئا یعنی کہاں تھیں یہ روایتیں زمانہ میں ابوبکر کے اور نہیں
نقل کی گئی ہے کہ تحقیق کسی نے ان لوگوں میں سے جن کے نام اس روایت میں لکھے ہیں روز نزاع فاطمہ و ابوبکر اسمیں سے کچھ بھی روایت کی ہو اسی جہت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت
موضوعہ ہے اور سراسر موضوعیت اس سے ٹپکتی ہے ایسی روایت موضوعہ کو شیعوں کے پیش کرنا کہ جسکو اہل سنت کی بھی علماء نے پسند نکیا ہو بڑی حماقت کی بات ہے اور حضرت علی کہ معصوم
ہیں اور حضرت حذیفہ کہ بڑے ثقہ ہیں اُنکے قول کو ہم البتہ بسر و چشم قبول کرتے ہیں لیکن اُنہوں نے تو ایسا فرمایا ہی نہیں ہے اُنکی طرف بدروغ منسوب کر دیا ہے چنانچہ اُس روایت کی
کذب سے ظاہر ہے اور ناک تو اپنی شیعوں کی ضد میں سنی ہی کاٹتے ہیں کہ ایسے ایسے بزرگوں کی طرف دروغ اور افترا کو منسوب کرتے ہیں خصوصاً حضرت علی کی طرف کہ جو اس دروغ
سے بمراحل دور پڑے ہیں اور اگر تم کوئی جھوٹ معصوم کی طرف منسوب کرو تو شیعہ اُس جھوٹی بات کو کیونکر تسلیم کریں کیسی باتیں جعل اور فریب کے لکھتا ہے کوئی جانے کہ حضرت
علی نے ایسا ہی فرمایا ہوگا اور حذیفہ کو اگر رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہے تو کیا عجب ہے حذیفہ تو بیشک راست گو ہیں لیکن جس نے کہ حذیفہ سے یہ روایت کی ہے وہ تو راست گو نہیں ہے
وہ بھی ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور صدق حذیفہ سے لازم نہیں آتا ہے کہ یہ روایت اُنہوں نے بیان بھی کی ہو اور ابوبکر بھی اس روایت میں راست گو ہوں پس جو روایت کہ بخاری
سے لکھی ہے اور حضرت علی کو بھی اُسکے راویوں میں سے لکھا ہے سب غلط ہے اور کوئی امر اُسکا پایہ اعتبار میں نہیں ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ اس روایت سے صاف
معلوم ہوگیا کہ حضرت علی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہ بھی یوں نہیں بقسم روایت کیا ہے سو اگر اس روایت کی تسلیم میں عذر تھا کہ اس حدیث کے ایک
ہی راوی ہیں خود ابوبکر صدیق اور جس حدیث کا کل ایک ہی راوی ہو اور پھر کلام اللہ کی بھی مخالف ہو تو اُس پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے
کلام اللہ کو چھوڑ کر ایک اپنی ہی روایت پر عمل کیا تو قطع نظر اسکی کہ جہاں علماء شیعہ مخالفت سمجھتے ہیں وہاں مخالفت نہیں موافقت ہے فقط اپنی سمجھ کا
قصور ہے چنانچہ ظاہر ہو چکا اور پھر قطع نظر اس سے کہ یہ ایک روایت اور زیادہ کی روایت کا فرق وہاں ہے جہاں اُس روایت کو ہر دو عنہ اپنے کانوں نہ سنا ہو اور در صورتیکہ اپنے
کانوں سن لیا ہو تو گو یہ سننے والا ایک ہی ہو پر لاکھوں کے بیان سے زیادہ ہے بفضلہ تعالی یہ عذر بھی مرتفع ہوگیا کیونکہ اس روایت کے اسقدر راوی ہیں کہ کمتر روایات کے اسقدر
راوی ہونگے اور پھر اُنمیں بھی اکثر وہ لوگ جو مبشر بالجنت ہیں اور پھر اُنمیں سے بھی ایک حضرت علی تو ایسے ہیں کہ اُن اکیلوں کی روایت لاکھوں کے برابر ہے خصوصاً شیعوں کے
نزدیک کہ اُنکے نزدیک اُنکی روایت کا غلط ہونا محال ہے چہ جائیکہ موکد بالقسم ہو بہر حال شیعوں کے طور پر تو اس روایت کے صحت و اس روایت کا اعتبار کلام اللہ کی صحت اور
اعتبار سے کم نہیں پھر ابوبکر صدیق سے کب ہو سکے ہے کہ ایسی روایت پر عمل نکریں اور اُسکا اعتبار نکریں اور اہل سنت کے طور پر خود ظاہر ہی ہے کہ اسکے سب راوی بڑے بڑے جلیل القدر
صحابی ہیں ایک کا کہنا بھی ہزاروں کے کہنے کی برابر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی اسدرجہ معتبر اور صحیح ہے کہ قطعیت میں کلام اللہ کی برابری کری ہے کیونکہ یہ جماعت کی جماعت جسکا
مذکور ہوا قطع نظر اسکے کہ ایک جماعت کثیر ہے اُنمیں ایک ایک ایسا ہے کہ اُسکا کہنا مفید یقین اور خبر متواتر کی برابری کرے چہ جائیکہ سب کے مجموعہ کو لحاظ کیجے **اقول** یہ روایت

جھوٹی ہی چنانچہ ہم ثابت کر آئے اور حضرت علی نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا قسم سے نسبے قسم اور ہم اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ سوا ابوبکر کے کوئی روایت لانورث کا راوی
نتھا اور بیشک یہ روایت مخالف کلام اللہ کی ہے اور ایسی روایت پر عمل کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور جو منصف ہوگا اسکو مخالف ہی سمجھیگا شیعو نکی سمجھ کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے چنانچہ
ظاہر ہو چکا اور ابوبکر نے ہرگز اس روایت کو اپنی کانوں سے نہیں سنا ہے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بلکہ خود بنالی ہے حضرت فاطمہ کے دعوی کے رد کرنیکو چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے
اور سوا ابوبکر کے کوئی اسکا راوی نہیں ہے اور صحیح بخاری میں جو چند لوگوں کے نام لکھے ہیں اُن لوگوں نے ہرگز روایت نہیں کی ہے اور نہ عمر بن خطاب نے اس روایت کو اُن لوگوں سے
پوچھا ہے ایک ناصبی نے یہ روایت بنا کر عمر کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ اُسنے فلانے اور فلانے سے پوچھا تو اُنہوں نے اس روایت کا اقرار کیا اور واقع میں اس طرح سے نہیں ہے اور وہ لوگ گو معتبر ہیں مجھے میں
اہل سنت کے نزدیک لیکن اس روایت کو اُنہوں نے روایت نہیں کیا ہے اور نہ حضرت علی نے روایت کیا ہے گو انکی اور روایت صحیحہ لاکھوں کی روایت کے برابر ہے اور شیعوں کے نزدیک
یہ روایت ایسی ہی جیسے انجیل میں تین خدا ہونیکی روایت ہے اور کلام اللہ سے اس جھوٹی روایت کو کیا نسبت ہے اور مثل کلام اللہ کے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا کہیں راست کی برابر بھی
دروغ کا اعتبار ہو سکتا ہے اور ابوبکر نے آخر یہ جھوٹی روایت بنا کر اُس پر عمل کیا ہے لعد اہل سنت کے نزدیک اگرچہ یہ لوگ جلیل القدر ہیں لیکن یہ روایت اُنہوں نے نہیں کی ہے کذب
اس روایت کا واضح ہو گیا ہے اور ضعیف ہی یہہ روایت نہیں ہے بلکہ ضعیف سے بھی مرتبہ میں کمتر ہے چہ جائیکہ قطعیت کیا راوی اسکا مالک بن اوس معصوم تھا جو اسکو قطع کہا جائے بلکہ تیرے
نزدیک تو معصوم سے بھی غلطی ہوتی ہے اور جماعت مذکورہ میں سے تو کسینے اسکو روایت ہی نہیں کیا مالک بن اوس نے روایت کیا ہے اور اُس جماعت کا نام لکھ دیا ہے اُس جماعت کو تو کسو اسطے
کہتا ہے کہ اُنہوں نے روایت کیا ہے **قال الشیخ الاشعری** القصہ بوجہ کثرت روات وصدق ودیانت راویان تو صحت و اعتبار حدیث ماترکناہ صدقۃ کا یہ حال ہے کہ اول تو اس روایت
کے اسقدر راوی ہیں کہ کتر روایات کے اسقدر راوی ہونگے اور پھر وہ بھی ایسے ایسے جلیل القدر صحابی اور اگر بوجہ موافقت آیات واحادیث دیکھئے تو آیات کا تو یہ حال ہے کہ خود آیت یوصیکم اللہ
ہے جسکے مخالفت کے بھروسہ علماء شیعہ بہت کودتے تھے اسکے موافق ہی مخالف نہیں چنانچہ اس طرح سے مرقوم ہو چکا ہے کہ ناظرین کو انشاء اللہ شبہ نہ رہیگا اور اگر کسیکو مخالفت معلوم ہوگی تو اسیے
عقل کے اندھوں سے یہ ڈر ہے کہ جن احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ اور صدقات کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اُن احادیث کو بدرجہ اولی آیہ انما الصدقات للفقراء والمساکین کے بھی مخالف
سمجھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسبات کا طعن کرنے لگیں کہ نعوذ باللہ خلاف کلام اللہ عمل کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا فقر وفاقہ مشہور معروف ہے اور تمنا یہ دعا کرنا کہ الٰہی
مجھکو جیتے جی اور مرتے دم تک مسکین ہی رکھ اور قیامت کو زمرہ مساکین ہی میں اُٹھائیو سب کو معلوم ہے اور جب آپ فقیر اور بلکہ فخر الفقراء والمساکین ہوئے تو آپکو زکوۃ وصدقات کا لینا
بدرجہ اولی درست ہوا اور یہی ظاہر ہے کہ آیہ انما الصدقات میں کوئی اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کا نہیں پایا بخلاف آیہ یوصیکم اللہ کے کہ اُسمیں خطاب امت کے ساتھ
مخصوص ہونا جو بقرینہ غائبہ صیغہ یوصی سمجھا جاتا ہے چنانچہ مرقوم ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم سے مخصوص ہونے پر شاہد کامل ہے اور جب با تفاق فریقین وہ احادیث جو زکوۃ
وصدقات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں انما الصدقات کے مخالف نہوئی بلکہ موافق ہوئی تو حدیث ماترکناہ صدقۃ بدرجہ اولی موافق ہوگی کیونکہ رسول اللہ
صلعم کا حکم میراث سے مخصوص ہونا سیاق سورۃ یعنی شروع سورۃ سے تو معلوم ہو ہی تھا چنانچہ مرقوم ہو چکا خود آیہ یوصیکم اللہ سے بھی مفہوم ومعلوم ہے تو یہی بخلاف آیہ انما الصدقات کے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکے حکم سے مخصوص ہونا اگر معلوم ہو تو بتکلف ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو انما الصدقات سے بفاصلہ چند آیہ مقدم ہے معلوم ہو کیونکہ حاصل اسکا یہ ہے کہ
بعض منافقین ہیں سے وہ لوگ ہیں کہ پیغمبر پر تجہیز زکوۃ بانٹنے میں طعن کرتے ہیں اگر انہیں بھی مل جائے تو راضی ہو جائیں ورنہ ملی تو غصہ میں بھر جائیں اس سے معلوم ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تقسیم زکوۃ تھا پھر جو انما الصدقات فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ حق فقرا اور مساکین ہے منافقین کے باپ کا اسمیں اجارہ نہیں القصہ جب رسول اللہ
صلعم کے منصب تقسیم اور فقراء ومساکین کے مصرف ہونے اور منافقین کے مستحق نہونے کو لحاظ کیا جاتا تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہیں اور ایسی بات ہے کہ
کوئی شخص کسی مسکین کو کچھ دیکر یوں کہے کہ اسکو مساکین پر تقسیم کر دینا اغنیاء کو نہ دینا تو گو وہ مسکین بھی جسکو وکیل تقسیم کیا ہے مسکین ہے لیکن بحکم شہادت فہم عرف وہ شخص اس حکم
سے خارج ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ میں اور آیت ماافاء اللہ میں فللرسول شمول کہنے کی ضرورت ہوئی القصہ آیہ انما الصدقات سے رسول اللہ صلعم
کا مخصوص ہونا فقط ایک آیت ومنہم من یلمزک فی الصدقات سے جو جملہ منفصل اور قرینہ خارجی ہے بدقت وتکلف سمجھ میں آتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ سے آپکا خصوص ہونا بے تکلف قرینہ
داخلی خارجی دونوں سے سمجھ میں آتا ہے تو اگر وہ احادیث جنسے رسول اللہ صلعم پر زکوۃ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے آیہ انما الصدقات کے مخالف نہیں موافق ہیں تو حدیث ماترکناہ صدقۃ آیہ
یوصیکم اللہ سے زیادہ تر موافق ہوگی علی ہذا القیاس آیہ وورث سلیمان داؤد اور آیہ فہب لی من لدنک سے بھی حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ مخالف نہیں موافق ہے کیونکہ ان آیات میں
میراث علمی اور میراث منصبی مراد ہے میراث مالی مراد نہیں چنانچہ بدلائل واضحہ واضح ہو گیا اور حدیث ماترکناہ صدقۃ میں میراث مالی مراد ہے میراث علمی مراد نہیں باقی رہی احادیث
سے موافقت سو اسکا حال یہ ہے کہ اہل سنت کی نزدیک تو یہ حدیث ماترکناہ صدقۃ اس درجہ کو صحیح ہے کہ اسکی صحت کے دریافت کرنے کیلئے کسی اور صحیح حدیث کی موافقت کی ضرورت نہیں

بلکہ اور حدیثوں کی صحت کی میزان اور معیار اسکو کہنا زیبا ہی باینہمہ یہی حدیث کئی طریقوں سے یعنی سندوں سے مروی ہی اور وہ سب کی سب صحیح ہیں اور یہی معنی ہیں حاذؔ
صحیحہ کے موافق ہونیکی کیونکہ حدیث کی صحت باعتبار سند صحت کے ہوتی ہی اور حدیث کا تعدد باعتبار تعدد سند کی ہوتا ہے اگر متن یعنی ایک عبارت کئی سندوں سے مروی ہو تو اس
حدیث کو بھی ایک حدیث نہیں کہتے ہیں اسکی تعداد مقدار تعداد اسانید کی ہوگی اور جب ایک حدیث نہوئی بلکہ متعدد ہوئی تو بایں وجہ کہ متن ایک ہی ہی ایک دوسرے کے موافق ہوگی
اور جونکہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کا یہی حال ہی بلکہ بعض بعض الفاظ میں بھی فرق ہی گو معنی باہم موافق ہی ہوں تو بیشک انکو ایسی چند حدیثیں کہینگے کہ ایک دوسرے کے موافق ہیں اور
پھر جب سندیں صحیح ہوئیں تو یوں کہہ سکیں ہیں کہ یہ حدیث احادیث صحیحہ اہل سنت کے موافق ہی **اقول** سوائے ابوبکر کے کوئی بھی راوی روایت ما ترکناہ صدقۃ کا نہیں ہے
اور سوائے اسکے ایک روایت موضوعہ مالک بن اوس کی جو کہ صحیح بخاری میں لکھی ہی اسکا بھی موضوع ہونا ہم بیان کر چکے وہ اور کونسا راوی اس روایت کا ہی جھوٹ کیوں لکھتا ہی
اور جبکہ اور کوئی راوی نہو اور اہل بیت علیہم السلام نے اس روایت کو تسلیم نکیا تو اس روایت کے دروغ ہونے میں کیا کلام ہی اور آیہ یوصیکم اللہ ہی کی جہت سے تو وہ روایت غلط ٹھیری
ہی کہ اس روایت کے مخالف ہے اور موافقت کا دعوی تو کہاں سے کرتا ہی اور جو احتمالات موافقت کے تو نے اپنی طبیعت سے ایجاد کئے تھے ہمنے ان سب کو رد اور باطل کر دیا ہی اور جن روایات
حکم سے جناب رسولخدا صلعم انما الصدقات للفقراء سے مستثنے ہوئی ہی وہ روایتیں متواترات میں سے ہیں اور کل مسلمانوں کا اتفاق ہی حضرت کے مستثنے ہونے پر اور عقل کا اندھا تو ہی کہ
روایت بکری کو ان روایات کے برابر کرتا ہی یہ روایت بکری جسکو افغان سو رشرع نے جھوٹا ٹھیرا دیا ہی اور ایک شخص کی روایت کہ جو خواہش نفس کے موافق ہی وہ ان روایتوں کی
کہ جو کثرت سے ہیں اور سب مسلمانوں کا اتفاق انپر ہی کیونکر برابر ہو جائیگی اور اگر حضرت نے ہضما لنفسہ اپنے تئیں فقیر کیا تو اس سے کیا ہوتا ہی خدا تعالی نے تو حضرت کو خاص کر کے فقیر کہیں
نہیں فرمایا لہذا اگر حضرت کی تخصیص کے واسطے آیہ انما الصدقات میں اشارہ نہیں ہے تو متواترات اور اتفاق اہل اسلام حضرت کے مستثنے ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آیہ یوصیکم اللہ
میں سے حضرت کو کسی نے خاص نہیں کیا ہی اور قرینہ غیبت کا حضرت کے خاص ہونے پر دلالت کرتا ہی اس طرح کا کلام اللہ میں بہت آیا ہی کہ خطاب عام سب کی طرف ہے پیغمبر کے اور غیر پیغمبر
کی طرف اور اسی طرح آیہ یوصیکم اللہ میں خطاب عام ہی اور جو کچھ تو نے حضرت کے مخصوص ہو جانیکی مقدمہ میں لکھا تھا وہ سب باطل ہو گیا اور جو احادیث کہ زکوۃ اور صدقات کے حرام ہونیکی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہیں انپر اتفاق کل مسلمانوں کا ہی اسواسطے وہ روایتیں آیہ انما الصدقات کے مخالف نہونگی اور اگر ابوبکر کی روایت کو جانتے ہیں کہ یہ روایت ابوبکر نے رسولخدا صلعم سے
نہیں سنی ہی بلکہ خود بنالی ہی اسواسطے یہ روایت اس آیت کے موافق نہیں ہو سکتی بلکہ مخالف ہی ہیگی اور جناب رسولخدا صلعم کا مخصوص ہونا حکم میراث سے شرع ستودہ سے ہرگز ثابت
نہیں ہوا اور جو کچھ تو نے لکھا تھا وہ باطل ہو گیا اور نہ آیہ یوصیکم اللہ سے مفہوم و معلوم ہوتا ہی اور آیہ انما الصدقات کے حکم سے جناب رسولخدا صلعم کا مستثنے ہونا متواترات سے ہے اور اعتقاد اور مسلمات
جمیع اہل اسلام سے ثابت ہے نہ آیہ ومنھم من یلمزک فی الصدقات سے اسکا عبث ذکر کیا ہی اسکو کیا تعلق ہی کہ حضرت کا مخصوص ہونا آیہ انما الصدقات کے حکم سے کچھ اسی آیہ ومنھم من یلمزک سے
ثابت نہیں اور بہت سی روایتیں ہیں اور حضرت کا خاص ہونا آیہ یوصیکم اللہ کے حکم سے کسی قرینہ خارجی یا داخلی سے ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے رسولخدا صلعم کا خاص ہونا
آیہ انما الصدقات کے حکم سے ثابت ہے وہ احادیث مسلمات میں سے ہیں اور روایت ما ترکناہ صدقۃ آیہ یوصیکم اللہ کے موافق نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف اسکی ہی اور ایسے ہی آیہ وورث سلیمان داؤد
اور آیہ فہب لی کی مخالف ہی کیونکہ ان آیتوں میں وراثت مالی مراد ہی نہ وراثت علمی و منصبی چنانچہ پہلے اس سے بدلائل ثابت ہو لیا ہی اور روایت ما ترکناہ صدقۃ سے البتہ وراثت مالی مرادؔ
اور یہ روایت اس طرح سے البتہ صحیح ہی کہ ابوبکر نے بیان کی ہی اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے لیکن جناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت نہیں سنی تھی بلکہ خود بنالی تھی اور بعد اسکے جو کچھ لکھا ہی وہ سب
بیکار ہی اسواسطے کہ ہم اس روایت کے مروی ہونیکا کب انکار کرتے ہیں ہم سے روایت پر تو سارا جھگڑا ہی اور بیشک ابوبکر نے یہ روایت بنا کر حضرت فاطمہ کے روبرو بیان کی اور حضرت فاطمہ زہرا
یہ روایت سنکر ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور تمام عمر ابوبکر سے کلام نکیا **قال الشیخ للاشعری** مگر اس سے کام نہیں چلتا کیونکہ اسکی صحت میں اگر شک ہو تو شیعوں کو ہو اسلئے
لازم یوں ہی کہ احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ شیعہ اسکی صحت پر شاہد لائی لہذا معروض خدمت علماء شیعہ بلکہ عوام و خواص امامیہ یہ عرض ہی کہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک کتاب کافی
کلینی سے بڑھا کتاب احادیث میں کوئی کتاب معتبر نہیں ہی سو وہ علامہ کلینی ہی کی روایت ہے جو بروایت ابوالبختری امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہوا ہی ان العلماء ورثۃ
الانبیاء و ذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا و انما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منھا فقد اخذ حظا وافرا اور چونکہ ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا ہی تو مکرر ترجمہ
کے لکھنے کی ضرورت نہیں پر اتنا کہنا ضرور ہی کہ اس روایت میں بہ نسبت روایت صدیق کے کوئی بات کم نہیں بلکہ اتنی بات زیادہ ہی کہ اس روایت میں حضرت امام جعفر صادق نے بنظر
بدگمانی شیعہ اسکی وجہ بھی بیان فرمادی ہی کہ انبیاء کے علم کے تو وارث ہوتے ہیں اور انکے مال کا کوئی وارث نہیں سو در صورتیکہ نسخہ لم یرثوا صحیح ہو تب تو مطلب ظاہر ہی کیونکہ حاصل یہ ہوگا
کہ انبیاء کے جو فقط علماء وارث ہیں کوئی انکے اموال متروکہ کا وارث نہیں ہوتا تو جب ہی کہ انہوں نے بھی تو کسی کو کچھ درہم و دینار میراث میں نہیں لیا اور اگر نسخہ لم یورثوا صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا
کہ علماء کے وارث الانبیاء ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء نے درہم و دینار کچھ نہیں چھوڑا ہی نہیں جو اسمیں میراث جاری ہو انہوں نے فقط احادیث میراث میں چھوڑی ہیں **اقول** روایت

تارکنا صدقہ کو اس طرح سے ہم صحیح جانتے ہیں کہ ابوبکر نے اسکو روایت کیا ہے مگر جناب رسولخدا صلعم سے اس روایت کو سننا صحیح نہیں ہے اور احادیث صحیحہ شیعہ میں جو ہے نہیں ہے وہ
روایت کہ جو تو بیان کریگا وہ روایت سنی کی ہے کہ اسکا راوی ایک ناصبی ہے اور کتاب کافی شیعوں کے نزدیک البتہ معتبر ہے لیکن روایتیں اسمیں سب طرح کی ہیں معتبر بھی اور
ضعیف بھی اور تقیہ کی بھی اور ابو البختری کی روایت جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ روایت معتبر نہیں ہے اسواسطے کہ راوی جو اسکا ابو البختری ہے وہ ابوبکر
کے مریدوں میں سے ہے اور درصورت تسلیم یہ روایت ابوبکر کی روایت کے برابر نہیں ہو سکتی اول تو یہ کہ ابوبکر کی روایت میں وراثت مالی مراد ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد
ہے اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے فقط نہ نفی اثاث واراضی اور عقار کی اور ہمارا کلام اراضی میں ہے نہ درہم اور دینار میں اور ابوبکر نے کل مال
کی نفی کی ہے کہ پیغمبر کی کسی چیز کا کوئی وارث نہیں ہوتا نہ عمامہ کا نہ عبا کا نہ بدن کے کپڑوں کا اور نہ بچھونوں کا نہ سواری کا نہ اثاث البیت کا اور امام جعفر صادقؑ نے یہ کہاں
فرمایا ہے کہ انکے مال کا کوئی وارث نہیں ہے جھوٹ کیوں کہتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ درہم و دینار کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انکی زمین کا کوئی وارث نہو
اور یہ جو فرمایا ہے کہ علما وارث انبیا کے ہیں تو مراد اس سے یہ ہے کہ انکے علم کے وارث ہیں اور کسی چیز کے سو یہ بات ظاہر ہے کہ علما انکے علم ہی کے وارث ہونگے نہ انکی کسی اور چیز کے
اور سوا اس علم کے جو وارث ہونگے وہ انکے ورثہ مالی ہونگے اور اگر انہوں نے درہم و دینار میراث میں نہیں لیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ اور بھی کچھ میراث میں لیا ہو مثل مکانات اور اراضی اور
گھوڑوں کی چنانچہ حضرت سلیمان وارث ہوئے حضرت داؤد کے کہ گھوڑے انکی وراثت میں آئے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور کشاف وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر انبیا نے درہم اور
دینار نہیں چھوڑا ہے کہ جسمیں میراث جاری ہوتی سوائے درہم دینار کے اور چیزوں کو تو چھوڑا ہے اراضی وغیرہ کو جسمیں میراث جاری ہے اور جواب اس روایت کا مفصل پہلے اس سے
گذر گیا ہے لیکن یہ ایک امر کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور ہمکو زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی جواب دینا ہوتا ہے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہا فدک وغیرہ سو فدک تو رسول اللہ
صلعم کی ملک ہی میں تھا جیوں ہی کہ فدک چھوڑ کر آپ اس جہان سے تشریف لے گئے چنانچہ بشہادت آیہ ما افاء اللہ بخوبی روشن ہو چکا ہے اور سوا اسکے اور اشیا مثل لباس
مرکب مکان کے سو مکان آپکے پاس فقط حجرہاے ازواج مطہرات تھے سو گواہی کلام اللہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملک ازواج ہو چکے تھے اسلئے کہ خداوند کریم یوں ارشاد فرماتا
ہے وقرن فی بیوتکن یعنی اے پیغمبر کی بیبیو تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور یوں نہیں فرمایا وقرن فی بیوت النبی یعنی نبی کے گھروں میں ٹھہری رہو تو معلوم ہوا کہ وہ حجرے
ازواج کے ہو چکے تھے بوجہ ہبہ ملک ازواج ہوئے ہوں یا اور کسی وجہ سے اور یہ احتمال کہ سکونت کے گھر کو تمام عالم رہنے والوں کا گھر کہا کرتے ہیں اگرچہ مالک اسکا کوئی اور ہو اور کرایہ کے
مکانوں کو بھی اپنا گھر کہا کرتے ہیں قطع نظر اسلئے کہ مجاز ہو اور بے ضرورت مجازی معنی مراد لینے کی اجازت نہیں اور پھر اس سے قطع نظر کیجیے کہ خدا کو کیا ضرورت ہوئی کہ فی
بیوت النبی نہ فرمایا اور یہ فرمایا شیعوں کے لیے اور بھی دشوار ہے کہ امام کی بات غلط ہو جائیگی تو اول معنی کی اپنے طور پر ضرورت نہیں کیونکہ تا حین حیات مملوک رسول اللہ صلعم تو
بحکم حدیث لانورث البتہ وہ صدقہ [illegible] میں اسیر تھے جیسے آمدنی فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف میں آتی تھی ہمکو تو ان معنی کے کہنے میں
تصدیق [illegible] حضرت امام جعفر صادق [illegible] ہو اگر آیہ وقرن فی بیوتکن کے وہ معنی نہیں جو ہمنے عرض کیے تو شیعوں ہی کو دشوار ہے ہمیں کیا نقصان مکانات بھی وقت
وفات آپکے تھے [illegible] باقی رہا مگر قوت ایمان کی بات تو یوں ہے کہ حضرت امام کے اس حصہ کو لا انبیا [illegible] احادیث میراث میں کچھ چھوڑا
ہی نہیں سمجھکر [illegible] کہ وابطال رسول اللہ صلعم نے اشیاء مذکورہ کو دنیا میں چھوڑا لیکن شاید کیونکہ اپنے جیتے جی ہی دیدیے ہوں اور یہ جو انکے پاس
موجود تھیں تو بوجہ عاریت ہوں **اقول** فدک بیشک رسولخدا صلعم کی ملک تھا جب تک کہ آیہ ما افاء اللہ داور اپنی حین حیات میں جناب رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو
ہبہ فرمایا تھا چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور اسکا ذکر پہلے اس سے ہو لیا ہے اور حجرے حضرت کے مملوک ازواج نہوئے تھے بلکہ انکے رہنے کیواسطے دیدیے تھے آخر زوجہ کے رہنے
کو کوئی مکان چاہئے اور رہنے کے واسطے دینے سے یہ لازم نہیں ہے کہ رہنے والے کی ملک بھی ہو جائے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ لا تخرجوهن من بیوتهن یعنی اور نہ نکالو تم انکے گھروں انکے
سے دیکھو یہاں بھی خدا تعالی نے [illegible] عورتوں کو جو طلاق دی تم جبتک عدہ انکا تمام نہو تو انکو انکے گھروں سے نہ نکالو تو کیا وہ گھر ان عورتوں کے تھے جنمیں وہ رہتی تھیں بلکہ انکے شوہروں کے گھر تھے جسکو
سب جانتے ہیں پر وہ مطلقہ جو ان گھروں میں اپنے شوہروں کے رہتی تھیں سو اسواسطے انکے گھر فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ گھر ان عورتوں کے مملوک ہو جائیں اور اگر وہ گھر عورتوں کے
مملوک ہوں تو انکو گھروں سے انکے نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا ہی وقرن فی بیوتکن ہے اور اس محاورہ کی جہت سے فی بیوت النبی کہنے کی کچھ احتیاج نہ ہوئی اور شیعوں کو کسی طرح کی دشواری
نہیں ہے اور نہ بات امام کی غلط ہوتی ہے اور روایت لانورث بالکل جھوٹی ہے رسولخدا صلعم کا ترکہ صدقہ نہیں ہو سکتا اور آمدنی فدک کی حضرت زہرا کے صرف میں کچھ نہیں تھی وہ تو ابوبکر نے
ضبط کر لیا تھا اور ازواج کی حجروں کو انسے نہ لیا وہ انکے پاس ہی رہنے دیے اور حدیث حضرت صادق کی کوئی نہیں ہے بلکہ ابو البختری ناصبی کی ہے اور جواب اسکا ہم کئی مرتبہ دے چکے اور
حجرے حضرت کی ازواج کی اور سوائے اسکے سب حضرت کی ملک تھے قبل وفات اور بعد وفات اور مرکب اور لباس وغیرہ بھی جو کچھ حضرت نے چھوڑا وہ حضرت ہی کی ملک تھا اور درصورت فرض روایت کو رد نہیں کر سکتے

کہ انبیاء علیہم السلام علماء کیلئے مورث احادیث و علم ہی کو چھوڑ گئے اور کسی چیز اور درہم و دینار کو وراثت علماء کے واسطے نہیں چھوڑتے تو اس میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے نہ مکانات اور اراضی وغیرہ دیگر اثاثات البیت کے اور جو کچھ چھوڑا ہے حضرت نے بعد اپنی سواری و فدک کے اپنے جیتے جی کسیکو دینا ثابت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بوجہ عاریت حضرت کے پاس تھا یہ کسیکی عقل میں ہی آتا ہے اور جو کسیکو دیتے تو اپنے پاس کیوں رکھتے کہ ہبہ بدون قبض درست نہیں ہے۔ **قال الشیخ الاشعری** القصہ اپنی سمجھ میں نہ آنیکے باعث حضرت امام کی بات کی تکذیب کیجیے یا اپنی سمجھ اور عقل کی تغلیط کیجیے لیکن اطمینان قلب مومنین کے لئے یہ اشارہ مرقوم ہے کہ لم یورثوا کے یہ معنی نہیں کہ آپ دنیا میں کچھ چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ میراث میں نہیں چھوڑ گئے سو اس صورت میں بجز اسکے نہیں بن پڑتی کہ یہ روایت جسکے راوی ابوبکر صدیق ہیں یعنی لانورث ماترکناہ صدقہ صحیح ہو اور حضرت امام نے بوجہ واقفیت اس وصیت کے حصر کر کے فرمایا ہو کہ انبیاء نے بجز احادیث کے میراث میں کچھ نہیں چھوڑا بہرحال روایت حضرت امام ہمام جعفر صادق روایت صدیق اکبر سے اسباب میں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں تا کچھ کم نہیں بلکہ بہ نہج زیادہ ہے اول تو آپنے بطور حصر یہ فرمایا کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث کے لئے کچھ چھوڑا ہی نہیں حدیث ابوبکر صدیق میں یہ بات نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت امام کے حصر سے دو باتیں معلوم ہوئی اول تو یہ کہ یا تو انبیاء علیہم السلام نے کچھ چھوڑا ہی نہیں یا چھوڑا ہے تو وہ میراث کے قابل نہیں دوسرے یہ کہ انہوں نے میراث میں احادیث کو چھوڑا ہے اور حضرت ابوبکر کی روایت سے فقط اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اموال متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں معہذا حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث میں اس دعوی کے ساتھ کہ متروکہ انبیاء قابل میراث نہیں کوئی دلیل نہیں اور حضرت امام نے اسکی دلیل بھی فرمادی اور اپنے دعوی کو موجہ کر دیا سو سنیوں کی طرف سے تو آپکو اطمینان ہی تھا اسوجہ کا طرہ جو ساتھ لگایا تو اسوجہ سے لگایا ہو کہ حضرات شیعہ کی طرف سے آپکی خاطر جمع نہ تھی انکی نفاق سے عیاں تھا کہ میری بات سیدھی انگلیوں حضرات شیعہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے اس لئے اپنے دعوی کو موجہ کر کے بیان فرمایا تھا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ حضرت امام کی بات کے نہ ماننے سے گو ایمان ہی خاک میں رل گیا مگر کیا امکان جو اہمیوں سے باز آئیں اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں خیر خداوند کریم ہی انکو سمجھیں کہ نہ پیر کے نہ فقیر کے نہ اصحاب کے نہ اماموں کے بالجملہ جائے شرم ہے کہ جنکی آڑ میں اصحاب کرام پر طعن کرتے تھے وہ خود ہمسفیر اصحاب ہیں یہ وہی مثل ہے کہ مدعی سست اور گواہ چست وائے برحال شیعہ کہ اصحاب کو برا کہکے تو نور ایمان ہی کھویا تھا پر ائمہ کی بات نہ ماننے سے ایمان ہی کھو دیا کیونکہ بزعم شیعہ منکر قول ائمہ کا کافر ہے خصوصا جبکہ ایسے معتبر کتابوں کے واسطے سے معلوم ہو جائے جسکا نام کافی کلینی ہے **اقول** حضرت امام کی بات کی تکذیب کسی طرح سے نہیں ہوتی اور جو کچھ کہ مراد امام کی ہے وہ تو سمجھا ہی نہیں ہے اور لم یورثوا کے یہ معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا درہم اور دینار میں کوئی وارث نہیں ہوتا ہے نہ یہ کہ زمین اور مکان وغیرہ کا بھی کوئی وارث نہو اور میراث میں درہم و دینار کو البتہ نہیں چھوڑ گئے کہ جمع کرنا اسکا خست پر دلالت کرتا ہے اور روایت ابوبکر کی یعنی لانورث ماترکناہ صدقہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی کہ اس میں نفی وراثت کل متروکہ کی ہے نہ درہم و دینار تنہا کے اور حضرت امام نے نفی وراثت درہم و دینار تنہا کے کی ہے نہ کل متروکہ کی اور امام کی حصر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وراثت علماء کے واسطے بجز احادیث کے انبیاء نے اور کچھ نہیں چھوڑا اور اگر کل متروکہ مراد لیا جائے تو انکی کل متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو روایت ہی غلط ہوگی اسواسطے کہ اس صورت میں کلام اللہ کی آیتوں کے مخالف ہوگی معلوم ہوا کہ حصر اضافی ہے اور اگر یہ روایت دروغ ہی ہو تو کچھ بعید نہیں ہے اسواسطے کہ یہ روایت ابوالبختری کی ہے جو سنی عامی تھا اور درصورت غرض ابوبکر کی روایت میں اور اس روایت میں بڑا فرق ہے کہ ابوبکر کی روایت میں تو نفی وراثت کل متروکہ کی ہے اور اس روایت میں نفی وراثت درہم و دینار کی ہے اور یہ اس روایت میں کہاں ہے کہ انبیاء نے بجز احادیث میراث میں کچھ چھوڑا ہی نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ انبیاء احادیث کے وارث کئے گئے ہیں علماء کے واسطے اور سوائے اسکے اور چیز کے وارث انکے واسطے نہیں کئے گئے ہیں اسواسطے کہ اس روایت میں وراثت علم کا ذکر ہے اسواسطے مراد علم ہی ہوگی اور نفی اس میں درہم و دینار کے وراثت کی ہے اور اسکے سوا اور چیز کی نفی نہیں ہے اور اس روایت میں اسکا تو ذکر ہی نہیں ہے کہ کچھ چھوڑا ہی یا نہیں چھوڑا ہی بلکہ وراثت و عدم وراثت ذکر ہے اور انہوں نے میراث میں احادیث کو جو چھوڑا ہے تو مطلب اس سے یہ ہے کہ علماء کے واسطے میراث میں احادیث ہی کو چھوڑا ہے اور دلیل حضرت امام نے کوئی نہیں بیان کی ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس روایت کو تسلیم کریں ورنہ یہ روایت ابوالبختری سنی کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کی ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کرینگے تو اس روایت میں جو انما کلمہ حصر کا ہے وہ حصر اضافی کی واسطے ہوگا اور پھر اس میں کسیطرح کی قباحت نہیں ہے اور اگر حصر حقیقی مراد ہوگا تو لم یورثوا کی اور اورثوا کے بعد ضمیر مفعول کی محذوف ہوگی کہ وہ علماء کی طرف پھریگی یعنی لم یورثوہم اور مفصل پہلے اس سے ہم بیان کر چکے ہیں جسجگہہ اسنے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور یہ طرہ ابوالبختری کا لگایا ہوا ہے نہ امام کا کہ ابوالبختری کو سنیوں کی طرف سے تو بسبب انکی نفاق کی خاطر جمع ہی تھی لیکن شیعوں کو جانتا تھا کہ یہ بدون ایجاد افترا اور دروغ کے بسبب اپنے حسن اعتقاد کے تسلیم نکرینگے اور میری بات کو سیدھی انگلیوں ماننے والے نہیں معلوم ہوتے سو اسی لئے اس نے یہ افترا امام علیہ السلام پر کیا لیکن آفرین ہے شیعوں کو کہ مفتری کی بات کو نہیں مانتے اور سنیوں نے جو اسکی لکھی ہے کو مانا تو ایمان ہی انکا خاک میں مل گیا اور ابوبکر کی روایت کا کذب قرآن اور حدیث سے دو طور سے ثابت ہو گیا ہے اور اہل سنت وہی گائے جاتے ہیں کہ ابوبکر سچا تھا مگر کیا امکان جو اہمیوں سے باز آئیں خداوند کریم انکو سمجھے نہ پیر کے ہیں یہ نہ فقیر کے نہ خدا کے نہ رسول کے

نہ اصحاب کہئے یہ امام کئے اور ہم اصحاب پر ہرگز طعن نہیں کرتے ہیں بلکہ اُن لوگوں پر کرتے ہیں کہ جو صحابیت کی شرف سے خارج ہو گئے ہیں اور اُن لوگوں کے ہم صفیر امام علیہ السلام ہرگز نہیں ہیں اور ائمہ علیہ السلام کا فرمانا بسر و چشم ہم قبول کرتے ہیں اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قول امام کا ہے اور اگر کوئی اُن پر افترا کرے تو اسکو کا ہیکو ہم تسلیم کرینگے اور کافر تو تم ہو گئے ہو ثلثہ کی پیروی میں اور کلینی میں تو سب طرح کی روایتیں ہیں معتبر اور غیر معتبر اور اس سے زیادہ غیر معتبر کیا ہوگی کہ راوی اسکا سنی ہے جو کہ ابوبکر کے مریدوں میں سے ہے اور اُس میں یہ بھی روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خلفاء ثلثہ کو اور معاویہ کو بعد صلوٰۃ واجبہ کے لعنت کیا کرتے تھے اسکو بھی تو تسلیم کرلے **قال الشیخ الاشعری** القصہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ بشہادت حدیث کلینی مذکور جو صحیح ہے اصح ہے معہذا ایک اور حدیث کلینی ہے اُسکی موید ہے چنانچہ وہ بھی مرقوم ہو چکی لیکن بنظر احتیاط اُسے بھی مکرر لکھے دیتا ہوں روی الکلینی عن ابی عبداللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان ترجمہ اسکا مرقوم ہو چکا اس لئے یہاں اسیقدر مرقوم ہونا مناسب ہے کہ اس سے اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء کی میراث وہ میراث علم ہے باقی رہا دلیل عقلیہ اور قرائن عقلیہ سے حدیث مذکور کا صحیح ہونا سو اسکا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے مگر بطور یاددہانید فقط اشارت یہ بات مرقوم ہے کہ اول تو انبیاء اپنی قبور میں زندہ موجود ہیں اور زندہ کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہاں اگر وہ اشیاء اُسکی کام آمدنی میں اس لئے وہ اُن اشیاء کو کسی موقع میں صرف کرنیکو کہیں تو اُسکی خدام کو لازم ہے کہ اُن اشیاء کو اُسیطرح صرف کریں سو در صورتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو باتفاق حیات النبی ہیں گوشہ قبر میں زندہ موجود ہوں اور پھر دلائل اُسپر شاہد ہوں چنانچہ اوراق سابقہ میں مذکور ہو لیں تو میراث تو آپکی متروکہ میں جاری نہ ہوگی لیکن آپکے خلیفہ کے ذمہ جو بمنزلہ کارکن ہوئی ہے کیونکہ خلیفہ اسے ہی کہتے ہیں یہ بات لازم ہوگی کہ در باب اموال نبوی جو ہدایت و اشعارات نبوی ہے سو چونکہ اشارہ نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو جو خلیفہ راشد تھے اسباب میں یہ طور معلوم ہوا کہ ما ترکناہ صدقۃ تو اُنکے ذمہ اُسکی تعمیل لازم پڑی اور کوئی نافہم ناشناس ان وجوہ دلائل مسطورہ سابق حیات نبوی کو نمانے تو اُنکے لئے دوسری ہدایت عقلی موجود ہے اگر ہدایت پر آنا اُنکو منظور ہو وہ یہ ہے کہ انبیاء خدا کے سامنے اپنے آپ کو مالک ہی نہیں سمجھتے پھر وہ کیونکر نکہیں کہ ہمارے متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی کیونکہ وہ ہماری ملک ہی نہیں خدا کی ملک ہے ہمارے پاس فقط مستعار تھا جب ہم ہی نہ رہے تو عاریتاً لیا ہوا ہے واپس لازم یوں ہے کہ جیسے کہ یہ خدا کا مال ہے خدا ہی کی راہ میں صرف ہونا چاہئے مگر چونکہ یہ بات سابق میں مشرحاً بیان ہو چکی ہے تو یہاں اسقدر ہی بہت ہے **اقول** حدیث کلینی کے شہادت سے روایت ما ترکناہ صدقۃ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور دوسری حدیث کلینی کے جو لکھی ہے ان سلیمان ورث داود وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان اسکا جواب بھی ہم لکھ چکے ہیں پہلے اس سے لیکن یہ ایک بات کو آٹھ آٹھ دس دس مرتبہ لکھتا ہے اور اسیطرح سے اسنے کتاب کو طول دیا ہے اور مطلب اسمیں تھوڑا ہی ہے اور اس روایت میں وراثت علمی مراد ہونیکا ثبوت اسکے [illegible] نہیں اسکا یہاں بھی جو ہے اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ وراثت علمی ہوتی ہی نہیں ہے جس جگہ کہ قرینہ علم کا موجود ہوگا وہاں البتہ موجود ہوگی سب جگہ اور اس روایت سے یہی ثابت ہوا کہ انبیاء کے وارث علم کے بھی ہوتے ہیں یہ نہیں کہ علم کے سوائے اور کسی چیز کے وارث نہیں ہوتے اور اس حدیث کی صحت کا ہم انکار ہی نہیں کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی قبور میں زندہ بیٹھے رہنے کو جو لکھا ہے اسکا جواب بھی پہلے اس سے ہم مفصل لکھ چکے اور یہ ایک دیوانوں کی سی بات ہے بھلا اُس زندگی کو یہاں کیا تعلق ہے اول تو یہ کہ مرنا آپکا اور اس جہان سے چلا جانا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اور فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور جب حضرت کا مرنا ثابت ہو گیا تو پھر حضرت کو کیونکر زندہ کہا جاوے اور اگر زندہ کہا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت کو رجعت ہوئی ہے کہ دوبارہ جسم میں روح داخل ہوئی ہے اور [illegible] حیات النبی [illegible] معنی ہی نہیں سمجھا [illegible] اور چلتے پھرتے ہیں جنت میں اور قبر کے کونہ تاریک میں حضرت کا کیا کام ہے لیکن وہاں بھی حضرت کے واسطے ایک روضہ ہو گیا ہو کہ ریاض جنت ہے لیکن بہرحال زندہ کے بعد مرنے کے میراث کو مانع نہیں ہے اور اگر وہ حضرت مرے نہیں ہیں اور زندہ قبر میں موجود ہیں تو باہر نکلکر کیوں نہیں فریاد ہے کہ بیٹے ابوبکر سے کہدیا تھا کہ میرے ترکہ کا بعد میرے کوئی وارث نہیں ہے اور فقراء کا مال ہے امت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ گمراہ ہوئے چلے جاتے ہیں اُنکو ہدایت نہیں کرتے اور اگر اپنے موقع پر صرف کرنیکو کہہ جاتے تو یہ وصیت ہوتی اور ابوبکر کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وصیت نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انبیاء کا مال کسیکو میراث میں نہیں پہنچتا ہے اور وصیت تو ثلث مال میں جاری ہوتی ہے لیکن ابوبکر نے تو حضرت فاطمہ کو یہ بھی نہ دیا اور ابوبکر کو رسول خدا صلعم نے تو خلیفہ کیا ہی نہیں وہ خلیفہ کیونکر ہو جائیں گے تم نے خلیفہ کیا تھا اُسکا خلیفہ اُنکو کہنا چاہئے اور یہ جو لکھا ہے کہ انبیاء آپکو مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے یہ بات بھی غلط ہے اگر مراد اس سے یہ ہے کہ دنیا میں اُنکی کوئی ملک ہی نہتی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو کچھ وہ خرید کرتے تھے یا کسیکو دیتے تھے وہ سب غیر جائز ہوا اور لونڈیوں کو جو تصرف میں لاتے تھے مرتکب حرام کے ہوئے ہوں کہ مال غیر مملوک میں تصرف کیا اور آزاد کرنا غلاموں کا بھی عبث ہوا اور راہ خدا میں دینا بھی بیکار ہو کہ ملک غیر میں تصرف کیا اور حال یہ ہے کہ حضرت کا مالک ہونا قرآن سے ثابت ہے چنانچہ فرماتا ہے خدا تعالی کہ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ اور فرماتا ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور غنی ہونا بدون ملک کے حاصل ہی نہیں ہوتا اور اگر یہ مراد ہے کہ جو چیز ہے وہ خدا کی ہے اور لوگوں کے پاس عاریۃ ہے مر جائینگے تو سب یہیں چھوڑ جائینگے اسطرح سے تو سب بندگان خدا اپنے تئیں مالک کسی چیز کا نہیں سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہے خدا کا ہے اور ہمارے پاس تو مستعار ہے کچھ خصوصیت انبیاء کی نہیں ہے سب ہی ایسا جانتے ہیں سو اس صورت میں چاہئے کہ کسی آدمی کے ترکہ میں میراث جاری نہ ہو

قال الشیخ الاشعری علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک نہ دینا بوجہ ظلم و عناد ہو یا بوجہ حقانیت مگر چونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسمیں سے کچھ نہیں دیا اور علی ہذا القیاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں دیا حالانکہ موافق قانون میراث یہ دونو بیبیاں بھی وارث تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں بلکہ ان سب میں معزز اور ممتاز تو معلوم ہوا کہ یہ نہ دینا محض باتباع امر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تھا بوجہ عناد و ظلم و فساد نہ تھا ورنہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی پر ظلم کرتے تو کرتے اپنی بیٹیوں پر بجز اسکے معہذا جو لوگ غصب کرنیوالے ہوتے ہیں وہ لگ بندۂ ہوا و ہوس ہوتے ہیں تارک الدنیا اور زاہد نہیں ہوتے جو لوگوں کے اموال چھین کو لیں پر بوجہ زہد و تقویٰ و ترک دنیا اپنی خواہشات نفسانی کو مار کر بیٹھ رہیں اور کسے ہاتھ نہ لگائیں پھر جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کو نہ چھیڑا اور اُسے ہاتھ نہ لگایا نہ اپنی خرچ میں لائے نہ اولاد کو نہ اہل و عیال کو دیا تو کیا وجہ پیش آئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فدک کا نہ دینا فقط اسی وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سن چکے تھے **اقول** ازواج کو آٹھواں حصہ پہنچتا تھا حضرت کے ترکہ میں سے اور عائشہ کو بسبب اسکے کہ حضرت صلعم کی نو بیبیاں تھیں بہتر واں حصہ پہنچتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے عائشہ سے کہا تبغلت تجملت ولو عشت تفیلت لک التسع من الثمن و بالکل تملکت + یعنی خچر پر چڑھی تو اونٹ پر چڑھی تو اور اگر زندہ رہیگی تو ہاتھی پر چڑھیگی تو واسطے تیری نواں حصہ ہے آٹھویں میں سے اور بالکل مالک ہوگئی تو سو ازواج کے تحت میں حجرات تھی ہر ایک ایک حجرہ کی مالک ہوگئی تھی اور ابوبکر نے وہ حجرہ اُنسے نہیں لئے تھے بلکہ انکے قبضہ ہی میں رہنے دیے تھے پھر اُنکو کیا چاہئے تھا وہ تو اپنا حصہ پاچکی تھیں فاطمہؑ ہی بیچاری مظلومہ محروم رہی اور عائشہ اور حفصہ کو کیا احتیاج تھی باوا اُن دونو کے مالک ہو رہے تھے لاکھوں روپے کی آمدنی تھی خوب چین کرتی تھیں اور عائشہ کو ہر سال دس ہزار درم ملا کرتی تھی اور ابوبکر اور عمر انکو دیا کرتے تھے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ کان ابوبکر و عمر یعطیان عائشۃ فی کل سنۃ عشرۃ آلاف درہم یعنی دیتے تھے ابوبکر اور عمر عائشہ کو ہر سال دس ہزار درہم پھر اُسکو کیا پروا تھی اور ایسے ہی حفصہ کا حال ہے اور دوسری ازواج غرض اگر حفصہ اور عائشہ مبیع ترکہ سے محروم رہیں ابوبکر نے فدک کو نہ چھیڑا اور نہ ہاتھ لگایا اور نہ اہل و عیال میں سے کسیکو دیا تو اسکی ابوبکر کو کیا پروا تھی اُسکو تو منظور اذیت فاطمہ تھی اور اُس مظلومہ کا محروم رکھنا ترکہ رسول اللہ صلعم سے تھا کہ وہ مظلومہ مجبور اور محروم رہی اور ایسا نہو کہ ثروت و دولت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور اگر اپنی بیٹیوں کو فدک سے محروم رکھا تو اس سے کیا ہوتا ہے وہ اور طرح سے ہزاروں درہم اور دینار پاتی تھیں اور فدک کا نہ دینا انکو اسوجہ سے تھا کہ رسول خدا صلعم سے اسکے باب میں حکم ناطق سُن چکے تھے حکم تو انہوں نے کچھ بھی سنا تھا **قال الشیخ الاشعری** اور ان سب کو جانے دیجیے ابوبکر کی صدیق کی نسبت تو شاید شیعیان فی سبب باز بحکم المرء یقیس علی نفسہ مذہب کا ہی احتمال کریں معتقدات ائمہ اہل بیت کی طرف تو یہ گمان نہو گا سو انکا حال سنئے کہ حضرت امیر المومنین علی سے لیکر آخر تک سادات میں شریک ہیں کہ رسول اللہ صلعم کا ترکہ بطور میراث تقسیم نہیں کیا تو حضرت عباس اور انکی اولاد کو اسمیں دخل نہ دیا اُن سب کو کارندہ یا مقرر کیا اور ازواج مطہرات کا بھی حصہ نہ دیا حالانکہ نصف ترکہ کے یہ دونو فریق مالک تھے تو بھی پس اگر رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری ہوتی تو بزرگان اہل بیت کیوں ابوبکر صدیق کی راہ ہولیے ابوبکر صدیق اگر مرتکب ظلم شنیع اور جور قبیح تھے تو یہ حضرات متبع نہ تھے لیکن ان بزرگواروں کو جو شیعوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں کیا بلا پیش آئی کہ سب کے سب اس ظلم کے روادار ہوئے اسلئے کہ باجماع سیر و تواریخ باتفاق علماء حدیث ثابت اور متحقق ہے کہ متروکہ آنحضرت صلعم خیبر اور فدک وغیرہ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں تھا لیکن حضرت علی نے انجام کار حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا فقط اُنہیں کا قبضہ رہا پھر حضرت علی مرتضی کے بعد حضرت امام حسن کے قبضہ میں رہا اُنکے بعد حضرت امام حسین کے قبضہ میں رہا بعد ازاں حضرت امام زین العابدین اور حضرت حسن بن حسن کے تحت تصرف میں نوبت بنوبت رہے انکے بعد حضرت زید بن حسن برادر حسن بن حسن کا اسپر تصرف ہوگیا اسکے بعد مروان کے ہاتھوں پڑ گیا پھر برابر مروانیوں کے قبضہ میں رہا یہانتک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بادشاہی کی نوبت آئی چونکہ وہ خلیفہ عادل اور بادشاہ انصاف پرور تھے اُنہوں نے کہا جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کو مانگنے پر بھی نہ دی ہو میرا اسمیں کیونکر حق ہوسکتا ہے اُنہوں نے پھر حضرت فاطمہ زہرا ہی کی اولاد کو اسکا متولی کردیا پس ائمہ معصومین اور بزرگان اہل بیت کے عملدرآمد سے عیاں ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کے ترکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی کیونکہ اگر وہ میراث ہوتا تو اسلئے اولاد ائمہ معصومین نے ان لوگوں کو دخل نہ دیا جو بقانون میراث وارث تھے اور بیقین متحقق ہوگیا کہ حدیث صدیق اکبر یعنی لا نورث ما ترکنا صدقۃ بلا اعتبار صحیح اور درست ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت فاطمہ کو متروکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ ائمہ اہل بیت نے ازواج مطہرات اور عم بزرگوار اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا بلکہ حضرت صدیق اکبر کی جانب دلائل حق پرستی زیادہ تر ہیں کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نسبت ازواج مطہرات اور بنی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے میں ظاہر بینان کم فہم کو مثل خوارج یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ نفع کی چیز دیکھ کر نہ دیا کیونکہ فدک وغیرہ گو وقف تھا لیکن خرچ اہل بیت مقدم تھا معہذا طعن و تشنیع کا لگنا کا اندیشہ نہ تھا کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے وارثوں کی کچھ غیر نہ تھے ایسی جگہہ چیز کے بنسنے جانے اور خرچ ہوجانیکو یوں ہی کہا کرتے ہیں کہ گھی کہاں گیا کھچڑی میں لیکن ابوبکر صدیق کی جانب نفع کا تو یہ حال ہے کہ قاعدہ کی رو سے ایک حبہ کی توقع نہ تھی کیونکہ نہ وارث ہوسکیں تھے منجملہ مصارف مندرجہ

ماافاء اللہ تھی کیونکہ آپ کچھ مسکین فقیر نہ تھے اور بظاہر مین بھی بالاتفاق و بالیقین ایک حبہ تک کا تغلب اسمیں نہیں کیا آئندہ سوائے مردمان فہمیدہ اور عاقلان سنجیدہ کے کسی سے کلمۂ خیر کی توقع نہ تھی بلکہ اُلٹے عقل کے دشمنوں سے یہ اندیشہ تھا کہ یوں کہیں گے دیکھو رسول اللہ صلعم کی وفات کے ہوتے ہی یہ آنکھیں مال لیں کہ حضرت فاطمہ کا بھی لحاظ نکیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بالکم و کاست ظہور میں آیا غرض کسیطرح کی منفعت کی امید نتھی اگر تھی تو تمام عمر کی سوختگی کی امید تھی القصہ گو حضرت صدیق اکبر نے بھی وارثان نبوی کو متروکۂ نبوی بوجہ تعمیل ایماء نبوی نہیں دیا اور ائمہ اہل بیت نے بھی بوجہ مذکور متروکۂ نبوی وارثان نبوی کو نہیں دیا لیکن ابوبکر صدیق کا نہ دینا ایک مجاہدۂ عظیم تھا اور ائمہ اہل بیت کا نہ دینا فقط نہ دینا ہی تھا خصوصاً جبکہ نیازمندی و اخلاص و محبت صدیق اکبر و حقوق اہل بیت خصوصاً حضرت فاطمہ زہرا کو لحاظ کیجیے اور اسپر پھر حضرت فاطمہ کے ایکدفعہ بمقتضاء بشریت ناخوش ہو جانیکو دیکھیے تو پر شناسان طریقہ پر واضح ہوجائیگا کہ ایسے وقت میں پابند حکم نبوی رہنا ایسے ہی — بالایمان مستقیم العقل سراپا اتباع نبوی کا کام ہے جیسے ابوبکر صدیق لیکن شیعوں کی عقل کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں حق و باطل کی تمیز کیونکر کریں مگر اسمیں ابوبکر صدیق کا کیا قصور ہے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ * جیسے اندھے کو اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی شیعوں کو بسبب عداوت کے اندھے ہو جانے کے باعث خوبیاں بھی برائیاں نظر آتی ہیں چشم بد اندیش کہ برکندہ باد * عیب نماید ہنرش در نظر * الحاصل بقرائن عقلیہ واضح و لائح ہوگیا کہ حضرت صدیق اکبر کا نہ دینا فقط بوجہ اتباع امر نبوی تھا اور حدیث اعنی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح و بلاغبار ہے سوائے اتباع امر نبوی و پیروی حدیث مذکور کسی قسم کا احتمال انکی جانب نہیں ہو سکتا اور سابقاً بہت کثرت رواۃ اور صدق و دیانت جملہ راویان اور ہجوم قرائن نقلیہ اس حدیث کا اعتبار اور اُسکی صحت معلوم ہو چکی تھی تو اب کسیکو دربارۂ صحت حدیث مذکور کسیوجہ سے مجال دم زدن باقی نرہی اگر کسیکو حوصلہ ہو تو بسم اللہ **اقول** ابوبکر کی فریب بازی میں کیا شک ہے کہ ایک فریب کرکے دختر رسولخدا صلعم کو اُسکی میراث سے محروم رکھا اور پیروی سے ابوبکر کی اہل سنت کی طبیعت میں بھی فریب بازی آگئی ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس شیخ نے کہ جب اہل بیت کے ہاتھوں پڑا ترکہ رسولخدا صلعم کا تو عباس کو اور انکی اولاد کو محروم رکھا سو اہل بیت کے پاس کسوقت آیا تھا شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرنا چاہئے اور اگر ہم تسلیم بھی کریں تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک رسولخدا صلعم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھ نہیں پہنچتا ہے وہ مال دختر اور ازواج کا تھا اور حضرت عباس نے جو میراث طلب کی تھی محض واسطے حجت و معاونت جناب علی بن ابیطالب و اظہار ظلم اور خیانت ابوبکر کے طلب کی تھی اور اگر فرض کریں ہم کہ اہل بیت جائداد رسولخدا صلعم پر قابض ہوگئے اور حضرت عباس و انکی اولاد کو اسمیں سے کچھ نہ دیا تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے کہ حضرت عباس محروم الارث تھے اور باقی رہیں ازواج آنحضرت سو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ انکو نہیں دیا تھا اسکو ثابت کرنا چاہئے اور دوسرے تسلیم ہو سکتا ہے کہ حصہ ہر ایک بی بی کا بہترواں حصہ ہوتا ہے وہ حجروں میں محسوب کیا گیا ہو اور فدک کو تو جناب رسولخدا صلعم حضرت فاطمہ کے نام ہبہ کر چکے تھے جیسے کہ کتب فریقین سے ثابت ہے اُسمیں سے اور کسیکو کیونکر پہنچتا اور بزرگان اہل بیت ابوبکر کی راہ پر ہرگز نہیں چلے ہیں اور کسیکا حصہ اُنہوں نے نہیں دبا رکھا ہے اور اُنسے ہرگز ایسا ظلم وقوع میں نہیں آیا ہے مخالف ابوبکر کو اسکو ثابت کرنا چاہئے کہ اہل بیت کے پاس آیا اور اُنہوں نے نہ دیا اور ایک جھوٹ بات اپنی طرف سے کہدینی بے سند کو کون مانتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اجماع اہل تواریخ و اتفاق علماء حدیث اسپر ہے کہ فدک وغیرہ متروکہ رسولخدا صلعم عمر کے زمانہ میں حضرت علی و حضرت عباس کے قبضہ میں تھا بالکل جھوٹ اور غلط ہے اُنکے قبضہ میں ہرگز نتھا ابوبکر نے اُسکو قبض کیا اور بدستور عمر کے زمانہ میں اسی طرح عمر کے پاس رہا بھلا عقل میں بھی آتی ہے یہ بات کہ علی و عباس کے قبضہ میں ہو عمر کے زمانہ میں اگر حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں ہوتا تو وہ دونو عمر کے زمانہ میں عمر سے پھر دعویٰ اسکا تحصیل حاصل کیوں کرتے جیسا کہ صحیح مسلم کی کتاب جہاد میں لکھا ہے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب و ظالم اور آثم کیوں جانتے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ طلب کیا علی اور عباس نے عمر سے میراث کو اور علی اور عباس ظالم اعتقاد کرتے تھے اسکو کہ جو کوئی مخالف تھا انکا اس مقدمہ میں یعنی ابوبکر اور عمر اور ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغت میں لکھا ہے اور لکھا ہے صاحب فتح الباری اور ابن ابی الحدید نے کہ بڑی مشکل کی بات ہے اگر علی اور عباس نے رسولخدا صلعم سے لا نورث ما ترکنا صدقۃ کو سنا تھا تو پھر عمر سے زمانہ میں عمر کے کسواسطے طلب کیا اس سے معلوم ہوا کہ فدک وغیرہ حضرت علی اور حضرت عباس کے قبضہ میں نتھا اور جو کچھ صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے بتصریح وہ یہ ہے کہ متروکہ حضرت صلعم کا جو کچھ مدینہ میں تھا وہ تو حضرت علی اور عباس کو دیا اور خیبر اور فدک نہ دیا چنانچہ عائشہ سے روایت ہے صحیح بخاری میں اور اُس روایت میں ہے کہ فاطمہ دختر رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے بعد وفات آنحضرت صلعم کے سوال کیا یہ کہ تقسیم کرے میراث میری مجھکو اسمیں سے کہ فے کیا ہے خدا تعالیٰ نے رسولخدا پر ابوبکر نے یہ سنکر کہا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے لا نورث ما ترکنا صدقۃ پس غضب میں ہوئیں فاطمہ دختر رسولخدا صلعم ابوبکر پر اور غصہ کیا اُس پر یہ سنکر اور مہاجرت اختیار کی ابوبکر سے اور اُسکی ملاقات کو ترک کردیا یہانتک کہ مر گئیں اور زندہ رہیں بعد رسولخدا صلعم کے چھ مہینے کہا عائشہ نے کہ فاطمہ سوال کرتی تھیں ابوبکر سے حصہ اپنا اسمیں سے کہ چھوڑا تھا رسولخدا صلعم نے خیبر اور فدک میں سے اور صدقہ اُسکے سے جو مدینہ میں تھا پس انکار کیا ابوبکر نے اُسکے دینے کا اور کہا کہ میں ترک نکرونگا کسی چیز کو جو کہ رسولخدا صلعم عمل میں لاتے تھے مگر عمل کرونگا جو کچھ کہ عمل کرتے تھے رسولخدا صلعم میں خوف کرتا ہوں اس سے کہ اُسکے امر میں سے کسی چیز کو ترک کرکے ضائع کردوں لیکن صدقہ آنحضرت کا جو کہ مدینہ میں تھا عمر نے علی اور عباس کو وہ دیا مگر خیبر اور فدک کہ اُسکو عمر نے اپنے پاس رکھا دیکھو اُس روایت میں لکھا ہے کہ عمر نے خیبر اور فدک علی اور عباس کو نہیں دیا بلکہ اپنے پاس رکھا اور یہ لکھتا ہے کہ علی اور عباس کو دیا معلوم نہیں یہ شخص کہاں سے کہتا ہے کہ عمر کے زمانہ میں خیبر اور فدک علی اور عباس کے قبضہ میں تھا اور انجام کار

علی نے عباس کا قبضہ اُٹھا دیا اور دیکھو صحیح مسلم میں صریح لکھا ہے کہ علی و عباس نے عمر کے زمانہ میں عمر سے دعویٰ فدک وغیرہ کا کیا اگر اُنکے قبضہ میں ہوتا تو پھر وہ کیسے دعویٰ کرتے اور بعد اسکے جو لکھتا ہے کہ حضرت علی کے بعد فلانے اور فلانے کے قبضہ میں ہا انکی اولاد میں سے یہ بھی غلط ہے اور ہماری کتابوں میں کہیں مذکور نہیں ہے لیکن قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فدک دیا خواہ مستحق جانکر خواہ بطریق تولیت اُسکے مصارف میں تقسیم کرنیکو لیکن یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام میں سے کسیکو نہیں دیا یہ کہاں لکھا ہے کہ فلانے شخص نے اولاد فاطمہ زہرا میں سے دعویٰ کیا اور امام محمد باقر نے اُسکو نہ دیا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا اور ابوبکر نے نہ دیا اور جس تفصیل سے کہ اس شیخ نے لکھا ہے اسطرح سے تو اہل سنت کی کتابوں میں بھی نہیں ہے اور جو کچھ اہل سنت کی کتابوں میں ہے وہ اسطرح سے ہے کہ مولوی عبد العزیز صاحب نے تحفہ کے حاشیہ میں شرح مقاصد سے نقل کی ہے کہ کتب تواریخ میں اس طرح مذکور ہے کہ فدک جسطرح سے کہ ابوبکر نے مقرر کیا تھا معاویہ کے زمانہ تک تھا پھر جاگیر کر لیا اُسکو مروان نے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ عثمان نے مروان کی جاگیر کر دیا تھا اور اُسی شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ مروان نے اپنے فرزند عبد الملک و عبد العزیز کو فدک ہبہ کر دیا پھر خلیفہ ہو ولید بن عبد الملک تو ہبہ کیا عمر بن عبد العزیز نے اپنے حصہ کو ولید کو اور سلیمان بن عبد الملک نے بھی اپنا حصہ ولید کو ہبہ کر دیا پس وہ کل ولید کے پاس ہو گیا پھر عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اُسی طرح کر دیا کہ جیسے پہلے سے چلا آتا تھا بعد اُسکے سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے اپنے عامل قثم بن جعفر کو لکھا کہ فدک اولاد فاطمہ کو دیدے اُس نے محمد بن یحییٰ بن الحسن بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو اور محمد بن عبد اللہ بن زید بن الحسین بن زید کو دیدیا تاکہ قیام کریں وہ اُسکے ساتھ اور اُنکے کنبہ کے آدمی کہ اُسمیں سے کہاتے رہیں اور اسی سبب سے مامون شیعہ شمار کیا گیا ہے اب دیکھو تو اسمیں کس امام کا دوازدہ اماموں سے نام لکھا ہے کہ اُسکے پاس فدک رہا جو یہ لکھتا ہے کہ یہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں اور ہمارے نزدیک محفوظ ہیں اُنہوں نے کسیکو اولاد فاطمہ میں سے نہ دیا کس طمع کا دروغگو ہے کہ جو کچھ چاہتا ہے بے سر و پا لکھتا ہے اور بعد اسکے جو لکھتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز جو بڑا عادل تھا اُس نے کہا جس چیز کو رسول خدا صلعم نے فاطمہ زہرا کو با وجود مانگنے کے نہ دیا یہ روایت پہلے اس سے گزر چکی ہے اور اسکا جواب ہم لکھ چکے ہیں یہ روایت بالکل غلط ہے اور یہ عقل کا دشمن جو لکھتا ہے کہ اُنہوں نے پھر حضرت فاطمہ کو اُسکا متولی کر دیا بعد حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں کہاں تھیں جو وہ اُنکو متولی فدک کا کرتا اتنی بھی خبر اسکو نہیں ہے اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ معصومین کے عملدرآمد میں فدک ہرگز نہیں آیا اور جو کچھ اپنی طرف سے لکھتا ہے سب جھوٹ ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ ائمہ معصومین کے تحت میں فدک رہا ہے تو کہاں سے ثابت ہوا کہ اُنہوں نے اور حقداروں کو حصہ نہیں دیا اور یہ غلط ہے کہ اور انکو دخل نہ دیا اول تو ائمہ معصومین علیہم السلام کا عملدرآمد ہی اُسمیں ثابت نہیں ہے اور در صورت فرض سب کو حصہ ٹھیک دیا ہوگا اس صورت میں روایت لانورث بالکل باطل ہے اور ہم لکھ چکے کہ ائمہ کے قبضہ ہی میں فدک نہیں آیا تھا کہ وہ اوروں کو حصہ دیتے اور کسی بعضے امام کے قبضہ میں آیا ہو تو اُس سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اُنہوں نے کسی اور کو نہ دیا ہو اور عباس کو تو ہمارے نزدیک پہنچتا نہیں ہے اور ازواج کی پاس اُنکے حصہ میں حجرے اُنکے تھے اور اگر ازواج اور بنی عم رسول خدا صلعم کو حصہ نہیں دیا تو ابوبکر اور عمر اور عثمان نے نہیں دیا اور ابوبکر کی طرف کوئی دلیل حق پرستی کی نہیں ہے اور جواب اسکا پہلے اس سے مفصل گزر گیا ہے اور شیعہ تو نواصب و خوارج کا اُسوقت ہو کہ جسوقت اُنکے قبضہ میں آیا ہو اور اُنہوں نے نہ دیا ہو اور فدک وقت ہرگز نہ تھا اور ایسا ہی نہیں ہے کہ کوئی چیز اُنکے پاس نہیں گئی ہو اور اُنہوں نے اُنکو نہ دی ہو یہ چال تو ابوبکر ہی کا تھا کہ وارثوں کو نہ دیا حضرت کے اور ابوبکر نے فدک کو اپنی نفع کے واسطے ضبط نہیں کیا تھا اُسکو کیا پڑا تھی لاکھوں روپیہ اور دینار حاصل ہوتے تھے اُسکو تو فدک نہ دینے سے منظور یہ تھا کہ علی اور فاطمہ کو کسیطرح کی قوت حاصل نہ ہو تا کہ ایک جماعت کھڑی کر کے دعویٰ خلافت کا کریں اور اگر اپنی نفع کے واسطے ضبط کیا ہو تو بھی بعید نہیں ہے بلکہ ثابت ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ خالص اپنی ہی واسطے فدک کو کر لیا تھا چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ اِنَّ فَدَكَ جَعَلَهَا اَبُوْبَكْرٍ لِنَفْسِهٖ خَالِصَةً وَتَعَلَّ بِعُمَرَ الضِّيَاءَ یعنی فدک کو ابوبکر نے اپنی ذات کے واسطے خالص کر لیا تھا اور بعد اُسکے عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہے پس جو لکھتا ہے کہ ایک حبہ تک کا تغلب ابوبکر نے اُسمیں نہیں کیا بالکل غلط ہے اور اس جرأت کو تو دیکھو کہ باتفاق فریقین لکھتا ہے اور وہ اہل سنت کی نزدیک بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ شیعہ اور ابوبکر نے بیشک فاطمہ کا کچھ لحاظ نہ کیا اور رسول اللہ صلعم کا ترکہ دبا بیٹھے چنانچہ بلا کم و کاست ظہور میں آیا اور ابوبکر نے از راہ تعدی ارثان نبی کو متروکہ نبی نہیں دیا اور اپنا نبوی نہ دینے کیواسطے کچھ نہ تھا اور ائمہ اہل بیت کے پاس متروکہ نبوی کا ہونا ثابت نہیں ہے اور جو کسی بعضی کی پاس آیا تو نہ دینا اُسکا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کا نہ دینا صریح ظلم تہا نہ مجاہدہ عظیم اور ائمہ اہل بیت کا نہ دینا ثابت نہیں ہے اور ابوبکر کو کچھ نیازمندی اور محبت اہل بیت کیے نسبت نہتی خصوصاً حضرت فاطمہ کی نسبت کہ اُنکا حق غصب کر لیا اور ناخوش ہونا حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے مقتضای بشریت نہ تھا بلکہ ناخوش ہونا حق انکا تھا اسواسطے کہ جانتی تھیں اور اُنکو یقین تھا کہ متروکہ رسول خدا صلعم میں میرا حق ہے اسواسطے دعویٰ کیا تہا اور اگر مقتضائے بشریت ہوتا تو اتنا طول اُنکی ناخوشی کو نہوتا کہ تا دم واپسین ناخوش ہیں اور اگر اُنکو معلوم نہ تھا تو حضرت علی نے اُنکو مطلع کر دیتے اور کہتے کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ اُنکے وارثوں کو نہیں پہنچتا ہے لیکن اُنہوں نے بھی مطلع نہ کیا یہانتک کہ عمر کے زمانہ میں خود دعویٰ وراثت کا کیا اور یہ نور شناسان طریقہ پر خوب واضح ہے کہ ایسے وقت میں ابوبکر نے پابندی حکم نبوی کی ہرگز نہیں کی بلکہ اُنکی دختر نیک اختر پر ظلم کیا یہ کام ایمانداروں کا ہرگز نہیں ہے جو کہ ابوبکر نے کیا اور جنکی عقل کی آنکھ پھوٹ رہی ہے جو ایسے امر واضح کا انکار کرتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ * جیسے مدعی کو

اندھیرا تو اندھیرا نور بھی اندھیرا ہی نظر آتا ہے ایسے ہی سنیوں کو بسبب محبت ثلاثہ کے اندھے ہو جانیکے باعث برائیاں بھی خوب ہی معلوم ہوتی ہیں ۔ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
خوب نماید تمش در نظر ۔ الحاصل بقرائن عقلیہ و دلائل نقلیہ واضح و لائح ہو گیا کہ ابوبکر کا فدک نہ دینا فقط بوجہ ظلم اور تعدی تھا نہ بوجہ اتباع امر نبوی اور روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر
کی وضع کی ہوئی ہے سوائے مخالفت حکم خدا و رسول کے اور کسی قسم کا احتمال انکی طرف نہیں ہو سکتا اور آیات قرآنیہ کے حکم سے اور بسبب نہ ہونے کسی اور راوی کے سوائے ابوبکر کے اس روایت کا موضوع
اور غیر معتبر ہونا معلوم ہو چکا تھا تو اب کسیکو درباره کذب روایت مذکور کسی طرح سے مجال دم زدن باقی نرہی اگر کسیکو کچھ حوصلہ ہو تو بسم اللہ قال الشیخ الاشعری اور یہ بھی متحقق
ہو گیا کہ مولوی عمار علی صاحب کا درباب حدیث صحت مذکور یوں رقم فرمانا کہ اول تو یہ روایت خلاف قرآن کے دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں میں سے بیٹی سے نہ اپنی
بیبیوں میں سے کسی سے کہا کہ میرا مال صدقہ ہے تمکو نہیں پہنچیگا تم دعوی نکرنا اور حکم خدا کا جو انکے واسطے تھا اسکو انسے چھپا رکھا اور ایک اجنبی شخص سے کہ اسکو کسیطرح کا دخل پیغمبر خدا
کی وراثت میں نتھا اسکے کان میں کہدیا اور کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا ایک سخن ابلہ فریب یا گفتگو ابلہانہ ہے کیونکہ جسے وہ خلاف نہ کہتے ہیں وہ حقیقت میں موافق قرآن
ہے چنانچہ مفصل معلوم ہو چکا پر سمجھ نہو تو کسیکا کیا قصور ۔ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور جہاں یوں کہتے ہیں کسی دوسرے صحابی سے بھی نکہا وہاں اس بارہ سے
تو روایت ہی موجود ہے منجملہ حضرت علی اور حضرت عباس و حضرت عائشہ بھی ہیں اور رہ گئے اور کتنوں نے سنا ہوگا کہ انکی روایت ہی کا اتفاق نہوا لیکن مولوی صاحب کو خبر نہو تو ہمارا
ذمہ نہیں کہ انہیں خبر کیوں نہوئی وہ یوں ہی بیخبری میں اڑتے ہیں یا دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں باقی رہا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وارثوں سے کسی سے نکہا اگر بسبب بیخبری
کے لکھا ہے تب قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی کسیکو خبر نہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز واقع میں نہو اگر مولوی صاحب کو موجودات و واقعات میں سے کس کس کی خبر نہیں خصوصاً موجودات عالم غیب
اور واقعات عالم گزشتہ کی ہرگز کچھ اطلاع نہیں پر اسوجہ سے وہ معدوم نہیں اور غیر واقع نہیں کہلائی جاتی ہاں مولوی صاحب کے ذہن کا سیہ البتہ امید ہے کہ عدم لاوجود الا ما شاہدت بہر اصلیہ
اور اگر نشہ کی ترنگ میں ترانہ زیب زبان و نقش قرطاس ہو رہی ہو تو اسکا جواب دکان میفروشاں پر ملیگا اقول جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے ۔۔ وہ راست و درست ہے اور یہ بھی متحقق ہو گیا
ہمارے کہنے سے کہ روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ ابوبکر کی بنائی ہوئی ہے اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے یہ گفتگو ابلہ فریب و ابلہانہ نہیں ہے جو منصف دیکھیگا یہی کہیگا کہ مولوی
صاحب سچ لکھتے ہیں و ابلہ فریب تیری گفتگو ہے کہ جب تجھکو جواب اسکا نہ آیا تو یہ کہکر ٹالا اور ہر چند تو اسکے جواب میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن جواب اسکا تجھ سے بن نہیں پڑتا اور
وہ روایت ابوبکر کی موافق قرآن کی ہرگز نہیں ہے بلکہ بالکل مخالف ہے چنانچہ مفصل پہلے اس سے گزر چکا پر سمجھ نہو تیری تو ہمارا کیا قصور سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست ۔ اور ہاں
بیشک کسی دوسرے صحابی سے وہ روایت بیان نہیں کی ہے اور وہ روایت جو لکھی ہے صحیح بخاری میں سے مالک بن اوس سے اسکا موضوع ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں وہ روایت بالکل جھوٹی ہے
کہاں گئے تھے اس روایت کے راوی جس وقت کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر سے دعوے وراثت کا کیا تھا اور ابوبکر سے جواب سنکر
غصہ میں ہو گئیں کہ تمام عمر اس سے کلام نہ کیا اور جب فاطمہ زہرا علیہا السلام ناراض ہو گئیں ابوبکر سے تو ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام اور
عباس اور عمر اور عثمان اور زبیر اور عبدالرحمن اور سعد بن وقاص جو کہ اس روایت کے لوگ ہیں کسی سے بھی نکہا کہ اے یاران رسولخدا جو کچھ فرمایا اور غضب میں ہوئی ہیں تم
چلکر انسے کہدو اور سمجھا دو کہنے کی گواہی دو کہ رسولخدا صلعم نے بیشک فرمایا تھا لانورث ماترکناہ صدقۃ لیکن نہ تو ابوبکر نے انمیں سے کسیکو شہادت کی تکلیف دی اور نہ کسی نے یہ جھگڑا سنکر خود
بیان کیا کیسے رونگٹے ہیں لوگ اور کیسے سر و پا ہیں مع تابعین انکی علی الخصوص محمد اسمعیل بخاری ناصبی کہ عداوت میں اہلبیت کی کیسی روایتیں گھڑتا ہے اور اس روایت لانورث کو
رسولخدا صلعم سے کسی نے نہیں سنا ہے نہ ابوبکر نے ۔ کسی اور نے لیکن ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہے جیسے کہ صاحب بخاری نے وہ روایت مالک بن اوس کی وضع کی ہے اور اہلسنت ہی کی
روایتیں اسکو باطل کرتی ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس کا نام لکھتے ہوئے اسکو شرم نہیں آتی کہ انہوں نے تو عمر کے زمانہ میں بھی دعوی وراثت کا کیا تھا دیکھو پھر جھوٹی گواہی
دیتے اور عائشہ تو خلیفہ صاحب کی دختر نیک اختر تھیں وہ تو اپنے باپ کی سی ہی کہینگی اور حضرت علی اور حضرت عباس کے مقدمہ میں تو محدثین اہلسنت حیران ہیں کہ انہوں نے روایت لانورث
کو سنا تھا تو پھر عمر سے دعوی کسواسطے کیا چنانچہ فتح الباری وغیرہ سے نقل ہو چکی ہے اور مولوی صاحب کیا کسیکو بھی خبر اس روایت کی نہیں ہے سوائے ابوبکر کے کوئی سنتا تو کہتا اور جب سنا
لوگوں کہا ہے اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر مثل ابوبکر کے اور ہم بیخبری میں نہیں اڑتے ہیں ورنہ دیدہ و دانستہ فریب کرتے ہیں موافق تحریر علماء اہلسنت کے کہتے ہیں کہ اسکا راوی سوائے ابوبکر
کے کوئی نہیں ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اہلسنت کی کتابوں سے اور یہ مقدمہ میراث رسولخدا صلعم کا مثل امور و وقائع دنیا کے نہیں ہے کہ جو اسکی خبر نہو سب احکام تو جناب رسولخدا صلعم
نے پہنچا دیئے اور اپنی میراث کی کسیکو خبر نہ کی یہ امر عقل میں نہیں آتا ہے اور موجب حکم آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین کے حضرت پر واجب تھا فاطمہ زہرا کو اس سے مطلع کرنا کہ بعد میرے دعوی نکریں اور
ابوبکر کون ہے کہ جو انسے کہتے اور اس امر کی حضرت فاطمہ کو ضرور خبر ہونی چاہیے تھی اور تمام دنیا کے وقائع سے کیا مطلب ہے اور جو کچھ اسکے بعد لکھا ہے وہ ایک ایسی بات ہے اسکا جواب کیا ہو
اور یہ ہم کب کہتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ کی اطلاع ہونی چاہیئے ہم تو اس امر کو کہتے ہیں جو کہ ضروری ہے قال الشیخ الاشعری ہاں اگر حضرت عباس و حضرت عائشہ وارث نہوتے تو یہ بھی

کہنا تھا کہ اپنے وارثوں میں سے کسی سے نکہا اور حضرت علی ہر چند وارث نہ تھی لیکن اول تو وارثوں سے زیادہ مقرب تھے دوسرے وہ حضرت فاطمہ کی جو وارث تہیں وارث تہے یعنی آنکی
خبر گیران اور انکی طرف سے لینے دینے والی وہی تھی سو بہ نسبت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سنا دینے انکا سنا دینا اور انکا کہنا زیادہ تر مفید تھا علاوہ بریں اس قسم کے مضمون جو موت کی
خبر دیں قرابا کے حق میں موجب رنج ہوتے ہیں خصوصاً بیٹی کہ اسکو بہ نسبت فرزند اور اکثر اقربا کے والدین کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اگر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
موافق رای ناقص مولوی عمار علی صاحب حضرت فاطمہ زہرا سے یہ مضمون فرماتے کہ تمہارے لئے حکم خداوندی یوں ہے کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ میں سے کچھ نہ لینا تو کچھ فائدہ تو ہرگز نہ تھا سوائے
اسکے کہ جو کچھ انکے کہنے سے کام چلتا اس سے زیادہ حضرت علی کے کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا اور انسے کہہ ہی چکے تھے مگر جونکہ یہ مضمون متضمن خبر وحشت اثر وفات سرور عالم صلعم تھا تو مفت
... آزردگی خاطر مبارک حضرت زہرا کا ہوتا سو ایسا کونسا حضرت زہرا کا آزردہ کرنا تو اب تھا یا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرا کے دشمن تھے کہ بے وجہ اور بے سبب
انکو رنج و غم میں ڈالدیتے آپ خود جانتے تھے کہ اگر بالفرض والتقدیر میری وفات کے بعد حضرت زہرا کو اطلاع حضرت علی اور ابوبکر صدیق سے جو آپکے نزدیک بالیقین خلیفہ ہونیوالے تھے
میراث ہوگئی تو اول تو ابوبکر صدیق دین میں ایسے سست نہیں کہ کسی کے لحاظ و پاس سے حق بات زبان پر نہ لائیں اور پھر حضرت زہرا ایسی ناحق پرست نہیں کہ باوجود سننے حدیث نبوی
کے زبان مبارک صادق سے ہٹ دھرمی کریں اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور اگر مقتضائے بشری جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون پر بوجہ غلط فہمی معترض ہوئے تھے وہ انکو قصوروار
سمجھا تھا مقدمہ میراث میں حضرت زہرا کو حضرت صدیق اکبر پر کچھ اعتراض ہوگا اور انکا یہ عذر کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے لانورث ما ترکناہ صدقۃ بوجہ غلط فہمی جو مرتبہ بشریت کو
لازم ہے اور انبیاء بھی اس سے چھوٹے ہوئے نہیں یا یہ اعتبار ہی ساقط ہوگا تو حضرت علی موجود ہیں وہ اہلبیت کو سنا دینگے الغرض مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ کسی نے اپنے وارثوں میں سے نکہا
سراسر دروغ اور بہتان ہے **اقول** البتہ حضرت عباس وارث تھے لیکن انسے رسول خدا صلعم نے ہرگز لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو نہیں کہا اگر انسے کہتے تو پھر وہ دعویٰ میراث عمر کے زمانہ میں کیونکر کرتے
جیسا دعویٰ کرنا انکا صحیح مسلم میں لکھا ہے اور عائشہ تو ابوبکر کی دختر تھیں وہ تو جو کہیں کی اپنے باپ کے قول کے مطابق کہینگی اور انکو کیا پروا تھی دس ہزار درہم اپنے باپ و چچا سے
پایا کرتی تھیں جیسا کہ صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور حضرت علی اگرچہ حضرت فاطمہ کی طرف سے لینے دینے والے تھے لیکن انہوں نے حضرت فاطمہ کو نہ سمجھایا کہ تم ابوبکر سے کس واسطے خفا ہوتی ہو
ابوبکر جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں سمجھانا تو درکنار بلکہ خود ابوبکر سے گفتگو کی اس مقدمہ میں اور قرآن کی آیتیں سنائیں کہ رسول خدا صلعم کا ترکہ انکے وارثوں کو پہنچتا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم اہلسنت
کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور بعد اسکے عمر کے زمانہ میں دعویٰ وراثت کا کیا حضرت عباس کے ہمراہ ہوکر اور انکا سنا دینا مفید تر تھا تو کیوں نہ سنایا حضرت فاطمہ کو اور انکو اس رنج
ابوبکر سے باز کیوں نہ رکھا اور اپنی وفات کی تو جناب رسول خدا صلعم نے علانیہ لوگوں کو خبر دیدی تھی جبکہ حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی ہے اس سے سوا موت کی کیا خبر ہوگی اور اکثر امور کے
مقدمہ میں فرمایا ہے کہ بعد میرے ایسا کرنا اور بعد میرے ایسا ہوگا کیا یہی خبر موجب رنج ہوتی تھی اور سوائے اسکے اور کوئی خبر موجب رنج نہ تھی یہ بات کسی کے عقل میں بھی آتی ہے کہ جو یہ شیخ
نجدی کہتا ہے اور یہ کہنا کہ بعد میرے تم وراثت کا دعویٰ کرنا اسمیں اسوقت مرنا کیا بات ہے تاکہ رنج ہو کچھ یہ تو فرمانا ہی نہیں چاہئے تھا کہ میں ابھی مرتا ہوں بلکہ یہ فرماتے کہ بعد میرے
دعویٰ نکرنا سو معلوم نہیں میری سن بعد وفات پائیں یا تیس برس بعد اسمیں بقبل ہوتے آنکی کون صورت ہے جس سے رنج ہو اور مرنا تو ضروری ہے کیا حضرت فاطمہ نہیں جانتی تھیں
کہ ایک روز حضرت جنت کو سدھارینگے اور گو رنج ہوتا ہو لیکن پہنچانا حکم خدا کا حضرت پر واجب تھا یہ کیا پیچ بات نکالی ہے موت کی خبر کی اور فاطمہ حضرت فاطمہ سے کہنے کا یہ تھا کہ ابوبکر غاصب
نہ ٹھہرتے اور حضرت علی کی کہنے سے کام چلتا نظر آتا تھا تو انہوں نے کیوں نکہا بلکہ خود دعویٰ وراثت کا کیا اور حکم خدا کے سننے میں حضرت فاطمہ ہرگز آزردہ نہ ہوتیں اچھا ہوا کہ ابوبکر نے انکو آزردہ
کیا اور حضرت فاطمہ نے دعویٰ کیا اور حضرت علی کو اطلاع بھی تھی اور پھر کچھ نکہا حضرت فاطمہ سے اور ابوبکر سے ایسے دیندار تھے کہ کچھ لحاظ نکیا اور نہ حق بات کہی بلکہ ایک روایت بنا کر حضرت
فاطمہ کا حق غصب کر لیا اور حضرت زہرا ناحق پرست تو نہیں لیکن ابوبکر کو انہوں نے غاصب جانا اور باوجود سننے روایت لانورث کی زبان ابوبکر سے ایسی ہٹ دھرمی کی کہ تادم واپسیں
ابوبکر سے کلام نکیا اور یہ ہٹ دھرمی انکی بمقتضائے بشریت نتھی اگر ایسی ہوتی تو چند روز میں زائل ہو جاتی لیکن چھ مہینے تک یہی ہٹ دھرمی رہی اور طلب میراث سے باز نہ آئیں اور
حضرت موسیٰ سے ہرگز غلط فہمی نہیں ہوئی وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور حضرت ہارون کے ساتھ جو ایسا کیا اور داڑھی انکی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا اس امر
کے ظاہر کرنیکو واسطے تھا کہ جو کچھ قوم سے ظہور میں آیا انکا گوسالہ پرستی کرنا اور ارتداد کہ ایک امر عظیم تھا تاکہ اس حرکت کو حضرت موسیٰ کی دیکھکر قوم کے لوگ جانیں کہ یہ امر بڑا قبیح تھا کہ جو ہم سے
وقوع میں آیا جسکے واسطے حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر ایسی خفگی کی کہ انکی داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تاکہ قوم کے آدمی ہدایت پائیں اور آیندہ کو ایسا نکریں اور غلطی حضرت موسیٰ
سے نہیں ہوئی تھی تعجب ہے کہ انبیاء کو معصوم بھی کہتے ہیں اور خاطی بھی ٹھیراتے ہیں ثلاثہ کو عیوب سے بری کرنیکے واسطے کہ خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کا عیب ظاہر نہونے پائے گو انبیاء
کا خاطی اور غلطی پر ہونا ثابت ہو جائے اور حضرت زہرا کو ابوبکر پر اعتراض کیا تھا اپنی میراث کو طلب کرتی تھیں ابوبکر نے جھوٹی روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ بنا کر حضرت فاطمہ کو
جواب دیدیا اور حضرت فاطمہ اور انبیاء علیہم السلام سے کسی سے غلطی نہیں ہوئی ہے ابوبکر کی خاطر سے انبیاء کو کس واسطے غلطی پر کہتا ہے غلطی پر تو ابوبکر ہی تھے اور حضرت علی تو موجود تھے مگر

یہ روایت لانورث راست تھی تو حضرت علی نے کیوں سنا دیا اور مولوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ رسولخدا صلعم نے اپنے وارثوں میں سے کسی سے نہیں کہا یہ امر راست راست ہے روایتی
ہے اور اس شیخ کا لکھنا بالکل دروغ ہے اگر حضرت اپنے وارثوں میں سے کسی سے کہتے تو کوئی تو گواہی دیتا جسوقت حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے دعویٰ کیا تھا لیکن کچھ بھی نہ کہا کسی نے
اور حضرت عباس نے تو حضرت علی کی ہمراہ ہو کر دعویٰ ہی کیا تھا وراثت کا اگر رسولخدا صلعم سے روایت لانورث سنتے تو پھر عمر کی خلافت میں دعوی میراث کا عمر سے کاہیکو کرتے +
قال الشیخ الاشعری اور یہ جو اس نے کہا کہ حکم خدا کا چھپا رکھنا اپنے نزدیک سمجھتے ہیں اسکو بجز اسکے کہ دیوانوں کی بکواس کہئے اور کیا کہئے اول تو حضرت فاطمہ سے بظاہر چھپانے
کے کوئی معنی ہی نہیں اسلئے کہ وہ ائمہ اہلبیت سے کسی بات میں کم نتھیں جب ائمہ کو علم ماکان و علم مایکون ہو تو حضرت فاطمہ کو بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ انکا رتبا اکثر ائمہ سے زیادہ ہے
کم نہیں بلکہ یوں کہیں تو زیبا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے انسے کہنے کی حاجت ہی نہ دیکھی کہیں تو انسے چھپے کیسے معلوم نہو سکے اور اگر ماکان و مایکون میں سے احکام کو مستثنی رکھئے
یا حضرت فاطمہ زہرا انکو درباره علم ائمہ سے کم کہئے تو اسے چھپانا نہیں کہتے کہ ایک گروہ میں سے دو چار کو بتلایا اور باقیوں کو نہ بتلایا سب جانتے ہیں کہ جیسے بات دو چار کی کانوں میں پڑتی ہے
پھر چھپی نہیں رہتی نقل مشہور ہے ؎ نہان کے ماند آن رازی کز و سازند محفلہا + خاصکر علم دین کے باب میں کیونکہ درباب رسم تدریس تبلیغ واحکام جو کچھ فضائل و رتاکید منقول
ہیں سب کو معلوم ہیں پھر کیا امکان جو ایسے بات چھپی رہے آخر جو احکام خداوندی نازل ہوتے تھے سرور کائنات علیہ افضل الصلوات علی آلہ کونسی خلوت بخانہ ہر ہر فرد بشر کے کان میں
کہتے پھرتے تھے یہی ہوتا تھا کہ ایک دو سے آپنے کہا انہوں نے اوروں سے اسی طرح آگے پیچھے سب کو خبر ہو جاتی تھی اور ابتک یوں ہی بتدریج آدمیوں کو خبر ہوتی جاتی ہے ہاں اگر آپ سب کو
کہدیتے کہ دیکھو خبردار اور کسیکو اطلاع نہو تو البتہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم خداوندی چھپا رکھا علاوہ بریں عقل کی بات جو تھی وہ آپ کر گزرے یعنی حضرت صدیق اکبر سے جو رکن خلافت تھے
یہ بات واشگاف فرمادی اور ظاہر ہے کہ دینا لینا دونوں ہی کا کام ہے دینے والی کا بھی اور لینے والے کا بھی اگر ان میں سے ایک بھی اپنے کام سے ہٹ بیٹھے تو دوسرے سے کیا ہو سکے ہے دینے والا اگر
دے نہیں تو لینے والا کیونکر لے اور لینے والا اگر لے نہیں تو دینے والا کس طرح دے پھر لینے دینے والوں میں سے اگر ایک کو بھی روکدی تو جس چیز کا بدستور رکھنا منظور ہو وہ بدستور رہ سکیگی سو
بدستور حضرت ابوبکر صدیق کی دینے سے روک دینے میں مطلب حاصل تھا اسلئے حضرت فاطمہ سے کہنے کی ضرورت نہوئی **اقول** ہمارے نزدیک جناب رسولخدا صلعم نے کوئی حکم نہیں
چھپا رکھا ہے جو کچھ کہ خدا کے یہاں سے نازل ہوا ہے سب پہنچا دیا ہے اور اگر یہ حکم نازل ہوتا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا تو اسکو بھی پہنچا دیتے اور اگر ابوبکر ہی سے کہا ہوتا تو بھی مضائقہ تھا
لیکن ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہی نہیں اور اگر کہتے تو ماہران علوم دین اور واقفان احکام شرع متین اور وارثان سید المرسلین اسکو تسلیم کرتے اور اگر کسی اور نے بھی سنا ہوتا تو وقت دعوی
فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گواہی دیتا اور چھپانا تو تمہارے مذہب کے موافق لازم آتا ہے کہ حضرت نے ابوبکر سے تو کہدیا کہ جو ایک شخص اجنبی تہا اور اپنے وارثوں سے کہ جنسے کہنا ضروری تہا کہ نزاع نہ
پیچھے نکریں انسے نکہا اور انسے حکم کو چھپا رکھا اور یہ بات دیوانوں کی سی نہیں ہے دیوانہ اور پاگل تو ہے کہ معقول بات کو واسطے اخفاء عیوب ابوبکر کے دیوانوں کی سی بات کہتا ہے اور اس
تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت فاطمہ سے جو کہا نہیں ہے تو چھپایا ہی ہے اور حضرت فاطمہ کا اگرچہ مرتبہ بڑا تھا لیکن یہ یاد ضرور ہے کہ انکو علم ہی ائمہ معصومین کا سا ہوگا تو قائم مقام پیغمبر کے تھے
انکو سب طرح کا علم چاہئے اور حضرت فاطمہ کیا امام تھیں کہ انکا بھی ایسا ہی حال ہو اور ائمہ معصومین کو تو علم سینہ بسینہ رسولخدا صلعم سے پہنچا تھا اور اہل سنت کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے مرنے سے پہلے حضرت علی کو اپنی چادر میں لیا اور انکو کچھ اسوقت تعلیم کیا لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ تمکو جناب رسولخدا صلعم نے کیا فرمایا کہا کہ اسوقت
مجھکو ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب میں ایک ہزار مسائل تھے اور بعضی روایت میں ہے کہ ایک لاکھ باب تعلیم کئے کہ ہر باب میں ایک لاکھ مسائل تھے اور علم ماکان و مایکون سے مراد نہیں
ہے کہ بالفعل انکو سب حاضر تھا بلکہ یہ مراد ہے کہ ہر امر کی علم پر متمکن اور قادر تھے جس چیز کا علم چاہتے خدا تعالی الہام کر دیتا اور تمہارے نزدیک تو تمہارے جہلا ہی کو جنکو تم اولیاء اللہ کہتے ہو علم
ماکان و مایکون حاصل تھا اور غیب کی باتین بتلاتے تھے اپنے مکاشفہ میں لکھی تذکرة الاولیاء اور نفحات الانس کو مولوی جامی کی اور سوائے اسکے تصوف کی کتابوں کو دیکھو اسمیں کیا لکھا ہے اور ائمہ معصومین
سے بھی زیادہ کرامات انکی بیان کرتے ہیں اور اگر حضرت فاطمہ کو اسکا علم ہوتا تو وہ ابوبکر سے دعوی کاہیکو کرتیں پھر حضرت فاطمہ سے کہنے کی احتیاج کس واسطے نہو کیونکہ کبھی انکو معلوم ہوا اور کوئی بتا
ہے کہ حضرت فاطمہ کو علم ہر چیز کا تھا اور تو علم ماکان و مایکون پر جو طعن کرتا ہے یہ باعث عداوت اہلبیت علیہم السلام ہے کہ جو اسلاف سے تجھکو پہنچا ہے ورنہ علم ماکان و مایکون تو تم نے جہلا
اور جلاہوں میں بھی ثابت کرتے ہو اور گروہ میں سے دو چار سے حضرت نے ہرگز نہیں کہا تھا بلکہ کسی سے نہیں کہا تھا اگر کہتے تو جسوقت کہ ابوبکر کو حضرت فاطمہ نے جھوٹا ٹھیرایا تھا اسوقت
کوئی تو گواہی دیتا اور نہیں تو عمر اور عثمان اور عبدالرحمان اور سعد وغیرہ میں سے کوئی تو کہتا کہ ہاں رسولخدا صلعم نے ایسا فرمایا ہے لیکن کسی نے بھی نہکہا اور نہ کسیکے کان میں پڑی
اگر کسیکے کان میں پڑتی تو کوئی تو اسوقت کہتا پھر اور چھپانا کسکو کہتے ہیں اور صواعق اور تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی میں لکھا ہے کہ سوائے ابوبکر کے حضرت کی
میراث کا علم کسیکو نہتہا اور یہ لکھتا ہے کہ اس مضمون کا تذکرہ محفلوں میں ہوا اور بہت شہرت ہو گئی اسکی چنانچہ لکھتا ہے کہ ؎ نہاں کے ماند آن رازی کز و سازند محفلہا + اور
علم دین ہی کی تو تھی یہ بات کہ وقت دعویٰ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے جسکا پتا نہ لگا اور حضرت فاطمہ زہرا انسے خفا اور آزردہ ہو کر ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرا دیا اور آخر یہ بات چھپی ہی رہی اور

کسی نے بیان کی اُس وقت وہ ہاں ایسا ہی ہوتا تھا کہ خانہ بخانہ ہر ہر شہر رسولخدا سے نہیں کہتی تہیں دو چار سے کہتی تہے پھر مشہور ہوجاتا تھا لیکن اسکو تو کسی نے کہا ہی نہیں
تھا اگر کہتے تو مشہور ہی ہوجاتا لیکن نہیں کہا کسی نے صرف ابوبکر نے اپنی رائے سے ایجاد کرلیا ہی اور ابوبکر کون تہے جس سے کہتے اور کس نے اُنکو خلیفہ کیا تھا جس نے اُنکو خلیفہ
کیا تھا اُسکے خلیفہ ہونگے رسولخدا صلعم نے تو اُنکو خلیفہ کیا ہی نہیں ہی کہ اُنکو خلیفہ اپنا جانکر یہ بات آپنے کہدی ہو اور لینے والے دینے والے کی بات کا یہاں کیا ذکر ہی اور
رکہدینے کی کیا بات ہی ابوبکر سے تو رسولخدا صلعم نے کہا ہی نہیں ہے اور ابوبکر سے کہنے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں تہی وہ تہے کون جو آپنے کہی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا
تو یہ مقدمہ تھا اُنسے ہی کہنا ضرور تھا جب آپنے نہ کہا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ ایک جہوٹی روایت بنالی ہی اور اگر یہ روایت راست ہوتی تو حضرت فاطمہ زہرا سے بھی ضرور ہی کہتے
اور اگر اُنسے نہ کہتے تو کسی اور سے کہتے کہ مشہور ہوجاتا اور حضرت فاطمہ زہرا دعوی نکرنے پاتیں اور اگر دعوی کرتیں تو لوگ اُنکو اس دعوی سے باز رکہتے اور اگر اور کوئی نہوتا تو حضرت
علی تو اُنکو باز رکہتے **قال الشیخ الاشعری** باقی رہی یہ بات کہ مطلب یوں بھی حاصل ہو سکتا تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سے ہی کو یہ حدیث سنا دیتے اور حضرت صدیق اکبر
سے یہ بات نفرماتے بلکہ حصول مقصود اس صورت میں بوجہ احسن ہوتا کیونکہ اتنا جھگڑا ہی جواب ہوا تو جواب سکا یہ ہی کہ واقعی حصول مقصود کی یہ بھی ایک صورت تہی لیکن
اس صورت میں جواب ظہور میں آیا ہی چند مصلحتیں ایسی ساتھ لگی ہوئی تہیں کہ درصورت مرقومہ ہرگز نہ تہی تفصیل اسکی یہ ہے کہ اول تو ایسی صورتوں کے صدیق اکبر سے فرمانے میں
صحت خلافت صدیق اکبر کی طرف اشارہ مدنظر تھا تاکہ حاضرین محفل سمجھ جائیں کہ یہ وصیتیں جو صدیق اکبر کو کی جاتی ہیں تو اپنا جانشین کرنا انہیں ہی مدنظر ہے
کسی مصلحت سے بتصریح نہیں فرماتے تو کیا ہوا اور یہ کچھ نیا ہی اشارہ نہیں ایسے ایسے بلکہ اس سے بڑھ بڑھکر اور بہت سے اشارہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام بلکہ کلام ربانی میں پائی جاتی ہیں اور اس سے مولوی عمار علی صاحب کے اس سخن نامعقول کا بھی جواب نکل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
اجنبی شخص سے جو اُسے کسی طرح رسول اللہ صلعم کی وراثت میں کچھ دخل نتھا یہ فرمایا کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ اور حاصل جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کو معلوم تہا کہ میرے بعد
سررشتہ اختیار صدیق اکبر کے ہاتھ میں ہوگا اسلئے جو امور ضروریہ خلافت قابل وصیت ہیں وہ انہیں سے کہنی چاہئیں تاکہ اسکے موافق کاربند ہوکر انداز خلافت کو بہ رنگ نبوت
کردیں دوسرے ایسی صورت میں فقط لینے والے کو منع کرنے میں یہ بھی اندیشہ ہی کہ مبادا الطبع النسانی حکم خداوندی کو چہپالے گو بوجہ محفوظیت یا معصومیت حضرت زہرا سے اس
موقع خاص میں تو ڈر نہیں مگر قواعد کلیہ شرعیہ میں خاص خاص امور کا اعتبار نہیں ہوتا اسیواسطے اگر کسی قضیہ میں کوئی ولی کامل کہ اسکی ولایت اور صدق و دیانت پر
تمام عالم متفق ہو تن تنہا ثبوت دعوی کی گواہی دی تو گو بیقین کامل ہی کہ یہ شخص جہوٹ نہیں بولتا ہرگز قبول نہوگی اور اگر ایسے دو آدمی کہ بظاہر پیرایۂ عدالت رکہتے ہوں
گو قاضی کے نزدیک بھی وہ دونو صلاحیت تقوی میں اس ایک کے برابر نہوں بلا تامل مقبول ہوگی وجہ اسکی یہی ہی کہ قواعد کلیہ شرعیہ کچھ باینوجہ کہ جو ان قواعد کے لحاظ سے مقصود ہی
کسی خاص موقع میں انکے لحاظ نکرنے میں وہ مقصود بوجہ احسن اور بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہی نہیں چہوڑ سکتے **اقول** بیشک مطلب اسی طرح حاصل ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہ کو
یہ روایت سنادیتی یا اوروں کو کہتے کہ جس سے مشہور ہوجاتا کہ حضرت نے ایسے فرمایا ہی گو ابوبکر کو بھی سنادیتے لیکن حضرت نے تو کسی سے ایسا نہیں فرمایا اور سوائے ابوبکر کے کسی
کی زبان گویا نہیں ہوئی وقت دعوی فاطمہ زہرا کے اور کسی نے بہی ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی اور خلافت کو اس سے کیا تعلق ہی خلیفہ کرنا ابوبکر کا تو حضرت کو منظور ہی
نہتہا اور اسیواسطے مرض الموت میں مرنے سے پہلے اسامہ بن زید کے مطیعوں میں سے مقرر کرکے ارادہ ابوبکر اور عمر کے نکالدینے کا کیا تھا کہ وقت وفات میری کے یہ یہاں
موجود نہوں کہ فساد برپا کریں اور خلیفہ حق کی خلافت میں رخنہ انداز ہوں اور فرمایا جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ چنانچہ ملل نحل اور شرح
مواقف میں ہی لیکن لعنت خدا کو اختیار کیا اور مدینہ کو نہ چہوڑا خلافت کے غصب کرنیکے واسطے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ علی بن ابیطالب کو رسولخدا صلعم خلیفہ کرچکے ہیں خم غدیر پر
اور اب پہر علی کی خلافت کی تاکید کرینگے چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت نے چاہا کہ علی کی خلافت کے مقدمہ میں کچھ میں لکھوں اور دوات اور قلم طلب کیا اور فرمایا کہ میں
تمہارے واسطے ایک سند لکھدوں کہ بعد میرے گمراہ نہو تم عمر نے یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم کو کہا کہ یہ مرد بیماری میں بہکتا ہی اور ہذیان اسکو ہوتا ہی کتاب خدا ہمکو کفایت کرتی
ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغت میں لکھا ہی کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ علی کیواسطے لکہیں گے اسواسطے میں نے منع کیا
اور اگر رسولخدا علی کو خلیفہ کرتے تو قریش اُسکی اطاعت ہرگز نکرتے اور کار برہم ہوجاتا اور استیعاب میں لکھا ہی کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ ہاں علی حقدار اور سزاوار خلافت
کا ہی لیکن اُسکی طبیعت میں خوش طبعی اور مزاح بہت ہے اسواسطے ہمنے اُسکو نہیں ہونے دیا اور تو ابوبکر کو کہاں سے خلیفہ رسول مقرر کرتا ہی کیا رسولخدا صلعم نے اُنکو خلیفہ کیا تھا خلیفہ
تو وہ تہی ہیں جنہوں نے اُنکو خلیفہ کیا تہا اور اگر ابوبکر کو خلیفہ کرنا منظور ہوتا تو کون مانع تہا اور یہ ہی عذر کہ کسی مصلحت سے نکیا یہ ایک پوچ بات ہے دیوانوں کی سی اور عمر کہ جسنے
ابوبکر کو خلیفہ کیا تہا اُسنے بہی ابوبکر کی خلافت کو ناگہانی اور اتفاقی سمجہا تھا قابل اطمینان کے نہیں جانتے تہے چنانچہ عمر نے کہا کہ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرہا یعنی تہی

بیعتِ ابوبکر ناگہانی بچا یا خدا نے اُسکے شر سے اور اسکے بعد یہ ہے کہ جو کوئی پھر ارادہ کرے اسکو تو قتل کرو اور ہمنے فرض کیا کہ اشارہ صحت خلافت کی طرف بھا لیکن صحابہ میں سے
اس اشارہ کو کس نے سنا اور وہ کون تھے حاضرینِ مجلس جنہوں نے یہ اشارہ سنا تھا سوائے ابوبکر کے کسی کی زبان سے بھی اُسوقت یہ کلمہ نکلا اور اگر یہ اشارہ صحت خلافت کا تھا تو یہ
کہنے تجھکو قسم ہے پیر دستگیر کی کہ وقت انعقادِ خلافتِ ابوبکر کسی نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت نے ابوبکر کی صحت خلافت کے واسطے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یا ابوبکر نے دعویٰ کیا تھا
وقت غصب کرنے خلافت کے کہ میں حقدار خلافت کا ہوں کہ حضرت نے میری صحت خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاص مجھسے ہی حضرت نے فرمایا تھا لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
اور حال یہ ہے کہ اسکا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا بلکہ مہاجرین اور انصار میں یہ گفتگو تھی منا امیر و منکم امیر اور ہمنے فرض کیا کہ صحت خلافت ہی کی اشارہ کے واسطے حضرت نے
ابوبکر سے فرمایا تھا لیکن جیسا ابوبکر سے کہا تھا ایسا ہی فاطمہ زہرا اور غیرہا سب اپنے رشتہ داروں سے اپنے کہا ہوتا تاکہ یہ جھگڑا نہوتا بلکہ موجب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے واجب تھا رسول خدا
صلعم پر حضرت فاطمہ زہرا پر اسکا ذکر کرنا کہ بے موجب کسی چیز کا دعویٰ نکریں اور ابوبکر کی خلافت کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہے نہ قرآن میں نہ حدیث میں یہ شیخ بالکل جھوٹا ہے
اور بڑا دروغگو ہے اگر کسی جگہ اشارہ ہوتا تو وقت قائم کرنے خلافت ابوبکر کے کوئی تو ذکر کرتا اور نہ ابوبکر نے کوئی دلیل اپنے استحقاق خلافت کی پیش کی جیسے کہ حضرت علی پیش
کرتے تھے اور جو ابوبکر نے کہا تو یہ کہا کہ الائمۃ من قریش اور اپنی خصوصیت کی کوئی بات بیان کی اور مولوی عمار علی صاحب نے تو وہ لکھا ہے کہ آجتک تیرے اسلاف سے جواب صحیح اُسکا
نہیں ہو سکا تیری تو کیا حقیقت ہے اور جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے سب درست ہے جواب معقول اُسکا تجھ سے ہرگز نہیں ہو سکا صرف احتمالات واہیہ ہی تو نکالتا ہے لیکن جواب تجھسے
نہو سکا اور رسول خدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے ابوبکر خلافت کو غصب کریگا اور میرے وارثوں کو میراث سے محروم کریگا پھر کیوں کہتے اُس غاصب سے اور خلافت تو اُنکی باطل ہی اُسکا
ذکر تو عبث تو کرتا ہے اور رہی حضرت فاطمہ تیرے نزدیک بیشک یہی ہے کہ فاطمہ زہرا طمع نفسانیت کی جہت سے طلب کرتی تھیں اور حق اُنکا کچھ نہ تھا اور یہ عذر مخفوظیت و معصومیت
کا کسواسطے کرتا ہے تیرے نزدیک فاطمہ زہرا بالکل جھوٹی تھیں اور یہاں گواہی کا کیا ذکر ہے کیا فاطمہ زہرا کوئی شہادت ادا کرتی تھیں یہاں تو ذکر یہ ہے کہ اگر ابوبکر سے کہا تھا تو فاطمہ زہرا
سے بھی کہا ہوتا کہ انسے کہنا واجب تھا ابوبکر سے چاہئے کہتے چاہئے نکہتے اور اگر یہی بات ہے کہ ایک شخص کا قول معتبر نہیں ہے تو ابوبکر تنہا کا قول روایت لا نورث میں کیونکر معتبر ہوا اور کہاں سے ثابت ہوا کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابوبکر سے
ایسا فرمایا تھا اُسوقت دو تو کسی نے بھی گواہی دی تھی **قال الشیخ الاشعری** الحاصل گو حضرت فاطمہ کو حدیث مذکور کے سنا دینے میں بزعم شیعہ مقصود اصلی بہ نسبت اسکے زیادہ تر اچھی طرح حاصل ہو جاتا کہ
صدیق اکبر سے فقط کہدیا لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ ایسے موقع میں دینے والے کو روکا جائے نہ لینے والے کو اور با اینہمہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ اگر حضرت فاطمہ کو یہ حدیث سنا دیتے
تو جھگڑا نہوتا اور مقصود بوجہ احسن حاصل ہو جاتا کیونکہ اول تو جھگڑے کا ہونا ہی مسلم نہیں چنانچہ انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا یہ فقط شیعوں کی شرارت ہے کہ افسانہ بے اصل کو
کوچہ و بازار میں گاتے پھرتے ہیں حاشا و کلا جو یوں ہوا ہو دوسرے اگر کسی قسم کی فی الجملہ انبیاء میں شکر رنجی دو چار روز کیلئے ہو بھی گئی تو اسے جھگڑا نہیں کہتے ایسے ایسے امور
بھی ہو جاتے ہیں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا قصہ کس کسنے نہیں سنا معہذا جو رنج کہ قریب ہے مبدل بصلح ہو جائے اُسکے ہونیکا کچھ اعتبار نہیں اُسکو عرف میں کان آشنا
سمجھتے ہیں ایسی رنجوں کا اگر کھٹکا ہی تھا تو ہم تو یہ بندی نہیں کیا کرتے سو بایں لحاظ گو نہ صدیق اکبر ایسے ناقدر شناس ہیں کہ حضرت زہرا کے سامنے عذر معذرت نہ کرتے
نہ حضرت زہرا ایسی کج طبع ہیں پر کر سب ہی ہی نہونگی اسکا دختر پیغمبر خدا نے کچھ لحاظ نکیا ہو الحمد للہ کہ اسی طرح ظہور میں آیا چنانچہ روایت مجالج السالکین حج انشاء اللہ
اب قریب ہے مذکور ہوتی ہے اسبات پر شاہد ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے عذر کیا اور حضرت زہرا نے قبول فرما لیا اور بدل و جان انسے پھر بمنزلہ شیر و شکر ہو گئیں تیسرے یوں کہنا کہ
حضرت فاطمہ سے یوں کہدیتے تو جھگڑا نہوتا جب بجا ہے کہ رسول اللہ صلعم عالم الغیب بھی ہوتے بیسیوں آیات اسبات کی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم بلکہ تمام موجودات میں کسیکو
علم غیب نہیں قُلْ لَّوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ اول آیہ سے بالخصوص رسول اللہ صلعم کا عالم الغیب نہونا اور
دوسرے سے علی العموم ملائکہ اور انبیاء اور جن و بشر کا عالم الغیب نہونا ثابت ہے جسے شک ہو ترجمہ کے کلام اللہ بہت موجود ہیں نویں سیپارہ کے نصف و ثلث کے مابین اور بیسویں سیپارہ کے
اول رکوع میں آیات مذکورہ کو تلاش کرکے اپنی تسلی کرلے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے امور کا دھیان گمان میں لبا اوقات نہیں آیا کرتا چوتھے یوں کہو کہ عقل سے معلوم کرکے بیشتر بندی
کرتے تھے وہاں جو سی مصلحتیں بیان کیں اور انشاء اللہ کرونگا وہ البتہ لحاظ عقلی کی مقتضی چنانچہ عاقل سمجھتے ہیں اور حیوان لا العقل نسمجھیں تو کیا کیجے تیسری مصلحت یہ ہے کہ جب یہ
سمجھ کر کہ مقتدا دونوں کے کہنے سے کام چلتا ہے و تنہا ہی ایک سے بھی ایک ہی کو سنا دینے کی تجویز ٹھہری تو پھر مناسب یہی ہے کہ ابوبکر صدیق ہی کو روکیے کیونکہ فعل عطا نہیں سے
ظہور میں آتا باقی حضرت فاطمہ لینے والی تھیں اور ظاہر ہے کہ دینا لینے کی فرع ہے اور دینا اصل ہے اور اصل کے اکھاڑ دینے میں جو کچھ قلع و قمع فساد ہوتا ہے وہ فرع اور شاخ کی
قطع کر دینے میں نہیں ہوتا الحاصل جس فساد کی پیش بندی کیلئے اس حدیث کو سنا دینا مد نظر تھا صدیق اکبر کے کہنے میں تو اُسکی بیخ و بنیاد کا اُکھاڑ دینا تھا اور حضرت فاطمہ کے کہدینے
میں گویا شاخ کو قطع کر دینا یوں کہیے کہ پھل نہ لگا سوا اسکے اگر حسب گفتار سراپا معقول شیعہ کوئی اور فساد بیچ میں تعلق ہی کھڑا ہوتا نظر آئے تو اُسکی مدافعت کیلئے بھی اُسکی مدافعت کے

اقول البتہ مقصود اصلی نہیں چھوڑا جاتا یعنی اسباب کا لحاظ مقدم ہی کہ مملوکہ نبوی دستبرد وارثان نہو جائے اسمیں بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے
یہی تھا کہ حضرت فاطمہ کو سناتے اور ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے نہ سناتے اور قاعدہ کلیہ نہیں ہی کہ جو تو کہتا ہی اور قاعدہ کلیہ کیا بلکہ عقل کے نزدیک بھی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے
کہ دینے والے ہی کو سنایا جائے اور لینے والے کو نہ سنایا جائے اگر لینے والے کو نہ سنایا جائے اور اسکو خبر نہو اور پھر وہ دینے والے سے دعوی کرے اور دینے والا دینے سے انکار کرے تو متہم بخیل
ہو جاتا ہے اور تنہا دینے والے سے کہنے میں کچھ کام نہیں چلتا ہی اور دینے والے کی عقب گزاری نہیں ہو سکتی ہی اور روکنا لینے والے ہی کا چاہئے نہ دینے والے کا جو بات کہتا ہی الٹی
ہی کہتا ہی اور بیشک اگر حضرت فاطمہ سے بھی کہدیتے تو کچھ جھگڑا نہوتا کہ حضرت فاطمہ دعوی ہی سے دست بردار ہو جاتیں اور یہ کہنا کہ اول تو جھگڑا ہونا ہی مسلم نہیں ہے اُسکو تو
مسلم ہی کہ جب صحیح بخاری اور مسلم اور جامع الاصول وغیرہ صحاح اپنے کو ڈھونڈلے اور بدون اسکے کام نہیں چلتا ہی جھگڑا تو ایسا ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غضبناک
ہو گئیں اور تمام عمر اس سے کلام نکیا اگر شرارت ہے تو علماء اہل سنت کی ہی کہ انہوں نے یہ جھگڑے کے مضامین لکھے ہیں اور جو بات کہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے
اُسکو بے اصل کہنا تیرا ہی کام ہی اگر جھوٹ نہ لکھیں اہل سنت تو محافظت اُنکے دین کی کیونکر ہو اور یہ جو لکھتا ہی کہ چنانچہ معلوم ہو جائیگا وہ بھی ایک افترا اور جھوٹ ہی جسکو
یہ لکھیگا اور شکر رنجی دو چار روز کی نہیں ہوئی بلکہ جبتک حضرت فاطمہ زندہ رہیں چھ مہینے تک موافق روایت صحیح بخاری کے ہمیشہ رنج اور غصہ میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے
کلام نکیا یہانتک کہ اس دار ناپائدار سے رحلت کر گئیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون میں کبھی رنج آپسمیں نہیں ہوا ہے تو جھوٹ لکھتا ہی چنانچہ ہم پہلے اس سے ثابت
کر چکے اور کیونکر اُنسے ایسا امر وقوع میں آئے کہ وہ معصوم تھے اور حضرت فاطمہ کا رنج قریب کیا تا دم واپسیں مبدل نہیں ہوا جسکے شاہد صحیح بخاری ہی اور نہ ابوبکر سے اُنہوں نے
صلح کی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ کے سامنے ابوبکر نے کچھ عذر کیا ہو تو یہ عذر بدتر گناہ سے ہے حق تو اُنکا غصب کر لیا پھر عذر کے کیا معنی ہاں عذر یہ تھا کہ حق اُنکا واپس
کر دیتے اور مجالس السالکین کا جو حوالہ دیتا ہی شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہی اور اگر کسی ناصبی کی ہو تو اسکا کیا اعتبار ہی بہتیری روائتیں اس مقدمہ میں جھوٹی وضع
کی ہیں اور حضرت فاطمہ نے عذر ابوبکر کا ہرگز قبول نہیں کیا ہی یہ تو کہاں سے کہتا ہی کہ پھر بمنزلہ شیر و شکر کے مل گئیں تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہی کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ایسی
غضبناک ہوئیں کہ دم آخر تک ابوبکر سے کبھی کلام نکیا اور ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم اگر حضرت فاطمہ سے کہدیتے تو جھگڑا نہوتا اور ہم خود مقر ہیں اس امر کے کہ رسول خدا صلعم
عالم الغیب نتھے ان آیتوں کے لکھنے سے کیا فائدہ ہی اور جھگڑا تو اسواسطے ہوا کہ جو امر کہ واجب تھا رسول خدا صلعم پر بموجب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین کے اُسکو نہ پہنچایا کیا اتنی بھی سمجھ
رسول خدا صلعم کو تمہارے نزدیک نتھی کہ اگر میں نہ سناؤنگا تو یہ بسبب بے خبری کے دعوی کریگی ہاں اگر حضرت یہ جانتے کہ فاطمہ ابوبکر کو راست گو جانتی ہیں جو وہ کہینگے یہ قبول کر لینگی تو حضرت
فاطمہ سے نہ کہتے یہ بات بھی نہیں ہے ابوبکر کو تو حضرت فاطمہ نے دروغگو ہی سمجھا اور جو مصلحتیں کہ آپنے مذکور کی ہیں اور آئندہ جو کچھ ذکر کروگے ہرگز بلحاظ عقل کے قابل نہیں ہیں پہلی مصلحتیں تو
رد ہو گئیں اور آئندہ بھی رد ہو جائینگی اور عاقل اُسکو سمجھ جائینگے اور حیوان لایعقل نہ سمجھیں گے اور کام جو کچھ چلتا تھا وہ حضرت فاطمہ کے سنانے سے چلتا تھا ابوبکر کو چاہتے سناتے چاہتے
نہ سناتے اور روکنا بھی حضرت فاطمہ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ مدعیہ تھیں کہ دعوی نکرنے پائیں ابوبکر کو کہ اُنکے روکنے میں کیا فائدہ تھا وہ تو دینے والے تھے اُنسے ہی کہنے میں اور لینے
والے سے نہ کہنے میں صورت جھگڑے کی تھی سو وقوع میں آئی اور معلوم نہیں اسکا کیا مطلب ہے کہ دینا لینے کی فرع ہی اور دینا اصل ہی دینے ہی کو اصل اور فرع دونو مقرر کیا ہے اور لینے
کو کچھ بھی نہ سمجھا وہ کیا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ دینا اصل لینے کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لینا ہی اصل ہی کہ کوئی لینے والا پہلے مقرر ہو لیگا تو تب دیا جائیگا اور اصل کے اکھاڑنے میں
جو قلع قمع فساد ہوتا ہی وہ فرع کے اکھاڑنے میں نہیں ہوتا سو اس فساد کے دفع کرنے میں اگر حضرت فاطمہ کو سنا دیتے تو بیخ و بنیاد کا اکھاڑ دینا تھا اور ابوبکر کے کہدینے میں گویا شاخ
کو اکھاڑنا سو اسکے اگر حسب مختار نامعقول کوئی اور فساد بیچ میں اتفاق سے کھڑا ہوتا نظر آئے تو اس دینے والے کی جہت سے ہوگا نہ لینے والے کی جہت سے اور اسباب کا لحاظ مقدم ہی کہ
مملوکہ نبوی اُنکے وارثوں کو پہنچے بلا سے کسی قسم کا تنازع ہی کیوں نہ پیش آجائے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال قطع نظر اسکے کہ حضرت فاطمہ زہرا کے کہنے میں سر دست آزار خاطر
مبارک حضرت ہی نظر آتا تھا اور مطلب اُنکے نکہنے میں بھی حاصل ہو سکتا تھا اقتضائے عقلی بھی یوں ہی تھا کہ حضرت فاطمہ سے نہ کہئے اور حضرت صدیق اکبر ہی کی گوش گزار کر دیجے کیونکہ جب وہ
خلیفہ ہوئے تو پھر سر رشتہ اختیار اُنہیں کے ہاتھ ہوگا جب متروکہ نبی وارثوں کو نہ ملیگی تو حضرت فاطمہ یا اور کسی وارث کے پاس نہ جائیگا جو وہ اُسکو اپنا مملوک سمجھکر تصرف ناجائز کریں ہاں انہیں
اور اسوجہ سے اُنکو اطلاع کرنی ضرور ہو باقی رہی فقط طلبگاری تو اسمیں تا وقتیکہ اسباب کی اطلاع نہو کہ ہمارا حق نہیں کچھ گناہ نہیں جو اُسکی پیش بندی کی ضرورت ہو
معہذا حضرت عباس اور حضرت عائشہ سے کہدینا کفایت کرتا تھا اسلئے کہ اگر میراث تقسیم ہوتی تو یہ دونو صاحب بھی کچھ کم نصف کے مالک ہوتے سو اگر میراث تقسیم ہوتی تو سبھی کو
برابر تقسیم ہوتی پس لاجرم اُنکو بھی اطلاع ہوتی سو اگر فاطمہ کو پہلے سے معلوم نہوتا اور نہ ابوبکر صدیق کو خبر ہوتی تب اُن دونو کا سننا کافی تھا وقت ضرورت بیشک حال معلوم
ہو جاتا اور ان سب کو جانے دو نہ ابوبکر صدیق کا ذکر کرو اور نہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے معلوم ہونیکا کچھ خیال کرو فقط حضرت علی سے فرما دینا ایسا ہی تھا جیسا فاطمہ سے

فرمایا کیونکہ انکی طرف سے کارکن اور خبرگیراں جبتک وہی تھے وہ دونو صاحبزادے جبتک صغیر السن ہی تھے پر پیغمبر خدا صلعم جانتے تھے کہ اول تو میراث کا لینا کچھ لکھا ہی نہیں گو ڈھونڈنا نہیں جو جیب چیا
ہو جائیگی پھر وہ اسقدر مخفی پر پہنچنے والے اور قبضہ کرنیوالے حضرت علی ہی ہونگے ادھر حضرت عائشہ اور حضرت عباس بھی بہ نسبت حضرت فاطمہ کے کوئی غیر نہ تھے ایک بچا کی والدہ دوسرے بچا کے دادا اور ظاہر
ہے کہ ایسے قرابتیوں میں بیشتر اتفاق ملاقات رہتا ہے اور اس سبب سے ایکدوسرے کو اسکے نفع و نقصان کی اگر کچھ اطلاع ہوتی ہے تو اطلاع کر دیتا ہے خصوصاً امر دینی کی نفع و نقصان کی باتیں اور وہ بھی ایسی کہ جس سے
حب دنیا کو طلاق دی بیٹھے ہوں ایسے مواقع میں اگر بمقتضائے بشری کوئی رنج دنیا میں واقع ہو جاتا ہے تب اسکی نفع و نقصان کی اطلاع کر دیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں اگر کچھ رنج بھی ہو جاتا ہے تو بوجہ محبت
ہوتا ہے بوجہ عناد و بغض نہیں ہوتا جو دوسرے کے نقصان کا روادار ہو چونکہ رنج کی دو طرح کی ہونیکی تحقیق آیۂ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء کے ذیل میں گزر چکی اسلئے فقط اسی پر اکتفا کرکے معروض کرتا ہوں
کہ حضرت عائشہ اور حضرت عباس کے سنانے میں یہی نظر آتا تھا لاجرم انہنے وسیلہ حضرت فاطمہ اور زبیر اور رواۃ تو نقلو یعنی ازواج باقیہ کو اطلاع ہو جاویگی شروع میں نہیں وقت طلب یا وقت قبض و تصرف تو ضرور
ہی پایہ معلوم ہو جائیگی کیونکہ ایسی باتیں چھپا رانکی تو ہیں ہی نہیں جو کسیکو اطلاع نہو **اقول** حضرت فاطمہ سے کہنے میں ہرگز آزار خاطر انکا نہ تھا اور عین مناسب ملکیہ واجب تھا اور ابو بکر کو سمین کیا تعلق تھا
جو انسے کہتے وہ تھے کون اور ہرگز عقل کسی عاقل کی بجز تجھ دیوانہ کی اقتضا نہیں کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ سے نکہا جاوے بلکہ اس مظلومہ ہی سے کہنا چاہئے تھا تاکہ دعوی کرکے ابو بکر کو غاصب ٹھیراتیں اور خلیفہ ابو بکر
کو کس نے کیا ہے رسولخدا نے تو انکو مدینہ سے نکالدینے کا حکم کر دیا تھا اسیواسطے کہ خلافت میں علی کی کیچھ تاخیر اور زبردستی بسلوا بدید عمر خلیفہ بنکر مختار ہو گئے تو اس سے کیا ہوتا ہے اور ترکہ نبی ان کی باتیں بہجا
جسکے وہ مستحق تھے ابو بکر کے علم سے اور اگر بہجتا تو تصرف انکا اسمیں بیجا تھا کہ وہ مالک اسکے تھے اور حضرت عباس اور عائشہ سے کہدینا اگرچہ کفایت کرتا تھا لیکن حضرت عباس سے کہا نہ عائشہ سے حضرت عباس کبھی تو
وہ عمر کے زمانہ میں دعوی وراثت کا عمر سے کا ہیکو کرتے اور ابو بکر اور عمر کو وہ کاذب اور خائن کا ہیکو بناتے اور عائشہ نے اگرچہ سنا تھا لیکن اپنی باپ کی بولی بولی گئی اسکو کب منظور تھا کہ باپ میرا
غاصب مشہور ہو اور سوا اسکے دس ہزار درہم ہر سال روزینہ میں پاتے تھے ابو بکر اور عمر سے وہ ابو بکر کے بدنام کیونکر ہونے دیتیں اور عائشہ اگرچہ ماں تھی لیکن مادر نامہربان تھیں کہ اپنے
فرزندوں سے عداوت رکھتی تہیں اور حضرت علی کا فرمانا اگرچہ ایسا ہی تھا جیسا حضرت نے فرمایا لیکن حضرت علی سے تو کہا ہی نہیں تھا حضرت علی تو وہ تھے کہ ہمراہ فاطمہ اور عباس کے
جا کر ابو بکر سے میراث کے مقدمہ میں گفتگو کی اور میراث کے مقدمہ میں آیت وورث سلیمان داود اور آیت فہب لی من لدنک ولیا یرثنی سند میں لاے چنانچہ کنز العمال اور طبقات سعد میں ہے اور بعد اسکے
عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی وراثت کا کیا ہمراہ عباس کے جاکر اور عمر نے کہا کہ تم دونوں نے ابو بکر کو کاذب و خائن اور آثم جانا چنانچہ صحیح مسلم میں لکھا ہے اگر حضرت علی سنتے تو
پھر کیا باعث تھا میراث کے طلب کرنیکا بس جو کچھ کہ اسپر بنا کر کے لکھا ہے سب باطل ہے اور حضرت فاطمہ کو رنج ابو بکر کا اسقدر ہوا تا دم مرگ [illegible] نکیا یہ رنج محبت کا کیونکر ہو سکتا ہے اور محبت کا
ہوتا تو زائل ہو جاتا اور نہ تو حضرت عباس اور عائشہ کو سنایا اور نہ کسی اور وارث کو اطلاع ہوئی اگر اطلاع ہوتی تو دعوی کیوں کرتے **قال الشیخ الاشعری** الی اصل سی [illegible] چھپایا
نہیں کہتے کہ دس بارہ بلکہ شاید زیادہ کے سامنے ایک بات فرما دیں اور وہ بات بھی اس قسم کی کہ اسکی تعمیل اگر نہو سکے تو عذاب آخرت [illegible] تک نہ ہو سکے [illegible]
کرسکو نہیں پہچاو خاص کر حضرت علی اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ کہ دو تو انمیں وارث ہیں اور ایک وارث [illegible]
وارثان نبوی تھا پیغمبر صلعم نے وارثوں سے چھپا رکھا چاہتا [illegible] کہ نہیں ہاں چھپا رکھنا [illegible]
حضرت زید شہید سے حکم امامت امام محمد باقر نے چھپا رکھا اور پھر حیف یہ کہ حکم بھی ایسا کہ جسکا اوسکی ماننے سے کفر لازم [illegible]
بدستاویز حدیث من یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ شیعوں کا بھی عقیدہ ہے اسلئے کہ اسکی معنی شیعوں کے طور پر [illegible] میں
پہچانے یعنی اسکی امامت کی اسکو خبر نہو تو وہ جاہلیت کا سا مرنا مریگا ایسا مسئلہ جو رکن رکین ایمان تھا چھپا رکھا تھا سو چھپانا اسے کہتے ہیں [illegible] وارث کے کان میں
لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہا اور اگر سند مطلوب ہے تو لیجئے کلینی کی روایت موجود ہے کسی ایسے ویسے رند بازاری کی نہیں روی الکلینی عن ابان قال اخبرنی الاحول ان زید بن علی
بعث الیہ وہو مختف قال فاتیتہ فقال یا ابا جعفر ما تقول ان طرقک طارق منا اتخرج معہ قال فقلت لہ ان کان اباک او اخاک خرجت معہ فقال لی ارید
ان اخرج فاجاہد ہولاء القوم فاخرج معی فقلت لا افعل جعلت فداک فقال اترغب بنفسک عن نفسی قلت انما ہی نفس واحدۃ فان کان للہ فی الارض
حجۃ فالمتخلف عنک والخارج معک سواء فقال یا ابا جعفر کنت اجلس مع ابی فی الخوان فیلقمنی البضعۃ السمینۃ ویبرد لی اللقمۃ الحارۃ حتی تبرد شفقۃ علی ولم یشفق علی حر النار
اذا اخبرک بالدین ولم یخبرنی قال فقلت خاف علیک ان لا تقبل فتدخل النار واخبرنی فان قبلت نجوت وان لم اقبل لم یبال ان ادخل النار **علامہ کلینی** ابان سے یوں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا
کہ احول نے مجھسے یوں نقل کی کہ حضرت زید بن امام زین العابدین نے جس وقت کہ وہ مخفی تھے کسیکو میرے پاس بلانیکو بھیجا تو انہوں نے کہا اے ابو جعفر یہ تو بتا
کہ تیری اسمیں کیا رائے ہے اگر ہماری طرف سے اچانک کوئی بلانیوالا تیرے پاس آوے یعنی ہم اپنی مدد کے لئے تجھے بلوائیں تو اسکے ساتھ ہمارے بلوانے سے تو ہو ہی لیگا
کہ نہیں احول نے کہا میں نے حضرت سے یوں عرض کی کہ بلانیوالے تمہارے باپ یا تمہارے بھائی یعنی امام محمد باقر ہوتے تو مضایقہ نہ تھا میں بھی ساتھ ہو لیتا انہوں نے فرمایا میرا ارادہ یوں ہے

کر میں نکلوں اور ان لوگوں سے یعنے مروانیوں سے جہاد کروں سو تو بھی میرے ساتھ چل میں نے عرض کی کہ میں آپکے قربان جاؤں مجھ سے ہرگز یہ کام نہوگا انہوں نے فرمایا کیا تو اپنی آبرو مجھ
سے علیحدہ بچاتا ہے میں نے کہا میں اور تم تو ایک ہی ہیں پر دو صورتیں یہ روی زمین پر کوئی خدا کی طرف سے حجت یعنے امام موجود ہو تو تمہاری ساتھ رہنے والا اور تمہارے ساتھ جانیوالا
دونوں برابر ہیں یعنی امام کے ہوتے تمہارے ساتھ جہاد میں کچھ فائدہ نہیں انہوں نے کہا سن تو ابو جعفر میں اپنے باپ کے ساتھ خوان پر بیٹھا کرتا تھا وہ مجھے چھانٹ چھانٹ کے گوشت
کی موٹی بوٹیاں دیتے تھے اور میرے لئے لقمے ٹھنڈا کرتے تھے یہانتک کہ خوب ٹھنڈا کہانے کے قابل ہو جاتے یہ سب قصہ محبت کے سبب تھا سو بڑے تعجب اور کمال حیف کی بات ہے کہ یہانتک
انکا تو شفقت کرنے میں لحاظ کیا اور دوزخ کی آگ سے بچا نہیں انہیں مجھپر کچھ محبت آئی جو تجھے امام باقر کی امامت کی خبر کر دی اور مجھے خبر اسلئے نکی احول کہتا ہے میں نے کہا
تمسے یہ خوف ہوا کہ مبادا تم نمانو تو اس سبب سے دوزخ میں جاؤ اور مجھے یوں سمجھکر خبر کر دی کہ اگر میں نے قبول کیا تو فبہا نجات پائی نہیں تو انکی بلا سے دوزخ میں جاؤنگا تو میں
جاؤنگا انتہی **اقول** دس بارہ کیا ایک آدمی سے بھی جناب رسولخدا صلعم نے نہیں کہا چنانچہ ہم ثابت کر چکے اور تیرے دس بارہ کو باطل کر چکے پھر چھپانا نہوا تو کیا ہوا
اور طرفہ تر یہ امر افتادہ کیسا کہ کسیکو بھی یہ روایت لانورث معلوم نتھی کہ کسی نے رسولخدا صلعم سے یہ روایت کبھی نہ سنی تھی ابوبکر نے اپنے دل سے وضع کر لی تھی حضرت فاطمہ کا
حصہ نہ دینے کو اور دس بارہ مرتبہ ایک بات کا یہ ذکر کرتا ہے اور بیفائدہ کاغذ کو سیاہ کرتا ہے ہم تو کئی مرتبہ لکھ چکے کہ حضرت علی اور عباس اور عائشہ نے کسی نے اس روایت کو
رسولخدا صلعم سے نہیں سنا بار بار اسکا ذکر کیوں کرتا ہے اور اگر جھک مارتا ہے تو تیرے اسلاف نے جھک مارا ہے صاحب صواعق محرقہ اور صاحب تاریخ الخلفاء وغیرہ نے جنہوں نے
لکھا ہے کہ سوائے ابوبکر کے لانورث ماترکناہ صدقۃ کو کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور کوئی اس روایت کو نہیں جانتا تھا اور کافی کی روایت کو دیکھ کر جو کہتا ہے کہ چھپانا اسکو کہتے
ہیں کہ حضرت امام زین العابدین نے زید سے حکم امامت امام محمد باقر کو چھپایا اس روایت کے ذکر کرنے سے اس مقام میں کیا فائدہ ہے اور اگر زید سے روایت امامت کو بیان
نہیں کیا تو زید کون تھے کہ خاص ان سے بیان کرتے ہزاروں آدمی رعیت کے تھے انمیں سے ایک زید بھی تھے کچھ زید کی امامت کا تو حکم نہیں تھا کہ ان سے چھپا رکھا جسکی
امامت کا حکم تھا اسکو سنا دیا اور کہا نہیں زید سے اس خوف سے کہ اگر قبول نکریگا تو جہنم میں جائیگا اسواسطے انکے سامنے ذکر نکیا اور ان سے کہنے کی خصوصیت کیا تھی سب آدمی
برابر تھے اور انکا یہ مقدمہ ہی نتھا جو ان سے کہتے اور اگر یہ مقدمہ تھا تو کل مسلمانوں کا تھا بعد اسکے جب یہ امر شایع ہو جاتا تو وہ بھی سن لیتے اگر قبول کرتے فبہا ورنہ مستحق عذاب کے
ہوتے اور موافق روایت من لم یعرف امام زمانہ کے امام کا پہچاننا اور جاننا زید کے ذمہ تھا کہ وہ خود آثار و علامات و خوارق عادات اور شہرت سے امام کو پہچانتے اور اس شیخ نجدی نے
اس روایت کا اوپر کا ٹکڑا تو لکھا ہے اور آخر کو ترک کر دیا کہ اسمیں لکھا ہے کہ ابو جعفر نے جب وجہ امامت کی ظاہر نکرنیکی زید کے سامنے بیان کی تو زید نے مجھکو معذور رکھا اور
کرامت اور ولایت اور حجت اور امام ہونا امام جعفر صادق کا بیان کیا اور امام جعفر صادق کو امام محمد باقر علیہما السلام نے امام کیا تھا جب انکی امامت کے قائل ہوئے تو امام
محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے پہلے قائل ہوئے لیکن امام زین العابدین کے ذکر نکرنیکی وجہ کو سمجھے تھے جب ابو جعفر نے سمجھایا تو سمجھے اور پھر ابو جعفر کو معذور رکھا اور امام
زین العابدین علیہ السلام پر یہ واجب نتھا کہ ہر فرد بشر کو سنا دیں کیا انہوں نے ہر ایک کو بلا کر سوائے زید کے یہ حکم سنا دیا تھا اور محض زید ہی کو نہیں سنایا بلکہ کسیکو سنایا اور کسیکو
نہ سنایا اور انمیں سے ایک زید بھی تھے کہ خوف مذکور کی رعایت سے انکو خود نہ سنایا بخلاف فاطمہ زہرا علیہا السلام کے کہ حضرت کی میراث کا مقدمہ انسے ہی تعلق رکھتا تھا یا ازواج
انکو حکم اپنی میراث کا سنا دینا ضرور تھا یا مجمع میں اصحاب کے ذکر کرتے کہ سب سے مشہور ہو جاتا کہ انبیاء کا ترکہ انکے وارثوں کو نہیں پہنچتا جب ایسا ہوتا تو پھر حضرت فاطمہ دعوی نکرتیں
اور ابوبکر کو غاصب ٹھیراتیں لیکن حضرت نے اپنی میراث کے حال سے کسیکو خبر نہ کی ابوبکر نے ایک جھوٹی روایت بنا کر کہہ دیا کہ پیغمبر کا ترکہ کسی کو نہیں پہنچتا اور امامت کا مقدمہ خاص
زید کا نتھا بلکہ ہزاروں آدمیوں کا تھا اگر ایک فرد سے بسبب کسی مصلحت کے اسکا ذکر نکیا تو جائے اعتراض نہیں ہے اور حضرت فاطمہ سے ذکر نہ کرنے کی باوجودیکہ خاص وہ
انکا ہی مقدمہ تھا کوئی مصلحت نتھی بلکہ ذکر کرنا ہی ضرور تھا اور بعضے علماء اہل سنت کے نزدیک امام زمانہ کا قرآن ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب بھی یہی لکھتے ہیں
اب میں پوچھتا ہوں کہ اس حکم کو کہ امام زمانہ کا قرآن ہے رسولخدا صلعم نے کس سے کہا ہے اسکو بیان کرو اور جب کہ حضرت نے کسی سے نہیں کہا ہے تو حکم خدا کو حضرت رسولخدا نے
تمام امت سے چھپایا اور ظاہر ہے جب تک کہ حضرت نے کسی سے نہیں فرمایا اسیواسطے اسمیں اختلاف ہے اور بعضی کہتے کہ امام زمانہ کا بادشاہ ہے اور عدالت کی اسمیں شرط نہیں ہے اور جامع الرموز
شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے کہ امام میں اسلام کی بھی شرط نہیں ہے اس صورت میں امام زمانہ اہل سنت کے نزدیک انگریز ہو سکتے ہیں اور یہ حدیث من لم یعرف امام زمانہ جو لکھی ہے
اس سے لازم آتا ہے کہ موافق مذہب اہل سنت کے حضرت فاطمہ موت جاہلیت اور کفر پر مری ہوں اسواسطے کہ پہچاننا کیا وہ تو امام زمانہ پر جبتک زندہ رہیں غضب میں رہیں اور امام زمانہ
کو جھوٹا جانا اور چھ مہینے حضرت علی بھی جبتک ابوبکر سے بیعت نہیں کی بے امام رہے **قال الشیخ الاشعری** ہر چند اس روایت سے بہت سے مضمون مفید مطلب
اہل سنت برآمد ہوتے ہیں لیکن اول تو اس مقام میں ان سب کا ذکر نا بیموقع ہے دوسرے فرصت ہی کہاں اسلئے فقط اتنی بات گزارش ہے کہ اس روایت سے بتصریح معلوم

ہوا کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ اپنی فرزند ارجمند زید شہید سے امامت حضرت امام محمد باقر کو چھپالیا حالانکہ اُسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان تھا چنانچہ اس روایت سے بھی ظاہر
ہے اب اہل انصاف سے یہ عرض ہے کہ فدک کو کہ جو منجملہ متاع دنیوی تھا امامت امام وقت کی برابر رکہئے جسکا جاننا منجملہ ارکان ایمان ہے اور پھر حضرت امام زین العابدین کے
دیدہ و دانستہ چھپا لینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں آدمیوں کے سامنے بغرض تبلیغ کہہ دینے کے مقابل کیجئے اور پھر اسپر لحاظ کیجئے کہ باینہمہ حضرت امام زین العابدین
نے جو امام محمد باقر کی امامت کی حضرت زید شہید کو اطلاع نکی تو اُسمیں کیا نقصان نکلا اور آنحضرت صلعم نے جو حضرت فاطمہ زہرا سے کہیں وراثت سے حدیث لانورث ما ترکنا صدقۃ
نکہا اور بزعم شیعہ فقط صدیق اکبر ہی سے کہا تو کیا ضرر پیش آیا ظاہر ہے کہ بہ نسبت امام محمد باقر حضرت امام زین العابدین کے لب کشا ہونے میں انجام یہ نکلا کہ نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد
حضرت زید شہید بوجہ جہل رکن ایمان یعنی امامت امام وقت چنانچہ روایت مسطور سے ظاہر ہے مستوجب دوام عذاب اور داخل زمرہ کفار ہوئے اگر بذات خود امام زین العابدین فرزند
ارجمند سے یہ بات فرمادیتے تو اُمید قوی تہی کہ حضرت زید تسلیم ہی کر لیتے اشتباہ دروغ احول دروغگو جو فی الحال رہزن ایمان ہوا اس صورت میں ہمیں سے اُٹھ جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فقط ابوبکر صدیق ہی سے حدیث مذکور کو کہا تو خرابی نہ نکلی کیونکہ جو کچھ مقصود تھا وہ حاصل ہی ہوگیا یعنی ترکہ نبوی صدقہ ہی رہا بہر حال اُسمیں میراث جاری ہونے نپائی بلکہ اگر بالفرض
والتقدیر سرور کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات اس حدیث کو بوجہ فراموشی مثلاً کسی سے نفرماتے نہ صدیق اکبر سے نہ کسی اور سے تب بہی بریں نیست کہ نادانستگی میں
وارثان نبوی ترکہ نبوی کو جو فی الحقیقت وقف تہا خورد و برد فرماتے سو ہم علماء شیعہ ہی سے استفسار کرتے ہیں اگر کوئی نادانستگی میں مال وقف کو اپنا مال سمجھ کر کہائے تو اُسکے ذمہ کیا
گناہ ہے بہر حال حضرت زین العابدین کے حکم خداوندی کے چہپا لینے ہی سے جو کچھ نقصان نکلا اُسکو ایکطرف رکہئے اور رسول اللہ صلعم کے اس کہنے سے جو مطلب کے حصول میں کچھ حرج نہوا
اور درصورتیکہ اخفاء کلی جو کسیطرح حکا وارثوں کا نقصان دینی یا دنیوی تہا اُسکو دوسری طرف دہرئے القصہ ادہر کے تمام لوازم کو اُدہر کے تمام لوازم سے تولئے اور پھر بولئے کس طرف پلہ جہکتا
اور اخفاء حکم کسطرف ہے اور کسطرف نہیں بہرحال ہر کس و ناکس پر اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ کسیطرح رسول اللہ صلعم سے اخفاء حکم نہیں ہوا اور بزعم شیعہ قطعاً اور یقیناً حضرت امام زین العابدین نے اخفاء حکم خداوندی کیا لیکن
آفرین ہے مولوی عمار علی کی فہم اور فراست کہ ایسی تو خفا سمجہتے ہیں اور اسے نہیں سمجہتے بار خدایا انہیں کسنے کہا تہا کہ تم بھی اپنے مذہب کا تو نہیں دخل دو اتنی عقل و فہم پر اہلسنت سے اُلجہتے ہیں کوئی ہی مولوی صاحب سے پوچھے آپ کیوں
اہل سنت سے دست وگریباں ہونیکا ارادہ کیا اُلجہنی کو بلا میں آپ تو کچہ خیر ہے صاحب لگایا ہاتھ کسنے آپکی زلف پریشاں کو علماء اہل سنت تو درکنار عوام اہل سنت بھی بمنزلہ لا ادران
عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسے سمجہ والوں کو بمنزلہ زبان بے تہیار سمجہ کر متعرض نہیں ہوا کرتے ہاں درصورتیکہ گریباں گیر ہی ہو جائیں تب بضرورت و ناچاری اُنکے ہاتھ پاؤں
کی خبر لیتے ہیں اس لئے اس ہیچمدان نے بہی جو کچھ کیا سو کیا بہرحال معاف کیجئے گا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگے گی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسے منہ سے بے معنی تو گوز شتر بے جا
ہے بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ ہی جائے تو بیش برین نیست ناک ہی کسیکی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلیگا پر آپکے حرف بے معنی اور سخن نا معقول میں طرفہ ستم یہ ہے کہ
بحکم جواب جاہلاں باشد خموشی حقیقت میں قابل جواب تو ہوتے نہیں جو جواب پایئے البتہ خاموش ہو کر جی جلانا پڑتا ہے پر اس ہیچمدان نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں عالم البتہ نہیں
بولا کرتے مجبور اس ہیچمدان پر کیا ہوا جو خاموش ہو کر بیٹہ رہوں معہذا اب سر پر آبنی ہے وقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی ہے اسقدر اوراق کو سیاہ کیا اور آپکے اوراق پریشان پر **اقول**
ہمارے نزدیک رسول اللہ صلعم نے کوئی حکم نہیں چھپایا ہے جو کچھ خدا کے یہاں سے لائے وہ سب امت کو سنادیا لیکن اہل سنت کے مذہب کے موافق لازم آتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے حکم خدا کا اپنی ازواج
سے چھپایا اور حضرت امام زین العابدین نے حکم خدا کا نہیں چھپایا ہے بلکہ اُسکو اپنے دوستوں پر ظاہر کردیا ہے از آنجملہ احول کہ جو راوی اس روایت کا ہے آخر اُسنے بہی حضرت امام زین العابدین
ہی سے سنکر بیان کیا ورنہ اُسکو کیا خبر تہی مگر حضرت زید شہید سے اُسوقت ایک مصلحت سے ذکر نہیں کیا کہ اگر دفعتہً سنیگا تو اُسکو حسد ہوگا اور انکار کرکے عاصی ہو جائیگا اور اکثر ایسا
ہوتا ہے حضرت یوسف نے جو خواب اپنا اپنے باپ کے روبرو بیان کیا تو اُنہوں نے حضرت یوسف کو منع کیا کہ تو اپنے بہائیوں سے اس خواب کا ذکر نہ کرنا اسواسطے کہ اس خواب سے ایک مرتبہ پایا جاتا
ہے وہ سنینگے تو حسد کرینگے اور تیرے ساتھ کید کرینگے اور یہی ہوا کہ جب سنا تو حضرت یوسف کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا باوجودیکہ اہل سنت کے نزدیک وہ سب انبیا تھے اور زید تو نبی بھی نہ تہے
اسیواسطے حضرت امام زین العابدین نے زید سے ذکر نکیا کہ وہ حسد کرکے مستحق عذاب ہو جائیگا لیکن یہ جانتے تہے کہ جب امامت امام محمد باقر کی مشہور ہو جائیگی اور یہ بھی حسد کو یکسو
رکھکر طالب حق کا ہوگا تو اُنکی امامت کا قائل ہو جائیگا اور ایسا ہی ہوا اور یہ بڑی شفقت تہی امام زین العابدین کی زید کے حال پر کہ اُنسے ذکر نکیا اور عذاب خدا سے بچایا لیکن اپنے فرزند کے
سامنے ذکر نکرنے سے کہ وہ بھی موافق مصلحت کے ہو تو یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بالکل حکم کو چھپا رکھا ایکسی اگر نکہا تو سوای اسکے اوروں سے کہدیا جناب رسول خدا صلعم حکم
خدا کا کیا ہر آدمی کو سناتے تہے اور اگر کسی بعضی کے سامنے ذکر نکیا تو اُس سے یہ لازم نہ آیا کہ حضرت نے حکم خدا کا چھپا رکھا لیکن روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کا تو جناب رسول خدا
نے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا ہے یہ روایت تو ابوبکر نے وضع کرلی ہے اور اگر وہ حضرت ابوبکر سے ذکر کرتے تو حضرت فاطمہ اور علی اور عباس اسکو تسلیم کرتے لیکن کسی نے تسلیم نکیا اور
ابوبکر کو اس روایت میں کاذب جانا اور رہا روایت کلینی سے تصریح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے دیدہ و دانستہ حکم امامت امام محمد باقر کا زید شہید سے پوشیدہ کیا اور کسی

حالت میں پوشیدہ کرنا ہی منظور تھا جیسے کہ حکم اپنی میراث کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا اور جاننا امامت امام زمانہ کا خود مکلف پر ہے کہ وہ آپ تحقیق کر لے علامات امامت اور خوارق عادات سے جیسے کہ پیغمبر کو معلوم کرتے ہیں علامات نبوت سے اور فدک ہر چند متاع دنیا میں سے تھا لیکن دختر رسولخدا صلعم حق کا کہا جانا ظلم اور تعدی ہے دین اور ایمان کی بات نہیں ہے یہ بھی مثل انکار امامت کے ہے اور اسیواسطے حکیم سنائی بھی یہی کہتے ہیں کہ مصرع مر ترا با دین کی آید ز روی اعتقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن اور ہم تو خود کہتے ہیں کہ زید سے حکم امامت کا چھپانا مصلحت مذکورہ کی سبب سے تھا جیسے کہ روایت لانورث کا اپنے وارثوں پر ظاہر کرنا ضرور تھا کہ ابوبکر غاصب ٹھیرتے علی اور فاطمہ اور عباس کے نزدیک اور قیاس روایت ابوبکری کا روایت کلینی پر نہیں ہو سکتا کہ روایت بکری کی چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے اور حکم امامت امام محمد باقر کا حال بالعکس ہے کہ اسکے چھپانے میں تو نقصان ہے اور ظاہر کرنے میں فائدہ ہے کہ اسکے چھپانے میں زید سے تو فائدہ ہے اور ظاہر کرنے میں زید سے نقصان ہے اور ہم کئی مرتبہ کہہ چکے بار بار کیا پوچھتا ہے کہ رسولخدا صلعم جو اپنے وارثوں سے لانورث کا ذکر کیا تو ابوبکر غاصب قرار دیئے گئے اور شیعہ یہ کب کہتے ہیں کہ فقط ابوبکر ہی سے کہا یہ تو سنی کہتے ہیں اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی سے بھی نہیں کہا نہ ابوبکر ہی سے نہ کسی اور سے بلکہ ابوبکر نے یہ روایت وضع کر لی ہے فاطمہ زہرا کا حق دبانے کو اور اگر امام زین العابدین نے زید شہید سے امام محمد باقر کی امامت کا ذکر نہیں کیا تو یہ کیا ضرور ہے کہ زید شہید اس سے جاہل ہو کر مرے ہوں اور بعد اسکے انکو علم اسکا نہ ہوا ہو سینکڑوں وسائط تھے انکی اور سے تو اتفاق کہنے کا ہوا ہی نہوگا چاہئے کہ جن لوگوں نے نہیں سنا ہے وہ سب جاہل ہی مرے ہوں اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اگر انہوں نے نہیں سنا ہے تو قصور انکا ہے انہوں نے تحقیق کیوں نہیں کیا اور تجھسے کیا رسولخدا صلعم نے آکر کہدیا ہے کہ میں پیغمبر خدا ہوں اور ظاہر ہے کہ تجھسے ہرگز نہیں کہا ہے چاہئے کہ تو بھی نبوت سے جاہل ہو کر مرے اور داخل زمرۂ کفار ہو اور اگر تو نے کسی وجہ سے دریافت کر لیا ہے تو بعد اسکے زید نے بھی دریافت کر لیا ہو اور اگر حضرت امام زین العابدین بذات خود فرماتے زید سے تو بیشک زید کو حسد ہوتا اور انکار کرتے اور جو شخص کہ اس روایت کا راوی ہے وہ ہی اس خوف انکار کا بھی راوی ہے اگر یہ روایت راست ہے تو کل روایت راست ہے اور اول بھی راست گو ہے اور اگر یہ دروغ ہے تو کل روایت دروغ ہے اور اول تو جو کہ واقعی ہے وہ تو یہ ہے کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر سے کہا ہی نہیں ہے بلکہ ابوبکر نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر ہم فرض کریں کہ ابوبکر سے تو حضرت نے کہا ہے اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا ہے تو اسمیں بڑی خرابی ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم بیان کر چکے اگر ابوبکر کے کہنے کو وارث حضرت کے تسلیم کر لیتے تو مطلب حاصل ہوتا اور جسوقت کہ انہوں نے ابوبکر کے قول کی تصدیق نہ کی تو مطلب کہاں حاصل ہوا اور ترکہ رسولخدا صلعم کا ابوبکر تنہا کے کہنے سے صدقہ نہیں ہو سکتا جسکا مملوک رسولخدا صلعم ہونا قرآن کی آیتوں سے ثابت ہے اور احکام خدا میں فراموشی کا احتمال رسولخدا صلعم کی طرف نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی حکم کو بھول جائیں اور امت کو نہ سنائیں پھر فائدہ نبوت کا کیا تھا کہ جو پیغمبر احکام کو بھول جائے وہ تو اسی وقت سنا دیتے تھے جسوقت کہ حکم نازل ہوتا تھا اور اگر موافق تیری کہنے کے بھول جاتے تو وارثان نبوی اپنے حق کو حضرت کے ترکہ میں سے لیکر کھاتے کہ قرآن کی آیتوں سے حضرت کے ترکہ میں حق انکا ثابت ہے اور ترکہ حضرت کا وقف ہرگز نہ تھا کہ اسے موجب اسکو خورد و برد کرتے اور اگر کوئی دیدہ و دانستہ مال وقف کو اپنا مال سمجھکر کھائے تو اسکو گناہ ہوتا ہوگا اور جو کوئی نادانستگی میں کھائے تو اسکے ذمہ کیا گناہ ہے اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے حکم خدا فقط زید سے چھپانے میں بڑا فائدہ ہوا اور کچھ نقصان نہیں ہوا اور رسولخدا صلعم نے اگر بالفرض ابوبکر سے کہا اور اپنے کسی وارث سے نہیں کہا تو بڑا حرج ہوا کہ اسکو ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے اور ہمارے بیان کرنے سے معلوم ہو گیا کہ اپنے وارثوں سے جو حضرت نے نفرمایا تو ابوبکر کا غاصب اور خائن ہونا ظاہر ہو گیا اور اخفا تو دونوں طرف ہے لیکن حضرت امام زین العابدین کے اخفا میں کسیطرح کی خرابی نہیں ہے اور رسولخدا صلعم کے اپنے وارثوں سے چھپانے میں اور فقط ابوبکر سے کہنے میں بڑی خرابی ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ کام حضرت صلعم کا اخفاء حکم کا نہ تھا لیکن اہل سنت کی تقریروں سے لازم آتا ہے کہ اخفاء حکم کا کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام کے اخفاء حکم کی زید سے ہم خود مقر ہیں لیکن مناسب انکو اخفاء حکم ہی تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور رسولخدا صلعم کو مناسب نہیں تھا کہ اپنے وارثوں سے حکم کو چھپائیں اور مولوی عمار علی صاحب تو دونوں ہی کو اخفا سمجھتے ہیں لیکن ایک کو مناسب جانتے ہیں اور دوسرے کو غیر مناسب اور مولوی صاحب ممدوح کا تو ہرگز کسی سے قصد الجھنے اور مناظرہ کرنیکا نہ تھا ایک شخص نے کہ جو انکا ہم مذہب تھا اور وہ بھی کچھ ایسا پڑھا لکھا نہ تھا تین چار باتیں مولوی صاحب سے دریافت کی تھیں سو انہوں نے اپنی تحقیق کے موافق جواب اسکا لکھدیا سو معلوم نہیں تو شیطان نے تجھیں کہاں سے کو دیڑا اور مولوی صاحب کے درپے ہو گیا اور جا بجا انکی مذمت لکھنے لگا اور دست بگریبان ہو گیا ع الجھنے کو بلا ہیں آپ تو کچھ خیر ہی صاحب • لگایا ہاتھ کس نے آپکی زلف پریشاں کو • علماء شیعہ تو درکنار عوام شیعہ بھی بمنزلہ دلاوران عالی نظر میدان مناظرہ میں ایسی سمجھ والونکو جیسا کہ تو ہی بمنزلہ زنان ہے۔ تنہا سمجھکر کچھ معترض نہیں ہوا کرتے ہاں جب متوجہ ہوں تو گریبان گیر ہی ہو جائیں جیسا کہ تو خواہ مخواہ الجھتا ہے تب بضرورت ناچاری انکے ہاتھ پاؤں کی خبر لیتے ہیں اور جواب دنداں شکن دیکر انکو سرنگوں کرتے ہیں اس ہیچمدان نے بھی جو کچھ کیا سو کیا ہر حال معاف کیجئے گا کہ آپ نے چھیڑ چھاڑ کی تو جواب پایا لیکن سچ تو یوں ہے آپکو بری تو لگیگی جیسی آپکی باتیں ہیں ایسی عنہاء معنی سے تو کو زشتر بے مہار ہی بہتر ہے وہ اگر اتفاق سے ناک تک پہنچ بھی جاتی تو بیش بریں نسبت ناک ہی جلیگی دل تو کسی عاقل کا نہ جلیگا

پر آپکے حرف بمعنی اور سخن نامعقول میں طرفہ ستم یہ ہیں کہ بحکم جواب جاہلان باشد خموشی ۔ حقیقت میں قابل جواب تو مجتہد نہیں کہ جواب یا جائے کہ دیوانوں اور پاگلوں کے سے الفاظ
ہیں البتہ خاموش ہو کر جی جلانا پڑتا ہی پر اس ہیچمدان نے جب جانا کہ جاہلوں کے جواب میں علم البتہ نہیں لو لا آتے مجھی اس ہیچمدانی پر کیا ہو جو خاموش ہو کر بیٹھ رہوں اسلئے
اوراق کو سیاہ کیا اور آگے جواب میں اسکی بیہودہ باتوں کی اور محنت کرنی پڑی **قال الشیخ الاشعری** سو منصفان بیحروی دریا اور بھی سنیں کہ بعد ازیں مولوی عمار علی صاحب
کچھ ایسا رقم فرماتے ہیں جس سے حضرت فاطمہ زہرا کا مکرر صدیق اکبر کے پاس جاکر میراث کا طلب کرنا اور انکا فدک کو حضرت فاطمہ کے نام لکھ دینا اور پھر اتفاق سی حضرت عمر کا آجانا اور انکا
اُس کاغذ کو پھاڑ ڈالنا نکلتا ہی سو اسکا جواب بحکم مثل مشہور دروغ را اجزا باشد دروغ ۔ موافق نقل ہندی گوہ کی ادرہوت یوں چاہئے تھا کہ حضرت فاطمہ بعد انکار بھی میراث
کی طلب کے لئے صدیق اکبر تک نہیں گئیں چہ جائیکہ دوبارہ مطالبہ کی نوبت آئی ہو اور حضرت صدیق اکبر نے انکے نام جاگیر کا کاغذ لکھ دیا ہو اور حضرت عمر نے اسی پھاڑ ڈالا ہو وہ شرع
سے لب کشا ہی نہیں ہوئیں مگر چونکہ جھوٹ پھر جھوٹ ہی ابتدا ہو یا دروغ کی جڑ اس مہذب اور ذکر یم جھوٹوں کو سینکڑوں طرح شرماتا ہی چنانچہ ابھی انشاء اللہ تعالی
معلوم ہوئے جاتا ہی سچ بولنا مناسب اور انسب نظر آیا اسلئے گزارش یہ ہی یاد رہے کہ یہ محض دروغ بیفروغ ہی طومار بدبولی سے سچوں کو جھوٹا نہیں کہا کرتے اہل سنت کا قول محکم ایسی
پوچ باتوں سی خلل پذیر نہیں ہو سکتا باقی یہ حوالہ دینا کہ سبط ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی سیرت میں تحریر کیا اور واقدی محدث اہل سنت نے اور برہان الدین حلبی شافعی نے
اپنے سیر میں لکھا ہی محض ایک سخن ابلہ فریب ہے سادہ لوحان اہل سنت کے گمراہ کرنے کے لئے بحکم اتباع پیشوایان خویش مولوی صاحب بھی یہ چال چلتے ہیں چونکہ در باب تنقیح روایات مفید
مطلب شیعہ ایک بحث طویل مرقوم ہو چکی ہی اور اسکے مکرر بیان کرنے میں بجز درد سر تا نہ کچھ سود نہیں اسلئے مکلف ناظرین ہوں کہ چند اوراق پلٹ کر اس باب میں اپنی تسلی کر لیں
پر اتنا اشارہ یہاں بھی کئے دیتا ہوں کہ اول بڑی دلیل اسبات کی کہ یہ قصہ کہ حضرت فاطمہ مکرر گئیں اور حضرت صدیق اکبر نے فدک کا جاگیر نامہ انکے نام لکھ دیا اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا
سراسر دروغ اور بہتان بے اصل ہی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں رقم فرماتے ہیں لما وعظت فاطمة ابا بکر فی فدک کتب لها کتابا و ردها علیها یعنی حضرت فاطمہ نے
جب ابو بکر کو فدک کے مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے نام اسی لکھ دیا اور فدک کو انکے حوالہ کر دیا انتہی اور ظاہر ہی کہ شیخ مطہر حلی دشمنی صدیق اکبر میں تو صاحب
کے بھی قسم ہیں اور یار غار کی عداوت میں انسے بھی اول ہیں مولوی صاحب نے اگر یہ باتیں سیکھی ہیں تو انہیں بزرگواروں کے بہکانے سے سیکھی ہیں اگر کچھ بھی اسکی اصل ہوتی وہ یہ
کی من کر دیتے اور سوئی کا پھالا بنا دیتے آخر اتنا بھی تو اسی غرض سی لکھا ہے کہ صدیق اکبر بوجہ غاصبی فدک کا دبانا چاہتے تھے پر وعظ و پند کے باعث آخر کار ہاتھ سے چھوڑا اگر اپنی بات
میں سچے ہوتے تو حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ صحیح ہوتی تو غلط نہ ہوتی تو وعظ پر متاثر ہو نیکی کیا معنے تھے الٹے وہی حضرت فاطمہ کو نصیحت کرتے سو اگر یہ پھاڑ ڈالنے کا قصہ کچھ بھی اصل رکھتا
تو وہ کیا کیا زبان درازیاں کرتے بلکہ شیخ ابن مطہر حلی نے تو اہل سنت کے لئے بہت تخفیف تصدیع کر دی یہانتک کہ اہل انصاف کے نزدیک تو شیعوں کو لازم یوں ہی کہ [illegible]
صدیق اکبر کے بھی بدل و جان معتقد ہو جائیں کیونکہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له خیر الحمد للہ کہ شیعوں ہی کی روایات سے دروغ مولوی عمار علی صاحب کا ثابت ہو گیا وکفی اللہ
المؤمنین القتال **اقول** جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے لکھا ہی سب سچ ہی اور اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہی اپنی قیاس کا حوالہ نہیں دیا اور یہ دروغ نہیں ہے اسواسطے کہ انکی تعبیر
کی کتابوں سے ثابت ہے اور اگر دروغ ہی تو جرم [illegible] علماء اہل سنت کی گردن پر ہی کہ انہوں نے لکھا ہی اور یہ بھی خوب بات ہی کہ جب [illegible] تو اپنی کتابوں کو بھی جھٹلا ڈالا
اگر جواب نہیں آتا تھا تو خاموش ہو رہنا تھا اپنے علماء کو کس واسطے دروغگو ٹھیراتا ہی اور اگر گوہ کی اردہوت ہے تو وہ گوہ تیرے علماء کا ہی اسکے عوض میں [illegible] کو ان کی نذر میں گذران اگر
تو حضرت فاطمہ کے جانیکا واسطے میراث کی انکار کریگا تو اپنی کتابوں کو بخاری و مسلم اور جامع الاصول وغیرہ کو جھٹلائیگا ہمارا اسمیں کیا نقصان ہی پر تیری [illegible] کہنے کو تسلیم کون
کرتا ہی کہ تو کسی شمار و قطار ہی میں نہیں ہے اور حضرت فاطمہ کا ابو بکر کے پاس اپنا آدمی بھیجنا واسطے طلب میراث کے اور خود جانا ابو بکر کے پاس تو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے مسند احمد بن حنبل کی
روایت میں تو یوں ہی کہ ارسلت فاطمة الی ابی بکر انت ورثت رسول الله ام اهله فقال لا بل اهله یعنی بھیجا فاطمہ نے کسیکو طرف ابو بکر کے کہ تو وارث ہی رسول اللہ صلعم کا یا انکے اہل
پس کہا نہیں بلکہ اہل اسکے وارث ہیں اور بعد اسکے حضرت فاطمہ نے کہا کہاں ہے سہم رسولخدا کا ابو بکر نے کہا کہ میں نے رسولخدا سے سنا ہی فرماتے تھے کہ پیغمبر وفات پائے تو وہ [illegible] طعمہ
کہ جو بعد اسکے قائم مقام اسکے ہو اور میں نے مسلمانوں پر اسکا رد کرنا مناسب جانا حضرت فاطمہ نے فرمایا تو اور جو کچھ تو نے رسولخدا سے سنا ہی زیادہ عالم ہو اور صحیح بخاری میں عائشہ سے روایت
ہے کہ ان فاطمة بنت رسول الله ابا بکر الصدیق بعد وفات رسول الله ان یقسم لها میراثها چنانچہ پہلے بھی یہ روایت گزر گئی ہی اور ابن جریر اور بیہقی اور ابو یعلی نے اسطرح سے روایت
کی ہی چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہی عن ابی الطفیل قال جاءت فاطمة الی ابی بکر الصدیق فقالت یا خلیفة رسول الله انت ورثت رسول الله ام اهله قال لا بل اهله قالت فما بال
فقال انی سمعت رسول الله صلعم یقول اذا اطعم الله نبیا طعمة ثم قبضه كانت للذی یلی بعده فلما ولیته رأیت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعته من رسول الله اعلم ثم رجعت
یعنی ابو طفیل سے روایت ہے کہ آئیں فاطمہ زہرا طرف ابو بکر صدیق کی پس کہا اے خلیفہ رسولخدا کے تو وارث ہی رسولخدا کا یا اہل اسکے کہا ابو بکر نے کہ میں وارث نہیں ہوں بلکہ اہل رسولخدا کے

وارث میں حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ کیا ہی حال تمہارا ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ جسوقت کھلائی خدا پیغمبر کو کوئی کھانا پھر وفات دی اُسکو تو ہوگا
وہ کھانا اُس شخص کے واسطے کہ جو حاکم ہووے بعد اُسکے جسوقت میں حاکم ہوا تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ رد کردوں میں یعنی تقسیم کردوں میں اُس کھانے کو مسلمانوں پر حضرت فاطمہ نے سنکر
فرمایا کہ تو ہی اور جو کچھ تو نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے زیادہ عالم ہو اور بعینہ یہی روایت ریاض نضرہ میں ہے لیکن اُسمیں اتنا زیادہ ہے کہ خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ اور یہی روایت
فصل الخطاب میں ہے دیکھو ان روایتوں میں حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس جانا اور میراث کا سوال کرنا ثابت ہے اور صحیح بخاری میں ایک روایت بڑی طولانی ہے اسواسطے اُسکو نہیں لکھا اور
وہ مشہور بھی زیادہ ہے اور سوا اسکے ان روایتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ وارث رسول خدا صلعم کے اُنکے اہل ہی ہیں چنانچہ ابوبکر نے خود اقرار کیا اور کذب روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
کا واضح ہوگیا اور اس روایت سے بھی کذب اُسکا ثابت ہوگیا کہ عثمان نے فدک مروان تنہا کی جاگیر میں کردیا تھا اور اگر روایت لا نورث سچی ہوتی تو عثمان مروان تنہا کی جاگیر میں اُسکو کیوں
کرتا اور جاگیر میں اُسکی کردینا ثابت ہے فتح الباری و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور مؤطا وغیرہ سے اور ہم اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں اسکو اور تو ابتدا سے جھوٹ بولتا چلا آتا ہے لیکن اگر نہیں شرماتا ہے
چنانچہ معلوم ہوگا ایک اور جھوٹ تیرا عنقریب ہے جسکے پھر دیکھنے سے تو مولوی صاحب ممدوح کی تحریر کو جھوٹا ظاہر کریگا اور حقیقت میں جھوٹ تیرا ہی لکھنا ہوگا نہ مولوی صاحب کا اور جو کچھ مولوی صاحب نے
لکھا ہے اسکے سچ ہونے میں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے کہ وہ اہل سنت کی کتابوں سے ہے اور اسکو جواب جبکہ اسکا نہیں آیا ہے اور زعم الزام کے کاغذ کے پھاڑ ڈالنے کا لگا ہے اور جواب اسکا اسکو نہیں آیا ہے
تو فریب بازی اور ابلہ فریبی کی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ محض دروغ بیفروغ ہے طومار بندیوں سے سچوں کو جھوٹا نہیں کرسکتے اور جیسا کہ محکم قول اہل سنت کا ہے کہ جھوٹے مضامین سے اسنے کاغذ کو
سیاہ کیا ہے میری تحریر سے سب واضح ہو جائیگا اور اپنی کتابوں کی ہی تحریر کو ہیچ کہتا ہے تو یہ جواب کیا ہوا اور یہ حوالہ جو مولوی صاحب نے انکی کتابوں کا دیا ہے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کوئی
عاقل تامل کرے کہ یہ کیا ابلہ فریبی کی بات ہے کیا اسکا جواب یہی ہے جو یہ کہتا ہے اگر یہی بات ہے کہ کتاب کا حوالہ دینا فریبی بات ہوجائے تو ہماری کتابوں کا یہ کاہیکو حوالہ دیتا ہے اب اہل
انصاف کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اسکا بالکل اسکو جواب نہیں آیا ہے اسواسطے یہ عاجز ہو کر ایسی گفتگو کرتا ہے اور جب جواب اسکا نہ آیا تو پھاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا کہ عمر نے اُسکو پھاڑ ڈالا تھا
ثابت ہوا اور جو کچھ کہ اسنے پہلے اس سے لکھا ہے منصفوں کو اُسکے دیکھنے سے ظاہر ہو جائیگا کہ اسنے فقط احتمالات واہیہ لکر کاغذ کو سیاہ کیا ہے اور ہمنے اُن سب کو باطل کردیا ہے
اور حضرت فاطمہ کی میراث طلب کرنیکو اور عمر کے کاغذ پھاڑنے کو جو سراسر دروغ اور بہتان کہتا ہے یہ اسکی ابلہ فریبی کی بات ہے جسکو شک ہو اُن کتابوں میں دیکھ لے اور اگر کسیکے ہاتھ
کوئی کتاب نہیں لگی تو ہمسے کہے کہ ہم اُسکو دکھلادیں اور اسی پر گفتگو کو ملاکرے اور یہ وہ شخص ہے کہ جسنے ایسی بات کا انکار کیا تھا جو جیسی کتابوں میں اہل سنت کے لکھی ہوئی ہے
دعوی ہبہ فدک کا کہ جناب حضرت فاطمہ زہرا کا ابوبکر سے ہے اُسی سے اسکی گفتگو کا قیاس کرلینا چاہئے اور عبارت منہج الکرامت کی اسنے پہلے اس سے ہی لکھی تھی اور اب بھی لکھتا ہے
اور اسمیں چالاکی مولوی عبدالعزیز صاحب سے بھی کہ اس عبارت کے اول کو تو لکھا اور آخر کو جو کہ مضر تھا اُسکو نہ لکھا اور یہ شیخ خود تو کچھ جانتا نہیں ہے مولوی صاحب مذکور کی کہ ہر وہ انکی پیروی سے
جو کچھ وہ لکھتے ہیں یہ بھی اُسیطرح لکھتا ہے اور اُسکو خبر نہیں ہے کہ شاہ صاحب نے اسمیں چالاکی کی ہے اور وہ عبارت منہج الکرامت کی یہ ہے لما وعظت فاطمۃ ابابکر فی فدک کتب لھا
کتابا و ردھا علیھا فخرجت من عندہ فلقیھا عمر فخرق الکتاب یعنی جسوقت وعظ کیا فاطمہ نے اور نصیحت کی ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے واسطے فاطمہ کے ایک
نوشتہ اور حوالہ کردیا فدک کو فاطمہ کے پس باہر نکلی فاطمہ ابوبکر کے پاس سے پس ملاقات کی فاطمہ سے عمر نے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اُس نوشتہ لکھے ہوئے ابوبکر کو انہی سو چالاکی شاہ صاحب نے یہ کی کہ اُس نوشتہ
کی لکھدینے کا تو ذکر کیا اور اُسکے آخر میں جو لکھا ہے کہ عمر نے اسکو پھاڑ ڈالا اُسکو نہ لکھا دھوکا دینے کے واسطے اور انکی پیروی سے بھی اس شیخ نے کیا کہ آخر کا فقرہ جسمیں کاغذ کی پھاڑ ڈالنے کا ذکر تھا اُسکو اُڑا
دیا ایسی ایسی انکی چالاکیاں بہت ہیں اور یہ روایت منہج الکرامت کے مطابق ہے اُن روایات پھاڑ ڈالنے کاغذ کی جو کہ مولوی عمار علی صاحب نے اہل سنت کی کتابوں سے لکھے ہیں اور ابن مطہر حلی علیہ الرحمۃ
کو بھی سقدر معلوم ہوگا جو کچھ کہ علماء شیعہ حال اہل ہند نے کتب اہلسنت سے تحقیق کیا ہے محض پیروی ہی انکی نہیں ہے تو جو کہتا تھا کہ اسکی اصل کچھ نہیں ہے اگر ہوتی تو شیخ ابن مطہر حلی بھی لکھتے سو
اب اصل تونے دیکھ لی ان روایات کتب اہلسنت کی کہ منہج الکرامت تصنیف علامہ حلی علیہ الرحمۃ میں اسیطرح ہے کہ عمر نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا لیکن تجھ باؤلی کو کیا خبر تھی شاہ صاحب کی لکھی سی تو نے لکھدیا ہے بڑی دو رنگی سے
اور حق پوشیدہ کرنیوالی تو شاہ صاحب ہیں اور آخر کو ابوبکر نے فدک کو دباہی لیا اور عمر کو منع نکیا کاغذ کے پھاڑنے سے اور اگر اُسکو منظور ہوتا تو بعد پھاڑنے کی پھر لکھدیتے وہ تو ایسی تابع تھے اُنکے کہ اُنکے کہنے سے
بت پرستی اختیار کرلیتے اور جو کچھ کہ تعدی اہل بیت پر ہوئی ہے اور حقوق اُنکے غصب ہوئے ہیں یہ سب حضرت عمر کی راہ سے ہوئے ہیں اور دیکھ لے تو کہ پھاڑ ڈالنے کا ذکر علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے جیسے کہ علماء اہل سنت نے کیا ہے لیکن زبان درازی کچھ نہیں کی ہے اور شیخ ابن مطہر حلی نے تو برا الزام دیا ہے اہل سنت کو کہ کاغذ کا پھاڑ ڈالنا جو کہ اہلسنت کی
کتابوں میں تھا انہوں نے بھی لکھدیا ہے اور عمر نے ابوبکر کی اس فضیحت کیسے مان لینے کو ضائع کرکے مثل ہیچ کردیا اور جسوقت کہ ابوبکر عمر کی پیروی میں ایسے ہی ہوگئے جیسے کہ پہلے تھے تو وہ توبہ انکی باقی نرہی
اور پہلے سے بھی زیادہ گئی اور الحمدللہ جو کچھ مولوی عمار علی صاحب نے سنیوں کی کتابوں سے لکھا تھا وہ ہی علامہ حلی علیہ الرحمۃ کے کلام سے ثابت ہوا اور مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور اس شیخ کا کذب ظاہر ہوا و کفی اللہ المومنین
القتال قال الشیخ الاشعری پھر آجکل جو باتیں مولوی صاحب نے تراشی ہیں مولوی صاحب کے بڑوں کو بھی سوجھی تھیں یہ تازہ الہام ایکے مولوی صاحب کو ہوا ہے معہذا وہ فدک محدثین کے نزدیک منجملہ وضاعین ہے یعنی اُسکا

زمرہ میں معدود ہی جو جھوٹی حدیثیں بنا کر بیان کرتے ہیں اور ابن جوزی کا حوالہ اس باب میں ہمارے سر آنکھوں پر کیونکہ انہوں نے دھوکے بازوں کے فریب سے بچانیکے لئے امت محمدی کے
لئے ایک کتاب خاص اسی فن میں تصنیف کی ہے کہ فلانی فلانی حدیث موضوع ہے تاکہ کوئی دھوکہ نکھائے سو انکی اس کتاب سے نقل کرنا ہمیں اہل سنت کی بات کا اور پختہ کرنا ہے اور اگر
بالفرض ایسے استدلال بھی مفید مطلب ہوا کریں اور اسپر نظر نہو کہ خود مصنف کتاب اس بات کی نسبت جو اسکے حوالہ سے بیان کیجاتی ہے کیا کہتا ہے تو کل کو ملحدان بیدین کی اس بات
کا شیعہ کیا جواب دینگے کہ کلام اللہ میں ان اللہ فقیر موجود ہے یعنی خدا محتاج ہے تو معلوم ہوا کہ خدا محتاج ہے اور اگر یوں کہئے کہ خدا نے یہود کے اس قول کو بطور رد و تکذیب درج کلام اللہ کیا
ہے چنانچہ ظاہر ہے تو جواب سبط ابن جوزی کے اس روایت کے درج کرنیکا معلوم ہو ہی بہرحال اس دغابازی کا کیا ٹھکانا ہے کہ عوام اہل سنت کے سامنے یا تو ان کتابوں کا نام لیتے ہیں جو
غیر مقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں یا بوجہ شرارت و چالاکی ایسی کتابوں کا حوالہ دیجاتی ہیں کہ گو وہ کتابیں معتبر ہیں پر اس روایت کو جسکا حوالہ دیتے ہیں بنظر دفع شر دغابازان
لکھکر موضوع لکھدیا ہی یہ فرقہ عوام کو دھوکا دینے کے لئے انہیں روایات کو پیش نظر کر دیتے ہیں اور اکثر موقع میں اس سے بڑھ کر یہ کرتے ہیں کہ ایک بات اپنے جی سے تراش کر کسی کتاب غیر مشہور کی
طرف منسوب کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اول تو یہ کتابیں کہاں پھر اتنے درد سر کی کسکو ضرورت بہرحال مولوی صاحب کا یہ اشارہ کہ حضرت فاطمہ مکرر حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے
لئے گئیں شاید بایں غرض ہو کہ مکرر سہ کرر جا نمیں اور غلط صحیح غل و شور مچا نمیں کچھ تو ہاتھ پلے پڑ جائیگا **اقول** مولوی صاحب نے اپنے جی سے کوئی بات نہیں تراشی ہے بلکہ علماء اہل سنت
اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور مولوی صاحب کے بڑے منشی بھی یہ لکھا ہے جیسا کہ علامہ حلی کے لکھنے سے معلوم ہوا جب دونوں فرقوں میں یہ روایت موجود
ہے تو اسکا انکار نہیں ہو سکتا اور پھٹنا کاغذ کا عمر کے ہاتھ سے ثابت ہو گیا اور جواب سکا اس شیخ سے کچھ حاصل نہوا اور جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت پوچ ہے اور واقدی کو اس سے پہلے بھی
لکھا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور اب بھی لکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اہل سنت کا راوی ہے اور علماء اہل سنت اسکے قول کو سند میں لاتے ہیں تو خوب بات ہے کہ اپنا مطلب ثابت کرنیکو تو وہ سچا ہو جاتا ہے
اور دوسرونکے مطلب کے واسطے اسکے قول کا اعتبار نہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر کسی ایک شخص نے اسکی روایت کو اپنے مخالف پا کر کاذب لکھا تو سب کے نزدیک تو کاذب نہیں ہو سکتا اور سوا
استیعاب کے خطبہ میں اسکی توثیق لکھی ہوئی ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں اسکو مرتبہ میں مثل بخاری اور مسلم کے لکھا ہے چنانچہ روایت غدیر کے ذکر میں لکھتے ہیں و روایت
کردہ اند انرا از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی وغیر ایشان از اکابر اہل حدیث اور واقدی تنہا ہی کی یہ روایت نہیں ہے
بلکہ سوائے اسکے اور لوگ بھی تو روایت کرتے ہیں پھر کیونکر معتبر نہو گی یہ روایت اور ابن جوزی کا یہاں کیا ذکر ہے اسکا حوالہ کس نے دیا ہے اور اسکی کتاب میں سے کس نے نقل کیا ہے کہ جو تو لکھتا ہے کہ
اہل سنت کی باتوں کا اور پختہ کرنا ہے مولوی صاحب نے تو حوالہ سبط ابن جوزی کی کتاب کا دیا ہے اور اگر ابن جوزی نے کوئی رسالہ احادیث موضوعہ کے باب میں لکھا ہے تو ہمکو اس سے کیا لیکن
اس روایت کو جس میں کہ ابو بکر کی نوشتہ کے پھاڑ ڈالنے کا ذکر ہے اور عمر نے اسکو پھاڑ ڈالا ہے اس نے بھی موضوعات میں سے نہیں لکھا ہے اور سبط ابن جوزی نے اس طرح سے نہیں لکھا
جیسے کہ ابن جوزی نے رسالہ احادیث موضوعہ میں لکھا ہے سبط ابن جوزی نے تو اسطرح سے لکھا ہے کہ جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث میں سے اور کلام اللہ میں ان اللہ فقیر
یہود کا قول ہے جو خدا تعالی نے نقل کیا ہے اور سبط ابن جوزی کا قول اسطرح کا نہیں ہے بلکہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کا قصہ خدا تعالی نے قرآن میں ذکر کیا
اور بطور رد اور تکذیب کے سبط ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا ہے جھوٹ کیوں لکھتا ہے اور اگر دغاباز ہونگے تو اہل سنت کی علماء ہونگے جنہوں نے یہ روایتیں لکھی
ہیں ہم تو نقل کر دیتے ہیں اور جن کتابوں کا نام مولوی صاحب نے لکھا ہے وہ ہرگز غیر مقبول نہیں ہیں اور یہ روایت ان کتابوں میں موجود ہے اور بنظر دفع شر دغابازان نہیں لکھی ہے
اور نہ اسکو موضوع لکھا ہے اور یہ کتابیں غیر مشہور بھی نہیں ہیں اگر شک ہے تو مولوی حامد حسین صاحب سلمہ اللہ کے کتب خانہ میں جا کر دیکھ لے اور دروغگوئی شیعوں کا کام نہیں ہے کہ یہ دروغ تو
انکے پیروں اور رہنما اہل سنت ہیں کہ ایک روایت کو موضوع کر کے ایک فرضی کتاب کا حوالہ دیدیا اور لکھا ہے کہ شیعوں کی کتاب ہے جیسے کہ منہاج السالکین مولوی عبد العزیز صاحب نے بھی ہی جوڑ لکھدی اور للہدایہ کہ کتاب شیعوں
کی ہے اور اسمیں روایت لکھی ہے کہ حضرت فاطمہ ابو بکر سے راضی ہو گئیں اور حال یہ ہے کہ شیعوں میں کوئی کتاب اس نام کی نہیں ہے اور دعوی بغیر کا بھی شاہ صاحب نے انکار کیا کہ دیدہ و دانستہ ایسی باتیں جو جھوٹ لکھا اور اسکے سوا بہت سی
کتابوں میں زیادہ کتابوں میں فدک کا ذکر ہے اور شیخ بھی انکی ہی پیروی اکثر جھوٹ لکھتا ہے اور جو روایت کہ مولوی صاحب نے انکی کتابوں سے لکھی ہے وہ روایت بھی معتبر ہے اور وہ کتابیں بھی معتبر ہیں لیکن
یہ روایت ہی لیکن جب انکے جواب سے عاجز ہوا تو اب طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے کہ اہل سنت کی لوگ ان کتابوں کا نام لیتے ہیں جو غیر مقبول ہیں اور کبھی لکھتا ہے کہ گو وہ کتابیں معتبر
ہیں لیکن اس روایت کو بنظر دفع شر دغابازان لکھکر موضوع لکھدیا ہے اور کبھی لکھتا ہے کہ ایک بات اپنے جی سے تراش کر کسی کتاب غیر مشہور کیطرف منسوب کر دیتے ہیں اور یہ سب جھوٹ
ہے جو کچھ کہ اسنے لکھا ہے اسواسطے کہ اگر سچ ہوتا تو ایک بات ہوتی نہ یہ کہ یوں ہی یا یوں ہے یا یوں ہے اور مولوی صاحب نے مکرر جانا حضرت فاطمہ کا ابو بکر کے پاس واسطے طلب میراث کے
اہل سنت کی کتابوں میں سے لکھا ہے اب تو سمجھ لے مکرر جانے سے کیا مراد ہے غلط صحیح شور و غل مچانے سے کچھ تو پلہ پڑیگا یا سارا حصہ ہاتھ آئیگا یا ابو بکر کچھ بھی نہ دینگے **قال الشیخ** سلمہ اللہ
الاشعری پھر ایک اور مولوی صاحب کی بیہودہ گفتار سنئیے مولوی صاحب ایسا رقم فرماتے ہیں کہ حضرت علی وغیرہ صحابہ ابو بکر کو سچا جانتے تھے اس بات میں کہ پیغمبر خدا

ترکہ سب صدقہ ہے تو پھر علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ثانی کی خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ سے جاکر کیوں دعوی کیا چنانچہ عمرؓ نے علی اور عباسؓ کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر
کو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے تھے اور مجھے بھی تم دونوں کاذب اور خائن اور غادر اور آثم جانتے ہو اسواسطے میں وہ ہی کرونگا جو کہ ابوبکر کرتا تھا یہ روایت صحیح مسلم میں لکھی ہوئی ہے اور
مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ عثمانؓ کے خلافت میں بھی دعوی کیا تھا پس اگر ابوبکر انکے نزدیک سچا ہوتا تو انکے زمانہ میں ہرگز دعوی نکرتے معلوم ہوا کہ ابوبکر اس روایت میں بالکل
جھوٹا تھا ازراہ عداوت روایت بنا کر فاطمہ کا حق غصب کیا اور عمر خود علی و عباس سے اقرار کرتا ہے کہ تم ابوبکر کو کاذب اور خائن جانتے تھے اور مجھے بھی تم کاذب اور خائن جانتے ہو پس
جسوقت کہ علی نے انکو کاذب جانا تو بے شک تم بھی کاذب اور خائن انکو جانیں گے یہی مطلب غصب سے تھا یہاں تک مولوی صاحب کے خرافات لا یعنی ہوئی اس میں کوئی ایک دو لفظ
کا فرق ہوگا پر معنی میں تفاوت نہیں اب ہماری بھی سنیئے اس عبارت سے مولوی صاحب کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو سچا جانتے تو حضرت عمر کی خلافت میں حضرت عمر سے دعوی نکرتے اور علی ہذا القیاس حضرت عثمان کے زمانہ میں دعوی نکرتے دوسرا یہ ہے کہ جب باقرار حضرت عمر حضرت علی و حضرت عباس کا
ابوبکر صدیق کو کاذب آثم غادر خائن جاننا صحیح ہوا تو ہم بھی باتباع مرتضوی ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھیں گے سو اول اعتراض کا تو جواب ہی کہ یہ ایک نئی دغابازی مولوی صاحب
کی ہے عوام کے بہکانے کے لئے ایسی ایسی فریبیاں کرتے ہیں حقیقت میں اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں جو لوگ اصل روایت صحیح مسلم کو دیکھیں گے وہ جان جائیں گے یہ قصہ دگرگوں ہے یعنی حضرت
عمر کے زمانہ میں جس محفل میں نوبت آئی ہے کہ حضرت عمر نے یوں کہا تھا کہ تم ابوبکر صدیق کو کاذب آثم خائن سمجھتے تھے اس محفل میں نسبت تولیت تکرار تھا نہ نسبت وراثت چنانچہ اس
حدیث سے بھی جسکا مضمون کچھ کچھ مولوی صاحب نے درج رقیمہ کیا اور بروایت مالک بن اوس مروی ہے اور نیز صحیح مسلم ہی کی ہے اور مدعیوں سے یہ بات عیاں ہے لیکن مولوی صاحب یا تو بوجہ
بلادت اور غباوت نسمجھا ہو اور یا باتباع پیشوایان قدیم دوسروں کی بات ہضم کر گئے جسقدر سے دھوکا دیسکیں بے قرطاس کیا ہے ہرچند جی یوں چاہتا تھا کہ احادیث مشار الیہا کو تمام
لکھئے لیکن احادیث مشار الیہا کے تمام لکھنے میں قصہ بہت دور پہنچتا ہے خصوصاً حدیث مالک بن اوس مذکور کہ وہ ایک ہی بہت طویل و عریض ہے اور بایں ہمہ اکثر مواقع شرح طلب اور ادہر
فرصت قلیل اسمیں سب میں سے مختصر سا قصہ استنباط کر کے اور دو چار جملے بجنسہا لکھ کر متردونکی اطمینان کئے دیتا ہوں حدیث عائشہ سے جو اس حدیث سے کچھ آگے صحیح مسلم میں موجود ہے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں منجملہ ترکہ نبوی صلعم فقط اس زمین کا جو مدینہ کے رقبہ میں اور قرب و جوار میں تھے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کر دیا تھا خیبر اور فدک
کو اپنی تولیت میں رکھا تھا اس حدیث سے جسکا مولوی صاحب نے ذکر فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے خدا کو درمیان دیکر حضرت علی و عباس سے یہ عہد لیلیا تھا کہ اسمیں وہی کام
کیجو جو رسول صلعم کیا کرتے تھے مگر حدیث عائشہ مذکور سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا چنانچہ حدیث مذکور کی یہ الفاظ اسپر شاہد ہیں فاما صدقته
بالمدينة فدفعها عمر الى علي وعباس فغلبه عليها علي جسکا یہ حاصل ہے کہ مدینہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اسکو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر دیا
سو حضرت علی نے اسکو آباد کیا اور اپنا قبضہ کر لیا جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے کہ جب حضرت علی تمام اس زمین پر جو دونوں کی تفویض اور سپردگی میں تھی قابض
ہو گئے تو آپس میں دونوں صاحبوں میں جھگڑا پڑا اسکی فیصلہ کے لئے یہ صورت پیش آئی کہ یہ دونوں صاحب آپ بھی حضرت عمر کے پاس گئے اور حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن
بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو بھی کچھ ایک پہلے انکے پاس بھیجا تھا کہ وہ بھی کچھ سہارا لگائیں اور خلیفہ سے کہہ سنکر کچھ صلح کرا دیں اور اسی انکو مولوی صاحب
دعوی میراث کے لئے آنا سمجھتے ہیں اسلئے کہ وہ حضرت عمر کا اور حضرت علی اور حضرت عباس کو یوں کہنا کہ تم ابوبکر کو کاذب وغیرہ سمجھتے تھے اسی دفعہ میں پیش آیا ہے چنانچہ ناظران
حدیث مذکور پر پوشیدہ نہ رہیگا الحاصل جب حضرت عمر کے پاس یہ چھیوں صاحب تشریف لائے اور یہ مذکور ہوا تو اول تو حضرت عمر نے ان چھیوں صاحبوں کو قسم دیکر پوچھا کہ تمہیں معلوم
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقة اور ان صاحبوں نے اقرار کیا کہ بیشک فرمایا ہے بعد ازاں بہت سی گفتگو کی بعد یہ فرمایا ثم جئتني انت وهذا
وانما جميع امركما واحد فقلتما ادفعها الينا فقلت ان شئتم دفعتها اليكم على ان عليكما عهد الله ان تعملا فيها بالذي كان يعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذتماها بذلك قال اكذلك
قالا نعم قال ثم جئتماني لاقضي بينكما ولا والله لا اقضي بينكما بغير ذلك حتى تقوم الساعة فان عجزتما عنها فرداها الي اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت
عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا کہ پھر تم اور یہ دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں باہم متفق تھے اور تم دونوں کی بات ایک تھی سو تم دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ
ترکہ ہمارے حوالہ کر دو میں نے کہا تمہیں منظور ہے تو اس شرط پر دیتا ہوں کہ خدا سے عہد کر لو کہ اس میں وہی کیجو جو رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے سو تم دونوں نے ترکہ مذکور کو اس شرط پر لیا پھر حضرت
عمر نے کہا یوں ہی بات ہے ان صاحبوں نے کہا اسیطرح ہے بعد ازاں حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا اب تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تمہارا فیصلہ کر دوں یعنی زمین
کو بانٹ کر دونوں کو جدا جدا متولی کر دوں یوں نہیں قسم اللہ کی اسکے سوا قیامت تک میں کچھ اور حکم نہ دونگا اگر تم سے تولیت کا سر انجام نہو سکے تو لاؤ مجھے پھیر دو یہانتک حاصل
مطلب تھا **اقول** یہ گفتار مولوی صاحب کی بیہودہ نہیں ہے انہوں نے تو اہل سنت کی کتاب سے لکھا ہے اگر بیہودہ ہونگی تو علماء اہل سنت ہی ہونگے جنہوں نے ایسا لکھا ہے

مولویصاحب نے جو کچھ لکھا ہی سب تابع ہی اور مولویصاحب کے تحریر کی بعد جو لکھا ہی کہ اب ہماری بھی سنئے کہ اس عبارت سے مولویصاحب کے دو مطلب ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک مطلب اور بھی ہی کہ اس سی ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور عباس کے نزدیک سمجھا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں لکھا ہی عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر × یعنی عبد اللہ بن عمرو سی روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے چار خصلتیں ایسی ہیں جسمیں وہ چاروں ہونگی تو وہ منافق خالص ہوگا اور جسمیں ایک خصلت انمیں سی ہوگی اسمیں ایک خصلت نفاق کی ہوگی یہانتک کہ ترک کری اور وہ خصلتیں یہ ہیں جسوقت امانت اسکے پاس رکھی جائے تو اسمیں خیانت کری اور جسوقت بات کری تو جھوٹ بولی اور جسوقت عہد کری تو وفا نکری اور جسوقت مخاصمہ کری تو کار بد کری اور دوسری روایت صحیح بخاری میں ہی کہ علامات نفاق کی تین خصلتیں ہیں اور ابوہریرہ سے وہ روایت ہے کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا نشانی نفاق کی تین خصلتیں ہیں اگرچہ نماز پڑہی اور روزہ رکھی اور گمان کری کہ میں مسلمان ہوں جسوقت بات کری جھوٹ بولے اور جسوقت وعدہ کری خلاف وعدہ کرے اور جسوقت امانت کوئی اسکو دیوے تو اسمیں خیانت کری اب سمجھنا چاہئی کہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور غادر اور آثم دیکھتے ہو اور بموجب روایات بخاری و مسلم کی یہ علامتیں نفاق کی ہیں تو دونو کا منافق ہونا علی اور عباس کے نزدیک ثابت ہوا اور اوّل اعتراض کا جواب اس شیخ نے کیا خوب لکھا ہی کہ یہ ایک نئی دغابازی مولویصاحب کی ہی کوئی اس دغاباز سے پوچھے کہ جواب کیا اسطرح ہوتا ہی کہ جو تو کہتا ہی اور اگر یہ نیا اعتراض ہی کہ تو نے تحفہ میں شاہ عبد العزیز صاحب کے اسکو نہیں دیکھا ہی اور ایک مرحد بدید دیکھکر جو نکالا ہی تو کیا یہ اعتراض ہو نہیں جاتا رہیگا اور یہ اعتراض ہی کہ جسکے جواب میں علماء اہل سنت حیران ہیں اور یہ قصہ دگرگوں نہیں ہے بلکہ جسطرح سی کہ مولویصاحب نے لکھا ہی اسی طرح ہی چنانچہ معلوم ہوگا اور عمر کی محفل میں چند تکرار تولیت کا تھا البتہ کاذب و خائن کا ذکر جو عمر نے کیا تھا وہ بہ نسبت تولیت کے نہ تھا بلکہ بہ نسبت دعوی میراث کی تھا چنانچہ اسی روایت میں مالک بن اوس کی موجود ہے اور تولیت کی توصورت یہ ہی کہ علی اور عباس اتفاق روایات اہل سنت کے جھگڑتے ہوئے عمر کے پاس واسطے فیصلے کے گئے تھے تا کچھ حکم کردیں اس صورت میں کہنا عمر کا علی اور عباس کو کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے تھے کونسی وجہ بھی رکھتا ہی یہ فقرہ گئی تو عمر کے پاس تولیت کے فیصلہ کے واسطے اور عمر انکو یوں جتلاتی کہ تم ہمکو ایسا جانتے تھے یہ بات نہیں ہے بلکہ دعوی میراث دونو خلیفوں سے کیا اور انکو اپنے حقوق کا غاصب جانکے انسے دعوی میراث کا کیا تب عمر نے کہا کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو دونو کو کاذب و خائن جانتے ہو اور تولیت کی جہت سے کہنا کہیں عقل میں بھی آتا ہی کیا فریبی اور دغابازی یہ شیخ نجدی کہ جب جواب نہ آتا ہی تو مطلب کو دگرگوں کردیتا ہی اور مولویصاحب بلید و غبی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے خوب سمجھکر لکھا ہی تو کسواسطے دہوکا دہی کی باتیں کرکے لوگونکو گمراہ کرتا ہی اور تماشے کی بات ہے دہوکا تو خود دیتا ہی اور لگاتا ہی مولویصاحب کے سر اور حضرت علی کو جو لکھا ہی کہ وہ عمر کیطرف سے متولّی ہوئی تھے بالکل غلط ہی وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ تولیت کو اختیار کریں جس شخص نے دنیا کو طلاق دیدی ہو وہ ایسی درد سری کا ہیکو اختیار کریگا اور تیسرے یہ کہ عباس کے غلہ کے سپرد باتیں علی کی شان سے یہ امر نہایت بعید ہے اپنی مجاریر غلہ پر مٹو ہوا اور اتنا حق دبا تھیں انہوں نے بل مثل ثلاثہ کی دغاباز سمجھتی ہیں اور یہ روایت بھی روایت لانورث ہی کی محافظت کے واسطے بنائی ہی اور اسمیں عہد لیا ہی کہ جسطرح رسولخدا صلعم مساکین پر تقسیم کرتے تھے تم بھی ایسا ہی کرنا اور خود خورد برد نکر جانا اور عائشہ کی اس روایت میں صاف لکھا ہی کہ عمر نے خیبر اور فدک اپنے پاس رکھا تھا اور یہ شیخ کسطرح کا جھوٹا ہی کہ اس نے پہلے اس سے لکھا ہی کہ خیبر اور فدک عمر کے زمانہ میں علی اور عباس کے قبضہ میں تھا اور صحیح بخاری میں جو یہی روایت عائشہ کی ہے اسمیں لکھا ہی کہ مدینہ کی زمین تو عمر نے علی و عباس کے سپرد کی اور خیبر اور فدک کو اپنے پاس رکھا اور فقرہ اسمیں یہ ہے فاما صدقتہ بالمدینۃ فدفعہا عمر الی علی وعباس فغلبہ علیہا علی جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ علی عباس پر غالب ہوگئے انکا حصہ بھی دبا بیٹھے یہ اور اسمیں تھا کہ کس طرح کے رونگٹوں میں حرج طرح کی فرق آگئے ہیں اور علی اور عباس دونو جھگڑتے ہوئی اگرچہ بموافق روایات اہل سنت کے عمر کے پاس گئے لیکن عثمان و عبد الرحمن وغیرہ کو انہوں نے عمر کے پاس واسطے سفارش کے نہیں بہیجا تھا یہ تو غلط لکھتا ہی بلکہ عمر نے خود انکو بلایا تھا مالک کے کہنے سے چنانچہ اسی روایت میں مالک کی موجود ہے۔ اور مولویصاحب نے جو اسکو دعوی میراث اسواسطے کہتے ہیں کہ عمر نے اسوقت لوگوں سے قسم لیکر گواہی لوائی ہی اس امر کی کہ رسولخدا صلعم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا تھا یہ میراث ہی کی دعوی پر دلالت کرتا ہی نہ تولیت پر اور تولیت کے مقدمہ کو اس سے کیا تعلق ہے اور بعد اسکے رسولخدا صلعم کی اس مال کا ذکر کیا جو مال فی ہی سے تھا یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہے نہ تولیت پر اور بعد اسکے پہر لوگوں سے اقرار کرایا ہی روایت لانورث کا یہ بھی دعوی میراث ہی پر دلالت کرتا ہی اور پہر دعوی میراث کو واضح کرکے بیان کیا کہ جسمیں ابوبکر اور عمر کا کاذب ہونا مذکور ہے اور بعد اسکے تولیت کا ذکر ہے حتی جئتمانی انت واخر تک اور جو کچھ اس روایت سے مالک کی ثابت ہے یہ ہی کہ عمر نے لوگونکو بلایا عثمان وغیرہ کو اور علی اور عباس کو بھی بلایا اور عباس نے عمر سی کہا کہ درمیان میرے اور اس کاذب، آثم اور غادر اور خائن کے حکم کر یعنی درمیان میرے اور علی کے ان الفاظ کو لحاظ کرنا چاہئے کہ حضرت عباس پر کیسی تہمت کی ہی کہ علی کو انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا اور بعد اسکے عمر نے لوگوں سی شہادت طلب کی روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کی کہ رسولخدا صلعم نے ایسا ہی فرمایا تھا سب نے کہا ہاں اور یہ سب جھوٹ ہے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور کسی نے بھی گواہی نہیں دی یہ بالکل جھوٹا فقرہ ہی اور بعد اسکے اموال فی کا ذکر ہی اور بعد اسکے پہر گواہی لانورث کا ذکر ہی لیکن ذکر گواہی بالکل موضوع ہی اسواسطے کہ جسوقت انہوں نے قسم دلا کر گواہی دی تو پہر اپنی طرف گمان کاذب و خائن جاننے کا کیونکر

ہوتا اور کئی مرتبہ بار بار اس تا یب ہی اسکا ذکر نا بھی اسکے موضوع ہونے پر دلالت کرتا ہی اور کیونکر موضوع نہو کہ جسوقت حضرت فاطمہ نے دعوی کیا تھا اور ابوبکر نے روایت لانورث سے انکا دعوی باطل دیا تھا تو کسی نے بھی نہ کہا کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہی اور جب سب سے تقسیم گواہی لی تو عمر نے کہا کہ فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلعم یعنی جسوقت وفات پائی رسول اللہ صلعم نے تو کہا ابوبکر نے کہ میں ہوں خلیفہ رسولخدا صلعم کا فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک ویطلب هذا میراث امراته من ابیها پس آئے تم دونو یعنے عباس و علی کہ طلب کرتا تھا تو اے عباس میراث اپنی بہائی کی بیٹی کی طرف سے اور طلب کرتا تھا یہ علی میراث زوجہ اپنی کی اسکے باپ کی طرف سے تم دونو میراث کو ابوبکر سے طلب کرتے تھے فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلعم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتماہ کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق پس کہا ابوبکر نے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نہیں مورث ہوتے ہیں ہم کہ ہمارا کوئی وارث ہو جو کچھ چھوڑا ہی ہمنے وہ صدقہ ہی پس دیکھا تمنے اسکو جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہے کہ تحقیق وہ البتہ سچا نیک ہستا تابع واسطے حق کے تھا ثم توفی ابوبکر وانا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا واللہ یعلم انی لصادق بار راشد تابع للحق فولیتہا پھر مرگیا ابوبکر اور میں خلیفہ رسولخدا کا اور خلیفہ ابوبکر کا ہوں پس دیکھا تمنے مجھکو بھی جھوٹا بدکار دغاباز خیانت کرنیوالا اور خدا جانتا ہے کہ میں البتہ سچا نیک ہستا تابع واسطے حق کے ہوں پس متولی کئی گئی تم دیکھو پس صاف ظاہر ہے کہ عمر نے کہا کہ جب رسولخدا نے وفات پائی تو ابوبکر نے کہا کہ میں خلیفہ ہوں رسولخدا کا اور تم دونو ابوبکر سے میراث طلب کرنے آئے علی تو اپنی زوجہ کیطرف سے اور عباس بھائی کی بیٹی کیطرف سے ہوکر اور ابوبکر نے کہا کہ رسولخدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے تو تمنے اسکو جھوٹا اور خائن جانا اور جب ابوبکر مرگیا اور میں خلیفہ ہوا تو تمنے مجھکو بھی کاذب و خائن جانا اور پہر تم متولی ہوئے اور اپنا جھگڑا لائے دیکھو وہ ہی میراث کا دعوی تھا جسکی عمر نے خبر دی ہے کہ تمنے ابوبکر کو اور مجھکو اسمیں لیا اور ایسا جانا پہر تمکو متولی کردیا اور اُس متولی کرنیکی کیفیت بعد اُسکے لکھی ہی اسی روایت میں حتی جئتمانی وهذا وانہ لجمیع امرکما واحد الخ اس شیخ نے مع ترجمہ اسکو لکھا ہی سو معلوم ہوا کہ کاذب اور خائن میراث کے مقدمہ میں جانا تھا نہ تولیت کے باب میں اور تولیت کے باب میں کاذب اور خائن جاننے سے کیا علاقہ ہی اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت علی و عباس تولیت ہی کا جھگڑا لیکر آئے اور اسمیں فیصلہ چاہتے تھے لیکن اسکے درمیان میں عمر نے مال فی کا اور علی و عباس سے دعوی کرنے میراث کا ابوبکر سے اور اپنے سے ذکر کیا اور کہا کہ تم دونو ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے تھے اور بعد اسکے تولیت کا ذکر کیا ہی جسکی تنی سے آخر تک لیکن دعوی کرنا میراث کا ثابت ہے اور طالب بھی میراث ہی کے ہوئے تھے نہ تولیت کے اور سب علماء اہل سنت نے میراث ہی کا دعوی سمجھا ہے نہ تولیت کا اور اسکی جواب میں حیران ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی تفسیر میں ابن حجر نے لکھا ہی کہ وفی ذلک اشکال شدید وهو ان اصل القصۃ صریح فی ان العباس وعلیا قد علما بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث فان کانا سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ من ابی بکر وان کانا سمعاہ من ابی بکر او فی زمنہ بحیث افاد عندہما العلم بذلک فکیف یطلبانہ بعد ذلک من عمر یعنی اور اسمیں ایک مشکل سخت ہے اور وہ یہ ہے کہ اصل قصہ کی ظاہر ہے اسمیں کہ تحقیق عباس اور علی نے جان لیا تھا کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہی لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پس اگر سنا تہا اُن دونوں نے پیغمبر خدا صلعم سے تو پس کیونکر طلب کرتے تھے وہ دونوں بعد اسکے عمر سے اور بعد اسکے جواب میں اسکے ابن حجر نے لکھا ہی کہ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے اور زیادہ عالم ہی اسکا لیا گیا ہے امر اسمیں اُس حدیث پر جو مقدم ہوئی ہی پہلے اسکے حق فاطمہ میں و تحقیق ہر ایک علی و فاطمہ و عباس اعتقاد کرتے تھے اسکا کہ عموم قول لا نورث کا خاص کیا گیا ہے بعضی چیزوں کیساتھ جو بعد اپنے چھوڑتی سوائے بعض کے اور اسیواسطے منسوب کیا عمر نے طرف علی اور عباس کے کہ وہ دونوں اعتقاد کرتے تھے ظلم کو اُس شخص کے کہ جو مخالفت کرے اُن دونوں کی اس مقدمہ میں انتہی اس کلام سے ابن حجر کی معلوم ہوا کہ جناب امیر اور عباس ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں ظالم جانتے تھے اور ابوبکر سے مخالفت رکھتے تھے اور اگرچہ مخالفت لی ہی تھی جو ابن حجر نے گمان کیا ہی تخصیص روایت ابوبکر کی تو اُسکو ظالم اور فاسق اور خائن کس واسطے جانتے کہ اس مقدمہ میں کہ ابوبکر نے اُس روایت کو عموم پر حمل کیا انکے نزدیک غلطی فی الاجتہاد ہوا اور خطاے اجتہادی موجب کذب یا اثم اور غدر اور خیانت کا نہیں ہوسکتا لا بالعث ایک بیہودہ تو یا جو ابن حجر نے حضرت علی اور عباس نے ابوبکر کو بتصریح خلیفہ ثانی کاذب و آثم اور غادر اور خائن جانا اور باقرار ابن حجر اعتقاد ابوبکر کے ظلم کا کیا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر نے یہ روایت لا نورث وضع کرکے رسولخدا صلعم کیطرف منسوب کردی ہی اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہی وهذا الحدیث یدل صریحا علی انهما جاءا یطلبان المیراث لا الولایۃ وهذا من المشکلات یعنی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی بتصریح اس امر پر کہ تحقیق وہ دونوں آئی کہ طلب کرتے تھے میراث کو نہ تولیت صدقہ کو اور یہ مشکلات میں سے ہی اور اشکال وہ ہی ہی کہ ابوبکر نے تو لا نورث کہا تہا اور وہ اُسکو جانتے تھے پھر کس واسطے عمر سے میراث طلب کی شاید یہ گمان کرتے ہوں کہ عمر ابوبکر کے حکم کو توڑ ڈالیں گے اور یہ بھی بعید ہے اور نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ظاہر اسکا لائق نہیں عباس کے اور بعید ہے علی سے کہ اُس میں بعض ان اوصاف کا ہو کہ وہ اسطرح گمان کریں یہاں تک کہ کہا کہ اور جسوقت کہ مسدود ہوئی طریقے تاویلوں کی تو منسوب کرینگے ہم کذب کو طرف راویوں اس روایت کے اب واضح ہوگیا کہ طلب میراث کے مقدمہ میں سب امور پیش آئے اور عمر نے علی و عباس کو کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب و آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو اور باطل ہوا جو کچھ کہ اس شیخ نے لکھا تھا اور اُسکی سمجھ کا قصور واضح ہوگیا **قال الشیخ الاشعری** اگر شرح سننا منظور ہی تو سنئے کہ اگر حضرت علی اور حضرت عباس حضرت عمر سے طالب میراث ہوئے تھے اور حضرت عمر نے ترکہ نبوی کو انکی طلب کے موافق انکی حوالہ کردیا تھا تو اُسکی کیا وجہ ہوئی کہ باوجود معصوم ہونیکی حضرت عباس کا حصہ بھی دبا لیا شیعوں کو یہ اعتقاد ہوگا کہ حضرت علی نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد ایسے دغاباز ہیں کہ اپنا دیکھیں تھے نہ پرایا جو ملگیا سو ہضم کرلیا شاید معصوم ہونیکی شیعوں کے نزدیک

یہ معنی ہوں کہ کتنا ہی کچھ ظلم و ستم کر بیٹھیں انکو سب مباح اور معاف ہی انصاف سے دیکھئے تو معتقدان مرتضوی کے لئے یہ حضرت علی کا قبضہ حضرت عباس سے اٹھا دینا اس بات کے لئے گواہ
عادل ہی کہ اُس ترکہ میں کسیکو میراث نہیں پہنچتی تہی وہ ترکہ وقف تھا سو درصورت وقف ہونیکی اگر متولی ہوں دو اور ایک دوسرے کا قبضہ اٹھا دیا تو اُسپر کچھ ظلم نہیں بلکہ بسا اوقات قرین مصلحت
ہوتا ہی اس لئے کہ زمین اور باغ جبتک کسی ایک کی طور پر نہیں ہوتا تب تک تردد کامل نہیں ہو سکتا یعنی ایسی صورت میں اکثر زمین افتادہ پڑی رہتی ہی سو افتادہ پڑی رہنے میں بجز اسکے اور کیا
خوبی ہی کہ مساکین وغیرہ اہل مصرف کا حق مارا گیا اور بظاہر یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ حضرت علی کی رائے اور حضرت عباس کی رائے درباب تردد کچھ مخالف ہوئی سو حضرت علی نے دیکھا کہ اول تو
حضرت عباس کی رائے پر رہنے سے تو نقصان اہل مصرف ہے مثلاً جس مزارع کو حضرت عباس دینا چاہتے ہوں وہ نسبت اُس مزارع کے جسے حضرت علی دینا چاہتے ہوں کم محصول اپنے ذمہ
رکھتا ہو یا نادہند دغاباز ہو دوم اُس مخالف رائے میں بندوبست معلوم اس لئے بطور خود اُس ترکہ کو برخلاف رائے حضرت عباس کے اپنے حوالہ کر دیا ہو اور یہ بات حضرت عباس کو گران گزری ہو اس لئے
حضرت عمر سے اس بات کے خواستگار ہوئے ہوں کہ آدہوں آدہ بانٹ کر دونوں کو جدی جدی زمین کا متولی کر دیں معہذا جو عبارت عربی آخر میں مرقوم ہوئی ہے وہ خود اسی بات پر شاہد ہے
کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تھا اس لئے کہ اول حضرت عمر کا اسبات پر عہد لیکر دینا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے وہی کیجو خود وہی اسکی دلیل ہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس کو
متولی کر کے دیا تہا ورنہ اس شرط کے کیا معنی اگر میراث میں دیا تہا تو میراث تو وارثوں کی ملک ہوتی ہی اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہی ورنہ ہر شخص سے یہ نسبت اراضی مملوکہ کے یہی عہد لیا
جایا کرتا دویم پہر حضرت عمر کا فرمانا کہ قیامت تک اسکے خلاف حکم نہ دونگا خود اسی بات کو ثابت کرتا ہی کہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی بطور تولیت حضرت علی اور حضرت عباس کے حوالہ کر رکھا
تھا بطور میراث نہ دیا تہا اور نہ مقصود حضرت عباس اور حضرت علی فقط تقسیم کر دینا تہا سوم حضرت عمر کا کیا نقصان تھا کہ ایک شی مشترک کو فیما بین دو مالکوں کے تقسیم کر دیں اگر بخل کرتے
تو دینے ہی میں کرتے جب دیچکے تو پہر تقسیم میں کیا مشکل تہی ہاں درصورت تولیت یہ اندیشہ تھا کہ ایک بیٹی اور ایک چچا کا میراث میں آدہوں آدہ کا ساجہا ہوتا ہی سو اگر حضرت علی جو
حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے اور حضرت عباس کو آدہوں آدہ بانٹ کر جدا جدا متولی کر دیجئے تو مبادا رفتہ رفتہ اگلے قرنوں میں اس تقسیم کو دیکھکر دیکھنے سننے والے یوں سمجھ جائیں کہ
نصف حضرت فاطمہ کی اولاد کا مملوک ہی اور نصف حضرت عباس کی اولاد کا مملوک ہی علاوہ بریں حضرت علی اور حضرت عباس کا قسم کہا کر اس بات کا اقرار کرنا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک یوں ارشاد فرمایا ہی کہ لانورث ماترکناہ صدقۃ اور پہر میراث کا طلب کرنا شیعوں ہی کی سمجھ میں آوے تو آوے اور ان سب سے بڑھکر یہ ہے کہ مولوی صاحب پہلے یوں
رقم فرما چکے ہیں کہ حضرت صدیق نے اپنے نسبت فدک کے معافی کا کاغذ لکھ دیا تہا حضرت عمر نے پہاڑ ڈالا پہر جب حضرت ابوبکر کی خلافت میں حاوی ہوں تو اپنی خلافت میں تو بدرجہ اولی
حاوی ہونے چاہئیں پہر حضرت علی اور حضرت عباس نادان تھے نعوذ باللہ کہ باوجود اس قصہ کے معلوم ہونیکے مفت خفیف اور رسوا بننے کے لئے ایسی لغو حرکت اور نامعقول بات کرتے

اقول حضرت علی اور حضرت عباس تو مدعی خیبر اور فدک کے بہی تھے اور موافق روایت عائشہ کے عمر نے انکو نہ دیا سو موافق طلب کے انکو عمر نے کہاں دیا اور یہ جو لکھا ہی کہ علی نے غلبہ
کرکے سب آپ ہی لیلیا اور حضرت عباس کو نہ دیا یہ بالکل غلط ہی علی کی ایسی شان ہرگز نہ تہی یہ سب افترا ہی اُنپر اور یہ طریقہ تو ثلثہ ہی کا تہا لوگوں کا حق دبا بیٹھیں اور ایسے دغاباز
تہے کہ اپنا پیش [illegible] دلیا اور یہی تمہارے دین کی بنیاد ہے کہ جس قدر چاہیں ظلم و ستم کریں سب انکو مباح ہے اور کتابوں میں اہل سنت کے انکے ظلم و ستم سب لکھے ہوئے ہیں
اور باوجود اسکے انکی پیروی [illegible] جانتے ہیں اور اگر فرض کریں ہم کہ حضرت علی نے سب دبا لیا تہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ [illegible] اسکی ولایت نہیں تہی
ہی بلکہ حق بجانب علی تھا کہ اُنہوں نے سب دبا لیا اس واسطے کہ مذہب حق میں رسول خدا صلعم کے ترکہ میں سے حضرت عباس کو کچھ نہیں پہنچتا اور وہ کل ترکہ حضرت کا بعد وضع ہشتم حصہ
ازواج کے تمامہ حق حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا تہا نصف ترکہ تو فرضاً اور باقی کا رداً موجب آیت ولو الارحام بعضہم اولی ببعض کے پہر اگر حضرت علی نے کل مال دبا لیا تو اسمیں کچھ
قباحت نہیں ہے اور کل دبانے سے یہ لازم نہیں آتا ہی کہ وہ وقف ہو جاوے اور نہ ہمارے نزدیک تولیت ثابت ہے اسواسطے کہ یہ ایجاد مخالفین کا ہے اور تولیت پر بنا کرکے جو تردد زمین میں اپنی
رائے لگائی ہی سب باطل ہی کہ تولیت سے کچھ واسطے ہی نہیں ہے اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس عمر سے اسبات کے خواستگار ہوے ہیں کہ ہمکو آدہوں آدہ کر دو اور عبارت آخر لی اگر یہ تولیت
پر دلالت کرتی ہی لیکن اُسکی ماقبل کی عبارت دعوی وراثت پر دلالت کرتی ہی اور درصورت فرض عہد لیا تو اُس تولیت پر لیا نہ میراث پر اور ہم بہی کہتے ہیں کہ میراث میں تولیت نہیں
ہمارا دعوی یہ کب ہے کہ میراث میں دیا دعوی میراث تو انکار روایت لانورث بنا کر رد کر دیا تہا جسکے سبب سے حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر اور عمر کو کاذب و خائن جانا تہا اور اگر عمر
نے ترکہ نبوی حضرت علی اور عباس کو بطور تولیت تمہارے نزدیک دیدیا تو اس سے کیا لازم آتا ہی ہم یہ کب کہتے ہیں کہ بطور میراث کے دیا ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دیا ہی نہیں نہ بطور میراث نہ بطور تولیت
یہ دینے کا قول تو تمہارا ہی اور حضرت علی کا اقرار روایت لانورث کا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ بالکل غلط ہی چنانچہ کئی مرتبہ ہم لکھ چکے اور اگر حضرت علی کے نزدیک بات ثابت ہوتی تو حضرت
فاطمہ کو دعوی نہ کرنے دیتے اور ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو نہ کرتے چنانچہ پہلے اس سے مذکور ہوا ہی اور اگر حضرت فاطمہ نے نادانستگی میں دعوی کر لیا تہا تو انکو ابوبکر سے ناراض ہونے دیتے اور
میراث کا طلب کرنا اُس شہادت کے بعد اُس روایت ہی میں صحیح مسلم کے لکھا ہی کچھ شیعہ ہی اسکو نہیں کہتے ہیں اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ شہادت غلط ہی اور دفعۃً میں ہرگز نہیں

آئی تو ادھر پھاڑ ڈالنا نوشتہ ابوبکر کا تو سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں سے ثابت ہی ہے چنانچہ مذکور ہو لیا ہی کہ وہ نوشتہ عمر نے پھاڑ ڈالا اور باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر ابوبکر کی خلافت میں حاوی تھے تو اپنی خلافت میں تو بہت حاوی ہونگے ہم بھی یہی کہتے ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس بھی جانتے تھے کہ عمر ہمکو طلب کرنیسے کچھہ نہ دینگے اور پھر جو گئے اور طلب کیا میراث کو عمر سے تو واسطے تمام حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے مثل ظلم اول کے اور اگر طلب نکرتے تو عمر کا کذب اور خیانت کیونکر ظاہر ہوتا مثل کذب اور خیانت ابوبکر کے یہ کچھہ خفت کی بات نہیں ہے اور اگر خفت بھی ہو تو کچھہ پروا نہیں ہے کہ مقصود اصلی تمام کرنا حجت کا اور ظاہر کرنا انکی ظلم کا تھا اور اس سے زیادہ اور کیا خفت ہوگی کہ انکا حق چھین کر انکو مجبور کر کے بٹھا دیا اور آخر سنیوں ہی کی کتابوں میں عمر سے بھی میراث کا طلب کرنا لکھا ہی ہے **قال الشیخ الاشعری** اس سے تو یوں معلوم ہوتا ہی کہ اگر بالفرض بفرض محال یہ بات وقوع میں آئی بھی ہی تو اول تو ہے حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا جبکہ حضرت عمر نے ترکہ نبوی انکے حوالہ کیا تہا محض طلبگاری تولیت کے لئے ہو طلبگاری میراث کے لئے نہو کیونکہ جب بات آنکھوں دیکھہ چکے ہوں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک شخص نے لحاظ نکیا دوسروں کا لکھا لکھایا کاغذ پھاڑ ڈالا ہو وہ ہمارا کیا لحاظ کرینگے اور وہ بھی اپنی حکومت میں ہم تو دوسرے ہی درجہ میں ہے خیر یہ بات تو غلط ہی کہ ابوبکر صدیق نے کاغذ لکھدیا ہو اور حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا پر اتنی بات صحیح ہی کہ اول بار کا حضرت علی اور حضرت عباس کا آنا ہی محض طلبگاری تولیت کے لئے تہا چنانچہ لفظ ادفع الینا سے یہ بات خود ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ طلب تولیت میں ان صاحبونکو کیا فائدہ تہا جو خلجان اپنی سر دھرنا تجویز کیا تو جواب اسکا یہ ہی واللہ اعلم بحقیقت الحال کہ وقف نبوی میں منجملہ مصارف حق اقربا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقدم ہے اس سے بچے تو اور کہیں صرف کیا جائے خاص کرنے میں تو اشارہ خداوندی ہی موجود ہے چنانچہ اسلئے ذی القربی کو اوروں سے مقدم ذکر فرمایا اور حدیثوں سے بھی اسطرح کی مضمون نکلتے ہیں مگر خلیفہ کو اول تو تمام خلافت کا انتظام درپیش ہی فقط اوقاف ہی کا انتظام انکے ذمہ نہیں جو ہمہ تن اسکی طرف متوجہ ہو کر تردد کامل کرائیں معہذا جنکو کچھہ اوقاف سے تعلق ہو جسقدر اسکے جی کو لگی ہوئی ہوگی وہ دوسرونکے دل کو کاہیکو لگی ہوئی ہوگی اس لئے حضرت علی اور حضرت عباس خواستگار تولیت ہوئی ہوں اور حضرت عمر نے بھی بلحاظ وجوہ مذکورہ اور نیز یوں سمجھکر کہ جو حال بنی ہاشم کا فلانا محتاج ہی فلانا نہیں فلانے کو اسقدر حاجت ہے فلانے کو اسقدر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوگا وہ مجھکو کاہیکو معلوم ہوگا اور یہ اندیشہ باقی ہی نہیں رہا کوئی اس دینے کو میراث کا دینا سمجھے کیونکہ لانورث ماترکناہ صدقۃ کا گھر گھر غل پڑ گیا یہ بات قبول فرمائی ہو اور باایں ہمہ بنظر احتیاط تقسیم نفرمایا تاکہ مبادا رفتہ رفتہ بہت زمانوں کے بعد کوئی جاہل یوں سمجھہ جاے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس کو مالک سمجہا تھا جب تقسیم کر دیا اگر حضرت ابوبکر صدیق نے بطور تولیت بھی کسیکو دینا گوارا نکیا کیونکہ حضرت فاطمہ کے طلب میراث کا تازہ قصہ تھا اس قصہ سے سب کے کان پڑے تھے اسوقت اگر بطور تولیت ہی دیتے پر کوئی اس دینے کو بطور میراث سمجھتا لانورث ماترکناہ صدقۃ اگر سنا بھی ہوتا تب کسی دھیان آتا **اقول** اس شرارت کو دیکھئے اس شیخ کے کہ جس امر کا وقوع صحیح مسلم اور ترمذی سے ثابت ہے اور صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے اور شارح مسلم اور شارح صحیح بخاری نے اسکے وقوع کا اقرار کر کے اسمیں اشکال پیدا کیا اسکو یہ کہتا ہی کہ بفرض محال یہ ایسا ہی جیسے کہ کوئی آنکھوں کے دیکھی ہوئی چیز کو کہدے کہ محال ہی اور ہم کئی مرتبہ لکھہ چکے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوئے ہیں اور تو جو بار بار تولیت کو پیش کرتا ہی سب غلط ہی اور ہم تو جو بات لکھتے ہیں تیری کتابوں سے لکھتے ہیں اور تو اپنی باپ دادا کے من جوڑی باتیں ہماری جواب میں بیان کرتا ہی ہم اس واہیات کو کیونکر قبول کرینگے انکا قول تو مثل بول کے ہے اور طلبگاری میراث کی تیری کتابوں سے ثابت ہے اور تمہاری حضرت عمر کہتے ہیں کہ علی اور عباس نے دعوی میراث کا کیا جسکے نہ دینے میں کاذب اور خائن ہوئے اور تولیت کے نہ دینے میں کوئی کاذب اور خائن ہرگز نہیں ہو سکتا ہی خائن اسی وقت ہوگا کہ جسوقت کسی کا حق دبا بیٹھے گا اور کاغذ کے پھاڑنیکا جواب ہو چکا کہ واسطے تمام کرنے حجت کے اور ظاہر کرنے ظلم ثانی کے کہ وہی اس غصب کے مغوی ہوئے تھے دوبارہ انہی سے بھی دعوی کیا کہ انکار کریں مثل اول کے وہ بھی غاصب اور ظالم مشہور ہو جائیں اور ابوبکر کا کاغذ لکھدینا اور عمر کا اسکو پھاڑ ڈالنا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے اور تولیت کے طلب میں حضرت علی اور حضرت عباس کا جانا بالکل غلط ہے غلط کو صحیح کسواسطے کہتا ہی اور تولیت کے قصہ کا موضوع ہونا ظاہر ہے جو لوگ مذاق سخن شناسی رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں اور طلب تولیت کے فائدہ کی جو وجہ لکھی ہے اپنی رائے سے ایجاد کر کے لکھی ہے ہم تولیت کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں فائدہ کیسا اور اقربا کے مقدم رکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ جب انکے صرف سے کچھہ بچے تو دوسرے کو دیجے بلکہ سب کے حصے انمیں برابر ہیں اور ذکر میں ایک فرقہ مقدم ہووے ہی گا اور نہ حضرت علی اور حضرت عباس تولیت کے اس جہت سے جو کہ لکھی ہی طالب ہوئے اور لانورث ماترکناہ صدقۃ کا غل ابوبکر کے کہنے سے پڑ گیا ہوگا لیکن سوائے ابوبکر کے اسوقت اور کسی نے بھی نکہا کہ مینے رسول اللہ صلعم سے ایسا سنا ہی اور حقیقت میں ابوبکر نے بطور تولیت بھی دینا گوارا نکیا اس جہت سے کہ انکے پاس کسی طرح سے پہنچنا مناسب ہی نہیں ہے ایسا نہو کہ میں تو بطور تولیت دوں اور یہ اپنی میراث سمجھہ کر اس سے متمتع ہوں اور دعوی اپنی ملکیت کا کر بیٹھیں اور جو فائدہ کہ بیچ اسکے غصب کرنے میں سوچا تہا وہ جاتا رہے **قال الشیخ الاشعری** - اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرانی خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہی جسکو حضرت عمر غصہ کے باعث باین الفاظ تعبیر فرماتے ہیں کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے تھے کیونکہ تمام جہان کا دستور ہی اور نیز کلام اللہ اور احادیث سے بھی یہ بات نکلتی ہی

کہ اگر کسی سے کسی موقع میں معاملہ قلبی کے برخلاف کوئی بات ظہور میں آتی ہے تو بطور مبالغہ اُسکے ساتھ معاملہ قلبی کی بھی نفی کر دیا کرتے ہیں مثلاً فیمابین اقربا و احباب اگر کسی سے کسی قسم کی
بے اعتنائی اور بے پروائی کسی وجہ خارجی کے باعث ظاہر ہوتی ہے تو مبالغۃً کہدیا کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قریب و دوست کیوں ہوئے تھے یا یہ کہ ہمکو اپنا قریب و دوست ہی نہیں سمجھتے سو قرابت
اور رشتہ داری نسبی کا حال تو ظاہر ہے کہ وہ تو کسی طرح زائل ہو ہی نہیں سکتی چہ جائیکہ بے اعتنائی اور بے پروائی سے اور دوستی کا حال بھی ظاہر ہے کیونکہ بے اعتنائی اور بے پروائی کی جو جناب
کو شکایت ہوتی ہے تو بوجہ ثبوت محبت اور بقاء اُلفت ہوتی ہے ورنہ اجنبیوں سے کون شکایت کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت علی اور حضرت عباس کیجانب سے فی الجملہ کشیدگی اور گرانی خاطر حضرت
صدیق اکبر سے جسکا ابھی بیان تھا ظہور میں آئی تو یہ گرانی خاطر اور یہ کشیدگی جو بظاہر فی الجملہ اطمینان قلبی اور اعتبار دلی کے مخالف تھی جو ان دونوں کو بہ نسبت صدیق اکبر کے حاصل تھی
کیونکہ اس سے نظر عوام میں بے اعتباری کی بو آتی تھی اس لئے حضرت عمر نے اُس بے اعتباری کو جو اُنکے دلمیں مرکوز تھا نفی کر کے مبالغۃً اُنکی طرف منسوب کیا اور دلیل بات کی کہ یہ کلمہ مبالغۃً
فرمایا تھا بیان حقیقت مدنظر نہ تھا خود ظاہر ہے کیونکہ حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کے خود مقر تھے ہنوز تو یونہیں کہئے کہ انکی نزدیک صدیق اکبر نے متروکہ نبی دینگا دینگی سے دبا رکھا تھا اور انکے
عقیدہ کے موافق وہ دغاباز اور خائن کاذب آثم تھے معہذا حضرت عمر کا قرینہ غضب خود اس ارادہ کے مصحح ہے لیکن آفریں ہے مولوی عمار علی صاحب کے فہم پر اور حسن ہے اُنہوں نے ایسی تعلیم پائی انکی فہم
کہ ایسی بات کو جو تمام عالم میں مروج ہو اُس زمانہ میں ہے کہ پیشوا شیعہ ہو گذری نہیں سمجھتے کوئی اُنکا مداح بہت بہت توجیہ کرے تو یہ کرے کہ مولوی صاحب سمجھتے تو ہیں لیکن ابلیس لعین
کی روح کے خوش کرنیکے لئے دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتے ہیں تعجب ہے کہ حضرت عمر کا یہ کہنا تو اُنہیں یاد رہا کہ تم حضرت صدیق اکبر کو کاذب و آثم غادر خائن سمجھتے تھے اور یہ یاد
نہ رہا کہ اُنہوں نے اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر صدیق بیشک سچے تھے نیک اطوار ہدایت پر حق کے تابع تھے **اقول** تمام جھوٹ
اور دروغ سے کاغذ کو سیاہ کیا ہے اس شیخ نے سوال تو کچھ ہے اور جواب اُسکا کچھ ہے سوال تو زمین سے ہے اور جواب دیتا ہے آسمان سے اصل اس قصہ کی سننی چاہئے کہ خلیفہ ثانی حضرت علی اور
عباس سے کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے وفات پائی اور بعد اُنکے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو تم دونوں نے رسولخدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر سے دعویٰ میراث کا کیا عباس نے تو حضرت کے چچا ہونیکی جہت سے
اور علی نے اپنی زوجہ کیطرف سے کہ وہ دختر تھی رسول اللہ صلعم کی اُسوقت ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جب تمنے ابوبکر سے یہ سنا تو اُسکو کاذب و خائن
اور آثم اور غادر جانا اور ایسا ہی معاملہ تمنے میرے ساتھ کیا کہ مجھکو بھی ایسا ہی جانا جو لوگ کہ فہمیدہ اور منصف ہیں سوائے اُسکے اور کچھ اُس سے نہ سمجھیں گے کہ حضرت علی اور عباس نے جو دعویٰ میراث
کا کیا اور ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے میرا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس جواب میں اُنہوں نے ابوبکر کو کاذب و خائن جانا ہے یعنی پیغمبر خدا صلعم نے ایسا نہیں فرمایا ہے اور خائن جانا ہے ابوبکر کو
اور غادر اور آثم جانا ہے تو اسواسطے کہ رسولخدا صلعم کے ترکہ میں ابوبکر خیانت کر کے بیٹھ رہا اُنکے وارثوں کو نہ دیا اور دغابازی کی اور گناہ کیا اب کوئی منصف بتلادے کہ سوائے اسکے اور اسکا
کیا مطلب ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ ابوبکر نے کسیکو بطور تولیت نہیں دیا اسوجہ سے جب اُنکی خاطر علی اور عباس سے معلوم ہوئی تب حضرت عمر نے بایں الفاظ تعبیہ فرماتے ہیں اول تو ابوبکر کی
تولیت سے کیا علاقہ ہے ابوبکر کی تولیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے دوسرے اس گرانی خاطر علی و عباس کی تو نے کیونکر جانا کہ ابوبکر کی عدم تولیت سے تھی بہت انکی خاطر گراں تھا اور اگر
ابوبکر نے کسیکو متولی نکیا تو علی و عباس کی خاطر پر یہ گراں کیوں گذرتا وہ کون تھے جو اس جہت سے گراں خاطر ہوتے اور پھر حضرت عمر نے یہ عتاب کیوں ہوتا انکا کیا قصور تھا اور اُنہوں
کیا بات کہی تھی جو حضرت عمر کو اُنپر غصہ آیا اُنہوں نے تو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہا کہ ابوبکر نے جو کسیکو متولی نہیں کیا تو ملال اسکا ہے اور گرانی خاطر اُنکے عمر کو کیونکر معلوم ہوئی کیا عمر کو علم
غیب تھا کہ اُنکے دل کا حال عمر کو معلوم ہو گیا اور اُنہوں نے کوئی ایسا امر بھی نہیں کیا تھا کہ جس سے گرانی خاطر معلوم ہوا اور اگر گرانی خاطر بھی بالفرض تھی تو ابوبکر کا متولی نکرنا تو ایسا امر عظیم
اور گناہ سخت تھا کہ جسکی جہت سے وہ ابوبکر کو کاذب و خائن اور غادر و آثم جانتے اور متولی نکرنے میں ابوبکر کاذب کس بات میں ہوا اور خیانت کس چیز کی کی اور متولی نکرنا کیا کوئی ایسا گناہ
ہے جو آثم ٹھہرے اور قرآن سے یہ بات ثابت ہے کہ معاملہ میں بیگناہ کو مومنین آپس میں گنہگار بتقریر کر دیا کرتے ہیں یہانتک کہ اس پاک اوصاف کو مبالغۃً جھوٹا دغاباز بدکار ٹھہرا دیں و اقربا
و احباب کسی وجہ خارجی سے آپسمیں تو ایسا کہدیتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست کیوں ہوئے تھے لیکن جھوٹا دغاباز جھوٹا نہیں کہتے ہیں اور اگر کہتے ہیں تو اجلاف اور عوام الناس جو بدتر بہائم
ہیں وہ کہتے ہیں کہ ثقہ اور متورع چہ جائیکہ خلفاء نبوت اور اگر اجلاف بھی کہتے ہیں تو انکے کہنے کو سوائے تیرے اچھا کون کہتا ہے سیدھی بات جو کچھ کہ ہے کہ علی اور عباس نے میراث کے دبا بیٹھنے کی جہت
سے ابوبکر کو کاذب و خائن کہا تھا جو کہ عبارت حدیث سے پایا جاتا ہے وہ تو کہتا نہیں ہے اور جس بات کو کسی طرح کا تعلق نہیں ہے اور نہ اُسکا کچھ ذکر ہے وہ کہتا ہے سوال دیگر جواب دیگر اور
نسب میں تو حضرت علی اور عباس کو ابوبکر اور عمر سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے وہ بنی ہاشم یہ بنی تیم اور بنی عدی اور دوستی کا حال جیسا کہ تھے وہ اُسوقت ظاہر ہو گیا تھا کہ جسوقت
حضرت عمر ابوبکر کے کہنے سے علی و عباس کے گھر کو جلانیکو لکڑیاں لیگئے تھے اور دوستوں سے شرفا شکایت میں یہ نہیں کہتے ہیں کہ تو بڑا جھوٹا دغاباز بدکار ہے اور شکایت بھی ہوتی ہے تو ایسی سخت
نہیں ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو امر واقعی کے ہوتی ہے نہ غیر واقعی کے اور معلوم نہیں حضرت علی و عباس کی کشیدگی اور گرانی خاطر ابوبکر کیطرف سے عمر نے کس امر میں اور کس وجہ سے دریافت
کرتے تھے اور اگر ابوبکر نے کسیکو متولی نہیں کیا تھا اسوجہ سے وہ گراں خاطر تھے لیکن عمر نے تو موافق روایت اہل سنت کے اُنکو متولی بھی کر دیا تھا پھر عمر کو اُنہوں نے کاذب و خائن و غادر

اور آنتم کسو تبہ سے سمجھا اُنکی طرف سے تو گران حالوں کی کبھی کوئی نہیں اسواسطے کہ اُس نے تو اُنکو متولی کردیا تھا حق بات یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر نے اُنکا جو حق دبالیا تھا انہوں نے اسواسطے کاذب اور خائن اُنکو جانا یہ تو کہتا نہیں ہے ایک اپنی واہی بات اپنی جی سے جوڑ کر کہتا ہے اور کاذب اور خائن جو جانا تھا اُن دونوں نے ان دونوں کو تو حقیقت میں جانا تھا نہ مبالغتہً اسواسطے کہ وہ دعوی اپنی حق کا اُنسے کرتے تھے اور یہ دیتے نتھے اسواسطے کاذب اور خائن جانتے تھے اور عمر نے بھی مبالغتہً نہیں کہا تھا بلکہ یہ مراد تھی کہ حقیقت میں ہمکو یہ کاذب اور خائن جانتے ہیں پر حضرت عمر نے صاف صاف بے لگاؤ کہو لکر کہدیا کہ تم دونوں ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے ہو اور حدیث ما ترکنا صدقۃ کے علی اور عباس ہرگز منہ تھے بلکہ اسکی مُبطل تھے چنانچہ مفصل پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور یہ روایت اُنکی اقرار کے بالکل جھوٹی ہے اور یہ افترا ہی اُنپر اور دھینگا دھینگی سے دبا لینی کا بھی یہی حاصل ہے جو کہ کاذب اور خائن کہنے سے حاصل ہے اسمیں اور اُسمیں کچھ فرق نہیں ہے اور حضرت عمر کا غضب اسواسطے تھا کہ وہ اُنکو کاذب اور خائن جانتے تھے اور جو شخص کہ کسیکو جھوٹا دغا باز سمجھیگا اُسکو اُسپر غصہ ضرور آئیگا یہی وجہ ہے غصہ ہونیکی اور آفریں صد آفریں مولوی عمار علی صاحب کو کہ اُنہوں نے وہ مضمون لکھا ہے اہل سنت کی کتابوں سے کہ اہل سنت اُسکے جواب میں ہر چند ہاتھ اور پاؤں مارتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں بن پڑتا اور اہل سنت کو گنجایش گفتگو کرنیکی نہیں رہی یہانتک کہ نووی نے شرح مسلم میں لکھدیا کہ بجز اسکے کہ ہم اس روایت کے راویونکو کہیں کہ وہ جھوٹے تھے اور کچھ بھی تاویل نہیں بن پڑتی جب ایسے ماہروں سے جواب نہوسکا تو یہ شیخ بیچارہ کیا جواب دیگا اور جو کچھ اسنے جواب دیا ہے دیکھو موجود ہے کہ وہ اسکا جواب ہے اور یا کسی مطلب کا اور یہ تو اسکا دستور ہے کہ جب مولوی عمار علی صاحب کے جواب دینے میں عاجز ہوتا ہے تو اُنکی مذمت کرنی لگتا ہے اگر اُنکی عوض میں ہم خلفاء ثلثہ کی مذمت لکھیں تو اُسکا باعث بھی ہوگا اور جو بات کہ حق ہے جسکو شیعہ کہتے ہیں اے شیخ نجدی اُسکو تو بھی خوب سمجھتا ہے لیکن ابلیس لعین کی روح کے خوش کرنیکے لئے تو دیدہ و دانستہ فریب سے تحریف معانی کرتا ہے اور حضرت عمر جو ابوبکر کو اور اپنے آپ کو صادق کہتے اور میاں مٹھو کی بولی بولتے تھے اُسکے ذکر سے ہمکو کیا غرض تھی اور اُنکے اس کہنے کو کون راست جانتا ہے **قال الشیخ الاشعری** الحاصل مولوی صاحب کی کم فہمی یا فریب بازی ہے جو بھی ایسی بیہودہ باتیں فرماتے ہیں کہ کہیں کا سر کہیں کا پاؤں ورنہ معنی مذکور عرف میں ایسی کلاموں کا مروج ہونا وہ لوگ ہی جانتے ہیں جنکو عقل نہیں چہ جائیکہ اہل عقل اور اگر اسپر بھی اس قسم کے محاورات کی تصحیح کیلئے کلام ربانی ہی کی سند مطلوب ہو تو ہم کو اس سے بھی در گزر نہیں اس لئے یہ آیت حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا جو سورہ یوسف کے رکوع اخیر میں موجود ہے گوش گزار ہے اسکے بظاہر یہ معنی ہیں یہاں تک کہ جب رسولوں کو ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں خیال کرنے لگے کہ اُن سے جو کچھ امداد کے باب میں خدا کیطرف سے وعدہ وعید تھے سب جھوٹ تھے ہماری مدد اُنکی لئے آپہنچی مگر سب اہل اسلام جانتے ہیں کہ انبیاء کی شان سے بہت بعید ہے کہ خدا سے ناامید ہوں اور کیونکر ناامید ہوں اس سورت میں اس رکوع سے پہلے رکوع میں یہ جملہ بھی موجود ہے اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ جسکا یہ مطلب ہے بیشک ناامید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں پھر کسی مسلمان کے خیال میں آسکتا ہے کہ رسول اور ناامید ہوجائیں سو اگر حضرت عمر کی صدق روایت کے بھروسے باتباع مرتضوی صدیق اکبر کو مولوی صاحب کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہیں تو خداوند کریم تو عمر سے زیادہ ہی سچے ہیں خدا کے فرمانکی تصدیق کرکے رسولونکو خدا کی امداد سے ناامید سمجھکر حسب ایما آیت لاییئس نعوذ باللہ کافر سمجھنے لگیں علی ہذا القیاس جو رسولونکی نسبت جو اس آیت میں مذکور ہے کہ وعدہ ہائے خداوندی میں اُنکو خیال دروغ ہوا تو اسمیں بھی لازم ہے کہ مولوی صاحب رسولونکی اتباع میں کمر ہمت باندھیں سو اول تو اکثر محاورات کلام اللہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیال باطل جو کسی وجہ سے جی میں جم جاتا ہے اور اُسکا یقین ہوجاتا ہے اُسکو ظن کہا کرتے ہیں چنانچہ سورہ جاثیہ میں کفار کے اس عقیدہ کی نسبت کہ مرنیکے بعد پھر کوئی اُٹھایا نجائیگا اور لوگوں کا یوں ارشاد ہے کہ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ یعنی وہ یوں ہی اٹکلوں کی باتیں کرتے ہیں الغرض کفار کو اپنے اس عقیدہ میں شک نتھا مگر چونکہ ایک خیال غلط تھا جناب باری نے اُسکو بلفظ ظن تعبیر فرمایا ایسے ہی اس مضمون میں سورہ انشقت میں اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ فرمایا سو اس محاورہ کے موافق اگر ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی لیجئے تب تو مولوی صاحب کو لازم ہے کہ نعوذ باللہ بزعم خود باتباع پیغمبران برگزیدہ خداوند کریم کی مواعید کو بالیقین جھوٹا سمجھیں اور اگر موافق مشہور ظن کے معنی گمان غالب یا شک سمجھیں تب مناسب یوں ہے کہ رسولونکو تو یوں سمجھیں کہ اُنکو خدا کے کہے کا یقین نتھا اور اسوجہ سے نعوذ باللہ اُنہیں کافر سمجھیں اور اپنے آپ اُنکا اتباع کرکے دین ایمان کو برباد کریں اور اگر یوں تاویل کیجے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تھا یہ نسبت خداوند صادق القول نتھا بلکہ نصرت کی دیر ہونے سے یوں سمجھے کہ اگر وعدہ نصرت وعدہائے خداوندی ہوتے تو لاجرم اُن موعدوں کا ظہور ہولیتا اتنی دیر نہ لگتی ہو نہو یہ وساوس شیطانی تھے وعدہ ہائے خداوندی نتھے تو اس صورت میں اول تو ہمیں کچھ نقصان نہیں جو کچھ بہ نسبت یا اس قوم ہو چکا وہی کافی ہے دوسرے ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں یہ لازم آئیگا کہ انبیاء کو وحی پر اطمینان نہو نعوذ باللہ سو یہ ہم جانتے ہیں شیعہ بھی تسلیم نکریں کیونکہ جب انہیں یقین نہیں تو پھر کسکو ہوگا تو پھر جائیے کہ ایمان ایک معنی بے مصداق ہو جاے کیونکہ ایمان کو یقین لازم ہے پھر اگر اپنی اطمینان اسطرح کریئے کہ اُنکو مقتضاء بشریت سے اختیار خطرات دل میں گزرتے تھے اُسکو خداوند کریم نے بلفظ ظن خواہ وہ اپنے معنی میں ہو یا بمعنی یقین مبالغتہً تعبیر کردیا ہے تو یہی بات ہے جو ہمنے پہلے بیان کی ہے سو حضرت عمر کی بات کو بھی ایسا ہی سمجھو مگر ہاں اگر یوں کہئے کہ خدا کیطرف بوجہ بداکذب کا احتمال ہوسکتا ہے حضرت عمر کیطرف یہ احتمال نہیں تو البتہ ہمکو مشکل ہے مگر اسکے لیے بدا کے ابطال کی تقریر کیطرف مراجعت ضروری ہے **اقول**

مولوی صاحب کی کم فہمی ہی نہ کچھ فریب بازی ہی جو مضمون کہ صحیح مسلم کی روایت کا ہی وہ تو انہوں نے بیان کر دیا اور فریب بازی تو کرتا ہی کہ جو معنی کہ واقعی اور صحیح ہیں اُس سے اعراض کر کے ایک مطلب وہ ہی کہ جسکے نہ سر ہے نہ پاؤں اپنی رای ناقص سے ایجاد کر کے بیان کرتا ہی کہ جسکو کوئی بھی پسند نکریگا اور کلام اللہ کی آیتوں پر بہت سے ملحدوں نے اعتراض کیا ہی اور مسلمانوں نے اُسکا جواب دیا ہی اگر تو مسلمان ہی تو جواب اُسکا تیری ذمہ ہے اور آیتیں کلام اللہ کی دو طرح کی ہیں محکمات اور متشابہات اور جنکے دلوں میں کجی ہی وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور انبیاء ہمارے نزدیک معصوم ہیں جب ہمارا یہ اعتقاد ہوا تو جو آیت قرآن کی کہ مخالف بشان انبیاء کی ہوگی وہ متشابہات میں سے ہے ہم اُسکی تاویل کرینگے جیسے کہ اور آیات دالہ تجسیم جناب باری عز اسمہ کے تاویل کرتے ہیں اور حضرت عمر معصوم نتھے کہ اُنکے قول میں تاویل کی جائے کہ مبالغۃً فرمایا ہی اُنکے تو ظاہر قول ہی پر عمل کیا جاویگا چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہی کہ غیر معصوم کے قول کی تاویل نہیں ہو سکتی اگر ایسا ہی ہو تو ہر شخص کا کلمہ کفر تاویل کر کے صحیح کر دیا جائے اور عمر کے قول کی مبالغہ سمجھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے ایک شخص نے اُنسے دعوی اپنے حق کا کیا اور انہوں نے اُنکے نزدیک ایک جھوٹی بات بنا کر اُسکے دعوی کو رد کیا تو وہ اُسکے نزدیک کاذب و خائن ہی ٹھیر یگا اور عمر نے قرائن سے جانکر ہی کہا تھا کہ بیشک یہ کاذب و خائن ہمکو جانتے ہیں اور قرینہ یہ تھا کہ پہلے ابو بکر سے روایت لا نورث ما ترکنا صدقۃ کو سنچکے تھے اور بعد اُسکے پھر جو یہ مجھ سے طلب کرنے آئے ہیں تو یہ ہمکو کاذب و خائن ہی جانتے ہیں اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے اسواسطے عمر نے کہا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی آیت جو بیان کی ہے حتے اذا استیئاس جو معنی کہ اُسکے صحیح ہیں وہ تو کہتا نہیں ہے اُلٹے معنی کہتا ہی جس پر خواہ مخواہ اعتراض ہو اور معنی صحیح اُسکے یہ ہیں کہ تاخیر کی ہمنے عذاب نازل کرنے میں امم سابقہ پر جو کہ اپنے پیغمبروں کو جھٹلاتے تھے امتوں سابقہ میں سے حتی اذا استیئاس الرسل یہانتک کہ ناامید ہو گئے مرسلین اُنکے ایمان سے بسبب خبر دینے خدا کے رسولوں کو اور رغبت اُن امتوں کی طرف کفر کے وظنوا انہم قد کذبوا اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا اور یہ روایت ہے عائشہ سے اور حسن بصری سے اور قتادہ سے اور ابو علی جبائی سے جو کہ علماء اہل سنت میں اور ابن عباس اور ابن مسعود اور سعید بن جبیر اور مجاہد اور ابن زید اور ضحاک اور ابی مسلم سے روایت تخفیف ذال کذبوا کی ہی اور ضمیر ظنوا کی طرف امتوں کے پھرتی ہی یعنی ظن کیا امتوں نے کہ جھوٹ کہا تھا پیغمبروں نے جو کچھ کہ ہمکو خبر کی تھی اُنہوں نے نصرت کے آنیکی اور عذاب کے نازل ہونیکی اور یہ روایت تخفیف کذبوا کی بیضاوی میں بھی ہی اور بیضاوی میں لکھا ہی کہ بعضے کہتے ہیں کہ ظنوا کی ضمیر طرف امتوں کے پھرتی ہی اور کذبوا کی طرف رسولوں کے یعنی ظن کیا اُن امتوں نے کہ وہ پیغمبر جھٹلائے گئے اپنے وعدہ میں اور سوا اسکے اور وجوہ بھی لکھی ہیں یعنی اور یقین کیا اُن رسولوں نے کہ تحقیق وہ جھٹلائے گئے کہ قوموں نے اُنکو جھٹلایا تو جاءہم نصرنا آئی اُن رسولوں کو نصرت ہماری بسبب پہنچنے عذاب کے کفار پر فنجی من نشاء پس نجات دیتے ہیں ہم عذاب سے جسکو چاہتے ہیں ہم کہ وہ مومنین ہیں ولا یرد بأسنا عن القوم المجرمین اور نہیں پھیرا جاتا ہی عذاب ہمارا قوم گنہگاروں سے پس جو کہ اس شیخ نے معنی لکھی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اسواسطے کہ معنی صحیح یہ ہیں کہ ناامید ہو گئے وہ انبیاء اُن قوموں کے ایمان سے بسبب خبر کرنے خدا کے کہ یہ ایمان نہ لاوینگے اور اس جہت سے کہ وہ اپنی کفر پر ایسے مصر تھے کہ پیغمبروں کو اُنکے ایمان لانیکا یقین ہو گیا تھا اب کوئی صورت اعتراض کی اس آیت پر نہیں ہے کہ کوئی کہنے لگے کہ انبیاء رحمت خدا سے کیونکر نا امید ہوئے یہ کام تو کفار کا ہی اور جو معنی کہ اس شیخ نے لکھی ہیں وہ اپنے مذہب کے موافق لکھی ہیں اُن معنی سے نعوذ باللہ انبیاء کا زمرہ کفار میں داخل ہونا لازم ہو گیا اور تماشا یہ ہے کہ خود ہی آیہ فہب لی من لدنک ولیا کے ذکر میں پہلے اس سے لکھ چکا ہی کہ جب حضرت زکریا مایوس ہو گئے تو طلب فرزند کی دعا کی اور یہاں لکھتا ہے کہ نا امید رحمت خدا سے کفار ہوتے ہیں اور تم تو کہتے ہو کہ انبیاء رحمت خدا سے مایوس ہو گئے البتہ تم کہتے ہو اور عمر کو اس روایت میں ہم تو سچا ہی جانتے ہیں کہ خلیفہ رسول کو جھوٹا ... [illegible] ... اور اگر جھوٹے ... [illegible] ... ہیں اور جب جھوٹے ہوئے تو قابل خلافت کے نہ رہے ... [illegible] ... واللہ تعالی کے ... [illegible] ... کیا کلام ہی کہ وہ تو اصدق الصادقین ہے اور اُسکے صدق سے ... [illegible] ... نہ پھیر اور اس آیت سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا ہی کہ رسولوں کو خیال دروغ آیا ہو یہ بھی اگر ہی تو تمہارے نزدیک ہے نہ ہمارے نزدیک اور شان انبیاء بلند اور بری ہی خیال دروغ اور باطل سے اور کلام اللہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہی کہ کسی پیغمبر اور مومن کے جی میں خیال باطل جم جائے اور اگر کسی غیر مومن کے دل میں جم جا تو اُس سے ہمکو کچھ کام نہیں ہے اور نہ کفار کے ظن سے ہمیں کچھ مطلب ہے سوا حضرت عمر کے مثل کفار کے خیال باطل جم گیا تھا تو وہ زمرہ کفار میں سے شمار کئے جاوینگے نہ مومنین میں سے اسمیں بھی تمہارے ہی واسطے قباحت ہے نہ ہمارے واسطے اور ظنوا انہم قد کذبوا کے معنی ہم بیان کر چکے اسمیں کچھ قباحت نہیں ہے اور ہمارے نزدیک کسی پیغمبر نے معاذ اللہ خدا کو جھوٹا نہیں سمجھا ہی اور اُس آیت سے یہ لازم آتا ہی اگر لازم آتا ہی تو تیرے نزدیک لازم آتا ہی کہ وعدہ خدا کو جھوٹا ہی سمجھ لیتے نزدیک اتباع انبیاء اور اگر ظن کو گمان کے معنی میں کہیں تو تیرے ہی نزدیک لازم آتا ہی کہ انبیاء کو خدا کے کہے کا یقین نتھا نہ ہمارے نزدیک اور تو ایسے پیغمبروں کے اتباع میں کہ جنکو خدا کے کہے کا یقین نتھا اپنے دین و ایمان کو برباد کر اور اگر یوں تاویل کیجے کہ رسولوں کو جو ظن دروغ تھا وہ نسبت خدا کے قول کی نتھا بلکہ نصرت کے دیر سے یوں سمجھے تھے سو اسمیں بھی کچھ قباحت ہے وہ تیرے ہی واسطے ہی نہ تو آیت کے اُلٹے ہی معنی بیان کرتا ہی نہ ہمارے واسطے اور ہمارے نزدیک یہ معنی ہی نہیں ہیں کہ بمقتضاء بشریت اُنکے دلوں میں خطرات بیجا گذرتے تھے یہ بھی تیرے ہی نزدیک ہوگا اور عمر کا یہ کہنا کہ تم ہمکو کاذب و خائن جانتے ہو بطور خطرات کے خلیفہ صاحب کے دل میں نہیں گذرا تھا بلکہ بالیقین جانتے تھے کہ یہ دونو ہمکو کاذب و خائن جانتے ہیں چنانچہ ہم پہلے اسکے کہہ چکے اور خدا کیطرف احتمال کذب کا شیعوں کو ہرگز نہیں ہے اور جو کوئی ایسا احتمال کرے اسکو شیعہ لعنت کرتے ہیں اور کافر سمجھتے ہیں اور نہ ہم سے یہ معنی مراد لیتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک تو ہر کتا اور سور اور گدہا اور گھوڑا اور آدمی وغیرہ خدا ہے اور بعضے اولیا اہل سنت نے دعوی خدائی کا کیا ہی تھا چنانچہ بایزید بسطامی کہتے تھے کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی پاک ہوں میں بزرگتر ہی شان میری اور کہتے تھے کہ لا الہ الا انا فاعبدونی یعنی نہیں معبود ہے کوئی سوا میرے پس پرستش کرو تم میری چنانچہ لوی روم

بھی اُنکا حال بیان کرتے ہیں ؎ گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں ٭ لا الہ الا انا فاعبدون ٭ بامریداں آں فقیر محتشم ٭ بایزید آمد کہ یک یزداں منم ٭ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا
چند جوئی در زمین و در سما ٭ اور منصور حلاج تو انا الحق کہا ہی کرتے تھے مشہور و معروف ہے سو احتمال کذب کا شیعہ ان خداؤں کی طرف کرتے ہونگے نہ خدائے حقیقی خالق ارض و سما کی طرف کہ
اُسکی طرف ایسا احتمال کرنیوالے کو تو وہ کافر جانتے ہیں اور عمر کی طرف احتمال صدق اور کذب میں دونوں میں تمہارے واسطے ہی خرابی ہے **قال الشیخ الاشعری** بہر حال انبیاء کی نسبت
خداوند کریم کا یہ فرمانا کہ وہ مایوس ہو گئے یا اُنکو خدا کی نسبت یا وحی کی نسبت احتمال دروغ ہوا بجز اسکے صحیح نہیں ہو سکتا کہ موقع تعریض و عتاب میں مبالغۃً فرما دیا ہے کہ رسول اللہ
صلعم کو عبرت ہو اور آپ ایسے خیالات میں نہ پڑ جائیں یا اور کسی وجہ سے مبالغۃً فرما دیا ہے سو ایسے ہی حضرت عمر کے قول مذکور کو بھی سمجھئے بہر حال یہ آیت ہمارے مطلب کے لئے ثبوت کامل ہے اور اسی
قسم کی بہت سی نظیریں اہل فہم کلام اللہ سے نکال سکتے ہیں کہ اگر معنی ظاہری مراد لیجئے اور قرائن صارفہ کا کچھ خیال نہ کیجئے تو دین و ایمان کی کچھ خیر نہیں سو اگر مولویصاحب کو کچھ ایمان کا ڈر ہے تو بہر خدا
محو معنی ظاہری پر جو بے لحاظ قرائن خارجیہ کے متبادر الی الفہم ہیں کچھ لحاظ نکریں بلکہ معنی مقصود ربانی پر نظر رکھیں یعنی آیہ حتی اذا استیأس الرسل کے یہ معنی لیں کہ انبیاء کی تہ دل
میں تو یقین ہی تھا کہ وعدہائے الٰہی صادق ہیں ایک روز نہ ایک روز بیشک امداد الٰہی آنیوالی ہے غرض دل سے کوئی صورت انقطاع امید اور ظن دروغ کی نہتی پر جیسے بمقتضاء بشریت ہمارے
تمہارے دل میں خدا و رسول کی نسبت خیالات فاسد اوپر کے دل میں آجاتے ہیں اور اس سے اعتقاد قلبی میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی انبیاء کے دلوں میں بھی بمقتضاء بشریت بہ نسبت وعدہائے الٰہی خیالات فاسد
بے اختیار گزر جاتے ہیں اور خدا نخواستہ اطمینان قلبی میں کچھ فتور نہ تھا کہ جو یوں کہئے کہ وہ واقعی ناامید ہو گئے تھے اور یقین ہو گیا تھا کہ وعدہائے الٰہی محض دروغ تھے یا اُنکے صدق کا یقین نہ رہا تھا مگر چونکہ
اس قسم کے خیالات کی وجہ سے گو تہ دل میں نہوں اور بے اختیار ہی آتے ہوں ظاہر نظر میں یوں ہی کہتے ہیں کہ دل میں اعتقاد ہی نہیں یہ بات بعد تامل ہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ فقط اوپر کے خیالات ہیں
تو خداوند کریم نے بھی برعایت ظاہر بطور مبالغہ متعارف اُن خیالات کو بلفظ ظن اور بیقراری اور بے تاملی بشری کو جسکے لوازم میں سے یہ خیالات ہیں بلفظ یاس تعبیر فرمایا لیکن اسی طرح اگر حضرت
علی اور حضرت عباس کی نسبت حضرت عمر کا اُن فرمانے کو کہ تم صدیق اکبر کو اور مجھکو کاذب اور خائن وغیرہ سمجھتے ہو حضرت علی اور حضرت عباس کی کشیدگی و شکایت پر جو بمقتضاء بشریت برخلاف
اعتقاد اور محبت قلبی کی جو تہ دل میں جمی ہوئی تھی اوپر کے دل میں گزرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی محمول کریں تو اس سے زیادہ اور تو کچھ گناہ نہوگا کہ کلام اللہ کی ایک روش اختیار کی اور یہ بات
تو حضرت علی اور حضرت عباس نے منہ سے نکالی بھی نہتی احتمال ہے کہ حضرت عمر ہی غلط سمجھ گئے ہوں کہ دونو صاحب کچھ اس قسم کا خیال تہ دل میں یا اوپر کے دل میں رکھتے ہیں ہم تو اُسکے یہی معنی سمجھتے ہیں
جو حضرت عباس نے حضرت علی کو باالوجہ مجمع عام میں اسی جلسہ میں بعینہ یہی الفاظ کہے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں جسکی حوالہ سے مولویصاحب حضرت عمر کا حضرت علی اور حضرت عباس کو
یوں کہنا کہ تم صدیق اکبر کو کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہو ثابت کرتے ہیں موجود ہے مگر اسکو نقل کاہیکو کرتے یہ تو صدیق اکبر ہی سے ضد ہے بہر حال سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ حق بات یہی ہے جو ہمنے
عرض کی ورنہ حاشا و کلا جو حضرت علی اور حضرت عباس کے دلمیں ذرہ برابر صدیق اکبر کی طرف سے بدگمانی ہو مگر افسوس یہی ہے کہ مولویصاحب اپنی تیرہ درونی کے باعث حضرت عمر بھی اگر بلحاظ ظاہر
یوں فرمادیں کہ حضرت علی کی دلمیں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ فرق ہے تو بے تحقیق اختیار کر لیں اور حضرت خود اپنی زبان مبارک سے قسمیں کھا کھا کر ایسے کمالات جو لگ بھگ مرتبہ نبوت کے ہیں صدیق اکبر کی
تعریف میں بیان فرمائیں اور علی ہذا القیاس اور ائمہ نے چنانچہ سابقاً بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ مفصلاً مرقوم ہو چکا ہے لیکن اسپر بھی کیا امکان جو مولویصاحب کے اور سوا انکے اور شیعوں کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ
کیا سمجھ ہے صدیق اکبر کی ہجو کریں تو حضرت عمر بھی معتبر ہو جائیں اور تعریف ہو تو پھر حضرت علی ہی کہے جاؤ کوئی نہیں سنتا کسی نے سچ کہا ہے کل شیء یرجع الی اصلہ ہمتو نہیں کہہ سکتے پر شیعوں کے طور پر مولویصاحب
کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسیٰ کے ایسے معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کا ایک طلسم پر دین ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی برو مولویصاحب کو اپنی اس جرأت و اعتراض کی قلعی کھل
گئی ہوگی **اقول** بہتے زور سے تو آیت کے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہے کاغذ کو سیاہ کئے چلا جاتا ہے اور پیغمبروں کی عیوب نکالتا چلا جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا رحمت خدا سے مایوس ہونا ثابت کرتا چلا جاتا ہے
اور حال یہ ہے کہ وہ رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوئے اور نہ اُنکو خدا کی اور وحی کی نسبت احتمال دروغ تھا جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں اپنی رائے سے جو چاہتا ہے گھڑ تراشتا ہے اور بھلا یہاں مبالغہ کو کیا دخل ہے صاف
صاف معنی آیت کے ہیں لیکن اسکو دانا ہی کی سمجھ میں آئیں تو اسکا علاج اور نہ عمر کے قول میں کچھ مبالغہ تھا چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسکو لکھ چکے اور اس آیت سے تیرا مطلب کچھ ثابت نہیں ہے اے شیخ
بلکہ اس آیت کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے اور آیت میں تحریف کر کے ایک ایسی بات جو اپنی رائے سے پیدا کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو خاطی اور مجرم ٹھیراتا ہے عمر کی خاطر سے اور ایک ایسی تاویل ایجاد کر کے عمر کو صاف
اور بری کرتا ہے کیونکر ہو سکتا ہے بات کذب خیانت کی تو جم گئی اور عمر کے قول میں ہرگز تاویل نہیں ہو سکتی کہ تاویل کی اسمیں گنجائش ہی نہیں ہے اور کلام اللہ میں اگرچہ ایسی آئیں
ہیں کہ ظاہر معنی اُسکے خلاف عقائد کے ہیں لیکن یہ آیت ایسی نہیں ہے اسکے معنی تو صاف ہیں مگر تو جو اہلبیت علیہم السلام کی پیروی سے برگشتہ ہے اسواسطے اُلٹے معنی تیری سمجھ میں آتے ہیں اور
ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے کہ تم تو آیت کے وہ معنی بیان کرتے ہو جس سے انبیاء علیہم السلام پر طعن وارد ہوا اور ہم وہ معنی کہتے ہیں کہ جس سے طعن انبیاء پر نہونے پاوے اور تمہارا دستور ہے
جب کوئی ثلاثہ کی عیوب ذکر کرتا ہے تم اسکے عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیوب اور خطاؤں کی ثابت کرنیمیں کوشش کرتے ہو اور انبیاء علیہم السلام رحمت خدا سے ہرگز مایوس
نہوئے تھے بلکہ اُنکو یقین تھا وعدہائے الٰہی کے صادق ہونیکا اور منتظر تھے اُسکے ایفا کے اور مایوسی اُنکو قوموں کی ایمان لانے سے ہو گئے تھے جیسا کہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں

نہ وعدہ کئے وفا ہوتے تھے اور اوپر کے دل سے اور نیچے کے دل سے سب انکو یقین تھا اور جب کہ ہمارے اور تمہارے دلوں میں مقتضاء بشریت خیالات فاسدہ گزرتے ہیں انکے دلوں میں نہیں گزرتے اور اگر انکے
دلوں میں بھی گزرتے تو وہ پیغمبر کاہیکو ہوتے اور معصوم کیونکر ہوتے اور ہم میں اور انمیں کیا فرق تھا اور جو کچھ کہ تاویل کی ہے یہ تاویل بھی واہی ہے کہ اسکو عاقل ہرگز پسند نکریگا اور جو کچھ
کہ تاویل کی ہے حضرت عمر میں جاری نہیں ہو سکتی چنانچہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محبت تو تہ دل میں جمی ہوئی ہو اور اوپر کے دل سے کشیدگی اور ترک کا
اول تو اس کشیدگی کو بیان کرنا چاہیے کہ وہ کس جہت سے تھی کوئی ایسا ہی امر عظیم ہوگا کہ جسکی جہت سے ایسے کشیدہ ہوئے کہ انکو کاذب و رخائن جانا سوائی غصب حق کے اور کیا
چیز ہے اور طلب میراث ہی کا مقدمہ درپیش تھا سوا اسکے اور کوئی امر تو درپیش نتھا اور یہ امر نہیں ہے کہ حضرت عمر انکی کشیدگی اوپر کے دل سے جانتے ہوں بلکہ یہ جانتے
تھے کہ یہ ہمکو کاذب اور خائن تہ دل سے جانتے ہیں گو اپنی زبان سے نہیں کہتے ہیں اسواسطے عمر کو یہ حال انکا اس قرینہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ ابو بکر نے جو روایت لانورث بیان
کی تو انہوں نے اسکو تسلیم نکیا اور ابو بکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر پھر میرے پاس میراث طلب کرنے آئی اور اگر ابو بکر کو سچا جانتے تو مجھ سے کیوں طلب کرتے
بیشک یہ ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہیں اسواسطے عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا کہ تم دونو ہمکو کاذب و رخائن جانتے ہو اور کلام اللہ کی یہ روش نہیں ہے
جو کہ تونے اپنی رائے ناقص سے بیان کی اور اگر حضرت عمر غلط سمجھ گئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ابو بکر بھی روایت لانورث ما ترکناہ صدقہ کو غلط سمجھے ہوں کہ حضرت کے ارشاد کے
خلاف سمجھے ہوں اسواسطے کہ خلاف کلام اللہ کے حضرت ایسا کیوں فرماتے اور اس غلط فہمی پر حق وارثوں کا حضرت کے دبانا چاہیے تھا اور حضرت عباس نے جلسہ عام میں ہرگز ایسا
نہیں فرمایا یہ بھی ایک وضعی فقرہ ہے جیسے کہ اقرار روایت لانورث ما ترکناہ صدقہ کا وضعی ہے اور اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو اسکا جواب بھی تمہارے ذمہ ہے کہ تمہاری کتاب کی
روایت میں آیا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کو تو اس فقرہ کے ذکر کرنے سے کچھ غرض ہی نتھی وہ کیوں ذکر کرتے لیکن ہمنے پہلے اس سے اسکا بھی ذکر کردیا ہے اس روایت کے
بیان کرنیمیں اور یہ فقرہ بھی حضرت عمر کے قول کاذب خائن کی رعایت کے لئے بنایا گیا ہے کہ دیکھو حضرت عباس نے بھی علی کو ایسا کہا ہے لیکن ہمکو اس سے کیا ہمارا مطلب تو جس
بات سے ہے اسی سے ہے اور صدیق اکبر سے ہمکو خواہ مخواہ کچھ ضد نہیں ہے انہوں نے جو سید المرسلین و خاتم النبیین کی اولاد کا حق دبایا تھا اسواسطے کہتے ہیں اور حضرت علی نے
کسی پیغمبر کی اولاد کا حق نہیں چھین لیا تھا جو انکو کچھ کہتے اور اگر حضرت عباس نے بوجہ حضرت علی کو ایسا کہا ہوگا تو وہ گنہگار ہوئے ہونگے ہمکو اس سے کیا اور حضرت علی اور عباس
کو بدگمانی ابو بکر کیطرف سے مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے پائی جاتی ہے اور ہم لکھ چکے ہیں اور تو اگر اپنی تیرہ درونی کی جہت سے اسکا انکار کرے تو تیرا
انکار پیش نہیں جاتا ہے اور جس وقت حضرت عمر بیان کریں کہ علی کے دلمیں ابو بکر کیطرف سے کچھ فرق ہے تو بیشک ہم اسکا بدون تحقیق کے اعتبار کرینگے کہ وہ دونو یعنی ابو بکر اور عمر ایک جان
دو قالب اور ایک جان تھے جب ایسا شخص اپنے ایسے یار کی کوئی بات کہیگا تو اسکا کیونکر اعتبار نہوگا کہ سوا اسکے اور وجوہ سے بھی ہمکو یہ بات ثابت ہے اور اگر حضرت خود تعریف میں انکی ایسے
کمالوں کو بیان کریں کہ جو انکے بھگ نبوت کے ہیں تو ایسے بیان ہی سے ہمکو واضح ہو جائیگا کہ یہ وضعی بات ہے اور ان حضرت نے ایسا نہیں فرمایا کہ ہم اور روایات مشہورہ سے انکی
بے کمالی کو جانتے ہیں اور جو کچھ کہ اور آئمہ سے روایتیں بیان کی ہیں ہمنے ان سب کو رد کردیا ہے اور جواب انکا دیدیا ہے لیکن تسپر بھی کیا امکان ہے اس شیخ کے اور رسول اللہ کے اور سنیوں
کے دلمیں کا کفر ٹوٹے سبحان اللہ کیا سمجھ ہے کہ ابو بکر کی ہجو اگر حضرت عمر کریں تو وہ غیر معتبر ہو جائیں اور شیعوں کی تعریف اگر جناب رسول خدا صلعم کریں اور بشارت جنت کی دیں اور
فرمائیں کہ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ تو کبھی جاؤ کوئی بھی نہیں سنتا سچ کہا ہے کل شئی یرجع الی اصلہ ہم تو نہیں کہہ سکتے پر سنیوں کے طور پر اس شیخ کی وہی مثل ہے کہ حضرت موسی کے
سینکڑوں معجزوں پر بھی بنی اسرائیل سیدھے نہوئے اور سامری کی ایک طلسم پر دین و ایمان کھو بیٹھے اس تقریر کی بو دانش شیخ کو اپنی اس جر بوز جواب کی قلعی کھل گئی ہوگی قال الشیخ
الاشعری اور اگر باینہمہ ہو جتہ عداوت سمجھیں اور دلنشین ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا وہ واقعی تھا نہ اسمیں کچھ غلطی ہے انکے سوا ظاہر معنوں کی اور کوئی معنی تو میری عرض ہے کہ مبنی بر
حضرت علی و حضرت عباس کے دلمیں یہی بات ایک دفعہ کو جم گئی ہو کہ صدیق اکبر نے خیانت کی اور جھوٹ بولا کہ رسول اللہ صلعم نے لانورث ما ترکناہ صدقہ فرمایا ہے لیکن مولوی صاحب وہ باتیں تو یہی کا اتنا
بات سے انکو کیا ہاتھ لگا حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کے دست و گریبان ہونیکا قصہ مشہور و معروف ہے اسکے سبب بجز اسکے کچھ اور نہی تھا کہ حضرت موسی یا نبوجہ کہ انکی غلطی یہ بات تھی کہ خلاف
اور مخالف حکم الہی بیٹھا نہیں اور انکی تن من میں آگ لگی نہیں دو برابر اگر کہیں خدا کی نافرمانی نظر پڑ جاتی تھی تم تھامی نہیں تھمتے تھے طور سے لوٹکر جب بچھڑے کی پوجا پاٹ دیکھی تو ایکدفعہ ہی یوں سمجھے کہ بنی
نے کیا تو کیا حضرت ہارون بھی انکے شریک حال ہوگئے یا انہوں نے بنی اسرائیل کو نہ روکا جو فتنہ پھیل گیا بہر حال انکو شریک حال سمجھا یا یوں سمجھا کہ انہوں نے کسیکو منع کا نہیں لیکن اس سمجھ میں اول تو
حضرت موسی کو کچھ شک نہیں ہاتھا نہیں نوبت یہاں تک آئی کہ انکے سر کے بال اور داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچنے فقط شک کا سر ردہ میں اتنی بیتقیدی تو کم عقل بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ حضرت موسی
جنکا کمال عقل بالیقین معلوم ہے دوسرے یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حضرت موسی کی غلط فہمی تھی جو یوں سمجھے ہارون اول تو نبی معصوم تھے ایسے امور میں شریک ہونا یا منع نکرنا انسے بمنزلہ محالات سے ہے دوسرے
اگر معصوم نہوتے تب واقع میں انسے کچھ خطا ہوئی تھی بے تحقیق فقط ظاہر حال کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ حضرت ہارون نے دربارہ نہی عن المنکر تقصیر کی ہے یا خود انکے شریک حال ہوگئے حضرت

موسی اپنے آپے سے باہر نکل گئے ورنہ حضرت ہارون بہر طور بے خطا تھے شریک حال ہونا کجا منع اور زجر و توبیخ میں اُنہوں نے اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی تھی تقدیر سے بات راست نہ آئی اب
دیکھیے کہ جب ایک معصوم دوسرے معصوم سے اتنی بدظن ہوجاتے ہوں کہ نوبت ہشت و مشت تک پہنچی تو حضرت علی اگر فی الجملہ کچھ حضرت ابوبکر کیطرف سے بدگمان ہوجائیں تو کیا حرج ہے اور اہل سنت
کو اسکی تسلیم میں کیا دشواری ہے نہ ابوبکر صدیق انکے نزدیک معصوم ہیں جو انکی کذب و خیانت کی منسوب ہونے میں کسی رکن ایمان کا ڈھانا مشکل پڑ جاوے نہ حضرت علی انکے اعتقاد میں
معصوم کہ انکی طرف غلط فہمی کی نسبت کرنے سے کچھ بھی ڈریں اور پھر باایں ہمہ ہنوز یہ بھی متحقق نہیں کہ بالیقین حضرت علی کے جی میں صدیق اکبر کی طرف سے کچھ گمان فاسد ہو فقط حضرت عمر نے
اپنے عندیے کے موافق وہ بھی مبالغۃً ایک بات کہدی ہے ورنہ حضرت علی کا بہ نسبت حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ اقرار کرنا اور پھر حد سے بڑھ کر تعریفیں کرنی چنانچہ سابقاً مذکور ہوچکا ہے خود اسی
بات پر دلالت کرتا ہے کہ دل مرتضوی لبریز حسن اعتقاد صدیق اکبر تھا اسپر بھی اگر مولوی صاحب بزعم خود باتباع حضرت شیر خدا علی مرتضیٰؓ صدیق اکبر کو کاذب و خائن و غادر و آثم سمجھتے ہیں
تو بہ نسبت حضرت ہارون دو قدم آگے بڑھ کر انکے عصیان اور شراکت شرک کا چھاتی ٹھوک کر اقرار کرینگے کیونکہ اول تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم اور بزعم شیعہ معصوم غلط فہمی سے بھی معصوم ورنہ
اہل سنت پر یہ طعن کیوں ہوتا کہ انکے امام ابوحنیفہ وغیرہ غلطی کہا سکتے ہیں دوسرے حضرت موسی کا بہ نسبت حضرت ہارون علیہما السلام بالیقین خطاوار سمجھنا بالیقین معلوم ہے تو اس صورت میں کوئی
صورت مولوی صاحب کو اس عقیدہ میں کمی کرنیکی نہیں اور حضرت عباس حضرت علی کے بھی بزرگ ہیں دین ہی میں نہیں نسب ہی کے سہی تھوڑا بہت کچھ انکا بھی اتباع چاہئے بہت نہیں تھوڑا
ہی سہی معہذا حضرت عباس سے رسول اللہ صلعم کو نہایت محبت تھی چنانچہ بحوالہ قاضی نور اللہ شوشتری مرقوم ہولیا ہے تو انکی بات باون تولے پاؤ رتی کے نہیں تو کچھ تو اعتبار رکھتی ہوگی
سو جس سند سے مولوی صاحب کو صدیق اکبر کی نسبت حضرت علی کا کاذب سمجھنا کچھ معلوم ہوا ہے اُسی روایت میں حضرت علی مرتضی کو بعینہ اُسی طرح بُرا کہنا اُس سے بھی پہلے مذکور ہے بلکہ شاید
حضرت عمر نے اُنہیں کی بات سے سمجھا ہو کہ ایسے معاملات میں اتنی رنج میں ایک دوسرے کو کاذب وغیرہ سمجھتے ہیں اسی قیاس پر اُنہوں نے کہدیا کہ تم صدیق اکبر کو ایسا سمجھتے ہو سو بحکم محبت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگی حضرت علی حضرت عباس کا بھی اقتدا چاہئے اگر عذر بے اعتقادی ہے تو بہت نہیں تھوڑا ہی سہی واہ کیا دین ہے کیا آئین ہے جس مذہب کی ایسے
دلائل ہیں وہ خود مذہب کیسا ہوگا قیاس کن ز گلستان من بہار مرا **اقول** جو کوئی تیری پوچ تقریر کو پسند نکرے وہ تو بلادت کی جہت سے ہو اور جو کوئی پسند کرے وہ تیرے نزدیک
خوب سمجھا ہوا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے پسندیدہ وہ ہے کہ جسکو اپنا اور بیگانہ سب پسند کریں اور جو کچھ کہ تو نے لکھا ہے اسکو کوئی بھی پسند نکریگا اور بیشک جو کچھ کہ عمر نے کہا تھا کہ تم ہمکو کاذب
اور غادر جانتے ہو یہ سب واقعی تھا اور کچھ غلطی اُسمیں نہیں ہے اور ظاہر معنی اُسکے یہی ہیں اور البتہ حضرت علی اور عباس کے دل میں بات جم گئی تھی کہ ابوبکر اور عمر نے دونوں نے خیانت کی ہے اور
روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے بیان کو ہمیشہ جھوٹے ہیں اور حضرت موسی اور حضرت ہارون کے دست و گریبان ہونیکا قصہ جو ہے اُس میں تیرا کیا مطلب ہے اور تمہارا دستور ہے کہ جب
کوئی ابوبکر اور عمر پر انکی بداعمالی کی جہت سے طعن کرتا ہے تو تم اُسکی عوض میں انبیاء علیہم السلام کے عیبوں کو ثابت کرتے ہو اور ہم اُسکو دفع کرتے ہیں اسواسطے کہ وہ معصوم ہیں اور معصوم سے
بدی کا ظہور میں آنا خلاف عصمت کے ہے تناقضین دونوں ایک جگہہ جمع کیونکر ہوں اور یہ قصہ حضرت ہارون اور حضرت موسی کا وہ ہے کہ اسمیں کوئی بات گرفت کی نہیں ہے حضرت موسی نے
حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کھینچا تھا اسکو تم کہتے ہو کہ حضرت موسی کا یہ فعل بد تھا کہ ہارون بیگناہ کو غلط فہمی کی جہت سے اپنی طرف کو کھینچا سو حضرت موسے
نے جو حضرت ہارون کو اپنی طرف کو پکڑ کر کھینچا یہ فعل اُنکا بد نتھا اور نہ حضرت موسی کے سمجھنے میں غلطی تھی بلکہ عمداً کھینچا تھا اور جانتے تھے کہ ہارون اسمیں بیگناہ ہے اور حضرت موسی نے حضرت
ہارون کے بال پکڑ کر اپنی طرف کو بنی اسرائیل کے دکھانیکے واسطے اور انپر ظاہر کرنیکے واسطے کھینچا تاکہ وہ جانیں کہ وہ فعل ہمارا گوسالہ پرستی کا بڑا سخت اور نہایت ہی بد تھا کہ جسکے واسطے
موسی نے غصہ میں ہوکر اپنے بھائی ہارون بیگناہ کی کہ جسکو پیغمبر بھی کہتا ہے ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے تاکہ وہ لوگ اس فعل کو موسی سے دیکھکر توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت
نکریں اور حضرت ہارون بھی اس مصلحت کو سمجھے ہوئے تھے اسیواسطے اُنہوں نے بھی کہا کہ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ یعنی پس نہ ہنسا تو مجھپر دشمنوں کو اور حضرت موسی نے طلب مغفرت کی دعا
اپنے واسطے تو اس لیئے کی کہ مینے بھائی کے ساتھ مصلحتہً یہ حرکت کی ہے کہ اسکو کھینچا ہے شاید تیری پسند نہو اور اپنے بھائی کے واسطے اسواسطے مغفرت چاہی کہ اُس نے سختی سے منع نکیا ہوگا
کیونکہ حلیم و نرم بہت تھے نرمی سے اُنہوں نے منع کیا ہوگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اسواسطے حضرت ہارون کو حضرت موسی نے غصہ ہوکر کھینچا کہ جسوقت بنی اسرائیل نے یہ حرکت گوسالہ پرستی کی کی
تھی تو اُسکو دیکھ کر میرے پاس کیوں نہ چلا آیا کہ اُنپر عذاب نازل ہوتا اور اسی واسطے حضرت موسی نے طلب مغفرت کی اپنے واسطے اور اپنے بھائی کے واسطے دعا کی کہ مصلحت سے جو میں نے ہارون کے ساتھ
یہ حرکت کی ہے اور بھائی میرا وہاں سے کیوں نہ چلا آیا لیکن وہ پہلے معنی بہتر ہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ حضرت موسی نے حضرت ہارون کو قصوروار سمجھ کر اپنی طرف کو کھینچا تھا اور یہ بات
کہ حضرت موسی خلاف شرع جو کوئی امر دیکھتے تو انکو بہت غصہ آتا تھا اور آپے سے باہر ہوجاتے تھے یہ سب سچ ہے لیکن یہ سمجھنا حضرت موسی کا نعوذ باللہ کہ ہارون بھی انکے شریک حال تھے
یا اُنہوں نے کسیکو اس حرکت سے روکا نہیں کیونکر درست ہو سکتا ہے اگر ایسا سمجھے تو یا تو حضرت موسی نبی نہ تھے یا حضرت ہارون پیغمبر نہ تھے بلکہ عوام الناس میں سے تھے اور جو کوئی ایسا گمان
کرے انکی طرف اُسکو ایمان انبیاء پر نہیں ہے اور وہ شخص ایک بڑا افترا کرتا ہے انبیاء علیہم السلام پر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت موسی حضرت ہارون کو خدا کا رسول بھی جانیں اور پھر یہ بھی

سمجھیں کہ اس نے شرک کو اختیار کیا بڑی تعجب کی بات ہی کہ حضرت موسیٰ پیغمبر تو ہوگئے لیکن یہ نہ سمجھے کہ پیغمبری کیا چیز ہے ایسے تو حضرت موسیٰ ناداں نتھے کہ پیغمبر کو مشرک گوسالہ
پرست گمان کریں تمہارے نزدیک ایسا ہی ہوگا مگر ہم تو اس اعتقاد سے پاک ہیں اور بعد اسکے جو کچھ تو لکھتا ہی کہ اس سمجھنے میں حضرت موسیٰ کو کچھ شک نہیں رہا تھا یہ کہنا تیرا بالکل
غلط ہے بلکہ حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہے اور ہارون نے انکو روکا ہوگا کہ وہ پیغمبر ہیں اور اسواسطے وہ پیغمبر ہو کر آئے ہیں کہ لوگوں کو شرک سے منع کریں مگر
لوگوں نے انکا کہنا نہ مانا چنانچہ خداتعالیٰ حضرت ہارون کے قول کو بیان کرتا ہی جو کہ حضرت موسیٰ سے انہوں نے عذر کیا تھا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی اور انکے بال پکڑ کر جو
حضرت موسیٰ نے کھینچے تو اُسی مصلحت سے کہ ہم بیان کر چکے پہلے اس سے اور حضرت موسیٰ کو شک اور تردد اس میں ہرگز نتھا بلکہ یقین تھا کہ ہارون کا اسمیں کچھ قصور نہیں ہی اور سوا تیرے
کوئی نہیں جانتا ہی کہ حضرت موسیٰ سے غلط فہمی ہوئی اور جس طرح سے تو کہتا ہی اسطرح وہ سمجھے ہی نہیں تھے بلکہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہارون اسمیں بالکل بے قصور ہیں اور بیشک حضرت ہارون
معصوم تھے اور ایسا امور میں شریک ہونا اور منع نکرنا منجملہ محالات ہی اور یہی حضرت موسیٰ سمجھے ہوئے تھے اور اسی لئے انکو بے قصور جانتے تھے اور ظاہر حال سے حضرت موسیٰ یہ سمجھے ہی نتھے کہ
ہارون سے در باب نہی عن المنکر تقصیر ہوئی یا انکے شریک حال ہوئی اور کیونکر شریک ہونیکا گمان کرتے کیا وہ حضرت ہارون کو مشرک جانتے تھے اور حضرت موسیٰ حضرت ہارون سے ہرگز بدظن
نہیں ہوئے اور نوبت مشت مشت کی اُسی مصلحت سے پہونچی کہ جو لوگوں کو دکھانیکو ایسا کیا تھا تاکہ اس فعل کو نہایت قبیح سمجھکر اُس سے توبہ کریں اور آیندہ ایسی حرکت نکریں اور حضرت علی
جو ابوبکر کیطرف سے بدگمان ہوئے باعث اُسکا وہی ہی کہ دختر رسول خدا صلعم کا حق دبا بیٹھے اور سوا اسکے بدگمانی اور کس امر کی تھی اور کیا کیا تھا ابوبکر نے حضرت علی کا جو وہ بدگمان ہوتے
اور اہل سنت کو اسکی تسلیم میں دشواری کیوں نہیں ہی کہ ایسا ڈاکو اور لٹیرا لوگوں کا مال ظلم سے غصب کرنیوالا خلیفہ اور نایب رسول نہیں ہوسکتا ہی اور اگر یہی حال ہی خلافت رسول کا
تو سلام ہی ایسی خلافت کو خوب خلافت مقرر کی ہی جو پٹے دغابازوں کے اور حضرت علی کیطرف ہرگز گمان غلط فہمی کا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ دعویٰ انکا مدلل تھا اور ابوبکر کیطرف سے حضرت
علی کو بیشک گمان فاسد تھا کہ اُسکے قرائن اور علامات موجود تھی اور حضرت عمر کا عذر یہ بھی صحیح تھا کہ وہ بھی بیوجہ نہیں کہتے تھے اور مبالغہ نہیں کہتے تھے بلکہ جو کچھ کہ واقع میں تھا
اُسکے موافق کہتے تھے اور انکے نزدیک قرائن اُسکے موجود تھے کیا تمہارے حضرت عمر ایسے یاوہ گو تھے کہ بیوجہ علی اور عباس پر تہمت کرتے اور اقرار روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کا حضرت
علی نے ہرگز نہیں کیا ہی چنانچہ کئی مرتبہ ہم ثابت کر چکے یہ فقرہ بالکل موضوع ہی اور تعریف ابوبکر کی کرنی جیسے کہ ہے وہ خوب معلوم ہی اور جواب اسکا پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور حسن اعتقاد
حضرت علی کو جیسا کہ ابوبکر سے تھا وہ خطبۂ شقشقیہ سے جسکا اقرار علماء اہل سنت کرتے ہیں کہ یہ کلام جناب امیر کا ہے اور بعض روایت اہل سنت سے خوب واضح ہی اور حضرت ہارون ہرگز
شریک بنی اسرائیل کے شرک میں نتھے اور نہ حضرت موسیٰ کا انکی نسبت ایسا گمان تھا تو انبیاء پر بہتان کرتا ہی اور کیونکر ایسا ہوسکتا ہی کہ پیغمبر شرک کو اختیار کریں یا ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر پر
گمان شرک کا کریں پیغمبر ٹھیرے بازاری آدمی ٹھیرے کہ شرک کے دفع کرنیکو تو مبعوث ہو کر آئیں اور پھر خود ہی شرک کرنے لگیں کیا حضرت موسیٰ پیغمبری کی غرض سے جاہل تھے جو ایسا گمان
حضرت ہارون کی نسبت کرتے اور حضرت موسیٰ بیشک معصوم تھے اور غلط فہمی سے پاک تھے اور غلط فہمی ان سے ہرگز نہیں ہوئی ہی تیری سمجھ ہی کی غلطی ہی اور وجہ حضرت ہارون کی اپنی طرف
کھینچنے کے ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو ہرگز خطاوار نہیں سمجھا تھا ابوبکر کی خاطر سے تو انکا خطاوار سمجھنا ثابت کرتا ہی اور ہمارے نزدیک یہ
کہ انکو ہرگز خطاوار نہیں سمجھا تھا اور جو معنی کہ آیت مذکورہ کے صحیح ہیں اُسکو ہم بیان کر چکے اور حضرت عباس حضرت علی کے البتہ بزرگ ہیں اس جہت سے کہ وہ انکے چچا ہیں اور یہ بھی
مسلم ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم حضرت عباس سے محبت رکھتے تھے اور حضرت عباس کی بات کا ہمارے نزدیک اعتبار بھی ہی لیکن حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب اور خائن اور آثم
اور غادر ہرگز نہیں کہا ہی یہ جملہ اس میں واسطے رعایت جلال عمر کے زیادہ کر دیا ہی یہ کبھی کو کہ عباس نے بھی نعوذ علی کو ایسا کہا ہی اور کیونکر اعتبار کیا جا سکا کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو
ایسا کہا ہی حضرت علی نے کیا حضرت عباس کا کوئی حق دبا لیا تھا جو ایسا کہتے اور اگر بروایت اہل سنت دونوں متولی ایک زمین کی ہوئی تھی کہ اُسکا محاصل فقرا پر تقسیم کر دیا کرتے تو
متولی ہونیسے مالک اُس زمین کے نہیں ہوگئے تھے کہ عباس کے حق کا دبانا ثابت ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ حضرت علی ہی تنہا متولی رہے اور حضرت عباس کو تولیت سے ہٹا دیا اور تولیت ایک عہدہ
ہوتا ہی کسیکی شی مملوک نہیں ہوتی ہی اور حضرت عباس تولیت کے انتظام سے ناواقف ہونگے اور انکی شراکت سے ضرر ہوتا ہوگا اسواسطے انکو ہٹا دیا ہوگا اس میں کاذب اور خائن کہنیکی
کیا صورت ہی اور ہمارے نزدیک تو یہ تولیت ہی ثابت ہی نہیں ہے یہ بھی ساختہ اور پرداختہ مریدان عمر کا ہی اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر اور عمر کو کاذب جانتے تھے تو اس جہت سے
انہوں نے کاذب اور خائن جانا اور حضرت علی نے حضرت عباس کی کوئی زمین مملوکہ غصب نہیں کی تھی اور اُسکے غصب کرنیکی حیلہ کو کوئی روایت نہیں بنالی تھی کہ عباس
علی کو کاذب اور خائن کہتے اور عباس نے جو علی کو ایسا بیہودہ کلمہ کہا کاذب اور خائن تو اسکا جواب بھی اہل سنت ہی کے ذمہ ہی کہ انکی کتاب میں لکھا ہی ایسا واہی کلمہ اور ہمارے
ذمہ اسکا جواب بھی نہیں ہے کہ ہم تو اس فقرہ کو موضوع ہی جانتے ہیں کہ بپاس خاطر عمر اسکا اضافہ کر دیا ہی اور حضرت عمر نے کاذب اور خائن یہ سمجھکر نہیں کہا ہی کہ ایسے معاملات میں
اینا ہی کہدیا کرتے ہیں بلکہ اپنے علم کے موافق کہا ہی کہ انہوں نے باوجود دیکہ روایت لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو ابوبکر سے سنا تھا اور پھر جو مجھ سے طلب کرنے آئے تو بیشک یہ ہمکو

کاذب اور خائن جانتے ہیں جس بات کو راست اور صحیح ہو وہ تو کہنا نہیں ہے اور جو کہتا ہے الٹی ہی کہتا ہے وہ کیا دین اور کیا آئین ہے جس مذہب کے ایسے دلائل ہیں وہ مذہب کیا ہوگا ع
قیاس کن ز گلستان من بہار مرا + **قال الشیخ الاشعری** اب ایک بات شرح طلب باقی ہے مگر اسکے بیان میں متردد ہوں یا یہ خیال کہ وہ بات شاید کسیکے خیال میں
آجائے تو یہ اندیشہ ہے کہ مبادا کسی متردد کو تردد پیدا ہو یا کسی متعصب کو جای انگشت نہادن ملے اور جب یہ بھی خیال آتا ہے کہ کبھی یوں ہی ہوجاتا ہے کہ روٹی نکہائے تو بھوکے مر لئے اور
کہائے تو سینہ میں جان ہے گر لئے ڈرتا ہوں کہ شاید کم فہم نسمجھیں اور بیٹھے بٹھلائے گمراہ ہوں میں اگر لکھوں تو شاید خبر بھی نہو لیکن یا یہ خیال کہ روٹی کو خداوند کریم نے نفع ہی کیلئے بنایا
ہے نقصان ہوجاتا تو اتفاقی ہے اسلئے ہیضہ کے اندیشہ سے کوئی کہانا نہیں چہوڑ دیتا میری کلام تو کیا چیز ہے خود کلام ربانی میں کلام ربانی کی نسبت یوں فرماتے ہیں یضل به
کثیرا و یہدی به کثیرا گمراہ کرتا ہے اول ہی ہدایت اسکے بعد پہر جب خداوند کریم نے اپنی بات کو کسی سے نہ چھپایا ہو میں اپنی جی کی بات کو کیوں چھپاؤں جیسے کلام اللہ ربانی اصل
ہدایت کیلئے ہے یوں کوئی اپنی کج فہمی سے بے راہ ہو تو ایسے ہی وہ باتیں جو کلام اللہ و حدیث سے مستنبط ہوئی ہیں اصل میں وہ ہدایت ہی کیلئے ہیں کوئی بات کے مغز کو نہ سمجھے اور بہک
جائے تو اپنا سر کہاؤ بہرحال لکہنا ہی مناسب سمجھکر لکھتا ہوں **اقول** جو کچھ تم لکھ گئے وہ سب پوچ اور واہی ہے اور جواب شیعوں کے اعتراض کا نہیں ہوسکتا ہے دیکھو گے کہ ہم اسکو کس طرح سے رد
کرینگے اور تمہارے دانت توڑینگے اور کلام ربانی تو بیشک ہدایت کیلئے ہے لیکن تمہارا کلام لوگوں کا گمراہ کرنیوالا ہے اور تم کلام اللہ اور حدیث سے وہ بات استنباط کرتے ہو کہ جسکو کوئی بہی سند
نہو + **قال الشیخ الاشعری** حدیث مالک بن اوس کو میں جسکے بعض مضامین مولوی صاحب نے رقیمہ سیمیں درج فرمائے ہیں اور اسکو روایت صحیح مسلم کہا ہے یوں مرقوم ہے
حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو اسی جلسہ میں جسمیں دونو صاحب جہگڑتے ہوئے آئے تھے بغرض الزام یوں بہی فرمایا تھا فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
ابوبکر انا ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئتما تطلب میراثک من ابن اخیک و یطلب ہذا میراث امراتہ من ابیہا فقال ابوبکر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ
اسکے بعد یہ ہے فرایتماہ کاذبا آثما غادرا خائنا حاصل مطلب یہ ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلعم جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اب میں ہوں رسول کا
ولی اور متولی تو تم دونو آئے تم تو اپنے بہتیجے کی میراث مانگتے تھے اور یہ اپنی بیوی کیطرف سے انکے باپ کی میراث مانگتے تھے مگر یہ بیبی بیوی کی طرف انکے باپ کی میراث مانگتے تھے ابوبکر
صدیق اکبر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں ارشاد فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سو تمنے انہیں کاذب آثم غادر خائن سمجھا فقط اس سے دو باتیں اہل سنت کی قال کے خلاف
معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو اہل سنت یوں کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی اور حضرت عباس بہی ہیں اور اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں خبر
بہی نتھی ورنہ اہل سنت کے اعتقاد کے موافق حضرت علی تو حضرت علی ہیں حضرت عباس کی طرف بہی یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ باوجودیکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا ہو
کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پہر طلبگار میراث ہوں دوسرے یہ بات ہے کہ لفظ میراثک اور لفظ میراث امراتہ اور نیز صدیق اکبر کا یہ جواب دینا کہ رسول اللہ صلعم نے یوں فرمایا کہ لا نورث
ما ترکناہ صدقۃ صاف اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دونو طالب میراث ہوئے پہر جب ان دونو صاحبوں کو حدیث مذکور کی خبر ہی نہوئی تو اب یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان
دونو کا صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجہنا اسوجہ سے تھا کہ انہوں نے انکی میراث نہ دی چنانچہ حضرت عمر نے بہی اسی دینے ہی کی تفریع میں یہ بیان فرمایا ہے فرایتماہ کاذبا الخ سو
اس صورت میں توجیہ بہی غلط ہوگئی کہ حضرت علی کو صدیق اکبر سے بایں وجہ کچھ کشیدگی تہی کہ وہ انکی تولیت تک کے روادار نہوئے اور اس کشیدگی ہی کی وجہ سے حضرت عمر
نے کہا کہ تمنے صدیق اکبر کو کاذب وغیرہ سمجہا تو اب بجز اسکے سمجھ میں نہیں آتا کہ دل سے کاذب وغیرہ سمجہا ہو کیونکہ کسیکی میراث کا نہ دینے والا بالیقین خائن ہے البتہ اس حدیث میں
یوں مذکور ہوتا کہ ان دونو صاحبوں نے صدیق اکبر سے بہی تولیت ہی مانگی جیسے کہ حضرت عمر سے مانگی تہی پر صدیق اکبر نے تولیت سے بوجہ مذکورہ بالا انکار کیا تو یوں بہی کہنے
کی گنجایش تہی کہ تولیت کے نہ دینے میں کچھ ستم نہیں تولیت کسیکا حق نہیں خلیفہ کو اختیار ہے جسے چاہے سمجھ کے موافق متولی کرے **اقول** دو باتوں کی سوا ایک اور بات بہی خلاف
اعتقاد اہل سنت کے ہوئی اور پہلی اس سے ہم اسکو لکھ چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر حضرت علی اور حضرت عباس کے نزدیک منافق بہی تہے اسواسطے کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب
صحاح میں لکھا ہے کہ کذب اور خیانت اور اثم اور غدر اوصاف منافق کے ہیں اور بقول عمر علی اور عباس ان اوصاف کو ابوبکر اور عمر میں سمجہتے تہے اسواسطے ابوبکر اور عمر کا منافق ہونا
علی اور عباس کے نزدیک ثابت تھا اور حضرت علی اور حضرت عباس کا راوی روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا ہونا اہل سنت کے نزدیک ثابت نہیں ہے بلکہ راوی اسکا مالک بن
اوس ہے اور اس نے کئی مخصوص کا نام بیان کردیا ہے کہ ان لوگوں نے روایت لا نورث کا اقرار کیا ہے کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے یہ روایت سنی ہے اور ایک انمیں سے حضرت علی و حضرت
عباس بہی ہیں اور حال یہ ہے کہ کسی نے انمیں سے جناب رسولخدا صلعم سے روایت لا نورث کو نہیں سنا ہے اگر یہ اشخاص اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو کوئی شخص تو
گواہی دیتا اسکی جسوقت کہ حضرت فاطمہ نے دعوی وراثت کا ابوبکر سے کیا تھا اور ابوبکر نے یہ روایت موضوعہ حضرت فاطمہ کے سامنے بیان کرکے حضرت فاطمہ کا دعوی باطل کردیا تھا
اور حضرت فاطمہ اس روایت کو سنکر اسقدر غضبناک ہوئیں کہ ابوبکر سے تادم والپسیں کلام نکیا حضرت فاطمہ کے دعوی کے وقت یہ لوگ کہاں گئے تہے کہ کسی نے بہی نکہا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے

روایت نورث کو سنا ہی اور حضرت علی نے تو باوجود سننے اس روایت کے ابوبکر سے گفتگو کی میراث کے مقدمہ میں اور میراث انبیاء کے جاری ہونے میں استدلال کیا کلام اللہ کی آیتوں سے جیسا کہ کنز العمال اور طبقات محمد بن سعد میں لکھا ہی اور بعد اُسکے عمر کے زمانہ میں عمر سے میراث کو طلب کیا اگر اس روایت کو جناب رسولخدا صلعم سے سنتے تو پھر کیوں طلب کرتے یہ روایت حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کرنیکی بالکل موضوع ہی اسمیں کسیطرح کا شبہہ نہیں ہے ورنہ عمر علی اور عباس کو کیوں کہتے کہ تم دونو مجھکو اور ابوبکر کو کاذب و خائن جانتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے روایت لانورث کو جناب رسولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا تھا اسواسطے عمر سے بھی میراث کو طلب کیا اور جیسے کہ حضرت علی و حضرت عباس کا اقرار کرنا لکھا ہے اُس روایت میں ایسے ہی عثمان کا اقرار کرنا بھی لکھا ہی کہ اُس نے بھی اقرار کیا اور گواہی دی کہ میں نے روایت لانورث کو رسولخدا صلعم سے سنا ہی یہ بھی غلط ہی اسواسطے کہ اگر عثمان اس روایت کو سنتے تو ازواج حضرت کی طرف سے واسطے طلب ثمن حصہ کے وکیل کاہیکو بنتے ازواج کو جواب ہی دیدیتے کہ تمکو ثمن حصہ نہیں پہنچتا ہی اسواسطے کہ ترکہ رسولخدا صلعم کا صدقہ ہی میں نہوں یہ نہ بار وکیل بنکی اور اگر عثمان روایت لانورث کو سنتے تو فدک کو مروان تنہا کی جاگیر میں کاہیکو دیتے چنانچہ یہ قصہ ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت علی و حضرت عباس و عثمان وغیرہ نے اس روایت لانورث کا اقرار نہیں کیا ہی اور یہ جو لکھتا ہی کہ حدیث لانورث ما ترکناہ صدقۃ کو اہل سنت کہتے ہیں کہ اسکے راوی حضرت علی و حضرت عباس بھی ہیں تو کہنا اسکا غلط ہی اور جس روایت میں انکا اقرار کرنا لکھا ہی وہ روایت بالکل موضوع ہی اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی و حضرت عباس روایت لانورث کو سنتے اور پھر میراث کو طلب کرتے معلوم ہوا کہ انہوں نے اُس روایت موضوعہ کو رسولخدا سے سنا ہی نہیں تھا بلکہ ابوبکر نے اُس روایت کو وضع کر لیا تھا اور وضع کر کے حضرت فاطمہ کے روبرو اسکو پڑھا اور حضرت علی نے بھی اسکو سنا لیکن معتبر نہ جانکر پھر دعوی میراث کا کیا اور جو کچھ شیعوں کیطرف سے لکھا ہی اسمیں شبہہ نہیں ہے بلا تامل یہی زیادہ ظاہر ہوتا ہی روایت مسلم سے اور تولیت کا تو شیعہ ذکر ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا تھا اپنی رای ناقص سے ایجاد کر کے کہتا ہی **قال الشیخ الاشعری** اب ان دونو اعتراضوں کا جواب نگوش ہوش سننے اول تو ہم فرض کریں کہ حضرت علی و حضرت عباس نے تولیت ہی صدیق اکبر سے طلب کی تھی تب ان الفاظ سے کچھ اسکے مخالف انشاء اللہ تعالی نہ نکلیگا اور یہی الفاظ جو حدیث میں مذکور رہیں طلب تولیت پر محمول ہو جائینگے گو ظاہر میں طلب میراث ہی پر دلالت کریں وجہ اسکی یہ ہی کہ سابق میں معنی میراث کی تحقیق میں گزر چکا ہی کہ میراث کے معنی حقیقی بہی قائم مقام ہوتا ہی پر اصطلاح فقہا میں میراث بمعنی مشہور میں مخصوص ہو گیا ہی اور اگر معنی حقیقی نہیں تب اسمیں تو کلام ہی نہیں کہ مجاز متعارف ہے چنانچہ محاورات قرآنی میں بہت سے موقع میں اسی معنی میں مستعمل ہی إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ و وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا اور سوا انکے اور بہی عبارت میں یہی معنی مراد ہیں اول دو آیتوں کا ترجمہ تو گزر ہی چکا ہے اور تیسری آیت کا حاصل یہ ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی ہم زمین کے وارث ہونگے اور جو زمین پر رہنے والے ہیں انکے بھی اور ظاہر ہے کہ بمعنی مشہور خداوند کریم کسیکا وارث نہیں الحاصل ان آیات میں میراث سے میراث بمعنی قائم مقام ہونیکی مراد ہے سو تولیت میں بھی ہوتا ہے کہ متولی وقف کرنیوالے کا قائم مقام ہوتا ہے اس صورت میں میرا انک من ابن اخیک و میراث امراۃ من ابیہا کے با تو یہ معنی ہونگے کہ تو اے عباس اپنے بھتیجے یعنی سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات کے قائم مقام ہونیکی اور انکے ترکہ کے متولی ہونیکی طلب کرتا ہے اور یہ یعنی حضرت علی اس ترکہ میں [illegible] ہونیکی خواستگار تھا اس تقریر پر تو کلمہ من جو من ابن اخیک و من ابیہا میں ہے صلہ میراث ہوگا اور مجموعہ صلہ و موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا اور یا یوں کہیے کہ قائم مقام ہونا تو فقط لفظ میراث کا مدلول ہی اور لفظ میراث کا صلہ اگر ہے تو محذوف ہے اور کلمہ من مذکور اسم سببیہ ہے اور حاصل مطلب یہ ہوا کہ تم تو قائم مقام ہونیکی یعنی تولیت کے اپنے بھتیجے کی وجہ سے طالب ہوئے اور حضرت علی خسر کے طلبگار ہوئے یہ دو توجیہیں اس نظر سے ہیں کہ میراث کے یہ معنی نہیں جو اب معروف ہیں اور اگر یا ستحال شبہہ باعتبار معنی حقیقی معنی معروف ہی میں منحصر رکھیں اور پھر اسکو کسی دوسرے معنی کیطرف منقول بھی نکہیں یا سمجھ بجز معنی معروف عوام کی اور معنی مستبعد معلوم ہوں تب بھی بہ کلام معنی مذکور پر دلالت کرنے میں کچھ خرابی نہو سکتا ہے کہ بطور تنبیہ حضرت عمر نے طلبگاری تولیت کو بوجہ استحقاق قرابت میراث فرما دیا ہو اور بوجہ قرابت استحقاق جتانا تولیت کے لیے انکو طلب میراث سے جس قدر مشابہت ہے ظاہر ہی اور یہ توجیہ جب ہی بن پڑتی ہے جبکہ مادہ میراث کو معنی معروف میں منحصر نرکھیں بلکہ بدستور معنی معروف غیر مشہور بین عام سمجھے چنانچہ ظاہر ہی باقی اس صورت میں کوئی طالب قرینہ صارفہ ہی جو ارادہ معنی حقیقی سے روکے تو اس سے زیادہ اور کیا قرینہ ہوگا کہ دو چار ہی سطر پہلے حضرت علی و حضرت عباس کا اقرار گزرا ہے کہ واقعی رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی لانورث ما ترکناہ صدقۃ لیکن یہ بات قابل بیان باقی رہی کہ ہمنے مانا یہ تینوں توجیہیں صحیح اور حضرت علی و حضرت عباس تولیت ہی کے طلبگار ہوئے تھے طلب میراث کے نہوئے تھے لیکن صدیق اکبر کے اس جواب کو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ما ترکناہ صدقۃ طلب تولیت سے کیا علاقہ کیونکہ بالیقین اس حدیث میں میراث سے معنی معروف مراد ہیں اس صورت میں اس سوال و جواب کا وہی حال ہوگا جیسا مشہور ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان یا جیسے مثل مشہور ہے زمین کی کہیں تو آسمان کی سنیں اسلئے ہمیں اور بھی تکلیف اٹھانی پڑی خیر بر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد + **اقول** جواب دونو اعتراضوں کا جو کچھ کہ تو نے لکھا ہی یہ جواب نہیں ہے سوال دیگر جواب دیگر اور یہ اعتراض دل لحسنا جو نہیں

ہو سکتا اور بڑے دعوے سے عوام کریں سو جو کچھ کہ تو نے لکھا ہی کیا فائدہ ہی اور ابتک گفتگو کرنیکا تجھ کو سلیقہ تو نصیب ہوا ہی نہیں ہے گفتگو کرنیکو مستعد ہو گئی اور تولیت کو جو فرض کرتا ہی یہاں
تولیت سے بحث کسکو ہی یہاں تو بحث میراث میں ہے اور کس کتاب میں سنی کی یا شیعہ کی لکھا ہی کہ حضرت علی و حضرت عباس ابوبکر سے طالب تولیت کے ہوئے تھے اے اکذب الکاذبین اپنے
جی سے جوڑ کر کسواسطے کہتا ہی یہاں تو گفتگو روایت میں ہے کہ پہلے حضرت فاطمہ نے دعوی میراث کا کیا اور ابوبکر نے جھوٹی روایت بناکر جو حضرت فاطمہ کے دعوی کو رد کیا تو حضرت علی نے
آیات قرآنیہ سے ابوبکر کو جھوٹا ٹھیرایا اور اُسکی روایت کو رد کیا اور اُسوقت حضرت عباس بھی موجود تھے حضرت فاطمہ اور حضرت عباس تو طالب میراث تھی اور ہمراہ انکے حضرت علی بھی گئے تھے
اور ابوبکر سے گفتگو کی اور ابوبکر نے کہا کہ جیسے کہ میں جانتا ہوں تو بھی جانتا ہی اور بعد اُسکے عمر سے دعوی میراث ہی کا حضرت علی اور حضرت عباس نے عمر کے زمانہ میں کیا اور یہ تحریر
اُس روایت میں موجود ہی کہ عمر نے حضرت عباس سے کہا کہ تو ابوبکر سے میراث اپنے بھتیجے کی ترکہ میں سے چاہتا ہو کر طلب کرتا تھا اور علی اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتا تھا لکھا تو ہی اسمیں
میراث کا لفظ اور یہ اسکو تولیت قرار دیتا ہی یہ کیونکر ہو سکتا ہی اور تولیت کے دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہی جسے چاہے اسکو دیوے - چاہے نہ دیوے اور جسکو چاہے دیوے اور اگر کوئی تولیت کو
حاکم سے طلب کرے اور وہ نہ دیوے تو اسکو جھوٹا اور جو دغاباز نہیں کہتے ہیں اور نہ اسکا تولیت کے مذہب میں کچھ جرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمر نے علی اور عباس سے کہا کہ تم ابوبکر کو کاذب اور آثم
اور غادر اور خائن جانتے تھے اور مجھکو بھی ایسا ہی جانتے ہو تولیت کے مذہب میں تو کوئی پاگل اور دیوانہ بھی ایسا نہ سمجھیگا کہ جو تو جھوٹی جھوٹی باتیں بناتا ہی اور جو حق ہے وہ نہیں کہتا ہی کہ علی اور
عباس نے میراث اپنی طلب کی تھی ابوبکر سے جب ابوبکر نے میراث انکی نہ دی ایک روایت بناکر تو انہوں نے ابوبکر کو کاذب اور خائن جانا اور پھر عمر سے دعوی کیا تو عمر کو یقین ہو گیا کہ باوجود سننے روایت
لا نورث کی ابوبکر سے جو پھر یہ میرے پاس طلب کے لئے آئی ہیں تو بیشک یہ ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور خائن جانتے ہیں یہ مطلب روایت کا مسلم کی اور تولیت کو کیا تعلق ہی ابوبکر سے تو تولیت کو کسی نے طلب ہی
نہیں کیا ہی اور عمر سے جو طلب کیا ہی تولیت کو تو وہ بعد سکوت کے ہے پہلے عمر نے حضرت علی اور عباس سے یہ کہہ لیا ہی کہ تم ابوبکر کو اور مجھکو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن جانتے ہو چنانچہ اُس روایت مسلم
کی ثابت ہے اور ہمارے نزدیک کسی کی تولیت ثابت نہیں ہے ہم تو حضرت علی کی شان کو ارفع جانتے ہیں اس سے کہ طالب تولیت کے ہوں یا کسیکی تولیت کو قبول کریں اور میراث کو بھی واسطے اتمام حجت کے
طلب کیا تھا اسکے بھی وہ طامع نتھے کہ دنیا کو طلاق دے چکے تھے اور جبکہ تولیت باطل ہوئی تو جو کچھ کہ اُسپر بناکرکے بعد اسکے لکھا ہی وہ سب بھی باطل ہی جواب لکھنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور
جو الفاظ کہ حدیث مسلم کی مذکور ہیں طلب تولیت پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتے اور معنی حقیقی میراث کی قائم مقام ہونے کے نہیں ہیں بلکہ میراث اُس مال کو کہتی ہیں کہ جو مردہ سے کسیکو پہنچے چنانچہ
صراح میں لکھا ہی کہ میراث مالیکہ از مردہ رسد بکسے ویہی مراد میراث سے فقہا کی ہی چنانچہ کہتے ہیں کیا یہ ترے باپ کی میراث ہے یعنی کیا تیرے باپ کا مال متروکہ ہی اور قائم مقام ہونے کی معنی مجازی
ہونگی اگر کہیں [illegible] پایا گیا اور میراث مطلق بدون قرینہ کے ہرگز مجاز متعارف نہیں ہے اور پہلے دونو آیتوں میں میراث کے معنی حقیقی ہو سکتی ہیں کہ زمین تو حقیقت میں خدا ہی کی
ہے لیکن سبکو [illegible] ہی وارث اسکا بنایا ہی بعد انکے مورث کے اور بنی اسرائیل کو وارث کیا فرعونیوں کا بعد انکے مرنیکے کہ وہ انکے سب مال کے گھر اور زمین و باغ اور اسباب وغیرہ کے وارث ہوئے
اور تیسری آیت [illegible] معنی مجازی مراد ہیں کہ قرینہ اُسکا موجود ہی لیکن یہ ضرور نہیں ہے کہ ان تینوں آیتوں میں میراث بمعنی قائم مقام ہو اور اگر ہم فرض کریں کہ بمعنی قائم مقام ہی ہی تو
اُس روایت میں قائم مقام مراد نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اُسمیں تو صراحۃً یہ لکھا ہی کہ حضرت علی اور عباس اپنا اپنا حصہ میراث کا طلب کرتے تھے نہ رسولخدا صلعم کی قائم مقام ہونیکا اور نہ انکے
ترکہ کا متولی ہونیکا اور تولیت کا تو کچھ علاقہ ہی نہیں ہے کہ ہم اسکو باطل کر چکے ہیں اور اس روایت میں قائم مقام ہونیکے معنی کیا خوب پیدا کئے ہیں کہ باولا بھی جسکو پسند نکرے روایت میں
تو یہ ہی کہ وہ دونو [illegible] صریح رسولخدا صلعم کے ترکہ میں جو کچھ کہ انکو پہنچتا ہے طلب کرتے تھے اور یہ کہتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے قائم مقام ہونیکو طلب کرتے تھے کیسا فریب بازی کیونکر
لوگوں کو دھوکا دیتا ہی لیکن ایسے بیہودہ گو کے دھوکے میں کون آتا ہی اور کلمہ من گو صلہ میراث کا ہو لیکن مجموعہ صلہ اور موصول کا حاصل قائم مقام ہونا نکلیگا جیسے کہ ہم اوپر بیان
کرچکے ہیں اور مدلول میراث کا قائم مقام ہونا نہیں ہے بلکہ مدلول اُسکا وہ مال ہے کہ جو مردہ سے زندہ کو پہنچتا ہے اور محذوف کی یہاں کچھ احتیاج نہیں ہے بدون محذوف ہی کی یہاں
معنی صحیح اور درست ہیں اور تولیت کا ابوبکر سے کوئی طالب نہیں ہوا تھا تولیت کا جملہ بالکل وضع اور جھوٹ ہی اور یہ دونو توجیہیں باطل ہیں اور شیعہ تم سے خواستگار میراث کے معنی
حقیقی کے نہیں ہیں وہاں تو بجز معنی حقیقی کے کچھ مراد ہی نہیں ہو سکتے اور حضرت عمر کے نزدیک بھی یہی معنی حقیقی معروف مراد ہیں اور تشبیہ کو یہاں کچھ دخل نہیں ہے جو معنی کہ میراث
کے لغت میں لکھی ہیں وہی مراد ہیں اور تولیت میں قرابت کو کچھ استحقاق نہیں ہے جسے چاہی متولی کرے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث کہا جائے کیا تولیت کہنا
عمر کو نہیں آتا تھا یہ تو ایسا ہے کہ جیسے ہاتھی کی جگہ گھوڑا بولا جائے یا دن کی جگہ رات بولا جائے یہ شیخ درپردہ حضرت عمر پر طعن کرتا ہے کہ تولیت کی جگہ میراث بول گئے بڑی غلطی ہو گئی
ہے اُنسے اگر یہ شیخ اُنکے زمانہ میں ہوتا تو اُنکی اتالیقی کے لائق تھا اُنسے کہتا کہ میراث کی جگہ تولیت کا لفظ بولنا چاہئے لیکن یہ اُسوقت نہوا تو حضرت عمر سے غلطی ہو گئی کہ تولیت کی جگہ
میراث بولے اور لفظ تولیت جو مناسب تھا اُسکو ترک کیا اسواسطے ناچار ہو کر تشبیہ کی صورت نکالنی پڑی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ شیخ حضرت ابوبکر کی
بھی اتالیقی کے لائق تھا کہ اسکو وہ سوجھی جو حضرت ابوبکر کو بھی نہ سوجھی تھی ابوبکر نے تو یہہ کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال متروکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے

اور اس نے یہ لکھا کہ ہمارے پیغمبر صلعم کی دنیا میں کوئی چیز مملوک ہی نہتی اس صورت میں فاطمہ زہرا وارث کس چیز کی ہوئی اور وہ جو حضرت علی اور حضرت عباس کے اقرار کا دو جا سطر پہلے جو گذرا ہے اسکو کئی مرتبہ ہم باطل کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ یہ موضوع اپنی گھڑی کی بات تھی جسقدر چاہا اسمیں زیادہ کردیا اور توجیہیں تمہاری سب باطل ہیں اور حضرت علی اور حضرت عباس ابوبکر سے ہرگز ہرگز تولیت کے طالب نہیں ہوئے تھے اور نہ ہم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کو قول رسول اللہ صلعم جانتے ہیں خواہ اسکو تولیت سے کچھ علاقہ ہو خواہ نہو تولیت تو تیری ایجاد کی ہوئی ہے اور روایت لا نورث کے ابوبکر واضع ہیں یہ سوال و جواب تیری دونوں بیجا ہیں **قال الشیخ الاشعری** اس تحریر کے شغل کی کلفت بھی آخر انشاء اللہ ایکروز رفع ہونیوالی ہے سو بچشم انصاف اور بگوش ہوش دیکھیے اور سنئے کہ یہ جواب سوال مذکور کے کسطرح مطابق آتا ہے جناب من جواب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطابقی دوسرا التزامی مطابقی کے معنی تو یہ سمجھئے اس کلام کے معنے مطابقی میں جواب ہو اور جواب التزامی کے ہماری اصطلاح میں معنی ہیں کہ اسکے معنی مطابقی کو اقرار یا انکار لازم ہو سو اس جواب کو درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس کیطرف سے طلب میراث یعنی معروف ظہور میں آئی بمنزلہ جواب مطابقی سمجھنا چاہئے کہ حقیقت میں التزامی ہے کیونکہ ان الفاظ میں سے کسیکے معنی مطابقی یہ نہیں کہ میں دونگا یا نہ دونگا مگر چونکہ اس جواب سے انکار ایسا ہی ظاہر ہے جیسا یوں کہدیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا اسلئے اس جواب کو بمنزلہ جواب مطابقی سمجھئے اور درصورتیکہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب تولیت ہوئے ہوں تو اس جواب کو التزامی سمجھئے اسلیے کہ اس صورت میں اسکے یہ معنی ہونگے کہ تمہارے متولی کر دینے میں یہ اندیشہ ہے مبادا حضرت فاطمہ کے طلب میراث کے قرینہ سے خلایق کے ذہن نشین ہو جائے کہ نہیں جو دیا ہے تو بطور میراث دیا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات منقول ہوتی رہی یہانتک کہ تمہارے ہمارے بعد اس میں تصرفات مالکانہ ہونے لگیں اور آگے جو پیدا ہونیوالے ہیں اسکو میراث سمجھکر بانٹ چونٹ برابر کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یہ چند بعد اس تقریر کے اس ایک جواب کے دو مختلف سوالوں پر مطابق آنے میں کسی بلید کو تامل رہے تو رہے مگر بنظر احتیاط دو ایک توضیح ایک مثال مرقوم ہے اگر کوئی بادشاہ کسی امیر کی جاگیر اسکے انتقال کے بعد ضبط کرکے کسی افسر کو یوں حکم دے کہ تم بطور خود لوگوں کو نوکر چاکر رکھکر اسکا انتظام کرو تو اگر اس امیر کی اولاد جسکی جاگیر ضبط ہوئی ہے کسی وجہ سے یوں سمجھتے ہوں کہ یہ جاگیر امانۃً لے لی تھی اور اس افسر کے اچانک نظم و نسق کو دیکھکر آپ یوں کہیں کہ یہ جائداد تو ہماری ہے تم اسکو کیوں دبائے ہو لازم یوں ہے کہ اسے ہمارے حوالہ کرو تو اسکا یہ جواب کہ بادشاہ نے اس جاگیر کو ضبط کرلیا ہے تمہیں نہیں ملسکتی جیسا صحیح ہے ویسا ہی اس صورت میں بھی صحیح ہے کہ اس امیر کی اولاد اپنی جاگیر کے ضبط ہونے سے مطلع ہوں پر بضرورت طلب معیشت اس افسر سے اس بات کے ملتجی ہوں کہ تم آخر کسی نہ کسی کو اسکے انتظام کیلئے نوکر رکھوگے اگر ہمارے ہاتھوں اسکا انتظام کراؤ تو ہم اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں امیر متوفی کی اولاد ہیں مگر اس صورت میں اور اس صورت میں اتنا فرق ہوگا کہ پہلی صورت میں تو جواب مذکور کافی وافی ہے اور دوسری صورت میں بعض مقدمات جواب التزاماً سمجھے جاتے ہیں وہ حاصل جواب یہ ہے کہ یہ جائداد ضبط ہوچکی ہے اگر تمکو نوکر بھی رکھا جائے تب بھی یہ اندیشہ ہے کہ کوئی غماز بادشاہ کے کان میں کچھ جا پڑے اور بادشاہ کے ذہن میں خیال متمکن ہو جائے کہ افسر نے امیر زادوں سے کچھ سازش کرکے جائداد کو بدستور رہنے دیا ہے بہرحال تمہاری خیر اسی میں ہے خیر **اقول** تمہاری تحریر کے مشغلہ کی کلفت البتہ ایک روز رفع ہونیوالی تھی لیکن اس تحریر سے تمکو کچھ فائدہ نہوا جو کچھ تمنے لکھا تھا سب ہیچ کیا اس سے تو نہ لکھنا ہی تمہارے واسطے بہتر تھا اسلیے کہ یہ تو نہ مشہور ہوتا کہ فلانے نے جو کچھ لکھا تھا اسکا شیعوں نے باطل کردیا اور یہ سوال و جواب لکھکر بلا عذر کاغذ سیاہ کرنے کے اسواسطے کیا اور اپنی اوقات ضائع کی اس سوال کو تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں پھر جواب تمنے اسکا کسواسطے لکھا یہ بات تو تمنے ایسی لکھی ہے اپنے جی سے جوڑکر کسی سنی کی کتاب میں سے نہ کبھی شیعہ نے اور یہ تمہارا کوئی جواب نہیں چاہتا ہے نہ مطابقی نہ التزامی اور جن چیزوں کا جواب چاہئے تھا وہ تمسے کچھ نہوسکا اور حضرت علی اور حضرت عباس تو اپنی میراث جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکو پہنچتی تھی وہ طلب کرتے تھے ابوبکر سے تولیت تمنے کہاں سے نکالی اسکی تو وہ ابوبکر سے طالب ہی نہیں ہوئے تھے اور یہ جو لکھا ہے کہ اس اندیشہ سے تولیت انکو نہ دی کہ رفتہ رفتہ اسمیں تصرف مالکانہ کرنے لگتے ہو تم تو لکھ چکے ہو کہ روایت لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا گھر گھر شہرہ ہوگیا تھا اور سب لوگ جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا فرمایا ہے پھر کیونکر وہ اسکو اپنے ملک کرلیتے اور متولی اسکے حضرت علی اور حضرت عباس ہوئے تھے سو وہ بھی ابوبکر کے زمانہ تک اور بعد ابوبکر کی عمر کو اسکی تولیت کا اختیار رہا تمہارے نزدیک کیا علی اور عباس ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کرلیتے اور اگر ہمیشہ کو وہ تولیت ہوتی تو بعد علی اور عباس کے انکی اولاد حسنین اور ابن عباس وغیرہ بھی ایسے بے ایمان تھے کہ تولیت کو اپنی ملک کرلیتے اور قرابت کی جہت سے مستحق بھی تولیت کا انکو جانتے ہو اور پھر یہ اندیشہ بھی نکالتے ہو یہ کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر یہی اندیشہ تھا تو عمر نے انکو متولی کسواسطے کیا تھا انکو بھی چاہئے تھا کہ اس اندیشہ کی جہت سے انکو متولی نکرتے بلکہ انکے واسطے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ بعد انکے کوئی ایسا خلیفہ نتھا کہ تولیت کو سنبھالتا اور حضرت عثمان جو انکے بعد ہوئے تھے وہ تو اپنا اور بیگانہ سب کا خورد و برد کرگئے تھے اور فدک کو مروان کی جاگیر میں کردیا تھا وہ انتظام تولیت کا کیا کرتے اور باوجود اسکے پھر عمر نے انکو متولی کردیا اور کچھ اندیشہ نکیا یا یہ کہ ابوبکر کی عقل عمر کی عقل سے زیادہ تھی کہ اس نے تولیت کو انکی منظور نکیا اور اسنے منظور کرلیا اور عمر کا تولیت کرنا بھی باطل کرتا ہے ابوبکر کی تولیت کو کہ ابوبکر سے کسنے تولیت کو طلب ہی نہیں

کیا تہا اور جو کوئی طلب کرنیکو کہتا ہے وہ جہوٹا اور مفتری ہے اور جسوقت کہ ہمارے نزدیک توریث اور روایت لا نورث دونوں باطل ہیں تو جواب کا سوالوں کے مطابق ہی کرنا باطل ہے اور جبتک باطل ٹہیرے تو بڑا ہی بلید الطبع ہے وہ شخص کہ جو اس سوال و جواب کو پسند کرے اور بعد اسکے ایک مثال بادشاہ اور امیر کی جو دی ہے وہ بھی باطل و بیفائدہ اور زاید ہے اُسکی کیا احتیاج تہی مطالب نامعقول فرضی تو بدون اس مثال کے بہی واضح ہیں ہمارے نزدیک تو اُسکی کچھ اصل ہی نہیں ہے اپنی طرف سے جو چاہا ہو فرض کرکے لکھو قلم کیکا کس نے پکڑا ہے **قال الشیخ الاشعری** جواب حضرات شیعہ اپنی حسب دلخواہ لیں یعنی یہی سہی کہ حضرت علی اور حضرت عباس طالب میراث ہی ہوئے تہے لیکن باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکے تہے کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پہر اس طلب کی وجہ یہ ہوئی ہو کہ آدمی تہے بہول گئے جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا تب یاد آیا سو اس بہولجانیمیں حضرت علی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا بڑے بڑے رسول ہو چکے ہیں حضرت آدم کی شان میں خداوند کریم فرماتے ہیں وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ یعنی ہمنے حضرت آدم کو پہلے سے تقید تاکید سب کچھ کردی تہی پہر بہی بہول گئے جب حضرت آدم پیغمبر ذیشان ہوکر خود خدا کی تقید و تاکید کو بہول جائیں تو حضرت علی تو امام ہی تہے وہ پہر حضرت آدم ہی کی اولاد ہیں اور کلم الولد سر لابیہ اُنکے نسیان کے وارث وہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام بات کو بہول جائیں جس میں کسی قسم کی تاکید و تقید نہیں نہ علی العموم نہ بالخصوص حضرت علی کو تو فرمائے کیا قباحت ہے علی ہذا القیاس حضرت موسی علیہ السلام کا حسب ہدایت خداوندی حضرت خضر کے پاس جانا اور حضرت موسی علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے بغرض تعلم علم ملازمت کا درخواست کرنا اور حضرت خضر کا بتاکید تمام یوں کہنا کہ تمسے میرے ساتھ نرہا جائیگا یعنی میری باتیں تمہارے خیال میں نہ آئینگی تم خواہ مخواہ اعتراض کئے جاؤگے پہر ہماری تمہاری کیسی بنیگی پہر ان سب کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ سے عہد لینا کہ اگر میری ہمراہی مدنظر ہے تو جبتک میں نہ بتاؤں تم کسی بات کو نہ پوچہیو یہ سارا قصہ سورہ کہف میں سولہویں سیپارہ کی شروع سے کچھ کم پہلے مذکور ہے اس اعتقاد پر کہ خدا کے بہیجے ہوئے گئے اور اس اہتمام پر کہ سفر دور و دراز قطع کیا اور پہر کیسا کیا انکار اور اقرار ہوئے حضرت خضر کی جلالت قدر اور اُنکی باتوں کا معقول ہونا یکلخت دل سے نکل گیا اور اپنا عہد ہی بہول گئے چنانچہ حضرت خضر کو مع حضرت موسی علیہ السلام جب ایک گہاٹ کے ملاحوں نے بوجہ اعتقاد بے لئے دیئے سوار کر لیا اور اُنہوں نے بیچ میں جاکر اُس کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تو حضرت موسی علیہ السلام سے نرہا گیا اور یہ کہہ اُٹھے أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا یعنی اے خضر کیا تمنے کشتی کو اس لیئے توڑ دیا کہ بیٹھنے والوں کو ڈبو دو تمنے ہی عجب کام کیا کہ کشتی والوں کے احسان کے بدلے یہ نقصان کیا اُسکے جواب میں جب حضرت خضر نے یوں فرمایا أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا یعنی میں تمسے کہا نہ تہا کہ تمسے میری ساتھ صبر نہوسکیگا تو حضرت موسی علیہ السلام نے یہ عذر کیا لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ یعنی میں بہول گیا تہا تم مواخذہ نکرو الحاصل اس اہتمام اور اس تقید پر اتنی جلدی حضرت موسیٰ بہول گئے ہوں تو پہر حضرت علی کا اتنی دیر کے بعد بہولجانا کچھ بہی بات نہیں حضرت موسیٰ رسول اولو العزم اور حضرت علی نہ رسول نہ نبی نہ اولو العزم نہ غیر اولو العزم باینہمہ کوئی اہتمام اور پیش بندی نہی فقط اتفاقاً رسول اللہ صلعم سے ایک بات چلتی چال سُن لی وہ بہی اس طرح پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کو سنانیکی اسمیں تخصیص نہی اور حضرت موسیٰ کو بالخصوص بات پیش آئی کہ خدا کے بہیجے ہوئے گئے اور آگے جو کچھ گذرا سو گذرا اور اگر نا انصافان شیعہ حضرت موسیٰ و حضرت آدم علیہما السلام کے نسیان پر نہ ٹہریں تو خود سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کو جناب باری تعالیٰ عز اسمہ یوں ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ یعنی یاد کر اپنے رب کو جب بہول جایا کرے اس سے صاف امکان نسیان نسبت پیغمبر آخر الزمان صلعم ثابت ہے بلکہ شان نزول اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کفار سے ایک بات کا وعدہ کیا کہ کل بتاؤنگا اتفاق سے انشاء اللہ کہنا بہول گئے اُس پر خدا کیطرف سے یہ نصیحت ہوئی معہذا کتب صحاح شیعہ مثل کافی کلینی اور تہذیب ابوجعفر طوسی میں باسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کو نماز میں سہو ہوا اور چار رکعت کی جا فقط دو ہی ادا کی پہر جب سرور مرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو امور دینی میں سہو ہوا ہو تو حضرت علی تو امتی ہی ہیں الحاصل ظاہر الامکان یہ بات ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باوجود حدیث مذکور کو اپنے کانوں سے سُن لینے کے سہو واقع ہوا ہو اور وقت پر یاد نرہا ہو اور یہ بہی ظاہر ہے کیونکہ میراث کا قصہ تو ایسا عام ہے کہ سارا جہان اسمیں شریک حسب عادت بنی نوع اگر طلب کر بیٹہے ہوں تو کیا بعید ہے لیکن جب صدیق اکبر نے یاد دلایا تب یاد آگیا اسیواسطے حضرت عمر نے جب دونوں کو متولی کر دیا تو حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اُٹھا دیا اور ترکہ نبوی میں حق میراث سمجہی تو گو حضرت عمر نے متولی کرکے دیا تہا حضرت عباس کے قبضہ کو اپنے قبضہ سے مقدم سمجہتے اسلئے کہ وہ حقیقۃً وارث تہے اور حضرت علی خود وارث تہی حضرت فاطمہ کیطرف سے وکیل تہے پہر اپنی خلافت میں سب حقداروں کو اُنکا حق پہنچاتے ازواج مطہرات کو ازواج مطہرات کا حصہ بانٹ دیتے حضرت عباس کی اولاد کو اُنکا حصہ الگ کر دیتے چونکہ اپنی خلافت میں بہی بدستور سابق رہنے دیا اور تقسیم نکیا اور کیسا حصہ دیا چنانچہ بحوالہ اجماع فریقین مرقوم ہو چکا ہے تو پہر بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے یاد دلانے سے بات یاد آگئی اور اسی لئے حضرت عمر کے سامنے اقرار کیا باقی رہی یہ بات کہ اس صورت میں پہر صدیق اکبر کیطرف سے بدگمانی کی کوئی صورت نہیں جو حضرت عمر نے یوں فرمایا کہ تم ابوبکر کو کاذب آثم وغیرہ سمجہتے تہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ بمقتضاء البشریت چنانچہ مرقوم ہوا اُنکے دل میں گاہ و بیگاہ یہ خیال گذرا ہو کہ ہر چند یہ حدیث صحیح ہے لیکن پہر استحقاق تولیت ہمیں بہی تہا انہیں جو صدیق اکبر نے قبضہ رکہا ہے تو ہو نہو کچھ دال میں کالا ہے اور یہ خیال پیرایہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا ہو اسلئے اُنہوں نے بطور تنبیہ و شکایت اُنکے مُنہ پر کہدیا اور اسی لیئے انہوں نے بنظر انصاف سکوت فرمایا ہو واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اس تقریر کے بعد امید یوں ہے کہ جنکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے اگر کسی نابکار کی صحبت سے بے راہ بہی ہیں تو راہ پر آجائیں

اور جو نہ آئیں تو اپنا سر کھائیں مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ اب الحمد للہ کہ جمیع امور متعلقہ حدیث صحیح مسلم کے بیان سے فراغت بالکل تمام ہوئی ہے کہ بقیہ خرافات خط مولوی صاحب کا بھی جواب
دندان شکن جو مولوی عماد علی صاحب اور نیز دیگر پیشوایان شیعہ کے دانت کیا توڑیں منہ ہی ہی دیں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کر کے صفحہ قرطاس و قلم و دوات کو ہاتھ سے دھر دیجیے **اقول** یہ جواب
تو تمہارا ایسا لچر ہے کہ جسکو لڑکے بھی پسند نکریں اور حضرت علی اور عباس کے طالب میراث ہونیمیں کیا شبہ ہے سارے جہان کے آدمیوں سے پوچھو یہی کہدینگے کہ وہ طالب میراث ہی تھے اور یہی روایت مذکورہ سے
ثابت ہے مگر کوئی کہ صدون کو رات کہنے والا ہے ایسا ہرگز نکہیگا کہ تو بہی کا انکار کرنیوالا ہے اور ایسا وہ کون ظاہر او باطن کا اندھا ہے کہ جو یہ کہدیگا کہ علی نے روایت لا نورث رسولخدا صلعم سے سنی تھی مگر فراموش کر گئے
اور جب ابوبکر نے یاد دلایا تو یاد آیا بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اکثر اصحاب نے یہ روایت جناب رسولخدا صلعم سے سنی تھی سب بھول گئے حضرت علی کی کیا خصوصیت ہے اسواسطے کہ سوای ابوبکر کے کسیکے پاس یہ
روایت نتھی جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں اور جسوقت حضرت فاطمہ نے دعویٰ میراث کا کیا ہے اور ابوبکر نے یہ روایت بیان کی ہے تو کسی نے بھی گواہی
نہ دی کہ ہمنے رسولخدا صلعم سے ایسا سنا ہے کیا سبھی بھول گئے اور اگر حضرت علی اس روایت کو سنکر بھول گئے تھے اور ابوبکر نے یاد دلایا تھا تو انکو یاد آجاتا اور اسکو تسلیم کرتے لیکن اُنہوں نے تو اسکو مانا
ہی نہیں اور ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا جانکر ابوبکر سے گفتگو کی اور اس روایت کے ابطال میں کلام اللہ کی آیتوں سے سند پکڑی اور بعد اسکے عمر کی خلافت میں عمر سے دعویٰ میراث کا کیا جسپر
عمر نے کہا کہ تم مجھکو بھی کاذب و خائن جانتے ہو اور اگر یہی جواب طرف ثانی ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا کہ خلافت بعد میرے حق علی کا ہے اور سوائے اسکے اگر کوئی دخلیفہ بن بیٹھیگا تو وہ بر عکس
خدا اور رسول کی ہوگی اور ابوبکر نے یہ سن لیا تھا مگر بھول گئے اسواسطے خلافت کو ناحق دبا بیٹھے کیا اور جب حضرت علی نے یاد دلایا تو یاد آیا لیکن پھر خلافت کو نہ چھوڑا اور اگر انبیاء کو یا علی ہی کو کسی امر کی فراموشی
ہو جائے تو ہوا کرے لیکن احکام خدا میں فراموشی نہیں ہوتی کہ یہ سب ڈالدی ہیں اگر احکام خدا کو بھولا کریں تو انکے پیغمبر کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ پیغمبر تو خدا کی جانب سے امت کے واسطے حکم
لاوے اور پھر اسکو بھول جائے اور ایسے ہی حال حضرت علی کا تھا کہ وہ نائب پیغمبر تھے اور ہادی بھی چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں اور مستدرک حاکم میں اور تاریخ ابن عساکر میں آیہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ
کی تفسیر میں لکھا ہے اگر خدا تعالیٰ کے احکام کو فراموش کر جاتے تو بعد رسولخدا صلعم لوگونکو کیونکر ہدایت کرتے اور انکا فرمانا سلونی قبل ان تفقدونی بیجا ہوتا اور علی الخصوص ایسا بڑا حکم
رسولخدا صلعم کی میراث کا کہ جو موجب نزاع عظیم اور ضلالت امت ہو ایسے حکم کو بھولجانا کسیکی عقل میں بھی آتا ہے اور وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ میں معنی نسیان کے ترک کے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین میں لکھا ہے
فنسی ترک عھدنا اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا قصہ جو مشہور ہے اسکے واسطے ایک اشارہ کفایت کرتا تھا لیکن اسقدر جو اسکو طول دیکر کاغذ کو سیاہ کیا اس سے کیا فائدہ ہوا اور اس میں تو خود
خدا تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کا بھلا دینا منظور تھا — نقلی علم کی جہت سے تاکہ حضرت موسیٰ متنبہ ہو جائیں کہ بعضے علوم ایسے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں اور بہت سے اور بندے ایسے جانتے ہیں اسواسطے
خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے حواس باطنہ میں کمال ایسی چیز پیدا کردی تھی کہ وہ اسوقت فی الفور بھول جاتے تھے ورنہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ آدمی با وجود اس تاکید ہونیکے ایسا جلد بھول جائے اور مسئلہ میراث کے
بھولانیمیں گمراہی مردم ہے اور تو کیا اسوقت حضرت صلعم کے ہمراہ موجود تھا کہ جو تو لکھتا ہے کہ اتفاقاً رسول اللہ صلعم سے ایک بات علی نے جاتی جان لی وہ بھی اسطور پر کہ علی العموم رسول اللہ صلعم
نے یہ بات فرمائی کچھ حضرت علی کے سنانے کی اسمیں تخصیص نتھی یا کسی کتاب میں تو نے دیکھا ہے اے کذاب ایسا کذب میں جھوٹا جھوٹا حکر اپنا ایمان کیوں برباد کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے نسیان کا بیان
جو لکھا ہے ہمکو تو اسمیں کچھ گفتگو ہی نہیں ہے نسیان انکو ہوا کرے ہمارا کلام تو احکام جایز اور غیر جایز اور حلال و حرام میں ہے ایسے آدمی اسکو سنکر فراموش نہیں کرتے ہیں اور وادکر ربک اذا نسیت میں
نسیان مشیت مراد ہے یعنی جسوقت تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا بھولجائے تو جب یاد آئے اسوقت تو کہہ اور نسیان علم مراد نہیں ہے کہ اگر کانسیان تو ہو ہی نہیں سکتا اور تفسیر بیضاوی میں ہے
قول کہ یہاں بھی معنی نسیان کے ترک کے لکھے ہیں یعنی جسوقت ترک کرے تو بعض اس چیز کو کہ حکم کیا ہے تجھکو اسکا اور کافی میں روایت رسولخدا صلعم کے نماز میں سہو ہونیکی آئی ہے وہ بھی سہو ہے حد تک
پہنچانیکا نہیں ہے اور اسواسطے تعلیم امت کے بھی ہو سکتا ہے اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا سے سہو نہیں ہوتا اور نہ ائمہ معصومین سے سہو ہوتا ہے اور جو روایتیں سہو کی
میں وہ تقیہ پر محمول ہیں چنانچہ تہذیب الاحکام میں مرقوم ہے اور حضرت علی تو وہ ہیں کہ جو کچھ انہوں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے کبھی فراموش ہی نہیں کیا ہے اور دلیل اسکی بہت تفاسیر
کتب اہل سنت ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ یعنی اور یاد رکھے اس نصیحت کو کان یاد رکھنے والا یہ مضمون تو قرآن کی آیت کا ہے اور طبری باسناد خود لکھتا ہے روایت کی
جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسولخدا صلعم نے کہا کہ خداوند وہ کان علی کا ہو یاد رکھے اور بعد اسکے علی نے کہا جو کچھ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے اسکو کبھی نہیں بھولا ہوں اور تفسیر ثعلبی
جو اہل سنت کی تفسیر ہے یہ لکھا ہے کہ آیت علی بن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت علی سے روایت کی ہے فرمایا کہ فرمایا مجھ سے رسولخدا صلعم نے اپنے بیٹے اسکا کہ اللہ نے مجھکو حکم کیا
مجھکو اپنے نزدیک کروں اور دور نکروں اپنے سے اور تمکو تعلیم کروں تو اسکو سنو اور یاد کرو اور فراموش نکرو اور تفسیر ثعلبی میں بھی بعینہ یہی روایت لکھی ہے اور حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ یہ آیت علی کی
شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے نزدیک نازل ہونے اس آیت کے علی سے کہ سوال کیا میں نے خدا سے کہ اس کان کو تیرا کان کردے اور علی کہتے ہیں کہ بعد اسکے
اور نہیں ہے واسطے میرے کہ بھولوں میں اور یہی سبب تھا کہ بعد رسولخدا صلعم کے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم مجھ سے جو کچھ چاہو پہلے اس سے کہ گم کر دو تم مجھکو اور صحابہ ہر مشکل میں سوائے حضرت علی کے
رجوع کیا کرتے تھے اور ملا نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں قول صاحب کشاف کا نقل کر کے ذیل میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا علی سے کہ جبکہ یہ آیت نازل ہوئی کہ میں نے سوال کیا خدا سے اسکا

کالمحو ویس پس ترا تا علی کے بعد اتنی مدت کے کوئی بات نہیں کچھو لا یمیت حال ہے حضرت علی کی یاد داشت کا کہ جو قرآن سے ثابت ہے اور یہ شیخ بلا دلیل لکھتا ہے کہ وہ اس روایت کو بھول گئے تھے اور یہ فضیلت ہے سوائے علی کے کسی صحابی کو حاصل نہیں اور امکان سہو اور بات ہے اور وقوع میں آنا سہو کا اور بات ہے احتمالات سے کام نہیں چلتا ہم تو اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ جو وقوع میں آئی ہو اور کتب اہلسنت اسکی شاہد ہیں اور تو ایک احتمال ہی نکالکر جواب دیتا ہے یہ بڑی دلیل ہے تیرے عجز کی جواب سے اور حضرت علی اور حضرت عباس نے روایت لا نورث کو رسولخدا صلعم سے ہرگز نہیں سنا ہے اور اگر سنتے تو البتہ یاد رکھتے اور اگر بالفرض سنکر بھول گئے تھے تو ابوبکر کے یاد دلانے سے تو یاد کرتے اور طلب کرنا بیوجہ نہیں ہوتا ہے اگر طلب کیا تو اپنا حق جانکر طلب کیا اور بلاوجہ کوئی کسیکے درپے نہیں ہوتا ہے اور نہ عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کو متولی کیا ہے اور نہ علی نے عباس کا قبضہ اٹھایا ہے یہ سب بناوٹ ہے اور اگر تولیت فرض کیجائے اور حضرت علی نے حضرت عباس کا قبضہ اٹھا دیا تو حق بجانب علی ہے کہ حضرت علی نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ باغ دستور کے رسولخدا صلعم حق فاطمہ زہرا ہے اور موافق مذہب حق کے وہ عصبہ کو باطل جانتے ہیں حضرت عباس کا اسمیں کچھ حق نہیں ہے اسواسطے حضرت عباس کا قبضہ اسپر سے اٹھا دیا اور حضرت علی کو حضرت فاطمہ کی وفات سے پہلے وارث تھی لیکن بعد اسکے خود وارث بھی ہو گئے تھے اور حسنین علیہما السلام کے ولی تھے اور وکیل حضرت فاطمہ کے اسوقت کیونکر تھے حضرت فاطمہ تو گزر گئی تھیں اور خلافت کا حضرت علی کی یہ حال تھا کہ فدک تو مروان کے پنجہ میں تھا کہ عثمان نے اسکو اپنی خلافت میں جاگیر اسکی کر دیا تھا اور وہاں سے لینے کا کبھی ذکر ہی نہیں نکلا اور سوا اسکے جو کچھ کسیکے پاس تھا وہ اسی کے پاس رہا کہ آپ بسبب مستقل نہ ہونے خلافت کے اور فرصت لینے دینے دشمنوں کے کسی چیز میں دست انداز نہیں ہوا اور بدستور سابق رکھا اور جب خود اپنا ہی حق نہ لیا تو اوروں کو کیا دیتے اور ازواج مطہرات تو اپنا حصہ لے بھی چکی تھیں کہ حجرات پر قابض ہو گئی تھیں انکا حصہ ہوتا یا تھا سب کا آٹھواں حصہ تھا اور وہ اس سے زیادہ لے چکی تھیں اور حضرت عباس کی اولاد کو کچھ پہنچتا ہی نہ تھا اور فریقین کا اجماع اسپر نہیں ہے کہ جو تو نے لکھا ہے اگر ہوگا تو اہل سنت کے نزدیک ہوگا اور ابوبکر کی یاد دلانے کا حال ہم کئی مرتبہ لکھ چکے اور یکبر ساتھ انہوں نے ہرگز اقرار نہیں کیا یہ بالکل جھوٹ ہے اور اس اقرار کو ہم کئی مرتبہ باطل کر چکے ہیں اور کاذب اور خائن جانتا ادنی مومن کا بھی بمقتضائے بشریت درست نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ خلیفہ پیغمبر اور نائب رسول کیونکر یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مومن کو اور مومن بھی کیسا کہ سید المومنین ہو اسکو جھوٹا اور دغا باز جھوٹا بدکار جانے اور شیعہ جو انپر لعنت کرتے ہیں ان میں اور اسمیں کیا فرق ہے فقط الفاظ کا فرق ہے مآل ایک ہی ہے شیعوں کو بھی ایک معذور رکھو اگر شیعہ انکو ملعون جانتے ہیں تو حضرت علی اور عباس انکو بقول حضرت فاروق اعظم جھوٹا اور چور دغا باز بدکار جانتے تھے اور ایک دلمیں دو باتیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں اور وہ اوپر کا دل کونسا ہے سوائے اس ایک دل کی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دلمیں کچھ ہو اور زبان پر اسکے مخالف ہو اور ایک دلمیں یا ایک زبان پر ایسی دو باتیں مخالف ایک وقت اور ایک آن میں جمع نہیں ہو سکتیں اور تولیت کا ذکر کیا ہے نہ تو ابوبکر کا ارادہ تولیت کے دینے کا کسیکو ہوا اور نہ کوئی ابوبکر سے تولیت کا طالب ہوا جھوٹی باتیں کیوں لکھتا ہے جھوٹ لکھتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی ہے اور جب ابوبکر کے وہم و خیال میں بھی تولیت نہ ہو تو سوائے قبضہ کے نہ لینے کے اور کیا کرے اور دل میں کانٹا ہو اسے شاید یہ مراد ہو کہ ابوبکر نے یہ خیال کیا ہو کہ اگر میں انکو متولی کر دونگا تو اپنی زمین سمجھکر دبا بیٹھیں گے سو اسکا وہاں وہم بھی نہ تھا اور نہ ابوبکر کے دلمیں بطور تولیت کسیکو دینا کبھی گزرا تھا لیکن ہو تو کہدے اور جھوٹ لکھنے سے کیا فائدہ اور یہ عمر کو نہ کسیکے قال ہے نہ حال ہے کہیں سے نہیں معلوم ہوا ہے یہ سب تیری بناوٹ ہے اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے ابوبکر کے منہ پر روایت لا نورث کو سنکر تسلیم نہ کیا اور عمر کے زمانہ میں بھی عمر سے پھر دعوی کیا تو عمر نے جانا کہ یہ دونوں ہمکو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے ہیں اور میں تو جیتا ہوں کہ خائن کسیکو کیا حق ہے یا بیٹھے میں جانتی ہیں یا کسی اور امر میں سیدھی بات تو کہتا نہیں ہے جو کہتا ہے الٹی کہتا ہے اور ان دونوں بزرگوں نے جو عمر سے کاذب اور خائن سنکر سکوت کیا اور کچھ عذر نہ کیا کہ ہمکو تم ایسا کیوں کہتے ہو ہم تو تمکو ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور نہ کسی اور نے اسکا انکار کیا اور عمر نے کہا کہ وہ تو ایسا نہیں سمجھتے ہیں تم انکی طرف ایسا گمان کیوں کرتے ہو تو یہ بڑی دلیل ہے عمر کی اس قول کی راستی کی کہ بیشک وہ ابوبکر اور عمر کو کاذب اور خائن اور آثم اور غادر جانتے تھے اور اسی نے وہ پوچ گفتگو تحریر کی ہے کہ جنکو خداوند کریم نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے گو میری تحریر کو نہ دیکھیں اگر اسکی تحریر کو دیکھینگے تو سمجھ لیتے ہونگے کہ بڑا یاوہ گو ہے یہ شخص اور اگر تھوڑا سا میلان بھی طرف سنن کے ہوگیا ہوگا تو انکو اسکی تحریر کو دیکھکر شیعہ خالص ہو گئے ہونگے اور کہتے ہونگے کہ دیوانہ تو نہیں ہے کہ جو ایسے باولوں کی سی باتیں لکھتا ہے اور مولوی عمار علی صاحب نے صحیح مسلم سے وہ روایت لکھی تھی کہ جسکا جواب معقول اس شیخ سے کچھ نہ ہو سکا تاویلوں اور احتمالوں پر ہی اکتفا کیا لیکن ہمنے بھی اسکی ایسی خبر لی اور ایسا اسکا سر کچلا ہے اور دانت اسکے توڑے ہیں کہ پھر ارادہ گفتگو کا شیعوں سے نہ کریگا اور اس تحریر کو میری دیکھکر بہت نادم اور پشیمان ہوگا اور اپنی جبیں کہیگا کہ کاش میں جواب مولوی عمار علی صاحب کے خود نہ لکھتا **قال الشیخ الاشعری** اسلئے التماس یوں ہے کہ آگے مولوی عمار علی صاحب یوں رقم فرماتے ہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ جبوقت ابوبکر نے فدک کے دینے سے انکار کیا فاطمہ زہرا اسپر غضبناک ہوئیں اور تمام عمر پھر کبھی اس سے کلام نہ کیا اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فاطمہ نے وقت مرنے کے وصیت کی کہ ابوبکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں انتہی یہ عبارت غلط ہے اور بیان کو بیصے آپکی ترکی تمام تر ولی مگر اہل فہم پر پوشیدہ نہ ہیگا کہ بعد ثبوت مضامین مسطورہ بالا خصوصاً اشارہ آیۂ یوصیکم اللہ در بارہ مستثنی ہونے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم میراث سے اور بعد ثبوت آیہ ما افاء اللہ در بارہ وقف ہونے فدک و غیرہ اموال فئے کے صدیق اکبر پر بوجہ نہ دینے فدک کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں البتہ بطور حضرات شیعہ خوارج و نواصب کو بھی گنجائش لب کشائی ہے کہ حضرت فاطمہ باوجود معصوم ہونیکے چنانچہ عقیدہ شیعہ یہی ہے فدک و غیرہ اموال وقف میں سے کسلئے طلبگار میراث ہوئیں اور یہ بیہودگی بھی کسقدر کہ صدیق اکبر نے ایک حق بات کہدی تو الٹی غصہ کے ملنا جلنا ملت ملاقات سب ترک کر دی مگر چونکہ سانچ کو آنچ نہیں سچی بات ہر طرح درست ہے اہلسنت کو اس مقدمہ میں کچھ دشواری نہیں جیسے وہ صدیق اکبر کو اس مقدمہ میں بے قصور سمجھتے ہیں حضرت فاطمہ زہرا جگر گوشہ سید الوری محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مورد اعتراض نہیں سمجھتے

اور باایں ہمہ کوئی قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوص نہیں ہوتا عیاں را چہ بیاں **اقول** ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ آیت یوصیکم اللہ میں خطاب جناب رسولخدا صلعم کو اور اُمت کے
لوگونکو بھی سب کی طرف ہے اور رسولخدا صلعم اُسکے حکم سے مستثنے نہیں ہیں اور یہ بھی ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ مال فے وقف نتھا بلکہ ملک تھا اور جو احتمالات کہ اُسکے وقف ہونے میں اس شیخ نجدی نے نکالی
تھی ہمنے اُن سب کو باطل کر دیا ہے اور جبکہ ثابت ہوا کہ متروکہ رسولخدا صلعم وقف نتھا تو دعوی حضرت فاطمہ کا صحیح ہے اور اعتراض کے حضرت فاطمہ پر کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ کسی ناصبی اور خارجی
نے آجتک یہ اعتراض حضرت فاطمہ پر کیا ہے اور ناصبی اور خارجی کو تو عداوت حضرت علی سے ہے نہ حضرت فاطمہ سے مگر تجھکو عداوت حضرت فاطمہ سے بھی ہے اور در پردہ تو اُنپر طعن کرتا ہے اور منسوب کرتا ہے
اُسکو طرف خوارج اور نواصب کے اور تجھکو عداوت ہے حضرت فاطمہ سے اس جہت سے کہ وہ ابو بکر پر غضبناک کیوں ہوئیں یہانتک کہ اُس سے کلام کرنا چھوڑ دیا اور جو کچھ تو بظاہر اُنکی تعظیم کے فقرے لکھتا ہے
یہ سب لوگوں کے جتانیکے واسطے ہے کہ کوئی ملعون نکہے اور ہمارے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا بیشک معصوم ہیں کہ عصمت اُنکی قرآن سے ثابت ہے اور دعوی اُنہوں نے اپنے حق کا کیا تھا اُس مال میں کہ ہرگز وہ
مال وقف نتھا چنانچہ ہم پہلے اس سے لکھ چکے اور ابو بکر نے ہرگز ہرگز حق بات نہیں کہی تھی بلکہ ایک روایت مخالف کلام اللہ کے اپنی طرف سے وضع کر کے کہدی تھی اور جب اُنکا حق غصب کر لیا
تو ایسے غاصب سے ملنا ترک کرنا کیا چاہئے اول تو پہلے ہی سے خلافت کے غصب ہونے سے رنجیدہ تھیں اور پھر یہ مقدمہ پیش آیا تو رنج پر رنج ہوا اسواسطے ملنا اور لنا ترک کیا اور سا رنج کو بیشک آپنے نہیں
ہے لیکن حضرت ابو بکر سچے تھے روایت مذکورہ میں اور ابو بکر اس مقدمہ میں سراسر قصوروار ہیں جیسا کہ ہم لکھ چکے اور فاطمہ زہرا پر اعتراض کیونکر ہو اُنہوں نے کیا کیا کہ حق دبایا ہے لیکن تو تو
نواصب اور خوارج کے بہانہ اعتراض بھی ہی پر کر چکا ہے اور پھر لکھتا ہے کہ مورد اعتراض انکو نہیں سمجھتے اور یہ کیونکر ہو سکے کہ حق بھی اُنکا غصب ہوا اور پھر وہی مورد اعتراض بھی ہوں اور اگر قاعدہ اُنکے
دین و مذہب کا منقوص نہیں ہوتا ہے تو ہمکو اس سے کیا لیکن یہ بھی اُنکا ہی کام ہے کہ جو چاہے دغابازوں بدکاروں کو موافق قول حضرت کے خلیفہ رسول اور نائب پیغمبر جانتے ہیں اور ایک ایسا قاعدہ کلیہ
اہل سنت کے نزدیک ولا ینعزل الامام بالفسق کا کہ اگر امام چوری کرے شراب پیوے زنا کرے اغلام کرے لیکن امامت سے معزول نہیں ہوتا ہے اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ میں تو یہ لکھا ہے کہ کچھ ایمان
بھی شرط نہیں ہے امام کیواسطے اس صورت میں انگریز یا کوئی ہندو بھی اُنکے نزدیک امام ہو سکتا ہے اسیواسطے کیسے ہی افعال ہوں خلیفہ کے لیکن قاعدہ اُنکے دین و مذہب کا منقوص نہیں
ہوتا ہے کیسا ہی ظلم کرے اور اگر یہی بات ہے تو پھر کیوں جھگڑتے ہیں ابو بکر کی طرف سے اگر حق فاطمہ غصب کیا تو کیا قباحت ہے امامت میں تو فرق نہیں آتا ہے **قال الشیخ الاشعری**
دوسری بات کچھ دور نہیں کان درست کیجے اور سنئے حضرت فاطمہ زہرا ہر چند سیدۃ النساء ہیں بلکہ اُنکی خاکپای سرما کا برا ولیا اُنکی غلامان غلام مورد افضال کبریا اُنکی محبت
جو محبت کے طور پر ہو باعث نجات اشقیا اُنکا اعتقاد جو اعتقاد کی طرح پر ہو باعث ترقی درجات علی لیکن بہ ہر تقدیر اُمتی تھیں نبی نہیں فہم قرآن مجید میں کچھ نہ کچھ حاجت تفسیر نبوی رکھتی
تھیں کیونکہ فقط زباندانی اور قوت فہم دقائق معانی سے اس جگہ کام نہیں چلتا تفصیل اجمال کلام ربانی اور توضیح اشکال آیات فرقانی بجز مورد وحی آسمانی یعنی سرور دوجہان پیغمبر آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و ازواجہ واہلبیتہ واصحابہ وسلم کے متصور نہیں چنانچہ خود خدائے کریم فرماتا ہے ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ
یعنی بھیجا ہمنے تم میں رسول تمہیں میں سے جو پڑھتا ہے تم پر ہماری آیات اور سنوارتا ہے تمکو اور تعلیم کرتا ہے تمکو قرآن اور تحقیق بات قطع نظر اسکے کہ یتلو علیکم تو اسکی یہ معنی ہیں کہ پڑھتا ہے تمپر ہماری آیتیں
تعلیم الفاظ قرآنی پر دلالت کرتا ہے اور یزکیکم جسکے یہ معنی ہیں کہ سنوارتا ہے اور پاک صاف کرتا ہے تزکیہ باطن پر دلالت کرتا ہے بعد یعلمکم الکتاب فرمایا تو قطع نظر اسکے کہ تعلیم فقرہ میں معانی
ہی سے متعلق ہے بعد یتلو علیکم کے یہ فرمانا اثبات پر دلیل کامل ہے کہ تعلیم معانی کی تعلیم ہے پھر جب تعلیم میں خطاب تمام اُمت کی جانب ہو خاص کر مسلمانان ملک عرب کی طرف جو صحبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف باسلام ہو چکے تھے چنانچہ لفظ منکم سے عیاں ہے تو معلوم ہوا کہ درس علم معانی قرآن میں محتاج سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور نیز یہ بھی متحقق ہوا کہ تعلیم
معانی قرآن کے قابلیت بھی کسی میں نہیں جبتک تزکیہ تمام نہو تب تک تعلیم معانی قرآنی ممتنع ہے اسیواسطے یعلمکم الکتاب بعد یزکیکم فرمایا اور شواہد اس دلیل کے قرآن میں بہت ہیں چنانچہ فہمانا
علم پرور پر پوشیدہ نرہیگا اگر قرآن میں ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء فرماتے ہیں یعنی اتاری ہے تجھپر کتاب جسمیں ہر چیز کا مو اور بیان ہے اور ایک جا سواے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے اوروں کو فرماتے ہیں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنے ہونیکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ قل اور
جو اس سے پہلے ہے ہی اثبات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ قاصد اس خطاب اور اس فرمان کے پہنچانیوالے ہیں داخل زمرہ مخاطبین نہیں اور باایں ہمہ یہ ہم ب
کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم بھی قرآن کے دقائق کو خدا ہی کے برابر سمجھتے ہیں لیکن اسمیں بھی شبہہ نہیں کہ اوروں سے سب سے زیادہ سمجھتے ہیں القصہ ناظرین تمہید کلام اللہ میں اس قسم کے بہت سے مضامین ملینگے جنسے موسی حضر
کی تصدیق ہو اور سبب کجی طبیعت اُنکے مؤید ہونگے کیسو جہ سے تکرار کیسے تو کر دیتا ہے آیت انا ارسلنا فیکم ہو گی جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ کسیکے باپ سے رد نہیں کیا
جاسکتا خیر بہرحال حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دربارہ فہم معانی قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف محتاج ہونا کلام اللہ سے ثابت ہوا اور نہو پر اہل سنت کے نزدیک تو یہ بات
لاریب مسلم ہے اور اسکے مخالف کسی دلیل عقلی یا نقلی سے آجتک کوئی بات اُنکو ثبوت کو نہیں پہنچی اور کیونکر پہنچے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دربارہ فہم قرآن رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہونا اظہر من الشمس ہے محتاج دلیل نہیں اسکے خلاف کا غلط ہونا بھی ہر کسیکے نزدیک روشن پھر اگر کسی آیت کے فہم میں سبب اسکے کہ اُسکی تفسیر

زبان گوہر بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی اسکا غلطی ہو جائے اور اسکے کسی اشارہ مخفی کو نہ سمجھے تو اہل انصاف فرمائیں تو اسمیں کیا محال ہے علی ہذا القیاس
اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ آجکل کوئی شخص اہل فہم میں سے اُس اشارہ مخفی کو جو حضرت فاطمہ زہرا سے رہ گیا ہو نہ سمجھے وہ تفسیر نبوی سمجھ جائیں تو قباحت ہے نہ اسبات سے کچھ کسر شان حضرت
زہرا رضی اللہ عنہا لازم آتی ہے اور نہ اسوجہ سے دوسروں کو اُنپر فوقیت ہو سکتی ہے **اقول** فاطمہ زہرا علیہا السلام بجمیع اوصاف حمیدہ موصوف تھیں اور بموجب حکم آیۂ تطہیر معصومین میں
سے تھیں اسواسطے ہم اُنکو معصوم جانتے ہیں اور پیغمبر اور امام انکو نہیں جانتے ہیں اور معصوم جو ہم اُنکو جانتے ہیں تو یہ اس شیخ کی نزدیک محبت کے اور اعتقاد کی طور پر نہیں ہے اسیواسطے اُسنے کہا ہے
کہ محبت کے طور پر ہو اور اعتقاد اعتقاد کے طرح ہو اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ امتی تھیں اور نبی نہ تھیں اور قرآن کی تفسیر کے باب میں انکو رسولخدا صلعم کیطرف احتیاج بھی تھی
لیکن جناب رسولخدا صلعم نے اُنکو سب تعلیم کر دیا تھا اور جسقدر کہ دقایق معانی قرآن تھے وہ اُنپر واضح کر دیے تھے وہ تعلیم رسولخدا صلعم ہر ایک دقیقہ سے آگاہ ہو گئی تھیں اور ایسی
کوئی آیت باقی نتھی کہ جسکی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو تا کہ اُسکی تفسیر کو اپنی رائے سے بیان کر کے اُسمیں غلطی کریں اور بموجب آیہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ کے خدا تعالی
کا حضرت کو حکم تھا انکی تعلیم کے واسطے اور حضرت نے اُنکو تعلیم کر کے ہر ایک امر کا ماہر کر دیا تھا اور اسی جہت سے حضرت فرمایا کرتے تھی کہ لا تعلموهم فانهم اعلم منكم یعنی نہ تعلیم کرو تم
اُنکو وہ تم سے زیادہ سیکھی ہوئی ہیں بلکہ حضرت نے تو سب کو تعلیم کر دیا ہے موجب اس آیہ کے اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کے جو اسمیں
لکھی ہے یعنی بھیجا ہمنے تم میں پیغمبر کو تمہیں میں سے کہ پڑھتا ہے اوپر تمہارے آیتیں ہماری اور پاکیزہ کرتا ہے تمکو شرک و معاصی سے اور سکھلاتا ہے تمکو کتاب اور حکمت کو کہ وہ قرآن ہے اور
آیتیں جو پڑھتے تھے تو مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ہماری ایسی آیتیں ہیں کہ جو تمپر پڑھتا ہے کہ مثل انکی فصاحت اور بلاغت میں کوئی نہیں لا سکتا اور تعلیم قرآن سے یہ مراد ہے کہ اُسکے معانی سے
سب کو آگاہ کرتا ہے سو سب معانی قرآن سے مطلع ہو گئے مگر بعضے بعضے آدمی جو کہ بلید الطبع اور غبی تھے جیسے کہ خلفاء ثلاثہ وہ البتہ بعضی آیتوں کے مضامین کو باوجود ارشاد جناب رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے اور واضح کرنے حضرت کے نہیں سمجھے اور جو کچھ سمجھے تھے اُسکو بھول گئے اسیواسطے غلطیاں کرتے تھے احکام میں اور لوگ اُنکو متنبہ کرتے تھے استیعاب میں لکھا ہے کہ میراث
دادی و نانی میں غلطی کی ابو بکر نے اور عبد الرحمن نے اُنکو متنبہ کیا اور کنز العمال کی کتاب الفرائض میں لکھا ہے کہ خالہ اور پھوپھی کی میراث بھی ابو بکر پر مشتبہ تھی اور تفسیر کشاف میں
لکھا ہے کہ ابو بکر کلالہ کو نہیں جانتے تھے کہ اسکو کہتے ہیں اور کنز العمال میں لکھا ہے کہ حد لواطہ ابو بکر کو اطلاع نتھی اور تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ ابّا کے معنی خلیفہ صاحب نہیں جانتے تھے اسی طرح
کثرت سے مجہولات ابو بکر کے ہیں کہانتک لکھی جائیں اور عمر کے مجہولات تو ابو بکر کے مجہولات سے بھی زیادہ ہیں وہ تو ایسے تھے کہ زنان پردہ نشین ناقص العقل و الدین سے زیرک تر تھیں اور حضرت علی کا تو
وہ علم ہے کہ جسکا سب کو اقرار ہے اور فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی اور تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں ہر آیت کو قرآن کی جانتا
ہوں کہ کہاں نازل ہوئی پہاڑ پر یا زمین پر اور اُنکو یاد ان کو اور کس مقدمہ میں نازل ہوئی سو اہلبیت کے علم کے برابر اوروں کا علم کیونکر ہو گا اور جناب رسولخدا صلعم نے اپنی اہل
کو سب امور سے آگاہ کر دیا تھا کوئی ایسی آیت نتھی کہ اُنکی سمجھ سے باقی رہ گئی ہو باوجود اسکے یہ کہنا کہ کسی آیت کی تفسیر رسولخدا صلعم سے نہ سنی ہو اور اُسمیں حضرت فاطمہ سے غلطی ہو جائے
اور ابو بکر اسکو سمجھ جائے یہ کمال تعصب اور بے دینی کی بات ہے کہ جو کہ عالم ہو اور جسکے گھر میں سے قرآن و علم دین نکلا ہو اور اُسکے حق میں رسولخدا فرمائیں کہ انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے
زیادہ عالم ہیں وہ تو قرآن کے معانی کو نہ سمجھے اور ایک مرد جاہل بلید الطبع کہ جو احکام قرآن سے بخوبی واقف نہو اور غلطیاں کھاتا ہو وہ اسکو سمجھ جاوے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور پھر لکھتا
کہ کیا محال ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی تو فرماتا ہے کہ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور اس نے جاہلوں کو علماء پر ترجیح دی ہے اور حضرت علی جو کہ عالم قرآن تھے اور ہر ایک
آیت کے حال سے آگاہ تھے اور آنکے حق میں رسولخدا صلعم فرمائیں کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی آنکی شب و روز صحبت حضرت فاطمہ کو رہتی ہو وہ تو قرآن کی آیت کو نہ سمجھیں اور
ابو بکر ایک مرد جاہل سمجھ جائے اور ہمنے فرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی تھی لیکن حضرت علی نے اُس غلطی کو کیوں نہ سنبھالا اور حضرت فاطمہ کو غصہ ہونے سے کیوں نہ منع کیا وہ بھی تو موجود
تھے بلکہ ابو بکر ہی حضرت فاطمہ کیطرف کی گفتگو کی انبیا کے مورث ہونے میں اور فاطمہ زہرا علیہا السلام جو کہ معصوم ہیں آنکو تو غلطی پر کہتا ہے اور خطائیں اُنکی ثابت کرتا ہے اور ابو بکر جو کہ جائز الخطا
ہے اُسکی بات کو صحیح جانتا ہے کیا دینداری ہے تیری اور حال یہ ہے کہ معاملہ بالعکس ہے کہ معصوم سے خطا نہیں ہوتی اور ابو بکر سے اگر غلطی ہو تو کیا مضائقہ ہے ہو سکتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے
فرمانے کو ابو بکر نہ سمجھے ہوں روایت لا نورث کی مقدمہ میں حضرت نے کچھ فرمایا ہو اور یہ کچھ اور سمجھے ہوں لیکن ابو بکر کو تو ہرگز نہ کہیگا اور انبیاء اور فاطمہ زہرا علیہم السلام ہی کو غلطی پر بتایگا
امر اس نے جو آیہ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا الخ بیان کر کے لکھا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ بدون سمجھانے رسولخدا صلعم کے کوئی نہیں سمجھتا ہے قرآن کو اور بڑے لاف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو کچھ بندہ نے
عرض کیا ہے کسیکے باپ سے رد نہیں کیا جا سکتا اور اہل سنت کے نزدیک بات مسلم ہے اور حضرت کا محتاج ہونا معانی قرآن میں رسولخدا کیطرف اظہر من الشمس ہے یہ سب غلط ہے اسواسطے کہ
معانی تو اس آیت کے یہ ہیں کہ پیغمبر آیتوں کو ہماری تمپر پڑھتا ہے اور قرآن تمکو سکھاتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اور کوئی زبان عرب کا جاننے والا بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا
ہے اور بدون سمجھائے رسولخدا صلعم کے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالی سورۂ یوسف کے اول میں فرماتا ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

یعنی تحقیق نازل کیا ہی ہمنے اُسکو قرآن عربی تاکہ سمجھو تم تفسیر بیضاوی میں لکھا ہی کہ یہ سمجھنا علت ہی زبان عربی میں نازل کرنے کی یعنی زبان جو کہ مدینہ کے لوگوں کی عربی تہی اسواسطے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا کہ وہ خود اسکو سمجھ جائیں اور دوسرے آدمی کے بتانیکے محتاج نہوں اور سورۂ محمد میں لکھا ہی کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا یعنی پس کیا نہیں سوچتے ہیں اور فکر و تامل نہیں کرتے ہیں وہ قرآن میں کیا اُنکے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں کہ اُسکے نصیحتوں کو جو کہ اُسمیں لکہی ہیں نہیں سمجھتے ہیں دیکھو اسمیں علی العموم حکم ہی کہ اسمیں فکر و تامل کرکے خود سمجھیں تو اس شیخ کے نزدیک ہی کہ فاطمہ زہرا تو اسکے سمجھنے میں غلطی کریں اور سب آدمی اسمیں تامل کرکے بے تعلیم رسولخدا صلعم کے سمجھ جائیں اور اس شیخ کے نزدیک ہی کہ فاطمہ زہرا میں سب طرح کی خوبیاں ہیں لیکن جسوقت ابوبکر سے کسی امر میں تکرار ہو تو اُسوقت فاطمہ زہرا جھوٹی اور غلطی پر ہیں گو نفس الامر میں حضرت فاطمہ سے غلطی نہوئی ہو اور ابوبکر سچے ہیں اور صواب پر ہیں اور اسمیں کیا قباحت ہے انبیاء علیہم السلام بہی تو غلطی کیا کرتے تھے اور ہمنے فرض کیا کہ اگر کسی امر میں حضرت فاطمہ سے غلطی ہوجائے تو کسر شان اُنکی نہیں ہوتی ہے لیکن جب غلطی اُنسے وقوع ہی میں نہ آئی ہو تو ہم کیونکر کہدیں کہ حضرت فاطمہ سے غلطی ہوئی احتمالوں سے مقابلہ میں واقعی امروں کے کام نہیں چلتا ہے

قال الشیخ الاشعری اگر ایک بات کے سمجھ لینے ہی سے سمجھنے والونکو نہ سمجھنے والوں پر فوقیت ہوا کرتی تو خضر کو حضرت موسی علیہ السلام پر فوقیت ہوتی کیونکہ کشتی کی توڑنے اور لڑکے کے قتل کرنیکی وجہ باوجودیکہ یہ سب حضرت خضر نے بامر خداوندی کیا تھا حضرت موسی علیہ السلام نہ سمجھے اور حضرت خضر ان سب کی وجوہ جانتے تھے چنانچہ واقفان کلام ربانی جانتے ہیں حالانکہ مذہب صحیح یہی ہی کہ حضرت خضر نبی نہتھے اور اگر تھے بہی تو باجماع امت حضرت موسی حضرت خضر سے افضل ہیں اور حضرت داؤد کا کہیتی کے مقدمہ میں غلطی کہانا اور حضرت سلیمان کا حکم خداوندی کا سمجھنا معروف و مشہور ہے اور قرآن میں مذکور حالانکہ جسوقت یہ قصہ پیش آیا اُسوقت حضرت داؤد پیغمبر وقت تھے اور پیغمبر بہی کیسے کہ اولوالعزم اور حضرت سلیمان جبتک نبی نہوے تہی لوز امام تہے اور باایںہمہ صغیر السن کیونکہ وقت وفات حضرت داؤد حضرت سلیمان کی عمر کل بارہ برس کی تہی جب یہ قصہ پیش آیا جب تو وہ بہی چھوٹی عمر ہوگی پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام حالانکہ نبی وقت اور رسول اولوالعزم تھے ایک مسئلہ میں غلطی کریں اور ایک لڑکا کو عمر بات صحیح کہدے تو اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی اگر ایک اشارہ بے تعلیم نہ سمجھیں ولو بہی آیہ یوصیکم اللہ کا اشارہ جو منجملہ آیات قرآن مجید ہی جسکا فہم کامل بجز تفہیم و تعلیم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ممکن نہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور حضرت صدیق اکبر بلکہ آجکل کے پڑھنے لکھنے والے جو کسیطرح حضرت فاطمہ بلکہ اُنکی خاکپائے اُنکے سگ در کی برابر نہیں ہوسکتی بوجہ تعلیم نبوی سمجھ جاویں تو کچھ حرج نہیں علی ہذا القیاس ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فدک کا فی نہونا معلوم ہو کیونکہ ایسے قصے اکثر مجاہدین اور غازیوں کو معلوم ہوتے ہیں اور باایںہمہ آیہ ما افاء اللہ سے بھی اراضی فی کا غیر مملوک احدی ہونا تامل ہی سے نکلتا ہی چنانچہ ناظران وجوہ مسطورۂ بالا پر جو دربارۂ تحقیق غیر مملوک ہونے اراضی فی لکھے گئی ہیں پوشیدہ نرہیگا اور اسی سمجھنے اور اسی علمی کے باعث بعد وفات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات حضرت صدیق اکبر سے طالب میراث ہوئے کیونکہ جبتک اشارہ وجوہ اراضی فی یوصی اور اشارات مذکورہ پر اور علی ہذا القیاس وجوہ غیر مملوک ہونے اراضی فی پر جو آیہ ما افاء اللہ کے پیش و پیش سے مستنبط ہیں نظر نہو تب تک ظاہر آیہ یوصیکم اسی طرف ہے کہ پیغمبر آخرالزمان صلعم بہی حکم میراث میں شریک امت ہیں **اقول** یہ تو ہم نہیں ہیں [illegible] سمجھنے والوں پر فوقیت ہوتی لیکن [illegible] تیرے کہنے سے کیونکہ پیغمبروں اور نہ سمجھنے والیکو سمجھو [illegible] کیونکہ مقرر کر دیں اپنی طرف سے اور حضرت موسی اور حضرت خضر کا قصہ جو بیان [illegible] اس سے اُسکو کیا نسبت ہے حضرت موسی کو خدا تعالی نے خود پوشیدہ رکھا کشتی کی توڑنے کی اور لڑکے کی قتل کرنیکی وجہ کو اسواسطے حضرت موسی کو اُس وجہ سے جو آگاہ نہیں تھے تو حضرت خضر پر اعتراض کرتے تھے اور حضرت فاطمہ کو تو رسولخدا صلعم نے سب تعلیم کردیا تھا اور ہر ایک امر سے اور تفسیر قرآن سے آگاہ کردیا تھا اور اگر تعلیم نکرتے تو حضرت پر اعتراض جناب باری عز اسمہ ہوتا اسواسطے کہ اُنکو حکم تھا تعلیم کردینے کا پھر حضرت فاطمہ کیونکر غلطی کرتیں اور کیوں نہ سمجھتیں اور حضرت داؤد نے بہی کہیتی کے مقدمہ میں اگر غلطی نہیں کہائی تو اُنپر تہمت کرنا ہی بلکہ اُنہوں نے موافق اُس حکم کے فرمایا تھا جو کہ پہلے سے چلا آتا تھا اور حضرت سلیمان کو خدا تعالی نے دوسری طرح سمجھا دیا تھا اُنہوں نے اُسکے موافق کہا اس صورت میں حکم حضرت سلیمان کا ناسخ ہوگا حضرت داؤد کے حکم کا اسواسطے کہ دونو خدا ہی کے حکم تہے اور غلطی حضرت داؤد سے نہیں ہوئی تہی اور حضرت فاطمہ کو تو سب کچھ رسولخدا صلعم نے تعلیم کردیا تھا اُنکو یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اشارہ بے تعلیم نہیں سمجھیں وہ تو سب سمجھے ہوئی تھیں اور آیہ یوصیکم اللہ کو خوب سمجھی ہوئی تہیں جانتی تہیں کہ حکم اُسکا تمہارا ہی ہوا ہے اسکا حکم عام جانکر اُنہوں نے دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے تفسیر کبیر سے لکھ چکے ہیں اور ابوبکر اور آجکل کے پڑھنے لکھنے والے حضرت فاطمہ کے برابر ہرگز نہیں سمجھ سکتی ہیں اُنکو سرا سر میں تعلیم رسولخدا صلعم کی تہی اور یہ لوگ جو کچھ کہیں گے اپنی رای سے کہیں گے خواہ غلط ہو خواہ صحیح ہو اور جو کوئی حضرت فاطمہ کے قول کا مخالف کہیگا بیشک قول اُسکا غلط ہوگا اور ایسا ہی نہیں ہوسکتا کہ جسوقت رسولخدا صلعم نے اُنکو سب کچھ تعلیم کردیا ہو تو فدک کا فی ہونا اُنکو معلوم نہو فدک تو وہ ہی کہ ابوبکر ہی جسکا دعوی حضرت فاطمہ نے کیا تھا کہ مجھکو یہ میرے باپ نے ہبہ کیا ہے اور یہ مسئلہ اہلسنت اپنی کتابوں میں لکھا ہی بلکہ ہبہ دینا ہی لکھا ہی اور اسیواسطے دعوی ہبہ کا کیا تھا اور جب ابوبکر نے فدک اُنکو نہ دیا تو پھر دعوی میراث کا کیا چنانچہ پہلے اس سے ذکر ہو لیا ہی پھر حضرت فاطمہ کو فدک کا فی ہونا کیونکر نہ معلوم ہوتا اور آیہ ما افاء اللہ ہی سے فدک کا فی ہونا بخوبی معلوم ہوتا ہی اور پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں اور جو وجوہ تم نے اُسکے مملوک نہونیکی لکھی ہیں منہ اُن سب کو باطل کردیا ہی اور حضرت فاطمہ بے علم ہرگز نہیں بلکہ خوب سمجھی ہوئی تھیں اسیواسطے بعد رسولخدا صلعم کے ابوبکر سے دعوی میراث کا کیا تھا اور حضرت فاطمہ اُن وجوہ کو مملوک نہونیکی جو تم نے لکھا ہے

سب کو باطل جانتی تھیں اور حکم آیۂ یوصیکم اللہ کا واسطے رسول خدا صلعم کے اور امت کے سب کے واسطے عام جانتی تھیں بموجب تعلیم رسول خدا صلعم کے اسواسطے دعوی میراث کا ابوبکر سے کیا **قال الشیخ الاشعری** مگر جب صدیق اکبر نے حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سنادی ہو تب اس طلبگاری سے ایک گونہ ندامت اور رنج حاصل ہوا ہو کیونکہ انبیاء اور مرسلین اور صدیقین اور کاملین کو لازم ہے کہ اگر کوئی بے اعتدالی انسے ظہور میں آوے تو بعد اطلاع اسپر ندامت ہو کرے چنانچہ حضرت آدم کا گیہوں کے کھا لینے پر نادم ہونا اور علی ہذا القیاس حضرت نوح علیہ السلام کا دعاء نجات فرزند سے نادم اور پشیمان ہونا اور حضرت موسی علیہ السلام کا قتل قبطی سے شرمندہ ہونا خود قرآن میں موجود ہے اور اس امر کے باعث حضرت صدیق اکبر سے ربط و ضبط میں فرق آگیا ہو اور ملنا جلنا بدستور سابق نرہا ہو۔ یہ کہ باہم بھی کلام و سلام کی نوبت نہ آئی ہو کیونکہ اس طرح کی متارکت تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر وہ بھی ایسے مسلمانوں میں بہرحال ترک کلام جو بعض روایات میں ہے اہل سنت کے نزدیک حضرت فاطمہ کیطرف کچھ حرف نہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کلام نکرنے سے یہ مراد ہو کہ جب حدیث لا نورث سن لی تو پھر فدک کے مقدمہ میں کچھ چون و چرا نہیں کی اور صدیق اکبر کے چھوڑ دینے سے یہ مراد ہے کہ چپکے ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہیں اور بعد حدیث مذکور کے سن لینے کے پھر انکا پیچھا نہیں لیا اور کیونکر ایسا نہ اگر ایسا ہو تو حضرت فاطمہ اور دنیا داروں میں کیا فرق رہا مگر صدیق اکبر بتقاضائے محبت اعتقاد و نیازمندی و انقیاد اس ملنے کو غصہ پر محمول کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے ہوں اور علی ہذا القیاس اور لوگ بھی اسی غصہ ہی سمجھتے ہوں اور اسی لئے صدیق اکبر نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو سفارش کیلئے اندر بھیجا ہو اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے تسکین صدیق اکبر کے لئے اظہار رضا اور خوشی کر دیا ہو **اقول** اے ناصبی دشمن فاطمہ زہرا الٹا حضرت فاطمہ ہی کو تو الزام دیتا ہے کہ وہ دعوی میراث کرکے نادم اور پشیمان ہوئیں اور حال یہ ہے کہ تمام علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے روایت لا نورث کو سنکر ابوبکر پر غصہ ہوئیں اور کلام کرنا انسے چھوڑ دیا اور تو کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں آخر تو نے بھی اس اعتقاد فاسد کی سزا پائی کہ اہل مکہ نے تیرے ارتداد کا فتوی لکھا کسی امر کی جہت سے بھی نادم کیونکر ہوئیں حضرت فاطمہ اگر نادم ہوتیں تو ابوبکر سے عذر کرتیں کہ مجھکو اس روایت لا نورث کی خبر نتھی اسواسطے میں نے دعوی میراث کا کیا تھا وہ تو غصہ ہوئیں ابوبکر پر کیا غصہ کو ندامت کہتے ہیں اور غصہ انکا صاف ابوبکر کے جھوٹ بولنے پر دلالت کرتا ہے اور نادم تو اسوقت ہوتیں کہ جب جانتیں کہ ابوبکر اس روایت میں راست گو ہیں اور انہوں نے ابوبکر کو اس روایت میں دروغگو ہی جانا تھا اور اسی واسطے جسوقت حضرت علی نے اس روایت کو ابوبکر سے سنا تو اسکے رد میں کلام اللہ کی آیتوں سے استدلال کیا اور ابوبکر کو اسکا جواب نہ آیا چنانچہ ہم پہلے اسکو اہل سنت کی کتابوں سے لکھ چکے ہیں اور اگر ابوبکر اس روایت میں سچے ہوتے اور حضرت فاطمہ کو یہ روایت سنکر ندامت ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس عمر کی خلافت میں عمر سے دعوی کا ہے کو کرتے اور ابوبکر اور عمر کو کاذب اور آثم اور غادر اور خائن کا ہیکو سمجھتے جو بات لکھتا ہے احتمالی لکھتا ہے کہ رنج حاصل ہوا ہو اور فلانی بات یوں ہوئی ہو ارے کوئی بھی دلیل واقعی تیری بات پر ہے کہ جسکو علماء نے لکھا ہو ورنہ وہ قابل جواب کے ہو تیری کتب صحاح میں تو لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ملنا جلنا اس سے بالکل ترک کیا اگر اسنے کچھ ہجرت ہی اختیار کی اور تو برخلاف اپنی کتب کے کہتا ہے کہ نادم ہو کر بیٹھ رہیں اور اگر انبیاء اور صدیقین وغیرہم کوئی بے اعتدالی کریں اور بعد اطلاع نادم ہوں تو یہ کیا لازم ہے اسکو کہ حضرت فاطمہ بھی نادم ہوئی ہوں بے اعتدالی کی جہت سے حضرت فاطمہ نے تو موجب حکم خدا کے میراث کو طلب کیا تھا اور ایک شخص نے مخالف حکم خدا کے ایک بات بیان کی تو انمیں ندامت کی کون وجہ ہے۔ انتہائی کار یہ ہے کہ یوں سمجھی ہونگی کہ یوں بھی ہوگا لیکن میں نے رسول خدا صلعم سے ایسا نہیں سنا ہے اور نادم ہونیکی کیا وجہ ہے خدا کے حکم کے موافق جو حضرت فاطمہ نے اپنا حق طلب کیا تو تیرے نزدیک بے اعتدالی ٹھیری اور جو شخص کہ خلاف حکم خدا کے بیان کرے وہ تیرے نزدیک صحیح اور درست ہے اور ابوبکر سے جو ربط اور ضبط میں فرق آیا وہ ناراضمندی کی جہت سے تھا چنانچہ تیری کتب صحاح میں لکھا ہے کہ سنتے ہی غضبناک ہوگئیں اور جسوقت آدمی نادم ہوتا ہے تو بسبب شرمندگی کے سر اسکا نیچے ہو جاتا ہے اور پھر چپ بھی نہیں آتا ہے چہ جائیکہ غضبناک ہونا اور تین دن سے زیادہ متارکہ اسوقت حرام ہوگی کہ جسوقت جانبین سچے اپنے ایمان پر قائم ہوں اور جسوقت کہ ایک شخص صریح بے ایمانی کا کام کرے اور ظلم کر کے گلے پر چھری پھیرے تو اسکی متارکہ حرام نہیں ہے اور ترک کلام میں حضرت فاطمہ کیطرف حرف کیا ہو انکا ترک کلام اپنے موقع پر تھا کہ انکے نزدیک ابوبکر قابل کلام کرنے ہی کے نرہے تھے جسوقت کہ انہوں نے ظلم کیا اور حق بجانب فاطمہ تھا اور یہ کہنا کہ روایت لا نورث سنکر حضرت فاطمہ نے فدک کے مقدمہ میں کلام نکیا یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ جب مہاجرت ہی اختیار کی تو پھر بالکل ہی کلام نکیا کیا فدک اور کیا غیر فدک کے کلام نکرنے میں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور یہی تنقیح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ لفظ فہجرت ابابکر ولم تزل مہاجرتہ حتی توفیت رد کرتا ہے اس امر کو جو ترمذی نے اپنے شیخ علی بن عیسی سے حکایت کی ہے کہ خاص میراث میں کلام نکیا اور جبکہ حضرت فاطمہ سنتی ہی روایت لا نورث کو غضبناک ہوگئیں تو میراث کے مقدمہ میں کلام نکرنیکی کیا خصوصیت ہے بلکہ مطلق کلام کرنا ناراض ہو کر ترک کیا اور اگر اپنے گھر میں چپکی بیٹھ رہیں تو ابوبکر کو راست گو جانکر نہیں بیٹھیں بلکہ صبر کرکے بیٹھ رہیں ابوبکر سے ناراض ہو کر جیسا کہ النسوان شرفا کا دستور ہے اور تیرے نزدیک تو بہتر یہ تھا کہ فاطمہ ابوبکر سے دو بدو گفتگو کرتیں اور ہمیشہ نزاع رکھتیں یہ شعار حضرت فاطمہ کا نتھا یہ کام تو حضرت عائشہ کا تھا کہ اپنے گھر کو چھوڑ کر خلاف حکم خدا کے حضرت علی سے لڑنے بصرہ کو چلی گئیں اور خچر پر سوار ہو کر گھر سے باہر نکلیں اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر تیر برسائے اور ابوبکر کو اعتقاد و محبت حضرت فاطمہ سے کچھ نتھی اگر ایسا ہوتا تو اگرچہ ابوبکر کے نزدیک فدک حق فقراء کا تھا لیکن سب مسلمانوں سے بحل کروا کے حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیتے انکو اختیار تھا جیسا کہ رسول خدا صلعم نے حضرت زینب دختر خدیجہ کا ہار

قلادہ جو کہ انہوں نے اپنے شوہر کے فدیہ میں دیا تھا سب مسلمانوں سے بحل کروا کے انکو واپس کر دیا لیکن ابوبکر کو تو فاطمہ زہرا کا آزردہ کرنا منظور تھا وہ کیوں دیتے اور عثمان نے تو کسی سے پوچھا بھی نہیں تھا بدون بحل کرائے ہی مروان کو فدک دیدیا اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں فدک کے مذکور کی ایک وردہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے علی بن علی الفارقی الشافعی مدرس عربی مدرسہ بغداد سے پوچھا کہ کیا فاطمہ زہرا سچی نہ تھیں کہا ہاں سچی تھیں میں نے کہا پھر ابوبکر نے فدک انکو کیوں نہ دیا جسوقت کہ وہ انکے نزدیک سچی تھیں یہ سنکر تبسم کیا اور ایک کلام لطیف جواب میں فرمایا باوجودیکہ عادت انکی خوش طبعی کی نتھی کہا کہ اگر آج ابوبکر فدک فاطمہ کو دیدیتے تو کل کو فاطمہ ابوبکر کے پاس جاکر اپنے شوہر کے واسطے دعویٰ خلافت کا کرتی اور ابوبکر کو خلافت سے دور کرتی اور پھر کچھ عذر ابوبکر کو خلافت کے چھوڑنے میں نہوتا اور ابوبکر کے نزدیک فاطمہ کے دعوی کے راست ہونے میں کچھ شبہ نتھا اور یہ ملنا حضرت فاطمہ کا ابوبکر محمول غصہ پر نہیں ہے بلکہ حقیقت میں غصہ ہوگئی تھیں الحٰ ابوبکر سے ناراض ہوکر جیسے کہ روایات صحیحہ میں وارد ہے اور سب دنیا ایسا ہی جانتی ہے اور ابوبکر کا دروازہ فاطمہ پر حاضر ہونا اور علی مرتضیٰ کو واسطے سفارش کے اندر بھیجنا اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے راضی ہوجانا سب غلط ہے اور یہ روایت شعبی اور اوزاعی کی ہے اور باطل کرتی ہے اسکو روایت اصح الکتب بخاری کی ایک جگہ تو صحیح بخاری میں ہے کہ فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشھر اور دوسری جگہ صحیح بخاری میں غزوۂ خیبر کے ذکر میں یہ روایت ہے فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی ستۃ اشھر اور حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ غضب و غصہ میں ہوئی فاطمہ دختر رسول خدا صلعم اور ترک کر دیا ابوبکر کو کہ ملنا اُس سے چھوڑ دیا پس ہمیشہ ابوبکر سے مفارقت کئی اور کبھی نہ ملی اور نہ کبھی ابوبکر سے کلام کیا یہانتک کہ وفات پائی اور زندہ رہی بعد رسول خدا صلعم کے چھ مہینے دیکھو ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر سے کبھی نہ ملیں اور نہ کبھی کلام کیا تا غصہ کے راضی ہونا تو کہاں سو صحیح بخاری کی روایت کے مخالف جو روایت ہوگی وہ باطل ہوگی اسواسطے وہ روایت شعبی و اوزاعی کی بھی باطل ہے جسمیں حضرت فاطمہ کا راضی ہونا لکھا ہے ورنہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ نکہو بلکہ اضلط الکتب بعد کتب الضلال کہو اور ابوبکر جوہری نے تو اسطرح لکھا ہے کتاب سقیفہ میں کہ حضرت فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تجھ سے ملنا کبھی نہ چھوڑونگا فاطمہ نے کہا کہ میں تیرے حق میں بد دعا کرونگی ابوبکر نے کہا کہ میں تیرے واسطے اچھی دعا کرونگا جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس شب کو دفن کی گئیں اور ابن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ایک بڑی روایت اس مقدمہ میں لکھی ہے مختصر یہ ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہمنے اُسکو غضبناک کیا ہے جب دونو گئے اور اذن چاہا تو حضرت فاطمہ نے اپنے پاس آنیکا اذن نہ دیا حضرت علی سے کہا تو وہ انکو اندر لیگئے اور حضرت فاطمہ کے پاس جاکر بیٹھے تو فاطمہ نے انکی طرف سے اپنا منہ پھیر کر دیوار کیطرف کر لیا اور جب سلام کیا اُن دونو نے تو حضرت فاطمہ نے جواب سلام کا نہ دیا اور ابوبکر نے گفتگو کی اور کہا کہ تم مجھے عائشہ سے زیادہ عزیز ہو اور روایت نورث بیان کی کہ میں نے رسول خدا سے ایسا سنا تھا حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ خوشنودی فاطمہ کی میری خوشنودی سے ہے اور ناراضمندی فاطمہ کی میری ناراضمندی سے ہے اور جو کوئی دوست رکھے فاطمہ کو اُس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے اسکو راضی رکھا اُس نے مجھکو راضی رکھا اور جس نے اُس کو ناراض کیا اُس نے مجھکو ناراض کیا دونو نے باتفاق کہا کہ ہاں حضرت نے ایسا ہی فرمایا تھا اُسوقت حضرت فاطمہ نے کہا کہ گواہ کرتی ہوں میں خدا کو اور اسکے فرشتوں کو کہ تحقیق تم دونو نے مجھے ناراض کیا اور راضی نکیا اور جسوقت ملاقات کرونگی رسول خدا صلعم سے تو تم دونو کی شکایت کرونگی اور ابوبکر روتے ہوئے اٹھے حضرت فاطمہ راضی نہوئیں اور یہ شیخ رضامندی بیان کرتا ہے اور یہ روایت موافق ہے روایت بخاری اور مسلم کے اور روایت شعبی اور اوزاعی کی جو رضامندی فاطمہ کی بیان کرتی ہے اسواسطے اسکا اعتبار نہوگا **قال الشیخ الاشعری** باقی کسیکے دلمیں خلجان ہے کہ روایات میں تصریح مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا صدیق اکبر سے غصہ ہوگئیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو روایات صحیحہ مثل روایات مسلم و بخاری میں فوجدت فاطمہ واقع ہے اور وجدت جیسا بمعنی غضبت ہے جو غصہ پر دلالت کرے ویسا ہی بمعنی حزنت بھی ہے جو حزن و غم پر دلالت کرے چنانچہ قاموس وغیرہ کتب لغت سے پایا جاتا ہے جسے تامل ہو دیکھ لے پھر کونسی ضرورت ہے کہ وجدت بمعنی غضبت ہی لیجئے اور خواہی نخواہی حضرت فاطمہ کا غصہ اثبات کیجئے اور اگر کوئی یوں تحریر کرے کہ ہم نے مانا کہ وجد دونو معنی میں مستعمل ہوتا ہے لیکن بعد اگر کلمہ علی ہوتا ہے تو غصہ کے معنے میں مستعمل ہوتا ہے اگر اسکے صلہ میں حرف با واقع ہو تو پھر معنی حزن کی گنجایش ہے مگر اس مقام میں بعد وجدت صحیح مسلم میں فقط علی ابی بکر ہی واقع ہے اس علت سے وجدت بمعنی غضبت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عندیہ کے موافق دوسرے کے کلام کے معنے سمجھتا ہے اسیواسطے روایت بالمعنی اول تو ہر کسی کے مقبول نہیں تو ہم پایہ روایت باللفظ نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ حقیقت الامر کچھ اور ہو اور راوی کچھ اور سمجھگیا ہو آخر حضرت موسیٰ کو حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ یہی معاملہ پیش آیا اور اپنی معاملات کو اگر تامل کیجئے تو اکثر ایسے قصے پیش آتے ہیں ممکن ہے کہ کہنے والے نے فقط وجدت فاطمہ کہا ہو اور سننے والے نے بایں خیال کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کشیدگی کو جو درحقیقت بوجہ ندامت تھی بوجہ غضب سمجھ کر باتحاد وجدت کو معنی غضبت محمول کرکے روایت کیوقت روایت بالمعنی کی ہو اور اپنی سمجھ کے موافق فقط علی ابی بکر ہی زیادہ کردیا ہو **اقول** بیشک روایات میں اہل سنت کے یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر پر غصہ ہوئی اور سب علما اہل سنت بھی یہی کہتے ہیں اور یہ قصہ بمنزلہ درایت کے ہے گو روایت میں آیا ہے اور سیکڑوں کتابیں اس مقدمہ میں تصنیف ہوگئیں اور حضرت فاطمہ کے غصہ ہونیکا انکار کسی نے نہیں کیا لیکن جواب اپنی اپنی رائے کے موافق دیتے ہیں اور کوئی بکر انکار کریں کہ روایت صحیحہ میں آیا ہے اور وجدت کو معنی حزنت بھی ہے لیکن اس جگہ بمعنی غضبت ہی ہے اور علی کے کلمہ

کے عمل واقع ہونے سے اور بھی توضیح ہوگئی اور سوا اسکے یہ ہے کہ صحیح بخاری میں غضبت ہی آیا ہے جیسے کہ دوسری جگہہ وجدت آیا ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں فغضبت فاطمة
بنت رسول الله فهجرت ابابكر الخ اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واما سبب غضبها مع احتجاج ابی بکر بالحدیث الخ اور دوسری جگہہ فتح الباری شرح صحیح بخاری
میں لکھا ہے وکانها لما غضبت من رد ابی بکر علیها ما سالته من المیراث رای علی ان یوافقها فی الانقطاع عنه الخ سو وجدت پر منحصر نہیں ہے حدیث میں غضبت ہی آیا ہے اور
وجدت سے مراد علماء نے غضبت لی ہے یہ حزنت اور وجدت علی ابی بکر میں جو اسنے تاویل مہمل کی ہے اور راوی کو روایت کے الزام دیا ہے کہ اُس نے اُسمیں کچھہ بڑہا دیا ہے اور روایت بالمعنی کی ہے تو
ایسے اہل سنت کے مذہب کو اسنے خاک میں ملا دیا اسواسطے کہ اجماع اہل سنت کا بخاری اور مسلم کی صحت پر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجی ہے
وہ اہل سنت ہیں اسواسطے کہ انکے مذہب میں صحیحین ہیں کہ ایسے کسی مذہب میں نہیں ہیں اور مدار انکے مذہب کا اُن دونوں کتابوں پر ہے اور یہ خود بھی پہلے اس سے لکھ چکا ہے کہ حدیثیں
اُنمیں صحیح صحیح چہان چہان کر بیشک کر کے درج کی گئی ہیں اور اسیواسطے نام انکا صحاح رکھا ہے اور یہاں لکھتا ہے کہ راوی نے سنا تو کچھہ اور سمجھا کچھہ اور اور روایت بالمعنی کی جہت سے مطلوب کی غیر
سمجھہ کر اپنی طرف سے کچھہ بڑہا دیا ہے جب یہہ احتمال اس روایت میں ہے تو سب روایتوں میں ایسے احتمال جاری ہو سکتے ہیں اور جب یہ حال ہے انکی روایتوں کا تو انکا اعتبار ہی نرہا اور مدار اہل سنت
کے مذہب کا جو انپر تہا وہ بھی باطل ہوا اسواسطے کہ ظاہر معنی کا تو انکی اعتبار نہیں ہے موافق اعتقاد اس شیخ نجدی کے اصل میں وہ کچھہ اور ہونگی اور راوی نے خلاف اصل کے سمجھہ کر کچھہ اور لکھدیا اور جب
یہہ ممکن ہے اس روایت میں کہ راوی نے کچھہ اور سمجھہ کر علے ابی بکر اسمیں زیادہ کر دیا ہے تو یہہ بھی احتمال ہے کہ راوی نے اپنے مذہب کی محافظت کی واسطے لعنت کے جگہہ وجدت لکھدیا ہے اسواسطے کہ اصل
میں یوں تہا فلعنت فاطمة علے ابی بکر اور ہمارا احتمال قوی و صحیح ہے اہل سنت کے احتمال سے اسواسطے کہ ہم انکے مخالف جو ہیں تو اپنے مذہب کے موافق احتمال نکال سکتے ہیں اور اہل سنت نے جب اسکو صحیح تسلیم
کر لیا کہ یہ روایت صحیح ہے تو پہر وہ اسمیں کوئی احتمال نہیں نکال سکتے ہیں اور روایتیں بخاری اور مسلم کی بالمعنی ہرگز نہیں بلکہ باللفظ ہیں جن الفاظ کہ سنے وہی بیان کر دیئے اور اگر روایتیں انکی بالمعنی
ہوتیں اور احتمال کمی اور زیادتی کا انمیں ہوتا تو صحاح انکو نکہتے بلکہ مثل توریت و انجیل کے محرف ہوتے جیسے کہ اس شیخ نے انکو محرف ٹہیرا دیا ہے اور حضرت موسی کو حضرت خضر سے یہ معاملہ پیش
نہیں آیا ہے کہ حضرت موسی تو حضرت خضر کی رمز کو سر سے سمجھے ہی نتھے اور ندامت کا جواب پہلے اس سے ہم دیچکے **قال الشیخ الاشعری** بہرحال جبتک احتمالات صحیحہ پیدا ہو سکیں
تب تک اہل عقل کو لازم ہے کہ اہل کمال کیطرف بدگمان نہوا کریں جناب باری تعالی نے جو قصہ حضرت موسی و حضرت خضر علیہ السلام کا سورہ کہف میں بیان کیا ہے جس میں حضرت خضر کا
اُن ملاحوں کی کشتی کا توڑنا جنہوں نے انکے ساتھ احسان کیا تہا اور بے لئی دیئے انکو پار اُتار دیا تہا اور بے گناہ صغیر السن لڑکے کا قتل کر دینا اور حضرت موسی علیہ السلام کا ان دونوں باتوں پر
اعتراض کرنا مذکور ہے اُسکے بیان کرنے میں ایک یہ بہی حکمت ہے کہ مردمان کوتہ بین کو اگر بزرگان دین کو امر خلاف عقل یا نقل نظر آئے تو اپنی نظر کا قصور سمجہیں اور انکی نسبت گمان بد نکریں
علے ہذا القیاس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ظنوا المؤمنین خیرا فرمایا ہے تو اُس سے بہی غرض یہی ہے کہ اگر تمہاری نظر میں کسی مومن کامل کا کوئی کام خلاف شرع نظر آئے تو گو ظاہر میں
روک ٹوک کرو تا کہ اگر واقع میں برا ہو تو اُسکا انسداد ہو جائے پر دل سے بد گمان نہو اپنی طرف سے نیک ہی گمان کرتے رہو نہ یہہ کہ اچھی کاموں کو اچھا سمجہو کیونکہ اچھی کاموں کو ہر کوئی خود بخود اچھا سمجہتا
ہے حکم کی کیا حاجت تہی اس تقریر سے اگر کسی کے جی میں یہ روک بہی ہو گا کہ ان احتمالات سے کیا کام چلتا ہے ظاہر میں جو کچھہ سمجہہ میں آوے ہم تو جانیں وہی بات ٹہیک ہوگی تو انشاء اللہ
مرتفع ہو جائیگا **اقول** جو کچھہ تونے احتمالات لکھی ہیں وہ احتمالات نہیں ہیں بلکہ تونے تو بے اعتباری روایات صحیحین کے بیان کی ہے کہ راوی نے سنا تو کچھہ اور سمجہا اس سے کچھہ اور تو اس سے
معلوم ہوا کہ روایتیں صحیحین کی غیر معتبر ہیں اور مدار اہل سنت کے مذہب کا جو اُن دونوں کتابوں پر تہا وہ بہی باطل ہوا اور بدگمانی تو اُسوقت نہوا کرے جسوقت کہ کوئی خبر اہل کمال کی
ایسی سنی کہ جو احتمال بدی کا اور نیکی کا دونوں کا رکہتی ہو اور جسوقت بدی اُنکی ثابت ہو جائے اسطرح سے کہ اُس سے یقین حاصل ہو جائے تو گمان بد کیونکر نہو گا بہت ہو گا تو یہہ ہو گا کہ سکوت کریگا
کچھہ کہیگا نہیں لیکن دل میں البتہ بدگمان رہیگا اور جسوقت کہ یہہ مقدمہ اخبار صحاح سے ثابت ہو گیا تو یہ ایسا ہی جیسا کہ اپنی آنکہہ سے دیکھا ہو اور یقین کامل ہو گیا ہو اس صورت میں اسکے خلاف کا گمان
کب ہو سکتا ہے یہ تو ایسا ہی جیسا کہ ایک ڈوم کے تیر لگا تہا اُس نے کہا کہ خدا کرے میرے تو تیر نہ لگا ہو اور حضرت موسی کے قصہ کو جو بار بار لاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو الزام دیتا ہے اسمیں بات کہاں
ہے اور ابوبکر کے افعال کا قیاس انپر نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ایک شخص جائز الخطا تہے جو کچھہ ان سے صادر ہوگا اُسکے ظاہر ہی پر عمل ہوگا اور انبیاء کے قصہ میں مصلحت ہی الہی ہے اور وہ معصوم ہیں اُنکا
قیاس انپر کیونکر ہوگا اور پہلے ابوبکر کا اہل کمال میں سے ہونا ثابت کرو تب ایسی بات اُنکے مقدمہ میں کہو اور کمال تو علم سے ہوتا ہے یا شجاعت سے سو دونوں کا حال معلوم ہے عیاں راچہ
بیان اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کسیکو قتل کرتے ہوئے دیکھیں تو اُسکو قاتل نکہیں اور اپنی نظر ہی کا قصور سمجہیں بیشک جیسا ہو گا ویسا ہی کہا جائیگا اور دن کو رات نہیں کہہ سکتے اور اسکے بزرگ
دشمنان اہل بیت جو تہے کسی نے تو اولاد رسول کا حق چہینا اور کسی نے گہر کا اُنکی جلانا چاہا اور کسی نے ذبح کیا اور کسی نے زہر دلوایا اور کسی نے ہتک حرمت و آبروریزی کی اور کسی نے ایذا پہنچائی اور یہ سب
کتابوں میں لکہا ہے اور مٹ سکتا نہیں جف القلم بما ہو کائن تو بجز اسکے کہ اُنکے افعال کو محمول نیکی پر کریں اور کہیں کہ انکا غصب کرنا اور قتل کرنا اولاد رسول کا اور انکو آزار پہنچانا سب خیر
تہی اور انکی افعال کا خیر ہی ظن کرنا چاہئے تو اور کیا کہیں کہ مذہب ہی باطل ہوتا ہے کہ جنکی ایسے بزرگ ہیں تو مذہب انکا صحیح کیونکر ہوگا اور یہی تو یہہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے انکو

آزار پہنچائے ہیں خلاف حکم خدا اور رسول کے انکو اچھا کہیں مودۃ القربی میں سید علی ہمدانی نے لکھا ہے اور ایک روایت بیان کی ہے اُسمیں یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا من رضیت عنہ
ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یا سلمان ویل لمن یظلم ما یظلم بعلہا علیا وویل
لمن یظلم ذریتہا وشیعتہا حاصل یہ ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس سے میری بیٹی فاطمہ راضی ہوا اُس سے میں راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوا اُس سے خدا راضی ہے اور جس پر غضب میں ہو میری
بیٹی فاطمہ میں اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جس پر میں غضب میں ہوں خدا اُس پر غضب میں ہوتا ہے اور فتح الباری شرح بخاری کی اُس حدیث کے ذیل میں کہ جسکے ایذا دینے سے رسول خدا کو ایذا ہوتی ہے
لکھا ہے کہ جس نے حضرت فاطمہ کو ایذا دی اُس نے بیشک رسول خدا کو ایذا دی شہادت سے اُس خبر کے اور خدا تعالی فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا اب غور کرو
ہم کیونکر نیک گمان کریں کہ جنہوں نے فاطمہ پر اور اُسکی اولاد پر ظلم کیا ہے اور حضرت فاطمہ کو غضب میں لائے ہیں اور ظنوا المؤمنین خیرا جو حضرت نے فرمایا ہے تو اول تو یہہ کہ مومنین کے لئے فرمایا ہے پہلے
اُن لوگوں کا ایمان صحیح ثابت کرو تب اُنکی مقدمہ میں ایسا کچھہ کہو اور دوسرے یہہ کہ جس چیز کا یقین ہوا اُسکا ظن کیسے کرینگے اور خدا تعالی تو فرماتا ہے کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا
اور فرماتا ہے کہ فاجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور امام غزالی اور ملا علی قاری وغیرہ بھی روایت ظنوا المؤمنین خیرا کی یزید کے حق میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مومن تھا
اُسکو برا مت کہو کہ ظنوا المؤمنین خیرا حضرت نے فرمایا ہے سو یہہ تو اہل سنت ہی کو مبارک ہو کہ اولاد رسول خدا کے ایذا پہنچانیکو اور قتل کرنیکو اور خانہ بربادی کرنیکو خیر گمان کریں اور ہم تو اُسکو
مومن ہی نہیں جانتے ہیں مومن جانیں تو نیک گمان کریں اور معلوم نہیں اُس نے پہلے سے اس مقدمہ میں اسقدر گفتگو کیوں کی ہے ایک ہی جواب کافی تھا کہ ظنوا المؤمنین خیرا **قال**
الشیخ الاشعری . بہرحال گو یہ احتمال ہی نظر آتے ہیں مگر عقل سلیم ہو تو پایہ تحقیق سے کم نہیں کیونکہ مناسب حال حضرت فاطمہ اور حضرت صدیق اکبر بھی ہے معہذا منصب دعوی منکران
صدیق اکبر کیطرف ہے اور ظاہر ہے کہ دلیل مدعی جبھی مفید مطلب ہوتی ہے کہ کوئی احتمال خلاف مطلوب مدعی علیہ کے فقط ایک لا نسلم میں شیخ چلی کا گھر بنا بنایا ڈھہ جائیگا سو اگر دشمنان
صدیق اکبر کو یہہ منظور ہو کہ بلفظ وجدت اور قصہ مندرجہ روایات سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا غصہ ہونا ثابت کریں تو اول ان احتمالات کو باطل کریں جب اس طریق سے اپنی
عاقبت خراب کرنیکا ارادہ کریں اور ہمنے مانا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اسمقدمہ میں حضرت صدیق اکبر سے آزردہ خاطر ہوئیں لیکن اس سے حضرت صدیق اکبر کا قصوروار ہونا
کہاں سے ثابت ہوا تھا نہایت سے نہایت ثابت ہو تو یہہ ہو کہ حضرت فاطمہ زہرا بوجہ غلطی صدیق اکبر کو قصوروار سمجھہ کر اُنپر غضبناک ہوئی ہوں سو ایسا بسا اوقات انبیاء اور مرسلین کو بھی باہم
پیش آتا ہے حالانکہ بالیقین وہ معصوم ہیں چہ جائیکہ صدیق حضرت ہارون علیہ السلام کا بچھڑے کے پوجنے کے مقدمہ میں بے قصور ہونا کلام اللہ سے ثابت ہے اور پھر باینہمہ حضرت موسی کا اُنپر غصہ ہونا
یہانتک کہ حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر کے بال کھینچنے تک کی نوبت آئی خود کلام اللہ ہی میں موجود سو جیسا حضرت ہارون تو یوں بے قصور تھے ہی اور حضرت موسی یوں کچھہ کہہ سکتے
تھے کہ وہ اپنی عندیہ میں بیجا غصہ نہیں ہوئے تھے بلکہ باین نظر کہ اُنکا بڑی بھائی پر غصہ ہونیکا کوئی منصب نتھا اگر خدا واسطے کی بات نہوتی تو حضرت ہارون اُنکا خون ہی کر دیتے تو دم
نمارتے چہ جائیکہ کہ یوں دست وگریبان ہونیکی نوبت آتی پر مسلمان کو یقین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس غیظ وغضب میں اجر عظیم ملی الا زم یوں ہے کہ اسیطرح حضرت
فاطمہ سیدۃ النساء اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باہم رنجش اور چپقلش کو سمجھئے اور دونوں کو اسمقدمہ میں بے قصور اور ماجور سمجھئے اور ہمنے اسیدن کے لئے اسکی تحقیق آیت محمد رسول اللہ کے
ذیل میں بخوبی کی ہے اگر کسیکو زیادہ تر تسکین مد نظر ہو تو پلٹ کر دیکھہ لے **اقول** جو کچھہ تو نے لکھا ہے احتمال نہیں تو اور کیا ہے اور ابتدا سے یہ احتمالات ہی لکھتا چلا آتا ہے اور جواب میں
ہمارے کوئی امر محقق اسکے ہاتھہ نہیں لگا ہے اور ہم جو لکھتے ہیں امر محقق واقعی لکھتے ہیں اسکی کتابوں سے اور یہ احتمالی بات لکھتا ہے پہلا احتمال سے ہی کہیں کام چلتا ہے اور احتمال کو پایہ تحقیق میں
تو تجہہ جیسے کسی دیوانہ اور خبطی کے عقل جانیگی عقل سلیم کا ہیکو جانیگے امر محقق اپنی مرتبہ پر ہے اور احتمال اپنی جگہہ پر ہے اور حضرت فاطمہ اور ابو بکر کا حال جو کچھہ روایات صحیحہ سے ثابت
اور احتمال کو وہاں کچھہ دخل نہیں کہ مضمون روایات کا صاف صاف ہے اور جو احتمالات کہ تو صحیحین کی روایتوں میں نکالتا ہے ہمارا اُس میں کیا نقصان ہم اپنا مطلب دوسری طرح سے
ثابت کرینگے لیکن تیرا مذہب باطل ہے اسواسطے کہ باجماع علماء اہل سنت مدار صحت مذہب اہل سنت صحیحین کی صحت پر ہے اور جسوقت کہ صحیحین کی روایتوں میں تو نے احتمال زیادتی اور
کمی الفاظ کا پیدا کیا اور راوی نے سنا تو کچھہ اور سمجھا اُس روایت کو اور طرح سے کہ جس طرح وہ روایت چلی آتی تھی اُسکی غیر سمجھہ کر لکھدی تو اور روایتوں کا کہاں اعتبار رہا اور وہ روایتیں صحیح
کیونکر ہوئیں اور جب وہ روایتیں صحیح نکلیں کہ جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا تھا تو مذہب ہی اہل سنت کا باطل ہوا اور یہہ جو لکھتا ہے کہ ہمکو لا نسلم کہنا کافی ہے سو ہمتو روایتیں صحیحین کی پیش
کرتے ہیں اور صحیحین کی روایتوں کو علی الخصوص صحیح بخاری کی روایت کو اہل سنت نہایت صحیح و یقینی مثل کلمہ لا الہ الا اللہ کے یقینی جانتے ہیں تو اُن روایتوں کو تسلیم نکر اور اہل سنت
کے زمرہ سے خارج ہو جا اور اگر تو لا الہ الا اللہ کے جواب میں بھی لا نسلم کہے تو تیری زبان کس نے پکڑی ہے اور ابو بکر سے ہمکو دشمنی کس بات کی ہے تو جو ہمکو دشمن اُنکا لکھتا ہے کیا کوئی جائداد ہماری
بھی اُنہوں نے غصب کی ہے جیسے کہ حضرت فاطمہ کی جائداد غصب کی ہے تو جانتا ہے کہ اگر ہمکو اُنسے دشمنی بھی ہے تو اسی جہت سے ہے کہ اُنہوں نے حق فاطمہ علیہا السلام غصب کیا ہے اور جس جہت
سے ہم کہتے ہیں وہ تو بھی جانتا ہے لیکن تو اُسمیں حیلہ کرتا ہے اور احتمالات پیدا کرتا ہے اور تیری احتمالات کو باطل کر کے کبھی کے ہم اپنی عاقبت کو پاک کر چکے اور غصہ ہونا حضرت فاطمہ کا ر[illegible]

صحیحہ سے ثابت ہی کہ جسکا انکار اہل سنت ہرگز نہیں کر سکتے ہیں اور بیشک حضرت فاطمہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں یہانتک کہ جبتک زندہ رہیں ابوبکر سے کلام نکیا اور قصوروار تھو
ابوبکر کا سواسطے ثابت ہوا کہ ابوبکر نے جہوٹی روایت بنا کر حضرت فاطمہ کو دعوی سے ہٹا دیا اور اسیواسطے وہ ابوبکر سے آزردہ خاطر ہوئیں اور کوئی وجہ آزردگی کی نتہی اور تو بہی اسکو خوب جانتا ہی
اور ہم سے ابوبکر کا قصور ثابت کروا تا ہی اور حضرت فاطمہ سے اسمقدمہ میں غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہی وہ ہرایک حکم سے خوب واقف تہیں کہ جناب رسولخدا صلعم نے انکو ہرایک حکم سے آگاہ کر دیا
تہا اور حضرت کے ذمہ انکا آگاہ کر دینا واجب تھا اور اہل سنت ہی کی کتابوں میں لکھا ہی اہل بیت علیہم السلام کے مقدمہ میں کہ جناب رسولخدا صلعم لوگوں کو فرماتے تہے کہ تم انکو تعلیم مت کرو یہ تم سے
زیادہ عالم ہیں اور انبیاء اور مرسلین جسوقت معصوم ہوئے تو ان سے ہرگز غلطی نہیں ہوتی تو ان مقربان درگاہ خدا پر تہمت کرتا ہی اور حضرت موسی کی غلطی کا کئی مرتبہ ذکر کر چکا ہی اور حضرت موسی سے
غلطی ہرگز نہیں ہوئی ہی اور نہ انہوں نے حضرت ہارون کو اسمیں قصوروار سمجہا ہی اور انکی ڈاڑہی اور سر کے بال پکڑ کر جو اپنی طرف کو کہینچا تہا تو قصوروار سمجہ کر انکو نہیں کہینچا تہا بلکہ لوگونکی
دکہانیکو کہینچا تہا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تہی تا کہ وہ لوگ جانیں کہ یہہ گناہ گوسالہ پرستی کا بہت بڑا سخت گناہ ہی کہ موسی نے غصہ ہو کر اپنے بڑے بہائی بیگناہ کو اسطرح سے کہینچا اور اسکو
دیکہکر وہ لوگ متنبہ ہوں اور اُس فعل سے توبہ کریں اور آیندہ کو ایسی حرکت نکریں اور حضرت ہارون بہی اس بات کو سمجہی ہوئی تہی یہ جنگ زرگری دونوں بہائیوں کا تہا واسطے ہدایت
قوم کے اور حضرت فاطمہ اور ابوبکر کی رنجش اسطرح کی نہیں ہے کہ اسپر قیاس کیا جائے حضرت موسی کا غصہ تو دکہانیکا تہا تہوڑی دیر کا سو بہی ظاہر کا نہ دل سے اور حضرت فاطمہ کا غصہ ایسا
نتہا بلکہ وہ ظاہر اور باطن دونوں میں یکساں تھا اگر ایسا ہوتا تو تہوڑی دیر میں زائل ہو جاتا لیکن وہ تو آخر دم تک رہا اور مرتے دم تک ابوبکر سے مہاجرت رکہی جیسے کہ صحیح بخاری میں
ہے اور جو کچہ کہ آیت محمد رسول اللہ کے ذیل میں بیان کیا تہا وہ سب باطل ہو گیا اور بنا بنایا شیخ چلی کا سا وہ گہر ڈہہ گیا اسکا حوالہ دینے سے کیا فائدہ **قال الشیخ الاشعری** اور اس سے
بہی درگزر کیجیے ہم کہتے ہیں شیعہ ہی سچ فرماتے ہیں صدیق اکبر قصوروار ہی تہی لیکن جب انہوں نے توبہ کر لی تو پہر کیا گناہ باقی رہ گیا جو شیعوں کی زبان نہیں تہمتی شہور ہی التائب
من الذنب کمن لا ذنب له ہاں توبہ کرنیکا ثبوت اگر مد نظر ہو تو یہ بات معقول لیکن ہم سند بہی ایسی کہتے ہیں جیسے شیعہ سلمنا سلمنا کہتے کہتے تہک جائیں اور برسر چشم رکہتے رکہتے مر جائیں شیخ
ابن مطہر حلی منہج الکرامت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں لما اعطیت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لها کتابا و رد علیها یعنی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر کو فدک کے
مقدمہ میں وعظ و پند کیا تو انہوں نے فدک کو انکے نام لکہکر فدک کو انکے حوالہ کر دیا یہ روایت ہر چند چند بار گزر چکی ہی لیکن بحکم نقل مشہور هو المسك ما کررته یتضوع یعنی مشک کو جتنا زیادہ
گہسو اتنی ہی بار انکا زیادہ ہی زیادہ خوشبو دیگا بار بار اس روایت کی نقل کرنیکو جی چاہتا ہی یہ بہی ایک حضرت فاطمہ زہرا سیدة النساء رض کی کرامت ہے کہ حق نے تہمت ناحق سے شیعوں ہی کے
موںہہ سے انکو بری کر دیا اور صدیق اکبر کی نیک نیتی کو ماننا چاہیئے کہ کیسے طوفان سے انکو بچا لیا اور شیعوں ہی کے موںہہ سے انکے سب اعتراضوں کا جواب لوا دیا اب کسی شیعہ مذہب کا یہ موںہہ نہیں
کہ بہ نسبت صدیق اکبر بوجہ غصب فدک اہل سنت سے ناشی ہو اس روایت نے شیعوں کے سب دعوونکو ڈہمس کر دیا ہبہ کا ہو یا میراث کا وصیت کا یا اور کسی وجہ کا بہر حال خداوند ذو الجلال
نے شان وکفی باللہ المؤمنین القتال دکہلا دی اگر بالفرض بفرض محال یہ روایت شیعوں کی ایسی معتبر کتابوں میں نہوتی تب دوسری دستاویز حضرت صدیق اکبر کی بری الذمہ
ہونیکی سو موجود ہی معارج السالکین میں جو عمدہ کتب فرقہ امامیہ سے ہے اور نیز اور کتابوں میں یہ روایت موجود ہی اور اسی کے لکہنے کا وعدہ بہت دور سے ہم کرتے چلے آتے ہیں سو آج بفضلہ تعالی اسکا
وقت آپہنچا اہل امر ہوں تو فقط یہ روایت قابل مطالعہ ہی ان ابابکر لما رای ان فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذلك فی امر فدك کبر ذلك عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها
صدقت یا ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما ادعیت ولکنی رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطی منها قوتکم والصانعین بها
فقالت افعل فیها کما کان ابی رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل فیها فقال ذلك الله علی ان افعل ما کان یفعل ابوك فقالت والله لا فعلن[1] ذلك فقالت اللهم اشهد فرضیت بذلك واخذت
العهد وکان ابوبکر یعطیهم منها قوتهم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل حاصل اس روایت کا یہ ہی کہ جب ابوبکر نے دیکہا کہ حضرت ان سے
کشیدہ خاطر ہو گئیں اور انکو چہوڑ بیٹہیں اور پہر فدک کے مقدمہ میں کچہ گفتگو نکی تو یہ بات انہیں دشوار معلوم ہوئی سو انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا انکے پاس حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادی تم اپنے دعوے میں سچی ہو تمکو رسول اللہ صلعم نے ہبہ کر دیا ہو گا مگر میں کیا کروں رسول اللہ صلعم کو میں نے یوں دیکہا ہی کہ اسکی آمدنی کو تقسیم کر دیا کرتے تہے اور تمہارے کہانے پینے کا خرچ اور محصل کی
مزدوری سے جو کچہ بچے تہا فقیروں مسکینوں کو دیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا کہ اچہا تم بہی وہ نہیں کئے جاؤ جسطرح میرے والد بزرگوار سید الابرار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے
انہوں نے کہا اس بات پر تم مجہہ سے قسم لو میں ہی کرتا ہونگا جو تمہارے والد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے قسم سے پوچہا کیا تم سچ ہی اسطرح کروگے صدیق
اکبر نے قسم کہا کر عرض کی میں ہی کرونگا جو اب تہیرا ہے اسپر حضرت فاطمہ زہرا نے یوں کہا کہ الہی تو گواہ رہیو سو اس بات پر راضی ہو گئیں اور صدیق اکبر سے عہد لیلیا سو صدیق اکبر انہیں آمد
سے انکے کہانے پینے کا خرچ دیکر باقی کو فقراء اور مساکین اور مسافروں کو تقسیم کر دیا کرتے تہے انتہی **اقول** جو کچہ شیعہ کہتے ہیں سب سچ ہی اور ابوبکر بیشک قصوروار تہے کہ انہوں نے حق
فاطمہ زہرا علیہا السلام کا غصب کیا تہا اور توبہ انہوں نے ہرگز نہیں کی اگر توبہ کرتے تو فدک حضرت فاطمہ کو دیدیتے اور روایت جو منہج الکرامت کی مولوی عبد العزیز صاحب کے پیروی سے

[1] لفظ فقال واللہ

لکھی ہے انکے اخیر کا فقرہ نہیں لکھا اور وہ روایت اس طرح ہے لما وعظت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لها کتابا وردها علیها فخرجت من عنده فلقیها عمر فخرق الکتاب
جب نصیحت کی حضرت فاطمہ نے ابوبکر کو فدک کے مقدمہ میں تو لکھدیا ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے واسطے ایک نوشتہ اور پھیر دیا وہ فدک انپر پس نکلیں حضرت فاطمہ وہ نوشتہ لیکر ابوبکر
کے پاس سے پس ملاقات کی عمر نے حضرت فاطمہ سے پس پھاڑ ڈالا عمر نے اس نوشتہ کو حضرت فاطمہ کے ہاتھ سے لیکر جو کہ ابوبکر نے لکھا تھا اول تو یہ روایت سیر اہل سنت کی ہے اور علامہ حلی
علیہ الرحمۃ نے انکی کتابوں سے یہ روایت لکھی ہے اسواسطے کہ انسان العیون اور سیرت سبط ابن جوزی میں بھی یہی روایت پھاڑ ڈالنے نوشتہ کی ہے اور دوسرے مولوی عبدالعزیز صاحب نے عجیب
چالاکی کی ہے آخر کا فقرہ جو کہ انکے مضر تھا اسکو نہ لکھا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ لا تقربوا الصلوۃ پر عمل کیا اور وانتم سکاریٰ پر کچھ نظر نہ کی اور عمر نے جو کاغذ پھاڑ تو ابوبکر نے اسکو تسلیم
کیا پھر تو یہ کہاں باقی رہی او عمر کے اس کاغذ کے پھاڑ ڈالنے سے طعن دوبالا ہوگیا ایک تو یہ کہ ابوبکر نے عمر کی پیروی سے فدک فاطمہ کو نہ دیا اور دوسرے یہ کہ عمر نے جو اہانت حضرت فاطمہ کی
کی کہ انکا کاغذ پھاڑ کر انکو رنج پہنچایا اسپر راضی ہوگیا اور اس روایت کو لکھکر شیخ بہت خوش ہوتا ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے دھوکا دینے سے اور یہ خبر نہیں اسکو کہ اسکے آخر
میں کیا لکھا ہے اور یہ جو لکھتا ہے کہ بارہا اس روایت کے نقل کرنیکو جی چاہتا ہے سو نقل کرو ہمنے اجازت دی لیکن پوری روایت لکھو اور اسکے آخر میں سے حذف نکرو اور اگر ایسا ہی ہے
تو لا تقربوا الصلوۃ پر بھی عمل کرو اور نماز کے پڑھنے کو ترک کرو اور وانتم سکاریٰ پر کچھ نظر نکرو اور ہاں حضرت فاطمہ کی بڑی کرامت ہے کہ جیسے ابوبکر جال میں پھنسے ہوئے تھے ویسے ہی پھنسے رہے
اور اس سے نکلنے نہ پائے اور جو اعتراض کہ شیعوں کے انپر تھے قائم رہے اور شیعوں کے نزدیک جیسے کہ غاصب تھے حضرت ابوبکر ویسے ہی غاصب ہے اور اس روایت نے ابوبکر پر اعتراض کو دوبالا کر دیا اور اہل سنت
کا دعوی دشمن ہوگیا اور شیعہ اس گفتگو میں اہل سنت پر غالب ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ اور یہ روایت اگرچہ شیعوں کی کتاب میں ہے با وجودیکہ منقول اہل سنت کی کتابوں سے ہے لیکن
پھر اہل سنت کے حق میں مضر ہے جیسے کہ معلوم ہوا اور روایت منہاج السالکین کی پہلے اس سے بھی دو تین مرتبہ مجملاً ذکر کی ہے اور مفصل بیان کی ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے مذہب سے دیکھا
لیکن اسکو یہ خبر نہیں ہے کہ یہ روایت اور منہاج السالکین نام کتاب نصر اللہ کابلی صاحب صواقع کا گھڑا ہوا اور وضع کیا ہوا ہے اور اسکی پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی کتاب میں اسکو درج
کیا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب کی پیروی سے اس نے لکھا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ شیخ اسکو عمدہ کتاب فرقہ امامیہ کی لکھتا ہے اور لکھتا ہے کہ اور کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے اور
جھوٹ لکھنے سے کچھ خوف خدا نہیں کرتا ہے لعنة اللہ علی الکاذبین اور مولوی حیدر علی نقش فروش نے تو یہ چالاکی کی ہے کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی تجویز کرکے لکھ دیا ہے اور حال یہ ہے
کہ شیعوں میں تو اس نام کی کوئی کتاب ہے اور نہ انکی کسی کتاب میں یہ روایت ہے اور شیعہ تو اسکے راوی پر لعنت کرتے ہیں تم بھی لعنت کرو جب عاجز ہوئے اہل سنت شیعوں کے جواب سے
اور دیکھا کہ غضب فاطمہ غضب خدا ہے تو یہ روایت بنا کر شیعوں کیطرف منسوب کی ہے اور کسی راوی کا نام نہیں لکھا ہے ویسے ہی ایک روایت بنا کر لکھدی ہے محض دروغ اور انکے مذہب کی
محافظت دروغ اور افترا ہی سے ہے مولوی عبدالعزیز صاحب کے تحفہ کو دیکھو کہ انہوں نے اسمیں کسقدر دروغ لکھا ہے اور دیکھو جو کچھ انکے مطلب کی بات تھی وہ ہی سب اس روایت
میں داخل کی ہے کہ کوئی بات باقی نہ رہجائے لیکن کیا فائدہ ہے کہ جھوٹی دلیل دعوی کو ثابت نہیں ہو سکتا اور جھوٹ جھوٹ ہی ہے یہ روایت اصلی کچھ اصل نہیں ہے باطل ٹھیرا تو جو کچھ اسپر
بنا کرکے لکھا ہے وہ بھی سب باطل ہے قال الشیخ الاشعری اس روایت سے چند فائدے ملے ایک تو یہ کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو دعوی میں جھوٹا نہیں سمجھا بریوں تم سمجھ
کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا چنانچہ متفق علیہ سنی و شیعہ ہے اور اسکی تحقیق سابقا گزر چکی ہے جسے مدعی کیا سوا اگر بالفرض والتقدیر یہ روایت صحیح بھی ہوجائے تو شیعوں کو
یہ تاسف کہ صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو جھوٹا سمجھا تھا چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے بھی بہ اتباع مرزا محمد علی صاحب میں لکھا اپنا نامہ سیاہ کیا ہے محض بیجا اور
بیموقع ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے فدک کی آمدنی میں سے ایک حبہ تک نہیں چھوا بلکہ حضرت فاطمہ زہرا کے خرچ سے جو کچھ بچا فقرا وغیرہم کو دیدلادیا سو معلوم ہوا کہ فدک
کے دینے میں کوئی غرض دنیاوی نہ تھی مونہہ رسول اللہ صلعم سے اسبات میں بیشک کچھ سن لیا تھا جو باوجود اسکے بیغرضی اور بےطمعی کے حضرت فاطمہ زہرا کو ندیا انکی دلنوازی اسی
نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ام ایمن اور حضرت علی کی گواہی کا قصہ ایک شیعوں کا ڈھکوسلا بنایا ہے کیونکہ گواہوں کا مطالبہ تو جبھی ہوتا ہے کہ مدعی کی طرف دروغ کا احتمال ہو یہاں اگر اپنے آپ
خورد و برد کرنا مدنظر ہوتا تو یوں بھی کہنے کو گنجائش تھی کہ یہ فقط ٹال مٹلا تھی مگر دیگا نو نکو اب بھی شاید یہ گمان ہو کہ اول ندینا ہی مدنظر ہوگا اور اسوقت گواہ ہی طلب کیے ہونگے بجز خوف
خدا تعالی یا اندیشہ ملامت خلق سے حضرت زہرا کے پاس آکر اپنی بات کے بنانیکے لئے یہ حیلہ بنا لیا ہو سو سکا جواب دل تو یہی ہے کہ ہمارا وہم کی دارو نہیں عثمان کے پاس واسطے ہمنے
تسلیم کیا یوں نہیں تھا لیکن غضب کی اگر برا تھا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی ناخوشی ہی کی وجہ سے برا تھا جب وہ رضی ہوگئیں تو شیعوں کو رنج کیوں ہے مگر اس صورت میں بوجہ مخالفت حضرت
زہرا کچھ نہیں پر وبال پڑے تو پڑے حضرت صدیق کو تو خدا نے بچا ہی لیا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ فدک تا حین حیات سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات آپ ہی کی تصرف
و تصرف میں رہا حضرت فاطمہ زہرا قابض اور دخیل نہوئی تھیں ورنہ صدیق اکبر کے اس بات کے جواب میں کہ میں عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں رکھا ہے یہ نہیں کہتا اخرج او محصلو
کی محصل بیچکر فقرا وغیرہم کو بانٹ دیا کرتے تھے یوں فرماتے کہ اچھا یہی کیا کرو ملک اپنا قبضہ جتانے سے جہاں ہاں سوا جب ہبہ کا دعوی کیا مال یہ آپکی ملک مخض بلحاظ سرکوئی نسبت نہیں

جان سکتا تو قبضہ تو کھلی بات ہے اسکے دعوی میں کیا دشواری ہے ہبہ کے تو دو تین ہی گواہ تھے اسکے تو ہزاروں نکل آتے جو تھا یہ کہ صدیق اکبر دل سے یہی چاہتے تھے کہ فدک سیدۃ النساء ہی
کے پاس چلا جائے اور انکی خاطر مبارک پر کسیطرح میل نہ آئے ورنہ انکو انکے ناخوش ہونے میں کیا دشواری تھی اور انکے خوش کرنیکی کیا ضرورت ہوتی اور یہ پہلے آیہ محمد رسول اللہ کے
ذیل میں ثابت ہو چکا ہے کہ طالب رضا بجز محب اور کوئی نہیں ہوتا اور اگر کوئی یوں خیال کرے کہ یہ بیجا تملق اور ظاہرداری فقط دفع بدنامی کیلئے تھا تو اول تو لفظ کبر ذالک فاراد استرضاہا
جسکے یہ معنی ہوئے کہ حضرت فاطمہ کا ناخوش ہو جانا انہیں بھاری پڑا اور انکے راضی کرنیکا ارادہ کیا خود اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ واقعی ابوبکر کو یہ بات بہت شاق تھی اور اسیواسطے انکے رضی
کرنیکی فکر میں تھے دوسرے اگر بدنامی کا اندیشہ تھا تو مخالفین سے تھا سو مخالفین تو بہرحال انکی طرف سے مطمئن ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اول تو فدک رسول اللہ صلعم کا مملوک نہ تھا پھر ترکہ نبوی
میں میراث نہیں چلتی پھر مخالفین نے اب کونسی کمی کی جو راضی کرکے انکی زبان بند کرنی چاہتے تھے سو اس سے بہتر تو یہی تھا کہ جب یہ آپ لینا منظور نہیں تو حضرت فاطمہ زہرا ہی کے حوالہ کر دیتے
اس عقل و دانائی پر کہ موافق مخالف ہندو مسلمان یہود نصاری سب قائل ہیں ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی شیعوں جیسے کم عقل ہوں تو مضائقہ بھی نہ تھا بلکہ عقل اس روایت کو دیکھکر
صدیق اکبر کے صدق و دیانت پر شاہد ہے اور بالیقین انکو اس مقدمہ میں بری الذمہ سمجھکر انکی طرف سے معتذر ہے کہ درصورت صحت روایت ہبہ فدک بلکہ بہر صورت جو صدیق اکبر نے فدک
دینے میں ستادگی کی حالانکہ حضرت سیدۃ النساء کا یہ منصب تھا کہ کسیطرف انکا گوشۂ خاطر مائل ہو اور پھر اسکے موافق نہو تو وجہ نہیں ہوئی کہ صدیق اکبر کو انکی رضا کی کچھ پرواہی نہ تھی
ورنہ اسکے کیا معنی تھے کہ وہ باوجود صاحب اختیار ہوکر حضرت فاطمہ کی ناخوشی سے کچھ دشواری ہو یا انکا رنجیدہ ہو جانا انپر شاق ہو بلکہ تہ دل سے انکی رضا کے خواہاں تھے بلکہ بااینہمہ
جو فدک نہ دیا حالانکہ اپنے لئے بھی نہ رکھا تو بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ کسی حکم خدا کی پابندی اور تابعداری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ناچاری تھی اور مصلحتہای دینی و دنیوی کی رعایت
تھی سو پابندی خداوندی کا تو یہ حال ہے کہ آیۂ یوصیکم اللہ اور آیہ ما افاء اللہ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہو چکا اور اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی تھی
کہ خدا کی اطاعت کی چاہئے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لانورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا ہو اور زیادہ اسکی تصدیق کی وجہ یہ ہے کہ اسکی مصدق
اور اسکے موافق روایتیں شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل بھی ہوئی ہیں اور مصلحتوں کی یہ صورت ہے کہ اول تو احکام خدا اور رسول صلعم سراپا حکمت و مصلحت ہی ہوتے ہیں +

اقول جو کچھ اسنے اس جھوٹی روایت پر بنا کر کے لکھا ہے سب باطل ہے آخر تک جسقدر کہ اسکا قول ہے اور ہم پہلے اس سے کئی مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو
دعوی ہبہ میں جھوٹا نہیں جانا تھا بلکہ سچا جانتا تھا لیکن گواہ جو انسے طلب کئے اس سے لازم آتا ہے کہ انکو راست گو نہیں جانا بلکہ جھوٹا جانا اسواسطے مولوی عمار علی صاحب نے لکھا کہ جھوٹا
سمجھا اور واقع میں تو ابوبکر جانتے تھے کہ فاطمہ زہرا اپنے دعوی میں سچی ہیں لیکن عمداً ایک بہانہ کرکے نہیں دیا اور قبضہ بھی حضرت فاطمہ کا فدک پر تھا یہانتک کہ ابوبکر نے وہ قبضہ
اٹھا دیا اور روایت ہبہ تو ایسی صحیح ہے کہ نہایت معتبر کتابوں میں اہل سنت کی موجود ہے لیکن ابوبکر نے دعوی ہبہ میں حضرت فاطمہ کو جھوٹا جانکر اپنا نامہ سیاہ کیا اور ابوبکر کو منظور
ایذائے فاطمہ تھی کہ وہ مظلومہ فدک کی آمدنی سے متمتع نہوں اور اپنے فائدہ کا لحاظ ابوبکر کو نہ تھا اگرچہ اور لوگ اسکو کھائیں لیکن فاطمہ زہرا اسکو نکھائیں اور رسولخدا صلعم سے ابوبکر نے
اس مقدمہ میں کچھ نہیں سنا تھا اور باوجود اس بے غرضی اور بے طمعی کے جو فاطمہ کو نہیں دیا تو آزار فاطمہ منظور تھا اور بے غرضی بھی ثابت نہیں ہے اور گواہی ام ایمن کی اور حضرت علی
کی اہل سنت کی بیس پچیس کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور شیعوں کا یہ ڈھکوسلا نہیں ہے اور ابوبکر کو بیشک احتمال دروغ کا حضرت فاطمہ کیطرف نہ تھا لیکن
نہ دینے کے واسطے ایک بہانہ کیا کہ گواہ انسے طلب کئے اور ابوبکر کو خوف خدا کچھ نہ تھا اور نہ اندیشہ ملامت خلق کا تھا اور نہ حضرت زہرا کے پاس آکر کوئی حیلہ برپا کیا اور حضرت زہرا ہرگز راضی
نہیں ہوئیں ابوبکر سے اور ابوبکر کسیطرح سے نہیں بچ سکتے ہیں اور رسولخدا صلعم کی زندگی ہی میں فدک پر قبضہ حضرت فاطمہ کا ہو گیا تھا لیکن ابوبکر نے قبضہ انکا اٹھا دیا
اور حضرت فاطمہ نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ اچھا یوں ہی کیا کرو یہ سب جھوٹ ہے اور قبضہ کے جتانے کی کیا احتیاج تھی قبضہ کو تو حضرت فاطمہ کے سب جانتے تھے جب قبضہ منہ انکا اٹھا دیا تو دعوی ہبہ کا
کیا اور ابوبکر ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ فدک فاطمہ کے پاس جائے اور اگر چاہتے تو موافق دعوی کے فوراً واپس کر دیتے اور ابوبکر کو فاطمہ زہرا کی خاطر پر میل آنیکا کچھ رنج نہ تھا اور رضامندی انکی
ہرگز نہیں چاہی تھی اور نہ ناخوش ہونا انکا ابوبکر پر بھاری پڑا تھا اور کبر ذالک علیہ فاراد استرضاہا غلط محض ساختہ اور پرداختہ ہے اور نہ ابوبکر کو کوئی بات شاق تھی اور نہ حضرت فاطمہ کے راضی
کرنیکی فکر میں ہوئے اور اندیشہ بدنامی کا ابوبکر کو کچھ نہ تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ فدک بیشک مملوک رسولخدا صلعم کا تھا اور مملوک ہونا اسکا قرآن ہی سے ثابت ہے اور جب مملوک حضرت کا ہوا تو
البتہ میراث اس میں جاری ہوگی اور ہندو مسلمان نصرانی کوئی قائل نہیں ہے اس امر کا کہ ایسی حرکت انسے تصور میں نہیں آتی تو یہی غلط لکھتا ہے اور یہ مقتضا
تیری کم عقلی کا ہے اور جو روایت کہ ابوبکر کے صدق و دیانت کی شاہد ہے وہ بالکل جھوٹی ہے ایک مرد سنی نے اپنی مرضی کے موافق وہ روایت وضع کر لی ہے اسکی
سند نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو اس مقدمہ میں بری الذمہ کوئی سمجھ نہیں سکتا اور صریح حضرت فاطمہ نے دعوے ہبہ کا کیا اور چاہا کہ میرے پاس فدک آجائے
یہ تھا انکا گوشۂ خاطر لیکن ابوبکر نے اسکو ضبط کر لیا اور انکو نہ دیا اور منصب حضرت فاطمہ کا سب کچھ تھا اگر کوئی سمجھتا لیکن ابوبکر نے تو کچھ سمجھا ہی نہیں اور نہ ابوبکر کو

کچھہ پروا حضرت فاطمہ کی تھی اور نہ کچھہ دشواری ہوئی اور نہ فاطمہ کا رنجیدہ ہونا ابوبکر پر شاق ہوا اور نہ ظاہر اور نہ باطن کسی طرح سے فاطمہ کی رضا کے خواہاں تھے اور فدک جو فاطمہ کو ندیا اور گو
اپنے پاس ہی اُسکو نرکہا تو صرف فاطمہ کے ایذا دینے کے واسطے فاطمہ کو ندیا کہ یہہ اس سے متمتع نہو اور ایسا نہو کہ اس سے قوت بہم پہنچا کر دعوی خلافت کا کریں اور خدا کا حکم ابوبکر کو اسمیں کچھہ نتہا اور نہ
تابعداری پیغمبر صلعم کی تہی اور نہ کوئی مصلحت دینی تہی البتہ مصلحت دنیوی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور آیت یوصیکم اللہ اور آیت الا فاء اللہ بہی اسپر دلالت نہیں کرتے ہیں چنانچہ معلوم ہوچکا اور
خدا تعالی کی اطاعت تو ابوبکر نے کسی طرح سے نہیں کی ہے بلکہ خلاف حکم خدا کے کیا ہے رسول خدا صلعم کی اطاعت کہاں ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک ابوبکر نے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ
اپنی طرف سے وضع کر کے حضرت فاطمہ کے دعوی کو باطل کیا اور شیعوں کی کسی کتاب میں مصدق اس کے کوئی روایت نہیں ہے اور یہ دو روایتیں پہلے منہج الکرامت کے اور دوسرے مجاج السالکین کے
جو لکھی ہے پہلے کی تو آخر میں سے وہ فقرہ اڑا دیا کہ جو انکی مضر تھا اور ہم اسکو بیان کرچکے اور دوسرے کا حال یہ ہے کہ نتو اس نام کی کوئی کتاب شیعوں میں ہے اور نہ یہ روایت شیعونکی کسی کتاب میں ہے
یہ روایت بالکل جھوٹی ایک شخص سنی نے واسطے الزام شیعوں کے بنالی ہے اور احکام خدا و رسول اشاعرہ کے نزدیک موافق حکمت اور مصلحت کے بہی نہیں ہوتے ہیں تو بہی اپنے مذہب کے خلاف
کہتا ہے اور جسوقت کہ روایت مجاج السالکین جھوٹی ہوئی تو پہر ہمکو کسی بات کی جواب کے لکھنے کی احتیاج تہی لیکن اس روایت میں وہ باتیں لکھی ہیں کہ جو مخالف ہیں ہمارے مقصود
کے اور ان مطالب کو جو ہم پہلے اس سے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر آئے ہیں اس واسطے ہمنے اسکے جواب کیطرف مجملا اشارہ کردیا ہے **قال الشیخ الاشعری** ماسوا اسکے اگر صدیق اکبر
بپاس خاطر حضرت زہرا رض فدک انکے حوالہ کردیتے اور درصورت صحت روایت ہبہ فدک اس بات کی رعایت نکرتے کہ ہنوز دعوی ہی ہے کوئی دستاویز کامل نہیں کیونکہ حضرت علی اور حضرت ام ایمن
بلکہ انکے ساتھہ حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہی گواہی موافق قانون خداوندی قابل اعتبار نہیں تو اول تو عام و خاص کے دل میں یہ بات نہ نشین ہوجاتی کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں
سمجھتا روداروں کو بے ثبوت بہی کامیاب کردیتا ہے اور سوا انکے اوروں سے قرار واقعی حجتیں طلب کرتا ہے اور واقعی یہ بات شیوہ انصاف سے بہت بعید ہے معہذا باعث نفرت خلائق اور درہمی امور
خلافت جو موجب بے انتظامی دین ہی ہوجاتا اور پہر یہ آگ ہرگز بجہائی نہ بجہتی اور اگر بالفرض استحکام خلافت میں کچھہ فرق نہ آتا تو یہ وبال کسکے سر پر رہتا کہ قیامت تک حکام اسلام
یہی شیوہ برتتے اور انکے لئے یہ حجت اور دستاویز ہوجاتے کہ خلیفہ راشد نے ایسا کیا تو ہم بہی ایسا ہی کرینگے روداروں کو موہنہ مانگے موتی دینگے غیروں کی نہ سنینگے دوسرے اس صورت
میں لازم آتا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اس حدیث کے مصداق ہوجائیں العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ یعنی کسی چیز کو کسیکو للہ دیکر پہر اُس کو لوٹانے والا ایسا ہے جیسا کتا
قے کر کے پہر چاٹ لیوے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم فرما چکے ہوں لانورث ماترکناہ صدقۃ تو جو چیز تا وقت وفات آپکی ملک میں تہی سب صدقہ ہوگئی اور یہ بات باتفاق
فریقین ثابت ہے کہ ہبہ بے قبض موجب ملک نہیں ہوتا اور اب اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ تا دم وفات فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قبض و تصرف میں رہا تو اگر یہ بہی کیا تب
قبضہ حضرت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نہونے پایا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہمیشہ قبضہ رہا تو یہہ ہبہ بالاتفاق فریقین موجب ملک سیدۃ النساء نہوا بلکہ ہمیشہ دم وفات
تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں رہا تو بیشک یہ بہی صدقہ ہوگیا سو درصورتیکہ بعد قبول نہونے دعوی ہبہ کے بزعم شیعہ دعوی میراث کیا ہو تو جیسے ہبہ کیصورت میں بعوض ملک
سیدۃ النساء بوجہ مذکور ندیسکے میراث کی صورت میں اسوجہ سے ندیسکے کیونکہ وارث کے ملک نائب ملک مورث ہوتی ہے جب تحقق ہو تو وہ پہلے تحقق ہو سو یہ جبہی ہوسکتا ہے کہ جو چیز بقول لانورث
ماترکناہ صدقۃ حضرت کیطرف سے صدقہ ہوچکی ہے اور ملک سے نکل گئی تہی پہر ملک نبوی میں آئی ورنہ جو چیز خارج از ملک مورث ہو اسمیں میراث کا جاری ہونا محال ہے سو ایسی حرکت
تو صدیق اکبر سے کب ہوسکتی تہی جس سے ایسا حرف بیچارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف عائد ہو معہذا لانورث اور صدقہ ہونا جب صحیح ہے کہ قابل ملک وارث نرہی جبہی اگر ملک وارث
اُس میں جاری ہو تو اجتماع نقیضین لازم آئے **اقول** اور حضرت علی اور ام ایمن اور حسنین کی گواہی کا ذکر
دستاویز تو حضرت فاطمہ کے پاس تہی لیکن اسکو عمر نے پہاڑ ڈالا اتہا
ذکر پہلے اس سے مفصل گذر گیا ہے اور حال حضرت فاطمہ کو فدک کے دیدینے کا باوجود سن لینے روایت لانورث ماترکناہ صدقۃ کے درصورت فرض سن لینے روایت مذکورہ کے یہ ہے کہ ہم یہ تو نہیں کہتے
ہیں کہ بے اطلاع اور نکے ابوبکر فاطمہ کو فدک دیدیتے تاکہ عام اور خاص کے دل میں گذرتا کہ خلیفہ سب مستحقوں کو برابر نہیں سمجہتا اور روداروں کو بے ثبوت بہی کامیاب کردیتا ہے اور اوروں سے
حجتیں طلب کرتا ہے ہمارا مقصود تو حضرت فاطمہ کے دینے سے یہ ہے کہ جو معاملہ رسول خدا صلعم نے زینب دختر خدیجۃ الکبری سے کیا تہا وہی معاملہ ابوبکر حضرت فاطمہ سے کرتے اور زینب سے
حضرت نے یہ معاملہ کیا تہا کہ جسوقت ابوالعاص شوہر انکا جنگ بدر میں گرفتار ہوکر آیا تو حضرت زینب نے اُسکی رہائی کے واسطے قلادہ اپنا فدیہ میں اُسکے رسول خدا کے پاس بہیجا کہ اُسکی
عوض میں ابوالعاص کو رہائی دیویں اور وہ قلادہ وہ تہا کہ حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو جہیز میں دیا تہا جسوقت جناب رسول خدا صلعم نے وہ قلادہ دیکہا تو اسکو پہچانا اور آبدیدہ
ہوئے اور اُسوقت حضرت کو بہت قلق ہوا اور سب مسلمانوں سے اُسکو بحل و معاف کروا کے پہر زینب کے پاس اسکو واپس کیا تو ایسی طرح سے فدک کہ حضرت کے ... کا ایک ملک تہا
ابوبکر سب مسلمانوں سے فاطمہ کے واسطے کہ زینب سے مرتبہ میں زیادہ تہیں بحل کروا کے حضرت کو فاطمہ کو دیدیتے اور اگر چار پانچ آدمیوں سے بہی معاف کروا لیتے تو یقین ہے کہ جو مسلمان اس حال
کو سنتا وہ بپاس خاطر رسول خدا صلعم اُسیوقت بحل کو دیتا اور کوئی تکرار نکرتا اور کسیکے دلمیں نگذرتا کہ ابوبکر مستحقوں کو برابر نہیں سمجہتے ہیں اور بے انصافی کرتے ہیں اور نہ اسمیں

بھی مروی ہے لعنت اللہ علی الکاذبین کسقدر دروغ نویس ہے یہ شیخ شیعوں کی روایت کا تو حال سن لیا اور اب سنیوں کی روایات کو سنئے اگرچہ روایتیں انکی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی لیکن پھر مفید مطلب اہل سنت نہیں اسواسطے کہ شیخ عبد الحق شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ غضب آنحضرت امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت نمود ابوبکر را دیکھو یہ روایت موافق ہمارے اور مخالف اعتقاد اہل سنت کے ہے اور دوسری روایت عبد الحق کی کہ جسکی یہ شیخ سند پکڑتا ہے یہ ہے کہ و در بعضے روایات آمدہ است کہ چون واقع شد میان ابوبکر و فاطمہ آنچہ واقع شد رفت ابوبکر نزد فاطمہ و استاد بر در اور درگرمی آفتاب الخ اس روایت سے غرض عبد الحق کے مضعف اس روایت کا ہے کہ لکھتا ہے و در بعضی روایات آمدہ است اور فصل الخطاب اور کتاب الوفاء بیہقی اور شرح مشکوۃ اور ریاض نضرت اور کتاب الموافقت ابن سمان میں ان سب کتابوں میں روایت ابوبکر کے فاطمہ زہرا کے پاس بسفارش علی جانیکی اور عذر کرنیکی دو شخصوں کی روایت پر منحصر ہے شعبی کے اور اوزاعی کے اور شعبی کا تو اعتبار اسواسطے نہیں ہے کہ وہ دشمن علی بن ابیطالب علیہ السلام تھا چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہے اور سوائے اسکے یہ ہے کہ شعبی نے اس روایت کو بطریق مرسل بیان کیا ہے اور ایسا ہی حال اوزاعی کا ہے کہ اسنے بھی بطریق مرسل بیان کیا ہے اسواسطے یہ روایتیں معتبر نہیں ہیں اور بڑی دلیل ان روایتوں کی ضعیف اور موضوع ہونیکی یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے روایتوں کی کہ جنکی برابر بعد کلام اللہ کے کسی کتاب کی روایت صحیح نہیں ہے اہل سنت کے نزدیک چنانچہ صحیح بخاری میں ایک جگہہ تو لکھا ہے فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فہجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشہر اور دوسری جگہہ غزوہ خیبر کے ذکر میں لکھا ہے فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت و عاشت بعد النبی ستۃ اشہر اور اسی طرح صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے اور حاصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ فاطمہ دختر رسول خدا صلعم غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مفارقت اور مہاجرت اختیار کی اور ہمیشہ رہی مفارقت ابوبکر سے یہانتک کہ مر گئیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا تا دم مرگ اور زندہ رہیں بعد پیغمبر خدا کے چھ مہینے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں ترجمہ روایت بخاری میں لکھا ہے کہ پس در غضب آمد فاطمہ پس ہجران کرد ابوبکر را پس ہمیشہ بود ہجرت کنندہ مر او را تا آنکہ وفات یافت اور صحیح بخاری میں لکھا ہے لا یحل لمسلم ان یہاجر اخاہ فوق ثلثۃ لیال یعنی حلال نہیں ہے واسطے کسی مسلمان کے کہ مفارقت کرے اپنے بھائی سے زیادہ تین شب سے اور میں کہتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا ابوبکر کو مسلمان جانتیں تو اس سے چھ مہینے مفارقت کاہیکو اختیار کرتیں اور دیکھو روایتوں سے بخاری اور مسلم کے ثابت ہوا کہ فاطمہ زہرا ابوبکر سے ہمیشہ مہاجرت میں رہیں اور کبھی ابوبکر سے کلام نکیا پس روایتیں فصل الخطاب اور کتاب الوفاء وغیرہ کے جو مخالف ان روایات صحیحہ کے لکھے ہیں حضرت فاطمہ کے ابوبکر سے راضی ہوجانیکی بالکل وضعی اور غلط ہیں اور کون ایسا باولا ہوگا کہ صحیحین کی روایتوں کو چھوڑ کر ان جھوٹی روایتوں کو معتبر جانیگا اور شیعہ جب کسی روایت سے انکی سند پکڑتے ہیں تو یہ اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیحین میں نہیں ہے تاکہ معتبر ہو اس صورت میں وہ روایتیں کہ جو صحیحین کی روایتوں کے مخالف ہیں بیشک غیر معتبر بلکہ غلط ہونگی پس جو کچھہ کہ ان روایتوں میں ہے کہ ابوبکر دھوپ میں کھڑے رہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے راضی ہوگئیں علی کی سفارش سے اور قسم دینے سے یہ سب غلط ہے اور فرقہ زیدیہ کو تو مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ میں اپنی میں سے لکھتے ہیں انکا کیا اعتبار ہے اور یہ روایتیں تو سب غلط ہیں اور عداوت ابوبکر کو اہل بیت سے خلافت کے مقدمہ میں تھی کہ یہ منصب انکو نہ پہنچنے پائے اور اسیواسطے فدک کو غصب کیا کہ انکو کسیطرح سے قوت اور شوکت نہ ہونے پائے کہ خلافت کے مقدمہ میں سر اٹھا بلکہ ہمیشہ دبے ہوئے اور دست نگر رہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ انکی محبت اور اعتقاد اور تعظیم اور تکریم میں ایسے فنا تھے کہ باوجود عروج خلافت اور شوکت سلطنت کی حضرت فاطمہ کے سامنے اپنے تئیں مثل غلاموں کی سمجھتے تھے اور اس سبب سے مرتبہ صدق و صفا کو پہنچی تھی اور دنیاداری کی بو ہوتی تو ایسے امور ظہور میں آتے او شان و شوکت پر اپنے تئیں بکرتے اور فاطمہ کو ابوبکر پر بڑا بھروسا تھا اور کیسکے تصور میں آسکتا ہے کہ کوئی فقیر بادشاہ جبار کے سامنے ایسی باتیں کرے اور وہ بادشاہ ایسے منتوں سے منائے یہ سب غلط ہے کوئی بات آمیں سے ظہور میں نہیں آئی اور اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر نے عمر کو آگ اور لکڑیاں انکے ہمراہ کرکے فاطمہ زہرا کا گھر جلانیکو بھیجا مع ان لوگوں کے کہ جو اس گھر میں تھے اور اس گھر میں علی اور فاطمہ اور حسنین تھے چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور کنز العمال اور تاریخ طبری میں تو یہ لکھا ہے کہ ابوبکر وقت مرنیکے افسوس کرکے کہتے تھے کہ کاش میں فاطمہ کا دروازہ نہ کھولتا جبکہ حال تھا تو ابوبکر کو کیا غرض تھی کہ حضرت فاطمہ کے پاس جاکر اسطرح سے عذر کرتے اور اگر بالفرض و التقدیر کچھہ عذر کیا ہے تو اس سے کچھ ابوبکر کی کسر شان نہتی کہ اسکے باپ کے نام سے یہ سب کچھہ حاصل تھا انکی جوتیوں ہی کا صدقہ تھا اور اسکے شوہر ہی کا حق تھا کہ جسکو ابوبکر دبا بیٹھے تھے اور ایک شان و شوکت انکو حاصل ہوگئی تھی لیکن حضرت فاطمہ راضی ابوبکر سے ہرگز نہیں ہوئی ہیں اور صحیح وہ ہے کہ جو مطابق روایت بخاری اور مسلم کے ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چلو فاطمہ کے پاس ہم اسکو غضب میں لائے ہیں جب گئے وہ دونوں اور حضرت فاطمہ سے اذن چاہا کہ ہم آئیں تو انہوں نے اذن نہ دیا اور مفصل اس روایت کو پہلے اس سے میں لکھ چکا ہوں اور ابوبکر جوہری نے بھی کتاب سقیفہ میں اسیطرح لکھا ہے

قال الشیخ الاشعری

اور بالبداہت اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر بالفرض و التقدیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے مرتے دم اسبات کی وصیت ہی کی ہو کہ میری جنازہ پر ابوبکر نہ آنے پائے تو بسبب کمال حیا اور پردہ داری کی یہ وصیت کی ہوگی اور تخصیص ابوبکر کے نہ آنے دینے کی اسوجہ سے ہو کہ انکو حضرت زہرا ایسا سمجھتی تھیں کہ یہ خواہ مخواہ حاضر ہی ہونگے کیونکہ انکو جسقدر تعظیم و تکریم اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش نہاد خاطر ہے اور دونکو نہیں لہذا ابوبکر ایکبار کی رنجش سے شرمائے ہوئے تھے اسکے تدارک کرنے کے لئے وہ کوئی ایسا موقع نچھوڑینگے جو اسمیں

غیر حاضری باعث اشتباہ اور موجب بدگمانی اہل بیت ہو علاوہ برین خلیفہ وقت کے لئے امامت نماز اور امامت جنازہ دونوں نہیں سے متعلق تھیں اس لئے بالخصوص اُنکا نام لیکر منع کیا
غرض اگر تخصیص کہیں سے ثابت ہو بھی جائے تو اُسکے یہ وجوہ ہیں ورنہ علی العموم مردان نامحرم کے حاضر ہونیکی آپ روادار نہ تھیں اس لئے یہ وصیت کی کہ مجھکو شب کو دفن کر دینا اور دلیل اس بات
کی کہ بوجہ حیا و پردہ داری علی العموم ممانعت تھی صدیق اکبر کی کچھ خصوصیت نہ تھی یہ ہے کہ بروایت صحیحہ یہ بات مروی ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ بعد موت
بے پردہ مردوں کے سامنے مجھکو لائیں اور اُس زمانہ کی عادت یہ تھی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے بے پردہ یعنی گہوارہ وغیرہ میں لیجایا کرتے تھے اسپر اسماء بنت عمیس نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا
ہے کہ خرما کی شاخوں سے گہوارہ کی صورت نعش بناتے ہیں حضرت زہرا نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے بنا کر دکھلا حضرت اسماء نے بنا کر دکھلایا تو حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں
اور تبسم کیا اور ہرگز بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو کبھی کسی نے تبسم کرتے نہ دیکھا تھا اسوجہ سے حضرت زہرا نے حضرت اسماء کو وصیت کی کہ میرے مرنیکے بعد تو ہی مجھے غسل دیجیو اور
حضرت علی تیرے ساتھ رہیں کسی اور کو نہ آنے دیجیو غور کیجئے کہ غسل کے وقت صدیق اکبر کے آنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی بلکہ کسی مرد کے آنے کی کوئی سبیل ہی نہیں اُسوقت جو اَور لوگوں
کے آنیسے ممانعت ہوئی تو یہ مطلب ہو کہ عورتوں کو بھی نہ آنے دیجیو سو جب عورتوں سے اسقدر شرم ہو کہ بعد مُردن ننگے بدن اُنکے سامنے ہونیسے شرمائے وہ مردوں کے جنازہ پر آنے سے کیونکر
نہ شرمائے سو اسلئے حضرت علی نے اُنکو رات ہی کو دفن کر دیا اور کسیکو اطلاع نکی القصہ بوجہ تستر و باعث حیا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اسبات کی روادار نہوئیں کہ میرے جنازہ پر کوئی
مرد حاضر ہو ورنہ حضرت ابو بکر کی کوئی تخصیص نہ تھی اور ہرگز کسی روایت میں اہل سنت کے روایات میں سے یہ بات نہیں کہ بالخصوص حضرت صدیق اکبر کے نام سے ممانعت ہوئی ہو علی العموم
ممانعت ہوئی تھی شیعوں کی شرارت ہے کہ ممانعت میں اُنکے نام لگادی اور پھیر لا دی کہ عوام اہل سنت کے سامنے اُنہی کی کتابوں کا حوالہ بتا دیتے ہیں **اقول** حضرت زہرا نے جو وصیت کی تھی کہ ابو بکر
میرے جنازہ پر نہ آنے پائے آزردگی کی جہت سے تھی کہ ابو بکر سے ناراض تھیں ورنہ ستر اور پردہ داری کیلئے ابو بکر کی کیا خصوصیت تھی اگر اس جہت سے ہو تو سبھی کیواسطے ہوتی نہ خاص ابو بکر کے
واسطے اور بعد نزول آیہ حجاب معمول زنان عرب یہی تھا کہ اپنے اعضا کو لباس سے پوشیدہ کر لیتی تھیں اور خود حضرت فاطمہ اسی طرح واسطے طلب فدک کے ابو بکر کے پاس تشریف لیگئی تھیں
اور سوا اسکے اسماء بنت عمیس نے گہوارہ بنا کر دکھلا دیا تھا اسواسطے کہ اُسمیں بھی بے پردہ کی صورت تھی اور یہ وصیت حضرت فاطمہ نے نہیں کی تھی کہ جسوقت میں برہنہ ہوں وقت غسل
دینے کے اُسوقت ابو بکر کو میرے پاس آنے دینا اور اس امر کی وصیت کرنی کیا ہے ایسے وقت میں تو کسیکو مردوں میں سے عورتوں کے جنازہ پر جانا جایز نہیں ہے اور وصیت جو حضرت فاطمہ نے کی
تھی تو ابو بکر سے آزردہ اور ناراض ہو کر کی تھی چنانچہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور ابو بکر جوہری نے اپنی کتاب سقیفہ میں لکھا ہے کہ قالت فاطمۃ لابی بکر واللہ لا کلمتک ابدا
قال ابو بکر لا ہجرتک ابدا قالت واللہ لادعون اللہ علیک قال واللہ لادعون اللہ لک فلما حضرتھا الوفاۃ اوصت ان لا یصلی علیھا فدفنت لیلا ماحصل یہ کہ فاطمہ نے ابو بکر سے
کہا کہ میں تجھ سے کبھی کلام نکرونگی ابو بکر نے کہا کہ میں تجھ سے کبھی مفارقت نکرونگا فاطمہ نے کہا کہ قسم ہے خدا کی میں تیرے حق میں خدا سے بددعا کرونگی ابو بکر نے کہا کہ قسم ہے خدا
کی میں تیرے حق میں خدا سے دعائے نیک کرونگا پس جسوقت کہ وقت وفات فاطمہ آیا تو وصیت کی فاطمہ نے کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے پس دفن کی گئی شب کو اور ایسے ہی بخاری اور
مسلم کی روایتوں سے سمجھا جاتا ہے دیکھو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آزردہ ہو کر ابو بکر سے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر نماز پڑھنے نہ آئے اور نہ آنے دینے کی تخصیص میں واسطے ابو بکر کے جو
لکھا ہے کہ اسوجہ سے منع کیا یہ بھی ایک ایسی ہی واہی وجہ ہے اور تعظیم و تکریم اہل بیت کی ابو بکر ہرگز نکرتے تھے بلکہ اُنکو آزار پہنچاتے تھے اور ارادہ فاطمہ کے گھر کے جلانیکا مع علی و حسنین کے
کیا اور دروازہ فاطمہ زہرا کا توڑا جب مرنے کی نوبت پہنچی تو کہنے لگے کہ کاش میں فاطمہ زہرا کا دروازہ نہ کھولتا چنانچہ کنز العمال اور تاریخ طبری میں لکھا ہے یہ تو سنیوں کی
کتابوں میں ہے اور ہمارے نزدیک تو یہ ہے کہ گھر فاطمہ کا جلا دیا اور نظام معتزلی نے لکھا ہے کہ محسن شکم مادر میں شہید ہوا عمر کی لات مارنے سے اُنکے ظلموں کا حال کہاں تک بیان کریں
اور پھر لکھتا ہے کہ جو تعظیم اہل بیت پیش نہاد ابو بکر ہو وہ اوروں کے نہیں اور رنجش سی شرمائے ہوئے ہیں اُنکی تو پاس کو بھی رنجش نہیں گئی تھی اگر رنجش تھی تو حضرت فاطمہ کو تھی
ابو بکر سے اور حضرت فاطمہ کا ایسا رنج تھا کہ جو زائل ہو جاتا اور ابو بکر کو امام نماز بھی اور امام جنازہ بھی تھی ہم نے تسلیم کیا لیکن منع اُنکو آزردہ ہو کر کیا ورنہ ممانعت میں تخصیص ابو بکر کی
کیا تھی اور اب بھی یہی دستور ہے کہ جو کوئی کسی سے آزردہ ہوتا ہے گو بھائی ہو یا اولاد میں سے ہو یہی کہتا ہے کہ یہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور علی العموم سب نامحرموں کو حضرت فاطمہ نے منع
نہیں کیا ہے گو دل سے روادار نامحرموں کے حاضر ہونے کی نہوں اور شب کو دفن کرنے کی بھی وصیت کی ہوگی اور گہوارہ جو اسماء نے بنا کر دکھلایا اُسکو بھی پسند کیا کہ اُسمیں پردہ بہت زیادہ
تھی لیکن منع اپنے جنازہ پر آنے سے سوا ابو بکر کے کسیکو نہیں کیا ہے اور غسل کے وقت ابو بکر کے منع کرنیکی کون وجہ تھی کوئی مرد نامحرم کیا عورتوں کے غسل کے وقت عورتوں کے ننگے
بدن کو دیکھنے جایا کرتا ہے جو وہ ابو بکر کو منع کرتیں اُسوقت تو خود ہی کوئی نامحرم نہیں جا سکتا ہے پھر ابو بکر کے منع کرنیکی کیا خصوصیت تھی اگر منع کرتیں تو سبھی کو منع کرتیں نہیں کہتا
کہ ابو بکر کو تو مطلق ہی منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے اور عورتوں میں بھی فقط عائشہ ہی کو منع کیا تھا ابو بکر کی جہت سے کہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ورنہ عورتوں کو
عورتوں کے جنازہ پر جانے کی ممانعت نہیں ہے اور عورت بھی کون کہ زوجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کو منع کیا چنانچہ

شیخ عبد الحق دہلوی نے جذب القلوب میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عائشہ حضرت فاطمہ کے انتقال کی خبر سنکر محفل عزا میں تشریف لیگئیں تو اسماء بنت عمیس نے منع کیا اور عائشہ کو نہ آنے دیا حضرت عائشہ وہاں سے پھر کر چلی آئیں اور اپنے باپ سے شکایت کی کہ اسکو کیا ہو گیا ہے کہ حائل ہوتی ہے درمیان ازواج پیغمبر کے اور انکی دختر کے میت کے حضرت ابو بکر نے اسماء کو بلا کر دھمکایا کہ تو کسواسطے منع کرتی ہے عائشہ کو اسماء نے کہا کہ میں مجبور ہوں کیا کروں جناب سیدہ نے اسی طرح مجھکو وصیت کی تھی اب فرمائیے کہ یہ ممانعت بھی کیا از راہ تستر و حیا تھی یا وہ ملال اور غبار تھا ابو بکر کی طرف سے کہ انکی دختر کو بھی نہ آنے دیا باوجودیکہ وہ وجہ سوگند اسلام تھیں اور حضرت فاطمہ کی مادر گرامی تھیں کوئی اپنی والدہ بھی خواہ اہل تشیع ہو تلے اور عورتوں سے اگر کوئی شرماتی ہے تو غیروں سے شرماتی ہے نہ اپنی مادر گرامی سے اور ابو بکر کو جو منع کیا تھا تو جنازہ پر آنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کیا تھا نہ سامنے اور رو برو آنے سے اور پھر ابو بکر کی کیا خصوصیت تھی بزرگوں کے جنازہ پر تو سبھی جاتے ہیں اور باعث تستر اور حیا حضرت زہرا نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میرے جنازہ پر کوئی حاضر نہ ہو بلکہ ابو بکر تنہا ہی کو منع کیا تھا سو معلوم ہوا کہ آزردہ ہو کر منع کیا تھا نہ حیا اور تستر کے باعث سے اور یہ تخصیص ممانعت ابو بکر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بخاری اور مسلم میں بھی اسکا اشارہ ہے اور شیعوں کی یہ شرارت نہیں بلکہ علماء اہل سنت کی شرارت ہے کہ عوام کو تنگ کرانے کو کتابوں میں لکھ گئے اور جس وقت اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہو تو پھر شیعہ اہل سنت کی روبرو حوالہ کیوں نہ دینگے جو بات کہ ہو گزری ہے وہ کب مٹ سکتی ہے اور مولوی عبد العزیز صاحب اسکا اقرار کر چکے ہیں اسواسطے اس ممانعت کو محمول بر تستر کیا ہے اور انکی ہی پیروی سے اس نے بھی اسی طرح لکھا ہے ابتدا میں اور اب انکار کرتا ہے منع کرنیکو ابو بکر کے **قال الشیخ الاشعری** تسپر مولوی عمار علی صاحب نے تو یہ طوفان جوڑا ہے کہ شرم کی آنکھیں پھوڑ کر صحیح مسلم کا نام لے دیا کہ اسمیں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وقت وفات یہ وصیت کی تھی کہ ابو بکر اور عمر میرے جنازہ پر نہ آئیں خدا جانے یہ بیحیائی کہاں سے آ گئی ہے یا ایجاد فقیر ہے کہ اصلاً و مطلقاً جھوٹ بولنے سے شرم نہیں آتی صحیح مسلم کوئی نایاب کتاب نہیں ہزاروں نسخے اسکے موجود ہیں حذف کرنیکی بھی گنجایش نہیں اگر یہ روایت ہو تو کوئی کہیں سے نکال دے فقط اسمیں اتنی بات ہے کہ جب حضرت زہرا کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے انکو شب ہی کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور نماز پڑھی آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چنانچہ تسکین ناظرین کے لئے عبارت صحیح مسلم منقول ہے اسکا ترجمہ بلا کم و کاست یہی ہے جو میں عرض کیا وہ عبارت یہ ہے فلما توفیت دفنها زوجها علی بن ابی طالب لیلا ولم یوذن بها ابابکر وصلی علیها علی اور اس عبارت سے آگے پیچھے کہیں وصیت کا ذکر نہیں ہے خدا جانے مولوی صاحب نے اس عبارت میں سے یہ معنی کہ حضرت زہرا نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے نہ آنے دینے کی وصیت کی تھی کونسے لغت اور کونسی زبان اور کونسے محاورہ کے موافق نکال لئے سبحان اللہ علماء شیعہ کی یہ امانت و دیانت اور صدق گھٹتا ہے کہ دیدہ و دانستہ ایسے جھوٹ بولتے ہیں غرض صحیح مسلم میں تو فقط اتنی بات ہے کہ حضرت علی نے حضرت سیدة النساء کو شب کو دفن کر دیا اور صدیق اکبر کو اطلاع نہ کی اور اپنے آپ نماز جنازہ پڑھی اور یوں بھی ایک قول ہے کہ حضرت عباس نے چند ایک اہل بیت کے ساتھ نماز پڑھ کے رات ہی کو دفن کیا مگر بہر حال صحیح مسلم میں وصیت کا ذکر معلوم نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی روایت میں اسباب میں کوئی وصیت بھی ہو تو اسبات کی وصیت ہوگی کہ مردوں میں سے میرے جنازہ پر کوئی نہ آئے چنانچہ بعضی روایات میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرت صدیق اور حضرت عمر اور سوا انکے اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تعزیت کیلئے حاضر ہوئے تو شکایت کی ہمیں آپ نے خبر کی ہمیں بھی شرف نماز اور شرف حضور جنازہ میسر آ جاتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں دنیا سے اٹھوں تو مجھے رات ہی کو دفن کر دینا تاکہ میرے جنازہ پر کسی نامحرم کی نگاہ نہ پڑے سو میں نے انکی وصیت کے موافق عمل کیا ہے غرض اس روایت سے اور یہی روایت مشہور ہے علی العموم نامحرموں کے آنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے صدیق اکبر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا اشارہ بھی نہیں مگر شیعوں کے بدگمانی کا یہ حال ہے کہ اہل بیت کی تمام حرکات و سکنات کو مطابق بغض یا بغض صدیق اکبر کی عداوت پر محمول کرتے ہیں اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہے سب نے سنا ہو گا ۔ سگ بہ ریچوں کلوخی بر سر آید * ز شادی بر جہد کین استخوان ست * وگر نعشے دو کس بر دوش دارند * لئیم الطبع پندارد کہ خوان است * **اقول** مولوی عمار علی صاحب نے شرم کی آنکھیں نہیں پھوڑی ہیں آنکھیں شرم کی تو نے ہی پھوڑی ہیں کہ صریح تیری کتاب میں موجود ہے اور پھر تو اسکا انکار کرتا ہے اور صحیح مسلم میں جو لکھا ہے کہ ولم یوذن بها ابابکر اس سے مطلب کیا ہے کہ ابو بکر کو جنازہ پر آنے کا اذن نہ دیا یہ موافق وصیت کے تھا یا تستر کی جہت سے اور اگر تستر کی جہت سے ہوتا تو ابو بکر کی کیا تخصیص تھی ممانعت میں اور اذن نہ دینے میں اور سو وصیت کے واسطے ضرور نہیں ہے کہ لفظ وصیت بھی مذکور ہو اگر کوئی کہے کہ میرے بعد فلانے کو اسقدر دینا تو وصیت ہو گئی وصیت کا لفظ چاہے ذکر کرے چاہے ذکر نہ کرے اور یہ اذن نہ دینا دال وصیت ہی پر ہے اسواسطے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے وصیت کی تھی کہ جن لوگوں نے مجھے آزار پہنچایا ہے ان لوگوں کو میرے جنازہ پر نہ آنے دینا اور مراد اس سے ابو بکر اور عمر ہیں سو حضرت علی نے موافق وصیت کے ابو بکر کو آنیکا اذن نہ دیا جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں لکھا ہے اور یہ جو صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ لم یوذن بها ابابکر وہ وصیت ہی پر دلالت کرتا ہے کہ جو کچھ رنجش تھی حضرت فاطمہ اور ابو بکر میں تھی اور حضرت علی سے کچھ واسطہ نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو حضرت فاطمہ ہی کی جہت سے تھا سو یہ اذن نہ دینا ابو بکر کو موافق وصیت حضرت فاطمہ کے تھا اور عمر کا جو نام لکھا ہے یا اسواسطے کہ وہ دونو آپسمیں لازم و ملزوم تھے اور وصیت جب کی تھی تو عمر کا بھی نام لیا تھا لیکن صحیح مسلم میں ابو بکر ہی کے ذکر پر اکتفا کی اور عمر کا نام نہیں لکھا اور حدیث صحیح مسلم کی تغییر

واقع ہوئی ہے سقیفہ ابوبکر جوہری میں کہ جو ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اسمیں وصیت کا لفظ ہی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں
لم یؤذن بہا ابابکر ہجران کے بعد واقع ہوا ہے سو عدم ایذان سے مراد سوائے وصیت کے اور کچھ نہیں ہو سکتے اور جذب القلوب میں تو تصریح لکھا ہے چنانچہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اسماء بنت عمیس کو
حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ عائشہ میرے جنازہ پر نہ آنے پائے ماندگی عائشہ سے ابوبکر کی جہت سے تھی کہ وہ دختر انکی تھی یا کسی اور جہت سے تھی اور صحیح مسلم میں گو بروایت ابوبکر واضح کر کے
نہیں لکھا ہے لیکن تو اشارہ وصیت فاطمہ زہرا ہی کی طرف ہے والعاقل تکفیہ الاشارہ اور ہمارے مولوی صاحب کا کام جھوٹ بولنا نہیں ہے جھوٹا تو ہی اور تیرے بزرگ جھوٹے ہیں جو جھوٹی روایتیں بنا کر
شیعوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور دفن کرنا شب کا اور خود ہی حضرت علی کا نماز جنازہ پڑھنا اسی جہت سے تھا کہ ابوبکر جنازہ پر نہ آنے پائیں وہ نہ منصب نماز پڑھانے کا ابوبکر کا تھا کہ وہ خلیفہ
بنے ہوئے تھے اور ہم عبارت مسلم کو بیان کر چکے کہ ولم یؤذن بہا ابابکر سے مراد وصیت ہی ہے گو لفظ وصیت کا اسمیں مذکور نہیں ہوا ہے اور جو کچھ مولوی صاحب سمجھے ہیں وہ صحیح ہے اور ہم اسکو بیان
کر چکے کہ مراد اس سے وصیت ہی ہے البتہ روایت مسلم میں نام عمر کا نہیں لکھا ہے فقط ابوبکر کا نام ہے اسواسطے کہ وصیت جو کی تھی تو دونوں کے نام کی تھی چنانچہ اور روایتوں میں ہے اسواسطے عمر کا
بھی نام لکھدیا کیا بانی مبانی سب امور کے یہی تھے اور علماء شیعہ نے کچھ جھوٹ نہیں لکھا ہے تاکہ انکی امانت و دیانت میں خلل آئے دیکھو صحیح مسلم میں یؤذن بہا موجود ہے اور مراد اس سے یہی کہ
ابوبکر کو انکی اجازت نہ ہوا اور اگر ایذان معنی اطلاع ہے اور یہی معنی ہیں کہ اطلاع نہ کی تو اسی سبب سے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی چنانچہ اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں گو اس
روایت میں لفظ وصیت کا نہیں ہے لیکن لم یؤذن بہا وصیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر وصیت ہے تو ابوبکر کے نہ آنے دینے کی ہے نہ کل مردوں کے نہ آنے دینے کی اور یہ روایت علی العموم نامحرموں کے
جنازہ پر نظر نہ پڑنے کی دوسری ہے کہ نامحرموں کی نظر نہ پڑنے کی حیثیت سے ہے اور ابوبکر کے جنازہ پر نہ آنے دینے کی روایت دوسری ہے کہ اسمیں نامحرم ہونے کی حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ آزردگی کی
جہت سے ہے کہ میرے جنازہ پر نہ آئے جیسا کہ کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ میری جنازہ پر نہ آنے پائے مگر اہل سنت کا ثلاثہ کی محبت میں حال ہے کہ جسقدر کہ انہوں نے اہل بیت پر
ظلم کئے ہیں اور آزار پہنچائے ہیں مطابق مہٹیں یا نہ مہٹیں انکو سب ظلموں کو نیکی ہی پر محمول کرینگے تاویلیں کرینگے اور عقل و نقل کا کچھ لحاظ نہیں کرتے انکی وہی مثل ہے جیسے مشہور ہی سنا
ہوگا ؎ سگے راچوں کلوخی بر سر آید ۔ ز شادی بر جہد کیں استخوان است ۔ و گر نعشے دو کس بر دوش دارند ۔ لئیم الطبع پندارد کہ خوان است **قال الشیخ الاشعری** القصہ ابوبکر
صدیق کی ممانعت کی یا حضرت عمر کی ممانعت کی کہیں تخصیص و تصریح نہیں بلکہ فصل الخطاب کی روایت سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ دگرگوں ہے اسلئے کہ اسمیں یوں مذکور ہے کہ ابوبکر
صدیق اور حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمن بن عوف عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ کی رحلت مغرب عشا کے بیچ منگل کے دن رمضان شریف کی تیری
تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے چھ مہینے بعد ہوئی تھی اور آپ کی عمر شریف اٹھائیس برس کی تھی ابوبکر صدیق موجب فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیش امام ہوئے
چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی انتہی روایت ہے تو قدر شناسان علی رضی اللہ عنہ کو بھی تحقیق ہوتا ہے کہ حضرت سیدۃ النساء نے ہرگز صدیق اکبر کی آنیکی نہ دلی وصیت کی تھی کیونکہ جب
حضرت امام حسین یہ عزم رکھتے ہوں کہ سعید بن العاص کو حالانکہ وہ کچھ مؤدب نہ تھا امام ہونے دیں تو حضرت علی تو حضرت علی ہیں ادھر صدیق اکبر کا یہ ادب کہ تھوڑے سے ہی یوں پہلے
کیا کیا ناک رگڑ چکے تھے سو اگر حضرت فاطمہ وصیت کر میں تو اول تو صدیق اکبر کو دہکی دلادیتی ورنہ نماز کا تو کیا ذکر کیونکہ بوجہ اپنی شجاعت و صدیق اکبر کی ادب کے باعث کوئی وجہ تقیہ
کی بھی نہ تھی القصہ صدیق اکبر کی ممانعت کی کوئی روایت نہیں ہاں ایسی روایتیں ہیں جن سے عموم ممانعت ثابت ہے اور اگر بالفرض تخصیص کر کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا نام بھی ہو
تو حضرت ابوبکر کے منع کی وجوہ تو مذکور ہو لیں باقی رہی حضرت عمر سو اول وجہ میں تو وہ صدیق اکبر کے شریک ہی ہیں اور علی ہذا القیاس دوسری وجہ میں کیونکہ یہ صدیق اکبر کے
سامنے بمنزلہ وزیر و مشیر تھے سو صدیق اکبر کے سب کام انہیں کے مشورہ سے تھے سو اگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا بوجہ دینی فدک کے کچھ صدیق اکبر سے رنج تھا اور اس سبب سے وہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
سے شرمائے ہوئے تھے تو حضرت عمر سے پہلے تھا اور پہلے آپ سے شرمائے ہوئے تھے باقی رہی تیسری وجہ اسمیں بھی حضرت عمر صدیق اکبر کے ہی ایک جہت سے شریک ہیں کیونکہ حضرت عمر اور حضرت
صدیق اکبر بمنزلہ لازم و ملزوم ہیں یہ ممکن نہ تھا کہ صدیق اکبر بلائے جائیں اور حضرت عمر کو خبر نہ ہو سو اگر بالفرض و التقدیر کسی روایت میں اہل سنت کی ممانعت تخصیص نام ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
بھی نکل آئی تو انکی وجوہ یہ ہیں جو ہمیں نے عرض کیں عداوت اور بغض صدیق اکبر یا حضرت عمر نہ تھا **اقول** ابوبکر کی ممانعت کی تخصیص تو تصریح بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور لکھا ہے اسمیں
کہ ولم یؤذن بہا ابابکر اور ابوبکر اور عمر کے دونوں کی بلاکر ممانعت اور روایتوں میں ہے اور ابوبکر جوہری نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے اور فصل الخطاب
کی روایت کہ جسمیں ابوبکر کا نماز پڑھانا حضرت فاطمہ پر لکھا ہے چار تکبیروں کے ساتھ رد کرتی ہے اسکو روایت بخاری اور مسلم کی کہ ابوبکر کا بالاتفاق حضرت فاطمہ کے جنازہ پر جانا کا ہوا ہی نہیں تھا
اور جو روایت کہ مخالف روایات صحیحین کے ہے اسکا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور سوا اسکے یہ شیخ خود لکھ چکا ہے اس روایت کے مخالف روایتیں کہ حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ابوبکر اور عمر وغیرہ
صحابہ نے صبح کو جا کر حضرت علی سے شکایت کی کہ تم نے ہمکو خبر نہیں کی کہ ہم بھی نماز جنازہ پڑھتے سو یہ روایت فصل الخطاب کی بالکل غلط اور موضوع ہے اور ابوبکر کو جنازہ فاطمہ زہرا پر آنیکی
حضرت فاطمہ کیطرف سے ممانعت تھی اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے نماز پڑھی تھی نہ سعید بن العاص نے چنانچہ معلوم ہوگا اور ابوبکر نے تھوڑے سے

دلوں میں کچھ بھی ملال نہیں رکھتی اور اگر بالفرض حضرت فاطمہ سے کچھ عذر کیا تو وہ راضی نہیں ہوئیں اور ایسی کہاں کی صاحب حشمت اور لشکر تھے حضرت علی کہ ابوبکر کو دبا سکتے
دلوا دیتے جس وقت ابوبکر نے عمر کو بھیجا ہے اور عمر آگ اور لکڑیاں لیکر فاطمہ زہرا کا گھر جلانے گئے ہیں مع علی اور فاطمہ اور حسنین کے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے سو اس صورت میں
تو علی کچھ کر نہ سکے۔ اور ابوبکر کو دھکے دلوا دیتے کہیں عقل میں بھی آتا ہے اور شجاعت ہر جگہ کام نہیں آتی ہے جناب رسولخدا صلعم کی شجاعت تو حضرت علی کی شجاعت سے زیادہ تھی اور حضرت علی
جو نبرد و شجاع تھے وہ بھی حضرت کے ہمراہ موجود تھے لیکن جب کفار کا غلبہ ہوا تو یہی حکم ہوا حضرت کو کہ تم یہاں سے ہجرت کر کے چلے جاؤ اور خداتعالیٰ کی برابر تو کوئی قادر نہیں ہے ایک اشارہ میں چاہے
تو سب کو فنا کر دے مگر اپنے حبیب کو مکہ میں نہ بچا سکا اور حکم ہجرت کا دیا سو جو کام خداتعالیٰ کا ہے وہ موافق مصلحت کے ہے اور ایسا ہی جناب رسولخدا صلعم و علی مرتضیٰ کا کام موافق مصلحت کے
تھا ہر جگہ شجاعت نہیں آزمائی جاتی ہے اور تقیہ بھی حضرت علی کا موافق مصلحت کے تھا نہ کسیکے خوف سے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خاص ابوبکر کی ممانعت کی روایتیں موجود ہیں اور مولوی عبدالعزیز
صاحب نے ممانعت کو تسلیم کر کے جواب دیا ہے کہ ممانعت ستر کی جہت سے تھی اور حضرت عمر مشیر کل باقی مہمات سلطنت ابوبکر کے وہ ہی تھے اور ابوبکر کو برائے نام خلیفہ بنا رکھا تھا وہ انکے سب امور میں شریک
تھے اور جو کچھ وجوہ ابوبکر اور عمر کی ممانعت کی لکھی ہیں وہ سب باطل ہیں اور ممانعت جو انکو ہوئی تو آزردگی کی جہت سے ہوئی کہ حضرت فاطمہ زہرا ان سے ناراض تھیں **قال الشیخ الاشعری**
اور دلیل عقلی اس بات کی کہ حضرت صدیق اکبر کا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی جنازہ پر نہ بلوانا بوجہ حیا، سیدۃ النساء اور غایت پردہ داری حضرت زہرا رضی اللہ عنہا تھا نہ بوجہ کدورت اور ناخوشی
یہ ہے اگر بوجہ کدورت و ناخوشی ہوتا تو اسوجہ سے ہوتا کہ مبادا صدیق اکبر انکے جنازہ کی نماز پڑھا دیں کیونکہ وہ خلیفہ تھے امامت نماز پنجگانہ اور امامت نماز جنازہ انہیں سے متعلق تھا سو
یہ بات کسی وجہ سے درست نہیں ہو سکتی اسلئے کہ باجماع مورخین شیعہ و سنی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لائے امام حسین نے سعید بن العاص کو جو معاویہ کیطرف سے مدینہ کا امیر تھا
نماز پڑھانیکے لئے اشارہ کیا اور یہ فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلعم کی سنت یوں نہوتی کہ امام جنازہ امیر ہوا کرے تو تجھے ہرگز آگے نہ بڑھاتا سو معلوم شد کہ حضرت سیدۃ النساء نے حضرت ابوبکر کے نماز
پڑھانیکے اندیشہ سے یہ وصیت نہ فرمائی تھی ورنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسطرح حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خلاف کرتے اور ظاہر ہے کہ سعید بن العاص ہزاروں مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کمتر تھے
خاصکر لیاقت نماز میں کیونکہ کوئی جیسے پہنچی ہی گزری تھی جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش نماز تمام مہاجر اور انصار کا کیا تھا اور اسباب میں کمال ہی تاکید فرمائی
تھی پھر کیونکر احتمال ہو کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس تھوڑی سی مدت میں تمام واقعات بھول گئی ہوں الحاصل دلائل نقلیہ و عقلیہ و نواسبات پر شاہد ہیں کہ شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا صدیق اکبر کو جنازہ پر آنے دینے کی روادار نہیں عقل کے نہونیکے باعث پیدا ہوتا ہے اور ان وجوہ کو بھی جانے دو ہمکو فقط روایت مدارج السالکین کی ابھی مرقوم ہوئی ہے
کافی ہے کیونکہ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اگر صدیق اکبر کی بالخصوص جنازہ پر آنیکی روادار نہوتیں تو بوجہ رنج روادار نہوتی سو اس روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ حضرت زہرا
کے دل مبارک میں اگر بالفرض رنج تھا بھی تب وہ زائل ہو گیا تھا اور دونو باہم راضی خوشی ہو گئے تھے مگر کوئی شیعہ منافق پیشہ حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ
منافق سمجھے اور یوں کہے کہ یہ راضی ہو جانا فقط ظاہرداری کیلئے ہوگا تو یہ بات علیحدہ ہے پر یہ بات شیعوں ہی کی سمجھنے کی ہے المرء یقیس علی نفسہ جیسے خود وہ ہیں ایسی ہی بزرگان دین کو سمجھتے ہیں ورنہ یہ سمجھے
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر **اقول** ہم پہلے اس سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت زہرا کا منع کرنا ابوبکر کو کہ میرے جنازہ پر نہ آوے اور نماز جنازہ نہ پڑھے آزردگی کی
جہت سے تھا نہ بواسطہ حیا اور ستر کے اور حضرت امام حسن کے جنازہ پر نماز سعید بن العاص نے ہرگز نہیں پڑھائی ہے اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ نماز جنازہ کی امیر ہی پڑھایا کرے اور نہ حضرت امام حسین نے
ایسا فرمایا ہے اور اگر یہ بات درست ہوتی تو حضرت علی حضرت فاطمہ کے جنازہ کے نماز کاہیکو پڑھاتے بلکہ ابوبکر پڑھاتے اور روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی ہی نے پڑھائی نہ ابوبکر نے اور یہ جو
لکھا ہے کہ باجماع مورخین شیعہ و سنی حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز سعید بن العاص نے پڑھائی یہ بھی غلط ہے بلکہ اجماع مورخین اور محدثین شیعہ کا یہ ہے کہ حضرت امام حسن کے جنازہ کی نماز حضرت امام
حسین نے پڑھائی ہے چنانچہ ملا یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی کی کتاب حجت میں لکھا ہے **لما قبض الحسن و وضع علی السریر ثم انطلقوا بہ الی مصلی رسول اللہ الذی کان یصلی**
فیہ علی الجنائز فصلی علیہ الحسین وحمل وادخل الی المسجد حاصل یہ کہ جسوقت وفات پائی حضرت امام حسن نے اور جنازہ انکا تابوت میں رکھا گیا پھر لیچلے انکو رسولخدا صلعم کے نماز پڑھنے کی جگہ جس جگہ
کہ وہ نماز پڑھتے تھے جنازوں پر تو نماز پڑھی حضرت امام حسن کے جنازہ پر حضرت امام حسین نے اور وہاں سے جنازہ کو اٹھا کر مسجد کیطرف داخل کیا پس معلوم ہوا کہ سعید بن العاص نے امام حسن کے جنازہ پر نماز
نہیں پڑھائی اور نہ حضرت امام حسین نے سعید سے یہ کہا تھا کہ سنت رسولخدا صلعم کی یہ نہوتی کہ نماز جنازہ امیر پڑھائے تو میں تجھے آگے نہ بڑھاتا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں ابوبکر جوہری کی کتاب سے کہ حضرت زہرا
نے وصیت کی کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نماز نہ پڑھائے سو اسیواسطے ابوبکر کو حضرت زہرا نے منع کیا تھا کہ میرے جنازہ پر ابوبکر نہ آئے اور امام حسن نے حضرت زہرا کے خلاف ہرگز نہیں کیا ہے چنانچہ معلوم ہوا اور جناب رسولخدا نے
بھی ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا بلکہ عائشہ نے اپنی طرف سے کہدیا تھا کہ میرا باپ نماز پڑھائے اور سنیوں ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوبکر نماز پڑھانیکو کھڑے ہوئے تو جناب رسولخدا
صلعم شور و غل سنکر وہاں گئے اور ابوبکر کو پیچھے ہٹا کر اور بیٹھ کر خود نماز پڑھائی سو معلوم ہوا کہ رسولخدا صلعم نے ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم نہیں دیا تھا عائشہ نے نماز پڑھانیکو کہدیا تھا اور حضرت
فاطمہ کو ابوبکر کا جنازہ پر آنا روادار نہوتا اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے اسکو تسلیم کر کے جواب اسکا دیا ہے کہ ستر کی جہت سے منع کیا تھا سو اہل سنت کو

شصوصا مولوی عبد العزیز صاحب ہی کو عقل نہیں ہے کہ جو ایسا کہتے ہیں اور مدارج السالکین شیعوں میں کوئی کتاب نہیں ہے اور روایت اُسکی بالکل غلط ہے کہ صاحب صواعق نے جمع
کی ہوئی اور بنائی ہوئی ہے اور حضرت فاطمہ ابوبکر سے دم آخر تک راضی نہیں ہوئیں ہیں ہمیشہ ابوبکر سے آزردہ اور ناراض رہی ہیں اور اسیواسطے ابوبکر کو اپنے جنازہ پر نہیں آنے دیا اور رنج حضرت
فاطمہ کا ہرگز زائل نہیں ہوا اور حضرت فاطمہ کو کوئی سنی منافق نہیں سمجھیگا کہ وہ منافق تہیں اور ظاہرداری کے واسطے ابوبکر سے راضی ہوگئی تہیں شیعہ تو ابتدا سے اسکا انکار کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ ابوبکر سے کبھی راضی نہیں ہوئیں تہیں اور منافق تو خود ہی یہ شیخ اور کہتا ہی شیعونکو اور شیعہ تو وہ ہیں کہ جنہوں نے ابوبکر کا اور عمر کا منافق ہونا حضرت علی اور
عباس کے نزدیک صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے ثابت کیا ہی چاہو دیکھ لے جس جگہہ کہ صحیح مسلم کی روایت سے ابوبکر اور عمر کا کاذب اور آثم اور خائن اور غادر ہونا ہمنے لکھا ہی وہاں یہ بھی موجود ہی اور
شیعہ تو پاک اوصاف ہیں نفاق سے اور اگر منافق ہیں تو تیرے شیخین ہیں تو شیعوں کو جو کہ پاک ہیں اپنے اوپر اور اُنپر قیاس کرتا ہے ؏ کار پاکان را قیاس از خود مگیر ÷ گرچہ ماند در
نوشتن شیر و شیر ÷ **قال الشیخ الاشعری** ۔ اور باینہمہ پھر کیا ہوتا ہی چاہئے شیعونکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ ممکن نہیں اگر بالفرض و التقدیر بزعم شیعہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ
صدیق اکبر سے اس جہان سے ناخوش ہی گئی ہوں تو درصورتیکہ خدا اور رسول خوش ہوں کچھہ نقصان نہیں اور جو کچھہ نقصان تھا ہی تو اُسکی تدبیر اور اُسکا بندوبست خود خداوند کریم نے
لکہو کہا برس پہلے کر دیا سورہ حجر میں فرماتے ہیں و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین اس آیت میں متقیوں کے جنت میں داخل ہونیکی کیفیت بیان فرماتے ہیں مطلب یہ ہے
اور نکال ڈالی ہمنے جو کچھ اُنکے دلوں میں خفگیں تہی وہ بہائی ہوگئی تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں اور پرہیزگاروں میں آپسمیں رنج بھی ہوجایا
کرتے ہیں اور وہ رنج اُنکو کچھہ مضر نہیں ہوتے عنایات خداوندی جنت میں جانے کے خارج نہیں ہوتی بلکہ جنتی ہونیکی وجہ سے وہ رنج ہی خود زائل ہو جاتے ہیں سو اگر بالفرض بزعم شیعہ حضرت
فاطمہ حضرت صدیق اکبر سے رنجیدہ ہی اس جہان سے گئی ہوں تب اس آیت بشارت آمیز نے صدیق اکبر اور انکی ہواخواہونکی تسلی کر دی اور شیعوں کے آنکھوں میں خاک ڈالدی
اقول شیعونکی آنکھیں کیونکر ٹھنڈی ہوں جب فاطمہ پر ایسی ستم ہوں کہ رنجیدہ ہو کر اس جہان سے رحلت فرمائیں اور حضرت فاطمہ کا ابوبکر سے رنجیدہ ہو کر اس جہان سے جانا
اہل سنت کی کتابوں میں لکہا ہوا ہی شیعونکا زعم یہ نہیں ہے اور خدا اور رسول ابوبکر سے ہرگز خوش نہیں ہیں اسواسطے کہ جس سے فاطمہ زہرا ناراض ہو اُس سے خدا اور رسول بھی ناراض
ہیں کنز العمال میں روایت ہی حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ان اللہ لیغضب بغضبک و یرضی لرضاک اور یہی اصابہ میں روایت ہے اور مرزا محمد معتمد خان
بدخشی نے بہی مفتاح النجا میں یہی روایت کی ہی یعنی تحقیق خدا تعالی غضب میں ہوتا ہی تیرے غضب کے واسطے اور راضی ہوتا ہی تیری رضامندی کیواسطے اور فتح الباری
میں لکہا ہی جو چیز کہ فاطمہ زہرا کو اذیت دیتی ہی وہ رسولخدا کو بھی اذیت دیتی ہی اور مودۃ القربی میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے حضرت سلمان سے فرمایا من رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت
عنہ و من رضیت عنہ رضی اللہ عنہ و من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ و من غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی جس سے میری بیٹی فاطمہ زہرا راضی ہی
میں اُس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہی اور جس پر غضب میں ہوتی ہی بیٹی میری فاطمہ اُسپر غضب میں ہوتا ہوں اور جسپر میں غضب میں ہوں خدا اُسپر غضب میں ہوتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ جس سے فاطمہ راضی نہوگی تو خدا و رسول بھی اُس سے راضی نہوں گے اور ابوبکر اور عمر سے جو حضرت فاطمہ ناراض گئی ہیں تو خدا اور رسول بھی اُن سے ناراض ہیں
اور خدا تعالی نے جو تدبیر کی ہی آیت و نزعنا ما فی صدورہم میں وہ متقی اور پرہیزگاروں کے واسطے کی ہے نہ ابوبکر اور عمر کے واسطے پہلے ایمان تو اُنکا موافق قواعد صحیحہ کے ثابت
کرلو اور متقی ہونا تو بعد اسکے ہے جو شخص کہ فاطمہ زہرا پر ستم کرے اور اُسکا گہر اور اُسکے شوہر اور فرزندوں کے جلانیکے واسطے آگ اور لکڑیاں لیجائے اور اُسکا دروازہ کہولے تو وہ مومن
متقی بھی رہتا ہی متقی ہونا تو بعد ایمان کے ہی اور ہمکو تو اُنکے ایمان ہی میں کلام ہے اور اہل سنت کی کتابوں سے سلب ایمان اُنکا ثابت ہے حکیم سنائی لکھتے ہیں کہ ؏ مرا باور نمی آید
ندوی اعتقاد ÷ حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن ÷ سو وہ مومنین متقی ہیں جو بہشت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے نہ خلفاء ثلثہ اور اس آیت سے تسلی بھی مومنین متقین
کی ہی نہ ابوبکر اور عمر کی کہ اُنکے حق میں آیت نہیں ہے بلکہ یہ آیت شان میں حضرت علی کے اور اُنکے شیعوں کی ہے جیسا کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ اور
اس آیت نے اور اس حدیث نے سنیونکی آنکھوں میں خاک ڈالدی کہ شیعونکی جنت میں جانیکی بشارت قرآن میں اور حدیث میں دونوں میں ہے اور خلفاء ثلثہ اور اُنکے ہواخواہ اس بشارت سے
خارج ہیں **قال الشیخ الاشعری** مگر شاید کوئی شیعی جبر یوزیوں میں سے تکرار کرے کہ ہر چند اس آیت میں بشارت ہی جو مذکور ہے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ اوروں ہی کے لئے یہ بشارت
ہے جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناخوش ہوں اُنکے لئے اس بشارت میں حصہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شان میں یوں ارشاد فرمایا ہی اور یہ حدیث
متفق علیہ طرفین ہے انما فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا و یریبنی ما رابہا فمن اغضبہا اغضبنی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہی کہ یاد رہی یہ بات کہ فاطمہ میری بدن کا
ٹکڑا ہے جس سے اُسے تکلیف ہو اُس سے مجھے بھی تکلیف ہو جس بات سے وہ گھبرائے اُس سے میں بھی گھبراتا ہوں سو جو شخص اُسکے غصہ کریگا وہ مجھے غصہ کریگا فقط او نتہا ہر کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کرنیوالا کون ہوتا ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی ہی رعایت کہتے کیونکہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی فمن اغضبہا اغضبنی جسکے معنی ہیں کہ جو اُسے غصہ کریگا وہ مجھی غصہ کریگا اور یوں نہیں فرمایا من غضبت علیہ غضبت علیہ یعنی جس پر وہ غصہ
ہونگی اُسپر میں بہی غصہ ہونگا ظاہر ہے کہ کسیکو غصہ کر دینے کی یہ صورت ہی کہ دیدہ و دانستہ کسی بات کلام سے کوئی شخص اُسے غصہ دلانیکا ارادہ کرے سو کمال نادانی کی بات ہی کہ
کوئی شخص صدیق اکبر کیطرف یہ بات منسوب کرے کہ اُنہوں نے بالقصد حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا تھا جو جانتے تہے وہ تو جانتی ہی تہیں پر وہ جو نجانتے تہے اب تو اُنپر بہی واضح ہوگیا
کہ صدیق اکبر اس غصہ میں معذور تہے اور باینہمہ پہیر عذر معذرت کیا کیا کچھ نہ کئے روایت کو ٹٹولئے تو معلوم ہوجائیگا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا کہ واللہ ابنۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی یعنی اللہ کی قسم ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قرابت کے ساتھ صلہ کرنا اور اُنکی خدمت کرنی بہت ہی زیادہ ہی میرے نزدیک اپنی قرابتوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے اور جب اُنکی طرف اغضاب نہوا یعنی بالقصد اُنکو غصہ نہ دلایا
بلکہ حتی المقدور اُسکا بچاؤ ہی کیا ہو تو وہ پہر کس طرح اس وعید میں داخل ہونگے اور اگر بالفرض کچھہ ہوا ہو بہی تو اتنا ہوا ہو کہ حضرت فاطمہ بمقتضائے بشریت غصہ ہوگئی ہوں سو اسکو اگر ہم
مان لیں اور اُن توجیہات کا جو مذکور ہوئیں کچھہ خیال نکریں تو بیش بریں نیست کہ موافق وعدہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل قیامت کو سینہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے وہ رنج نکالا
جائیگا اور دونوں میں سے کسیکو وہ آپسکی شکر رنجی مضر ہوا **اقول** حضرت فاطمہ کے ناخوشی سے ناخوشی رسولخدا صلعم کی ہی اور رسولخدا صلعم کی ناخوشی سے ناخوشی حقتعالی کی ہی جو کوئی
کہ ہو اسمیں خصوصیت کسیکی نہیں ہے اور جس سے خدا تعالی ناخوش ہو اُسکے واسطے عذاب ہی اور حکم آیت ونزعنا ما فی صدورہم من غل واسطے پرہیزگاروں اور متقیوں کے ہی نہ واسطے اُن لوگوں
کہ جو خدا کو ناخوش رکہتے ہیں اور ابوبکر متقیوں میں سے تہے جیسے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور روایت اغضبہا اغضبنی جناب رسولخدا صلعم نے ابوبکر کی کچھہ رعایت نہیں کی ہی
بلکہ ابوبکر ہی کے حق میں ایسا فرمایا ہی اور ابوبکر نے فاطمہ زہرا کو غصہ میں کیا اور خود اقرار کرتے ہیں غصہ میں لانیوالے چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب السیاست والامامت میں لکھا ہی بیان خلافت
ابوبکر میں فقال ابوبکر لعمر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناہا فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن حاصل یہہ کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ چل تو ہمراہ ہمارے فاطمہ
کیطرف کہ تحقیق ہم غصہ میں لائے اُسکو پس چلے وہ دونوں اور اجازت چاہی فاطمہ کے پاس جانیکی تو فاطمہ نے اذن ندیا اور یہہ بہی حضرت نے فرمایا ہی کہ من غضبت علیہ غضبت علیہ چنانچہ
سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں لکھا ہی اور زاذان سے روایت کی ہی کہ رسولخدا صلعم نے سلمان سے فرمایا ہی کہ فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ ومن رضیت عنہ رضی اللہ عنہ
ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت علیہ غضب اللہ علیہ یعنی پس وہ شخص کہ راضی ہو اُس سے بیٹی میری فاطمہ تو راضی ہوں میں اُس سے اور جس سے میں راضی ہوں اُس سے
خدا راضی ہی اور وہ شخص کہ غضب میں ہو اُس پر بیٹی میری فاطمہ تو غضب میں ہوتا ہوں میں اُسپر اور جسپر میں غضب میں ہوتا ہوں خدا تعالی اُسپر غضب میں ہوتا ہی اور جو شخص کہتا ہے
ابوبکر نے قصداً حضرت فاطمہ کو غصہ دلایا وہ نادان نہیں ہے دیکھو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر اور عمر عمداً فاطمہ کو غصہ میں لائے اُنکا حق غصب کر کے حق اُنکا غصب کیا تو اُنہوں نے
غصہ کیا اور حق اُنکا غصب نکرتے تو وہ غصہ کاہیکو کرتیں اور عمداً غصہ میں لانیکے فاطمہ زہرا کے کچھہ ضرورت ہی نہیں ہے واسطے ناخوشی خدا اور رسولخدا کی بلکہ جسپر فاطمہ غضب میں ہو اُسپر
خدا غضب میں ہوتا ہی ارادہ غضب میں لانیکا کرے یا نکرے چنانچہ صواعق محرقہ میں لکھا ہی کہ رسولخدا صلعم نے فرمایا یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک یعنی ای فاطمہ تحقیق
کہ خدا غضب میں ہوتا ہی واسطے غضب تیرے کے اور راضی ہوتا ہی واسطے رضامندی تیری کے یعنی جسپر تو غصہ ہوتی ہے خدا اُسپر غصہ ہوتا ہی اور جس سے تو راضی ہوتی ہی خدا اُس سے راضی ہوتا
ہے اس روایت سے بہر نہج خدا تعالی کا ابوبکر سے راضی نہونا ثابت ہوگیا اور کنز العمال میں بہی یہی روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا رسولخدا صلعم نے حضرت فاطمہ سے ان اللہ یغضب
لغضبک ویرضی لرضاک اور اصابہ میں بہی یہی روایت ہی اور مفتاح النجا میں بہی یہی روایت ہے اور سوا اسکے اور بہت کتابوں میں اہل سنت کی یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا
کہ کچھہ قصداً غصہ دلانے پر موقوف نہیں ہی بلکہ جس پر فاطمہ زہرا غصہ ہونگی خدا تعالی اُس پر غصہ ہوگا اور ایسے شخصوں کا غصہ بے موجب نہیں ہوتا ہی اور اگر بے موجب ہو تو خدا تعالی
اُنکے غصہ کرنیسے کاہیکو غصہ کرے اور کہنا ابوبکر کا حضرت فاطمہ کو وانہ ابنۃ رسول اللہ ان قرابۃ رسول اللہ احب الی ان اصل من قرابتی ایک مرتبہ کا بہی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ مکرر عرض کرنا یہ سب غلط ہی
اور اگر فرض بہی کیا جاوے تو یہ قول محض لسانی فریب دغا کا باوجود ایذا دینے اور تکلیف پہنچانے اُس مظلومہ کے بسبب غصب کرنے فدک کی اور مخالفت اُس مخدومہ کے اور جناب امیر علیہما السلام اور نسننی دعوے
ابنۃ رسول کے میراث کی اور نہ منظور رکھنی گواہی امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی باوجود منظور رکھنے مجرد دعوی ایک ادنی شخص کے بدون شہادت کسی کام کا نہیں ہی اور کچھہ فائدہ نہیں ہے ایسی ظاہرداری کی باتوں سے اور ابوبکر
کی جانب سے بیشک اغضاب ہوا چنانچہ ہم اسی قول کے اول میں بیان کر چکے اور جب اغضاب ہوا تو وہ بیشک وعید میں داخل ہونگے اور حضرت فاطمہ مقتضائے بشریت ہرگز غصہ نہیں ہوئیں ہیں بلکہ غصہ اُنکا بجا اور اپنے محل پر تہا اور
غصہ حضرت فاطمہ کا بمقتضائے بشریت کیونکر ہو کہ فاطمہ کے غصہ سے تو خدا اور رسولخدا غصہ میں آتے ہیں چنانچہ احادیث میں آیا ہی اور گزر گیا ہی اور اگر بمقتضائے بشریت ہوتا تو خدا اور رسولخدا صلعم فاطمہ زہرا کے غصہ
کا ہیکو غصہ میں ہوتے اور بموجب حکم آیہ ونزعنا الخ کے گو فاطمہ زہرا کے سینہ سے رنج نکالا جائے لیکن ابوبکر کو نجات نہوگی وہ اپنے کئے کی سزا پائینگے پہر فاطمہ زہرا کا سینہ تو خود بخود صاف ہوجائیگا
قال الشیخ الاشعری اور اگر قطع نظر غصہ کرنیسے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خود بخود غصہ ہوجانا بہی اس وعید میں داخل کر دیں تو شیعوں کو ہم سے زیادہ مشکل پڑیگی کیونکہ ابوبکر

صدیق تو معصوم نہیں اگر اُنسے کوئی حرکت بیجا ہو جائے اور اس سبب سے کسی وعید میں شامل ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں پر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تو شیعوں کے نزدیک معصوم تھے اُن سے جو بارہا مقدمات خانگی میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو رنج ہو گیا ہی تو اسکا کیا سبب ہے بلکہ اسکے فرمانیکا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ باعث یہی ہوا تہا کہ حضرت زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اس وجہ سے فی الجملہ ناچاقی ہو گئی تہی کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا پیام بھیجا تھا اسمیں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس تقریب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ سو اگر فقط حضرت فاطمہ کے غصہ ہو جانیکی باعث صدیق اکبر وعید مذکور میں داخل ہو جائیں تو حضرت امیر پہلے داخل ہونگے کیونکہ اول تو خطبہ اُنہیں کے سمجھانے سنانے کو فرمایا تہا دوسرے حضرت صدیق اکبر تو بوجہ اشارات خداوندی اور ارشاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک مدینے میں معذور تھے اور پھر باینہمہ باشارہ حدیث محاج السالکین ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر حکم خداوندی نہوتا تب بھی اُنکی تہ دل میں بھی تمنا تہی کہ فدک حضرت فاطمہ ہی کے پاس رہے لیکن حضرت علی نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنکو کیا دشواری تہی اُنپر یہی نہیں کہ تہ دل سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی کے موافق ہوں علیٰ ہذا القیاس ایکبار حضرت امیر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہو کر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد میں زمین ہی پر بدون تکیہ بچھونے سو گئے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر ہوئی آپ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا یعنی علی مرتضی کہاں ہیں عرب میں ایسے موقع میں اکثر ایک دوسرے کو چچا کا بیٹا بولتے ہیں خیر حضرت زہرا نے عرض کی مجھ سے لڑکر نکل گئے اور دوپہر کو بھی یہاں نہیں سوئے اور یہ دونوں روایتیں کچھ سنیوں ہی کی کتابوں میں نہیں شیعوں کی کتابوں میں بھی موجود ہیں باقی روایت اول سے سوا اس مطلب پیش آمدہ کی ایک اور بات بھی نکلتی ہی وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ آخر بشر تہیں بمقتضائے بشریت غصہ آجاتا تہا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے موافق حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گناہ یا کسی گناہ کا ارادہ کیا تھا پھر اب غصہ کی وجہ بمقتضائے بشریت اور کچھ نہیں بلکہ دونوں روایتوں سے اتنی بات نکلتی ہی کہ معصوم کو بمقتضائے بشریت غصہ آجانا محال نہیں بلکہ بسا اوقات پیش آجاتا ہی اور اس سبب سے بے اختیار غصہ چڑہ جائے اور اُس غصہ میں دوسرے کی معصومیت کا بھی لحاظ نرہی اور کوئی صورت نہیں سو اسکو ہی ہم بمقتضائے بشریت کہتے ہیں اسیطرح اگر حضرت فاطمہ کو صدیق اکبر پر بھی بمقتضائے بشریت غصہ آجائے اور اُنکا کچھ قصور نہو تو کیا دشوار ہی اور یوں انکار ہی القصہ فقط بمقتضائے بشریت حضرت فاطمہ کے غصہ ہو جانے سے بے اسکے کہ کوئی دیدہ و دانستہ بوجہ اُنکو غصہ دلائے آدمی وعید مذکور میں داخل نہیں ہو سکتا **اقول** خود بخود کسیکو غصہ نہیں آتا ہی جب تک کہ اُسکا کوئی باعث نہو اور نہ حضرت فاطمہ کو خود بخود غصہ آیا بلکہ دیدہ و دانستہ اُنکا حق جو غصب کیا تو اسواسطے اُنکو غصہ ہوا اور شیعونکو کچھ مشکل نہیں ہے اگر مشکل ہی تو اہل سنت کو ہی کہ ابوبکر کے بچانے میں ہاتھ اور پاؤں مارتے ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا اور حضرت علی شیعوں کے نزدیک بیشک معصوم ہیں لیکن حضرت زہرا کو اُن سے کچھ رنج کبھی نہیں ہوا ہی اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی الخ علی کے سنانے کو نہیں فرمای تہے بلکہ ابوبکر اور عمر کے سنانیکو فرمائے تہے جانتے تہے حضرت کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا پہنچاوینگے اور حق اُسکا غصب کرینگے اور علی اور فاطمہ میں کبھی ناچاقی ہی نہیں ہوئی جو ایسے فرماتے اور وہ روایت ابو جہل کی بیٹی سے حضرت علی کی درخواست نکاح کرنے کی بالکل غلط ہی اور ناصبیوں کی وضع کی ہوئی ہی حضرت علی نے ہرگز ارادہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنیکا نہیں کیا تھا اور اسطرح کی روایتیں معاویہ نے حضرت علی کی طعن میں اور خلفاء ثلاثہ کی فضائل میں علماء کو انعام اور جواہر دیکر بہت سی بنوالی ہیں کہ بخاری اور مسلم میں بھی وہ روایتیں درج کی گئی ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں شیخ ابو جعفر اسکافی سے روایت کی ہی ان معاویۃ وضع قوما من الصحابۃ وقوما من التابعین علی روایۃ اخبار قبیحۃ فی علی تقتضی الطعن فیہ والبراءۃ منہ وجعل لہم علی ذلک جعلا یرغب فی مثلہ حاصل یہ کہ معاویہ نے مقرر کیا تھا ایک قوم کو صحابہ میں سے اور ایک قوم کو تابعین میں سے قبیح اور بد روایتوں کے بنانے پر حضرت علی کے حق میں کہ مقتضی ہوں طعن کرنے پر علی کو اور بیزاری کرنے پر اُس سے اور مقرر کی تھی واسطے اُنکے اس روایت بنانے پر اجرت کہ رغبت ہو اسطرح کی روایت بنانے پر منہم ابو ہریرۃ وعمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ ومن التابعین عروۃ بن الزبیر یعنی اُن صحابہ میں سے جو کہ روایت بناتے تھے ابو ہریرہ تھا اور عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور تابعین میں سے جو کہ روایت بناتے تھے عروہ بن الزبیر تھا اور بعد اسکے چند روایتیں ان لوگوں سے لکھی ہیں کہ جس سے اُنکی بے ایمانی ہونمیں کسیطرح کا شبہ نہیں ہے کہ کیسے افترا کئے ہیں اُن دشمنوں نے رسول خدا صلعم پر اور بعد اسکے لکھا ہی واما ابو ہریرۃ فروی عنہ الحدیث الذی معناہ ان علیا خطب ابنۃ ابی جہل فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسخطہ فخطب علی المنبر وقال لاہا اللہ لا تجتمع ابنۃ ولی اللہ وابنۃ عدو اللہ ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا فان کان علی یرید ابنۃ ابی جہل فلیفارق ابنتی ولیفعل ما یرید حاصل یہ کہ ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہی جسکے یہ معنی ہیں کہ تحقیق علی نے پیغام نکاح کا دیا ابو جہل کی دختر کو رسول خدا صلعم کی زندگی میں پس ناخوش ہوئے اور غصہ میں لائی حضرت کو یہ بات اور منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ قسم ہی خدا کی نہ مجتمع ہوگی دختر دوست خدا کی اور دختر دشمن خدا کی ایک جگہ تحقیق فاطمہ پارہ بدن میری ہی ایذا دیتی ہی مجھکو وہ چیز کہ جو ایذا دیتی ہی اسکو اگر علی دختر ابو جہل کی چاہتا ہی تو چاہئے کہ میری دختر سے مفارقت اختیار کرے بعد اسکے کرے جو کچھ چاہتا ہی یہ وہ روایت ہے کہ جو علی کے دشمنوں نے وضع کی ہی علی پر طعن کرنیکے واسطے اور سوائے اسکے اس روایت کے مضمون ہی سے اس روایت کا دروغ ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جناب رسول خدا صلعم کو حضرت علی کی جانب سے یہ خیال ہو کہ اُس نے ابو جہل کی

دختر ہو کیوں نہ ہو ظلم ہے یا خود ہی تو خدا اُن پہ یہ چار عورتوں کا حکم لائے اور پھر اپنی دختر کے واسطے یہ حکم خدا ناگوار ہو کہ میری دختر کے سوا اور عورت کو علی کیوں کرے اور وہ بھی منبر پر علی الاعلان فرمائیں بلکہ کفار سنکر کہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے لوگوں کو تو کہتا ہی کہ تم چار عورتیں نکاح میں لاؤ اور اپنی دختر کے واسطے یہ حکم پسند نہیں کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اسکا شوہر اور کوئی زوجہ نکاح میں نہ لائے اور حضرت علی نے کونسا فعل حرام کیا تھا جو انپر یہ عتاب ہوا کہ سوای فاطمہ زہرا کے دوسری عورت سے کیوں نکاح کرتا ہی اور حضرت فاطمہ جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہی وہ خدا کے حکم سے ہرگز ناراض نہ ہوتی تھی کہ خدا کا حکم تو چار عورتوں سے کر سکتا ہی اور وہ ناراض ہوا کہیں کہ میرا شوہر ایک عورت سے زیادہ کسواسطے نکاح کرتا ہی کہیں یہ عقل میں بھی آتا ہی اور یہ جو لکھتا ہی جھوٹ اپنی طرف سے کہ حضرت علی میں اور حضرت فاطمہ میں فی الجملہ ناچاقی ہوگئی تھی اسواسطے حضرت امیر نے ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنا چاہا یہ اس روایت میں کہاں ہے اپنی طرف سے جو چاہتا ہی سو لکھتا ہی اور حضرت فاطمہ حضرت علی پر ہرگز غصہ نہیں ہوئیں وہ روایت ہی جھوٹی ہی پھر حضرت علی کیونکر اُسکے وعید میں داخل ہونگے اور الا ان فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما یوذیہا اور جگہ بھی حضرت نے فرمایا ہے اور اسطرح کی روایتیں بہت آئی ہیں اور ہم لکھ بھی چکے ہیں اور حضرت نے ابوبکر اور عمر کے ستانے اور سمجھانے کے واسطے ایسا فرمایا تھا کہ بعد میرے فاطمہ کو ایذا نہ پہنچائیں اسکا حق غصب کرکے نہ علی کو سمجھانے کو اور ابوبکر کو نہ حکم خدا تھا فدک کے نہ دینے کا اور نہ حکم پیغمبر تھا بلکہ خلاف حکم خدا کے انہوں نے کیا اور حدیث مجادلہ لیکن یہ بالکل جھوٹی ہی اسکی نسبت پیغمبر نہیں ہو سکتی اور ابوبکر کو ہرگز منظور نہ تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے پاس ہی اگر منظور ہوتا تو دے ڈالتے اور حضرت علی نے ہرگز ارادہ نہیں کیا تھا ابوجہل کی دختر سے نکاح کرنیکا یہ انپر بہتان اور افترا ہے اور علی و فاطمہ میں ہمیشہ اتفاق اور اتحاد رہا ہے اور دوسری روایت جو لکھی ہی کہ ایکبار حضرت امیر حضرت فاطمہ سے رنجیدہ ہوکر گھر سے باہر تشریف لیگئے اول تو یہ کہ میاں بی بی کی تکرار اکثر کھانے پینے پر ہوتی ہے بی بی کہتی ہے کہ فلانی چیز لاؤ اور میاں کہتے ہیں کہ میں کہاں سے لاؤں میرے پاس کچھ نہیں ہے سو اسطرح کی رنجیدگی شمار میں نہیں ہے حضرت فاطمہ اُنسے کچھ چاہتی ہونگے اور اُنکے پاس موجود نہوگا اسواسطے رنجیدہ ہوکر چلے گئے ہونگے اور خدانخواستہ ایسی بات اُنکے درمیان آپسمیں نہیں ہوتی تھی جو موجب غضب اور ناراضمندی کا ہو اور باوجود اسکے اس روایت کا بھی اعتبار نہیں ہے چنانچہ علل الشرائع میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہی کہ لیس ہذا الخبر عندی بمعتمد ولا ہو لی بمعتقد فی ہذہ العلۃ لان علیاً وفاطمۃ ما کان لیقع بینہما کلام یحتاج رسول اللہ الی الاصلاح بینہما لانہ علیہ الصلوۃ سید الوصیین و ھی سیدۃ نساء العالمین یقتدیان بالنبی فی حسن الخلق یعنی نہیں ہے یہ خبر میرے نزدیک معتمد اور نہ معتقد میرے ہی اس علت میں اسواسطے کہ علی اور فاطمہ ایسی نہ تھی کہ واقع ہو انمیں ایسا کلام کہ محتاج ہوں رسول خدا صلعم طرف اصلاح کے اور صلح کرانیکے درمیان ان دونوں کی ایک کلام کرکے سو واسطے کہ حضرت علی تو سردار اوصیاء کے ہیں اور فاطمہ سردار زنان عالم کی ہیں پیروی کرتے ہیں وہ دونوں نیک خلقی میں رسول اللہ صلعم کی اور بعد اُسکے لکھا ہی کہ ابوتراب جو اُنکا نام ہوا تو اس جہت سے ہوا کہ عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہی کہ وہ صاحب زمین کا ہی اور حجت خدا کی ہی لوگوں پر زمین کے اسواسطے ابوتراب نام ہوا حضرت علی کا اور یہ دونوں روایتیں اگر شیعوں کی کسی کتاب میں ہیں تو نام اُنکا کیوں نہیں لکھا اور حضرت فاطمہ کو بمقتضاء بشریت ہرگز غصہ نہیں آتا تھا خصوصاً وہ غصہ تو بمقتضاء بشریت ہرگز نہ تھا جو کہ ابوبکر پر غصہ آیا تھا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں اور سوائے اسکے یہ ہی کہ جو غصہ بمقتضاء بشریت ہوتا ہی وہ جلد زائل ہو جاتا ہی اور ابوبکر پر تو چھ مہینے غصہ رہا تھا وہ غصہ بمقتضاء بشریت ہوتا تو اتنی دیر نہ کھینچتا اور حدیث میں آیا ہی کہ فاطمہ کے غصہ ہونے سے خدا غصہ ہوتا ہی اگر غصہ اُنکا بمقتضاء بشریت ہوتا تو خدا کا ہیکو غصہ ہوتا اور نہ حضرت علی نے ارادہ ابوجہل کی دختر سے نکاح کا کیا اور نہ حضرت فاطمہ اُنسے غصہ ہوئیں و بالفرض والتقدیر اگر کسی معصوم کو بمقتضاء بشریت غصہ ہوتا ہی تو وہ جلدی فرو ہو جاتا ہی بلکہ غیر معصوم کا غصہ بھی جلد جاتا رہتا ہی اور ابوبکر پر جو حضرت فاطمہ کو غصہ ہوا تو چھ مہینے تک رہا یہ غصہ بمقتضاء بشریت کیونکر ہو جائیگا اس غصہ کا اُنکے غصہ پر قیاس نہیں ہو سکتا اور علی و فاطمہ ایسی نہ تھی کہ بے اختیار اُنکو غصہ چڑھ جائے اور دوسرے کی معصومیت کا لحاظ نہو اور حضرت فاطمہ کو جو ابوبکر پر غصہ ہوا وہ ابوبکر کے قصور کا تھا کہ ابوبکر نے حق فاطمہ کا غصب کیا تھا اور ابوبکر بیشک اُنکے غصہ کے وعید میں داخل ہیں

قال الشیخ الاشعری علاوہ بریں سب جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بمقتضاء بشریت حضرت ہارون پر جو اُنکے بڑے بھائی تھے اور نبی مقرب تھے غصہ ہوئے یہانتک کہ سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے کی نوبت آئی اور یہ سب کو یقین ہے کہ حضرت ہارون علیہ و علی نبینا الصلوۃ والسلام نے کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کرنیکا ارادہ نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کا بالقصد غصہ دلانا کفر ہی مگر تاہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس اگر اتنے غصہ ہو جانیکو یہ کہیں کہ یہ بھی اغضاب ہے یعنی انہیں کی طرف سے ہے تو نعوذ باللہ حضرت ہارون کو یوں کہنا پڑیگا کہ اسوقت کافر تھے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ فقط بمقتضاء بشریت کوئی شخص کسی پر غصہ ہو جائے تو اُسے اغضاب نہیں کہتے ہیں اور یہی قصہ بعینہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ہی کہ صدیق اکبر کی طرف سے اغضاب نہیں فقط حضرت فاطمہ کیطرف اگر تھا تو غضب تھا ہاں ہم کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اغضاب ہوا ہے تو بظاہر حضرت علی ہی سے ہوا ہوگا کیونکہ وہ خاوند تھے اُنکو اتنا ادب نہو گا جتنا ابوبکر صدیق کو ہوگا

اقول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہرگز اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام پر غصہ نہیں ہوئے تھے جو کچھ اُنکا غصہ تھا وہ امت پر تھا کہ اُنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی اور حضرت موسیٰ نے جو بال حضرت ہارون کے پکڑ کر اپنی طرف کو کھینچا تو امت کے لوگوں کے دکھانیکے واسطے کھینچا تھا تاکہ وہ جانیں کہ یہ فعل گوسالہ پرستی کا بڑا سخت گناہ ہی کہ جسکے سبب حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی بے گناہ کے بال پکڑ کر کھینچے اور اس حال کو دیکھکر بنی اسرائیل اس فعل سے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت عمل میں نہ لائیں جیسے کہ خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو کہیگا کہ ءانت قلت للناس

اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ یعنی کیا تو نے کہا تھا اے عیسیٰ آدمیوں کو کہ مقرر کرو تم مجھکو اور ماں میری کو دو معبود سوا خدا کے اور حال یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ نے ایسا ہرگز نہیں کہا
تھا لیکن لوگوں کے دکھلانے کو خدا تعالیٰ نے ایسا فرمایا کہ روز قیامت کے ہم عیسیٰ سے ایسا کہینگے اور یہ اسواسطے فرمایا کہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اسکو سنکر ڈریں اور توبہ کریں ایسی ہی
حضرت موسیٰ نے لوگوں کے دکھلانیکو اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور حقیقت میں حضرت ہارون پر حضرت موسیٰ غصہ نہیں ہوئے تھے کہ وہ بیگناہ تھے کیا حضرت موسیٰ کو اتنی بھی خبر نہتی کہ ہارون
پیغمبر اور معصوم ہیں اور پیغمبر ایسی حرکت نہیں کرتا ہی کہ گوسالہ پرستی کو اختیار کرے یا اس حرکت سے راضی ہو اور جیسے کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ کو غصہ دلانیکا ارادہ نہیں کیا تھا ایسے
ہی حضرت موسیٰ نے حقیقت میں اُنپر غصہ بھی نہیں کیا تھا غصہ تو اُنکا جو کچھ تھا اُمت پر تھا اور بالقصہ غصہ کسکو کون دلاتا ہی لیکن حرکت بعضا آدمی ایسی کرتا ہی کہ اس حرکت سے
دوسرے کو غصہ آجاتا ہی اور یہی مراد ہے عمداً غصہ دلانے سے اور اگر اس غصہ دلانے سے غیر سے کفر ہوجاتا تو چاہئے کہ حضرت عمر کافر ہوجائیں اسواسطے کہ وہ جناب رسولخدا صلعم کو غصہ میں لائے تھے چنانچہ مشکوٰۃ کی
کتاب الاعتصام میں لکھا ہے عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری بوجہ رسول اللہ فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی فضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی یعنی جابر سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب لائے
رسولخدا صلعم کی پاس نسخہ توریت کا اور کہا کہ یا رسولخدا یہ نسخہ توریت کا ہی حضرت یہ سنکر خاموش ہو رہے اور عمر نے پڑھنا اسکا شروع کیا اور چہرہ مبارک رسولخدا صلعم اسکو سنکر
متغیر ہوتا تھا ابوبکر نے کہا عمر سے کہ روئیں تجھکو عورتیں رونے والیاں کیا نہیں دیکھتا ہی تو چہرہ کو رسولخدا صلعم کے اسوقت عمر نے کہا کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے غضب خدا
کے سے اور غضب رسول اُسکی سے راضی ہوئے ہم خدا سے اُسکے پروردگار ہونے پر اور محمد صلعم سے نبی ہونے پر جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا قسم ہے اُس شخص کی کہ جان محمد کی جسکی دست
قدرت میں ہے اگر ظاہر ہوتا واسطے تمہارے موسیٰ تو البتہ پیروی کرتے تم اُسکی اور ترک کردیتے تم مجھکو پس گمراہ ہوجاتے راہ راست سے اور اگر زندہ ہوتا موسیٰ اور پاتا وہ مجھکو تو البتہ پیروی
کرتا وہ میری روایت کیا ہی اسکو دارمی نے انتہیٰ دیکھو حضرت عمر اسقدر غصہ میں لائے جناب رسولخدا صلعم کو کہ رنگ چہرہ مبارک کا متغیر ہوگیا اور یہ باز نہیں آتے تھے اور پڑھے
ہی جاتے تھے جب ابوبکر نے منع کیا تو باز آئے یہ قصداً غصہ دلانا نہیں تو اور کیا ہی لیکن اُسوقت تو میاں عمر کافر ہوئے گو بعد اسکے پھر رجوع کی ہو یہی فرض کیا کہ عمر رسولخدا صلعم کو
عمداً غصہ میں نہیں لائے لیکن رسولخدا صلعم کا اُنپر غضب میں آنا ثابت ہوا اور جسپر رسولخدا صلعم غضب میں ہوں اُسپر خدا غضب میں ہوتا ہی اب بتلاؤ کہ جسپر خدا کا اور اُسکے رسول کا
غضب ہو وہ کیسا ہی اور اس روایت سے اور فوائد بھی معلوم ہوئے ایک تو رغبت عمر کی طرف کتب منسوخہ محرفہ کے اور یہودیوں کے دین کے اور دوسرے عمر کا اور اُنکے ہمدموں کا دین محمدی پر
متزلزل ہونا اسواسطے کہ اُن حضرت صلعم نے قسم کھائی ہی کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو تم میرے دین کو ترک کرکے موسیٰ کے دین پر ہوجاؤ اور میرا دین وہ ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو تو سوای میری
پیروی کی اُسکو چارہ نہو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دین محمدی پر مستحکم نتھے بلکہ دین اُنکا برائے نام تھا کہ حضرت صلعم کی دین کی ترقی قرائن سے دریافت کرکے ایمان لائے تھے واسطے اطلاع کے
القصہ حضرت موسیٰ کے غصہ ہونے میں اگرچہ کچھ شک نہیں لیکن وہ غصہ اُنکا اُن کے لوگوں پر تھا جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی نہ حضرت ہارون پر کہ وہ بیگناہ تھے اور بیگناہ پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہی
مگر دیوانہ اور حضرت موسیٰ دیوانہ نتھے سو تو یہاں اغضاب ہے حضرت ہارون کی طرف سے نہ حضرت موسیٰ کا غصہ ہارون علیہ السلام پر ہے پھر حضرت ہارون اُسوقت کیونکر کافر ہوں اور نہ حضرت
موسیٰ کا غصہ بمقتضاء بشریت تھا بلکہ عمداً سمجھ بوجھکر غصہ کیا تھا اُنکی حرکت نالایق کو سنکر اور اُنہی وہ حرکت ہی حضرت موسیٰ کو غصہ میں لائی تھی جیسے کہ ابوبکر کا فعل
حضرت فاطمہ کو غصہ میں لایا تھا اور گو حضرت موسیٰ کا غصہ تھوڑا سا تھا تھوڑی دیر کا اور فرض کیا ہم نے کہ اسکو اغضاب نہیں کہتے ہیں لیکن حضرت فاطمہ کا غصہ تو ابوبکر پر مدام رہا ہی اور ہم تم سے
لکھ چکے ہیں اہل سنت کی کتاب سے اغضاب ابوبکر کا اور عمر کا دونو کا فاطمہ زہرا کو اور اُس مظلومہ کو غصہ میں لانا اور اغضاب کیا یقینی ہے جسپر غضب میں ہوں فاطمہ اُسپر غضب میں ہوں رسولخدا صلعم اور
جسپر غضب میں ہوں رسولخدا صلعم اُسپر غضب میں ہوتا ہی خدا تعالیٰ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے تو اپنا اغضاب نبی دے اغضاب ہی ایسے بھی تم حضرت فاطمہ کا کسی پر غضب میں ہونا موجب
محمد و کے غضب سے خدا تعالیٰ غضب میں ہوتا ہی چنانچہ فرمایا رسولخدا صلعم نے کہ یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضیٰ لرضاک اور حضرت علی سے فاطمہ زہرا کی نسبت ہرگز اغضاب ثابت نہیں
دونوں میں آپسمیں کبھی رنج ہی نہیں ہوا جسوقت حضرت فاطمہ زہرا کا وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا اگر تمہارے باب میں کوئی تقصیر مجھسے ہوئی ہو تو اسکو بحل کرو حضرت علی نے
خوبی کے میں نے تمسے کچھ نہیں دیکھا اور اسیطرح حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اگر مجھسے تمہارے حق میں کچھ قصور ہوا ہو تو تم مجھکو بخشدو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں نے سوای خیر و خوبی کے کوئی
دیکھی پس جو روایت اسکی مخالف ہے وہ غلط ہی اور حضرت علی گو خاوند حضرت فاطمہ کے تھے لیکن اُنکو ادب حضرت زہرا کا بہت تھا کہ وہ دختر رسولخدا صلعم تھیں اور عائشہ کو رسولخدا صلعم کا ادب نتھا چنانچہ
میں لکھا ہی خود کہتی ہیں کہ جب میں رسولخدا صلعم سے راضی ہوتی تھی تو محمد کہتی تھی اور جب ناراض ہوتی تھی تو رب ابراہیم کہتی تھی اور عائشہ اور حفصہ دونوں رسولخدا صلعم کو غصہ میں لاتی تھیں چنانچہ
تفسیر میں لکھا ہی اور جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہی ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما چنانچہ قرآن میں خدا تعالیٰ حضرت کے قول کو نقل کرتا ہی بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی غضب میں لائیں چنانچہ خدا تعالیٰ ہو کر

عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن الخ اور ابوبکر نے خوب دب کیا فاطمہ زہرا کا کہ حق اُسکا غصب کر لیا اور اسقدر رنجیدہ کیا اُسکو حق اُسکا غصب کرکے ایک جھوٹی روایت کے
وسیلے سے کہ وہ آزردہ ہی اس جہان سے رحلت کر گئی اور اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو ہمراہ عمر کے آگ اور لکڑیاں بھیجی اور حکم دیا عمر نے کہ جلا دو مع اُن آدمیوں کے جو اس گھر میں ہیں چنانچہ
شہرستانی نے ملل نحل میں نظام سے روایت کی ہی کہ ان عمر ضرب بطن فاطمة حتی سقط المحسن من بطنها وکان یصیح احرقوا الدار بمن فیها وما کان فیها غیر علی وفاطمة والحسن والحسین
یعنی تحقیق عمر نے مارا پاؤں یا اور کوئی چیز شکم فاطمہ پر یہاں تک کہ گر پڑا محسن فاطمہ کے شکم میں سے اور چیخ مارکے کہتا تھا عمر کہ جلا دو خانہ فاطمہ کو مع اُن لوگوں کے جو اسمیں ہیں اور نہ تھا اُس گھر
میں کوئی سوائے علی اور فاطمہ اور حسن حسین کے اور میزان ذہبی اور تاریخ عقد ابن عبدربہ میں لکھا ہی کان عمر رکض بطن فاطمة حتی سقط المحسن یعنی تحقیق عمر نے لات ماری شکم فاطمہ پر یہانتک
کہ گر پڑا محسن پیٹ میں سے اور ابوبکر نے دروازہ اُس مظلومہ کے گھر کا گرایا چنانچہ تاریخ طبری میں اور منتخبات علی متقی اُستاد شیخ عبدالحق دہلوی میں لکھا ہی کہ وقت مرنیکے ابوبکر افسوس
کرکے کہتے تھے لیتنی ترکت بیت فاطمة ولم اکشف بابه واہ کیا ادب کیا فاطمہ کا اُسوقت معلوم ہوگا کہ جسوقت اہل بیت رسولخدا صلعم درگاہ خدا میں نالش کرینگے چنانچہ شاعر کہتا ہی ؎
آل نبی دریدہ گریباں کشادہ مو ✤ فریادہ بر در حرم کبریا زنند **قال الشیخ الاشعری** علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کو بوجہ معلوم نہ کر اُس خطبہ کا پڑھنا
جس میں لفظ اغضبها ہے اسبات پر گونہ دلالت کرتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اغضاب پیش آیا ہوا اور جب صدیق اکبر کیطرف سے اغضاب ہی نہیں تو پھر اُنکو وعید فمن اغضبها
اغضبنی میں داخل سمجھنا اپنے آپ اسمیں داخل ہونا ہی کیونکہ عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وجہ سے غصہ اور رنج ہوگا ایک اپنی آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ یہ اغضاب ہی فقط بمقتضائے بشریت ہی نہیں اس سبب سے بالیقین
معلوم ہوتا ہی کہ بدگویاں صدیق اکبر باین طور کہ وہ وعید اغضبها اغضبنی میں داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ بدگویاں مذکور میں سے اُس دار دنیا سے چلدئے
وہ تو چلدئے پر مولوی عمار علی صاحب وغیرہ باقی شیعہ تو اپنا فکر کریں اور اس عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎ ما نصیحت بجای خود کردیم
روزگاری دریں بسر بردیم ✤ در نیاید بگوش اندر کس ✤ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ✤ اب لازم یوں ہے کہ بس کیجیے کیونکہ کوئی بات مولوی صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں جسکا جواب
شافی بفضلہ تعالیٰ اس رسالہ میں درج نہیں ہوا **اقول** ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ روایت ابوجہل کی دختر کی پیغام نکاح کی بالکل جھوٹی ہی اور حضرت علی کے دشمنوں کی وضع کی ہوئی
ہی اور سنا تو اُس میں کیسکا نہیں لکھا ہی اور اگر الفاطمة بضعة منی کبھی سنایا ہوگا تو ابوبکر اور عمر کو سنایا ہوگا اسواسطے کہ جناب رسولخدا صلعم جانتے تھے کہ بعد میرے یہ فاطمہ کو ایذا پہنچائینگے اور اُسکا
حق غصب کرینگے اور اُسکو غضب میں لائینگے اور یہی ہوا کہ حضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کو ایذا پہنچائی کہ اُس مظلومہ کا گھر جلانیکو آگ اور لکڑیاں لیگئے چنانچہ اہل سنت کی متعدد کتابوں میں
لکھا ہی اور حق اُس مظلومہ کا غصب کرکے اُسکو غصہ میں لائے چنانچہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے اور حضرت علی کیجانب سے ہرگز اغضاب وقوع میں نہیں آیا ہی اُنکی طرف اغضاب کو منسوب کرنا بہتان
ہے اُنپر البتہ ابوبکر سے اغضاب ظہور میں آیا چنانچہ ہم لکھ چکے اور جب اغضاب اُن سے ظہور میں آیا یا باعث ہوئی فاطمہ کے غضب کے اُنکا حق غصب کرکے تو بیشک وہ وعید میں اغضبها اغضبنی کی
داخل ہونگے اور جو کہ اسکا انکار کرتے ہیں وہ خود اسمیں داخل ہوتے ہیں اسواسطے کہ اُنکے اس عقیدہ باطل سے حضرت فاطمہ اور خود بدولت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بیشک ناخوش اور غصہ
ہوتے ہیں اور ابوبکر جو حضرت فاطمہ کو غصہ میں لائے ہیں تو اس صورت میں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو وجہ سے رنج ہوگا ایک اپنی آپ دوسرا حضرت فاطمہ کے سبب سے اور اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ
یہ اغضاب ابوبکر سے ظہور میں آیا ہی مقتضائے بشریت نہیں ہے اس سبب سے بالیقین معلوم ہوتا ہی کہ ابوبکر اور ہمراہیان اور پیروانکے باینطور کہ وہ ابوبکر کی پیروی سے وعید فمن اغضبها اغضبنی میں
داخل ہیں آپ اُس وعید میں داخل ہوتے ہیں سو جو لوگ محبان ابوبکر میں سے اس دار دنیا سے چلدئے وہ تو چلدئے پر مولوی شیخ محمد قاسم وغیرہ باقی اہل سنت تو اپنا فکر کریں اور اس
عقیدہ بد سے باز آکر توبہ و استغفار سے تدارک مافات کریں آیندہ نہ مانیں تو وہ جانیں ؎ ما نصیحت بجای خود کردیم ✤ روزگاری دریں بسر بردیم ✤ در نیاید بگوش اندر کس ✤ بر رسولاں بلاغ باشد و بس
اب لازم یوں ہے کہ بس کیجیے کیونکہ کوئی بات مولوی محمد قاسم صاحب کی خرافات میں سے باقی نہیں رہی جسکا جواب شافی بفضلہ تعالیٰ اس رسالہ مختصر میں درج نہیں ہوا جو کچھ اُنہوں نے اپنی رائے
ناقص سے یا پیروی سے مولوی عبدالعزیز صاحب کے لکھا تھا ہمنے سب کو باطل کر دیا اور اب خلاصہ جواب طعن فدک میں جو کچھ شیخ ممدوح لکھتے ہیں اُسکا جواب بھی لکھنا چاہیے **قال الشیخ
الاشعری** خلاصہ جواب طعن فدک جو صاحب مذہب تشیع کی حمایت کریں اور بوجہ ہبہ فدک یا میراث فدک اول الخلفاء کی شکایت کریں تو اُنکو در صورت دعویٰ ہبہ بھی تین مقدموں
اثبات لازم ہی اور در صورت ادعاء میراث بھی تین باتوں کی تحقیق واجب ہے ہبہ کی صورت میں تو اول مملوک نبوی ہونا فدک کا دوسرے وقوع ہبہ تیسرے حصول قبض علی ہذا القیاس در صورت میراث اول مملوک
نبوی ہونا فدک کا دوسرے زوال حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور انقطاع تعلق روح پر فتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو جسم اطہر سے حاصل تھا تیسرے عموم خطاب یوصیکم اللہ
فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یہانتک کہ حضرت بھی داخل زمرہ مخاطبین ہوں اور یہ خطاب مثل دیگر اشخاص مومنین اُمت آپ کو بھی شامل ہو لیکن اتقان من ناظرہ اور دانشوران
فنون دانشمندی پر واضح ہوگا کہ اہل سنت کو جو اس مقدمہ میں مدعا علیہ ہیں قبل استماع دلیل دعویٰ فقط لانسلم اعنی محض انکار اور عدم تسلیم ہی کافی ہی دونوں دعوؤں کی تینوں مقدموں میں

اگر ایک مقدمہ کو بھی تسلیم نکریں تو نہ خود مورد طعن ہو سکیں اور نہ طعن مذکور حضرت صدیق اکبر پر واقع ہو سکے چہ جائیکہ تینوں مقدموں کو نہ مانیں اور اگر مقدمات ثلثہ مذکورہ کو بدلائل واضحہ باطل کر دیں
یا اُنکے نقائض کو بدلائل قوی ثابت کر دیں تو پھر تو میدان اُن سے کون لے سکتا ہے ناظران ہدیۃ الشیعہ پر مخفی نرہیگا کہ ہبہ کے تین مقدموں میں سے آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہوئے
بلکہ موافق اصول اہل سنت اُنکی نقیض ثابت ہے اور میراث کے دعوے کے لئے جو تین مقدمے موقوف علیہ ہیں اُنمیں سے دوسرے مقدمہ کا ابطال اگرچہ بظاہر دشوار ہے پر اس ہیچمدان نے اس باب خاص میں ایک رسالہ
مسمی بآب حیات لکھا ہے جسکی ضخامت پانچ چھ جزو سے کم نہوں گے اور انشاء اللہ اگر منشی محمد حیات صاحب کی عنایت ہے تو وہ بھی قریب ہے مطبوع ہو کر مطبوع طباع ہوتا ہے اُسکے دیکھنے کے بعد اُمید
خدا سے یوں ہے کہ شیعوں میں بھی جو صاحب انصاف پرست ہوں حق بول اُٹھیں اور نہ اہل حق یعنی اہل سنت کا تو کام ہی ہے کہ حق کو حق مانیں اور باطل کو باطل جانیں رہا اول مقدمہ ہبہ
اور میراث کا اور تیسرا مقدمہ میراث کا اُنکا ابطال اور اُنکے نقیضوں کا اثبات رسالہ ہدیۃ الشیعہ میں بتفصیل تمام خصوصا مقدمہ اولے ہبہ اور میراث کا ابطلان تو ایسا واضح ہے کہ بجز تیرہ درون کور باطن
اُس میں اور کوئی متامل نہوگا یہی وجہ ہوئی کہ سنہ ۱۲ میں جو مرکز دائرہ تشیع نصیر الدین طوسی ثانی نور اللہ شوشتری مکانی مفتی محمد قلی کے قرۃ العین مولوی حامد حسین جو اثنا سفر لدھیانہ وارد
میرٹھ ہوئے اور میر مہدی علی فرزند ارجمند عمر دراز علی خاں کے مکان پر تشریف لائے اور یہ پریشان روزگار جو بوجہ علاقہ مطبع مجتبائی وہاں اُن دنوں شب و روز گذارتا تھا اُنکی خدمت میں حاضر ہوا
اور کچھ اس قسم کا مذکور آیا تو مولوی صاحب موصوف کو کچھ جواب نہ آیا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ **اقول** مملوک رسول اللہ صلعم ہونا فدک کا پہلے اس سے ہم ثابت کر آئے ہیں اور مملوک رسول اللہ صلعم ہونا
مال فے کا قرآن سے ثابت ہے اور فدک بھی مال فے میں سے تھا اور ہبہ ہونا فدک کا فریقین کی کتابوں سے مع قبض کے ثابت ہے چنانچہ مفصل ہم لکھ چکے اور صورت میراث میں بھی مملوک ہونا فدک کا ثابت
ہو لیا ہے یہانتک کہ ابوبکر کے قول نحن معاشر الانبیاء سے بھی ثابت ہے جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے اور زوال حیات سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوات قرآن اور کتب احادیث اور تواریخ سے ثابت ہے۔ اور جو یہ
کہتا ہے کہ رسول خدا صلعم نے وفات نہیں پائی ہے وہ ایک دیوانہ ہے اور وفات حضرت کی شائع اور ذائع ہے تمام اہل اسلام کی زبانوں پر یہانتک کہ بسبب مختلف ہونے تاریخوں وفات کے بارہ وفات مشہور
ہو گئی اور جس مہینے میں وفات پائی ہے اُس مہینے کا نام ہے بارہ وفات کا مہینا مشہور ہو گیا اور کتب تواریخ اہل سنت میں جسجگہ کہ حضرت کی وفات کا ذکر لکھا ہے وہاں لکھا ہے کہ ملک الموت جو
حضرت کی روح مقدس کو قبض کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ملک الموت روح کے قبض ہونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے کیا اُمت کے لوگوں کی بھی روح ایسے ہی سختی سے قبض کریگا ملک الموت نے
عرض کی کہ یا رسول خدا جس آسانی سے کہ میں آپکی روح قبض کرتا ہوں اس آسانی سے میں نے کسیکی روح قبض نہیں کی ہے پھر زوال حیات کسکو کہتے ہیں اور جو کوئی جناب رسول خدا صلعم کی زوال حیات
کا قائل نہیں ہے وہ منکر قرآن ہے اسواسطے کہ جسوقت جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے وفات پائی تو عمر نے کہا کہ رسول خدا مرے نہیں ہیں اور لوگوں کو دھمکا کر کہتے تھے کہ یہ کہو کہ حضرت
مر گئے ہیں حضرت تو آسمان پر گئے ہیں وہاں سے آکر سزا دینگے ابوبکر نے عمر سے سنکر کہا کہ ثکلتک امک کیا تمکو خبر نہیں ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تب عمر نے سنکر کہا کہ گویا میں نے
یہ آیت سنی ہی نہتی اور یہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے اور عموم خطاب آیہ یوصیکم اللہ کا واسطے رسول خدا صلعم اور اُمت کے دونوں کیواسطے ثابت ہے چنانچہ ہم لکھ چکے اور بعقاید رسول خدا صلعم مخاطبین میں داخل ہیں اور اہل سنت
تخصیص کرتے ہیں وہ باطل ہے چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے اور شیعہ اپنے دعوے کے اثبات کیواسطے قرآن اور کتب اہلسنت سے سند [illegible]
اہلسنت لیفقرا اگر کہیں شیعوں نے یہ روایتیں ہماری کتابوں میں داخل کر دی ہیں اور یہ عذر ہرگز قابل تسلیم نہیں ہو سکتا اور یہی دستور ہے مناظرہ کا کہ واسطے الزام خصم کے اُسکے مسلمات کو پیش کرتے ہیں
اور شیعہ لیے دلیل کبھی دعوی نہیں کرتے ہیں اور جسوقت اُنہوں نے اپنی دعوی کو بدلائل ثابت کر دیا تو لاتسلم کہنا خصم کا باطل ہو گیا اور تینوں مقدموں کو ہم نے بدلائل ثابت کر کے میدان کو اہل سنت
سے لیلیا ہے اور جو کچھ کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے وہ آپ پر حجت ہے اور ابوبکر سے طعن ہرگز دفع نہیں ہو سکتا چاہو تم کسی مقدمہ کو تسلیم کرو چاہو نکرو ہم بخوبی طعن کو ابوبکر پر ثابت کر چکے
ہیں اور تم نے ہر چند ہاتھ اور پاؤں مارے تینوں مقدموں کے باطل کرنے میں اور اُنکے نقائض کے ثابت کرنے میں لیکن ہم نے تمہاری سب ہزلیات کو رد کر کے مانند غبار کے پراگندہ کر دیا اور آپ
جو لکھتے ہیں کہ آخر کے دو مقدمے تا ہنوز اہل تشیع سے ثابت نہیں ہوئے ہیں بالکل غلط کہتے ہو آپنے کونسی کتاب شیعوں کی دیکھی ہے ایک تحفہ مولوی عبد العزیز صاحب کا جو کہ رد کیا ہوا پڑا ہے وہ
آپنے دیکھا ہے اور اگر آپ تحفہ کے رد کو دیکھتے ہو تو پھر ایسا نہ کہتے اور دیکھو ہم نے کیسا ثابت کیا ہے آخر کے دو نو مقدموں کو اور تمہارا رسالہ آب حیات اگر ہمارے پاس پہنچیگا تو ہم اُسکو بھی رد
کرینگے جیسا کہ ہم نے اسکو رد کیا ہے اور زوال حیات رسول خدا صلعم تو قرآن سے اور کتب اہل سنت سے ثابت ہے اور منکر اُسکا منکر قرآن ہے اور تیسرے مقدمہ میراث کے بیان میں علماء اہل سنت کے نزدیک
تم کافر ہو گئے ہو اور اہل سنت ہرگز حق کو حق نہیں کہتے ہیں اور نہ باطل کو باطل کہتے ہیں بلکہ بالعکس اسکے کہتے ہیں اور اگر باطل کو باطل کہتے تو ثلاثہ کی پیروی نکرتے اور ہدیۃ الشیعہ میں
جو کچھ لکھا تھا وہ سب باطل ہو گیا اور مقدمہ اولی ہبہ و میراث کا ثبوت تو ایسا واضح ہے کہ بجز تیرہ درون کور باطن اسمیں اور کوئی متامل نہوگا اور جو کچھ اسکے ابطال میں آپنے لکھا تھا
وہ سب باطل ہو گیا اور جناب مولوی سید حامد حسین صاحب کو جو آپ لکھتے ہیں کہ میری بات کا جواب اُنکو نہ آیا یہ آپ غلط کہتے ہیں کہ جواب نہیں آیا وہ آپکو قابل خطاب جانکر خاموش ہو رہے
ہو نگے کہ اُنکا یہ دستور نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس سے وہ زبانی گفتگو کریں اور عوام الناس کیطرف واسطے جواب کے متوجہ ہوں اور رو برو گفتگو کریں اگر کچھ دریافت کرنا تھا تو لکھکر دیدیا ہوتا اور
اُسوقت دیکھا ہوتا کہ وہ جواب اُسکا لکھتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی مزخرفات ہوگا جو کچھ کہ آپنے اس رسالہ میں لکھا ہے سو اُسکو ہم نے بھی رد کر دیا ہے اور مولوی حامد حسین صاحب تو وہ ہیں کہ مولوی عبد العزیز

معاصب ورمولوی حیدر علی صاحب انکی ردکی ہوئے پڑے ہیں ورالیسا پڑا کیا ہے انکو کہ پھر سر نہیں اٹھا سکتے اور آپ کی تو کیا حقیقت ہے +

فصل فاطمہ زہرا علیہا السلام کا ایک خطبہ ہے کہ بعد غصب ہونے فدک کے ابوبکر کے سامنے مجمع میں مہاجرین وانصار کو اسکو حضرت فاطمہ نے پڑھا ہی اور ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں اور سوای اسکے اور علماء اہل سنت نے اسکو لکھا ہی اور ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے نہایہ میں اور مسعودی نے مروج الذہب میں اور زمخشری اور صاحب فائق نے فائق میں اسکی صحت کا اقرار کیا ہی کہ اسکے بعضی لغات کو حل کیا ہی اور لکھا ہی کہ فاطمہ زہرا کے خطبہ میں یہ لفظ آیا ہی اور وہ خطبہ تو بہت طولانی ہی لیکن کچھ اسمیں سے مع ترجمہ کے کہ جو جناب سلطان العلماء اعلی اللہ مقامہ نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا ہی تحریر کرتا ہوں لما بلغ فاطمة اجماع ابی بکر علی منعها فدك لاثت خمارها واشتملت بجلبابها واقبلت فی لمة من حفدتها ونساء قومها تطأ ذیولها ما تخرم مشیتها من مشیة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حتی دخلت علی ابی بکر وقد حشد الناس من المهاجرین والانصار فضرب بینها وبینهم ریطة بیضاء وقال بعضهم قبطیة بالکسر والضم ثم انتت انة اجهش لها القوم بالبکاء ثم امهلت طویلا حتی سکنوا من فورتهم ثم قالت ابتدئ بحمد من هو اولی بالحمد والطول والمجد الحمد لله علی ما انعم وله الشکر علی ما الهم وذکر خطبة طویلة وقالت فی آخرها

ہرگاہ بفاطمہ زہرا علیہا السلام خبر رسید کہ ابوبکر تصمیم عزم بر منع فدک نمودہ مقنعہ مطہرہ را بر سر پیچیدہ چادر عصمت در بر کشیدہ با جماعتے از زنان خویشان کنیزان روانہ مسجد شد وازنہایت حیا چادرش در پایش می پیچید و رفتار آنحضرت فرقے از رفتار جناب رسالتماب نداشت تا اینکہ نزد ابوبکر آمد و او در میان گروہی از مہاجرین و انصار نشستہ بود پس پردہ سفید بکشید درمیان آنحضرت وآں گروہ کشیدند و نالہ جانسوزی کشید کہ خروش از مردم برخاست و صدای گریہ وزاری بلند شد پس زمانے مہلت داد تا فریاد و بکا تسکین یافت و صداہا فرو نشست بعد از آں خطبہ بنہایت فصاحت و بلاغت انشا نمود و فرمود ابتدا میکنم بحمد پروردگاریکہ سزاوار حمد و شکر و فضل و بزرگواری ہست و سپاس بیقیاس خدا را است بر نعمتہای بے انتہای او و مر او راست شکر بآنچہ الہام کردہ است خطبہ بنہایت طولانی ادا کرد در آخر آں میفرماید فاتقوا الله حق تقاته واطیعوه فیما امرکم به فانما یخشی الله من عباده العلماء واحمدوا الله الذی لعظمته ونوره یبتغی من فی السموات ومن فی الارض الیه الوسیلة ونحن وسیلته فی خلقه ونحن خاصته ومحل قدسه ونحن حجته فی غیبه ونحن ورثة انبیائه پس بترسید از خدا بھجکیہ حق ترسیدن است و فرمانبرداری کنید او را در آنچہ او فرمودہ است شما را پس بتحقیق کہ نمی ترسند خدا را از بندگان او مگر علماء وحمد و شکر نمائید خدا را کہ بعظمت و نور او میجویند اہل آسمان و اہل زمین بسوی او وسیلہ را و مائیم وسیلہ او تعالی در میان خلق او و مائیم از خاصگان او و محل قدس او و مائیم حجت او در میان بندگان او و مائیم وارثان پیغمبران او ثم قالت انا فاطمة ابنة محمد اقول عودا علی بدء وما اقول ذلك سرفا ولا شططا فاسمعوا باسماع واعیة وقلوب راعیة اور بعد اسکے دور تک خطبہ کو ادا کیا اور اسکے بعد فرمایا کہ

منم فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگویم سخنے را کہ اول و آخر یکے است یعنی از سر تا پا حق و صواب است میگویم این کلام را از روی خطا و تجاوز از حق پس بشنوید بگوشہای حق نیوش و دلہاے حق آگاہ ثم قالت جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تعزوه تجدوه ابی دون نسائکم واخا ابن عمی دون رجالکم فبلغ الرسالة صادعا بالنذارة مائلا عن سنن المشرکین ضاربا ثبجهم یدعو الی سبیل ربه بالحکمة والموعظة الحسنة اخذا بکظام المشرکین یهشم الاصنام ویفلق الهام حتی انهزم الجمع وولوا الدبر حتی تفرّی اللیل عن صبحه واسفر الحق عن محضه ونطق زعیم الدین وخرست شقاشق الشیاطین وتمت کلمة الاخلاص

باز فرمود بتحقیق کہ رسولی بر شما مبعوث شد از قوم شما کہ دشوار بود برو غوایت و عصیان شما و راغب بود بر ہدایت شما و بمومنان مہربان و رحیم اگر نسبت او را یاد آورید یقین خواہید دانست کہ او پدر من است نہ پدر یکے از شما و من دختر اویم نہ زنان شما و برادر ابن عم من است نہ برادر یکے از مردان شما پس رسالت خدا را بشما رسانید و شما را از عذاب الہی ترسانید با مشرکان طریق مخالفت سلوک مینداشت و شمشیر آبدار بر سر کردہ ہای کفار را بدار البوار فرستاد و مردم را بخدا دعوت مینمود بحکمت بالغہ و موعظت حسنہ در حالیکہ راہ چارہ را بر کفار بستہ بود و بتہای ایشان را در ہم می شکست و سرہای سرداران ایشان را بتیغ بیدریغ می شگافت تا آنکہ جماعت کفار رو بہزیمت فرار آوردند و صبح صادق دین از ظلمت شب کفر ساطع گردید و آفتاب حق طالع و لامع گشت و اہل دین باظہار حق گویا شدند و زبان غوایت شیاطین لال گشت کلمۂ اخلاص تمام و دین اسلام عام گردید وکنتم علی شفا حفرة من النار نهزة الطامع ومذقة الشارب وقبسة العجلان وموطئ الاقدام تشربون الطرق وتقتاتون القد اذلة خاسئین تخافون ان یتخطفکم الناس من حولکم حتی انقذکم الله برسوله بعد اللتیا واللتی وبعد ان منی ببهم الرجال وذؤبان العرب ومردة اهل الکتاب کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأها الله او نجم قرن الشیطان او فغرت فاغرة من المشرکین قذف اخاه فی لهواتها فلا ینکفئ حتی یطأ صماخها باخمصه ویطفئ عادیة لهبها بسیفه وقالت ویخمد لهبها بحده مکدودا فی ذات الله وانتم فی رفاهیة فاکهون آمنون وادعون

شما بسبب کفر و شرک بر لب جہنم بودید و چناں خوار و ذلیل اہل عالم کہ ہر کس را شما طمع استیلا داشت و ہلاک استیصال شما را آسان تر از آب خوردن و آتش بودن می پنداشت و باے ترفع بر سر تحجیر شما میگذاشت آب ممزوج ببول و سرگین میخوردید و پوست بز را قوت خود میکردید و بانہایت مذلت و خواری بسر مے بردید و مردان شما را از ہر جانب مے ربودند و بر شما تسلط و غلبہ داشتند تا اینکہ حق سبحانہ عز شانہ شما را ازیں مہالک مذلتہا بمیامن انفاس نبویہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات داد بعد ازیں کہ باصناف بلایا و محن جلیلہ و حقیر مبتلا بودید و بعد از آں کہ گرفتار شجاعان و دلیران عرب و سرکشان اہل کتاب شدید ہرگاہ آتش حرب را می افروختند حق تعالی بآب لطف خود آنرا فرو می نشانید و ہر مرتبہ

که شاخ شیطان ظاهر میشد وطوائف مشرکین از دهانها واز دهن ها خود را برای بلع شما میکشادند جناب رسول خدا صلعم برادر خود علی بن ابیطالب را در کام آنها می انداخت پس آنحضرت
از جنگ رو برنمی تافت تا آنکه فرق جرأت کفار را پامال قدم شجاعت خود میساخت وآتش فتنه ایشان را بآب ذوالفقار صاعقه کردار فرومی نشانید در حالیکه خود را بتعب ومشقت
در اعلاء کلمه دین افگنده بود وشما در رفاهیت عیش وامن وامان اوقات خود را بسر میبردید حتی اذا اختار الله لنبیه دار انبیائه ظهرت حسکة النفاق وسمل جلباب الدین
ونطق کاظم الغاوین ونبغ خامل الاقلین وهدر فنیق المبطلین فخطر فی عرصاتکم واطلع الشیطان راسه صارخا بکم فدعاکم فالفاکم لدعوته مستجیبین وللغرة ملاحظین ثم استنهضکم
فوجدکم خفافا واحمشکم عضبانا فوسمتم غیر ابلکم واوردتم غیر شربکم هذا والعهد قریب والکلم رحیب والجرح لما یندمل والرسول لما یقبر ابتدارا زعمتم ذلک خوف
الفتنة الا فی الفتنة سقطوا وان جهنم لمحیطة بالکافرین فهیهات منکم وانی بکم وانی تؤفکون وکتاب الله بین اظهرکم زواجره بینة وشواهده لائحة واوامره واضحة ارغبة عنه تریدون ام بغیره
تحکمون بئس للظالمین بدلا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین تا اینکه چون حقتعالی برای پیغمبر خانه پیغمبران خود را در آخرت اختیار کرد
وآنحضرت را بآرامگاه برگزیدگانش برد کینه های دیرینه از سینه های پرکینه شما ظاهر شد وآثار عصبیت نفاق شما هویدا گردید وجامه رونق دین کهنه ومندرس شد واهل ضلال
وگمراهی که در حیات پیغمبر خدا از ترس شمشیر دهان بسته بودند بسخن در آمدند وپیدا شدند گمنامی چند از اهل عصیان وطغیان که از همه کس ذلیل تر بودند وشتر اهل عصیان بصدا
در آمد پس بجولان آمد در عرصه های شما وشیطان سر خود را بلند کرد وشما را بصدا زد ودعوت کرد شما را پس همه را مطیع ومنقاد خود یافت وچشم بر عزت دنیا دوختید پس گفت
برخیزید سبکبار برخاستید وشما را بغضب آورد در اهل حق دید که غضبناک آمدید پس تهمت بر دیگری داغ ملامت گذاشتید یعنی خلافت را که حق دیگری بود بر آن خود گرفتید وادعای حق دیگری
نمودید وهنوز از عهد پیغمبر شما مدتی نرفته بود وجراحت مصیبت تازه وکاری بود وآن زخم هنوز اصلاح نیافته وجسد مطهر او در قبر نپوشیده بود بهانه کردید که از فتنه
ترسیدیم ودر عین فتنه افتادید وجهنم محیط است بکافران هیهات چه دور است از شما تدبیر امر امت وحیله بر شما دست میشد در ملت وشیطان شما را بکدام جانب میبرد حال آنکه
کتاب خدا در میان شماست زواجر آن ظاهر است احکام آن واضح ونشانهای آن پیداست اوامر ونواهی آن لایح وهویدا آیا میخواهید از اتباع قرآن سر باز زنید یا حکم بغیر آن
بد است برای ظالمان حکمی که مخالف آن باشد وحقتعالی میفرماید که هرکه طلب کند غیر اسلام دینی را پس از او قبول کرده نمیشود واو در آخرت از زیانکاران است ثم لم تلبثوا الا ریث ان تسکن
نفرتها ویسلس قیادها النیران حسوا فی ارتغاء ونحن نصبر منکم علی جز المدی وانتم الآن تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاهلیة تبغون ومن احسن من الله حکما لقوم یوقنون ایها معاشر
المسلمین اابتز ارثیه الله اترث یا ابن ابی قحافة اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا فدونکها مخطومة مرحولة تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم الله والزعیم
محمد والموعد القیمة وعند الساعة یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون من یأتیه عذاب یخزیه ویحل علیه عذاب مقیم [illegible]
خود را بزور محکم کنید [illegible] میخواهید آثار دین را محو کنید وآهسته آهسته میخواهید [illegible] جاهلیت را شایع گردانید
ما صبر کنیم بر غصه های که از شما میرسد [illegible]
این است آیا حکم جاهلیت را طلب میکنید وکیست نیکوتر از خدا در حکم کردن از برای گروهی که صاحب یقین اند ای گروه مسلمانان [illegible] غضب نموده شود حق من و شما اعانت
نکنید بیاد شما می آرم خدا را آیا وارث باشی ای پسر ابوقحافه پدر خود را ومن میراث ترکه پدر خود نبرم هر آئینه افترای عجیبی نمودی پس بگیر فدک را امروز [illegible]
بیاد داشته باش بروز در مقام حساب از تو سوال کنند پس نیکو حاکمی است حقتعالی وطلب کننده حق محمد مصطفی صلی الله علیه وآله ووعده گاه قیامت است ودر آن روز زیانکار خواهند شد اهل
بطلان وهر امری را قراری است عنقریب خواهید دانست که کیست آنکه می آید بسوی او عذاب خوار کننده وگرفتار میشود بعذاب ابدی ثم التفتت الی قبر ابیها باکیة فتمثلت بقول هند ابنة
اثاثه قد کان بعدک انباء وهنبثة لو کنت شاهدها لم یکثر الخطب ابدت رجال لنا نجوی صدورهم لما قضیت وحالت دونک الکتب
تجهمتنا رجال واستخف بنا اذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب وقال لم یر الناس اکثر باکیا وباکیة منهم یومئذ پس متوجه شد بسوی قبر مطهر جناب رسالتماب وتمثل گشت باشعار هند بنت اثاثة
که حاصلش این است بعد از رفتن تو فتنه وآشوب بسیار رو نمود که اگر تو می بودی آنها نمی بود فتنه تو از میان ما رفتی مردانیکه سالها در کمین ما بودند وکینه ها در سینه ها مخفی داشتند اظهار نمودند و
حائل شد در میان ما وتو تله گران ومردمان بر ما غلظت وشدت کردند واستخفاف وسبکی نمودند وامروز آنچه حق ما بود بظلم وستم گرفته شد ٥ رفتی وداغ بر دل پر غم گذاشتی + ما را
بروز تیره ماتم گذاشتی + رفتی چو آفتاب زین تیره خاکدان + روز سیه بمردم عالم گذاشتی + رفتی زهجر غصه بسینه بکنار + ما را غریق اشک دمادم گذاشتی + ما را بدست این همه دشمن عدو ونمود
بی غمگسار ومونس وهمدم گذاشتی + پس مردم صدا بگریه بلند کردند چنانچه مانند آن دیده نشد ثم عدلت الی مسجد الانصار فقالت یا معشر الفتیة واعضاد الملة وحضنة الاسلام
ما هذه الفترة عن نصرتی والونیة عن معونتی والغمزة عن حقی والسنة عن ظلامتی اما کان رسول الله صلی الله علیه وآله یقول المرء یحفظ فی ولده سرعان ما احدثتم وعجلان ما اتیتم پس برگشت آن معصومه بسوی انصار

پس فرمود کہ اے گروہ شجاعان و یاوران ملت و حافظت کنندگان اسلام این چہ سستی ہست در باب نصرت من و این چہ اہمال است در باب اعانت و اینچہ تقصیر است و تفریط است در حق من و اینچہ تغافل است در ستمی کہ بر من میرود آیا رسول خدا کہ پدر من بود نگفت کہ حرمت کس و فرزندانش رعایت کنند خویش زود راضی بید عتہا شدید و دست از حمایت ملت پیغمبر برداشتید اور بعد اسکے ایک عبارت طولانی انصار کی نصیحت اور طلب اعانت میں ہے اور بہت سی اُنکو غیرت لائی کہ مدد کریں لیکن خاموش بیٹھے ہوئے سنا کئے اور کچھ جواب ندیا اور بعضی روایت میں ہے کہ متمثل باشعار ہند بنت اثاثہ ہوئی ہیں عبارت مذکور ہے افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ و اتخذتموہ وراء کم ظہریا اذ یقول اللہ تعالی و ورث سلیمان داؤد وفیما اقتص اللہ من خبر یحیی اذ قال رب ہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب وقال واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ وقال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ثم عطفت الی قبر ابیہا وبکت وتمثلت بقول صفیۃ بنت اثاثۃ + وکان قربک بالایات یولسنا فغاب عنا وکل الخیر محتجب + وکنت بدرا ونورا یستضاء بہ علیک تنزل من ذی العزۃ الکتب تجہمتنا رجال واستخف بنا مذ غبت عنا فنحن الیوم نغتصب ابدت رجال لنا نجوی صدورہم + لما مضیت وحالت دوننا الکتب + فقد رزئنا بما لم یرزہ احد من البریۃ لا عجم ولا عرب فسوف نبکیک ما عشنا وما بقیت منا العیون بتہمال لہا سکب آیا عمدا ترک میکنید عمل کردن بکتاب خدا آنرا پس پشت می اندازید زیرا کہ خدا می فرماید و ورث سلیمان داؤد یعنی ومیراث برد سلیمان از داؤد و در قصۂ یحیی بن زکریا فرمودہ رب ہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب یعنی پروردگارا بخش مرا ولیے کہ میراث برد از من و از آل یعقوب و فرمودہ است و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنی خویشان حمی بعضی اولی ہستند بہ بعضی در کتاب خدا از بیگانگان و فرمودہ است یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی حکم میفرماید خدا شما را در اولاد شما بانیکہ برائے مرد است دو برابر زن پس بجانب مرقد منور جناب خیر البشر رو گردانید و ابیات چند از صفیہ بنت اثاثہ خواند کہ مضمونش این است کہ در عہد تو ای پدر عالیقدر نزول آیات قرآنی مونس ما بودہ پس چی بعد از تو منقطع شدہ نیکیہا پوشیدہ شدند و بودی ماہ تابان نور درخشاں بر تو نازل میشد از جانب پروردگار عزت کتابہا و مردم بر ما غلظت و شدت نمودند و ما را سبک شمردند چوں تو از ما پنہانی حق ما بستم و جور گرفتہ میشود مردانیکہ در سینہ ہا کینہ ہا داشتند چوں تو از میاں رفتی از کمینگاہ برآمدند و آں کینہ ہا را ظاہر ساختند و در میان ما و تو ظاہر شد کوہ تلگراں و مصیبت ما از مصیبت تمام خلائق عظیم تر است ما ہمیشہ بر تو گریہ کنا خواہیم کرد و اشک از دیدہ ہا ما رواں خواہد ماند اور ابوبکر جوہری ہی نے روایت کی ہے فاطمہ دختر امام حسین سے کہ حضرت فاطمہ زہرا بیمار ہوئیں تو عورتیں مہاجرین و انصار کی انکی عیادت کو گئیں اور پوچھا کہ کیا حال ہے اے دختر رسول خدا تو اُس حضرت نے مہاجرین اور انصار کی سب کی شکایت کی اور فرمایا کہ میں انکو دشمن کہتی ہوں کہ انہوں نے میری اعانت کی اور میرا حق انہوں نے نہ دلوایا اور خلافت کو عارفان احکام دین سے جدا کیا وہ لوگ عذاب بدی میں گرفتار ہونگے اور یہ روایت طولانی ہے خلاصہ اسکا لکھا گیا اور سوائے ابن اثیر صاحب نہایہ کے اور سوائے زمخشری صاحب فائق کے اور سوائے مسعودی صاحب مروج الذہب کے کہ انہوں نے اس خطبہ کی صحت کا اقرار کیا اور بعضی لغات کو سند پکڑا ہے اس خطبہ سے اور فقرات کو اسکے لکھا ہے انکے سوا شیعی کہ محدثین اہل سنت میں سے ہے اُس نے بھی ایک پارہ اُس خطبہ کا روایت کیا ہے چنانچہ تذکرۃ خواص الامۃ میں سبط ابن جوزی نے لکھا ہے اور وہ اشعار جو اُس خطبہ میں ہیں کہ رسول خدا صلعم کی قبر کیطرف خطاب کیا کہ قد کان بعدک انباء وہنبثہ اور ابوبکر کو کہا کہ یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی یہ سب روایت شعبی میں مندرج ہے اور اس خطبہ میں جو ابوبکر پر طعن ہے اور ظلم ابوبکر کا اس سے ثابت ہوتا ہے تو بعضے علماء اہل سنت نے حکم کیا کہ یہ خطبہ موضوع ہے اور یہ کلام حضرت فاطمہ کا نہیں ہے لیکن جس وقت کہ محدثین اہل سنت نے اسکو روایت کیا ہو تو یہ قول انکا قابل اعتبار نہیں ہے اور باوجود اسکے خود علماء اہل سنت نے اس قول کو رد کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ اس خطبہ کے واسطے اصل ہے اور ایسی ہی شیخ رحمۃ اللہ نے تنزیہ الشریعۃ میں لکھا ہے اور احمد بن طاہر نے روایت کی ہے کہ میں نے پوچھا ابو الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب سے کہ لوگ اس خطبہ میں کلام کرتے ہیں فرمایا کہ مشائخ آل ابوطالب کو میں نے دیکھا ہے کہ اس کو اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرتے ہیں + **تمام شد در جواب خط مذکور** + اور ہم نے جو پہلے اس سے لکھا تھا کہ اس شیخ نے اپنے اس رسالہ میں بعض مضامین ایسے لکھے ہیں کہ وہ خلاف عقیدہ کل اہل اسلام ہیں اور علماء اہل سنت نے اُن مضامین کو پڑھکر اس شیخ کے کفر کا فتوی لکھا ہے لہذا ہم اُن فتووں کو مع استفتا کے تحریر کرتے ہیں اور وہ دو ہیں **اول** استفتا فتوی اول کا۔ اور یہ استفتا اسکی کتاب ہدیۃ الشیعہ کی اُس عبارت کا ہے جو صفحہ ۲۷۸ کی سطر ۱۴ سے شروع ہے لیکن تمہید اسکی پہلے سے شروع ہے +

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ احکام قرآن شریف کے خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہیں اُسکے بندوں پر بلکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں امت کے لوگوں پر مضمون تو رسول خدا صلعم کا ہے اور اُس مضمون کو اُنکے جناب باری عز اسمہ نے اس عبارت میں لکھدیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سو مضمون تو رسول خدا صلعم کا ہے اور کلام خدا کا ہے اور اسیواسطے اسکو کلام اللہ کہتے ہیں جیسے کہ کوئی جاہل کسی فارسی خواں سے اپنی عرضی لکھوائے تو وہ عرضی

اُس لکھوانے والی کی کہلائیگی اور لکھنے والے کی نہ کہلائیگی اور کہتاہے کہ مثلاً سورہ نساء کے اول میں جو آیہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ہے یہ رسولخدا صلعم کیطرف سے ہے اسواسطے کہ اگر خدا کیطرف سے ہوتی تو یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْنِیْ فَاِنِّیْ رَبُّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ہوتا جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ کیسا ہے فقط

جواب جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ کلام یا مضمون حضرت کا بنایا ہوا ہے وہ منکر ہے صریح آیات قرآنی کا قال اللہ تعالیٰ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (ترجمہ) حضرت کو یہ ارشاد ہی کہ تو کہہ نہیں پیروی کرتا میں مگر اُس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہی طرف میرے نہیں میں مگر ڈرانیوالا ظاہر اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا تھا اسکی پیروی کرتے تھے اگر خود بنالیتے تو یہ آیت لغو ہوتی اور قرآن کے منجانب اللہ مع مضمون ہونیکے بہت آیات دال ہیں قال اللہ تعالیٰ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ وغیرہ دال ہیں کہ یہ کلام من کل الوجوہ من جانب اللہ ہے کیونکہ لا انا ضمیر متکلم مع تاکید ان اسی بات کا شاہد ہی جو مس علم معانی سی رکھتا ہی وہ خوب سمجھیگا ورنہ بموجب مثال مشہور کے اندھے کے سامنے رونا اپنا نین کھونا ہے اصل میں یہ اعتراض کفار قریش کا ہے جسکے جواب میں اللہ نے فرمایا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ جو شخص ان روایات کا منکر ہو اور ایسا ہی عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ایسے شخص کو چاہئے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے جبتک توبہ نکرے کافر ہے باقی وہ سورہ نساء یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ جو شخص کہے کہ ضمیر متکلم کی یہاں کیوں نہیں وہ شخص قواعد معانی سے جاہل ہے کیونکہ کبھی تو اپنے کو ضمیر غائب سے بیان کرتے ہیں کبھی متکلم سے جسکو شک ہو مطول میں دیکھ لے پس شخص معترض نہایت جاہل اور محض ناواقف قرآن و حدیث سے ہے خدا تعالیٰ سورہ شوریٰ میں رسولخدا کو فرماتا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ الآیۃ (ترجمہ) تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان یعنی تجھکو قرآن و ایمان اور احکام شرع سے خبر نہتی ہمنے تجھکو سکھایا اور معلوم کرایا اس آیت سے صاف واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تابعدار اور امیدوار احکام آلہی کے تھے جس طرح حکم خداوند کریم پہنچا اُسی طرح آنحضرت صلعم عمل میں لاتے اسواسطے دوسری آیت میں فرمایا ہے لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ الآیۃ یعنی تجھکو کسی امر میں کچھ دخل نہیں ہے ہم جو چاہیں کریں بہرحال وہ شخص ہنوز کافر ہے مسلمان نہوا اُسپر فرض ہے کسی عالم شرع کے پاس تجدید ایمان کرے اور احکام شرع سیکھے واللہ اعلم بالصواب +

الٰہی بخش

شریف حسین سید ۱۳۰۳ زمرۂ سید کونین

سید نذیر حسین محمد ۱۳۰۱

محمد راحمہ شد ابو الحامد

محمد یعقوب

دوسرا استفتاء مع فتوی کے جو کہ مقصود ہے اور اسی پر مدار گفتگو کا ہی اور یہ استفتاء اُس عبارت کا ہی جو کہ ہدیۃ الشیعہ کے صفحہ ۲۶۶ سطر ۴ میں ہے اور تمہید میں بھی ہے

استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے احکام قرآنیہ کو علی الخصوص جو حکم کہ بصیغۂ غائب میں بیان ہو یہی کہتا ہے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کیطرف سے اُسکے بندوں کے واسطے نہیں ہے بلکہ جناب رسولخدا صلعم کیطرف سے امت کے لوگوں کو ہے مثلاً سورہ نساء میں جو آیہ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ہے اسکو کہتا ہی کہ اسمیں خطاب خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکے بندوں کو نہیں ہے بلکہ جناب رسولخدا صلعم کی طرف سے امت کے لوگوں کو خطاب ہے اور اگر خدا تعالیٰ کیطرف سے بندوں کو خطاب ہوتا تو اسطرح فرماتا کہ یَا عِبَادِ اُوْصِیْكُمْ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یہ شخص کیسا ہی اور نماز اسکے پیچھے پڑہنی جایز ہے یا نہیں فقط

جواب درصورت مسئولہ یہ شخص کافر ہی اور اقتدا نماز میں اسکا جایز نہیں جبتک توبہ نکرے اور اُسکو تجدید ایمان چاہئے اسواسطے کہ یہ تنکر کلام آلہی ہے جیساکہ منقول کفار کا تھا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ یعنی نہیں ہے قرآن مگر کلام آدمی اور خدا تعالیٰ نے جابجا قرآن میں کہا ہی کہ ہمنے اس قرآن کو نازل محمد پر کیا اور جبرئیل نے اُسکو تعلیم کیا قولہ تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ الآیۃ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا یعنی قرآن اور جو کچھ کہ اوامر اور نواہی ہیں اسمیں وہ شان حضرت رسالت صلعم نہ ہووے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى یعنی نطق اُسکا خواہش نفس سے نہیں ہے بلکہ نہیں ہے وہ چیز کہ جو کہتا ہے محمد مگر وحی جو اُترتی ہی اسپر الغرض جو احکام قرآنی ہیں سب حکم خدا ہے خواہ بصیغۂ امر ہو یا بصیغۂ غائب جیساکہ یوصیکم اللہ الخ ای یقول اللہ لکم قولاً یُوْصِیْكُمْ اِلٰى اِبْقَاءِ حُقُوْقِ اَوْلَادِكُمْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ وَاَصْلُ الْاِیْصَاءِ هُوَ الْاِیْصَالُ اور شان نزول اس آیت کا یہ ہی کہ جب شہید ہوا سعد بن ربیع اور چھوڑا دو لڑکیوں اور ایک بیوی اور ایک بھائی بھائی نے کل مال لیلیا آئی زوجہ اُسکی حضرت پاس اور کہا

یا رسول اللہ سیدہ لڑکیاں سعد کی ہیں اور سعد مارا گیا اور انکے چچا نے انکا مال لے لیا فرمایا حضرت نے انتظار کرو قریب ہے کہ اللہ حکم بھیجے اس امر میں پھر آئی بعد مدت کے اور اترنے لگی

آیت میراث اسی پر یہی آیت اور بلایا حضرت نے بھائی کو سعد کے اور کہا اعط ابنتی سعد الثلثین و امھما الثمن وما بقی فھو لک فھذا اول میراث قسم فی الاسلام

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی جس چیز کی تمکو ضرورت ہو معاش اور معاد میں بیان کیا ہم نے اسکو قرآن میں بیان تفصیل وار

ہکذا فی کتب التفاسیر واللہ اعلم بالصواب +





جواب صحیح ہے کیونکہ کل قرآن شریف اول سے آخر تک یعنی بسم اللہ سے لیکر والناس تک قرآن شریف

نازل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور منزل من اللہ ہے اور منکر اس قرآن شریف کا خواہ کل کا

منکر ہو یا بعض کا منکر ہو کافر ہے باجماع امت بحکم خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے

واللہ اعلم وعلمہ احکم حررہ محمد شاہ





خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب حقیقت مآب مملو بدلائل ساطعہ و براہین قاطعہ و حجج قویہ بجواب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم دیوبندی المسمّٰی بہ تحفۃ الاثنا عشریہ من تصنیفات فاضل اجل و عالم بے بدل مقبول بارگاہ رب الصمد جناب مولوی سید محمد صاحب بامداد جناب افتخار العلماء و ممتاز الفضلاء مقبول بارگاہ لم یزلی جناب مولوی حاجی سید عمار علی صاحب دام ظلہم ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۸۸۵ع میں بحسن سعی کارپردازان مطبع یوسفی دہلی چھپکر شائع و ذائع ہوئی ۔ راقم جناب مولانا و اولنا حضرت مولوی حاجی سید عمار علی صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہے کہ جناب ممدوح کو جسقدر اشاعت حق کا خیال ہے وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک کمترین ہی اسکا شکریہ ادا کرسکے بلکہ جمیع مومنین اطراف و جوانب ہند کو انکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ جناب ہی توق التوصیف اس عالم ضعیفی میں بھی اپنی اوقات عزیز کو تصنیفات ہی میں صرف فرماتے ہیں چنانچہ اسوقت جسقدر راقم کو انکی کتب مصنفہ کا نام یاد ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے مگر حضرات شیعہ برادران مومنین ذی مقدرت سے ہمکو شکایت ہے کہ وہ لوگ باوجود استطاعت و مقدرت اپنے دست جود و سخا کو دراز نہیں فرماتے اگر ذرا بھی کمر ہمت باندھیں اور فقط بقدر لاگت ہی اول سو سو پچاس پچاس جلدیں خرید فرمائیں تو راقم بقیہ غیر مطبوعہ قلمی کو بفضلہ تعالیٰ بہت جلد چھاپکر شائع کرسکتا ہے مذہب حقہ کی کتب دینیہ سالہا سال معرض بیع میں رکھی رہتی ہیں بخلاف مخالفین کے ادھر چھپکر تیار ہوئی یا اشتہار دیا گیا فوراً یا تو دست بدست فروخت ہوجاتے ہیں یا اہل وسعت یکمشت خرید کر دیتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ اصل لاگت کا بھی وصول ہونا مشکل ہوتا ہے اور یہی سبب انکی گران قیمت ہونیکی ہے حضرات مومنین جو بذریعہ خطوط مجھسے گرانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں اسکا علاج میرے ہاتھ نہیں بلکہ آپصاحبوں ہی کی کثرت خریداری پر منحصر ہے بار بار ارزانی کتب نولکشوری کا حوالہ دینا محض فضول ہے ۔ اگر ہر ایک کتاب کہ جو تعداد میں صرف ایک ہزار چھپتی ہے مومنین باتمکین خرید فرمایا کریں تو جو کتاب نولکشور کے یہاں سے عہ کو ملتی ہے ہم اسکو پندرہ آنہ میں دیسکتے ہیں +

فہرست کتب من تصنیفات جناب مولوی عمار علی صاحب

- تجہیز الموتی مردوں کے غسل و کفن اور دفن کے بیان میں (اردو)
- مخزن الفرائض میراث کے سہام کی تقسیم کے ذکر میں (اردو میں)
- دلائل الزامیہ اثبات خلافت بلافصل جناب امیر علیہ السلام میں (فارسی)
- تفسیر عمدۃ البیان اردو میں
- بستان المواعظ عبارت عربی میں
- دفع المغالطہ جواب میں کتاب مولوی نجف علی فرید آبادی جو کہ تحفہ اثنا عشریہ سے انتخاب کرکے لکھے تھے فارسی میں
- تنبیہ المنکرین اثبات حلت نکاح متعہ میں اور ذکر بعض مسائل متعہ میں (اردو میں)
- احکام النکاح نکاح کے صیغوں کے ذکر میں اور بیان بعضے مسائل نکاح میں (اردو میں)
- رسالہ بیان علامات مومن میں (اردو میں)
- رسالہ اعتقادیہ اردو میں

المعلن سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی +

اطلاع ہدیۃ الشیعہ کی عبارت کتاب منقول عنہ مطبوعہ میں جس طرح پر پائی گئی بجنسہ عمداً نقل کردیگئی کوئی صاحب اصل کی غلطیوں کو مطبع ہذا کی غلطی تصور نہ فرمائیں +

اطلاع

یہ کتاب رسالہ ہدیۃ الشیعہ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب کا روہی جن صاحب سنی المذہب کو طرز تحریر شیعیان علی جو اظہر من الشمس ہے ناگوار طبع ہو وہ مطالعہ نکریں

علاوہ ہزارہا کتب موجودہ کتب خانہ کے جنکی فہرست علیحدہ مطبوعہ موجود ہے مندرجہ ذیل کتابیں جنکی اکثر اوقات حضرات شیعہ کو ضرورت ہوتی ہے مطبع ہذا سے ملسکتی ہیں محصول ڈاک ذمہ خریدار جن صاحبوں کو مطلوب ہوں قیمت نقد بھیجکر یا بذریعہ ویلیو پی ایبل طلب فرمائیں بغیر رجسٹری کے کتب پہنچنے کا راقم ذمہ دار نہیں ہے قیمت کتب بذریعہ منی آرڈر آنی چاہیئے

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان جلد اول	قرآن شریف کی اردو زبان	صہ	حلیۃ العرائس	مسائل متعلقہ مستورات	۲	حق الیقین فارسی	مشہور کتاب ہے	۳
تفسیر عمدۃ البیان جلد دوم	میں تفسیر مولوی سید علی صاحب	صہ	مراثی میرزا دبیر ہر دو جلد	مصائب خامس آل عبا	عہ ۸	ابواب الجنان جلد دوم	"	عہ ۸
تحفۃ الاشعریہ ولایتی کاغذ	باغ فدک۔ خلافت۔ قرطاس۔ قلم۔ فلک۔ ام کلثوم	۵	مراثی میر انیس چہار جلد	"	عہ ۱۲	سفینۃ النجات ادعیہ	اوراد و وظائف ہیں	عہ
تحفۃ الاشعریہ سفید کاغذ	بداء وغیرہم اعتراضات متعلقہ	۸	مراثی میر مونس ہر سہ جلد	"	عہ ۴	رسالہ رجعت	قیامت کا اور ظہور صاحب العصر کا ذکر ہے	۶
تحفۃ الاشعریہ حنائی کاغذ	ہدیۃ الشیعہ مصنفہ شیخ محمد قاسم	ہ	مراثی میر عشق جلد اول	"	۱۵	بیاض نوحہ جات	گریہ و بکا میں	۱۰
فضائل مرتضوی	فضائل و مناقب حضرت علی	۸	اخبار ماتم	محیط بیان مصائب شہید کربلا	۸	بناء الاسلام	... و صیام کے احکام	۵
تحفۂ جعفری	چند قصص شرعی متعلقہ [illegible]	۳	خلاصۃ المصائب	مشہور کتاب ہے	۱۴	مجموعہ جوشن کبیر و جوشن صغیر	مشہور ہے	۴
حسنیہ	حنفیہ کے سوال جواب قاضی یحیی سے	۲	بحور الغمہ ہر دو جلد	"	عہ	تعویذ جوشنین	"	۱
شرح دیوان جناب امیر	اسمیں چھ ہزار لغات عربی کی تصریح	عما	برق لامع زیر طبع میرزا فصیح	سب جانتے ہیں	۶	انتخاب الاعمال زیر طبع	تعویذات ہر مطلب کے لئے	۵
جامع عباسی	فقہ میں	۱۵	نان و نمک مرزا فصیح	معرفت الٰہی ترحم بر بندگان خدا	۳	مجموعہ مراثی چند شعراء	(زیر طبع)	
حیات القلوب سہ جلد	مشہور کتاب ہے	۵	قصۂ ملکہ و فقیہ سوال و جواب مطبوعہ لکھنؤ	....	۳	توضیح عزا زیر طبع	مصائب خامس آل عبا	
تحفۃ العوام نو ترمیم	"	۶	رسالہ استخارہ	مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی	۲	مثنوی گل باغ ارم اردو	شرعی قصص و حکایات ہیں جو نہایت دلچسپ ہیں منظوم ہے	عہ ۴
احکام الائمہ	نام سے مطلب ظاہر ہے	۴	فالنامۂ قرآنی	....	۱	فال جعفری	نام سے مطلب ظاہر ہے	۱

کتب درسیہ جو نہایت مفید و ترقی علم کے لئے بجائے خود استاد ہیں

نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت	نام کتاب	مضمون	قیمت
دانش نامۂ جہاں	تشریحات افلاک و علم ہیئت	۸	مخزن حکمت	دانائی کی باتیں ہیں	۱۲	توقیعات کسری	مشہور کتاب ہے	۵
مثنوی قصہ ہمای ہمایوں		۱۰	اخلاق سروری	اخلاق محسنی کا ترجمہ	۱۲	تحفۃ الاحرار جامی	"	۳
نادر الترتیب	اسمیں چھ ہزار لغات و تین ہزار محاورات فارسی درج ہیں	۵	گلزار شاہی	تاریخ اردو	۸	شرح حدیقۂ سنائی	"	۸
دیوان سوا رموز اعظم	فارسی کا دیوان ہے طلب میں مصنفہ [illegible]	۴	جامع الابواب	عربی صرف میں نہایت عمدہ ہے	۷			

المشتہر

سید علی حسین مالک مطبع یوسفی دہلی

اشتہار

خریداران جلد اول تفسیر عمدة البیان کی خدمت میں عرض ہے کہ جن صاحبوں نے ہر دو جلد کی قیمت پیشگی خدمت میں جناب میر مقصود علی صاحب کے بھیجدی تھی اور مطبع ہذا کی معرفت انکے پاس جلد مذکورہ روانہ کی گئی چاہئیے کہ بابت جلد دوم محصول ڈاک عنایت فرمائیں کہ جلد ثانی بھی جو بفضلہ ہوکر یہ چھپکر تیار ہے روانہ کیجائے اور جن صاحبوں کی خدمت میں میر مقصود علی صاحب نے بجائے ہر دو جلد کے اول ہی جلد بھیجدی ہے انکو چاہئیے کہ بحساب فی جلد چھ روپے قیمت مع محصول ڈاک ارسال فرمائیں کتاب مذکورہ روانہ کی جائیگی کیونکہ یہ جلدیں صرف ۱۰۰۰ تعداد میں چھپی تھیں بسبب کثرت خریداران بہت جلد دست بدست ہدیہ ہوگئیں اور جو کچھ کہ باقی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ بھی ہدیہ ہوجاتی ہیں جو صاحب جلد ثانی کی طلب فرمانے میں توقف فرمائینگے انکی شکایت ہمارے ذمہ نہ رہیگی بر رسولاں بلاغ باشد وبس + علاوہ اسکے کتب مفصلہ ذیل ہمارے کتب خانہ میں مفید وبکار آمد حضرات شیعہ موجود ہیں میر تاج حسین صاحب ایجنٹ کتب خانہ کے نام خط کتابت کیجئے اور نقد قیمت بھیجنے سے فی الفور روانہ ہوسکتی ہیں +

تفسیر عمدة البیان جلد اول سے،	جلد دوم تفسیر عمدة البیان سے،	تحفۃ الاشعریہ سے،	تحفۂ جعفری ۲ر	حسنیہ ۳ر	بیاض نوحہ جات ۱۰ر	مجموعہ مراثی چند شعرا (زیر طبع)
سفینۃ الشہداء تالیف جدید (زیر طبع)	منتخب الاعمال تعویذات (زیر طبع)	جوشن کبیر ۱ر	جوشن صغیر ۰ر	مفتاح الجنان عہ ۴ر	حلیۃ العرائس ۲ر	احکام الائمہ ۳ر
خلاصۃ المصائب ۱۳ر	روضۃ الشہداء ۱۲ر	مراثی میر مونس ہر جلد عہ ۱۴ر	مراثی میر عشق ہر دو جلد عہ	میر انیس ہر چہار جلد عہ ۱۲ر	میرزا دبیر ہر دو جلد عہ ۸ر	میرزا فصیح ہر دو جلد عہ
رسالۂ استخارہ ۲ر	قصۂ ملکہ و فقیہ ۲ر	ابواب الجنان جلد دوم عہ	حق الیقین سے،	عین الحیات سے،	حیات القلوب ہر سہ جلد صہ	اعمال الصالحین ۶ر

منجملہ کتب مندرجہ بالا سفینۃ الشہداء تالیف جدید اردو زبان میں جلی قلم سے نہایت عمدہ خوشخط مصائب خامس آل عبا میں مصنف مدظلہ نے اصح الکتب سے احادیث و روایات انتخاب کرکے تیار کی ہے جو اسقدر مبکی ہیں کہ ہر شعر و ہر روایت سے تا خاتمہ سامعین کو سننے کی تاب نہیں رہتی +